تاریخ ہندوستان

جلد پنجم

سلطنتِ اسلامیہ کا بیان

ش

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ صاحب دہلوی مرحوم
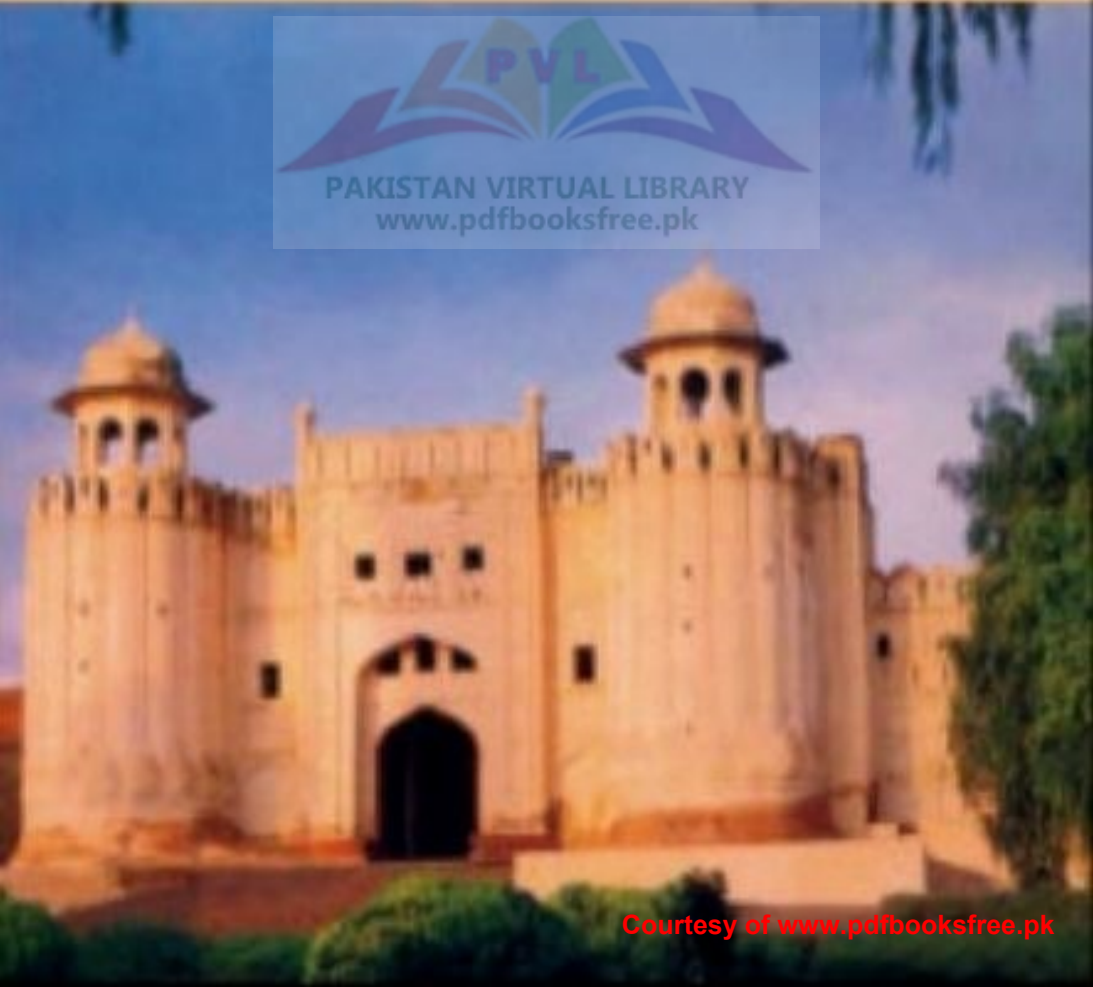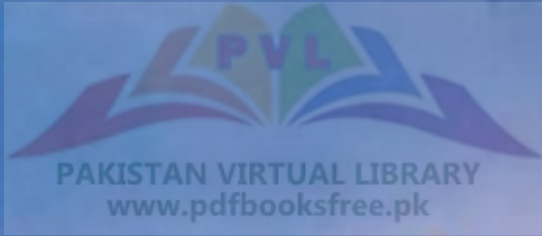
تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد پنجم

اقبال نامۂ اکبری

جس میں

شہنشاہ ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کا حال اول سے آخر تک

مستند معتبر فارسی اور انگریزی کتابوں سے لکھا گیا ہے

مصنفہ

خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج میں طبع ہوا

۱۹۱۵

فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

مدرسۃ العلوم علی گڑھ

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) یعنے مسلمانوں کے عہدِ سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں (جن میں سے جلد پنجم کتاب ہذا قیمتی للعہ ہی) بہ تفصیل ذیل

جلد اول (صفحہ ۴۱۲) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) عرب جاہلیت (۴) ایک سو اٹھارہ خاندان اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنی (۷) خاندان غوری - قیمت ... عہ

جلد دوم (۴۰۶) صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ (۳) سلاطین سادات اور لودہی کی تاریخ قیمت ... عہہ

جلد سوم - اس جلد کے تین حصے ہیں جن کے نام یہ ہیں - (۱) بابر نامہ اس میں خاندان تیموریہ کے انساب تیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ذکر بالتفصیل اور ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی فردوس مکانی کا حال ہی (۲) تنگرف نامہ ہمایوں اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت آشیانی کا حال روز ولادت سے ایران کے جانے تک ہی (۳) رزم نامہ شیر شاہی اس میں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان ہی قیمت ... ۱۲؎

جلد چہارم - اس کے دو حصے ہیں حصہ اول میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور - حصہ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ ... (۴) تاریخ سلاطین قطب شاہیہ گولکنڈہ (۵) تاریخ سلاطین عماد شاہیہ ملک برار (۶) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۷) ضمیمہ تاریخ ... پرتگیزوں کی تاریخ (۸) تاریخ دکن کاریویو قیمت ... عہ

جلد ہشتم کارنامہ جہانگیری اس میں شہنشاہ جہانگیر کا حال کل لکھا ہی قیمت ... عہ

جلد پنجم

اقبال نامۂ اکبری

اس جلد میں ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کا بیان اوّل سے آخر تک ... میں لکھا ہی۔ اکبر نامہ اور آئین اکبری اور طبقات اکبری اور منتخبات التواریخ سے زیادہ تر حالات ... کئے گئے ہیں اُس کی مذہبی تحقیقات میں دبستان المذاہب کی مدد لی گئی ہی۔ منتخب اللباب خافی ... کچھ مضامین نقل ہوئے ہیں۔ اس بادشاہ کے امرا کا حال مآثر الامرا سے زیادہ تر لکھا ہی۔ بہت کم ... تاریخیں ہونگی جن کی ورق گردانی اس بادشاہ کے حال کے دریافت کرنے میں نہ کی گئی ہو گی۔ ... تاریخوں میں جو کچھ اُس کی نسبت لکھا گیا ہی اکثر اُس کو نقل کیا ہی۔ اس بادشاہ کے حالات اور واقعات ... ٹکڑے سن و تاریخ کی قید کے سبب سے نہیں کیا ہی۔ بلکہ ہر ایک واقعہ کا مسلسل بیان کیا ہی خواہ وہ کسی ... شروع اور کسی سنہ میں ختم ہوا اکثر ہم نے سنہ ہجری کو اوپر اور سنہ جلوس کو نیچے لکھا ہی اور سنہ عیسوی کو اکثر نہیں لکھا اس لئے ہم نے سنہ الٰہی و سنہ ہجری و سنہ عیسوی کی فہرست نیچے لکھی ہی۔ جس سے ایک ... سے دوسرا سنہ معلوم ہو جائے گا۔

سال الٰہی	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	سال الٰہی	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
۱	۲۷ ربیع الاول سنہ ۹۶۳	۱۰ یا ۱۱ [illegible] سنہ ۱۵۵۶	۲	۹ جمادی الاول سنہ ۹۶۴	۱۰ یا ۱۱ مارچ سنہ ۱۵۵۷
[illegible]	۳ جمادی الاول سنہ ۹۶۵	" [illegible]	۴	۲۰ جمادی الآخر سنہ ۹۶۶	" [illegible]
۵	۱۶ جمادی الآخر سنہ ۹۶۷	" [illegible]	۶	۲۴ جمادی الآخر سنہ ۹۶۸	" [illegible]
[illegible]	۵ رجب سنہ ۹۶۹	" [illegible]	۸	۱۵ رجب سنہ [illegible]	" [illegible]
[illegible]	۲۷ رجب سنہ ۹۷۱	" [illegible]	۱۰	۹ شعبان سنہ [illegible]	" [illegible]

سال آلہی	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	سال آلہی	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
۱۱	۱۸ رشعبان سنہ ۹۷۳	۱۰ ر یا ۱۱ مارچ سنہ ۱۵۶۶ء	۱۲	۲۹ رشعبان سنہ ۹۷۴	۱۰ ر یا ۱۱ مارچ سنہ ۱۵۶۷ء
۱۳	۱۱ ررمضان سنہ ۹۷۵	” ” سنہ ۱۵۶۸ء	۱۴	۲۲ ررمضان سنہ ۹۷۶	” ” سنہ ۱۵۶۹ء
۱۵	۲ رشوال سنہ ۹۷۷	” ” سنہ ۱۵۷۰ء	۱۶	۱۴ رشوال سنہ ۹۷۸	” ” سنہ ۱۵۷۱ء
۱۷	۱۴ رشوال سنہ ۹۷۹	” ” سنہ ۱۵۷۲ء	۱۸	۶ رذیقعد سنہ ۹۸۰	” ” سنہ ۱۵۷۳ء
۱۹	۱۷ رشوال سنہ ۹۸۱	” ” سنہ ۱۵۷۴ء	۲۰	۲۷ رذیقعد سنہ ۹۸۲	” ” سنہ ۱۵۷۵ء
۲۱	۹ رذی الحجہ سنہ ۹۸۳	” ” سنہ ۱۵۷۶ء	۲۲	۲۰ رذی الحجہ سنہ ۹۸۴	” ” سنہ ۱۵۷۷ء
۲۳	۲ رمحرم سنہ ۹۸۶	” ” سنہ ۱۵۷۸ء	۲۴	۱۲ رمحرم سنہ ۹۸۷	” ” سنہ ۱۵۷۹ء
۲۵	۲۴ رمحرم سنہ ۹۸۸	” ” سنہ ۱۵۸۰ء	۲۶	۵ رصفر سنہ ۹۸۹	” ” سنہ ۱۵۸۱ء
۲۷	۱۵ رصفر سنہ ۹۹۰	” ” سنہ ۱۵۸۲ء	۲۸	۲۸ رصفر سنہ ۹۹۱	” ” سنہ ۱۵۸۳ء
۲۹	۸ رربیع الاول سنہ ۹۹۲	” ” سنہ ۱۵۸۴ء	۳۰	۹ رربیع الاول سنہ ۹۹۳	” ” سنہ ۱۵۸۵ء
۳۱	۲۹ ر ” ۹۹۴	” ” سنہ ۱۵۸۶ء	۳۲	۱۱ رربیع الثانی سنہ ۹۹۵	” ” سنہ ۱۵۸۷ء
۳۳	۲۲ رربیع الثانی سنہ ۹۹۶	” ” سنہ ۱۵۸۸ء	۳۴	۴ رجمادی الاول سنہ ۹۹۷	” ” سنہ ۱۵۸۹ء
۳۵	۱۴ رجمادی الاول سنہ ۹۹۸	” ” سنہ ۱۵۹۰ء	۳۶	۲۴ ر ” ” سنہ ۹۹۹	” ” سنہ ۱۵۹۱ء
۳۷	۵ رجمادی الاخری سنہ ۱۰۰۰	” ” سنہ ۱۵۹۲ء	۳۸	۱۷ رجمادی الاخری سنہ ۱۰۰۱	” ” سنہ ۱۵۹۳ء
۳۹	۲۸ ر ” سنہ ۱۰۰۲	” ” سنہ ۱۵۹۴ء	۴۰	۹ ررجب سنہ ۱۰۰۳	” ۱۵۹۵ء
۴۱	۲۰ ررجب سنہ ۱۰۰۴	” ” سنہ ۱۵۹۶ء	۴۲	۲ رشعبان سنہ ۱۰۰۵	” [illegible]
۴۳	۱۳ رشعبان سنہ ۱۰۰۶	” ” سنہ ۱۵۹۸ء	۴۴	۲۳ ر ” سنہ ۱۰۰۷	” ” سنہ ۱۵۹۹ء
۴۵	۴ ررمضان سنہ ۱۰۰۸	” ” سنہ ۱۶۰۰ء	۴۶	۱۵ ررمضان سنہ ۱۰۰۹	” سنہ ۱۶۰[illegible]
۴۷	۲۶ ر ” سنہ ۱۰۱۰	” ” سنہ ۱۶۰۲ء	۴۸	۶ رشوال سنہ ۱۰۱۱	” ” سنہ ۱۶۰۳ء
۴۹	۷ رشوال سنہ ۱۰۱۲	” ” سنہ ۱۶۰۴ء	۵۰	۲۸ ر ” سنہ ۱۰۱۳	” ” سنہ ۱۶۰۵ء

فہرست مضامین اقبالنامہ اکبری

ذکر بادشاہی ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ۶

بیرام خاں کے ظلم و ستم - بادشاہ کے ساتھ بے لطفی ۳۳

اور بیرام خاں کی بے لطفی ۳۹-

بادشاہ اور بیرام خاں کی باہم ناراضی کا علانیہ اظہار و بادشاہ کی خود مختاری کا اشتہار سنہ جلوس ۹۶۷ھ ۱۵۶۰ء ۴۱

بادشاہ کا دہلی میں آنا ۹۶۷ھ ۴۱- بادشاہ کا اپنے اختیارات کا اشتہار دینا ۹۶۷ھ ۴۵، بیرام خاں کا بیدار ہونا اور اپنا چارہ کار تلاش کرنا ۹۶۷ھ ۴۵- بادشاہ کا فرمان خانخاناں کے نام ۴۷- ماہم انگہ ۴۸- دہلی سے بادشاہ کا بیرام خاں کے فتنہ کے دفع کرنے کے لئے روانہ ہونا ۹۶۷ھ ۴۹- قصبہ جھجھر سے بادشاہ کا دہلی میں آنا اور لشکر کو بیرام خاں کی راہ روکنے کے لئے بھیجنا ۹۶۷ھ ۵۰- بیرام کی کھلی بغاوت پنجاب میں آنا ۹۶۷ھ ۵۱- فرمان بادشاہ ۹۶۷ھ ۵۱- بیرام خاں سے لڑنے کے لئے خان اعظم شمس الدین محمد خاں اتگہ کا لشکر کے ساتھ بھیجنا ۹۶۷ھ ۵۵- بادشاہ کی فتح اور بیرام خاں کی شکست ۹۶۷ھ ۵۶- بادشاہ کا کوہ سوالک میں جانا اور بیرام خاں کے کار کا تمام پانا ۹۶۷ھ ۵۷- بیرام خاں کا پادشاہ پاس آنا ۹۶۷ھ ۵۸- بادشاہ اور خانخاناں کے معاملات میں مؤرخوں کے بیانوں کے اختلافات ۵۹- بیرام خاں کی وفات جس نوع سے ابوالفضل نے لکھی ہے ۹۶۸ھ ۶۲-

بیرام خاں اور شاہ کی رنجشوں کے درمیان جو واقعات پیش آئے ۶۴-

شاہم کے ساتھ عشق و عاشقی علی قلی خاں زمان ۶۴- شاہ قلی خاں محرم کا جوگی ہونا ۶۷، جلال خاں و مظفر خان کی عشق بازی ۶۷- ہت کاٹ میں ادہم خاں کا بھیجنا-

نوجوان بادشاہ کی مشکلات اور اُس کے اصول سلطنت ۶۸

سلطنت کی حالت بیرام خاں کے زمانہ تک ۶۹-

جو ممالک کہ سلطنت سے نکل گئے تھے اُن کی فتح ۷۲

قلعہ گوالیار کی فتح ۹۶۶ھ ۷۲۔ اصول فتوحات اکبری۔ مالوہ کی فتح پر لشکر کشی ۹۶۸ھ ۷۴۔ بادشاہ کا مالوہ جانا ۹۶۸ھ ۷۶۔ عبداللہ خاں اوزبک کا مالوہ میں منتظم ہونا ۹۶۹ھ ۸۰۔ عبداللہ خاں کا باغی ہونا۔ بادشاہ کا مالوہ جانا راہ میں ہاتھیوں کا شکار کھیلنا ۹۷۱ھ ۸۰۔

ممالک شرقیہ کی فتوحات ۸۲۔

جونپور میں خان زماں کی فتح ۹۶۵ھ ۸۲۔ بادشاہ کا ممالک شرقیہ میں جانا خان زماں خاں کا قدمبوس ہونا ۹۶۸ھ ۸۳۔ قلعہ چنار گڈھ کا ہاتھ آنا ۹۶۹ھ ۸۴۔ خان زماں خاں کا فتح پانا خان پٹی پر ۸۵۔

خان زماں علی قلی خاں کی بغاوت دور کرنے کے لئے بادشاہ کے لشکر کا یورش کرنا اور اس یورش میں سوانح کا پیش آنا ۹۷۲ھ ہجری ۸۶۔

اسکندر خاں اوزبک کے پاس اشرف خاں کا جانا ۸۶۔ باغیوں کی شورش ۹۷۲ھ ۸۷۔ بادشاہ کا اسکندر خاں کو لکھنؤ سے بھگانا ۹۷۲ھ ۸۸۔ کڑہ مانک پور کی لڑائی ۹۷۲ھ ۸۹۔ حاجی محمد خاں سیستانی کا سلیمان کررانی پاس بھیجنا ۹۷۲ھ ۸۹۔ خان زماں کا اطاعت اختیار کرنا ۹۷۲ھ ۸۹۔ لشکر بادشاہی کا بہادر خاں سے شکست پانا ۹۷۲ھ ۹۱۔ علی قلی خاں پر بادشاہ کا ایلغار ۹۷۳ھ ۹۲۔ جونپور کو بہادر خاں کا تاراج کرنا ۹۳۔ بادشاہ کا مہم پنجاب و کابل سے فارغ ہوکر باغیوں کی سزا کے لئے آگرہ آنا ۹۷۴ھ ۹۵۔ آگرہ سے جونپور بادشاہ کا جانا اور فتح پانا اور خان زماں اور بہادر خاں کا قتل ہونا ۹۷۴ھ ۹۶۔ اسکندر خاں کے سر پر سیاہ بسر کردگی محمد قلی برلاس بھیجی گئی تھی ۹۹۔ اسکندر کے سر پر جو سپاہ بسر کردگی ہما قاسم

برلاس بھیجی ۹۷۲ھ ۱۰۰- خواجہ عبدالمجید خاں کا ولایت پنہ کا فتح کرنا ۹۷۱ھ ۱۰۱- خواجہ عبدالمجید آصف خاں کا ولایت، گڈھ کتنگہ کا فتح کرنا ۹۷۱ھ ۱۰۲- مہدی قاسم خاں کا ولایت گڈھ میں مقرر ہونا ۱۰۸- ملک گکھرون پر بادشاہ کا فتح پانا ۹۷۰ھ ۱۰۹- جنگ پرونکہ کر بادشاہ خود آپ لڑا ۹۶۹ھ ۱۱۱-

کل معاملات ومہمات کابل جو اس بادشاہ کے عہد سلطنت میں واقع ہوئے ۱۱۲

منعم خاں کا کابل میں تعین ہونا ۹۷۰ھ ۱۱۲- کابل سے غنی خاں کا نکالا جانا ۹۷۰ھ ۱۱۳- ابوالفتح اور فضیل بیگ کا قتل ہونا ۹۷۰ھ ۱۱۵- منعم خاں کا کابل کی طرف جانا اور شکست پانا ۹۷۰ھ ۱۱۶- منعم خاں کا حال ۹۷۰ھ ۱۱۷- ابوالمعالی ۹۷۱ھ ۱۱۷- مرزا اشرف حسین کی بغاوت اور ابوالمعالی کی بغاوت ۹۷۱ھ ۱۱۸- ابوالمعالی کا کابل میں جانا اور سزا پانا ۹۷۱ھ ۱۱۹- کابل سے مرزا محمد حکیم کا بھاگنا اور بادشاہ سے استمداد چاہنا ۱۲۱- مرزا سلیمان کا پھر کابل آنا اور مرزا محمد حکیم کا بھاگنا ۹۷۳ھ ۱۲۴- مرزا محمد حکیم کی سرکشی ۹۷۴ھ ۱۲۶- بادشاہ کا اس فساد مٹانے کے لئے پنجاب آنا ۱۲۷- مرزا سلیمان کا کابل سے بھاگنا اور مرزا محمد کا پھر مسند حکومت پر بیٹھنا ۹۷۴ھ ۱۲۷- مرزا محمد حکیم کا نورالدین وشادمان کا بھیجنا اور خود پنجاب میں آنا ۹۸۹ھ ۱۲۸- بادشاہ کا پنجاب جانا ۱۲۹- خواجہ شاہ منصور دیوان کی عمر کا تمام ہونا ۱۳۰- مرزا محمد حکیم کا ناکام کابل جانا ۹۸۹ھ ۱۳۲- بادشاہ کا سفر دریا رسندھ کی طرف ۱۳۴- بالناتھ ٹلہ کی زیارت ۱۳۴- بادشاہ کا حکم مرزا کو سمجھانا اور شاہزادہ مراد کا لشکر سمیت بھیجنا ۹۸۹ھ ۱۳۴- بادشاہ کے لشکر کا مرتب ہونا اور مرزا پاس عبیب اللہ کو بھیجنا ۹۸۹ھ ۱۳۶- کابل کے سفر کے باب میں ارکان دولت کی رائیں ۹۸۹ھ ۱۳۶- قلعہ اٹک بنارس کی تعمیر ۹۸۹ھ ۱۳۹-

کابل کے واقعات ۱۳۹-

بادشاہ کا ایلغار کرکے کابل جانا ۹۸۹ھ ۱۳۹- سلطان مرزا کا فتح پانا اور مرزا حکیم کا شکست پانا ۱۴۰- مرزا حکیم کا گناہ بخشا جانا ۹۸۹ھ ۱۴۴- مرزا محمد حکیم کی وفات ۹۹۳ھ ۱۴۵- مرزا کے بیٹوں کا بادشاہ پاس آنا ۹۹۳ھ ۱۴۶- ہندوستان و کابلستان کے تعلقات-

واقعات متفرقہ جو ۹۶۹ھ سے ۹۷۵ھ یعنی چھ سال جلوسی میں واقع ہوئے ۱۴۷

شاہ ایران کا خط ۹۶۹ھ ۱۴۷- بادشاہ کا اجمیر جانا ۹۶۹ھ ۱۴۸- مرزا شرف الدین حسین اور راجہ بہاری مل کے معاملات اور بادشاہ کا راجہ کی لڑکی سے بیاہ کرنا ۹۶۹ھ ۱۴۹ قلعہ میرٹھ کی فتح ۹۶۹ھ ۱۵۰- شمس الدین محمد خان زماں اتگہ کا بادشاہ پاس آنا ۹۶۹ھ ۱۵۱- ادہم خاں کا اتگہ خاں کو مارنا ۹۶۹ھ ۱۵۲- ادہم خاں کا مارا جانا اور ماہم انگہ کا مرنا ۹۶۹ھ ۱۵۲- منعم خاں کا بھاگنا اور پکڑا جانا ۹۷۱ھ ۱۵۳-

بادشاہ کے تیر لگنا اور اور حالات ۱۵۴-

بادشاہ کے تیر لگنا ۹۷۱ھ ۱۵۴- خواجہ معظم کی بیوی کا قتل ہونا اور دیوانہ ہو کر مرنا ۹۷۱ھ ۱۵۵- تھانیسر کے نہان میں کُر اور پوری کی لڑائی کا تماشا دیکھنا ۹۷۴ھ ۱۵۷- فتح خاں کی استمالت کے لئے قلیج خاں کا رہتاس بھیجنا ۹۷۲ھ ۱۵۸- بادشاہ کا قلیج خاں کا دوبارہ فتح خاں پاس بھیجنا ۹۰۳ھ ۱۵۸- حدود سامانہ میں شیر محمد کی تاخت و تاراج ۹۱۳ھ ۱۵۹ تیموری مرزاؤں کا فساد ۹۷۴ھ ۱۶۰- نگرچین بسانا و بنانا ۹۷۲ھ ۱۶۲- قلعہ آگرہ کا بنیاد رکھنا ۱۶۳- بادشاہ کی خدمت میں غیر ملکوں سے سب طرح آدمیوں کا آنا ۱۶۳- اُمرا کی بغاوتیں ۹۷۲ھ ۱۶۴-

بیگانہ ملکوں پر شہنشاہ اکبر کے متوجہ ہونے کا بیان ۱۶۴-

قلعہ چتوڑ کے معاملات ۱۶۵

قلعہ نگرکوٹ اور محمد سلطان کے فرزندوں کی بغاوت ۱۷۸-

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا ۱۹۳-

امراء بہار و بنگالہ کی سرتابی اور اُن کی سزا کے واسطے سپاہ کی روانگی ۲۵۱

مہمات و معاملات گجرات ۳۱۴

کشمیر کی سیر کو بادشاہ کا تیسری دفعہ جانا ۱۰۰۵ھ ۴۴۴

معاملات تبت ۴۵۰ -

بھکر اور ملک سندھ کے معاملات ۴۵۲

قندھار کے معاملات ۴۶۵

معاملات و مہمات دکن ۴۷۱

شمال مشرقی افغانوں کے ساتھ لڑائیاں

معاملات بدخشان و توران و خراسان ۵۶۰

بعض حوادث بدخشاں

معاملات توران ۵۸۱

شہنشاہ اکبر اور عبداللہ خان والی توران کے درمیان مراسلت اور سفیروں کا آنا جانا ۵۸۳

شاہزادہ سلیم کی پیدائش اور اُس کی ناہنجاریاں

انتظام سلطنت اکبری ۶۰۶

دفتر اول منزل آبادی ۶۱۳

دفتر دوم سپاہ آبادی ۶۸۲

فرمان ثبتی

دفتر سوم ملک آبادی

بادشاہ کے باقی حالات ۷۶۷

نصائح اکبری ۷۹۶

بادشاہ کے شوق کی چیزیں ۸۰۲

شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات ۸۰۸

امرائے دربار اکبری ۸۷۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِقبال نامۂ اکبری

اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی

چونکہ مسلمانوں کی سلطنت ہند کا زمانہ اکبر کے عہد دولت سے ایک اور ہی طور کا شروع ہوتا ہے اور اس سلطنت کے تعلقات اور سلطنتوں کیساتھ بدلتے ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت یہ بہنشاہ اکبر تخت پر بیٹھا اُسوقت کا حال بتلائیں کہ ہندوستان میں کیا ہو رہا تھا۔ اس شہنشاہ کیوقت سے یہ کہنا درست ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت ہندوستان میں ہوئی ورنہ پہلی سلطنتوں کو دہلی کی سلطنت کہنا درست ہے جس میں ممالک مفصلۂ ذیل داخل تھے وہ ملک جسکو ۱۸۵۷ء میں ممالک مغربی وشمالی کہتے تھے۔ بنگال پریسیڈنسی کا وہ حصہ جسکو مغربی بہار اب کہتے ہیں۔ ممالک متوسطہ کے بعض اضلاع۔ راجپوتانہ کے بعض اضلاع پنجاب، سلاطین تغلق کچھ عرصہ تک یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ بنگال اور دکن پر بھی فرمانروا تھے۔ مگر شمال سے ہندوستان پر ایسے حملے ہوئے کہ دکن کے ہندو راجاؤں نے اپنے تئیں آزاد کر لیا۔ اور دہلی کی سلطنت سے کچھ تعلق نہ رکھا۔ تلنگانہ۔ کرناٹک کر راجہ خود مختار ہو گئے۔ دکن کی تاریخ کو جلد ششم میں پڑھ لو کہ جس سے تم کو معلوم ہو کہ دکن میں کون کونسی سلطنتیں قایم ہوئیں۔

ٹری مملکت اڑیسہ ہمیشہ آزاد رہی سلطنت دہلی کی کبھی مطیع نہیں ہوئی۔ اس ملک میں بڑے بڑے جنگل تھے۔ اس کا طول گنگا کے دہانہ سے گوداوری کے دہانہ تک پانچسو میل تھا اور اس کا عرض کہیں تین سو میل اور کہیں ڈھائی سو میل تھا۔ مغربی ہندوستان نے بیگانہ حملہ آور کی اطاعت کو کرت

کردیا تھا اور بعض ریاستیں اسمیں خودمختار ہوگئیں تھیں۔ اکبر کی تخت نشینی کیوقت غایت مغربی حصص ہند میں مملکت گجرات میں ایک مسلمان افغان بادشاہ آزاد تھا اس وجہ ہمایوں نے اُسے تاخت وتاراج کیا تھا۔ مگر ہندوستان سے اس کے خارج ہونیکے بعد پھر یہ ملک آزاد ہوگیا اور پھر کسی نے اُس پر دست درازی نہیں کی۔ اُس نے خود مالوہ پر کامیابی کیساتھ حملہ کیا اور اُس میں زیادہ تر حصہ وہ شامل ہوگیا کہ جسکو اب سنٹرل انڈیا (ممالک متوسطہ ہند) کہتے ہیں۔ یہ مملکت اکبر کی تخت نشینی کیوقت آزاد تھی۔ یہی حال خاند کا تھا۔ یہی کیفیت راجپوتانہ کی تھی جسکا مفصل حال لکھتے ہیں۔ مہمات رانا سنگا کا حال بابر کے عہد دولت میں بیان ہوچکا ہے۔ رانا کو جو بابر نے شکست دی اس کا بڑا اثر میواڑ پر ہوا۔ اور جب ہمایوں کو شیر شاہ نے خارج کردیا تو راجاؤنکو شیر شاہ کی اطاعت کرنی پڑی مگر شیر شاہ کی وفات کے بعد سلطنت میں جو خرابیاں پیدا ہوئیں تو پھر ریاست میواڑ آزاد ہوگئی۔ وہ اکبر کی تخت نشینی کیوقت راجپوتانہ کی بڑی ریاستوں میں سے گنی جاتی تھی اور راجپوتانہ کی ریاستونکا حال یہ تھا کہ جیپور کے راجاؤں نے بابر کی عظمت کو قبول کیا تھا۔ راجہ بہاریہ نے اپنی سپاہ سے بابر کی مدد کی تھی۔ شیر شاہ سے شکست پانے سے پہلے ہمایوں نے اسکو خطاب راجہ امیر کا دیا تھا۔ جب اکبر نے پانی پت کی لڑائی میں فتح پائی توجیپور میں راجہ بہاریا کا بیٹا بھگوان داس راج کرتا تھا۔ اس زمانہ میں جودھپور کا راجہ جیپور کے راجہ پر بڑی فوقیت رکھتا تھا۔ اسکے راجہ مالدیو نے جیسی شیر شاہ کو تکالیف پہنچائیں ایسی کسی اور دشمن نے اُسکو نہیں پہنچائیں۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ہندوستان سے جب ہمایوں بھاگا ہے تو راجہ جودھپور نے اپنے ملک میں اُسے پناہ نہیں دی۔ جب شہنشاہ اکبر دہلی میں تخت نشین ہوا ہے تو یہ راجہ بالکل آزاد تھا اور راجپوتانہ میں سب راجوں سے زیادہ عظیم الشان وجلیل القدر سمجھا جاتا تھا جیسلمیر اور بیکانیر۔ ریگستان کے کنارہ کی ریاستیں آزاد تھیں۔ راجپوتانہ کی اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا حال بھی ایسا ہی تھا اور سندھ و ملتان کا حال بھی راجپوتانہ کا سا تھا۔ میوات بگھیل کھنڈ کسی غیر کے تابع نہ تھے۔ لیکن گوالیار۔ اورچھہ۔ چندیری نروار۔ مین باؤ۔ آگرہ کے قرب کے سبب بادشاہ کی حالت کے منتظر رہتے تھے اُسکے موافق کبھی زیادہ کبھی کم اطاعت کرتے تھے اور خراج دیتے تھے۔

بادشاہ۔ سلطان۔ شہنشاہ۔ جو چاہو کہو۔ وہ فقط اُن اُمراء کا بادشاہ ہوتا تھا۔ جنکو وہ اضلاع اور صوبہ حکومت سپرد کرتا تھا۔ یہ اُمرا اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار بادشاہ ہوتے تھے۔ بادشاہ اُن اضلاع وصوبوں کے اندرونی انتظام میں دخل نہیں دیتا تھا۔ ہاں اُن اُمراء کو جو نائب السلطنت ہوتے تھے بدلنے کا اختیار رکھتا تھا۔ یہ سب صوبے اصل میں نائب السلطنت کی ماتحتی میں آزاد ہوتے تھے۔ برائے نام بادشاہ کی اطاعت کرتے تھے۔ انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں جو ممالک مسلمانوں کے زیر حکومت تھے اُنمیں سلطنت علی الاتصال نہیں تھی۔ بادشاہ فقط اپنے دربار اور میدان جنگ میں حکمراں ہوتا تھا۔ مگر انکا یہ کہنا بادشاہ کی نسبت درست ہے مسلمانوں کی نسبت یہ کہنا صحیح نہیں ہے اسلیے کہ وہ تو سلطنت کرتے ہی تھے خواہ بادشاہ کے زیر حکم ہوں یا نہوں۔

ہندوستان کا جو حصہ مسلمانوں کے زیر حکومت تھا۔ اُسکی آبادی میں سات آٹھویں حصے ہندو رہتے تھے اسلیے کہ یہ سب مسلمانوں کی حکمرانی سے راضی و خوش رہتے تھے وہ جزیہ دیتے تھے۔ مگر اپنے تمام مراسم مذہبی کے ادا کرنے میں آزاد تھے۔ کوئی روک ٹوک انکو اس باب میں نہ تھی۔ مسلمانوں کی گورنمنٹ کے تمام کارخانوں میں ہندوں کا عنصر بڑا قوی تھا۔ اکثر صوبوں میں بعض مناصب عہدہ ہائے جلیل ایسے تھے کہ وہ عالی نسب ہندوں کیساتھ مخصوص تھے وہ فقط صوبے کے نائب السلطنت کی ماتحت تھے۔ لڑائی کے زمانہ میں ہندو اپنے حصہ کے موافق بقدر تعلق مسلمانوں کے مدد سپاہ سے کرتے تھے اور میدان جنگ میں اپنی فوج کو بھیجتے تھے۔

ہر صوبے میں ایک مقامی سپاہ رہتی تھی جو صوبے کے حاکم کے زیر فرمان ہوتی جہاں اسکی ضرورت سمجھتا وہاں وہ بھیجتا مگر اسکے سوائے ماتحت ایک اور سپاہ ہوتی جو اس مقامی سپاہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی وہ بادشاہی سپاہ کہلاتی تھی اور خاص تعداد اس کی ہر صوبے میں رہتی تھی وہ خزانہ شاہی سے تنخواہ پاتی تھی اور کچھ فوج ایسی بھی بادشاہوں کی ہوتی تھی کہ اسکو گھوڑے اور وردی اور ساز وسامان بادشاہوں کی سرکار سے ملتا تھا مگر زیادہ تر سپاہ ایسی ہوتی تھی کہ وہ اپنے ہتھیار اور گھوڑے اپنے گھر سے لاتی اور چھوٹے بڑے گروہ اُنکے سرداروں سمیت آتے۔ الگ الگ سپاہی نوکر نہیں ہوتا تھا۔

جب کسی صوبے میں شورو فساد برپا ہوتا ہے تو بادشاہی سپاہ کمک کے لیے بھیجی جاتی تھی اور اس

سپاہ کا ایک اعلیٰ افسر ہوتا تھا۔ اگر یہ سپاہ بہت ہوتی تو اُس کا افسر صوبے کے حاکم کا ہمسر اور برابر سمجھا جاتا تھا وہ خاص بادشاہ سے اپنے کاموں کی جوابدہی کرتا۔

کبھی کبھی ضرورت کے وقت بادشاہ صوبوں کے حاکموں کے نام فراہمی سپاہ کا فرمان صادر کرتا۔ صوبہ دار اپنے علاقہ کے زمینداروں سے مدد لیتا اور اپنے خاص صوبہ کی سپاہ سے مدد کرتا اور اگر خزانہ میں روپیہ ہوتا تو نئی بھرتی کرتا۔

یورپ کے تمام شائستہ قوموں کا اُصولِ اعظم یہ ہے کہ اوّل خدا۔ پھر قانون۔ بعد ازاں بادشاہ یہی اُصول قدیم سے مسلمانوں کے ہاں چلا آتا ہے کہ اوّل خدا۔ پھر شریعت (قانون) بعد ازاں بادشاہ یہ اُصول مسلّمہ ہے جس کے موافق اُمورات سلطنت کے احکام اور انتظام میں۔ امام۔ خلیفہ۔ سلطان (بادشاہ) پابند قانون تھا اور وہ خود مختار شتر بے مہار نہ تھا۔ شریعت کا پابند رہنا اُس کے فرائض منصبی میں تھا ہندوستان میں جن بادشاہوں نے اپنے تئیں مطلق العنان بنایا اور رعایا کی جان و مال و اسباب آزادی کا خود اپنے تئیں مختار بنایا۔ تمام ملک کی زمین کا اپنے تئیں مالک بنایا۔ محصول و خراج گھٹانے بڑھانے اور مقرر اور موقوف کرنے کا اختیار لیا۔ سپاہ کی پرورش اور جنگی اور ملکی منصب داروں و عہدہ داروں کے موقوف و بحال و مقرر کرنے کا اقتدار ایسا اپنے ہاتھ میں لیا کہ جس ادنیٰ سے ادنیٰ کو چاہیں آسمان پر چڑھائیں اور جس اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے آدمی کو چاہیں خاک میں ملائیں۔ جس کو چاہیں رعایا میں سے سخت سے سخت سزا دیں۔ قید کر دیں۔ جرمانہ، مصادرہ لیں ہاتھ یا ناک کان کٹوا دیں۔ دار پر چڑھا دیں۔ اپنے غصّہ میں یا کسی جرم کے شبہ میں جو جی میں آئی کر بیٹھیں اُنھوں نے اسلام کے مسئلہ مسلّمہ کے خلاف کام کیا۔ بہت ہی کم بادشاہ مسلمانِ ہند میں ایسے ہوئے ہونگے جو ان اوپر کے اختیارات کو وہ کام میں لا سکے ہوں اختیارات کے موافق عمل کرنیکے موانع بہت تھے۔ مسلمان تھوڑے ہندو بہت تھے۔ ہندوؤں میں بعض قومیں بڑی شجاع و دلیر لڑنیوالی موجود تھیں جب اُنکی مرضی کے خلاف کوئی کام ہوتا تو وہ تلوار لیکر سامنے کھڑی ہوتیں۔ سوا اسکے مسلمانوں کی سلطنت کے ارث کا کوئی قانون نہ تھا۔ اس لئے بادشاہ کے مرنے پر لڑائی جھگڑا ایسا کھڑا ہوتا کہ

بادشاہ ۔ منسٹر و وزیر ۔ قوانین و عدالت

بعضے

بادشاہوں کو اپنے اختیارات پر پورا عمل کرنیکا موقع نہیں ملتا۔ اور اگر وہ کسی کام میں اپنی مرضی کو کام لاتا تو جابجا بغاوتیں برپا ہوجاتیں۔ اگر بادشاہ اپنے ارادے پر اصرار کرتا تھا تو یہ موانع ایسے پیش آتے تھے کہ اُسکو بڑی مشکل میں ڈالتے تھے مسلمانوں کے ہاں شریعت کے موافق رعایا ایسی آزاد ہوتی ہی کہ سوائے شریعت کے احکام کے کسی حکم کی بادشاہ کے پابندی نہیں ہوتی اور جبتک قانونِ شریعت اجازت نہ دیوے بادشاہ کو کسی رعایا پر کچھ اختیار نہ تھا جس قوم میں کہ ذاتی معاملات میں بادشاہ مدعی اور مدعا علیہ ہوسکتا ہو اُسمیں مشکل ہی کہ کوئی بادشاہ خود مختار شترِ بےمہار ہوکہ جوجی میں آئے وہ کرے اور پھر جسکے ساتھ یہ موانع پیش ہوں جو اوپر بیان ہوئے۔ جس بادشاہ نے اپنی خواہشاتِ نفسانی اور ارادوں کو بغیر پابندی شریعت ظاہر کیا وہ برباد ہوا۔ مہذّب قوموں میں مجلس شوری جسکو کونسل کہتے ہیں ہوتی ہی اس کا ہونا مسلمانونکے ہاں مذہبًا واجب تھا کہ جو مہم پیش آئے اسمیں صلاح و مشورہ سے اہتمام کیا جاوے اور اسمیں جو بات ٹھیر جاوے اُس پر عزم مصمم کیا جاوے اور خدا پر توکّل کر کے اُس کا آغاز کیا جاوے۔ ہندوستان میں بادشاہونکے ہاں مجالس شوریٰ تھیں۔ مگر مستشار موتمن کم ملتے تھے اس لیے ان مجالس کے نیک نتیجے کماحقہٗ ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ بادشاہ کے ہاں ایک وزیراعظم ہوتا تھا۔ اُسکی حسن لیاقت پر اسکی کارپردازی موقوف ہوتی۔ کبھی کبھی ان وزراء کے اختیارات ایسے بڑھ جاتے تھے کہ بادشاہی اختیارات بھی وہی عمل میں لاتے تھے اور بادشاہ یونہی محل میں پڑا عیش و طرب میں مصروف رہتا تھا۔ اُن وزیروں کی کچہریاں جُدا جُدا ہوتی تھیں۔ مگر انکی خدمات کے حدود ٹھیک ٹھیک معیّن نہ تھیں۔ کبھی بادشاہ خود اُنکے کام کرنے لگتا تھا۔ بادشاہونکے دربار میں مستغیث خود آتے اُنکی عرضیاں خود بادشاہ پڑھتا اور تحقیقات حال کرتا۔ جسکے سبب سے اُس کی انصاف و عدالت کا دُور دُور شہرہ ہوتا تھا۔ اور خود اُسکو بھی اپنی رعایا کا حال طرح طرح کا معلوم ہوتا رہتا تھا۔

مہذّب قوموں کی طرح مسلمانوں کے ہاں قانون شریعت کے ماتحت حکومت ہی۔ حکومت کے ماتحت قانون شریعت نہ تھا۔ اُنکے ہاں قرآن و حدیث کے موافق علم فقہ مدوّن ہوا ہی جسمیں وہ سارے اُصول و قوانین پائے جاتے ہیں جن پر اس زمانہ میں مہذّب قوموں کو فخر و ناز ہی۔ اکثر ایک عدالت مفتیوں اور

قاضیونکی تھی۔ اس کا قانون صرف شریعت تھا وہ اس شریعت کے موافق انفصال مقدمات کرتے تھے۔ بہت سی کتابیں فتوؤنکی ہیں۔ جو مسلمانوں کی عدالت کے نظائر اور فیصلجات کی کتابیں ایسی ہی ہیں جیسی کہ آجکل ہائی کورٹ عدالت کے نظائر کی کتابیں ہیں۔ یہ قاضی دیوانی کے مقدمات فیصلہ کرتے جیسے وراثت۔ حقیت۔ ملکیت۔ نکاح۔ طلاق وغیرہ۔ اور تمام مقدمات جو سلطنت کے امن و عافیت پر کچھ اثر نہیں کرتے تھے مگر ایک اور عدالت بادشاہی کارکنوں کی تھی جسمیں فوجداری کے مقدمات فیصلہ ہوتے تھے اس عدالت میں گو کبھی کبھی قاضی سے بھی استفسار و استفتا کیا جاتا مگر اسکے قوانین کی حدود معین نہ تھی۔ یہ کارکن بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے۔ غرض جو کچھ قانونی عمل کیا اُس سے رعایا رضامند اور خوش تھی۔ اور تمام عدالتوں کا انتظام قابل اطمینان تھا مسلمانوں اور ہندوؤں کی اغراض ایسی شامل ہوگئیں تھیں کہ مسلمان جو یہاں آنکر بسے تھے اور ہندو جو پہلے سے بستے تھے عدالت دونوں کو ایک آنکھ سے دیکھتی تھی اور قانون ان دونوں کی یکساں حمایت کرتا تھا۔ جسمیں مسلمانوں کی شریعت اور اس ملک کا رسم و راہ دونوں شامل تھے۔ ملک ایسا سرسبز و شاداب و آباد رہتا تھا کہ باوجودیکہ سلسلہ جنگ جاری رہتا تھا اور اس کا تار نہیں ٹوٹتا تھا مگر رعایا سب خوشحال رہتی تھی۔

ذکر بادشاہی ابو المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی

دنیا میں اکبر جیسے بشر کمتر پیدا ہوئے ہیں کہ جسکی قبل از ولادت اور بعد از رحلت وہ تعظیم و تکریم ہوئی ہو جو اولیاء کرام اور سلاطین عظام کی ہوتی ہی۔ قاعدہ ہی کہ جو دُنیا میں والا رتبہ بزرگ گذرے ہیں ان کے پیدا ہونے سے پہلے انکی ولادت کی بشارت غیبی معرض تحریر میں آتی ہیں۔ گو وہ اکثر صداقت پر مبنی نہیں ہوتیں مگر عقیدت انکو منواتی ہی۔ چنانچہ اکبر کے لئے بھی ایسی بشارت غیبی بیان کی جاتی ہیں کہ وہ نور بتوسط وسیلہ بشری و رابطہ صلبی حضرت النقوا کے بطن میں ظاہر ہوا تھا وہی چند قرنوں کی ترتیب کے بعد اس اکبر کے عنصر پاک میں نمودار ہوا۔ قاچولی بہادر کے رویا جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں کہ

سات ستارے دیکھے تھے اسکی تعبیر بھی مولود والاصفات کی ذات سمجھی جاتی ہی بہت سے خواب جو ماں اور انا نے دیکھے کہ بغل میں ہماری ماہ آیا تھمیں مکان میں کہیں پیشانی میں نور چمکا۔ غرض ایسے نورانی کرشموں سے اسی شہزادے سے مرادلی جاتی ہی جیسی بشارت کہ کسی قدسی صفات کے ولادت سے پہلے بیان ہوتی ہیں وہ اس حمیدہ اوصاف کی نسبت بھی ذکر کی جاتی ہیں۔ یہ حال تو قبل از ولادت تھا۔ اور بعد رحلت ہندوؤں نے اس قدرت الٰہی کو اپنے معبود کی طرح پوجا بعض مسلمانوں نے بھی اسکو ولی جانا۔ ابتک اسکی قبر میں تصرف موجود ہی کہ قیصر ہند کا نائب السلطنت والادد ماں فیاض زماں لارڈ نورتھ برو کی جب اسکی قبر کی زیارت کو آیا تو اسنے اپنی جیب خاص سے اسکی قبر پر دس ہزار روپیہ کا غلاف چڑھایا۔ بس اس سے زیادہ کوئی معیار انسان کی عزت کا نہیں ہی کہ حیات اور وفات کے بعد خلائق کے عوام وخواص کا مخالف و موافق کا مقبول ہو۔ مہذب قومیں حسن تعظیم و تکریم سے اس شہنشاہ اکبر کا نام لیتی ہیں ایسی کسی اور ایشیائی پادشاہ کا نہیں لیتیں۔ بالاتفاق سب فرنگستانی مورخ یہ کہتے ہیں کہ اکبر ہی نے ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کی جڑ جمائی۔ پہلے مسلمانوں کی سلطنت کا حال اکاش بیل کا سا تھا کہ آندھی کے جھوکوں میں ادھر سے اُدھر اڑی پھرتی تھی۔ سلطنت کی جڑ پکڑنے کے یہ معنی ہیں کہ پادشاہ کی رعیت کے دل میں محبت ہو۔ اور زبان پر اسکے لیے ہر وقت دعا ہو۔ بعض انگریزی مورخوں نے لکھا ہی کہ اکبر سلطنت ہند کا ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کا محسن تھا۔

ہمایوں شہنشاہ کی سلطنت کے ذکر میں ہمنے بیان کیا کہ کس طرح مریم مکانی حمیدہ بانو بیگم کے مرض عشق میں ہمایوں مبتلا ہوا جسکا علاج سوائے نکاح کے کچھ اور نہو سکا۔ اس پیوند مبارک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اول شب وزیکشنبہ ۱۹ ماہ رجب ۹۴۹ھ میں ۸ بجے ۲۰ منٹ پر شہزادہ والا گہر اکبر امر کوٹ میں پیدا ہوا۔ اس کا عرض خط استوا سے ۲۵ درجہ ہی۔ اور جزائر خالدات سے طول ۱۰۵ درجہ ہی۔ باپ اسوقت امر کوٹ سے چار فرسخ پر دلکشا وخوش ہوا سرزمین میں اترا ہوا تھا۔ قاصدوں نے بہت جلد جا کر باپ کو یہ مژدہ سنایا۔ باپ نے اس نوید کے سنتے ہی درگاہ خداوندگار میں جبین نیاز کو خاکساری کیساتھ خاک پر ملا۔ بعد ازاں نقارۂ شادی بلند آواز ہوا۔ ایک جشن آئین ہمایوں مرتب ہوا۔ مطربوں نے دستاں سرائی اور

مغنیوں نے جادو نوائی کی۔ ظریفوں نے ظرافت کی رنگ آمیزی کی۔ ندیموں نے وہ بذلہ گوئی کی کہ اہلِ مجلس کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ گئے سپہ سالاروں اور صف آرایوں نے مبارکباد دی۔ طوائف اعظم و اہالی و افاضل و موالی نے مراسم تہنیت و تعظیم ادا کیں منجموں نے مولود مسعود کا زائچہ طالع بنایا جس کے خانوں کے احکام سے طولِ بقا۔ مدارج سلطنت تفاخر و معارج خلافت پر ارتفاع بتلایا۔ مولانا چاند۔ پنڈت جوتک رای۔ امیر فتح اللہ شیرازی نے آٹھ زائچے بنائے۔ گو اس سبب سے کہ فلک الافلاک کی حرکت و سکون میں منجموں کا اختلاف ہی۔ اسلیے ان زائچوں کے خانوں میں اختلاف تھا مگر طالع کے سعید ہونے میں سب کا اتفاق تھا۔ یہ عجب اتفاق کی بات ہی کہ جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند اور شہنشاہ اکبر کے زائچے ملتے جلتے ہیں۔ گو ایشیا میں ابتک ان جنم پتروں کی قدر چلی جاتی ہی اور معلوم نہیں کبتک چلی جائیگی۔ مگر فرنگستان میں تو وہ صرف ایک دل لگی رہ گئی ہی۔ ان جنم پتروں کی تفصیل گو پڑھنے والوں کو بڑی دلچسپ معلوم ہوگی مگر اسکا تاریخ میں لکھنا معیوب سمجھا جاتا ہی۔ اسلیئے اسکو قلم انداز کرتا ہوں۔ اکبر نامہ کی طرح چند صفحے سیاہ نہیں کرتا۔ نام میں بھی اسکے بڑی لطیفہ سنجیاں ہوئی ہیں کہ ہمایوں کو یہ نام خواب میں غیب سے بتلایا گیا تھا۔ اکبر کے حروف کے عدد بھی آفتاب کے عدد کی برابر دو سو تئیس ہیں جس میں یہ اشارہ ہی کہ جیسے مہر سے نور عالم آرا پیدا ہی۔ ایسے ہی شہنشاہ والا کی جبہ سے نور ہویدا ہی اس نام میں ایک اور یہ لطیفہ نکالا ہی کہ ابجد کے اٹھائیس حرف میں سے سات سات حرفوں کو ایک ایک عنصر سے منسوب کیا ہی۔ اکبر میں جو چار حروف ہیں انمیں الف آتشی و کاف آبی و با بادی و را خاکی ہی جسمیں یہ کنایہ ہی کہ اس نام میں عناصر کا کمال اعتدال ہی کہ نہ کوئی عنصر ایسا ہی کہ اسمیں نہو اور نہ کوئی عنصر مکرر ہی۔ بس اس کا اعتدال مسمیٰ کی حسن سیرت و صحت بدن طول عمر و ارتقاء دولت و دوام مسرت میں دخل رکھتا ہی۔ پھر ایک اور لطیفہ یہ ہی کہ بیچ میں جو دو حرف کاف اور بے ہیں۔ انمیں کاف آبی ہی جو اپنے دشمن یا آتش کو فنا کر رہا ہی۔ اور با کہ بادی ہی وہ اپنے دشمن یاں خاک کو برباد کر رہی ہی۔ جیسے منجموں نے زائچے بنائے ایسے شاعروں نے ولادت کی تاریخیں کہیں۔ مصرعہ تاریخ ع شہنشہ جہانگیر نوشت ۹۴۹ ۵ شب روز و مہ و سال میلاد + شب یکشنبہ و پنج رجب است۔ اس میں واو نہیں پڑھی جاتی اسکے عدد نہیں لگانے چاہئیں۔ اکبر نے سات انا و نکا دودھ پیا جنمیں سے بعض انا و نکی

جاو

اولاد و خاندان کو اپنے عہد سلطنت میں مناسب عہدہائے جلیلہ پر سرفراز کیا جسکا ذکر آگے آویگا۔

ہم نے پہلے لکھا ہی کہ جب ہمایوں مجبور ہو کر سندھ سے بھاگا اور قندہار کا قصد کیا اور شال میں وہ پہنچا تو اُسنے سنا کہ مرزا عسکری قندھار سے آتا ہی اسلیے یہاں سے بھی جلدی فرار کرنا ضرور ہوا۔ میاں بیوی تو چلنے کو تیار ہو گئے مگر مشکل بچے کی تھی۔ موسم نہایت سخت تھا۔ گھوڑے کی سواری تھی۔ جلدی کا سفر تھا۔ ایک برس کا بچہ کب ان مصائب کا متحمل ہو سکتا تھا۔ یہ سمجھکر کہ چچا اس ننھے بھتیجے سے کیا لڑیگا اور بد سلوکی کریگا۔ مع بیرم اور خرگاہ اور اسکے ملازمونکے یہیں چھوڑ کر ہمایوں روانہ ہوا۔ ایران کی سرحد پر وہ پہنچنے ہی کو تھا کہ مرزا عسکری ہمایوں کے لشکر میں آیا۔ اُس کو بھائی کے نکلجانے کا سخت افسوس ہوا۔ مگر وہ بھتیجے کو دیکھکر خوش ہوا اور بہت پیار کیا اور اپنے ساتھ ۱۸ رمضان ۹۵۰ھ کو قندھار لیگیا اور اپنی بیوی سلطان بیگم کو اسکی پرورش سُپرد کی اور اپنے محل کے قریب اسکو ایک محل میں رکھا۔ ماہم آغا۔ جیجی انگہ و انگہ خاں ہمیشہ اسکی خدمت میں رہتے تھے۔ اُس وقت اس بچے کی عمر ایکسال تین مہینے کی تھی۔

ایک دن ماہم انگہ والدہ ادہم خاں نے جو اکبر کی خدمت میں رہتی تھیں مرزا عسکری سے عرض کیا کہ بزرگوں کی رسم یہ ہی کہ فرزند پاؤں چلنا شروع کرتا ہی تو باپ یا دادا یا کوئی اور بزرگ جو عرف میں بجائے باپ کے ہو اپنے سر پر سے دستار اُتار کے اُسکے پاؤں میں مارتا ہی تو وہ نونہال زمین پر گر پڑتا ہی۔ اب اس شاہزادہ کا باپ یہاں نہیں ہی اور آپ باپ کی جگہہ ہیں اس شگون کو آپ بجالائیں مرزا نے اُسی وقت اپنی دستار اُتار کر اکبر کے پاؤں میں ڈالی کہ وہ گر پڑا۔ انھیں دنوں میں تبرک و تیمن کے لیے حسن ابدال ہیں اُس کا سر مونڈن ہوا۔

چچا کی قید میں یہ بھتیجا ایک سال تک رہا کہ اسکے باپ کے دن پھرے کہ وہ شاہ طہماسپ سے لشکر لے کر مغربی افغانستان میں داخل ہوا۔ جب مرزا کامران کو کابل میں اس کی خبر ہوئی تو اُس نے کابل سے اپنے معتمد بھیجے کہ اکبر کو قندھار سے کابل میں لے آئیں۔ جب قندہار میں مرزا عسکری پاس یہ معتمد آئے تو مرزا کے صلاح کار جمع ہوئے اور آپسمیں صلاح مشورہ ہوا کہ شہزادہ کو کابل بھیجنا چاہیئے یا نہیں۔ بعض نے یہ صلاح دی کہ ہمایوں کا اقبال پھر چمکا ہی اسکو باپ پاس نہایت احترام اور اعزاز کے ساتھ بھیجنا چاہیئے

اور اسکے ذریعہ سے استغفار جرائم کرنا چاہیئے بعض نے کہا کہ مرزا کامراں کی خاطر کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے مرزا عسکری نے ایسے جرم نہیں کیے ہیں کہ ہمایوں کو اپنا منہ بھی نہ دکھا سکے۔ غرض یہ آخر بات سب کو پسند آئی۔ گو جاڑے کا موسم نہایت سخت تھا۔ اکبر کو اور اس کی بہن بخشی بانو بیگم کو مع انکے ملازمین کے کابل روانہ کیا۔ اس لحاظ سے کہ کوئی راہ میں اسکو نہ پہچانے۔ اکبر کو میرک اور اس کی بہن کو بیچہ کہتے تھے غرض راہ میں وہ پہچانا گیا مگر بخیر و عافیت وہ کابل میں مع اپنے ملازمین کے پہنچا۔ مرزا کامراں نے بھتیجے کو اپنی پھوپھی خانزادہ بیگم کے حوالہ کیا جس نے اس کی پرورش مادرانہ کی۔ یہ حال ہمنے شنگرف نامہ میں بھی لکھا ہے۔ مرزا کامراں ایک دن جشن کر رہا تھا اور اس نے شاہزادہ اکبر کو بھی بلایا تھا۔ اتفاقاً مرزا کامراں کے بیٹے مرزا ابراہیم کے لیے ایک نقارہ منقش شب برات کی تقریب کے سبب سے تیار ہوا تھا اس کے لینے کی طرف اکبر کو میلان ہوا مرزا کامراں نے کہا کہ دونوں شاہزادے کشتی لڑیں جو پچھاڑ دے وہ نقارہ لے لے۔ ابراہیم عمر میں ایک برس اکبر سے بڑا تھا اور بظاہر قوی معلوم ہوتا تھا۔ غرض دونوں میں کشتی ہوئی۔ اکبر نے ابراہیم کو پچھاڑ دیا اور نقارہ لے لیا جس سے مرزا کامراں رنجیدہ خاطر ہوا اور اس کو اپنے لیے بدشگونی سمجھا۔ کچھ دنوں کے بعد ہمایوں نے کابل کو تسخیر کرلیا۔ اور وہ اپنے نونہال کو دیکھکر نہال نہال ہوا۔

رسم و عادت کے موافق اسکے ختنہ کی مراسم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اوائل بہار میں وہ ارتہ باغ میں کہ نہایت دلکش و دلکشا تھا آیا اور حکم دیا کہ بیگمات اپنے اپنے درجے کے موافق اس باغ کی آئین بندی کریں اور چار باغ کی آئین بندی امراء اور اعیان شہر کریں۔ غرض امراء نے بڑی دھوم دھام سے آئین بندی کی اور ارباب صنائع اور طوائف محترفہ نے آرایش دکان اور گرمی بازار میں نہایت مبالغہ کیا۔ بادشاہ یہاں روز دن کو جشن کرتا کہ اس عرصہ میں حضرت مریم مکانی بھی تشریف لائیں۔ بیگمات کا جھمگھٹ لگا ان میں اکبر نے اپنی ماں کو پہچان لیا اور اسکے گلے چمٹ گیا۔ رسم ختنہ ادا ہوئی بادشاہ ریگ رواں میں گیا اور وہاں جشن میں آکر امام قلی قورچی سے خود کشتی لڑا اور مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا کو آپس میں کشتی لڑوائی اور امراء کی جوڑیں بندھوائیں۔

اکبر کا مکتب میں بٹھانا اور اس کا نہ پڑھنا لکھنا اور کھیل کود میں مشغول رہنا

پھر ہمایوں بدخشاں کی تسخیر کو گیا کہ مرزا کامران نے کابل پر تسلط کر لیا اور شہزادہ اکبر پھر اس کی قید میں آیا۔ ہمایوں نے بدخشاں سے پھر آنکر کابل کا محاصرہ کیا اور مرزا کامران نے اکبر کو توپ کے برابر رکھا جس کا بیان مفصّل ہم ہمایوں کی سلطنت میں کر آئے ہیں۔ غرض کابل پھر فتح ہوا۔ اور ہمایوں نے اپنے بیٹے کو صحیح و سالم دیکھا۔ اب اس سال کی ساتویں شوّال کو اکبر کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تھی کہ رسم و عادت کے موافق بادشاہ نے اکبر کی مکتب نشینی کی رسم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ جب ساعت اس مکتب نشینی کی آئی تو اکبر کہیں جا کر چھپ گیا ہر چند اس کی جستجو میں تگاپو کی مگر وہ ہاتھ نہ آیا ہر چند اسکی تعلیم میں کوشش کی گئی اور کئی معلم بدلے گئے مگر اس نے مکتب میں معلم سے کچھ علم نہ حاصل کیا امی ہی رہا جو استاد سے نہیں بلکہ اپنی ہی طبع خداداد سے استعداد حاصل کی کہ جس کو ارباب حکمت و اصحاب رصت یا وصاحبان علوم ظاہری دو ارثان صنایع کلی و جزوی دیکھکر دنگ ہوتے تھے۔

پھر ہمایوں کابل سے بدخشاں گیا اور وہاں سے کابل میں آیا اور یہاں سے بلخ فتح کرنے گیا کہ مرزا کامران نے پھر اس سے دغا کی۔ ہمایوں نے کابل کی حکومت اکبر کے سپرد کی جس کی عمر اس وقت سو آٹھ سال کی تھی۔ اور محمد قاسم خاں برلاس کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ مرزا کامران نے کابل پر قبضہ کر لیا اور اکبر پھر تیسری دفعہ چچا کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ مگر ہمایوں نے کابل کو فتح کر لیا۔ اور بیٹا صحیح سلامت اس پاس آگیا۔ اس فتح نمایاں کے جلد میں جو اس نے انعام و جاگیریں تقسیم کیں تو اس نے اپنے بیٹے کو محروم نہیں رکھا چرخ کے ضلع میں اس کو جاگیر عطا کی اور حاجی محمد خاں سیستانی کو اس کا وزیر مقرر کیا۔ اب ہمایوں کی مصیبت کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ روز بروز بہتری ہوتی جاتی تھی۔ پھر ہمایوں نے ولایت غزنین اکبر کو حوالہ کی اس وقت دس سال کی عمر تھی۔ ہمایوں کو اکبر کی تربیت و تعلیم کا بڑا خیال تھا اس کو کھیل کود کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ ہمایوں نے تنبیہ کے طور پر ایک منشور لکھا جس میں یہ حضرت نظامی کی بیت پیشانی پر لکھی۔ ؎ غافل منشیں نہ وقت بازی ست + وقت ہنر است و کارسازی ست + اوّل ملا زادہ عصام الدین سے درس لیا تھا۔ مگر آخوند صاحب کبوتر بازی کے عشق میں گرفتار تھے۔ اس لیے وہ معزول ہوئے۔ ان کی جگہ مولانا بایزید مقرر ہوا۔ کئی ملاؤں کے

نام کے قرعہ ڈالے گئے تو مولنا عبدالقادر کے نام قرعہ نکلا۔ وہ اُستاد مقرر ہوئے۔ رسوم و عادات کے موافق معلّم مقرر ہوتے رہے۔ مگر شاہزادہ اپنے کھیلوں میں مصروف رہا۔ اوّل سرزمین کابل میں سب جانوروں میں بزرگ تر شتر کو دیکھا اسی کے تماشوں میں وہ مصروف ہوا۔ پھر اسپ تازی کا شوق ہوا چوگان بازی میں کمال پیدا کیا۔ پھر کبوتر بازی کی دھت ہوئی پھر سگ دوانی کی طرف میلان خاطر ہوا ایک دن سفید سنگ میں کتوں کے شکار میں کچھ آدمیوں کو کوہ پر مقرر کیا کہ وہ ہرنوں کو گھیر کر بیابان میں لائیں اور کچھ آدمیوں کو شکاری کتے حوالہ کیے۔ مگر یہ شاہزادہ کو لڑکا سمجھکر اپنے کھانے میں مشغول ہوئے۔ ہرن نکل گئے۔ اور اُن پر کتے نہ چھوڑے گئے تو وہ آدمیوں پر خفا ہوا اور یہ حکم دیا کہ کتوں کی طرح اُن کے گلے میں پٹّھا ڈال کر سارے لشکر میں پھرائیں۔ جب ہمایوں نے یہ حال سُنا تو وہ بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ عنقریب سلطنت عظیم پر وہ کامیاب ہوگا۔ اس کی طبیعت میں سیاست شاہانہ اور ایجاد آئین کے اُصول ہیں۔ اکبر کی عمر بارہ سال آٹھ مہینے کی تھی کہ وہ ذی الحجہ سنہ ۹۶۱ھ میں باپ کے ساتھ ہندوستان کی یورش کے لیے کابل سے روانہ ہوا۔ جب ہمایوں پنجاب وغیرہ کو فتح کر کے سرہند میں پہنچا تو ایک لشکر کا حصّہ اس شہزادہ کے نام پر مقرر ہوا۔ اس شہزادہ کو چیتے کی شکار کی لت یہیں سے لگی۔ دلی بیگ بدرخاں جہاں کو ماچھیواڑہ کی جنگ میں افغانوں کا ایک چیتا ہاتھ لگ گیا تھا اُس نے اُس پیکر بدیع و عجیب کو صیدگاہ اقبال کے شیر شکار کی پیشکش میں دیا یہ پہلی دفعہ تھی کہ اُس نے چیتے کو دیکھا اس چیتے کا نگہبان دندو تھا جس کو خطاب فتح خاں کا ملا اب وہ قراولوں میں نوکر تھا۔

اکبر کی تخت نشینی اور بیرم خاں کی وزارت

سنہ ۹۶۳ھ جلوس

ہم حضرت ہمایوں کی تاریخ میں لکھ آئے ہیں کہ جب سلطان سکندر شاہ سور شکست کھا کر کوہ سوالک کی طرف بھاگا تو بادشاہ نے ایک سپاہ اُس کے دفع کرنے کے لیے روانہ کی بیرام خاں کو اس کا سپہ سالار بنایا اور اس کے ساتھ اکبر کو اس کا شاگرد بنا کر دشمن شکاری کی مشق کے لیے ساتھ کر دیا۔ پنجاب کے دامن کوہ میں یکایک ہمایوں کے مرنے کی خبر آئی، اکبر کو باپ سے بہت محبت تھی وہ خبر کو سنکر بہت رویا۔ اور باپ کی روح کے ثواب کے لیے بہت صدقات دیئے اسوقت

اکبر کو لیکر بیرام خاں کلانور میں آیا۔ جمعہ کے دن ۲ ربیع الثانی سنہ ۹۶۳ھ مطابق سنہ ۱۵۵۶ء کو بڑی دہوم دھام سے کلانور کے باغ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ اس کی تخت نشینی کی تاریخیں ہیں سنہ جلوس خداوند عالم پناہ + کام بخش + اس وقت بادشاہ کی عمر تیرہ برس نو مہینے کی تھی اگرچہ اس عمر میں بھی عقل کی صفائی اور ذہن کی رسائی وہ رکھتا تھا کہ کب کسی کو اس سن میں نصیب ہوئی ہے۔ مگر پھر بھی اس کی نازک عقل میں سلطنت کے بار اٹھانے کی تاب و تواں نہ تھی۔ تمام مالی و ملکی مہمات کا اختیار بیرام خاں کے ہاتھ میں تھا۔ اگر غور سے دیکھیں تو بیرام خاں خانخاناں جیسا اتالیق و سپہ سالار اور وزیر مشیر عقیدت شعار خیر خواہ بادشاہ کو نہ ملتا اور حل و عقد امور خلافت تمام لشکر کا انتظام اس کی رائے وافی درایت اور کف کافی کفایت میں نہ دیا جاتا تو ہندوستان میں خاندان مغلیہ کا جمنا دشوار ہوتا اکبر محبت کے سبب سے اسکو خان بابا کہتا تھا۔

اس جلوس کیوقت ممالک محروسہ میں اعاظم منتظم یہ تھے۔ مرزا سلیمان بدخشاں میں آرایش و آسائش کے ساتھ حکمراں مقرر تھا۔ کابل غزنین اور انکی تمام حدود میں ہوشمندی کار دان منعم خاں منتظم تھا اور محمد حکیم مرزا مع مستورات کے اسکے پاس آسودہ حالی سے رہتا تھا۔ قندھار مع توابع و لواحق کے بیرام خاں کی جاگیر میں تھا وہ شاہ محمد قلاتی کے سپرد تھا دار الملک دہلی کے داروغوں کا نام پہلے بیان کر چکے ہیں۔ دار الخلافت آگرہ اور اس کے نواح اسکندر خاں اوزبک کی حکومت سے رونق پاتے تھے سرکار سنبل کا انتظام علی قلی خاں شیبانی کی تدبیر سے ہوتا تھا۔ سرکار کالپی میں عبد اللہ خاں اوزبک کی سرداری انتظام کرتی تھی۔ میوات میں تردی بیگ خاں کے لوازم امن رکھتے تھے۔ بیانہ اور کول جلالی اور اُس کے حدود میں قیا خاں لوازم خدمت بجالاتا تھا۔ بیانہ میں حیدر محمد خاں بادشاہ کے احکام کو جاری کرتا تھا ان سب کے نام بادشاہ نے احکام بھیجدیئے کہ وہ اپنی اپنی جاگیر میں برقرار رہیں۔

ہمنے پہلے بیان کیا ہی کہ شاہ ابو المعالی حسین و تیز فہم و شجاع ہمایوں کا بڑا لاڈلا متبنی تھا اور اُس کو اپنی دانش کے بھروسہ پر بیرام خاں کی ہمسری کا خیال پیدا ہوا۔ بادشاہ کو لڑکا سمجھا گستاخیاں اور شرارتیں کرنے لگا۔ بادشاہ نے اپنے جلوس کے جشن میں اسکو بلایا تو وہ یہ چند عذر بدتر از گناہ نہ آنے کے درمیان لایا کہ ابھی میں ہمایوں کی تعزیت سے فارغ نہیں ہوا۔ اگر آیا تو حضرت شہنشاہ کا سلوک

جلوس کے وقت ممالک محروسہ میں اعاظم امراء کا انتظام

ابو المعالی کا قید ہونا سنہ ۹۶۳ھ سنہ ۱ جلوس

میرے ساتھ کس طرح ہوگا۔ مجلس میں کہاں بیٹھونگا۔ امرا مجھسے کس طرح پیش آئینگے۔ جب اس کی بلانے
میں مبالغہ کیا گیا تو وہ آیا۔ اور سو محبتیں ساتھ لایا۔ حضرت شہنشاہ کے داہنی طرف آنکر بیٹھا۔ جب کھانے
کا وقت آیا تو دسترخوان بچھا۔ وہ بھی کھانا کھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب اُس نے ہاتھ دہونے کے لیے
پھیلائے تو لک خاں قوچین نے جو بڑا چابک دست قوی بازو تھا تیز دستی کر کے پیچھے سے آنکر اس کے
دونوں ہاتھ پکڑ کے دستگیر کرلیا اور اور لوگوں نے بھی اسکی ہمدستی کی۔ ابو المعالی فرط حیرت سے بیدست و
پا ہوا۔ آدمی جو اُسکے ساتھ تھے وہ خاندان شاہی کے نمک پروردہ تھے ان سب نے اُسے چھوڑ دیا اور
بادشاہ کا دامن پکڑا آئین سلطنت و قانون نصفت میں بند و زندان کو اس سبب سے مستحسن جانتے ہیں کہ
اس میں فتنہ انگیز امتحان کی کسوٹی پر کسے جاتے ہیں اور بند سے پند پاتے ہیں۔ آدمی ایک طلسم بدیع نما
او معمائے مشکل کشا ہی۔ ایک جرم کے ظہور میں اُسکو عدمخانہ میں نہیں بھیجنا چاہیئے اس لیے کہ اِس
عالی نہاد کی بُنیاد کو سوائے قدرت ایزدی کے کوئی تعمیر نہیں کرسکتا اس لیے دانش پیشہ منظموں نے
اس کاخ ذوالاساس کے ڈھانے کو مستحسن نہیں جانا۔ ع کہ نتواں سر رشتہ پیوند کرد + مگر جس آدمی
کی بدگوہری۔ بددرونی۔ شور انگیزی۔ فتنہ اندوزی بارہا تجربہ میں آگئی ہو اُس کو زندان میں بھیجنا
کار آگاہوں کا کام نہیں ہی۔ اشرار کی نیستی میں کوشش کرنا جمہور انام کے ساتھ لطف کرنا ہی اسلیے بیرم خان
نے اس قیدی کا کام تمام کرنا چاہا تھا مگر اکبر نے رحم دلی کے سبب سے منع کیا اور کہا کہ یہ میری جلوس کا
اوّل سال ہی اس کو سید کے خون سے آلودہ نہ کرو۔ اُس فتنہ انگیز کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر لاہور بھیجدیا
اور یہاں اسکو پہلوان کلکز عسس لاہور کے سپرد کیا اُسنے بے پروائی سے یا بد اندیشی سے اس کی نگاہداشت
میں احتیاط نہ کی۔ وہ بندی خانہ سے بھاگ گیا۔ لاہور میں مرزا شاہ اور ایک جماعت نے پہلوان کلکز کو مقید
کیا۔ پہلوان نے بیعزتی کے خوف سے زہر کھا کر اپنے تئیں زندان جسمانی سے خلاص کیا۔ منعم خان فرمانروائے
کابلستان نے خوش ہوکر ابو المعالی کے بھائی مرزا ہاشم کو بہ لطائف الحیل طلب کر کے مقید کیا۔ اس کی
جاگیر میں کھمرود و غوربند و ضحاک وغیرہ تھے۔

بادشاہ کو سلطان سکندر شاہ سور کا استیصال منظور تھا لیکن اسکو بیگمات بہت یاد آتی تھیں اور

بہت سی جاں سپار ملازم ہندوستان میں تازہ آئے تھے وہ بھی اپنے بال بچوں کو یاد کرتے تھے اور کابل جانے کا قصد رکھتے تھے۔ اس لیے بادشاہ نے اپنے معتمد اولیائے دولت کو کابل بھیجکر بیگمات اور تمام ملازموں کے اہل و عیال کو یہاں لانیکے لیے بھیجا کہ ملازم یہاں ثابت قدم ہوکر اپنی ولایت کے جانیکا قصد نہ کریں۔ خود جلوس کے پانچویں دن کوہستان سوالک سے جس کو ہماچل بھی کہتے ہیں کوچ کیا۔

بادشاہ قصبہ دھمری کے قریب آیا۔ پیر محمد خاں آگے لشکر لیکر کوہستان سوالک کے حوالی میں غنیم پاس جا پہنچا۔ اور کچھ لڑکر سکندر شاہ کو شکست دی وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں بھاگ گیا بادشاہی لشکر بادشاہ سے آن ملا۔ چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا۔ بادشاہ قصبۂ جالندھر میں آسائش خلائق کی خاطر سے آگیا اور یہاں باغ میں مقیم رہا۔

حاجی خاں کا نارنول کا محاصرہ کرنا سنہ ۹۶۳ھ مطابق ۱ جلوس

جب بادشاہ ہمایوں کے مرنے کی خبر پھیلی تو حاجی خاں نے جو شیر شاہ کے غلاموں سے تھا اس نے ایک جمعیت فراواں کو لیکر نارنول کا محاصرہ کیا۔ جہاں کا مجنوں خاں قاقشال جاگیردار تھا وہ قلعہ میں متحصن ہوا۔ راجہ بہاری مل کچھوایہ حاجی خاں کے ہمراہ تھا۔ جب اہل قلعہ کا قافیہ تنگ ہوا تو راجہ مذکور نے درمیان میں پڑکر قلعہ لے لیا مجنوں خاں کو بادشاہ پاس بھیجدیا۔ آیندہ بیان ہوگا کہ اس راجہ کو شہنشاہ اکبر نے اپنی عنایات سے مہاراجہ بنادیا۔ اور اسکے سارے بیٹوں اور پوتوں اور نواسوں کو مراتب و مناصب ارجمند مرحمت کیے۔ اس وقت تردی بیگ دہلی میں حاکم تھا وہ حاجی خاں کے سر پر گیا۔ نارنول کو اسکے ہاتھ سے چھڑایا۔ اور سرکشوں کو تادیب و تنبیہ کرکے دار الملک دہلی کو واپس چلا آیا۔

مرزا سلیمان کا کابل پر آکر محاصرہ کرنا سنہ ۹۶۳ھ مطابق ۱ جلوس

بادشاہ جالندھر میں تھا کہ اس پاس یہ خبر آئی کہ مرزا سلیمان حاکم بدخشاں نے بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ نے کمک کا اہتمام کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ہمایوں کی رحلت کی خبر کابل و بدخشاں میں پھیلی تو مرزا سلیمان اور اس کے بیٹے ابراہیم نے کوہستان بدخشاں سے لشکر جمع کرکے کابل پر دست درازی شروع کی اسکے کئی سبب ہوسکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اہل بدخشاں میں اخلاص کم نشان ہے۔ دوم مرزاؤں نے اپنے معاملہ نافہمی اور نادانی سے سوداگری کو چھوڑ کر اپنے نقصان کا معاملہ اختیار کیا۔ سوم بد ذاتی اور بد دلی سے اپنا فائدہ اوروں کے نقصان میں دیکھا۔ چہارم تیرہ باطن کوتہ اندیشوں کے اغوا نے ان کی

نظر کج کو سوائے اپنے نقد و سود کے کسی اور طرف نہیں دیکھنے دیا۔ پنجم خرم بیگم نے مرزا کو اکسا دیا وہ مرزا
کی کوچ (بیوہ منکوحہ) تھی اور مرزا نے اپنی کو جنگ دلی سے اپنے ملکی اور مالی مہمات کا مدار ٹھیرایا تھا۔
وہ مرزا ہندال کی تعزیت کے لیے کابل میں آئی تھی۔ مگر حقیقت میں وہ مرزا اسلیمان و مرزا ابراہیم سے رنجیدہ
ہو کر اور حج کا بہانہ بنا کر یہاں آئی تھی۔ اور رنجیدگی کا باعث یہ تھا کہ جب اس بیگم کو اپنی رائے و تدبیر
کے سبب سے بدخشانی مالی و ملکی کا اختیار حاصل ہوا اور اُس نے کسی گروہ پر نوازش اور کسی گروہ سے
کاوش شروع کی تو حسد پیشوں نے اپنی بدذاتی سے ناشائستہ باتیں اُسکی نسبت کہنی شروع کیں اور اُسکے چھوٹے
بھائی حیدر بیگ کے ساتھ متہم کیا تو فوراً ابراہیم نے آزردہ ہو کر حیدر بیگ کو مار ڈالا۔ بیگم رنجیدہ ہو کر کابل
میں آئی بعد ازاں مرزاؤں کو اپنے اس کام سے پشیمانی ہوئی اور اپنے آدمیوں کو بھیجکر اُس کو بلا لیا۔ اس
بیگم نے کابل کا ظاہری حال دیکھکر مرزا اسلیمان کو بہکایا کہ ولایت کابل کا لے لینا نہایت آسان ہے مگر ہمایوں
کے خوف سے مرزا چپکا رہا اور جب حادثہ ناگزیر پیش آیا تو کابل پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ منعم خاں کو جب
حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اُس نے میدان میں جنگ صف کرنا مناسب نہ جانا۔ اسباب قلعہ داری کا
مہیا کر کے قلعہ نشینی اختیار کی۔ قلعہ کابل کی شکست و ریخت و برج بارہ کی مرمت کرائی۔ پہلے اس سے
کہ مرزا کابل میں آئے۔ بادشاہ کو اس حال کی عرضداشت لکھی۔ مرزا کی نگاہ اپنی کثرت سپاہ اور بادشاہ
کے قلت لشکر پر تھی اس لیے وہ کوچ پر کوچ کرتا ہوا سال اوّل الٰہی میں کابل میں آیا اور قلعۂ کابل کا محاصرہ
کیا مرزا کے آدمی قلعہ کے باہر سے حملہ کرتے اور بادشاہ کی سپاہ قلعہ کے اندر سے توپ و تفنگ سے انکو پرے ہٹاتی
جب بادشاہ کے پاس منعم خاں کی عرضداشت پہنچی تو اُس نے لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر
ایک جماعت نے عرض کیا کہ آدمی جو بیگمات کو لینے گئے ہیں کمک کے لیے کافی ہونگے۔ یہ گروہ اگرچہ
لڑائی میں شریک نہیں ہوا۔ مگر ہندوستان سے بادشاہ کے لشکر آنے کی خبر نے متحصنوں کی دلنوازی
اور مخالفوں کی خاطر شکنی کی۔ مرزا نے یہ تدبیر کی کہ قاضی خاں بدخشی کو کہ اس کے مخصوصوں میں
سے تھا اور علم و عقل میں ممتاز تھا۔ برسم رسالت منعم خاں کے پاس بھیجا۔ منعم خاں نے اس کے
ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اس کو یقین ہو گیا کہ اہل حصار پاس ذخیرہ بہت ہے اور اُنکی تعداد زیادہ ہے

منعم خاں کی تدبیر البتہ قابل ستائش ہے کہ باوجود کمال تنگی و بے سامانی کے ایسے دوربین ایلچی کو خلاف واقع کمال استعداد اور فراخی اقوال کا یقین دلایا۔ بعد اس کے منعم خاں نے فرستادہ کو واپس کیا اور یہ پیغام کہلا بھیجا کہ حصار کے اندر اس قدر آدمی ہیں کہ میں باہر آن کر لڑ سکتا ہوں مگر احتیاطاً نہیں لڑتا برسوں کا سامان قلعہ داری اور آذوقہ موجود ہے۔ سوائے اس کے ہندوستان کا لشکر مور و ملخ سے زیادہ چلا آتا ہے تو اپنے اندیشۂ ناصواب سے درگزر اور کافر نعمتی میں اپنے تئیں خاص و عام میں انگشت نما نہ کر۔ مرزا کو یہ خیال تھا کہ قلعہ میں آذوقہ کم ہے اور یہاں کے آدمی بادشاہ سے کہ لڑکا ہے بے وفائی کرینگے مگر ایلچی کی زبانی یہ حال سنکر اس کو نا اُمیدی ہوئی۔ قاضی خاں کو پھر قلعہ میں بھیجا اور ان شرائط پر صلح کی۔ اوّل اس کے نام کا خطبہ پڑھایا جائے۔ دوم یہ کہ آب باراں سے بدخشاں تک اس سے متعلق ہو۔ منعم خاں نے شرائط کو قبول کر لیا۔ اس کا خطبہ پڑھا اور یوں اپنا پیچھا اُس سے چھٹایا۔ مرزا نے مقدم بیگ کو آب باراں کا منتظم مقرر کیا۔ خود بدخشاں چلا گیا۔

کابل کو جب مرزا سے نجات ہوئی تو بیگمات ہندوستان کو روانہ ہوئیں اور بادشاہ کی خدمت میں آگئیں۔ خُردسال بادشاہ کو تخت نشینی کی ابتدا میں چند روز تک میدان جنگ میں صرف ایک ہی اپنا دشمن سکندر سور معلوم ہوتا تھا۔ جس کے برباد کرنے کے لئے بادشاہ نے اسے بھیجا تھا۔ پھر اس نے خود اس کے استیصال کے واسطے اپنا لشکر بھیجا۔ پنجاب کا قبضہ میں رکھنا مقدم تھا پھر کابل میں ہنگامہ برپا ہونے کی خبر آئی۔ یک نہ شد دو شد۔ ابھی بادشاہ کی خاطر جیسی کہ چاہیے مہمات سکندر سے فارغ نہیں ہوئی اور کابل کی طرف نگراں تھی کہ ۸ ذی الحجہ کو جالندھر میں اُس پاس خبر آئی کہ دارالملک دہلی کو ہیمو نے لے لیا۔ اس کا مجمل بیان یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ہیمو نے ابراہیم کو کہ مدعی سلطنت تھا لڑائیاں لڑا کر شکست دی اور سب جگہ غالب آیا۔ سلطان محمد کو جس نے اپنے تئیں سردار بنایا تھا شکست دیکر ملک عدم کو روانہ کیا۔ تاج خاں کرانی اور رکن خاں لوحانی کو جنگوں میں ہزیمت دی۔ غرض بائیس لڑائیوں میں سلطان عدلی شاہ کے مخالفوں پر یہ یکتا بنیا فتحیاب ہوا اور غالب رہا۔ ان کامیابیوں سے اس کے دل میں سلطنت کی ہوس پیدا ہوگئی۔ جب ہمایوں نے ہندوستان کو فتح کیا تو وہ اور مشاغل میں مشغول تھا مگر جب شہنشاہ اکبر

تخت پر بیٹھا تو شاہ عدلی کو چنار گڑھ میں اُس نے چھوڑا اور خود آگرہ کو بے محاصرہ و جنگ کے لیتا ہوا دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ آگرہ میں سکندر خاں حاکم تھا وہ جُدا ہو کر اپنے آدمیوں کے ساتھ دہلی میں آیا وہ ہیمو سے لڑ نہیں سکتا تھا اس لئے قلعہ سے بھاگا۔ ہیمو کے فوج نے تعاقب کر کے اُسکی فوج کے دو تین ہزار آدمی زخمی و قتل کئے کچھ بھاگے کچھ دریا میں ڈوبے۔ اور اٹاوہ سے میاں خاں۔ کالپی سے عبداللہ خاں اوزبک اور بیانہ سے حیدر محمد خاں دہلی میں آ گئے۔ صلاح وقت دیکھ کر تمام سرکاروں اور صوبوں سے امرا دہلی میں مجتمع ہوئے۔ دہلی میں تردی بیگ ناظم تھا اُس نے سامان پیکار تیار کیا۔ اور جانفشانوں کو مملکت کی سب طرفوں سے اکھٹا کیا۔ علی قلی شیبانی کے سوا سب ہی امرا اسمیں شریک ہوئے۔ علی قلی کے شریک نہ ہونے کا یہ سبب تھا کہ شادی خاں نے جو شاہ عدلی کے امرا بزرگ میں سے تھا اور سرکار سنبل کے اکثر پرگنے اس کے تصرف میں تھے اسکے دفع کرنیکے لئے وہ متوجہ ہوا تھا اور اُس نے اپنے ملازموں محبت خاں لطیف خاں غیاث الدین کو اپنے سے پہلے بھیجا تھا کہ آب رہب سے گزر کر اسکے آنے کے منتظر رہیں مگر یہ جماعت اپنی مردانگی کے نشہ میں ایسی مست تھی کہ تدبیر و احتیاط سے ہاتھ اُٹھایا۔ یکر ناگہاں شادی خاں نے اُن پر حملہ کیا۔ ان معاملہ نافہموں نے بے ڈھنگی جنگ کی اور شکست پا کر بھاگے۔ لطیف خاں مع ایک جماعت کے دریا میں ڈوب مرا۔ علی قلیخاں نے اس سانحہ کی خبر سُنکر بادشاہ کے امرا کے ساتھ جو اسکی کمکی کے ساتھ مشورہ کر کے شائستہ آئین کے ساتھ شادی خاں سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ جس روز کی صبح کو لڑنے کا اُس نے ارادہ کیا تھا اُس کی شب کو تردی بیگ کا نوشتہ آیا کہ ہیمو چلا آتا ہے اسکے ساتھ ساز و سامان جنگ بہت ہے۔ مناسب وقت یہی ہے کہ اوّل اسکے آشوب کو دُور کریں۔ یہ امر سب مہمات میں اہم ہے فوراً یہاں چلے آؤ۔ علی قلیخاں نے اپنے کام کو چھوڑا دہلی کی طرف چلا۔ پہلے اس سے کہ وہ دہلی پہونچے۔ پیر محمد شروانی اندیشہار تباہ ساتھ لے کر دہلی میں آیا۔ ہیمو کے پاس پچاس ہزار سوار۔ ہزار فیل۔ اکاون کمان۔ پانسو توپیں تھیں۔ اسکو اپنی کامیابیوں کے سبب سے اپنی بزرگی پر گھمنڈ تھا۔ بادشاہ کو لڑکا سمجھا تھا۔ سہ شنبہ غرہ شہر ذی حجہ ۹۶۳ھ کو ہیمو دہلی کے نزدیک آیا۔ اور تغلق آباد کے حوالی میں اُترا۔ تردی بیگ نے بھی دہلی میں ثبات قدمی کی سب طرح کی مستحسن تدبیریں کیں اور امرا و خوانین کو باہم جمع کر کے بزم مشورہ آراستہ کی۔ پیر مرد تو احتیاط کے سبب سے

اور شتر دل بیدلی کی وجہ سے جنگ پر راضی نہ تھے وہ یہ کہتے تھے کہ ہمکو مناسب ہی کہ جبتک شاہنشاہ نہ آئے جس طرح سے ہو سکے قلعہ کو استحکام دیں اور شبخوں کے مارنے کی گھات میں بیٹھے رہیں۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ علی قلی خاں اور اس حدود کے امرا کے آنے تک جنگ کو موقوف رکھنا چاہیئے۔ ایک گروہ بہادر دل کا جن کو معرکۂ رزم عشرت گاہ بزم سے زیادہ تر خوش معلوم ہوتی ہی کہتا تھا کہ کارزار کرنے میں زیادہ توقف کرنا نہیں چاہیئے ؎ زمانہ ازاں کس تبرّا کند :: کہ او کار امروز فردا کند۔ آخر یہی رائے قرار پائی اور سب جنگ پر دل نہاد ہوئے۔ چہارشنبہ دوم ذی حجہ دونوں طرف کی فوجیں آراستہ ہوئیں۔ قول نے تردی بیگ کی شہامت سے انتظام پایا اور اسی قول میں یہ امرا بھی شریک ہوئے افضل خاں و اشرف خاں و مولنا پیر محمد شروانی کہ برسم وکالت بیرام خاں کی جانب سے انتظام مہام کے لیئے آیا تھا یا اس شرارت کے ارادہ سے کہ تردی بیگ کے ہنگامہ آراستہ کو برہمزدہ کرے اور بنے بنائے کام کو بگاڑے۔ حیدر محمد خاں و قاسم مخلص۔ حیدر بخشی و علی دوست خاں بار بیگی اور ایک اور جماعت نے برانغار کو استحکام دیا تھا اور اسکندر خاں اور ایک اور جماعت نے جرانغار کو زینت دی تھی۔ عبد اللہ اوزبک دقیا خان۔ لعل خان اور ایک اور جماعت ہراول میں معرکہ آرائی کرتی تھی۔ ہیمو کی جانب بھی سپاہ جیسی کہ نبرد کے لئے آراستہ ہونی چاہیئے آراستہ تھی۔ طرفین کے بہادر کارزار میں جان لڑاتے تھے۔ تردی بیگ کے لشکر ہراول اور جرانغار نے اپنی مردانگی سے غنیم کے ہراول اور برانغار کو اپنے آگے سے ہٹا دیا۔ اور بہت کچھ غنائم کو حاصل کیا۔ چار سو ہاتھی چھین لئے۔ حسین خاں جلوانی کو کہ مخالف کے امراء عظام میں سے تھا فنا کیا۔ تین ہزار سے زیادہ مخالفوں کے آدمی مارے۔ ہیمو نے سو ہاتھی منتخب کر کے ایک بہادر لشکر لیا اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہی لشکر کا ایک گروہ بھگوڑوں کے پیچھے گیا اور ایک گروہ لوٹ پر جھک پڑا۔ تردی بیگ خاں پاس تھوڑے آدمی تھے۔ وہ یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ کہ ہیمو نے اُس پر بہادرانہ حملہ کیا اُس کے ساتھیوں نے یاوری نہیں کی۔ مولنا پیر محمد خاں شروانی نے بھی اس لئے کہ سپہ سالار تردی بیگ کو شکست ہو فرار اختیار کیا۔ تردی بیگ نے بھی جان کو عزیز رکھکر بھاگنے سے عار نہ کیا۔ فتح کی صورت بگڑ گئی شکست ہوئی۔ دم انشور دل کے اس تجربہ پر کسی نے نظر نہ کی کہ ان شیر دلوں کی نسبت جو پیکار کی تلاش میں رہتے ہیں۔ گریزندہ زیادہ

زخمی ہوتے ہیں۔ بہ نسبت اُن جوانمردوں کی جو حریص مرگ ہوتے ہیں اور بیباک جنگ کرتے ہیں وہ
لوگ جلد ہلاک ہوتے ہیں کہ جان کو عزیز سمجھتے ہیں اور موت سے بھاگتے ہیں۔ ہیمو نے تردی بیگ کا تعاقب
نہیں کیا کہ وہ اس کے بھاگنے کو خداع عظیم جانتا تھا جو بہادر کہ ہیمو کے لشکر مفرور کے تعاقب میں گئے تھے
وہ بھی تردی بیگ کی راہ پر دوڑے۔ ہیمو دارالملک دہلی میں داخل ہوا اور اپنا لشکر دہلی میں جمایا۔ اور راجہ
بکرماجیت لقب رکھا۔ اور ہندوستان سے مغلوں کے بالکل استیصال کرنے کا عزم جزم کیا تردی بیگ اور
امرا یہ کرسکتے تھے کہ علی قلی خاں شیبانی اور امرا و سرداروں کو متفق کرکے شکست کا تدارک کرتے یا
حوالی دہلی میں رہ کر بادشاہ کی کمک کا انتظار کھینچتے۔ مگر ان کاموں میں سے کوئی کام نہ کیا۔ سیدھے سرہند
کو بھاگے اور ملک کو دشمن کے لئے خالی چھوڑ گئے جس کو اس نے بے تکلف لے لیا۔ میرٹھ میں علی قلی
شیبانی کو یہ خبر ہوئی وہ تنہا ہیمو سے نہیں لڑ سکتا تھا اس لئے وہ بھی سرہند میں چلا آیا۔ جب جالندھر
میں بادشاہ پاس اس حادثہ کی خبر پہنچی تو وہ سُنکر گھبرایا اور کیوں نہ گھبراتا آخر کم عمر تھا۔ تمام امیروں کے
آنکھوں کے سامنے ہمایوں کا زمانہ آگیا۔ اور جب یہ اور سنا کہ ہیمو کے پاس لاکھ سپاہیوں کی فوج اور ہزار
ہاتھی ہیں اور یہاں ساری کرامات بیس ہزار سپاہ ہی تو اور بھی جان نکل گئی۔ سب امرا کہنے لگے کہ ایسی
حالت میں مقابلہ کرنا اپنی جان سے ہاتھ دھونے ہیں۔ بہتر ہی کہ جنت مکانی کی طرح کابل کو ہم سب جائیں
اور وہاں سے دوسرے سال سب سامان درست کرکے آئیں اور ہیمو سے بدلہ لیں۔ جب اکبر نے یہ حال دیکھا
کہ سوائے پنجاب کے سارا ملک افغانوں کے قبضہ میں چلا گیا ہی اور اب امیروں کے دل ہارنے سے پنجاب
بھی ہاتھ سے چلا تو وہ بڑا دلگیر ہوا اور بہرام خان کو خان بابا کہہ کے کہنے لگا کہ میں نے اپنے تمام ملکی و مالی
مہمات کا مدار آپ کی صلاح و مشورہ پر رکھا ہی جو کچھ صلاح دولت ہو وہ عمل میں لائیں۔ اور میرے حکم پر موقوف
نہ رکھیں۔ خان بابا نے کہا کہ حضور کا سارا دربار میرے دشمنوں سے بھرا پڑا ہی بھلا میری کون سُنے گا ورنہ
اس معرکہ کا سنبھال لینا کون بڑی بات ہی۔ اس پر اکبر نے ہمایوں کی روح کی، اور اپنے سر کی قسم دی کہ
آپ کسی دشمن سے نہ ڈریں اور یہ مصرع پڑھا ؎ دوست گر دوست بود ہر دو جہاں دشمن باش۔ یہ سُنکر
بیرام خاں نے انجمن امرا جمع کی۔ یہ مقولہ سچ ہی کہ ضرور نہیں کہ مشورہ کاروں کے مجمع میں ہمیشہ دانائی ہو

پانی پت کی لڑائی ہیمو سے ۹۶۴ھ سنہ ۱ جلوس

اکثروں نے بالاتفاق کہا کہ اس اجنبی ملک میں اپنے تیئں ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلوانا اور اپنا گوشت چیل کوؤں کو کھلانا کیا عقل کی بات ہے۔ بہتر ہے کہ کابل چلیں۔ سال آئندہ میں آنکر ہیمو سے لڑیں بھڑینگے اس پر بیرام خاں نے کہا کہ جس ملک کو دو دفعہ لاکھوں جانیں دیکر لیا ہو۔ اس کو نامردی سے چھوڑ کر چلے جانا ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔ بادشاہ تو ہنوز بچہ ہے اس پر کون الزام لگائے گا۔ مگر سفید بالوں پر روسیاہی کا وسمہ لگے گا۔ دہلی کو ہم نے دو دفعہ کھویا اور لیا۔ خواہ کچھ ہی جان جوکھوں کیوں نہ ہو اسکو لینا ضرور ہے اصل دہلی ہے۔ کابل اسکے آگے بے اصل ہے۔ دہلی اگر پاس ہو تو کابل کا لے لینا کیا بات ہے۔ خاقان اکبر نے باوجود صغرسنی کے زبان سے فرمایا کہ ہاں ہاں وہی کرنا چاہیئے کہ خان بابا کہتا ہے۔ اب ہم کہاں جائینگے بغیر لڑے بھڑے مرے مارے ہندوستان نہیں چھوڑینگے۔ غرض اس نوعمر بادشاہ کی باتوں نے کہنہ سال امیروں کے دلوں پر ایسی تاثیر کی کہ اُنکی رگوں میں شجاعت و غیرت کا خون جوش میں آیا اور سب تلواریں ٹیک کر کھڑے ہوگئے۔ بیرام خان اور اکبر نے اس وقت ہندوستان کی سلطنت کے آگے کابل کی ریاست کو ہیچ جانا۔ اسکو معلوم تھا کہ ہیمو دہلی میں سلطنت جمانے کے لئے ضرور ہے کہ پنجاب کو فتح کریگا۔ اسلئے اُنھوں نے دہلی کے فتح کے لئے پیش قدمی کی۔ سلطان سکندر کی طرف سے بادشاہ کی خاطر جمع نہ تھی اسلئے خضر خواجہ خاں کو کہ سلاطین مغل کی نسل سے تھا اور بابر بادشاہ کی دختر گلبدن بیگم سے اس کا نکاح ہوا تھا۔ پنجاب کی پراگندگیوں کے دور کرنیکے لئے اور سکندر شاہ کے دفع کرنیکے واسطے متعین کیا۔ اور بادشاہ نے خود ہیمو کے قلع قمع کا قصد کیا۔ اسلئے تردی بیگ خاں اور اور امراء کے کے نام فرمان جاری کیا کہ وہ قصبہ تھانیسر میں اس سے ملیں اور اُنکی دلدہی بھی کی کہ ایسے واقعات کے پیش آنے سے بیدل نہیں ہونا چاہیئے اور خود دسویں ذی حجہ یعنی عید قربان کے روز جالندھر سے چلا۔ ستلج سے عبور کرکے ۱۸ کو منہرند (سرہند) میں آیا۔ یہاں علی قلی شیبانی اور امرا شکست یافتہ فرمان بھیجنے سے سرہند میں آگئے۔ اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ تردی بیگ کو بہرام خاں نے مار ڈالا اس کا حال ہم پیچھے لکھینگے اس عرصہ میں ہیمو دہلی میں اپنی بکرماجیتی کرتا رہا۔ اور سپاہ کو جمع کرتا رہا۔ جب اسکو خبر پہنچی کہ اکبر سرہند میں آگیا ہے تو اُس نے اپنے توپخانہ کو پانی پت سے بھیجا جو دہلی سے

سے شمال میں تیس کوس کے (۵۳) میل فاصلہ پر پڑا۔ اور خود مع سواروں پیادوں کے پیچھے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اکبر بھی پانی پت کی طرف سرہند سے چلا آتا تھا۔ احتیاطاً اس نے علی قلی خاں شیبانی کو دس ہزار سواروں کے ساتھ پہلے روانہ کیا تھا۔ علی قلی خاں پانی پت میں آیا۔ اور جب اسکو خبر ہوئی کہ ہیمو کا توپخانہ وہاں آگیا ہے اور سپاہ بھی اُسکے ساتھ نہیں ہے تو وہ اُس پر چڑھ گیا اور توپ خانہ چھین لیا اسکے ساتھ جو آدمی تھے وہ بے جنگ بھاگ گئے۔ ہیمو کو اس واقعہ سے بڑا افسوس ہوا۔ یہ توپیں اس پاس ترکی سے آئی تھیں اور وہ بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ اکبر اور بیرام روز پنجشنبہ دوم محرم ۹۶۴ھ مطابق ۵ نومبر ۱۵۵۶ء کو پانی پت کے میدانوں میں آئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ ہیمو کی سپاہ انکی طرف حرکت کر رہی ہے۔ ہیمو نے اپنی سپاہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ دست رہت کی سپاہ شادی خاں کاکر کو اور دست چپ کی اپنے بھائی رمن کو جو بڑا تیز چالاک بہادر تھا حوالہ کی اور تیسرے حصہ کا اہتمام خود لیا۔ بادشاہ کی سپاہ کے مقابلہ میں پانسو ہاتھی آئین جنگ کے موافق کھڑے کئے۔ یہ وہ ہاتھی تھے کہ ہندوستان کے بادشاہوں نے جمع کئے تھے۔ تیز پائی اور چرب دستی انکی مشہور تھی۔ وہ عمارات عالی کو اپنی ایک جنبش میں ویران کرتے تھے۔ اپنی کھلاڑیوں میں مضبوط درختوں کو جڑ سے اُکھیڑ کر پھینک دیتے تھے۔ میدان جنگ میں سواروں کو گھوڑوں سمیت سونڈ میں اُٹھا لیتے تھے وہ ہتھیاروں سے سجے ہوئے تھے اُنکی سونڈوں پر دشنے اور حربے لگے ہوئے تھے۔ اُنکی پیٹھ پر رعد انداز اور تخش افگن بیٹھے ہوئے تھے۔ رجپوت و افغان تیس ہزار سوار ہیمو کے ساتھ تھے۔ شیر شاہ و سلیم شاہ کے وقت کے بڑے بڑے بہادر اپنے نامور ہاتھیوں پر سوار تھے اور ہیمو خود اپنے ایک بھاری ہاتھی پر جس کا ہوائی نام تھا سوار تھا اُس نے اول بادشاہ کے ہراول کے میسرہ پر حملہ کیا اور اسکو پراگندہ کر دیا۔ اسکے ہاتھیوں سے بادشاہ کے میمنہ اور میسرہ کے قدم اُکھڑے اور بعض بڑے بڑے نامور بہادر قتل ہوئے۔ مثل محمد قاسم خاں نیشاپوری۔ حسین قلی خاں و شاہ قلی خاں محرم۔ لعل خاں بدخشی۔ بادشاہ کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان کے گھوڑے ہاتھیوں کے سامنے نہیں کھڑے رہتے تو وہ پیادہ پا ہو کر تلواریں ہاتھ میں لیکر دشمن پر چلے ہیمو کے افسران کو روک نہ سکے وہ خود قلب سپاہ پر جس میں بیرام خاں افسر تھا جھکا۔ اس جوانمرد جنگ آزمودہ سپہ سالار کی

سپاہ نے تیراندازی کر کے سواروں کو گرایا۔ علی قلی خاں شیبانی کا لشکر ایسی جگہ مقیم تھا کہ وہاں ہاتھیوں کا گزر نہیں ہو سکتا تھا اس نے پیچھے جا کر تیراندازی اور تیغ زنی کی۔ ہیمو قومی حملے کرتا تھا اور بادشاہ کے بڑے بڑے بہادروں کو پست پا کرتا تھا اسکی طرف سے بھی بھگوانداس جو بڑا تیز دست بہادر تھا اور شادی خاں دونوں ہلاک ہوئے۔ ناگاہ اس گیر و دار میں ہیمو کے ایک تیر ایسا لگا کہ اسکی آنکھ کو پھوڑ کر سر سے پار نکل گیا۔ اسکی سپاہ جو تگ و تاز کر رہی تھی جب اُس نے دیکھا کہ دشمن کا تیر نشانہ پر لگا تو اُسکی ہمت شکستہ ہو گئی وہ پراگندہ ہوئی۔ اسی ہنگامہ میں شاہ قلی خاں محرم چند سپاہیوں کے ساتھ اس ہاتھی کے پاس پہنچا کہ جس پر ہیمو سوار تھا مگر اسکو معلوم نہ تھا کہ وہ اس پر سوار ہے۔ اس نے فیلبان کے مارنے کا قصد کیا کہ ہاتھی کو پکڑے سو فیلبان بیچارہ اپنی جان کے خوف کے مارے پکارا کہ ہیمو اسی ہاتھی پر سوار ہے۔ شاہ قلی خاں نے فیلبان کو امان دی اور انعام بادشاہی کا اُمیدوار کیا۔ اس ہاتھی کو اور چند ہاتھیوں کے ساتھ لیکر میدان جنگ سے جدا ہوا۔ بعض لکھتے ہیں کہ ہیمو بیہوش تھا۔ ہاتھی کا فیلبان مارا گیا تھا بے سر ہاتھی جنگل کو جاتا تھا کہ شاہ قلی نے پکڑ لیا۔ جب ہیمو کے لشکر کو شکست ہوئی تو فیلبانوں کو تیروں سے بادشاہ کا لشکر مارتا تھا اور ہاتھی ہوا کی طرح بھاگتے تھے۔ اس لڑائی میں میدان جنگ میں پانچ ہزار آدمی ہیمو کے قتل ہوئے اور جو بھاگ کر مارے گئے اُنکا شمار معلوم نہیں۔ پندرہ سو ہاتھی بادشاہ کے ہاتھ لگے۔ اس عرصہ میں شاہ قلیخاں محرم ہیمو کو باندھ کر بادشاہ کے روبرو لایا۔ ہرچند اُس سے باتیں کیں مگر اس نے کسی بات کا جواب نہ دیا معلوم نہیں کہ جانکر جواب نہیں دیا یا اسمیں جواب دینے کی توانائی نہیں تھی یا شرم کے مارے بات کرنی پسند نہ کی بیرام خان خانخاناں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس کافر کو تلوار سے قتل کیجئے تاکہ مہر کے طغرا میں اسم مبارک کے ساتھ غازی کا لفظ زیادہ کیا جائے اور ثواب اعظم حاصل ہو۔ مگر اس رحم دل کم عمر بادشاہ نے فرمایا کہ اس بندھے ہوئے مردہ کافر کو مار کر غازی نہیں بن سکتا۔ غرض اس ثواب موہومہ کی اُمید میں بیرام خاں نے ہیمو کا سر تلوار سے جدا کیا۔ بادشاہ نے اُسکا سر کابل کے درپر اور دھڑ دہلی کے دروازہ پر لٹکانے کے لئے بھیجدیا۔
جہانگیر نے توزک جہانگیری میں اور ابوالفضل نے اکبرنامہ میں یہ ایک لطیفہ لکھا ہے کہ جب ہمایوں دارالسلطنت دہلی میں اسکندر کی فتح کے بعد آیا ہے تو باپ کے اشارہ سے اکبر تصویر خانہ میں تصویر کی مشق کرتا تھا میر

سید علی مصور اسکو اس بدیع صنعت کی راہ روش بتلاتا تھا۔ ایک دن اُس نے آدمی کی تصویر بنائی جسمیں اسکے سب عضو عضو بند بند جدا بنائے۔ ایک شخص نے اکبر سے پوچھا حضور نے یہ کسکی تصویر بنائی ہی اس نے جواب دیا کہ ہیمو کی حالانکہ اس وقت ہیمو کا نام و نشان بھی وہ نہیں جانتا تھا جسوقت بیرام خاں نے اصرار کیا کہ بادشاہ ہیمو کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں تو اُسوقت اُسنے اس تصویر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میں پہلے ہی ہیمو کی بند بند جدا کرچکا ہوں۔

ابوالفضل نے ایک اور لطیفہ لکھا ہی کہ جب بادشاہ جالندھر سے ہیمو کے استیصال کے لئے چلا ہی تو ایک دن میر آتش کو حکم دیا کہ مسرت خاطر اور آدمیوں کے تماشہ کے لئے اقسام آتشبازی کو سرانجام دے اور ہیمو کی صورت کی آتش بازی بناکے آگ لگائے تھوڑی دیر میں یہ گلزار آتش تیار ہوا۔ ہیمو کی صورت بھی آئی جس میں آگ لگائی گئی اس بزم بازی میں اس نے پہلے ہی اپنے کشتنی بدخواہ کو سوختنی بنایا۔

پانی پت میں تیس برس پہلے اکبر کے دادا بابر کو یہاں فتح حاصل ہوئی تھی اور اس سے پہلے اس کے جد امجد امیر تیمور صاحبقران کو اسی میدان میں ظفر نمایاں حاصل ہوئی تھی مگر نتیجہ ان دونوں لڑائیوں کا سوائے اسکے نہ تھا کہ ایک فتح حاصل ہوئی۔ مگر اکبر کو جو یہ فتح حاصل ہوئی تو اسکا نتیجہ اعظم یہ پیدا ہوا کہ اسکے خاندان نے ساری ہندوستان میں دوسو برس تک بڑی شان و شوکت سے سلطنت کی جب سے اسکا تنزل شروع ہوا کہ اسی پانی پت کے میدان میں شمال سے ایک حملہ آور نے آن کر اسی خاندان کی بادشاہ کو شکست دی اور بعد اسکے ایک بیگانہ قوم نے بحر اٹلانٹک کے جزیرہ سے نکل کر اسکا کام تمام کر دیا قطع نظر اسکے اکبر کی اس فتح کو اسکے باپ دادا کی فتوح پانی پت پر اور طرح سے بھی فضیلت ہی۔ اس وقت ہیمو پاس وہ اسباب جمع تھا کہ ہندوستان کے فرمان فرمایوں کو میسر نہ تھا۔ سپاہیان کار طلب کا ہجوم۔ مبارزان کارزار کی فراوانی اسباب توپ خانہ کی افزونی۔ فیلان زبردست کی کثرت۔ امراء افغان کو جس میں مقدم شادی خاں میواتی تھا۔ ہیمو نے مناصب و اضافہ کا اُمیدوار کیا تھا اور خزانہ کا مُنہ کھول دیا تھا۔ بہت انعام دیے اور سپاہ کی تسلی کی۔ اس کی سپاہ میں تیس ہزار افغان اور راجپوت تھے۔ شیرشاہ اور سلیم شاہ کے وقت کے بڑے بڑے بہادر اپنے ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے تھے بادشاہ کی سپاہ میں

کل دس ہزار آدمی تھے جن میں پانچہزار قابل نبرد تھے اس قلیل سپاہ سے بادشاہ نے ہیمو کی کثیر سپاہ پر فتح
پائی - امیر تیمور کو تو سلطان ابراہیم سے پانی پت کی لڑائی میں ۱۲۰ ہاتھی ہاتھ آئے شہنشاہ اکبر کو پندرہ سو اور
اسی پر اور غنائم کا قیاس کرنا چاہئے بڑا خزانہ اور جواہر خانہ ہاتھ لگا جو سپاہ کو تقسیم کیا - اور ہاتھی اور توپ خانہ سرکار
شاہی میں داخل ہوا - یہ لڑائی جمعہ کے دن صبحکو ۱۰ ماہ محرم ۹۶۴ سنہ کو موضع کہرونده میں واقع ہوئی جو پانی پت کی پاس
ہے اور پہر وہاں ایک مشہور سرا بنائی گئی - بگرفت ہیمو را - اس فتح کی تاریخ ہوئی -

اسی فتح کے روز سکندر خاں اوزبک کو ہزیمت یافتوں کے تعاقب کے لئے اور دار الملک دہلی کی حراست کے
واسطے روانہ کیا اُس نے کچھ شریر اور معطل آدمیوں کو زندان زندگی سے خلاصی دی اور ملک کی پراگندگی کا منتظم ہوا
دوسرے روز بادشاہ ایک دن میں بغیر کسی مقام کے پانی پت سے دہلی میں آیا جہاں اس کا دادا تیس برس
پہلے آیا تہا اور باپ اسکو چہوڑ کر بہاگا تہا - مگر اس طفل چہار دہ سالہ نے وہ اپنا کرشمہ دکہایا کہ اپنے باپ دادا پر سبقت
لیگیا - دہلی میں ہر صنف و ہر طبقہ کے آدمیوں نے آن کر شکریہ ادا کیا مجنوں خاں قاقشال نے راجہ بہاری مل کا اخلاص
جو اُسنے نارنول کے محاصرہ میں مشاہدہ کیا تہا بادشاہ سے عرض کیا - بادشاہ نے اُسکو طلب کیا جس روز کہ او اُس
کے اقربا بادشاہ سے خلعت رخصت لینے بارگاہ بادشاہی میں آئے تہے - بادشاہ مست ہاتھی پر سوار تہا شورش مستی
میں ہاتھی جسطرف دوڑ جاتا تہا - آدمی ہٹ جاتے تہے مگر جب وہ ان راجپوتوں کی طرف گیا تو وہ اپنی جگہہ سے نہ
ہلے جیسے کہڑے تہے ویسے ہی کہڑے رہے انکا اس طرح کہڑا رہنا اسکو بہت بہایا - راجہ سے اس نے فرمایا کہ ہم تجہکو
نہال کرینگے چنانچہ ایسا ہی اُسنے کیا جس کا ذکر آگے آئیگا فتح کی خوشی میں جشن ہونا شروع ہوا - انعام میں خزانے
دیے گئے جس جس گروہ نے کہ جاں سپاری میں ہمت دکہلائی تہی اُن پر طرح طرح کی نوازش کی گئی - شریف وضیع و
خرد و بزرگ کو عطایا دی گئیں - انہیں سے خان زماں خاں کے خطاب سے علی قلی خاں شیبانی سرفراز ہوا اور
سرکار سنبل معہ میاں دوات کے کل پرگنات کے اسکو جاگیر میں دیے گئے ان حدود کے انتظام کے واسطے اسکو
رخصت کیا - عبد اللہ خاں اوزبک کو شجاعت خاں کا خطاب ملا و سرکار کالپی اسکو مرحمت ہوئی اسکندر خاں کو خان عالم
کا خطاب ملا - پیر محمد خاں شروانی کو ناصر الملک کا خطاب عنایت ہوا اور اسکو اپنی خدمت میں رکہا - میاں خاں کو
دار الخلافہ آگرہ کی حدود کا انتظام سپرد ہوا - غرض ہر ناحیہ کا ایک منتظم بادشاہ نے مقرر کیا -

بادشاہ کا دہلی میں آنا اور امرا کو خطاب و سپاہ کو انعام دینا سنہ ۹۶۴ ھ

میوات پر قبضہ ۔ ہیمو کے اہل وعیال کی گرفتاری ۹۶۳

اس اثنا میں خبر آئی کہ شیر شاہ کے غلام حاجی خاں نے الور اور تمام میوات میں فساد مچا رکھا ہے بادشاہ
نے مولانا پیر محمد ناصر الملک کو فوج دیکر اُس کی تادیب کے واسطے روانہ کیا ہے حاجی فقط اس لشکر کی ہیبت سے
بھاگ گیا ساری میوات پر بادشاہ کا قبضہ ہوگیا۔ یہاں کی حدود میں ایک قصبہ دیونی ماجاری (ماجاری) نہایت
مستحکم تھا۔ اس قصبہ میں ہیمو کا مال واسباب اندوختہ کیا ہوا موجود تھا۔ وہیں اس کے اہل وعیال تھے۔ اس کا
باپ اسّی برس کا بوڑھا زندہ تھا اس بڈھے نے بھی بادشاہ کے لشکر سے ایک کارزار کی جسمیں وہ گرفتار ہوا ناصر الملک
نے اُس سے کہا بڑے میاں اب مسلمان ہوجاؤ اُس نے کہا کہ جس مذہب کی اطاعت میں میرے اسّی برس گذری
ہوں اس آخر وقت میں اُس سے مخالفت اور نئے دین سے موافقت نہیں کرسکتا اور فقط جان کے خوف سے
بے سمجھے تمہارے طریقہ کو نہیں اختیار کرسکتا۔ اس جواب کا جواب مولانا پیر محمد تیغ زبان سے دیا اور اس کا سارا مال
اسباب اور اہل واعیال و پچاس ہاتھی ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حاجی خاں اجمیر کو اپنا مامن
سمجھا اور وہاں چلا گیا یہاں رانا کو جو اس رانا کا بیٹا تھا کہ بابر سے لڑا تھا طرح طرح سے تنگ کیا۔ آخر کو ان دونوں
میں اجمیر کے نواح میں ہنگامۂ کارزار گرم ہوا جس میں حاجی خاں اور اس کے وکیل مظفر خاں نے کارہای نمایاں
دکھائے۔ رانا کی کثرت سپاہ جس پر اس کو بڑا گھمنڈ تھا کچھ کام نہ آئی اُس نے شکست پائی اجمیر اور ناگور اور اسکی
مضافات پر حاجی خاں کا قبضہ ہوگیا وہ بڑا صاحب اقتدار ہوگیا اسکے استیلا کی خبر سنکر محمد قاسم خاں نیشاپوری
و سید محمود بارہ۔ شاہ قلی خاں محرم اور ایک جماعت کو دفع کرنے کے لئے بادشاہ نے تعین کیا اب دوابہ تو
دشمنوں سے خالی ہوگیا یہ میوات مطیع ہوا۔ زمینداروں کی تسلّی و تشفی کے واسطے بادشاہ نے میوائیوں سے
ناتہ رشتہ کرنا شروع کیا حسن خاں میواتی کے چچازاد بھائی جمال خاں کی دو لڑکیاں تھیں ایک کے ساتھ بادشاہ
نے خود شادی کی اور دوسری کے ساتھ بیرم خاں کی شادی کرائی۔ اُسوقت یہ ناتہ رشتہ کرنا ہی انتظام ملکی
کے حق میں اکسیر کا حکم رکھتا تھا بادشاہ کا ارادہ تھا کہ ممالک شرقیہ ہندوستان کی طرف توجہ کرے کہ اس
اثنا میں خبر آئی کہ نواحی لاہور میں فقیر خواجہ خاں اور سکندر سور کے مابین لڑائی ہوئی اور خواجہ کو شکست
ہوئی وہ لاہور میں آگیا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے ہمنے پہلے لکھا ہے کہ پیر محمد خاں سے سلطان سکندر
شکست پاکر جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا گیا تھا اور خضر خاں سکندر شاہ کی مدافعت کے لئے مقرر ہوا تھا
وہ مع امرا انتظام کے جاکر لاہور میں رہتا تھا جب یہ خبر آئی کہ ہیمو نے دہلی فتح کر لی تو بادشاہ دہلی کی طرف
متوجہ ہوا۔ ملا عبد اللہ سلطان پوری نے سکندر شاہ کو یہ مقدمات لکھ بھیجے کہ پہاڑوں سے نکلو۔ پنجاب کو لیلو

بادشاہ کا دہلی سے پنجاب جانا

یہ خوب موقع ہے اُس ملا کو افغانوں نے تو شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا اور حضرت ہمایوں نے اُس کو مخدوم الملک بنایا تھا وہ ظاہر میں پادشاہ کی محبت کا دم بھرتا تھا اور دل میں افغانوں سے الفت رکھتا تھا اُس کے کہنے سے سلطان سکندر نے پنجاب کے کوہستانی زمینداروں کو اپنے ساتھ لیا۔ پنجاب سے روپیہ خوب وصول کیا۔ خضر خواجہ خاں لاہور کو حاجی محمد خاں شیبانی کو سپرد کر کے خود سکندر سے لڑنے گیا۔ دو ہزار منتخب سپاہی ساتھ لیکر موضع جمناری میں کہ لاہور سے دس کوس پر ہے سکندر کے لشکر کثیر سے جا بھڑا مگر میدان جنگ میں اُس کے آگے نہ ٹھیر سکا شکست پاکر الٹا لاہور میں آیا اس اثنا میں ملا عبداللہ کی روبہ بازی کا حال حاجی محمد خاں شیبانی کو معلوم ہو گیا تو اُس نے ملا کو شکنجہ میں دھر ا اور زمین میں آدھا گاڑ کر ساری عمر کا جمع کیا ہوا روپیہ اُس سے اوگلوایا غرض بُری تعذیب سے اُس کی جان کو جسم سے نکالا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے بہت جلد سیالکوٹ اور اُس کے حدود میں سکندر خان عالم کو خضر خواجہ کے اعتضاد کے لئے بھیجا مگر پنجاب سے امرا جو یہاں وارد و صادر ہوے انکی زبانی متواتر پادشاہ نے سنا کہ سکندر خاں سور نے بڑا لشکر جمع کیا ہے اور مان کوٹ کو اپنا مامن بنایا ہے جہاں وہ میدان میں شکست پاکر محفوظ رہ سکتا ہے فتح مذکور پالے نسے اُس کے ہمراہیوں کی عزت بڑھ گئی ہے جب تک پادشاہ وہاں نجائیگا یہ مشکل کام آسان نہیں ہوگا اس لئے پادشاہ نے ممالک شرقیہ ہندوستان کی عزیمت موقوف کی یورش پنجاب کا ارادہ مصمم کیا پادشاہ کے آدمیوں نے دیوان لسان الغیب میں فال دیکھی یہ بیت نکلی ؎ سکندر را نمی بخشید آبے ٭ بزور و زر میسر نیست این کار۔ اس سے پادشاہ کے مخلصوں کو ایک اعتضاد ہوا۔ بالغ نظر تو فال کو کب معتبر جانتے ہیں مگر ایسے اوقات میں کہ خاطر مضطرب ہوتی ہے ایسے تفاؤلات پریشان دلوں کو اطمینان دیکر خوش کرتے ہیں پادشاہ کا تو اس مقولہ پر جو اسکی سلطنت کی جان تھی عمل تھا کہ جو کام کیا جائے وہ پورا کامل طور پر کیا جائے۔ غرض چہارم شہر صفر ۹۶۳ھ کو مہدی قاسم کو دہلی سپرد کی اور خود پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ منزل بمنزل آہستہ شکار کھیلتا ہوا چلا۔ ترک تاجیک فوج فوج اسکی خدمت میں چلے آتے تھے خصوصاً کابل و قندھار و بدخشان سے جدید و قدیم ہواخواہوں کی جمع کثیر اُس کی درگاہ میں آئی۔ جب جالندھر کی حدود میں پادشاہ آیا تو سکندر نے اس نواح میں فتنہ فساد برپا کر رکھا تھا دہ کوہ سوالک میں چلا گیا۔ بادشاہ کو اسکے فتنہ کا مٹانا منظور تھا اُس لئے راہ کی دشواری کی پروا نہ کی وہ سکندر کے پیچھے کوہ سوالک میں چلا گیا پہاڑ کا عالم ہی اور تھا وہ ہندوستان سے کے خود سرون اد

گردن کشوں کی گریزگاہ تھا قصبہ دے سوہ میں پہنچا اور پھر قصبہ دھمری میں آیا یہاں جشن نوروزی تھا جس سے سال دوم الٰہی شروع ہوا (سال الٰہی ہر جشن نوروز سے شروع ہوتا ہے) یہاں بادشاہ پاس یہ خبر آئی کہ سلطان سکندر کوہ سوالک میں اسلئے بھاگ آیا ہے کہ اس کا خیال یہ ہے کہ بادشاہی لشکر کو پہاڑ کی تنگ راہوں سے چکر دیں میں لاکر شکار کروں مگر بادشاہ نے اس بات کی کچھہ پروانہ کی اور ناصر الملک کو بہادروں کی جماعت کثیر کے ساتھہ روانہ کیا کہ اس پہاڑ کے زمینداروں کو تاخت و تاراج کرے اسنے تھوڑے عرصہ میں پہاڑ کے بہت سے راجاؤں کی تنبیہ و تادیب کی اور سب ان کا مال و اسباب لوٹ لیا سکندر پاس جو کوہستان کی جمعیت تھی وہ پریشان اور بے جنگ فرار ہو گئی بادشاہ ان بھگوڑوں کے پیچھے روانہ ہوا قلعہ مان کوٹ میں سکندر چلا گیا۔ مان کوٹ کا قلعہ چار استوار قلعوں سے بنا ہے سلیم خاں نے اسوقت کہ گکھروں کا استیصال اسکو منظور تھا ان کو قریب قریب پہاڑیوں پر عجیب و غریب طرح سے بنایا ہے ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک قلعہ سنگ و ساروج سے بنایا ہے یہ سب قلعے دیکھنے والے کو ایک ہی قلعہ معلوم دیتا ہے اصل وہ جگہہ جہاں قلعہ بنائے ہیں ایسی محکم ہے کہ اسکو قلعہ خداداد کہنا چاہئے اور اس پر یہ مستحکم قلعہ بنائے ہیں وہ دشمن کو اپنی بڑی ہولناک شکل دکہاتے ہیں اس پر لشکر کا پہنچنا مشکل اور اگر پہونچ بھی جاے تو وہاں کے رہنے والوں کو زیر دست بنانا بہت دشوار۔ میٹھا پانی وہاں کثرت سے آذوقہ جسقدر چاہیے آسانی سے میسر۔ ان قلاع عظیمہ کے بنانے سے سلیم شاہ کا اصلی مطلب یہ تہا کہ جب ہمایوں ہندوستان کو جاے تو وہ لشکر پنجاب کے لئے اسے مقر و مامن بناے اور لاہور اجاڑ کر وہاں بساے اور وہاں بڑا لشکر رکھکر پنجاب کی حدود پر فرماں روائی کرے اور لاہور کے خراب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ شہر اقسام تجار و اصناف مردم کا مسکن تھا تھوڑی توجہ سے وہاں لشکر عظیم اور اس کا سارا ساز و سامان میسر ہو سکتا تہا اسکو خوف رہتا تہا کہ خاندان تیمور کا لشکر وہاں استعداد فرمان بہم نہ پہنچاے جسکا علاج کچھہ نہو سکے مگر یہ ارادہ اُس کا موت نے پورا نہونے دیا۔

جب شہنشاہ اکبر کو یہ معلوم ہوا کہ اس قلعہ میں سکندر متحصن ہے تو اُس نے اُس قلعہ کے محاصرہ کا حکم دیا بادشاہ کی فوج نے قلعہ کو گھیر کر اپنا دائرہ کا مرکز بنالیا اور آداب قلعہ گیری کے موافق اپنے

جشن نوروز سکندر کا فرار اور اس کا تعاقب ۹۶۲ھ

قلعہ مان کوٹ کا محاصرہ ۹۶۴ھ

مورچل بناتے۔ پہلے ہی دن قلعہ سے افغان باہر نکلے تھے کہ ادہم خاں نے اُن پر حملہ کرکے شکست دی غرض ہر روز جنگ دوست سردار اور نکار طلب زبردست بادشاہ کے مورچوں سے نکلکر میدان میں دست بردی کرتے تھے اور اہل قلعہ توپ و تفنگ کی مار سے کسی شخص کو قلعہ کے گرد نہ پھرنے دیتے تھے محاصرہ کے لوازم بوجہ احسن سرانجام پاتے تھے اور مورچل اور سرکوب آگے بڑھتے جاتے تھے ناصر الملک کا مورچہ سب سے آگے بڑھا ہوا تھا اُس نے کارہائے نمایاں کئے تھے آٹھ مہینے تک لشکر شاہی اُسپر جھولا کیا اور کچھ نکر سکا سکندر خاں کو یہ امید تھی کہ سلطان عدلی حضور مشرق سے ساز و سامان مہیا کرکے دہلی اور آگرہ پر چھاپا مار یگا۔ بادشاہ کا لشکر اس طرف جائیگا یوں قلعہ مان کوٹ بچ جائیگا۔ مگر جب اُس نے سنا کہ سلطان عدلی حاکم بنگالہ کے ساتھ لڑکر اس جہاں سے گذر گیا اور ہیمو بقال کا حال بھی یہی ہوا تو اسکو ناامیدی پر ناامیدی ہوئی اور محصنان قلعہ پریشان خاطر و پراگندہ دل ہوئے۔ اس حالت یاس میں مجبور ہوکر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنے کاردان معتمد بھیجکر التماس کی کہ بادشاہ سلامت اپنے معتمدوں میں سے کسی کو قلعہ کے اندر بھیجے کہ میری خاطر بیقرار کو تسلی پذیر کرے مجھے لشکر بادشاہی کا ضمیمہ بنائے بادشاہ نے اتگہ خاں کو قلعہ کے اندر بھیجا اسکے سامنے سکندر نے خجالت سے یہ اظہار کیا کہ میں عقل عاقبت اندیش نہیں رکھتا تھا۔ کوتاہ بینی کی۔ میرا منہ نہیں ہے کہ بادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوں میں اپنے بیٹے کو بندگی کے لیے بھیجتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ کوئی جگہہ میرے لئے نامزد ہو جائے کہ میں وہاں چند روز رہ کر پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں میں خدا کی قسم کہاتا ہوں کہ تا زندہ ام بندہ ام اس فرستادہ نے ملائمت کے ساتھ خدمت کی اور ناصر الملک کے لیے جو خانخاناں کی وکالت رکھتا تھا بلکہ رکن سلطنت تھا نقد و جنس بھیجے اسلئے مشار الیہ نے سکندر کی دولت خواہی سے اسکی التماس کا خلاصہ بیرام خاں سے عرض کیا۔ بیرام خاں نے اُسکو بادشاہ سے عرض کیا بادشاہ نے اسکے لئے خرید اور بہار جاگیر میں دیے اُس نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو امراء معتمد میں سے غازی خاں کی ہمراہ بھیجدیا اور پیشکش اور چند ہاتھی برگزیدہ اس باب میں بھیجے ۲۷ رمضان شنبہ کو قلعہ کی کنجیاں اولیاء دولت کی سپرد ہوئیں وہ حصار کے زنداں سے نکلکر خرید و بہار میں گیا اور یہاں سے دو سال بعد جہاں سے گیا قلعہ مان کوٹ کی حراست ابوالقاسم برادر محمد قاسم موجی کو سپرد ہوئی چھ مہینے کچھ دنوں بعد کوہ سوالک سے ۲ شوال کو بادشاہ لاہور میں آیا۔ یہاں کے ایام توقف میں یہ سانحہ پیش آیا کہ تتھ مل زمیندار قتل ہوا یہ زمیندار اپنی کمبختی سے

سکندر شاہ کی ہمراہ ہوا۔ زمینداروں کی اکثر یہ دستور و رسم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ یکجہت نہیں ہوتے سب طرف دیکھتے رہتے ہیں جس جانب کو غالب اور شورا فزا جانتے ہیں اسکی ہمراہ ہوتے ہیں جب جنت آشیانی کا انتقال ہوا سکندر شاہ سور نے ہنگامہ برپا کیا تو یہ اُس کے ساتھ ہو گیا اور اُسکے ہنگامہ کو آرایش دی جب بادشاہ کے لشکر کو دیکھا کہ وہ قلعہ مان کوٹ کا محاصرہ کر رہا ہے اور اہل قلعہ پر بُری بنی ہوئی ہے تو زمیندارانہ حیلے بنا کر لشکر شاہی سے آن ملا۔ بیرام خاں کو جب اس کے فساد برپا کرنے کی حقیقت معلوم ہوئی تو اُسکو مار ڈالا اور اس کی بجاے اُس کے بھائی اُنجمل کو مقرر کیا۔

بہادر خاں برادر زماں خاں جس نے زمین داور میں فتنہ و فساد اوٹھایا تھا شرمندہ و سرافگندہ زمین داور سے آن کر بادشاہ کا زمین بوس ہوا بیرم خاں کی سفارش سے بادشاہ نے اسکے اعمال ناشائستہ کی سزا نہ دی مگر اس سفارش سے اس کی نخوت اور بدکاری اور بڑھ گئی عطوفت اصلی یہ ہے کہ آدمی کو بدکاری کی سزا دیکر اسطرح پر نصیحت کرے کہ پھر بدی کے گرد نہ پھرے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ہمایوں نے ہندوستان کی طرف توجہ کی تو بیرام خاں کی جاگیر میں قندھار مقرر تھا وہ شاہ محمد قلاتی کے اہتمام سے آراستہ تھا۔ زمین داور بہادر خاں کی داوری کے لئے تفویض ہوئی تھی جب ہندوستان میں ہمایوں بادشاہ ہو گیا تو بہادر خاں نے قندھار کے لینے کا ارادہ کیا اوّل مکر و فریب سے چاہا کہ کافر نعمتی کر کے قندھار کو اپنے تصرف میں کرلوں مگر حرام نمکی سے کارکشائی نہوئی اس سرگزشت کی شرح یہ ہے کہ بہادر خاں نے اپنا راز سربستہ فرخ حسین پسر خواجہ قاسم ہزارہ پر کھولا اور کچھ مسلح آدمیوں کو اس کے گھر میں جو شہر قندھار کے اندر تھا چھپایا اور ایک دن مقرر کیا کہ دروازہ کے نگہبانوں کا کام تمام کریں اور بہادر خاں بھی دروازہ ماشورہ سے آئے اور باہم اتفاق کر کے شاہ محمد کو مار کر قندھار پر قبضہ کرلیں مگر جس روز یہ کام ہونے کو تھا جاسوسوں نے اسکی خبر حارسان قلعہ کو پہنچا دی اسوقت ان آدمیوں کی گرفتاری کے لئے آدمی متعین ہوے سازش کرنیوالے سراسیمہ ہو کر دروازہ ماشورہ پر دوڑے وہاں دروازہ مقفل تھا قفل کو توڑ نہ سکے کچھ خندق میں گرے کچھ دیوار سے اپنے پانو سر کے بل گرے کچھ بھاگ کر منافقوں کے گھر میں چھپے جنکو تلاش کر کے شاہ محمد نے مار ڈالا جب بہادر خاں کا یہ داؤ نہ چلا تو وہ زمین داور میں آیا اور لشکر تیار کیا اور قندھار پر آکر لڑنا شروع کیا شاہ محمد نے سوچا کہ ہندوستان کی کمک تو بہت دور ہے فرمان روای ایران سے ملتجی ہوا کہ حضرت ہمایوں نے یہ قرار دیا تھا کہ فتح ہندوستان کے بعد قندھار شاہ ایران کی ملازموں کو حوالہ کیا جائیگا اگر آپ مناسب جانیں تو ایک جماعت کو بھیجدیں کہ وہ بہادر خاں کا بھی علاج کرے اور قندھار بھی

قندہار کے حالات ۹۶۵ھ سے جلوس

آن کرے لے شاہ ایران نے سیستان و نرہ و گرم سیر سے تین ہزار ترکمان بسرداری علی یار بیگ افشار بھیجدیے بہادر خاں کو اس لشکر کی خبر نہ تھی اس کے سر پر یہ بلاے ناگہانی آئی تو وہ اس سے سخت لڑائی لڑا دو دفعہ وہ گھوڑے سے گرا آخر کو بھاگا زمین داور اور اس حدود میں ٹھیر نہیں سکتا تھا شرمندگی کا مارا پادشاہ کی خدمت میں امان کوٹ میں آیا اس کو پادشاہ نے ملتان جاگیر میں دیا اور محاصرہ میں ایک مورچل اسکے سپرد کیا اُسنے کام خوب کیا اسی طرح شاہ ملا قلاتی نے شاہ ایران سے کمک لیکر اور عہد و پیمان کر کے بہادر خاں کو ہزیمت دی مگر وہ اپنے عہد و پیمان پر قایم نہ رہا پہلے شاہ ایران نے اپنی بھائی سلطان حسین مرزا کو ایک لشکر کے ساتھ قندہار لینے کیلیے بھیجا شاہ محمد لوازم داری میں سعی کی اور قلعہ کے محاصرہ میں امتداد ہوا ایک دن بہادروں نے قلعہ سے نکل کے خلیفہ سا ہو کے مورچہ پر حملہ کیا اسکو زخمی اور جمع کثیر کو قتل کیا سلطان حسین مرزا سے کچھ کام نہ بنا وہ قلعہ چھوڑ گیا۔ پادشاہ ایران نے اور لشکر بہت سا بھیجا کہ کسی نہ کسی طرح قلعہ فتح ہو علی قلی خاں نے اس کا بیڑا اوٹھایا تھا اس نے قلعہ کے لے لینے میں سخت کوشش کی مگر تیر و بندوق نے اسکو ملک عدم میں پہونچایا۔ ایران کے لشکر میں تفرقہ پڑا سلطان حسین مرزا جو سراسیمہ قلعہ کے گرد بیٹھا تھا کہ اس اثنا میں شاہ محمد قلاتی نے پادشاہ پاس اپنی عرضداشت بھیجی اور حقیقت حال پر آگاہ کیا پادشاہ نے جواب میں یہ حکم بھیجا کہ جنت آشیانی نے فتح ہندوستان کے بعد شاہ ایران کو قندہار حوالہ کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا جائے اور تو ناحق ایران کی سپاہ سے لڑا اس کی عذر خواہی کر کے ہمارے پاس جلد آ اُس نے کیا سلطان حسین مرزا کو قلعہ حوالہ کیا۔

اسی محاصرہ کے اثنا میں یہ خوش خبری آئی کہ مریم مکانی معہ اور بیگمات کے لاہور میں آگئیں ہیں اور پادشاہ کے اشارہ کی منتظر ہیں ہم نے پہلے لکھا ہے کہ پادشاہ نے ان کے لینے کے واسطے اپنے معتمد بھیجے تھے مگر اس آنے میں کچھ اس سبب سے توقف ہوا کہ کابل میں مرزا سلیمان کی شورش شروع ہوئی اور کچھ اس وجہ سے کہ ہیمو کے ہنگامہ کی کابل میں بڑی خبریں اڑ رہی تھیں کابل کے دہلی دروازہ پر ہیمو کا سر لٹکا تو سب طرح سے اطمینان ہوا یہ بیگمات کابل سے روانہ ہوئیں منعم خاں بھی انکے ساتھ ہوا اور محمد قلی خاں برلس کو کابل سپرد کیا مگر جب وہ جلال آباد میں آیا تو اوسکو تردی بیگ کا حال معلوم ہوا کہ بیرام خاں نے اُسے قتل کیا اسلیئے وہ اُلٹا کابل گیا اور محمد قلی خاں برلس کو ہندوستان روانہ کیا راہ میں پادشاہ کی دو اعیانی بہنوں کا انتقال ہوا پادشاہ ماہم انگہ کو جو اس کی آسائش گہوارہ سے آرائش تخت تک ہمیشہ ملازمت میں رہی تھی اور نیک خدمتیں کرتی تھی استقبال کے لئے لاہور بھیجا وہ لاہور جاکر ان بیگمات کو پادشاہ کے

کابل سے مریم مکانی اور بیگمات کا آنا ۹۶۴ھ ۲ سنہ جلوس

لشکر کی طرف لائی۔ بادشاہ بھی محاصرہ بیرام خاں کو سپرد کر کے ایک منزل استقبال کو گیا۔ مریم مکانی نے اپنے نور بصر کو دیکھ کے آنکھوں کو روشن کیا۔ بڑی خرمی و خوش دلی ہوئی پھر بادشاہ لشکر میں آیا جہاں امتداد محاصرہ سے سپاہ دل تنگ ہو رہی تھی مگر بہت سی نئی سپاہ کے آنے سے اور اہل و عیال کے ہندوستان میں پہنچنے سے وہ تازہ دم ہو کے زیادہ قلعہ کشائی میں اہتمام کرنے لگے۔

خان زماں خاں نے رکن خاں لوحانی کو جو شاہ عدلی کے امرا بزرگ میں سے تھا شکست دی اور حدود سنبل میں گردن کشوں کو لکھنو تک مطیع کیا پھر حسن خاں بچگوتی کو دفعہ کیا۔ اس سرگذشت کا مجمل بیان یہ ہے کہ ہندوستان کے مشہور زمینداروں میں سے حسن خاں تھا اور وہ اپنی برادری اور خویشوں اور بادشاہی نوکروں میں ممتاز تھا اور ہندوستان کے فرماں روایوں کے عہد میں مستحکم مقاموں میں رہ کر غارت و تباہ کرنے کے منصوبے باندھا کرتا تھا۔ جب بادشاہ قلعہ مانکوٹ کے محاصرہ میں مصروف ہوا تو وہ ایک لشکر گراں جمع کر کے سنبل کو غارت و تباہ کرنے لگا اور جلال خاں سور کو کہ افغانوں کے بڑے سرداروں میں تھا اپنا ساتھی بنا لیا۔ خاں زماں کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو یہاں کے امرا بادشاہی کو ساتھ لے کر لکھنؤ سے باہر اس سے لڑا۔ حسن خاں پاس بیس ہزار سوار جنگی تھے۔ اور خاں زماں خاں پاس چار ہزار۔ مگر بادشاہ کی سپاہ کو فتح ہوئی۔ بہت غنیمت ہاتھ لگی اس نے دو ہاتھی جو بڑے نامی تھے وہ بادشاہ کی نذر میں بھیجے۔

۹۶۶ھ میں جب بادشاہ دار الخلافہ آگرہ میں تھا تو اس نے سنا کہ افغانوں کی ایک ایک قوم ہے جس کو میانہ کہتے ہیں اس نے سرونج کی حدود میں فتنہ فساد اور ٹھا کے شورش و آشوب کا ارادہ رکھتی ہے بادشاہ نے کمال خاں گکھر کو جو اس خدمت کی لیاقت رکھتا تھا بھیجا۔ اس نے جا کر ان افغانوں کو ٹھیک بنایا اور فتح و ظفر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں جلد آیا۔

مرزا عبداللہ مغل کی بیٹی سے کہ اصل نسل کی شریف تھی بادشاہ کا نکاح ہوا۔ بیرام خاں کو

سنبل میں فتوحات ۹۶۴ھ

سرونج کی فتح ۹۶۶ھ

اس نکاح مین تامل اس سبب سے تھا کہ اسکی بہن مرزا کامران کی بیوی تھی اس لیئے وہ اسکو کامرانیہ سمجھاتا تھا۔ مگر ناصر الملک نے اس کو سمجھایا کہ ایسے کامون مین توقف نہایت ناخوش ہے اُس سمجھانے سے بیرام خان نے پادشاہ کے نکاح کا اہتمام خود کیا اور جشن شاہانہ مرتب کیا ہم نے پہلے لکھا ہے کہ مانکوٹ فتح کرکے ۲ شوال کو لاہور مین پادشاہ آیا کہ پنجاب کا شائستہ انتظام کرے وہ یہان چار مہینے چودہ روز رہا۔ ۱۵ صفر سنہ ۹۶۵ھ دار الملک دہلی کو روانہ ہوا جب جالندہر مین آیا تو ہمایون کی بھانجی سلیمہ سلطان بیگم سے بیرام خان کا انعقاد کیا۔ ہمایون نے یہ نسبت ٹھیرائی تھی اور فرمایا تھا کہ ہندوستان کی فتح کے بعد یہ عقد نکاح ہوگا۔ اب بیرام خان نے نکاح کی درخواست پادشاہ سے کی اس نے نکاح کردیا۔ ماہم آنگہ نے اس کا سارا اہتمام کیا۔ بجمعہ ۲۵ جمادی الاخریٰ پادشاہ دہلی مین دوبارہ آیا۔ خانخانان کہ مہات و معاملات مالی و ملکی کا مالک تھا اور آیندہ اور دو سال تک رہا۔ اب ہم وہ تمام حالات لکھتے ہین جس سے بیرام خان کا زوال آیا ÷ ÷

بیرام خان کے ظلم و ستم۔ بادشاہ کے ساتھ کج لطفی

معلوم نہین کہ بیرام خان جیسے عاقل و دانشمند و فرزانہ کے دماغ مین اختیارات شاہانہ نے کیون فتور ڈالا کہ وہ ایسا غرور مین آگیا کہ اپنے سامنے کسی کو نہین دیکھ سکتا جس کسی کو دیکھتا کہ وہ میری ہمسری کا دعویٰ رکھتا ہے اُس کا سر تن پر نہ رکھتا۔ اب ہم اُن امیرون کا حال لکھتے ہین جنکو اس نے قید کیا۔ یا کسی طرح ذلیل کیا یا مار ڈالا ابو المعالی کے قید ہونے کا حال سنہ ۹۶۳ ۱۵۵۶ مین ہم نے پہلے لکھا ہے اب تردی بیگ کے قتل کا بیان لکھتے ہین جسکے لکھنے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی اسی سنہ کا واقعہ ہے۔

تردی بیگ خان کو بیرام خان اپنا ہمسر سمجھکر ہمیشہ اسکی طرف سے اندیشہ مین رہتا تھا تردی بیگ بھی اپنے تئین لشکر شاہی کا سپہ سالار سمجھکر بیرام خان کے برباد کرنے کی تدابیر کے سوچ بچار مین اور وقت فرصت کے انتظار مین رہتا تھا۔ ہر ایک نے تعصب مذہب جو دین برانداز ہی متمم دین سمجھکر ایک دوسرے کو پائمال کرنیکا ضمیمہ بنا رکھا تھا اور فرصت کی تلاش مین رہتا تھا۔ باوجود اس مخالفت کے جس کا منشا نافہمیدگی تا توان بینی

مرزا عبد اللہ مغل کی دختر سے پادشاہ کا نکاح سنہ ۹۶۴ھ

مرزا تردی بیگ کا قتل سنہ ۹۶۳ھ ۱۵۵۶ء ا جلوس

دوسرا تھا ایک دوسرے کو مکرر نزدیر سے توقان کہنا تھا توقان کے معنی ترکی زبان مین ہمزاد (برادر بزرگ) کے ہین تردی بیگ دہلی مین شکست کھاکر بادشاہ سے سرہند مین ملا وہ اپنے نزدیک تو یہ سمجھا تھا کہ بھاگنے سے جان بچ گئی۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ خندق سے نکلکر کنوئین مین گرنا پڑے گا اور بیرام خان اسکی جان کے لیئے عزرائیل بنے گا۔ اس شکست سے مرزا کی وقعت مین فرق آگیا تھا۔ رقیب کو یہ موقع خوب ہاتھ آیا۔ اس نے مرزا سے دوستی اور محبت کو اور بڑھایا اور مولانا پیر محمد خان شروانی کی سعی سے اپنے گھر مین بلایا اور طہارت کا بہانہ بناکے خود توخرگاہ سے باہر گیا اور مرزا کو یہان چھوڑ دیا۔ فرمان بردون نے اُس کا کام تمام کیا اور مرزا کے رازدارون خواجہ سلطان و میر منشی کو اور اسکے قریب کے قرابت دار خنجر بیگ کو پکڑ کر قید کیا۔ بادشاہ اُس وقت شکار مین مصروف تھا جب بادشاہ کو صورت واقعہ پر اطلاع ہوئی تو ظاہر مین تو چین بجبین نہ ہوا لیکن دل مین اُس نے کہا کہ اس کا بدلہ خدا بیرام خان سے لیگا جب بادشاہ شکار سے واپس آیا تو بیرام خان نے پیر محمد کی زبانی عرض کرایا کہ مین نے جو یہ دلیری کی کہ بغیر حضور کے حکم کے تردی بیگ کو قتل کیا تو اس مین سوای دولت خواہی درگاہ عالی کے کوئی امر اور نہ تھا۔ تردی بیگ نے دیدہ و دانستہ فریب و بدنیتی سے فرار کے عار کو اختیار کیا اسکی بے اخلاصی اور نفاق سب پر ظاہر ہے کہ اول سے آخر تک اس سے جیسے ناپسندیدہ حرکات صادر ہوئی ہین اگر ایسی تقصیرات کی سزا مین تغافل کیا جائے تو مہمات مین خلل پڑتا ہی اس گستاخی سے کہ مین نے حضور سے اجازت نہین لی شرمندہ ہون۔ اس جرأت کا سبب یہ ہے کہ مین جانتا تھا کہ حضور اپنے لطف و عطوفت کے سبب اسکے مارنے پر راضی نہین ہونگے اس صورت مین اس ضروری کام سے منع فرماتے پھر اسکے خلاف کرنا گستاخی کو اندازہ سے بڑھا دیتا۔ اور امتثال امر موجب خلل ملک و فساد لشکر ہوتا۔ امید ہے کہ نظر عفو سے یہ میرا کام منظور ہو کہ اور بد دورون عبرت پکڑ کر تقصیر پر دلیر نہون۔ بادشاہ نے بیرام خان کی معذرت کو قبول کر لیا اور اس کو بلاکر گلے لگایا اور کہا کہ بارہا مین نے یہ کہا ہی کہ اختیار تمہارا ہے مگر خانخانان کی یہ جرأت بادشاہی امرا اور مقربین کو خصوصاً انکہ ہم کو نہایت ناگوار گذری اور وہ اس سے حسد کرنے لگے۔ فرشتہ نے لکھا کہ ثقات سے یہ بات سُنی گئی کہ اگر تردی بیگ کو بیرام خان نہ مارتا تو لشکر چغتائی کا انتظام نہ رہتا۔ پھر شیر شاہ کا زمانہ آگیا ہوتا سچ ہے۔ کسے را کہ

دبدئی تیغ وچنگ پشت * بکش گر عدو در مصافش نہ کشت * تاریخ بدایونی میں لکھاہے کہ تردی بیگ کے نفاق کو خان زمان اور گواہون کی شہادت سے بیرام خان نے پادشاہ کی خاطرنشان کرکے ایک طرح کی اجازت اسکے قتل کے لیئے حاصل کرلی تھی تو قتل کیا۔ مصاحب بیگ پسر خواجہ کلان جو پادشاہ کی خدمت مین فخر موروثی رکھتا تھا اور اپنے حقوق سابق کے ادعا کے سبب سے خانخانان کی اطاعت مین سر نہ جھکاتا تھا اور اسکی ساتھ کچھ ادائی کرتا تھا یہ وہ اچھا نہ کرتا تھا۔ خانخانان اس کا متحمل نہ ہوسکتا تھا اس نے مصاحب بیگ کے پائون مین بیڑیان ڈال کر بیت اللہ بھیجنا چاہا۔ مگر ناصر الملک اس کے قتل پر مصر ہوا۔ آخرکار یہ قرار پایا کہ کاغذ کے پرچہ پر ایک طرف قتل دوسری طرف نجات لکھائی جائے اور وہ اوچھال کر پھینکا جائے جو رخ اوپر آئے وہ حکم غیب سمجھا جاے۔ اس کے موافق عمل کیا جاے۔ جب یہ کاغذ پھینکا گیا تو قتل اوپر آیا۔ اسپر عمل ہوا۔ واہ کیا انصاف ہوا۔ ایک بے گناہ کی جان لینا لڑکون کا کھیل چونی کی چٹ پٹ کرنے کا ہوگیا۔ اس سے بھی اور امراء ناراض ہوئے۔ پادشاہ کو بھی ناگوار گذرا ؎ خطرہاست در قرب شاہان بسے \ کہ باشاہ خویشی ندارد کسے *

مصاحب بیگ کے بعد اس خواجہ کی موت آئی۔ وہ بادشاہ قلی تھا مزاج کا بیباک تھا کسی کی تواضع بے تقریب خوشامد و چاپلوسی نہین کرتا تھا۔ بزرگان دنیا اپنے کام کی رونق کے لیے سب کو اپنی درگاہ کا چاپلوس بنانا چاہتے ہین اس سبب سے اکثر امراء اس کو دوست نہین رکھتے تھے۔ ظرافت و مسخراپن اسکی عادت مین داخل تھا۔ یہ عیب بزرگون کے لیے سب سے بدتر ہے۔ سب سرداروں سے ہنسی کرتا تھا ایسا اس ظرافت مین جسکو نادان خوش طبعی کہتے ہین۔ دور راز کار باتین کرکے زندگی بسر کرتا تھا۔ کوئی شخص نہین بچا تھا کہ پہلو مین اسے ظرافت کا خار نہ لگایا ہو۔ محمد قلی خان برلاس نے اسکو غزنین کی حکومت دی تھی۔ ارباب غرض کو موقع ملا کہ منعم خان کی خاطر کو اس سے برآشفتہ کیا۔ اس نے کسی انتقام دیرینہ کا فکر تازہ کیا۔ ہندوستان مین بیرام خان کی خاطر کو اسنے برہم زدہ کردیا اور اسکے قتل کے درپے گیا وہ دور بینی اور نیک ذاتی کہان ہی کہ اپنے صفا کی دولت جسکو منظور مرکھکر پندہا و کار آمد اپنی اغراض نفسانی کے واسطے بیتر انتقام کا ہدف بنائین اور اپنے سود و زیان پر نظر نہ کرکے ارباب استعداد کی برآمدکار کا ملاحظہ کرین۔ اب خواجہ حیران تھا کہ کیا کرے ان ہندوستانون مین غلیون زمانہ بے پروا

مصاحب بیگ کا قتل ۹۶۵ھ

خواجہ جلال الدین محمود بوک کا قتل

بیرام خان کا استیلا۔ نہ ہندوستان مین آسکتا تھا۔ نہ کابل مین رہ سکتا تھا۔ بیوفائی کو وہ اپنا عار سمجھتا تھا کہ کسی اور پاس چلا جاتا۔ منعم خان نے اسکی تسلی کے واسطے آدمی بھیجے۔ عہد و پیمان کرکے اُس کو بلایا اور مقید کیا۔ پھر اشارہ کرکے اسکی آنکھون مین نشتر لگوائے۔ مگر تقدیر سے ان نشترون سے اسکی آنکھون کی بینائی نہ گئی۔ وہ ہندوستان کو جاتا تھا کہ منعم خان نے آدمیون کو بھیجکر اس کو اور اس کے چھوٹے بھائی جلال الدین کو گرفتار کرایا اور قید خانہ مین مقید کیا۔ اور اس دولت خواہ پادشاہ کا خون اپنی غرض کے لیئے کیا۔ بیرم خان نے بھی اس کے قتل کا فرمان درست کرکے یہان سے بھیجدیا۔ پادشاہ نے اس بے گناہ کے انتقام کو منتقم حقیقی کے سپرد کیا۔

عزل پیر محمد خان کا پیش ہونا ۹۶۶ھ ۱۵۵۹ء ۴ جلوس

فتنہ اندوز۔ ناتوان بین۔ حسد پیشہ۔ بے سعادت۔ کہ حقیقت مین قضا سے دلتنگ اور خدا سے بجنگ ہوتے ہین اور کو نہ خردی سے اورون کی شادی سے اندوہ گین ہوتے ہین اور اور آدمیونکی غمگینی اور اندوہ سے شادمانی کرتے ہین۔ ایسے آدمیون نے بیرام خان کی خاطر کو پیر محمد خان سے متغیر کرادیا۔ ناصر الملک فرط عقیدت و اخلاص سے دولتخواہی و کارکشائی کی مراسم بجالاتا اور مہمات ملکی و مالی کو سر انجام دیتا۔ نہ خدمت گزاری مین چین بجبین ہوتا۔ نہ دل مین کوئی گرہ ڈالتا۔ اپنی درستی اور راستی پر اعتقاد رکھتا ضرور ایسا شخص مرجع خواص و عوام اور محل ازدحام طوائف انام ہمیشہ ہوتا ہے اس سبب سے بے حوصلہ حسد آلودہ دل اُس سے خون ہوتا ہے۔ تیرہ رائے افترا اور بہتان اسپر لگا کے کارشکنی کرتے ہین۔ بزرگون کی خاطر تو بسبب افزونی مشغلہ و عدم فرصت کے ان نکس طینتون کی تشخص سے پریشان ہوتی ہے۔ پیر محمد خان خلق کا ملاذ و معاذ بن گیا حسد پیشون کا خون جوش مین آیا انھون نے سخن سازی اور فتنہ اندازی مین اہتمام کرنا شروع کردیا۔ بیرام خان کے انحطاط کا زمانہ قریب تھا۔ اس کا پیمانہ دولت عنقریب پُر ہونے کو تھا۔ اسنے سر رشتہ تدبیر کہ انسان کا میر سامان ہے ہاتھ سے چھوڑدیا۔ اور اپنے تیئن اہل حسد کے ہاتھ مین حوالہ کیا۔ ناصر الملک کی بلند ہمتی کے کامون سے وہ توہم مین پڑا حسد پیشون۔ ناتوان بینون۔ غرض گویون کی حرف و حکایات سے اسنے اپنے مخلص کو جسکو آپ نے خود معتبر کیا تھا۔ بغیر کسی ایسے امر کے جس سے وہ مستوجب عزل ہوتا معزول کیا۔ تقریب اس طرح

ہوئی کہ ناصر الملک بیمار ہوا۔ بیرام خان اسکی عیادت کو گیا۔ غلام ترک نے جو دربان تھا نادانستگی کے سبب بیرام خان سے کہا کہ مین آپکے آنے کی خبر کرتا ہون یہ سنکر خانخانان متغیر ہوا اور کہا ؎ بلے خود کردہ را درمان نہ باشد ؞ ملا پیر محمد اس واقعہ سے واقف ہوکر گھر سے باہر دروازہ پر آیا۔ نہایت تواضع اور تجالت سے عذر خواہی کرنے لگا کہ دربان نے حضور کو پہچانا نہین اس کے جواب مین بیرام خان نے کہا کہ آپ نے تو مجھے پہچانا نہین آپ کا دربان مجھے کیا پہچانتا وہ گھر مین آیا۔ کچھ آدمی اس کے ساتھ داخل ہوئے کچھ وہان ٹھیر کر تیوری پر بل ڈالے ہوئے باہر آیا۔ ناصر الملک کی فکر مین لگا۔ یار لوگون کو موقع ہاتھ لگا انھون نے بہت باتین بنائین۔ خاصکر شیخ گدائی نے چند روز بعد اپنے نوکرون کے ہاتھ ناصر الملک پاس بیرام خان نے پیغام بھیجا کہ تو طالب علمی اور فقیر کے لباس مین قندھار مین آیا تھا۔ چونکہ آداب اخلاص مین تو اپنے تئین صادق دکھلاتا تھا اور ہمیشہ خدمات پسندیدہ بجالاتا تھا۔ تجھکو مراتب ومناصب بزرگ پر سربلند کیا۔ ملائی کے پایہ سے سپہ آرائی کے درجہ پر پہنچایا۔ مگر تو تنک حوصلہ تھا کہ ایک ہی ساغر مین بدمست ہوگیا۔ ہم کو خطرہ ہے کہ تجھ سے مفاسد عظیمہ ظہور مین آئینگے جس کا علاج دشوار ہوگا بہتر یہی ہے کہ پھر اپنے فقیری گدڑون مین گوشہ گزینی اختیار کرو۔ علم و نقارہ اور اسباب جاہ وجلال اور اپنے تکبر اور ترفع کے مواد حوالہ کرو اور اپنی اصلاح مزاج مین مشغول ہوتا کہ اس کے بعد جو ہماری رائے مین آئے وہ ہم تیرے لیئے تجویز کرین پیر محمد ایک آزاد مرد تھا اس نے کچھ پروانہ کی خوشی خوشی اسباب امارت واپس بھیجدیا اور شگفتہ خاطر ہوکر عزلت اختیار کی۔ پھر بداندیشون کی کوشش سے بیرام خان نے اس کے ساتھ ایک جماعت کو ہمراہ کرکے قلعہ بیانہ مین بھیجدیا وہان اس نے بعض آدمیون کی معرفت جو شرارت وخبرت مین متوسط الحال تھے سفر حجاز کی راہ حاصل کی اور وہ گجرات کو روانہ ہوا وہ رادھن پور مین پہنچا تھا کہ مرزا شرف الدین حسین واد ہم خان کا خط پہنچا کہ جہان ہو وہین ٹھیر جاؤ۔ آگے نہ جاؤ۔ دیکھو پردۂ غیب سے کیا ظہور مین آتا ہے وہ الٹا پھر کر جھجھار مین مقیم ہوا جب بیرام خان کو یہ حال معلوم ہوا شاہ قلی خان محرم و ادہم خان کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ اس کو گرفتار کرین جب یہ جماعت وہان پہنچی تو طرفین مین جنگ ہوئی اتنے مین رات ہوگئی۔

پیر محمد خان چند آدمیون کے ساتھ بھاگ گیا۔ سارا مال و اسباب اُس کا دشمنون کے ہاتھ آیا۔ القصہ بیرام خان نے اپنی بے پروائی سے حسد پیشون کے اغوا سے اس مخلص کار وان کو ہاتھ سے کھو یا اور اپنے پانوئن مین آپ کلھاڑی ماری۔ بادشاہ اس قضیہ کو اغراض فاسدہ پر مبنی سمجھا اور اس کے بھی مکافات ایزد کارساز کے سپرد کی۔ بیرام خان پر اپنا ملال ظاہر نہین کیا۔ پیر محمد خان کے بعد بیرام خان نے حاجی محمد خان شیبانی کو کہ قدیم نوکرون مین سے تھا منصب وکالت تفویض کیا۔ اگرچہ اس وکالت کا اطلاق اسپر کیا جاتا تھا مگر معنے اس کے شیخ گدائی تھا۔ جو شیخ جمالی کنبوہ شاعر دہلوی کا صاحبزادہ تھا۔ ہمایون کی شکست ثانی کے بعد جب بیرام خان گجرات مین گیا تھا تو شیخ نے اُسکے ساتھ ان ایام غربت مین سلوک کیا تھا اسکے عوض مین بیرام خان نے بھی شیخ کو ہندوستان کے تمام اکابر پر تقدیم دیکر منصب جلیل القدر صدارت کا اس کو دیا تھا۔ اسکے گھر سماع مین جو بڑی پر تکلف و کان تندویر ہوتی تھی خانخانان اور خود شہنشاہ جایا کرتے تھے۔ دنیا عجب مرد افگن بادہ ہے اسنے شیخ کو بھی چت کیا۔ مساکین وضعفاء کے ساتھ توجہ کرنی چھوڑی۔ قدیم خاندانون کی آراضی معاش و اوقاف پر قلم مارنا شروع کیا۔ تکبر کہ قدیم دولتون کا بنیاد افگن ہے تو نئی دولتون کا ذکر تو کیا ہے وہ اختیار کیا اور اپنے تئین اور اپنے مربی کو پایہ والا سے نیچے گرایا اس کا حال آگے پڑھو۔

بادشاہ شکار کھیلنے گوالیار گیا وہان اُس سے شکاریون نے عرض کیا کہ شیخ محمد غوث کے ہمراہ سوداگر بہت گائین آگرہ مین لائے ہین بادشاہ نے حکم دیا کہ قیمت دیکر گائین سوداگرون سے خریدی جائین۔ پھر لوگون نے کہا کہ شیخ محمد اور اُسکے عزیزون پاس سوداگرون کی گایون سے بھی بہتر گائین ہین۔ اگر مراجعت کے وقت اسکے گھر حضور تشریف فرما ہون تو وہ ان گایون کو حضور کی نذر کرے گا۔ آگرہ مین بادشاہ اُس کے گھر گیا۔ شیخ نے اس کے قدمون کو بیرام خان کی آفت کا حرز جانا۔ اور کل اپنی گائین اور گجرات کے بہت سے تحفے تحائف پیش کش مین دیئے اور حلوے اور عطریات حاضر کیئے۔ آخر مجلس مین بادشاہ سے شیخ نے پوچھا کہ آپ نے کسی کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ نہین۔ شیخ نے اپنا ہاتھ دراز کرکے بادشاہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ مادست شما را گرفتیم اُس وقت بادشاہ نے مروت و حیا کے سبب سے

شیخ محمد غوث کے ساتھ بیرام خان کی بدسلوکی ۹۶۷ھ ۱۵۵۹ع

جلد ۹

کچھ نہ کہا مسکرا کر چلا آیا مگر رات کو جب بزم جام و بادہ مرتب ہوئی تو گایون کے لینے پر اور شیخ کی درازدستی پر بڑے قہقہے اُڑے۔ بہ بزیر دلق ملمع کمندہا دارند ؛ درازدستی این کوتاہ آستینان بین۔ شیخ کا بڑا بھائی بہلول (پھول) تھا جس کا ذکر پہلے ہوا ہے کہ مرزا ہندال نے اس کا خون اپنی گردن پر لیا تھا۔ دونون بھائی اگرچہ فضائل و کمالات علمی سے عاری تھے مگر بعض اوقات پہاڑون مین جاکر ریاضات و دعوات اسماء کرتے تھے اور اس کو اپنے جاہ و جلال کی دستاویز بناتے تھے۔ امراء سادہ لوح زودفریب کے وساطت سے سلاطین کی صحبت مین جاتے تھے اور اپنی ولایت کی متاع بیچتے تھے۔ برادر کلان ساری عمر بادشاہ ہمایون کی خدمت مین رہا۔ جب شیر شاہ کا زمانہ آیا تو وہ ہمایون کے خاندان کا دولتخواہ مشہور تھا۔ محمد غوث افغانون کے خوف سے گجرات چلا گیا۔ کہتے ہین کہ صحرا و جنگل مین بارہ برس تک بعض پتی کھا کر زندگی بسر کی غرض وہ بڑا مشایخ ہند مشہور تھا۔ جب شہنشاہ اکبر کی سلطنت ہندوستان مین ہوئی تو دارالخلافہ آگرہ مین وہ خود مع عیال و اطفال کے آیا۔ شہنشاہ خود اس کے گھر گیا ہندوستان مین ائمہ مین نفاق و حسد باہم لازمہ ذاتی ہے شیخ گدائی کو اپنی دوکان پر اسکی دوکان کھلنی گوارا نہوئی۔ بہ نزد خرد این سخن روشن است ؛ کہ ہم پیشہ ہم پیشہ را دشمن است۔ شیخ گدائی بیرام خان کا نفس ناطقہ بن رہا تھا۔ اس نے اس کو ایسا بہکا دیا کہ وہ شیخ سے آشنا نہوا بلکہ مجالس متعدد منعقد کرکے وہ رسالہ پڑھوایا جس مین شیخ نے معراج کا حال لکھا تھا کہ معراج مین مجالست و مکالمت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوئین اور اسی قسم کے عجیب و غریب دعویٰ سادہ لوحون کے دلون کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے کیئے۔ یہ باتین عقلاً و نقلاً مذموم و ملوم تھین۔ اس سبب سے شیخ لعنت ملامت کے تیرون کا چاند ماری بنا۔ وہ ان گستاخیون کا متحمل نہ بنا۔ گوالیار مین جاکر گوشہ نشین ہوا۔ ۱۷ رمضان ۹۷۰ھ کو یہین انتقال کیا۔ کہتے ہین ایک لاکھ ٹنکہ اسکی تنخواہ مقرر ہوئی تھی۔ شہنشاہ اکبر اپنے امراے کے قتل اور مقیدادرذلیل ہونے کو بیرام خاں کے ہاتھ سے دیکھتا تھا اور اسکے مکافات کو خدا کے سپرد کرتا تھا مگر اس کا دل روز بروز اپنے اتالیق کی طرف سے ہٹتا جاتا تھا۔ آدمیوں نے تو ان دنوں میں بے لطفی کرداہی تھی انھوں نے اور بھی اس بے لطفی کو اپنی قد کی حد سے بڑھایا۔ ان

اکثر مضمون سے منتخب التواریخ۔ بادشاہ اور بیرام خان میں بے لطفی

ہاتھیوں کا پہلا واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ کو ہاتھیوں کی کشتی کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ مانکوٹ کے محاصرہ کی دنوں میں بادشاہ
ہاتھیوں کی کشتی کا تماشا دیکھتا تھا دو ہاتھیوں میں لڑائی بڑی دیر تک رہی اور یہ دونوں
ہاتھی لڑتے ہوئے خانخاناں کے خیمہ کے پاس گئے خلایق کا ہجوم اور تماشائیوں کا اژدحام عوام کا
غوغا ہوا۔ اس ہل چل مین کچھ خیمے اکھڑ گئے اس سے خانخانان کو توحش ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ خیمہ گاہ کا بازار
لٹ گیا۔ بیرام خان کو بادشاہ کی طرف سے وہم ہوا کہ شاید یہ کام بادشاہ کے اشارہ سے ہوا کہ میری جان
جائے۔ بعض فتنہ انگیزون نے اسکی تصدیق کرکے اسکی پریشان خاطری کو اور بڑھایا کہتے ہین کہ خانخانان ان
دنون کچھ بیمار تھا کئی دنبل نکل آئے تھے صدمہ جسمانی پر یہ آفت روحانی اور آئی اُس نے اپنے محرمونکی معرفت
ماہم آنگہ کے پاس پیغام بھیجا کہ مین نے بادشاہ کی کوئی تقصیر نہین کی۔ دولتخواہی کے سوائے کوئی امر ظہور
مین نہین آیا۔ فتنہ سازون نے کس طرح کوئی میرا گناہ ثابت کیا جو اس بے عنایتی کا سبب ہو کہ مست
ہاتھیون کو میرے خیمہ مین گھسادیا۔ ماہم آنگہ نے اس کو ایسی باتین تسلی بخش لکھین کہ جس سے اسکی شورش خاطر
کم ہوئی۔ خافی خان لکھتا ہے کہ بادشاہ نے امیر کبیر شمس الدین خان کو خانخانان کے تسلی کے واسطے بھیجا اور
بہت قسمین کھاکر کہا کہ ہاتھی اسطرف اتفاقیہ چلے گئے تھے۔ فیلبانون کو بھیجدیا کہ جو وہ چاہے ان کو سزا دے
بیرام خان کی جو کم بختی کے دن آئے ہوئے تھے اس نے ہاتھیون کو جو بادشاہ کے شوق کی چیز تھی خواہ مخواہ
امیرون مین تقسیم کرکے فیلخانہ خالی کرنا شروع کیا جس سے بادشاہ آزردہ خاطر ہوا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے
کہ ایک دفعہ بادشاہ کا ہاتھی بدمست ہوکر فیلبان کے بس کا نہ رہا۔ اس نے بیرم خان کے ہاتھی کو جاکر ایسا
مارا کہ اسکی آنتین نکل پڑین۔ بیرام خان نے غصہ مین آن کر فیلبان کو مار ڈالا۔ یہ ادب و اخلاص سے بعید تھا
اسپر ارباب خبرت نے بڑی نفرین کی اور اس سے زیادہ عجیب واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ کا ایک ہاتھی بدمست
ہوکر دریائے جمن مین چلا گیا وہان بیرام خان کشتی مین بیٹھا ہوا سیر کر رہا تھا۔ یہ ہاتھی کہ فیلبان کے بس مین
نہین رہا تھا بیرم خان کی کشتی کیطرف لپکا جس سے خانخانان پر حالت غریب طاری ہوئی۔ پھر فیلبان
فیل پر غالب ہوا اور بیرم خان کو اس حیوان کے آسیب سے بچایا۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو باوجود
بیگناہی کے فیلبان کو باندھ کر بیرام خان کی دلجوئی و دلدہی کے لیئے اُس پاس بھیجدیا۔ بیرام خان نے

کہ ادبار آگیا تھا اس فیلبان کو قتل کیا۔ کچھ خیال نہین کیا کہ یہ پادشاہ کا فیلبان ہے اور پادشاہ نے اپنی مردمی کے سبب سے اسے بھیجا ہے قطع نظر اس سے اسنے یہ نہ جانا کہ بدمست پہ گرفت خصوصاً اس حیوان بدمست پر۔ یہ حیوان عظیم جب بدمست ہوتا ہے توکسی کے بس کا نہین ہوتا۔

پادشاہ اور بیرام خان کی باہم ناراضی کا علانیہ اظہار و پادشاہ کی خودمختاری کا اشتہار سنہ ۵ جلوس ۹۶۷ھ

بیرام خان کی مردانگی اور فرزانگی مین کس کو کلام ہے۔ پادشاہ کے ساتھ جو عقیدت اور اخلاص اسکو تھا اسمین کون شبہ کرسکتا ہے مگر اسکے ادبار کا زمانہ جو آیا تو ایسی نامستحسن حرکات اس سے سرزد ہونے لگین کہ پادشاہ بھی اسکی تندمزاجی اور خودمختاری سے عاجز ہوگیا۔ امرا چغتائیہ بھی اسکے تحکم کے متحمل نہو سکے اُدھر بیرام خان اور اسکے مصاحب وُلی بیگ اور شیخ گدائی کنبوہ پادشاہ کے مخالف ہوئے اِدھر پادشاہ اور بعض اسکے مصاحب بیرام خان کے زوال کی تدابیر سوچنے لگے۔

خدا تعالیٰ کی حکمتین تو خدا ہی جانتا ہے مگر اسکی مصلحتین تھوڑی سی عاقل بھی پہچانتا ہے۔ یہ قدیم سے رسم چلی آتی ہے کہ جب کوئی شخص اندوہ دراز مین گرفتار ہوتا ہے تو اس سے پہلے چند امر ایسے ایسے صادر ہوتے ہین کہ ان مین خدا تعالیٰ کی رضامندی نہین پائی جاتی۔ آدمی جب عالم اسباب مین اپنے جمال کا جلوہ دکھائے تو خرد کی کہ سب سے زیادہ بزرگ عطیہ الٰہی ہے پیروی کرکے ایسے کام کرے کہ جس سے استرضاء الٰہی ہو اور ہرگز اس کو معطل و ہرزہ نہ کرے۔ اوّل ان آدمیون کو کہ مشغلے بہت رکھتے ہین یہ اہتمام کرنا چاہیئے کہ اپنی صحبت مین خوشامد گویون کو کمتر دخل دے اگر زمانہ کی وضع احتراز کلّی دشوار کرے تو ناگزیر از روی بصیرت و بصارت ایک دو ملازمون اور آشناؤن کو چن لے کہ وہ خلوتون مین کلمۂ حق کو سُناتے رہین سچی بات تو بہت تلخ ہوتی ہے اور اکثر طبیعتون اور مزاجون کو ناگوار گذرتی ہے۔ خوشامد گویون کی کثرت ہوتی ہے اور افزون مشغلہ کو حق و باطل کی اور صواب و خطا کی تمیز کے لیے فرصت ہوتی ہے اور بادہ کامروائی ہوش ربا ہوتا ہے۔ ہزارون کامرواؤن مین ایک ایسا ہوتا ہے کہ فراخ حو

کے سبب سے مایۂ ہوش کو برجا رکھے۔ زمانہ گذشتہ کو دیکھئے کہ فرمانروایون کی بے توجہی سے خوشامدگویون نے کسقدر گھر اور خاندان خراب کئے ہین۔ کارخانہ انتظام عالم بین خوشامد ناگزیر ہے لیکن اسقدر کہ عقل کے نزدیک مستحسن ہو اور یہ اسپر منحصر ہے کہ اصولی معاملات مین کوئی امر فروگذاشت نہو اور عقل گرہ کش کو یکبارگی ہاتھ سے نہ دے کہ خواہش و غضب کہ عدو کے فرمان بر ہونے چاہئین بے پروائی سے فرمان روا ہو جاتے ہین۔

قطعہ

چاہ است و راہ و دیدۂ بینا و آفتاب	تا آدمی نگاہ کند پیش پائے خویش
چندین چراغ دارد و بے راہ می رود	بگذار تا بیفتد و بیند سزای خویش
دشمن بدشمن آن نہ پسندد کہ بیخرد	با نفس خود کند بمراد ہوای خویش

بیرام خان اپنے تئین معاملہ دانی و عقیدت و اخلاص بادشاہی مین یگانۂ روزگار جانتا تھا اور خوشامدگویون کے ہجوم نے یہ عقیدہ اپنی ذات کی نسبت پیدا کر دیا تھا کہ بغیر اسکے بحالت ہندوستان کا انتظام نہین ہو سکتا اس لیئے وہ تیرہ رائے کوتاہ بین ہم صحبتون کے سبب سے بیراہ جاتا تھا اور اپنے اعمال سے خجالت زدہ ہوتا تھا۔

ہمایون نے بیرام خان کو شہنشاہ اکبر کا اتالیق بنایا تھا یہ نوجوان سعادتمند اس کو اپنی محبت کے سبب سے خان بابا کہتا تھا اس سبب سے اسکی حرکات ناشائستہ بہت درگذر کرتا تھا۔ مگر جب یہ کام اندازہ سے باہر ہو گیا اور ولی بیگ ذوالقدر شیخ گدائی کنبوہ کی خوشامدگوئی سے بیرام خان نے خیالات خام پکانے شروع کیئے۔ پادشاہ اسپر مطلع ہوا تو اُس نے یکجہت اخلاص منشون مین جیسے کہ ماہم آنگہ۔ کہ عقل و تدبیر و اخلاص مین یکتا تھی و ادھم خان و مرزا شرف الدین حسین اور اپنے قریب کے آستان نشینون کی جماعت مین راز سربستہ کو کھولا کہ بیرام خان کو اور اسکے خوشامدگویون کی مجلس کو سزائے لایق دے اور خواب غفلت سے بیدار کرے اور خود اورنگ آرائی کرے احوال یہ مشہور بیانہ ہین ہوا جہان وہ شکار کو گیا تھا۔ ہر نوجوان پادشاہ کے گرد ایسے آدمی ہوتے ہین کہ جنکو ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر شاہانہ اختیارات سوائے پادشاہ کے کسی اور کے ہاتھ مین ہونگے تو وہ

پادشاہ کے اوران کے اپنے حق مین زہر ہون گے۔ ان آدمیون کے اس خیال کے وجود کی تحقیق کی ضرورت نہین اکثر وہ اپنی خودغرضی پر مبنی ہوتی ہین اور شاذونادر وہ بغیر اپنی کسی خودغرضی کے نوجوان پادشاہ کے خاص اخلاص کے سبب سے ہوتی ہین جن کو وہ چاہتے ہین کہ اپنے اختیارات شاہانہ کو جس کا وہ مستحق ہے کام مین لائے۔ شہنشاہ اکبر کے پاس بھی ایسے آدمی تھے جنسے اس نے اپنا راز کہا۔ ان پادشاہ قلیون کا زمانہ بھی بیرام خان کے ہاتھ سے ایسا ہی تنگ تھا جیسا کہ خود پادشاہ کا تھا۔

اس وقت مین کہنے اخلاصی کی باد سموم کا طوفان چل رہا تھا تھوڑا سا اخلاص بھی بہت معلوم ہوتا وہ اس اندیشۂ صواب مین اہتمام کرنے لگے۔ ماہم آنگہ نے یہ راز سربستہ شہاب الدین احمد خان کو لکھا وہ دہلی کا حاکم تھا اور رائے وتدبیر وحق شناسی مین ممتاز تھا۔

اس کام کے ارادہ سے دارالخلافہ آگرہ سے ۲ جمادی الاخری سنہ ۹۶۷ کو پادشاہ نے کوچ کیا اور ظاہر یہ کیا کہ مین کول شکار کھیلنے جاتا ہون۔ دریائے جمن سے عبور کیا تو مرزا ابوالقاسم پسر مرزا کامران کو اس شکار مین کہ صید مقصود ہاتھ لگے بلا لیا اسکی طرف ہمیشہ بیرام خان کو تعلق خاطر اور توجہ باطنی تھی اسکی مجلس مین بداندیش اسکو پادشاہ بنانے کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہ اس کا بلانا عقل دوربین کا کام تھا کہ کور باطنون کے ہاتھ مین عناد وفساد کا عصا نہ رہے۔

پادشاہ جلیسر مین آیا اور سکندرہ کی طرف کوچ کیا کہ محمد باقی بقلانی سے کہ ادہم خان کا خسر تھا ماہم آنگہ نے بلا کر محرم راز کیا۔ مگر اس فرومایہ نے اس خبر کو بیرام خان تک پہونچایا مگر بیرام خان نے اسکی بات کو بے وقعت جان کر کچھ خیال نہ کیا۔ پادشاہ شکار کھیلتا ہوا کول مین آیا ماہم آنگہ نے ارادہ کیا کہ پادشاہ کو دہلی لے چلون وہان پادشاہ کی والدہ مریم مکانی اور اُس کار شناس دار شہاب الدین احمد خان ہے وہان جو صلاح ومشورہ باہم ہو اُس پر عمل ہو۔ غرض یہ سوچ سمجھکر اسنے پادشاہ سے عرض کیا کہ دہلی مین حضور کی والدہ کی دشمنون کی طبیعت خراب ہے اور آپ کے دیدار کے لیئے بیتاب ہین۔ یہ سُنکر پادشاہ کو تاب نہ رہی وہ فوراً دہلی کو روانہ ہوا۔ خورجہ مین شہاب الدین احمد خان مع اپنے بھائیون اور خویشون کے

پادشاہ کا دہلی مین آنا سنہ ۹۶۷ھ

استقبال کے لیئے حاضر ہوا۔ اب ماہم آنگہ اُدراُس کا داماد شہاب الدین احمد ایک سے دو ہوئے پادشاہ ۲۸ جمادی الاخری ۹۶۹ سنہ کو دہلی مین آیا۔ ماہم آنگہ پادشاہ کو سمجھاتی تھی کہ پادشاہ پادشاہ نہین۔ سارے پادشاہی اختیارات بیرام خان کے ہاتھ مین ہین۔ کوئی پادشاہ بغیر اختیار کے نہین ہوتا۔ یہان یہ غضب ہے کہ پادشاہ بھی بیرام خان کے اختیار مین ہے۔ ایک دن ماہم آنگہ اور اس کے ہمدمون کی جماعت ترسان لرزان اشک ریزان پادشاہ سے عرض کرنے لگی کہ جس وقت بیرام خان کو معلوم ہوگیا کہ ہم دہلی مین حضور کو لے گئے تو وہ ہم کو زندہ نہین چھوڑے گا بیسہ پر رکھہ کر بوٹیان اڑائیگا۔ پھر بادشاہ بھی اُس کا کچھ نہ کرسکے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ حضور ہم کو حج جانے کی اجازت دین۔ یہان ہم حضور کی بہت خدمت کرچکے ہین اب وہان خدا کے گھر مین آپکے لیئے دعا مانگین گے پادشاہ بھلا اس اپنی پیاری انّا کی جدائی کو کب گوارا کرسکتا تھا۔ مگر خان بابا کے حقوق کو بھی یکلخت دل سے نہین مٹا سکتا تھا اور معزول نہین کرسکتا تھا اس لیئے اس نے بیرام خان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مین دہلی مین اپنے ارادہ سے اپنی مان کی عیادت کو آیا ہون اسمین شہاب الدین احمد اور ادہم خان اور ماہم انگہ کا دخل کچھ نہین ہے۔ ان کو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے۔ ایک استمالت کا خط لکھ بھیجو کہ خاطر انکی مطمئن ہو اس فرمان کا بھیجنا تھا کہ خانخانان کے دشمنون کی بن آئی اُنھون نے اوپر اوپر جھوٹی سچی خبرین اڑائین۔ اور وقوعی اور غیر وقوعی باتون سے طرح طرح کی قسمین کھاکر اور شہادتین دیکر پادشاہ کی طبیعت کو خانخانان سے بالکل منحرف کیا۔ جب بیرم خان پاس پادشاہ کا پیغام پہونچا تو وہ بہت سٹ پٹایا۔ اُسکے جواب مین بہت معذرت قسم مغلظہ کے ساتھ کی اور اپنے دو دوستون اور حاجی محمد خان کے ساتھ قرآن شریف بھی بھیجا اور عرضداشت لکھی کہ خدا میرا منہ کالا کرے اگر کبھی مجھ خیر خواہ کے دل مین پادشاہ کے دلی نیک خواہون کی طرف سے بدی آئی ہو مگر اس کا کام بگڑ چکا تھا۔ پادشاہ نے نہ قسم کو نہ معذرت کو سُنا نہ قرآن شریف کا خیال کیا بلکہ حاملان عریضہ کو بھی واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ پادشاہ نے اپنی عقل سے اور مخلصون کی رہنموئی سے اپنے مخصوصون اور قدیمی متعلقین کو مناشیر بھیجدیئے کہ بیرام خان نے ہجوم مشاغل دنیوی کے سبب سے

راہ سداد سے انحراف اختیار کیا اس لیے وہ ہماری نظر سے گر گیا۔ ہم دہلی مین چلے آیے۔ جو شخص کہ ہم سے اخلاص رکھتا ہے یا معاملہ فہم ہے اور نجات اپنی چاہتا ہی اور اپنا مقصد حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس فرمان کے پہونچتے ہی ہماری خدمت مین حاضر ہو کہ ہر شخص کو مراتب والا اور منصب گرامی سے ہم سرافراز کرین کہ یہ ہمارے زمانہ اختیار کا آغاز ہے۔

شمس الدین خان انگہ کو جو بہیرہ مین تھا لکھا کہ جب فرمان کے مضمون سے مطلع ہو تو لاہور پر آن کر متصرف، اور شہر کو میر خان محمد کلان کو سپرد کر کے بہت جلد ہمارے پاس حاضر ہو۔ اُس نے حکم کی تعمیل کی۔ اب منعم خان کو کابل مین بھی فرمان گیا۔

شمس الدین خان محمد انگہ جب پادشاہ کی خدمت مین آیا تو اس کو بیرام خان کا علم و نقارہ و تمن و توغ عنایت ہوا اور پنجاب کی حکومت و حراست تفویض ہوئی۔ تھوڑے زمانہ مین دور و نزدیک کے کان مین بیرام خان سے پادشاہ کے تغیر مزاج کا آوازہ پہنچ گیا تو تمام امیر و منصب دار بیرام خان کو چھوڑ چھوڑ کر پادشاہ کی خدمت مین آنے لگے۔ بادشاہ کی بھلائی کو تو کیا برائی کو بھی بیرام خان کی بھلائی سے اچھا جاننے لگے اسکی سخت گیری اور ناخدا ترسی کے آگے پادشاہ کی برائی کی کچھ اصل نہ سمجھتے تھے۔ سب سے اول اس سے قیا خان گنگ جدا ہوا۔ بادشاہ کی ناراضی کے آثار کے ظاہر ہوتے ہی کوئی پایہ کا آدمی بیرام خان کا طرفدار نہ رہا۔

بیرام خان گو بڑا عاقل تھا مگر ایسا غافل ہوا کہ دارالخلافہ آگرہ سے دارالسلطنت دہلی تک پادشاہ شکار کھیلتا گیا اور یہ نہ سمجھا کہ وہ مجھے شکار کر رہا ہی میرے اقبال کو برعکس کر کے لا بقا بنا رہا ہی وہ اس فارغ دلی و آزاد خاطری سے اپنے استقلال کا دم مارتا تھا اور غرور کے نشہ مین مست ایسا تھا کہ اگر اس قسم کی باتین سنتا تو وہ باور نہ کرتا۔ اگر ان کے سچے ہونیکا خیال دل مین کچھ آتا تو اپنے پندار مین ایسا گرفتار تھا کہ انکی کچھ وقعت نہین کرتا تھا۔ ابتک وہ پادشاہ کو لڑکا اور شاگرد اور اپنے تئین خان بابا اتالیق سمجھتا تھا۔ یہ نہین جانتا تھا کہ شاگرد اس کا اُستاد ہو گیا ہے۔

کس نیاموخت علم تیر از من ؛ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد۔ اس کا وہ آقا بنا چاہتا ہے۔

جسوقت کہ پادشاہ کے فرمان امرا پاس پہنچے اور نزدیک و دور خبر ہوگئی کہ پادشاہ بیرام خان سے ناراض

ہوگیا تو اس کو یقین ہوا کہ اس بار پادشاہ کا شکار دوسری طرز پر ہوا ہے کہ مجھے نظر سے گرا کر خود کارخانہ سلطنت کے انتظام پر متوجہ ہوا ہے۔ اس نے مرزا قاسم خان کی خبر پوچھی مگر وہ یہاں کہاں تھا پادشاہ پاس تھا۔ ناگزیر حیلہ و تدبیر کرنے لگا۔ پادشاہ کی خدمت میں محمد خان و حاجی محمد خان سیستانی و خواجہ امین الدین محمود کو روانہ کیا کہ اس کی نہایت لوازم فروتنی و نیازمندی کو بجا لائیں اور تقصیرات کا عذر کریں اور چرب زبانی سے کام بنائیں۔ جب پادشاہ پاس یہ لوگ آئے تو پادشاہ کی باتیں وہ ہوش افزا سنیں کہ نہایت شرمندہ و سرافگندہ ہوئے اور اُن کے جواب دینے میں اپنی مصلحت نہ سمجھی۔ بادشاہ نے ان کو رخصت بھی نہ کیا۔ ان لوگوں کے لکھنے سے اور اپنے متعلقین کے متفرق ہونے سے بیرام خان سراسیمہ ہوا۔ سر رشتۂ تدبیر اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ دل میں بہت سی تدبیریں سوچیں ان میں اس تدبیر کو مقدم جانا کہ چل کر بادشاہ کے قدموں میں گرے اور روئے پیٹے اس طرح اپنا علاج کرے۔ جب اس حقیقت حال کو ہوشمند خبرداروں نے پادشاہ کے کانوں میں پہونچایا تو ایک جماعت نے یہ رائے دی کہ خواہ کسی طرح بیرام خان آئے اُسکا آنا خدشہ و فریب سے خالی نہ ہوگا پہلے اس سے کہ وہ یہاں دہلی میں آئے پادشاہ کو لاہور لے چلئے اور اسکی ملاقات پادشاہ سے نہونے دیجئے! ابھی جنگ ظاہری کا اسباب مہیّا نہیں ہے معلوم نہیں ملاقات کے بعد کیا صورت پیش آئے۔ اگر بیرام خان لاہور میں آئے تو کابل میں پادشاہ کو لے جاے دوسری جماعت کہتی تھی کہ کہیں نہ جائیے خوب جنگ کیجئے۔ پادشاہ نے بھی سوچ بچار کر کے بنرد و کارزار پر اپنی رائے کو قرار دیا۔ ترسون محمد خان و میر حبیب اللہ کو بھیجا کہ بیرام خان کو آنے سے منع کریں اور لکھ دیں کہ ابکی دفعہ اس سے میں نہیں ملونگا خواہ کیسے ہی دوستی کے لباس میں وہ آئے۔ جب یہ تدبیر نہ چلی تو بڑا تردد و اندیشہ ہوا۔ اگرچہ ولی بیگ و شیخ گدائی اس کو صلاح دیتے تھے کہ پہلے اس سے ہجوم علام ہو اپنا کام دلخواہ کر لینا چاہیئے لیکن کبھی اسنے یہ ارادہ نہیں کیا کہ اپنے آقا کے فرزند پر تلوار اُٹھائے اسکو شرم آتی تھی کہ جسکی ہواخواہی کا اظہار زبان سے ساری عمر کیا ہو اب اس سے پیکار کیجئے۔ ابتک اس کو یہ خیال چلا جاتا تھا کہ بغیر اسکے ممالک ہندوستان کا انتظام نہیں ہوگا اس لئے بہتر ہے کہ دوستی کے لباس میں دشمنی کیجئے کہ دفعتہً بدنامی جاودانی کا داغ پیشانی پر نہ لگے کبھی اسکو یہ سوجھتی تھی کہ مالوہ کی تسخیر کے لیے بہادر خان کو بھیجا ہے

اس کو تو ولشکر لے جا کر فتح کیجئے اور وہان آرام کر کے فرصت کار کی طلب مین رہیئے - بعض اوقات
اس کا اندیشہ یہ جولانیان کرتا تھا کہ دارالخلافہ آگرہ کو چھوڑیئے اور سنبل کی راہ علی قلیخان کو اپنے ساتھ
متفق کیجیئے اور افغانون کے ملک مین آن کر چند روز رہیئے اسباب جمعیت وہان سرانجام دیجیئے
کبھی تجرد کو اپنے ساتھ انتساب کر کے کہتا تھا کہ مدت سے میرا ارادہ تھا کہ ترک و تجرید کو اختیار کر کے
باقی عمر کو اماکن شریفہ و عتبات علیہ مین بسر کیجیئے - ان دنون مین بادشاہ خود انتظام ممالک مین مصروف
ہوا ہے اس سے بہتر کیا توفیق ہو گی کہ اپنی نیت کو قوت سے فعل مین لاؤن اور بادشاہ سے اسکی
درخواست کرون - اسنے اپنے اسی ارادہ کو مصلحت جانا اور بہادر خان کو جو مالوہ کی طرف متوجہ تھا
اُلٹا بُلا کر بادشاہ پاس بھیجا کہ آہنگ تجرد اس کا سب کے نشان خاطر ہو جائے - ظاہر مین یہ حج کی نیت
تھی مگر باطن مین کچھ اندیشی تھی - اول اسکندر خان کے بیٹے کو غازی خان کے ہمراہ رخصت کیا کہ وہان
ممالک محروسہ مین شورش برپا کرے اور اطراف مین مکاتبات پنہانی بھیجکر خود الور گیا کہ وہان سے اہل و عیال کو
لیکر پنجاب کی جانب جائے اگر کام مدبیر سے نہ بن پڑے تو ریاست کا سامان درست کرے کہ وقت منازعت کام آئے -

بادشاہ کا فرمان خانخانان کے نام

جب بیرم خان کے اس اندیشہ نادرست کی خبر بادشاہ کو ہوئی تو اسنے یہ فرمان جو پندنامہ ہوش افزا ہی
بیرام خان کو لکھا کہ تم نے ایک جماعت سے جو اس تمہاری رنجش و آزار کا سبب ہوئی ہے مشورہ کر کے
مآل و حال کا ملاحظہ نہ کیا اور ان کے بہکانے سے ولایتون کے برہم کرنے کے درپے ہوئے - اسکندر کے
بیٹے اور غازی خان کو روانہ کیا کہ ملک مین شورش مچائین - مہدی قاسم خان کو مکتوب لکھکر اسکے دیوان
مبارک کے ہاتھ بھیجا کہ لاہور کیطرف ہم آتے ہین - قلعہ کو نگاہداشت کرو اور کسی اور کو نہ دے دینا - تاتار خان
پنج بھیّہ کو بھی پیغام دیا ہے اور اطراف و جوانب مین خبرین بھیجی ہین کہ ہر طرف سے خلل پیدا ہوا اور خود الور گیئے
ہو کہ وہان سے لاہور جاؤ - اگرچہ ہم کو یقین ہے کہ ان امور کی ابتدا تم سے خود نہین ہوئی کسی اغوا اور ضلالت
کے باعث ہوئی ہو گی جس سے جہات کی نوبت یہان تک پہنچی ہے اب تم آپ ہی کہو کہ یہ کیا صورت ہی
کہ تم نے چالیس برس تک بطریق اخلاص و ارادت کی اور طرح طرح کی عنایت و رعایت حاصل کر کے
عزت و دولت کی منتہا پر پہونچے - تمھارا نام ہمارے دودمان عالی شان کے اکرام و احسان کے سبب سے

اکثر معمورۂ عالم مین کمال صدق واخلاص سے مشہور ہوا اس آخر عمر مین بغاوت کرتے ہوا پنے خدا سے اس
معاملہ مین نہین شرم کرتے باوجود اس رنجش وآزار اور امور نامناسب وناہموار کے ہم ابتک تمھاری خاطر
کو عزیز رکھتے ہین اور تمہاری خیریت چاہتے ہین۔ ہماری اور تمہاری ملاقات مین تاخیر وتوقف واقع
ہوگیا ہے۔ اگر تمھارے لیئے ان حدود مین کوئی سرحد اور ولایت ہم مقرر کردین تو ارباب غرض پھر
اس طرح کی باتین کرین گے کہ جن سے تمہاری خاطر آزردہ ہو اس لیے ہمارے نزدیک مناسب یہ ہے کہ
جیسا تم نے عرضداشت مین درخواست کی ہے کہ حرمین شریفین کے طواف کا ارادہ ہے پس اس نیت پر
عازم جازم ہوکر متوجہ ہو۔ اپنے آدمی بھیجدو کہ جو کچھ ہم کو نذر کرنا ہو وہ آگر سہرند ولاہور سے لے جائین اور
تمھارے پاس پہنچادین۔ جب حج کرکے ہمارے پاس آؤگے تو ہم تم سے بہت اچھی طرح ملین گے اور جو تم
چاہوگے اس مین ہم مضائقہ نہین کرینگے اور تمھاری خدمات سابقہ کو ملاحظہ کرکے پیشتر سے بیشتر خاطر جوئی
کرینگے۔ ارباب غرض کے کہنے سے تم منحرف ہوکر بدنام نہو۔ ہماری بدولت مقاصد دنیوی کی نہایت پر
پہونچے ہو۔ ہماری دلالت سے سعادت اخروی سے بھی بہرہ ور ہو۔ مگر بیرام خان نے اس فرمان پر کچھ لحاظ نہین
کیا۔ ماہم انگہ اپنی عقل سے مہمات کا انتظام کرتی تھی۔ اس نے شہاب الدین احمد خان وخواجہ جہان کو اپنا
پیش دست بنایا تھا۔ جو امراء بادشاہی آس پاس آتے تھے اُن کو دلاسا دیتی تھی اور جمہور خلایق کی دلدہی کا
سامان کرتی تھی۔ روز بروز اطراف مملکت سے امراء اور یکہ جوانان چلے آتے تھے اسنے مصلحت ملکی اور معاملہ
نافہم ظاہر پرستون کے لیئے بہادر خان برادر علی قلیخان منصب بزرگ وکالت کا پادشاہ سے دلادیا اس پر
فہم پیشہ معاملہ دان کام کی کنہ کو تو پہونچے نہین تھے زبان درازی کرنے لگے کہ اس وکالت کے مہم خطیر
وامر عظیم کے واسطے وقوف کامل وتجربہ تام ودیانت وافر وحوصلہ فراخ وکد فراوان درکار ہے اور ان صفات
کے ساتھ کمال آزادگی بھی ہونی چاہیے کہ اپنے سود وزیان سے درگذر کرکے اپنی ہمت اپنے صاحب کی
مزید کار مین مصروف ہو۔ اگر اپنے ولی نعمت کا کام اس شخص سے نکلتا ہو کہ جس نے اسکے باپ کو مارا ہو تو
اس کے رواج کار مین کوشش کرے خلوق کے ساتھ اس کا طریقہ صلح کل ہو پادشاہ جو ہوتا ہے خدا اس کو
ہزارون آمیون مین سے منتخب کرکے اہل عالم کو اس کے سپرد کرتا ہے۔ طوائف متلونہ وطبقات ملل ونحل

اسکی راے زرین کے مفوض کرتا ہے۔ اگر اس پادشاہ کا وکیل ایسے خدیو کا نشان نہو تو نظام عالم کیسے ہو سکتا ہے۔ مذاہب مختلفہ وادیان متنوعہ جن کے اختلاف وافتراق مین حکمت بالغۂ الٰہی ہی کیسے رفاہیت پا سکتے ہین۔ مگر نفس امر مین یہ بات آدمیون کی نافہمیدگی سے تھی۔ کیونکہ یہ امر ستعار ظاہر بینون کی مصلحت پر مبنی تھا اور اس سے اس شورش کا دفع کرنا مقصود تھا کہ ترکان سادہ لوح کی ایک جماعت نے قیا خان گنگ و سلطان حسین جلائر و محمد امین دیوانہ کے سانحہ اتفاق کر کے شہاب الدین احمد خان وخواجہ جہان اور اس قسم کے آدمیون کا قصد کیا تھا اس سبب سے پادشاہ نے ان فتنہ اندوزون کی آشوب کی آگ بجھانے کے لیے منصب وکالت بہادر خان کو دیدیا۔ قیا خان کو قدیم خدمات مستحسن کے سبب سے بہرائچ اور اسکی حدود دیدین۔ محمد امین دیوانہ بھاگ کر صحرا مین آوارہ ہو گیا۔ جب ان بد اندیشون کے ہنگامہ مین سنگ تفرقہ پڑا تو بہادر خان کو مالوہ جاگیر مین دے کر رخصت کیا۔ ان دنون مین بہادر خان پر رسم وکالت کا اطلاق ہوتا تھا مگر معنے اس خدمت کے ماہم انگہ پر صادق آتے تھے وہی وکالت کرتی تھی۔ اے ظاہر پرست صورت کو کیا دیکھتا ہے اس کار شگرف مین خرد اور حوصلہ کی ضرورت ہے یہ دونو صفت ماہم انگہ پر ختم تھین ع

اے بسا زن کہ بہ نہد گام خرد مردانہ

بیرام خان کی کوئی تدبیر درست نہ بیٹھتی تھی دو شنبہ ۱۲ رجب کو دار الخلافہ آگرہ سے الور کی طرف چلا راستہ مین بیانہ مین اُسنے شاہ ابو المعالی و محمد امین دیوانہ کو کہ فتنہ و فساد کے دور کرنے کے لیئے قلعہ بیانہ مین مقید کیئے گئے تھے چھوڑ دیا۔ ظاہر مین تو اُن سے یہ کہا کہ پادشاہ پاس جاؤ مگر رہائی سے مقصود اصلی یہ تھا کہ فتنہ برپا کرین۔ جب پادشاہ کو بیرام خان کی آگرہ سے الور کیطرف روانہ ہونے کی اور وہان سے پنجاب کی طرف جانے کی خبر ہوئی تو پادشاہ کی یہ راے ہوئی کہ دار الملک دہلی سے چلکر حدود ناگور مین قیام کیجیے کہ بیرام خان کے اس حدود مین پاؤن نہ جمین اور اگر ممالک پنجاب مین جانے کا قصد کرے تو سد راہ ہو سکا جائے۔ جمعہ ۲۲ رجب کو پادشاہ نے دہلی سے کوچ کیا۔ پھر احتیاطاً میر عبد اللطیف قزوینی کی معرفت یہ مواعظ اپنی طرف سے لکھکر بیرام خان کو بھیجا کہ اسنے میرے خان بابا تھا سے

حقوق خدمت و حقائق عقیدت سب میرے دل پر منقش ہین اور جہان مین وہ مشہور ہین مین لڑکا تھا لڑکپن کا مقتضا یہ تھا کہ مین سیر و شکار مین مصروف رہتا تھا اور سارے مہمات سلطنت اور انتظام تم کو سپرد کر رکھا تھا جو اب تک تم نے چاہا وہ کیا - مین نے اس مین کچھ دخل نہین دیا - اب میرا ارادہ ہے کہ خود کاروبار جہانبانی اور معدلت گستری کرون - اب تم جیسے خیر خواہ خردمند کو چاہیئے کہ اس بات کو عطیات آلہی سے سمجھکر خدا کا شکر کرو اور کچھ عرصہ کے لیئے مہمات دنیا کے شغل سے دل اُٹھا کر حج کو جاؤ - خلا و ملا مین تم ہمیشہ سعادت حج کا شوق ظاہر کیا کرتے تھے - ہندوستان مین جسجگہ اور جسقدر چاہو جاگیر لے کر اور اسکے محاصل کو اپنے آدمیون کی معرفت اُگھوا کے فصل بہ فصل سال بسال اپنی سرکار مین منگالو -

جب پادشاہ جھجھر مین ۱۲ رجب کو آیا تو بیرام خان کی رہ گذر روکنے کے لئے خود اپنا جانا پادشاہ نے مناسب نہ جانا - ادہم خان ۔ شرف الدین حسین مرزا ۔ پیر محمد خان - شاہ بداغ خان و مجنون خان اور ایک جماعت کو ناگور کیطرف روانہ کیا کہ اگر بیرام خان واقع مین سفر حجاز کا قصد نہ کرے اور اس سفر کی شہرت دینے سے یہی غرض ہو کہ دھوکہ دے کر پنجاب چلا جاؤن اور وہان شورش برپا کرون تو اُسکو یہ لشکر سزا دے اور نہین تو اہتمام کر کے اُس کو ممالک محروسہ سے باہر نکال دے - ناگور اور اُس کے حدود مرزا شرف الدین حسین کو حوالہ کیئے - امراء عظام اس خدمت کے اہتمام مین آئین شائستہ کے ساتھ مصروف ہوئے اور خود بادشاہ چارشنبہ ۱۱ شعبان کو دہلی مین آگیا - بیرام خان سرکار میوات مین تھا کہ بادشاہ کی فوج کے آنے کی خبر اس کے لشکر مین منتشر ہوئی دفعتہً اسکے ہنگامہ کی رونق دور ہوئی سوائے ولی بیگ اور اسکے دو بیٹون حسین قلی بیگ و اسمعیل قلی بیگ کے کہ بیرام خان کے خویش تھے و شاہ قلی خان محرم و حسین خان اور چند اور آدمیون کے کوئی آس پاس نہ رہا - ساری سپاہ اسکی فوج فوج بن کر پادشاہ پاس جانی شروع ہوئی -

پادشاہ کا لشکر اُسکی طرف جب فوج فوج چلا تو اُسنے دیکھا کہ اب مجال توقف نہین ہے دل سے ریاست کا خیال دور کر کے ایک عرضداشت بھیجی کہ جسمین طرح طرح سے نیازمندی اور عذر خواہی کی اور جدائی کا افسوس ظاہر کیا

۹۶۶ھ بادشاہ کا دہلی مین آنا اور لشکر کا بیرام خان کی راہ روکنے کو بھیجا جانا

اور حرمین شریفین کی زیارت کے لیے رخصت مانگی) اور چند فیل و تمن و توغ و علم نقارہ و سائر ادوات امارت کو حسین قلی بیگ کے ہمراہ بھیجدیا امراء کو لکھدیا کہ آپ میری طرف کس لیے تصدیع فرماتے ہین میرا خود دل دنیا اور اس کے کاروبار سے سرد ہو گیا ہے۔ اسباب ریاست پادشاہ پاس بھیجدیا ہے امراء اس دم مین آن کر پھر گئے حسین قلی دہلی مین پادشاہ پاس آیا اور خلق مین مشہور ہو گیا کہ بیرام خان حج کو گیا شیخ گدائی پادشاہ کی خدمت مین آیا۔ اگرچہ لائق سیاست تھا مگر پادشاہ نے اسپر مرحمت فرمائی اس عرصہ مین ناگاہ یہ شہرت و افواہ ہوئی کہ بیرام خان پنجاب کے صوبہ کیطرف آیا نہین کہ ایک شورش بڑہی ہوئی نہین پادشاہ کی سپاہ کے نہ بھیجنے کے سبب سے وہ ممالک محروسہ سے نکلکر بیکانیر مین آیا رای کلیان اور اس کا بیٹا رای سنگہ جو اس سرزمین مین سب سے بڑا رتبہ رکھتے تھے وہ بیرام خان سے ملنے آئے۔ بیرام خان کو یہ مقام دلپذیر معلوم ہوا۔ وہ یہان چند روز رہا۔ پھر وہ یہان سے پنجاب کیطرف گیا اور پادشاہ سے کھلی بغاوت اختیار کی اور سرحد کے امراء کو لکھا کہ مین سفر حجاز پر متوجہ تھا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ پادشاہ سے ایک جماعت نے جھوٹ موٹ کی باتین لگا کر مجھے آوارہ کیا ہے اور پادشاہ کا مزاج میری طرف سے متغیر دیا ہے خصوصاً ماہم انگہ نے کہ وہ اپنے تئین مستقل سمجھتی ہے اور کہتی ہے کہ مین نے بیرام خان کو نکلوا دیا۔ اس لیئے مین نے ارادہ کیا ہے کہ ایک دفعہ ان بدکردارون کو سزا دیکر پادشاہ سے سفر مبارک کی تازہ رخصت لون اور اس طرح اور مقدمات لکھ بھیجے اور خواجہ درویش اوزبک جو پنجاب کے امراء عظام مین سے تھا اس پاس مظفر علی بھیجا کہ اس کو لے آئے۔ جب پادشاہ کو یہ اخبار معلوم ہوے تو اُس نے فرمان جو ایک نصیحت نامہ ہے بھیجا۔

خان خانان کو معلوم ہو۔ کہ ہمارے خاندان کے پروردہ نعمت اور تربیت کردۂ عنایت ہو اور تمھارے حقوق خدمات ہماری درگاہ مین ثابت ہین حضرت والد ماجد نے امر عظیم القدر ہماری اتالیقی کا تم کو اس لیئے سپرد کیا تھا کہ صدق نیت و اخلاص تمھارا دیکھا تھا جب والد کا انتقال ہوا تو اخلاص اور دو تنخواہی مین بکمر صدق و جان سپاری باندہ کر مہمات وکالت کے تم متعہد ہوئے۔ ہم نے بھی خدمات کی مشقت اور نیک اندیشی تمھاری دیکھکر حل و عقد رتق و فتق امور کو ایسا تمھارے قبضہ اختیار مین چھوڑ دیا کہ اس سے

بیرام خان کی کھلی بغاوت اور پنجاب مین آنا ۹۶۷ھ

فرمان بادشاہ ۹۶۷ھ

متصور نہین ہوسکتا۔ برا بھلا جو تمھارے دل مین آیا وہ تم نے کیا ہم نے کچھ دخل نہین دیا تم سے اس
پانچ سال کے عرصہ مین چند امور ناشائستہ ایسے ظہور مین آئے کہ خاطر جمہور کو تم سے نفور ہوا۔ اسکی مثال شیخ گدائی
کی تربیت ہی کہ تم نے با این ہمہ زیرکی و دانائی فاضل و قابل با حسب و نسب آدمیون کو چھوڑکر اپنی مصاحبت
و آشنائی کے لیئے اسکو انتخاب کیا باوجودیکہ وہ منصب صدارت کا متعہد تھا و ظہور مناشیر پر مہر کرتا تھا
ہم نے اسکو تسلیم سے معاف کیا تھا۔ باوجود اسکی کمال جہل و نادانی کے محافل مین جمیع سادات صحیح النسب اور
علماء جلیل الحسب پر جنکی ہم عظمت و شان و حالت کا ملاحظہ کرکے مراسم تعظیم و احترام بجالاتے تھے ہم نے
اسکو تقدیم دی باوجودیکہ وہ خاندان سادات کی محبت و دوستداری کی شیخیان مارتا تھا اسنے عمدًا ابن قرقہ
شریفہ کی مذلت و خواری کو تجویز کیا۔ تم نے اس اپنے تربیت کردہ کو جو دلون کا مردود اور نظرون کا مطرود تھا
اس طائفہ پر ترجیح دی ہ اوران بزرگون کی ارواح مقدسہ سے کسی طرح شرم و آزرم نہ رکھی اسکو اس مرتبہ پر
پہنچایا کہ وہ سوار ہمارے سامنے آتا اور ہم اس سے مصافحہ کرتے تم نے اپنے ماتحت نوکرون کو جنکی حالت و لیاقت
معلوم خطاب سلطانی و خانی و علم و نقارہ سمو جہانگیرین اور سیر حاصل و لایتون سے ممتاز کیا اور حضرت جنت
آشیانی (ہمایون) کے وقت کے خواتین و سلاطین کے امراء و معتمدون کو جنکی اصالت و حالت و استحقاق سب پر
روشن تھا کمال بے اعتباری کے ساتھ خشک روٹیون سے محتاج کیا۔ ان سب کے خون و ناموس کا قصد کیا۔ بابری
ملازمون اور خدمتگارون کو جنھون نے برسون امیدواری اور خدمت کی تھی اور وہ رعایت و عنایت کے مستحق
تھے انکے لیئے اقل معیشت بھی تجویز نہین کی۔ وہ جماعت کہ شکار اور سواری مین میری ملازمت مین ہوتے تھے
اور ہزار محنت و مشقت سے خدمت کرتے تھے۔ انکے خون بیگناہ کے تم پیاسے تھے۔ طرح طرح کی بے اعتدالیان انکے
ساتھ تم کرتے تھے اور اگر اپنے نوکرون مین سو گناہ مثل قتل چوری۔ راہ زنی۔ تاراج اور طرح کے فسق و
فجور ظہور مین آتے تو سب معاف تھے۔ اور اگر ہماری ملازمون مین سے کچھ ذرا قصور ہوتا یا کوئی جھوٹا بہتان انپر
باندھ دیتا تو ان کے قتل و حبس و تاراج مین تاخیر نہ ہوتی۔ ہماری خبر ہونے تک انکی بے آبروئی ہوتی۔ اور طرح طرح کی
انپر جفا ہوتی۔ بعضے آدمی نہایت کمینے اور سفلے تمہاری خدمت مین رہتے تھے اور خوشامد کرتے تھے۔ جیسے کہ
شاہ قلی نارنجی۔ محمد طاہر۔ لنگ ساربان اور تم اپنی سادگی سے اس طائفہ کو راست گو جانکر تربیت کرتے تھے

اور ان کو تقویت دیتے تھے۔ شاہ قلی نے بے حیائی کر کے فرمان نہ سُنا۔ محمد طاہر نے ایسا جواب درشت دیا کہ وہ
اس کا مستحق تھا کہ زبان اسکی کاٹی جاتی بلکہ قتل کیا جاتا۔ لنگ ساربان نے تمھاری حضور مین ایک جماعت کے
روبرو ایسا درشت لفظ کہا کہ وہ بھی سیاست کا مستحق تھا۔ ولی بیگ کو تم خود جانتے ہو کہ وہ قزلباشں مین
کیا عزت و اعتبار رکھتا تھا۔ بغیر کسی خدمت و اصالت وجالت کے اس کو تم نے اپنا داماد بنا کر امراء عظام سے
بڑا بنا دیا۔ یہان تک کہ سید قلی مرزا پر کہ علو سیادت و انتساب سلطنت مین ممتاز تھا تقدیم دی حسین قلی کو جس نے
ابتک ایک مرغی پر بھی پنجہ نہین لگایا تھا۔ اسکندر خان عبد اللہ خان و بہادر خان کے برابر تم نے رعایت کی
اور آباد جاگیرین اس کو دین اور خوانین عظام کو ویران جاگیرین دیکر ناخوش کیا۔ ان دنون مین اکثر مجالس مین
ایسی حرکات تم سے سرزد ہوئی تھین کہ وہ ہماری خاطر کی باعث رنجش و آزار ہوتی تھین چونکہ ہم کو تمھاری خاطر
عزیز تھی اور تم کو دولتخواہ اپنے خاندان کا ہم سمجھتے تھے اور تمھارے قول و فعل پر اعتماد رکھتے تھے ان تمام ناہموار
اعمال و کردار کو تم مین خیرخواہی و محض نیک اندیشی تصور کرتے تھے۔ دیدہ و دانستہ اپنے کرم حلیم سے اُن سے
در گذر کرتے تھے۔ ان دنون مین ہم کو معلوم ہوا کہ تم نے اُس جماعت باغیہ کی باتون مین آکر یہ قصد کیا ہے کہ
معدودے چند کہ ہمارے ہمراہ ہین انکو علحدہ کر کے ہم کو تنہا کر دین۔ اس شرارت کے دفع کرنے کے لیے دار الخلافت
آگرہ سے دار الملک دہلی کیطرف متوجہ ہوئے ہین۔ اور تم کو لکھا کہ بعضے امور تم سے بے ضبطی مین آئی ہین کہ ہم نہین
چاہتے کہ تم ہماری ملازمت کرو۔ اگرچہ تم نے ہمکو بہت آزار پہنچائے ہین مگر بدستور تم کو خان خانان جانتے ہین۔
اور کہتے ہین۔ تمھاری خاطر سے ہم نے سخت قسمین کھا کر کہا کہ ہم تمھارے جان و مال و ناموس کا قصد نہین رکھتے
ہین۔ ہم نے خود مہمات جہانبانی کو اپنے ہاتھ مین لیا ہے جو تم چاہتے ہو عرضداشت مین لکھکر عرض کرو۔ جو ہمارے
نزدیک مناسب ہوگا اُسپر حکم دینگے۔ ہمکو یہ خیال تھا کہ جسوقت تم یہ خبر سُنو گے کہ ہم خود مہمات سلطنت مین مشغول
ہوئے تو تم مسرور ہوگے اور تسلیم و رضا مین راسخ دم و ثابت قدم رہوگے۔ ہمارے خاندان کے حقوق نعمت و تربیت چالیس
سال سے تمھارے ذمہ پر ہین اور تم نے سن المہد الی اللحد اس سے پرورش پائی ہے بالکل فراموش خاطر کر کے
اس جماعت مفسد و مفتن کے کہنے مین آگئے کہ وہ اپنی اغراض نفسانی کے سبب سے چاہتے ہین کہ اہل بغاوت کے
جریدہ مین تمکو لائین اور اس آخر عمر مین سعادت اُخروی سے محروم کرے۔ شقاوت ابدی مین مبتلا کرے چنانچہ اس نے

اپنی کمال شیطنت اور خساست و خودپسندی سے تم کو گمراہ کردیا۔ ولد اسکندر کو تم نے پیغام دیا کہ مخالفت و منازعت کرے تتار خان پنج بھیہ پاس آدمی بھیجا کہ دامن کوہ میں آنکر خرابی و دست اندازی ان حدود میں کرے تو دلا ہور کا خیال کر کے چلے ہو کہ وہان جا کر فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کرو اور مخالفت کا طریقہ اختیار کرو اور ممالک محروسہ کے اطراف میں خلل ڈالکر ہماری دودمان کے چراغ کو اپنے دم سرد سے ٹھنڈا کرو ۵ چراغے را کہ ایزد برفروزد ٭ ہر آنکس تف کند ریشش بسوزد ٭ پردۂ غرور و پندار نے تمہارے دیدۂ اعتبار کو کور کر دیا ہے۔

ہم کو تمہارے اخلاص و اعتقاد پر کہ تمہاری چہرۂ احوال و جبہۂ اعمال سے واضح ہے ابتک ایسا اعتبار چلا آتا ہے کہ ایسی شرارتوں کے کام کرنے تم سے دور معلوم ہوتے ہیں اور ہم کو اسپر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ تم ہمارے خاندان کے پروردۂ نعمت و تربیت کردہ ہو۔ تم پر ہمارے حکم کی اطاعت واجب و لازم ہے ہم بر سبیل حجت فرماتے ہیں کہ ایسے ان افعال و اعمال قبیحہ سے درگذر کرو اور اس جماعت مخذول العاقبت کو جسنے تمہاری دولت و عزت کو نقصان پہنچایا ہے اور وہ اپنی اغراض کے سبب سے باغی بنانا چاہتی ہے مقید کر کے ہمارے پاس بھیجدو جیسے ہم نے اس پانچ سال میں تمہاری خاطر کی ہے کہ جو کچھ تم نے کیا اس میں مناقشہ نہیں کیا۔ جو کچھ تم نے عرض کیا خواہ معقول یا نامعقول تمہاری صوابدید سے عدول نہیں کیا اس لیے تم کو بھی چاہیے کہ ہمارے حکم کو سمعاً و طاعۃً انقیاد کر کے برخلاف نہ کرو جب تم اس حکم پر عمل کرو گے ہمارا دل تم سے صاف ہو جائیگا اور تمہارے جرائم و تقصیرات کو بالکلیہ معاف کر دیں گے جسوقت ہماری ملازمت کو چاہو گے اور وقت بھی اس کا اقتضا کریگا تو تمکو بلائیں گے کہ تمہارا حجاب رفع ہو۔

اب تک ہم کو تمہاری خدمات ملحوظ و منظور ہیں گو ان خدمات کی عوض میں بھی برابر رعایتیں ہو چکی ہیں ہم نہیں چاہتے کہ تمہارا نام کہ مدتوں اخلاص و ارادت و انقیاد و اعتقاد کے ساتھ امصار و بلاد میں مشہور تھا۔ اب وہ بغاوت و عناد و فساد کے ساتھ منتشر ہو اور آخر عمر میں قراچہ قراجت کے زمرہ میں تمہارا حشر ہو۔ تمہاری عبودیت کے حقوق کے سبب سے ہم نے تمکو آگاہ کیا۔ زنہار کچھ اور خیال نہ کرنا اور خوب یقین رکھو کہ اگر از روے جہل و کوتہ اندیشی کے بے راہ ہو گے اور نخوت و پندار سے اپنا دماغ پریشان کر کے اہل ادبار کی سلک میں آؤ گے تو ہمارا لشکر تمہاری درپے ہوگا اور ہمارے اقبال کا عنفوان اور تمہارے ادبار کا آغاز ہے اس لیے یقین ہوتا ہے کہ ہم کو فتح عظیم ہوا اور تم شرمسار گرفتار ہو بیدولتی اس معنے پر استدلال نہیں کرنے دیتی کہ ان پانچ سال میں تم نے اپنے آدمیوں کے ساتھ کیسی رعایت کی

ہے وہ اس واقعہ کے دن کام آیئن - کونہ اندیشی ونادانی کے سبب سے آدمی نہین جانتا کہ دولت عنایت آلہی کے ساتھ ہے جسوقت یہ عنایت نہو تو کوئی بے دولت کام مین نہین آتا - چنانچہ تم نے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا کہ جن آدمیون کو تم فرزند و برادر کہتے تھے اور کبھی انکی جدائی کا گمان نہ کرتے تھے وہ امیر جدا ہو گئے اور جو رہ گئے ہین وہ بھی ایک ایک کر کے علحدہ ہو جایئن گے اور ہماری درگاہ مین آجایئن گے اور رفتہ رفتہ تم کو تنہا چھوڑ دینگے ایسی جگہہ سوائے تسلیم ورضا کے کوئی اور چیز فائدہ نہین دیتی ؎ سر نیاز بیاید نہاد و گردن طوع * کہ ہرچہ حاکم عادل کند ہمہ داد است *

خانخانان اس دستور العمل سعادت سے پند پذیر نہوا بلکہ اور شورش پر زیادہ آمادہ ہوا - وہ بیکانیر سے پنجاب کیطرف متوجہ ہوا - جب قلعہ تبرہندہ مین پہونچا - یہ شیر محمد دیوانہ کی جاگیر مین تھا وہ اسکے مخصوصون مین سے تھا کوئی کہتا ہے کہ متبنٰی تھا اپنے بیٹے عبدالرحیم کو مع اہل وعیال واحمال واثقال کے اس قلعہ مین شیر محمد کو حوالہ کیا اور خود وہان سے چلا شیر محمد نے اپنے اصلی ولی نعمت کے حق مین بہتر سمجھ کر اس سے فرار کیا اسکے تمام اسباب واشیا پر کہ تبرہندہ مین چھوڑ گیا تھا متصرف ہوا اور اہل وعیال کو ملازمت مین لایا - بیرام خان نے جو درویش محمد اوزبک مظفر علی کو اپنے مال وعیال کی طلب مین شیر محمد پاس بھیجا تو اس نے مقید کر کے پادشاہ پاس بھجدیا اور پادشاہ کو اپنا صاحب حقیقی سمجھکر ولی نعمت مجازی کو چھوڑ دیا اور سچ مچ پادشاہ کا خیر خواہ بن گیا - جب بیرام خان تہارہ کے نزدیک پہونچا تو مرزا عبداللہ مغل نے قلعہ کو مضبوط کیا - ولی بیگ نے اس سے لڑکر شکست پائی -

پادشاہ دہلی مین تھا - جب اس کو معلوم ہوا کہ بیکانیر سے بیرام خان پنجاب کیطرف گیا تو پادشاہ نے اول لشکر شمس الدین محمد خان کو دیکر اس لیے بھیجا کہ خانخانان کو پنجاب مین نہ گھسنے دے اور پھر خود پادشاہ سامان یورش تیار کر کے پنجاب روانہ ہوا اور خواجہ عبدالمجید مخاطب بہ آصف خان کو دہلی سپرد کی اور اسکو یہ نصیحتین کین کہ اپنے جاہ وخرد پر مغرور نہونا - نعمت رسیدگی کا پاس ہمیشہ رکھکر اپنی سربلندی کو فروتنی پر منحصر سمجھنا اور اپنی مزد خدمت ہماری عنایت وتربیت کو سمجھنا چشم ودل ودست وزبان کو آدمیون کے مال سے کوتاہ رکھنا -

بیرام خان کی بغاوت کی شورش ہوئی تو مصلحت واحتیاط کے لئے حسین قلی بیگ کو قید کر کے ادہم خان کو سپرد کیا اور اسے کہدیا کہ اگر حسین قلی بیگ کو کوئی گزند پہونچی گی تو تجھ سے بازخواست ہوگی -

بیرام خان [illegible] شمس الدین محمد خان [illegible] ۹۶۷

۲۰ ذی قعدہ کو دار الملک دہلی سے اس فتنہ کے دور کرنے کے لیئے روانہ ہوا پادشاہ نے جو لشکر پہلے روانہ کیا تھا وہ پرگنہ دکدار مین جو نواحی پرگنہ جالندھر مین ستلج و بیاہ کے درمیان واقع ہے پہونچا۔ اور گوناچور پر جو دکدار سے متعلق ہے بیرام خان کو جا کر اس نے روکا۔ بیرام خان جالندھر کے لینے مین اہتمام کر رہا تھا کہ اتگہ خان کے لشکر کے آنے کی خبر سنی۔ وہ ان اتگہ خان کو کیا سمجھتا۔ اس سے لڑنے کو تیار ہوا۔ طرفین سے بآئین جنگ لشکر تیار ہوے۔ بیرام خان پاس لشکر بہت نہین تھا مگر کیفیت کے اعتبار سے زیادتی رکھتا تھا اور لشکر پادشاہی سے زیادہ اعتماد کے لایق تھا۔ پادشاہ کے لشکر مین سے اکثر نے اپنی بدنہادی و بددلی و دوزبانی سے بیرام خان کو نوشتے بھیجے تھے۔ غرض موضع گوناچور مین اوائل ذی الحجہ سنہ ۹۶۷ھ مین طرفین سے کوشش دلیرانہ ظہور مین آئین۔ پادشاہ کا لشکر اول بھاگا۔ دشمن کا لشکر اسکے پیچھے پڑا۔ اور بیرام خان خوش خوش جاتا تھا کہ اتگہ خان کی فوج ایک پشتہ کی پناہ مین کھڑی تھی کہ وہ اسکے سامنے آئی۔ بیرام خان ہاتھیون کو آگے کر کے اسکے مدافعت کے لیئے کھڑا ہوا مگر آخر کار شکست پائی۔ پادشاہی لشکر نے مخالف کی سپاہ کو پراگندہ کر دیا اسمعیل قلی خان کو زندہ گرفتار کیا۔ ولی بیگ زخمی ہو کر پکڑا گیا اور اعیان مخالف گرفتار ہوئے اور بہت غنیمت پادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آئی۔ اتگہ خان نے پہاڑون کا دور تک دور اندیشی کے سبب سے تعاقب نہین کیا۔

پادشاہ شکار کھیلتا ہوا نواحی سہرند مین تھا کہ خبر دارون نے اس فتح کی خبر سنائی۔ لوازم شکر و سپاس وقوع مین آئے۔ مراسم نشاط و شادمانی کی تقدیم ہوئی۔ مہام سلطنت نے انتظام تازہ پایا۔ کوتہ حوصلون کو فراخی مشرب نصیب ہوئی۔ ایپچدان سادہ لوحون کو سر رشتہ دانش ہاتھ لگا۔ دولت نے مغرورون کے ہاتھ سے خلاصی پائی۔ پادشاہ وقت کو ناحق شناسون کی ستم شریکی سے نجات ہوئی۔ خردمندون کو افزائش دریافت نصیب ہوئی۔ دولت نے منھ دکھایا۔ اقبال نے چہرہ کشادہ کیا۔ عالم نے طراوت تازہ پائی۔ زمین و زمان کو از سر نو تازگی ہوئی۔ کور باطن حسد پیشہ خاکساری کے گڑھے مین گرے۔ اور اولیاء دولت کی خاک اپنے سر پر چڑھی۔ الغرض فتنہ پیدا اور عدالت آشکارا ہوئی۔ یہ پادشاہ کے زمانہ اختیار کی فتح اول تھی۔

پادشاہ سہرند مین مقیم تھا کہ منعم خان حسب الحکم اور امراء کی ساتھ دوشنبہ ۱۱ ذالحجہ سنہ ۹۶۷ھ کو پادشاہ کی خدمت مین آیا اس کو منصب عالی وکالت اور خطاب خانخانی کا اور خلعت مرحمت ہوا اور شمس الدین اتگہ خان بھی یہین آیا۔

پادشاہ کی فتح اور بیرام خان کی شکست سنہ ۹۶۷ھ

اس کو جامہ داقو وجامہ فتاحی بیرام خان اور اعظم خانی کا خطاب ملا دہ اپنے ساتھ مرزا ولی بیگ اور بڑی بڑی سرداروں کو پاؤن مین زنجیر اور گلے مین طوق ڈال کر اور بہت سی غنائم لایا تھا۔ ولی بیگ نے زندان مین زندگانی سے نجات پائی۔ اس کا سر ممالک شرقیہ مین عبرت کے لیے بھیجا گیا مگر جب یہ سر پرگنہ اٹاوہ پہنچا تو یہان کے جاگیردار بہادر خان نے سر لے جانے والے کو مار ڈالا مگر یہ حال پادشاہ پر نہ کھلنے دیا۔

یہان سے پادشاہ سہ شنبہ ۱۰ ذی الحجہ ۹۶۷ھ کو شکار کھیلتا ہوا لاہور مین گیا اور منعم خان نے یہان کا سارا اہتمام اتگہ خان کو حوالہ کیا اور جب پادشاہ کو یقین ہوا کہ تلواڑہ مین راجہ گنیش پاس بیرام خان ہے تو وہ سہ شنبہ ۱ محرم ۹۶۸ھ کو کوہ سوالک کی طرف چلا۔ اس نواح مین تلواڑہ ایک جاے مستحکم دریاے بیاس کے کنارہ پر ہے پادشاہ نے یہ چاہا کہ ارباب غرض کے مکر و تزویر بغیر اس مہم کو خود انجام دے۔ ماچھیواڑہ مین پادشاہ کا منتظر لشکر تھا کہ وہ یہان آیا اور منعم خان جس کو اس نواح کا انتظام سپرد تھا وہ پادشاہ پاس آیا۔ حوالی سوالک مین اس لشکر نے تنگناہاے کوہستان مین جا کر کوہی رایون اور راجاؤن کو شکست دی اور ملک کو تاخت و تاراج کیا اور جانبین سے بڑے بڑے حملے ہوے خوب لڑائیان ہوئین۔ پادشاہی لشکر مین سلطان حسین خان جلائر کہ ایک جوان بہت خوش قامت و متناسب الاعضا شجاع تھا لڑائی مین مارا گیا جب اس کا سر جدا کر کے بیرام خان پاس مبارکباد کہتے ہوے لوگ لائے تو اُسنے اپنی آنکھون پر رومال رکھا اور اس کی حسن خدمات کو یاد کیا اور ہاے ہاے کر کے رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ میری زندگی پر سو نفرین کہ جسکے لیے میری شامت نفس کے سبب سے ایسے جوان ضائع ہون۔ جب بیرام خان نے نواحی کوہستان مین پادشاہ کے خود آنے کا حال سُنا تو عاقبت اندیشی یہ کی کہ جمال خان اپنے معتمد غلام کو پادشاہ کی خدمت مین بھیجا جس نے بیرام خان کیطرف سے پادشاہ سے عرض کیا کہ مجھ سے بعض امور بطریق اضطرار نہ بر سبیل اختیار سرزد ہوے ہین۔ جس سے مجھے نہایت ندامت ہی۔ میرے قصور معاف ہون۔ پادشاہ نے اپنے لطف و کرم سے اسکی ساری تقصیرات معاف کر دین اور اسکی تسلی خاطر کے لیے مولانا عبداللہ سلطان پوری کو اور اپنے مقربون کے ساتھ بھیجا کہ اس کو مطمئن کر کے ہمارے پاس لے آؤ۔ ان آدمیون سے بیرام خان کی تسلی نہ ہوئی اور اُس نے کہا کہ مین اپنے کیے سے خود خجل ہون اور ہر طرح کی سیاست کا مستحق ہون۔ پادشاہ کے مکارم اخلاق سے خاطر جمع ہوئی مگر

ارکان چغتائی اور امراء اولیاء دولت سے پایہ مال ہون اگر منعم خان آن کر میری تسلی اور پیمان ورست اور عہد موکد کرے تو مین پادشاہ کی درگاہ مین سجدہ کرنے کو موجود ہون پادشاہ سے اجازت لے کر باقی عمر امکنہ شریفہ مین گذارون گا اور اپنے گناہون کی تلافی کرون گا۔ پادشاہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔

بیرام خان کا پادشاہ کے پاس آنا ۹۶۸ھ

جب پادشاہ حدود قصبہ حاجی پور مین آیا جو دامن کوہ ستلج و بیاہ کے درمیان واقع ہے تو اس نے منعم خان اور امراء کو بھیجا کہ بیرام خان کو ہماری عنایتون کا وعدہ کر کے مطمئن کر کے ہمارے پاس لے آؤ جب یہ امراء تنگنائے وحشت مین کہ جہان بیرام خان نے پناہ لی تھی گئے تو زمیندارون کا ہجوم ہوا اور ممالک ہندوستان مین زمیندارون کی جمعیت کا جو قاعدہ مقررہ ہے اسکے موافق لڑنے کو تیار تھے۔ تنگ راہون کو طے کر کے یہ بادشاہی امراء اس قلعہ مین پہونچے جہان بیرام خان تھا۔ منعم خان کو دیکھتے ہی بیرام خان کا دل بحال ہو گیا کہ پادشاہ کا زبانی جو پیغام آیا تھا وہ بیان واقع تھا آگے بڑھ کر وہ آیا اور اس سے ملا اور نہایت رقت کی منعم خان اس کی استمالت کر کے پادشاہ پاس لایا۔ بابا زنبور اور شاہ قلیخان محرم نے بیرام خان کا دامن پکڑ کر بڑی گریہ اور زاری کی کہ ہرگز نہ جا اسمین غدر و مکر ہے۔ ہرچند منعم خان نے انکو دلاسا دیا مگر سودمند نہوا تو اس نے ان سے کہا کہ تم رات کو یہین مقیم ہو کر خبر کے منتظر رہو۔ جب خاطر جمع ہو تو ملازمت پر متوجہ ہونا۔ یہ خوف زدہ بیرام خان کو چھوڑ کر چلے گئے اسکے ہمراہ نہ گئے۔ بیرام خان پادشاہ کی خدمت مین محرم ۹۶۸ھ مین آیا۔ رومال گردن مین ڈالے ہوئے سجدہ بجا لایا اور پادشاہ کے قدمون پر سر رکھ کر رویا شرم گناہ یا شوق عفو سے خوب چلا چلا کر رویا۔ پادشاہ نے اپنے ہاتھون سے اسکا سر اُٹھایا اور اپنے رومال سے اس کے آنسوؤن کو پوچھا پرسش احوال زبان عذر پذیر سے فرمائی اور اس قانون کے موافق کہ ایام وکالت مین بیرام خان کی جائے پادشاہ کے دست راست پر مقرر تھی وہان بٹھایا اور منعم خان کو اس کے پہلو مین جگہہ دی اور امراء و ارکان سلطنت و اعیان مملکت اپنی اپنی جگہہ بیٹھے اور مرحمت اور مکرمت کی زبان سے اس قدر انبساط اور التفات فرمایا کہ گرد حجاب و غبار خجالت بیرام خان کی پیشانی سے زائل ہو گیا مگر اصل بات یہ ہے۔ **مصرع**

اگر گناہ ببخشد شرمساری ہست

پھر پادشاہ نے اُٹھکر اپنے ہاتھہ سے خلعت خاص جو اسکی بغل مین تھا مرحمت کیا۔ اور خوشی خاطر سے اس کو سفر حجاز کی رخصت دی حزم دوراندیشی کی راہ سے ترسون محمد خان و حاجی محمد خان سیستانی کو ہمراہ کیا کہ ممالک محروسہ کی انتہا تک اسکے ساتھ جائین۔ اور اس کو مخوف مسالک سے باہر نکال دین۔ یہ دونون حدود ناگور سے واپس آگئے۔ کہتے ہین کہ بیرام خان نے حاجی محمد خان سیستانی سے شکایت کی کہ تو کل حقوق قدیم کو فراموش کر گیا اور تیری بیوفائی اور مخالفت سے جیسی کوفت مجھے پہونچی ہے ایسی کسی اور سے نہین پہونچی حاجی محمد خان نے جواب مین کہا کہ تم نے باوجود دعوی اخلاص اور فرزونی تربیت حضرت جنت آشیانی اور مراحم و اشفاق شاہنشاہی باغی ہوکر تلوار ہاتھہ مین لی اور اس سے جو کچھہ ظہور مین آیا وہ آیا۔ میرا تمہاری ترک صحبت کرنا کیا دور تھا مین کیا کرتا۔ اس سے بیرام خان شرمندہ ہوا اور خاموش ہوگیا۔

ہم نے جو پادشاہ اور خانخانان کے درمیان رنجشون کے معاملات بیان کیئے ہین وہ زیادہ تر ابوالفضل کے اکبرنامہ سے نقل کیئے ہین جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیرام خان کی ذات سے پادشاہ کے دل مین عداوت کا خیال کبھی نہین آیا مگر اس کے ساتھہ ایک جماعت شریرون کی تھی جسکی خوشامد گوئی سے خانخانان سے حرکات ناپسندیدہ سرزد ہوتی تھین اور بغاوت پر آمادہ کراتی تھین وہ ان کو سزا دینی چاہتا تھا۔ اب اور مورخ خصوصاً خافی خان اپنی تاریخ منتخب اللباب مین یہ لکھتا ہے کہ بیرام خان کے دل مین پادشاہ سے کبھی بغاوت کا خیال نہین آیا۔ ایک گروہ ایسے آدمیون کا پادشاہ کے ساتھہ ہوگیا جو بیرام خان کی طرف سے حق ناحق باتین لگاکر بھڑکاتے تھے وہ اس بدکردار فرقہ کے کیفر کردار کے منصوبے مین رہتا تھا بمجبوری اس کو پادشاہ سے لڑنا پڑا جب بیرام خان نے بیت اللہ کی راہ لی تو جس منزل مین وہ پہونچا وہان کے زمیندار اور حاکم کہ اسکے دشمنون کے متوسل تھے تصدیع دیتے اس کو متواتر خبر پہونچی کہ بدبختون کے اشارے سے مخالفون کا ارادہ ہے کہ اسکو ہلاک کرین۔ اکثر ہمراہی اس کو چھوڑکر بھاگ گئے تو اس دوسوسہ کے سبب سے سانگانیر سے کہ دارالخلافہ آگرہ سے تیس کوس ہے اس نے مراجعت کی اور حج کے ارادہ کو فسخ کرکے دنیا کے ساتھہ پھر دلبستگی کرنے

پادشاہ اور خانخانان کے معاملات مین مورخون کے بیانون کے اختلافات

کرنے سے بڑی بدنامی اُٹھائی اُس عرصہ مین مولانا پیر محمد خان اپنے ہمدمون کی تحریر سے پھر بادشاہ کی خدمت مین آئے اور از سر نوان کو خطاب عطا ہوا اور اضافہ منصب ہوا اور فیل و نقارہ ملا اور امیرون کی رفاقت کے ساتھ بیرام خان کی تنبیہ کے لیئے نامزد ہوا۔ بیرام خان جس نے دوبارہ بیت اللہ کے سفر کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اسکی راہین ایسی رُکی ہوئی تھین کہ وہ جا نہین سکتا تھا۔ برگشتگی ایام کے سبب سے وہ پنجاب کی طرف متوجہ ہوا کہ قندھار و مشہد مقدس کی راہ سے زیارت مرقد حضرت امام رضا و نجف اشرف کی کرکے عازم بیت اللہ ہو جب اسنے سُنا کہ ملا پیر محمد اسکی تنبیہ کے لیئے مقرر ہوا ہے تو ناچار جان و آبرو کی حفاظت کے لیئے اسنے سپاہ کی نگاہ داشت اور جمعیت مین کوشش کی اور قندھار جانے کے قصد سے پنجاب کی راہ اختیار کی۔ جب پیر محمد سرہند کے قریب آیا تو اُسنے بیرام خان کی شکایتین اور اُسکی بغاوت کے ارادے ایسے شد و مد کے ساتھ پادشاہ کو لکھے کہ پادشاہ بیرام خان سے پہلے کی نسبت دوگنا آزردہ خاطر ہو گیا جب بیرام خان کے لیئے میدان ایسا تنگ ہوا تو پادشاہ سے اُسنے یہ عرض کیا کہ میرے حاسدون کے اعتبار اور آرزو کے موافق حضور کی تین پشت کی خدمت دیرینہ میری پامال تہمت کفران نعمت ہوئین اور میرے دشمنون نے رافضی کے خون کو حلال سمجھ کر اس کا فتویٰ دے دیا مین اپنی جان کی محافظت کے واسطے جو سب مذہبون مین واجب ہے چاہتا ہون کہ چند آدمیون کی مدد و رفاقت سے اس بلا سے اپنے تئین نجات دون اور اس ہیئت سے کہ اہل غرض کے اظہار کے موافق مجھے اسباب بغاوت پر حضور آمادہ جانتے ہین تو اس خداوند کی خدمت مین حاضر ہونے کو اگرچہ وہ نفس الامر مین بیت اللہ ہی کا ارادہ ہو کفر جانتا ہون۔ سارا عالم جانتا ہی کہ ہم ترکون کے خاندان مین نمک حرامی کبھی نہین ہوتی اس واسطے مین نے مشہد کی راہ اختیار کی ہے کہ روضۂ امام رضا و عتبات نجف اشرف و کربلا کے طواف کے بعد اپنے ولی نعمت کی بقاء عمر اور سلطنت کے لیے از سر نو کعبۃ اللہ کا احرام کرون۔ التماس یہ ہے کہ اگر بندہ کو حضور نمک حرام واجب القتل جانتے ہین تو کسی اپنے نام و نشان کو یقین کیجیے کہ بیرام کا سر کاٹ کے نیزہ پر لٹکائیے کہ حضور کے اور بدخواہون کو تنبیہ اور عبرت ہو **مصرعہ** گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اگر یہ نہین تو فوج کا سردار سوائے ملاے خارجی (ملا پیر محمد) کوئی اُور مقرر رہو۔ یہ نمک حرام میرا نمک پروردہ ہے اور فسادی ہی کا اختراعی ہے۔ جب بادشاہ پاس یہ عرضداشت پہونچی تو اُس نے پیر محمد کو بلالیا اور شمس الدین اتگہ کو بھیجدیا۔ جس سے اسکی لڑائی ہوئی۔ اور مؤرخون نے یہ لکھا ہے کہ بیرام خان کو شکست ہوئی مگر خافی خان نے یہ لکھا ہے کہ اتگہ خان کو شکست ہوئی۔ پھر بیرام خان نے اپنے ولی نعمت کی سپاہ سے لڑنا مناسب نہین جانا۔ کوہ سوالک مین چلا گیا اور بادشاہ اس شکست کی خبر سُنکر لاہور مین آیا۔ منعم خان جب کابل سے آیا تو بیرام خان کی تنبیہ کے لئے لکھی جنگل کی طرف متوجہ ہوا۔ جب کوہستان مین داخل ہوا تو یہان کے زمیندار بیرام خان کی حمایت کے لیے جمع ہوئے مگر بیرام خان نے دیکھا کہ ولی نعمت کے ساتھ سوائے اطاعت کے دونون صورتون مین مردود جہان ہوتا ہے اس لیئے زمیندارون کو قصد فاسد سے منع کیا اور اان چاہی۔ دونون ہاتھ باندھ کر اور دستار گلے مین ڈال کر بادشاہ کی خدمت مین آن کر قدمون مین گرا اور خوب رویا۔ بادشاہ نے اپنے دست مبارک سے سر اُٹھایا اور دست شفقت سینہ پر رکھکر خلعت خاصہ مرحمت کیا۔ زبان سے فرمایا کہ حق موروثی تیرا ہم پر ہے۔ اگر ارادہ نوکری کا ہو تو سرکار کالپی و چندیری تیری اقطاع مین مقرر کیجاتی ہے اور اگر ہماری مصاحبت کا شوق ہو تو اپنی مجلس مین مصاحب مقرر کرتا ہون۔ سب طرح سے تیری غمخواری کرون گا۔ اگر بیت اللہ کا ارادہ ہی تو عزت و آبرو کے ساتھ روانہ کرون گا۔ بیرام خان نے جواب مین عرض کیا کہ الحمد للہ جو انسان کی آرزو کی انتہا ہوتی ہے وہ حضرت فردوس مکانی و جنت آشیانی اور حضور کی رکاب سعادت مین ظہور مین آئی۔ اب میرے دل کی مراد تھی کہ قدمبوسی کی سعادت از سرِ نو حاصل کرکے اور عفو جرائم کرا کے کعبۃ اللہ جاؤن وہ حاصل ہوئی مین نہین جانتا کہ اس نعمت کا شکر کہ منت از دلی حاصل ہوئی کس زبان سے ادا کرون اور کس طرح بجالاؤن اور اس بیت کا مضمون پڑھا ؎

زانجا کہ لطف شامل خلق کریم تست
جرمم نکردہ عفو کن و ماجرا مپرس

امیدوار ہون کہ اپنے فضل بے پایان سے عفو جرائم کرکے بدرقہ فاتحہ بیت اللہ مرحمت فرمائین۔

پچاس ہزار روپے اور لوازم سفر از روی لطف وکرم عنایت ہوئے اور وہ رخصت ہوا۔ بیرام خان مکہ کو سنہ ۹۶۵ھ
مین مع فرزندون وچند ہمراہیون کے روانہ ہوا بندر کھنبائت متعلقہ احمدآباد مین آیا یہان چند مقام کیے مبارک خان
لوحانی جس کے باپ کو جنگ ہیمو مین بیرام خان نے اپنے ہاتھہ سے مارا تھا وہ دشمنون کی رہنمونی سے رفیق راہ
ہوا اور فرصت کا منتظر رہا۔ ایک دن ایک زخم کاری سے بیرام خان کا کام تمام کیا اور افغانون نے کہ اسکی
مددگار گوشہ وکنار مین تھے اس کے خیمہ وخانہ پر آن پڑے اور لوٹ لیا وقت واپسین کوئی کہتا ہے کلمہ
شہادت جاری تھا اور کہتا تھا کہ صد شکر ولی نعمت کی راہ مین سفر بیت اللہ مین درجہ شہادت پر پہنچا
شہید شد محمد بیرام ۔ اسکی تاریخ ہوئی۔ مرزا عبدالرحیم اس کا چار سال کا لڑکا اور سلیمہ سلطان
بیگم اور متعلق احمدآباد مین آئے۔ یہان سے بادشاہ نے اُن کو بلا لیا سلیمہ سلطان بیگم سے کہ حسن وجمال مین کمال
رکھتی تھی اور شاعر تھی اس سے بادشاہ نے نکاح کیا۔

بعض مورخون کے نزدیک بیرام خان بغاوت اور نمک حرامی کی تہمت سے بری اور پاک تھا اور بعض کے
نزدیک وہ اہل بغی مین تھا۔ ابوالفضل نے بیرام خان کی وفات کا حال اس طرح لکھا ہے بیرام خان
اصل مین نیک ذات وخجستہ صفات تھا مگر بد مصاحبی سے جو سب سے زیادہ بدتر آدمی زاد کے واسطے ہے
اُس نے اول اپنے حسنات دیکھے اسپر خوشامد کی افزونی سے مستی کا اضافہ ہوا قاعدہ ہے کہ جو شخص
اپنی نیکیون اور ہنر پر نظر رکھتا ہے تو اُسکی پیش گاہ مین خوشامدیون کا بازار گرم ہوتا ہے خوشامد کو بیان واقع
سمجھ کر خود پرست وخود آرا ہوجاتا ہے۔ بیرم خان کو بھی یہ واقعہ پیش آیا کہ اورون کے عیوب دیکھنے مین
ایسا مصروف ہوا کہ اپنے عیب کے دیکھنے مین نہ مشغول ہوا اور بادشاہ کی صغر سنی عدم اشتغال مہمات ملکی
کے پردہ مین بادشاہ کے حسن معنوی کو نہ دیکھ سکا۔ خوشامدیون سے اس کا خانہ ایسا خراب نہین ہوا جیسا
کہ راست کردار معاملہ نافہم سے جو اس کے کوتاہ عقل دوست تھے۔ یہ اسکی بڑی سعادتمندی تھی کہ وہ بادشاہ کو راضی
کر کے اور خود خوش ہو کر عزت وناموس واہل وعیال واسباب واموال کے ساتھ اماکنہ شریفہ کی زیارت
کو گیا وہ اول شہر گجرات مین پہونچا کہ پہلے نہروالہ مشہور تھا اُس نے چند روز آرام کے لیے قیام کیا ان ایام
مین اس شہر کی ریاست خوشی خان فولادی سے تعلق رکھتی تھی اور طوائف افغان اس کے شریر شورافزا تھے

ان مین مبارک خان لوحانی بھی تھا کہ اس کا باپ جنگ ماچھیواڑہ مین بیرم خان کی امیری مین مارا گیا تھا۔ اس دیوانہ افغان نے انتقام کا ارادہ کیا اور بیرام خان کا قصد کیا۔ سوائے اسکے سیلیم شاہ پسر شیر شاہ کی کشمیری بیوی اور اس بیوی سے اسکی بیٹی دونون بیرام خان کے قافلہ کے ساتھ تھین اور اس کا حجاز کا قصد تھا اور یہ قرار پاگیا تھا کہ اس لڑکی سے پسر بیرام خان کی نسبت ہو گی اس سبب سے بھی افغانون مین شورش تھی۔ بیرام خان پٹن کے باغون اور مکانات کی سیر کیا کرتا تھا۔ ایک دن دل کش سیرگاہ کولاب بزرگ کے نشیمن مین کشتی پر بیٹھ کر سیر کرنے گیا تھا۔ کشتی سے اترکر سوار ہونا تھا کہ مبارک خان اور چالیس اور افغان کولاب کے کنارہ پر بیرام خان کے مارنے کے قصد سے بیٹھے تھے یہ معلوم ہوتے تھے کہ اس سے ملنے آئے ہین بیرام خان نے اس جماعت کو طلب کیا۔ جب مبارک خان گیا تو اس نے ایسا خنجر مارا کہ اسکے سینہ سے پار ہو گیا۔ دوسرے افغانون نے تلوار مارکر بالکل کام تمام کیا اس حال مین کلمہ اللہ اکبر اسکی زبان پر تھا یون اسنے درجہ شہادت پایا اس کی حکومت مین ایک سادہ لوح سیدنے اسکی مجلس مین اُٹھکر کہا تھا کہ نواب کی شہادت کی نیت سے فاتحہ ہم پڑھتے ہین تو بیرام خان نے مسکرا کر کہا تھا کہ مین شہادت چاہتا ہون مگر نہ اسقدر جلد۔ اس کے ہمراہی متحیر و متوحش ہو کر تو کہین ہین کے کہین ہو گئے۔ بیرام خان خاک و خون مین پڑا تھا کہ فقرا اور مساکین کی ایک جماعت نے اسکے قالب خونین کو شیخ حسام کے مقبرہ کے گرد خاک کے حوالہ کیا۔ روز جمعہ ۱۴ جمادی الاولے ۹۶۸ھ کو یہ واقعہ پیش ہوا۔ تاریخ اس واقعہ کی یہ ہوئی

قطعہ

بیرام بطوف مکہ چو بربست احرام	درراہ شد از شہادتش کام تمام
درواقعہ ہاتفے پئے تاریخش	گفتا کہ شہید شد محمد بیرام

پھر وہ حسین قلی خان خان جہان کی سعی سے مشہد مقدس مین مدفون ہوا اس حادثہ مین پٹن کے اوباشون و فتنہ پردازون نے بیرام خان کے لشکر پر دست دراز کیا۔ اور کوئی چیز نہین چھوڑی اس مرحوم مظلوم کے گھر مین اس حادثہ سے ایک آشوب عظیم ہوا محمد امین دیوانہ و بابائے زنبور و خواجہ

ملک عبدالرحیم کہ بیرام خاںؒ کا خلف الصدق لڑکا تھا اور اس وقت چار سال کا تھا اپنی والدہ اور بعض خدمتگارون کے ساتھ احمد آباد کو روانہ ہوئے۔ اسکے پیچھے بھی افغان پڑے۔ مگر یہ مصیبت زدہ لڑتے ہوئے احمد آباد مین پہونچ گئے۔ چار مہینے یہان توقف کیا محمد امین دیوانہ اور بعض خدمتگار عبدالرحیم کو لے کر بادشاہ پاس چلے۔ پہلے اس سے کہ وہ پہونچین بادشاہ نے بیرام خان کی وفات کی خبر سُنکر عبدالرحیم کو بلانے کا فرمان لکھا تھا وہ حدود جالور مین ان کو ملا۔ اس فرمان کا حاصل تھا کہ عبدالرحیم ہمارے پاس آکر تربیت پائے سنہ ۹۶۹ کے اوائل مین وہ بادشاہ پاس آگرہ مین آگیا باوجودیکہ بہت لوگون نے بدگوئی و بداندیشی کی مگر بادشاہ نے اس کو تربیت کیا۔ لڑکپن مین اسکو مرزاخانی کا خطاب دیا پھر بتدریج و تربیت مدارج عالی پر پہونچایا اور پھر مرتبہ اعلیٰ خانخانی کا پایا

بیرم خان اور بادشاہ کی رنجشون کے درمیان جو واقعات پیش آئے

ہم ہر واقعہ کو مسلسل بیان کرتے ہین جس سے وہ بخوبی سمجھ مین آئے۔ اس کو سنہ کی قید سے ہم حصے کر کے نہین بیان کرتے۔ جو واقعات بیچ مین چھوٹ جاتے ہین ان کو اس واقعہ کے تمام و کمال بیان کے بعد لکھ دیتے ہین۔

علی قلی خان زمان کی عشق و عاشقی کی داستان بھی عجیب ہے۔ ہم اس داستان کے ناپاک بیان سے اپنی تاریخ کے اوراق کا منہ کالا اس سبب سے کرتے ہین کہ بعض چھوٹے چھوٹے واقعات بھی ایسے ہوتے ہین کہ ان کے بیان کرنے سے تاریخ مین نتائج عظیم پیدا ہوتے ہین۔ یہ واقعہ ایسا ہی ہے۔ جنت آشیانی کے عہد مین شاہم بیگ پسر ساربان ایک نوجوان سادہ رو تھا حسن صوری و جمال ظاہری مین اسکی شہرت تھی وہ بادشاہ کے قورچیون مین یعنی خواصون مین نوکر تھا حضرت جنت آشیانی کا منظور نظر تھا بعد واقعہ ناگزیر کے وہ بدستور شاہی قورچیون مین منسلک رہا علی قلی خان زمان جس کو اپنے شیعہ مذہب مین ایسا غلو تھا کہ معلوم ہوتا تھا تقیہ اسکے مذہب مین نہین ہے وہ اسپر عاشق ہوا۔ اسنے شاہم بیگ کو جالندھر مین بادشاہ کے پاس تھا بلالیا۔ اس نے یہان آنکر اپنی حسن فروشی

شاہم بیگ کے ساتھ عشق و عاشقی علی قلی خان زمان

کا بازار ایسا گرم کیا کہ خان زمان کی عقل و ہوش کو خرید لیا۔ وہ اس کے ساتھ وہ سلوک کرتا تھا جو سلاطین کے لیے مخصوص ہے۔ اس کو مسند پر بٹھاتا اور اس کے آگے خود دست بستہ کھڑا ہوتا۔ شاہم شاہم کہتا جو اس راز سے محرم تھے انھوں نے مولانا پیر محمد کی معرفت پادشاہ کو اس امر سے اطلاع دی۔ پادشاہ نے خان زمان کو لکھا کہ آدمی زادہ خوشامدگو بدذاتوں کی صحبت سے اور فرمانبرداری آز سے سلطان شہوت و غضب کا مغلوب ہوتا ہے اور طرح طرح کے بُرے کام کرتا ہے۔ اب تو اپنے کیے سے پشیمان ہو کر اس کردار ناشائستہ کا تدارک نیکو خدمتی سے کر۔ اور شاہم بیگ کو ہمارے پاس بھیجدے۔ ہم تیرا قصور معاف کر دینگے۔ اگر بےتمیزی اور بےشرمی سے احکام پادشاہی نافرمانی کرے گا تو تیری سزا تیری بغل میں موجود ہے۔ علی قلی خان کو معشوق کا فراق طبیعت پر شاق تھا اس مین گفتگو شروع کی۔ پادشاہ نے سلطان حسین خان جلائر کو قصبہ سندیلہ اس نظر سے عنایت کیا کہ وہ خان زمان خان کو زیادہ سرکش ہونے دے خان زمان نے یہ قصبہ پہلے اسماعیل خان بھرا ابراہیم خان اوزبک کو اپنی طرف سے جاگیر مین دیا تھا قاعدہ ہے کہ کسی جماعت کا سردار بدعملی و حرام نمکی سے موصوف ہوتا ہے تو اسکے پیرو بھی ناگزیر بے بہرہ ہوتے ہین اس لیے اسمعیل خان نے پرگنہ مذکور نہ دیا اور لڑنے کے لیے کھڑا ہوا۔ سلطان حسین خان کو پادشاہ کی حمایت پر بھروسا تھا اُسنے بزور پرگنہ کو لے لیا اسمعیل خان علی قلی کے پٹھون مین گھس کر ایک لشکر کثیر اپنے چڑھا لایا سلطان حسین خان اُس سے لڑا۔ اور فتحیاب ہوا۔ سب سے بدتر مرنا حرام نمکی مین مرنا ہے۔ سو ایک جماعت کثیر کا مرنا ایسا ہوا۔ علی قلی خان کا خود ارادہ ہوا کہ لشکر لیکر سلطان حسین خان کے روبرو جائے۔ لیکن عقلمندون نے اس اندیشۂ نادرست کی روسیاہی سے باز رکھا۔ وہ بھی نصیحت پذیر ہو کر اپنا چارہ کار کرنے لگا۔ ناصر الملک کہ پہلے اسکے احوال کی نگوہش کرتا اور اسکے سر پر لشکر بھیجنے کا اہتمام کرتا بیرام خان کو علی قلی خان کی خاطر ایسی منظور تھی کہ اپنے بزرگ منشی سے اسکے ناہنجار کامون کو یہ سمجھتا کہ وہ ہوئے ہی نہین۔ علی قلی خان کو گھر مین وہ نصیحتین کرتا مگر عشق کب اُنکو سننے دیتا اور اپنے کام سے باز رکھنے دیتا تھا۔ اب مکر و حیلے کرنے لگا۔ اُس وقت ناصر الملک بالکل صاحب اختیار تھا اور

مہات ملکی و مالی اسی کی رائے زرین کے حوالہ تھین پر وہ اپنی نیک دلی سے پادشاہ کی خیر خواہی کے لیے بیرام خان کا پاس و لحاظ نہین کرتا تھا۔ اس کے پاس اپنے ایک معتمد نوکر برج علی کو بھیجا۔ اس نے وہان جاکر اسے بیڈول باتین کہین کہ ناصر الملک نے اسے خوب پٹوایا اور پھر قلعہ دہلی کے برج سے گرا کر بستی کے خندق مین گرایا اور اس کو اپنے نام کا مظہر بنایا۔ بیرام خان اس سے نہایت آزردہ ہوا اور دل مین اسکے کینہ ناصر الملک کے ساتھ پیدا ہوا جس کا انتقام اس نے لیا جس کا بیان پہلے ہم نے کیا مجبوری علی قلی خان کو آخر پادشاہ کے حکم کی اطاعت کرنی پڑی۔ شاہم بیگ کو اپنے سے دور کرنا پڑا وہ اس سے جدا ہوکر قصبہ سہرلو پر مین گیا کہ عبد الرحمن پسر موئد بیگ کی جاگیر مین تھا وہ عبد الرحمن سے معشوقی کا علاقہ رکھتا تھا۔ اسکے گھر مین رہنے لگا۔ آرام جان کو یاد کیا۔

آرام جان کا قصہ یہ ہی کہ وہ ایک کسبی تھی علی قلی خان اس کو چہ گرو پر بھی عاشق تھا اور اس نے نکاح کر لیا تھا۔ مگر بیباکی اور بے آزرمی سے اپنی مجلس خاص مین کہ شاہم بیگ جسمین ہوتا اور بزم شراب ہوتی وہ اس عورت کو بلاتا۔ وہ گاتی اور سرمایہ فساد وافساد ہوتی شاہم بیگ کو اس سے تعلق خاطر پیدا ہوا۔ علی قلی خان ہوا و ہوس کا مغلوب تھا۔ اسنے اپنی وسیع آمدنی کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ اپنے خرچ مین لاتا اور دو حصے شاہم بیگ کو دیتا۔ یہان تک کہ اس آرام جان اپنی نکاحی بیوی کو شاہم بیگ کے حوالہ کیا۔ کچھ دنون اسکے ساتھ اس نے مزے اڑائے۔ پھر جس طرح یہ عورت اس کو ہاتھ لگی تھی اسیطرح اُسنے عبد الرحمن کے حوالے کر دی۔ اس نے اس سے نکاح کر لیا۔ شاہم بیگ اس کے یہان مہمان تھا عین مستی و بیہوشی مین وہ اس آرام جان کی یاد مین بے آرام ہوا۔ عبد الرحمن کو بھی وہ علی قلی خان سمجھا مگر اسمین حمیت تھی اس نے اس درخواست کو نامنظور کیا۔ اسپر شاہم بیگ کو غصہ آیا اور تمام حقوق آشنائی اور دوستی کو یکبارگی چھوڑا۔ جس رابطہ کی ہوا و ہوس پر بنا ہوتی ہے وہ اسیقدر ثبات رکھتا ہے۔۔۔

شاہم بیگ نے شورش مین آکر عبد الرحمن بیگ کو باندھ لیا۔ موید بیگ برادر یا پدر عبد الرحمن بیگ کو جب اس سرگذشت کی خبر ہوئی وہ مسلح ہوکر شاہم بیگ پر چڑھ گیا۔ وہان اسکے آدمیون سے لڑائی ہوئی جسمین شاہم بیگ کے ایک تیر لگا جس سے اسکی جان نے پرواز کی۔ عبد الرحمن بیگ نے نجات پائی اور سیدھا بھاگ کر

پاس آیا۔ اور مورد عنایات شاہی ہوا جب یہ واقعہ علی قلیخان نے سنا تو اُس نے عبدالرحمن خان بیگ کا تعاقب کیا مگر گنگا کے کنارہ تک آکے ناامید پھر گیا۔ شاہم بیگ کی لاش کو گولاب جونپور کے کنارہ پر دفن کیا۔ اور قبر پر ایک عمارت عالیشان تعمیر کی۔

شاہ قلی خان محرم کا جوگی ہونا

تجردگزینی کا یہ عجیب سانحہ ہے کہ قبول خان ناچنے کا فن خوب جانتا تھا اس سے شاہ قلی خان محرم تعلق خاطر رکھتا تھا۔ پادشاہ کو اپنے امرا و ملازمون کا یہ طور وطریقہ پسند نہ تھا۔ خواہ اسمین پاکبازی کیون نہو کیونکہ اسمین بھی ناخوشی ہوتی ہے جسکو اہل ہوش خوب جانتے ہین۔ پادشاہ کو مطلق ایسے کام پسند نہ تھے شاہ قلی اپنی طبیعت کا مغلوب تھا وہ اس کام سے باز نہین آتا تھا پادشاہ نے اس لڑکے کو اُس سے جدا کرکے اپنے پاسبانون کے حوالہ کیا۔ شاہ قلی نے اپنے گھر بار کو آگ لگائی۔ اور بھبوت بدن کو مل کر جوگی بنگیا بیرام خان نے اسکے دلاسے کے لیئے غزل کہی۔ پھر وہ اپنے اس کام سے منفعل ہوا پادشاہ نے اسکو بحال کر دیا

جلال خان و مظفر خان کی عشقبازی

پادشاہ پاک نہاد تھا۔ وہ جمیع خلایق کو خصوصًا اپنے مقربون کو چاہتا تھا کہ وہ عفت اختیار کرین وہ اپنے آدمیون کی اصلاح اطوار و اوضاع مین عطوفت پدری و رافت اتالیقی کرتا تھا اور ناشائستہ حرکت نہین کرنے دیتا تھا اُس کو دلی نفرت اس عشقبازی سے تھی جسکا بیان ہوتا ہے۔ پادشاہ نے جب سُنا کہ جلال خان اسکے ندیمون مین سے ایک جوان صاحب حسن کے ساتھ بے اعتدالیان کرتا ہے تو اسکو نہایت ناگوار ہوا۔ اُس نے اس معشوق کو جب اُس سے علیحدہ کر لیا تو وہ دیوانہ ہوگیا۔ اور رات کو اپنے معشوق کو ہمراہ لیکر راہ فرار اختیار کی۔ مرزا یوسف اور ایک جماعت کثیر اسکے تعاقب مین پادشاہ نے بھیجی وہ اس گرفتار ہوا وہوس کو مع جوان کے مقید کرکے لائی۔ اسکے مناسب حال تادیب ہوئی کہ جلوخانہ مین مدتون تک لکدکوب مین رہا۔ مگر پھر بادشاہ نے قصور معاف کر دیا اور اپنا ندیم بنالیا۔ وہ اس ندیمی کے کام مین بے بدل تھا۔

مظفر خان پر یہ آفت آئی کہ سب کو حیرت ہوئی کہ اُسنے ایک سادہ رو قطب خان سے علاقہ خاطر ایسا پیدا کیا کہ عقل و ہوش اسکے گم ہوگئے۔ پادشاہ نے قطب خان کو طلب کرکے نگہبانون کے حوالہ کیا کہ مظفر خان کے فریب مین آکر بلائے عظیم مین مبتلا نہو۔ مظفر خان نے ناحق سے لباس فقر پہنکر صحرا کی راہ لی۔ پادشاہ نے اسکی نادانی اور بے تمیزی پر نظر نکرکے پھر مہربانی کی کہ اس کا یار خدمتگار اس پاس بھجوا دیا

اور بہت سی نصیحتیں کیں۔

آگرہ کے قریب ہست (ہاتھم) کا نٹ ایک بڑا مستحکم مقام ہے۔ یہاں کے زمیندار بھدرو یہ قوم کے تھے وہ ہوشیاری اور مردانگی میں مشہور تھے۔ سلاطین ہند سے ہمیشہ سرکشی کرتے رہتے تھے بیرام خان نے ادہم خان کو یہاں کا جاگیردار مقرر کیا۔ وہ ہمیشہ اس سے متوہم رہتا تھا۔ اس لیے یہ جاگیر مقرر کی کہ وہ گھر سے دور ہو جائے گا۔ اور متمردوں کو بھی ٹھیک بنا دیگا ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ ادھم خان نے یہاں آکر سرکشوں کو درست کیا۔

سرکشان ہتم کی سرکوبی ادہم خان کا جانا

نوجوان بادشاہ کی مشکلات اور اُس کے اصول سلطنت

اٹھارہ برس کی عمر اور یہ سلطنت کا بھاری بوجھ اُٹھانا اسی کا کام تھا۔ خدا نے عجیب عقل وفہم دماغ میں اور خوبیاں دل میں اور زور وقوت چستی وچالاکی جسم میں اُسکو عطا کی تھیں۔ اگر اُسکی سوانح عمری اول سے آخر تک خیال کیجئے تو ہر ایک بات انوکھی معلوم ہوتی ہے پیدا ہوا تو اُس وقت کہ باپ کن بلاؤں اور آفتوں میں مبتلا تھا۔ پلا تو چچا کی قید میں جو باپ کی جان کا دشمن تھا۔ لڑکپن میں کھیل کھیلا تو یہ بدمست ہاتھیوں کو سدھاتا اور ان کو لڑاتا اور اگر گرتا تو بھی چڑھنے سے نہ ڈرتا۔ شیروں کے شکار تلوار سے کرتا پھر دس بارہ برس کی عمر میں باپ کے ساتھ جاکر لڑائیوں میں نام پیدا کیا۔ اب بیرام خان جیسے وزیر سے سب اختیار سلطنت کو چھین لیا غرض خواہ اُس کے سپاہیانہ کام دیکھیے۔ خواہ اُسکے انتظام ملکی کی تدابیر پر خیال کیجئے ایک شان کبریائی نظر آتی ہے۔ اگر اکبر کی ذات میں یہ سب صفات جمع نہ ہوتیں تو ہندوستان میں خاندان تیمور کی سلطنت جمنی ناممکن ہوتی اس کو بعض مشکلات بہ نسبت اور مسلمان خاندانوں کے زیادہ تر تھیں پہلے جن مسلمان خاندانوں نے یہاں حکومت کی انھوں نے اپنے وطن مالوفہ سے تعلق نہیں چھوڑا اُن کی آمدورفت اپنی زبردست قوموں کے ساتھ برابر رہی۔ غزنین وغور کے خاندانوں کا ملک اور دارالسلطنت ہندوستان سے متصل تھا۔ غلاموں کے خاندانوں کی سلطنت میں برابر اُنکی قوموں کی آمدورفت جاری رہی مگر اس اعتبار سے خاندان تیمور ضعیف اور کمزور تھا اور اسکی بنیاد کو

استحکام نہ تھا۔ نہ تو وہ کوئی اپنا وطن رکھتا تھا۔ نہ کسی زبردست قوم کے ساتھہ رشتۂ اتحاد رکھتا تھا۔ غرض کوئی امید اس بات کی نہ تھی کہ اگر ہندوستان مین بُرا وقت آئے گا تو ہموطن اُسکی امداد کرینگے۔ یا کوئی اور زبردست قوم اُسکے ہمراہ ہوکر اُس کا قدم آگے بڑھوائیگی۔ کوئی مخزن سپاہ اُسکے پاس ایسا نہ تھا کہ مصیبت کے وقت کام آتا۔ اس خاندان کی سپاہ مین جو سپاہی تھے وہ مختلف ممالک متوسط ایشیا کے رہنے والے تھے فقط غنیمت کی امید پر جمع ہوگئے تھے اور جو سپاہ کے سردار اور افسر تھے وہ کچھ آپس مین نا تہ رشتہ نہ رکھتے تھے نہ ایک خاندان کے تھے فقط ملکون کے فتح کرنے اور اپنی قسمت آزمائی کے لیے ساتھہ تھے۔ جب کوئی ملک فتح ہوتا تو وہ اُسکے ٹکڑے کرکے آپس مین تقسیم کرنا چاہتے تھے اس خاندان کی سلطنت کے قیام اور استحکام مین کوشش نہین کرتے تھے چنانچہ اس کا تجربہ ہمایون کے عہد مین ہوچکا تھا کہ اُسکے ساتھہ سے یہ سردار کیسے جلد جلد جدا ہوگئے اور بات کی بات مین وہ ہندوستان سے نکالا گیا اور پھر کوئی اپنے وطن سے اہل وطن کی جماعت ایسی نہ لا سکا کہ ہندوستان کو لے لیتا۔

اکبر اپنے خاندان کی اس ضعیفی کو سمجھتا تھا۔ یہ تو بیرام خان ہی کے ہاتھ کو خدا نے قدرت دی تھی کہ اُس نے ان سب مختلف سردارون کو ایسی بندش مین جکڑ رکھا تھا کہ ان کا نکلنا دشوار تھا جس وقت وہ نہ رہا یہ بندش ڈھیلی ہوئی اور اکبر کو افسرونکی معاملات کی دقتین وہ پیش آئین جو اُسکے باپ کو آئین تھین مگر اپنی تدابیر صائب سے سب کا علاج کر لیا۔ ملکون کی فتح مین سردارون کی بغاوت کا بھی بیان کرینگے جس سے یہ مضمون طالب علم سمجھ جائینگے۔ گر ہم سردارونکی بغاوت کا جُدا مضمون نہین لکھین گے۔

اکبر کی سلطنت کا زمانہ اسکی خودمختاری سے پہلے جو چھ برس کا پانی پت کی لڑائی کے بعد گذرا اسکے اندر ہندوستان مین اسکی مملکت کی کیفیت یہ تھی کہ پنجاب اور اضلاع ممالک شمالی مغربی جو اس زمانہ مین کہلاتے ہین اُس پاس تھے اسمین گوالیار و اجمیر بھی مغربی لکھنؤ تک اودھ باقی ملک اودھ اور الہ آباد جونپور تک مشرق مین شامل تھے۔ بنارس چنار اضلاع بنگال و بہار مین خاندان سور اور افغان فرمان روائی کرتے تھے

کل دکن اور مغربی ہندوستان کا بڑا حصہ اُس کی حیطۂ سلطنت سے باہر تھے۔

اسمین شبہ نہین اپنے اتالیق بیرام خان کی پنج سالہ حکومت مین اکبر نے اس مسئلہ پر خوب غور کر لی تھی کہ ہندوستان پر کس طرح سلطنت کرنی چاہیئے کہ کل امرا غربا اور رعیت و روسا دلون کا پادشاہ مالک ہوجائے اور وہ اسکو اپنی قوم کا پادشاہ سمجھنے لگین۔ اس مسئلہ مین بڑی دشواریان تھین۔ سلاطین اسلام کی چار سو برس کی سلطنت مین کبھی یہ کوشش نہین کیگئی کہ ہندوستان مین جو مختلف قومین اور باشندے رہتے ہین اُن مین یک دلی پادشاہ کے ساتھ پیدا کی جائے۔ رعایا اور پادشاہ کے اغراض آپس مین وابستہ اور پیوستہ ہوجایئن ہر بادشاہ اپنی قوت اور عظمت کے سبب سے اُس مدت تک سلطنت کرتا تھا کہ کوئی قوی اس سے زیادہ پیدا ہوا بار بار خاندانون کے تغیر نے سلطنتون کے سریع الزوال ہونیکا اصول قائم کر دیا تھا۔ ہر خاندان کی سلطنت زود زوال سمجھی جاتی تھی بنگالہ سے گجرات تک ان خاندانون کی شاخین تھین جو سلطنت کی مدعی تھین ان مین سے ہر ایک یہ جانتا تھا کہ ان مغلون کی سلطنت چند روزہ ہے ابھی کوئی نیا حملہ آور آئے گا اس کا کام تمام کر دے گا ہمایون نے سلطنت کے سریع الزوال ہونے کے اصول کو اور بھی قائم کر دیا تھا قنوج مین شکست پاکر جو وہ بھاگا تو مغلون کی سلطنت کا نشان کوئی باقی نہ تھا۔ یہان کی ساری سرزمین مین اس کی ایک شاخ کا بھی پتا نہ تھا۔

ان واقعات نفس الامری کو اکبر خوب سمجھتا تھا اور اپنے دل مین یہ سوال سوچتا تھا کہ مین کیا عمل کرون کہ امرا و روسا و غربا و رعیت پرانی باتون کو بھول جایئن۔ میرا فتح کرنے سے یہ مقصد ہو کہ سب کو متحد کرون اور جب فتح کرلون تو وہ اصول قائم کرون کہ سب قسم کے آدمیون کو وہ مطبوع و مرغوب ہون جیسے اُن کو روسا پسند کرین ویسے ہی رعایا پسند کرے اور دلون متفق ہوکر اسکو یہ سمجھین کہ وہ ہمارا مائی باپ ہے جو سب طرح سے ہماری محافظت کرتا ہے وہ برملا گو ہم سے دور رہتا ہی مگر ہم کو یقین دلاتا ہے کہ قدیمی حقوق اور استحقاق سب قائم رہین گے ان مین کچھ خلل نہین واقع ہوگا جو شخص سب سے زیادہ قابل و لائق ہوگا وہ اسکے حق کو دیکھیگا خواہ وہ کسی مذہب کا کسی قوم کا کسی ذات

ہوگا - وہ انھین قوانین کو عمل مین لائے گا جس مین سب قسم کے آدمیون کے لیے انصاف و عدل ہو - یہ اصول اکبر کے دل مین تھے کہ مین قائم کرون - اکبر کا دل خدا نے پاک و صاف بنایا تھا کہ وہ اسکے سبب سے ہمہ تن اس مین مصروف ہوا کہ اس وسیع ملک کی سب قومون کو متحد کردون اور جو ان کا سر گروہ بناؤن - اس لیے اس نے صلح کل کا مذہب اختیار کیا - شیعہ - سنی - ہندو - مسلمان - یہود و نصاریٰ سب اسکے نزدیک برابر تھے - کوئی عمدہ عہدہ بڑے سے بڑا ایسا نہ تھا کہ جسپر ہندو ممتاز نہ تھے - مسلمانون کے ہر فرقے کے آدمی بقدر لیاقت چھوٹے بڑے عہدے رکھتے تھے - اس کو مذہب نسل خاندان کا کچھ خیال نہ تھا - اسکے ہان گورے کالے نہ تھے - اس صلح کل کے مذہب نے رعایا کو اسکی خیرخواہی مین متفق کرایا - بعض متعصب مصنفون نے اسپر یہ الزام لگایا کہ اس نے اوصاف الٰہی کا دعویٰ کیا - ہان یہ بات انکی اس معنے کر سچ ہے کہ اس زمانہ مین اور اس ملک مین جہان زور ہم معنے حق تھا وہ خدا کا رسول ایسا پیدا ہوا کہ اس نے خدا تعالیٰ کے اوصاف و قدرت کو اس پیرایہ مین زمین پر ظاہر کیا کہ ہندوستان کے آدمیون مین موانست - مسالمت مذہبی - عدل و رحم - سب کے حقوق مساوات داخل کیئے - جو منصوبے اس نے باندھے تھے انکی تکمیل کے لیے ایک عرصہ دراز کی ضرورت تھی مگر سر دست اس نے استحکام سلطنت کے لیے جو منصوبے ضروری تھے وہ اختیار کیے -

اول کل ہندوستان کی سلطنت ایک ہاتھ تلے اسطرح لائی جائے کہ کل روسا و رعیت پر اقتدار اور ان کے دل مین اس کا وقار ایسا پیدا ہو کہ وہ سب اسکے دل و جان سے وفادار ہوجائین -

دوم جو ملک پہلی سلطنت کے قبضہ و تصرف سے باہر نکل گئے ہین ان کو دوبارہ حاصل کرکے -

سوم ملک کے نظم و نسق مین انقلابات عظیم سے خلل پڑ گئے ہین ان کو درست کرے -

اب آیندہ ہم شہنشاہ اکبر کی تاریخ کے دو حصے کرتے ہین - پہلے حصے مین ممالک کی فتوح کا بیان کرکے دوسرے حصے مین اسکے انتظام و اخلاق وغیرہ کا بیان لکھین گے -

جو ممالک کہ سلطنت سے نکل گئے تھے اُن کی فتح

فتح قلعہ گوالیار ۹۶۶ھ

جب پادشاہ قلعہ مان کوٹ کے محاصرہ مین مصروف تھا تو یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ قلعہ گوالیار جو ہندوستان
کے مشہور قلعون مین تھا۔ اور استحکام مین اپنی نظیر کمتر رکھتا تھا وہ مبارز شاہ عدلی کے قبضہ مین تھا
بھیل خان (سہیل خان) جو سلیم شاہ کا غلام تھا وہ یہان قلعہ دار تھا۔ راجہ رام ساہ نے جسکے باپ دادا
اس قلعہ کے حاکم تھے بہت سے راجپوتون کو ساتھ لیکر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور اہل قلعہ کو بہت
تنگ کیا۔ آگرہ سے قیا خان گوالیار کی طرف متوجہ ہوا۔ رام ساہ نے قلعہ کا پیچھا چھوڑا۔ اور
قیا خان کے روبرو لڑنے کے لیے ہوا۔ مگر اس کو شکست ہوئی اور قیا خان نے قلعہ گوالیار کا
محاصرہ کیا۔ یہ مضبوط قلعہ استواری و محکمی مین پہلے زمانے کے فرزانون کا ایک کارنامہ اور
قدیم کار آگہون کا ایک ایسا اثر بدیع ہے کہ نیروی بازو سے اس کا تسخیر کرنا دشوار ہے۔ جب
سنہ ۹۶۶ھ مین بادشاہ آگرہ مین آیا تو حبیب علی خان و مراد و علی سلطان اور ایک جماعت کثیر کو
قیا خان کی کمک کے لیے بھیجا۔ بھیل خان نے قلعہ داری کے اہتمام مین کسی بات کو اٹھا
نہین رکھا اسکے خیرخواہون نے اسے سمجھایا کہ اگرچہ قلعہ مستحکم ہے اور اسباب قلعہ داری مہیا
ہے مگر پادشاہ کے لشکر سے مقابلہ مشکل۔ اسکی سمجھ مین بھی یہ بات آگئی۔ اس لیے ربیع الآخر
سنہ ۹۶۶ھ کو حاجی محمد خان سیستانی کو بلایا۔ اُسنے اسکی خاطر پریشان کو مطمئن کیا اور پادشاہ پاس
لے آیا۔ اس نے قلعہ کی کنجیان اولیاء دولت کو سپرد کین وہ اسکے مقاصد کے ابواب کی مفاتیح بنین۔

اصول فتوحات اکبری

اکبر نے اپنی کل فتوحات مین جو اصول اختیار کیے اُن کو ابوالفضل اسطرح بیان کرتا ہے۔ بنی النوع
آدم کے افراد کے ہر طبقہ کے لیے ایک عبادت لازم اور ایک طاعت واجب ہے سلاطین
پر بھی یہ عبادت لازم ہے کہ وہ آسودگی رعایا کے اندیشہ مین رہین اپنی ساری ہمت خسروانہ
کو زیردستون و شکستہ پایون کی ترفیہ حال مین صرف کرین۔ سوختگان کے بہر چیز
ستمگارون و فتنہ سازون کا بھاری بوجھ اُٹھائین اول تدابیرات لائقہ کے ساتھ

منہیان درست کردار اور نیک اندیش مقرر کرین اگر ایسا گروہ دیرین بہم پہونچے تو امراء مختلف جو آپس مین تعارف رکھتے ہوان اپنی خرد دور بین کی نیرو سے تعین کرے تاکہ اس طریقہ سے خلق کے چھوٹے بڑون کے حالات معلوم ہوتے رہین۔ دوئم اپنے تفرس کی نظر کو کام مین لائے کہ وہ فروغ الٰہی رکھتا ہے اور لطف و قہر مین ملاحظہ درست کرے۔ سوم ہر روش سے اپنی خرد والا کو نظر دور بین اور فراخ حوصلہ کی قوت کے ساتھ کام مین لائے۔ ارباب استعداد کو کہ وہ مشرب اخلاص رکھتے ہون قوت و قدرت دے اور ان کے اعتبار کے پایہ کو بڑھائے اور اپنے اعتبار کی پاسبانی کرے اور اپنی بزرگی کے وقت مین خردی کی آنکھ سے نہ دیکھے اور بے اخلاص گروہ مین سے ہر ایک ساتھ اُسکی حالت کے مناسب پیش آئے اور ارباب فتنہ و فساد کو کہ وہ شورش کرکے اپنی ہوا و ہوس سے افساد کو اصلاح جانتے ہین بعد از نصیحت مناسب وقت تادیب کرے۔ اور فرمان دہان والا جیسی کہ اپنے ملک کی معموری مین اپنی خصلت عالی کو مصروف رکھتے ہین اسی طور سے اور ونکی ولایتون مین ہمت معدلت شہروہ کو مشغول رکھین تسخیر ملک اور جہان کشائی کو اپنی بساط آگاہی پر مبنی کرین تاکہ روز بروزان ملکات کے نتائج سے عمر و دولت نشاط و فراخی مملکت مین افزونی ہو۔ یہ سب صفات بادشاہ مین فطری ہین نہ کسبی۔ انگریزی مورّخ انھین اصول کو اپنے طرز پر اسطرح ادا کرتے ہین کہ اکبر نے اپنے دشمنون کو دوست بنانے کا طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ وہ ان کو یقین دلادیتا تھا کہ مین تم کو مایوس نہین کرون گا۔ بلکہ ان کو جاہ و حشمت دونگا اور عزت زیادہ کرون گا اس کا مقصد اصلی یہ تھا کہ مین سب کو متحد کرون اپنے مغلوب تباہ شدون پر ہمیشہ زیادہ سخاوت و فیاضی کرتا۔ بجائے اسکے کہ انکی قوت و قدرت اس سے باہر علٰحدہ رہتی وہ اس کو اپنی قوت مین شامل کر لیتا۔ جو مخالفین ابتدا مین اسکی مخالفت کرتے تو وہ ان کے دل مین یہ بات بٹھا دیتا کہ میری فتح سے اور تمہاری اطاعت سے تمہاری عزت و جاہ مین کچھ بٹا نہین لگے گا۔ بلکہ انکی اور ترقی ہو جائیگی۔ سب جگہ ان اصولون کو جو ابوالفضل نے بیان کیے یا انگریزی مورخ بیان کرتے ہین

اسکی ساری فتوحات اور تسخیر ممالک مین توضیح وتشریح کے ساتھ دیکھو گے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ شیر شاہ نے اپنے عہد سلطنت مین مالوہ کی حکومت شجاعت خان کو سپرد کی تھی یہ سردار خاص اسکی خیل کا تھا جب وہ مرگیا تو باز بہادر اُس کا بیٹا جانشین ہوا اب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ممالک مالوہ مین باز بہادر کے ظلم سے رعایا پر بڑا استم ہو رہا ہے تو بادشاہ نے یہ چاہا کہ وہان لشکر بھیجکر اُس دیار کے طبقات خلائق کو آسیب حوادث سے بچائے اس لیے ۹۶۶ھ ۱۵۵۹ء مین مالوہ کی فتح کے لیے بہادر خان کو بھیجا تھا۔ مگر بیچ مین بیرام خان کا جھگڑا اکھڑا ہوگیا اس لیے خانخانان نے اُسے سپہری سے اُلٹا بلا یا مگر اب پھر بادشاہ نے ۹۶۸ھ ۱۵۶۱ء مین پہلے سے بہت زیادہ لشکر بڑے زور وشور کے ساتھ مالوہ کی فتح کے لیے بھیجا۔ اور ادھم خان کو اسکا سپہ سالار مقرر کیا کہ جنوب کی جانب یورش کرے اور مالوہ کے ستم رسیدون کے زخمون کا مرہم بنے۔ اور داد و دہش کرے۔ اگر والئی مالوہ اپنی بیخردی کے خواب گران سے بیدار ہو کر اطاعت کرے اور اپنے ایام بیہوشی کا تدارک۔ تو اُسکو مراحم خسروانی کا امیدوار کرے۔ آستان بوسی کے لئے بھیجدے ہم اُسکی لیاقت کے موافق صلہ و انعام دینگے۔ اگر وہ اطاعت وخدمت پر راضی نہو تو اُسکو ایسی سزا دے کہ جس سے اورون کو عبرت ہو۔ یہ لشکر آئین شائستہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ نہ ایسا تند جاتا تھا کہ اردو بازار اُس کے ساتھ نہ چل سکے نہ ایسا سُست چلتا تھا کہ کسی کو گمان اُسپر خویشتن داری کا ہو **بیت**

رہرو آن نیست کہ گہ تند و گہ آہستہ رود ؛ رہرو آن ہست کہ آہستہ و پیوستہ رود

یہ لشکر مالوہ کے قریب پہنچا تو باز بہادر کی مدہوشی وبدمستی تحقیق معلوم ہوئی کہ وہ تغلب تسلط کے ساتھ ہنگامہ حکومت کو گرم کر رہا ہے تو ترتیب صفوف و تزئین افواج وغا اچھی طرح ہوئی باز بہادر ذاتی بیخرد اور فطری بے جوہر تھا وہ مہمات ملکی پر توجہ نکرتا تھا۔ شراب جسکی حکیمون نے ایک قدر معین اور وقت مشخص قرار دیا ہے اور ترتیب وترکیب عنصری کے لحاظ سے اُسکی بعض طبائع وامزجہ کے ساتھ نسبت تجویز کی ہے وہ ہمیشہ رات دن اس سے اشتغال رکھتا اور اپنے غفلت کے اسباب کو بڑھاتا اور نغمہ واسباب طرب جن کو دانشمندون نے اُس وقت کے لیے تجویز کیا ہے کہ کار و بار خلائق کے فرط مشاغل سے طبیعت کو ملالت ہو تو انتعاش طبیعت وانبساط حال کے لیے توجہ کرے یہ مفسد

بد بز اس کو مقصد عظمیٰ سمجھ کر اس مین ہمیشہ اوقات گرامی کو جس کا بدل نہین ہے صرف کرتا۔ نخوت مستی و تکبر مستانہ مین اپنا زمانہ بسر کرتا ہس سے غافل تھا بیت

درین مجلس چنان کن پردہ سازی ، کہ ناید شحنہ در شمشیر بازی

سارنگ پور مین جہان اسکی غفلت سرای تھی جب لشکر پہونچا تو وہ اپنی مدہوشی سے قدری بیدار ہوا۔ خمار آلودہ سارنگ پور سے نکل کر تین کوس پر منزل کی اور لشکر جمع کر کے لڑنے کا ارادہ کیا۔

طرفین کے لشکرون مین دو تین کوس کا فاصلہ تھا۔ فریقین سے ہمیشہ دلاور لوازم نبرد کو بجا لاتے۔ پادشاہ کے لشکر نے غلہ کی جسکو ہندی مین بنجارہ کہتے ہین راہین بند کر دین۔ ایک دن جنگ عظیم ہوئی۔ ادھم خان کو فتح ہوئی۔ باز بہادر بھاگ گیا۔ خاندیس کیطرف جا کر برہان پور مین آیا۔ اس کا تمام مال و اسباب و حرم خانہ جسمین اسکی سرمایۂ نشاط و پیرایۂ حیات پاترین دلولی زنان تھین ہاتھ آئے جب لڑائی ہو رہی تھی تو ہندوستان کی رسم کے موافق چند اپنے معتمد آدمی عورتون اور پاترون کے سر مقرر کیے تھے کہ اگر اسکی شکست کی خبر تحقیق انکو معلوم ہو جائے تو تمام عورتون اور پاترون کو تیغ سے بے دریغ مار ڈالین کہ وہ بیگانون کے ہاتھ مین نہ پڑین۔ جب باز بہادر کی شکست کی خبر ان لونڈون کو معلوم ہوئی تو انھون نے ان پری پیکرون کا نقش ہستی آب تیغ سے مٹایا۔ بعض کو زخمی کیا۔ جن مین کچھ رمق حیات باقی تھی۔ ایک جماعت کی جان باقی تھی کہ پادشاہی لشکر پہنچ گیا جس سے انکی جان بچ گئی۔ ان عورتون کی سردفتر روپ متی ایک نازنین پدمنی تھی اُس کا حسن عالم مین مشہور تھا۔ باز بہادر اسپر عاشق تھا اور ہمیشہ ہندی اشعار اُسکے عشق مین کہتا ایک بیداد گر نے چند زخم کاری لگائے تھے کہ لشکر آنے سے یہ طاؤس نیم بسمل نیمجان باہر نکل گیا۔

جب باز بہادر بھاگ گیا تو ادھم خان سراسیمہ و حیران سارنگ پور مین گیا کہ وہان دفائن و خزاین پر قبضہ کرے و حرم خانہ و پاترون و گاینون پر متصرف ہو جنکا نغمہ حسن و حسن نغمہ شہرۂ آفاق تھا اور حسن کے ناز و کرشمے کی داستانین کوچہ و بازار مین بیان کیجاتی تھین۔ ان سب چیزون پر وہ قابض ہوا۔ اسنے روپ متی کی جستجو مین آدمی بھیجے۔ جب یہ خبر اُسکے کان مین پہنچی تو خون ناجوش مین آیا۔ زہر ہلاہل کا پیالہ دوستکامی باز بہادر کا

مردانہ پیا۔ اپنے ناموس کو اپنے ساتھ قبر مین لے گئی۔ بعض مورخ یہ لکھتے ہین کہ وہ ادہم خان کی قید مین آگئی۔ جب اس کو یقین ہوگیا کہ منت سماجت سے اسکی عفت نہین بچ سکتی تو اس نے ادہم خان سے ایک وقت کا وعدہ کیا۔ اسوقت وہ خوب بن سنور کر پلنگ پر بیٹھی۔ زہر کا پیالہ پی لیا۔ ادھم خان جب پلنگ کے پاس آیا تو اُس نے اُس نازنین کو بستر مرگ پر آرام کرتے ہوئے دیکھا۔

جب ادھم خان کو فتح ہوئی تو اُس کو مستی لگی۔ پیر محمد خان اسکے واعظ بیغرض تھے لیکن اسنے کچھ نصیحت نہ سُنی۔ جو ملک فتح ہوا تھا وہ اس طرح تقسیم ہوا کہ سارنگ پور اور چند پرگنے ادھم خان کو کہ اس مہم کا ظاہر سردار تھا اور منڈو اجین پیر محمد خان کو جو حقیقی سردار تھا۔ سرکار ہندیا قیا خان کو اور مندسور اور اُسکی حدود صادق خان کو ملی۔ ادھم خان جمیع ظرائف و نفائس اشیاء و ذخائر و دفائن کو جو ایک زمانہ دراز کے جمع کیے ہوئے تھے اور مشہور پاترون و کامل سازندون کو لے کر عیش و عشرت مین مشغول ہوے۔ اور چند زنجیر فیل غنائم مین سے اور عرائض فتح پادشاہ پاس بھیجے۔

جب مالوہ مین ادھم خان کی فتح سے فساد پیدا ہوا تو پادشاہ نے اسکے احوال کی اصلاح اہم جانی۔ اور وہان کا ارادہ مصمم کیا۔ پادشاہانہ حسن تدابیر اسے کہتے ہین کہ مبادی سال مین نظر ہر کار کے خاتمہ پر ہو۔ اور نظر دوربین ہدایت فکرت مین حسن خاتمت و نقش نہایت پر نظر کرے۔ پادشاہ یکشنبہ ۱۱ شعبان سنہ ۹۶۸ھ کو آگرہ سے مالوہ کی یورش دلکش کے لیے چلا۔

پادشاہ کا مالوہ کو جانا سنہ ۹۶۸ھ

جب پادشاہ قلعہ رنتنبھور پر پہونچا تو اس جگہہ کے حاکم رای سرجن نے پیشکش لائق اپنے آدمیون کے ہاتھ بھیجی پادشاہ نے اس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ نہین کیا۔ پھر وہ قلعہ گاگرون کے حوالی مین آیا۔ وہ بھی مالوہ کے مضبوط قلعون مین تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ باز بہادر نے اپنے معتمدون مین سے کسی کے حوالہ یہ قلعہ کر رکھا ہے اور پادشاہ کے لشکر نے اسے فتح نہین کیا۔ پادشاہ نے اس کا محاصرہ لشکر سے کرایا کہ قلعہ دار نے قلعہ کی کنجیان حوالہ کردین اور پادشاہ کی خدمت مین چلا آیا۔ اور یہان سے پادشاہ سارنگپور کیطرف چلا۔ اتفاق زمانہ سارنگپور سے گاگرون کی تسخیر کے ارادہ سے ادھم خان آتا تھا اُسکو پادشاہ کے آنے کی خبر نہ تھی۔ اسکی مان ماہم انگہ نے قاصد تیز رو بھیجا کہ اُس کو پادشاہ کے آنے کی خبر کردین مگر وہ پادشاہ کی تیز روی کو نہ پہونچ سکا۔ ادہم خان نے جب پادشاہ کو دفعۃً دیکھا تو جھجھک

رہ گیا۔ اسکی رکاب پر بوسہ دیا۔ پادشاہ نے اپنی ناراضی کا اظہار کچھ نہین کیا۔ سارنگ پور مین آیا ادھم خان کے گھر مین اُترا۔ ادھم خان نفائس و لطائف پادشاہ کے سامنے لایا مگر پادشاہ اس سے خوش نہین ہوا۔ اس لیے کہ آئین اخلاص یہ ہے کہ غیبت صوری کے زمانہ مین حاضر معنوی روحانی ہو کر اپنے صاحب کے اکرام اور احترام مین اہتمام لازم جانے اور اپنی خواہش کو ولی نعمت کی رضا مین محو کر دے مگر اخلاص نہ ہر سر مین ہوتا ہے نہ ہر دل مین۔ پادشاہ کی تربیت و عاطفت کے برابر تزویر و تلبیس کی دکان آراستہ کرنی کیا معاملہ گذاری ہے۔ حساب دانی۔ سوداگری بھی اس کو نہ آئی۔ وہ پاکبازی کی بساط پر نرد دغا کھیلتا تھا اور اپنا منہ کالا کرتا تھا۔ وہ ریا کے ساتھ پادشاہ کا تملق کرتا تھا اس لیے پادشاہ خوش نہ ہوتا تھا۔ ہر کار اس کا پسندیدہ خاطر نہوتا تھا۔ ابھی پادشاہ کے اہل خانہ نہین آئے تھے اس لئے وہ ادھم خان کے گھر کے کوٹھے پر رات کو سویا۔ یہ بے سعادت بدنیت اس گھات مین منتظر فرصت تھا کہ شاید پادشاہ کی نظر اسکے حرم خانہ پر پڑے تو وہ اس کا بہانہ کر کے پادشاہ کا کام تمام کرے۔ مگر پادشاہ کا دل اس ناپاک خیال سے خالی تھا وہ آرام سے رات بھر سویا۔ اور ادھم خان کو قدرت اور فرصت اپنے کام کے کرنے کی نہین ملی۔

دوسرے روز ماہم آنگہ آگئی۔ اب اُس نے پادشاہ کی ضیافت اور پیشکش کا سامان کیا۔ اور باز بہادر کا سارا مال و اسباب اور تمام حرمین و پاترین جو ہاتھ لگا تھا وہ پادشاہ کی نذر مین دیا جسمین سے کچھ پادشاہ نے ادھم خان کو دیدیا۔ سارنگپور مین پادشاہ چار روز رہا۔ ۲۰ رمضان ۹۶۸ھ کو آگرہ کو روانہ ہوا۔ ادھم خان نے پادشاہ کی پہلی منزل مین یہ شرارت کی کہ باز بہادر کی دو نادر جمیلہ حرمین کہ پادشاہ کی نذر کی تھین اُن کو بھگا کر لے گیا جب پادشاہ کو خبر ہوئی تو اُس نے کوچ موقوف کیا اور انکی تلاش مین آدمی بھجوائے۔ دونون گرفتار ہو کر آئین۔ مگر ماہم انگہ نے یہ خیال کر کے کہ ان عورتون کی زبانی اسکے بیٹے کا بھانڈا پھوٹے گا دونون بیگناہون کو مار ڈالا سر بریدہ آواز نکند۔ پادشاہ نے چشم پوشی کی۔ راہ مین پادشاہ نے ایک شیر کو اپنے ہاتھ سے شمشیر سے مار ڈالا۔ ۱۹ رمضان ۹۶۸ھ کو اپنے دار الخلافہ مین داخل ہوا۔ اب اس یورش مین ایک مہینہ سات روز لگے چار روز سارنگپور مین توقف ہوا۔ سولہ روز جاتے مین اور سترہ روز آتے مین صرف ہوئے پادشاہ

جب آگرہ مین آیا تو اُس نے ادھم خان کو اپنے پاس بلا لیا اور اُسکی جگہ پیر محمد خان شروانی کو ریاست
مالوہ مستقل طور پر عطا کی۔ اسطرح ماہم آنگہ اپنے بیٹے کے آنے سے خوش ہوئی اور صوبہ مالوہ کی جمہور رعایا
ادھم خان کے ستم سے نجات پاکر امن و امان مین کامروا ہوئی۔ پیر محمد خان کو ایک ستمگار کی شرکت سے
خلاص ہوئی۔ باز بہادر حدود آوا اس مین جا کر اپنی جمعیت سرانجام کر رہا تھا یہ خبر سنکر پیر محمد خان نے
ایک فوج آراستہ کی اور اس طرف کی عزیمت کی۔ اس کو اپنی تہور کا نشا تھا۔ اس مین عقل و
تدبیر پر شجاعت غالب تھی۔ وہ قلعۂ بیجاگدڑہ کی تسخیر پر متوجہ ہوا یہان باز بہادر کی طرف سے اعتماد خان
قلعہ کا منتظم تھا۔ اس نے قلعہ کو مستحکم کیا۔ وہ بذاتہ رفعت و متانت مین مشہور تھا۔ محاصرہ مین امتداد
ہوا۔ روز بہادرون نے اس قلعہ کے لیئے کوشش کی۔ ایک دن سحر کو خسرو شاہ چند کمند لگا کر
قلعہ کے اندر دو سو جوانون کو لے گیا۔ جب صبح ہوئی تو اہل قلعہ خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور لڑنے پر
تیار۔ خوب لڑے۔ مگر آخرکار ناچار الامان کی فریاد کرتے ہوئے پریشان ہوئے۔ اعتماد خان
ایک آدمی کو ہمراہ لے کر پیر محمد خان پاس امان کے لیے آتا تھا کہ ایک تیر اُس کے ایسا لگا کہ جان گئی
اسکے ہمراہی نے جہان تک ہوسکا شمشیر بازی کی۔ مردانگی سے جان دی۔ کچھ آدمی تلوار سے بچے تھے کہ
اُنھون نے امان مانگ کر جان بچائی۔ پیر محمد خان نے چند روز یہان رہکر قلعہ کا انتظام کیا۔ پھر سلطان پور
مین گیا۔ تھوڑی سی لڑائی سے اس کو ممالک محروسہ مین داخل کیا۔ وہ قلعہ بیجاگدڑہ مین واپس آیا یہان اُسکو
خبر لگی کہ میران مبارک شاہ والی خاندیس پاس باز بہادر پناہ گزین ہوا ہے۔ میران نے اسکے ساتھ اپنا
لشکر کیا ہے۔ پیر محمد خان نے اپنا زائد اسباب قلعہ مین چھوڑا۔ ہزار جوان ساتھ لیئے اور یہ ارادہ کیا کہ ایلغار
کرکے ناگاہ آسیر و برہان پور مین پہونچکر مخالفونکی جماعت کا کام تمام کرے۔ دریاے نربدہ سے گذر کر چالیس
کوس ایک رات مین چلا۔ آسیر سے دو کوس ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اُس کو ایک ساعت مین فتح کر لیا
میران نے قلعہ آسیر سے اس قلعہ کی محافظت کے لیئے آدمی بھیجے تھے۔ اُس وقت کہ پیر محمد خان قلعہ کو
فتح کرکے خاندیس کے دارالحکومت برہان پور کیطرف جاتا تھا۔ ناگاہ لشکر غنیم کے سپاہی دور سے
دکھائی دیئے۔ پیر محمد خان نے خسرو شاہ اور یار علی بلوچ کو بھیجا کہ اس لشکر کو دفع کرے اُنھون نے

جاکر تھوڑے عرصہ مین اس جمیعت کو پریشان کر دیا اور اُلٹے چلے آیے صبح کو وہ شہر برہان پور مین آیے اور اس شہر عظیم کو غارت اور تاراج کیا۔ بہت نقد و جنس او نھون کو ہاتھہ آئی۔ میران قلعہ آسیر مین بیٹھا تھا۔ پیر محمد خان نے صلاح وقت دیکھکر معاودت کی کہ اس پاس خبر آئی کہ باز بہادر خاندیس کے لشکر لیے ہوے نزدیک آگیا ہی۔ وہ اس لشکر کو لے کر بیجاگڈہ مین لڑنے کو گیا تھا مگر جب اس نے سُنا کہ پیر محمد خان کچھہ آدمیون کے ساتھہ آسیر و برہان پور کو تسخیر کرنے گیا ہے تو وہ سوچ سمجھکر اس طرف آیا۔ ایسے وقت مین کہ مخالف کا لشکر غنیمت کے مال سے لدا ہوا متفرق ہوکر اُٹھا جاتا تھا باز بہادر کے قریب آنے کی خبر لشکر مین پھیلی۔ پیر محمد خان نے اہل دانش کو بُلاکر مشورہ کیا اکثر آدمیون نے متفق ہوکر کہا کہ اسوقت جنگ مناسب نہین ہی۔ لشکر نے بہت سفر کیا ہے اور فتوحات حاصل کی ہین اور ہر شخص غنیمت سے گرانبار ہو رہا ہے۔ مناسب یہ ہی کہ جنگ کو طرح دیکر آب نربدہ سے اُترین۔ ھنڈیہ مین آرام کرین اور تازہ سپاہ لے کر لڑنے پر متوجہ ہون۔ مگر پیر محمد خان نے یہ صلاح نہ مانی اور لڑنے پر متوجہ ہوا۔ ہمراہیون نے پہلوتہی کی۔ لوازم ہمراہی بجا نہ لائے۔ تھوڑی سی لڑائی سے بھاگ گئے۔ پیر محمد خان کو یار علی بلوچ بہ عنف لے آیا کہ اب توقف کی کیا جگہہ ہے وہ نربدہ کے کنارہ پر شام کو پہونچا۔ ہرچند لوگون نے سمجھایا کہ غنیم دور ہے رات کو یہین آرام کرو مگر اس نے یہ ارادہ کیا کہ دریا مین گھوڑے پر سوار ہوکر پار چلا جاؤن سراسیمہ ہوکر دریائے نربدہ مین گھوڑے پر سوار ہوکر وہ چلا۔ دریا مین ایک قطار شترون کی تیر کر جاتی تھی کہ اُسکے گھوڑے کے پہلو سے وہ لگی گھوڑا بھی سوار کی عقل کیطرح اپنی جگہہ پر نہ رہا۔ پیر محمد خان پانی مین گرا۔ جماعت اسکی نزدیک تھی اسنے بددرونی سے اسکے بچانے مین کوشش نہین کی۔ وہ ہاتھہ پاؤن مارکر ہلاک ہوا۔ یار لوگون نے لطیفہ کے طور پر کہا کہ در آب فی النار شد۔ غرض ایسا مخلص کاروان جوان مرد عالی ہمت مفت جان سے گیا۔ پادشاہی امرا جو یہان جاگیردار تھے وہ اپنی جاگیرین چھوڑ چھوڑ کر پادشاہ پاس آگیے اور باز بہادر کا مالوہ پر پھر تصرف ہو گیا پادشاہ نے عبد اللہ ازبک کو جو جان سپار بزرگ منش اور اس ملک سے خوب واقف تھا مالوہ کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ امور سیاست و دارو گیر اُس کے سُپرد کیے اور خواجہ معین الدین احمد فرنخودی

حضور کی موعظت کو حدیعت ہنچھا۔ پادشاہ نے ہراول سے لڑائی شروع کی۔ پادشاہ ایلغار کرکے اپنے لشکر کی کمک کو گیا۔ لڑائی مین ایسی جگہ پہونچا کہ تیر اُسکے سر پر گذرتے تھے۔ پادشاہ کی اس جنبش سے اُسکے لشکر کو دشمن پر فتح عظیم ہوئی باوجودیکہ پادشاہی لشکر دشمن کے لشکر سے بہت کم تھا۔ اس نواح کے کل زمینداروں اور رئیسون نے پادشاہ کی اطاعت اختیار کی۔ عبداللہ خان بھاگا۔ پادشاہی لشکر نے اُسکے پیچھے جاکر حملہ کیا۔ وہ سب اپنے بال بچون کو جنگل مین چھوڑکر اور اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر بھاگ گیا۔ اور سرحد گجرات مین پہنچا۔ پادشاہ ۲ محرم ۹۷۲ھ کو منڈو مین آیا اور تمام ممالک محروسہ مین فتحنامے بھیجے۔ ایک مہینے یہان توقف کیا۔ یہان سنا کہ چنگیز خان حاکم گجرات کے پاس عبداللہ خان گیا ہی۔ پادشاہ نے اسکے نام فرمان منعم الملک کے ہاتھ بھیجا کہ وہ عبداللہ خان کو باندھ کر ہمارے پاس بھیجدے یا اپنے ملک سے اسکو باہر نکال دے۔ چنگیز خان نے اس فرمان کے جواب مین لکھا کہ مین بندۂ پادشاہ ہون فرمان پذیری ناگزیر ہے حضرت خطاپوش و عطا پاش ہین۔ اگر اس مرتبہ اس کا گناہ بخش کر نوازش کرین تو اُس کو حضور کی خدمت مین بھیجدون۔ یہ بندہ نوازی سے دور نہ ہوگا۔ اگر یہ التماس قبول نہو تو مین اُس کو اس ولایت سے دور نکال دون گا۔

پادشاہ نے اس صوبہ کا ایسا عمدہ جدید انتظام کیا کہ تمام سردار اور رئیس اس سرزمین کے اسکے آگے سجدہ کرنے لگے اور آخر محرم ۹۷۲ھ مین آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ قرا بہادر خان کو اور امراء کے ساتھ منڈو مین حاکم مقرر کیا۔ راہ مین ہاتھیون کا شکار کھیلتا ہوا ۳۱ ربیع الاول ۹۷۲ھ کو دار الخلافہ آگرہ مین آیا۔ یہان منعم الملک چنگیز خان کی عرضداشت مذکور اور پیشکش لایا۔

ممالک شرقیہ کی فتوحات

ان چند برسون مین علی قلیخان خان زمان خان نے ممالک شرقیہ مین افغانون پر فتوحات عظیم حاصل کین۔ پہلے لکھ چکے ہین کہ حدود سنبل مین خان زمان منتظم مقرر ہوا تھا تو اُس نے لکھنؤ تک ملک پر قبضہ کرلیا تھا۔ جب بیرام خان کا جھگڑا تمام ہوا تو افغانون نے جانا کہ ہم کو فرصت ہی۔ انھون نے مبارز خان عدلی کے بیٹے کو

اپنا سردار بنایا۔ اور شیر خان اس کا نام رکھا اور سب نے متفق ہوکر یہ ارادہ کیا کہ چلکر خان زمان خان کو ٹھکانے لگا دیئے۔ خان زمان نے یہ خبر پاکر جونپور کے قلعہ کو مستحکم کیا۔ سوائے اسکندر خان اور بک کے اس نواح کے تمام سرداران کو جمع کیا۔ افغانون کا لشکر بڑا زورآور تھا۔ بیس ہزار سوار اور پچاس ہزار پیدل اور پانسو ہاتھی تھے۔ اس سے آگے جاکر لڑنا مصلحت وقت نہین معلوم ہوتا تھا۔ افغان ایک لشکر گران لیکر گومتی کے کنارہ پر جونپور کے پاس آگئے۔ یہ شہر اسی ندی کے کنارہ پر واقع ہے اور تیسرے روز ندی سے پار اُترے۔ سپاہ کو لڑنے کیلئے مرتب کیا۔ خان زمان بھی لشکر آراستہ کرکے لایا۔ شائستہ آئین کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی۔ خان زمان کے لشکر نے حسن خان بچگوتی کے لشکر کو تیرون کی مار سے بھگا دیا مگر شیر شاہ نے لشکر شاہی کو بھگا کر شہر کے کوچون تک پہنچا دیا۔ پھر خان زمان نے اس لشکر کے پیچھے آنکر تیرونکی بوچھار سے دشمن کے لشکر کو پریشان کر دیا اور بڑی فتح حاصل کی اور بہت سی غنیمت اور بہت سے ہاتھی اسکے ہاتھ آئے۔ اس فتح سے خان زمان خان کا ایسا مغز چلا کہ وہ پادشاہ کو ایک لڑکا سمجھا اور اسکی قوت و قدرت کو بے حقیقت جانا۔ ساری غنیمت کو خود ہی ہضم کرنا چاہا گستاخ بیباک ایسا ہوگیا کہ پادشاہ کو خود گوشمالی کے لیے آنا پڑا۔ عقلمند جانتے ہین کہ جو شخص نیک ذاتی خیر اندیشی کے صفات سے موصوف ہوتا ہے اور اپنے احوال کے روزنامچہ کو مطالعہ کرتا ہے جب وہ مخالفون پر نصرت پاتا ہے اور کاروان معاون اُس پاس جمع ہوتے ہین اور اسباب دنیا میسر ہوتا ہے تو وہ نیاز مند زیادہ ہوجاتا ہے اور اپنے ولی نعمت کے شکر کے لوازم کو بجالاتا ہے اور اس شکر کا تتمہ حسن عقیدت اور لطف خدمت کو بناتا ہے اور مراسم یکجہتی کو بڑھاتا ہے اور خالق کے سامنے زیادہ فروتنی اور مخلوق سے بہت تواضع کرتا ہے اپنے صاحب کی بندگی و اخلاص مین زیادہ کوشش کرتا ہے اپنے نوکرون کی قدردانی کرکے ان کے ساتھ حسن سلوک زیادہ کرتا ہے لیکن وہ ان سب کے خلاف کام کرتا ہے جو سوائے صورت کے آدمیت سے بہرہ ور نہین رکھتا سوائے نام کے احالت اس کو نصیب نہین ہوتی۔ وہ تھوڑے سے اعتبار اور برآمد کار سے اپنے پایہ کو بھول جاتا ہے اول خدا کے ساتھ اس کا طریقہ کچھ اور ہوجاتا ہے دوم اپنے ولی نعمت و صاحب کے ساتھ تکبر و ترفع کی طرز اختیار کرکے کچھ اور باتین دلمین سوچنے لگتا ہے سوم اپنے ہمراہیون اور ہم نسبتون کے ساتھ اترانے لگتا ہے چہارم جمہور انام کے ساتھ ستم و عنف سے سلوک کرتا ہے

وہ یہ جانتا ہے کہ مین اپنی بزدگی کا اسباب مرتب کرتا ہون۔ دانا جانتا ہو کہ وہ اپنے ادبار اور ہلاکت کے لیے معرکہ کر رہا ہی۔ اس بیان کا مصداق علی قلیخان زمان کا حال ہے کہ ان دنون جو اُسنے شیر شاہ پسر سلطان عدلی کو ے کر شکست دی تو اُس کا دماغ آسمان پر چڑھ گیا۔ قریب تھا کہ اُس کا بھانڈا پھوٹ جائے کہ بادشاہ کی عقل کامل کا یہ اقتضا ہوا کہ برسم شکار اس حدود کیطرف چلیے۔ اُسنے زبان سے کہا کہ اگر اس بدسرشت کو سعادت سے کچھ بہرہ ہوگا تو خواب غفلت سے بیدار ہوکر ہماری قدمبوس کے لیے حاضر ہوگا ہم اُسکی تقصیرات معاف کر کے موافقت کرین گے وہ ہمارا ہی لگایا ہوا درخت ہی بزرگونکی گزیدہ تر صفت یہی ہی کہ عذر کو قبول کرین اور گناہ بخشین کہ آدمی ہشیاری اور مستی کی معجون مرکب ہے۔ اگر وہ ملازمت کے لیے نہ حاضر ہو تو پہلے اس سے کہ مرض مزمن ہو اور اُس کا معالجہ دشوار ہو اس کا کام تمام کیا جائے اور اس مرض بوم کو ستمگار کے ہاتھ سے خلاصی دیجائے۔ غرض پنجشنبہ ۹۶۸ کو وہ بلاد شرقیہ کیطرف متوجہ ہوا۔ دار الخلافہ آگرہ کی حراست معین الدین احمد خان فرنخودی کو سپرد کی۔ جب حدود کالپی مین بادشاہ کا گذر ہوا عبداللہ خان اوزبک کے گھر مین اُتر کر اسکی عزت کو بڑھایا۔ پھر یہان سے کڑہ گیا۔ یہان شکار کھیلا تو خان زمان خان اور اُس کا بھائی بہادر خان خواب غفلت سے بیدار ہوے اور بادشاہ کی خدمت مین آئے۔ انکے بھلے دن کچھ باقی تھے غنیمت کا سب مال و اسباب اور نامور ہاتھی بادشاہ کی پیشکش مین دیدیئے۔ بادشاہ نے انکی تقصیرات معاف کین اور فرمایا کہ پھلدار درختون کے کاٹنے سے جب آدمی ناخوش ہوتا ہی تو انسان کو کہ ایک برومند شجر ایزدی ہے قطع کرنے سے کیا ثمرہ ملتا ہوگا اس لیے ہم تمہاری خجالت و ضراعت کے سبب سے قصور معاف کرتے ہین۔ کڑہ مین بادشاہ بیس روز رہا۔ یہان انتظام بخوبی کر کے آگرہ کو روانہ ہوا اور دس روز مین ۱۷ ذی الحجہ ۹۶۸ دار الخلافہ آگرہ مین داخل ہوا۔ اس سفر مین ایک مہینہ چودہ روز لگے۔ جانے مین چودہ روز آنے مین دس روز ٹھیرنے مین بیس روز۔

اس سفر مین چنار گڈھ اولیاء بادشاہی کے ہاتھ آیا۔ یہ ایک حصن حصین ہی کہ اور بادشاہون نے اسکو شمشیر اور لشکر اور فنونی تدبیر سے تسخیر کیا ہی اسلیئے کہ باہر کے آدمی تو اسکے ارتفاع و استحکام کے سبب سے اندر دخل نہین دیسکتے اور اندر کے آدمیون کو باہر کے آدمیون کی ضرورت اس سبب سے نہین ہوتی کہ کھانے پینے

کا سامان افراط سے موجود ہوتا ہے۔ مجمل بیان اس واقعہ کا یہ ہو کہ جب شیر شاہ پسر سلطان عدلی کو شکست ہوئی تو یہ قلعہ فتو کو جو اسکی خیل کے خواص مین تھا ہاتھ آگیا وہ اس حصار کو اپنا مامن سمجھکر اس کا استحکام کرتا تھا کہ پادشاہ نے خواجہ عبد المجید آصف خان کو اسکی تسخیر کے لیے نامزد کیا مگر فتو کی دانشمندی عین سعادتمندی تھی کہ وہ یہ سمجھا کہ افغانون کے ادبار کے دن آگئے ہین لڑنے سے سوائے ذلت کے کچھ اور نہین حاصل ہوگا۔ اُسنے پادشاہ سے درخواست کی کہ شیخ محمد آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور کے روبرو لے جائے۔ پادشاہ نے اسکی درخواست کو قبول کرلیا۔ شیخ محمد اسکو پادشاہ کے سامنے لایا اس نے منصب امارت اس کو مرحمت فرمایا۔

خان زمان پر افغانان پٹنی کا فتح پانا

فتح خان پٹنی اور اُسکے بھائی حسن خان اور ملو خان اور ایک جماعت کثیر نے قلعہ رہتاس مین ایک لشکر آراستہ کیا اور وہان سے آکر ولایت بہار اور بعض بعض محال پرگنہ خان زمان سے متعلق تھین اپنے تصرف مین کرلیا اور سلیم شاہ کے بیٹے اواز خان کو اپنا سردار بناکر شورش وفساد برپا کیا۔ اس فتنہ کے مٹانے کے لیے خان زمان اور اس حدود کے امرا متوجہ ہوئے۔ مگر افغانون کا لشکر پر زور تھا۔ خان زمان نے لڑنے مین مصلحت نہ جانی۔ سون ندی کے کنارہ پر اندھیاری (اندناری) کے مقام پر قلعہ بناکر اقامت کی۔ اندنون مین مولانا علاء الدین لاری و ملا عبد اللہ سلطان پوری و شہاب الدین خان و وزیر خان پادشاہ کیطرف سے یہان اس لیے آئے ہوئے تھے کہ خان زمان کو نصائح ارجمند کرکے اس کا عقیدتمند بنائین اور سلیمان کرانی حاکم بنگالہ جو خان زمان سے ملا تھا اور اسنے خطبہ شاہنشاہی پڑھوایا تھا اسپر پادشاہ کے الطاف کا اظہار کرین اور اگر ہوسکے تو اُس کو پادشاہ پاس لائین۔ ان امیرون نے خان زمان کے قلعہ مین پہونچکر پادشاہ کی عنایت کی نوید اس کو پہونچائی۔ یہ سب خان زمان پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ افغانون نے لشکر آراستہ کرکے اور فیلان مست کو لیکر خان زمان کے قلعہ پر حملہ کیا۔ خان زمان نے بھی لشکر لیکر لڑنا شروع کیا۔ مگر افغانون نے خان زمان کو فوراً شکست دی اور اُس کا سارا لشکر بھاگ گیا اور اسکے منازل اور محل کو افغانون نے لوٹنا شروع کیا۔

خان زمان اپنے قلعہ کی دیوار کے نیچے کمین مین بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ کام کرے یا گوشہ گیری کرے حسن خان

پٹنی ہاتھی پر سوار ایک جماعت کو لے کر رو برو آیا۔ خان زمان کے آدمی بھاگے۔ تھوڑے آدمی مرنے کا ارادہ کر کے قلعہ کے ایک برج پر چڑھ گئے۔ وہان دیگ (توپ) لگی ہوئی تھی۔ اسکو بھر کر افغانون کی فوج پر چلائی اسکے چھوٹتے ہی گولہ حسن خان کے ہاتھی پر لگا جس سے ہاتھی مر گیا اور فوج بھاگی۔ یہ تائید ایزدی تھی کہ خان زمان کے لشکر مین کوہ پارہ ایک ہاتھی تھا جو مست ہو رہا تھا اور زنجیرون سے بندھا ہوا تھا۔ جسوقت کہ خان زمان خان کا لشکر بھاگا ہے۔ یہ افغان فیلون کو کھول کر لے گئے تھے اس ہاتھی نے اپنی بدمستی مین افغانون کے ایک ہاتھی کو مار ڈالا جس سے وہ شور مچا کہ افغانون کے لشکر نے جانا کہ پادشاہی لشکر داخل ہوا اس خوف سے وہ بھاگنے لگا تو پادشاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا اور ایک فتح عظیم اسکو حاصل ہوئی اور بہت غنیمت اور ہاتھی ہاتھ آئے۔ خان زمان نے جونپور کو مراجعت کی اور زمانیہ سے پادشاہ کے امیرون کو جو آئے تھے واپس بھیجا۔

خان زمان علی قلی خان کی بغاوت دور کرنے کے لئے پادشاہ کے لشکر کا یورش کرنا اور اس یورش مین سوانح کا پیش آنا سنہ ۹۷۲ ہجری

اہل ہوش دنیا کو کہتے ہین کہ وہ شراب کا حکم رکھتی ہے مصرعہ کانچنان را آنچنان پر می کند یعنی جیسا آدمی ہوتا ہے ویسا ہی اسکو بناتی ہے اگر آدمی سعادت مند ہے تو وہ اسباب دنیوی کو ہزار نیکیون کا سرمایہ بناتا ہے۔ اپنی سعادت کو بڑھاتا ہے اپنی ذات کو آرائش دیتا ہے دین و دنیا دونون سنوارتا ہے اگر وہ فطرت مین بدگوہر و تیرہ درون و سیاہ بخت ہے تو ہمیشہ ذخائر دنیا کو ہزار وبال کا سرمایہ بناتا ہے۔ اپنی ترفع صدری سے خلق کو صدہا طرح کے آزار پہونچاتا ہے۔ روز بروز اسکا تاریک دل اور زیادہ سیاہ ہوتا جاتا ہے نہ وہ قدر نعمت جانتا ہے نہ اپنے ولی نعمت کو پہچانتا ہے

اپنی حالت کے موافق مکر و تدبیر کرتا ہے۔ کبھی اپنے کام سے پردہ اُٹھا کر ظاہر و باطن مین بغاوت کرتا ہے۔ اس خیال کا مصداق علی قلی خان کا احوال ہے جسکی تفصیل آگے لکھی جاتی ہے۔

جب پادشاہ نے سُنا کہ اسکندرخان ازبک سرکشی کا خیال رکھتا ہے تو وہ اغماض کر کے ہاتھی کا شکار کھیلنے چلا گیا۔ اور اسکندرخان پاس اس مضمون کا فرمان اشرف خان کے ہاتھ بھیجا کہ تم بغاوت کے خیال سے باز آؤ اور میرے پاس چلے آؤ مین تمھارے قصورون کو معاف کر دونگا۔

اسکندرخان کی جاگیر مین ملک اودہ تھا جب یہان اشرف خان آیا تو اُسکی تعظیم کی اور فرمان کی ظاہری فرمانبرداری کی اور پادشاہ پاس جانے کے لیئے مدتون تک ایسے حیلے کرتا رہا کہ اب سامان تیار ہوجائے تو چلتا ہون۔ مگر در پردہ وہ اور اہل نفاق کے ساتھ سازش رکھتا تھا اور کچھ اور ہی خیالات پکاتا تھا۔ آخر کار اُسنے اشرف خان سے کہا کہ ابراہیم خان نیازی کی ق سنغال یعنی ریش سفید ہے اور ہمسایہ مین رہتا ہے۔ ہم تم اُس سے چل کر ملین۔ اس ارادہ سے وہ اودہ سے سرہرپور مین جو ابراہیم خان کی جاگیر تھی گئے۔ پھر وہان سے علی قلیخان پاس دوڑے گئے۔

جب ان جماعتون کا مجموعہ ہوا تو سب نے بغاوت کے اظہار مین جرأت کی۔ آپس مین یہ مشورہ ٹھیرا کہ پادشاہ تو بہت دور ہاتھی کے شکار مین مشغول ہے۔ ہم دو جوق ہوجاین۔ اسکندرخان اور ابراھیم خان لکھنو کی راہ قنوج پر دوڑے اور اسکے حدود مین خلل پیدا کرے اور علی قلیخان اُسکا بھائی بہادرخان مانک پور کی جانب سے مجنون قاقشال پر جو یہان کا جاگیردار ہے چڑھ جایئن اور شرارت برپا کرین۔ اشرف خان کو بطور قیدیون کے رکھا۔ ابراہیم خان و سکندرخان لکھنؤ کی طرف اور علی قلیخان و بہادرخان کڑہ مانک پور کیطرف چلے گئے۔

جب ان حدود کے امرا سارے مثل شاہم خان جلائر شاہ بداغ خان محمد امین وغیرہ نے ان نمک حرامون کے اتفاق کرنے کا اور فتنہ انگیزی برپا کرنے کا حال سُنا تو انھون نے جمعیت کا سامان کر کے ان باغیون کو روکنا چاہا۔ ان امرا اور اسکندرخان و ابراہیم خان کے ساتھ قصبہ نیمکار مین پیکار ہوئی۔ محمد امین دیوانہ نے بُری طرح دشمن پر حملہ کیا۔ اسکے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی

وہ اُس سے گرا اور قید ہوا۔ شاہم خان اور شاہ بداغ خان نے جب محمد امین کا حال یہ دیکھا تھا تو ان کو چاہیئے تھا کہ وہ اس کا چارہ کار کرتے اور بہادری دکھاتے مگر وہ دشمن کی کثرت سپاہ کے خوف سے قلعہ نیمکار مین چلے گئے اور پادشاہ کو اس حال سے اطلاع دی۔ علی قلیخان اور بہادر خان مانک پور دوڑے گئے اور اُسکی حدود مین تاخت و تاراج کرنے لگے کہ مجنون قاقشال مرد معرکہ دیدہ تجربہ کار تھا صفدر جنگ کو مناسب نہ جانا۔ قلعہ مانک پور مین متحصن ہوا۔ آصف خان پاس قاصد بھیجکر اس کو بلایا۔ آصف خان کو جب اطلاع ہوئی تو وہ ولایت گڈھ کچھ سپاہ کو سپرد کرکے بہت سپاہ لیکر گڈھ مین آیا۔ مجنون خان کو آصف خان کے آنے سے تقویت ہوئی وہ قلعہ مین سے اپنی سپاہ کو باہر علی قلیخان کی فوج سے لڑنے کے لیئے بھیجنے لگا۔ ان دونون نے پادشاہ کو حقیقت ماجرا لکھ بھیجی۔

پادشاہ شکار سے فارغ ہوکر آگرہ مین آگیا تھا کہ اُس کو متواتر عرائض سے اہل بغاوت کا حال معلوم ہوا تو اُس نے ارادہ کیا کہ باغیون کے خاردار درخت کو پہلے اس سے کہ وہ ہوا مین سربلند کرے اور جڑ کو قائم کرے اپنے طیش و غضب کی تند باد سے بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دے اس لیئے اُسنے لشکر کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اسکے جمع ہونے سے پہلے منعم خان کو بہت سے بہادرون کے ساتھ برسم منقلا بھیجا اور بعد اسکے خود اپنے چلنے کا سامان درست کیا۔ تھوڑے دنون مین بڑا لشکر تیار ہوا اور دو ہزار زنجیر فیل اسکی ہمراہ ہوئے۔

پادشاہ کا اسکندر خان کو لکھنؤ سے بھگانا ۹۷۲ھ

آگرہ ترسون خان کو حوالہ کرکے پادشاہ پنجشنبہ ۲۳ شوال ۹۷۲ھ کو دریا جمن سے پار ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ رات کو سفر ہوتا تھا۔ منزل بمنزل چلکر قنوج کی سواد مین پہونچا۔ منعم خانخانان آگے بھیجا گیا تھا وہ یہان آملا۔ قیا خان بھی باغیون کے گروہ مین تھا۔ خانخانان کی سفارش سے پادشاہ نے اُس کا قصور معاف کیا اور وہ پادشاہ پاس آگیا۔ پادشاہ کو معلوم ہوا کہ اسکندر خان لکھنؤ مین ہے پادشاہ آدھی رات کو گھوڑے پر سوار ہوکر بطور ایلغار ایک شبانہ روز مین لکھنؤ مین جا پہونچا یوسف محمد خان کوکلتاش و شجاعت اور کچھ اور بہادرون کو ہراول بناکے بھیجا۔ اسکندر خان لشکر شاہی کے خوف سے لکھنؤ سے بھاگ گیا۔ پادشاہ نے یہان آرام لیا۔ لشکر اسکے پیچھے روانہ کیا۔ اسکے جو کوئی باغیون

کرہ مانک پور کی لڑائی ۹۷۲ھ

حاجی محمد خان سیستانی کا سلیمان کرانی پاس بھیجا جانا ۹۷۲ھ

خان زمان کا اطاعت اختیار کرنا ۹۷۲ھ

مین سے ہاتھ لگا اس نے آب شمشیر سے اسکے کاسہ سر مین خاک بھری اسکندر خان جان بچاکر
علی قلیخان سے جا ملا۔ پادشاہ کے لشکر کے گھوڑے تھک گئے تھے اس لیے اور زیادہ تعاقب نہین کیا
علی قلیخان اور بہادر خان جو مجنون خان اور آصف خان سے مقابلہ کر رہے تھے یہ حال سنکر منزل
ہوئے اور کڑہ سے جونپور چلے گئے اور سبہ و بار کو چھوڑکر گذر نرہن سے دریا رگنگ کو عبور کیا
دریا کے پار جاکر قلب زمینون مین پناہ لی۔ پادشاہ جون پور مین آیا راہ مین آصف خان و
مجنون خان اس سے ملے۔ آصف خان نے جو گڈہ کو فتح کیا تھا تو اپنی سپاہ کو آراستہ کیا تھا
اس سپاہ رزمخواہ کو جو پانچ ہزار تھی پادشاہ کو ملاحظہ کرایا جس سے پادشاہ بہت خوش ہوا۔
پادشاہ جمعہ کے روز ۱۴ ذی الحجہ کو جونپور مین آیا۔ ان ممالک کی اصلاح مین مصروف ہوا کہ اعتدا
مفسدون کے ظلم سے وہ خراب ہو رہا تھا۔

پادشاہ نے علی قلیخان اور اور اہل عصیان کے تعاقب مین آصف خان کو بھیجا۔ یہ اہل بغاوت چلجی پور
کے نزدیک روبرو آئے قلب جگہہ مین مقیم ہوئے اور سلیمان کرانی جو بنگالہ مین حکمران تھا اور فتح خان
پٹنی اور اس کا بھائی حسن خان رہتاس مین ریاست رکھتا تھا۔ ان افغانون سے علی قلیخان نے
کمک مانگی یہ افغان استمداد پر مستعد ہوگئے۔ پادشاہ نے حاجی محمد خان سیستانی کو سلیمان کرانی
پاس بنگالہ بھیجا کہ وہ اس کو علی قلیخان کی معاضدت و مظاہرت سے ڈرائے۔ حاجی محمد خان رہتاس پہنچا
خودسر افغانون کی ایک جماعت نے اس کو بنگالہ نہ جانے دیا اور علی قلی پاس بھیجا جب وہ علی قلیخان
کے پاس آیا تو اس سبب سے کہ وہ روابط اسکے ساتھ رکھتا تھا اور اس طمع سے کہ وہ اسکے موافق ہوجائے
بہت عزت و حرمت سے پیش آیا مگر مقید طور پر اس کو رکھا۔ حاجی محمد خان ہمیشہ اسکو سود مند نصیحتین کرتا رہتا
تھا۔ انصاف یہ ہے کہ باغیون کی تخویف و تحذیر کے لیے اس کا رہنا بہت کام آیا کہ اسکی ہدایت سے باغی اطاعت
کی راہ پر آئے۔

پادشاہ کے لشکر کی برابر علی قلیخان چلتا رہا مگر کچھ اس کو فائدہ نہوا اس نے سکندر خان اور بہادر خان
کو ایک جماعت کے ساتھ ولایت سروار مین بھیجا کہ وہان لوٹ مچائین جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو شاہ بداغ و

وسعید خان وقیاخان اور امراکو بسر کردگی امیر معزالملک کو حکم ہوا کہ باغیون کو سسر راہ روکین کہ اُنکا حدود مین جا کر دفت سہ پر پا کرین یہ لشکر خیر آباد تک دوڑا گیا۔ بادشاہ علی قلیخان کا یہ علاج کر کے مجاہدین کے ساتھ الہ آباد مین آیا۔ علی قلی خان نے اب مکر و تزویر کی راہ اختیار کی۔ سسر و قد نامی عورت کو کہ جو پہلے جنت مکانی کی خدمتگارن تھی منعم خان پاس بھیجا اور اسکی معرفت منعم خان کو یاد دلایا کہ ہم تم بھی قدیمی دوست آشنا ہین اور پھر اور اپنے معتمد آدمیون کو بھیجکر اُن سے یہ درخواست کی کہ صلح کرادی منعم خان نے کہنہ عملہ کی صلاح سے دشمنون کے استیصال سے دست کشی کی تھی اس نے علی قلیخان کی التمس کو بادشاہ سے عرض کر کے سفارش کی اس نے قبول کی اور غیاث علی قزوینی کو بھیجا کہ وہ علی قلیخان کو مراحم خسروانی کا یقین دلادے اور وہان کی صحبت کے اسرار پر واقف ہو کر ان کے ذخائر سر پادشاہ کو مطلع کرے۔

منعم خان نے علی قلیخان کو لکھا کہ مناسب یہ ہے کہ ہم تم قاصد و پیغام بغیر ملکر عقیدت و خدمت کے استحکام مین اہتمام کرین اندنون شہرت ہورہی تھی کہ علی قلیخان کے قتل کے لیئے عادل خان وجمال خان بلوچ مقرر ہوئے ہین اس لیئے اُس کو منعم خان پاس آنے مین توقف ہوا وہ بھی چاہتا تھا کہ معاملہ تحت مصالحت بذریعہ مراسلت و مکاتبت انجام پائے منعم خان اس بات کو نہین قبول کرتا تھا آخر کو یہ قرار پایا کہ دریا کے درمیان دونون مین ملاقات ہو ہر ایک کے ساتھ چند آدمی ہون یون ان دونون مین کشتی کے اندر ملاقات ہوئی اور گلے ملے۔ اگلی پچھلی محبت کی جھوٹی سچی باتین ہوئین۔ پھر عہد و پیمان زبانی مقرر ہوئے۔ مرزا غیاث الدین علی نے پادشاہ سے سارا حال عرض کیا۔ اس نے خواجہ جہان کو علی قلیخان پاس اور زیادہ اطمینان کے لیے بھیجدیا۔ خواجہ نے علی قلیخان سے ملکر مجنون خان قاقشال و باباخان اور بعض امرا کی اُس سے آشتی کرائی۔ اس باب مین بڑی گفتگو ہوئی کہ وہ پادشاہ کے پاس جائے اسنے کہا کہ مین نے پادشاہ کی ایسی ناسپاسی کی ہی کہ اُسکے روبرو جانے کی دلیری یکبارگی نہین کرسکتا اب مین اپنی والدہ کو اور ابراہیم خان کو جو ہماری ریش سفید ہے پادشاہ پاس بھیجتا ہون پھر خود حاضر ہون گا۔

دوسرے روز علی قلیخان کی والدہ اور ابراہیم خان اور بعض اور امرا پیش کش کے لیئے بڑی بڑی نامی ہاتھی لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابراہیم خان کی گردن میں تیغ و کفن ڈال کر بادشاہ کے روبرو خانخانان آیا۔ بادشاہ نے قصور معاف کیا اور خانخانان سے یہ فرمایا کہ اگرچہ یہ طاہر ہے کہ یہ بدنصیب اپنے عہد کی وفا نہین کرتے مگر تیری خاطر سے ان کے قصور معاف کرتا ہون اور جاگیرین انکی بدستور برقرار رکھتا ہون۔ خانخانان اس عنایت شاہانہ سے بہت خوش ہوا۔ ابراہیم خان کی گردن سے تلوار اور کفن جدا کیا اس مژدہ عفو کو والدہ علی قلی کو سنوایا وہ محل میں بیٹھی گریہ وزاری کر رہی تھی اور نوید بخشایش کی منتظر تھی۔

چند روز کے بعد بادشاہ پاس یہ خبر آئی کہ میر معز الملک اور بہادر خان کی لڑائی ہوئی اس سرگذشت کی تفصیل یہ ہے کہ علی قلیخان نے سرکار سروارمین بہادر خان و سکندر خان کو بھیجا تھا کہ وہان شورش برپا کرین ناگاہ بادشاہ کی سپاہ انکے مقابلہ کے لیے سامنے آئی تو ان کے اوسان گیے جب مرد میدان اپنے تئین نہ سمجھے تو یہ مکر کیا کہ ظاہر مین میر معز الملک کو کہلا بھیجا کہ ہمارا کیا مقدور ہے کہ ہم بادشاہ کے لشکر کا مقابلہ کر سکین اب ہمارے جرائم کے معاف کرانے کا واسطہ نہین تو ہم بڑے بڑے ہاتھی بادشاہ کی پیشکش کے لیئے بھیجین جب ہمارے گناہ بادشاہ معاف کردی تو ہم خود اُسکی ملازمت مین حاضر ہون۔ میر معز الملک نے لکھا کہ تمھارے گناہ و جرائم اس قسم کے نہین ہین کہ وہ معاف کیئے جاہین وہ تو آب شمشیر سے دھوئے جاینگے۔ بہادر خان نے معز الملک کو لکھا کہ آؤ ہم تم بالمشافہ اس امر کا فیصلہ کرین اسکو معز الملک نے قبول کیا۔ دونون نے اپنے اپنے مقدمات پیش کیے مگر صلح نہوئی اور بات تو نہین کچھ زمانہ گذرا جب بادشاہ کو اس سرگذشت کا حال معلوم ہوا تو اسنے لشکر خان اور راجہ ٹوڈرمل کو حکم دیا کہ وہ اپنے آدمیون کے ساتھ لشکر سے جاملین اگر صلاح حال جنگ مین دیکھین تو لشکر کے ضمیمہ بنین اور اگر اس جماعت کی التماس کے قبول مین صلاح دیکھین تو ہمارے فضل و رحمت سے ان کو مایوس نہ کرین ان دونو نیکخواہون نے جب مخالفون سے کہا کہ تم جو عقیدت و اخلاص زبانی ظاہر کرتے ہو اگر وہ سچا ہے تو عزم درست و خاطر مطمئن کے ساتھ بادشاہ کے آستانہ پر چلو ورنہ حیلہ و بہانہ بنانا مردونکا

پادشاہی لشکر کا بہادر خان سے شکست پانا ۹۷۳ھ

کام نہین ہے۔ مگر زبان سے اُن کا دل موافق نہ تھا اس لیئے مصالحت نہوئی۔ نواحی خیرآباد مین مخالفون نے اپنے پاؤن جمائے۔ پادشاہ کے لشکر کو اسکی خبر نہ تھی کہ علی قلی کے قصور پادشاہ نے معاف کردیے ہین۔ راجہ اور لشکرخان نے جنگ کو قرار دیکر ترتیب صفوف وتسویہ افواج کیا۔ دوسری طرف بھی فوج آراستہ ہوکر کھڑی ہوئی۔ پادشاہ کے لشکر کو شکست فاحش ہوئی۔ کچھ امیر مخالف سے جا ملے کچھ اپنے مال کی حفاظت مین لگے۔ کچھ تعلق ونمک حرامی کے سبب سے نہ لڑے۔ راجہ ٹوڈرمل وقیا خان و اعتمادخان لشکر لیکر میدان مین کھڑے ہوئے مگر شکست یافتہ لشکر کو نہ لڑا سکے۔ غرض یہ پراگندہ سپاہ جمع ہوکر قنوج مین چلی آئی اور پادشاہ کو حقائق سرگذشت پر مطلع کیا۔

پادشاہ ان کے عفو جرائم کرچکا تھا اس لیے اُس نے اس شکست کی کچھ پروا نہ کی۔ امرا کو طلب کرلیا اس جنگ کے سبب سے اہل نفاق کورنش سے محروم ہوئے اور اخلاص مند عنایت خاص کے ساتھ مخصوص ہوئے۔

جب پادشاہ نے منعم خان کی استدعا سے علی قلی خان کے جرائم معاف کیئے تھے اور اُس کو اور بہادرخان کو جاگیر مکرمت کی تھی تو اسکی التماس کا قبول ہونا اس شرط پر مشروط تھا کہ پادشاہ کا لشکر جبتک انکی حدود مین ہے۔ خان زمان دریا سے عبور نہ کرے اور جب پادشاہ آگرہ مین جائے تو وہ اپنے وکیل پادشاہ کے پاس بھیجکر مناشیر جاگیر دفتر شاہی سے حاصل کرین اور اپنی جاگیرون پر متصرف ہون مگر جب پادشاہ چنار اور بنارس کی سیر کو گیا تو علی قلی خان دریا سے عبور کرکے محمدآباد مین آیا اور اپنے آدمیون کو غازی پور اور جونپور روانہ کیا۔ پادشاہ شکار کھیل کر بنارس مین آیا کہ علی قلی نے خلاف شرط کام کیا کہ آب گنگ سے عبور کیا۔ خواجہ جہان ومظفرخان وراجہ بھگونت داس کو آہستہ آہستہ منزل بمنزل روانہ کیا اور خود شب یکشنبہ رجب ۹۷۳ھ کو بطور ایلغار کے روانہ ہوا جعفرخان تکلو وقاسم علیخان کو غازی پور مین مقرر کیا۔ جب وہ قلعہ غازی پور کے دروازہ پر پہونچے تو ایک برج سے مخالفین کود کر علی قلی پاس دوڑے گئے اور اس کو مطلع کیا۔ وہ یہ خبر سنکر سراسیمہ ہوا اور کشتی مین سوار ہوکر دریا پار بھاگ گیا۔ پادشاہ دریا رچاپور (گومتی) سے ہاتھی پر سوار ہوکر پار گیا اور آخر شب آرام کرکے سحر کو پھر سوار ہوا۔ کچھ دن

چڑھا تھا کہ اپنے لشکر سے ملا - علی قلیخان اپنا اسباب و خیمہ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا - خبر آئی کہ وہ آب سردار
سے پار اُترنے کو ہے - پادشاہ کا لشکر اُسکے پیچھے گیا - اشیائے اموال سے بھری ہوئی کشتیان اُس نے
پکڑ لیں اور ارمغان فتح اسکو سمجھے - کہتے ہین کہ محمد خان بے خبر محمد آباد مین تھا - پادشاہ کا لشکر اس کو
گرفتار کر لیتا - مگر منعم خان نے اپنے رونق کار کے لیے اس کا گرفتار ہونا نہ چاہا - اور یہ دغا کی کہ اول
اُسنے اس رات کو اسپر حملہ نہین کیا کہ لشکر پہنچا تھا - دو تین آدمی بھیجکر اُس کو بھگا دیا - جب پادشاہ مئو
مین آیا تو اسکو معلوم ہوا کہ بہادر خان جونپور مین آکر اپنی مان کو لے گیا اور اشرف خان کو مقید کر لیا
اس کا ارادہ ہے کہ پادشاہ کے لشکر سے لڑے - اس لیے پادشاہ آب سردار سے پار اُترکر اپنے
لشکر سے آن ملا - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب علی قلیخان کے تعاقب مین پادشاہ کے ایلغار
کی خبر سکندر خان اور بہادر خان کو پہونچی اور ان کو معلوم ہوا کہ والدہ علی قلیخان اشرف خان کے پاس
گرفتار ہے اور اُس پاس چندان لشکر نہین ہے - جونپور کے قلعہ کا لے لینا نہایت آسان ہے تو وہ بہت
جلد چل کر جونپور مین پہونچے - اشرف خان نے قلعہ داری کا سامان کچھ تیار نہین کیا تھا وہ قلعہ کے دروازہ
کو جلا کر اندر داخل ہوئے اور اشرف خان کو مقید کر لیا اور اپنی والدہ کو خلاصی کر کے ہمراہ لیا -
باوجودیکہ عمر بھر سے اسکی اور اسکے بھائی کی جاگیر مین جونپور تھا اور اہل شہر سے بہت سے روابط اور
انکی خدمات کے حقوق تھے مگر اسنے سب پر دست اندازی کر کے پائمال کیا اور ان کو غریب بنا دیا بہت سے
تاجرون کو لوٹ کر بنارس مین وہ گیا اور یہان بھی کچھ لوٹا مارا - پھر زمانیہ مین گیا - وہان خبر معلوم ہوئی
کہ علی قلی خان کے تعاقب سے پادشاہی لشکر پھر آیا سکندر خان اور بہادر خان گذر نرھن سے دریای
گنگ سے پار اُترے - پادشاہ جونپور مین آیا - اُس نے یہان اقامت کا ارادہ کیا کہ جب تک علی قلیخان
دستگیر نہو یہان سے وہ نہ جائے - جب علی قلیخان کو یہ حقیقت حال معلوم ہوئی تو اس نے مرزا میرک
رضوی کہ اسکے خاص ہم نشینون مین تھا پادشاہ پاس بھیجا اور اپنے عجز و درماندگی کا اظہار کیا - اپنے
شریکون مین سے ہر ایک کی تقصیر کا عذر کیا اور منعم خان نے ہزار زبان سے چاپلوسی کی کہ وہ
قصور معاف کرا دے - خانخانان پادشاہ کا مزاجدان تھا وہ خود اس امر عظیم پر جرات نہین کر سکتا تھا

اس سے پہلے امرا نے ارباب عزت کی ایک جماعت کو جسکی خدا پرستی کے سبب پادشاہ احترام کرتا تھا
شفیع کیا۔ اس نے پادشاہ کے روبرو بخشش و بخشایش کی درخواستین بنائین۔ پادشاہ نے ازآبا
لغی کے قصور معاف اس شرط سے کر دیئے کہ وہ اپنی متاع اعمال و ذمائم افعال سے توبہ نصوح
کرکے پادشاہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرین اور دولتخواہی اور جان سپاری مین ثابت
قدم رہین جب ان باتون کے آثار ایسے ظاہر ہون گے تو ان کو جاگیرین بدستور سابق ملینگی
خانخانان اور اس جماعت نے پادشاہ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ پادشاہ نے اپنے
معتمدون کو علی قلی پاس بھیجدیا کہ اسکی ندامت کو توبہ سے استحکام دین بخشش و بخشائش
کی نوید سے اطمینان بخشین۔ خود جونپور سے آگرہ کی طرف دوشنبہ ۱۱ رشعبان ۹۷۳ھ کو مراجعت
کی۔ مظفرخان و منعم خان کڑہ مین ٹھہر گئے کہ وہ آدمی جو علی قلی خان پاس گئے تھے واپس آئے۔

جب علی قلیخان پاس پادشاہ کے معتمد گئے اور اسکی تسلی کی تو اس نے دوام عبودیت کے
لیئے عہد قسم کے ساتھ کیا۔ پہلے پادشاہ نے بہادرخان کو بھائی کہا تھا اور علی قلیخان کو بہت دوست
سمجھا تھا۔

جب سمجھانے والے واپس آئے تو مظفرخان و منعم خان کڑہ سے روانہ ہوئے۔ مظفرخان کو
منعم خان کیطرف سے توہم ہوا وہ پادشاہ پاس ایلغار کرکے پہلے آیا اور بزرگان زمان کی دوروئی کا
حال خوب بیان کرکے پادشاہ کی خاطر نشان کیا۔ جس سے مظفرخان کا پایۂ اعتبار بلند ہوا بعض
امیرون کو جو پادشاہ نے سزا دی تو منعم خان بھی ہشیار ہوا جس وقت پادشاہ مہمات پنجاب کی
تنظیم سے فارغ ہوکر مراجعت کر رہا تھا تو منعم خان خانخانان کی عرائض دولتخواہانہ آگرہ سے پادشاہ
پاس آئین کہ علی قلیخان و بہادرخان و اسکندرخان نے پھر خط بندگی سے سر نکالا ہے اور مرزا
حکیم کے نام کا خطبہ پڑھوایا ہے۔ مرزا کو اپنے اغراض فاسد کے واسطے مصیبت مین ڈالتے ہین۔ یہ نہین
جانتے کہ پادشاہی ایک عطیہ ہوتا ہے کہ جسکی ہزارون شرطین ہین جب تک وہ کسی مین فراہم
نہین ہوتین وہ پادشاہی کے لائق نہین ہوتا۔ محض نسب اور مال کا جمع ہونا۔ لشکر کا فراہم ہونا پادشاہی

کے لیے کافی نہین ہوتا - پادشاہ مین یہ صفات ہونی چاہیے کہ والا فطرت عالی عطوفت - فراخ حوصلہ فرمان روا ان متحمل - دریافت بلند - وافی کرم - اعلی شجاعت - عدل وافر - نیت درست - جد عظیم - عمل شائستہ - فکر عمیق - تغافل مستحسن - لائق عذر پذیر ہو - یہ سب صفات قدیمی کتابون مین حکماء نے لکھی ہین - سوائے اسکے وہ اپنی خواہش ناشائستہ و غضب ناشائستہ کو دانش پر غالب نکرے صلح کل اس کا مذہب ہو طوائف انام و طبقات ملل پر قادر ہو اور ان کو ایک نظر تربیت و عاطفت سے دیکھے - یہ سب صفات شہنشاہی ہین اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہی کسے کہتے ہین اور سلطنت کے معنے کیا ہین -

غرض اس گروہ کی بغاوت پادشاہ کو ناگوار معلوم ہوئی اس لیے مرزا میرک رضوی کو جو علی قلیخان کیطرف سے آیا تھا - خان باقی خان کے سپرد کیا - اور خود دارالخلافہ کی طرف چلا کہ ارباب بغی و فساد کو سزا دے پنجاب کا خود ہی انتظام کر کے فارغ ہوا - جب پادشاہ دہلی مین آیا باقی خان کے پاس سے مرزا میرک رضوی بھاگ گیا - اور خانخانان نے تمام ممالک محروسہ کا حال سنایا - علی قلیخان و بہادر خان اور مخالفونکی عصیان کا طومار پڑھا - قاعدہ ہے جو مبدا فطرت مین بدنہاد و بے جوہر ہوتا ہے اس کو مرحمت و نصیحت سودمند نہین ہوتی بلکہ اُسکو زیان پہونچاتی ہے - مدارا و موعظت کو ضعیف سمجھکر اور شورش زیادہ کرتا ہے - دانش منش بزرگون کو کوئی اور چارہ نہ تھا کہ بد ۔روں بدکارونکا علاج حبس و ضرب کے سوا کچھ اور کرتے - جب یہ علاج بھی ان خراب باطنون پر اثر نہ کرتا تو ان کا عدم خانہ مین بھیجنا خلق کے حال پر بلکہ خود اُن کے احوال پر رحم کرنا تھا - اشغال سلطنت کے متکفل اس رمز سیاست کو نہ سمجھے انھون نے اول ہی مرتبہ ان باغیون کا علاج نہ کرایا مدارا کر کے یہ فساد پھیلا دیا -

علی قلیخان کو جب یہ خبر ہوئی کہ پادشاہ مرزا محمد حکیم کے فساد مٹانے مین مصروف ہے جس کا بیان آگے آئے گا تو اسوقت باغیون نے فرصت کو غنیمت گنا اور یہ خیالات فاسد پکانے لگے کہ علی قلی خان اپنی جمعیت کے ساتھ راہ لکھنؤ سے گنگ کے کنارہ تک تمام ولایات پر تصرف کرے - بہادر خان - کرد ۔ہ و مانکپور مین آصف خان و مجنون خان کی برابر جائے -

پادشاہ کا پنجاب و کابل سے فارغ ہوکر باغیون کی سزا کے لیے آگرہ آنا - ۹۷۴ھ

اسکندر خان و ابراہیم خان سرکار اودہ اور اسکے حدود پر متصرف ہو۔ پس یہ قرار دیکر وہ اس سے جُدا ہوئے۔ سرکار قنوج مین شور و شر پیدا کرنے کے لیئے علی قلی خان روانہ ہوا۔ ان حدود مین کوئی سردار ایسا نہ تھا کہ اسکے ساتھ جاگیر دار یہان کے متفق ہوکر فتنہ انگیزون کا مقابلہ کرتے اس لیئے یہ جاگیردار قنوج مین چلے گئے۔ جب علی قلیخان نے قنوج مین گرد حوادث اڑائی تو مرزا یوسف خان یہان کا جاگیردار قلعہ شیر گڈھ مین متحصن ہوا۔ خلائق پریشان ہوئی اس نے عرائض متواتر پادشاہ پاس بھیجنی شروع کین۔

پادشاہ ایسا حق شناس تھا کہ رعیت کی آسودگی کو اپنی آسایش خیال کرتا تھا اور اپنی شادمانی خلائق کی رفاہیت سمجھتا تھا۔ پس جو شخص ایسے پادشاہ کی فرمانبرداری نہین کرتا تھا وہ اپنی ہلاکت مین اہتمام کرتا تھا۔ خصوصًا وہ شخص کہ اس خاندان کا پروردہ نعمت ہو۔ اور اسی کے ذریعہ سے اسباب دنیوی و بزرگی ظاہری فراہم کیا ہو اس سے زیادہ کیا نامردی و نامردانگی و نامعاملہ فہمی ہوگی۔ کہ اپنے اسباب بزرگی کو ولی نعمت سے سرکشی مین صرف کرے۔ اسکی مثال علی قلیخان کا احوال ہے کہ جب پادشاہ نے آگرہ مین اسکی عصیان و طغیان کا حال سُنا تو منعم خان خانخانان کو آگرہ اور اُسکے حدود کی حراست سپرد کی اور دو ہزار ہاتھی اپنے ساتھ لیجانے کے لیئے منتخب کیئے۔ قیا خان۔ مظفر خان مرزا قلی۔ قلیج خان اور امراء کو حکم دیا کہ جلد جاکر مرزا یوسف کی معاونت کرین جو قنوج مین گھر رہا ہے سہ شنبہ ۲۶ شوال ۹۷۴ھ کو خود کوچ کیا۔

جب پادشاہ قصبہ سکتیہ مین آیا تو علی قلیخان قنوج سے بھاگ کر اپنے بھائی بہادر خان پاس کڑہ چلا گیا وہ آصف خان اور مجنون خان کی برابر فتنہ انگیزی کرتا تھا۔ پادشاہ گنگا پار قصبہ بونان مین آیا تو محمد قلی برلاس کو سردار بنا کر اور اسکے ساتھ نامور بہادر اور کارگذار دلاور کرکے ۴ ذیقعدہ ۹۷۴ھ کو اسکندر خان سے لڑنے کے لیئے بھیجا کہ وہ اودہ مین فتنہ برپا کر رہا تھا اور خود کڑہ مانک پور کیطرف چلا۔ جب رائے بریلی مین آیا تو آصف خان اور مجنون خان کی عرائض آئین کہ علی قلیخان اور اس کا بھائی گوالیار کے حدود مین گنگا سے پار ہوکر جانا چاہتے ہین۔ بمجرد اس خبر کے سننے کے پادشاہ

آگرہ سے جونپور پادشاہ کا جانا اور شیخ یانا اور خان زمان و بہادر خان کا قتل ہونا سنہ ۹۷۴

نے ایلغار کا ارادہ کیا۔ امرا جو بادشاہ پاس تھے معلوم نہین پست فطرتی سے یا کسالت سے یا تن پرستی سے یا اس لیئے کہ باغیون کا کام انجام پانے سے انکی خود فروشی کی کساد بازاری ہو اس ایلغار پر راضی نہوئے۔ مگر بادشاہ نے ۹ ذیقعد کو قصبہ مذکور سے ایلغار کیا۔ ایک رات اور آدھے دن مین وہ مانک پور مین آیا۔ محب علیخان یہان کا جاگیردار لوازم خدمت بجالایا۔ لشکر بادشاہ کے ساتھ بہت تھوڑا پہنچ سکا۔ آصف خان بادشاہ سے آملا۔ اس کو حکم ہوا کہ وہ اپنے لشکر مین جائے جو خان زمان کی برابر پڑا ہے۔ کچھہ دیر نہوئی تھی کہ ھتوا ہبورہ کہ بڑا معتبر قاصد تیزرو تھا خبر لایا کہ علی قلیخان و بہادر خان پرگنہ سنگرور مین گنگا کا پل باندہ کر اُتر گئے۔ بادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی راجہ بھگونت داس اور خواجہ جہان کو یہان لشکر مین چھوڑا اور خود اتوار کے دن گنگا سے ہاتھی پر بیٹھکر پار اُترا۔ صرف گیارہ آدمی ساتھ تھے اور دو نامی ہاتھی تھے رات کو بادشاہ نے آرام کیا۔ قسمنہ گروں کا لشکر ایک کوس پر تھا۔ اس وقت مجنون خان اور آصف خان بھی آگئے۔ مجنون خان تو رات ہی کو حملہ کرنے کو کہتا تھا۔ مگر آصف خان نے کہا کہ دن مین آدمی شرم چشم اور آزرم رو کے سبب اچھی طرح کام کرتے ہین بادشاہ کو یہ رائے پسند آئی۔

علی قلی خان اور بہادر خان اپنی خودکامی مین ایسے مغرور تھے کہ رات بھر شرا بین اُڑائین اور ناچ دیکھتے رہے اور بازی لشکن بشکن کھیلتے رہے۔ عجب یہ ہے کہ ان مستون کے خیمہ مین ایک آدمی نے غل مچا کر کہا کہ بادشاہ دریا سے عبور کر کے بیشمار لشکر لے کر آگیا ہے مگر انھون نے جانا کہ آصف خان اور مجنون خان کے لشکر کی خبر دیتا ہے۔

۱۰ ذی الحجہ مین جب بادشاہی فتح کا نعرہ اور باغیون کی عمر کا سلخ تھا بادشاہ لڑنے کو تیار ہوا۔ اول بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوا مگر ہوا گرم بہت تھی تو گھوڑے پر سوار ہوا۔ علی قلیخان اور بہادر خان بھی جنگ کے لئے تیار ہوئے۔ لڑائی ہوئی۔ باغیون کو شکست ہوئی۔ وہ ایسے بے اوسان بھاگے کہ ان کو آگا پیچھا کچھہ نہ دکھائی دیتا تھا۔ نہ تن کی خبر تھی نہ سر کی۔ بہادر خان کا گھوڑا جراقع پا ہوا وہ زندہ گرفتار ہوا قلیخان کے تیر پر تیر لگا وہ ہاتھی سے گرا۔ ایک فیلبان نے اپنے ہاتھی کے پاؤن سے کچل ڈالا۔

اسی فیلبان سے علی قلیخان نے کہا کہ مین بڑا آدمی ہون اگر زندہ مجھے پادشاہ پاس لے جائیگا تو بڑا
انعام پائیگا۔ مگر اس نے مکار سمجھکر کچھہ خیال نہ کیا۔ پادشاہ علی قلیخان کا حال پوچھتا تھا کہ بہادر خان کو نظر
بہادر پکڑ کر پادشاہ کے روبرو لایا اُسے پادشاہ نے کہا مین نے تیرا کیا کیا تھا جو یہ تلوار مجھپر تو نے کھینچی۔
ندامت اور خجالت کے سبب سے اُس کو کچھہ اور جواب نہ بن آیا سوائے اسکے کہ اس نے کہا کہ الحمد للہ اس
آخری وقت مین اس پادشاہ کا دیدار نصیب ہوا جسکی ذات گناہون کی عفو کرنے والی ہے۔ پادشاہ
نہین چاہتا تھا کہ اس کو نیست کرے۔ مگر اولیاء دولت نے بہت کہہ کر پادشاہ سے حکم دلایا کہ اُس کے
تن کو سر سے تلوار نے ہلکا کیا۔ پادشاہ کو علی قلی خان کے حال دریافت کرنے کی بڑی جستجو تھی۔ کوئی کہتا
بھاگ گیا کوئی کہتا کہ لڑائی مین مارا گیا۔ جب اس کا فوجدار بابو خان آیا تو اُس نے کہا کہ اس کو ہاتھی
نے مار ڈالا۔ تو پادشاہ نے حکم دیا کہ ان نمک حرام مغلون کا سر جو لائے۔ تو وہ ایک مُہر طلا پائے۔
اور جو ہندوستانیون کا ایک سر لائے وہ ایک روپیہ انعام پائے۔ عوام سرون کے پیچھے
دوڑے۔ علی قلیخان کا سر ایک شخص لایا اسکے خواجہ سرا نے اسے پہچانا اور بتایا کہ وہ ہمیشہ پان
بائین دانتون سے کھاتا تھا دیکھو کہ اسطرف کے دانت اس کے سیاہ ہون گے اس دیکھنے سے
یقین ہوا کہ یہ اُسی کا سر ہے۔ پادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اولیاء دولت جنھون نے جانسپاری
اور حق گذاری کی تھی ان کو ازدیاد مناصب اور اعتلاے مراتب سے سرافراز کیا۔ فتحیابون کے ساتھ
علی قلیخان و بہادر کے سرون کو آگرہ۔ دہلی۔ ملتان اور ممالک محروسہ مین بھیجا۔ یہ فتح الہ باس کے
پاس قصبہ سکراول مین ہوئی تھی وہان ایک شہر آباد کرکے اس کا نام فتحپور رکھا۔ پھر پادشاہ الہ باس
گیا۔ راہ مین اور باغیون کے جرم عفو کرتا گیا۔ بہادر خان کی عورتین اور پاترین پادشاہ کے ہاتھ آئین
بنارس مین پادشاہ گیا تو نادانی سے شہر کا دروازہ لوگون نے بند کر دیا۔ اس لیے پادشاہ نے شہر کو
کچھہ لٹوایا تھا پھر منع کر دیا۔ شہاب خان کو جونپور کی حراست کے لیئے اور قلیج خان کو سرہرپور بھیجا۔
بعضے اوزبک وہان تھے۔ بنارس مین تین روز رہ کر پادشاہ جونپور مین آیا۔ یہان کی رعایا
کہ بہت دنون سے لکد کوب مین آرہی تھی انکے حال پر عنایت کی۔ پھر کڑہ مین وہ آیا۔ پادشاہ نے

جاگیرداروں کو اپنی اپنی جاگیروں مین بھیجدیا۔ اور منعم خان خانخانان کو آگرہ سے بلایا بعضو نامی باغی پکڑے آئے وہ ہاتھیون کے پیرون تلے کچلے گئے۔ بعد ازان سب باغیون کے معافی جرائم کا اشتہار دیدیا آگرہ سے جب منعم خان کٹرہ کے قریب بادشاہ پاس آگیا تو اوس کو تمام محال جاگیر علی قلیخان و بہادر خان اور جونپور و بنارس وغازی پور سے لے کر آب خوشاب تک تفویض ہوئے خود بادشاہ آگرہ مین ۱۱ محرم ۹۷۵ھ کو آگیا۔ فتح اکبر مبارک اسکی تاریخ ہوئی۔

اسکندرخان کے سر پر جو سپاہ بسرکردگی محمد قلیخان برلاس بھیجی گئی تھی اوس کا احوال یہ ہے کہ وہ کوچ بکوچ یکشنبہ ۷ ذی الحجہ شہر اودھ کے میدان مین پہونچی اس لشکر کے آنے سے اسکندرخان قلعہ اودھ مین متحصن ہوا۔ امرا نے اس کا محاصرہ کیا اور اپنے مورچل قائم کئے اور لڑنا شروع کیا شہر کے پہلو مین ایک تل (ٹیلہ) بلند تھا جس کا نام سرگ دواری تھا اور وہ قلعہ وشہر دونون کا سرکوب تھا۔ اسکندر اپنے ہمراہیون کی ایک جماعت کو اس مقام پر لے گیا اور وہان توپ اور بندوق سے لڑنا شروع کیا۔ اول اس مقام کو محمد قلیخان برلاس نے بڑی دلیری اور جوانمردی سے چھین لیا جب اوزبک اس ٹیلہ سے نیچے گرے تو بڑے سراسیمہ ہوئے۔ اس اثناء مین بادشاہ کے لشکر کے فتح کی اور علی قلیخان اور بہادر کے قتل کی خبر اندر اور باہر مشہور ہوئی جس سے اولیاء دولت کا استظہار ہوا اور اعدا کی کمر ٹوٹی۔ اسکندرخان نے اس خبر کو مخفی کیا گو اس کا اشتہار ہوگیا تھا۔ اور امراء شاہی سے صلح کی گفتگو شروع کی اور اس مین ردّ و بدل ہوتی رہی۔ اسکندر نے متذبذب ہو کر اولیاء دولت کو حرف وحکایت مین لگایا اور خود رات کو قلعہ کے ایک دروازہ سے نکل کر کشتی مین بیٹھ دریا سے عبور کیا اور گرداب خطر سے نیم جان نکل گیا۔ جب اولیاء شاہی کو اسکے بھاگنے کی خبر ہوئی تو انھون نے شہر پر قبضہ کیا۔ اسکندر نے دریا مین اسطرف کشتیان نہین چھوڑی تھین۔ اس لیے بادشاہی لشکر کو تو ان کشتیون کے جمع کرنے مین دو تین روز کا توقف ہوا اس اثناء مین اسکندر نے اہل وعیال کی طرف سے خاطر جمع کر کے پیغام بھیجا کہ مین اپنے عہد پر قائم ہون۔ راجہ ٹوڈرمل کی اور اسکی ملاقات کشتی مین

اسکندرخان کے سر پر جو سپاہ بسرکردگی محمد قلیخان برلاس بھیجی گئی تھی

ہوئی مگر اس ملاقات کا نتیجہ نقش برآب اور گرہ بر باد تھا۔ اولیاء دولت نے قسمین کھائین اور لوازم استمالت کو بجالائے مگر اسکندر اپنے قول پر نہ قائم رہا اور کہنے لگا کہ مجھ سے ایسی تقصیرات سرزد ہوئی ہین کہ پادشاہ کی درگاہ مین جانے کی دلیری نہین کر سکتا۔ مناسب یہ ہے کہ بوسیلہ استغفار جرائم کے میری جاگیر کو بحال کرا دو اور کوئی خدمت اس صوبہ مین نامزد کراو۔ تاکہ نیک خدمتی کی دست آویز پر پادشاہ کی سعادت ملازمت حاصل کرون۔ غرض یون ہی باتین بنا کر وہ گورکھپور چلا گیا۔ پادشاہ نے بھی یہ سمجھ کر کہ وہ ممالک محروسہ سے باہر چلا گیا اس کا کچھ تعرض نہ کیا اور اس کی تمام جاگیر محمد قلی برلاس کو عنایت کی۔

اسکندر خان اوزبک سلیمان کررانی حاکم بنگالہ پاس گیا۔ کچھ دنون وہان وہ رہا۔ افغانون نے اس کا اپنے پاس رکھنا مناسب نہ جانا اسکی گھات مین لگے کہ اسکندر خان نے منعم خان سے التجا کی جو کچھ مجھ سے ہوا نادانستگی مین ہوا۔ مین اس سے خجل ہون۔ اگر اس عاصی کی درگاہ والا مین شفاعت کرا دیجیئے تو اس دنیا مین میری زندگی ہو جائے اور زندگانی باقی بھی ہاتھ آئے۔ منعم خان نے اس کے نوشتہ کو اپنی عرضداشت کے ساتھ پادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ پادشاہ نے فرمان اسکے امیدوار ہونے کا بھیجدیا وہ خود اور یوسف ولد سلیمان اوزبک کو ہمراہ لیکر بہانہ شکار کرکے پادشاہ پاس چلا آیا۔ افغانون کو خبر بھی نہوئی۔ اسکی تقصیر معاف ہوئی۔ تھوڑے زمانہ مین ممالک مشرقیہ مین سرکار لکھنؤ سکندر خان کو عنایت ہوئی۔

سال دہم ۹۷۲ھ کے واقعات مین سے یہ ہے کہ پادشاہ نے حسن خان خزانچی کو ولایت اڑیسہ مین کہ ہندوستان کے شرقی اور جنوبی سمت مین واقع ہے اور جس زمانہ سے کہ ہندوستان فتح ہوا ہے کسی سلاطین اسلام کا پرتو بھی اسپر نہین پڑا اور ولایت اڑیسہ کے فرمان روا ہمیشہ باعتبار اقتدار کے ممتاز رہے خصوصاً راجہ مکند جو بالفعل یہان فرمان روائی کرتا تھا افغانون کا تسلط جب سے کہ بنگالہ پر ہوا تھا انکے دل مین اس ملک کے فتح کرنے کی تمنا تھی لیکن یہ امید نہ بر آئی۔ اس لیے کہ اسکے گرد بڑے بڑے عقبات خطرناک اور پست و بلند پہاڑ اور جنگل سخت دشوار

اسکندر خان ... [illegible] ۹۷۲

گذارتے کہ پادشاہون کو اس مملکت پر دست تصرف پہنچنا مشکل تھا اور اس سرزمین لشکر لے جانا متعسر تھا۔ جو شخص ولایت بنگالہ سے بھاگ کر جگنبا تھ کے راجہ پاس چلا جاتا پھر والی بنگالہ کے ہاتھ وہ نہ آتا۔ چنانچہ راجہ کی پناہ مین ابراہیم سور گیا راجہ نے اڑیسہ مین کچھ ملک اسکو دے دیا۔ ہرچند سلیمان کررانی نے اسپر تسلط پانے کے لیئے سر پٹکا مگر کچھ نہ کر سکا بلکہ اس سے ڈرتا رہا۔ جب پادشاہ جونپور مین تھا تو اسنے حسن خان خزانچی کو اور مہا پاتر کو فنون شاعری سے ماہر اور موسیقی مین بے مثل تھی یہا نگیے راجہ پاس بھیجا کہ وہ اختیار کرے۔ راجہ نے ان دونون کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور پادشاہ کی بندگی اختیار کی۔ اور عرضیہ بھیجا کہ اگر سلیمان پادشاہ کی اطاعت نہ اختیار کرے اور علی قلیخان سے ارتباط پیدا کرے تو مین ابراہیم جو اس کا خصم دعویدار سلطنت ہے ساتھ لے کر بنگالہ مین جاؤن اور سلیمان کے لیے وہ کار پردازی کرون کہ اور فتنہ انگیزون کو عبرت ہو۔ راجہ نے تین مہینے کے بعد حسن خان اور مہا پاتر کے ساتھ اپنا ایلچی اور ہاتھی پیشکش بھیجے۔

خواجہ عبد المجید خان دیوان قوم کا تاجیک تھا۔ اہل قلم کے طبقہ مین داخل تھا۔ مگر قلم سے سیف پر تصاعد کیا تھا اور سیف و قلم کا جامع اور طبل و علم کا صاحب ہوا تھا۔ خطاب آصف خانی رکھتا تھا۔ تیغ زنی مین ترک اس کا لوہا مانتے تھے وہ کڑہ مین کہ ایک ولایت وسیع ہے جاگیر رکھتا تھا تو اس نے اپنی کاردانی اور کار طلبی کے سبب سے خود یہ ارادہ کیا کہ وسیع مملکت پنہ کو اپنے تصرف مین لائے۔ رامچندر یہان کا راجہ تھا مدتون سے اسکے باپ دادا یہان راج کرتے چلے آتے تھے۔ آصف خان نے اسکو نصائح ارجمند کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ اب آپ کلاہ سروری کو سر سے اُتاریئے اور حلقۂ عبودیت گوش اطاعت مین پہنیئے ممالک محروسہ کے خراج گزارون مین آکر امن و امان سے کامیاب ہوجیئے۔ غازی خان سوری کو جو پادشاہ سے باغی ہوکر آپ سے ملا ہے بھیجدیجیئے۔ مگر راجہ اس اطاعت و عبودیت کی درخواست سے اور زیادہ مغرور ہوگیا اور جنگ پر آمادہ ہوا۔ آصف خان شائستہ سامان کے ساتھ اسکے سر پر چڑھ گیا۔ راجہ نے بھی غازی خان سوری کو ساتھ لیا اور راجپوت و افغانون کا لشکر لے کر لڑنے کو کھڑا ہوا۔ طرفین کے لشکرون نے جنگ مین جان لڑائی بے اندازہ ردوگیر کے بعد آصف خان

خواجہ عبد المجید خان کا ولایت پنہ کو فتح کرنا ۱۷۱ھ ۶۹

غالب آیا۔ راجہ رامچندر شکست پاکر قلعہ باندھو مین کہ یہان کے قلعون مین سب سے زیادہ مستحکم ہے متحصن ہوا
بہت غنیمت پادشاہ کے لشکر کے ہاتھ لگی اور نامور راجاؤن کی استدعا اور استشفاع سے پادشاہ
کا فرمان صادر ہوا کہ راجہ رامچندر نے ہماری اطاعت اختیار کی ہے اور وہ ہمارے پاس آنے کو ہے
اس لیئے اسکے ملک پر کوئی تاخت نہ کرے اس فرمان کے مطابق آصف خان وہان سے مراجعت
کرکے اپنی جاگیر مین آیا۔

خواجہ عبدالمجید آصف خان کا ولایت گڈہ کو فتح کرنا ۹۷۰ھ

خواجہ عبدالمجید آصف خان نے اپنی حسن خدمت سے ولایت گڈہ کو تھوڑے اہتمام سے فتح کرلیا
ہندوستان مین ممالک وسیع ہین ان مین ایک ملک کو گونڈوانہ کہتے ہین جس مین قوم گونڈ
بستی ہے۔ اس قوم مین آدمیون کی تعداد کثیر ہے۔ اکثر وہ جنگلون مین رہتے ہین۔ یہین وہ توطن
اختیار کرکے اکل و مشارب و مناکح مین سرگرم رہتے ہین۔ یہ قوم ہندوؤن کی رذیل قومون مین سے
ہے۔ ہندو اس قوم کو دین و دنیا کے قوانین اور آداب سے باہر جانتے ہین اور کمین ذات سمجھتے
ہین۔ اس ولایت کے مشرق مین رتن پور کہ ولایت جھارکھنڈ مین سے ہے متصل ہے
اس کے مغرب کو اتصال رائےسین سے ہے جو صوبہ مالوہ کے مضافات مین سے ہے اس کا
طول ڈیڑھ سو کوس ہے اسکے شمال مین ولایت پٹنہ ہے اور جنوب مین دیار دکن عرض اسی
کوس۔ اس ملک کو ولایت گڈہ کتنکہ کہتے ہین۔ ایک ملک وسیع ہے جسمین بڑے بڑے قلعے و
حصن بلند واقع ہین اور شہر و قصبات آباد ہین۔ ستر ہزار دہات اسمین بستے تھے۔ سب شہرون
مین بڑا شہر گڈہ ہے اور کتنگہ ایک گاؤن کا نام ہے۔ ان دونون اسمون کے ساتھ ملکر یہ ملک
موسوم ہوا ہے اس کا دارالحکومت قلعہ چوراگڈہ ہے۔ پہلے زمانہ مین یہان راجہ ایک نہین ہوتا تھا
بلکہ بہت سے راجا و رائے راج کرتے تھے۔ اب بھی گو نظم و نسق سابق درہم و برہم ہوگیا ہے اتنے
راجہ ہین۔ گڈہ کا راجہ۔ کرولا کا راجہ۔ ہریا کا راجہ۔ سلواقی کا راجہ۔ دانگی کا راجہ۔ کتھولا کا راجہ۔ گڈہ
کا راجہ۔ منڈلا کا راجہ۔ دیوہار کا راجہ۔ لانجی کا راجہ۔ سپاہ اس ملک مین زیادہ تر پیادہ پا ہوتی ہے
اور سوار کم۔ ہندوستان مین جب سے مسلمانون کی حکومت ہوئی تو انھون نے ان راجاؤن کے

جگہ

مستحکم قلعون کے فتح کا ارادہ کیا ۔ خیال تک نہین کیا ان دنون مین کہ آصف خان جاگیردار کڑہ
ہوا ولایت پنہ کو فتح کیا ۔ تو اس ملک مین رانی درگاوتی راج کرتی تھی ۔ شجاعت وسخاوت و
تدبیر مین نامور تھی اور اپنی صفات برگزیدہ کے سبب سے سارے ملک کو اپنی قلمرو مین رکھتی تھی ۔
۲۳ ہزار آباد موضع اسکے تصرف مین تھے ۔ بارہ ہزار موضعون مین اسکے شقدار (تحصیلدار) رہتے
تھے اور باقی موضع آباد تھے جن کے راجہ سب اسکے مطیع تھے ۔ اس کا شوہر یہان کا راجہ دلپت تھا
جب وہ مرگیا تو اس کا بیٹا بیرناراین پانچ برس کا جانشین ہوا ۔ اور رانی درگاوتی نے راجہ ادھار کائتھ
اور راجہ مان برہمن کو اپنے ساتھ شریک کرکے راج کے سارے کاروبار کا اہتمام اپنے ذمہ لیا
جنمین وہی غالب رہی ۔

لوازم شجاعت مین وہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی تھی اپنی عقل دوراندیش سے عجیب عجیب کام
کرتی تھی ۔ باز بہادر سے بہت دفعہ بڑی بڑی لڑائیان لڑی اور ہر ایک حرب مین غالب رہی ۔
بیس ہزار سوار و ایک ہزار ہاتھی اپنے پاس جمع کر لیے ۔ سارے راجاؤن کے خزانہ اسکے ہاتھ آئے تیر و
بندوق خوب لگاتی تھی ۔ ہمیشہ شکار کو جاتی تھی اور جانورون کو بندوق سے شکار کرتی تھی یہ اسکی
عادت تھی کہ جب وہ سنتی کہ کہین شیر آیا ہے تو جب تک اُس کو بندوق سے نہ مار لیتی پانی نہ پیتی
غرض اسکی بزم اور رزم دونونکی داستانین ہندوستان مین بہت مشہور ہین خوشامد گویون کے سبب سے
اس کو اپنی ظاہری کامروائی پر غرور ہو گیا تھا ۔

جب آصف خان نے پنہ کو فتح کیا تو درگاوتی کو اپنے لشکر و شجاعت و عقل پر ایسا بھروسہ تھا
کہ وہ اپنے زبردست ہمسایہ سے ذرا خوف نہین کرتی تھی ۔ آصف خان نے اس ہمسائگی کی حالت
مین ملائمت و موانست کا طریقہ جاری رکھا ۔ جاسوسون اور ہوشیار تاجرون کو بھیجکر اسکے مداخل
ومخارج کا واقعی حال دریافت کرلیا کہ اس رانی کے پاس بہت خزانے اور دفینے ہین تو اس بلاد کی
عروس کے ہم آغوش کرنے کا اور اس کے ساتھ کدخدا ہونے کا خیال وہ دل مین لایا اول لہو
ولعب کے طور پر اس شاہد کے خط وخال پر دست درازی شروع کی اور سرحد کے مواضع دریافت کو تاخت

وتاراج کرنا آغاز کیا۔ اسی سال ۹۷۱ھ میں پادشاہ کے حکم سے دس ہزار پیادے اور سوارے گرگڈھ کی تسخیر
کا ارادہ کیا۔ اور حدود کے جاگیرداروں محب علی خان و مراد خان و وزیر خان و بابائے قشقال وغیرہ اور ایک جماعت
کثیر کو جمع کیا۔ رانی کامرانی کے ساتھ بے خبر راج کر رہی تھی کہ اُس کو خبر لگی کہ لشکر شاہی دموہ میں آپہنچا
اسکی عملداری میں یہ بڑا شہر تھا۔ اس سے اسکی کلول میں خلل... لگا لشکر اس کا گرد آوری کے لیئے
اور اپنے اہل و عیال کو کسی امن میں پہونچانے کے لیئے متفرق ہوا۔ رانی پاس پانچسو آدمی رہگئے۔ اسپر
بھی رانی اپنی جرأت پر اعتماد کرکے پادشاہ کے لشکر کے مقابل لڑنے کھڑی ہوئی غرور کا قاعدہ ہی کہ
تہوّر پیدا کر دیتا ہے۔ راجہ اودھار نے جو اشغال حکومت کا متکفل تھا خیر اندیشی سے رانی سے اپنے لشکر
کے متفرق ہونے کا اور شاہی لشکر کے متفرق ہونے کا اور شاہی لشکر کے زیادہ ہونے کا حال بیان
کیا تو رانی نے جواب دیا کہ اس لشکر کا برہم زدہ ہونا تو تیری بیوقوفی کے سبب سے ہی۔ میں نے مدتوں
اس دیار میں ریاست کی ہے۔ بھلا میری طبیعت میں بھاگنے کا خیال کب آسکتا ہے۔ بیعزت جینے
سے باعزت مرنا خوشتر ہے۔ اگر پادشاہ دادگر یہاں ہوتا تو میں اُس پاس جاتی۔ یہ لوگ میری قدر
کیا جانیں۔ یہی بہتر ہے کہ جوانمردانہ مرجاؤں۔ چار منزل وہ پادشاہ کے لشکر سے لڑنے چلی تو دو ہزار آدمی
اس پاس جمع ہوئے۔ آصف خان نے دموہ میں توقف کیا۔ اعیان دولت نے رانی سے متفق ہو کر کہا
کہ جنگ کرنا مستحسن ہے۔ مگر رشتہ تدبیر کو ہاتھ سے دینا شجاعت و فرزانگی کا آئین نہیں ہے۔ چند روز
مضبوط مقاموں میں ٹھیر کر انتظار کرنا چاہیئے کہ متفرق لشکر جمع ہو جاوے۔ رانی یہ بات سُنکر گڈھ کے
مغرب رویہ ایک درخت زار میں چلی گئی۔ شمال رویہ اسکے ایک اور درخت زار تھا اسمیں وہ آہستہ آہستہ
روانہ ہوئی اور موضع نری میں کہ گڈھ کے مشرق رویہ ہی پہنچی وہاں آدمیوں کی درآمد و برآمد دشوار تھی۔ چاروں طرف
اسکے اونچے اونچے پہاڑ تھے ندی گور اسکے آگے تھی ایک جانب اسکے دریاے نربدا بہتا تھا۔ نہایت تنگ ہولناک
ایک گریوہ تھا جس کو دریا پار جاکر طے کرنا پڑتا تھا تو اس موضع پر رسائی ہوتی تھی آصف خان دموہ میں رانی کے آنے
کی خبر سُنکر ٹھیرا۔ اسکو نہ معلوم ہوا کہ رانی کہاں غائب ہوگئی یہ ملک ایسا تھا کہ اسمیں کسی کا پتا لگانا دشوار تھا
آخر وہ گڈھ میں آیا مواضع و قریات پر عمل دخل شروع کیا۔ رانی کی خبر پاکر اسکے پیچھے گیا۔ اسکی رانی کو خبر ہوئی

تو اُس نے اپنے لشکر کے سرداروں کو بلاکر مشورہ کیا کہ اگر کسی اور جگہہ جانا مصلحت ہو تو بتاؤ کہ لشکر کے جمع ہونے تک وہان بسر کرون۔ میرے دل مین تو یہ ارادہ ہی۔ کب تک درختون کی پناہ مین بسر کرونگی۔ میدان جنگ مین چلکر بسر کرون جس کا جی چاہے میرے ساتھ چلے اور نہین اپنی راہ لے میری طرف سے اس کو اجازت ہی۔ لڑائی مین ان دو صورتون کے سوا کہ مرنا ہے یا فتح پانی کوئی اور تیسری صورت نہین ہے آخر سب آدمیون نے اس کا ساتھ دیا۔ پانچ ہزار آدمی اس پاس جمع تھے۔ نظر محمد اور آق محمد نے اور بہادرون کی جمع کثیر نے سر گریوہ کو کہ نکلنے کی جگہہ تھی بزور لے لیا۔ رانی سلاح در بر مغفر بر سر ہاتھی پر سوار اپنے بہادرون کے ساتھ جنگ پر مستعد ہوئی۔ شائستہ طور پر آہستہ آہستہ روانہ ہوئی۔ دلیرون اور دلاورون سے کہتی تھی آگے بہت تیز نہ بڑھو۔ دشمن کو آگے آنے دو۔ غرض ایک جنگ عظیم ہوئی۔ بہت آدمی مارے گئے تین سو مغل قید ہوئے۔ اور رانی غلبہ کر کے بھگوڑون کا تعاقب کیا۔ اور گریوہ سے باہر آئی۔ دن ختم ہونے کو تھا رانی نے پوچھا کہ کیا صلاح ہے۔ ہر شخص نے اپنی مردانگی کے موافق بات کہی۔ رانی نے کہا کہ آج ہی کی رات شب خون مار کر دشمن کا کام تمام کرنا چاہیئے۔ اگر یہ نہین منظور تو رات کو آرام کر کے صبح کو آمادہ جنگ ہون۔ مگر اس مین یہ خوف ہے کہ اس گریوہ کے سر پر آصف خان قبضہ کرے گا۔ توپخانہ لگا دے گا۔ پھر آسان کام مشکل ہو جائیگا کوئی اسکی صلاح سے متفق نہوا۔ وہ رات کو ٹھیرے۔ رانی نے ماتم رسیدون کو پرسہ دیا گھر آئی تو بعض اپنے دلی دوستون سے شبخون مارنے کے لیے کہا۔ مگر کسی نے اس کا کہا نہ مانا صبح کو وہی ہوا جو اس نے کہا تھا۔ رانی ہاتھی پر سوار ہوئی اور ہاتھیون کو اپنے اپنے مقام پر کھڑا کیا اور لڑنا شروع کیا مردانہ حملے کیے عجیب کارنامے دکھائے تیسرے پہر تک ہنگامۂ جنگ گرم رہا۔ رانی کے بیٹے راجہ بیرساہ نے تین دفعہ بادشاہ کے لشکر کو بھگا دیا۔ مگر آخر کو وہ زخمی ہوا جب رانی کو بیٹے کا یہ حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ اسکو میدان جنگ سے لے جا کر کسی مامن مین بھیج دین۔ اس حکم کی تعمیل سے لشکر مین سے ایک جماعت کثیر میدان جنگ سے نکل گئی اور لشکر مین فتور پڑا۔ تین سو آدمی اس پاس رہ گئے مگر اسکے عزم مین کچھ سستی نہین ہوئی اپنے بہادرون کو جنگ مین سرگرم کر کے اہتمام کرتی ہے

تھی کہ ناگاہ کمان کے قضا خانہ سے ایک تیر اسکی کنپٹی مین لگا۔ اسنے حرکت کرکے اس تیر کو زور سے کھینچکر
نکال لیا مگر اس کا پیکان اندر رہا وہ نہ نکلا۔ دوسرا تیر آن کر گردن مین لگا۔ اس کو بھی اپنی ہمت سے
نکال لیا۔ مگر درد کی افراط سے غشی نے غلبہ پایا جب رفتہ رفتہ ہوش مین آئی تو ادھار کو کہ جو قوم سے
بگھیلا تھا اور شجاعت اور یکجہتی مین امتیاز رکھتا تھا اور اسکے آگے ہاتھی پر بیٹھا تھا اس نے مخاطب
ہوکر کہا کہ مین نے اسلئے تجھے تربیت کیا تھا کہ کسی دن کام آئے آج وہ دن ہے کہ جب تک مین مغلوب
ہوئی ہون مبادا ناموس و ننگ مین مغلوب ہون اور مخالف کے ہاتھ لگون۔ حق نمک ادا کر۔ اور
اس خنجر آبدار سے میرا کام تمام کر۔ ادھار نے کہا کہ مجھ مین کہان توانائی ہے کہ اس کام کو کرون جس
ہاتھ نے عطیہ لئے ہون وہ ایسا کار دور از کار کب کرسکتا ہے۔ مگر ہان مجھ سے یہ ہوسکتا ہے کہ اس
معرکۂ جانکاہ سے باہر لے جاؤن۔ اس فیل بادرفتار پر مجھے بھروسہ ہے۔ جب دھار کی نرم
دلی کی یہ بات سُنی تو اسنے دشنام اس کو دی کہ مجھپر یہ عار تو گوارا کرتا ہے اور خنجر لے کر اپنا کام تمام
کیا مردانہ اس دنیا سے رخصت ہوئی اور اس کے وفادار دوستون نے بھی وفاداری کرکے اپنی
نقد حیات کو اس کے کام مین صرف کیا۔ آصف خان کو ایک فتح بزرگ حاصل ہوئی ہزار ہاتھی اور
بہت سا مال ہاتھ آیا۔ ملک وسیع ممالک محروسہ مین داخل ہوا رانی کی مدت حکومت سولہ برس تھی۔

جب رانی کی حکومت ٹھنڈی ہوئی آصف خان نے دو مہینے کے بعد قلعہ چوراگڈھ کی تسخیر
کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ۔ دفائن۔ نفائس جواہر سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے راجاؤن کے زمانہ دراز کی کمائی
یہان اندوختہ تھی جسکو وہ اپنی سلامتی کا سبب سمجھتے تھے اب وہ ہلاکت کا سبب ہوئی بادشاہ
کی سپاہ نے ان خزانون کی طمع مین قلعے کے فتح کرنے مین جان لڑادی۔ رانی کا بیٹا کہ جنگ گاہ سے
یہان قلعہ مین آیا تھا کچھ تھوڑا سا لڑا تھا کہ قلعہ فتح ہوگیا۔ اور راجہ مرگیا۔ بھوج کا یتھ اور میان بھکاری
رومی کو ہندوستان کے راجاؤن کی رسم کے موافق جوہر (جیوہر) کی رسم کا مہتمم مقرر کیا چوب و پنبہ
و جنس و روغن اور اس قسم کی چیزین جمع کین اور خواہی نخواہی عورتون کو اسمین دھکیل خاکستر کیا جس
کسی عورت نے اسمین تقاعد کیا اسکو بھوج نے مارڈالا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ خرمن گل سب

خاکستر ہو گیا اور اس کو ٹٹولا تو دو آدمی زندہ نکلے۔ لکڑیان اُنپر ایسی حائل ہوئین کہ آگ سے بچا دیا۔
ایک اُن مین رانی کی بہن کملاوتی اور دوسرے پراگڈہ کے راجہ کی بیٹی تھی یہ دونون عورتین کہ طوفان
آتش سے زندہ بچین پادشاہ کی خدمت مین بھیجی گئین۔

القصہ جب قلعہ فتح ہوا تو سونا چاندی۔ زر مسکوک و غیر مسکوک و مرصع آلات و جواہر و لآلی و ہیاکل و تماثیل
واصنام مرصع مکلل۔ جانورونکی صورتین ساری سونے کی بنی ہوئین۔ اور اور نفائس و اجناس بیحساب
آصف خان اور اُسکے آدمیون کے ہاتھ آئے۔ کہتے ہین کہ آصف خان کے فقط حصے مین سَو دیگین
اشرفیون کی سوا اور بہت اسباب کے ہاتھ آئین۔ جب آصف خان کو ایسی دولت ہاتھ لگی کہ
جس سے وہ صاحب خزائن و جواہر ہو گیا تو اس کا اعتبار بہت بڑہ گیا۔ مگر اُسکی عقل درست نہ تھی
اس بادۂ ہوش ربا نے اُسکا حوصلہ ظاہر کر دیا کہ ان نفائس اجناس و نشر الف جواہر مین سے پادشاہ
پاس کچھ نہ بھیجا۔ اسمین نہ اخلاص تھا نہ انصاف نہ یہ سمجھا کہ اس حرکت سے میرا ادبار آئیگا ہزار ہاتھیون مین سے
دو سو پادشاہ پاس بھیجے۔ باقی ہاتھیون کو ہضم کر گیا اور ساری دولت و جواہر کو خاک پوش کیا۔ او
کڑہ اور گڑہ مین تکیہ لگا کے حکومت کرنے لگا۔

جب پادشاہ تیسری دفعہ علی قلیخان زمان کی تادیب کے لیے جونپور کی جانب گیا ہی تو اس نے اصفخان
کو بلایا وہ پادشاہ سے آن کر جونپور مین ملا۔ پادشاہ نے اُسکو سپاہ مین منصب ارجمند و پایہ عالی دیا۔ مگر
خیانت گر بین کو ہمیشہ خوف دامنگیر رہتا ہے وہ فتنہ اندوزونکی باتون مین آنکر گڈہ کو بھاگ گیا اس نے
اپنی کوتاہ خردی اور خست نفس و کفران نعمت کے سبب سے چوڑاگڈہ کے خزانون کو چھپایا تھا۔ ہرچند
اہلکاران سلطنت کو وہ رشوت دیتا تھا۔ مگر اُن حریصون کا پیٹ تو خاک سے بھی نہین بھرتا اس لیے
یہ رشوت کام نہ آئی۔ یہ رشوت خوار ہمیشہ اس کو رمز و ایما مین ایسی باتین سُناتے رہتے تھے جس سے
اس کو توہم رہتا۔ انہی دنون مین کہ لشکر شائستہ پادشاہ نے اُسے عنایت کیا تو بڑے بڑے آدمیون کو
اُسپر حسد ہوا۔ تسویلات و تذویرات مین کوشش کرنا اُن کا کام ہی ہوتا ہے۔ اسکے ناقص درک معاملہ
نافہم۔ فتنہ اندوز دوستون نے ایک بات کی ہزار باتین دو رویہ بنا ئین کہ جن سے وہ بے دل ہوا

روز یکشنبہ ۲۰ صفر ۹۷۹ھ کو مع اپنے بھائی وزیر خان کے ولایت گڈھ کیطرف چلا اور سب اسباب و خیمہ یہین چھوڑ دیا۔ پادشاہ کو جب یہ خبر ہوئی تو شجاعت خان کو مع اور بہادرون کے اسکے تعاقب مین بھیجا۔ گنگا کے کنارہ پر اسکی آصف خان سے خوب بندوق چلی۔ مگر رات ہوگئی تھی اس لئے آصف خان گڈھ کو بھاگ گیا اور شجاعت خان اس کا تعاقب مشکل سمجھا وہ پادشاہ پاس چلا آیا۔

مہدی قاسم خان کا ولایت گڈھ مین متصرف ہونا

جب پادشاہ آگرہ مین آیا تو اس نے آصف خان کی جونپور سے بھاگ جانے کے سبب سے مہدی قاسم خان کو ملک گڈھ کی حراست کے لیے متعین کیا کہ وہ جا کر وہان بندوبست کرے اور آصف خان کو پکڑ کر بھیجے۔ مہدی قاسم خان شائستہ آئین کے ساتھ لشکر لے کر چلا تھا اور ہنوز گڈھ مین نہ پہنچا تھا کہ آصف خان خبردار ہو کر تحسر و تاسف کے ساتھ ولایت گڈھ کو چھوڑ کر وحشیون کی طرح جنگل کو چلا گیا۔ مہدی قاسم خان گڈھ پر باستقلال متصرف ہوا اور آصف خان کے پیچھے پڑا۔ علی قلی خان ہمیشہ اس تدبیر مین رہتا تھا کہ آصف خان کو اپنا دوست بنائے رکھے اس نے اس حالت مین اسکو خطوط لکھے۔ وہ مع اپنے بھائی وزیر خان کے جونپور مین علی قلی خان سے جا ملا۔ مہدی قاسم نے ولایت گڈھ کا انتظام کر لیا

آصف خان کا قصور معاف ہونا

جب علی قلی خان کی کمند خدیعت اور دام صحبت مین آصف خان پھنس گیا تو اس کو یہ صحبت خوش نہ آئی اور علی قلیخان کے تکبر بیجا اور ترفع بے معنے سے وہ رمیدہ خاطر ہوا۔ علی قلیخان طمع سے اسکے اموال کی تاک مین لگا۔ آصف خان بھاگنے کی فرصت پانے کا منتظر رہتا تھا۔ اس اثنا مین علی قلیخان نے آصف خان کو بہادر خان کے ہمراہ بھیجا۔ وزیر خان کو اپنے پاس رکھا۔ وزیر خان نے حقیقت حال اپنے بھائی کو لکھی اور دونون بھائیون نے مل کر ٹھیرا لیا کہ کب فرار کرینگے۔ ایک رات بہادر خان سے آصف خان نے جدا ہو کر کڑہ مانک پور کی راہ لی۔ اور وزیر خان بھی اسی راہ پر جونپور سے بھاگا۔ بہادر خان کو جب آصف خان کا حال معلوم ہوا تو اسنے تعاقب کیا اور قلعہ چناوہ پر اسے جا لیا۔ دونون مین لڑائی ہوئی۔ آصف خان شکست پا کر گرفتار ہوا۔ بہادر خان نے اس کو عماری دار فیل پر سوار کر کے روانہ کیا۔ بہادر خان کے آدمی تو لوٹنے مین لگے کہ وزیر خان اور اس کا بیٹا بہادر خان آن پہنچے اور انھون نے مستعد ہو کر بہادر خان کے آدمیون کو پریشان کر دیا۔ بہادر خان نے حکم بھیجا کہ ہاتھی پر آصف خان کا

کام تمام کرین - دو تین تلوارین اُسکے لگین اور تین انگلیان اسکی اوڑگئین اور ناک پر زخم آیا کہ اسکے بھائی اور بھتیجے نے ایسی بہادری کی کہ اُس کو چھڑالیا اس کارزار مین بہادر پسر وزیر خان نے بڑے کارنمایان کیئے - یہ سبب حدود کڑہ مین آگئے آصف خان نے پادشاہ کی خیر خواہی کا سچے دل سے اراوہ کرکے اپنے بھائی وزیر خان کو مظفر خان پاس اُس وقت بھیجا کہ بادشاہ پنجاب کو جاتا تھا مظفر خان نے پادشاہ سے عرض معروض کرکے اُسکی تقصیرات کو معاف کرایا - اور آصف خان کے نام فرمان بھجوایا - کہ وہ بالفعل حدود مانکپور مین مجنون خان قاقشال کے ساتھ رہے اور جب ہم آگرہ مین آئین تو وہ ہماری خدمت مین حاضر ہو -

پادشاہ کی نیت درست و اندیشہ راست سے مہمات ملکی و مالی مربوط ہوتے ہین - جو پادشاہ صاحب اقبال ہوتے ہین وہ شوکت ظاہری اور عظمت معنوی سے اپنے تئین بھول نہین جاتے وہ دلون کے آباد کرنے مین سعی کرتے ہین خرد و بزرگ کی رفاہیت مین اپنی ہمت لگاتے ہین - اور ذاتی دولتمندی سے بقدر گنجائش مطابق اپنی نیت کے عمل کرکے اہل جہان کے پاسبان ہوتے ہین - ایزد دانا ایسے پادشاہون کے کام بناتا ہے اور دولت اور عظمت انکی بڑھاتا ہے اور اُن کے مخالفون کو دوستون سے آزار پہنچاکر اور اقسام نکبت اور انواع نکبت مین گرفتار کراکے معدوم کرتا ہے جن کا باطن دنیا کی ہوا و ہوس سے خراب ہوتا ہے ان کے لیئے برخلاف نتیجے پیدا ہوتے ہین اس کا چراغ دولت شعلہ خس کی طرح کم بقا - نہال اقبال اس کا سایہ درخت کی طرح زود زوال ہوتا ہے - اسکی تمثیل ہم آگے بیان کرتے ہین -

حال گکھڑون پر بادشاہ کا فتح پانا سنہ ۱۰۰۹

گکھڑون کا ملک دریا سندھ اور دریا بہت کے درمیان پہاڑون کے غارون و گھاٹون اور شعاب و تلال کے درمیان واقع ہے - کوہ سوالک سے لیکر کشمیر کی حدود تک انھین کا ملک گنا جاتا ہے اس ملک مین ہمیشہ انھین کا تسلط رہا - گو سلاطین ہند نے لشکر گران اور استعداد فراوان سے مدتون اس ملک کی امینت مین صرف کیا ہے اس کا حال پہلے بہت دفعہ لکھا گیا ہے مگر اس زمانہ ۱۰۰۹ھ مین پادشاہ کی حسب دلخواہ یہ کام ہوگیا اور ملک اُسکے تصرف مین آگیا جس کا بیان آگے ہوتا ہے کہ

قوم گکھر ہمیشہ سے خاندان تیموریہ کی دولتخواہی اور یکجہتی کا دم بھرتی تھی۔ اس لیئے بادشاہ کی توجہ اس ملک کی تسخیر کی طرف نہ ہوتی تھی۔ سلطان آدم پادشاہ کی خدمت مین ۹۶۴ھ مین حاضر ہوا تھا اور اپنے ملک کی حکمرانی کا فرمان لکھا کرلے گیا تھا۔ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ سلطان آدم کا بھتیجا کمال خان کسی طرح سے گوالیار کے قیدیون مین سے بچا تھا اور حضرت جنت مکانی کی خدمات بجالاتا تھا اور خان زمان خان جسوقت لپر عدلی سے لڑا تھا تو وہ سرکار لکھنؤ اور پرگنہ ہسوہ اور فتحپور اور محال جاگیر مین رکھتا تھا حکم پادشاہی سے جمعیت شائستہ ہمراہ لیکر وہ شریک خدمت ہوا اور اس جنگ مردآزما مین اس سے کارنامے ظہور مین آئے۔ جب پادشاہ کو اس کا سچا حال معلوم ہوا تو پادشاہ نے کمال عنایت سے فرمایا کہ جو اس کا مقصد ہو اپنا وہ عرض کرے ہم اُسے پورا کرینگے تو اُسنے عرض کیا کہ مجھپر میری حیثیت سے زیادہ حضرت شہنشاہ نے عاطفت فرمائی۔ اب جب وطن کے سبب سے یہ آرزو ہے کہ مجھے میرے باپ کا ملک ملجاوے جب سے مین ناکام ہوا اور سلیم شاہ کی قید مین پڑا میرے ملک موروثی پر میرا چچا آدم متصرف ہوا۔ اس غم سے ہزارون غم میرے دل مین ہین۔ پہلے خاندان سور کی تاریخ مین ہم نے اس قوم اور سور افغانون کی معاملات بیان کردیئے ہین۔

جب کمال خان نے اپنی ناکامی کو معروض کیا اور اپنے توطن قدیم کے لیے التماس کیا تو پادشاہ نے یہ حکم جاری کیا کہ گکھرون کی جو ولایت سارنگ خان کے تصرف مین تھی اور اب وہ سلطان آدم کے پاس ہے اسکے دو حصے کیئے جائین اور ایک حصہ اس کو حوالہ کیا جائے دوسرے حصے پر کمال خان متصرف ہو پنجاب کے جاگیردارون کو حکم ہوا کہ اگر سلطان آدم اس حکم سے سرتابی کرے تو افواج ولایت مین پنجاب سے افواج جاکر اسکی نافرمانی کا پاداش کرے سر اسکی گود مین رکھے کہ اور وحشی سرشت صحرا پرورون کو عبرت ہو۔ کمال خان اپنے مقصد حاصل کرنے کے لئے پنجاب مین آیا۔ پادشاہ کے فرمان کے مطابق امراء عظام نے سلطان آدم سے حکم شاہی گذارش کیا۔ اس نے پادشاہ کے حکم کو نہ مانا اور عذر بدتر از گناہ پیش کیئے اور اپنے تسلط مستعار سے ہاتھ نہ اُٹھایا کہ کمال خان اپنے ملک موروثی پر کامیاب ہوتا۔ امراء نے فرط احتیاط سے پادشاہ سے یہ حال عرض کیا تو ازسرنو حکم شاہی صادر

ہوا کہ گو سلطان آدم نے اول مرتبہ رابطہ عبودیت کو توڑا مگر اس سبب سے کہ عنایت پادشاہی اسپر چلی جاتی ہے اگر اپنا آدھا ملک اپنے برادر زادہ کو دیدے تو آدھا ملک اس پاس رہنے دو۔ اگر وہ ایسا ہی اپنی نافرمانی پر ثابت قدم رہے تو اُسکی تادیب کے لئے کمال خان کو سارا ملک دلا دو۔ سلطان آدم نے پھر سرکشی کی۔ افواج شاہی اُسکے سر پر چڑھی۔ قصبہ ہیلان مین ایک جنگ عظیم ہوئی گکھڑون کی سرشت مین جراءت وجلاوت داخل ہے۔ جدال وقتال واقع ہوا۔ مگر آخر کو پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ اور اُن صحرائی وحشی نژادون کو ہزیمت ہوئی۔ سلطان آدم دستگیر ہوا اور اس کا بیٹا لشکری خان بھاگ کر کشمیر گیا اور کچھ دنون گمنام رہا۔ تھوڑے دنون بعد وہ بھی اسیر ہوا۔ گکھڑون کا تمام ملک پادشاہ کے قبضہ مین آیا۔ وہ کمال خان کو بالاستقلال دیا گیا۔ سلطان ادم اور اُس کا بٹیا اُسکے حوالہ ہوا۔ اس نے بیٹے کو تو وہان بھیجا جہان سے کوئی آ ہنین سکتا اور باپ جبتک نہ مرا قید سے نہ چھوٹا۔ اگر وہ پادشاہ کے حکم کی اطاعت کرکے آدہے ملک پر قناعت کرتا تو کل ملک سے محروم نہوتا۔ اس نافرمانی نے اس کو اور اسکے خانمان کو برباد کر دیا۔

دارالخلافۃ آگرہ سے تیس کروہ پر ایک قصبہ سکینہ تھا اسکے دیہات کے باشندے بڑے سرکش خصوصًا پرگنہ ٹھکینہ کے آٹھ موضعون کے باشندے سرکشی۔ دزدی۔ آدم کشی۔ بے باکی وبے اعتدالی مین اپنا جواب ہنین رکھتے تھے وہ خود کھوٹے تھے اور اُن کے محال ومساکن قلب تھے۔ تہور جسکو نادان مردانگی کہتے ہین وہ ان مین تھا۔ ہمیشہ حکام وعمال انکے بیداد کے ہاتھ سے فریاد کرتے تھے ۹۶۹ھ مین پادشاہ یہان شکار کھیلنے آیا۔ تو ایک برہمن ھاپہ نامی فریادی آیا کہ یہان کے آدمیون نے میرے بیٹے کو مارڈالا ہے اور اس کا اسباب لوٹ لیا ہے۔ اس مظلوم کی نالش سُنکر اس فرقۂ متمردہ کی تادیب کے لئے صبحکو خود پادشاہ گیا تو وہ سرکش بھاگ کر موضع پرونکہ مین پہنچے یہان پادشاہ نے پہلے اپنے آدمی بھیجکر فہمائش کرائی کہ راہ راست اختیار کرین مگر اُنھون نے نہ مانا اور موضع کو مستحکم کرکے جنگ کے لیے کھڑے ہوئے۔ انکی جمعیت چار ہزار آدمیونکی تھی اور پادشاہ کے پاس دو ہزار آدمی تھے۔ طرفین مین ہنگامہ زد وخورد گرم ہوا۔ پادشاہ نے دیکھا کہ ہوا کی شدت سے

جنگ پرونکہ کر پادشاہ خود آپ لڑا ۹۶۹ھ

اور آگ کی گرمی سے جوان موضع کے اطراف مین لگ رہی تھی - کچھ آدمی اس کے درختون کی سایہ مین بیٹھے تھے۔ ان سے چشم پوشی کر کے پادشاہ خود لڑائی مین مصروف ہوا - پادشاہ نے دیکھا کہ ایک جیبہ پوش مقبل خان ایک کوٹھے پر ایک دشمن سے کشتی لڑ رہا ہی اور اس کو کوٹھے سے پھینکنا چاہتا ہے کہ دشمن کے اور آدمی آ گئے اور اُس کا کام تمام کرنے کو ہین تو اُسنے ہاتھی لپکایا اور کوٹھے کے نیچے آن کر اپنے آدمیون کو اوپر چڑھایا - ایک آدمی خود پادشاہ کے اوپر سے چڑھا اور مقبل خان کو بچایا - دشمن کا کام تمام کیا - سرکش ایک مضبوط حویلی مین تھے پادشاہ نے خود جا کر اُس حویلی کی دیوارون کو ہاتھیون سے ڈھوایا اور ایک ہزار سرکشون کو قتل کرایا - پادشاہ کی سپر پر رجپوتون کے سات تیر لگے جس مین پانچ پانچ انگل اسکے اندر گھُس گئے اور دو باہر لٹکتے رہے - عادل خان نے پادشاہ کو پہچانا نہین - اسکی یہ بہادری دیکھ کر کہا کہ تو اپنا نام بتا کہ مین پادشاہ سے تیری اس بہادری کا ذکر کر کے سفارش کرون - پادشاہ نے اپنی صورت اس کو دکھائی اور اس کا شکریہ ادا کیا - پہر دن باقی تھا کہ پادشاہ اس کام سے فارغ ہوا - اس سے سرکشون کو بڑی عبرت ہوئی۔

کل معاملات و مہمات کابل جو اُس پادشاہ کے عہد سلطنت مین واقع ہوئے

منعم خان کا کابل مین تعین ہونا

ہم اول کابل کا بیان وہان تک بیان کر چکے ہین کہ مرزا سلیمان کا خطبہ کابل مین منعم خان نے پڑھوایا اور مرزا سلیمان بدخشان چلا گیا اب آگے داستان سنو - جب پادشاہ نے منعم خان کو بلایا تو اسنے کابل اپنے پسر غنی خان کے سپرد کیا - حیدر محمد خان اختہ بیگی کو اس کا مساعد و معاون بنایا کہ حدود کابل کی مہمات کا انتظام دونون ملکر کرین مگر دونون کو نہ حوصلہ اور طفل مشرب تھے آپس مین نبی بگاڑ ہوا تو پادشاہ پاس دہلی مین غنی خان کی عرضداشت آئی جس سے معلوم ہوا کہ حیدر محمد آختہ سے بیگم ناراض ہی - پادشاہ نے منعم خان سے مشورہ لے کر حیدر محمد کو بلا لیا اور

غنی خاں کی اعانت اور کمک کے لیے بہت سے امیر اور ایک جماعت کثیر بسر کردگی ابوالفتح بھیجدی یہ ابوالفتح منعم خاں کا سگا بھتیجا اور فضیل بیگ کا بیٹا تھا۔ چندروز غنی خاں اور ابوالفتح نے معاونت و موافقت سے کام کیا اور ملک میں امن و امان رہا۔

پادشاہ کو ہمیشہ کابل اور اسکے حدود کے انتظام کی اور وہاں کے سوانح کے استخبار کی طرف توجہ رہتی تھی۔ اس نے سنا کہ ماہ چوچاک بیگم والدہ مرزا محمد حکیم نے غنی خاں کو اسکی بے اعتدالیوں کے سبب سے عشرت سرائے کابل سے باہر نکال دیا۔ پادشاہ نے منعم خاں کو مرزا محمد حکیم کا اتالیق مقرر کرکے کابل کو رخصت کیا۔ اس سرگذشت کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ فضیل بیگ آنکھوں سے اندھا تھا مگر گربزی و شرارت میں ہمہ تن چشم تھا اور اپنے بھتیجے غنی خاں کی حکومت سے ہمیشہ پیچ و تاب کھاتا تھا۔ غنی خاں اصل میں ہوشمندی و سعادتمندی سے بے نصیب تھا۔ پھر اسپر ریاست کی سرمستی نے اسے اور بھی پایہ اعتدال سے گرا دیا تھا اور بدمصاحبی نے کہ آدمی زاد کی بدترین آفات ہے اور بھی اسکو شقاوت کے گڑھے میں دھکیلا تھا اس نے ماہ چوچاک بیگم اور اسکی جماعت کو اپنے ساتھ متفق کیا۔ شہور سنہ ۹۷۰ھ میں غنی خاں ایک دن فالیز بزرمہ کی طرف گیا تھا کہ اس نے شہر کو مستحکم کرکے قلعہ کے دروازے بند کردیے اور لشکر آراستہ کرکے کھڑا کردیا کہ غنی خاں کو شہر میں آنے نہ دے وہ سیاہ سنگ کے پشتہ پر دروازہ کے سامنے آیا مگر کچھ نہ کرسکا اور پہلوان عیدی کو توال کو ایلچی بناکے بھیجا کہ مکر و تزویر سے کام چلائے اس نے جاکر غنی خاں سے کہا کہ تو پادشاہ کے حکم سے یہاں کی حکومت کے لیے نہیں مقرر ہوا۔ تیری ستمگاری اور بے اعتدالی سے یہاں کے آدمی تنگ آ گئے ہیں اس لیے مناسب یہ ہے کہ صحیح سلامت پادشاہ کی خدمت میں جائے اور وہاں اپنے اطوار کو درست کرے اور پادشاہ کا فرماں یہاں کی حکومت کے لیے لائے تو اسپر عمل کیا جائے۔

کابل سے غنی خاں کا نکالا جانا سنہ ۹۷۰ھ

اسی گفتگو میں غنی خاں سے آدمی جدا ہونے شروع ہوئے۔ وہ ایک عرصہ تک پڑا رہا۔ مگر شہر میں جانے کی کوئی صورت نہ ہوئی اور قریب تھا کہ گرفتار ہو جائے کہ حمزہ عرب اور میر مستغیث الدین نیشاپوری کی ہدایت سے وہ جلال آباد میں آگیا۔ اور شہر میں اسکا تمام مال و

اسباب غارت ہوا۔ کابلیوں کو یہ دلیری اس سبب سے ہوئی کہ اس نے تولک خاں قوچین سے بدسلوکی کی تھی جسکی سرگذشت یہ ہی کہ غنی خاں کو جوانی اور ریاست کی مستی نے شقی بنا دیا تھا وہ اپنا فائدہ اوروں کے نقصان میں دیکھتا تھا ستیزہ کاری اور ہرزہ درائی میں بسر کرتا تھا کسی کے پایۂ قدر کو جانتا نہ تھا بدمستانہ سلوک کرتا تھا۔ تولک خاں قوچین نامور دلاوروں اور جنت آشیانی کے مقربوں میں سے تھا اس سبب سے اسکو مع اسکے عزیزوں کے گرفتار کرکے قید کر دیا ؎ بدبا تو نہ کرد ہر کہ بد کرد + آں بد بیقین بجائے خود کرد + بعض ارباب صلاح نے بیچ میں پڑکر اس کو قید سے خلاص کرایا تو لک خاں نے اس بے آبروئی کے سبب سے یہاں کا رہنا چھوڑا۔

باباخاتون کے موضع میں صبر کیے منتظر بیٹھا رہا۔ کہ کب موقع ملے کہ انتقام لوں۔ ان دنوں میں بلخ سے ایک قافلہ آیا تھا۔ اس کا اسباب انتخاب کرنے کے لیے غنی خاں چاریکان میں کچھ تھوڑے آدمیوں کو ساتھ لیکر آیا۔ یہاں آنکر بزم بدمستی ترتیب دی اور ترانۂ خود پرستی ساز کیا۔ تولک خاں تو گاہ و بیگاہ انتقام کی گھات میں لگا رہتا تھا۔ اس کو خوب یہ موقع ہاتھ لگا۔ آدھی رات کو وہ غنی خاں پر چڑھ گیا۔ وہ شراب پیے خواب میں تھا اسکو پکڑ لیا۔ اور زبانی سرزنش میں اپنی بھڑاس نکال کر دل کو ٹھنڈا کیا۔ یہ سمجھکر کہ جب حاکم کو گرفتار کر لیا تو شہر لے لینا کیا بڑی بات ہی۔ وہ لشکر لیکر شہر پر گیا۔ مگر ناکام رہا۔ صلح اس طرح ہوگئی کہ کابل کا پانچواں حصہ سنار سے حد ضحاک تک اس پاس رہے اور غنی خاں خلاص ہو + ابیات

در اندیش اے حکیم از کار ایام + کہ پاداش عملہا بی سرانجام + سلامت بائدت کس را میازار + ادب را در عوض تیز ست بازار۔

غنی خاں نے کابل میں آنکر اپنی جگہہ ابھی گرم نہیں کی تھی کہ اس نے عہد و پیماں کے دفتر کو چھپر پر رکھا اور جمعیت تمام کے ساتھ تولک خاں سے انتقام لینے کے لیے اس کے سر پر چڑھ گیا۔ تولک خاں اس سے لڑ نہ سکا۔ کوئی لکھتا ہی کہ وہ بادشاہ پاس ہندوستان بھاگا۔ کوئی کہتا ہی کہ وہ غنی خاں سے لڑا اور اس کا سارا کنبہ مارا گیا۔

غنی خاں فتحیاب ہوکر کابل میں آیا۔ وترفع خودرائی وخودآرائی میں مصروف ہوا۔ اور سرکار محمد حکیم کو بے حقیقت سمجھکر اسکی بے دانہ کی۔ اس سبب سے مرزا کے آدمی اور کل اہل کابل اس سے تنگدل ہوئے۔ وہ فضیل بیگ اور اُسکے بیٹے ابوالفتح کے ساتھ شریک ہوکر اسکے دفع کے درپے ہوئے غنی خاں ایکدن فالیز پہ گیا سہ تو خربوزہ خورتر الفالیزچہ کار۔ کو نہ سمجھا۔ رات کو وہیں آرام کیا۔ ابوالفتح بیگ اور شہر کے ناموروں نے مرزا محمد حکیم کو قلعہ کابل کے آہنین دروازہ پر لاکر نقارہ اور نفیر کا آوازہ بلند کیا اور ایک غلغلہ عظیم شہر والوں نے مچایا۔ غنی خاں یہ سُنکر سراسیمہ ہوا۔ شہر کی طرف دوڑا۔ جب اُسکے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ ابواب موافقت مسدود اور مداخل مخالفت مفتوح۔ توپخانہ سے ایک گولہ بھی اسکے شامیانہ پر لگا۔ غرض یہ حال دیکھ وہ ہراسان حسرت وحرمان کا داغ دل کی آرزو اور ارمان کا درد لیکر اور خان ومان وحکومت کابل سے دل برکندہ ہوکر ہندوستان کو چلا۔ جانے کے بعد ماہ چوچک بیگم نے مرزا محمد حکیم کی وکالت فضیل بیگ کو دی۔ مگر وہ نابینا تھا اس لیے اس کا بیٹا ابوالفتح بیگ باپ کی نیابت میں مہمات ومعاملات فیصل کرتا تھا۔ باپ تو آنکھوں کا اندھا تھا۔ مگر بیٹا عقل کا اندھا تھا۔ اس نے جاگیریں اندھادھند تقسیم کیں۔ بُری بُری جاگیریں سرکار مرزا کے ملازموں اور اچھی اچھی جاگیریں چنکر اپنے یگانوں کے واسطے تجویز کیں مرزا خضر خاں کو کہ سرداران ہزارہ میں تھا غزنین آیا اور بابوس بیگ کو مقید کر کے اسکے حوالہ کیا۔ اس نے اس بیچارہ کا تمام اموال اور اسباب باقیماندہ لیکر اسکو مار ڈالا۔ جس شخص کو نہ عقل صلاح بین ہو کہ اُسکی روشنی سے مسالک اعمال میں چلے۔ نہ دیدہ بینا ہو کہ اوروں کے احوال کو دیکھکر عبرت پکڑے۔ نہ مصاحب خیراندیش ودوربین ہو کہ اُسکے سخن پر اعتماد کرے تو وہ اس سرائے مکافات میں اپنے کیے کی سزا پاتا ہے ابھی دو مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ مرزا کی والدہ اور قدیمی ملازم اسکی ستم کی برداشت نہ کرسکے ادھنوں نے ایک دن دعوت میں اپنے خیمے میں بلایا اور اُس کو خوب شراب پلا کر مست کیا۔ جب نشہ کا زور ہوا اور وہ سو گیا تو اس کو اس جماعت نے کہ خونریزی سے مخمر ہو رہی تھی مار ڈالا۔

ابوالفتح اور فضیل بیگ کا قتل ہونا ۹۷۰ھ

سر کاٹ نیزہ پہ لگایا۔ دھڑ کو پھینک دیا۔

جب ابوالفتح کی سرگذشت فضیل بیگ نے سُنی وہ سب اپنا اسباب لاد لود کر اپنے داماد مرزا سنجر پسر خضر خاں پاس جانا چاہتا تھا کہ اہل کابل نے اُسے بھاگنے کی فرصت نہ دی۔ اور بیٹے پاس جلد پہنچا دیا اس واقعہ کے بعد بیگم نے ولی بیگ کو وکیل سلطنت مقرر کیا۔ یہ بھی عقل کے پورے تھے اپنا لقب عادل شاہ رکھا۔ بادشاہ سے اپنے تئیں کم نہ سمجھا۔ جو خطاب بادشاہ دیتے ہیں وہ اُس نے عطا کرنے شروع کیے۔ تھوڑے دنوں میں بیگم نے اسکی نیت کے فساد کو سمجھکر اس کو عدم آباد میں بھیجدیا۔ خود آپ کابل کا انتظام کرنا شروع کیا اور مصلحت وقت سمجھکر حیدر قاسم کوہ بر کو جس کے باپ دادا بابر و ہمایوں کے وقت سے امیر چلے آتے تھے مرزا کا وکیل مقرر کیا۔

جب بادشاہ کو مہمات کابل کی پریشانیوں پر علم ہوا تو اُس نے مرزا محمد حکیم کا اتالیق منعم خاں کو مقرر کیا کہ وہاں جاکر اپنے بیٹے کا انتقام دے اور کابلیوں کے احوال کی پریشانیوں کا تدارک کرے اُسکے ساتھ اور امرا بھی گئے۔ منعم خاں دوڑا دوڑ جلال آباد میں آیا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چلنے کی بھی پروا نہ کی۔ ماہ چوچک بیگم نے جب سُنا کہ منعم خاں آتا ہی تو وہ ڈری کہ معلوم نہیں منعم اپنے برادر و پسر و برادرزادہ کے لیے کیا کیا ستم برپا کریگا۔ اس نے اپنے امرا سے مشورہ لیکر ایک سپاہ کو اور اسکے ساتھ مرزا محمد حکیم کو کابل سے روانہ کیا کہ لمغانات میں جاکر منعم خاں سے لڑیں۔ اس نے کہا کہ اگر مصاف میں ہم غالب ہوئے تو اس سے بہتر کیا ہی اور اگر مغلوب ہوئے تو بادشاہ پاس بھاگ جائینگے۔

منعم خاں کا کابل کی طرف جانا اور شکست پانا ۹۶۹

وہ غلامان میں منعم خاں پہنچا تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ عیدی سرمست جلال آباد میں آیا اور اُس نے قلعہ کو مستحکم کیا۔ دوسرے روز خانخاناں نے جلال آباد کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اسی اثنا میں اس پاس خبر آئی کہ مرزا محمد حکیم اور لشکر کابل کا آپہونچا۔ چہار باغ کے

قریب مقام خواجہ رستم میں منعم خاں اور لشکر کابل میں لڑائی ہوئی اور منعم خاں کو شکست
فاحش ہوئی۔ تیس لاکھ ٹنکہ کا اسباب اس کا غارت ہوا۔ گر سپاہ لوٹ پر نہ جھک پڑتی
تو منعم خاں بھی گرفتار ہو جاتا۔

منعم خاں کا حال سنہ ۹۷۰

اب منعم خاں بگرام میں آیا۔ پادشاہ پاس اپنے حال کی عرضداشت بھیجکر درخواست کی
کہ حج کی اجازت پائے۔ اور اگر یہ اجازت نہو تو پنجاب میں جاگیر عنایت کیجیے۔ پادشاہ نے
اسے لکھا کہ جو تمھاری پہلے جاگیر تھی، وہ بدستور تمھارے لیے مقرر ہوئی۔ یہاں ہمارے پاس چلے
آؤ۔ وہ اواخر ۹۷۰ھ میں پادشاہ پاس چلا آیا۔ مگر نہایت شرمندہ و خجالت زدہ رہتا تھا۔

ابوالمعالی سنہ ۹۷۱

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ابوالمعالی اپنے رنگ بو و مکر و تزویر سے یا نگہبانوں کی بدنیتی
و گرسنہ چشمی سے اول سال جلوس میں لاہور سے کلکتہ کو توال کی بند سے بھاگا تھا۔ باقی
آیندہ حال اس کا بطریق اجمال لکھتے ہیں۔ وہ کابل کی مہمات سے بھی کچھ تعلق رکھتا ہے۔
یوسف کشمیری اسکا خدمتگار تھا۔ اسکے توسل سے وہ گکھڑوں کی ولایت میں گیا۔ کمال خاں
زمیندار نے اسے مقید کیا۔ حیلہ سازی کر کے یہاں سے بھی بھاگا اور نوشہرہ میں کہ بھمبر اور
راجوری کے درمیان ایک قصبہ ہے گیا۔ ان دنوں میں حاکم کشمیر غازی خاں سے کشمیر میں
شوریدہ خاطر ہو رہے تھے۔ یہاں ابوالمعالی پاس آٹھ سات سو کشمیری اور تین سو مغل اور
فراہم ہو گئے۔ شمس ملک چاردرہ اور خواجہ حاجی ملازمان جنت مکانی نے آنکر اسکے
ہنگامہ کو رونق دیدی۔ دولتخاں ملک حاکم کشمیر جسکو غازی خاں مذکور نے کور کیا تھا اور کشمیر کے
اور بڑے بڑے امیر اُس پاس مجتمع ہوئے۔ اس جماعت کر کے وہ ٹین میں غازیخاں سے لڑا
مگر ناکام رہا۔ آوارہ ہو کر پھر ہندوستان میں آیا۔ آشفتہ و پریشان تغیر وضع کر کے گانوں
گانوں پھرتا پھرتا دیبالپور میں آیا۔ جو بہادر خاں کے برادر علی قلیخاں کی جاگیر میں تھا۔
بہادر خاں کے ایک نوکر تولک کے گھر میں چھپا پڑا رہا۔ تولک کی بیوی اپنے خاوند سے ناراض تھی
اس نے بہادر خاں سے جاکر کہدیا کہ ابوالمعالی میرے گھر میں چھپا ہوا ہے اور تیرے مارنے کا

ارادہ رکھتا ہے۔ بہادر خاں نے فوراً آنکر ابوالمعالی کو گرفتار کر لیا اور مقید کر کے بیرام خاں پاس بھجوا دیا۔ اس نے اپنے بہنوئی ولی بیگ کو سپرد کیا کہ بکر کی راہ سے گجرات لے کے بھیجے کہ وہاں سے وہ حج کو جائے۔ شاہ ابوالمعالی جب گجرات میں آیا تو یہاں ایک خون کر کے دیار شرقیہ میں علی قلیخاں کے پاس بھاگا۔ اس نے پھر اسکو مقید کر کے بیرام خاں پاس بھجوایا۔ بیرام خاں نے بیانہ میں اسکو مقید کیا۔ مگر جب اسکے کام میں تذبذب واقع ہوا اور وہ الور گیا تو راہ میں بیانہ میں اُسے قید سے رہا کر دیا۔ پھر وہ بادشاہ پاس آیا۔ بادشاہ نے اسکو حج کے لیے بھجوایا۔

۹۷۱ھ میں وہ حج سے فارغ ہو کر ہندوستان میں آیا۔ حاجی ہونے سے اور زیادہ پاجی ہو گیا۔ نہ وہ اپنے مرتبہ کی حد کو پہچانتا۔ نہ بادشاہ کے عفو کی قدر کرتا۔ نہ اخلاص گری دل میں رکھتا۔ نہ عقل معاملہ دان۔ وہ گجرات سے جالور میں آیا۔ مرزا اشرف الدین حسین سے ملا وہ بادشاہ سے بگڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اس مرزا کا حال سُنو۔

مرزا اشرف الدین حسین کی بغاوت و شاہ ابوالمعالی کی بغاوت ۹۷۱ھ

مرزا اشرف الدین حسین بڑا اشراف زادہ خواجہ احرار کی اولاد میں تھا۔ بادشاہ نے اس اشراف خاندانی کے سبب سے اپنی بہن بخشی بیگم کا نکاح اس سے کیا تھا وہ بڑا اعتبار اور امیر الامرار کا خطاب رکھتا تھا۔ اسلیے جاگیر سرکار ناگور اور اس کی حدود مقرر ہوئی تھی۔ معلوم نہیں کہ مرزا کو کیا سوداہوا کہ بادشاہ کی درگاہ سے صفر ۹۷۰ھ کو اجمیر و ناگور کی طرف بھاگ گیا۔ شش صفر اسکی تاریخ ہوئی۔ بادشاہ کو اس حرکت پر بڑا تعجب ہوا۔ اس کا سبب سوا مالیخولیا کے کچھ اور نہ معلوم ہوا۔ بادشاہ نے حسین قلی بیگ پسر ولی بیگ ذو القدر کو ناگور میں بجائے مرزا کے مقرر کیا اور حکم دیا کہ اگر مرزا اپنے کردار ناہنجار سے باز آئے تو اسکو ہمارے پاس بھیجدو اور اگر کافر نعمتی کرے تو اس کو ایسی سزا دو کہ اوروں کو عبرت ہو۔ حسین قلی حاجی پور میں اہل و عیال کو چھوڑ کر ناگور اس طرح گیا کہ فتنہ پردازی کا منصوبہ مرزا کا نہ بن پڑا۔ وہ اجمیر میں اپنے معتمد ترخاں دیوانہ کو حاکم مقرر کر کے جالور گیا جس نے اسپر قبضہ کیا تھا۔ جب بادشاہ کا لشکر اجمیر گیا تو اس دیوانہ نے عاقلانہ کام یہ کیا کہ قلعہ

عہد وپیماں کرکے حسین قلی کو حوالہ کیا حسین قلی نے قلعہ اپنے معتمد کو حوالہ کیا اور مرزا کا پیچھا کیا۔
اس کو ممالک محروسہ سے باہر نکال دیا۔

ابو المعالی کا کابل میں جانا اور مرزا کا مارا جانا ۹۷۱ھ

جالور میں ابو المعالی اور مرزا اشرف حسین میں ملاقات ہو کر یہ عہد وپیماں ہوئے کہ ابو المعالی تو کابل جائے اور وہاں سے مرزا محمد حکیم کو لاکر ہندوستان کا پادشاہ بنائے اور یہاں جسقدر ہو سکے بغاوت پر لوگوں کو مرزا آمادہ کرے۔ ابو المعالی مرزا سے تین سو آدمی لیکر حاجی پور کی طرف گیا۔ جہاں حسین قلیخاں اور اور امراء کے اہل وعیال تھے۔ مگر یہاں پہلے پادشاہی لشکر آگیا تھا۔ کچھ کام اُسکا نہ بنا۔ مایوس ہو کر نارنول گیا۔ نارنول سے کچھ خزانہ پادشاہ پاس جاتا تھا کہ ابو المعالی نے اسے لوٹ لیا۔ اور شہر کو بھی غارت کیا۔ جب پادشاہی لشکر وہاں بھیجا گیا۔ احمد بیگ واسکندر بیگ نے نارنول سے بارہ کوس پر ابو المعالی کے بھائی خانزادہ محمد کو گرفتار کیا۔ پادشاہی لشکر کے آنے کی خبر سُنکر نارنول کو ابو المعالی بھاگا۔ لشکر شاہی نے بھی اسکا پیچھا کیا۔ دھرسو کے مقام میں احمد بیگ و اسماعیل علی قلیخاں کے آدمیوں کو دو شتر بار زر ہاتھ آئے زر دوست آدمیوں میں ایسا نزاع ہوا جس سے انکے صاحبوں میں کچھ گفتگو ورنجش ہوئی۔ اس سبب سے اسمٰعیل قلی دھرسو میں رہا اور احمد بیگ اسکندر بیگ آگے ایک منزل گئے۔ بدخشیوں اور ماوراءالنہریوں نے بھی غدر مچایا دانا قلی ایک نمک حرام ان سے جدا ہو کر ابو المعالی پاس گیا اور کیفیت حال پر مطلع کیا وہ ایک درخت زار میں کمین میں بیٹھا۔ جب احمد بیگ اسکندر بیگ نکلے تو اس نے کمین سے نکلکر انپر حملہ کیا۔ جب ابو المعالی کو پادشاہ کے لشکر کے آمد کی خبر ہوئی تو وہ بھاگ کر کابل کی طرف بے راہ چلا پادشاہ اُس وقت متھرا میں شکار کھیل رہا تھا کہ اس نے ابو المعالی کے تعاقب میں مداغ خاں اور سرداروں کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ جب تک ابو المعالی ہاتھ نہ آئے تگاپو سے وہ باز نہ آئیں جب ابو المعالی ملک سندھ میں پہنچا تو اُسنے ماہ چوچک بیگم والدہ مرزا محمد حکیم کو ایک عرضداشت بھیجی اور اُسکی پیشانی پر یہ شعر لکھا ؎ ما بدین در نہ پئے عزت وجاہ آمدہ ایم + از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم + بیگم نے بھی اس عرضداشت کے جواب میں یہ مصرع لکھا ع کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست

اُس کو اعزاز و احترام کے ساتھ کابل میں بُلایا۔ بیگم کو بعض آدمیوں نے یہ سمجھا دیا تھا ترمذ کے سادات کرام میں سے ابوالمعالی ہی۔ بلوچستان و کاشغر کے سلاطین سے وہ سلسلہ پیوند رکھتا ہی جب وہ یہاں آجائیگا تو اس کو گران قدر بنا کے اپنی بیٹی ہمشیرہ مرزا محمد حکیم کی شادی اس سے کردینا جس سے سب اندیشے رفع ہو جائینگے اور سب طرف کے کھٹکے اُٹھ جائینگے یہ بیگم بڑی لیاقت رکھتی تھی اور اپنے خاص وزیروں اور اہلکاروں سے جسقدر خائف رہتی تھی۔ ویسی بیگانہ دشمنوں اور اجنبی غنیموں سے نہیں ڈرتی تھی۔ مگر اس کے اہلکاروں نے ایسی پٹی پڑھائی کہ اُس نے ابوالمعالی جیسے خبیث باطن کو کاروبار ریاست سپرد کردیا۔ اوّل یہ بد باطن ایسی چالیں چلا کہ جس سے بیگم کو کچھ شبہ نہ رہا کہ یہ وزیر بڑے کام کا ہاتھ آیا۔ اس نے اپنی بیٹی خیر النسار بیگم کا نکاح اس سے کردیا۔ جب ابوالمعالی کو گھر میں یہ اختیار ملا تو اُس نے بیگم کو اور اُسکے بڑے بڑے ملازموں کو نہ پوچھا کہ تم کون ہو۔ اب شگون بسر قراضہ خاں اور شادمان جو بیگم سے پہلے رنجیدہ خاطر ہوئے تھے ابوالمعالی سے جاکر گُھسے اور اس کو سمجھایا کہ بیگم جب تک قید حیات میں ہی تم کو امور ملکی میں استقلال نہیں ہوگا۔ فضیل بیگ و ابوالفتح اور شاہ بیگ کی طرح تم بھی جلد مارے جاؤگے بہتر ہوگا کہ تم پیش دستی کرکے بیگم کا کام تمام کرو۔ مرزا محمد حکیم تو خرد سال ہی اُس کو جس راہ پر چاہوگے لگا لوگے۔ ابوالمعالی کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ اُس نے وسط شعبان ۹۷۱ھ میں بیگم کو عدم کا رستہ بتایا اُسوقت وکالت کا منصب پشتینی حیدر قاسم رکھتا تھا۔ دوسرے دن اُس کو قتل کیا اور اُسکے بھائی محمد قاسم کو مقید کیا تو چند امیروں نے متفق ہوکر ابوالمعالی کے قتل کا قصد کیا۔ مگر انکا بھانڈا پھوٹ گیا۔ ابوالمعالی کو سارا حال معلوم ہوگیا تو ان امیروں سے لڑائی ہوئی۔ ابوالمعالی کا پلہ بھاری رہا۔ اس ہنگامے میں محمد حیدر قاسم کے بھائی محمد قاسم کو قید سے رہائی ہوئی وہ بدخشاں میں مرزا سلیمان پاس گیا اور ابوالمعالی کی فتنہ انگیزی کا حال بیان کیا اور کابل چلنے پر اُس کو برانگیختہ کیا۔ مرزا محمد حکیم نے باوجود خرد سالی کے اپنی والدہ کے واقعہ سے غمناک ہوکر دولتخواہوں

ہوکر دو لتخواہوں کی تعلیم سے پوشیدہ اپنے آدمی مرزا سلیمان کے پاس بھیجے اور اُس کے آنے کی اور انتقام کی چارہ جوئی کی استدعا کی۔

مرزا سلیمان کو جب اس حال کی اطلاع ہوئی تو وہ کابل پر اُدھار کھائے ہوئے بیٹھا تھا فوراً خرم بیگم کو ساتھ لیکر کابل کو روانہ ہوا۔ ابوالمعالی اپنی بیخردی سے مرزا محمد حکیم کو اپنے ساتھ متفق جانتا تھا۔ ادھر یہ اسکو اور کابلی لشکر کو لیکر آب غور بند کے پل پر پہنچا اور اُدھر مرزا سلیمان کا لشکر بھی یہاں پل پر آیا دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی کابلیوں کو شکست ہوئی۔ مرزا محمد حکیم کو لوگ لشکر کا افسر بنا کے لے گئے اور اس بہانہ سے مرزا سلیمان کے پاس لے آئے اب حقیقت حال سے ابوالمعالی کو اطلاع ہوئی تو آنکھیں کھلیں اُس نے لڑنے سے دل برداشتہ ہوکر بھاگنے کی ٹھیرائی مگر دشمنوں نے بھاگنے نہ دیا۔ اسکو پکڑ کر مرزا سلیمان کے پاس لائے اس نے مرزا محمد حکیم پاس اُسے بھیجدیا اس نے عید رمضان سنہ ۹۷۱ھ کو اُسے پھانسی دی۔

بہ جو بد کردی مباش ایمن ز آفات
کہ واجب شد طبیعت را مکافات

مرزا سلیمان مہمات کابل کی سرانجام کرنے میں اور مرزا محمد حکیم کی تربیت میں مصروف ہوا۔ بدخشاں سے اپنی لڑکی کو بُلا کر مرزا سے نکاح کر دیا۔ امید علی کو کہ اسکے امرا معتمدین تھا مرزا کا وکیل بنایا اور خود بدخشاں چلاگیا۔ خرم بیگم بجد تھی کہ کابل کو بدخشاں میں مرزا سلیمان ملالے مگر اس نے یہ بات نہ مانی اور کہا کہ اس کام کے جلد کرنے میں نیکنامی نہیں ہی کچھ دنوں بعد یہی صورت ہوجائیگی۔ بالفعل اس نے کابل پر قبضہ رکھنے کی بسم اللہ یہ کی کہ ولایت کابل کا تین چوتھائی حصہ جو عمدہ تھا وہ بدخشانیوں کو جاگیر میں دیا اور ایک چوتھائی حصہ جو بُرا تھا وہ کابلیوں کو جاگیر میں دیا

مرزا سلیمان کو بڑا ارمان تھا کہ وہ کابل پر متصرف ہو۔ اور بدخشاں کے کسی محال میں مرزا محمد حکیم کو رکھے اس لیے وہ دوستی کے لباس میں دشمنی کا کام کر گیا کہ بدخشیوں کو کابل میں جاگیردار بنا کے خود بدخشاں چلاگیا۔ جو کابلی عاقل تھے وہ کچھ سمجھے کہ مرزا سلیمان کا کیا اصل مقصد ہی مگر یہ مقصد انکے نزدیک ایسا مشکل تھا کہ اُس کے پورا ہونے کا

کابل سے مرزا محمد حکیم کا بھاگنا اور پادشاہ سے استمداد چاہنا

یقین اِن کو نہ تھا ۔ مرزا سلیمان نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ کابل میں جن بدخشانیوں کو جاگیر دار مقرر کر چکا تھا اُدھیں پر بس کرتا بلکہ اُس نے اور بدخشی عبدالرحمٰن بیگ پسر تولک و تنگری بردی قوش بیگی کو ایک جماعت کے ساتھ داخل کیا تو پھر کابلیوں کو مرزا سلیمان کے ارادہ کا پورا حال کھلا وہ اسکے معالجہ کے درپے ہوئے ۔ خواجہ حسن نقشبندی و باقی قاقشال سیوندوک بیگ و علی محمد اسپ و ربندہ علی میدانی نے مع تمام میدانیوں و خواجہ خضریوں کے ویار محمد آخوند و فیروز و خلیفہ عبداللہ نے بدخشانیوں کے نکالنے کا عمدہ اہتمام کیا ۔ حقیقت معاملہ مرزا محمد حکیم سے جو اب سن تمیز کو پہنچ گیا تھا عرض کیا اور مرزا بھی تنگی معاش و بدخشانیوں کی بدسلوکی سے تنگ ہو گیا تھا ۔ وہ بھی اُنکے نکالنے کے درپے ہوا اُس نے ولایت غزنین جو مرزا سلیمان نے قراتیم و ابن حسین کابلی کو دی تھی اُس نے اُن کو بدل کر قاسم بیگ پروانچی کو دیدی اور جلال آباد اور اُس کے حدود نیلاب تک جو مرزا سلیمان نے قاضی خاں وغیرہ کو دیدی تھی وہ اُس سے لیکر خالصہ بنایا ۔ غرض یوں بتدریج اُس نے بدخشانیوں کے تسلط کو اُٹھا کر ان کو نکال دیا ۔ اہل بدخشاں یہاں سے ذلیل ہو کر مرزا سلیمان پاس گئے اور غازی خاں نے ہندوکوہ میں مرزا سلیمان سے ملاقات کر کے شرح و بسط کے ساتھ تمام حالات جو گزرے تھے عرض کیے مرزا سلیمان جلدی سے کابل کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب اس کے آنے کی خبر مرزا محمد حکیم کو ہوئی تو اُس نے کابل کے قلعہ کو باقی قاقشال اور اپنے تجربہ کار معتمدوں کو سُپرد کیا اور خود اپنے ہواخواہوں کی جماعت کو ساتھ لیکر جلال آباد اور پشاور کی طرف چلا ۔ جب مرزا سلیمان کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ مرزا کے گرفتار کرنے کے لیے کابل کو چھوڑ کر جلال آباد کی طرف چلدیا ۔ مرزا جلدی سے پشاور میں نواحی قبیلہ حبیب میں چلا آیا اسکو خاکی گلہ بان نے خبر دی کہ مرزا سلیمان جلال آباد میں آگیا اور یہاں حرم بیگم کو چھوڑ کر خود ان حدود کی طرف چلا ہے ۔ مرزا نے آب سند سے عبور کر کے ایک عرضداشت اپنے بھائی پاس بھیجی جسمیں کابل کی سرگزشت اور اپنی مستمندی معروض کر کے ہر طرح کی استعداد اور استعانت چاہی ۔ اور آب سند ساگر پر توقف کیا ۔ انہی دنوں میں ولایت

پنجاب میر محمد خاں برادر کلاں اتگہ خاں کو تفویض ہوئی تھی۔ مرزا نے اپنے دیوان خواجہ بیگ محمود کو اس پاس بھیجکر امداد طلب کی میر محمد خاں اور امراء پنجاب نے قاضی عماد کے ساتھ مرزا کی خدمت میں بہت تحفے تحائف بھیجے۔ مرزا سلیمان نے جب سُنا کہ مرزا محمد حکیم آب سندھ سے پار چلا گیا ہے تو وہ پشاور میں آنکر اٹا جلال آباد میں چلا گیا۔ اثنار راہ میں شنواری افغانوں سے لڑائی ہوئی۔ بدخشانیوں کا بازار لٹا۔ ہارون شنواری جو سب میں بڑا سردار تھا وہ قتل ہوا۔ جلال آباد میں قنبر اور ایک جماعت کو چھوڑ کر مرزا سلیمان کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ اور آنکر کابل کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے قلعہ داری میں اہتمام کیا بادشاہ پاس نگرچین میں مرزا کی عرضداشت پہونچی۔ بادشاہ نے قطب الدین خاں کو مرزا کا اتالیق مقرر کیا اور میر محمد خاں کو حکم ہوا کہ پنجاب کا لشکر لیجا کر مرزا حکیم کو کابل میں مسند حکومت پر بٹھا دے۔ خزانہ عامرہ سے نقد وافی اور اسباب شوکت اور اجناس فراغت ساتھ لیجائے حسب الحکم یہ سارا لشکر مرزا کے ساتھ گذرا اور اٹک نبارس سے گذر کر کابل کی طرف چلا۔ مرزا پاس وہ اب سامان جمع ہو گیا کہ اس کے خواب وخیال میں نہ تھا۔ جب لشکر جلال آباد میں آیا تو قنبر پاس جس کو مرزا سلیمان نے یہاں چھوڑا تھا نصیحت کی گئی کہ قلعہ حوالہ کرے مگر جب اس نے قلعہ نہ دیا تو اُسپر بادشاہی لشکر نے حملہ کیا اور نردبانیں لگا کر قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ بدخشانیوں نے اپنی قوت وتوانائی کے موافق دشمنوں کی مدافعت کی۔ قنبر اور تین سو آدمی جو اُس کے ہمراہ تھے سب ہلاک ہوئے۔ صرف دو آدمی بچے جنھوں نے مرزا سلیمان کو یہ ساری یکٹ کہانی سُنائی۔ ادھر مرزا سلیمان نے یہ حال سُنا اُدھر بادشاہی لشکر کی آمد آمد کی خبر ہوئی تو وہ کابل کا محاصرہ چھوڑ کر بدخشاں بھاگ گیا راہ میں آب پیر داں پر ایک سیل میں اس کا اسباب بر تال ڈوب گیا۔ کابل میں مرزا محمد حکیم

آیا۔ لشکر شاہی کے افسروں نے اپنے وطن میں جاکر سیریں کیں۔ اور پھر ہندوستان کو معاودت کی اور مرزا حکیم کی چھوٹی بہن سکینہ بانو بیگم شکیبہ کے ساتھ بھائی سے ملنے یہاں آئی۔ مہمات کابل کے انتظام کے واسطے خان کلاں وہاں آیا۔ مرزا محمد حکیم کی طبیعت میں سعادت ذاتی نہ تھی۔ اس لیے نہ عقل مصلحت بیں اسمیں بڑھتی تھی۔ نہ اخلاص مند سعادت نقش ملازم اُس کو بہم پہونچتے تھے۔ جب حضرت شہنشاہی کی توجہ سے مہم کابل کا انتظام ہوگیا۔ اور خواجہ کلاں وہاں کے مہام کا سربراہ ہوا تو کابل کے فتنہ پردازوں نے اپنی بدخوئی سے فتنہ انگیزی شروع کی۔ محمد حکیم باوجود حداثت سن کے عقل معاملہ رس سے بہرہ وافر نہیں رکھتا تھا۔ ہمیشہ واہی باتوں پر دل لگاتا تھا۔ میر محمد خاں درست اخلاص و تیز مزاج تھا۔ ذراسی بات سے اس کا مزاج متغیر ہوجاتا تھا اور کام میں سختی کرنے لگتا تھا۔ اسیلیے مرزا سے اور کابلیوں سے اسکی نہ بنتی۔ مرزا اگرچہ تبعیت کا اظہار یک گونہ کرتا تھا مگر بڑے بڑے کام وہ بغیر استصواب خاں کلاں کے کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی بہن کا نکاح خواجہ حسین نقشبندی سے کردیا جسکی پہلی شادی ماں نے ابوالمعالی سے کی تھی نہ اُس نے حضرت شہنشاہی سے استصواب لیا اور نہ خان کلاں سے صلاح لی۔ جب خواجہ کو اس نسبت عالی کا افتخار حاصل ہوا تو وہ مرزا کے گھر کا بندوبست کرنے لگا۔ اور جن کاموں سے اُس کو مناسبت نہ تھی اُنیں دخل دینے لگا اور مرزا کے اکثر آدمی ایسی حرکتیں کرنے لگے کہ خواجہ کلاں کو ناگوار تھیں اس لیے وہ وہاں سے چلا آیا۔ میر محمد خاں نے بھی کابل کو سلام کیا اور بادشاہ اور مرزا کے گھر کا اور کابل کا حال شرح و بسط سے لکھ بھیجا۔

اب پھر کابل کا میدان خالی ہوا امرار شاہی میں سے وہاں کوئی باقی نہیں رہا۔ مرزا سلیمان ہمیشہ کابل کی تاک میں لگا رہتا تھا۔ اب اُسنے دیکھا کہ کابل پادشاہی امرار سے خالی ہی جسکے خوف سے بھاگا تھا وہ چوتھی دفعہ ۹۷۳ھ ۱۵۶۶ میں لشکر فراہم کرکے اور اپنی بیوی حرم بیگم کو لیکر کابل کی جانب روانہ ہوا۔ جب مرزا محمد حکیم کو اسکے آنے کی خبر ہوئی تو

مرزا سلیمان کا پھر کابل آنا اور مرزا محمد حکیم کا بھاگنا ۹۷۳ھ

اُس نے قلعہ کابل معصوم کوکہ کو سُپرد کیا وہ اُسکے معتمدوں میں مردانگی و فرزانگی میں ممتاز تھا اور خود خواجہ حسن نقشبندی کو جو اس کا وکیل کل تھا ساتھ لیکر شکر درہ اور غوربند میں گیا مرزا سلیمان نے کابل کا محاصرہ کیا۔ مگر اپنی کمند قدرت کو تسخیر قلعہ کے کنگرہ تک پہنچنے میں کوتاہ دیکھا اور مرزا کے حال سے اطلاع پائی کہ غوربند اور اُسکے نواح میں ہی تو حرم بیگم کے تلبیس سے کام نکالنا چاہا۔ یہ بیگم غوربند کو روانہ ہوئی اور مرزا سلیمان کو حوالی کابل میں چھوڑا۔ سخن سنج آدمیوں کو مرزا حکیم پاس ایلچی بناکے بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں نے تجھکو ہمیشہ سگے بیٹے سے زیادہ عزیز سمجھا خصوصاً جب سے کہ میرے اور تیرے درمیان رشتہ ہوا میرا دل چاہتا ہی کہ مجھ میں اور تجھ میں یک جہتی رہے۔ اس دفعہ میرے آنے کی کچھ غرض سوا اسکے نہیں کہ تجھ سے ملوں۔ اور بنا ارتباط مستحکم کروں۔ بیگم کے دم میں مرزا محمد حکیم آگیا۔ اور یہ قرار پایا کہ قریہ قراباغ میں کہ کابل سے بارہ کوس پر ہی وہ بیگم سے ملاقات کرکے قواعد ارتباط کو مستحکم کرے۔ بیگم پاس اپنے اپنے معتمد بھیجے کہ عہد و شرط بغیر کسی مکر و فریب کے قرار پائیں۔ جب یہ آدمی بیگم پاس آئے تو اُس نے سخت قسمیں کھائیں کہ کوئی فریب نہ ہوگا زبان اور دل ایک ہونگے قول کے موافق عمل ہوگا۔ مرزا کے آدمیوں کے واپس جاکر اسکو قراباغ میں آنے پر برانگیختہ کیا کہ بیگم سے ملاقات کرکے عقد فرزندی اور عہد یگانگی کمال وثوق کے ساتھ باندھا جائے بیگم نے یہ سمجھکر کہ میرا فریب چلگیا مرزا سلیمان پاس قاصد بھیجا کہ قراباغ میں مرزا سے ملاقات کی ٹھیری ہی تم قلعہ کے کنارہ پر سپاہ کو چھوڑ کر تھوڑے آدمیوں کے ساتھ قراباغ کے حوالی چلے آؤ اور پشتہ کے پیچھے کمین گاہ میں بیٹھے رہو۔ جب مرزا آئے تو اُسے دستگیر کرلو۔ مرزا سلیمان اس خبر کو سنکر محمد قلی شغالی کو کابل کا محاصرہ حوالہ کرکے راتوں رات قراباغ میں اس پشتہ کے پیچھے کمین میں بیٹھا مرزا کو ہر چند باقی قاقشال نے سمجھایا کہ بیگم تم کو اس بہانہ سے مرزا کے پنجہ میں پھنسانا اور جھوٹی قسموں کا جال ڈال کر دشمن کے کمند میں ڈالنا چاہتی ہی تم ہرگز نہ جاؤ جاؤگے تو پچتاؤگے۔ مگر مرزا حکیم نے کچھ نہ سُنا اور چند آدمیوں کے ساتھ قراباغ روانہ

ہوا اثنا رراہ میں ایک کابلی نے جو مرزا اسلیمان کے لشکر کے ساتھ آیا تھا اس نے مرزا کے آدمیوں سے کہا کہ میں رات کو مرزا اسلیمان کے ساتھ آیا ہوں۔ اس پشتہ کی پناہ میں کمین گاہ میں مرزا کی امید میں وہ بیٹھا ہے۔ جب مرزا نے یہ سنا تو اُسکے کان کھڑے ہوئے۔ کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مرزا اسلیمان کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے مرزا کا تعاقب کیا اور اسکے چند آدمیوں کو گرفتار کیا۔ خدا خدا کر کے باقی قاقشال اور اسکے بھائی مرزا کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچا کر غوربند میں لیگئے۔ خواجہ محمد حسن کا ارادہ ہوا کہ مرزا کو حاکم بلخ پاس لیجائے۔ مگر باقی قاقشال اسکو پادشاہ کی خدمت میں مشرف ہونے کے لیے آب نیلاب پر لے آئے اور مرزا اسے پادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھجوائی۔ پادشاہ کو کابل کا حال پہلے سے معلوم ہوگیا تھا۔ اس لیے مرزا کے خال فریدوں کو وہاں جانے کے لیے حکم دیا تھا کہ مرزا خردسال دبے پرواہ ہے۔ وہ وہاں جاکر اسکی مہمات کا منتظم ہو اور اس کی محافظت کرے کہ فتنہ انداز آدمی مرزا کی صحبت میں نہ آنے پائیں۔ یہ مرزا فریدوں وہاں ہنوز پہنچا نہ تھا کہ مرزا اسلیمان کابل میں آگیا اور یہ واقعہ پیش آیا۔ جب مرزا محمد حکیم کے ایلچی عرضداشت لائے تو اُس نے خوشخبر خاں کو نقود اور اجناس وافی اور خلعت و اسپ خاص دیکر مرزا کے پاس بھیجا اور امیر پنجاب کو حکم دیا کہ کابل کی یورش کا سامان کر کے مرزا اسلیمان کو دفع کریں خوشخبر خاں جب مرزا پاس گیا تو اُس نے پادشاہ کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھا۔

مرزا محمد حکیم کی سرکشی

خوشخبر خاں سے پہلے فریدوں مرزا محمد حکیم پاس آگیا تھا۔ اس نے مرزا کو یہ بہکایا کہ کابل میں جو نقصان ہوا ہے بہت آسانی سے اس کا معاوضہ یوں ہوسکتا ہے کہ پنجاب اور لاہور پر قبضہ کر لیجئے اور خوشخبر خاں کو گرفتار کیجئے۔ مرزا نے اپنی بیوقوفی سے فریدوں کی اور باتیں مان لیں۔ مگر اتنی بات عقل کی کی کہ خوشخبر خاں کے قید کرنے پر راضی نہ ہوا اور اُس کو رخصت کر دیا۔ سلطان علی المخاطب بہ لشکر خاں اور حسن خاں جو درگاہ شاہنشاہی کے مردود تھے وہ اور فریدوں کے ساتھ فساد اور فساد میں شریک ہوگئے۔

غرض مرزا میں تو نہ عقل دور بین تھی نہ دل حقیقت گزیں تھا وہ آب نیلاب سے گزر کر لاہور کی
سمت میں آیا اور اسکے آدمیوں نے بھیرہ میں دست اندازی کی۔ جب امرا پنجاب کو یہ خبر ہوئی
تو میر محمد خاں حاکم پنجاب نے لاہور کے قلعہ کو مستحکم کیا اور صورت حال پر بادشاہ کو مطلع کیا۔

بادشاہ کا اس فساد و فتنے کے لئے پنجاب آنا

بادشاہ اس خبر کو سُنکر آگ بگولا ہوا۔ مرزا محمد حکیم کو یہ خیال تھا کہ فریب و فنوں سے
امرا پنجاب میری جانب ہو جائینگے وہ لاہور میں مہدی قاسم کے باغ میں اُترا۔ دوسرے
روز قلعہ کے کنارہ پر پہنچکر لشکر کی صف بندی کی۔ مگر قلعہ کی توپ و تفنگ زنی نے کسی آدمی کو
قلعہ کے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ آگرہ کو منعم خانخانان کو اور دیوانی مظفر خاں کو دیکر بادشاہ
۳ رجمادی الاولی ۹۷۴ھ کو پنجاب کی طرف روانہ ہوا دس روز میں دہلی میں آیا یہاں بزرگوں
کے مرقدوں کی زیارت کی اور اُن کے مجاوروں اور معتکفوں کو بہت کچھ نذر کیا اور حضرت
جنت آشیانی کے روضہ کی زیارت کی پنجاب کو روانہ ہوا۔ جب دریائے ستلج کے کنارہ پر پہنچا
تو اُس کو معلوم ہوا کہ مرزا اُسکے آنے کی خبر سُنکر بھاگ گیا۔ اوسط رجب میں بادشاہ لاہور میں آیا
یہاں سب امرا اور غربا کو خوشدل کیا۔ مرزا محمد حکیم بھاگ کر کابل گیا تو اُسکو مرزا سلیمان سے خالی
پایا۔

مرزا سلیمان کا کابل سے بھاگنا

اسکی سرگزشت اس طرح ہے کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ محمد قلی شغالی اور ایک جماعت
کثیر کو قلعہ کابل کے محاصرہ میں چھوڑ کر مرزا سلیمان مرزا حکیم کی گرفتاری کے لیے گیا تھا
معصوم کوکہ نے محمد قلی کو شکست پر شکست دی اور بدخشانیوں کا سارا اسباب چھین لیا۔
محمد سلیمان مرزا کی دو بیٹیوں کو محمد قلی ایک باغ کی چار دیواری میں چھوڑ گیا۔ کابلیوں
نے ان کو گرفتار کرنا چاہا۔ مگر معصوم کوکہ نے ان کو اس حرکت ناشائستہ سے باز رکھا مرزا
حکیم کو مرزا سلیمان گرفتار نہ کر سکا تو کابل کے قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ ادھر
اہل قلعہ نے بدخشانیوں کو اپنے بہادرانہ حملوں سے تنگ کیا اُدھر وبا نے بھی اسکے
لشکر میں قدم رکھا اس لیے مرزا سلیمان نے صلح کر لی۔ اوّل بدخشان بیوی کو روانہ
کیا اور پھر آپ چلا۔

اور مرزا محمد حکیم ... ۹۷۴ھ

مرزا محمد حکیم کی ناہنجاریاں بادشاہ سنتا تھا مگر گوشمالی نہیں کرتا

تھا وہ اکثر اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ یہ مرزا والدماجد کی نشانی ہے بیٹا اور پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر بھائی نہیں پیدا ہو سکتا۔ مگر یہ بھائی بادہ پیمائی اور بد نامی کی بدمستی اور خوشامدگویوں کی دمسازی سے باز نہیں آتا تھا۔ کوئی ناصح عاقل اس پاس ایسا نہیں تھا کہ وہ اسکو بادشاہ کی بدسگالی سے باز رکھتا اور سمجھاتا کہ آتش بلند کو تھوڑا سا پانی نہیں بجھا سکتا ناسور کہن کا مرہم خارش نہیں بن سکتی۔ مرزا نے پہلے سالوں میں چاہا تھا کہ ہندوستان کی عافیت گاہ میں حکومت کرے اور پنجاب کا کابل پر اور اضافہ کرے۔

مگر مرزا سلیمان اس کو بدخشاں کی طرف لے گیا۔ اس چیرہ دستی سے وہ اور دلیر ہوا۔ اور جب ہند میں ۹۸۸ھ میں دیار مشرقی میں شورش پیدا ہوئی تو یہاں کے فتنہ پردازوں نے اُسے بہکایا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ آپ کے نام کا خطبہ پڑھوائیں اور سکہ چلائیں۔ کچھ اہل کابل نے اغوا کیا۔ اس نے اواسط آذر ۹۸۸ھ میں حاجی نورالدین کو بھیجا کہ وہ آب سند سے اُترا اس نواح میں مرزا یوسف خاں اقطاع دار تھا اس نے ایک فوج کو بسرکردگی حسن بیگ روانہ کیا سعید خاں گکھر اور مجاہدین اس سے راہ میں ملے۔ جلدی میں لشکر کمتر روانہ ہوا تھا اسلیے ارادہ یہ تھا کہ چند روز بعد لڑائی ہو۔ لشکر جمع ہو جائے۔ مگر لڑائی جلد ہوگئی اور بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ ناگاہ ہرنوں کا ریوڑ نظر آیا حسن بیگ کو شکار کا شوق بہت تھا وہ اسکے پیچھے دوڑا۔ ایک ہرن کو تیر مار کر زخمی کیا۔ اتفاقاً نورالدین بھی اس طرف سیر و تماشے کو آیا تھا۔ دونوں آمنے سامنے آئے۔ ہرنوں کے شکار سے آپس میں ایک دوسرے کے شکار کرنے کو آمادہ ہوئے۔ ان دونوں میں خوب آویزش ہوئی۔ دونوں کوشش مردانہ کام میں لائے نورالدین زخمی ہو کر بھاگ گیا اسکے ساتھی کچھ اسیر ہوئے۔ بہت سے ڈوب مرے وہ خود حدود پشاور میں مارا گیا۔ اس ہنگامہ میں یہ معلوم ہوا کہ مرزا یوسف خاں نے سرحد پر دوربینی و خرم سگالی نہیں کی۔ بادشاہ نے اسے وہاں سے بدل دیا اور کنور مانسنگھ کو حواشی سند کی حکومت سپرد کی۔ وہ اس ملک کے انتظام کے لیے سیالکوٹ سے روانہ

مرزا محمد حکیم کا نورالدین وشادمان کو بھیجنا اور دونوں کا پنجاب میں آنا ۹۸۸ھ

ہوا دور اندیشی کے سبب سے ایک فوج بسرکردگی زین الدین علی آگے روانہ کی۔ حدود راولپنڈی میں ساحل سہ پر شادمان کے پہنچنے کی خبر اس پاس آئی وہ جلد لڑنے کو چلا۔ نورالدین کے سانحہ نے مرزا اپنی غنودگی خرد سے واقف نہ ہوا۔ اُس نے شادمان کو بہت انبوہ کے ساتھ روانہ کیا مرزا اس کو اپنے لشکر کی سپر سمجھا تھا۔ ۶ دی کو وہ مغرور آب سندھ سے گزرا۔ قلعہ نیلاب کے محاصرہ پر بادن جائے۔ زین الدین علی اور کنور مان سنگھ اور گماشتوں نے استحکام حصار میں ہمت و حوصلہ کو صرف کیا تب کنور نزدیک آیا۔ تو ابو خاں کچھواہہ کو ہراول اور اپنے بھائی سورج سنگھ کو التمش بنایا مخالف بے خبر تھا بتیرہ کی آواز سے بیدار ہوکر پیکار کے درپے ہوا۔ میدان جنگ کو رونق دی ناموس دوست ہستی دشمن آپسمیں خوب لڑے۔ اس جنگ میں راجہ سورج سنگھ زخمی ہوا مگر شادمان نیست ہوا۔ شادمان سلیمان بیگ اندجانی کا بیٹا تھا۔ اس کا دادا لقمان بیگ جنت مکانی کا منظور نظر تھا۔ اسکی ماں مرزا کے گہوارہ کی خدمت میں رہتی تھی اس نے مرزا ہی کے ساتھ نشو و نما پایا تھا۔ بادشاہ نے یہ خبر سنکر فرمایا کہ مرزا شادمان کے مرنے کی خبر سنکر بتیابانہ ہندوستان کو آئیگا۔ ہماری پنجاب کے سفر کی بھی تیاری کرو پیش بینی و معاملہ شناسی کے سبب سے رائے رائے سنگھ و جگنناتھ و راجہ گوپال اور بہت سے اخلاص پیشہ امیروں کو بہت سے ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ امرائے سند پاس حکم بھیجا کہ اگر مرزا دریائے سندھ کے عبور کرنے کا ارادہ کرے تو اُس کو سر راہ روکنا نہیں۔ مگر لڑائی میں توقف کرنا۔ ہم خود عنقریب وہاں آئینگے اور جو ہمارے دل میں ہی وہ ظہور پائیگا۔ ۳ اردبہمن کو بادشاہ پاس خبر آئی کہ مرزا پنجاب کی طرف آیا ہی۔ بادشاہ کے اشارہ سے منجموں کی جماعت نے ساعت نیک بتانے کے لیے مشورہ کیا۔ بادشاہ کو دریائے سشرقی کی نگرانی کا اندیشہ تھا۔ آسائش ملک و خلق کے لینے بادشاہوں نے یہ چاہا کہ سلطان سلیم کو امرا کے ساتھ دارالخلافہ میں چھوڑ جائے اور خود پنجاب میں آئے۔ مگر شاہزادہ نے مریم مکانی کے وسیلہ سے ہمراہ جانے کی

درخواست کی۔ بادشاہ نے اُس کی ملتمس کو قبول کیا اور مرزا دانیال کو دارالخلافہ میں چھوڑا۔ دوم محرم ۹۸۹ھ کو اس ساعت میں کہ منجموں نے بتائی پنجاب کی طرف روانہ ہوا تھا۔ خرم واحتیاط سے جنگ کا سامان کیا اور پنجشنبہ وجمعہ کے کشگداروں کو تو اپنے پاس رکھا۔ اور شنبہ وچہارشنبہ کے امراء سے برانغار کو آراستہ دی اور دوشنبہ وسہ شنبہ کے امیروں کو جرانغار اور یکشنبہ کے مبارزوں کو ہراول بنایا۔ ارکو تھانیسر میں بادشاہ آیا۔ شیخ جلال سے ملا۔ شیخ پیر خداپرست تھا۔ اس ولایت کے آدمی اس کے معتقد تھے۔ بادشاہ کے اشارہ سے ابوالفضل نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کی ساری عمر نیکیوں کی صحبت میں گزری۔ روحانی مرض کا علاج آپ بتلائے کہ دل سراسیمہ کو اختلاف کے تفرقہ سے نجات ہو۔ اوّل شیخ نے آنکھوں کے آنسوؤں سے جواب دیا اور پھر یہ بیت زبان پر لایا ؎

"آہ زاستغنائے دلبرآہ آہ   کز تعظم بست بر کونین راہ

سکندر ذوالقرنین ہمیشہ اپنی بزم سلطنت کے خاصوں سے کہا کرتا تھا کہ ندیم اور بزلگو اور ہوتے ہیں اور ارکان دولت وبزرگان درگاہ اور ہوتے ہیں۔ اوّل کا کام یہ ہے کہ کسی شاداب نکتہ اور نادر حکایت سے گو چھوٹی ہو وہ شگفتگی پیدا کرتے ہیں۔ چراغ طرب میں روغن ڈالتے ہیں۔ اور خوشحالی کو گزند دل شکنی کیحالت میں برقرار کرتے ہیں۔ عروس نشاط کو شگرف کاری سے آراستہ رکھتے ہیں۔ اور دوم بمنزلہ دست بازو کے ہوتے ہیں۔ سارا مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ فساد عالم کا علاج کریں۔ شکستہ کاروں کا تریاک اور زمانہ کے کہن زخموں کے مرہم نہیں۔ زبان سے وہ بات کہیں کہ پراگندگی زمانہ دور ہو۔ کار برہم شدہ فراہم ہو جہاں میں آسودگی بڑھے۔ شادمانی ایمنی کے ساتھ ہمدوش ہو۔ اگر خریدار اس کا نایاب ہو تو خموشی ونیک اندیشی سے بیچارہ کار کریں۔ بارگاہ دولت کو جو آسیب پہونچتا ہے زیادہ تر اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ یہ دونوں گروہ اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ وہ اپنے کار پردازان

بادشاہ مصور دیوان کی غرض کا نام ہوا

دولت سے فرماتا کہ جو شخص ہماری خوشنودی کے خیال سے راستی کو چھوڑتا ہے اور درست عیار نہیں رہتا اور سپاہ و رعیت کو تنگ گیری سے ہماری کشائش طلب کرتا ہے اُس سے تھوڑے دنوں میں ہمارا دل بھر جاتا ہے اور ہماری سیاست سے وہ ٹھیک بنایا جاتا ہے۔ اس حال کا مصداق خواجہ منصور شاہ کی حالت ہے کہ وہ ہمیشہ جاہ طلبی و آزمندی سے محاسبات دیوانی میں خردہ گیری و سخت گیری کرتا۔ آدمیوں کی غمخوارگی اس کے دل ہی میں نہیں آتی تھی وہ اپنا گھر ہی بھرنا چاہتا تھا۔ ایک دفعہ میں وہ ناستودہ کردار نیست ہو گیا۔ جب کنور مان سنگھ نے شادمان کو کشتہ کیا تو اُسکی رخت گاہ میں سے چند پروانے مرزا محمد حکیم کے منشی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے برآمد ہوئے کنور مان سنگھ نے ان کو بادشاہ پاس بھیجدیا۔ ان میں سے ایک خواجہ کے نام تھا جسکے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ یک جہتی و نیک اندیشی کی عرائض تمہاری پیہم پہونچیں اُس سے ہماری توجہ تمہارے حال پر زیادہ ہوئی۔ اب قریب اسکے نتائج سے تم متمتع ہو گے۔ بادشاہ نے اس کو بدکاروں کی سازش سمجھکر خواجہ کے منہ پر کچھ نہ کہا۔ نواحی سنیت میں ملک مانی (ثانی) جو مرزا کے قدیمی نوکروں میں تھا بنہ دیار کے ساتھ درگاہ میں آیا۔ یہ شہرت ہوئی کہ مرزا نے اُسکو اسلیے بھیجا ہے کہ رنجش کو اپنا پیش رو بنائے اور چاپلوسی کے لوازم بجالائے۔ سادہ لوحوں کو بہکا کر اپنے بس میں لائے اور بدکاروں کو زیادہ تر بنائے۔ دوراندیشی و احتیاط گزینی سے اس کو تصرف سے باز رکھا تو خواجہ سے بہت سی باتیں اسکی جانبداری کی ظہور میں آئیں طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ ملک ثانی جو مرزا کا وزیر تھا اور جسکا لقب وزیر خاں تھا۔ خواجہ کی منزل میں اُترا اور خواجہ کی معرفت وہ بادشاہ کی خدمت میں جانا چاہتا تھا۔ خواجہ نے بادشاہ سے اسکے ملنے کی تقریب کی بادشاہ نے خواجہ کو خلوت میں طلب کرکے اس نامہ کو اُس سے پڑھوایا اُس نے ایسے جواب دیئے کہ جس سے بدگمانی اور زیادہ ہوئی بادشاہ نے اس کو اختلاط سے باز رکھا اور دوربینی کو کار فرمایا۔ ۱۹ کو ملک علی کو توال شہر کچھ نوشتے بادشاہ کے

روبرو لایا جس نے خواجہ کی تباہ سگالی تازہ ہوئی - ان نوشتوں سے معلوم ہوا کہ فیروز پور
جو خواجہ کی جاگیر میں تھا وہاں کی سپاہ مرزا سے یکتائی رکھتی ہے اور عنقریب اُس سے
ملنے کو ہے - اس سے بادشاہ کو غصہ آیا - اس نے حکم دیا کہ اگر خواجہ کسی راستی منش کو ضامن
دے تو بدستور زندان میں رہے ورنہ وہ ٹھکانے لگایا جائے جس سے کوتہ اندیشوں کی
گوشمالی ہو - اور بدگوہروں کی تنبیہ - خواجہ نے جواب میں بیہودہ باتیں بنائیں مگر ضامن
اس کو میسر نہ ہوا - ناگزیر حکم سیاست ہوا - سرای کوٹ کچھوانہ میں درخت سے لٹکا کے
اس کو پھانسی دیگئی - اس سے لشکر کو بڑی خوشی ہوئی - حقیقت میں حسودان سخن ساز
اور بادسرایان غرض گذار نے اسکو یہ دکھایا - خواجہ جیسا امارہ نویس خردہ گیر نکتہ سنج
باربردار شیوا زبان مشخص گو کمتر پایا جاتا ہے - بادشاہ نے بارہا فرمایا کہ اس کے مرنے
سے حساب کے بازار کی رونق گئی اور سررشتہ محاسبہ ہاتھ سے نکلگیا - خواجہ کے حالات کو
طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ ملک علی کے قاصدوں کو گذر لدھیانہ کی سرائے میں
ایک پیادہ ملا - جسکے پاؤں سوجھ رہے تھے اس نے اُن سے کہا کہ میں خواجہ کے شقدار
شرف بیگ کا ملازم ہوں میں نے یہ خطوط خواجہ پاس بھیجے ہیں - میرے پاؤں کا حال دیکھتے
ہو کیا ہو رہا ہے - تم ان خطوں کو لیکر جلد خواجہ پاس پہنچا دو - جب مُہر توڑ کر اُن خطوں کو نکالا
تو انمیں ایک عرضداشت شرف بیگ کی تھی جسمیں پرگنہ فیروز پور کا حال لکھا تھا دوسرا
خط ایک شخص نے دوسرے شخص کے نام اس مضمون کا لکھا تھا کہ میں نے فریدون خاں سے ملاقات
کی وہ مجھے مرزا محمد حکیم پاس لیگیا - باوجودیکہ اور سارے پرگنوں میں اپنے عمال اس نے بھیجدیے
ہیں مگر ہمارے پرگنوں میں نہیں بھیجے ہمیں معاف رکھا ہے - بادشاہ نے اس خط کو شرف بیگ کا خط
خواجہ کے نام خیال کیا - خواجہ سے ارکان دولت ناراض تھے سب نے متفق ہو کر اسکو پھانسی لگوائی -

مرزا محمد حکیم کا حال ۹۸۹ ۲۵

ہندوستان میں کچھ شورش بنا پاگئی اور کچھ قرنوں سے آشوب کی آتشگاہ بن رہا تھا
تو اس دیار کے آدمیوں نے اور کچھ کابل کے فتنہ پردازوں نے اس آشفتہ رائے جوان مرزا سے

حرکات ناشائستہ سرزد کرائیں اس نے کچھ سپاہ پہلے بھیجی کہ فتنہ برپا کریں مگر وہ سپاہ سرنگوں ہوئی۔ اب اس کو چاہیے تھا کہ اپنے پندار سے باز رہتا مگر اسکے برخلاف وہ بیکار کے درپے ہوا۔ جب وہ دریائے سندھ سے پار اُترا تو اس نواح کے امرا، فرمان شاہی کے کاربند ہوکر دار الملک لاہور میں جمع ہوکر قلعہ داری کے لیے آمادہ ہوئے۔ مرزا یوسف خاں نے رہتاس کی پاسبانی کی۔ مرزا سے کوئی پادشاہ ناشناسا بھی جاکر نہیں ملا۔ روشناسوں کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ سپاہ سے ناکام رہا۔ رعیت کا دل اپنی طرف نہ دیکھا۔ ہر لحظہ ناامیدی اسکے اندوہ کو بڑھاتی تھی۔ مگر ہرزہ گویوں کی جھوٹی باتیں اس کا دل خوش کرتی تھیں پریشان خیالی میں وہ اپنا وقت کاٹتا تھا۔ ہوا کو ہاون میں کوٹتا تھا اور پانی کو چھلنی میں چھانتا تھا یہاں تک کہ لاہور کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔ شاہی مبارزوں کی کنارہ کشی نے اسکے دل کو کچھ دنوں خوش رکھا۔ وہ انکے کارنامے بہت سُن چکا تھا۔ اس وقت اسکا دل لڑائی پر نہیں لگا تھا۔ اسکے ارادوں کی یاوری کرتا تھا۔ پادشاہ کے نہ آنے کی خبر سُننے سے اسکے دل کو تقویت ہوتی تھی۔ جب پادشاہ پنجاب کو دار الخلافہ سے چلا تو مرزا لاہور کے قریب بڑی شورش مچا رہا تھا۔ مہدی قاسم کے باغ میں بیس روز تک خوب شادمانی کرتا رہا اور شیخ چلّی کے سے خیالات کرتا تھا۔ سعید خاں و راجہ بھگونت داس و کنور مان سنگھ و سید حامد و محمد زماں اور جاگیرداران نے قلعہ کو کسی قدر استحکام دیا تھا۔ وہ کارزار کے لیے آمادہ رہتے تھے پادشاہ کا حکم بیکار کے ہنگامہ برپا کرنیکا نہ تھا۔ بہادر اپنے مورچوں میں ہوشیار رہتے تھے عامہ بندیا وہ گویوں کے اختلاط سے شہر کو باز رکھتے تھے۔ دروازے کھُلے رکھتے تھے۔ مرزا کی طرف سے بارہا شبیر خواجہ و نادعلی و قربان علی و مرزا اسکندر جوشش مردانگی کرتے تھے۔ مگر مُنہ کی کھاتے تھے۔ مرزا اپنے کارکی ناروائی سے زیادہ آشفتہ ہو رہا تھا کہ ناگاہ لشکر شاہنشاہی کے آنیکا آوازہ اسکے کان میں پہنچا۔ تو وہ حیران پریشان ہوکر راوی سے عبور کرکے کابل کو بھاگا۔ بھیرہ کے نواح میں دریائے بہت سے عبور کرنے میں کچھ اسکے آدمی سیل فنا میں ڈوبے۔ اُس نے کھب کی راہ سے آب سندھ کو عبور کیا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔ جب پادشاہ نے اس کا یہ حال سُنا تو اُس نے

حکم بھیجا کہ مرزا کے تعاقب سے ہمارا لشکر باز رہے مبادا اور باؤں کی شورش میں مرزا کی کشتی ڈوب جائے کہ پھر اس سلیم دل کا علاج کچھ نہ ہو سکے۔ ہم عاقل ہو کر بُرا سکی نقش ہستی کو اس طرح مٹانا چاہتے ہیں امید ہے کہ وہ سعادت پذیر ہو۔ اور نیز میرزان قدر دانی میں بیٹے سے زیادہ بھائی ہوتا ہے۔

بادشاہ ۲۴ رفروری کو سہرند میں پہنچا۔ ۲۸ رحوالی ماچھیواڑہ کی حوالی میں دریائے ستلج کا پل باندھ کے عبور کیا۔ امرا پنجاب یہاں آنکر ملازمت سے مشرف ہوئے۔

اب بادشاہ نے پنجاب سے ساحل سندھ کی طرف سفر کیا۔ یہاں اسکا ارادہ ایک قلعہ بنانے کا تھا۔ کہ وہ سرکشوں کو راہ پر لائے۔ اور بندگان خدمت گذار کی بذرگ پناہ بنائے۔ اس نے راہ میں نگر کوٹ کی سیر کا ارادہ کیا اور اس ارادہ سے ۱۷۔ کو کلانور میں آیا۔ دھم اردی بہشت کو ایک باغ کی بنیاد یہاں رکھی۔ نندنہ میں شکار کھیلا۔ بالناتھ ٹلہ کی زیارت کے لیے متوجہ ہوا۔ یہ ایک بڑا اونچا پہاڑ رہتاس کے قریب ہے۔ وہ بالناتھ جوگی کا نیائش گڈھ ہے۔ اسکو لوگ بزرگ سمجھتے ہیں اور بہت آدمی یہاں آتے ہیں۔ ہندوستان میں طرح طرح سے آزادی کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ ایک گروہ کا نام جوگی ہے۔ پاتنجل کے قانون پر چلتے ہیں۔ فنا میں اپنی بقا جانتے ہیں۔ بہت خلاف عادات ان سے ظہور میں آتے ہیں۔ اکثر انمیں خرسندھی و کم آزاری میں نامور ہیں اور عرصہ آگہی میں تیز رو ہیں۔ بالناتھ اس گروہ کا سرآمد ہے۔ بادشاہ کو تو پژوہش الٰہی منظور تھی ہر طائفہ اور ہر جانب میں متوجہ ہونے کو ایزدی پرستش جانتا تھا۔ اس سبب سے وہ ایزد پرستوں کی خلوتگاہ میں جاتا تھا۔ اس جوگی کے بھی پاس گیا۔ یہاں سے ۱۳ رخرداد کو ساحل سندساگر پر پہنچا۔ یہاں سے اس نے اپنی شیریں گفتار عقیدت گزینوں کو مرزا پاس بھیجا کہ سخنان دلاویز اس کو سنائیں ؎ تواں ساخت دلہائے فولاد نرم * بہ نیروئے پیوند گفتار گرم

بادشاہ نے جو فرمان بھیجا اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہر والا شکوہ باوجود توانائی اور قوت مالش سے باز رہ کر نصیحت کرتا ہے اس کا مطلب سوائے خیرسگالی اور خلوص کے کوئی امر اور نہیں ہوتا

بادشاہ کا سفر دریائے سندھ کی طرف

بالناتھ جوگی کی زیارت

۹۸۹ ... بادشاہ کا ... مرزا ...

سعادت پذیر نیک اختر اپنی بیدانشی سے بیدار ہو کر شرمندہ چہرہ اور حق پذیر دل لیکر اس کی انجمن میں آتے ہیں اور ظاہری اور باطنی نیائش کر کے چارہ گری اپنی کرتے ہیں ۔ اور جو بدگوہم تیرہ رائے ہوتے ہیں وہ حیلہ و بہانہ بناتے ہیں اور بیہودہ حجتیں گھڑتے ہیں جنسے تباہ ہوجاتے ہیں ۔اے میرے بھائی تو مجھے بیٹے سے زیادہ پیارا ہے آگاہ ہو کہ اور سلاطین نثراد والا تبار ہر سرزمین کے بزرگ میری عنایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں ۔ تو میرا بھائی ہو کر کب تک ناسپاس رہیگا اور پاجی ہمنشینوں کی صحبت سے اپنا نقصان کریگا ۔ ان مگس طینتوں کی باتوں پہ کان نہ لگا ۔ اور اندیشۂ درست ۔ دل پشیمان و اعتقاد شائستہ و خاطر امیدوار لیکر میرے پاس چلا آ کہ آیندہ زندگی تیری عزت و آبرو سے بسر ہو ۔ نیک نامی ہو ۔ دنیا اور عقبیٰ درست ہو ۔ اگر تو اپنی شرمندگی اور بدکاری کے سبب ہمارے پاس نہیں آتا اور خوف کے مارے ہماری خدمت گاری پر دل نہادہ نہیں ہوتا تو ہماری بخشش و بخشائش مشہور ہے سب نیک و دور کو اس کا یقین ہے ۔ وہ پادشاہ ان نصائح کو افسانہ سمجھا ۔ اور اس کا جواب گفتار بیفروغ میں لکھا ۔ پھر پادشاہ نے اپنی محبت کے سبب مرزا کو اشارہ کیا کہ اگر دل اور زبان دونوں ایک ہیں اور وہموں کی زیادتی کے سبب چند روز تک ملازمت میں نہیں آتا تو کسی اپنے بیٹے کو اپنی بہن بخت نسا بیگم کے ساتھ روانہ کردے اور اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو خواجہ حسن نقشبندی کو اس سرزمین کے اعیان کے ساتھ بھیج کہ رسوم پیمان و سوگند کو بجا لائے ۔ جب ہم اسکو قبول کریں تو بخشائش اور باز گشت کو دست آویز بنائے ۔ مگر پندہائے ہوش افزا کو خوابیدہ بخت ۔ شوریدہ رائے سنتے ہیں ۔ ناچار پادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ مانسنگھ دلاوروں کو ساتھ لیکر آب سندھ سے گزر کر پشاور میں جائے اور وہاں کے سرکشوں کو نیکو خدمت بنائے ۔ اار تیر کو شاہزادہ سلطان مراد کو بہت سے امرا کے ساتھ دریا سے عبور کر کے ولایت پشاور کو روانہ کیا اور کہدیا کہ اگر مرزا بیدار ہو کر فرمان پذیری اختیار کرے تو اسکو بہت سی نوازشوں کا امیدوار کرے ۔ اور نہیں کابلستان میں دوڑ جائے ۔ پھر پادشاہ نے فوجوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ قول کو خود زینت دی مرزا

یوسف خاں و رائے رائسنگھ۔ رائے درگا و گوجر خاں و سورج سنگھ۔ دہدن چوہان۔ و شیخ عبدالرحیم و بانکا رائے۔ و رامچند و ٹھاکر سین۔ و سلیم خاں کاکر علی و سید محمد موجی و کرم اللہ کنبو و پرتھی راج و رامداس چوہان و متھرا داس و سونول داس کلہ کچھواہہ اسکرن و گجرہ و جبارہ بیگ و شیخ ولی جلال و میر حسن اور ایک جماعت کثیر اس سپاہ میں افسر مقرر ہوئے جرانغار کی سپاہ داری سید حامد بخاری و مخصوص خاں و سید مہدی قاسم و ابوالقاسم نمکین و عرب ابوالقاسم و سید حسین و حسن قلی بیگ و عبداللہ بلوچ اور نامور جوانمردوں کے سپرد ہوئی۔ برانغار کو قلیچ خاں و جلال خاں و شیخ جمال بختیار و نور ملیح و مرزا فولاد و جمال خاں بلوچ و شیخ گکھر و ملک درویش جالونہ و عالم لوحانی و مولانا اللہداد امروہہ و شہباز خاں لودی نے رونق دی و راجہ مان سنگھ و نورنگ خاں و شیر و بہ خاں و مادھو سنگھ و محمد بیگ تکلو و مان سنگھ دربانی و جگمال سلہدار و بہادر خاں قوردار و سر حسن پہلوان علی و سکت سنگھ و جگت رائے و رامچند و بھگوانداس و شیخ کبیر و جبار قلی و نقیب پوانہ اور ایک گروہ اور ہراول کی آرائش میں مشغول ہوئے۔ بادشاہ نے پھر اپنی عاطفت فطری و رافت ذاتی کے سبب مرزا حکیم پاس منشور حاجی حبیب کاسن کے ہاتھ بھیجا۔ یورش کا موسم نکلا جاتا تھا اور لشکر کثیر کو تنگناؤں میں کسی قدر دشواری تھی۔ اسکو لکھا کہ تجھکو چاہیے کہ فرمان پذیری کی طرزوں میں سے کسی طرز کو قبول کرے تاکہ لشکر حدود بگرام سے واپس چلا جائے۔ اور تیرا کام نیکنامی کے ساتھ ہو اور بادشاہ کی نوازش کی دستاویز سرانجام پائے۔ بادشاہ کو یہ خوف تھا کہ مبادا لشکر شاہی کے شکوہ و خوف سے مرزا وحشت جو بیگانوں میں چلا جائے۔ اور کارگزاروں کو حکم ہوا کہ دریا کا پل بنائیں۔ اُنھوں نے کشتیاں جمع کرنے میں تگاپو کی اور کشکداران ہفت روز نے منازل دریائی کے بنانے میں سعی کی۔ بادشاہ نے ارادہ کیا تھا کہ اگر مرزا فرمان نہ مانے تو خود جائے۔

جن دنوں میں بادشاہ ساحل دریائے سندھ پر مقیم تھا۔ اور دریا سے پار زابلستان جانیکا قصد تھا تو اکثر لشکر کے مخصوص امرا اس یورش سے باز رکھنے میں کچھ نارسائی کے سبب سے ایک گروہ تنگ حوصلگی کی وجہ سے ایک طائفہ ولایت سرد سیر کے خوف کے مارے ایک طبقہ تن پرستی

وہندوستی کے سبب سے کچھ سفر کے نقصانوں کی وجہ سے بعض مرزا کی ہواخواہی کیوجہ سے داستانسرائی کرتے تھے مگر بادشاہ کب اپنے ارادہ سے باز رہتا تھا۔ ابوالفضل کو حکم دیا کہ ان سب کا بیان اور وجوہ کلیۃً ہمارے سامنے پیش کرے۔ وہ جانیں دیرا سیلیے کرتا تھا کہ عقل مصلحت بیں مرزا کی یاوری اور سعادت اندوزی دستگیری کرے مگر وہ اس دیر سے روز بروز زیادہ مغرور ہوتا جاتا تھا ۔ دشمناں از سخن نرم تو مغرور شدند ٭ وقت باشد کہ زیاں کار بود خوش سخنی ٭

بادشاہ اکثر کہا کرتا کہ جس عضو میں فساد ہو جاے تو عاقلوں نے اسکے قطع کرنے کا آئین مقرر کیا ہے کہ اور اعضا میں گزند نہ پہنچے۔ اس طرح اگر افراد انسانی میں کسی کے جوہر سعادت میں ایسا خلل پڑے کہ وہ اوروں کو پراگندہ کرے تو اسکا نقش ہستی صفحہ جہان سے مٹانا چاہیے۔ لیکن بادشاہ اپنی مہر و رافت کے سبب سے اسپر عمل نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ کو دریا سے عبور کرنے میں یہ خوف تھا کہ کہیں مرزا کی زندگی نہ ختم ہو جائے۔ اسلیے اسمیں توقف کرتا تھا جب عاطفت اپنے انداز سے گذری اور مدارا مداہنہ ہو گئی تو اس نے یکم تیر کو دریا سے عبور کیا اور جہاں دریا سندھ اور دریا کابل ملتے ہیں وہاں فرو کش ہوا اور اُردوے بزرگ اور بہت سے پرتال کو سندھ کے کنارہ پر چھوڑا اور اس سرزمین کی حکومت قاسم خاں کو سپرد کی کہ یہاں کے سرکشوں کو مطیع کرے اور عمدہ پل بنائے۔

۸ رامرداد کو حاجی حبیب اللہ مرزا کی عرضداشت لایا جسمیں مرزا نے کچھ پشیمانی و شرمندگی کا اظہار اور فرمان پذیری کا بیان سوگند کے ساتھ کیا تھا لیکن بادشاہ کے فرمان کو نہ مانا۔ اس لیے اُسکی گفتار سچی نہ معلوم ہوئی۔ عذر اُس وقت مقبول ہوتا ہے کہ گفتار و کردار ایک ہوں۔ وگرنہ دستان سرا فریب آرا زبان سے نیائش گری اور عمل میں بیکاری کرتے ہیں۔ پہلے بہت سے سادہ لوحوں نے کارکرد اور گفتار کی ناشناسائی سے بہت نقصان اُٹھائے ہیں۔ مدارا کے لیے شائستہ یہ ہے کہ گلشن سرائے لسانی سے عملخانہ نگارین تر نہ ہو تو کمتر بھی نہو ورنہ گریزی دابلہ طرازی کو بازار میں لاتا ہے۔ اس لیے بادشاہ نے اسکے عذر کو نہ مانا۔ اور شاہزادہ مراد کو بلدرام سے آگے جانے کا حکم دیا اور خود بھی کوچ کرکے آب کابل کے کنارہ پر پہنچا۔ خواجہ محمد علی اور ایک جماعت کو پھر مرزا پاس بھیجا کہ وہ کہا مان جائے۔ جو دیا دستاہ

دولت آباد میں آیا اس منزل میں ایک شاطر مرزا کی عرضداشت لایا جسمیں کردار گذشتہ سے پشیمانی اور آئندہ پیمان نیکو خدمتی کو عرض کیا تھا۔ مگر بادشاہ نے اسے جھوٹھ سمجھکر نہ مانا۔ اور مجلس مشورہ امرا کو بلا کر منعقد کی اور حکم دیا کہ ہر ایک اس عرضداشت کا جواب اپنی کارشناسی سے لکھے۔

اور ابوالفضل کو حکم دیا کہ ہر ایک کی صوابدید کو دلنشین کر کے عرض کرے۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ ہر شخص نے وہی کیا جو پہلے کیا تھا کسی کا ارادہ جانے کا نہ ہوتا تھا۔ اس لیے سب نے اپنے اس مطلب کو کہ مرزا کی خطائیں معاف ہوں اور لشکر واپس مختلف روشوں سے ادا کیا۔ ابوالفضل نے کہا کہ جب شاہزادہ مرزا مراد کی سرکردگی میں ایک لشکر دور دست راہ پر روانہ کیا گیا ہی اور یہاں سے منزل مقصود تک پہنچنا آٹھ سات روز کی راہ ہی مجرد گمنام فرستادوں کی گفتار اور جھوٹے نوشتوں پر اعتبار کر کے مراجعت کرنا سزاوار نہیں ہی ہندوستان میں بارش کا موسم ہی۔ حدود سندھ میں برسات کے ختم ہونے تک توقف کرنا پڑیگا۔ اگر کوچ کیا جائیگا تو بارش میں اسباب سپاہ گری کا نقصان ہوگا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہی کہ جو کام قریب الاختتام ہی وہ پورا کیا جائے پھر مالش سزا یا بخشش نمایاں کی جائے۔ اس کہنے پر ابوالفضل سے اہل مشورہ ناراض ہوئے۔ ایک سلامت رو نے دوستانہ ابوالفضل سے یہ کہا کہ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس تیری صلاح سے شناسائی اور حق گوئی ظہور میں آئی ہی لیکن آشوب گاہ تعلق میں اہل زمانہ اور بارگاہ کے سلطنت کے چیرہ دستوں کے ساتھ سازش و موافقت ناگزیر ہی ابوالفضل نے جواب دیا کہ راز گوئی کی انجمن میں اور مشورہ کے صفوت کدہ میں جو وقت کے مناسب بات ہو اسکے چھپانے سے اور اسکے خلاف پر مائل ہونے سے ناخوشی پیدا ہوتی ہی اور دین و دنیا کا زیان ہوتا ہی۔ صورت گاہ زود زوال کے لیے جان فرسائے معنوی ہونا کیوں آدمی قبول کرے جو راہ فضول میں آوارہ نہیں ہوتا اسکے دامن پر گرد نہیں بیٹھتی۔ مجھے جب تک بادشاہ پوچھیگا نہیں میں کچھ نہیں کہونگا اور صلاح کار

اپنی صلاح گزارش کریں سب نے متفق ہو کر کہدیا کہ حکیم مرزا کی بخشائش کیجائے اور جھوٹ موٹ یہ بھی کہدیا کہ ابوالفضل کی بھی یہ رائے ہے۔ وہ اس وقت درد سر وتپ کے سبب سے موجود نہ تھا بادشاہ اس صلاح سے نہایت ناراض ہوا۔ ابوالفضل سے بھی خفا ہو گیا۔ پھر جب ابوالفضل نے ساری حقیقت حال عرض کی تو خفگی جاتی رہی۔ غرض بادشاہ منزل بمنزل زابلستان میں چلا کورکھتری میں پہنچا۔ یہاں ایک غار بڑا گہرا ہے کہ اُسکے اندر مرتاضان باستانی کے خلوتکدہ کی راہ ہے۔ راہ کی دشواری اور تاریکی اور پیچیدگی سے وہاں رسائی مشکل ہے۔ مگر بادشاہ تنہا اسکے اندر گیا۔ پھر بادشاہ حصار بکرام میں آیا۔ یہاں کے عوام اس ولایت کو پرشاور کہتے ہیں اور اس شہر کا نام بھی یہی لیتے ہیں۔ یہاں کی حکومت یار علی ناظر کے سپرد ہوئی۔

انہیں ایام کے سوانحہ میں سے ہے کہ ۱۵ خرداد کو اقصائے شرقی ممالک میں ایک قلعہ کی نیاد رکھی اور کٹک نبارس اُسکا نام رکھا اور خواجہ شمس الدین خانی کو اسکی تعمیر کا اہتمام سپرد کیا۔ تھوڑے دنوں میں وہ بند ہو گیا۔ ہندوستان وکابلستان کے درمیان ایک عجیب برزخ بنگیا۔ گردن کشونکی فرمان تدبیری کا سر آتا ہوا بے مایہ آزرمندونکی روزی کا دستاویز بنا۔ مالدارونکی بضاعت کا اطمینان ہوا مسافرونکے لیے امنی کا مقر تھا

قلعہ اٹک بنارس کی تعمیر ۲۷ ۹۸۹ھ

کابل کے واقعات

بادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ مرزا کسی طرح راہ پر آجائے۔ اس لیے وہ آہستہ جاتا تھا۔ اور ہر منزل میں چند مقام کرتا تھا۔ شاہزادہ مراد کو بھی حکم بھیجدیا تھا کہ رفتار میں سرعت نہ کرے۔ مگر مرزا خوشامد گو بدگوہروں کی ہمنشینی کے سبب سے کسی طرح بادشاہ پاس آنے پر راضی نہ ہوتا تھا ہر چند اسکی بہن نے چاہا کہ میں بادشاہ پاس جا کر ملاقات کروں مگر اسپر راضی نہ ہوا۔ کج گرائی سے خواجہ حسن بدخشاں کی طرف چلا گیا۔ مرزا نے اپنے بنہ وبار کو مستحکم مقامات میں بھیجا اور قزاقی کے ارادہ پر آمادہ ہوا۔ جب اسکو معلوم ہوا کہ بادشاہ حدود بکرام میں مقیم ہے اور لشکر بسرکردگی شاہزادہ مراد آتا ہے تو اس نے کارزار کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے آپ جریدہ تیزروی کو اختیار کیا۔ سلطان سلیم کو لشکر عظیم کی نگہبانی سپرد کی۔ اور حکم دیا کہ لشکر منزل بمنزل آہستہ روانہ ہوا

بادشاہ کا انتظار کرکے کابل جانا ۲۷ ۹۸۹ھ

اور خود گرم رفتار ہوا اور خیبر کے سخت گریوں کو طے کر کے حواشی دکہ میں دریا کے کنارہ کچھ آرام کیا جلال آباد میں خان درویش خاں و شمس الدین کروری کو لشکر کے آرام کے لیے متعین کیا بادشاہ پاس مرزا کی خبر روز آتی تھی کہ وہ کیا کرتا ہی۔ بادشاہ بارغ صفا میں تھا کہ کوئی شخص مرزا کی خبر نہ لایا اور قراول بھی آدھی راہ سے پھر آئے۔ افغانوں نے راہ بند کر کے اُنھیں آگے نہیں جانے دیا جب بادشاہ گندمک میں آیا تو حاجی محمد احدی جس کو بادشاہ نے بلانے کے لیے بھیجا تھا وہ خبر لایا کہ لشکر شاہی کو گزند پہنچی ہی۔ بادشاہ نے راز گوئی کی مجلس جمع کی۔ ہر ایک سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ جب تک لشکر آنکر ملے توقف کرنا چاہیے بعض نے کہا کہ ہم اتنے کم آدمی ہیں کہ توقف کرنا مناسب نہیں۔ واپس جاکر لشکر سے ملنا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ آگے بڑھنا چاہیئے بادشاہ کے خوف سے مخالف پراگندہ ہو جائینگے۔ غرض شہریار اپنی شجاعت خداداد اور خاطر ہمیشہ بہار کے سبب سے آگے بڑھا۔ لشکر آراستہ کیا۔ قول میں خود رہا۔ اور برانغار میں زین خاں کوکلتاش۔ جرانغار میں مطلب خاں تخد تنگچی واحدی ہراول میں نامزد ہوئے۔ پھر بادشاہ پاس فتح کی خوشخبری آئی۔ مگر یہ عرضداشت کرم اللہ کنبوہ کی تھی اور قاصد افغان تھے۔ اسلیے اسپر اطمینان خاطر خواہ نہ ہوا۔ مگر جب بادشاہ سرخاب میں آیا تو شاہزادہ کی عرضداشت آئی جسمیں فتح کا بیان لکھا ہوا تھا۔

حکیم مرزا فرومایہ بدگوہروں کی دمسازی سے کہ خانہ برباد کرنیوالی ہوتی ہی۔ بادشاہ کے فرمان پذیری کی راہ سے باہر نکل گیا اور ہندوستان کی شرقی دیار کی شورش سے بادشاہ کے برخلاف ہوگیا۔ مگر جب یہاں ہندوستان میں آنکر ناکام اُلٹا گیا تو کبھی وہ اپنے نصیبوں کو روتا۔ کبھی اپنی کج گرائی پر ہنستا۔ کبھی اپنے اہل مجلس کو سرزنش کرتا۔ اس پریشانی میں تھا کہ بادشاہ کی آمد آمد کا شہرہ ہوا۔ اب نہ رائے بودن نہ رائے آویختن۔ نہ گوہر عقل کی صفائی تھی کہ بادشاہ کی خدمت میں آتا۔ نہ اُسکے ہمراہیوں میں ہوشمندی تھی کہ اسکے بیٹوں میں سے کسی کو بادشاہ کی خدمت میں لاتے اسکی ہمشیرہ اور خواجہ حسن دونوں خوف کے مارے بدخشاں کو چلے گئے فریدون اور کچھ اور امرا کہ سرمایہ شورش تھے ان کا کبھی یہ ارادہ ہوتا تھا کہ خیبر کے درہ کی

استواری کو اپنی پناہ بنائیے کبھی یہ ارادہ ہوتا تھا کہ بنگش کی راہ سے ہندوستان میں جاکر فساد مچائے۔ بعض کا یہ ارادہ تھا کہ حصار کابل کو استحکام دیکر کوہستان کی تنگنائے میں زاویہ نشین ہوں۔ مگر بادشاہ کے لشکر کی خبر سُنکر سب بے اوسان تھے کچھ سامان نہیں کرتے تھے کابل کی رعایا کو پسند نہ تھا کہ وہ اپنے شہر کے دروازوں کو بند کریں کہ اپنے ولی نعمت کو آنے نہ دیں۔ مرزا نے قلعہ کی کنجیاں ارباب شہر کے حوالہ کیں کہ بادشاہ کی نذر کریں اور خود قرا باغ میں چلا گیا۔ ہر شخص نے اپنا اسباب در در بھیجدیا۔ مرزا کو یہ خیال تھا کہ اگر بادشاہ کا لشکر زور کرے تو توران میں بھاگ جائیے اور نہیں تو یہیں کوہ وصحرا نوردی کرے جس شخص کے اندر خود خرد نہ ہوا اور کوئی دوست تلخ گو نہ ہو تو وہ ہمیشہ ناکام رہتا ہے۔ مرزا غوربند کے کنارہ پر سراسیمہ وپریشان پڑا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ یاروں نے سمجھایا کہ بادشاہ کا لشکر پشاور سے آگے قدم نہیں بڑھائیگا۔ اسکے لشکر میں یکتا دلی نہیں ہے۔ غرض اسکو ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ وہ کارزار کے لیے سرگرم ہوا اسکے ساتھ ان دوستوں نے دشمنوں کا کام کیا۔ مرزا نے فریدوں کو بہت ہمراہیوں کے ساتھ بھیجا کہ آق سرا میں رہ کر سپاہ ورعیت کے فراہم کرنے میں اہتمام کرے۔ اسکے پیچھے خود بھی جاکر لڑنے کے لیے تیار ہوا۔ جب بادشاہ کا لشکر قریب آیا تو اسکا لشکر پراگندہ تھا مرزا نے ارادہ کیا جب تک لشکر جمع ہو درہ سنجد میں ٹھیرے۔ اور فریدون کمین گاہوں میں ٹھیر کر بادشاہی لشکر کو گزند پہنچائے۔ حیدر علی کو کابل روانہ کیا کہ وہاں سے فارغ ہو کر نبرد گاہ میں آئے۔ جب بادشاہی سپاہ کمین گاہ سے گزری اور سید حامد بخاری ومخصوص خاں کہ لشکر کے چندراول تھے۔ دوراندیشی کو چھوڑ کر بہت آگے چلے گئے۔ سوائے سید بہاؤالدین اور چند اور امیروں کے کوئی پیچھے نہ رہا۔ ان امرا کو دشمنوں نے پرتال شاہی پر دراز دستی کی اور بہت سا اسباب لوٹ کر وہ لیگئے۔ جب چندراول سپاہ کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے گئے۔ دشمن بھاگ گئے احدی نے جو بادشاہ کو ناخوش خبر سُنائی تھی جسکا اوپر ذکر ہوا وہ یہی شورش تھی جس نے اُسکو بُری طرح بیان کیا۔ شیخ جمال بختیار ایک طائفہ کو ساتھ لیکر یہ چاہتا تھا کہ چہار تو کی راہ سے اپنی منزل گاہ پر پہنچے۔ اگر غنیم دوچار ہوں تو اسیر ودستبرد

کھے ۔ اس روز مرزا چار توبیں آیا تھا۔ اور فریدون کے حال کا جویا تھا۔ ناگاہ ایک فوج کی دور سے سیاہی نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ لشکر بادشاہی کچھ آتا ہی۔ علی محمد اسپ کی سرکردگی ہیں مرزا کی سپاہ روانہ ہوئی۔ شیخ فالیز پر مقیم تھا۔ اس نے جنگ گاہ کو خوب رست کیا۔ اس زد وخورد میں فریدون عقب سے آیا غنیم یہ سمجھا کہ لشکر شاہی کمک کو آیا۔ وہ لڑائی چھوڑکر دور کھڑا رہا۔ شیخ نے اُسکو بیگانہ لشکر جانا اور اس طرح لڑنے لگا۔ طرفین سے دلاوروں نے خوب مردانگی دکھائی۔ بادشاہی لشکر لڑتا بھڑتا آخر کابل میں شاہزادہ کے لشکر سے جاملا۔ اُسی روز شگونہ قراول جان نثار ہوا۔ اور کئی سردار بادشاہی کام آئے۔ اس سے دشمنوں کی نخوت بڑھی۔ میر عبداللہ کے ہاتھ لشکر کے لیے خزانہ جاتا تھا وہ بھی سب لٹ گیا۔ حکیم مرزا ایک بلندی پر جو لشکر گاہ شاہی کے قریب تھا اُترا۔ اس آویزش وتاراج سے اسکی سپاہ کا دل بڑھا۔ وہ سپاہ ورعیت کے فراہم کرنے میں ایک رات دن لگا رہا۔ ایک قدیمی دستور یہاں کے فتنہ اندوزوں اور مکراندیشوں کا چلا آتا ہی وہ اپنے دشمن کے اُمرا روافسران کے نام جعلی خط بھیجتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ وہ ہم سے سازش رکھتے ہیں تاکہ انکی نسبت بدگمانی ہو۔ چنانچہ مرزا کے آدمیوں نے بھی ایک اجل گرفتہ کے ہاتھ خطوط قلیج خاں و مرزا یوسف خاں و نورنگ خاں و علی مراد خاں و بعض اور امراء چغتائی کے نام بھیجے۔ اور انکے ساتھ یکجہتی کا بیان ان میں کیا۔ مرزا یوسف خاں نے آشفتہ ہوکر ان خطوں کو معرکہ میں پھاڑکر پھینک دیا اور علی مراد نے جو خط لایا تھا اُسکو بھی مار ڈالا۔ مخالفوں پر مرزا کی یہ تدبیر نہ چلی۔

۲۰ امرداد کی رات کو پہاڑ پر آگ روشن کرکے کابلیوں نے شورش مچائی اور شبخون مارنے کا قصد کیا۔ قزاق و امیر خاں اسلام آبادی اور افضل توکلچی کو دائیں طرف سے اور نور محمد وخواجہ خضری اور ہزارہ کے پیادوں کو بائیں طرف سے روانہ کیا کہ اندھیری رات میں بادشاہ کے لشکر کو گزند پہنچائیں۔ شاہی لشکر ہوشیار تھا آمادہ پیکار رہا۔ ۲۰ امرداد چارشنبہ غرہ جب کو مرزا تنگنا سے نکلا۔ نبرد گاہ کو آراستہ کیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ بھی ہراول کے سب دلیر نہ لڑے تھے کہ مرزا بھاگ گیا پھر فریدون لڑنے آیا امراء ہراول میں

سے نورنگ خاں سے لڑکر اس کو پسپا کیا ۔ نوزکم بیگ اور مردان بیگ و شیخ مبارک بادشاہی لشکر میں کام آئے ۔ مرزا کو اس سے دلیری ہوئی جب لشکر میں شمشیر زنی خوب ہونے لگی تو زابلیوں کو کچھ غلبہ ہوا اس وقت راجہ مان سنگھ نے جنبش کی اس طرح سے افسروں کو ہاتھیوں پر بٹھاکر لشکر کو آراستہ کرکے لڑایا ۔ اور توپوں کو چلایا کہ اس نے دشمنوں کی دلشکنی کی ۔ غرض اس ہراول سے کہ چند دیوار آہنی کا حکم رکھتی تھی کابلیوں کو شکست ہوئی علی محمد اسپا ورچند اور ہوا خواہ مرزا کے بھاگ گئے ان کا تعاقب اس سبب سے نہ ہوا کہ خبر مشہور تھی کہ مرزا عقب سے حملہ کریگا ۔ یوں یہ فتح بزرگ آسانی سے حاصل ہوئی ۔ اس بھاگنے میں دشمن کے بہت سپاہی کام آئے ۔ مرزا کے آدمی شیخی بگھارا کرتے تھے کہ بادشاہ کے لشکر میں جتنے آدمی ایرانی تورانی ہیں وہ بے جنگ مرزا سے ملجائینگے ۔ رجپوتوں اور افغانوں کو ہم مارینگے اور ہندی نثرادوں کو گرفتار کرلینگے ۔ اس افسانہ طرازی سے غنودہ خرد مرزا کا خواب پندار زیادہ ہوگیا تھا ۔ یہ ظاہری باتیں بھی وہ نہیں سمجھتا تھا کہ ایرانیوں اور تورانیوں کا اخلاص بادشاہ کے ساتھ مشہور تھا راجپوتوں کی بہادری اور ہندی شیخ زادوں کی نادرہ کاری اور ہندوستانی زمینداروں کی جوانمردی کے کارنامے پوشیدہ نہیں تھے ۔ مرزا محمد حکیم کا ارادہ تھا کہ تاخت کرکے مرجائے مگر علی محمد اسپ نے اس سے کہا کہ پہلے مجھے فرشخانہ نیستی میں بھیجئے پھر آپ تاخت و تاز کیجیے ۔ غرض اسکے کہنے سے بادشاہ جنگگاہ سے باہر گیا پھر اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر غوربند میں پہنچا ۔

شاہزادہ مراد ۱۲ رمرداد کو سیاہ سنگ میں آیا اور جشن فتح آراستہ کیا ۔ بادشاہ سرخاب سے جگدلک کو جاتا تھا کہ اس فتح کی نوید شاہزادہ مراد نے اس پاس بھیجی ۔

بادشاہ بھی سیاہ سنگ میں آیا ۔ راجہ مان سنگھ اور شاہزادہ اس سے راہ میں ملے ۔ ترک و تاجیک جوق جوق اس سرزمین میں بادشاہ کی کورنش بجالائے ۔ یہاں چند روز رہ کر اس نے تمام سیرگاہیں دیکھیں ۔ اور ان مقاموں کا ملاحظہ کیا جہاں وہ اپنی خردسالی میں جایا کرتا تھا ۔ بادشاہ نے یہاں رہ کر چاہا کہ زمینداروں کے زخموں پر مرہم رکھے

جلال آباد کو ہاتھی روانہ کیے اور سید حامد و سید بہاءالدین کو اسکے ہمراہ کیا۔ انہیں دنوں میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ مرزا دیوانہ وار سراسیمہ غور بند میں ہے اور اُس کو یہ خیال ہے کہ اگر لشکر شاہی اسکا جویا ہو تو قلندر بنکر توران چلا جائے اس سے بادشاہ کو اندیشہ تھا کہ اگر ایسا ہوگا تو عبداللہ خاں حاکم توران بادشاہ کو دق کریگا۔ اس نے لطیف خواجہ و قاضی عبداللطیف کو اندرزگوئی کے لیے بھیجا کہ الطاف شاہنشاہی اسکے دلنشین کر کے یہاں لے آئیں۔ ۲۹ کو ارک کابل میں بادشاہ آیا جشن عالی ترتیب دیا۔

بادشاہ ایسا خداشناس یزدان پرست تھا کہ جہان اور اہل جہاں کی آرائش میں بزم و رزم کے آراستہ کرنے میں وادار جان آفریں کی رضامندی کا طلب گار رہتا وہ اپنے کاموں کو خویشتن داری سے آلودہ نہ کرتا۔ وہ اپنی نیک نیتی سے دشمنوں کو دوست بنالیتا۔ بڑے بڑے جرموں کا معاف کر دینا اور ملکوں کا دیدینا اس کے آگے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ندامت گزینوں کی پہلی ناہنجاریاں اس کی مہربانی میں مخل نہ ہوتی تھیں۔ جب کسی کی پیشانی کی زبان پشیمانی کی گویائی کرتی تو فوراً قہر سے لطف پر وہ مائل ہو جاتا۔ بعض جان نثار مخلصوں کی رائے یہ تھی کہ وہ کسی آدمی کو کمین گاہ میں لگا کر حکیم مرزا کو ٹھکانے لگائے۔ مگر اسکی رائے یہ تھی کہ کیوں اپنے نفس نیرنگ ساز کی خواہشوں کی برآمد کے لیے تائید ایزدی کی نیرو کو چھوڑ دے اور اپنی آسائش کے واسطے اپنے بھائی کی جانکاہی میں کوشش کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی نیک اندیشی سے ہمارے خلاف کام کرتا ہے تو وہ عبادت کرتا ہے ورنہ بیمار نادانی ہے۔ نادانی کے رنجوروں کو آزار دینا روا نہیں ہے جب بادشاہ کابل کے ملک میں تھا تو مرزا مرہی گیا ہوتا مگر اس جانکاہی کی حالت میں بادشاہ کے فرستادوں نے بخشش و بخشائش کا مژدہ اس کو سُنایا جس سے اس میں جان آگئی۔ اول اس کو وہ خواب و خیال سمجھا پھر اسکو فریب کاری جان کر باور نہ کیا۔ جب حقیقت حال پر اس کو اطلاع ہوئی تو اُس نے معذرت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھکر گریہ و

مرزا حکیم کا معافی مانگنا اور ملک کا پانا ۲۹ ربیع الاول

زاری کی اپنی نارسائی خرد و نامساعدی بخت وہمراہیوں کی بیوفائی اور اپنی شرمساری کی داستان پڑھی اور کہا کہ مجھے اول پادشاہ کی آستاں بوسی کرنی چاہئے تھی اب میرا یہ حال ہو کہ ہول دل ساتھ ہے کس دل سے کس دستاویز سے پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں۔ کیا منہ دکھاؤں اور کیا آرزو لیجاؤں ہمشیرہ و خواجہ حسن سے ہرچند کہا کہ پادشاہ کے پاس جاکر عذر خواہی کریں مگر میری بدنصیبی سے وہ بدخشاں چلے گئے۔ اب پادشاہ کے پیغام روح افزا سے میری جان میں جان آئی امیدوار ہوں کہ اس مرتبہ حاضری سے مجھے معاف رکھیں۔ اپنے بیٹے کو پادشاہ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ جب میری خاطر کو آرام ملے گا۔ تو میں پادشاہ کی کورنش کے لئے حاضر ہونگا۔ اس مضمون کی عرضداشت لکھکر علی محمد اسپ کے ساتھ بھیجی۔ غرہ شہر پور لطیف خواجہ و قاضی عبداللطیف نے پادشاہ سے مرزا کی پریشانی کا حال عرض کیا پادشاہ کو وہ گران گذرا۔ حکم ہوا کہ ابھی بہادر ریکر مرزا کو سے آئیں کہ آتنے میں علی محمد اسپ پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ وہ اس خاندان کا قدیمی رفیق تھا اس نے ایسی باتیں بنائیں کہ پادشاہ نے مرزا کا قصور معاف کیا۔ اور از سرنو زابلستان اس کو عنایت کیا۔ پادشاہ کے یہاں رہنے سے مرزا سراسیمہ ہوتا۔ اس لئے وہ ہندوستان کو رہ نورد ہوا۔ اور سلطان مراد اور امراء کو حکم ہوا کہ منزل بمنزل راہ سپر ہوں۔ اور خود جلال آباد کو جہاں اردوئے بزرگ تھا ایلغار فرمائی۔

پادشاہ فتحپور سیکری میں تھا اور پنجاب میں سیر و شکار کا ارادہ رکھتا تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ مرزا حکیم مرزبان کابل ۶۔ امرداد کو دنیا سے رخصت ہوا اور زابلستان میں شورش برپا ہوئی۔ پادشاہ نے اس اپنے بھائی کے ساتھ بہت نیک سلوک کئے۔ جب اس نے ابتدا میں ناسپاسی کی تو اس کو خردسال اور نادیدہ کار سمجھ کر کوئی گزند نہیں پہنچائی اس کے ہمراہیوں کو جنھوں نے اس کو دستاویز شورش بنایا تھا مناسب سزائیں دیں۔ جب اس نے ہندوستان میں فتنہ پردازی کی اور بعد ازاں لڑائی اسکی خطائیں معاف کیں اور کابلستان اسکو پھر عطا کیا۔ لیکن اس پر بھی اس بھائی نے پادشاہ کی رضاجوئی نہیں کی۔ بدکرداری اور کج گرائی سے باز نہ آیا۔ بادہ پیمائی میں گرفتار رہا اور ایسی بیماریوں کا چشمہ سار بنا۔ جن کا علاج دشوار تھا

مرزا حکیم کی وفات ۹۹۳ھ

ساغر زندگی اس کا لبریز ہوا۔ نابکار پاجیوں کی صحبت سے اور احمق بدذاتوں کی دمسازی سے اپنی نخل حیات کا ثمر چکھا نہ تھا۔ دولت دیکھی نہ گل مراد چُنا۔ اس دنیا سے چلدیا۔ بادشاہ کو بھائی کا غم ہوا اس کی اولاد کی پرورش کا خیال ہوا بعض کابلی اُس کے بیٹوں کو توران میں لیجانا چاہتے تھے۔ اور اس سے اپنا کام نکالنا چاہتے تھے۔ سیاہ کو بھی توران جانیکا خیال تھا۔ بادشاہ نے ولی بیگ ذوالقدر و فتح اللہ کو بہت جلد کابل بھیجا کہ وہ ان بیم زدہ کج گرا کابلیوں کو اپنے ارادہ سے باز رکھیں اور کنور مان سنگھ کو حکم ہوا کہ تھوڑا لشکر لیکر بہت جلد کابل جائے۔ مرزا کے پس ماندوں کو اور آدمیوں کو جو ترک و تاجیک ہوں ہمارے پاس لے آئے فریدوں مرزا یہ نہیں چاہتا تھا کہ مرزا کے کم عمر بیٹے اور توزک پادشاہ کی خدمت میں جائیں اس فکر میں تھا کہ ان کو اور الہنرے جائے۔ کنور مان سنگھ آن پہونچا۔ شاہ بیگ پرشادر سے کابل میں آگیا۔ ساحل سندھ سے دریا پار خواجہ شمس الدین اور بہادر لشکرے کہ پہلے سے چلے پشاور میں لشکر جمع ہو گیا۔ خواجہ شمس الدین اس کو ساتھ لے کر چلا۔ کابلیوں نے درہ خیبر کی راہ بند کردی تھی اسے کھول لیا۔ راہ زن اور فتنہ اندوزوں کو کونوں میں بٹھا دیا۔ یہ لشکر جلال آباد میں آیا۔ مرزا نے اپنی زندگی میں بخت نسا بیگم کے ساتھ اپنے بیٹے افراسیاب کو روانہ کیا تھا مرزا شاہرخ کے بیٹوں حسن و حسین کو پادشاہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ باپ کے مرنے کی خبر سنکر افراسیاب تو کابل چلا گیا تھا۔ مگر باقی اور سب جلال آباد میں موجود تھے وہ لشکر سے ملے ۲۹۔ آبان ۹۹۳ھ کو مان سنگھ بتخاک میں تھا۔ مرزا کیقباد اور افراسیاب دونو لشکر سمیت کنور مان سنگھ سے ملے اور پادشاہ کی نوازش کے امیدوار ہوئے۔ صبح کو وہ کابل میں آئے کشادہ دستی اور شیریں زبانی سے گروہا گروہ آدمیوں کے دلوں کو ہاتھ میں لائے چہارم آذر کو کنور مان سنگھ نے ملک کی پاسبانی اپنے بیٹے جگت سنگھ اور خواجہ شمس الدین کو حوالہ کی۔ اور خود مرزا حکیم کے اہلخانہ اور ملک کے سرداروں کے ساتھ مراجعت کی ۲۵۔ کو قصبہ راولپنڈی میں پادشاہ پاس آیا۔ اوس وقت افراسیاب کی عمر چھ برس کی اور کیقباد کی عمر پندرہ برس کی تھی ان پر پادشاہ نے سب طرح کی عنایت کی

مرزا کے بیٹوں کا بادشاہ پاس آنا سنہ ۹۹۳ھ

فریدوں کو جو فتنہ گری کا خوگر تھا اسکو زین خاں کوکہ کے حوالہ کیا۔

مرزا کامراں کے عہد سے ہندوستان کے پادشاہ سے کابلستان کا عجیب تعلق ہوگیا تھا کہ اگر ہندوستان پر کوئی مصیبت اور آفت آن پڑے تو کابلستان سے اس کو اعانت واستعانت کی کوئی امید نہ تھی اور اگر کابل میں زبردست حاکم ہو جائے تو اندیشہ تھا کہ وہ ہندوستان چھین لے۔ اگر وہاں کوئی کمزور اور ضعیف حاکم ہو تو اس خوف سے اسکی امداد کرنی پڑتی تھی کہ مبادا کوئی اور زبردست پادشاہ اس پر غلبہ تسلط کرے اور ہندوستان سے ڈانڈا ملائے جس سے ہمیشہ خطرہ رہے۔ ہمیشہ زبردست ہمسایہ خوفناک ہوتا ہے اور زبردست ہمسایہ کو کھائے بغیر چھوڑتا نہیں۔ ایسا تعلق ان دونو ملکوں میں برٹش گورنمنٹ میں بھی چلا آتا ہے۔

ہندوستان کا بلتستان سے تعلقات

واقعات متفرقہ جو ۹۶۹ھ سے ۹۷۵ھ یعنی چھ سال جلوسی میں واقع ہوئے

شاہ ایران کا ایلچی ۹۶۹ھ

۹۶۹ھ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ پادشاہ پاس شاہ طہماسپ فرمانروائے ایران کا ایلچی آیا یہ ایک رسم قدیم چلی آتی ہے کہ بزرگان دانش منش دینی و دنیوی میامن کی تحصیل کے لئے اور صوری و معنوی مقاصد کے حصول کے لئے اقبالمند بزرگوں کے ساتھ انتساب پیدا کرتے ہیں اور ایک دلی و یک جہتی کی بنا کو مستحکم کرتے ہیں اور اس طرز سے نظام دولت کو سرانجام دیتے ہیں اس لئے شاہ طہماسپ نے اپنے چچا کے بیٹے سید بیگ بن معصوم بیگ کو ایلچی کے طرز پر یہاں بھیجا کہ وہ حضرت جنت نشانی (ہمایوں) کی تعزیت کرے اور جلوس شاہنشاہی کی تہنیت دے۔ وہ عربی عراقی گھوڑے اور نفائس واقمشہ و بدائع اشیاء تحفہ کے طور پر ایک مکتوب کے ساتھ لایا جسکا مضمون یہ تھا کہ سب جانتے ہیں کہ ہمارے اور پادشاہ غفران دستگاہ

(ہمایوں) کے ساتھ خصوصیت ذاتی اور نہایت رابطہ صوری ثابت و محقق تھا اور ہم میں محبت و دوستی کا عہد اور یک جہتی و برادری کا عقد ہوا تھا۔ اس بادشاہ عالی شان کے اعتلا رشان کی طرف ہمیشہ ہماری توجہ رہی۔ اب اس محبت موروثی کی تجدید کی جاتی ہے کہ جس سے مراسم مخالصت و موافقت کی تقدیم ہو۔ پادشاہ نے اس ایلچی کو دو لاکھ روپیئے دیکر رخصت کیا۔ اور مکتوب کا جواب باصواب لکھا۔

شہنشاہ نے آگرہ کے دار الخلافہ سے فتحپور کی طرف جانیکا قصد شکار کے ارادہ سے کیا جب منڈ ہاکر گانوں کے قریب آیا تو خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین سرہٗ کے تفاخر و مناقب قوالوں کے اس کے روبرو گائے۔ خواجہ کے جلائل کمالات و خوارق عادات بارہا اسکی مجلس میں پہلے بھی مذکور ہو چکے تھے وہ ہمیشہ حق اور حقیت کا جویا رہتا تھا اور فرط طلب سے وہ ملک تقدس کے مسافروں سے توسل اور استمداد ہمت چاہتا تھا۔ اس سبب سے خواجہ کے مرقد کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ عین شکار گاہ میں صید معنوی کا عزم مصمم ہوا۔ چہارشنبہ ۸۔ جمادی الاولی ۹۶۹ھ کو چند ہمراہیوں کے ساتھ اجمیر کی طرف روانہ ہوا جب موضع کلاولی میں وہ آیا تو چغتی خاں نے عرض کیا کہ راجہ بہاری مل کچھواہہ جیوتوں کا بڑا راجہ ہے وہ ہمیشہ حضور کے خاندان کا دولت خواہ رہا ہے وہ ایک مدت سے شرف الدین حسین مرزا کی بدسلوکی سے پہاڑوں میں متحصن ہے اگر ارشاد ہو تو اس کو بلا لوں۔ اس راجہ کے ستم زدہ ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ میوات اور اس کے حدود مرزا شرف الدین کو جاگیر میں دی گئیں تو مرزا نے یہ کہا کہ قصبہ انبیر پر قبضہ کرلوں۔ یہ قصبہ ولایت مارواڑ میں راجہ بہاری مل کے بزرگوں کا دار الریاست تھا اس اثنا میں راجہ بہاری مل کے بڑے بھائی کے بیٹے سوجا مل نے جو ریاست اپنی لینی چاہتا تھا مرزا سے مل کر لشکر کشی کرادی۔ مرزا پاس جمعیت زیادہ نہ تھی اس طرح صلح کرلی کہ کچھ روپیہ راجہ نے مقرر کیا اور بہاری مل کے بیٹے جگن ناتھ کو اور بھتیجوں راج سنگہ پسر اسکرن اور کنگار پسر جگمال کو گرو کیا۔ جس کو ہندی میں کہتے ہیں کہ اول لیا۔ اور اجمیر کی طرف مرزا چلا گیا اس سال میں اس کا ارادہ مصمم تھا کہ لشکر

زیارت خواجہ اجمیر ۹۶۹ھ

فراہم کرکے اس خاندان کا نام ونشان باقی نہ رکھے۔

شہنشاہ اکبر نے چغتے خاں کو اجازت دی کہ راجہ کو بلالے جب وہ قصبہ دیوسہ میں آیا تو یہاں کے آدمی فرار ہوگئے اس پر شہنشاہ نے ارشاد کیا کہ ہم تو سوا عنایت و رافت کے کوئی اور امر جمہور خلق کے ساتھ کرتے نہیں۔ کوئی وجہ اس گروہ کے ملک کے ویران کرنے کی نہیں ہوسکتی۔ مگران صحرانشین وحشیوں نے جو مرزا اشرف حسین سے آزار کھینچا ہی اس پر ہم کو قیاس کرکے وہ ہراساں ہوئے ہیں۔ راجہ بہاری مل کے بھائی روپسی کا بیٹا جےمل شہنشاہ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ روپسی اس قصبہ میں راجہ تھا اسکو شہنشاہ نے بلایا وہ بھی آیا۔ دوسرے دن قصبہ سانگانیر میں چغتے خاں راجہ بہاری مل کو لایا اور بساط بوس کرایا۔ راجہ نے اپنی بیٹی کی شہنشاہ سے بیاہ کرنے کی درخواست کی اس نے منظور فرمائی اور اس کو اس بیاہ کی تیاری کے لئے رخصت کردیا۔ قصبہ سانبھر میں جب شہنشاہ آیا تو مرزا شرف الدین حسین مرزا اس پاس آیا۔ شہنشاہ نے راجہ بہاری مل کی خاطرداری کے لئے اس سے جگن ناتھ وراج سنگھ وکنگار کو جو مرزا کے گرو میں تھے مانگے۔ مرزا نے اس کو قبول کیا مگر وقت کو ٹالتا رہا۔ شہنشاہ اس کو سچا جان کر اون کے آنے کا مترصد رہا۔ پھر شہنشاہ نے اجمیر میں جاکر حضرت خواجہ کے روضہ منورہ کی زیارت کی۔ اسکا ارادہ ہوا کہ یہاں سے جلد معاودت کروں۔ اس لئے شرف الدین حسین کو میرٹھ (میرتھا) کی تسخیر کا حکم دیا اور اس کی کمک کے واسطے اور امرا مقرر کئے۔ اور دارالخلافہ کو روانہ ہوا اور مرزا کو حکم دیا کہ گروگرفتہ کو حاضر کرے سانبھر میں مرزا ان آدمیوں کو لایا۔ راجہ بہاری مل نے اپنی بیٹی کی شادی شہنشاہ سے بڑی دھوم دھام سے کی۔ یہ پہلا ہی راجپوت راجہ ہے جس نے شہنشاہ کی اطاعت قبول کی اور اپنی بیٹی بیاہی۔ اس کے چار بھائی تھے۔ جن کے نام پورن مل۔ روپسی۔ اسکرن۔ جگمل تھے۔ اس خاندان نے رتبہ والا پایا۔ اس کی اولاد کی خیرخواہی اور والا جاہی کا بیان اپنے اپنے موقع پر ہوگا۔ جب شہنشاہ رتنبھور کے سواد میں آیا تو راجہ بہاری مل مع فرزندوں اور خویشوں کے خدمت شاہی میں آیا اور مان سنگھ خلف راجہ بھگونت داس خلف

مرزا شرف الدین حسین اور راجہ بہاری مل کے واقعات اور شہنشاہ کا راجہ کی لڑکی سے بیاہ کرنا ۹۶۹ھ

راجہ بہاری مل اول دفعہ شہنشاہ کی نظر عنایت سے سرافراز ہوا۔ راجہ یہیں سے رخصت ہوا۔ اور راجہ بھگونت داس اور مان سنگھ اور معزز رجپوتوں کو وہ اپنی ساتھ لیکر دارالخلافہ میں روز جمعہ ۸۔ جمادی الاخری ۹۶۹ سنہ کو داخل ہوا۔

اس زمانہ میں قلعہ میرٹھ (میرتھا) مالدیو راجہ مارواڑ کے قبضہ میں تھا۔ ہندوستان کی رسم و اسم کے اعتبار سے یہ راجہ اور رایوں اور راجاؤں میں مزید اعتبار اور وفور اقتدار میں امتیاز رکھتا تھا اس نے اس قلعہ کو جگ مال کو جو اُسکے بزرگ سرداران میں سے تھا حوالہ کیا تھا۔ اور پانچسو چیدہ رجپوت اسکی کمک کے واسطے مقرر کر رکھے تھے جن کا سردار دیوداس تھا۔ وہ جرأت و ہمت میں اس گروہ میں پیش دست تھا۔ حکم شاہی کے مطابق شرف الدین حسین افواج کے ساتھ اس قصبہ میں آیا اور بے محابا تہور کرکے لشکر کو قلعہ کے نیچے لے آیا۔ ابھی سپاہیوں نے اپنے چہرہ کی گرد نہ جھاڑی تھی۔ گھوڑے آب و آتش میں غرق تھے۔ چار سواروں نے جاکر قلعہ کے دروازہ پر تیر لگائے۔ رجپوتوں نے اینٹ خشت و سنگ تیر و تفنگ چلائے۔ دو سواروں کو مار رکھا۔ دو کو زخمی کرکے بھگایا۔ پھر مرزا شرف الدین نے آہستہ کام کرنا اور قلعہ گیری کا اسباب فراہم کرنا شروع کیا۔ شہر میں قیام کیا۔ قلعہ نشین روز لڑتے۔ قلعہ کے ایک برج کی تہ تک سُرنگ لگائی گئی اور بارود سے بھری گئی اور اُڑائی گئی جس سے برج دہنئے کی روئی کی طرح اڑ گیا۔ حصار میں ایک بھنیا قا پڑ گیا۔ پادشاہی لشکر اندر گھسا۔ راجپوت جان سے ہاتھ دھوکر دن بھر خوب لڑتے رہے۔ رات کو دونو لشکر اپنے اپنے مورچوں پر گئے رجپوتوں نے راتوں رات قلعہ کے رخنوں کو بھر کر مستحکم کر لیا۔ مگر آخر کار اہل قلعہ کا قافیہ ایسا تنگ ہوا کہ قلعہ انکے لئے زنداں بن گیا۔ اہل قلعہ پناہ مانگتے تھے اور باہر جانا چاہتے تھے مگر مرزا راضی نہیں ہوتا تھا آخر کو یہ قرار پایا کہ اہل قلعہ تمام اسباب چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ ملک گیری کے آداب میں داخل ہے کہ زنہاریوں کا عجز قبول کیا جائے۔ اس لئے لشکر شاہی نے انکو راہ دی۔ جگمال تو باہر چلا گیا۔ دیوی داس نے مرنے کا ارادہ کیا۔ اور سارا اسباب اپنا جلا دیا۔ چار پانچ سو سوار لے کر لشکر شاہی کے روبرو آیا۔ ایک رجپوتوں کی جماعت جنمیں جی مل اور ون کرن سردار

فتح میرٹھ سنہ ۹۶۹

پادشاہی لشکر میں تھے ۔ اور وہ اہل قلعہ سے قدیم نزاع رکھتے تھے ۔ اس نے مرزا شرف الدین حسین سے کہا کہ آدمیوں نے متفق عہد کیا کہ اپنے اسباب کو جلایا اور قرار دادیہ تھی کہ اسباب کو چھوڑکر باہر جائینگے جب وہ اپنے پیمان پر ثابت نہیں رہے تو انکو سلامت جانے دینا ایسے حال میں کہ وہ مغلوب ہوئے دور اندیشی سے دور ہے ۔ مرزا نے بھی یہ رائے انکی پسند کی ۔ لڑائی کی تیاری کی ۔ دیوی داس بھی پھر کر پادشاہی لشکر سے ایسی مردانہ لڑائی لڑا کہ داستان رستم کو دکھایا ۔ بلکہ اس کو بھلا دیا ۔ آخر کار وہ گھوڑے سے گرا اور ایک گروہ نے اسکو پارہ پارہ کیا ۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ زخمی ہو کر بھاگ گیا ۔ پادشاہی لشکر فتحمند ہوا ۔ اور تمام ولایت میرتھ اور قلعہ میرتھ ۔ اولیائے دولت کے قبضہ میں آئے ۔ جو رجپوت زندہ باقی رہے وہ مالدیو پاس چلے گئے ۔ اس قلعہ نے میواڑ کے راجہ اور شہنشاہ کے درمیان چھیڑ چھاڑ شروع کرادی ۔

شمس الدین محمد خاں انگہ کا پنجاب سے آنا ۹۶۹ھ

اوائل ربیع الاول ۹۶۹ھ میں شمس الدین محمد خاں انگہ جس کو اعظم خان کا خطاب ملا تھا پنجاب سے شہنشاہ کی خدمت میں آیا ۔ شہنشاہ نے اپنی عنایت سے معاقد مالی و ملکی کی تنظیم اور سپاہی و رعیت کی مہام کا انصرام اس کو سپرد کیا ۔ ماہم انگہ حسن خدمات اور فزونی خرد و فراوانی عقیدت سے اپنے تئیں وکیل السلطنت بالاستقلال سمجھتی تھی وہ اس بات سے آزردہ ہوئی منعم خان خانخاناں کہ بظاہر وکیل ہو کر مسند وکالت کو آرایش دیتا تھا ۔ وہ بھی آزردہ دل ہوا ۔ وہ انصاف و فارغی خاطر و ناچسپانی مشاغل دنیوی کہاں ہیں ۔ کہ ایسے شخص کو کہ مشاغل گیتی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھالے ۔ اور اشغال مہمات کا متکفل ہو اس کو اعظم عطیات الٰہی جانکر شکر بجالائیں کہ اس زمانہ میں خان اعظم کو منعم خان و ماہم انگہ امداد غیبی سے شمار کرتے ۔ اور سچے دل سے آداب شکر بجالاتے اور نہ اس سے انگار دروں اور آزردہ دل ہوتے ۔ انصاف کی پیشگاہ میں حقیقت کار یہ ہے ۔ جب کوئی خدمت گذار کاموں کو اچھی طرح کرے تو اس سے آزردہ ہونا بیراہ جانا ہے ۔ اور خواہش نفس کا مغلوب ہونا ۔ بلکہ اپنی پانوں سے آپ گرانا اور اپنے ہاتھ سے خراب کرنا ہے ۔ ادہم خاں چھوٹا بیٹا ماہم انگہ کا جسکی عقل درست تھی جوانی میں مست و دولت میں مدہوش تھا ۔ عہدہ سے معزول تھا ہمیشہ شمس الدین انگہ پر حسد کرتا تھا منعم خاں خانخاناں بھی اس بیماری سے دردمند تھا مگر وہ دور کی سوچتا تھا میٹھی چھری تھا

ادہم خاں فتنہ و غدر پر تحریک کرتا تھا شنبہ ۱۲۔ رمضان ۹۶۹ھ میں ایک عجیب امر یہ واقع ہوا کہ دولتخانہ کے دیوان میں منعم خاں و انگہ خاں و شہاب الدین احمد خاں اور بڑے بڑے آدمی بیٹھے ہوئے مہمات سلطنت میں مشغول تھے۔ کہ ادہم خاں بے اعتدالانہ ایک جماعت کے ساتھ جو اس سے زیادہ بے اعتدال تھی بارگاہ دولت میں آیا۔ حاضرین مجلس اسکی تعظیم کو سرو قد کھڑے ہوئے۔ مگر انگہ خاں نے بھی نیم قد سے تعظیم کی۔ سرو قد تعظیم نہ دینے کا بہانہ بنا کے خنجر کھینچکر اوسکی طرف وہ گیا اور اپنے آدمیوں کو کہا کہ کیا دیکھتے ہو۔ ہاتھ صاف کرو غرض اس بزرگ کو دولتخانہ کے صحن میں شہید کیا۔ پھر اس بیباکی کو دیکھئے کہ یہ خون کرکے بھاگا نہیں۔ حرم سرائی کیطرف متوجہ ہوا۔ دولتخانہ سے صفہ پر گیا جو چاروں طرف سے آدمی کے آدہی قد کی برابر اونچا تھا۔ تلوار ہاتھ میں تھی اندر جانیکا ارادہ تھا۔ حاضرین مجلس پر ایسی بیہوشی چھائی کہ نہ انہوں نے اُسے مارا نہ سب نے ملکر اوسکو پکڑا نہ وہ اسکے معنی سمجھے کہ تلوار ہاتھ میں لیکر کس ارادہ سے وہ محلسرا کے اندر جاتا ہے۔ جب اس قتل سے غوغا مچا تو پادشاہ نے قصر کی دیوار سے جھانک کر حال پوچھا۔ رفیق نے سارا ماجرا سنایا۔ تعجب کرکے اس سے دوبارہ پوچھا تو اُسنے لاش کو دکھایا۔ بادشاہ غصہ میں بھرکر دوسرے دروازہ سے تلوار ہاتھ میں لیکر آیا۔ ادہم خاں کو دیکھ کر کہا ای لاڈے بچے تو نے میرے انگہ کو کیوں مارا۔ اس گستاخ نے پادشاہ کے دونو ہاتھ پکڑ لئے۔ اور کہا کہ آپ تحقیق کیجئے غور رسی فرمائے۔ کچھ تلاش کیجئے۔ پادشاہ نے تلوار کو چھوڑ کر دونوں ہاتھ اپنے چھڑائے اور اسکی تلوار کیطرف ہاتھ پھیلائے کہ اس اثنا میں وہ بھی اپنی تلوار کی طرف متوجہ ہوا شہنشاہ نے ایک گھونسا اسکے منہ پر مارا کہ وہ گرا۔ اس گھونسہ کا نشان اسکے چہرہ پر گرز لگنے کا نشان معلوم ہوتا تھا۔ فرحت خاں و سنگرام وہاں کھڑے تھے۔ انکو شہنشاہ نے غصہ سے کہا کہ کیا تماشہ دیکھتے ہو اس دیوانہ کو باندہو۔ انہوں نے اوسے باندہ لیا۔ حکم دیا کہ صفہ کے اوپر سے اوندہا منہ کرکے نیچے پھینکو۔ لوگوں نے اسکا ملاحظہ کرکے اس طرح پھینکا کہ اسکی نیم جاں باقی رہی تو پادشاہ نے پھر اسکو اوپر گھسوٹ کر نیچے پھینکا تو جان نکل گئی۔ منعم خان خانخاناں و شہاب الدین احمد خاں بھی غضب شاہنشاہی کے خوف کے مارے بھاگ گئے۔ یوسف محمد خاں پسر بزرگ انگہ خاں نے اپنے باپ کے واقعہ کا حال سنا تو انگہ خیل کو مسلح ساتھ لیا اور ادہم خاں اور ماہم انگہ کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر جب اسنے

ادہم خاں کا انگہ خاں کو مارنا ۹۶۹ھ

ادہم خاں کا مارا جانا اور ماہم انگہ کا مرنا ۹۶۹ھ

یہاں آنکر دیکھا کہ خود شہنشاہ نے انصاف کردیا تو وہ پھر کچھ نہ بولا۔ شہنشاہ نے حرم سرا میں جاکر ماہم انگہ سے کہدیا کہ ادہم نے ہمارے انگہ کو مارا ہم نے اُسے مارا۔ وہ یہ سُنکر پادشاہ کے ادب کے سبب سے ظاہر میں روئی پیٹی نہیں۔ مگر دل اُسکا زخم جانستان سے مجروح ہوا۔ چہرہ کا رنگ فق ہوگیا۔ بیٹے کو دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر پادشاہ نے اسکی تسلی تشفی باتیں کہکر روک لیا۔ اوسی روز پادشاہ نے دونو نعشیں دلی بھیجدیں ماہم انگہ پہلے سے بیمار تھی۔ اب بیٹے کی سوگواری میں اور زیادہ مریض ہوئی اور بیٹے کے چہلم کے دن شوال میں جاں بحق ہوگئی۔ پادشاہ کو اس اپنی انگہ کا نہایت غم ہوا وہ رویا اور اُسکا جنازہ دہلی روانہ کیا۔ کچھ قدم خود بھی اس کے ساتھ گیا۔ ان ماں بیٹوں کے مقبرہ پر ایک عمارت عالیشان تعمیر کرادی جو ابتک تین سو برس گذرنے پر پادشاہ کی شان و شوکت و نیک سیر ہونے پر شہادت دیتی ہی

آدمی زاد کی نہاد میں دو امر غریب ہیں۔ اول طبیعت کہ نہ اس میں تمیز ہے نہ اسکی آنکھیں ہیں دوم عقل کہ دوربین کارشناس ہے۔ اکثر آدمی بے پروائی سے تباہ اندیشوں میں گرفتار ہوکر خرد کو کہ کارفرما صلاح اندیش ہے معزول کرتا ہے اور طبیعت کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور جو کام اسکے لئے کہ دشمن سو فکر و تدبیر سے نہیں کرسکتا۔ وہ بے فکری سے اپنے لئے آپ سامان کرلیتا ہی اسکی مثال خانخاناں منعم خاں کا حال ہی۔ کہ پادشاہ نے اسکو کس اعزاز و احترام سے کابل سے بلایا۔ اور منصب وکالت و حکومت کل عنایت کیا۔ ان نعمتونکی قدر اُسنے کچھ نہ کی۔ اس خوف سے کہ واقعہ خان اعظم و ادہم خاں میں وہ بھی اس آتش کی شعلہ افروزی میں متہم تھا۔ اُسی روز بھاگ گیا۔ وہ اپنی نامعاملہ فہمی سے یہ سمجھتا تھا کہ بعد اس واقعہ کے اس خاندان کی کارگاہ حل و عقد اور جمیع مہمات ملکی و مالی کا بند و بست اسی کے اختیار و اقتدار میں بغیر کسی دوسرے آدمی کی شرکت کے ہوگا۔ مگر یہ بات بنتی نہیں تو اسکو یہ سوداے خام ہوا کہ پادشاہ کی درگاہ سے بھاگ کر کابل اپنے بیٹے غنی خاں حاکم کابل پاس جائے۔ اس ارادہ سے دار الخلافہ سے بھاگ کر دامن کوہ کی راہ لی محمد قاسم میر بحر اس کے ساتھ تھا۔ جب پادشاہ نے سنا تو فرمایا کہ منعم خاں کہیں جانے کا نہیں جلد آجائیگا۔ فرصت جو امیروں نے ہرچند پادشاہ سے تصریحاً وکنایتاً عرض کیا کہ اس کا اسباب و اموال ضبط کیا جائے مگر اس فراخ حوصلہ قدر دان

منعم خاں کا بھاگنا اور پکڑا جانا ۹۶۹ھ

بادشاہ نے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ کابل میں چلا جائیگا تو وہ بھی ہمارا ملک ہے اس حال میں بھی وہ ہمارا ملازم ہے۔ وہ تنگ دلی کے سبب سے بھاگا ہے یہ نہیں ہے کہ وہ ہمارا دو نخواہ نہیں ہے۔ اگر وہ نہ آئیگا تو اسکا مال و اسباب اس پاس ہم روانہ کر دینگے۔ کوئی شخص اسکے اسباب کو انگلی نہ لگائے چھ روز کی آوارہ گردی کے بعد حوالی پرگنہ سوات میں منعم خاں پہنچا۔ یہ پرگنہ میر محمد منشی کی جاگیر میں تھا اسکے نوکر قاسم علی سیستانی کو جو یہاں شقدار تھا خبر ہوئی۔ کہ دو شاہی امیر جاتے ہیں اسنے جاکر دونو کو گرفتار کر لیا۔ سید محمود بارہ سے نے منعم خاں کو پہچان کر بڑی خاطرداری کی۔ اور بادشاہ پاس لے آیا جسنے سر پر تیغ سیاست چلانیکی جگہ تاج ریاست رکھا۔ وہی منصب وکالت اور خطاب خانخانی عنایت کیا۔

بادشاہ کے تیر لگنا اور اور حالات

۲۵۔ جمادی الاولی ۹۷۱ھ کو دہلی میں بادشاہ آیا تھا۔ ۲۷۔ کو شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے مزار منور پر زیارت کو گیا تھا۔ وہاں سے اولٹا اپنے خیمہ گاہ کو آتا تھا۔ ماہم انگہ کے مدرسہ کے قریب ایک کافر نعمت کھڑا تھا۔ اس نے بادشاہ کو نشانہ بنا کر تیر مارا وہ اسکے داہنے شانہ میں لگا اور ایک وجب اتر گیا۔ تیر کے لگنے سے اس خطاوار کو گرفتار کیا۔ بادشاہ کے خیرخواہوں نے عرض کیا کہ اول اسکے حال کی تشخیص کریں۔ پھر اسکو خاک میں ملائیں۔ مگر شہنشاہ نے فرمایا کہ فوراً اسکو نشانہ اجل بناؤ توقف میں یہ اندیشہ ہے کہ معلوم نہیں وہ ہمارے اخلاص مندوں میں سے کس کس کو متہم کرے اسی وقت اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ بادشاہ نے اپنا تیر نہایت استقلال سے نکلوایا۔ گھوڑے پر سوار ہوکر گھر آیا۔ تھوڑے دنوں میں زخم اچھا ہوا۔ اگرچہ بادشاہ نے اس نابکار کے تشخیص حال سے بمقتضائے دوربینی پردہ پوشی کی۔ مگر اس قدر مشخص ہوا کہ یہ شخص شرف الدین حسین کے باپ کے غلاموں میں تھا اور تعلق فولاد اسکا نام تھا۔ مرزا نے بادشاہ کے قتل کے لئے شاہ ابوالمعالی کے ساتھ اس کو کیا تھا۔ جب ہندوستان سے کابل کی طرف شاہ ابوالمعالی بھاگ گیا تو وہ اسی سبب سے یہاں پڑا رہا کہ بادشاہ کی جان نکالوں۔ بادشاہ کی کتیا کا نام مہوہ تھا اس نے بادشاہ کے زخمی ہونے کے غم میں سات روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا دیوانی ہوگئی

بادشاہ کے تیر لگنا ۹۷۱ھ

کتیا کا لطیفہ

کتا بھی کیا اپنی دفا دکھاتا ہے۔

سلطنت کے منصب والا کا یہ اقتضا ہی کہ معاملات کی باز پرس میں دوست دشمن خویش و بیگانہ کو منظور نظر نہ رکھے اور مظلوم کی داد دی اور ظالم سے مظالم کی عوض سزا دی اور دولت عظمیٰ کے مخصوص اپنی خصوصیت کی نسبت سرمایہ ستم و ستیزہ نہ بنائے۔ اور اگر کوئی ناہنجاری اُن سے ظہور میں آئے تو راست کردار بے خوف و خطر اس مظلمہ کی اطلاع دیں۔ اور ستم رسیدوں کے عرض احوال میں دلیری کریں۔ اس وقت شہنشاہ نے اپنے میں اسی خصلت کو خواجہ معظم کے معاملہ میں دکھایا۔ خواجہ معظم مریم مکانی کا برادر اخیافی (سوتیلا بھائی جسکا باپ اور ہو) تھا وہ اس نسبت کے سبب سے بے اعتدالیاں کرتا تھا بارہا جنت آشیانی (ہمایوں) کے زمانہ میں حرکات ناشائستہ کر چکا تھا مگر پادشاہ اپنی بیوی کے خاطر سے چشم پوشی کرتا تھا۔ یورش بدخشاں جس سال میں ہوئی ہی اُسنے خواجہ رشیدی دیوان جنت آشیانی کو مار کر کابل بھاگ گیا۔ مقربین شاہی نے اس کا قصور معاف کرایا۔ مگر پھر وہی اعمال ناپسندیدہ اس سے سرزد ہوئے جسکے سبب سے نکالا گیا۔ حجاز گیا وہاں حج کر کے اپنی شرارتوں پر اور شرارتیں بڑھا کر ہندوستان میں آیا۔ ایک دفعہ دولت سرائے شاہنشاہی میں اعیان اور ارکان سلطنت جمع تھے۔ مرزا عبداللہ مغل کو بیوجہ گھونسے مارے اور لاتیں خوب لگائیں۔ دوسری دفعہ بیرام خاں سے بدرشتی پیش آیا اور خنجر پر ہاتھ دوڑایا۔ پھر وہ خارج ہوا۔ گجرات میں گیا اپنی بدخوئی کے ہاتھ میں گرفتار رہا وہاں سے شہنشاہ پاس اول مرتبہ آگرہ میں آیا۔ اس کے ساتھ رعایت و عنایت کی گئی بی بی فاطمہ جنت آشیانی کی اُردو بیگنی تھی۔ اور شہنشاہ اکبر کے محل میں بہ اعتبار رکھتی تھی۔ اس کی بیٹی آغا دختر خواجہ کی بیوی تھی ہمیشہ اس کی ناجنسی و بدخوئی کے سبب سے زندان بلا میں گرفتار رہتی تھی۔ اور طرح طرح کے آزار اُٹھاتی تھی۔ ایک دن مضطربانہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ استغاثہ پیش کیا کہ خواجہ اپنے پرگنہ کو جاتا ہے اور میری بیٹی کو ہمراہ لیجاتا ہے۔ اپنی بدخوئی اور بدگمانی سے بار بار وہ کہہ چکا ہی کہ میں

خواجہ معظم کا اپنی بیوی کا قتل کرنا اور اس کی سزا پانا ۹۷۰ھ

تیری بیٹی کو مار ڈالونگا۔ لگریباں دار الخلافہ میں حضور کے خوف سے اس امر کا مرتکب نہیں ہوتا اب
معلوم نہیں اپنی جاگیر میں لیجاکر اسکا حال کیا کرے۔ شہنشاہ نے اس قدیم الخدمت عورت کی گریہ وزاری
پر رحم فرماکر ارشاد کیا کہ اب میں شکار کو جاتا ہوں۔ تیری خاطر سے میں خواجہ معظم کے گھر کی طرف سے جاؤنگا
وہ برسر راہ مجھے سلام کرنے آئیگا۔ میں اُسے سمجھاکر منع کردونگا کہ وہ تیری لڑکی کو ساتھ نہ لیجائے۔ جب
بادشاہ اسکے گھر کی طرف چلا تو اس نے دستم خاں و مقبول خاں کو بھیجکر خواجہ کو اپنے آنے کی اطلاع دی
بادشاہ کا مطلب جو اس اطلاع سے تھا وہ سمجھ گیا۔ اس نے جھنجھلاکر بادشاہ کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ تم جاکر
حضور سے کہدو کہ وہ نہیں آتا۔ اور غصہ میں لال پیلا ہوکر اپنی حرم سرا میں گیا۔ وہاں زہرہ آغا حمام میں نہاکر
کپڑے پہن رہی تھی کہ اس سفاک نے خنجر سے اسکا کام تمام کیا۔ روزن خانہ سے سر نکال کے جس جگہ
دستم خاں کھڑا تھا خون سے بھرا ہوا خنجر ڈالدیا۔ اور چلایا کہ میں نے خون کیا خون کیا جاکر کہدو۔ دستم خاں
نے اس خبر کو حضور میں پیش کیا۔ یہ دیکھکر شہنشاہ قہر و غضب میں بھرکر خواجہ کے گھر میں آیا۔ خواجہ بھی تلوار
کے قبضہ پر ہاتھ دہر سامنے آیا۔ شہنشاہ نے للکار کر کہا کہ یہ کیا وضع ہے کہ شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ دہرا
ہے۔ اگر تونے اس کو ذرا حرکت دی تو تیرا سر اسی تلوار سے اُڑادونگا۔ خواجہ کے ہاتھ پاؤں دبدبۂ
شاہی سے پھول گئے۔ آدمیوں نے اُسے مقید کرلیا۔ اسکا ایک گجراتی غلام تلوار لئے خواجہ کے پیچھے کھڑا
ہوا تھا اوسکے تیور بگڑے ہوئے شہنشاہ نے دیکھ کر قتلق قدم خاں سے فرمایا کہ بزن۔ یہ حکم ہوتے ہی
قدم نے اس صفائی سے اسکا سر اُڑایا کہ بن سر اکچھ دیر تک کھڑا رہا۔ اس کی گردن سے خون بہتا رہا
دیوانہ خواجہ سے پوچھا گیا کہ تونے اس عاجزہ کو کس گناہ کے سبب سے مارا۔ تو یہ سفاک بیباک بیہودہ
بکواس کرنے لگا۔ لات گھونسوں سے خاموش کیا گیا۔ پھر دریا پر اسکو لاتیں مارتے ہوئے بال کھینچے ہوئے لائے
اسکے لئے اور اسکے ملازموں کیواسطے جو اسکی بدمستی و آشفتہ دماغی میں ہم کاسہ تھے حکم ہوا کہ ہاتھ
اور گردن باندہ کر جمنا میں غوطے دئے جائیں۔ ہرچند خواجہ کو بہت غوطے دئے گئے مگر وہ اپنی
سخت جانی سے ہرزہ گوئی سے باز نہ آیا۔ اور بزرگان دین کو گالیاں دیتا رہا جس سے
جانتا تھا کہ بادشاہ کو سخت رنج ہوتا ہے۔ سب کو یقین تھا کہ ان غوطوں میں موج فنا کی تھپیڑو نمیں

مرجاویگا۔ مگر وہ سنگ دلی اور سخت جانی سے زندہ رہا تو شہنشاہ نے اسکو نقیل خاں کے حوالہ کیا
اور قید کرکے قلعہ گوالیار بھیجدیا۔ یہاں دیوانہ ہوکر قید میں مرگیا۔

تھانیسر میں ایک ایسا بڑا تالاب ہے جسکو چھوٹا دریا کہنا چاہیئے۔ وہاں ایک فضاء وسیع ہے جسکو کرکھیت
(کرچھیتر) کہتے ہیں۔ گرہن کے دن یہاں ہندوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ سونا۔ چاندی۔ جواہر۔ اقمشہ۔
امتعہ نفیسہ ظاہر و پوشیدہ پن ہوتے ہیں۔ زر کو یہاں پانی میں ڈالتے ہیں جس سے کہ ع گفتہ است نکوئی
کن و در آب انداز۔ کا مضمون سمجھ میں آتا ہے۔ اس سال میں بادشاہ کے آنے سے پہلے بہت سے
سناسی یہاں جمع ہوگئے تھے۔ اسکے دو گروہ تھے ایک کا نام کُرتھا۔ دوسرے کا نام پوری۔ ایک جگہ
پر دونوں کا جھگڑا ہوا۔ ہر ایک کہتا تھا کہ ہم وہاں اُترینگے۔ ان لوگوں کی تجرد گزینی اس وجہ سے نہیں ہے کہ انکا
دل دنیا سے سرد ہے۔ اگر نفس الامر میں تارک دنیا ہوتے تو ہمیشہ آزمند ہوکر شہوت و غصہ کے مغلوب اور حرص و
قہر کے مقہور نہیں ہوتے۔ ان میں نزاع کا باعث یہ تھا کہ تالاب کے کنارہ پر ایک مکان متعین تھا کہ وہاں گروہ
پوری بیٹھکر وام گدائی بچھاتے تھے۔ ہزاروں ہندو ان کو پن دیتے تھے۔ ان دونوں میں گروہ کُر نے
غلبہ کرکے پوریوں کی جگہ چھین لی۔ یہ کُروں سے لڑ نہیں سکتے تھے کہ اپنی جگہ اُن سے چھٹا لیتے
ان کے گرو کیسو پوری نام قصبہ انبالہ میں شہنشاہ کی خدمت میں دادخواہ آئے کہ ہماری جگہ کُروں نے
زبردستی چھین لی ہے۔ اگرچہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے مگر ہمت کرکے ان سے لڑینگے اپنا خون خاک
میں گرائینگے۔ یا اس قطعہ خاک کو ان سے لینگے۔ کُروں کے گرو نے آن کر یہ عرض کیا کہ یہ جگہ موروثی
ہماری ہے پوریوں نے چند مدت سے چھین لی ہے۔ اب ہم یہاں آنکر بیٹھے ہیں۔ جبتک بدن سے
جان کا تعلق ہے ہم کو اس زمین سے تعلق ہے جب بادشاہ تھانیسر میں آیا تو ان کے معرکہ میں
گیا۔ دونو گروہ ایسے اپنے اپنے جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ شہنشاہ نے ہرچند انکو سمجھایا کہ
لڑو بھڑو نہیں۔ مگر اس سمجھانے سے اور زیادہ بگڑے تو بادشاہ نے ادن کو لڑنے کی اجازت دیدی
کہ وہ اپنے کئے کی سزا پائیں۔ اتفاقاً اُس دن ان سناسیوں کا ہجوم بہت زیادہ آگیا تھا
جانبین سے صفیں آراستہ ہوئیں۔ اول ہر طرف سے ایک مرد لاف زن آگے آیا اور تلوار سے لڑا

تھانیسر کے تالاب پر سناسیوں اور جوگیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھنا ۹۷۴ھ

پیر تیر و کمان سے۔ آپسمیں خوب تیر باران ہوا۔ پوریوں کے گروہ نے گرون پر تیر مارنے شروع کئے پوری کم تھے اس لئے پادشاہ نے چند نفر کہ جنگ سنگ خوب جانتے تھے۔ اور نیمچائے توران اور چرب لے ہندوستان کو اشارہ ہوا کہ پوریوں کی کمک کرو۔ اس کمک شاہی سے پوریوں کا پلہ بھاری ہوا۔ انہوں نے گرون کے گرد آنند کو بارگران کو پراگندہ کردیا۔ پادشاہ نے یہ تماشا دیکھکر اپنی سپاہ سے ایسا انتظام کرادیا کہ پھر دنگہ فساد کچھ نہیں ہوا۔ لاہور سے پادشاہ دہلی کو آتا تھا کہ راہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔

سال نہم جلوس ۹۷۲ھ کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ صوبہ بہار میں ہندوستان کے قلاع والا ارتفاع میں سے ایک قلعہ رہتاس ہے جو ایک پہاڑ پر نہایت بلند ہے اور عرض طول اسکا پانچ کوس سے زیادہ ہے۔ زمین ہموار سے اس قلعہ کی سطح کا ایک کوس کا ارتفاع ہے اس میں سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس بلندی کے اس میں جس جگہ چاہو دو دو گز نیچے کھودو تو میٹھا پانی نکل آتا ہے۔ اس قلعہ کی بنا کی ابتدا سے کسی فرمانروا نے سوا شیر شاہ کے اس پر استیلا نہیں پایا۔ ہم آیندہ لکھیں گے کہ شیر خاں نے اس کو کس فریب سے لیا تھا۔ یہ قلعہ فتح خاں ٹپنی کے ہاتھ آیا۔ وہ شیر خاں کے بڑے سرداروں میں تھا۔ اس قلعہ کی پشت گرمی سے وہ سلیمان کررانی حاکم بنگالہ سے خوب منازعت کرتا تھا اور دور بینی کے سبب سے شہنشاہ اکبر پاس بھی ہمیشہ عرضداشت بھیجتا رہتا تھا اور اسمیں اپنی دولتخواہی کا اظہار کرتا تھا۔ جن دنوں میں علی قلیخان زمان کی بغاوت نے شہرت پائی تو پادشاہ نے قلیج خاں کو فتح خاں پاس بھیجا کہ اوسکے احوال سے آگاہ ہوکر اسکو اطاعت اور خدمتیں ایسا پختہ کرے کہ جب ہم جونپور میں آئیں تو وہ وہاں آجائے۔ قلیج خاں نے بہت جلد جاکر فتح خاں کو اطاعت شاہی میں پختہ بنایا اور اسکے چھوٹے بھائی حسن خاں ٹپنی کو دار الخلافہ میں پادشاہ کی خدمت میں لایا۔

فتح خاں کی استمالت کے لئے قلیج خاں کا رہتاس بھیجنا ۹۷۲ھ

جب پادشاہ جونپور میں سال دہم ۹۷۳ھ میں آیا تو قلیج خاں کو پادشاہ نے دوبارہ فتح خاں پاس اس نظر سے بھیجا کہ سلیمان حاکم بنگالہ نے قلعہ رہتاس پر فوج بھیج رکھی تھی کہ علی قلیخاں کی مساعدت و معاضدت سے اسکو فتح کرلے۔ سلیمان کے لشکر نے علی قلیخاں کے استظہار سے

پادشاہ کا قلیج خاں کو دوبارہ فتح خاں پاس بھیجنا ۹۷۳ھ

فتح خاں کو تنگ کر رکھا تھا۔ مگر اس اثنا میں جب اس پاس خبر آئی کہ پادشاہی لشکر اسکے سر پر چلا آتا ہی تو اس نے محاصرہ سے ہاتھ اوٹھا کر قلعہ گیری کے دائرہ سے قدم باہر رکھا۔ فتح خاں دورویی اور تزدیر سے اپنا کام چلاتا تھا۔ جب سلیمان کے لشکر کی مزاحمت سے حوالی قلعہ خالی ہوا تو اس نے ذخیرہ و آذوقہ کی گرد آوری میں اہتمام کیا اور اپنے بھائی حسن خاں پاس جسکو قلیچ خاں اپنی ہمراہ پادشاہ پاس لایا تھا۔ مخفی پیغام بھیجا کہ آذوق و ذخیرہ کی طرف سے میرا دل بیفکر ہے تو جس طرح ہو سکے یہاں قلعہ میں چلا آ۔ حسن خاں کا علانیہ جانا تو دشوار تھا اس نے یہ بہانہ بنایا کہ پادشاہ کسی خاص آدمی کو میری ہمراہ کردے کہ وہاں جاکر میں اپنے بھائی کو استمالت شاہی سے یہاں لے آؤں کہ وہ قلعہ کی کنجیاں حضور میں نذر دے۔ اس لئے پادشاہ نے یہ خدمت قلیچ خاں کے حوالہ کی وہ فتح خاں پاس گیا۔ اس نے ظاہری ملائمت منافقانہ بہت کی اور جھوٹے وعدے کرکے وقت کو ٹالا۔ قلیچ خاں نے یہ حال دیکھ کر مراجعت کی۔ اور پادشاہ سے یہ سارا حال عرض کیا۔ پادشاہ نے اس قلعہ کی فتح کو ولایت شرقیہ کی فتح کے ساتھ موقوف رکھا۔

سال دہم جلوس ۹۷۳ھ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حدود سامانہ میں شیر محمد نے تاخت و تاراج کرنی شروع کی۔ خواجہ معظم کا خدمتگار وہ تھا۔ پھر بیرم خاں پاس وہ آیا اس نے حسن صورت کی وجہ سے اپنا مقرب بنایا۔ اور اوس کے اقبال کے زمانہ میں اس نے اعتبار پایا اس کے ادبار کے زمانہ میں وہ سامانہ گیا تھا۔ ان دنوں میں کہ پادشاہ علی قلی کی بغاوت مٹانے کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے فساد برپا کیا۔ ملا نور محمد ترخاں نے کہ ان حدود میں فوجدار تھا میر دوست محمد کو سامانہ میں مقرر کیا تھا۔ شیر محمد نے اس کو اپنے گھر مہمان بلایا اور اپنی مجلس میں ناگاہ ایک تیر اس کے سینہ میں لگایا اور کام تمام کیا۔ اس پرگنہ میں اس کا مال و اسباب جو تھا لے لیا اور پھر مالیر کی طرف گیا اس پرگنہ میں خالصہ کی مقدار کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور آدمی جمع کرکے ولایت محروسہ میں تاخت کرنے لگا۔ ملا نور الدین نے ایک جماعت کو ساتھ لیا۔ اور موضع دہنوری میں کہ سامانہ کی حدود میں ہے پہونچا

حدود سامانہ میں شیر محمد کی تاخت و تاراج ۹۷۳ھ

شیر محمد اپنی عشرت میں مشغول تھا۔ ملا نورالدین فی الحقیقۃ کچھ نہ سمجھا۔ چند آدمیوں کو لیکر مقابلہ کو آیا کہ اس کے گھوڑے نے درخت کے تنہ سے ٹکر کھائی وہ گرا۔ پیادوں کی جماعت نے اُسے قید کر لیا۔ ملا نے اُسے قتل کیا۔

تیموری مرزاؤں کا فساد ۹۷۹ھ

سال یازدہم ۹۷۹ھ کے واقعات میں سے یہ واقعہ ہے کہ خاندان تیمور کے شہزادوں نے غدر مچایا جسکی تفصیل یہ ہے۔ محمد سلطان فرزند رشید سلطان ویس مرزا ابن بایقرا ابن منصور بن بایقرا ابن عمر شیخ بن امیر تیمور تھا۔ والدہ محمد سلطان مرزا کی سلطان علی مرزا کی بیٹی تھی۔ اس مرزا نے اپنی فرمانروائی کے عہد میں محمد سلطان مرزا اپنے نواسے کو خود تربیت کیا تھا۔ جب وہ مرگیا اور خراسان میں تفرقہ عظیم برپا ہوا تو محمد سلطان مرزا حضرت فردوس مکانی (بابر) کی خدمت میں آیا۔ جنے اسپر بہت عنایت کی۔ اور جب جنت آشیانی (ہمایوں) کی سلطنت ہوئی تو بدستور سابق ان پر مہربانی شاہی رہی۔ اسکے دو بیٹے تھے ایک الغ مرزا اور دوسرا شاہ مرزا یہ دونو پادشاہ کے ملازم رہے۔ انکے معاملات جو ہمایوں کے ساتھ ہوئے وہ ہمایوں کی سلطنت کے تاریخ میں بیان ہو چکے ہیں۔ الغ مرزا کو اپنے اعمال کی مکافات لشکر ہزارہ کی تاخت میں ملی اس کے دو بیٹے تھے سکندر مرزا اور محمد سلطان مرزا الغ مرزا کے کشتہ ہونے کے بعد شہنشاہ ہمایوں نے ان لڑکوں کی تربیت کی اور اسکندر مرزا کو الغ مرزا کا اور محمد سلطان مرزا کو شاہ مرزا کا خطاب دیا شہنشاہ اکبر کی سلطنت ہوئی تو اس نے محمد سلطان مرزا کو مع بنا نر و عشائر کے اپنی عنایت سے سرفراز کیا۔ محمد سلطان مرزا بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس کو سپاہ گری سے معاف رکھ کر پرگنہ اعظم پور کہ سرکار سنبل میں تھا۔ خرچ معیشت کے لئے مرحمت کیا۔ کہ یہاں آرام کر کے اشغال دعا میں مشغول ہو بڑھاپے میں اس کے کئی بیٹے ہوئے۔ اول ابراہیم حسین مرزا۔ دوم محمد حسین مرزا سوم مسعود حسین مرزا چہارم عاقل حسین مرزا۔ شہنشاہ نے ان مرزاؤں میں سے ہر مرزا کو لائق جاگیریں سرکار سنبل میں دیں۔ اکثر مہمات میں وہ پادشاہ کے ساتھ رہتے تھے۔ جب اس سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی جاگیروں میں چلے جاتے تھے۔ ان دنوں میں کہ پادشاہ مرزا حکیم کی شورش کے مٹانے کے لئے دارالخلافہ آگرہ سے پنجاب کو روانہ ہوا تو الغ مرزا اور شاہ مرزا اور ابراہیم حسین مرزا۔ و

محمد حسین مرزا نے علم بغاوت بلند کیا۔اپنی ساتھ آدمیوں کو جمع کرکے ولایت سنبل اور اسکے نواح میں تاخت تاراج شروع کی۔جب اس نواح کے سب جاگیردار اس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان میں انسے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی۔اس لئے وہ خان زمان سکندر خاں پاس چلے گئے مگر ان کجرو خود سروں کی اُن شورش طلب بدنہادوں کے ساتھ صحبت نہ نبھی۔کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو سری اور سرداری کا دعوی تھا۔وہاں سے پھر کر دوآبہ میں آن کر اور فساد مچایا نیم کار (نیمکھار) میں گئے۔کہ یہاں کا جاگیردار یار شاہی خواہرزادہ حاجی خاں سیستانی تھا وہ ان کی مدافعت کے لئے کھڑا ہوا۔مگر اس نے لڑکر شکست پائی اور ان شہزادوں کو بہت اسباب اور ہاتھی زر نقد اور اشیا ہاتھ لگے۔اس طرح لوٹتے مارتے دہلی کی حدود میں آئے۔تاتار خاں دہلی کو مستحکم کرکے اور منعم خاں آگرہ سے چلکر انکے مدافعت کے لئے آئے تو مالوہ کو خالی سمجھکر اسطرف چلے۔قصبہ سنیت میں میر معز الملک سے جو پادشاہ پاس پنجاب جاتا تھا دوچار ہوئے۔اسکا اسباب لوٹ لیا۔منعم خاں نے انکا تعاقب صلاح وقت نہ دیکھا وہ آگرہ چلا آیا۔اس جماعت نے جاکر مالوہ کو قبضہ میں کرلیا۔اسوقت مالوہ میں محمد قلی برلاس حاکم تھا اور وہ لبعض مہمات کی ضرورت کے سبب سے پادشاہ پاس گیا ہوا تھا۔اس کے دانا دوخواجہ ہادی معروف بہ خواجہ کلاں نے اجین کو مستحکم کیا۔مگر اسکے جو ہمراہی تھے وہ ایسے ذلیل و رذیل تھے کہ وہ مرزاؤں سے جا ملے۔خواجہ کی بساط میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے لوٹ لیا۔ہنڈیہ میں قدم خاں برادر مقرب خاں دکنی تھا۔محمد حسین مرزا نے جاکر اس کا محاصرہ کیا۔مقرب خاں دکنی قلعہ سنتواس میں تھا۔مہدی قاسم خاں حج کو جاتا تھا اس کا بھائی حسین خاں اس کے ساتھ کچھ دور گیا تھا کہ وہ پھر کر سنتواس میں آیا تھا کہ مرزاؤں کا غوغا سنا تو اس نے بھی قلعہ سنتواس میں پناہ لی۔ابراہیم حسین خاں نے اس کا محاصرہ کیا۔اس اثنا میں محمد حسین مرزا ہنڈیہ پر متصرف ہوا۔قدم خاں کو مارا۔اسکے سر کو قلعہ سنتواس میں لائے تو مقرب خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔وہ مرزا پاس آنکر ملا حسین خاں بھی باہر آیا۔مرزا نے ہر چند اسے نوکری کو کہا۔مگر اس نے اسے قبول نہ کیا۔جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اسنے حکم دیا کہ محمد سلطان مرزا کو اعظم پور سے قلعہ بیانہ میں پہنچادو۔

جب پادشاہ چتوڑ کے قلعہ کو خود گیا تو اس نے سال دوازدہم ۹۷۵ھ میں شہاب الدین احمد خاں کو ان مرزاؤں کے مالوہ سے نکالنے کی خدمت حوالہ کی۔ شاہ بداغ خاں و مراد خاں و حاجی محمد خاں سیستانی اور ایسے ہی اور امیروں کو مالوہ میں جاگیریں دے کر انکے ذمہ اس کام کو کیا۔ وہ قلعہ گاگروں سے رخصت ہو کر جلد اُجین میں پہنچے۔ مرزا پہلے اس سے کہ پادشاہی لشکر پہنچے گجرات بھاگ گئے۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ الغ مرزا جو سب میں بڑا تھا وہ پادشاہی لشکر کی خبر سنکر ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا پاس اجین میں گیا۔ تاکہ سب بھائی متفق ہو کر اپنے لئے کوئی تدبیر نکالیں۔ جب ان کو یہ خبر ہوئی کہ لشکر شاہی قلعہ گاگرون کے قریب ہو گیا تو وہ سب منڈو میں آئے۔ پادشاہی لشکر کا خوف ان پر ایسا طاری ہوا کہ ان کے قدم یہاں بھی تھمے۔ وہ گجرات کی جانب بھاگے۔ اور چنگیز خاں کا دامن پکڑا۔ وہ سلطان محمود گجراتی کا غلام تھا اور اب یہاں فرمانروائی کرتا تھا۔ اب آگے ہم حال لکھیں گے کہ گجرات کے فتح ہونیسے ان مرزاؤں کا کیا ستیاناس ملا۔

نگرچین بسانا و بنانا ۹۷۶ھ

سال نہم ۹۷۶ھ کی سوانح میں سے نگرچین کا بسانا ہے۔ ایک موضع گکرالی تھا۔ اس گل زمین کی آب و ہوا دلکشا۔ اور زمین و صحرا کی طراوت بڑی دلکش تھی۔ اس میں اور دار الخلافہ میں ایک فرسنگ کا فرق تھا۔ پادشاہ نے اس حصار دولت افزا میں دلکش عمارت بنائیں اور جان پرور باغ لگائے تھوڑے دنوں میں چابکدست معماروں نے ان کو تیار کر دیا۔ اور اعیان مملکت اور ارکان خلافت نے اپنے حسب حال یہاں مکانات تعمیر کرائے اور باغ لگائے۔ پادشاہ نے اس جگہ کا نام نگرچین یعنے مکان آرامش و آسودگی رکھا۔ یہاں پادشاہ چوگان بازی اور سیر و شکار سے دل اپنا خوش کیا کرتا تھا۔ نگرچین اس پادشاہی کے عہد میں بالکل ویران ہو کر بے نام و نشان ہو گیا۔

قلعہ آگرہ کا بنانا و رکھنا

پادشاہ کبھی جانداروں کی حیات کے لئے زراعت و تخم ریزی و آبادی سے زمین کی اصلاح کرتا کہ اسباب امیری میسر ہوں۔ کبھی حفظ اموال و اقوات و حراست نام و ناموس اور افراد انسانی کی بقا کی نگہبانی کے لئے مستحکم قلعے بناتا کہ دولت صوری و معنوی کی مراد حاصل کرے۔ ان دنوں دار الخلافہ آگرہ میں کہ ہندوستان کا مرکز تھا۔ ملکی و مالی مصالح کے لئے

ایک ایسے قلعہ عالی کی تعمیر کا حکم دیا کہ وہ اس سلطنت کے لائق ہو۔ پہلے ایک قلعہ شہر کی شرقی سمت
میں جمنا کے کنارہ پر تھا۔ حوادث روزگار کے تصادم سے اسکے ارکان میں اختلال آگیا تھا۔ اسکو بالکل
اوکھیڑ ڈالا۔ اور اسکی جگہ حصن حصین و حصار سنگین بنایا۔ بنیاد اسکی ایسی گہری کھودی کہ وہ پانی سے بھی نیچی گئی
احاطہ اسکا ڈیڑھ میل تھا۔ دیوار کا عرض تین گز پادشاہی اور ارتفاع بیس گز تھا (۶۰ فیٹ) ہر روز تین
چار معمار۔ چابکدست اور قوی بازو مزدور اور عملہ فعلہ ہمیشہ کام کرتا تھا بنیاد سے کنگرہ تک وہ سنگ سرخ سے
بنایا گیا۔ پتھروں کو آہنی حلقوں سے ایسا وصل کیا کہ اسکے اندر بال برابر بھی درز نہ رہی۔ آٹھ سال میں یہ
قلعہ مع کنگروں و فصل و سنگ اندازوں کے تیار ہوا اور ۳۵ لاکھ روپیہ اس میں خرچ ہوا۔ قاسم جان میر بحر
بر اسکی تعمیر کا مہتمم تھا۔ وہ نہایت لائق و قابل افسر و انجنیر (میر عمارت) تھا۔ یہ قلعہ ابتک موجود ہے فرنگستانی سیاح
اسکو دیکھ کر بہت تعریف کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں وہ حقیقت میں ایسا مستحکم نہیں جیسا وہ بظاہر دکھائی دیتا ہے
اس زمانہ کی سائنٹفک انجنیری اسمیں بہت نہیں خرچ ہوئی۔ مگر پھر بھی وہ سارے شہر اور دربار پر اپنی فرمانروائی
کی شان دکھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ پادشاہ کا ارادہ فتحپور سیکری میں اپنے دار الخلافہ بنانے کا تھا
اور وہاں قلعہ کی بنیاد کے نشان بھی ہیں۔ مگر حضرت سلیم چشتی نے اس سے فرمایا کہ یہ مقام فقیر کے
حوالہ کرو۔ اور اپنا قلعہ آگرہ میں بناؤ۔ فتحپور سیکری کی آب و ہوا خراب تھی۔ کوئی دریا وہاں نہ تھا
اس لئے یہاں جمنا کے کنارہ پر جس میں کشتیاں و جہاز چل سکتے ہیں یہ قلعہ تعمیر کرایا۔ شاہجہان نے
اور عمارت بنوا کے اسکو اور زیادہ رونق دلائی جسکا بیان اسکی سلطنت میں ہوگا۔

پادشاہ کا اقبال سال بسال و ماہ بماہ و ہفتہ بہفتہ و روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ ملکوں کی
فتوح۔ ولایتوں کی معموری۔ راہوں کی ایمنی۔ اور نرخ اشیاء کی ارزانی نے ترک و تاجیک و
سپاہی و سوداگر و ملا و درویش اور تمام اقسام کی خلق کو چاروں طرف سے پادشاہ کی
خدمت میں بلایا۔ سال ہشتم ۹۷۰ھ میں کاشغر سے خواجہ معین خاوند محمود سے یہ خواجہ
عبد اللہ معروف خواجگان خواجہ کی اولاد میں سے تھے۔ جب وہ حوالی آگرہ میں آئے تو
اکثر امراء ان کے استقبال کو گئے۔ اور شہنشاہ نے بھی درویش نوازی کی مراسم کو ادا کیا وہ

پیشوائی کو گیا۔ مرزا شرف الدین حسین جنکا ذکر اوپر ہوا انہیں کے صاحبزادہ تھے۔

سال نہم ۱۷۹ھ میں سید اجل امیر مرتضیٰ جو علامہ جرجانی کی اولاد میں سے تھے۔ اور فنون معقول و منقول میں ید طولیٰ رکھتے تھی۔ حرمین شریفین کا طواف کرکے پادشاہ پاس آئے۔ پادشاہ نے بھی انکے آنے کو مغتنم جانا۔ امراء کی بغاوتیں سات سال تک رہیں۔ جب عبداللہ خاں اوزبک مالوہ سے شکست پاکر گجرات بھاگا ہے تو اور اوزبک سرداروں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ نوجوان پادشاہ بابر کی اولاد ہے جو اوزبک کے خون کی پیاسی تھی وہ اپنے باپ دادا کا بغض ہم سے نکالیگا اور ہمکو ذلیل و خوار کریگا ۹۷۲ھ میں اکثر اوزبک سردار باغی ہوئے خانزماں اور آصف خاں۔ سکندر خاں وغیرہ نے سرکشی اختیار کی۔ پادشاہ نے ان باغیوں کی لڑائیوں کا خاتمہ اس خوبی سے کیا کہ وہ اسکی عقل و دانش کا کارنامہ ہے۔ ان باغیوں کی لڑائیوں کی صورتیں مختلف رہیں۔ ان میں پادشاہ کی فتح اکثر رہی۔ مگر کبھی کبھی باغیوں کو بھی فتح ہوئی۔ ان سب صورتوں میں پادشاہ نے اپنی اطاعت کے لئے نہیں بلکہ انہیں کے فائدہ کے لئے انکو اپنا دوست بنایا۔ بعض باغیوں نے اطاعت اختیار کرکے اپنی حالت پہلے سے بہتر کرلی۔ بعض نے اپنے قصور بار بار معاف کرائے۔ مگر اپنی شرارت سے باز نہ آئے۔ آخر کو پادشاہ نے اپنی ذاتی کوشش و سعی سے سب بغاوتوں کو خاتمہ پر پہنچایا۔

بیگانہ ملکوں پر شہنشاہ اکبر کے متوجہ ہونے کا بیان

اب تم نے دیکھ لیا کہ کن کن پادشاہی سرداروں نے بغاوت کی اور ان سرکشوں کے دفع کرنے میں پادشاہ کو کیا کیا دشواریاں پیش آئیں۔ ادہر ان اپنے سرداروں سے کارزار کرتا اور دہر شیر شاہ کے جانشینوں سے برسر پیکار رہتا۔ اسنے اپنے بدخواہوں کو خواہ اپنی زور اور قوت سے غارت غول کیا۔ خواہ اپنی عنایت و مروت سے خیر خواہ بنایا۔ وہ اپنی پچیس برس کی عمر میں نچنت ہوگیا تو اب اسکو فرصت ملی۔ کہ بیگانہ ملکوں پر وہ متوجہ ہو۔ اول وہ رجپوتوں کے ملک پر متوجہ ہوا۔

امراء کی بغاوتیں ۹۷۲ھ

قلعہ چتوڑ کے معاملات

شہنشاہ اکبر ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ گردن افراز سرکشوں کو پامال کروں۔ تمام ہندوستان کی وحدت انتظامی یعنی سب جگہ ایک ہی پادشاہی انتظام قائم کروں۔ آسودگی و آسائش خلق کو پہنچاؤں۔ رعیت کے سکھ چین میں اپنی راحت سمجھوں۔ جن فاسد دماغ گردن کشوں کے دماغ میں سرداری کا مالیخولیا پیدا ہوتا تھا معالجہ وہ خوب کرتا تھا۔ جب وہ اپنے دارالخلافہ میں پنجاب سے آیا تو اس کو محمد سلطان مرزا کے بیٹوں کے فساد اٹھانے کا حال معلوم ہوا جن کا علاج اس نے بخوبی کیا۔ اس کا آگے بیان آئیگا۔

مالوہ کو پادشاہ لشکر لئے جاتا تھا۔ جب وہ دہول پور میں آیا۔ رانا اُدے سنگھ کا بیٹا سگت سنگھ شہنشاہ کی ہمراہ تھا۔ اس سے پادشاہ نے خطاب کرکے فرمایا کہ ہند کے اکثر زمیندار اور بزرگ ہماری آستانہ بوسی سے سرفراز ہوئے۔ مگر تمہارا رانا ہماری پائے بوسی کو نہیں آیا۔ اگر ہم ایلغار اسپر کریں تو ہماری خدمت تو کیا کریگا۔ پادشاہ نے یہ بات خوش طبعی سے اس سے کہی تھی کہ مالوہ کے فتنہ انداز غافل ہوں کہ پادشاہ کا قصد اور طرف ہے۔ مگر یہ راجہ کا لڑکا اس رمز کو نہیں سمجھا۔ بلکہ اسنے یہ جانا کہ حقیقت میں پادشاہ میرے باپ کو سزا دینے جاتا ہے۔ اسکو اپنی اس بدنامی کا خوف ہوا کہ لوگ کہینگے کہ وہ خود جاکر پادشاہ کو باپ پر چڑھا لایا ہے۔ ان وہموں کے سبب سے وہ بھاگ گیا۔ ہنسی کی پھیسی ہوئی۔ مغربی ہندوستان کے حصہ اعظم میں رانا اُدیسنگھ چتوڑ کا راجہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قدیمی راجہ تھا۔ وہ اپنے خاندان کا افتخار اور کوہستان محکم اور متین قلعے ملک و مال رجپوتوں کی سپاہ جاں نثار۔ غرض سارے سامان دنیا کے جن سی انسان کو نخوت ہوتی ہے رکھتا تھا۔ اس کا باپ رانا سنگا بابر سے لڑا تھا۔ اس نے اپنے غرور اور خودداری کے سبب سے یہ نہ جانا کہ اکبر کون ہے۔

اب پادشاہ نے رانا سے لڑنے کا ارادہ مصمم کیا۔ اواسط ربیع الاول ۹۷۵ھ کو وہ اس کام کے لئے چلا۔ اول ولایت ہندوارہ میں قلعہ سیوی پور میں آیا۔ یہ رانا کا قلعہ آگرہ سے ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں میواڑ کے تھا۔ رنتھنبور کے رائے سرجن ہاڈا کی سپاہ کی کچھ

آدمی اسمیں تھے۔ وہ پادشاہی لشکر کے قریب آنے سے بھاگ گئے۔ پادشاہ دو روز یہاں ٹہرا اور یہاں کی نواح وحوالی سے آذوقہ کا سامان قلعہ میں فراہم کر کے انظر بہادر کو اسکی حراست سپرد کی۔ یہاں سے چھ کوس سفر کر کے وہ کوٹہ میں آیا۔ یہ بھی ان حدود میں ایک محکم جگہ تھی۔ یہ ولایت شاہ محمد قندہاری سپرد ہوئی۔ پھر وہ مالوہ کی سرحد پر گاگرون میں آیا۔ کوٹہ کی طرح یہاں بھی قیام کیا۔ یہاں سے لشکر بسرکردگی شہاب الدین احمد خاں مالوہ میں محمد سلطان مرزا کے بیٹوں کی بغاوت کے دور کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ وہ پادشاہی لشکر کے آنے کی خبر سنکر اجین سے منڈو میں بھاگے۔ جب یہاں بھی انکے کان میں پادشاہی لشکر کے نقاروں کی آواز آنے لگی تو الغ مرزا کی جان نکل گئی۔ اور باقی مرزا گجرات میں چنگیز خاں پاس چلے گئے اسکے ساتھ ہی پادشاہ نے آصف خاں اور اسکے بھائی وزیر خاں کو حکم دیا تھا کہ قلعہ مانڈل کو فتح کرے۔ وہ رانا کے مستحکم قلعوں میں سے تھا۔ اور راوت بلوی سولنگی یہاں قلعہ دار تھا۔ اسنے سخت مقابلہ کیا۔ مگر پادشاہی لشکر نے اُسے فتح کر لیا۔

شہنشاہ اکبر پاس تین چار ہزار سوار تھے کہ وہ چتوڑ کی طرف چلا کہ شاید رانا لشکر کی کمی کا خیال کر کے پہاڑوں میں سے میدان میں باہر آئے۔ اور اس کا کام آسانی سے تمام ہو جائے۔ مگر اودے سنگھ بہادر رانا سنگا کا نامرد وارث تھا۔ اس میں یہ کہاں جرأت تھی کہ وہ اپنی جان نثار سپاہ کے ساتھ آنکر اکبر کی برابر مرد میدان ہوتا۔ وہ جانتا تھا کہ پادشاہ پاس قلعہ گیری کا سامان اس قدر کم ہے کہ وہ قلعوں کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ اس گمان سے قلعہ چتوڑ کو مستحکم کر کے چند سال کا آذوقہ وہاں جمع کیا۔ اور میر تھا کے جواں مرد جے مل کو اسے حوالہ کیا اور پانچ ہزار راجپوت نامور ناموس پرست اس قلعہ میں متعین کئے اور اطراف ونواح کو ایسا ویران کیا کہ دشمنوں کو صحرا میں گھاس کا پتا بھی نہ ملے اور خود تنگنا و اردلی پربت میں دور چلا گیا کہ عاقبت میں اس خوف سے رہی جو اسکے ملک پر چھار ہا ہے۔ پادشاہ نے یہ سوچا کہ رانا کے پیچھے پہاڑوں میں سرگردان پھرنے سے قلعہ چتوڑ کا فتح کرنا بہتر ہوگا۔

پنجشنبہ ۱۹۔ ربیع الاول ۹۷۵ھ کو اس نے قلعہ چتوڑ کے سامنے خیمے ڈالدیئے۔ اُسی روز

قلعہ چتوڑ کے فتح کرنے کیلئے پادشاہ کا جانا ۹۷۵ھ

کالی گھٹاؤں نے پہاڑوں کو گھیر لیا۔ اور قلعہ پر تاریک نقاب ڈالدی۔ عواصف ریاح کی شدت نے اور بوارق وصواعق کے صدمات نے زمین و زماں کو متزلزل کیا۔ اور ابر اور رعد کے شور نے کون و مکان میں جوش و خروش مچایا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان سے کے معاملات میں نیچر حصہ لینا چاہتا ہے۔ اور یہ شدید طوفان آئندہ طوفان کا چربہ اتار رہا ہے۔ ایک سپاہی ہندو توان بادلوں کی گرج کا ترجمان یہ ہوگا کہ وہ اندر کی آواز ہے اور یہ یقین کریگا کہ چتوڑ کا محافظ جو سورج ہی غصہ سے بول رہا ہے۔ اور رنج و الم کی پیشین گوئی کر رہا ہے۔ غرض مسلمانوں کو باد و باران کے طوفان سے اذیت ہوئی۔ ایک گھنٹہ میں ہوا صاف ہوئی تو قلعہ دور سے نظر پڑا۔ دوسرے روز پادشاہ نے پہاڑ کے گرد دورہ کیا اور ارباب مساحت کو حکم دیا کہ وہ مساحت اور حساب صحیح کریں کہ اس کے موافق حملہ کی تیاری اور سپاہ کی تقسیم ہو۔ دورہ کوہ دو کروہ اور دامن کوہ آمد و رفت خلائق کی راہ پانچ کروہ پیمائش ہوئی۔ اس کی تسخیر کے لئے بخشیان عظام کو حکم ہوا کہ مورچوں کی تقسیم کریں۔ جو پادشاہ کی ہمراہ سپاہ تھی اس نے اپنے مورچے جمالئے۔ اور جو سپاہ نئی آتی جاتی تھی وہ جدا اپنے مورچل بناتی تھی۔ اس طور سے ایک مہینے میں قلعہ کے تمام دور کو لشکر شاہی نے گھیر لیا۔ اسی زمانہ میں پادشاہ نے اپنے امراء کو بھیجا کہ وہ پاس کے ملک کو تاخت و تاراج کریں اور اس حدود کے سرکشوں کی تادیب و تنبیہ کریں۔ شہر رامپورہ کے لئے آصف خاں کو ایک جماعت امراء کے ساتھ متعین کیا۔ اس نے جاتے ہی تلوار کی کنجی سے فتح حاصل کی۔ لوگ بتاتے تھے کہ اودے پور و کوبلمیر (کوہمیر) کی طرف رانا ہے۔ اس لئے وہاں حسین قلی خاں کو روانہ کیا کہ رانا کو گرفتار کرے۔ حسین قلیخاں شہر اودے پور میں جو رانا کی دارالایالت تھی آیا۔ یہاں کے گردن کشوں کو مار اوبارڑا۔ اور جہاں رانا کے آدمیوں کے گروہوں کو دیکھا ان کو تہ تیغ کیا۔ اور بہت کچھ لوٹ کا مال حاصل کیا اور رانا کی جستجو میں تگاپو کی مگر اوس کا پتا نہ پایا تو پادشاہ نے اوس کو اپنے پاس بلا لیا اس عرصہ میں لشکر کے بہادر چتوڑ کے قلعہ پر حملہ آوری کرتے اور دلیری اور دلاوری کی داد دیتے خاص کر عالم خاں و عادل خاں لیکن کچھ سود مند نہ ہوا۔ اہل زمین کا

ہاتھ آسمان پر کب پہنچتا ہے کہ اس قلعہ پر انکی دسترس ہوئی۔ اکبر ہمیشہ تاکید کرکے تیز جلو بہادرونکو فرماتا کہ اس طرح کی تاخت کو شجاعت نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ وہ تہورمین داخل ہی کہ ارباب دانش اس کو اعتدال سے باہر جانتے ہیں۔ اور اخلاق ذمیمہ میں سے گنتے ہیں۔ ان آدمیوں کو تہورنے ایسا مغلوب کر رکھا تھا کہ پادشاہ کی نصائح ہوش افزا کو نہ سنتے تھے اور ہمیشہ قلعہ کے گرد دوڑے جاتے تھے اور بہت سے مردان نبرد اپنے شجاعت کے چہرہ پر زخموں کا گلگونہ ملتے۔ اور اس انجمن مرد آزمائی میں شہادت کا خوش مزہ جام پیتے۔ اسلئے کہ یہ صفدر جو تیر و تفنگ پھینکتے وہ برج و کنگرہ کے سطح کو چھیلتے ہوئے گذ جاتے اور کچھ کام نہ کرتے۔ اور اس طرف سے جو وہ آتے تو گھوڑوں اور آدمیوں کا کام تمام کرتے اس واسطے پادشاہ نے ان سب باتوں پر خیال کرکے حملہ کی نہایت مناسب تدبیر یہ سوچی کہ وہ اپنی تمام سعی اور کوشش کو تین مورچلوں پر جمع کرے۔ اول مورچل لاکھوٹہ کے دروازہ کے محاذی۔ یہاں کا اہتمام اسنے خود کیا اور حسن خاں چغتا اور راجہ بیتر داس و قاضی علی بغدادی اور اختیار خاں فوجدار و کبیر خاں کو اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس طرف خارا تراش نقابوں نے نقب لگانے میں بازوے ہمت کو قوی کیا۔ دوسرا مورچل شجاعت خاں و راجہ ٹوڈرمل و قاسم خاں میر بر و بحر کو سپرد ہوا اس مورچل میں ایک تیر کے فاصلہ سے عین بارش میں کمر کوہ سے جس کے قلعہ پر قلعہ تھا ساباط کی بنیاد رکھی گئی۔ مورچل سوم کا اہتمام خواجہ عبد المجید آصف خاں و وزیر خاں اور اور ونکو سپرد ہوا۔ بڑی بڑی توپوں کو اپنی جگہ سے یہاں لانے میں کام کو طول ہوتا تھا۔ اس لئے پادشاہ نے خود یہیں اپنے سامنے توپیں ڈھلوائیں۔ مگر اونہوں نے کچھ کام نہ دیا۔ پادشاہ کے پاس ایک دیگ بزرگ (بڑی توپ) آئی جو آدھ من (۱۹ سیر) کا گولہ پھینکتی تھی۔

جب اہل قلعہ کو اس حال پر جوانکے وہم و خیال میں نہیں گذرتا تھا اطلاع ہوئی تو ہوش اڑے کہ روز بروز اُنکے استیصال کا سامان زیادہ ہوتا جاتا ہے ناچار حیلہ و تزویر کے درپے ہوئے ایک دفعہ ساہر داس لجدار کو اور دوسری دفعہ صاحب خاں کو بھیجا کہ پادشاہ سے عرض کریں کہ وہ پادشاہ کی اطاعت کرتے ہیں اور ہر سال پیشکش دینے کا اقرار کرتے ہیں۔ بعض اولیاء دولت نے

اس سخن کو تحسین جان کر عرض کیا کہ اس قرار داد پر اس شغل کو چھوڑنا عین صلاح ہے لیکن سلطنت کی غیرت نے اس بات کو نہ مانا۔ اور پادشاہ نے فرمایا کہ خلاصی جب ہی ان کو ہوگی کہ رانا اپنے تئیں حوالہ کرے پادشاہی آدمی ایسے بہ تنگ ہو رہے تھے کہ اس مہلکہ سے نکلنے میں کوشش کرتے تھے مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔

فتح کے یقینی حاصل کرنے کے لئے اور اپنی سپاہ کے جان بچانے کے لئے پادشاہ نے ساباط بنانے کا حکم دیا۔ یہ ساباط پیچدار سلامت کوچے تھے جو قلعہ سے ایک تیر انداز کے فاصلہ سے شروع ہوئے تھے اور وہ دو دیواروں کے بیچ میں تھے۔ اور یہ دیواریں اوٹھا کر قلعہ کے قریب اسطرح لیگئے تھے کہ ڈوکری کی بنا وٹ کے بڑے بڑے بیلن یعنی اسطوانہ کی شکل اندر سے خالی بنائے تھے اور انکے اندر مٹی بھری تھی۔ انہیں باہر سے بھینس کی کھالوں سے منڈھا تھا۔ اور بیلدار انکو اپنی سپر متحرک بناتے تھے۔ اور انکو آگے آگے لڑھکاتے لیجاتے تھے اور انکی آڑ میں اپنا کام بناتے تھے۔ جب وہ قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچے تو وہاں کوٹھیاں ڈالیں اور سیڑھیاں بناکے زمین کے اندر نقبیں لگائیں جن میں بارود بھری گئی اور پھر وہ اڑائی گئیں۔ ان کاموں کے کرنے میں وقت اور روپیہ بہت صرف ہوا۔ باوجود احتیاطوں کے جانیں بہت تلف ہوئیں پانچہزار گل کار و نجار و سنگتراش و آہنگر و نقاب رات دن کام کرتے تھے۔ ان میں سے بحساب اوسط ہر روز سو دو سو آدمیوں کو اہل قلعہ کے چابکدست توپچی اُڑا دیتے تھے۔ یہ سب کاریگر اپنی خوشی سے آتے تھے۔ پادشاہ نے ان کو بیگاریں پکڑنے کی ممانعت کردی تھی۔ اور اس کام کے عملہ فعلہ کو انعام دینے میں پادشاہ نے روپیہ کو ٹھیکری کر دیا تھا۔ اس لئے اس خطرناک کام میں جو کاریگر مارے جاتے تھے ان کی جگہ اور آجاتے تھے۔ اور ساباط آگے بڑھتے چلے جاتے تھے مردوں پر کچھ خیال نہیں کیا جاتا تھا ان کے جسم اینٹوں کی جگہ دیواروں میں چنے جاتے تھے۔ غرض باوجود ان سب موانع کے کام بہت ہوتا تھا۔ پادشاہ کے مورچل خاص سے جو ساباط بنا تھا وہ ایسا وسیع تھا کہ دس سوار برابر برابر اوس کے اندر چلے جاتے تھے اور بلند ایسا تھا کہ فیل نشین نیزہ کو ہاتھ میں لیکر اوس کے نیچے چلا جاتا تھا۔ ان تیاریوں میں

تین ہفتے صرف ہوئے۔ قلعہ کو دو جگہ سے مجوف کیا تھا۔ ایک مجوفہ میں ایک سو بیس من بارود۔ اور دوسرے مجوفہ میں اسی من بارود بھری تھی۔ پادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ سپاہی مسلح و مکمل مترصد رہیں کہ سرنگ کے اڑتے ہی جب دیوار پھٹے تو وہ اس میں سے قلعہ کے اندر جا کر متصرف ہوں۔ اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ ہر نقب میں جدا جدا فتیلے لگائے جائیں اور الگ الگ وہ اڑائی جائیں۔ لیکن کبیر خاں نے جو اس کام کا مہتمم تھا ایسی تدبیر کی کہ دونوں ایک ہی دفعہ ایک شتابہ سے اڑائی جائیں نتیجہ سے یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ کی رائے درست تھی۔ چہارشنبہ ۱۵۔ جمادی الاخری ۹۷۵ھ کو باروت میں آگ لگائی گئی۔ ایک برج بیخ بنیاد سے اکھڑا اور اس پر جو مخالف کی سپاہ لڑ رہی تھی اس کو ہوا میں لے اڑا۔ اور اس کو پراگندہ و پریشان کر دیا۔ دیوار کے پھٹتے ہی اس پر پادشاہ کی سپاہ بے تشخیص و ملاحظہ چڑھ گئی کہ قلعہ کے اندر جائے۔ کہ ناگاہ دوسرا مجوفہ اڑا اس سے وہ لشکر جو قلعہ کے اندر گھسنے کو تھا۔ اور دشمنوں کا وہ گروہ جو اسکی مدافعت کے لئے آیا تھا دونوں اڑ گئے۔ جسموں سے ان کی جانیں جدا ہوئیں۔ ان کے اعضاء کی پیوستگی میں گسستگی آئی۔ سنگ و سنگوں پر جا کر گرے۔ پچاس کوس کے گروہ میں اسکی مہیب آواز گئی۔ جس سے لوگوں کو تعجب ہوا یہ خطا اس سبب سے ہوئی کہ ان دونوں مجوف جاؤں میں فتیلہ کو ایک ہی جگہ سے روشن کیا تھا ایک جلد بارود میں جا لگا۔ اور دوسرا دیر میں پہنچا۔ چاہئے یہ تھا جیسا کہ پادشاہ نے ارشاد کیا تھا۔ کہ جدا جدا شتابے لگا کے الگ الگ سرنگیں اڑائی جاتیں۔ پادشاہی دو سو آدمی مرے۔ جن میں سے بیس پادشاہ شناس تھے۔ سید جمال الدین پسر سید احمد سادات بارہ۔ میرک بہادر نوجوان محمد صالح پسر میرک خاں کولابی اور بعض اور نامور کام آئے۔ دربار کوہ میں چالیس آدمی عافیت کے لئے بیٹھے۔ ان پر قلعہ کے اینٹ پتھر ایسے گرے کہ وہ مرے کے مرے رہ گئے۔ دشمنوں کے بھی چالیس آدمی مرے۔ جب پادشاہی بہادروں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اہل قلعہ سے لڑنے لگے اہل قلعہ بھی ایک طرف لڑنے میں جان لڑاتے اور دوسری طرف اپنی شکستہ دیوار کی مرمت کرتے تھوڑے عرصہ میں انہوں نے اپنی دیوار پہلی سی عریض و بلند بنا لی۔ اس روز آصف خاں مورچل کی سرنگ میں شتابہ لگایا گیا۔ مگر وہ خوب نہیں اڑی۔ مخالفوں کے صرف تیس آدمی

اس سے مرے۔ پادشاہی لشکر کو اگرچہ کوئی آسیب نہیں پہنچا۔ مگر اس نے کچھ کام بھی نہیں کیا۔ ان سرنگوں کے اُڑنے نے پادشاہ کے لشکر کی شماتت اہل قلعہ سے کرائی اور انکی نخوت بڑھائی۔ مگر پادشاہ کی توجہ پیشتر سے بیشتر ہوئی۔ پادشاہ نے لشکر کو سمجھایا کہ تیز دستی ایسے کاموں میں کچھ کام نہیں کرتی صبر سے کام کو سرانجام دینا چاہئے۔ پادشاہ سامان کو قلعہ گیری کی بہتر روش جانتا تھا۔ اسکے انتظام میں اہتمام زیادہ کرتا تھا۔ بارہا وہ ساباط میں قلعہ کے نزدیک جاتا اور بندوق اندازی کرتا۔ ایک دن وہ حصار کے گرد پھرتا تھا۔ مورچل لاکھوٹہ کے نزدیک آیا۔ پادشاہی لشکر یہاں پناہ بنا کر لوازم محاصرہ کی تقدیم کرتے تھے ایک دیوار کی پناہ میں پادشاہ کھڑا ہوا اور دیوار کے روزن میں سے بندوق اندازی کرنے لگا۔ قلعہ میں ایک قدر انداز کم خطا ایسا تھا کہ اہل لشکر نے اسکی شکایت پادشاہ سے کی کہ اس نے مورچل میں ایک آفت مچا رکھی ہے کہ ناگاہ اسی بندوقچی نے جلال خاں کے سر کو تاک کر بندوق لگائی گولی اس کے کان میں لگتی ہوئی چلی گئی۔ کچھ بڑا آسیب نہیں پہنچا۔ پادشاہ نے کہا کہ جلال خاں وہ قدر انداز مجھے نظر نہیں آیا۔ اگر وہ دکھائی دے تو تیرا انتقام لوں۔ اب جلدی میں اس بندوقچی کی بندوق سے انتقام لیتا ہوں۔ یہ کہکر اس نے اپنی بندوق اس کی بندوق کی طرف ماری اس کی گولی روزن سے نکلکر بندوقچی کے ایسی لگی کہ وہ مرگیا۔ اس وقت تو یقین نہیں ہوا کہ بندوق اس بندوقچی کے لگی۔ مگر اسکی بندوق کے نیچے ہونے سے یہ قیاس اسیر ہوتا تھا۔ اگر احوال تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس بندوقچی کا نام اسماعیل تھا اور وہ پادشاہ کی اس گولی سے مرگیا۔ اسی طرح اہل حصار کے نامدار پادشاہ کی گولیوں سے فنا ہوتے تھے۔ چتوڑ کی ایک پہاڑی قلعہ کے نزدیک ہے اس کی جانب کے مورچل پر پادشاہ گیا۔ اتمام کار میں خود اہتمام کرتا تھا۔ وہاں گولے گولیاں آتے تھے وہ کچھ پروا نہ کرتا تھا۔ الا آہستہ آہستہ وہاں جاتا تھا۔ کہ ایک گولہ ایسا آن کر پڑا کہ بیس آدمی اس سے مرگئے۔ ایک دن خان عالم اسکے پاس کھڑا تھا کہ ایک گولی آن کر اس کو لگی۔ اس کے جبہ سے گذر کر نیچے اکے کپڑوں میں آئی اور پسینے سے ٹھنڈی ہوگئی۔ ایسی ہی مظفر خاں کے ایک بندوق لگی اور خیر رہی۔ یہ سب باتیں لوگ پادشاہ کے قدموں کی

برکت کے سبب سمجھتے تھی۔ ہمت شاہنشاہی سے راجہ ٹوڈرمل اور قاسم خاں میر بحر و بر نے مورچال کے کام کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ ساباط کے اوپر منازل و مواقف ولکشا بنائے گئے۔ان کے تمام ہونے سے پہلے دو رات اور ایک دن بادشاہ یہاں اہتمام کرتا رہا۔ اسکی سپاہ نے قلعہ کشائی پر دل لگا رکھا تھا۔ اور قلعہ کی دیوار کو وہ ویران کرتے تھے۔ دشمن بھی خوب لڑتے تھے۔ اور بادشاہ خود بندوق اندازی کی داد دیتا تھا اور سطح ساباط کے نشیمن میں مقام کر کے اپنے پُر دل دلیروں اور زنجیر گسل شیروں کا تماشا دیکھتا تھا۔ ان ایک دن و رات میں اسکی سپاہ لڑنے میں ایسی مصروف رہی کہ خواب و خور کا خیال کچھ نہیں کیا ۲۵ شعبان صبح سہ شنبہ کو یہ قلعہ مفتوح ہوا اس سانحہ کی شرح یہ ہے کہ شب گذشتہ سے قلعہ کے اطراف و جوانب سے لشکر نے ہجوم کر کے جنگ شروع کی۔ اور کئی جگہ دیوار میں رخنہ ڈال دیا۔ ساباط کے نزدیک بادشاہی سپاہ نے پیشدستی کر کے قلعہ کی دیوار استوار کو بہت گرا دیا اور جانفشانی اور جانستانی کی داد دی۔ آدھی رات گئی ہو گی کہ اہل قلعہ شگاف دیوار میں ہجوم کر کے ایک طرف جان کو فنا کرتے تھے اور دوسری طرف کرپاس و پنبہ و روغن و ہیزم سے اس لئے پُر کرتے تھے کہ اگر بادشاہی سپاہ اسمیں آئے تو اُسمیں آگ لگا کر کسی کو نہ آنے دیں۔ اسی اثنا میں بادشاہ نے دیکھا کہ ایک شخص جیبہ ہزار میخی جو سرداری کی نشانی ہے پہنے ہوئے اس شگاف گاہ میں آن کر اہتمام کر رہا ہے مگر معلوم نہ ہوا کہ کون ہے۔ بادشاہ نے اپنی خاص بندوق سنگرام کو لیکر اس کی طرف چھوڑا۔ شجاعت خاں اور راجہ بھگونت داس سے کہا کہ میں سادی و سبکی کے سبب جو شکار کرنے کے وقت ظہور میں آتی ہے یقین کرتا ہوں کہ میری گولی اس آدمی کے لگی ہو گی۔ خانجہاں نے کہا کہ یہ شخص ہر رات کو آنکر اہتمام کرتا ہے اگر پھر وہ نہ آئے تو غالباً اس آدمی کو بندوق لگی ہو گی۔ اس واقعہ پر ایک ساعت گذری تھی کہ جبار قلی دیوانہ خبر لایا کہ اس شگافگاہ میں مخالفوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے اسی حال میں قلعہ کے اندر کئی جگہ آگ لگی ہوئی نظر آئی۔ امراء شاہی اس پر خیال کر رہے تھے کہ راجہ بھگونت داس نے معروض کیا کہ یہ آتش جوہر (جیوہر) ہے کہ ہندوستان کی رسم ہے کہ جب ایسی حالت پیش آتی ہے تو صندل و عود وغیرہ کا خرمن اپنی مکنت کے موافق جمع کرتے ہیں اور طرح طرح کی خشک لکڑیاں اور روغن مہیا کرتے ہیں۔ حکم بردار سنگدل معتمدوں کو عورات پر متعین کرتے ہیں۔ جسوقت شکست متیقن ہوتی ہے وہ درد

مارے جاتے ہیں۔ تو یہ سنگدل ان بے گناہ عورتوں کو آتشکدہ کی آگ میں ڈال کر خاکستر کرتے ہیں (فارسی میں اسکو جوہر کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں وہ جیو ہر ہے یعنی جانوں کا کھونے والا) تحقیق ہو گیا کہ پادشاہ کی بندوق نے شیر دل جیمل کو ہلاک کیا۔ جس سے قلعہ کا کام تمام ہوا۔ یہ آگ بھی جوہر کی تھی۔ قوم سیسویہ کا صاں رانا کے خانہ پتا میں۔ اور راٹھوروں کے گھر میں۔ اور چوہانوں کے گھر میں ایسر داس کے اہتمام سے یہ جوہر ہوئے۔ تین سو عورتیں ان میں جلیں۔

جیمل کے مرنے سے ہر راجپوت بیدل ہو گیا۔ جب اسکی لاش شہر کو چلی تو سب پر مایوسی چھا گئی۔ قلعہ کی دیوار پر کوئی نہ ٹھیرا۔ جب عورتیں جل چکیں تو مردوں نے زعفرانی لباس پہنا اور پان کا بیڑا کھایا کہ اب لڑ کر مرنا چاہئے جب صبح ہوئی تو اکبر شہنشاہ نے حکم قلعہ کے اندر جانے کا دیا اور آسمان شکوہ ہاتھی پر بیٹھا اور اپنی سپاہ کو قلعہ کے اندر لیگیا۔ کئی ہزار پیادے ہمراہ تھے جنگی ہاتھیوں نے بڑے بڑے کام کئے۔ اول فتح میں پچاس ہاتھی اور آخر میں تین سو ہاتھیوں نے قلعہ کے اندر دشمنوں کو پامال کیا۔ یوں تو ہر جگہ کشتوں کے پشتے لگے۔ مگر ان تین مقاموں پر بڑی خونریزی ہوئی رانا کے محل پر۔ مہادیو کے مندر پر۔ اور رامپور کے دروازہ پر۔ قلعہ کے ہر محلہ پر حملہ ہوا۔ ہر قدم پر خونریزی ہوئی۔ ہر بازار و گلی و ہر گھر ایک قلعہ تھا جسکو حملہ کر کے لیا۔ رات کے پچھلے پہر سے دن کے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ راجپوت شیروں کی طرح لڑے۔ سورداس چوہان نے ایک ہاتھی کا دانت اپنے ایک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے جمدہر مارا اور کہا کہ یہ میرا مجرا پادشاہ سے کہدینا۔ جب پادشاہ گوبند سیام کے مندر پاس آیا تو جسم لرزاں ایک لڑکے کا جسکا نام پتا تھا۔ ہاتھی کے پانوں تلے کچلا گیا۔ اگرچہ اس لڑکے کی عمر سولہ برس کی تھی۔ مگر وہ سورج دروازہ کا محافظ تھا۔ اس نے بڑے بڑے بہادری کے کام کئے۔

نورانیاں پانچ ان کی لڑکیاں۔ دو چھوٹے لڑکے اور سپہ سالاروں و بڑی بڑی راجپوتوں کی بیویاں جوہر میں جلیں۔ اور اس قلعہ میں آٹھ ہزار جنگ جو راجپوت تھے۔ رعایا جو اس لڑائی میں انکے ساتھ یکتائی اور خدمت گذاری میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی تھی۔ چالیس ہزار یا تیس ہزار سے زیادہ تھی۔ یہ قلعہ پہلے ۱۰۔ محرم ۷۰۳ھ کو سلطان علاؤالدین نے چھ ماہ سات روز میں فتح کیا تھا۔ سلطان نے رعایا لڑی

نہ تھی اس لئے اس کو امن دیا گیا تھا۔ مگر بادشاہی لشکر سے وہ خوب کلہ بہ کلہ لڑی۔ اس لئے قتل عام کا حکم ہوا اور ایک جماعت کثیر ابتر ہوئی۔

ہم قلعہ چتوڑ کے بیان جس طرح سے رجپوت بیان کر تے ہیں ہم آگے لکھینگے جس سے معلوم ہو کہ سلطان علاء الدین اور شہنشاہ اکبر کی آئین فتح میں کیا کیا کارنمایاں کئے۔ زمانہ دراز سے یہ قلعہ میواڑ میں اپنی متانت میں مشہور ہے اور تاریخ وافسانہ دونو اسکی متانت اور استواری کی تعریف کرتے ہیں۔ ایک مسافر بوندی سے جنوب مغرب کو پھرتی دفعہ ندی بناس کی چک پھیریوں میں پھرتا ہوا اور بہت سے قلعوں کے ڈھیر دیکھتا ہوا ایک میز نما کتل پر پہنچیگا جو دریا بناس کے شرقی کنارہ پر کھڑا ہوا ہے۔ اسکو کتل چتوڑ کہتے ہیں وہ ایک دائرہ کی شکل کا ہے جسکا محیط تین میل ہے۔ وہ ایک بڑا کتل ہے جسکو ٹی ٹان نے اپنے ہاتھوں سے پہاڑ سے کھینچ لیا ہے۔ اسکا ارتفاع ۵۰۰ فیٹ ہے اور اسکا محیط قاعدہ پر قریب آٹھ میل کے ہے۔ اسکو سب طرف سے خوفناک ڈھلان اور دندانہ دار کھندانے حفاظت کرتے ہیں۔ صرف اس کے جنوبی رُخ پر آدمی چڑھ سکتا ہے اس پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ کا حصار ہے جسکی جابجا نیچر خود حفاظت کرتا ہے اور اس کے ضعیف مقامات جنوب میں ہیں جن کو قلعہ بنانیوالوں نے نیچر سے بھی زیادہ دہشت ناک متین کر دیا ہے۔ حصاروں کی دوہری فصلیں ہیں جس کے باہر کی فصیل بلندی کوہ کے کنارہ پر ہے۔ اول تو پہاڑ ہی خود فصیل بنا ہوا ہے جسمیں آدمی کا گذرنا دشوار ہے اور پھر اس میں جہاں پانی کے چشمے یا کسی اور طرح کی بستی ہے۔ وہاں بڑی بڑی اونچی دیواریں بنادی ہیں اور ان پر برج اور کنگورے بنائے ہیں۔ جنوبی سرے پر تنگ نصف چاند کی شکل کی پہاڑی ہے۔ جس کو چتوڑی کہتے ہیں وہ قلعہ سے ۱۵۰ گز سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہوگی وہ چتوڑ سے ملی ہوئی ہے لیکن اس سے نیچی ہے اسکو دانائی کے ساتھ قلعہ کے احاطہ سے باہر رکھا ہے مگر یہ ایک ضعیف مقام ہے جس سے حملہ آوروں نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اسکے ہمسایہ میں قلعہ کی بلندی پر ایک رستہ پہاڑ میں کٹا ہوا بنا ہے جو اول شمال کی طرف جاتا ہے اور پھر پیچدار ہو کر اوپر جاتا ہے جس میں متواتر سات دروازے آتے ہیں جن میں سے ہر ایک میں گذرنا پڑتا ہے تو اس کی بلندی پر رسائی ہوتی ہے رامپول اور رامپور دروازے سب سے زیادہ اونچے ہیں

چتوڑ کا بیان

کھمان رس ہیں (یہ ایک کتاب ہے جسمیں رانا کھمان کی داستان لکھی ہے) لکھا ہے کہ میواڑ کے
چوراسی مضبوط قلعوں میں چترکوٹ (چتوڑ) کا قلعہ ایسے سے زیادہ مستحکم و متین ہے۔ وہ زمین کے
سطح مسطح سے اوپر نکلا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین نے اپنی پیشانی پر قشقہ لگایا ہے
کسی دشمن کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ وہاں کے رئیس کو خوف کا خیال دل میں آتا ہے
اس کی چوٹی پر سے گنگا بہتی ہے۔ اس کی بلندی پر جانے کے راستے ایسے پیچدار ہیں کہ اگر تم وہاں
کسی طرح پہنچ بھی جاؤ تو پھر وہاں سے آنے کی امید نہیں۔ پہاڑ پر برج اسکی حفاظت کے لئے بنے
ہوئے ہیں۔ ان میں جو لوگ رہتے ہیں وہ کبھی خواب میں بھی خوف سے نہیں چونکتے۔ اسکی کوٹھار میں
غلے بھرے ہوئے ہیں۔ اسکے تالاب حوض اور کنوئیں بھرے اور جھلکتے رہتے ہیں۔ رام چندر
یہاں خود آنکر بارہ برس رہے ہیں۔ یہاں چوراسی بازار ہیں۔ لڑکوں کے لئے مدارس
ہر قسم کے علم کی تعلیم کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ قوم بیدر کی بہت منشی ہیں۔ اور اٹھارہ قسم کے
اہل حرفہ رہتے ہیں۔ پھر اس کتاب میں قلعہ کے اندر اور گرد کے ہر ایک درخت اور جھاڑی
اور پھول کا حال لکھا ہے۔ سب اقوام کے راجہ گہلوت میں سوار اور پیادے بکثرت ان کی ہمراہ
ہیں اور راجپوتوں کی کل چھتیس قومیں ان کی باجگذار ہیں۔ وہ چھتیس کلیاں سنگھار ہیں

ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ بادشاہ کو اس قلعہ کے قدر انداز دکم خطا بندوقچیوں کی تلاش تھی
وہ اس طرح قلعہ سے نکل گئے کہ بادشاہی لشکر تو لوٹ میں معروف تھا۔ اونہوں نے بیوی
بچوں کو اسیروں کی طرح مقید کیا۔ ان کی مشکیں باندہیں۔ اور بیچ میں رکھا اور باہر اِدہر اُدہر پہرہ دار
تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہی پیادہ قیدیوں کو لئے جاتے ہیں اس تدبیر سے ہزار بندوقچی
باہر چلے گئے۔ غرض یہ قلعہ ۲۵۔ شعبان ۹۷۵ھ کو فتح ہو گیا۔ اور یہاں بادشاہ نے قیام کیا۔ ۱۱۔ سہ شنبہ
۲۹ شعبان کو نقارہ مراجعت بلند آوازہ ہوا۔ خواجہ عبدالمجید آصف خاں کو ساری سرکار مرحمت
ہوئی۔ رانا نے اپنے تئیں حوالہ نہیں کیا۔ وہ کچھ دنوں چھپا رہا اور سب آفتوں سے بچا رہا۔ اس کے
پاس دو قلعے رنتنبھور اور کالنجر تھے۔ جنکی فتح کا ذکر آگے آتا ہے۔

بندوقچیوں کا قلعہ سے نکلنا

بادشاہ کا پیادہ پا اجمیر جانا ۹۷۵ھ

جب قلعہ کے فتح کرنے کا بادشاہ نے ارادہ کیا تھا تو اوس نے یہ منت مانی تھی کہ اگر فتح ہوگی تو میں پیادہ پا خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے روضہ کی زیارت کو اجمیر میں جاؤنگا۔ جب یہ فتح ہوئی تو اس نے لشکر کو حکم دیا کہ وہ سوار آئے۔ میں خود پیادہ پا جاؤنگا۔ لوئیں چلتی تھیں۔ ریت اڑتی تھی اس میں وہ ۔۲۹۔ شعبان ۹۷۵ھ کو پیادہ پا چلدیا۔ مگر جب اسطرح قصبہ مانڈل میں آیا تو شگونہ قراول جو پہلے اجمیر روانہ کیا تھا وہاں سے واپس آیا اس نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ نے خواب میں آنکر پیادہ پا آنے سے منع کیا ہے کہ اس سے آپکو تکلیف و شرمندگی ہوتی ہے۔ تو وہ سوار ہوا۔ اور جب اجمیر ایک منزل رہا تو پھر پیادہ پا چلا۔ اور ۷۔ رمضان ۹۷۵ھ کو روضہ کی زیارت کی اور دس روز قیام کیا۔ پھر اجمیر سے راہ میں شکار کھیلتا ہوا ۔۱۵۔ شوال ۹۷۵ھ کو آگرہ میں داخل ہوا۔

قلعہ رنتھنبور کی فتح ۹۷۶ھ

جب بادشاہ قلعہ چیتوڑ کو فتح کرکے آگرہ میں آیا تو اس نے قلعہ رنتھنبور کی فتح کا ارادہ کیا یہ قلعہ اجمیر سے ۱۱۵ میل ہے۔ اور وہ سردار اور فوج شاہی جو قلعہ چیتوڑ کو نہیں گئی تھی وہ اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے بسر کردگی اشرف خاں روانہ کئے یہ لشکر تھوڑی دور چلا تھا کہ یہ خبر آئی کہ ابراہیم حسین مرزا اور محمد حسین مرزا گجرات سے شکست پاکر مالوہ میں آئے ہیں اور اجین کو لے لیا ہے۔ .... اس لئے بادشاہ نے اس لشکر کو مرزاؤں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جسکا حال ہم آئندہ لکھینگے۔ یوں اس قلعہ کی تسخیر کے لئے سپاہ کی روانگی میں توقف ہوا۔

بادشاہ دوشنبہ غرہ رجب ۹۷۶ھ کو حصار رنتھنبور کی فتح کو دہلی سے روانہ ہوا اور سہ شنبہ ۲۱۔ شعبان کو قلعہ کے میدان میں آیا۔ یہ قلعہ کوہستان کے درمیان واقع ہے اس سبب سے اور قلعوں کو برہنہ کہتے ہیں اور اسکو خوش پوش۔ اور اس قلعہ کا اصل نام رن تنہ پوری ہے رن ایک بلند کوہچہ ہے جو قلعہ کا سرکوب ہے۔ قلعہ اس کے نیچے واقعہ ہے اس لئے اسکو رن تنہ پور یعنی ایسا شہر کہ کوہ رن کے نیچے واقع ہے۔ وہ بہت بلند اور مستحکم ہے۔ ان دنوں میں رائے سرجن اس قلعہ پر تسلط رکھتا تھا۔ اس نے سب طرح کے سامان سے اسکو تیار کیا۔ اور اول ہی سے لڑائی کا ارادہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس قلعہ کے گرد پہاڑوں کو دیکھ بھال کر گرداگرد مورچے بنائے

اور ایسا محاصرہ کیا کہ اہل قلعہ کسی طرح آ جا نہیں سکتے تھے۔ اہل قلعہ توپ اندازی اور آتشباری میں گرم ہوئے۔ بادشاہ نے ساباط کہ دشمنوں کے سرکوب ہوں بنائے۔ قاسم خاں میر بر و بحر و راجہ ٹوڈرمل نے اس کام کا اہتمام نہایت خوبی و شتابی سے کیا درہ رن میں چابکدست معماروں اور سخت بازو خارا تراشوں اور آہنگروں اور نجاروں درحملہ فعلہ عمارت نے ایک ایسا ساباط بنایا کہ وہ حصار کی بلندی کا دست و گریبان ہوا۔ ایسی بڑی بڑی توپیں کہ جنکو دو سو جوڑیاں بیلوں کی کھینچتی تھیں۔ ہزار جر ثقیل سے بڑی مشکل سے ان پہاڑوں کی نشیب فراز اور مار پیچ راہوں میں آہنین بازو کہاروں اور سنگین دوش حمالوں نے کوہچہ رن پر چڑھائیں۔ وہ توپیں قلعہ ڈھانے کے لیے چلائیں گئیں جنکی گونج پہاڑوں کے اندر کانوں کے پردے پھاڑتی تھی جن کے گولے ہر دفعہ دیوار میں ایک رخنہ ڈالتے رہتے تھے۔ غرض اس آتش زنی سے سورجن کی آتش پندار ٹھنڈی ہوئی۔ اسنے محاصرہ کی یہ کیفیت دیکھکر بادشاہ کی خدمت میں اپنے دو بیٹے اودی سنگھ و بھوج سنگھ بھیجے۔ اُنھوں نے باپ کا جرم بادشاہ سے معاف کرایا۔ بادشاہ نے حسین قلیخاں کو سورجن سنگھ کے پاس بھیدیا۔ وہ اس کو شنبہ سوم شوال کو قلعہ سے بادشاہ پاس لایا۔ اس نے قلعہ کی چاندی سونے کی کنجیاں بادشاہ کی نذر کیں۔ اور تین روز کی اجازت مانگی کہ میں اپنا اسباب مال قلعہ سے باہر نکالکر قلعہ کو بندگان حضور کو سپرد کرونگا۔ بادشاہ نے اُسے اجازت دیدی اور اُسنے تین روز بعد اپنا اسباب مال نکالکر قلعہ کو مع انباروں اور جمیع آلات و ادوات قلعہ داری کے بادشاہ کے حکم سے مہتر خاں کو حوالہ کیا جس قلعہ کو سلطان علاء الدین نے ایکسال میں فتح کیا تھا۔ بادشاہ نے ایک مہینہ میں فتح کرلیا۔ بادشاہ اجمیر میں درگاہ کی زیارت کرکے چہارشنبہ ۲۴ ذی قعدہ کو دار الخلافہ آگرہ میں آگیا

یہ قلعہ کالنجر وہی ہے جسکی تسخیر میں شیر شاہ کی جان گئی تھی۔ وہ پہاڑ پر نہایت بلند و مضبوط قلعہ ہے۔ اس قلعہ پر راجہ رامچندر والی ولایت پٹہ متصرف تھا۔ جب افغانوں کا ادبار آیا تو اُس نے قلعہ کو بجلی خاں پسر خواندہ بہار خاں سے نہایت گراں قیمت نقد دیکر خریدا تھا اور اُس پر اپنا قبضہ و تسلط جمایا تھا۔ جن دنوں میں بادشاہ قلعہ رنتھنبور کی فتح کو گیا تھا تو اس نے

مجنون خاں قاقشال اور شاہم خاں جلائر کو اور امرا کو جو شرقی سمت میں جاگیریں رکھتے تھے حکم دیا تھا کہ قلعہ کالنجر کو فتح کرلیں۔ ان بادشاہی امرا نے جاکر اسکا محاصرہ کیا اور کسی اہل قلعہ کو باہر نکلنے کے لیے جائے باقی نہیں رکھی۔ قلعہ چتوڑ اور رنتھنبور کی فتح کی شہرت نے یہاں اہل قلعہ کا دل سرد کیا۔ راجہ رامچند نے امان طلب کی اور قلعہ بادشاہی ملازموں کے سپرد کردیا۔ بادشاہ پاس اس فتح کی خبر آگرہ میں چہارشنبہ ۲۹ ذی القعدہ ۹۷۷ھ میں آئی۔ مجنوں خاں قاقشال کو یہاں کی قلعہ داری مرحمت ہوئی۔

فتح گجرات اور محمد سلطان کے فرزندوں کی بغاوت

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ محمد سلطان کے فرزندوں نے بغاوت اختیار کی اور مالوہ میں جاکر اپنے پاؤں جمائے۔ اور جب لشکر شاہی مالوہ میں آیا تو وہ گجرات میں بھاگ گئے۔ سلطان محمود کی شہادت کے بعد اس کا غلام چنگیز خاں قلعہ جانپانیر و سورت و بروج پر مسلط ہوگیا تھا۔ اور اس وقت وہ احمد آباد پر قبضہ کرنے کا قصد رکھتا تھا۔ ایسے وقت میں مرزاؤں کے آنے کو مغتنم سمجھا۔ اور خوب جمعیت لیکر احمد آباد پر چڑھا۔ حوالی شہر میں معرکہ نبرد گرم ہوا۔ اور اعتماد خاں کو شکست دیکر احمد آباد پر متصرف ہوا وہی یہاں کا حکمران ہوا۔ مرزاؤں نے اس پیکار میں کارہائے نمایاں دکھائے تھے چنگیز خاں نے اُن پر مہربانی کرکے حوالی بروچ میں انکو جاگیریں دیدی تھیں۔ مگر یہ جاگیریں ان شاہزادوں کی شاہ خرچی کے لیے کافی نہ تھیں۔ اسلیے اُنھوں نے چنگیز خاں کی اجازت بغیر اوروں کی جاگیر دن پر قبضہ کرنا شروع کیا اور ناحق کے حق اپنے جتانے اور شیخیاں بگھارنی شروع کیں۔ چنگیز خاں نے اُن کے رفع کرنے کے لیے لشکر بھیجا۔ اس سے تاب مقابلہ نہ لاسکے۔ خاندیس میں بھاگے وہاں بھی دنگا و فساد کرکے اُجین میں مالوہ کے قصد سے آئے۔ مراد خاں جاگیر دار اُجین اور مرزا عزیز اللہ دیوان سرکار مالوہ کو دو روز پہلے اہل فتنہ کا حال معلوم ہوگیا تھا اُنھوں نے قلعہ اُجین کی تاسیس و تعمیر کرلی تھی۔ جب بادشاہ کو اس فتنہ و فساد کی خبر آئی تو قلعہ

رنتھنبور کی تسخیر کے لیے جو سپاہ جاتی تھی اُسکو مالوہ میں بھیجکر اس فتنہ کا دفع کرنا مقدم جانا۔ حسب الحکم بادشاہی لشکر مالوہ کی طرف عنان تاب اور برسات کی شدت میں منزل پیما ہوا۔ بادشاہ نے قلیج خاں وخواجہ غیاث الدین علی قزوینی کو اس لشکر کی کمک کے لیے اور بھیجدیا۔ جب سرونج میں لشکر شاہی آیا تو شہاب الدین احمد خاں کہ یہاں کا جاگیردار تھا۔ ان امرا سے سامان شائستہ کے ساتھ ملا۔ اور سارنگ پور میں شاہ بداغ خاں جو یہاں کا حاکم تھا وہ بھی آنکر شریک ہوا مرزاؤں نے جب اس لشکر کا حال سنا تو وہ منڈو کی طرف بھاگے۔ مراد خاں اور میر عزیز اللہ دیوان اور تمام اُمرا ر عظام نے ان کا تعاقب کیا۔ مرزا سراسیمہ ہوکر دریار نربدا کے پار گئے۔ بہت سے آدمی انکے اس دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ اس نواح میں جھجھار خاں حبشی نے گجرات میں تفرقہ برپا کرکے چنگیز خاں کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس لیے مرزا گجرات کو اپنا مفر عظیم سمجھکر چلے گئے۔ بادشاہی لشکر نے آگے تعاقب نہیں کیا۔ ان مرزاؤں نے گجرات کو حاکم سے خالی پایا۔ قلعہ جانپانیر وسورت کو بے جنگ و جدال لے لیا اور ابراہیم حسین قلعہ بروج میں پہنچا۔ رستم خاں ترکی غلام جو چنگیز خاں کا بھنوئی تھا اُس نے قلعہ کو مضبوط کیا اور اُس میں متحصن ہوا۔ دوسال تک یہ مرزا قلعہ پر جھولا کیا۔ مگر کچھ نہ کرسکا۔ رستم خاں ہمیشہ قلعہ سے نکلکر اُن سے لڑتا اور اپنی رستمی دکھاتا۔ مگر بیسرا تھا۔ امداد اور اعانت سے ناامید تھا اسلیے صلح کر لی۔ فندو مکر سے ارباب شرارت نے اسکی جان تن کے حصار سے باہر نکال لی

یہ خدا پرست بادشاہ بغیر اپنی اغراض کے خلق کی آسودگی میں اپنی آسائش جانتا اور ہمیشہ اہم اور مہم میں تمیز کرتا۔ زمانہ کی پراگندگیوں و پریشانیوں کے دور کرنے میں توجہ کرتا۔ شہروں کی فتح اور ممالک کی تسخیر میں اُ دل فکر و اندیشہ اسکو یہ ہوتا کہ زمانہ کے ستم رسیدوں کی غمخواری اور داد رسی کرے۔ اسیواسطے جس ملک میں فرمانروا ہشیار دل اور رعیت پروری کے ساتھ فرمانروائی کرتا باوجود اسباب تسخیر کے اس ملک کی طرف وہ نگاہ طمع نہیں کرتا۔ اسکے دلمیں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ جسقدر ملک میں وسعت بڑھیگی تو ہندوستان میں سلطنتوں کی کثرت ایک قہرمان دادگر کی وحدت میں آئیگی۔ اور اس سے عموم رعایا او خصوص خلائق کا حال اچھا ہوگا۔

بادشاہ کا سفر دوبارہ گجرات کی تسخیر کے لیے ۹۸۰ھ

اسلیئے وہ اُن ہی ولایات پر توجہ کرتا کہ جو عدالت ددست فرمانروایوں سے خالی ہوتیں اور ان کو اپنی معدلت کی روشنی سے روشن کرتا۔ رعایا کو حوادث کی تہنید گی سے بچا کر اپنے سایہ عاطفت میں لاتا۔ اور وحدت قہری کی وحدت آزادی کے ساتھ دلخواہ صورت پیدا کرتا۔ قدرت ایزدی نے طبقہ انام کی استعدادوں میں تفاوت عظیم رکھا ہے۔ ایک طائفہ تو ایسا ہے کہ وہ بادشاہ کی خردمندی و طرز نشست و برخاست و بخشش و بخشائش اور خلق کی خطاؤں کے اغماض نظر کو دیکھکر اُس کو بزرگ جانتا ہے۔ اور یگانہ درگاہ الٰہی شمار کرتا ہے اور اسکی خدمت کو عبادت ایزدی جانتا ہے اور اپنے عقیدت و اخلاص کو بڑھاتا ہے۔ ایک گروہ ایسا ہے کہ وہ ان کاموں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ سطوت صوری اور افزائش ملک ظاہری کو دیکھکر بادشاہ کی بزرگی معنوی کا گرویدہ ہو کر کمند ارادت کو گلے میں ڈالتا ہے۔ اور اپنے تئیں مخلصان جان سپار کے زمرہ میں داخل کرتا ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں کہ دہلی شورانگیز مگس طینتوں سے پاک ہوا اور فتنہ اندوز کوردل میتی و ناکامی کے گڑھے میں گرے تو بادشاہ نے ملک گجرات کی طرف توجہ کی۔ وہاں کی رعایا حد سے زیادہ ستم زدہ ہو رہی تھی۔ سلطان محمود والی گجرات نے اپنی بے پروائی سے چرب زبان دشمنوں کو دوست بنایا۔ اور اُسکے تیرہ دروں ملازموں نے اپنے صاحب و منعم کے زیان میں اپنے فائدہ کو دیکھا تو اس دنیا سے وہ رخصت ہوا۔ جس کا حال صوبہ گجرات کی تاریخ میں مفصل بیان ہو گا۔ اس دیار کے امرائے خصوصاً سید مبارک اور اعتماد خاں اور عماد الملک نے خود کامی اختیار کی۔ اُنھوں نے سلطان احمد کے فرزندوں میں سے کسی کو پیدا کر کے برائے نام اُس کو بادشاہ بنایا اور در پردہ خود حکمرانی کرنے لگے۔ اور جب بادشاہ سن رشد کو پہنچا تو اُسکا بھی کام تمام کیا۔ اور اراذل میں سے کسی کا چھوٹا سا لڑکا لے لیا۔ جس کا نام نتو تھا۔ اور یہ مشہور کیا کہ وہ سلطان محمود کا بیٹا ہے اُسکو تخت پر بٹھایا اور مظفر شاہ اسکا لقب رکھا اور مملکت کو اس طرح آپسمیں تقسیم کر لیا کہ گجرات کا دار الحکومت احمد آباد اور کنبات اور اکثر حصہ اس ولایت کا اعتماد خاں کے تصرف میں آیا۔ سرکار پٹن موسیٰ خاں و شیر خاں فولادی کے حصہ میں آئی اور سورت۔ بروچ۔ و بڑودہ و چانپانیر عماد الملک کے بیٹے چنگیز خاں کے حصہ میں آئے۔

دندوقہ و دولقہ وغیرہ سید حامد نبیرہ سید مبارک کو ملے۔ جونہ گڈھ ولایت سورٹھ میں خان غوری
کے لیے معین ہوئے۔ اعتماد خاں اپنی گربزت سے اس سفلہ خرد سال کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ ان
بے سرے سرداروں میں آپس میں جھگڑا شروع ہوا۔ چنگیز خاں کو جھجار خاں حبشی نے مار ڈالا۔
اور شیر خاں فولادی کے بہکانے سے نتو احمد آباد سے بھاگ کر پٹن میں آیا۔ اور شیر خاں فولادی نے
احمد آباد پر لشکر کشی کی۔ اعتماد خاں احمد آباد میں متحصن ہوا۔ اور اُس نے مرزاؤں سے التجا کی۔ ایک
ہنگامہ شورش برپا ہوا اور بازار فتنہ و فساد گرم ہوا۔ بادشاہ نے تسخیر گجرات کو اہم مہام میں
جانکر اس شورش کے اسباب کا انتظام کیا۔ اور شنبہ ۲۰ صفر ۹۸۰ھ کو دارالخلافہ میں فتحپور سے
گجرات کے تسخیر کے ارادہ سے سفر کیا۔ اور اجمیر میں پہنچکر بہت سے امیروں کو برسم منقلا گجرات کی طرف
روانہ کیا اور خود دوشنبہ ۲۲ ربیع الثانی کو اجمیر سے سفر کیا کہ خود شکار کھیل کر خوش ہو اور
امراء جو آگے آگے ہیں وہ کارطلبی میں اپنا جوہر ہنر دکھائیں۔ اور گجرات کو جلد تر تصرف میں لاکر
ستم رسیدہ رعایا کا تدارک کریں جب بادشاہ ناگور سے دو منزل تھا کہ شاہزادہ سلیم کی ولادت کا
مژدہ اس پاس پہنچا جسکا حال ہم پیچھے بیان کرینگے۔ بادشاہ چہارشنبہ ۹ جمادی الاولی کو قصبہ ناگور میں آگیا۔
اُمراء عظام جو پہلے سے بھیجے گئے تھے وہ قصبہ بھاوُراجن (بھاروراجن) میں کہ سروہی کے
نزدیک ہی ٹھیرے ہوئے تھے۔ سروہی کے راجہ رائے رائسنگہ دیوھرہ نے راجپوتوں کو
برسم رسالت بھیجا اور اطاعت کا دم بھرا۔ خان کلاں ان رجپوتوں میں سے ہر ایک کو پان
دے دیکر رخصت کرتا تھا کہ ایک راجپوت نے اس کے جمدھر مارا کہ تین انگل اُس کے شانہ سے
نکلکر باہر آیا۔ اس راجپوت کو اور آدمیوں نے مار ڈالا جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ یہاں آیا اس نے
سروہی میں فوج کو بھیجا کہ یہاں کے سرکشوں کو ہلاک کرے یہاں کے آدمی شعاب جبال میں بھاگ گئے۔ بہادر
راجپوت اپنے معمول کے موافق مہادیو کے مندر پر جو سروہی سے ایک کوس پر تھا خوب جان لڑا کر
لڑے۔ یہ مر مٹے مگر ہٹے نہیں۔

سروہی کے راجہ کا مطیع ہونا سنہ ۹۸۰ھ

بادشاہ نے رائے رائسنگہ کو حدود جودھپور اور سروہی میں مقرر کیا کہ اگر کوئی گردہ

باغیوں کا گجرات سے نکلکر ممالک محروسہ میں فساد مچائے تو اسکو جانے نہ دے۔ جب بادشاہ گجرات کی حدود میں پہنچا تو یہاں سے شاہ فخرالدین کو منشور دیکر اعتماد خاں پاس بھیجا کہ اُس کو سمجھا کر ہمارے پاس لے آئے۔ وہ ہمیشہ عرضداشتیں بھیجا کرتا۔ اور بادشاہ پاس خبر آئی کہ شیر خاں فولادی نے حضور کے لشکر کے آمد کا حال سُنکر احمد آباد کا محاصرہ چھوڑ دیا اور سورت اور جوناگڈھ کی طرف بھاگ گیا۔ اپنے بیٹوں محمد خاں و بدر خاں کو پٹن بھیجدیا کہ اہل عیال و اسباب کو وہاں سے لیکر محکم مقاموں میں پہنچادیں اور اب وہ سب اپنا اسباب لیکر باپ پاس جاتے ہیں۔ اور ابراہیم حسین مرزا کہ اعتماد خاں کی کمک کو آیا تھا وہ بھی اپنی محال میں گھر جاتا ہے۔ اعتماد خاں حضور کی خدمت میں آتا ہے۔ بادشاہ نے راجہ مان سنگھ کو بھیجا کہ شیر خاں کے بیٹوں کو پکڑ لائے ان لڑکوں کی ساتھ کی جماعت نے بھاگ کر سنگناؤں میں پناہ لی۔ اور بادشاہ کی سپاہ نے اُنکے اشیاء و اسباب پر دستبرد کی۔ بادشاہ غرہ رجب ۹۸۰ھ کو شہر پٹن میں کہ پہلے نہر والہ مشہور تھا آیا۔ یہاں سے احمد آباد کی طرف چلا۔ موضع جوتانہ میں اس نے آدمی بھیجکر نتو مظفر شاہ کو پکڑوایا اور اس کو کرم علی کے حوالہ کیا۔ گجرات کے عمدہ امراء میر ابو تراب اعتماد خاں اختیار الملک مشرقی جھجھار خاں حبشی و وجیہ الملک مجاہد خاں بادشاہ کی خدمت میں آئے۔

۱۴ رجب ۹۸۰ھ کو بادشاہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ جب بادشاہ قصبہ کری میں پہنچا تو یہاں امراء گجرات کو بُلا کر فرمایا کہ اس ملک کو ہم نے اعتماد خاں کے سپرد کیا اور وہ جن امیروں کو کہے گا ہم چھوڑ دینگے۔ مناسب یہ ہے کہ ہر امیر اپنا ضامن دے تاکہ مراسم خرم و دور اندیشی میں فتور نہ ہو اور لوازم فتوت میں قصور نہ ہو۔ اعتماد خاں کا ضامن میر ابو تراب ہوا سب میروں کا سوائے حبشیوں کے اعتماد خاں ضامن ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ حبشی جس طور سے کہ سلطان محمود کے غلام تھے۔ ہمارے غلام رہیں گے اُن کو امراء عظام کے حوالہ کیا۔

ہر ملک میں ہزاروں رند و اوباش و مفسد آدمی رہتے ہیں اُنھوں نے مشہور کیا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ گجراتیوں کے لشکر کو خلق لوٹ لے۔ یہ سنتے ہی بدمعاش و اوباش لوگ اُن پر جھک پڑے۔ بادشاہ نے خود آنکر اس کا یہ بندوبست کیا کہ غارتگروں سے مال چھین کر

مالکوں کو دلوایا۔ اور اُن کو فیلان مست سے پامال کرایا۔ ۱۴ رجب کو بادشاہ احمدآباد میں آیا
مظلوموں پر نوازش کی۔ ظالموں کی گذارش کی۔ آرزومندوں کا کام نکلا۔ نیازمندوں کی دعائیں
قبول ہوئیں۔ جشن ہوا جسمیں شادی پر شادی اور خرمی پر خرمی ہوئی۔ احمدآباد مصر جامع
ہے۔ تین سو اسّی پورے یعنی محلے اُسمیں آباد ہیں۔ ہر محلہ بمنزلہ شہر کے ہے۔

جب گجرات میں امن امان ہو گیا۔ تو احمدآباد اور دریا مہندری کی طرف کا ملک خان اعظم
مرزا کوکہ کو عنایت ہوا۔ اور جانپانیر و سورت اور اسکے حواشی و حوالی جن پر مرزا متسلط و متصرف
تھے۔ ان امرار گجرات کو عنایت کیے کہ ابھی تازہ مطیع ہوئے تھے۔ ان کا سرگروہ اعتماد خاں گجراتی
کو مقرر کیا۔ ان امراء قدیم و جدید نے اس مملکت کی مہمات کے انتظام کا عہد و پیمان لیا۔ اور
خود بادشاہ نے مرزاؤں کے استیصال کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اب بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ
دریا شور کی سیر کرکے دارالخلافہ کو مراجعت کرے ۲۲ شعبان ۹۸۰ھ کو وہ کنبائت کی طرف
جو احمدآباد سے تیس کوس ہے چلا۔ امرا گجرات نے چند روز کی رخصت لی۔ کہ شہر میں جا کر اپنے کاموں
کا سرانجام کریں۔ بادشاہ نے ان خودآرایوں کے ایتلاف کے لیے حکیم عین الملک کو یہاں چھوڑا۔

بادشاہ کا کنبایت میں جانا اور دریا شور کی سیر کرنا ۹۸۰ھ

اثنار راہ میں بادشاہ نے سُنا کہ اختیار الملک بھاگ گیا۔ اعتماد خاں ڈرا اور امرار
گجرات سرکش ہونے کو ہیں۔ بادشاہ نے شہباز خاں کو بھیجا کہ اس خائف و خائن گروہ کے
پاس چلا جائے اور اسکا علاج کرے۔ بادشاہ کنبائت میں آیا۔ روم و شام و ایران کے
تاجر اسکی خدمت میں آئے۔ اُن پر اس نے بہت مہربانی کی۔ پھر اس نے جہاز میں سوار ہو کر
سمندر کی سیر کی۔ اعتماد خاں اور بعض اورامرائے گجرات کو شہباز خاں گرفتار کرکے بادشاہ
کے روبرو لایا۔ اُنھوں نے پیمان بندگی کو توڑا تھا۔ اس لیے اس جماعت میں سے ہر ایک کو
بادشاہ نے اپنے امرار کے حوالہ کیا۔ یہ جماعت گجراتی ایک معجون مرکب ہراس و فریب و ناراستی
کی تھی جنمیں قدرے راستی و سادگی و فروتنی بھی تھی۔ انکا سرگروہ اعتماد خاں بنا۔ جب ان امرار
نے بادشاہ کی آمد سُنی تو سررشتۂ تدبیر انکے ہاتھ سے نکل گیا۔ حیلہ اندازی کرکے بادشاہ

کے پا بوس ہوئے۔ سب یہ سوچتے تھے کہ کسی طرح ہم ان کو اس ملک کی ایالت بدستور سابق ملجائے مگر وہ یہ جانتے تھے کہ جب تک پادشاہ اس ملک میں ہی حکومت ملنی دشوار ہی۔ اسلیئے اُنھوں نے ارادہ کیا کہ الگ الگ ہوکر شورش برپا کیجیے۔ اختیار الملک تو فرصت پاکر بھاگ گیا۔ اور اعتماد خاں اور اسکے ساتھ اور بھاگنے کو تھے کہ میر ابو تراب اور حکیم عین الملک نے انکو باتیں بناکر روکا کہ شہباز خاں پہنچ گیا وہ اختیار الملک کے پیچھے نہیں پڑا کہ اعتماد خاں وغیرہ ہاتھ تلے سے نکلجائینگے۔ اسلیئے وہ انکو پکڑکر پادشاہ کے پاس لایا۔ اگر پادشاہ انکو پہلے سے قید کرلیتا تو خلقت پر پادشاہ کی خیر اندیشی اور بزرگ منشی ایسی ظاہر نہ ہوتی اب انکی گرفتاری کی وجوہ معقول تھی۔ خلقت اس سے نہایت مسرور تھی۔

جب پادشاہ کو ان نامعقول امیروں کی مہم سے فراغت ملی تو اُس نے مرزاؤں کے استیصال پہ کمر باندھی۔ یہ مرزا مالوہ سے بھاگ کر گجرات میں آئے تھے تو بڑودہ اور اسکے حدود میں مرزا ابراہیم حسین کا غلبہ اور سورت اور اسکے نواح میں محمد حسین مرزا کا تصرف اور جانپانیر اور اسکے مضافات میں شاہ مرزا کا تعلق تھا۔ پادشاہ نے بندر کھنبایت کا انتظام حسن خاں خزانچی کو تفویض کیا۔ اور خود بڑودہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور شہباز خاں و قاسم خاں و باز بہادر خاں کو جانپانیر کو روانہ کیا کہ اس قلعہ کو دشمنوں سے خلاص کرے۔ خان اعظم مرزا کو کہ کو احمدآباد کی ایالت اور اس حدود کی حراست عنایت کی۔ ان سب امیروں کو پادشاہ کی رعیت پروری کے رموز و فراخیٔ حوصلہ و دوستداری معدلت و دوام آگاہی و طبقات مردم کا حفظ مراتب اور عموم خلائق کی عرض ناموس کی حمایت و عاطفت عام و صلح کل خوب سمجھادیئے اور فرمایا کہ مجھے خیال ہی کہ جو ہم نے تم میں جوہر کاردانی سمجھ رکھے ہیں اس کا یقین تم دلادوگے۔ پادشاہ قصبہ بڑودہ میں آیا۔ دوسرے روز اس نے سُنا کہ مرزاؤں نے قلعہ سورت کو مستحکم کیا ہی اور وہ حدود جانپانیر میں جمع ہوئے۔ پادشاہ نے خان عالم و سید محمود خاں بارہ و راجہ بھگونت سنگہ و مان سنگہ اور بعض امیروں کو ان مرزاؤں کی سرزنش کے لیئے روانہ کیا۔ آدھی رات کو پادشاہ کو خبر ہوئی کہ پادشاہ کے آمد کی خبر مرزا ابراہیم حسین نے سنکر قلعہ بروچ میں رستم خاں رومی کو اس سبب سے مارڈالا کہ اس کا

مرزاؤں سے پادشاہ کی لڑائی ۹۸۰ھ

قصد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا تھا۔ پہلے تو بادشاہ نے امیروں کو اُن میرزاؤں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا۔ مگر اب اس کا خود ارادہ ان سے جا کر لڑنے کا ہوا

بادشاہ نے جو لشکر پہلے مرزاؤں کے لیے بھیجا تھا اُس کو اُلٹا بلا لیا۔ اور اپنے ساتھ تھوڑا سا لشکر اُس نے لیا۔ اس کو خوف تھا کہ ابراہیم حسین مرزا لشکر کی کثرت سُن کر کہیں اور نہ چلا جائے رات دو گھنٹے باقی تھی کہ بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ ملک اشرف گجراتی راہ بتانے کے لئے ساتھ ہوا۔ مگر تیز روی میں راہ بھولا۔ اسلیے دشمن تک پہنچنے میں کچھ توقف ہوا۔ دشمن بھاگ کر دریا بیکانیر سے گذر کر قصبہ سرنال میں بہت سی جمعیت کے ساتھ چلا گیا۔ بادشاہ سے وہ چار کوس پر تھا۔ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ اُنھوں نے یہ عرض کیا کہ لشکر ابھی آیا نہیں اور غنیم پاس جمعیت بہت ہی دن کو لڑنا نہیں چاہیے رات کو شب خون مارنا چاہیے بادشاہ نے کہا کہ مجھے شب خون پسند نہیں۔ وہ تلبیس و تزویر کی صورت رکھتا ہے۔ یہی بہتر ہے کہ دن کے کام کو رات پر نہ ٹالیں۔ بادشاہ تیز روی کر کے قصبہ سرنال میں کہ ایک ٹیلہ پر واقع ہے پہنچا۔ اُس وقت بادشاہ کے ساتھ چالیس آدمی تھے کہ لڑنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کا لشکر رستہ بھول گیا تھا۔ اسلیے اسکے آنے میں توقف ہوا۔ غرض بادشاہ دو سو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑنے گیا۔ دریا میں گھوڑا ڈال کر پار اُترا۔ دریا کا کنارہ ایسا ٹیڑا بیڑا تھا کہ بادشاہ کا لشکر اس کنارہ کی کجیوں کے سبب سے جدا جدا ہو گیا۔ ابراہیم مرزا لڑنے کھڑا ہوا۔ بادشاہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دروازۂ سرنال پر گیا تھا۔ کچھ آدمیوں نے اُسے روکا۔ ان سب کو مار ڈالا جب وہ شہر میں آیا تو معلوم ہوا کہ ابراہیم حسین دوسری طرف سے نکلکر لڑ رہا ہے۔ بادشاہ شہر سے نکلکر اس طرف گیا دوستوں کی دلدہی اور دشمنوں کی جان ستانی میں کوشش کی۔ بھوپت سنگھ برادر راجہ بھگونت سنگھ اس لڑائی میں کام آیا۔ یہاں زمینیں کیکروں سے خارستان بن رہی تھیں۔ دو سوار ہم پہلو نہیں گزر سکتے تھے۔ ان تنگناؤں میں بادشاہ آہستہ آہستہ جاتا۔ راجہ بھگونت انکے ساتھ تھا۔ ہر طرف ہنگامہ جانفشانی اور جان ستانی گرم تھا۔ مخالفوں میں سے تین آدمی دلیر شہریار شیر دل کی طرف آئے۔ انمیں سے ایک نے راجہ بھگونت سنگھ کے نیزہ مارا مگر وہ خالی گیا

ابراہیم حسین مرزا پر بادشاہ کا حملہ کرنا اور لڑنا اور اس کو شکست دینا ۹۸۰ھ

راجہ نے اس کے برچھا ایسا مارا کہ اُس کا حال دگرگوں ہوا۔ باقی دو آدمیوں نے پادشاہ پر حملہ کیا
کانٹوں کے جھاڑ جھنکار درمیان میں تھے۔ پادشاہ نے جب ان کو دیکھا تو گھوڑے کو اُس جھاڑی
سے کدایا تو وہ دونوں ڈر کر بھاگ گئے۔ ابراہیم مرزا کا دل لڑائی سے ہار گیا۔ اور دفعتہ وہ
سراسیمہ ہوکر بھاگ گیا۔ پادشاہی لشکر نے اسکا تعاقب کیا اور اُسکے بہت آدمیوں کو مارا۔
پادشاہ نے سرنال میں آکر شکرانہ ادا کیا۔ اور چارشنبہ ۸ ا شعبان کو اپنے لشکر سے آن ملا۔
پادشاہ نے شاہ قلیخاں محرم و صادق کو بھیجا کہ قلعہ سورت کی حدود میں جاکر کسی اہل قلعہ کو باہر
نہ جانے دیں۔ مرزا کامران کی بیٹی گل رُخ بیگم کوچ ابراہیم حسین مرزا اپنے بیٹے مظفر حسین مرزا کو
نکالکر دکن میں چلی گئی۔ پادشاہی آدمی ہر چند اُسکے پیچھے پڑے۔ مگر یہ فرزانہ عورت ایسی
مردانہ گئی کہ کسی کے ہاتھ نہیں آئی پادشاہ کو تحقیق ہوگیا کہ مرزاؤں نے قلعہ سورت کو اپنی
پناہ گاہ سمجھکر مستحکم کیا ہے۔ اور تمام فوج جمع کرکے اُسکی حراست ہم زبان کو سپرد کی۔ جو پہلے
جنت آشیانی کے قورچیوں میں تھا مگر باغی ہوکر ان مرزاؤں سے ملگیا تھا۔ پادشاہ نے جب اسکی تسخیر پر توجہ
کی اور راجہ ٹوڈرمل کو بھیجا کہ اس حصن حصین کے مداخل و مخارج کو ملاحظہ کرکے اطلاع کرے کہ اسکی تسخیر آسان
طور پر کیجائے۔ یہ امر قرار پا گیا تھا کہ پادشاہ خود اس قلعہ کو فتح کریگا۔ راجہ نے اس دشوار کار کو
آسان تبلایا۔ اس نے اقبال شہنشاہی پر نظر کی اگر زمانہ کے مزاج کا ملاحظہ کرتا تو عرض مطلب میں
یہ جرأت نہ کرتا۔ اُس وقت ایک نیا وسیع ملک ہاتھ آیا تھا۔ جہاں مدار دارالملک سے دور تھا چند مہینے
سے لشکر برابر سفر کر رہا تھا۔ واقعہ طلب شورافزا ہر گوشہ میں بھرے ہے تھے۔ کچھ اس دیار کے فتنہ انداز تھے
کچھ دیار مشرق کے مناسب نہ تھا کہ پادشاہ خود اس قلعہ کو فتح کرتا۔ مگر پادشاہ جانتا تھا کہ اگر میں خود
اپنی ذات سے اس قلعہ کی فتح میں نہیں مصروف ہونگا تو ان سرکشوں کی جڑ نہیں کٹے گی وہ پھر
بحال ہو جائینگے۔ ناحق طول ہوگا۔ اس لیئے اُس نے اس دشوار کار کو آسان اس طرح کیا کہ خود اُسپر
متوجہ ہوا۔ اس نے شاہم خاں جلائر کو حکم دیا کہ فوج کو قلعہ جانپانیر پر لے جائے۔ قاسم خاں میر بروبحر
کو جو وہاں ہے یہاں ساباط و نقب لگانے کے لیئے بھیجدے۔ جب پادشاہ نے احمد آباد اور اس نواح کا

سب طرح سے بند و بست کر دیا تو وہ خود دوشنبہ ۷ رمضان سنہ ۹۸۰ھ کو حوالی قلعہ میں ایک کوس پر آن پہنچا اور اُس روز مداخل و مخارج کو دیکھکر مورچلوں کو امرا میں تقسیم کیا۔ دو تین روز بعد دولتخانہ عالی ایسا قلعہ کے نزدیک آیا کہ وہاں توپ تفنگ کے گولے و گولیاں آتی تھیں۔ داروغہ فراشخانہ نے عرض کیا کہ پاس یہاں ایک کولاب (تال) ہے جسکو بلاب کہتے ہیں اگرچہ وہ دیوار قلعہ سے متصل ہے لیکن زمین کی پستی و بلندی اور بعض درخت ایسے حائل ہیں کہ وہ توپ تفنگ کے مانع ہیں۔ بادشاہ وہاں اپنا دولتخانہ لے گیا۔ غرض ایک مہینہ سترہ روز محاصرہ رہا۔ بادشاہ کے لشکر نے اہل قلعہ کا پانی کھینچنا بند کر دیا۔ اور سرنگ لگانیوالوں نے دیوار تک سُرنگوں کو پہنچا دیا۔ دمدمے ایسے اونچے بنائے کہ اہل قلعہ کو تیرانداز کرنے لگے۔ توپ اندازوں نے کاربرداری نمایاں کی۔ بہت گولہ بارود خرچ کیا۔

اہل قلعہ کا آنا جانا بالکل بند کر دیا تو اُنکا غرور ٹوٹا۔ ہمزبان نے اپنے خسر ملا نظام الدین لاری کو بادشاہ پاس بھیجا۔ اس زبان آور کاردان کی تقریر نے بادشاہ عجز دوست عاجز پرور پر تاثیر کی۔ اگرچہ امرا نے عرض کیا کہ اہل قلعہ میں جب تک قوت و طاقت جگر میں تھی تمرد و عصیاں کیا اور اب جو دیکھا کہ بادشاہ کی فتح آجکل میں ہونیوالی ہے تو امان مانگتے ہیں۔ انکو امان دینے کی جگہ قتل کرنا چاہیے۔ مگر بادشاہ نے فرمایا ؎ بدی را مکافات کردن بدی + بر اہل صورت بود بخردی + بمعنی کسانے کہ پے بردہ اند + بدی دیدہ و نیکوی کردہ اند + مولوی نظام لاری بادشاہ سے رخصت ہوا۔ اہل قلعہ کو مژدہ امان سُنا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مولانا نظام الدین کے ساتھ قاسم علیخاں و خواجہ دولت ناصر جائیں اور ہمزبان اور تمام قلعہ کے آدمیوں کو دلاسا دیکر اپنے ہمراہ لائیں۔ دیانت مند محرر جاکر تمام صامت و ناطق اموال قلعہ کو ضبط کرکے ہمارے سامنے پیش کریں۔ اور تمام آدمیوں کے نام نویسی کرکے ہماری نظر سے گذاریں۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ ہمزبان با وجودیکہ بادشاہ کو گالیاں دینے میں بڑا زبان زور تھا اُسکی زبان کاٹی گئی۔ بعض اور مفسد بعد تادیب کے موکلوں کو سپرد کیے گئے۔ یہ فتح ۲۳ شوال سنہ ۹۸۰ھ کو ہوئی تھی جسکی تاریخ ہمزبان داد قلعہ سورت۔ ہوئی دوسرے روز خود بادشاہ قلعہ کو دیکھنے گیا۔ وہاں کی بڑی بڑی بھاری بھاری توپیں نظر پڑیں۔

جن کو سلیمانی اس وجہ سے کہتے تھے کہ سلطان روم نے جس سال میں کہ فرنگیوں سے بنادر ہندوستان کے لے لینے کا ارادہ کیا تھا تو اُس نے اُن توپوں کو جو ناگڈھ میں اپنے لشکر کے ساتھ جو جہازوں میں آیا تھا بھیجا تھا۔ مگر کچھ موانع ایسے عارض ہوئے کہ لشکر سے کچھ کام نہو سکا تو توپوں کو قلعہ جوناگڈھ میں وہ چھوڑ گیا اور خود اپنے ملک کو چلا گیا۔ سمندر کے کنارہ پر یہ توپیں پڑی رہیں۔ جب خداوند خاں نے قلعہ سورت بنایا تو اُن توپوں کو قلعہ پر لگایا۔ بادشاہ نے ان توپوں کو دارالخلافہ آگرہ میں بھجوایا۔ اس قلعہ کی حکومت و حراست قلیج خاں کو سپرد ہوئی۔

سورت کے قلعہ کا حال یہ ہے کہ وہ چھوٹا سا ہے۔ مگر جدید قلعوں میں نہایت متین و استوار ہے۔ کہتے ہیں کہ صفر آقا نام غلام سلطان محمود گجراتی مخاطب خداوند خاں نے ۹۴۷ھ میں دریا تاپتی کے کنارہ پر اسکو بنایا۔ جو سمندر سے ۲۰ میل ہے کہ فرنگیوں کے حملوں کو دفع کرے۔ جب تک یہ نہ بنا تھا فرنگی مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح کی شرارت کرتے تھے۔ جب قلعہ بن رہا تھا تو کئی دفعہ جہاز تیار کر کے حملہ کرنے کے لیئے فرنگی آئے مگر کچھ نہ کر سکے۔ خداوند خاں نے ہوشیار معماروں کو جو اُسوقت میں دستیاب ہوئے بُلا کر استحکام حصار میں اہتمام کیا۔ دقیقہ رس معماروں نے اس طرح قلعہ کو تعمیر کیا کہ قلعہ کی دو طرفیں جو خشکی کے متصل تھیں ایک خندق ۲۰ گز عریض ایسی گہری کھودی کہ پانی نکل آیا اور پانی کے اندر سے چونہ و خشت پختہ و سنگ سے وہ بنائی۔ پتھروں کو لوہے کے قلابوں سے جوڑ کر انمیں پارہ پلایا۔ کہ کوئی درز انمیں باقی نہیں رہی۔ کنگرے اور سنگ انداز نہایت ہیبت ناک ہوئے۔ اور ہر برج پر جو کھنڈی بنائی جس کو اہل فرنگ پرتگیزوں کا ایجاد بتاتے ہیں۔ جب اہل فرنگ اس قلعہ کی تعمیر کو زور سے نہ روک سکے تو زر سے ان کو روکنا چاہا اور بہت روپیہ پیش کیا کہ قلعہ نہ بنایا جائے مگر خداوند خاں نے انکی اس درخواست کو نہ مانا اور قلعہ بنالیا۔ جسکی دیواریں بیس بیس گز بلند تھیں اور دو دیواروں کا آثار پانچ پانچ گز کا تھا۔ اور چاروں طرف کی دیواروں کے آثار ملکر پندرہ گز تھی۔

بندر گوہ سے ایک جماعت نصاریٰ پادشاہ کی خدمت میں آئی۔ اصل میں اس گروہ کو اہل سورت نے اپنی حمایت کے لیئے بلایا تھا کہ قلعہ ان کو سپرد کر کے آپ سلامت رہیں جب اس گروہ نے پادشاہ

کے سامان قلعہ گیری اور لشکر کو دیکھا تو اپنے تئیں ایلچی بنا کر پادشاہ کی بارگاہ میں آئے اور کورنش بجا لائے اور اپنے ملک کی طرح طرح کی نفیس دستکاریاں پادشاہ کو دکھائیں۔ پادشاہ نے ان میں سے ہر ایک کو اپنی عنایت سے مخصوص کیا۔ اور پرتگال کے عجائب و غرائب کا اور وہاں کے اوضاع کا حال پوچھا۔ غرض اس وحشی گروہ سے ایسی باتیں کیں کہ ان کو موانست پادشاہ سے ہو گئی۔

مرزاؤں کا حال سنہ ۹۸۰ھ

محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا تو پٹن کی حدود میں شورش کے کمین میں بیٹھے تھے۔ ابراہیم مرزا سرنال میں شکست پا کر ان مرزاؤں سے ایدر میں ملا۔ ابراہیم حسین مرزا کو جو شکست ہوئی تھی اسکے باب میں ان تینوں بھائیوں میں گفتگو ہوئی۔ نکتہ گیری سے درشتی پر اور درشتی سے رنجش پر نوبت آئی جسکا انجام یہ ہوا کہ ابراہیم حسین مرزا جو شمشیر زنی میں مشہور تھا۔ مگر دماغ عقل سے خالی رکھتا تھا۔ اپنے بھائیوں سے رنجیدہ ہو کر دار الخلافہ آگرہ کی طرف چلا۔ (طبقات اکبری میں اس رنجش کا ذکر نہیں ہے اسمیں لکھا ہے کہ وہ بھائیوں کی صلاح سے گیا) ان دو بھائیوں نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ پادشاہ نے یہ حال سنکر سید محمود خاں بارھہ اور شاہ قلیخاں محرم و راجہ بھگونت سنگھ داس کو دار الخلافہ کی طرف تعین کیا۔ کہ وہ ابراہیم مرزا کا تعاقب کریں۔ اس تعاقب سے مرزا ابراہیم کی شورش نے تسکین پائی جس کا آگے بیان ہو گا۔ محمد حسین مرزا و شاہ مرزا و فولادیوں نے جو کوہستان میں پڑے پھرتے تھے پٹن میں ڈیرے ڈالے۔ سید احمد خاں بارہہ نے قلعہ کی حراست میں کمر ہمت چست کی۔ جب خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے سپاہ جمع کی اور مالوہ کا لشکر جو گجرات کو آتا تھا وہ بھی اس پاس آگیا۔ شیخ محمد بخاری کو بھی دولقہ سے خان اعظم نے بلالیا۔ خان اعظم اس لشکر کو لیکر پٹن کی طرف چلا ۱۸ر رمضان ۹۸۰ھ کو حدود پٹن میں آیا۔ طرفین کے لشکر مرتب ہو کر لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آئے شیر خاں فولادی نے حیلہ سازی سے خان اعظم پاس آدمی مصالحت کے لئے بھیجے خان اعظم نے اس کا جواب دیا کہ اگر حرف صلح سچ ہے تو تم اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ ہم تمھاری جگہ پر آجائیں۔ ہمارے آئین میں پھرنا جائز نہیں ہے۔ اس بات کو مخالفوں نے نہ مانا۔ وہ ان کا صلح کا پیغام جھوٹا تھا۔

جنگ پٹن سنہ ۹۸۰ھ

دونوں طرف کی فوجیں مرتب ہو کر میدان نبرد میں آئیں۔ مرزاؤں کی ہراول کی فوج نے پادشاہی

سہرادل کو شکست دی۔ اور خان اعظم دست راست پر قطب الدین محمد خاں تھا۔ اسکو بھی پریشان کیا شاہ محمد اتکا زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ جب فوج کے ان دو حصوں نے شکست پائی تو وہ احمد آباد کی طرف بھاگے۔ قطب الدین احمد کا خیمہ گاہ اُکھڑ گیا۔ شیخ محمد بخاری جاگیردار دولقہ مارا گیا۔ جب اعظم خاں نے یہ حال معائنہ کیا تو اُس نے ارادہ کیا کہ خود اس کا انتقام لے اور جب لڑے کہ بداغ خاں نے جو خود مرد معرکہ تھا۔ اعظم خاں کی باگ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر پھیر لی اور جانے نہ دیا۔ غنیم کا لشکر لوٹ کی تلاش میں متفرق ہوا اور اُسکے غول میں تھوڑے آدمی رہ گئے۔ اعظم خاں نے بداغ خاں کے ساتھ اتفاق کرکے میدان جنگ میں آنکر غنیم کے قلب لشکر پر حملہ کرکے شکست دی اور بادشاہی لشکر کو فتح ہوگئی اور اسکے مخالف اطراف میں چلے گئے۔ شیر خاں فولادی نہایت عجز و ناتوانی کے ساتھ امین خاں حاکم جوناگڈھ پاس گیا اور وہاں آسایش سے رہا۔ اور محمد حسین مرزا اور امرا دکن کو گئے۔ یہ فتح ۱۸ رمضان ۹۸۰ھ کو ہوئی۔ ابوالفضل نے قطب الدین کو لکھا ہے کہ اُس نے حملہ کرکے فتح پائی۔ اعظم خاں اور امرا نے مرزاؤں کا تعاقب کیا۔ مگر بادشاہ نے اسکو اپنے پاس سورت میں بلایا۔ اور اور امرا کو تعاقب میں بھیجا۔ اعظم خاں نے پٹن کا انتظام کرکے بدستور سابق سید احمد خاں بارہہ کو حوالہ کیا اور ۲۰ شوال کو سورت میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام امرا اور نوکروں کی جاں سپاری کا فرداً فرداً بیان کیا۔ اثنا راہ میں قطب الدین محمد خاں اور امرا کو معمور آباد میں بھیجا کہ اختیار الملک اور لشکر مفرور کی تنبیہ کرے وہ جنگلوں کے حصار میں متحصن ہوا ہے۔ قصبہ معمور آباد میں قطب الدین خاں پہنچا تو اور افواج کو بھیجکر اختیار الملک اور حبشیوں کو جنگل سے نکال کر قلعوں پر متصرف ہوا اور اپنے تھانے وہاں بٹھائے اور قصبہ محمود آباد میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بگلانہ ایک ولایت ہے کہ جسکا طول سو کوس اور عرض تیس کوس ہے ہمیشہ دو ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اسمیں رہتے ہیں جمع اسکی ساڑھے چھ کروڑ دام ہے۔ اس ملک میں جو حاکم ہوتا ہے اسکو بھرجی کہتے ہیں۔ سالھیر و مولھیر دو سنگین قلعے قلہ کوہ پر واقع ہیں۔ دو بڑے شہر انتاپور۔ اور جنباپور اسمیں ہیں۔ یہ ملک گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہے اسکے حاکموں کی یہ عادت ہمیشہ رہی کہ

بھرجی کا بادشاہ کی اطاعت کرنا

جس جانب کو غالب دیکھتے ہیں اسکی ہر ایک طرح کی وہ اطاعت کرتے ہیں اس زمانہ میں کہ شہنشاہ نے گجرات کو فتح کیا تو بھوجی نے بادشاہ کی درگاہ میں حاضر ہوکر اور خدمات شائستہ بجالاکر سرخروئی حاصل کی۔

شرف الدین حسین مرزا کا پادشاہ سے باغی ہونا ۹۸۰ھ

شرف الدین جس کا پہلے حال بیان ہوا ہے کہ وہ پادشاہ سے باغی ہو گیا تھا وہ فولادیوں سے ملگیا۔ اور جالور انکو دیدیا جس کو اس نے خود فتح کیا تھا۔ کچھ دنوں پٹن میں رہ کر چنگیز خاں سے التجا کی پھر مرزاؤں سے ملگیا۔ اس وقت کہ حاکم خاندیس گجرات کی فتح میں ناکام رہا اسکا ہمراہ ہوا پھر تباہ حال ہوکر محمد حسین مرزا سے ملا۔ جب مرزاؤں میں تفرقہ پڑا تو دکن کو بھاگا۔ یہاں کے زمیندار نے اسکو دولتخواہی پادشاہ کی نظر سے یا اپنے فوائد کی وجہ سے اُسے گرفتار کیا اور مال اسباب لوٹ لیا۔ ابراہیم حسین کی بیوی بھاگی تھی اسکی گرفتاری کے درپے یہ زمیندار ہوا۔ مگر ناکام رہا۔ مرزا کی دو برس کی لڑکی اسکو ہاتھ لگی۔ پادشاہ نے اس لڑکی اور اور قیدیوں کو اپنے آدمی بھیجکر بُلالیا لڑکی کو محلسرا میں دیدیا۔ اور اس خواجہ زادہ کو ہاتھی سے کہ مست نہ تھا ڈرایا اور پھر قیدخانہ میں بھیجدیا۔

پادشاہ کا تہور اور کام سے زخمی ہونا ۹۸۰ھ

سال سینرہم ۹۹۰ھ کا ایک سانحہ یہ ہے کہ پادشاہ کی مجلس میں ہندوستان کے شجاعوں کا ذکر ہوتا تھا کہ وہ اپنی جان کی قدر کچھ نہیں کرتے۔ چنانچہ بعضے راجپوت ایک برچھ کو دوستاں رکھتا ہے لیکر کھڑے ہوتے ہیں اور دو مردانہ ہمسر دور سے ان دونوں سنانوں (انیون) کے محاذی دوڑتے ہیں کہ یہ سنان اُنکی پیٹوں سے گزر جاتے ہیں۔ یہ سُنکر اس پہلوان الٰہی کے دل میں یہ آئی کہ شمشیر خاصہ کا قبضہ دیوار میں مضبوط گاڑا اور پھر تلوار کے سر پر سینہ رکھکر کہا کہ اگر راجپوت اس طور پر اپنی شجاعت ظاہر کرتے ہیں تو ہم اس شمشیر پر حملہ کرتے ہیں۔ سب دیکھنے والے یہ دیکھکر سکتے کے عالم میں تھے کہ مان سنگہ نے دوڑ کر ایسی سُبکدستی کی کہ اس شمشیر کو دو پھینکدیا۔ پادشاہ کی گھائی میں کچھ زخم لگا۔ اور نوکر شمشیر کو دور لے گئے۔ پادشاہ نے غصہ ہوکر مان سنگہ کو زمین پر دے مارا اور رگڑنے لگا کہ سید مظفر نے پادشاہ کی زخمی انگلیوں کو مڑوڑ کر مانسنگہ کو چھڑا دیا۔ جس سے زخم بڑھ گیا مگر تھوڑے دنوں میں اچھا ہوگیا بعض نے لکھا ہے کہ اہل مجلس میں سے کسی نے شراب کے نشہ میں راجپوتوں کی شجاعت کی یہ تعریف

جھجار خاں حبشی کا مارا جانا

کی تھی جب بادشاہ سورت سے چلکر بروچ میں آیا تو والدۂ چنگیز خاں دادخواہ بادشاہ پاس آئی کہ اس جھجار خاں حبشی زبردست نے براہ دوستی میرے بیٹے کو بُلا کر اس کا ساغر زندگانی لبریز کیا۔ اگرچہ یہ بات مشہور تھی۔ مگر پھر بھی بادشاہ نے اس معاملہ کی خوب تشخیص و تحقیق کرائی۔ اور اسمیں سوال وجواب ہوئے تو خوب جرح ہوئی۔ مدعی کا دعویٰ سب طرح سے سچ ثابت ہوا تو بادشاہ نے عدالت سے خاص وعام کے روبرو اس حبشی کو ہاتھی کے پاؤں تلے مسلوایا جس سے اس بیچاری بڑھیا کے دل میں ٹھنڈک پڑی جھجار خاں حبشی گجرات کے امرار بزرگ میں سے تھا۔ اور جمعیت اور قوت میں ممتاز تھا ایسے قوی دست کو سزا دینے سے بادشاہ کی عدالت کی شہرت ہوگئی۔

بادشاہ کا احمد آباد میں آنا اور وہاں سے ۱۰ صفر سنہ ۹۸۰ کو روانہ ہونا

۲ ذی القعدہ کو احمد آباد کے باہر بادشاہ کے خیمے لگے اور بادشاہ نے دس روز رہ کر یہاں کا یہ انتظام کیا کہ اس سرزمین کو ایک سلطنت کبریٰ تھی۔ خان اعظم کو تفویض کی اور سرکار پٹن خان کلاں کو عنایت ہوئی۔ سرکار بروچ اور اسکی حدود قطب الدین خاں عم خان اعظم کو دولقہ و دندوقہ سید حامد بخاری کو اور ایسے ہی اور محال اور امرار کو مرحمت ہوئیں اگرچہ خان کلاں و قطب الدین محمد خاں عم خان اعظم عمر میں بڑے تھے مگر بادشاہ کے نزدیک آئین سلطنت میں عدالت یہی ہو کہ مدار عنایت عقل پر ہو نہ سال پر ؎ بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال + اور اعتماد فزونی اخلاص پر ہو نہ درازی عمر پر۔ دوربینی عمدہ ہوتی ہو۔ نہ بزرگی جثہ اہل جوہر معقول ہوتے ہیں۔ نہ عظیم ہیکل محسوس۔ اساس فرمانذہی شمائل واخلاق پر موقوف ہو۔

دوشنبہ ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۹۸۰ کو بادشاہ آگرہ کو روانہ ہوا۔ جب سدھ پور میں آیا تو خان معظم کو یہ نصیحتیں لکھیں کہ فزونی آگاہی۔ فراخی حوصلہ۔ آدمیوں کی خطاؤں سے اغماض نظر۔ گنہگاروں کا عذر قبول کرنا۔ فصل خصومات میں غور عظیم کرنا۔ اور جان وانجان کو یکساں جاننا۔ اُس کو اور امرار کو اپنی جاگیروں میں رخصت کیا۔ اور راجہ علی خاں حاکم خاندیس جو آیا تھا وہ بھی رخصت ہوا۔ اور مظفر خاں کو جو ایام محاصرہ سورت میں حاضر ہوا تھا اور اس کی ناہمواریوں

کو بادشاہ نے معاف کر دیا تھا۔صوبہ مالوہ عنایت ہوا۔ مان سنگھ و شاہ قلی خاں محرم کو اور بعض بعض امرا کو حکم ہوا کہ ایدر کی طرف سے ڈونگرپور اور اس کے حدود میں جائیں اور پھر دارالخلافہ میں آئیں +

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا

۱۰ محرم کو اجمیر میں بادشاہ آیا اور زیارت سے مشرف ہو کر اپنے دارالخلافہ فتحپور میں دوم صفر ۹۸۱ھ کو آ گیا۔ اس سفر میں بادشاہ سروہی میں تھا کہ اس پاس امرا پنجاب کی عرضداشت آئی کہ مرزا ابراہیم گرفتار ہو گیا اور مر گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہم نے پہلے لکھا تھا۔ کہ وہ ایدر سے اپنے بھائیوں سے جدا ہو کر دارالخلافہ کی طرف چلا ہے۔ اُس نے اپنے چھوٹے بھائی مسعود مرزا کو بھی ہمراہ لے لیا تھا۔ وہ گجرات سے ایلغار کر کے میرتھ (میرٹھا) کی نواح میں آیا۔ اور ایک قافلہ کو کہ گجرات سے آگرہ کو آتا تھا۔ اس قلعہ سے گیارہ کوس پر لوٹ لیا اور ناگور میں آیا۔ فرخ خاں پسر خاں کلاں جو بادشاہ کی طرف سے یہاں حاکم تھا وہ قلعہ میں متحصن ہوا۔ مرزا ابراہیم نے چند غریبوں اور فقیروں کے گھر جو شہر سے باہر تھے لوٹے اور نارنول گیا۔ رائے رام سنگھ اور راؤ اور امرا جو بادشاہ نے گجرات کے جانے کے وقت ہزاروں سواروں کے ساتھ جودھپور میں تعین کیے تھے۔ وہ ایلغار کر کے ناگور میں آئے اور فرخ خاں کو ساتھ لیا۔ اور مرزا کے تعاقب میں چلے۔ موضع کھتولی میں کہ ناگور سے بیس کوس پر ہے رات کو پہونچے۔ مرزا ہوشیار ہو کر بھاگنے کا انتظام کرتا تھا۔ ۲ رمضان ۹۸۰ھ کو لشکر کے آدمی ایک بزرگ حوض پر افطار کو آئے۔ مرزا کچھ تھوڑی دور گیا تھا۔ اُلٹا آیا۔ اور اُس نے اس سپاہ پر جو اسکے تعاقب میں تھی حملہ کیا۔ اس جماعت نے ثبات قدمی کر کے اپنی حفاظت کی۔ مرزا نے تین دفعہ اپنی سپاہ کی توپ بنا کے دو طرف سے شاہی لشکر پر تیروں کا مینھ برسایا جب دیکھا کہ کچھ کام نہیں نکلتا تو وہ بھاگ گیا۔ ایک توپ سپاہ کا رات کو اس سے جدا ہو گیا تھا وہ اس نواح کے مواضع و قریات میں گرفتار ہوا۔ اکثر آدمی ان میں مارے گئے۔ ان میں سے

ابراہیم حسین مرزا کا گرفتار ہونا ۱۲ رمضان ۹۸۱ھ

سو آدمی زندہ فرخ خاں کے ہاتھ سے گرفتار ہوئے۔ مرزا ابراہیم خاں تین سو آدمیوں کو ساتھ لیکر چلا۔ اور راہ میں جو قصبات آئے۔ اُن کو لوٹتا مارتا جمنا گنگا سے پار اُتر کر پرگنہ سرکار سنبل اعظم پور میں جو اسکی جاگیر میں تھا آیا۔ اُس کو یقین تھا کہ سرکار سنبل اور اس کا قلعہ مثل کوہ کمایوں جس کی خندق دریا گنگ ہی ہاتھ آجائیں گے۔ اور بہت جمعیت اس پاس جمع ہو جائیگی۔ مگر یہ صورت نہ ہوئی۔ حسین خاں مہدی قاسم خاں کانٹ گولہ کے جاگیردار اسکے رفع کرنے کے لیے مستعد ہوئے۔ پانچ چھ روز یہاں رہ کر وہ پنجاب کی طرف بھاگا۔ قصبہ پانی پت اور کرنال کو کہ سر راہ تھے غارت کرتا ہوا آگے چلا۔ راہ میں اوباش واقعہ طلب بہت اس کے ساتھ ہوئے اور خلق خدا کو آزار پہنچانے لگے۔ مرزا دیپال پور میں آیا۔ تو اس نے سُنا کہ نگر کوٹ کے فتح میں جو امرا اور لشکر مصروف تھا وہ اسکے پیچھے آتا ہے۔ تو اس نے لاہور کا ارادہ ترک کیا۔ اور ملتان کی طرف چلا جب لشکر شاہی تلنبہ کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ مرزا کل اس قصبہ میں آیا تھا۔ اور آج مقیم ہے۔ ترتیب افواج میں افسران سپاہ مشغول ہوئے۔ حسین قلی خاں واسمٰعیل قلی خاں اور ایک اور جماعت قول ہی۔ محب علیخاں ومرزا یوسف خاں برانغار میں مقرر ہوئے۔ خرم خاں و دولت خاں سہدی وشاہ غازی خاں تبریزی جرانغار میں قرار پائے۔ جعفر خاں۔ فتو۔ اور بعض اوز دلاور ہراول مقرر ہوئے۔ اس طرح انتظام کر کے رواں ہوئے۔ اس روز ابراہیم حسین مرزا کچھ آدمیوں کے ساتھ شکار کو گیا ہوا تھا۔ مسعود مرزا نے جب لشکر شاہی کے آنے کا حال سُنا تو خود جنگ کے لیے مستعد ہوا اور سپاہ کو بلایا اور فوج کے قریب گیا۔ اور لڑائی میں مشغول ہوا مگر وہ گرفتار ہو گیا۔ اور بہت آدمی اُسکے مارے گئے۔ ابراہیم مرزا بہت تگا پو کر کے بھاگا اور ملتان کے قریب آیا۔ بلوچوں نے اسکی راہ روکی۔ دریا گارا سے جو اس دریا کا نام ہے جو بیاس اور ستلج کے ملنے سے بنتا ہے اُترنا چاہتا تھا۔ مگر رات بھی کشتیاں نہ تھیں اُسکے کنارہ پر سو رہا۔ قوم جھیل نے جو مچھلیاں بیچا کرتے تھے۔ اس پر شبخون مارا مرزا اسکے ساتھ آدمی بعض مجروح وبعض مغلوب بے حال تھے وہ اس گروہ کو لیکر لڑانے

کھڑا ہوا ع صف مغلوب را ہولے لبند است ÷ جمیل غالب ہوئے۔ مزرا کی گردن میں سر کے پیچھے ایسا تیر لگا کہ وہ منہ کی راہ سے نکل گیا۔ اب مزرا نے اپنا حال دگرگوں پایا تو وہ لباس بدل کر اپنے آدمیوں سے جدا ہوا۔ اسکے دو ایک قدیمی غلام قلندروں کا لباس پہنا کر باہر لیجانا چاہتے تھے۔ مگر مزرا کو ضعف اس قدر تھا کہ ناچار ایک درویش گوشہ نشین شیخ زکریا کے گھر میں مقام کرنا پڑا۔ شیخ نے بظاہر تو مزرا کے جراحت پر ملائمت کے مرہم رکھے۔ مگر ملتان کے حاکم سعید خاں کو خفیہ اطلاع دی ع ہر کجا گوشہ نشینے است در و مکرے ہست سعید خاں نے اپنے غلام دولت خاں کو بھیجا۔ وہ مزرا کو مقید کر کے لے آیا۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے قیدی کو اپنے پاس بلایا۔ مگر بادشاہ کے پاس روانہ ہونے سے پہلے اُس جہاں کو روانہ ہوا۔ جب حسین قلیخاں بادشاہ پاس فتحپور سیکری میں آیا۔ مسعود حسین مزرا کو اور اُسکے تین سو آدمیوں کو قید کر کے اس طرح لایا کہ مزرا کی آنکھیں سی ہوئی تھیں۔ اور قیدیوں کے مُنہ گائے کی کھالوں میں جنکے سینگ الگ نہیں کیے گئے تھے لپٹے ہوئے تھے + بدایونی لکھتا ہے انکے منہ گدھے۔ سُوّر کی کھالوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ چرمہائے گاؤ در گلو انداختہ۔ جسکے معنی یہ ہیں۔ گلوں میں تسمے گائے کے چمڑے کے پڑے ہوئے تھے۔ غرض اُن قیدیوں کی ایک عجیب ہیئت تھی بادشاہ نے دیکھتے ہی فوراً مسعود حسین کی آنکھیں کھلوائیں اور چند سرغنوں کو تو بُری طرح مارا باقی سب کو رہا کر دیا۔ سو آدمی مزراؤں کے ساتھ ایسے بھی تھے۔ کہ خانی کا خطاب رکھتے تھے۔ انکو حسین خاں نے جو سنبل سے چلکر اس لڑائی میں شریک ہوا تھا۔ اپنے گھر جانیکی اجازت دی اور اس نے حسین قلیخاں سے کہدیا کہ بادشاہ کی اجازت نہیں ہے کہ کوئی قیدی مارا جائے اسلیے میں نے ان قیدیوں کو بادشاہ کے صدقہ میں چھوڑ دیا۔ اُسی روز سعید خاں ابراہیم حسین مزرا کو بادشاہ کے روبرو لایا۔ انھیں دنوں میں بادشاہ نے حسین قلیخاں کو خان جہاں کا خطاب دیا۔

اس سنہ کے واقعات میں سے ایک یہ ہے

ابوالفضل نے اکبر نامہ میں یہ لکھا ہے کہ راجہ جے چند راجہ نگر کوٹ بادشاہ کی خدمت میں تھا

اس نے اپنی مآل اندیشی سے اپنے خرد سال بیٹے ہری چند کو راجہ گوبند چند جسوال کے حوالہ کیا تھا اس زمانہ میں گوبند چند نے قلعہ میں آنکر لوازم قلعہ داری کا اہتمام کیا۔ مگر تاریخ بدایونی میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا۔ بادشاہ کو ایام طفلی سے کل اصناف ہنود کی طرف رغبت دلی تھی۔ خاصکر برہمنوں اور کبیوں (شاعروں) کی طرف ایک برہمن کی برہمداس نامی کالپی کا رہنے والا ہنود کی مداحی میں نامور۔ فہم و ادراک میں ملند پایہ بادشاہ کا ملازم ہوا۔ بادشاہ کی ہمزبانی سے اس نے مزاج میں دخل پیدا کیا۔ روز بروز اسکی تربیت سے منصب عالی پر پہنچا۔ شرف ندیمی سے مشرف ہوا۔ اول کب رائے (ملک الشعرا) کا خطاب ہوا۔ بعد ازاں راجہ بیربل (یعنی بہادر نامور) کا خطاب ملا۔ راجہ جےچند حاکم نگر کوٹ سے بادشاہ کا مزاج برہم ہوا۔ جےچند کو مقید کیا۔ اور ولایت نگر کوٹ راجہ بیربر کو جاگیر میں عنایت کی۔ اور حسین قلیخاں کو حکم ہوا کہ مرزا یوسف خاں وجعفر خاں وفتح خاں جیاری ومبارک خاں گکھر وغازی خاں اور امرائے پنجاب کو لیکر ہری چند سے نگر کوٹ لیکر راجہ بیربر کو دلادی۔ راجہ بیربر لاہور میں آیا۔ حسین قلیخاں مع اور امرا پنجاب کے نگر کوٹ پر متوجہ ہوا۔ جب یہ سیاہ دھمری کے قریب پہنچی تو یہاں کا ناظم چھوٹو نام جو جےچند کا رشتہ دار تھا اور اپنے قلعہ کی استواری پر مغرور تھا۔ خود تو ایک گوشہ میں چھپ گیا۔ اور اُس نے وکلا کو پیشکش دیکر بھیجا اور عرض کیا کہ میں خوف کے سبب سے خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔ مگر راہداری کا کفیل ہوں۔ حسین قلیخاں نے وکلا کو خلعت دیکر رخصت کیا اور ایک قریہ میں کہ سر راہ تھا اپنا تھانہ مقرر کیا اور آگے چلا۔

جب قلعہ کوٹلہ میں پہنچا تو یہاں مقام کیا۔ یہ قلعہ بہت ملند ہی۔ وہ پہلے گوالیار (پہاڑوں میں ہی) کے راجہ رامچند سے متعلق تھا۔ مگر راجہ دھرم چند اور راجہ جےچند نے بزور اُس سے چھین لیا تھا۔ راجہ جےچند کی طرف وہاں جو افسر محافظ مقرر تھے اُنھوں نے اس لشکر پر کہ لوٹنے گیا تھا تیر و تفنگ چلائے جب حسین قلیخاں خان جہاں نے یہ حال سُنا تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اطراف قلعہ کو ملاحظہ کرنے گیا۔ قلعہ کے محاذی اس نے ایک پہاڑ

دیکھا کہ وہ قلعہ کا سرکوب ہوسکتا تھا۔اس پہاڑ پر نہایت مشقت سے توپیں چڑھائیں اور وہاں سے
اُنھیں قلعہ پر چلایا۔ لوگوں سے قلعہ کی عمارات شق ہونی شروع ہوئیں۔اور بہت سے آدمی
اسکی دیوار کے نیچے دب مرگئے۔اور قلعہ میں بڑی کھلبلی پڑی۔جب عصر کا وقت آیا تو حسین قلیخاں اپنے
خیمہ میں آیا۔اور مورچے پر لشکر کو چھوڑا یا۔توپوں کے صدموں سے راجپوت جو قلعہ کے اندر تھے رات
کو سب بھاگ گئے۔جب صبح کو حسین قلیخاں کو خبر ہوئی تو وہ ڈنکا بجاتا ہوا قلعہ کے اندر گیا۔اور راجہ
گوالیار کو یہ قلعہ دیدیا۔اسی کے باپ دادا کا وہ تھا۔مگر یہاں اپنا تھانہ بھی مقرر کیا۔

اب حسین قلیخاں آگے چلا تو ایک جنگلستان ایسا آیا کہ درختوں کی کثرت سے وہاں مورو
مار کا گذرنا مشکل تھا۔ایک گروہ جنگل کو کاٹکر راستہ بناتا تھا تو لشکر چلتا تھا متواتر کوچ
کرکے اول رجب ۹۸۰ھ کو راجہ راجچندر کے باغ جوگان میں کہ نگر کوٹ کے قریب تھا
پہنچا۔لشکریوں نے اپنے زور بازو و شجاعت سے پہلے ہی حملہ میں حصار بھول کو جو بھامائی
کا مندر تھا لے لیا۔یہاں سوا پُجاریوں کے اور کوئی نہیں رہ سکتا تھا۔راجپوتوں کی ایک
جماعت جنھوں نے اپنا مرنا ٹھان لیا تھا خوب بہادری سے لڑی اور مری۔وہ برہمن
جو ایک لمحہ اُس بُتخانہ سے جُدا نہ ہوتے تھے اور چند سال سے اس کی خدمت کرتے تھے
اُنھوں نے بھی لڑکر اپنی جان اسپر سے قربان کی۔اس ہنگامہ فساد میں بتخانہ کو
دارالامن سمجھکر ہندوُں کی دو سو کالی گائیں چلی آئیں تھیں۔بعض سادہ لوح ترکوں نے
اُن کو ایسے وقت میں کہ تیر و تفنگ مینھ کی بوندیوں کی طرح برس رہے تھے ذبح کیا اور اُنکے
خون کو اپنے موزوں میں بھر کر بُتخانہ کی دیواروں اور چھتوں پر پھینکا۔نگر کوٹ کا شہر
نیز بیرونی ان کے قبضہ میں آگیا۔ان کی عمارات کو ڈھاکر لشکر کے اُترنے کے لیے
میدان صاف کیا۔پھر قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ساباط و سرکوب تیار کیے
چند بھاری توپیں اس پہاڑ پر کہ قلعہ کے محاذی تھا چڑھائیں۔ہر روز چند توپیں قلعہ اور
راجہ کے مکانات پر ماری جاتیں۔اتفاقاً ایک دن کا ذکر ہے توپ خانہ نے اس

مکان پر توپ لگائی جس کو مستحکم سمجھکر راجہ وہاں کھانا کھانے آیا تھا۔ اسی آدمیوں کے قریب
اس مکان پر دب کر رہ گئے۔ ان میں سے ایک بھوج ڈیو ولد راجہ نجمل راجہ ہوتا تھا۔ اوائل
شوال ۹۸۰ھ میں خطوط سے معلوم ہوا کہ مرزا ابراہیم نے ملک میں شورش برپا کی ہے اس لیے
بعض امرا کی یہ صلاح ہوئی کہ قلعہ کا صلح سے معاملہ طے کر کے اس کوہستان سے نکلکر مرزا کی
شورافزائی کا علاج پہلے اس کے آنے سے کرنا چاہیے۔ بعض امیروں کی یہ رائے تھی کہ بہت
محنت اُٹھا کر قلعہ کا کام اختتام کے قریب پہنچا ہے صلح نہیں کرنی چاہیے۔ امرا نے کہا کہ اس قلعہ
کے لینے اور نہ لینے کے ضرر و نفع کی مقدار معلوم۔ مگر مرزا کی فتنہ افزائی کا ایک سانحہ عظیم ہے۔
خانجہاں نے کہا کہ میں صلح اس شرط سے کرتا ہوں کہ ہر ایک اہل مجلس صورت مجلس کو لکھکر اپنی مہر
کر دے۔ اگر اس محاصرہ کا اُٹھا دینا بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہو تو ہر یک جوابدہی اپنی آپ کرے
امرائے خط لکھ دیئے اور صلح ان شرائط پر ٹھہری جس سے راجہ بہت خوش ہوا آول راجہ اپنی لڑکی
بادشاہ سے بیاہنے کے لیے بھیجدے۔ دوم پیشکش لائق تیار کرے۔ سوم اپنے آدمی معتبر جیسے فرزند و
خویش ہیں ہماری جمع خاطر کے لیے ہمراہ کرے کہ اگر شہریار کو یہ صلح نہ پسند ہو تو جب تک وہ قلعہ حوالہ
کرے یہ آدمی گرو (اول) میں رہیں چہارم یہ ولایت راجہ بیربر کو ملی ہے بہت سے مباح اسکو
دیے۔ راجہ نے چاروں شرطوں کو قبول کر لیا۔ خان جہاں نے پانچویں یہ شرط پیش کی۔
راجہ گوپی چند آن کر ملاقات کرے۔ راجہ کی تسلی کے واسطے مرزا یوسف خاں کو قلعہ کے
اندر بھیجا کہ وہ راجہ کے آنے تک وہیں رہے۔ راجہ ان کے ساتھ چلا آیا۔ خان جہاں نے
راجہ کو رخصت کیا۔ مگر راجہ نے کہا کہ اب تم غنیم سے لڑنے جاتے ہو۔ میں تمھارے لشکر کے ساتھ
چلتا ہوں۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ اہل قلعہ نے پانچ من سونا بوزن اکبرشاہی اور
اجناس قماش بادشاہ کی پیشکش کے لیے دے۔ راجہ جی چند کے محل کے سامنے ایک
مسجد (بیش طاق) بنایا گیا روز جمعہ اواسط شوال ۹۸۰ھ میں منبر پر حافظ محمد باقر نے
بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ خطیب نے بادشاہ کا نام جتنی دفعہ لیا اس کے سر پر سونا

نثار کیا گیا۔ سکہ جاری کیا گیا۔ اس لیئے ملا حسین و قلیجخاں یہاں سے روانہ ہوا۔

بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں، کہ جو تنگدل حسد اندوزوں کے لیے سرمایہ خوشدلی اور پراگندہ خاطر نفاق اندیشوں کے واسطے باعث نشاط۔ مگر حقیقت میں وہ افزائش اقبال شہنشاہی کے مقدمہ اور آمال و آمانی کی کنجی اور فتنہ فساد کے دروازہ کا قفل اور مواد اخلاص کی افزونی اور اہل نفاق کے لیے خمیر مایۂ ہلاکت ہوتے ہیں۔

بادشاہ کا دوبارہ گجرات جانا اور فتح و نصرت کے ساتھ مراجعت کرنا ۹۸۱ھ

اسی قبیل سے گجرات میں شورشوں کا برپا ہونا اور بادشاہ کا انکے مٹانے کے لیے جانا تھا۔ جس کی شرح یہ ہے کہ جب بادشاہ خان اعظم کوکہ کو گجرات کے سب اختیارات دیکر دارالخلافہ کو روانہ ہوا تو خان نے دیکھا کہ ایدر کی حدود میں رائے نرائن یہاں کے زمیندار اور شیر خاں فولادی کے بیٹوں کے ساتھ اختیار الملک متفق ہو کر فساد برپا کر رہا ہے تو اس نے مہمات ملکی میں تاخیر کو مناسب سمجھا۔ وہ احمد آباد نہ گیا اور ایدر کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا مقیم اس نواح میں جاگیردار تھا وہ فتنہ اندوزوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ خان سے آن ملا۔

خان اعظم اس گروہ کے استیصال میں مصروف تھا کہ محمد حسین مرزا نے تازہ فتنہ برپا کیا اسکی تفصیل یہ ہے کہ محمد حسین مرزا کو دولت آباد دکن کی حدود کی طرف سے خبر پہنچی کہ سورت سے بادشاہ اپنے دارالخلافہ کو روانہ ہوا۔ تو اس نے سورت کے لے لینے کا ارادہ کیا اور اس کی حدود میں آکر شورش برپا کی۔ مگر قلیج خاں نے اپنے قلعہ کو لڑائی کے لیے تیار کیا تو مرزا نے اسکے لینے کا منصوبہ چھوڑ دیا۔ برفج میں آیا اور قطب الدین خاں کے ملازموں سے ملک اُسے لے لیا اور وہاں سے کھنبایت میں آیا حسن خاں یہاں کا شقدار اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا وہ بھاگ کر احمد آباد چلا گیا۔ مرزا کو بے جنگ کھنبایت ہاتھ آگیا۔ خان اعظم نے سید حامد و سید بہاء الدین و شیخ محمد بونگیری کو قطب الدین خاں کی مدد کو بھیجا۔ ان دنوں میں اختیار الملک ورده جماعت کہ پہاڑوں کی تنگنائے میں چلے گئے تھے باہر آئے۔ خان اعظم نے ایک مستحکم جا اپنی پناہ گاہ بنائی تھی۔ مخالف نگاہ کہ وہ اس پر دست اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس گروہ نے یہ ارادہ کیا کہ احمد آباد

پر چڑھے۔ اگر اعظم خاں اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلے تو اس سے لڑے نہیں احمد آباد پر قبضہ کیجئے جب خان اعظم کو ان مخالفوں کی احمد آباد کی طرف جانے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ جلدی سے اس شہر میں آگیا۔ اسی رات کو محمد حسین مرزا کو کھنبایت میں شکست ہوئی تو خان اعظم کے لشکر سے دور دور جا کر اختیار الملک و پسران شیر خاں فولادی سے مرزا ملا۔ اس شکست کا حال یہ ہے کہ خان اعظم کے ملازموں قطب الدین و سید حامد بخاری اور نورنگ خاں سے جو کھنبایت میں پہنچے مرزا لڑا۔ باوجودیکہ اس پاس کم آدمی تھے مگر بہت ہاتھ پاؤں مارے اور شکست پائی سید بہار الدین مارا گیا۔ امرائنے اس فتح کو غنیمت جانا۔ اس کا تعاقب نہیں کیا۔

خان اعظم نے احمد آباد میں آکر اسکے مداخل و مخارج کو مستحکم کیا۔ چند روز بعد مخالف بھی احمد آباد میں آئے۔ دونوں میں روز لڑائیاں شروع ہوئیں۔ اگرچہ پادشاہی لشکر اس قدر تھا کہ اگر وہ صف آرا ہوتا تو فتح کرتا۔ مگر خان اعظم کو اپنے ملازموں اور قطب خان پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے وہ اس کام میں مبادرت نہیں کرتا تھا۔ پادشاہ کی نصیحت اُسکو یاد تھی کہ اگر مخالف جمع ہو کر ہنگامہ شورش گرم کریں تو جنگ میں نہایت حزم و احتیاط چاہیے۔ ایک دن فاضل بیگ خاں نکلکر مخالفوں سے لڑا اور زخمی ہوا جس سے وہ مر گیا اور سلطان خواجہ گھوڑے سے گر کر خندق میں جا پڑا۔ اس کو رسیوں سے نکالا۔ سب کی یہ رائے ہوئی کہ ان مخالفوں سے لڑنا نہیں چاہیے۔ خان اعظم نے ایک عرضداشت تمام حال کی لکھکر سلطان خواجہ کے ہاتھ پادشاہ پاس بھیجی۔ پادشاہ کو اس عرضداشت سے جب سارا حال معلوم ہوا تو ارادہ ہوا کہ ایلغار کر کے وہاں جائے۔ لشکر شاہی ابھی ایک برس لڑکر گجرات سے آیا تھا اس نے اپنی جاگیروں سے روپیہ نہیں وصول کیا تھا۔ لیلیے پادشاہ نے خزانہ شاہی سے روپیہ انکو دیدیا اور بہت سا لشکر کا سامان تیار کیا۔ پادشاہ جانتا تھا کہ سارا لشکر بھیر بنگاہ سمیت جلد نہیں جا سکتا۔ اس لیے اس نے دو ہزار کار آزمودہ منچلے بہادر چنے چُنائے دلاور سپاہی ساتھ لئے اور راستہ کے حاکموں کو حکم بھیجا کہ جتنی کوتل سانڈنیاں ہوں تیار کر کے اپنی انتخابی فوج کے

ساتھ سرراہ حاضر ہوں۔ شجاعت خاں۔ راجہ بھگونت سنگھ۔ سید محمود بارھہ۔ رائے رائے سنگھ کو پہلے سے روانہ کیا۔ مگر زبان سے یہ فرمایا کہ ہم سے پہلے سرکار پر کوئی نہیں پہنچے گا۔ دہلی کی حراست راجہ ٹوڈرمل اور امیروں کو سپرد کر گئے ۲۸ ربیع الآخر ۹۸۱ھ کو سوار ہوا۔ تین چار سو جان نثار اور نامی سردار اور منصب دار اس کے ساتھ تھے۔ سانڈھنیوں پر بیٹھکر کوتل گھوڑا لگا نہ دن دیکھا نہ رات جنگل اور پہاڑ کاٹ ساڑھے چار سو میل سفر کو نو دن میں ختم کیا جسکو قافلہ دو تین ماہ میں طے کرتا ہے۔ بادشاہ کبھی گھوڑے پر کبھی سانڈھنی پر سوار ہوتا۔ کبھی گاڑی میں بیٹھتا۔ گاڑیبان سے وہ کہدیتا کہ خواہ کیسا ہی تجھ کو آہستہ روی کے لیئے لوگ کہیں۔ مگر تو کچھ نہ سُننا۔ اپنے آرام کی فکر اس سفر میں وہ نہیں کرتا تھا۔ راہ میں جالور کی نواح میں ایک کاروان سے گھوڑے خریدے پٹن سے لشکر کو شائستہ طور پر مرتب کیا۔ راہ میں لشکر اس کے ساتھ جابجا سے ہوتا گیا یہاں سے خود سو سوار لیکر چلا۔ جب وہ موضع مالینہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مخالف یہاں قلعہ کو مستحکم کرکے جنگ کے لیے تیار ہیں۔ بادشاہ نے اپنے لشکر کو بھیجکر اُن شخصوں کو بھگایا اور مارا وہ قلعہ میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے مختصر قلعہ کو اس لائق نہ جانا کہ خود اس پر متوجہ ہوتا بعد ازاں مرزا یوسف خاں اور قاسم خاں لشکر کے لیے آتے تھے۔ اُن کو دیکھکر اہل قلعہ بھاگ گئے۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ بادشاہ جب احمد آباد سے تین کوس پر پہنچا تو آصف خاں کو احمد آباد میں بھیجکر سب امرا کو بلایا۔

جب بادشاہ کا لشکر غنیم کے قریب آیا تو یہ واقعہ عجیب پیش آیا کہ بادشاہ نے خود جیبہ (زرہ بکتر) پہنا اور اپنے خاص ملازمین کو جیبہ تقسیم کر رہا تھا کہ جیل پسر روپسی کو دیکھا کہ وہ باپ کا جیبہ ایسا بھاری پہنے ہوئے کھڑا ہے کہ اُس کے بوجھ سے دبا جاتا ہے بادشاہ نے دیا کرکے اُس کو خاص اپنا ہلکا پھلکا زرہ بکتر جیبہ خانہ سے منگا کر عنایت کیا اور اُس کا بھاری زرہ بکتر بال دیو کے پوتے کرن کو دیدیا اس پاس جیبہ نہ تھا۔ جب روپسی جیل کے پاس گیا تو اُس نے اپنی زرہ بکتر کو پوچھا کہ کیا ہوا تو اُس نے تمام حال عرض کیا۔ روپسی اور مال دیو کے خاندان میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی۔ اس لیئے وہ ایسا خفا ہوا کہ۔۔۔۔

...... اس نے بادشاہ پاس آ دم بھیجکر زرہ بکتر اپنا منگایا۔ اس گستاخی پر بادشاہ خفا نہیں ہوا۔ بلکہ نہایت خوش اخلاقی سے جواب دیا کہ زرہ بکتر کے عوض میں ہم نے اپنا خاص زرہ بکتر دیدیا ہے۔ یہ جواب سنکر روپسی نے اپنا زرہ بکتر اُتار کر پھینکدیا اور کہا کہ اب ہم بغیر زرہ بکتر کے لڑینگے۔ بادشاہ نے اس معاملہ نافہم کو بجائے تادیب کرنے کے خود اپنا زرہ بکتر اُتار کر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ مجھکو یہ گوارا نہیں کہ میرے سردار مجھ سے زیادہ جان جوکھوں میں پڑیں۔ یہ مردمی نہیں ہے کہ میں مسلح ہوں اور وہ بے سلاح ہوں۔ پیچھے بادشاہ سے روپسی کی طرف سے معذرت ہوئی کہ اس نے بھنگ کے نشہ میں یہ حرکت کی ہے۔ بادشاہ نے اس کی معذرت قبول کرلی۔

بادشاہ فوراً احمد آباد میں آنا اور محمد حسین مرزا پر فتح پانا ۹۸۱ھ

بادشاہ نے ۵ رجمادی الاول ۹۸۱ھ کو لڑائی میں فیروزی پائی جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب بادشاہ کا لشکر غنیم کے قریب آیا تو غنیم سامنے نہ آیا۔ بعض مقربین بادشاہ نے عرض کیا کہ شب خون مارنا چاہیے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس میں خدعہ ہے ؎ شبِ خون بود پیشۂ بیدلاں ازیں ننگ دارند خیل یلاں + بادشاہ نے نقارۂ جنگ بجایا۔ مخالفوں کو اپنی کثرت پر غرور تھا۔ محاصرہ تنگ کر رکھا تھا اور شیر خاں فولادی کے آنے کے منتظر تھے۔ جب بادشاہ کا لشکر سابرمتی کی ندی پر آیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ فوج آئین کے ساتھ مرتب ہوکر دریا کو عبور کرے۔ امراء لشکر گجرات کے منتظر تھے کہ اس اثناء میں تین سو سوار گجراتیوں کے جو مقام سرکیج سے پھرے تھے نمایاں ہوئے۔ بادشاہ نے اپنی بندوقچیوں کو حکم ان سے لڑنے کا دیا۔ سوار بھاگ کر اپنے مورچل میں چلے گئے۔ جب بادشاہ کے نقارہ اور کرنا کا آوازہ دشمن کے لشکر کے کان میں پہنچا تو محمد حسین مرزا سراسیمہ ہوکر برسم قراولی آیا۔ سبحان قلی ترک اور کئی بہادر اس دریا کے کنارہ پر کھڑے مخالف کا تفحص حال کر رہے تھے۔ مرزا نے بہ آواز بلند اس فوج کا حال استفسار کیا۔ سبحان قلی نے مرزا کے ڈرانے کو جواب دیا۔ اے بیخبر تجھے خبر نہیں کہ یہ شاہی لشکر ہے اور لشکر میں شہنشاہ ہے۔ گیا گھڑا پوچھتا ہے جا اپنی جماعت کو

رہبری کر۔ محمد حسین مرزا نے کہا کہ اے برادر تو مجھے ڈراتا ہے اور اپنی طرف سے باتیں بناتا ہے۔ چودھواں دن ہے کہ میرے جاسوسوں نے ایک خبر دی ہے کہ بادشاہ فتحپور میں ہے۔ اس پر سبحان خاں نے قہقہہ مارا۔ مرزا نے کہا کہ اگر تم سچ کہتا ہے کہ شہنشاہ یہاں آیا ہے تو اسکے نشان کے ہاتھی کہاں ہیں جو اسکے ساتھ رہتے ہیں۔ سبحان خاں نے اسکا جواب دیا کہ بادشاہ کو نواں دن ہے کہ فتحپور سے چلا ہے۔ ہاتھیوں کو کیا ہاتھ پر اُٹھا لاتا۔ تو مرزا کو یقین بادشاہ کے آنے کا ہوا اور وہ اپنے لشکر میں دوڑا گیا اور تسویہ صفوف میں مصروف ہوا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ غنیم اسکے آنے سے بے خبر تھا۔ تو اپنی مردانگی اور فتوت کے سبب لڑائی میں اتنا توقف کیا کہ اسکو خبر ہو جائے۔ نقارہ بجا کر اپنے آنے کی اسکو اطلاع کی کہ قراول خبر لائے کہ غنیم جیبہ پوشی وصف آرائی کر رہا ہے۔ حکم شاہی صادر ہوا کہ دریا سے عبور ہو۔ ہر چند امرا نے سمجھایا کہ خان کلاں کے لشکر کو آنے دیجیے۔ مگر اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ دریا پایاب تھا لشکر اُتر گیا۔

مرزا نے ولی خاں پسر جھجار خاں حبشی کو دست راست کی فوج کا سردار بنایا اور حبشیوں اور گجراتیوں کی ایک جماعت اسکے ساتھ کی محمد خاں پسر شیر خاں فولادی کو افغانوں کے انبوہ کے ساتھ دست چپ سپرد کیا۔ شاہ مرزا بہت سے بدخشی ماوراء النہری کہ جنکے خود استخوان حرام نمکی سے پرورش پائے تھے اپنے ہمراہ لیے اور بادشاہ سے لڑنے کو تیار ہوا بیس ہزار سپاہ کی جمعیت اسکے ساتھ تھی۔ بادشاہ دریا سے ایک کوس پر بلندی پر بیٹھا لشکر کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ کہ آصفخاں نے آنکر عرض کی۔ مرزا کو کہ کو کہ حضور کے آنیکی خبر نہیں ہوئی۔ جب کوئی حضور کی تشریف آوری کی خبر دیتا تھا تو اُسکو وہ میر ابوتراب اور تمام دولتخواہوں کے لطائف الحیل سمجھتا تھا جب اسکو قسمیں دیکر خاطر نشان کیا کہ حضور تشریف لائے ہیں تو وہ لشکر گجرات کو آراستہ کرکے آنے پر مستعد ہوا ہے۔ ابھی اس نے اپنی سرگذشت پوری نہیں کی تھی کہ غنیم کا لشکر درختوں میں سے نمودار ہوا۔ ہراول بادشاہی لڑنے گیا۔ مگر شکست پاکر اُلٹا چلا آیا۔ بادشاہ نے راجہ

بھگونت داس سے کہا کہ اگرچہ غنیم کا لشکر بظاہر بہت ہے مگر عنایت ایزدی ہمارے ساتھ زیادہ ہے آؤ ہم تم یکدل و یک رو ہو کر اُس فوج سے پہلے لڑیں جس لشکر کی بیرقیں سُرخ ہیں وہ محمد حسین مرزا کا لشکر ہے اگر اس کا کام تمام کر دیا تو بیڑا پار ہے۔ محمد حسین مرزا اپنے لشکر میں سب سے آگے بڑھ کر آتا تھا۔ شاہ قلی خاں محرم و حسین خاں نے عرض کیا کہ تاخت کا وقت ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ عقل دوربین معاملہ داں ہمیشہ واعظ و نگہبان و کار فرمائے آدمی زاد کی ہے۔ ابھی پلّہ دور کا ہے اور ہم بظاہر کم ہیں دور جا کر تاخت اور آویزش کرنے میں جمعیت لشکر میں پراگندگی ہو گی اور کوئی شائستہ کام نہیں ہو گا۔ جوہر مردانگی ظاہر نہ ہو گا اور مسلک احتیاط ہاتھ سے جائیگا مثال سے اسکی توضیح کی کہ ہاتھ کی انگلیوں کو باندھکر گھونسہ مارئیے تو وہ زیادہ اثر کریگا اور کارگر ہو گا۔ بہ نسبت اسکے کہ پانچوں انگلیوں کو کھول کر مارئیے۔ وہ دانستہ آہستہ آہستہ بُزدلی و مردانگی سے خراماں خراماں چلا۔ اپنے لشکر کو مدارج خرد سکھاتا۔ مراتب دلیری بتلاتا۔ جس سے وہ یک دل سے ہزار دل ہوتے ان کا اخلاص بڑھتا۔ معاملہ دانی رونق پائی۔ بادشاہ کی فوج دشمن سے نزدیک ہوئی۔ مگر اس میں نظم و نسق نہ رہا۔ برانغار کی فوج شکست پاکر اُلٹی پھری۔ جب مخالف بہت نزدیک ہوا تو اُس پر تاخت کی۔ اللہ اکبر کے غلغلہ کا اور سورن کے زمزمہ کا شور رہا چقلش عظیم ہوئی۔ ایک دو تلواروں کے ہاتھوں کی ردوبدل میں بادشاہ کے دست راست کی فوج کو غنیم نے پسپا کیا۔ محمد حسین مرزا نے بادشاہ کی جانب چپ کی سپاہ کو مار ہٹایا۔ وہ یہ جانکر کہ جیت میرے ہاتھ آیا کچھ آگے گیا تھا کہ بادشاہ کی فوج قول نے مرزا کے جرانغار و برانغار کو مار کر تباہ کر دیا جسکی تفصیل آگے ہوتی ہے۔ مان سنگھ درباری اور رگھو داس کچھواہہ و محمد وفا و کرن نبیرہ مالدیو نے بڑی بڑی جوانمردیاں کیں۔ راگھو داس کی جان گئی اور محمد وفا زخمی ہوا۔ اس زد و خورد میں ایک جوان مرد نے بادشاہ پر شمشیر کا ہاتھ چلایا جو اُسکے گھوڑے پر پڑا جس سے وہ چراغ پا ہوا۔ مگر اس شہسوار شہریار نے گھوڑے کو سنبھال کر شمشیر زن کو برچھہ مارا کہ اس کے اندر

بیٹھ گیا۔ جب اس کو کھینچا تو سنان اسکی ٹوٹ گئی تھی دوسرے آدمی نے آنکر پادشاہ کی ران میں تلوار
ماری مگر پادشاہ بچ گیا۔ ایک اور آدمی نے آنکر نیزہ مارا۔ مگر چیلہ گوجر نے برچھے سے اُس کو مارڈالا
اُسی وقت قول پادشاہی دردمند ہوکر پادشاہ سے نزدیک ہوئی۔ اس فوج میں میر بدخشی نے
اپنی بدذاتی و بیخبری سے پادشاہ کی خبر ناخوش اُڑادی تھی۔ پادشاہ نے جب اس قول کی فوج
میں جاکر اپنی آواز اُس کو سُنائی تو اسکی جان میں جان آئی۔ اور دشمن کے دفعہ کرنے میں وہ
متوجہ ہوئی۔ سید محمود خاں بارھا اور رائے رائسنگہ و فرحت خاں قول سے جدا ہوکر لڑے اور فتح پائی
پادشاہ آہستہ آہستہ احمد آباد کی طرف جاتا تھا اور مرزا کوکہ اور لشکر گجرات کے دیر لگانے کا
سبب پوچھتا تھا کہ مغل کلائوت نے آنکر کہا کہ یوسف خاں کوکلتاش مارا گیا۔ پادشاہ اسکے
مرنے کے افسوس میں تھا کہ مژدۂ فتح پہنچا کہ محمد حسین مرزا گرفتار ہوا۔ قول شاہی سے لڑتے
میں اسکے چہرہ پر زخم لگا تھا وہ بھاگا جاتا تھا کہ گھوڑا اُسکا ببولوں کے کانٹوں سے گرا۔
گدا علی جو یکہ پادشاہی تھا وہ اس پاس گیا اس سے کہا کہ تو آمیں تجھے بچالونگا۔ اس نے
قبول کیا۔ اس کو اپنے آگے گھوڑے پر بٹھاکر پادشاہ پاس لے چلا۔ خان کلاں کا ملازم
ساتھ ہولیا۔ جب وہ حضور والا میں آیا تو دونوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے مرزا
کو پکڑا ہے۔ پادشاہ نے مرزا سے پوچھا کہ تم بتاؤ کس نے تم کو پکڑا ہے تو اُس نے جواب دیا
کہ مجھے کسی نے نہیں پکڑا۔ حضور کے نمک نے گرفتار کیا ہے۔ پادشاہ نے مرزا کے ہاتھ جو پیچھے
بندھے ہوئے تھے کھلواکر مانسنگہ درباری کے حوالہ کیے۔ شاہ مدد کوکہ مرزا کا کوکہ تھا پادشاہ
کے روبرو لائے اُسکو پادشاہ نے اپنے نیزہ سے مارڈالا اُس نے سرنال کی لڑائی میں بہت بڑے راجہ بھگونت داس کو مارا تھا
محمد حسین مرزا نے مانسنگہ درباری سے پانی مانگا۔ فرحت خاں چیلہ نے اُسکے سر پر دو ہتھڑ
ماری کہ ایسے شورانگیز بدخواہ دولت کو پانی پلانا کس آئین میں درست ہے۔ پادشاہ نے جب انکا
شور سُنا تو فرحت خاں پر اعتراض کیا اور آب خاصہ طلب کرکے اسکو پلاکر اپنی عنایت سے
سیراب کیا۔ ابر رحمت برسایا۔ برق مہربانی چمکائی۔ حوصلہ کا روز بازار دکھایا۔ قدردانی کی

آرائش پدید کی۔ جرم بخشی و مجرم نوازی کا رتبہ بلند کیا۔ اپنی والا فطرتی و فتوت و اہلیت مردانگی کی داد دی۔

ابھی بادشاہ پاس کوکہ مرزا ہین آیا تھا کہ بادشاہ آگے بڑھا جاتا تھا۔ اُس نے رائے رائسنگہ کو حکم دیا کہ محمد حسین مرزا کو ہاتھی پر ڈال کر ساتھ لے چلو۔ اسوقت اکثر آدمی بادشاہ کی استراحت کے لیے گوشوں میں چلے گئے تھے۔ سو آدمیوں کے قریب بادشاہ کے پاس تھے کہ سامنے سے ایک فوج نمودار ہوئی جس میں پانچہزار آدمیوں سے زیادہ معلوم ہوتے تھے بعض یہ سمجھے کہ فوج گجرات مرزا کوکہ کی ہی۔ بعض نے کہا کہ شاہ مرزا کا لشکر ہی۔ جو محمود آباد کو ابتدا ر جنگ میں بھاگ گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ اختیار الملک اس لشکر کو لیے چلا آتا ہی۔ بادشاہ کا لشکر اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کے سبب سے ڈرا نقارہ جنگ کا حکم ہوا۔ مگر نقارچی کے خوف کے مارے ایسے ہوش اُڑے ہوئے تھے کہ اُسے بادشاہ کا حکم سُنائی نہیں دیا۔ برچھے سے ہوشیار کیا گیا۔ تو اُس نے نقارہ پر چوب لگائی شجاعت خاں اور راجہ بھگونت سنگہ نے آگے بڑھکر مخالفوں پر تیر چلائے۔ اس ہنگامہ میں بادشاہ کے حکم سے محمد حسین مرزا کا سر جدا کیا گیا۔ یہ فوج کہ پر شکوہ معلوم ہوتی تھی جتنی لشکر شاہی کے قریب آتی جاتی تھی۔ پراگندہ ہوتی جاتی تھی۔ اختیار الملک کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر اس سے جدا ہوا کہ مہلکہ سے نکل جائے۔ کہ خار بست زقوم کے صدمہ سے زین سے زمین پر گرا۔ سہراب ترکمان جو بادشاہی یکون میں تھا۔ اسکے پیچھے جاتا تھا۔ اس کا سر تن سے جدا کیا۔ یہ لشکر احمد آباد کا محاصرہ کر رہا تھا جب اس نے سُنا کہ بادشاہ آتا ہے اور محمد حسین مرزا گرفتار ہو گیا ہی تو وہ حواس باختہ ہو کر گریزان ہوا۔ اختیار الملک دو ہزار آدمیوں کے ساتھ بادشاہ کے لشکر کی دست راست کی طرف سے اور فوج کلاں فیلان آراستہ کے ساتھ بائیں طرف سے بھاگ گئی۔ بادشاہ کو فتح حاصل ہوئی۔ نو دن میں بادشاہ نے وہ کام کیا جو برسوں میں ہوتا ہی۔ میدان جنگ میں دشمنوں کے بارہ سو آدمی مارے گئے۔ اور زخمی جو اِدھر اُدھر بھاگے انمیں پانچسو جنگلوں میں مر گئے۔ اور پانچسو

بنجاں نکل گئے۔ غرض ان مرزاؤں کا حال یہ ہوا کہ ابراہیم حسین مرزا تو سعید خاں کی قید میں ہلاک ہوا
محمد حسین مرزا اس لڑائی میں تلوار سے قتل ہوا۔ شاہ مرزا کہیں بھاگ گیا۔ بادشاہ کی طرف سو آدمی
مارے گئے جنہیں نامور آدمی یہ تھے۔ سیف خاں کوکہ۔ سہراب خالہ زاد صادق خاں۔ راگھوداس۔ عمر علی جلائر۔
جب بادشاہ کو اختیار الملک سے فراغت ہوئی کچھ دن باقی تھا کہ ایک فوج آراستہ
نمودار ہوئی۔ قریب تھا کہ لشکر شاہی سے ایک مٹ بھیڑ ہو کہ شیخ محمود غزنوی نے اطلاع دی
کہ مرزا کوکہ کا لشکر آتا ہے۔ بادشاہ اس سے خوش ہوا اور کوکہ مرزا پر ایسی عنایت و شفقت
کی جیسے کہ باپ بیٹے پر کرتا ہے۔ اختیار الملک کا سر بادشاہ پاس سہراب لایا۔ بادشاہ سجدۂ
شکر میں جبہ سا ہوا۔ عبرت عوام کے لئے اس نے باغیوں کے سروں کا منار بنایا۔
کوئی لکھتا ہے کہ آخر روز میں بادشاہ احمد آباد میں آیا منازل سلاطین گجرات میں گیا۔ اور
فتح نامے تیز رو قاصدوں کے ہاتھ چاروں طرف روانہ کیے اور اپنے جان نثار مخلصوں
کو انعام اکرام دیا۔ اپنے دار الخلافہ آگرہ کی طرف مراجعت کا عزم مصمم کیا۔ مرزا کوکہ نے بعض
ارباب عمائم اور اصحاب گوشہ نشین کا شکوہ کیا کہ وہ ان فتنہ اندوزوں کے ہمراہ تھے
ان میں سے ایک شیخ وجیہ الدین کہ علم معقول و منقول میں متصف تھے اور آداب قناعت
وعزلت و اصلاح نفس میں اشتغال رکھتے تھے۔ انھوں نے حرام خوروں کا مال اپنے گھر میں بہت
کچھ جمع کر رکھا تھا۔ جب شیخ سے پوچھا کہ آپ کو ان امور سے کیا مناسبت تھی۔ مولوی نے عرض کیا
کہ آشنائی اور آنکھوں کی شرم اسکا سبب ہوئی۔ کہ میں نے اپنے گھروں میں سے ایک گھر
ان کو دیدیا۔ وہ سچا معلوم ہوتا تھا اس لیے بادشاہ نے چھوڑ دیا۔ میر غیاث الدین قادری کے
فرزندوں کے گھر میں سے اختیار الملک کے اموال برآمد ہوئے۔ ان کو بھی بادشاہ کی
دوربینی اور غریب پروری سے نجات ہوئی۔ شیخ مظفر خویش شیخ عبد النبی کہ صدر گجرات
تھے اور رشوت ستانی کے سبب سے مرزا نے ان کے سر پر جوتیاں لگوائیں تھیں۔
ان کو بھی بادشاہ نے معاف کر دیا بہت سے مخالفوں کے زخمی یا در بند تھے روبرو آئے انکو بھی نجات دی

احمد آباد میں بادشاہ اعتماد خاں گجراتی کے مکانات میں اُترا ہوا تھا کہ شجاعت خاں نے منعم خانخاناں کی نسبت کلمات ناشائستہ زبان سے نکالے اور مجلس معلی کا ادب مرعی نہ رکھا اور دولت شاہی کے اس تورہ کا لحاظ نہیں کیا کہ وہ حافظ حدود اور مرتب مراتب ہے اس بے ادب کی تادیب ضرور تھی۔ اس کو قاسم خاں کے حوالہ کیا کہ اسکو خانخانان پاس لے جائے۔ اُس کا جو جی چاہے وہ اسکا حال کرے۔ قطب الدین اور نورنگ خاں کو بروج کی طرف بھیجا کہ شاہ مرزا اس طرف بھاگا ہے اس کا علاج کرے۔ راجہ بھگونت داس اور شاہ قلی خاں محرم اور لشکر خاں کو رخصت کیا کہ وہ ایدر کی راہ سے رانا کی ولایت میں جائیں۔ اور ان حدود کے سارے گردن کشوں کو تابع بنائیں۔ اور جو سرکشی کرے اس کی تنبیہ و تادیب شائستہ کر کے خواب غفلت سے بیدار کریں۔ شہر پٹن کی حکومت بدستور خاں کلاں کو عنایت ہوئی۔ دندوقہ و دولقہ اور بعض اور محال وزیر خاں کو مرحمت ہوئے۔

گیارہ روز میں مملکت گجرات کی مہمات سے بادشاہ نے انفراغ پایا۔ یکشنبہ ۱۶ ار جمادی الاولی اسنہ ۹۸۱ کو دارالخلافہ کے قصد سے چلا۔ محمود آباد میں اوّل منزل ہوئی۔ مرزا کوکہ کو رخصت کیا۔ خواجہ غیاث الدین علی قزوینی کو گجرات کی بخشیگری عنایت کی کہ وہ باستصواب مرزا کوکہ کے اپنے کام کو رونق دیا کرے اور آصف خاں کا خطاب دیا۔

چار دن بعد جب ست پور میں بادشاہ آیا تو معلوم ہوا کہ راجہ بھگونت داس جو ایدر کی راہ سے بھیجا گیا تھا اس سے قصبہ بدھ نگر میں شیر خاں فولادی کے غلام راولیا نے قلعہ کو استحکام دیکر لڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر وہ لڑا نہیں۔ جوگیوں کے لباس میں قلعہ سے بھاگا جاتا تھا کہ گرفتار ہو گیا۔ بادشاہ اجمیر میں آیا اور شرائط زیارت روضہ خواجہ معین الدین کی بجالایا۔ اور حکم دیا کہ لشکر آہستہ آہستہ چلے اور خود بطور ایلغار دارالخلافہ کو روانہ ہوا۔ نگر میں آیا تھا کہ راجہ ٹوڈرمل جسکو دارالخلافہ سے بلایا تھا وہ یہاں آیا۔ اسکو جمع گجرات کی تحقیقات اور بعض مہمات کی تنقیح کے لیئے گجرات روانہ کیا۔ کہ بمقتضاء وفور کاردانی

بادشاہ کا گجرات سے دارالخلافہ کو مراجعت ۹۸۱ھ

عدالت ونصفت کے موافق بغیر اغراض بشری ودواعی طمع منتج مقرر کرے اور اسکی نقل پادشاہ پاس بھیجدے کہ متصدیان کارگاہ سلطنت اسکے موافق سپاہ ورعیت کے ساتھ عمل کریں۔ ۸۔ جمادی الاخری کو پادشاہ دار الخلافہ میں داخل ہوا تینتالیس دن اس آنے جانے میں لگے۔ پادشاہ کے کارہائے عظیم میں سب سے بڑا کام مہم گجرات کا انصرام دینا سمجھا جاتا ہے۔ سپاہ جو ایدر کی طرف بھیجی گئی تھی اس نے قلعہ بدہ نگر پر قبضہ کیا۔ ایدر کا زمیندار نراین داس تھا وہ خدمات شائستہ بجالایا پیشکش پادشاہ کے لئے روانہ کی گوگندہ میں جہاں رانا رہتا تھا۔ اس نے پادشاہ پاس نہ حاضر ہونے کے بہت سے عذر کئے اور راجہ بھگونت داس کو اپنا شفیع بنایا۔ اور چھوٹا بیٹا ساتھ کیا۔ اور عرض کیا کہ میں خود خوف کے مارے حاضر نہیں ہوسکتا یہ خوف دور کرکے حاضر ہونگا۔ کچھ دنوں بعد راجہ ٹوڈرمل جو گجرات کی جمع مقرر کرکے پادشاہ پاس آتا تھا تو اس سے بھی رانا نے یہی عذر پیش کیا۔ پادشاہ نے مظفر خاں کو وکیل سلطنت مقرر کیا۔ جب اسے داغ سپاہی کا سخن درمیان آیا۔ تو وہ حقیقت معاملہ پر نہ پہنچا۔ بیہودہ باتیں بنانے لگا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آقا اور نوکروں میں مخالفتوں کا ہونا پادشاہ کو ناگوار خاطر تھا۔ دون ہمت زربندہ ملازم جو عقل واخلاص سے کچھ فروغ نہیں رکھتے۔ اوروں کے نقصان میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں۔ بہت سے بے انصافی وبے تمیزی وقدر ناشناسی عمل میں آتی ہے۔ اس سبب سے نوکر تھوڑی سی ناملائمی میں بے وفا ہوکر دوسرا صاحب قبول کرلیتا ہے اور تیرہ رائی سے اپنی بیوفائی کی برائی پر خیال نہیں کرتا۔ آقا اور سردار بھی مغلوب آز ہوکر جمع مال میں کوشش کرتے ہیں۔ ناموس کی بقا کا خیال نہیں کرتے۔ کچھ نوکروں کو دیتے ہیں اور ناموس کی عوض میں درہم ودینار جمع کرتے ہیں اس لئے پادشاہ نے ارادہ کیا کہ معاملہ قانون داغ اور ممالک محروسہ کا خالصہ بنانا۔ اعیان دولت کا پایہ مقرر کرنا۔ اور جمعیت وخدمت واخلاص وبے غرضی وکارطلبی کی رعایت کرنی اور رواتب ووظائف وادرارات مقرر کرنا یہ سب کام اپنی خرد دوربین سے عدالت کے موافق مقرر کرے اس کا ذکر راجہ ٹوڈرمل سے بھی کیا تو اس نے یہی عرض کیا کہ یہ اندیشہ صواب ہے لیکن

ظن غالب یہ ہے کہ منعم خاں و مظفر خاں اس معاملہ پر راضی نہ ہوں۔ پادشاہ نے جب یہ باتیں مظفر خاں سے کہیں۔ اس نے خود آرائی اور معاملہ نشناسی سے اس آئین کے رواج میں تساہل کیا اس لئے اکبر پادشاہ کی نظر عاطفت سے گر گیا۔ اب اکبر کا دوسرا بڑا کام یہ تھا کہ اس نے بنگالہ و بہار کو فتح کیا۔

جب مبارز خاں عرف شاہ عدلی فرمانروائی اور پادشاہی کا مدعی تھا تو تاج خاں کرانی اپنے بھائیوں سمیت بہار میں آیا۔ محمد خاں حاکم بنگالہ کے عہد میں شورش برپا کرتا رہا اور بہادر شاہ کے زمانہ میں گریز و نفاق کو رواج دیتا رہا۔ جب بہادر شاہ اپنی موت مر گیا۔ اور اسکے بھائی جلال الدین نے بہار و بنگال کی ریاست کا دعوی کیا تو ان دونوں بھائیوں تاج خاں و جلال الدین میں کبھی مخالفت سے کبھی موافقت سے بسر ہوتی تھی۔ بہت سے واقعات کے بعد جلال خاں مر گیا۔ اور تاج خاں ریاست بنگالہ اور بہار کا مالک ہو گیا اور یہ بھی تھوڑے دنوں میں ملک عدم کو روانہ ہوا۔ اس کا چھوٹا بھائی سلیمان کرانی بنگالہ و بہار اور اس کے حدود پر مستقل حاکم ہوا۔ خان زمان سے دوستی پیدا کر کے اپنے تئیں مستقل کر لیا۔ بے سر افغان سب اس کے گرد جمع ہو گئے اس نے خزانے اور ہاتھی بہت سے جمع کئے۔ جب خان زماں اپنی بدافعالی کی سزا میں گرفتار ہوا اور شہنشاہ اکبر نے منعم خاں خان خاناں کو جونپور اور اس کے نواح کی حکومت حوالہ کی جس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ زمانیہ جس کو خان زمان نے آباد کیا تھا اس میں خان زمان کی طرف سے اسد اللہ خاں حاکم تھا۔ جب خان زمان مر گیا تو اسد اللہ خاں نے سلیمان پاس آدمی بھیجکر ایک حاکم طلب کیا کہ زمانیہ اس کو سپرد کر کے نمک حرام بنے۔ مگر خان خانان کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے آدمی بھیجکر اسد اللہ خاں کو سمجھایا وہ نصیحت پذیر ہوا اور خان خاناں کے گماشتہ قاسم مشکی کو زمانیہ سپرد کر کے خود خان خاناں پاس چلا آیا۔ افغانوں کا لشکر جو زمانیہ کے خیال سے آیا تھا وہ بے بہرہ پھر گیا۔ لودی کہ عقل و تدبیر میں افغانوں کے اندر ممتاز تھا وہ سون ندی کے کنارہ پر سلیمان شاہ کا وکیل مطلق تھا اس نے

بنگالہ میں سلیمان حاکم بنگالہ کا شہنشاہ اکبر کا خطبہ پڑھوانا ۹۸۰ھ

یہ دیکھکر کہ خانخاناں صلاح جو اور مصالحہ طلب ہے اس سے دوستی پیدا کرلی اور اس طرح افواج شاہی کے صدمات سے اپنے ملک کو امن کرلیا۔ اسکے اور منعم خاں کے درمیان تحفہ ہدایا و رسل و رسائل بھیجے جاتے تھے جس سے رابطہ رسمی کو ہر ایک طرح کا استحکام ہوتا تھا۔ جسوقت کہ پادشاہ قلعہ چتوڑ کی فتح کو روانہ ہوا تو راجہ اڈیسہ اور ابراہیم کے استیصال کے درپے سلیمان تھا منعم خانخاناں سے اسکو اطمینان نہ تھا اسلئے وہ لودی کے وسیلہ سے سلسلہ یک جہتی کا محرک ہوا کہ اس سے خاطر جمع ہو۔ دوستانہ خط و کتابت کے بعد یہ امر قرار پایا کہ منعم خانخاناں اسکی ملاقات کو آئے۔ خانخاناں یہ سوچا کہ سلیمان سے ملنے سے ظاہری انتظام ہوجاویگا اگرچہ دوربین خیر خواہ اس اندیشہ ناصواب کے مانع ہوئے۔ مگر وہ سوچے پچنے امیر ہمراہ لیکر پٹنہ چلا۔ راہ ہی میں لودی نے آنکر تعظیم و احترام کی رسم کو ادا کیا۔ بعد ازاں سلیمان کا بڑا بیٹا بایزید آیا۔ جب پٹنہ پانچ چھ کوس رہا تو سلیمان استقبال کو آیا۔ اول خانخاناں نے سلیمان کو اپنی منزل میں بلاکر جشن کیا۔ دوسرے روز سلیمان نے خانخاناں کی مہمانی کی اور منبر پر شہنشاہ اکبر کے نام کا خطبہ پڑہوایا اور سکہ چلایا اور لائق پیشکش دیں۔ اس کے اعیان میں سے ایک جماعت نے شورش انگیز ہوکر یہ چاہا کہ منعم خاں کو گرفتار کرلیجئے لیکن لودی نے سمجھایا کہ اس شہنشاہ کے خانخاناں کو گرفتار کرنے سے کیا فائدہ اٹھاؤگے۔ جوہر مسکین کو تربیت کرکے خانخاناں بناسکتا ہے۔ سوا اس کے ابراہیم شاہ ہمارا مخالف کمین میں بیٹھا ہوا ہے سلیمان نے تو لودی کا کہا مان لیا۔ مگر اور افغان غل مچاتے رہے۔ منعم خاں یہ خبر سنکر بلطائف الحیل اپنے لشکر سے جدا ہوا۔ اور لودی کی صلاح سے جریدہ چلا۔ بہت دور جاچکا تھا کہ افغانوں کو خبر ہوئی۔ مگر اب وہ کیا کرسکتے تھے ناچار ملائمت اختیار کرنی پڑی۔ بایزید لودی جریدہ خانخاناں کے روبرو آئے۔ اعزاز اور اکرام کرکے واپس گئے۔ خانخاناں گنگا سے دو تین منزل چلا تھا کہ قلعہ چتوڑ کی فتح کی خبر اس پاس آئی جس سے اولیاء دولت کو تقویت ہوئی۔ اور سلیمان دلجمعی کے ساتھ بنگالہ میں آیا۔ اور اپنے مہمات کے انصرام میں مشغول ہوا۔ ملک اڈیسہ کو جس میں جگناتھ کا مندر ہے اس نے فریب سے لے لیا۔ اور وہاں کے

راجہ کو بد عہدی کرکے مار ڈالا - اور ابراہیم کو جسکی عقل درست تھی نہ نصیبہ بلند تھا۔ اور سرگردان ہوکر راجہ اڈیسہ پاس گیا تھا اور سروری کا اندیشہ اپنی ساتھ رکھتا تھا۔ اسکو قسم اور تزویر سے اس نے ہاتھ تلے لاکر عدم خانہ کو رخصت کیا۔ سلیمان کرراتی اڈیسہ و بنگالہ و بہار کا مستقل فرمانروا کیا۔ اس نے یہ عمل منافقانہ جاری رکھا کہ ہمیشہ عرائض اور پیشکش پادشاہ پاس بھیجتا تھا اس سبب سے اسکے نفاق دلی کا پردہ فاش نہیں ہوتا تھا۔ وہ ۹۸۰ھ میں مرگیا۔ اوسوقت پادشاہ خود مہم گجرات میں مصروف تھا منعم خانخاناں کو حکم بھیجا کہ وہ بہار و بنگالہ و اڈیسہ کو تسخیر کرے۔ سلیمان کا بڑا بیٹا بایزید باپ کا جانشین ہوا۔ اس کی بیخردی کا ضمیمہ زیادہ سری ہوئی اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ باپ مغرور سرکشوں کو اپنی مدارا سے مطیع رکھتا تھا۔ اس نے اُسے چھوڑ دیا۔ خود رائی سے تنگ گیری اور کینہ کشی اختیار کی اور اپنے باپ کے اعیان کا ذلیل کرنا اپنا پیشہ بنایا۔ ہانسوی اس کے چچا زاد بھائی کا بیٹا ہانسوی تھا وہ اس کا داماد بھی تھا۔ اور یک جہتی اور دوستی بھی اسکے ساتھ رکھتا تھا۔ اس کی بدسلوکی سے رنجیدہ ہوا۔ اس حدود کے فتنہ جویوں نے اس کو ملک کی طمع دلائی اور اسکو سمجھایا کہ بایزید کو ٹھکانے لگائے۔ اس بدبخت نے ان سب نسبتوں کو جو اس کے ساتھ تھیں چھپّر پر رکھا اور بایزید کو مار ڈالا۔ یہ شہنشاہ اکبر کی اقبالمندی تھی کہ یہ کام وہ ہوا کہ اس کے اولیا ر دولت ہزار ڈھنگ پر کرتے تو نہ ہوتا۔ لودی اس ملک کا نفس ناطقہ تھا اس نے اس دیار کے اعیان سے اتفاق کرکے سلیمان کے چھوٹے بیٹے کو پادشاہ بنایا اور ہانسوی کو قید کرکے قتل کیا۔ گوجر خاں کررانی نے جو اس ملک کی شمشیر تھا برخلاف لودی کی رائے کے بایزید کے بیٹے کو صوبہ بہار میں فرمانروا بنایا۔ بنگالہ سے لودی بہت سا لشکر لے کر بہار کے قصد سے چلا۔ اور منعم خان خاناں کی بے توجہی اور لودی کے فسوں و فسانہ نے گوجر خاں کو مطیع بنایا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب سلیمان کے مرنے کی شہرت ہوئی تو منعم خان خاناں چنار گڈھ سے صوبہ بہار کی طرف متوجہ ہوا اس نے تنگری قلی و فرخ بیرخلیق و پایندہ محمد تغلق سگ کش اور ایک جماعت کو حاجی پور بھیجا اور طالبی اور مرزا علی اور ندیم بیگ کو

سلیمان کا مرنا اور بنگالہ و بہار میں فساد برپا ہونا سنہ ۹۸۰ھ

پٹنہ بھیجا۔ گوجر خاں میں ان سے لڑنے کی قوت نہ تھی۔ اس نے تحفے و ہدئے بھیج کر یک جہتی کا دم بھرا۔ اور یہ قرار دیا کہ پادشاہ کے ملازموں میں داخل ہوتا ہوں اور بنگالہ کی فتح میں شائستہ خدمات بجا لاؤں گا میری ملتمس یہ ہی کہ پادشاہ کے ملازموں کے زمرہ میں داخل کرکے گورکھپور میرے اہل و عیال جاگیر میں دیا جائے اور صوبہ بہار امرار شاہی اپنی جاگیر میں لے لیں۔ یا یہ کہ سرکار حاجی پور اور بہار اس سال مجھے دیدیں کہ میں اس کا حاصل نقد سرکار اعلیٰ میں داخل کروں۔ اور دوسرے سال مجھے بنگالہ میں جاگیر دیدیں۔ منعم خانخاناں نے اس کی درخواست قبول کی اور یہ ارادہ کیا کہ گورکھپور اس کو دیدے۔ اس اثناء میں لودی کہ اس دیار کی روباہ تھی حقیقت حال سے واقف ہوکر ہاشم خاں سے کہ ہمیشہ دورنگی رکھتا تھا۔ اتفاق کرکے اس مہم کو اس نے درہم و برہم کر دیا۔ گوجر خاں جب خانخاناں سے مایوس ہوا تو وہ لودی سے جا کر ملا۔ لودی کو یقین تھا کہ افغان خراب ہونگے باوجودیکہ وہ داؤد سے مخالفت رکھتا تھا۔ اس نے خانخاناں کے ساتھ صلح کا ڈول ڈالا۔ اگلے التفات اور آشنائی قدیم کو یاد دلایا۔ جو سلیمان کے ساتھ خانخاناں رکھتا تھا۔ اور یہ قرارداد ہوا کہ دو لاکھ روپیہ نقد اور ایک لاکھ روپیہ کا قماش پیشکش لیکر افواج پادشاہی ابھی چلی جائے۔ منعم خاں نے پیشکش لیکر مراجعت کی۔

ان دنوں میں خبر آئی کہ گورکھپور کو یوسف محمدؐ نے لے لیا اور فساد مچایا۔ اس سرگزشت کی شرح یہ ہے کہ یوسف محمد پسر سلیمان اوزبک کو منعم خاں پادشاہ پاس لے گیا تھا۔ پادشاہ نے نصیحت پذیری اور اصلاح مندی کے واسطے دارالخلافہ آگرہ میں مقید کیا تھا جب پادشاہ نے مہم گجرات کے لئے سفر کیا تو بندی خانہ آگرہ سے کسی طرح نکل بھاگا اور آدمیوں کو جمع کرکے گورکھپور کو پاینده محمد سگ کش سے لے لیا۔ جب خان خاناں کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے اس فتنہ کے دور کرنے کے لئے خان محمد بہسودی اور پاینده محمد سگ کش اور تنگری قلی کو بھیجا اور خود بھی قصبہ محمد آباد سے محمد قلی خاں برلاس اور مجنوں خاں قاقشال اور اور امیروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں مجنوں خاں

قاقشال سب قاقشالوں کو ہمراہ لیکر خانخاناں کے لشکر سے بھاگ گیا۔ اسکے بھاگنے کا سبب یہ تھا کہ یار لوگوں نے جھوٹی خبر اُڑا دی تھی کہ مہم گجرات میں بابا خاں و جباری خاں وغیرہ شہباز خاں کو مار کر مرزاؤں کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اس سبب سے مجنوں خاں قاقشال کی گرفتاری کا حکم پادشاہ نے بھیجا۔ منعم خاں نے ہرچند اسکو تسلی دی مگر اس نے نہ مانا جب اُس پاس بابا خاں و جباری خاں کے خط آئے جن میں عنایات شاہی کا بیان لکھا ہوا تھا تو اُس کی خاطر جمع ہوئی۔ منعم خاں گورکھپور کو فتح کر کے واپس آیا تو مجنوں خاں اس کے لشکر میں مخل ہو کر آیا۔ خانخاناں نے اسکی دلجوئی کی۔ اس اثنا میں داؤد لشکر گراں لیکر جونپور پر متوجہ ہوا۔ اپنے سے آگے لودی کو منتخب لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے زمانیہ پر قبضہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکو ویران کیا محمد قاسم خاں مہردار امان لیکر نکل آیا۔ خانخاناں نے بھی سزاول بھیج کر امرا کو چاروں طرف سے جمع کیا۔ محمد قلی خاں برلاس و مجنوں خاں و قیا خاں و راجہ گجپتی اور ایک جمع کثیر کو آگے روانہ کیا اور خود آہستہ آہستہ چلا۔ خانخاناں نے لسان الغیب میں فال دیکھی تو یہ شعر نکلا ؎

اے پادشہ خوباں داد از غم تنہائی — دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی

اس غزل کو اپنے عریضہ میں ملفوف کر کے درگاہ والا میں بھیجا۔ لودی نے زمانیہ کو لے کر پانچ چھ ہزار سپاہ بسرداری یوسف محمد گنگا پار بھیجے۔ یہ یوسف محمد گورکھپور سے بھاگ کر افغانوں سے مل گیا تھا۔ مرزا حسین خاں و راجہ گجپتی وغیرہ ملازمان شاہی اس لشکر سے لڑے اور اس کو شکست دی اور بہت آدمی مارے۔ اس کے بعد محمد قلی خاں برلاس اور امرا بھی آگئے لودی نے سیاہ آب (کالی ندی) اور آب گنگ کے درمیان قلعہ بنایا اور بھاری لشکر لیکر اُس میں ہو بیٹھا ہر روز اس کے اور پادشاہی لشکروں میں لڑائی ہوتی۔ اگرچہ پادشاہی لشکر دل نہاد ہو کر لڑتا مگر غنیم پاس لشکر و فیل و توپخانہ بہت تھا۔ پادشاہ سورت کے قلعہ کی فتح میں مصروف تھا اس لئے منعم خاں صلح چاہتا تھا۔ لودی اس کو قبول نہیں کرتا تھا۔ امراء شاہی کا عجیب حال تھا۔ نہ رائے جنگ کردن نہ روئے برگشتن کہ ناگاہ یہ واقعہ پیش آیا کہ داؤد شاہ بنگالہ سے مونگیر میں آیا۔ یہاں یوسف خاں کو مار ڈالا۔ وہ اس کے چچا زاد بھائی تاج خاں کا بیٹا

لودی اور داؤد اور خانخاناں و مجنوں خاں کے معاملات

تھا۔ اسکی طرف سے اسکو یہ اندیشہ تھا کہ لودی اسکو بلند پایہ کریگا۔ لودی تاج خاں کا نوکر تھا اور اپنی بیٹی کو اس لڑکے کے ساتھ نامزد کر چکا تھا۔ داؤد سے لودی کے بد اندیشوں نے جو کچھ کہا اسکو سچ جانا جب لودی کو یہ خبر ہوئی تو وہ داؤد سے برگشتہ ہو گیا۔ اور منعم خاں سے بڑی نیازمندی کے ساتھ مصالحت کا طالب ہوا۔ اور لائق پیشکش درگاہ والا بھیجیں۔ داؤد نے جب لودی کے برگشتہ ہونے کی اور اس کے آنے کی خبر سنی تو سراسیمہ ہو کر گڈھی کو مضبوط کیا۔ اور سپاہیوں میں باپ کا خزانہ تقسیم کیا لودی۔ جلال خاں سدہوری اور کالا پہاڑ راجو پھر گئے۔ جب اسکی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ ناگریز لودی جو داؤد کے قصد سے جاتا تھا وہ قلعہ رہتاس میں متحصن ہوا۔ منعم خاں سے استمداد چاہی۔ صریح لکھا کہ میں درگاہ والا کا ملازم ہوں اور جلد آپ سے ملونگا اور آپ کے وسیلہ سے پادشاہ کی پائے بوسی سے مشرف ہونگا۔ منعم خاں نے ہاشم خاں و تنگری قلی وغیرہ کو کمک کے لئے بھیجا۔ پادشاہ کی آمد کا مترصد تھا۔ پادشاہ جب گجرات کی مہمات سے فارغ ہو کر دار الخلافہ میں آیا تو وہ ممالک شرقیہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا کہ مغرور گردن کشوں کو ان حدود سے نکالے۔ نوارہ کا عملہ اور انتظام پرمانند خویش راجہ ٹوڈرمل سے متعلق تھا۔ اس نوارہ میں جنگی کشتیاں ہوتی تھیں۔ جن میں توپ خانہ ہوتا تھا۔ پرمانند اور لشکر خاں میر بخشی کو نوارہ کے ساتھ روانہ کیا۔ اور ان حدود کے امراء کبار اور جاگیرداروں کے نام حکم بھیجا کہ یکجہتی اور اتفاق کو اپنا رویہ بنا کر منعم خاں خان خاناں کی صلاح سے باہر نہ جانا۔ اگرچہ بادشاہ نے بہت سا لشکران مہمات کے لئے نامزد کیا۔ مگر سب آدمیوں کی یہ حالت نہیں ہوئی کہ مراسم خدمت کو غائبانہ حاضرانہ کی برابر بجا لائیں۔ اکثر ضعیف اعتقاد اور سوداگر طبیعت ہوتے ہیں کہ خدمت بے بہا اور تردد بے مجرا کو اکارت جانتے ہیں۔ اور منفعت نقد پر مرتے ہیں۔ راجہ ٹوڈرمل کو کہ امانت و دیانت و عنایت و محرمیت میں امتیاز رکھتا تھا پادشاہ نے مقرر کیا کہ وہ آدمیوں کے حاضر کرنے میں اور لشکر کی شان دیکھنے میں اہتمام کرے زر بندہ گروہ اس کو جاسوس خدمت سمجھ کر کاہلی اور فتنہ اندوزی کی طرف مائل نہ ہوں

بندگان اخلاص مند کے شعار کے موافق وہ خدمت کر رہا ہوں اور ہماری غیبت میں چستی و چالاکی ایسی کریں جیسی ہماری حاضری میں۔ منعم خانخاناں ترہینی کے کنارہ پر جہاں گنگا جمنا سرسوتی ملتے ہیں پہنچا تھا کہ راجہ ٹوڈرمل آنکر اس سے ملگیا۔ ان پاس تھوڑے عرصہ میں لشکر گراں جمع ہوگیا۔ لشکر شاہی کی ترتیب اس طرح ہوئی کہ قول سپاہ نے خانخاناں کی شمشیر و تدبیر سے استحکام پایا اور جرانغار کا ناظم محمد قلی خاں برلاس مقرر ہوا۔ ہراول میں خاں عالم کارطلب ہوا۔ کچھ لشکر شاہی دریا سے پار گیا تو وہ انبوہ افغانوں کا بھاگ گیا جو اس قلعہ میں تھا کہ افغانوں نے ابھی بنایا تھا۔ اسی اثنا میں تنگری قلی خاں کی تحریر آئی کہ داؤد خاں سے لودی مل گیا اور ہم کو رخصت کیا۔ اور اب وہ برسر پرخاش ہے۔ قتلو خاں و گوجر خاں کے کہنے سے لودی آگیا۔ داؤد نے اسکو پیغام دیا کہ تو بجائے سلیمان کے ہے۔ اگر اس خاندان کی محبت کے سبب سے تو مجھ سے خفا ہو گیا ہے۔ حق دولت تو نے ادا کیا اور میں اس سے ناخوش نہیں ہوا۔ اور تجھ ہی سے جمیع امور میں مجھے استظہار ہے۔ اس وقت سے کہ لشکر والا شکوہ سر پر آیا ہے۔ تو ہمیشہ خیر اندیش رہا ہے۔ عزیمت پیکار کے لئے چست کر۔ لشکر و خزانہ و توپ خانہ تیرے ہمراہ کرتا ہوں غرض گوجر خاں کے وسیلہ سے داؤد خاں اور لودی میں صلح ہوگئی۔ اور داؤد نے لودی کو اپنے سے پہلے لڑنے کو بھیجا۔ لودی نے لشکر شاہی کے روبرو قلعہ بنایا اور جنگ و ستیزہ سے پیش آیا دریائے سون کے کنارہ پر لڑائیاں کشتیوں پر ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ لعل خاں نے تیزدستی کرکے مخالفوں کی چودہ کشتیاں چھین لیں۔ اس میں لعل خاں کا بیٹا جان دیدینے سے سرخرو ہوا۔ دشمن بہت ہلاک ہوئے۔ اسی زمانہ میں لودی کا مارا جانا مشہور ہوا۔

لودی کا مارا جانا

اس قضیہ کی حقیقت اکبرنامہ میں یہ لکھی ہے کہ لودی مطمئن خاطر ہو کر ہنگامۂ نبرد کو گرم رکھتا تھا کہ داؤد اس کے بعد یہاں آیا۔ جلال خاں کدہوریہ کے گھر میں اترا اور آدمی بھیجا کہ لودی اور اسکے وکیل کالو اور بھول کو بلا لائے۔ ان سے بعض باتوں کا مشورہ کرنا ہے۔ لودی دلجمعی کے ساتھ بھول کے ساتھ آیا۔ کالو ساتھ نہ آیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کام میں خیر نہیں معلوم ہوتی۔ داؤد اول لودی کے لوازم تعظیم بجالایا۔ اور پھر خود چلا گیا۔ قتلو اور ایک اور جماعت آئی لودی کو

گرفتار کرنے لگے کہ اسکے ملازم نے قتلو کے ایک تلوار ماری مگر لوگوں نے اس نوکر کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ لودی کو مقید کر لیا۔ افغانوں میں ایک شورش برپا ہوئی۔ سب اعیان نے اسکے مارنے پر اتفاق کیا۔ داؤد نے اس سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ لودی نے کہا کہ میری عرض و ناموس میں دست درازی نہ کرنی چاہیئے۔ کوتہ اندیشوں کے اغوا سے اس بلا میں پڑا ہوں صلاح حال یہی ہے۔ کہ خلوت کدہ عدم میں آرام کروں۔ ان احمقوں نے اسکو اور بھول کو نہا نخانہ عدم میں بھیجدیا۔ یہ بھی شہنشاہ اکبر کی اقبالمندی تھی کہ لودی افغان جسکو ہزار تدبیر سے دور کرنا دشوار تھا وہ مخالفوں کے ہاتھ سے دنیا سے اُٹھگیا۔ اسمعیل پسر لودی کو کہ بہت ہی چھوٹا تھا منعم خاں پاس لائے۔ طبقات اکبری میں اس واقعہ کو یوں تحریر کیا ہے کہ لودی نے ....

جلال خاں کروری کو بھیجکر داؤد سے صلح کر لی۔ مگر داؤد ایک لوند اوباش تھا۔ اور سلطنت کے کاموں سے محض ناآشنا۔ اِدھر قتلو خاں نے جس پاس مدتوں سے ولایت جگنّاتھ تھی بہکایا۔ اِدھر سریدھر ہنگالی نے اُسکو اُکسایا۔ خود وہ عقل کا پورا ہی تھا۔ لودی کو کہ امیر الامرا اور مدار المملک تھا گرفتار کر کے مقید کر لیا اور سریدھر ہنگالی کو حوالہ کیا۔ لودی نے بندی خانہ میں قتلو اور سریدھر کو بلایا اور انکی زبانی داؤد کو پیغام بھیجا کہ اگر تو اپنے ملک کی اصلاح میرے مارنے میں سمجھتا ہے تو مار ڈال۔ اگرچہ میری مارنیکے بعد تو بہت پشیمان ہوگا۔ تجھے ہمیشہ خیر خواہانہ نصیحت کرتا رہتا ہوں۔ اب بھی یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مجھے مار کر تو بے تحاشا مغلوں سے لڑ۔ تجھے فتح ہو گی ؎ اے گزشت پشیمن را بدل بیست ۔۔ اور اگر تو یہ کام نہیں کریگا تو مغل تجھ پر چڑھ آئینگے اور تو انکو نہ ہٹا سکیگا۔ مغلوں کی مصالحت پر مت بھولنا وہ اپنی وقت پر کبھی نہیں چھوڑتے ہیں۔ افغانوں کا ادبار آچکا تھا۔ خدا انکا زوال چاہتا تھا۔ اور شہنشاہ کے عدل و انصاف کا آفتاب مشرق و مغرب پر چمکنا منظور الٰہی تھا۔ داؤد نے یہ قرار دیا کہ لودی کو مار ڈالنا چاہیئے کہ میری حکومت بالاستقلال خاطر جمعی کے ساتھ ہو۔ لودی سے قتلو و سریدھر عداوت رکھتے تھے جانتے تھے کہ اگر لودی زندہ نہ رہیگا تو ان کو وکالت اور وزارت ملجائیگی۔ انکو یہ موقع خوب ملا ہے غرضیکہ

بناوٹ سے داؤد سے اُنہوں نے لودی کے قتل کے مقدمات خوب گھڑے۔ داؤد بے بادۂ ارغوانی میں مست اور جوانی میں مغرور تھا۔ اس نے لودی کو قتل کروادیا۔ ہاتھیوں اور خزانوں اور سب چیزوں پر قبضہ کرلیا۔ وہ حماقت اور نادانی سے بیہوش تھا۔ دفع غنیم کی طرف اصلا متوجہ نہ ہوا اور اس صلح ناتمام پر کہ لودی نے کی تھی اعتماد کرکے کچھ پروانہ کی۔ لودی اپنے حُسن تدبیر و اصابت رائے و جدت فہم سے مملکت بنگالہ کو آشوب سے بچاتا تھا اسکے قتل کرنیکا داؤد کو دلی افسوس تھا۔ باوجودیکہ اس پاس اتنا لشکر اور سامان جنگ تھا۔ مگر بغیر اس کے کہ شمشیر میان سے نکالے۔ یا تیر کمان میں لگائے۔ پٹنہ میں آن کر متحصن ہوا۔ اور اس کی مرمت کرکے مورچے جمائے۔ خانخانان ان حالات کو سُنکر خوش ہوا اور دریا سون سے شائستہ آئین سے پار اُترا۔ مراسم احتیاط کے برتنے سے آسان کام مشکل ہوگیا۔ افغانوں کا لشکر ایسا متفرق ہوگیا تھا کہ اگر لشکر بادشاہی ہمت کرکے تیز دستی کرتا تو آسانی سے کام انجام پاتا۔ چابکی وچستی کی جگہ تاخیر کی۔ لشکر تمام زرہ و بکتر پہن کر سوار ہوتا۔ راجہ توڈرمل آگے جاتا۔ لشکر کے اُترنے کی جگہ تجویز کرتا اور اس زمین کو آدمیوں میں تقسیم کرتا۔ وہ جلدی سے قلعہ بنالیتے۔ گہری خندق کھودلیتے۔ غرض پٹنہ تک بھی حزم احتیاط جاری رہیں افواج شاہی نے یہاں آنکر مورچلوں کو قسمت کیا اور محاصرہ کرلیا۔

برسات شروع ہونے کو تھی کہ منعم خان خانان کی متواتر عرضیاں بادشاہ پاس آئیں کہ حصار پٹنہ کے محاصرہ پر مدت گذر گئی ہے۔ قلعہ کے ایک جانب دریا ہے۔ قلعہ کے اندر آذوق خوب پہنچتا رہتا ہے اسکے پاس سامان قلعہ داری دلخواہ ہے۔ لشکر و توپ خانہ خزانہ اور ہاتھی بہت ہیں۔ ابر و باراں کے موسم کے آنے نے اور آب و باد کی طوفان خیزی نے لشکر شاہی کو متزلزل اور مضطرب کر رکھا ہے۔ اگر حضور تشریف لائیں تو یہ مشکل آسان ہوجائے۔ اکبر علی خاں اور اسکے بیٹے نے بہادرانہ لڑکر جان دی۔ عالم خاں نے نیچ پہاڑی پر گرم ردی کرکے بڑے بڑے ہاتھی اور غنائم حاصل کئے۔ حسن خاں پٹنی اس زمانہ کے

نہایت شجاع اور دلیروں میں تھا۔ وہ مخالفوں کے لشکر سے جدا ہو کر پادشاہی لشکر میں آگیا
تھا۔ منعم خاں نے اسکو عواطف شاہی سے ستمال کیا۔ اور سرکار سارن اسکی جاگیر مقرر کی۔ وہ اولیاء
دولت کی دلجمعی اور اپنے گرمی ہنگامہ کیلئے ہمیشہ دشمنوں کے استیصال کے لئے دلنشیں باتیں کیا کرتا
تھا۔ اُس نے یہ دو کام بتائے۔ جن سے یہ عقد مشکل نما آسانی سے حل ہو جائیگا۔ اوّل دریائے
بن پن (یہ دریا پٹنہ سے ۰ ہ میل پر مشرق میں گنگا کے داہیں کنارہ پر ہے) کا بند توڑ دینا چاہیئے
کہ اس موسم میں جو پانی ہر روز بڑھتا جاتا ہے وہ گنگا میں جا ملیگا اور نہیں تو قلعہ کے چاروں طرف
پانی کھڑا ہو جائیگا۔ جس سے محاصرین پر کام دشوار ہو جائیگا۔ دوئم تدبیر کی کارفرمائی اور تیزدستی
کے زور سے حاجی پور کو غنیم کے ہاتھ سے نکالنا چاہیئے کہ قلعہ میں آذوق اس شہر سے پہنچتا ہے۔
منعم خانخانان نے حاجی پور کی تسخیر کے لئے خان عالم کو حکم دیا مگر اسنے عذر کیا کہ میں شہنشاہ کے حکم
سے ہراول میں افسر مقرر ہوا۔ اسلئے یہ معاملہ التوا میں پڑ گیا۔ مجنوں خاں بند توڑنے کیلئے مقرر ہوا
اسنے راتوں رات جا کر اس کام کو بخوبی سرانجام دیا۔ سلیمان اور بابو منگلی غنیم کے امراء
کبار اس رات کو خواب غفلت میں سوتے تھے شرمندگی کے مارے گھوڑا
گھاٹ کو وہ چلے گئے۔

جب محاصرہ کو امتداد ہوا اور منعم خاں کی یہ عرائض آئیں تو پادشاہ نے خود یورش کا
ارادہ کیا۔ اور بڑی بڑی کشتیوں کے تیار کرنے کا حکم دیا اور یہ قرار دیا کہ حضرت شہنشاہ
اور شاہزادے اور بعض بیگمات اور بساط رزم و بزم کے مقرب تو کشتیوں میں جائیں اور
باقی لشکر خشکی کی راہ سے روانہ ہو۔ سب طرف لشکر بہت جلد جمع ہو گیا اسباب یورش میں
کشتیاں عجیب غریب تھیں۔ اُن میں طرح طرح کے منازل دلکشا اور مناظر فرح بخش
بنائے گئے اور وہ باغ اور چمن جن کا زمین پر لگنا مشکل تھا وہ لگائے گئے
ان خانہائے آبی (کشتی) کے سر پہ ایک جانور کی شکل بنائی گئی کہ جسکو دیکھکر لوگ حیران
ہوتے تھے۔ ایک بڑی کشتی کارخانہ کے واسطے تھی ہر امیر کے لئے حسب مراتب

پادشاہ کا دار الخلافہ سے کشتیوں میں سوار ہو کر پٹنہ و حاجی پور جانا ۹۸۲

کشتی میں منزل تیار کیگئی اس لشکر کی سربراہی مرزا یوسف خاں رضوی کو سپرد ہوئی۔
ابو الفضل لکھتا ہے کہ سلطنت کرنیوالوں کا اور فرمان دہان دادگری آئیں کا اقتضا یہ ہے
کہ فرمان پذیروں کو تو قناعت اسپر کرنی چاہیے جو ان پاس ہو کہ وہ ان چیزوں کی گرد آوری
میں جو انکے ہاتھ میں نہیں ہیں پراگندہ دل نہ ہوں۔ اسیطرح فرمانروایان انصاف گزیں عدالت
دوست کو لازم فطرت اور فرض وقت ہے کہ جن مملکتوں کو تصرف میں رکھتے ہیں اکتفا نہ کریں
اور ملکوں کی تسخیر میں دل لگانے کو عبادت جانیں۔ اسمیں منصف دانش پروروں نے زمانہ کی
مزاج شناسی کرکے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ معمورۂ عالم نے عالی فطرتوں کی بے توجہی سے انقسام
پایا ہے۔ ایک فراخ حوصلہ کاردان دادگر کو قرار ہو تو اختلاف کا غبار نہ پیدا ہو اور اہل جہان
کو آسائش ہو اس سبب سے شہنشاہ اکبر اور ملکوں کے تسخیر کی فکر کرتا تھا۔ اس مضمون کا ماحصل
انگریزی مورخ اسطرح بیان کرتے ہیں کہ اکبر کی یہ رائے تھی کہ جب تک ساری ہندوستان کا
ایک بادشاہ نہ ہو اسمیں امن و امان نہیں رہ سکتا۔ اسی اصول کو برٹش گورنمنٹ نے اختیار
کرکے کل ہندوستان پر اپنی فرمان روائی جمائی ہے۔ انکے مدبروں کی بھی یہ رائے تھی
کہ جب تک ہندوستان میں پیرے مونٹ پاور یعنی ایک قوت سب پر غالب نہ ہو ہندوستان
میں امن و امان نہیں قائم رہ سکتا بادشاہ نے جب سامان یورش تیار کیا تو شہاب الدین احمد وکیل
دیوان خالصہ کو آگرہ تفویض کیا۔ اور سہ شنبہ ۹ صفر ۹۸۲ھ کو مع شاہزادوں اور بیگمات کے
کشتی میں بیٹھا۔ ساختہ از حکمت کار آگہان ٭ خانہ گردندہ بگرد جہان ٭ نادرہ حکم
خدای حکیم ٭ خانہ رواں خانگیانش مقیم ٭ اہل سفر را ہمہ بروے گزند ٭ ہمہ او
ساکن دادو در سفر ٭ ایک کشتی میں ایک منزل میں ایک ہاتھی نامی بال سندر
مع دو ہتنیوں کے سوار تھا اور ایک دوسری منزل میں فیل سمن۔ یہ عجیب تماشا
تھا کہ دریا میں طرح طرح کی کشتیاں چل رہی ہیں ان کے اونچے اونچے بادبان لگے ہوئے
ہیں انکے نقش و نگار و کشش طرفہ نگار بہار دکھا رہی ہیں۔ دریا کی موجوں کا تلاطم ہے

ہوا شدت سے چل رہی یا گھنگور گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ موسلا دھار مینھ برس رہا ہے۔ بجلی کوندتی
چمکتی کڑکڑاتی ہے۔ بادل گرجتے ہیں۔ قصبہ اٹاوہ کے قریب جمنا کی طغیانی نے چند کشتیاں ڈبو دیں
قصبہ کالپی میں ایک دن توقف کیا۔ ایک برہمن کو اس قصور میں کہ اسنے دختر کو زوجہ بنایا تھا
پھانسی دی۔ گو بعض نے یہ صلاح دی کہ اس برہمن کو مارنا نہیں چاہیئے جس سے معلوم ہو کہ ہندوں
کے مذہب میں ایسی نامعقول حرکتیں ہوتی ہیں جسکے سبب سے مسلمانوں کو انسے نفرت ہو۔ الہاباس
پاس پہنچنے تک گیارہ کشتیاں غرق ہوئیں۔ نقارخانہ کو بھی آسیب پہنچا۔ مگر سب کشتیاں سلامت
باہر نکل آئیں۔ جب بادشاہ چنارگڈھ میں پہنچا تو دریا کے چڑھاؤ اور ہوا کی شدت کو دیکھکر اکثر
آدمیوں نے خشکی کی راہ اختیار کی۔ مگر بادشاہ بے خوف وخطر کشتی میں سوار چلا۔ بنارس میں
تین روز توقف کیا۔ ہر روز کشتی سے اُتر کر بادشاہ شکار بھی کھیلتا تھا۔ جونپور میں بادشاہ تھا۔ بادشاہ نے
دل لگی سے عوام کی شوریدگی خاطر کے دور کرنیکے لئے۔ میر عبدالکریم جفری سے اس یورش کی استخراج
احوال کے لئے فرمایا تو اسنے علم جفر کے آئین ضوابط کے موافق مفردات حروف سے استنباط کر کے
اس بیت کو ترتیب و تالیف کیا ؎ بزودی اکبر از بخت ہمایوں ؛ برد ملک از کف داؤد بیروں
احمقوں نے یہ واقعہ دستاویز تسکین بنایا۔ جب بادشاہ آگرہ میں تھا تو میر جفر دان نے یہ
حکم لگایا تھا ؎ گرچہ باشد لشکرے جرار بیحد و شمار ؛ لیک باشد فتح و نصرت در قدوم شہریار
جب بادشاہ جونپور میں واپس آیا تو اس نے فال جفریہ نکالی ؎

مژدہ فتح بنا گاہ رسد	سر داؤد بدرگاہ رسد

کہتے ہیں یہ علم اہل بیت کا حصہ ہے اور اسکی تحصیل کے لئے چند شرائط موقوف علیہ ہیں
غرض یہ بات اہل شیعہ نے گھڑ رکھی ہیں۔ جفر کی فالیں بھی مثل اور فالوں کے جعلی اور اختراعی
ہیں۔ جس کسیکو تھوڑی بھی قوت عقل ہو تو مثل انکی فالیں ایجاد کر سکتا ہے۔ علم جفر
کی بابت عارف جامی کے اس قول کو یاد رکھنا چاہیئے ؎

چند حرفے نوشتہ پہلو بہ ہم	وز عدد زیرشان نہادہ رقم

بستہ باخود تخیلے باطل	یکسر از حلیۂ خرد عاطل
مرد را وقت اہل دل رادق	چیست ایں جفر جعفر صادق
جعفر صادق از تو بیزار است	صادقاں راز کا زباں عار است
طرفہ تر آنکہ ایں جاہ و جلال	کہ ندارند ز زمانہ مثال
بخرد گرچہ در جہاں سمرند	ایں زخارف ازاں خراں بخزند
ایں جواہر کہ فاضلاں سفتند	داں معارف کہ عارفاں گفتند
ہمہ در گوش ہوش شاں باد است	طبع شاں ز اجتناب شاں شاد است

عیسیٰ خان نیازی — جنگ حاجی پور — ۹۸۲ھ

بادشاہ کی کشتیوں نے جب گذر جوسہ پر لنگر ڈالے تو اس فتح کا مژدہ اسکو پہنچا کہ افغان بسرکردگی عیسی خاں نیازی قیا خاں کے مورچل پر حملہ آور ہوا اور جنگ عظیم ہوئی۔ عیسی خاں کارزار کرنے اور کار سر کرنے میں مشہور تھا۔ مورچل سے شاہی لشکر نکلکر لڑا۔ اور راجہ توڈرمل اسکی کمک کو آیا تو لشکر خان کے غلام کے ہاتھ سے عیسیٰ خاں مارا گیا اور فتح ہوئی بادشاہ اس فتح بہت خوش ہوا اور شاہزادوں کو یہ مژدہ سُنا کر انکے دل سے فکر دور کیا۔ غرض شہنشاہ ایسے پر شور موسم میں کہ ہمیشہ مینھ برستا اور سیل سیلابوں کا زور تھا۔ چہارشنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۹۸۲ھ کو پٹنہ کے قریب آیا منعم خانخاناں نے اسکے آنیکی خوشی میں آتشبازی اور توپونکی دھواں دھون کی وہ دھوم دھام کی کہ مخالفوں کو خوف پیدا ہوا۔ دوسرے روز بادشاہ نے قلعہ کا معائینہ کیا حاجی پور قلعہ کے محاذی تھا اور ان دونوں شہروں کے درمیان گنگا کا دو کوس کا پاٹ تھا اور بڑے زور شور سے بہتا تھا۔ اس کی فتح کو قلعہ کے فتح ہونے کے لئے ضروری جانا۔ دوسرے روز مرزا علی علم شاہی اور شمس الدین بخاری اور راجہ گجپتی اور سپاہ کو عالم خاں کی سرکردگی میں بھیجا۔ وہ کشتیوں میں سوار ہوا۔ اور توپ خانہ ساتھ لیکر روانہ ہوئے انہیں دنوں میں داؤد کا ایلچی بادشاہ پاس آیا۔ خانخاناں نے خالدین خان کو داؤد پاس بھیجکر یہ نصیحتیں کی تھیں کہ ابھی سر رشتہ کار تیرے ہاتھ میں ہی اپنے روزنامچہ کو پڑھ

بادشاہ کے اقبال پر نظر کر۔ اپنے اوپر رحم کر۔ اور جانداروں کے خون اور آدمیونکے مال و ناموس کی ویرانی کا سبب نہ ہو۔ دنیا کی مستی کا بھی ایک اندازہ ہوتا ہی۔ کس لئے تو ہوش میں نہیں آتا اور بادشاہ کے فتراک کا وابستہ نہیں ہوتا۔ داؤد خاں نے بہت تامل کرکے خالدین کے ساتھ اپنے اعیان میں سے ایک شخص کو بھیجا اور بہت سی نیازمندی کی باتیں بنائیں کہ میں سروری اپنے لئے نہیں چاہتا۔ لودی نے مجھے اس پندار میں ڈالا اور وہ اپنے سزای کردار کو پہنچا۔ میں اب اطاعت شاہنشاہی کے لئے تیار ہوں۔ کچھ جگہ مجھے ملجائے۔ اسکو میں سرمایہ سعادت جانونگا۔ خردسالی اور مستی شباب کے سبب سے مجھ سے خطائیں ظہور میں آئیں۔ جب تک میں انکی تلافی خدمات شائستہ سے نہیں کرونگا۔ آستان بوس نہیں ہو سکتا۔

بادشاہ اسکے دل کی باتوں کو خوب سمجھا اور یہ جواب دیا کہ ہم ظل اللہ ہیں۔ اندک پذیر اور بسیار بخش ہیں اگر داؤد سچا ہے تو ہمارے پاس چلا آئے۔ سارا ادبار اُسکا ہم دور کر دینگے۔ وگرنہ ان تین باتوں میں سے ایک بات قبول کرے کہ ہزاروں آدمیوں کی جان و نان تلف نہ ہوں۔ اول ایک آدمی اپنا ہمارے لشکر میں اور ہم اپنا ایک آدمی اسکے لشکر میں بھیجدیں کہ وہ نبردگاہ میں لشکر میں سے کسی آدمی کو نہ جانے دے پھر میں اور تو دو نو آنکر جس ہتھیار سے تو کہے لڑیں۔ جو کوئی فیروزمند ہو اُسکا ملک ہو اگر یہ تیری ہمت نہ ہو تو تو اور میں ایک ایک اپنے سردار کو لڑنے کے لئے بھیجیں کہ انہیں سے جسے نصرت ہو اُسی کے لشکر کی ظفر سمجھی جائے اور اگر کوئی شیر مرد ایسا اُس پاس نہ ہو تو ہاتھیوں کو انتخاب کرکے لڑائیں۔ جو غالب ہو۔ اُسی کی فتح ہو بادشاہ کی یہ باتیں سُنکر اُس افغان کے ہوش اُڑے۔ کسی بات پر راضی نہ ہوا بادشاہ پنج پہاڑی کے ہاتھی پر سوار ہوکر گیا۔ یہ پنج پہاڑی پانچ گنبد اینٹ کے ٹھوس قدیمی زمانہ کے بنے ہوئی ہیں اور ایسی بلند ہیں کہ پہاڑیاں معلوم ہوتی ہیں۔ یہاں بادشاہ پر افغانوں نے توپیں چلائیں۔ مگر وہ محفوظ رہا۔

بادشاہ شاہم خاں کے مورچل میں گیا یہاں سے حاجی پور نظر آتا تھا۔ بادشاہ کے لشکر اور افغانونکے لشکر میں لڑائی شروع ہوئی۔ لڑائی ترازو تھی۔ بادشاہ نے چند اپنی

داؤد کا قلعہ سے بھاگنا ۹۸۲ ۱۵۷۴

حاجی پور فتح ۹۸۲ ۱۵۷۴

جنگی کشتیاں کمک کو بھیجیں۔ قلعہ نشینوں نے بھی اپنے جنگی جہاز لڑنیکو انسے بھیجے۔ لڑائی ہوئی پادشاہی لشکر نے انکو بھگا دیا۔ حاجی پور کی فتح ہونیکا حال یہ ہی کہ یہ مہم عالم خاں کی سپرد ہوئی تھی۔ وہ کشتیوں میں سوار ہوکر رودبانوں کی ہدایت سے اوپر کیطرف چلا اور رات کو اسطرح کہ غنیم کو خبر نہ ہوئی اُس نہر میں پہنچا کہ دریا رگنگ سے جدا ہوتی ہی اور حاجی پور تک جاتی ہی قلعہ نشینوں نے بھی کشتیوں میں بیٹھکر مبارزت پر مبادرت کی۔ اول لشکروں کے درمیان کشتیوں ہی میں ضرب زنی۔ بندوق بازی ہوئی۔ غالب یہ معلوم ہوتا تھا کہ افغانوں کو فتح ہو مگر پھر غراب شاہنشاہی نے جو اپنا زور ڈالا تو دشمن سامنے نہ ٹھہر سکے۔ پادشاہ کی کشتیاں چڑھاؤ پر مشکل سے جاتی تھیں اسلئے مخالفوں کا کام انجام کو نہ پہنچا سکیں۔ پھر یہ دریا نورد گندک نہر ہی میں جاکر حاجی پور کی طرف مڑے۔ قلعہ کے اوپر سے انپر توپونکے گولے برسنے لگے مگر وہ کشتیوں سے اترکر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ فتح خاں پسر عادل خاں وابراہیم خاں اللہ دیا سروانی کوچہ بند ہوکر سرگرم پیکار ہوئے۔ فتح خاں مرد آزمائی کرکے مارا گیا۔ بعض اوباشوں نے شہر میں آگ لگاکر لوٹنا شروع کیا۔ پادشاہی لشکر کو قلعہ ہاتھ آیا۔ راجہ گجپتی و مرزا علی بیگ اور سید شمس الدین بخاری اور اسکے بیٹوں نے خان عالم کی ہمسایہ میں خدمت نمایاں کیں۔

جب حاجی پور فتح ہوا اور داؤد خاں پاس پیغام شاہی جسکا اوپر مذکور ہوا پہنچا تو غفلت سے ہوش میں آیا۔ اب اسکی تدبیر میں نہ نور تھا نہ ضمیر میں فروغ۔ وہ قلعہ سے نکل کر کشتیوں میں سوار ہوکر بھاگ گیا۔ گوجر خاں جو اس گروہ کا میر شمشیر تھا ہاتھیوں اور سپاہیوں کو لے کر خشکی کی راہ سے بھاگا۔ اب انکے ایسے ہوش اُڑے اور اوسان گئے۔ کہ کشتی میں بیٹھنے والوں نے قلت اور کثرت پر کچھ خیال نہیں کیا۔ آدمیوں کے زیادہ بیٹھنے سے کچھ کشتیاں ڈوب گئیں۔ نشیب کو سمجھے نہ فراز کو نہ کشتی کو نہ دریا کو۔ خندق اتنے جاندار مرے کہ وہ بھر گئی۔ دریا میں بھی بہت آدمی غرق ہوئے۔ قلعہ پٹنہ یول بے جنگ ہاتھ آگیا۔ پادشاہ قلعہ کے اندر گیا اور سپاہ کو داؤد کے تعاقب میں بطور

بطور ایلغار کے روانہ کیا۔ مگر دشمن ایسے گریز پا تھے کہ یہ لشکر اس تک نہ پہنچ سکا۔ اس فتح میں دو سو چینسٹھ ہاتھی ہاتھ لگے اور بہت سی غنیمت حاصل ہوئی۔ دشمنوں کے آدمی جو دریا گنگ اور پن پن اور نہر میں ڈوبے تھے اُنکی لاشیں نکالکر ان کی کمر میں سے اشرفیوں کی ہمیانیاں بادشاہی لشکر نے نکال لیں۔ حسین خاں پسر سلطان عدلی ہاتھ آیا اُسکو خان خانان نے قتل کرایا۔ اس فتح کی تاریخ یہ ہوئی ع ملک سلیمان زداؤد رفت ۹۸۳ ۔ اب بعض امیرونکی رائے یہ تھی کہ برسات میں بہار کے مخالفوں کو نیست ونابود کرنا چاہیئے اور بعد برسات کے بنگالہ کو تسخیر کرنا چاہیئے۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ ابھی بنگالہ پر لشکر کشی نہ کرنی چاہیئے۔ بادشاہ نے اس دوسری رائے کو پسند کیا۔ وہ خود اس مہم پر جاتا۔ لیکن عقلمندونکے اس قول کو جانتا تھا کہ جس خدمت کو ادنیٰ امیر سرانجام دے سکتے ہوں وہ طبقہ اوسط کو سپرد کرنی نہیں چاہیئے اور جس خدمت کو طائفہ اوسط سرانجام دے سکے وہ نوئینان بزرگ کو حوالہ نہیں کرنی چاہیئے اور جو کام اس گروہ والا سے صورت اتمام پائے۔ فرزندوں اور خویشوں کو نہ دینا چاہیئے اور جو مقاصد اس گروہ سے سرانجام پاسکیں اسکو خود بادشاہ کو نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے اس نے بنگالہ کی فتح کا اہتمام منعم خان خانان کے سپرد کیا۔ اور بیس ہزار لشکر اور بہت اسباب ملک گیری کا اسکو حوالہ کیا اور آسانی کار کے لیئے حدود بہار میں اسکی جاگیر مقرر کی۔ جونپور کو خالصہ بنایا۔ اسکی وزارت رضوی خان کو سپرد ہوئی۔ راجہ ٹوڈرمل کو علم ونقارہ مرحمت ہوا اور لشکر کے ساتھ بھیجا۔ غرض حسن خدمات کے جلدو میں امرا کو بزرگ منصب اور سیر حاصل جاگیریں عطا کیں خود جونپور کی طرف روانہ ہوا۔ اس شہر میں آنکر اس نے مقام کیا کہ بہار کے مفسدوں کو تنبیہ کرے۔ قاسم خاں جسکو کالو کہتے تھے اور محمود خاں اور افغانوں کی ایک اور جماعت نے حدود بہار میں فساد مچایا۔ میرزادہ علی خاں وشاہ غازی خان تبریزی اور جاگیرداروں نے بہار کے تمام مفسدوں کو برباد کردیا۔

سپاہ بنگالہ کی روانگی اور اسکی فتوحات سنہ ۹۸۳ ۱۹

بادشاہ نے جو سپاہ بنگالہ کی فتح کے لیئے بھیجی تھی اسکی فتوحات کی

تفصیل یہ ہے کہ اس نے قصبہ سورج گڈھ کو فتح کیا۔ یہاں سے افغانوں کو بھگایا پھر قصبہ منگیر پر تصرف کیا راجہ سنگرام زمیندار گورکھپور اور پورنمل راجہ گیدھور اور اس نواح کے بہت زمینداروں نے اطاعت اختیار کی۔ خانخانان اس موسم باراں میں لشکر گراں دریا کی اور خشکی کی راہ سے اپنی کاردانی کے سبب نہایت شائستہ طریقہ سے لیگیا۔ اور فیروزمندی میں اہتمام کیا۔ بھاگلپور اور (کھیل گانو) میں افغان ٹھہرے ہوئے تھے وہ بے جنگ ہاتھ آیا۔ جب موضع کونہ میں لشکر شاہی پہنچا تو یہاں تحقیق معلوم ہوا کہ اسماعیل خاں سلحدار جسکو داؤد نے خانخانان کا خطاب دیا تھا اسنے گڈھے کے حصن حصین کو بڑے اہتمام سے استحکام دیا ہی۔ بڑی مشکل یہ آنکر پڑی کہ پادشاہ کے لشکر گاہ سے گڈھی تک پانی ہی پانی بھرا ہوا تھا لشکر کا گذر نہیں ہوسکتا۔ گڈھی کو دروازہ بنگالہ کہتے ہیں۔ اُسکے ایک طرف بڑے اونچے اونچے پہاڑ ہیں جنپر پیادہ کا چڑھنا دشوار ہی۔ سوار تو کیا چڑھیگا۔ اسطرف گنگا میں بہت سے دریا ملے ہیں اور وہ بہت زور سے بہتی ہیں اس مرحلہ میں مجلس شورہ منعقد ہوئی اور یہ قرار پایا کہ کہیں اس عقدہ کی کشائش کا طلبگار ہونا چاہیئے۔ اس نواح کے زمینداروں نے بتلایا کہ ولایت تبلی راہ (تیلی یا پتلی) میں ایک پوشیدہ راہ ہے جس میں باربردار چوپایہ تو نہیں جاسکتا مگر تیز سوار جاسکتے ہیں۔ پس اس راہ سے گڈھی کی فتح کا ارادہ کیا۔ مجنون خاں قاقشال اور قیا خاں دونو الگ الگ لشکر لیکر اسطرف روانہ ہوئے یہاں دونو فوجوں کے آنے سے گڈھی میں غنیم ایسا ڈرا کہ وہ بے لڑے بھاگ گیا۔ اس طرح گڈھی جو لڑنے سے بھی کمتر ہاتھ آتی ہے بہ آسانی ہاتھ آگئی۔ گڈھی کے فتح ہونے سے داؤد بھاگا ٹانڈہ پر دریار گنگ کے دو شقیں ہوگئی ہیں۔ ایک شعبہ ساتگام کو جاکر ملک اُڈیسہ پر منتہی ہوتا ہے اور دوسرا محمود آباد و فتح آباد و سنار گانو و جیٹ گانو کو جاتا ہے۔ داؤد دریا کی راہ سے ساتگام کی طرف بھاگا۔ کالا پہاڑ و سلیمان و بابو منگل گھوڑا گھاٹ کو بھاگے۔ منعم خاں ٹانڈہ میں کہ مرکز بنگالہ ہے پہنچا۔ اور راجہ تو ڈرمل بھی یہاں آیا۔ انتظام ایسا کیا کہ سب جگہ بنگالہ میں انتظام ہوجاے۔ چاروں طرف سپاہ بھیجی۔ محمد قلی خاں برلاس کو ساتگام کی

طرف بھیجا کہ وہ داؤد کو سامان جنگ کرنے کی فرصت نہ دے۔ اور مجنوں خاں قاقشال کو گھوڑے گھاٹ کی طرف روانہ کیا کہ اسطرف کے فساد کو مٹائے اور مراد خاں کو فتح آباد و بگلہ کیطرف روانہ کیا کہ اسمیں امن قائم کرے۔ اعتماد خان کو سارگانو میں بھیجا کہ ظالموں کے ہاتھ سے اس ملک کو چھڑائے جنید کررانی کہ درگاہ شاہی سے فرار ہوا تھا اور داؤد کا چچا زاد بھائی تھا۔ گجرات اور دکن سے مایوس ہوکر جھارکھنڈ میں فتنہ اندوزی اور شر انگیزی کی گھات میں بیٹھا۔ راجہ توڈرمل نے جاکر اس فساد کو مٹا دیا۔ قاقشال جب گھوڑا گھاٹ میں آئے تو سلیمان منگلی کہ یہاں کا جاگیردار تھا۔ اور امرار افاغنہ میں شجاعت میں ممتاز تھا جمعیت کرکے دشمن کی ممانعت و مدافعت کے لئے آیا۔ سخت محاربہ ہوا۔ مجنون خان کو فتح ہوئی۔ سلیمان منگلی مارا گیا سب اہل و عیال اُسکے اسیر و دستگیر ہوئے۔ قاقشالوں کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ سلیمان منگلی کی لڑکی سے مجنون خاں نے اپنے بیٹے جباری کا نکاح کیا اور کل ولایت کو قاقشالوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ یہ سارا حال خانخانان کو لکھ بھیجا۔ یہ سیر آباد ملک اولیاء دولت کے تصرف میں آیا جنید جھارکھنڈ سے پہاڑوں میں جاکر چھپ گیا اور فوج شاہی پھر کر بردوان میں آئی۔

اس زمانہ میں محمود خاں پسر سکندر خاں و محمد خاں اور جنید اور خود سروں نے قصبہ سلیم پور میں شورش برپا کی۔ راجہ توڈرمل نے شائستہ فوج بھیجکر معرکہ جنگ آراستہ کیا اور اس گروہ کو پھر خاک میں ملایا پسر سکندر خاں بھاگ گیا جنید نے پہاڑوں سے نکلکر شورش برپا کی راجہ توڈرمل نے اسطرف توجہ کی جنید جھارکھنڈ سے داؤد پاس گیا تھا۔ خودسری اور زیادہ طلبی کے سبب سے اس سے صحبت نہ نبھی وہاں بغاوت کی اور نظر بہادر و ابوالقاسم نمکین اور امرا آگے لشکر سے جاتے تھے۔ وہ اس سے دور دور رہے مگر جنید نے ان پر حملہ کیا۔ راجہ توڈرمل نے لشکر شاہی کو شکست سے بچایا۔ جنید تاب مقاومت نہ لایا جھارکھنڈ کی جانب بھاگا۔ اس کا فتنہ بھی فرو ہوا۔

داؤد کا شکست پانا ۹۸۲ھ

یار محمد ارغون قراول مولھیر کے نزدیک آیا اور تاخت و تاراج کی اور اسباب اموال بہت تصرف میں لایا۔ اور ایک بڑے نامور ہاتھی کو اس نے لے لیا۔ ہرچند منعم خاں نے اسے طلب کیا مگر اس نے معذرت کر کے نہ بھیجا اور جھاڑ کھنڈ کی حدود میں جا کر مال جمع کیا اور یہاں سے شہر بلگھتہ تک لوٹتا مارتا جنگل لونی وکنکر میں جہاں افغاں اپنا بنہ و بار رکھتے تھے پہنچا وہاں دست برد کر کے خوب مال مارے۔ اسکی نیت میں یہ تھا کہ جھاڑ کھنڈ سے بھاگ کر بادشاہ پاس چلا جاؤں اور اپنا جمع کیا ہوا مال مامن میں پہنچاؤں۔ جب وہ تارہ میں آیا تو بھوپت چوہان کی رہنمائی سے جنید نے اس پر شب خون مارا اور سارا اسکا اندوختہ اور مال سوداگری اور اس قافلہ بزرگ کا اسباب لوٹ لیا۔ چوروں پر مور پڑے تو وہ لشکر شاہی میں راجہ توڈرمل پاس آیا۔

محمد قلیخاں برلاس ہوشمندانہ داؤد کی طرف مرحلہ پیما ہوا۔ جب ساتگام بیس کوس رہا تو داؤد بھاگ کر اُڈیسہ میں چلا گیا۔ لشکر شاہی بندر ساتگام میں آیا اس نواح کا انتظام کیا۔ مسرعان راست گو نے اطلاع دی کہ سرھری کہ داؤد کا نفس ناطقہ ہے نفائس خزانہ کو چھتر میں لیئے جاتا ہے۔ محمد قلیخاں نے ہرچند سرعت کی کہ اس کو لوٹے۔ مگر سودمند نہ ہوئی۔ دشمن اپنی سبک پائی سے مامن میں پہنچ گیا۔ اس لشکر کے تمام اعیان کی رای یہ تھی کہ انہی حدود میں آسائش سے رہیں۔ اس اثنا میں راجہ توڈرمل اس فوج سے آن ملا۔ اس نے اُڈیسہ کے فتح کرنے اور داؤد کے استیصال کے لیئے لشکر کو سختی سے ہمت افزا اور اخلاص طراز باتیں سمجھائیں اور اپنی دانش اور بردباری سے محمد قلی خاں برلاس کو چلنے پر آمادہ کیا۔ مگر جب قصبہ مندل پور میں لشکر آیا تو محمد قلیخاں کا آخر وقت آگیا۔ پان کھانے سے ایسی حرارت ہوئی کہ وہ بالکل سرد ہو گیا۔ کوئی اور سبب نیکا نہیں معلوم ہوا ایک خواجہ سرا غلام کی بداندیشی پر لوگوں کو گمان ہوا۔ اس سانحہ ناگزیر سے لشکر میں بے انتظامی ہوئی۔ زمانہ کے واقعہ طلبوں کا بازار گرم ہوا۔ اکثر آدمیوں نے قیا خاں کو جو خانخاناں سے رنجیدہ رہتا تھا۔ سردار بنا کے یہ ارادہ کیا کہ جھاڑ کھنڈ سے

پادشاہ پاس چلے جائیں۔ جنید کے دفعہ کرنے کو دست آویز کورنش بنائیں۔ راجہ توڈرمل اپنے عقل و اخلاص کو بہت کام میں لایا مگر وہ سودمند نہ ہوا۔ خانخانان پاس آدمی بھیج کر روپیہ منگایا۔ اور ان نوردوں کو بقدر آرامش روپیہ دیا۔ منعم خاں و شاہم خاں و خواجہ عبداللہ اس لشکر سے آنکرلے تو کچھ انتظام ہوگیا۔ داؤد کے استیصال کے واسطے یہ لشکر ناخوش راہ نورد ہوا۔

داؤد جو اقصار ہندوستان میں بھاگ گیا تھا۔ جب اس نے سُنا کہ پادشاہ کے لشکر میں اختلاف ہے اور جہاں خاں نے جو اسکی دلدہی کی تو اس نے لڑنے کے ارادہ سے بغاوت کی۔ امرا شاہی بردوان سے نکلکر، ارن کی راہ سے کوچ بکوچ چتوہ میں آئے مگر اعیان لشکر کی پیشانی سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ لڑنے سے دل چُرلتے ہیں۔ راجہ نے دوربینی کر کے یہ خیال کیا کہ لشکر کا حال یہی رہا تو لڑائی کے دن کہ عقیدت اور شجاعت کی جوشش کا زمانہ ہوتا ہے۔ کام کیونکر چلیگا۔ اسلئے اس نے خانخانان کو لکھا کہ اگر آپ اس لشکر سے ملجائینگے تو لشکر کی بددلی کم ہوجائے خانخانان پاس پادشاہ کا حکم بھی آیا تھا کہ دیدہ وری اور دوربینی سے جہم کی زبونی کو آسان نہ شمار کرنا۔ داؤد کے استیصال کی بھی ہمت کرنا تاکہ ایک ہی دفعہ میں اس ملک کے رہنے والے اسکی شورش سے آسودہ ہوجائیں۔ پادشاہ کے حکم کے موافق وہ چتوہ میں لشکر شاہی سے آملا۔ داؤد بہت سا لشکر لے کر ہرپور میں آیا۔ جو بنگالے اور اُڈیسہ کا برزخ ہے۔ اس نے مداخل کا استحکام کیا۔ پادشاہ کے لشکر میں بہت سے اعیان لشکر اور عموماً سپاہی کوتہی حوصلہ و پستی فطرت و ناشناسائی کار و بداندیشی باطن اور کاہلی سے اپنی خدمات پر دل نہاد نہیں ہوتے تھے اور جب یہ چاہتے تھے کہ صلح ہوجاے۔ خانخانان نے کار آگاہوں کی انجمن جمع کر کے اول اقبال شاہنشاہی کا دفتر کھول کر دلدہی اور جگر بخشی میں استادی کی اور بعد ازاں اس عقدہ مشکل نما کی کشایش میں اور ناموس اور دولت کی پاسبانی میں سخن سرا ہوا۔ ہر ایک نے

اپنی شناسائی و مردانگی کے اندازہ اور عقیدتمندی فراخی حوصلہ کے مقدار کے موافق جواب دیا۔ بعض نے صلح کو جنگ پر مقدم رکھکر سلامت جوئی کی۔ بعض نے محاربت کو مصالحت پر ترجیح دیکر جوہر مردانگی کو دکھایا۔ بعض نے جنگ کو پسند کیا۔ مگر راہونکی صعوبت کے سبب سے تامل کیا۔ بعض نے اپنی شجاعت کے سبب سے مشکل اور آسان کو یکساں سمجھکر پیکار کا شوق ظاہر کیا غرض راجہ توڈرمل کی سعی اور منعم خاں کی ثبات پائی سے لڑائی کی ٹھہری۔ مگر راہ اور تلاش کی روبرو جانے سے کام مشکل ہوتا تھا۔ الیاس خاں لنگاہ اس ملک کی راہونسے خوب واقف تھا اسنے ایک آسان رستہ بتلایا۔ اور کارطلب ملازموں نے اس رستہ کو صاف کر کے آسان گذار بنایا۔ اس راہ سے چستی وچالاکی سے لشکر ملک اڑیسہ میں آیا۔ داؤد کی ساری تدبیریں جو استحکام راہ کیلئے تھیں وہ بیکار نھیں۔ وہ پھر کر پیکار پر آمادہ ہوا اور مقام نکردہی میں دونو لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ طرفین سے دلاوروں اور نام آوروں میں تلوار چلنے لگی۔ جمعہ ۲۰ ذی قعدہ ۹۸۲ھ کو داؤد کو شکست ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے کہ منعم خاں نے لشکر اسطرح مرتب کیا کہ قول کا انتظام خود لیا۔ لشکر خاں وہاشم خاں و محسن خاں کو اپنا شریک بنایا۔ شجاعت خاں خان زادہ خاں سے التمش کو رونق دی (التمش ایک ترکی لفظ ہے جسکے معنے ساٹھ کے ہیں مگر اس فوج کو کہتے ہیں جو ہراول اور سپہ سالار لشکر کے درمیان ہوتی ہے) فوج ہراول خاں عالم کو اور برانغار شاہم خاں جلائر اور جرانغار اشرف خاں وراجہ ٹوڈرمل کو سپرد کی۔ سپاہ مخالف میں۔ قلب لشکر میں داؤد اور میمنہ میں سکندر برادر خاں جہاں اور میسرہ میں اسمعیل خاں اور مقدمہ میں گوجر خاں منتظم تھے خان عالم اپنی نوجوانی سے میدان جنگ میں سب سے آگے بڑھکر تلوار چلا جاتا تھا وہ اب بھی بہت آگے بڑھ گیا۔ خانخانان نے درشت گوئی کر کے اسکو واپس بلایا۔ ابھی بادشاہ کے لشکر میں انتظام نہیں ہوا تھا کہ گوجر خاں اپنے سبک پا تیز رو ہاتھیوں کو آگے اور سپاہ کو پیچھے رکھکر لڑنے آیا۔ ان ہاتھیوں کے دانتوں اور سرگروں میں درندے جانورونکے سیاہ اور ڈراونے پوست لگا دیئے تھے جس سے انکی شکل عجیب ہو گئی تھی۔ بادشاہ کے ہراول کی گھوڑے

ان کے سامنے نہ ٹھہرے اور شکست ہوئی ۔ شاہم خاں کا گھوڑا تلوار کے زخم سے چراغ پا ہوا۔ وہ زین سے زمین پر گرا۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑا۔ مگر ایک ہاتھی نے اُسکو زمین پر دے پٹکا اور زمین کا پیوند بنا دیا۔ جب ناظم فوج کا یہ حال ہو تو گوجر خاں نے اسکی ساری فوج کو مار کر ہٹا دیا اور التمش پر جُھکا ۔ اسکے سردار خان زادہ محمد خاں کو ملک بقا کا مسافر بنایا ۔ اس سپاہ کو بھی اپنی جگہ سے مار کر ہٹایا ۔ قول پر متوجہ ہوا اور اُسمیں ہل چل ڈالدی منعم خانخاناں لشکر کی دلدہی کرتا تھا ۔ اسکے خود تین زخم لگے لشکر خاں اور حاجی خاں سیستانی اور ہاشم بھی زخمی ہوئے۔ منعم خاں ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اگرچہ سر کا زخم اچھا ہو گیا مگر بینائی میں فرق آگیا ۔ گردن کے زخم نے اندمال پایا ۔ مگر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتا کندھے کے زخم سے ہاتھ سر تک نہیں پہنچ سکتا ۔ غرض گوجر خاں نے بادشاہی لشکر کا خستہ حال کیا اور اُسکو بالکل تاراج کیا ۔ اور پکار پکار کر اپنے لشکر کی دلدہی اس طرح کرنے لگا کہ میں نے منعم خاں کو زخمی کیا اب امتداد جنگ کس لئے ہی کوشش کرو اور کام ختم کرو ۔ اب اسکا لشکر لوٹ پر جُھک پڑا اور پریشان ہو گیا کہ اس اثنا میں میا خاں اور اس کا بیٹا جو بھاگ گئے تھے پھر کر مرنے پر تیار ہوئے اور خواجہ عبداللہ اور سردار آپس میں ملکر آب رفتہ را بجوی آوردند ۔ یہ لشکر شاہی لڑ رہا تھا کہ ایک تیر گوجر خاں کے ایسا لگا کہ وہ سفیر مرگ ناگہانی ہوا اسکے مرتے ہی اسکے ہمسر اور ہم بازو دل شکستہ ہو کر بھاگے منعم خاں بھی جو تین کوس بھاگ کر چلا گیا تھا اُلٹا میدان جنگ میں آنکر لڑنے لگا ۔ راجہ توڈرمل اور داؤد کے لشکروں میں لڑائی ہوئی ۔ ایک شخص نے راجہ کو منعم خاں اور عالم خاں کی خبر ناخوش سنائی تو راجہ نے مستقل ہو کر یہ کہا کہ شاہنشاہی اقبال ہمارا یاور ہے ۔ اگر ایک مر گیا دوسرا زخمی ہوا تو اس سے لشکر شاہی کو کچھ گزند نہیں پہنچا اب عنقریب فتح ہوتی ہے شاہم خان بھی شکست پا کر آتا تھا اسکو سید شمس الدین نے تلخ و شیریں باتیں کہکر آمادہ جنگ کیا ۔ غرض بادشاہ کے لشکر شکست یافتہ نے پھر ہنگامہ کارزار خوب گرم کیا ۔ اور داؤد کو بھگا دیا اسکے لشکر کو پریشان کر دیا ۔ بہت آدمیوں کا کشت و خون

تین روز تک ہوا اور خون سے صحرا لالہ زار بنا۔ رزم کی بزم میں بہت سے دلیر ایسے مست پڑے تھے کہ کبھی ہوشیار نہ ہوئے لشکر شاہی کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ خانخانان کو ناامیدی کے بعد ارجمندی حاصل ہوئی۔ اس کے زخم نصرت کے مرہم سے بھر گئے۔ اگرچہ بنگالہ پہلے بھی بادشاہ کے تصرف میں آگیا تھا مگر حقیقت میں آج کے روز سے سمجھنا چاہیئے کہ یہ وسیع ملک فتح ہوا۔ منعم خاں اسیروں کے جمع کرنے میں غصے کو کام میں لایا اور ان کو قتل کیا اور ان کے سرونکے آٹھ مینار اونچے اونچے بنائے۔ لشکر خاں نے جو لڑائی میں زخمی ہوا تھا اس کی بے پروائی سے نقاہت اُسپر غالب ہوئی اس نے قالب خالی کیا۔ یار محمد ارغون جسکا پہلے حال لکھا ہے کہ فیل ایار اسکو ہاتھ لگا تھا جسکو منعم خاں نے طلب کیا وہ اس نے نہ دیا تھا اور اپنی نیکو کاری کو خود رائی سے برباد کیا تھا اس لڑائی میں بھی اس نے بعض ملازموں سے غنائم کے چھین نے میں یاد تی کی۔ اس گروہ نے اپنی داد طلب کی۔ منعم خاں کے دل میں پہلے ہی اس سے کینہ تھا اسکو ایسا پٹوایا کہ اسکا دم نکل گیا۔ اسپر یہ ظلم ہوا۔

منعم خاں اور داؤد کی ملاقات ۹۸۲ھ

منعم خاں نے داؤد کے تعاقب میں شاہم خاں جلائر اور راجہ تو ڈرمل کو بھیجا۔ جب وہ قصبہ بھدرک میں پہنچا تو اسکو معلوم ہوا کہ جب داؤد بھاگا جاتا تھا تو جہاں خان مدارا دلدہی کرکے اسکو کٹک میں لیگیا جو اس دیار میں بڑا مضبوط قلعہ ہے اس ملک کے آدمی اسکے گرد جمع ہوئے اور ان لوگونکو یہ خیال تھا کہ اگر بادشاہی لشکر ادھر آئے تو اس سے میدان رزم گرم کیجئے اور جو شکست پہلے ناگہانی ہوگئی ہے اسکا عوض لیجئے۔ اس خبر کو سنکر لشکر شاہی میں سراسیمگی پھیلی ہر چند راجہ تو درمل نے لشکر کو تسلی و تسکین دی مگر کارگر نہ ہوئی اس لئے راجہ نے خان خانان کو لکھا کہ اگر یہ سپاہ لڑائی میں کام نہ کرے گی تو بڑی دشواری پیش آئیگی اس لئے آپ اس کام کا اہتمام اپنے ذمہ لازم جانیں۔ بے توقف یہاں تشریف لائے خانخانان کے زخم باوجودیکہ ہرے تھے مگر وہ سنگاسن میں بیٹھ کر اس شہر میں آیا۔ کچھ اپنی بخشش و بخشایش سے کچھ غصہ کی نگاہ سے لشکر کو جنگ پر آمادہ کیا جس سے حصار حصین میں افغانوں کو لغزش ہوئی۔ نہ سامان قلعہ داری تھا

نہ اسباب پیکار نہ جائے گریز۔ داؤد کو متواتر شکستیں ہوچکی تھیں ۔گوجر خاں اسکا وزیر مارا گیا تھا۔
اسلئے اس نے مکر و فریب سے عجز و زاری کے ساتھ صلح کی درخواست کی فتو و شیخ نظام کو بھیجا۔
یہ فریب کار و جادو منش لشکر منصور کے سرداروں کو زر و سخن سے صلح پر لائے ۔ان کمبخت سرداروں
نے داستان مصالحت کو غنیمت جانا اور اسکو اپنے مزید اعتبار کا ذریعہ جانا راجہ ٹوڈرمل حقیقت
کار سے آگاہ تھا اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ صلح نہ ہو مگر غرضمندوں نے اسکی ایک نہ سُنی
داؤد کے پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں کا تباہ کرنا اچھا نہیں ہے ۔بندوں اور نوکروں
کی طرح بادشاہ کی خدمتگاری کے لئے بندہ حاضر ہے ۔مگر التماس یہ ہے کہ مملکت وسیع
بنگالہ میں کچھ جگہ مجھے بھی ملجائے اوقات گذاری اپنی جماعت کے ساتھ ہوجائے
میں اس پر قانع ہوکر کبھی سرکشی نہیں کرونگا ۔اُمرا نے ان شرائط کو خانخانان
سے عرض کیا ۔اس نے امرا کی ملتمس کو اس شرائط سے منظور کیا کہ داؤد میرے پاس
آئے اور میرے پاس اپنے عہد و پیمان کو سوگند سے موکد کرے ۔داؤد نے اس شرائط کو
قبول کیا ۔ابوالفضل نے لکھا ہے کہ خانخانان نے ہاشم خاں کو بھیجکر شرائط صلح کی تنقیح
کرائی ۔جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل داؤ بادشاہ کی نوکری تسلیم کرے اور نامور ہاتھی
اور پیشکش درگاہ والا میں بھیجے اور کچھ دنوں کے بعد خدمات پسندیدہ کرکے بادشاہ
کی خدمت میں حاضر ہو اور بالفعل اپنے معتمد خویشوں میں کسی کو درگاہ والا میں بھیجدے
داؤد نے شرائط منظور کرلیں ۔غرہ محرم ۹۸۳؁ کو داؤد مع اپنے امرا کے خانخانان
کے خیمہ میں آیا ۔اسکا استقبال اور اعزاز و احترام کیا گیا داؤد نے کمر سے تلوار کھولکر
خانخانان کے آگے رکھدی ۔جسکے معنے یہ تھے کہ میں نے سپہ گری کو چھوڑا اور اپنے
تئیں بادشاہ کے حوالہ کیا ۔جو بادشاہ کا دل چاہے اسکے ساتھ سلوک کرے
طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ اسنے یہ کہا کہ آپ جیسے عزیزوں کو زخم پہنچتا ہے
اس لئے میں سپاہ گری سے بیزار ہوں ۔خانخانان نے تلوار لیکر اپنے خواص کو

سُپرد کی اور داؤد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھایا۔ دونوں نے کھانا بے تکلف ساتھ بیٹھکر کھایا۔ غرض عہد و پیمان قسم کے ساتھ ہوئے۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ بعد اسکے خانخانان نے پادشاہ کیطرف سے ایک خلعت و شمشیر و کمر مرصع اسکو پہنایا۔ داؤد نے اپنی فروتنی دکھانے کیلئے دار الخلافہ کیطرف سجدہ کیا۔ اس دیار کے نفائس امتعہ و نفائس اسباب اور نامور ہاتھی اور بہت سا خزانہ پیشکش کے طور پر دیا۔ شیخ محمد پسر بایزید کو جو اسکا بھتیجا تھا۔ پادشاہ کی خدمت کے لیئے ہمراہ کیا۔ غرض اس روز خوب جشن ہوا اور جب وہ رخصت ہوا تو بعض محال اُڈلیسہ اسکو تیول میں دیئے گئے۔ راجہ تودرمل اس صلح کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے نہ اس صلحنامہ پر دستخط کیئے نہ وہ اس مجلس میں حاضر ہوا وہ فکر مند ہی رہا۔

گھوڑ گھاٹ کی سوانح سورش کا حال یہ ہے کہ جب خانخانان کٹک کو روانہ ہوا تو جلال الدین سور کی ولاد کالا پہاڑ و بابو منگلی نے زمینداروں کے ساتھ اتفاق کرکے سورش برپا کرکے قاقشالوں پر گرے قاقشال کچھ لڑے مگر ذلیل ہو کر وہاں سے نکالے گئے اور گھوڑا گھاٹ کی ولایت پر افغان متصرف ہوئے اور قاقشال کے پیچھے پنچ جھاڑ کر پڑے کہیں انکا پانو جمنے نہ دیا وہ حوالی ٹانڈہ میں رہے خانخانان جلد غنیم کے روبرو آیا۔ دریا گنگ کے دو شعبے ہوتے ہیں۔ وہاں ایک پل باندھا اور دوسرے پُل کے باندھنے کی تیاری تھی کہ غنیم کے پیر اکھڑے اور بھاگے۔ خانخانان حدود ٹانڈہ تک آیا۔ یہاں لشکر کو بسرکردگی مجنون خاں ولایت گھوڑا گھاٹ میں بھیجا اس نے اس ملک کو فتنہ پردازوں سے خالی کرکے لیا مخالف پریشان ہوکر جنگلوں میں ناپدید ہوئے۔

پادشاہ کو قلعہ رہتاس کی تسخیر منظور تھی۔ یہ قلعہ متانت میں بے نظیر تھا۔ اسکے اوپر بہت سے دہات آباد تھے وہاں زراعت ہوتی تھی۔ جس سے قلعہ کے نگہبانوں کو کافی آذوقہ ملتا تھا۔ خوشگوار چشمے اس میں جاری رہتے تھے۔ باوجودیکہ وہ پہاڑ پر تھا مگر اس میں پانی تھوڑی دور پر کاوش سے نکل آتا تھا۔ اس قلعہ کو ہیبت خاں کررانی اور اس کے بیٹے بہادر خاں استحکام دے کر خواب غفلت میں پڑے سوتے تھے کہ پادشاہ نے

گھوڑا گھاٹ کی سورش ۹۸۲ھ

مہم بہار کا آغاز ۹۸۲ھ اور پادشاہ کی پورش ۹۸۲ھ

اس خدمت پر فرحت خاں کو نامزد کیا اور مظفر خاں کو ہمراہ کیا اور بڑے بڑے امیروں کو لکھا کہ اسکی کمک کریں۔ مظفر خاں نے اپنے اندوختہ سے لشکر کا سامان درست کیا۔ جونڈہ اور سہسرام کو کہ بادشاہ نے ابتک کسی کو جاگیر میں نہیں دئے تھے۔ اپنی شجاعت سے اُنپر قبضہ کیا اور اپنا سامان مہیا کیا۔ بہادر خاں پسر ہیبت خاں قلعہ رہتاس سے نکلکر شورا فزا ہوا مظفر خاں نے تیز دستی کر کے اسکے مال و منال اور ہاتھی چھین لئے۔ اس زمانہ میں اور اُمرا قلعہ رہتاس کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ کچھ عرصہ گزرا تھا کہ بادشاہ کا فرمان مظفر خاں پاس آیا کہ اگر وہ اور ملازموں کے ساتھ اتفاق کر کے قلعہ کے تسخیر کی میعاد مقرر کر سکے تو اس کام میں مصروف ہو۔ اور اگر اسکا تعہد نہ کر سکے اور اسکی تسخیر میں زمانہ دراز لگے تو صوبہ بہار کے تمام متمردوں کی سزا میں تگا پو کر کے ہمارے پاس چلا آئے جو سرکش تجھ سے التجا کرے اُسکو بخشش و بخشائش سے سربلند کرے اور جو نہ کرے تو اسکو ایسی مالش دے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ مظفر خاں نے اس فرمان کی جواب میں عرض کیا کہ قلعہ گیری کا اسباب لشکر میں موجود نہیں ہے اس لئے میں کوئی تعہد نہیں کر سکتا۔ مناسب یہی ہے کہ اس عرصہ دلکشا کو ناسپاسوں کے خار وخس سے پاک کروں۔ بعد ازاں وہ لشکر کو لیکر اس خدمت پر مستعد ہوا۔ بادشاہ جو لشکر چھوڑ گیا تھا اُسکو ساتھ لیا۔ محسن خاں و آفاق و عرب بہادر جو منعم خاں کی جاگیر کا اہتمام رکھتے تھے اسکے ساتھ شریک ہوئے۔ اور انہوں نے شائستہ کام کئے اور سارے صوبے میں متمردوں کو تتر بتر کر دیا۔ ابراہیم پور سے آدم خاں بٹنی اور چرکان (جرکان) سے دریا خاں کاشی بے جنگ بھاگ کر جھارکھنڈے میں چلے گئے۔

جب اس ملک میں کوئی کام باقی نہیں رہا تو منعم خاں کے گماشتوں کو مظفر خاں کے اوپر بھی پر حسد ہوا۔ اسلئے بے آزرمی سے اُسے رخصت کیا اس کی جاگیر کوئی معین نہ تھی اسلئے جونڈہ اور سہسرام کو معاودت کی۔ خداداد برلاس اور خواجہ

شمس الدین نے اس کی رفاقت کی۔ اثنا رراہ میں اُسے معلوم ہوا کہ ان دونوں قصبوں پر اہلِ رہتاس نے قبضہ کرلیا ہے۔ اپنی شمشیر وتدبیر سے ان قصبوں کو دشمنوں سے چھین لیا کچھ اپنے اندوختے سے کچھ اِدھر اُدھر لوٹ مار سے اپنا کام چلایا کہ ناگاہ بہار میں سورش برپا ہوئی اور اس ملک کے ناظموں نے مظفر خاں کو بلایا۔ اسنے اُنکے پہلے سلوک پر نظر نہ کی وہاں دوڑ کر خدمات شائستہ بجالایا جسکی تفصیل یہ ہے کہ خانخانان نے بنھیر میں کہ ولایت بہار اور جھار کھنڈ کے درمیان میں ہے عرب بہادر کو منتظم مقرر کیا تھا۔ حدود جھار کھنڈ سے حاجی خاں وغازی خاں دو بھائی افغانوں کو ساتھ لے کر نکلے اور قلعہ بنھیر پر قبضہ کرلیا اور اہل قلعہ کو شربت والپسین چکھایا۔ عرب بہادر بھاگ گیا اس صوبہ کے امرا جمع ہوکر سورش کے مٹانے کے درپے ہوئے۔ افغان کوہستان کی تنگناؤں میں چلے گئے اُمرا نے انکی برابر جاکر توقف کیا۔ اب نہ اُلٹے جانے کو نہ آگے بڑہنے کو مصلحت سمجھتے تھے۔ ایک دن افغانوں نے گریوہ میں راجہ بھگونت داس کے ملازم تین سو راجپوت اور انکے سوار اور جوان مرد و مردانہ وار گھس گئے یہ احمقانہ کام انکا سرسبز نہ ہوا۔ ہزیمت اُٹھائی تین بڑے سردار اور سو آدمی اس لڑائی میں کام آئے اس واقعہ سے اُمرا کے استقلال میں بھی خلل آیا۔ ناگزیر اپنے پہلے ناہموار سلوک سے شرمگیں ہوکر کاردانوں کو بھیجا اور مظفر خاں سے استمداد چاہی۔ یہ عالی ہمت لشکر کو لے کر آموجود ہوا اعیان لشکر کی عزیمت میں منعم خاں کی تحریر کے سبب سے فتور آگیا تھا۔ اس تحریر کا خلاصہ یہ تھا کہ جھار کھنڈ کی راہ سے جنید بہار کی طرف جاتا ہے۔ تنگری بردی بہت سے لشکر کے ساتھ اس کام کے لئے مقرر ہوا ہے مگر جب تک کمک نہ پہنچے۔ وہ جنگ پر مباورت نہ کرے اور محمد خاں گکھر کے مارے جانے کا اور یار محمد قراول کے لٹ جانیکا حال اسمیں لکھا ہوا تھا۔

مظفر خاں نے ثبات پائی اور دلدہی میں کوشش کرکے اس تحریر کا جواب لکھا کہ عقلائے دوربین کا مقتضا یہ ہے کہ جو سرگزشت گزری ہے وہ پیکار میں مزید دلیری

اور افزونیٔ اہتمام کا سبب ہو۔ پہلے اس سے کہ ان خودسروں سے جنید ملے ان کا کام تمام کیا جائے۔ یہ تو معلوم نہیں کہ دس روز میں اس نواح میں جنید آئیگا۔ مگر یہ اُمید ہے کہ ایک روز میں دشمن پراگندہ کر دئے جائینگے اس سے لشکر کی شکستہ ہمت میں توانائی آئی۔ وہ اس ملک کے راہ شناسوں سے راہ پوچھکر گریوہ میں لشکر کو مرتب کرکے لیگیا اور خواجہ شمس الدین کو سپاہ کے ساتھ دشمن کے عقب میں بھیجا۔ دشمن نے جب دیکھا کہ غنیم کی سپاہ نے آگے اور پیچھے آن کر گھیر لیا تو وہ بھاگا لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی اُمرا نے تعاقب کیا۔ دشمن نے گریوہ آرامپور میں جو جھارکھنڈ کی اعمال میں سے ہے جاکر لشکر کو مرتب کیا اور وہاں سے وہ پھرا۔ ان میں عمدہ سردار آدم خاں پٹنی پسر فتح خاں و دریا خاں کاکرا ور جلال خاں سور و حسین خاں و یوسف پٹنی و عمر خاں کاکر اور محمود کاسو تھے مظفر خاں نے بھی میدان کارزار کو آرائش دی۔ جنگ عظیم ہوئی۔ حسین خاں و غازی خاں و جلال خاں سور ہلاک ہوئے۔ آخر کو جب افغانوں کا ہاتھ نہ چل سکا تو پاؤں سے کام لیا۔ بھاگ نکلے۔ پادشاہی فوج کو فتح ہوئی اور وہ اپنی جگہ پر چلے گئے۔

جنید جسنے بہار کا قصد کیا تھا جب اس واقعہ کا حال سُنا تو اس نے کچھ توقف کیا پھر بہار میں جاکر سورش مچائی۔ اس دیار کے اُمرا پٹنہ میں جمع ہوئے اور مظفر خاں سے دوستانہ خط و کتابت کرکے اُس سے امداد چاہی۔ ان دنوں پادشاہ نے اس کو جاگیر میں غازی پور مرحمت کیا تھا اس سے اور بھی اس کا دل بڑھگیا تھا۔ فتنہ انگیزوں کی استیصال میں اور زیادہ کوشش کرنے لگا۔ اور پن پن کا پل باندھ کر پار گیا۔

اس اثنا میں خانخانان کا پیغام مظفر پاس آیا کہ جنید سے لڑنے میں شتابی نہ کرے میں خود آتا ہوں۔ اُمرا نے اپنی عزیمت کو فسخ کیا۔ مظفر خاں نے داستان موعظت اور کارستان معاملت کی تنقیح تفصیل کے ساتھ کی مگر سودمند نہ ہوئی۔ یہاں کے پھر جانے سے آزردہ خاطر تھا وہ ایسا کار طلب تھا کہ جنید سے تنہا لڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر

حاجی پور کی سورش برپا ہونیکا آوازہ بلند ہوا۔ اسطرف اُسکو جانا پڑا۔ یہاں اسکی طرف سے
میر محمود شوکتی انتظام کرتا تھا اسکو اور سو آدمیونکو تاخجان بنوار و فتح خاں موسی زئی و شہباز خاں
بحری و سلیمان بنوار اور بھان راے نے مار ڈالا وہ خداداد برلاس اور عرب اور خواجہ شمس الدین
کیساتھ حاجی پور کیطرف گیا۔ دشمن کے سامنے سے دشوار تھا اس لئے وہ قصبہ بسوانہ میں گنگا سے
اُتر گیا اور حاجی پور اور اُسکے درمیان دریاے گندک طغیانی پر تھا۔ ادہی کرن زمیندار جنیا رن
اسکے دوستوں میں ہوگیا۔ اسنے اپنے برادری کے آدمیوں سے کشتیاں دلوائیں اور آسان راہ
بتائی۔ مظفر خاں نے تین سو سپاہی بسرکردگی قاسم علی سیستانی اور عرب بہادر کے اس راہ
سے بھیجے۔ جب اسکے پہونچنے کی خبر آگئی تو وہ کشتیوں میں لشکر کو خود سوار کر کے غنیم کی
برابر آیا۔ افغانوں نے تیروں بندوقوں سے بہت کچھ زور مارا مگر آخر کو بھاگنا پڑا۔
حاجی پور فتح ہوا اور بہت سی غنیمت مظفر خاں کو حاصل ہوئی۔ اس کو معلوم ہوا کہ نہر
مدھ گندک کے اسطرف فتح خاں موسیٰ زئی و جلال خاں عربی و سلیم برمیہ اور ستری

اور جسبری اور بہت سے افغان سورش برپا کرنے کے لئے جمع ہیں۔ مظفر خاں اپنی کارطلبی
اور دور بینی کے سبب سے اس گروہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ وہ خود چند آدمیوں کو لیکر
ندی پر گذرگاہ کی تجویز کرنے گیا۔ اس ندی کا عرض بہت کم اور عمق بہت زیادہ تھا سامنے
دو سو سوار نظر آئے۔ ان سے لڑنے کے لئے خواجہ شمس الدین و عرب بہادر کو اشارہ کیا وہ
گئے کہ دشمن نے کمک طلب کی مگر اس فوج کو دیکھکر اپنے لشکرگاہ میں وہ چلا گیا۔ مگر جب
کمک ان پاس گئی تو وہ پھر لڑنے کے لئے آیا۔ مظفر خاں بھی اپنے لشکر سے جا ملا۔ مگر اسکی
سپاہ تھوڑی سی لڑکر بھاگی اور بہت سی دریا میں غرق ہوئی۔ مظفر خاں بھی دریا کی فوج
خیزی میں جانا چاہتا تھا کہ خواجہ شمس الدین اسکی باگ پکڑکر کوہستان کی طرف لے گیا غرض
مظفر خاں کا حال نہایت تنگ ہوگیا پچاس آدمیونکے ساتھ دامن کوہ میں وہ پڑا تھا۔
لشکر شاہی میں مظفر خاں کے مارے جانے کی شہرت ہوگئی مگر اس کا ایک قاصد

لشکر میں جا پہنچا جسنے تردد دور کیا۔ خداداد برلاس و مہر علی تین سو سپاہ کے ساتھ دریا سے پار ہو کر روبراہ ہوئے۔ دشمن سے لڑائی شام تک ہوئی رات کو دشمن بھاگ گیا شکست کے بعد فتح سے لشکر شاہی میں غوغا و جوش ہوا۔ افغان بھاگ کر تاج خاں بنوار پاس گئے اسکی تدبیر کے موافق فتنہ انگیز ہوئے مال اور سپاہ کی افزونی سے اور عقل کی کمی سے لڑنے پر تیار ہوئے منظفر خاں نہایت احتیاط سے آب مدھ گندک سے پار گیا۔ اور اسباب نبرد کو فراہم کرنے لگا۔ وہ ایسی جگہ اُترا کہ جسکے تین طرف پانی تھا اور ایک طرف دلدل افغانوں نے اسکے لشکر کے گرد دائرہ بنایا۔ مگر یہ جگہ ایسی قلب تھی کہ وہ ناکام رہے جتنی کوشش ہوتی تھی اتنی نا امیدی بڑھتی تھی اب منظفر خاں کا لشکر ایسا بڑھتا گیا کہ اس نواح کے زمیندار اسکے طرفدار ہوتے گئے۔ پل بنایا خندق کھود کر ایک پناہ بنائی۔ اسکی آڑ میں لشکر کو مرتب کیا پل پر سے لشکر گذرنے لگا۔ تو افغانوں کے لشکر نے اس پر حملہ کیا۔ بادشاہی پیادے بھاگ گئے۔ تو سواروں کا دل بھی چھوٹا۔ بھاگنے والوں کے صدموں سے پل ٹوٹا۔ تین سو پیادے و سوار دریا میں ڈوبے۔ خواجہ شمس الدین و خداداد برلاس دشمنوں پر تیر اندازی کرتے تھے کہ ایک تیر حسین خاں کے گھوڑے کے لگا وہی سپاہ کا سردار تھا وہ گھوڑے سے گرا کہ افغانوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ پھر شیر مردوں نے پل بنایا اور اُس سے لشکر کو اُتارا۔ افغان بھاگ کر تاج خاں کی قلبگاہ میں گئے منظفر خاں نے انکا تعاقب کیا انکے قریب پہنچا۔ اکثر اعیان افغان خندق کی جا کو تلاش کرتے تھے۔ اُن کو خبر نہ تھی کہ دشمن کا لشکر قریب آگیا ہے۔ ناگاہ منظفر خاں کے آدمی ان کے سر پر پہنچے وہ بھاگے بہت سے مارے گئے۔ ان میں سے تاج خاں بنوار کا سر حاجی خاں پہلوان کاٹ کر لایا۔ اور جمال خاں غلزئی زندہ گرفتار ہوا۔ اور بہت سے اسیر شمشیر اور گرفتار کمند ہوئے۔ رات کی تاریکی اور درختوں کے جھنڈوں نے لشکر شاہی کو انکے منازل پر جانے نہ دیا۔ مگر بہت سے بہادروں نے اس سرزمین میں

غنیمت پائی ۔صبح کو لشکر اپنی منازل پر آیا وہ لشکر کے آنے سے پہلے دریا پر بھاگ کر چلے گئے تھے اس دریا کو وہ اپنی پناہ سمجھتے تھے مگر اس نے انکو ہلاک کیا ۔بہت دقت سے غرقاب سے وہ نکل کر ساحل نجات پر پہنچے وہ پریشان و پراگندہ ہو گئے کچھ دریا میں ڈوبے ۔کچھ ادھر ادھر پراگندہ ہوئے ۔انکا سارا گھر بار لٹا۔

جب اس یورش سے تسکین ہوئی تو ستری وچتری نے افغانوں سے اتفاق کرکے ولایت نگرہ (نگرہ) پر تصرف کیا۔اس ملک کا طول تیس کوس اور عرض بیس کوس منگیر کے محاذی ہے درمیان میں گنگا موج خیز تھی۔مظفر خاں نے وزیر جمیل وخداداد برلاس وخواجہ شمس الدین اور بعض امرا کو انکے استیصال کے لئے بھیجا۔لڑائی ہوئی فتح خاں کہ مخالف گروہ کے اعیان کا سردار تھا مارا گیا اور اناسی آدمی اور مارے گئے اور اس ملک پر قبضہ شاہی ہو گیا۔

منعم خاں جب مظفر خاں کی فیروزمندی دیکھی تو اس نے یہ چاہا کہ وہ یہاں پر نہ رہے بادشاہ پاس چلا جائے۔اس پاس حکم تھا کہ جب جائے مظفر خاں کو بادشاہ پاس بھیجدے ۔اب اس نے لکھا کہ یہاں سے بادشاہ پاس چلے جاؤ۔ مگر اسوقت اس پاس بادشاہ کا یہ حکم آگیا کہ وہ ان حدود کی خدمات میں سرگرمی کرے ۔ اور جب تک ہم نہ بلائیں وہ نہ آئے ۔گو منعم خاں اسکو ہمارے پاس آنے کو کہے ۔جیسا وہ خانخانان کی تحریر سے پژمردہ خاطر ہوا تھا۔ایسا ہی وہ بادشاہ کے فرمان سے شادمان وشگفتہ خاطر ہوا۔حاجی پور میں جاکر بساط انبساط بچھایا بادشاہ نے اس ملک وسیع کی حراست گذر جوسر سے گڈھی تک اسکی تدبیر وشجاعت کو تفویض کی اور حکم دیدیا کہ سپاہ میں سب چھوٹے بڑے اسکی صلاح پر چلیں وہ قوانین سلطنت اور احکام خلافت کا پابند ہو کر عدالت پیرا ہوا۔

داؤد کے ساتھ منعم خاں صلح کرکے گھوڑا گھاٹ دوڑا گیا اور اسطرف کے فتنہ کو فرو کرکے وہ شہر گور میں آیا ۔ یہ شہر پہلے زمانہ میں

دار الملک تھا۔ اس کو افغانوں نے اسلیئے کہ اسکی آب وہوا ان کو ناموافق تھی چھوڑ کر خواص پور ٹانڈہ
کو اپنا دار السلطنت بنایا تھا۔ منعم خان نے اس نظر سے کہ گھوڑا گھاٹ خود فتنہ اندوزوں کا سرچشمہ
ہی لشکر کے قریب ہوجائیگا۔ اور ان حدود کی شورش بالکل فرو ہوجائیگی اور اس دلکشا جگہ میں
عمدہ قلعہ موجود ہی اور بڑی بڑی عمارات بنی کھڑی ہیں حکم دیدیا کہ تمام آدمی اور سپاہ اور رعیت
خواص پور ٹانڈہ کو چھوڑ کر گور میں آباد ہوں۔ مگر اس سے وہ غافل تھا کہ تداول روزگار اور خرابی
عمارات سے اس جگہ کی ہوا میں خواص سمیت آگیا ہی۔ خصوصاً یہ سمّیت اور زیادہ ہوجاتی ہی کہ
برسات کا موسم ختم ہوتا ہی۔ اور بنگالہ کے اکثر حصہ پر پانی بھر جاتا ہی ہر چند حقائق شناسوں نے
اس کو سمجھایا۔ مگر اُس نے عام پسند توکل اختیار کرکے شہر گور میں ایک خلق کو گور میں سلایا۔
توکّل کے معنی یہ ہیں مراتب تدبیر و فروغ خرد کو کہ عالم اسباب کے ہیں ان میں ملحوظ کرکے اسکی
کارسازی کو خدا کے حوالہ کرے۔ نہ عقل صواب اندیش و اسباب ظاہر کو ترک کرے اسی سبب سے
بہت سے امیر کہ جنہیں سے ہر ایک معرکہ آرائی کے لائق تھا بستر خواب پر ہم آغوش نیستی ہوئے اور عام دیہوں
میں موت کا بازار گرم ہوا۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ مُردوں کے دفن کرنے سے آدمی عاجز ہوگئے اور پانی
میں بہانے لگے۔ اگرچہ اس سال میں تمام دیار مشرق میں تند باد فنا چل رہی تھی۔ مگر اس شہر میں
اس کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔

خانخانان اپنی بات پر ایسا اڑا کہ اس مرگ عام سے خبر نہ ہو کہ اس اثنا میں خبر مشہور ہوئی کہ
جنید نے بہار میں فتنہ برپا کیا۔ اس بہانہ سے گور کے گورستان سے آدمیوں کو نجات ہوئی۔
تعجب ہی کہ اس طوفان وبا میں منعم خان تندرست رہا۔ مگر ٹانڈہ میں جاکر رجب المرجب ۹۸۳ھ کو تھوڑی
بیماری سے پیمانہ حیات اُس کا لبریز ہوا۔ اس سے لشکر کی جمعیت میں خلل عظیم واقع ہوا۔ اگرچہ اولیائے دولت
نے شاہم خاں کو سردار بنایا۔ اور اعتماد خاں خواجہ سرا کو کارساز اپنا کیا۔ مگر اعیان لشکر کی بے اتفاقی
اور اکثر کی وہم گرائی اور عام مصلحت بینوں کی کوتہی حوصلہ اور ارباب نفاق کی شعلہ افزونی نے کسی
ایک بات پر مشورہ نہ دیا۔ خیراندیشوں کی شمع افروزی سے نور یک جہتی نہ چمکا۔ جب داؤد نے

یہ قضیے سُنے تو اُس نے صلح کے پردہ کو اُٹھا دیا اور شکست عہد کیا۔ نظر بہادر کو جو قصبہ بھدرک میں تھا محاصرہ کر لیا۔ عہد و پیماں کر کے اس کو مار ڈالا۔ مراد خاں جلیسر سے ہمت ہار کے بے آویزش کے ٹانڈہ میں آیا۔ شاہ بردی اس صوبہ کے کارخانہ کشتی اور توپ خانہ کا سربراہ تھا اُس سے عیسیٰ خاں زمیندار لڑا۔ اگرچہ شاہ بردی کو فتح ہوئی۔ مگر توہم کے وفور سے اس سرزمین کو چھوڑ کر توپ خانہ اور نوارہ سمیت امرا سے آن ملا۔ غرض امرا پادشاہی کہ ٹانڈہ میں تھے اُن کا کوئی معتبر سردار نہ تھا وہ اس ملک کو خالی چھوڑ کر حاجی پور میں چلے آئے۔ سپاہ کے افسر اس دیار سے ایسے دل گرفتہ ہوئے کہ گنگا پار شہر گور میں آئے۔ اصل میں سب کی نیت میں یہ تھا۔ کہ اس طرح اپنے اندوختوں کو اس دیار سے نکال لیں اس لیے بات اُنھوں نے یہ بنائی کہ دریا کو بیچ میں ڈالکر ہم جنگ پر دل بہادر ہوتے ہیں اور حدود گھوڑا گھاٹ کے آدمی بھی ہم سے ملجائینگے۔ جب دریا سے عبور کیا تو قتلق قدم نے ایک مزوّر نامہ بنا کے پادشاہ کی طرف سے یہ خبریں مشہور کیں۔ اسکو آزمنشوں اور ناموس دشمنوں نے دستاویز بنا کر پرنیہ اور ترہت کی راہ سے بہار کی طرف راہ لی۔ تعجب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کہ آدم تاج بند جو پادشاہ کے فرامین خانخانان اور امرا بنگالہ کے نام لے گیا تھا۔ شرارت ذاتی سے اس شورش میں منعم خاں کے فیلخانہ اور اموال کو اپنے تصرف میں لایا۔ اور ہزار دل ابواب اخذ و جبر کے کھول کر یہ ظاہر کیا کہ پادشاہ کے حکم والا سے حراست اموال میں کوشش کرتا ہوں۔ مگر حقیقت میں آزمند ہو کر اپنے زعم میں اپنے گھر کو آباد کرتا۔ اور اپنے لیے اسباب نکال ہمیشہ کے لیے سرانجام دیتا تھا خانخانان کے اولاد کوئی نہ تھی اس لیے اس کا سارا مال صامت و ناطق دیوان اعلیٰ کی سرکار میں ضبط ہوا اور اس کی تفصیل پادشاہ پاس بھیجی گئی -

جب امرا کی عرضداشت ان واقعات کی پادشاہ کے سامنے پیش ہوئی تو اُس نے خانجہاں کو جو پنجاب کا حاکم خود مختار تھا اور اب بدخشاں کو لشکر لیجانے کو تیار تھا اس کو بنگالہ کی فتح اور اس ناحیہ کے تصفیہ کے لیے مقرر کیا اور وہ بنگالہ کو روانہ ہوا۔ راجہ ٹوڈرمل اسکے ہمراہ گیا۔ حکم نافذ ہوا کہ بنگالہ کے کل امرا اور زمیندار خان جہان کو احکام خلافت کا کارفرما جانیں

اور اسکی صلاح دید کو ہمارکی مرضی سمجھیں۔ اور ملک کی فتح اور آبادانی میں تگاپو کریں۔ امرائے بنگالہ
صوبہ بہار میں بھاگل پور کے حوالی میں پہنچے تھے، کہ خان جہاں لشکر لیکر وہاں آگیا۔ یہ اہل غرض
سراسیمہ ہوئے کہ نہ رائے برگشتن وہمراہی گزیدن نہ روئے تافتن و عزیمت درگاہ نمودن۔ اکثر
نے شرم کے ساتھ خوب توضیح سے کہا کہ ہم کو یہ ملک ناساز گار ہے۔ اور اس دیار کی ہوا
مسموم ہے۔ ہزاروں آدمیوں کی جان لے چکی ہے۔ ہم معاودت نہیں کرینگے بعض نے یہ
فتنہ اُٹھایا کہ مذہب کو چھیڑا کہ خان جہاں قزلباش ہے اور ہم اس کی سرداری نہیں
قبول کرینگے۔ راجہ ٹوڈرمل کی تدبیر افزائی اور خان جہاں کی فراخ حوصلگی نے سب کو
خاموش کردیا۔ اور سب نے اُسکی ہمراہی کو قبول کیا۔ اسمٰعیل قلیخاں نے پیش دستی کی کہ
وہ گڈھی کے فتح کرنے کو روانہ ہوا۔ داؤد نے یہاں تین ہزار آدمی معین کیے تھے۔ اور
ایاز خاصہ خیل کو یہاں کا منتظم بنایا تھا۔ اس لشکر شاہی نے زندہ گرفتار کرلیا اور
مارڈالا۔ داؤد کو یہ خیال نہ تھا کہ بادشاہی لشکر ایسا جلد آجائیگا اب وہ اپنی چارہ گری
میں مصروف رہے آک محل کو اپنا معسکر بنایا جسکے ایک طرف دریا رحصار بنا ہوا تھا۔ اور
دوسری طرف پہاڑ تھا جو کسی کو جانے نہ دیتا تھا۔ آگے دلدل تھی جس نے رستہ بند کر رکھا
تھا قطع نظر اس سے کہ وہ اپنا استوار تھی ولایت بنگالہ کی پیش گاہ تھی۔ چنانچہ اس مرحلہ
دشوار گزار کے بیٹھنے والے جیسے حوادث سے محفوظ رہے ایسے ہی بالفعل یہ مملکت لشکر کی
بے سپری سے عموماً محفوظ رہی۔ خانجہان نے دشمن کی برابر صفوف نبرد کو آمادہ کیا لیکن
عوائق مکانی اور زمانی نے عرصہ مبارزت کو آراستہ نہ ہونے دیا۔ ہر طرف سے جوانمرد
آنکر سرفشانی اور جانستانی کرتے جس سے انکی مردانگی ظاہر ہوتی بادشاہ پاس یہ پیغام
آیا کہ اگر کوئی تازہ فوج کمک کو جلد بھیجی جائے تو بنگالہ کی فتح دلخواہ ہوجائے۔ ورنہ
پھر برسات کا موسم آتا ہے جو بنگال میں طوفان مچاتا ہے۔

بادشاہ نے مظفر خاں اور تمام امرا صوبہ بہار کے نام حکم بھیجدیا کہ اس ملک کی سپاہ کو

تیار کرکے بنگالہ پر متوجہ ہوں۔ پادشاہ کو سپاہ بنگالہ کی تنگدستی اور کم آذوقی کا حال بھی معلوم ہو گیا تھا۔ اس لیے نقد وجنس سے کشتیاں مالا مال کرکے روانہ کیں۔ جس سے سپاہ بنگالہ کے ضعیف دلوں کا چارہ ہوا اور دشمن کے دلوں میں خطر پیدا ہوا ....

خواجہ عبداللہ نقشبندی اپنے مورچل سے آگے بڑھ کر گئے اور دشمنوں سے لڑے شکست پائی اور اپنی جان گنوائی۔

لشکر شاہی ایک محل پر آیا اور اس سے داؤد کے ساتھ ہنگامہ کارزار گرم ہوا جائے ایسی قلب تھی کہ میدان رزم آراستہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یوں ہی جو اہمرد اپنے جوہر مردانگی کو بازار رزم میں دکھلاتے تھے۔ مخالفوں کو یہ خیال تھا کہ برسات آئی ہے وہ اس لشکر شاہی کو پراگندہ کر دیگی۔ پادشاہی لشکر کے اعیان اکثر الوس چغتائی سے تھے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ مہم بزرگ خان جہاں کے اہتمام سے تمام ہو۔ وہ قزلباش تھا۔ اُن میں وہ عقیدت نہ تھی کہ اپنے صاحب کے کام کے لیے کیش اور دین کی مخالفت کا خیال نہ کرکے برآمد مراد میں کوشش کرتے۔ لشکر بنگالہ وبا کے پھیلنے سے اس ملک سے برداشتہ خاطر تھا۔ وہ یہ سعی کرتا تھا کہ یہ کام آگے نہ چلے اس میں یہ عقل نہ تھی کہ پیمانہ زندگی کے پر ہونے میں مال ومکان کو سود وزیاں میں دخل نہیں ہے بلکہ جو مدت عمر کہ علم ایزدی میں ہے اُسقدر رہوتی ہے خواہ آدمی شیروں کے جنگل میں رہے یا عشرت کدہ بزم میں۔ نہ اس میں یہ اخلاص تھا کہ اپنے ولی نعمت کی خدمت میں جانفشانی کرکے اپنے اوپر احسان کرنا۔ ظاہر میں ان کو کیفیت اور کمیت میں غنیم زیادہ معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے وہ لڑنے پر دل نہیں لگاتا تھا۔ اور مستحکمی جا کے سبب سے بھی ہنگامہ نبرد رونق نہ پاتا تھا برسات کی شدت اور پانی کی طغیانی بھی رزم آرا نہیں ہونے دیتی تھی۔ اور غلہ کی کمی اور نرخ کی بیشی بھی ہمت ہراتی تھی۔

خانجہاں اور راجہ ٹوڈرمل اخلاص مندی اور زمانہ کی مزاج شناسی کے سبب سے دلدہی وہمت بخشی وجد کاری میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ سپاہیوں کی نا ملائمی کو

داؤد سے معرکہ آرائیاں اور اس کا مارا جانا ۹۸۳ھ

بڑی قیمت پر خرید کر کے اپنے جواہر خدمت کو قابل تحسین بناتے تھے۔ غرض اس لشکر کی صورت کہے دیتی تھی کہ اس سے کچھ کام نہ ہوگا۔ لشکر لبار کا انتظار تھا جس کو بادشاہ نبگالہ میں جانیکا حکم دے چکا تھا۔ مظفر خاں اس کو ٹال رہا تھا کہ بادشاہ کے سزاول اس پاس متواتر آئے۔ وہ لشکر تیار کر کے کاگل پور (باگل پور) میں لایا اور یہیں اقامت کا ارادہ کیا۔ اکثر بزرگان لشکر سے وہ سخن آرائی اور نکتہ گوئی کرتا کہ موسم باراں نے طوفان مچا رکھا ہے اس ملک میں جانا اور کام کا نہ بنا نادل کا توڑنا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ جب تک برسات ختم ہو یہیں قیام کریں۔ خانجہاں امتداد مقابلہ اور اشتداد عُسرت سے تنگ ہو گیا ہے معاودت کرے۔ طلوع سہیل کے شروع میں کہ ہوائیں اچھی چلتی ہونگی۔ پانی کم ہو گیا ہو گا اُس وقت یکتا دلی کے ساتھ بنگالہ کی تسخیر اور افغانوں کا استیصال مناسب ہوگا۔ اس اثنا میں محب علیخاں آیا اس نے مظفر خاں سے کہا کہ جب بادشاہ کا حکم جزم ہو کہ بنگالہ میں جا کر پیکار آرا ہو تو یہ مصلحت بینی اور تدبیر اندیشی و توقف گزینی شائستگی نہیں رکھتیں وہ عقیدت اور معاملت سے بعید ہیں۔ بادشاہی حکم کی اطاعت کر کے ایک دل و یک جہت ہو کر خدمت کے لیے جانا چاہیئے۔ اور جس کام کا طول کھچ گیا ہے اُسے سرانجام دینا چاہیے۔ یہ بات محب علیخاں نے ایسی سچی عقیدہ و اخلاص سے کہی کہ سب کے دلنشین ہو گئی۔ اُس طائفہ نے بھی جو تاخیر کے درپے تھا خواہی نخواہی اسے قبول کر کے ایک یہ شاخسانہ نکالا۔ کہ کارشناس آدمیوں کو بھیجکر پہلے لشکر بنگالہ سے عہد و پیمان استوار کرنے چاہئیں۔ کہ جب دو لشکر ملجائیں تو کارزار کو تاخیر میں نہ ڈالیں اور اس بزرگ کام کو انجام دیں مبادا اعیان لشکر جنگ پر دل نہاد ہو کہ یہ بہانہ بنائیں کہ حضرت شہنشاہی کو آجانے دیں۔

(بادشاہ بنگالہ کے قصد سے ۲۵ ربیع الاول ۹۸۳ھ کو فتحپور سے چل چکا تھا) جس سے موسم کی خرابی میں یہ لشکر بھی پھنس جائے۔ میر معز الملک اور وزیر جمیل کو بھیجکر خاطر جمع کی گئی پھر یہ دونوں لشکر ۲۹ تیر ماہ الٰہی ۹۸۴ھ کو مل گئے اور آپس میں خوب عیش و طرب کی مجلس اور جشن ہوئے۔ خانجہاں اور مظفر خان کے درمیان مشورہ ہو کر ترتیب افواج اور تسویہ صفوف

فرحت خاں اُس سے لڑ نہ سکا۔ ناچار متحصن ہوا۔ راجہ نے اُسے گھیر لیا۔ اور داؤ دسے ملگیا۔ بادشاہی ملازموں کی راہ روکنے لگا۔ پیشرد خاں کشتی میں سوار ہوکر دار الخلافہ سے بنگالہ کو ایلغار کرکے جاتا تھا اسکو پکڑ کر مقید کر لیا۔ فرھنگ خاں پسر فرحت خاں نے سُنا کہ گجپتی نے اسکے باپ کو گھیر رکھا ہے تو وہ تیول سے اس طرف متوجہ ہوا قراطاق خاں بھی اس نواح میں تھا وہ اسکے ساتھ گیا۔ جب فرہنگ خاں کے راجہ کے نواڑہ سے لڑائی ہوئی اور اُسکو وہ شکست دیکر دریا رسون سے گذر گیا۔ پھر راجہ اس سے لڑنے کھڑا ہوا فرہنگ خاں نے گجپتی پر تلوار کے دو وار کیے۔ قریب تھا کہ اسکو مار ڈالتا۔ مگر شمشیر بازو نے فرہنگ خاں کے گھوڑے کے پے کاٹ دیے۔ وہ پیادہ ہوکر لڑا اور مارا گیا۔ پھر قراطاق خاں اپنی مردانگی دکھا کر نیست ہوا۔ فرحت خاں مہر پدری کے سبب سے قلعہ سے باہر آیا اور جان سے گیا۔ گجپتی غازی پور کی غارتگری کے فکر میں ہوا کہ شہباز خاں لشکر سمیت وہاں جا پہنچا گجپتی ڈر کر گذر چونسہ پر بھاگا لشکر شاہی نے کشتیوں کو جمع کرکے دریا کو عبور کیا۔ اور گجپتی کے وہ پیچھے پڑا۔ اسکا کچھ اسباب توپ کشتیاں چھین لیں۔ اثنار راہ میں قلعہ کا محاصرہ کیا۔ یہاں کے قلعہ دار سنگرام نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ شہباز خاں نے قلعہ اپنے آدمیوں کو سپرد کیا۔ اور گجپتی کے پیچھے پڑا۔ ہاتھ نہ آیا۔ لشکر شاہی نے معاودت کرکے ایک اور راہ لی۔ دوسرے روز دریا کے کنارہ پر گجپتی آنکر رات تک لڑا۔ اور اپنے سامنے سے لشکر کو عبور نہ ہونے دیا۔ سنگرام کی رہنمونی سے لشکر اسکی بنگاہ کے لوٹنے کے لیے گیا۔ کئی جگہ بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ گجپتی نے لشکر شاہی پر شبخون مارا مگر ناکام رہا اور جگدیس پور میں چلا گیا۔ یہ جگہ بہایت مستحکم ہے۔ دو مہینے تک جنگل کو لشکر شاہی نے کاٹا پھر قلعہ کو فتح کیا اور گجپتی کے زن و زاد پر قبضہ کیا۔ گجپتی بھاگ کر کوہستان رہتاس میں چلا گیا۔ یہاں اسکا بھائی بیری سال بہت سے بہادروں کے ساتھ رہتا تھا۔ کہ لشکر شاہی نے دفعتہً جاکر اسکا کام تمام کیا۔ جب گجپتی پامال حوادث ہوا تو اُسکا بیٹا سر پرام قلعہ شیر گڈھ کی قلعہ داری کے لوازم میں مصروف ہوا۔ شہباز خاں مع لشکر کے وہاں آیا اور سامان قلعہ گیری کا مہیا کیا۔ اس سرزمین کے اکثر سرکش اُسکے مطیع ہو گئے۔ اتفاق سے یہ نیا گل کھلا کہ یہ قلعہ

رہتاس جنید کے ہاتھ آیا۔ اس نے اپنے معتمد سید محمد کو سپرد کیا۔ اور جب جنید مر گیا اور مظفر خاں نے اس حصار کی تسخیر کا ارادہ کیا تو اہل قلعہ نے اپنے معتمدوں کو شہباز خاں پاس بھیجکر امان طلب کی۔ اس نے کشادہ پیشانی سے قبول کی۔ قلعہ یوں ہاتھ آگیا۔ مظفر خاں بھی اس واقع کو سنکر بہت خوش ہوا۔ جب قلعہ رہتاس ہاتھ آیا شیر گڈھ کو سریرام نے حوالہ کر دیا۔ ان نیک خدمتوں کو بجا لاکر شہباز خاں بادشاہ پاس گیا بادشاہ نے قلعہ رہتاس کی حراست محب علیخاں کو سپرد کی

سات گاؤں میں داؤد کا نواسہ تھا۔ اور ہتی و جمشید خاصہ خیل اور بہت افغانوں نے یہاں شورش برپا کر رکھی تھی۔ جب میانہ ولایت بنگالہ متمردوں سے صاف ہوا تو خانجہاں اس طرف متوجہ ہوا۔ ہتی نے داؤد کا اندوختہ گزیدہ جمع کیا تھا اور نیک بختی سے چاہتا تھا کہ بندگان بادشاہی میں داخل ہو۔ جمشید نے تمام افغانوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس سے لڑائی ٹھانی۔ ہتی اس سے لڑا مگر آخر کو کہیں چھپ گیا۔ اس کا سارا مال اسباب افغانوں کے ہاتھ آیا۔ یوسف بلوچ و سرمست افغان اور ہتی کے کچھ دوست جمشید سے عوض لینے پر آمادہ ہوئے۔ وہ ایک دن ان لوگوں کی دلدہی کرنے گیا تھا کہ اس کا پیمانہ زندگی آب خنجر سے اُنھوں نے لبریز کیا۔ بادشاہی لشکر کی انگلی بھی نہ ہلی کہ وہ شورش مٹ گئی۔ داؤد کی ماں نے مع سب اپنے متعلقین کے پناہ مانگی اور یہ قرار پایا کہ جب لشکر حدود ٹانڈہ میں جائے تو وہ مع اپنے بیٹوں کے خانجہاں کی خدمت میں حاضر ہو۔ خانجہاں نے اسکی نیازمندی کو قبول کیا۔ اور سات گاؤں سے پھر اپنی قرارگاہ پر چلا آیا۔ اس گروہ نے اپنے پیمان کا پاس کیا اور خان جہاں پاس چلا آیا۔ سنہ ۹۸۵ میں خانجہاں کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ ملک بنگالہ قبضہ میں آیا ولایت بھاٹی میں ابراہیم نرل و موسیٰ زئی فتنہ و فساد کے گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں یہاں کا زمیندار عیسٰی باتیں بنا کر اپنا وقت گزارتا ہے۔ شاہ بردی میر نوارہ بھی اپنے گھمنڈ میں پھول رہا ہے۔ خانجہاں نے سپاہ آراستہ کر کے اس طرف بھیجی ہے۔ قصبہ کواس میں تولکا ماداؤد نے مع اپنے متعلقین کے اور محمود خاں خاصہ خیل مشہور بہ ہتی اور بہت سے سرکش افغان خان جہاں کی پناہ میں آئے۔ بہت مال ہاتھ لگا اور بہت عمدہ اندوختے لیے گئے

خانجہاں کی لشکرکشی سات گاؤں پر اور اس کی عرضداشت سنہ ۹۸۴

نولکا اور متی میں دشمنی ہوئی۔ خانجہاں نے متی کو مار ڈالا۔ تالہ مال جو لیا گیا ہے پوشیدہ رہے۔ شاہ بردی سمجھانے سے راہ پر آ گیا ہے۔ قصبہ بھوال میں لشکر شاہی آیا۔ ابراہیم نرل د کریم داد اور اس سرزمین کے اور افغانوں نے فرمان پذیری کی داستان درمیان میں لا کر یکجہتی میں سخن سرائی کی عیسیٰ نے جو گریوہ نشین تھا ایک لشکر گران بھیجا جس کے سردار شاہ بردی اور محمد قلی تھے وہ دریا کنارہ سندھ سے گزر کر حدود کتل میں آیا۔ یہاں سخت لڑائی ہوئی۔ عیسیٰ بھاگ گیا۔ اور بہت سے نفائس غنائم لشکر شاہی کو ہاتھ لگے۔ مگر عیسیٰ کے نامدار امراء میں سے مجلس دلاور و مجلس پرتاب ندیوں اور دریاؤں سے نوارہ لائے۔ اور مار دھاڑ کی آگ کو بھڑکایا۔ پادشاہی لشکر میں لغزش آئی اور اُس نے پیٹھ دکھائی۔ اس چپقلش میں کچھ دریا نوردوں میں سے کشتیاں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ محمد قلی نے تیز دستی اور مردانگی سے مخالفوں کی کشتیوں پر قبضہ کر کے لڑنا شروع کیا۔ مگر وہ گرفتار ہو گیا کہ اس عرصہ میں تیلہ غازی زمیندار آ گیا اور اس نے ایسی جرأت اور بہادری کی کہ پادشاہ کے لشکر کو ناامیدی کی حالت میں فتحمند کیا اور دشمنوں کو بھگا دیا اور بہت غنیمت ہاتھ آئی اس حال میں ابراہیم نرل نے اپنے بیٹے کو مع تحائف کے بھیج کر پناہ مانگی۔ سپہ آرا خان جہان نے اس کو پناہ دی گر معاودت کی صحت پور میں کہ حوالی ٹانڈہ میں ہے۔ عشرت و کامرانی سے وہ اوقات بسر کرنے لگا۔ سنہ ۹۸۶ھ میں اسی مقام پر تابش تپ اور بستگی شکم کے امراض میں ڈیڑھ مہینہ مبتلا رہا اور مر گیا۔ اس کی جگہ ایالت بنگالہ پر مظفر خاں مقرر ہوا۔

۳ رفروردین ماہ الٰہی سنہ ۹۸۷ھ ۲۴ کو بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ سپاہ کی بخشیگری رضوی خاں سے متعلق ہوئی اور شغل دیوانی میر ادھم و رائے پتر داس کی کاردانی کو مفوض ہوئی اور حکیم ابوالفتح صدارت اد رامینی پر مقرر ہوا۔ اور اودھ امراء کو بھی لکھا گیا کہ اسکے ہمراہ جائیں۔ سب کو خلعت فاخرہ اور اسپ عنایت ہوئے اور

خانجہاں کا مرنا اور اس کی جگہ مظفر خاں کا صوبہ دار مقرر ہونا ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء

اسمٰعیل قلیخاں یعنی پسر خانجہاں کو حکم دیا گیا کہ جب نیا مرزبان اس سرزمین میں آئے تو کشادہ پیشانی سے ملک اس کے حوالہ کر کے ہمارے پاس جلد آئے کہ اسکی سوگواری کے زخم پر نوازش شاہ کا مرہم لگے۔ لقیا خان اور بابا خان جباری اور کل امراء بنگالہ کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ سپہ آرا کی صوابدید سے باہر کوئی کام نہ کریں۔

امراء بہار و بنگالہ کی سرتابی اور انکی سزا کیواسطے سپاہ کی روانگی

منصف بادشاہوں کا بڑا فرض یہ ہے کہ وہ شہروں اور ملکوں میں جنمیں طوائف انام اور گوناگوں جانور فراہم ہوتے ہیں۔ دوربین معدلت اندوز فراخ حوصلہ ملازموں کے سپرد کریں۔ تاکہ فروغ بینش سے آدمیوں کا جوہر روشن ہو۔ اور راستی کی ترازو میں تلے۔ داد دہی اور دولت افزائی اپنی شائستہ جگہ پکڑے اور کشادگی ہمت باربرداری اور ناملائم کش ہو۔ اور خوی گزیدہ کی قوت ناکامی کے وقت اپنی پاسبانی کرے اور پیش بینی کو اپنا یار بنائے۔ تاکہ روزگار کی پریشانی کا انتظام ہو۔ اور آسودگی اور شادمانی ہو۔ اگرچہ انھیں باتوں پر خیال کر کے بادشاہ نے امراء مذکور کو بنگالہ میں مقرر کیا تھا مگر روزگار بوقلموں کی نیرنگی اور دیر کہن کی شگرف کاری بیان نہیں ہوسکتی۔ اسکی سب سے بدتر خو یہ ہے کہ وہ بدسیرت فتنہ اندوزوں کی پرورش کرتا ہے اور باطل ستیزوں کے گروہ کے ہنگامہ کو رونق دیتا ہے اور نیک سگال سعادت گزینوں کی غم افزائی اور خرد پژوہ حقیقت منشوں کی جان گزائی کرتا ہے۔ دوربین ہشیار خرام اس نقش بدیع کی پردہ کشائی نہیں کرتے اور چون وچرا کرنے میں خاموش رہتے ہیں ؎

بیے اندیشہ کردم پیش و پس را + بحکمتہا براو رہ نیست کس را
درین لبستان زبان باید درو کرد + خموشی را بحیرت پیش رو کرد

اس دشوار معمے کی گرہ کشائی دشوار ہے۔ سوانح روزگار کے دیکھنے والے کم ہیں اور

کوتاہ حوصلہ ہیں اور انکی آنکھ تمام نشیب فراز کو نہیں دیکھتی ہے وہ پاؤں میں کانٹا چبھنے کو آشوب جہاں اور ایک شخص کے گزند پہنچنے کو بلائے عام سمجھتے ہیں مگر تیز نگاہ وحقیقت پژوہ جانتا ہے کہ زہر گیا اور تریاق دونوں نشو و نما پاتے ہیں اور جانوروں میں دل صیدگن اور جان شکر نشاط کرتا ہے آدمیوں میں بھی نیک بد کا ظہور اور خفا ہوتا ہے اور جس طرح ادویہ جسمانی میں دونوں زہر اور تریاق کام میں آتے ہیں ایسے ہی معالجہ روحانی میں دونوں گروہ نیک بد زمانہ شناس پر ظاہر ہے کہ نیک خترد الا گوہروں کی کارروائی اور بدکیش لیموں کی تباہی سے ہستی کو فروغ ہوتا ہے اور اسباب پاداش سرانجام پاتا ہے آسائش خلق میں فتنہ اندوزوں کی سرافرازی اسی کے لیے ہوتی ہے کہ وہ زیان ونقصان کے گڑھے میں نگونسار کیے جائیں ؎

این بادہ کہ روزگار دارد + یک مستی وصد خمار دارد

گر بیرد فراز از نشیبت + ہشدار کہ میدہد فریبت

اسی سے چارچمن ابہت کی خار پیرائی اور نونہالان شہادت کی طراوت افزوزی ہوتی ہے۔ طرز تعلق کا دانا جانتا ہے کہ حق پرست دولتمندوں کی کامیابی آرائش جمال ہے اور بطلان منشی متفاوت اندوزوں کی برآمد زیب وزینت جلال ہے۔ غرض ان دونوں میں لطف ایزدی وجمال الہی جلوہ دکھاتا ہے۔ اس تمہید کی تفصیل یہ ہے کہ امرار بہار پادشاہ سے پھر گئے۔ ہر ایک اپنی اپنی آرزو کے پورا ہونے سے خوش ہو گیا ۹۸۷ھ کے شروع میں پادشاہ نے پرکھوتم ومولانا طیب وشیخ نجم الدین وشمشیر خاں خواجہ سرا کو بہار کی طرف روانہ کیا کہ اس صوبہ معمورہ کے انتظام میں اپنی کارروائی کام میں لائیں ملک کی آبادی میں سپاہ کی تیمارداری میں زیر دستوں کی غمخواری میں کوشش کریں مگر فرومایہ تنگ حوصلوں نے پٹنہ میں جاکر ڈیڑے ڈالدیئے۔ اور اپنی حرص کا دامن دراز کیا۔ کار داغ میں سخت گیری اور خیرہ روئی اختیار کی اور اپنے اندھے پنے سے مدارا اور پوزش پذیری کو کہ جسکے بغیر دار وگیر جہاں انتظام نہیں پاتا

امرار بہار کی سرکشی ۹۸۷ھ

چھوڑ دیا۔ ایک دو نے تو اخلاص کے سبب سے اپنی طبیعت خود دوست کا عقیدت سے علاج کیا۔ اور کئی ایک نے معاملہ پر نظر کرکے پہلی نعمتوں کی فراموشی کو اپنے حال کی ناکامی سمجھکر کوئی شکوہ نہیں کیا۔ اور بعض نے سوداگری سمجھکر محنت کی اور ظاہر میں اپنا کچھ نہ بگاڑا۔ مگر بہت سے بدذات ایسے طمع کے اسیر تھے کہ وہ اپنے بادشاہ سے برگشتہ ہوئے اور شورش میں سر اُٹھایا اور مخالفت میں گردن بلند کی۔ نہ انکے دل میں اخلاص تھا اور نہ انکو اپنے معاملہ میں سود وزیان کی شناخت تھی نہ عقل صواب اندیش نہ رائے ظاہر بین تھی۔ نہ کوئی دانا اُن کا ہمنشین نہ دل ہمت گزین تھا۔ پٹنہ اور اسکے نواح میں معصوم علی کابلی کے اقطاع تھے۔ وسعید بیگ بخشی (عرب جاگیردار سہسرانو کے تھے سعادت علی کے پاس پرگنے تمودائن (نموداری) کے تھے۔ حاجی کولابی اور بعض اور کی تیول میں دیوارہ تھا سعید بخشی اور اس کا بیٹا بہاور اور درویش علی سنجر ترہت اور اسکے نواح میں خوان نعمت پر بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے اور اور آدمیوں نے کارپردازوں کی سخت گیری سے بغاوت اختیار کی اور قسم دوم کے آدمیوں کو اس نے اپنی چرب زبانی اور سخن سرائی سے بھکایا جیسے کہ شاہم خاں جاگیردار حاجی پور اور میر معزالملک میر اکبر و سماجی خاں پرگنہ دار آرہ اور اسکے نواح کے تھے یہ سب ملکر شورافزا ہوئے۔ بادشاہ کا اخلاص چھوڑا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ آدمی دیوار سے گر کر خاک کی برابر ہوتا ہے۔ ہم جو بادشاہ کی اخلاص بلندی سے گرتے ہیں ہمارا کیا حال ہوگا۔ کتے بلی کو نہ دیکھا کہ وہ کیسے انسان کے بندۂ احسان ہوتے ہیں اور کیسے اسکے ساتھ دوستی و موانست کرتے ہیں اور ہمسر ان صنفی ہیں کیسی مواسا اور مدارا ہوتی ہے۔ آشناؤں اور یکجا نشینوں اور احسان و نوازش کے اسیروں پر کون سے امر ناگریز ہوتے ہیں ان سب معاملہ شناس آزمندوں نے ملکر اپنی خواہش کا دروازہ کھول دیا اور عموم لشکری پر کار دشوار کر دیا وہ لوگ کہ زر بندگی کے سبب سے بجائے سپاہ کے زر جمع کرتے وہ رشوت دینے سے عاجز ہوسکے اور جو لوگ کہ سپاہ میں روپیہ صرف کرتے وہ ان حریصوں کے پیٹ بھرنے سے متحیر ہوئے اسلیے دونوں گروہوں نے اس کو فتنہ اندوزی کا بہانا بنایا اور

شورش کا خیال کیا۔ محب علیخاں سب کو پٹنہ سے محب علی پور میں جو رہتاس کے قریب تھا لے گیا۔
اور داغ کے کام میں مصروف ہوا فقط وہی کام روائی کرتا۔ اور او امرا سیاہ روئی اور
خیرہ چشمی کرتے اس اثنا میں کہ محب علی داغ میں سرگرم تھا بنگالہ سے ایک بڑا قافلہ آیا جس کی
سیاہ وردنی برملا تھی۔ مظفر خاں نے خانجہاں کے اندوختوں اور منتخب ہاتھیوں کو اور داؤد کی
ماں کو مع سارے خاندان اور سامان کے فتح چند منگلی کے ہمراہ بادشاہ کے پاس روانہ کیا تھا اسکے
ساتھ بہت سی سپاہ تھی اور سوداگر بہت مال لیے ہوئے ہمراہ تھے۔ فرصت جو ناسپاس لوٹنے کی گھات
میں لگے۔ اور آپسمیں عہد و پیمان کرنے میں تگاپو کرنے لگے۔ محب علیخاں نے انکو نصیحت کرکے
اس ناشائستہ حرکت سے باز رکھا اور اس سبب سے کہ عموم اہل کارواں فتنہ اندوزوں کی چیرہ دستی
سے ہراساں تھے اسلیے سپاہ بسرکردگی حبش خاں اسکے ہمراہ کردی اس میں فتنہ پردازوں نے
شہر پٹنہ کو لوٹ لیا۔ محب علیخاں قلعہ رہتاس میں قلعہ داری کے لیے چلا گیا۔ رائے پرکھوتم اس خیال
سے کہ معصوم خاں فرنخودی کو لڑائی کے لیے لائے غازی پور گیا۔ شمشیر خاں نیارس اس خیال سے
گیا کہ راجہ ٹوڈرمل کی سپاہ کو جاکر آمادہ پیکار کرے۔ عرب عبدہ جو نے ارادہ کیا کہ قافلہ مذکور کو
لوٹ لے مگر وہ گذر چونسہ سے گذر گیا اور اسکو سوائے چند ہاتھیوں کے جو پیچھے رہ گئے تھے کچھ اور
ہاتھ نہ آیا۔ حبش خاں نے مردآزمائی میں کارپردازی کی مگر گرفتار ہوگیا۔ عرب نے یہ چاہا کہ محب علیخاں
کے ساتھ حبش خاں ایسی ردبہ بازی کرے کہ وہ اس کا ہمداستاں ہوجائے۔ مگر حبش خاں نے کہا
کہ محب علیخاں میری باتوں میں نہیں آئیگا اور وہ کسی طرح آپکے ساتھ یکدل نہیں ہوگا۔ اگر آپ لدہی کا
پیمان استوار کریں اور میری خواہش کو قبول فرمائیں تو میں رہتاس میں جاکر اہل قلعہ کو آپکا طرفدار
بناؤں پھر بہ آسانی اس مرزبان کے پیمانہ حیات کو لبریز کروں اس طرح سے یہ بلند قلعہ ہاتھ
آجائیگا اور پناہ حوادث ہوگا۔ غرض یہ دوست دشمن نما اپنی چرب زبانی اور افسانہ گوئی سے
اس خطرگاہ سے نکلا اور اپنے خداوند پاس گیا اور یہ ساری باتیں کہدیں اسی اثنا میں
رائے پرکھوتم کا واقعہ ناگزیر پیش آیا۔ جب وہ غازی پور میں گیا معصوم خاں فرنخودی نے

بہانہ سازی اور حیلہ اندوزی اختیار کی اور اس کو گذر چونسہ پر روانہ کیا کہ میں وہاں آنکر تجھ سے ملوں گا۔ یہ سادہ لوح اسکے دم میں آگیا اور بکسر میں اور اس ولایت کی سپاہ جمع کی اور کئی جاگیر دار اس کے ساتھ متفق ہوئے۔ ایکدن وہ گنگا کے کنارہ پر اشنان کر رہا تھا اور ایشور کی پوجا میں لگ رہا تھا کہ ناگہانی عرب بہت سی سپاہ لیکر اس حدود میں آیا۔ قابو پاکر چیرہ دستی کی رائے کے بیدل ساتھیوں نے آمادگی کا بہانہ کرکے کنارہ کیا۔ وہ خود لڑائی میں گرم ہوا۔ زخمی ہوا۔ ہمراہی کشتی میں ڈال کر اُسکو غازی پور میں لائے۔ دو روز بعد یہ نیک نام دنیا سے سدھارا۔ محب علیخاں میدان جنگ میں آیا۔ جبش خاں نے شربت جانفشانی پیا۔ عرب بھاگا۔ جب بادشاہ کو ان واقعات پر اطلاع ہوئی تو راجہ ٹوڈرمل و شیخ فرید بخشی و مہر علیخاں سلدوز و راجہ اسکرن و رائے لونکرن و نقیب خاں و قمر خاں و شاہ خواجہ ابوالقاسم و ابو المعالی و باقر سفرچی اور ایک گروہ انبوہ کو فرمان ہوا کہ اس ملک میں جاکر ناسپاس بدسگالوں کو سزا دیں۔ ترسون خاں و معصوم خاں فرنخودی و غازی خاں بدخشی و رائے سرجن اور اور جاگیرداران صوبہ الہ آباد و اودھ کو فرمان بھیجا گیا کہ جب لشکر شاہی اس دیار میں آئے تو اسکے ساتھ ساز و سامان پسندیدہ لیکر یکتائی و یکجہتی اسکے ساتھ کریں۔ اور ترسون خاں اور راجہ کی صوابدید سے باہر نہ ہوں۔ یہ بھی اشارہ ہوا کہ صادق خاں و باقی خاں و الغ خاں حبشی و طیب خاں و میر ابوالمظفر جنید یری و تردرسے اس طرف جائیں۔

جن اقبالمند بادشاہوں کی خدا تائید کرتا ہے وہ اپنی ہمت کو ان دو کاموں کے آراستہ کرنے میں لگاتے ہیں۔ اوّل فرومایہ بداندیشوں کو جو روباہ بازی و حیلہ سازی سے نیک سگالوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں انکے کار پر سے پردہ اُٹھاکر اپنی سلطنت کو انکے خس و خاشاک سے پاک کرتے ہیں اور سعادتمند حقیقت اندوزوں کو جو نارسیدگی دولت اور بدنہ گاروں کی پیش آمد کے سبب سے ناشناسائی میں رہتے ہیں۔ شناخت کرکے عشرت سے کامیاب کرکے اپنی دولت کو بڑھاتے ہیں۔ زیادہ ترروزی کے فراخ کرنے کو اسباب شادمانی

اکبر کا بنگالہ کی سرکشی اور نارزبانی ۹۸۸ ہجری

جمع کرنے کو۔ نا ملائم کے پیش لانے کو۔ اور آدمیوں کو شکنجہ غم میں کھینچنے کو آغاز سے انجام پر پہنچانے ہیں۔ جو شخص کہ درستی دریافت کو شائستگی کردار کے ساتھ ہم آغوش کرتا ہے وہ آرائش سے بے آرامی میں نہیں جاتا اور افزونی جاہ اور فراوانی مال سے اپنی آگہی کو گزند نہیں پہنچاتا آزمائش کے دن دونوں زمانوں میں فرمان پذیری اور خدمتگزاری کو سر پر رکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور اپنے نفس کی بیہودگی کو روکتا ہے مگر جسکی اصل سرشت بدگوہر ہوتی ہے وہ شناخت کی شاخسار سے پھل نہیں دکھاتا ہے اور اگر کچھ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو کردار کی گلشن کے نسیم اس کو نہیں پہنچتے اور وہ اپنی معیشت کی افزونی میں اپنا چراغ ہوا میں رکھ دیتا ہے اور بدمست ہو جاتا ہے اور ناکامی میں سعادت سے کنارہ کرکے بے اعتدالی کرتا ہے۔ یہی حال امرائے بنگالہ کا ہے۔ ایمنی روزگار اور آبادی اقطاع اور افزائش مال سے انکی بینائی زمان بزمان تاریک ہوتی گئی۔ اور بیدانشی اور کج گرائی سے اپنے فائدے زیان کاری میں سوچکر روپیہ جمع کرتے اور سپاہ پر نگاہ کمتر رکھتے اور شورش کے دانوں گھات میں لگے رہتے۔ ان دنوں میں مظفر خاں یہاں آیا۔ اس نے اپنے بزرگ عہدہ کی قدر نہ کی اور ملک و لشکر کے انتظام میں کوشش نہ کی حساب دانی کو جو اسکے اعتبار کا سرمایہ تھا چھوڑ دیا اور ہمیشہ اس سے چیں بہ جبیں رہنے لگا اور زبان کو شکایت اور آزردگی سے آلودہ کرنے لگا ہم نے لکھا ہے جس وقت وہ ریاست بنگالہ پر مقرر ہوا ہے تو اسکی امداد کے لیے دیوان اور بخشی اور امین بھی مقرر ہوئے تھے۔ کوتاہ بینی سے اس نے انکو اپنا حریف جانا اور ان سے آزردہ ہوا اور کام سے ہاتھ اٹھا لیا اور شکوہ فروش ہو گیا اور اس گروہ کو مہمات سپرد کرکے خود رعیت اور سپاہ کی تیمار داری کو چھوڑ بیٹھا۔ یہ نہ سمجھا کہ ملک اور دیگر میں جتنے یار و یاور زیادہ ہوتے ہیں اتنا ہی انجام کار شائستگی کے ساتھ ہوتا ہے مان لیا جائے کہ اس سودے میں اس کو زیان ہوا۔ پایۂ جاہ اسکا پستی کی طرف مائل ہوا۔ مگر ان کو ایسے فتنہ زار میں اس طرح جینا کیونکر سزاوار ہو سکتا تھا۔ اور تعلق کی

حالت میں مدارانہ رکھنے سے کیونکے منزل مقصود پر پہنچ سکتا تھا۔

دیار بنگالہ ایسی سرزمین ہی کہ اُس کی آب ہوا کا اثر سفلہ پروری ہی جس سے ہمیشہ فتنے برپا ہوتے خاندان کے خاندان تباہ ہوتے ہیں۔ دولتیں زوال پاتی ہیں۔ اس واسطے پہلے زمانہ کی کتابوں میں اس ملک کا نام بلغاک خانہ لیا جاتا ہی۔ ابن بطوطہ نے اس کو لکھا ہی کہ وہ ایک جہنم ہی جو نعمتوں سے بھرا ہوا ہی۔ یا یوں کہو کہ ایک آتشناک جنت ہی بسہ آرا اپنے جامہ کے پندار میں ایسا آیا کہ آشناو بیگانے کو دلاسا نہ دیتا۔ اور اس کے کارپرداز رشوت ستانی پر پل پڑے۔ زور سے زر کو لیکر اپنے لیے جمع کرنے لگے۔ کاش یہ آزمندی تری ہوتی اور راہ آزرم سے بیراہی نہ ہوتی اور سررشتہ معاملہ دانی کو ناہنجاری سے نہ توڑتے جو کوئی زیردستوں کا خانہ خراب کرکے اپنے مکان کو نگارین بناتا ہی وہ تھوڑے دنوں میں اپنی آبرو کھوتا ہی اور اپنی زندگی کی بنیاد اُکھیڑتا ہی۔ اول یہ ہوا کہ خانجہاں کے اندوختوں کے وہ درپے ہوئے۔ اسمٰعیل قلیخاں اور تمام ترکمانوں سے پرخاش شروع کی ترکمانوں نے انکے معدۂ حرص کو ناشتا دیکر گرگ آشتی کی اور بادشاہ پاس چلے گئے۔

پھر علی العموم اس ناحیہ کے ترکمانوں کے زرطلبی و سخت گیری اس طرح کرنی شروع کی جیسے کہ صوبہ بہار میں کارگزار کر رہے تھے۔ بابا خاں اپنا یہ دُکھڑا رو یا کرتا تھا کہ ستر ہزار روپیہ خرچ کرچکا ہوں مگر ابھی سوسوار داغ نہیں ہوئے ہیں اور تیول داروں کا حال اس سے بھی زیادہ بدتر تھا۔ غرض ناظم اپنی آبادی کے لیے اوروں کی خرابی کے درپے ہوئے۔

زردوست شوریدہ مغزوں نے آزار یا کے فرمان پذیری سے گردن نکال لی اور گنگا پار جاکر دارالملک ٹانڈہ کے گرد چلے گئے۔ اور یکم ذالحجہ ۹۸۸ھ میں فتنہ برپا کیا۔ اُنھوں نے مودت حقوق نعمت رسیدگی فراموش کئے۔ نمک شناسی کو نظر سے پنہاں کیا۔ بنگالہ میں بابا خاں جباری۔ وزیر جمیل سرغنہ فتنہ تھے اور باقی اور سعید توقبائی۔ و مرزا حاجی بیگ۔ و عرب بخشی و صالح و میرکی خان و مرتضیٰ قلی ترکمان و فرخ بھی فساد کی ہیزم میں چنگاری ڈال کر دور کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور قیا خاں حاکم اڈیسہ مراد خاں حاکم فتح آباد اور شاد تردی

حاکم سنار گاؤں کو نیکو خدمتی کی توفیق نہ ہوئی۔ یک جہتی کرکے اپنی قوت نہ دکھائی بے راہ جانے کے اسباب بہت سے ہیں۔ اول عقل کی کجلرائی ہو کہ وہ سیدھی راہ سے باہر نکالتی ہو اور سود کو زیان میں تبلاتی ہو دوم بد ذاتی ہو کہ دل کو سیاہ کرتی ہو اور چراغ احسان سے روشنی نہیں لیتی سوم افزائش مال جو نیک سرشت خردمندوں کو گمراہ کرتا ہو بیخرد بدنہادوں کا ذکر تو کیا ہو چہارم حواشی جونپور میں معاملہ داغ میں رضوی خاں کی دغابازی ہو خطاب بخشی گری کا اُس کے نام پر تھا۔ وہ طمع کرکے گدا طبع بنا۔ پہلے داغوں کی تصحیح نہیں کی اور از سر نو کام شروع کیا جس سے زر بندہ تنگ چشموں پر کار دشوار ہوا اور وہ اندیشہ تباہ سے سراسیمہ ہوئے پنجم کوئی مرد خیر سگال ایسا نہ تھا کہ اپنی دانادلی و سیر چشمی وکاردانی و نیک اندیشی سے اس ہنگامہ شورش کو فرو کرتا۔ زر مست غافل نہ ایسے گرامی گوہر کی جستجو کرتے تھے۔ ششم خالدین خاں کی آبرو ریزی اسکی تیول داری سے جلیسر کو نکال کر میر جمیل الدین حسین انجو کے حوالہ کیا اور چونکہ اُس نے روپیہ تحصیل کیا تھا۔ اسلیے مظفر خاں نے مدارا کو چھوڑ کر شکنجہ میں ایک ہاتھ اسکا رکھکر لٹکایا۔ اس سے اور زر دوستوں کو خوف پیدا ہوا جب خانجہاں مرگیا تھا تو اسمعیل قلیخاں نے بعض آدمیوں کی جاگیریں بے حکم شاہی کے بڑھادیں۔ پہلے مظفر خاں نے انکی باز خواست کو مصلحت وقت نہ دیکھا ہفتم روشن بیگ کو قتل کرنا۔ وہ وہ پہلے خالصہ کا عمل گذار تھا۔ خیانت کے سبب سے کابل بھاگ گیا تھا۔ وہاں سے فتنہ اندیشوں کے اشارہ سے بنگالہ میں آیا۔ شورش افزائی اور بدآموزی پر مستعد ہوا۔ بادشاہ نے یہ حال سُنکر اسکی نسبت حکم فرمایا کہ وہ ٹھکانے لگایا جاوے۔ مظفر خاں نے زمانہ کو نہ دیکھا اُس کے قتل کرنے سے یہ جانا تھا کہ اور سرکش اسکے نیازمند ہونگے۔ برخلاف اس کے وہ اور سرکش ہوگئے۔ اور زر دوستی اور خویشتن داری اور کین توزی پر آمادہ ہوئے۔ ہشتم شاہ منصور دیوان کی کفایت اندوزی جب بہار و بنگالہ فتح ہوئے تو بادشاہ نے اس سبب سے کہ اس ولایت کی آب ہوا گھوڑوں کو ناساز ہو اور آدمیوں کے لیے بھی بعض خال

جان گزا ہیں تو اُس نے بنگالہ میں سپاہ کا وظیفہ دس بیس اور بہار میں دس پندرہ روپیہ کر دیا تھا۔ خواجہ نے وقت کو نہ دیکھا۔ بنگالہ میں دس پندرہ اور بہار میں دس بارہ وظیفہ کا فرمان بھیجدیا۔ منظفر خاں حکم کا پابند ہوا۔ اور امارہ نویسی سر سال سے کی۔ اور بہت مال ان سے طلب کیا۔ فتنہ اندوز زر دوستوں کو بدکاری کے لیے یہ بہانہ ہاتھ آیا۔ اگر وہ انصاف کرتا۔ بادشاہ کے حکم پر عمل کرتا تو یہ ناسپاسی اور گردن تابی ظہور میں نہیں آتی۔ ہم بادشاہ کا مذہب صلح کل کا اختیار کرنا جس کا ذکر بادشاہ کے مذہب کی باب میں بیان کرینگے۔ لوگوں نے جانا کہ بادشاہ مذہب اسلام سے پھر گیا اسکو بھی انھوں نے اپنی آزمندی اور حرص کا بہانہ بنایا۔ منظفر خاں نے مع اور بہت سے سرداروں کے گنگا کے کنارہ پر ان فتنہ اندوزوں سے معرکہ نبرد آراستہ کیا۔ نجات خاں آیا نہیں۔ وندیر جمیل آیا۔ مگر دوردئی اختیار کی۔ اس سرکش گروہ نے اپنا نقصان دیکھکر مصالحت کے لیے سلسلہ جنبانی کی۔ اعیانِ دولت نے اُس سے بے اعتنائی کی۔ وہ اسکے منتظر تھے کہ کوئی بندہ خیر سگال تنگ گیریوں کو بادشاہ کو سُناکر فرمان عاطفت لے آئے۔ بادشاہ کا فرمان بھی منظفر خاں کی نکوہش میں آیا اور ان کو بخشش و بخشائش سے شاد کیا۔ لڑائی ہو رہی تھی کہ قاسم توچہ گھوڑے کی ڈاک میں دولت پاس پہنچا تو اودلیا ر دولت کی آنکھیں کھلیں۔ خوشامد و معذرت گزاری کرنے لگے۔ بادشاہ کے حکم سے خود سروں نے تازہ جان پائی اُنھوں نے جشن کیا اور یہ چاہا کہ بعض اعیان لشکر کے ذریعے سے منظفر خاں پیمان نیک اندیشی استوار کرے تاکہ خوف ہمارا دور ہو اور ہم بندگی اختیار کریں۔ منظفر خاں نے اپنے امرا کو اُن پاس بھیجا۔ اور اس گروہ کے سرداروں نے خلوت کدہ میں اُن سے خاکساری کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی باتیں کیں۔ مگر یہ اتحاد خدا کو منظور نہ تھا اس لیے دوستی میں کدورت پیدا ہوئی اور گرد فتنہ اُٹھی۔ نرائن داس گھلوت اور رائے پیتمبر داس کے بعض رجپوتوں کے دل میں آئی کہ ان تھوڑے ایک ناسپاسوں کے مار ڈالنے کا موقع اس سے زیادہ اچھا نہیں لگے گا۔ ان میں سے

ایک نے رلائے سے کان میں چپکے سے یہ کہدیا۔ اُس نے سادہ لوحی سے اور آدم شناسی سے رضوی خاں سے گزارش کی اُس نے رمز و اشارے سے اس گروہ کے سرداروں کو مطلع کیا۔ ان میں سے ہر ایک بہانہ نباکے مجلس اتحاد سے باہر آیا اور فتنہ و فساد برپا کیا۔ ابو اسحاق نے رضوی خاں کو جس نے بیوقوفی سے پردہ دری کی دستگیر کیا۔ غرض ہر طرف سے ایک طوفان فتنہ اُٹھا اور اس میں جوانمردوں نے میدان جنگ میں خواب واپسیں میں آرام کیا عقلمندوں نے اس واقعہ سے جان لیا کہ پیمان توڑنا اور بیدلی کی راہ پر چلنا اور فرمان پذیری سے سر پھیرنا اور راز گوئی کی جگہ کو نہ پہچاننا۔ زیان و بلا کو سر پر بلانا ہے۔ جب بادشاہ کو ان حالات پر اطلاع ہوئی تو وہ خود بنگالہ جاتا۔ مگر مرزا حکیم کا اندیشہ ہندوستان میں آنے کا لگا ہوا تھا اسلیے اس نے مرکز سلطنت سے سرکنا مناسب نہ جانا۔ داد بس سے کام چلایا۔

بادشاہی لشکر و سرکشوں میں دریائے گنگ کے کنارہ پر تیر و تفنگ رواں رہتے گو مخالفوں کا انبوہ زیادہ تھا۔ مگر وہ لشکر شاہی سے ہزیمت پاتا۔ اس سبب سے بادشاہ کے کار پردازوں کو سخت گیری پر اور جرأت ہوئی۔ مرزا بیگ قاقشال لشکر کو ساتھ لیکر گنگا پار گیا اور ٹانڈہ کی طرف چلا کہ بادشاہ کے لشکر کو دو دلہ کرے۔ مظفر خاں درا خواجہ شمس الدین اور امرا نے اس سے لڑکر شکست دی۔ گردن فرازوں نے پناہ مانگی اس عذر پذیری کے زمانہ میں بزرگان دولت کا تکبر اور بڑھا اور لابہ گری اور نیاز گزاری کام میں نہ آئی۔ اگرچہ بہار کی آشوب کی خبریں سنتے تھے مگر اسکی پرواہ کچھ نہ کرتے تھے اور اس کا خیال بھی نہ کرتے۔ بہار و بنگالہ کے سرکش آپس میں ملجائیں گے۔ مستی غرور کے درپے خمار ناکامی ضرور ہوتا ہے۔ بہار کے فتنہ اندوز بنگالہ کے سرکشوں سے یوں ملے کہ جب بہار کے سرکشوں نے سُنا کہ بادشاہ کی سپاہ آنیوالی ہے تو وہ حیرت میں ہوئے کہ اب نہ رائے آویزش ہے نہ راہ گریز تو اس سراسیمگی میں اُنھوں نے اپنے آدمیوں کو بھیجکر بنگالہ کے سرکشوں کے ساتھ یکجہتی کا پیمان

بہار و بنگالہ کے سرکشوں کا اس باب میں اتفاق سنہ ۹۸۸

کرلیا۔ جب بہار کے سرکشوں کے آنے کی خبر آئی تو مظفر خاں نے تمر خاں وخواجہ شمس الدین کو بھیجا کہ وہ گڈھی کی جو بنگالہ کا دروازہ ہی پاسبانی کریں مگر ان کے پہنچنے سے ایک دن پہلے سرکشوں نے اس گڑھی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگرچہ لڑائی ہوئی۔ مگر تمر خاں کے ہمراہیوں نے بیدلی کی اور خواجہ شمس الدین زخمی ہوا۔ دونوں اسلیے چلے آئے۔ اس زمانہ میں بابا جان قاقشال بہت سے آدمیوں کو ساتھ لیکر آگ محل میں دریا گنگ سے پار جاکر بہار کے سرکشوں کے ساتھ ملگیا مظفر خاں حسین بیگ غۃ علی (عنبر علی) کو سپاہ کے ساتھ بھیجا کہ کھاری گنگ (گڈھی گنگ) پر مخالفوں کو روکے۔ مگر دشمن دریا پار چلے آئے مظفر خاں کے پاس اور آدمی بھاگ کران سے جاملے۔ ہر روز بادشاہی لشکر سے لڑائی ہوئی۔ ناموس کی پاسبانی میں جانیں جاتیں۔ تیر و خدنگ کے مرغ ہوا میں اُڑ کر خون پینے کے لیے چونچ کھولتے۔ جام کی طرح ہاتھ میں شمشیر خون سے بھری ہوئی رہتی اور اپنے جُرعہ سے خاک کو مست کرتی۔ سرداروں کے سر پاؤں میں روندتے جاتے۔ خواجہ شمس الدین نے فتح پائی۔ مگر حسین بیگ کی جان گئی۔ دس روز تک لڑائی رہی سرکشوں کو ایسی شکستیں پے درپے ہوئیں کہ ان کے دانت کھٹے ہوگئے تو اُنھوں نے اس میں ایک مجلس راز جمع کی اور یہ کہا کہ ابھی یہ حال ہی۔ جب لشکر شاہی آجائیگا تو معلوم نہیں کیا حال ہوگا اسلیے بہتر ہوگا کہ ندی کی راہ سے گنگا میں جائیں اور وہاں سے اڈیسہ میں پناہ لیں اور اگر کہیں قابو پائیں تو بادشاہی مورچل پر دست جرأت دراز کریں۔ غرض اُنھوں نے ندی میں کشتی کا لنگر اُٹھایا اور قاقشال اور بہت سے اور فتنہ انداز گنگا میں آپس میں مل گئے۔ راہ میں بادشاہی مورچل پر توپ چلائی جس سے سپاہیوں کے پاؤں اُکھڑے اور بے لڑے بھاگے اور زلف علی بدخشی اور کوچک قندوزی کہ اس گروہ میں عمدہ تھے بہت سے آدمیوں کو ہمراہ لیکر مخالف سے جاملے مظفر خاں کو جب اطلاع ہوئی تو وہ سٹ پٹایا۔ بدگمانی اور بیدلی سے دیوانہ ہوگیا نہ عقل چارہ گر اُس کی رہ نما تھی نہ کسی فریادرس کی بات سُننے کی طاقت تھی ہرچند کارشناس خیر سگالوں نے

گذارش کی کہ اس گروہ کے ویرانی سے کیا مگڑا ہی۔ لشکر کو شائستہ آئین کے ساتھ بھیجنا چاہیے مگر یہ پند سود مند نہ ہوئی۔ اس کا حال روز بروز زیادہ آشفتہ ہوتا گیا۔ اختلاف رائے و تذبذب عقل و توہم بیجا و دشمن نشناسی اور دوست داری جان سے انتظام اس کے ہاتھ سے گیا۔ نہ خود افواج شاہی کو لڑنے کے لیے بھیجتا نہ اور امرا کو جو ہر جگہ پر اس کے حکم کے انتظار میں بیٹھے تھے لڑنے کی اجازت دیتا۔ بہت سی گفتگو کے بعد خواجہ شمس الدین کو کچھ لشکر کے ساتھ بھیجا کہ وہاں جاکر قابو کی تلاش میں بیٹھے اور حقیقت حال سے اطلاع دی ایک جماعت اپنے عیال کے اندیشہ سے اسکے ساتھ نہ گئی۔ ایک جماعت کو شتر دلی سے ہمراہی کی توفیق نہیں ہوئی۔ جب کار فرما کا دل برقرار نہ ہو تو فرمان پذیر کی گرفت کیا ہوسکتی ہی ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی +

خواجہ شمس الدین نے گزارش کیا کہ میں نے کچھ راہ طے کی تھی کہ کیا دیکھتا ہوں گروہ کے گروہ آدمی غنیم پاس چلے آتے ہیں۔ اور اس کے ہمراہی اس سے روز بروز جدا ہوتے جاتے ہیں تھوڑے دنوں میں کوئی اس پاس سوائے مطلب مصاحب کے پاس نہ رہا۔ ناچار وہ میدان کارزار میں آیا اور زخم کھاکر زندگانی کو نیک نامی کی عوض میں بیچا۔ اس اثنا میں محمد علی ارلات آیا جس کو اس نے جانا کہ ایک دوست آیا مگر اس نے ایک نیزہ اسکے مارا جس سے وہ گر پڑا۔ مرنے کے قریب ہوا کہ ناگاہ مرزا محمد کہ جس سے کچھ امید امداد نہ تھی آیا۔ مہربانی کرکے معصوم خاں پاس اس کو لے گیا۔ اس نے دلدہی کرکے قاضی زادہ کو حوالہ کیا۔ ہاتھی پر سوار ہو کر جاتا تھا زمانہ کی نیرنگی سے نصیحت کا سبق پڑھتا تھا۔ اگرچہ لڑائی نہ تھی اور سرکشوں کا گروہ بڑھتا جاتا تھا مگر ان کو عجب طرح کا خوف و خطر تھا۔ ناگاہ ایک بڑا لشکر نظر آیا جو معلوم ہوتا تھا کہ سرکشوں کے گروہ کو پراگندہ کرے گا۔ مگر اس کا سردار وزیر جمیل دشمنوں سے دوستی کے قصد سے آیا تھا لڑنے کے لیے نہیں آیا۔ وہ پادشاہی حقوق کو فراموش کرکے جمیل سے جاملا

مگر پھر بھی دشمنوں کو خوف تھا کہ مظفر خاں سے لڑائی میں معلوم نہیں کہ کیا حال ہوگا۔ اسی اثنا میں ان پاس خبر آئی کہ مظفر خاں قلعہ نشین ہوگیا ہے جس سے وہ دلیر ہوئے اور جلد اسکو جا گھیرا۔ مظفر خاں کے پاس سوائے میر جمال الدین انجو و حکیم ابوالفتح و جعفر بیگ باقر انصاری و تردی بیگ یکہ اویزو عیسی ترکمان اور چند در ملازموں و خیلا تلاشوں کے کوئی پاس نہیں ناچار وہ شہر بند ٹانڈہ میں بیٹھ رہا تھا۔ اور اندوختہ کو پراگندہ کر رہا تھا۔ مگر بے ہنگام خوش خوئی و گرم خوئی سے کیا فائدہ ہوتا ہے اور بے وقت زر فشانی اور کالا دہی سے کیا ہنگامہ کو رونق ہوسکتی ہے۔ جو دانشمند فرزانہ ہوتے ہیں وہ بیکاری کے زمانہ میں تیر مردوں پر بخشش و ملاطفت کرتے ہیں اور ناکامی کی جانگزائی سے پہلے واقف ہو کر اسکی چارہ گری کرتے ہیں سرکشوں نے مظفر خاں سے کہا کہ اگر وہ ہمارا طریقہ اختیار کرے تو ہم اُس کو سب سے زیادہ پایہ والا پایہ اختصاص دینگے اور اگر اس کو یہ منظور ہو گا تو ہم اس کو حجاز جانے کی اجازت دیں گے۔ مظفر خاں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ناسپاہی دبیراہہ روی تو دین و دنیا کی زیان افزائی ہے۔ پاسبانی ناموس کے ساتھ مجھے دریا کی راہ سے بادشاہ پاس جانے کی اجازت دیجائے سرکشوں نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ اس کو اپنا تہائی مال لیجانے دینگے۔ مگر اس گروہ کی باتوں پر اس کو اعتبار نہ تھا اس لیے اس نے معصوم خاں پاس بیس ہزار اشرفیاں بھیجیں اور پرانی دوستی یاد دلائی کہ اس کے ناموس کی پاسبانی کرے۔ معصوم خاں نے بھی اسکو جواب دلدہی کے ساتھ دیا۔ مرزا اشرف الدین حسین خاں قلعہ سے بھاگ کر معصوم خاں پاس آیا۔ یہ شرف الدین حسین خاں وہی ہے جو واجب القتل تھا۔ مگر بادشاہ نے اس کو چند روز قید کر کے بنگالہ ۹۸۷ھ میں بھیجدیا تھا کہ اگر اُس کے اطوار درست ہوں تو اس ملک میں جاگیر دیدی جائے۔ اور نہیں حجاز بھیجدیا جائے۔ اس خواجہ زادہ میں کوئی ندامت کا اثر نہ تھا۔ مظفر خاں نے فرمان پذیری اور خیر اندیشی سے قلعہ ٹانڈہ میں زندانی اس کو بنایا اور موسم کشتی کا منتظر تھا کہ یہ

طوفان آشوب اُٹھا۔ اُس نے قلعہ کے نگہبانوں کے ساتھ سازش کر کے باہر جانے کی تدبیر کی وہ قلعہ سے نیچے اُتر تا تھا کہ ایک جماعت کو اُس کی خبر دار اطلاع ہوئی تیر اس پر چلائے مگر وہ زخمی ہو کر مخالفوں سے جا کر ملگیا۔ اور مخالفوں کو اُس نے یہ بتلا کر کہ اہل قلعہ بڑے خوف زدہ ہوئے ہیں اُن کو اور دلیر کیا۔ دوسرے دن سحر کو سرکشوں نے اپنے پیمان اُستوار کو توڑ کر شورش برپا کی۔ قاقشالوں نے تاراج کرنے میں پیش دستی کی۔ ہر جانب سے ایک وہ قلعہ پر چڑھ آیا اور اس مصر معمور کو لوٹ لیا۔ معصوم خاں نے اپنے قرار کے موافق بنگاہ منظفر خاں پر آرام کیا تاکہ اسکے ناموس میں سرکش خلل انداز نہ ہوں اور بہت سامال خود اس کے ہاتھ آئے۔ منظفر خاں اپنے چند غلاموں کے ساتھ ہتیار لگا کر حیران تھا کہ کیا کروں نہ رائے پیکار نہ روے گریز۔ معصوم خاں ایک دو آدمیوں کے ساتھ آیا۔ اور منافقوں کی طرح باتیں کرنے لگا کہ منظفر خاں کے حرم سرا میں غوغا ہوا۔ معصوم خاں وہاں بھاگا گیا اور قلعہ سے باہر جان سلامت لے گیا۔ سب سرکشوں کو بہت دولت ہاتھ آئی۔ خاصکر مرزا شرف الدین حسین کو بہت روپیہ اس طرح ملا کہ اس برہم زدگی میں منظفر خاں نے آٹھ لاکھ روپیہ صندوقوں میں بھر کر ایک کو لاب میں ڈالدیا تھا کہ عافیت کے زمانہ میں کام آئے مگر مرزا کو اس سے اطلاع ہوئی اس نے اس روپیہ کو صندوقوں سے نکال لیا اس میں پتھر بھر دیئے اس روپیہ کے ذریعہ سے مدتوں تک وہ شورش برپا کرتا رہا۔ سرکشوں نے بعض اُمراء کو قید کیا۔ بہت سے امراء سے مل گئے۔ حکیم ابوالفتح اور رائے پتر داس دل کر کے تدبیر سے بھاگ کر بادشاہ پاس چلے گئے۔ خواجہ شمس الدین کو سعید بیگ نے آشنائی کا پاس کر کے اپنی پناہ میں رکھا۔ اس طرح جان کاہی کے آسیب سے رستگاری ہوئی۔ مگر زر طلبی کے شکنجہ میں گرفتار رہوا۔ جعفر بیگ نے بذلہ گوی و نکتہ سرائی سے اس بازخواست سے رہائی پائی۔ منظفر خاں کو سرکشوں نے مار ڈالا اور منصبوں کے مقرر کرنے کے لیے اور ولایت کی تقسیم کے واسطے اور مرزا حکیم کے نام کا

خطبہ پڑھنے کے لیے اُنھوں نے انجمنیں منعقد کیں۔ خانجہاں کی بارگاہ کو لگایا اور آراستہ کیا اور اس میں سب لکھے ہوئے۔ خان جہاں خان وکیل بنا۔ خاندوران خان کا خطاب ملا۔ بابا قاقشال خان خانان بنا۔ اور ریاست بنگالہ سپرد ہوئی۔ جباری خانجہاں خان ہوا اور دس ہزار سپاہ سردار ہوا۔ وزیر جمیل خاں زمان ہوا۔ اور توزک بیگی کا منصب ملا۔ خالدین خاں نے اعظم خانی کا اور خان محمد بہسود نے خان عالمی کا اور عبدالباقی نے خداوند خانی کا اور مرزا بیگ نے بہادر خانی کا خطاب پایا۔ خواجہ شمس الدین کو لشکر خانی کا اور جعفر بیگ کو آصف خانی کا خطاب ملا تھا۔ مگر اُنھوں کی تدبیر سے اسکے قبول کرنے کو اور وقت پر ٹالا۔ عرب یہاں موجود نہ تھا مگر اس کو شجاعت خانی کا خطاب ملا۔ اسی طرح اور امرا کو مناصب اور خطاب عنایت ہوئے۔ جب مناصب اور اقطاع کا فیصلہ ہوا تو یہ قصد ہوا کہ مرزا حکیم کے نام کا خطبہ پڑھا جاوے۔ مگر مینھ کا وہ طوفان آیا کہ بارگاہ کے ٹکڑے ہو گئے اور تمام خیمے اور شامیانے کیچڑ سے پُر ہو گئے اور ہر ایک میر افتان وخیزان اپنے گھر چلا گیا کہ اس اثنا میں بادشاہ کی سپاہ کی آمد کا آوازہ ہوا جس سے وہ منبر پر خطبہ پڑھوانے کو بھول گئے اور کچھ اور ہی فکر میں ہوئے۔ زبردستی کو چھوڑ کر میدان جنگ میں آنا پڑا۔ اب ہم یہ لکھتے ہیں کہ اس عرصہ میں بہار کے سرکشوں کا حال کیا ہوا۔

بہار کے سرکشوں کا حال ۹۸۸ھ

اُس زمانہ میں کہ بہار کی سرزمین میں سرکشوں نے سر اُٹھایا بہادر پسر سعید بدخشی ترہت میں عمل گزار تھا اس نے شورش وفساد برپا کیا اپنے بیٹے کو یہاں چھوڑ کر وہ سرکشوں کے ساتھ مل گیا اور مال خالصہ کو سپاہیوں میں تقسیم کر کے خود بڑا سردار بن گیا۔ معصوم خاں نے سعید بدخشی کو بھیجا کہ پدرانہ نصیحت کر کے اپنے بیٹے کو اس حرکت سے روکے مگر بیٹے نے باپ کی نصیحت کو کچھ نہ سُنا اور اپنے خدائے مجازی کو قید کیا۔ اسی کشاکش میں بادشاہ کا لشکر آ گیا۔ معصوم خاں بہت سے سرکشوں کو ساتھ لیکر بنگالہ چلا گیا۔ اور پٹنہ میں عرب کو مقرر کیا۔ شاہم خاں نے سرکشوں سے اپنا پیمان توڑا اور حاجی پور میں چلا گیا۔

کے ساتھ گیا تھا۔لیکن دوراندیشی کر کے ان سے جدا ہوگیا۔اس زمانہ میں کہ سرکشوں کا ہنگامہ شکست ہورہا ہے تعجب ہے کہ اس نے آدمیوں کو جمع کر کے جونپور میں فساد مچا رکھا ہے۔ اور مولانا محمد تبریزی فتنہ اندوزی میں اسکے ساتھ کندھا ملا کے چلتا ہے۔بادشاہ نے حکم دیا کہ اسد خاں ترکمان مانک پور سے اس حدود میں جاکران زیادہ سروں کو بادشاہ پاس حاضر کرے۔ وہ بادشاہ کے فرمان کا کاربند ہوا اور سرکشوں کو پکڑ کر بادشاہ پاس لے چلا۔راہ میں اٹاوہ کے قریب کشتی ڈوب گئی جس میں یہ سرکش تھے۔خان اعظم کے نام خرم اندوزی کے سبب بادشاہ نے حکم دیا کہ معز الملک کے چھوٹے بھائی علی اکبر کو مسلسل کر کے زمانیہ سے ہمارے پاس بھیجدے اگرچہ وہ سرکشوں میں شریک نہ ہوتا تھا۔مگر آتش فساد میں پھونکیں مارتا تھا۔بادشاہ پاس وہ آیا اور زندان میں بھیجا گیا۔

قلعہ نشین لشکر شاہی پاس آذوق بحرو بر سے آتا تھا۔مرزا شرف الدین حسین اور معصوم خاں نے پٹنہ کی راہ سے خشکی کی گذرگاہ کو بند کیا اور ایک نوارہ دریائی بناکر دوسری راہ روکنے کا ارادہ کیا۔جب لشکر شاہی کو اطلاع ہوئی کہ کشتیاں دشمنوں کی نو کوس کے فاصلہ پر آگئی ہیں۔تو صادق خاں۔الغ خاں۔نصیب خاں۔و باقر سفرچی خشکی کی راہ سے دوڑے۔رائے پتر داس دریا کی راہ روانہ ہوا۔مہتر خاں دریا سے پار گیا۔غرض اس خوبی سے یہ تیز دست بہادر چلے کہ دشمن کی تین سو کشتیاں کو کہ سازپیکار سے پر تھیں تصرف میں لائے جس سے لشکر کو بڑی تقویت ہوئی۔ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب مظفر خاں جان سے گیا تو معصوم خاں نے خواجہ شمس الدین کو مالدار سمجھکر اپنی حمایت میں لے لیا تھا مگر جب روپیہ خوشخوئی سے نہ وصول ہوا تو خیرہ روئی شروع ہوئی۔قریب تھا کہ اس شکنجہ خنر سائی میں قالب تہی ہو کہ عرب بہادر نے اس کی دوستی سابق کا بدلہ کرنا چاہا اور اس خیال سے کہ اس کے اندوختہ کو نصیحت کر کے لے لے اپنے پاس بلا لیا۔اس کے پاؤں کو زنجیروں سے نکالا اور اسکی لابہ گری شروع کی۔خواجہ نے فرصت پاکر ان

سنہ ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ء محمد معصوم خاں فرنخودی کا فساد

ستیزہ کاروں کی انجمن سے کنارہ کیا اور قصبہ کھرک پور میں راجہ سنگرام سے ملگیا۔ راہ کے
بند ہونے سے لشکر سے تو نہ مل سکا لیکن دشمن کی سراسیمگی کا سبب اس طرح ہوا کہ لشکر مخالف میں
جو سوداگروں کا کارواں جاتا تھا اس کو لوٹ لیتا اور جو اس گروہ کے مویشی چرنے آتے انکو
دستبرد کرتا۔ تھوڑے دنوں میں حسن علی عرب و آفاق دیوانہ و مرزا حسین نیشاپوری و علی قلی و عزیز
اور بہت سے آدمی جو بیچارگی کے سبب سے غنیم سے ملے تھے اس سے آن ملے اور بارہ سو آدمیوں
کے قریب اس پاس جمع ہوگئے جس سے بدکاروں کے کاموں کے رونق کم ہوگئی۔

شاہ منصور دیوان کا معزول ہونا سنہ ۹۸۸ ۲۵

یہ شاہ منصور دیوان آوارہ نویسی اور کفایت اندوزی سے سپاہ کی داد و ستد میں
باریک بینیاں کرتا۔ اور وزارت کے کام کو چھوڑ دیا۔ آئین استیفا کو اختیار کیا۔ وزیر اُسے
کہتے ہیں کہ دیدہ وری اور راستی سے مال کی پاسبانی کرے۔ بندگان پادشاہی کی نگاہداشت
میں ہمت لگائے۔ داد و دہش نرمی و درشتی میں میانہ روی کرے۔ دوست و دشمن کے
ساتھ یکساں رہنے کو راست میزانی جانے۔ بائست وقت اور بنیاد اور حال کو ہاتھ سے نہ دے
زر اندوزی کو سب سے بہتر کام نہ جانے۔ کشادہ پیشانی و شیریں زبانی اور دل توانگر و خاطر
مہربانی اور انصاف ہمیشہ کرے۔ ناتوان بینی مشکل پسندی و سخت گیری نہ کرے فراخ حوصلگی
کرے۔ اور خلقت کی خدمت کو نرخ گراں سے خریدے۔ تاکہ گروہا گروہ سود و زیاں کے
بازار سے نکلکر عقیدتمند ہوجائیں خواجہ نے اپنی حد سے پرے پاؤں نکالے۔ کفایت اندوزی
شروع کی۔ اور نہ زمانہ کی شورش کا خیال کیا نہ دستبرد روزگار کو منظور رکھا۔ بقایا کی بازخواست
کی۔ راجہ توڈرمل نے پادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ ادبار دولت ہنگامہ نبرد گرم رکھتے
ہیں۔ اور سربازی کا بازار تیز ہی۔ کاربرداران سلطنت بے تاملی اور وقت نشناسی
سے ایسے معرکہ زد و گیر میں آویزش جانفشانی و دل شکری کے درمیان داد و دہش کے
کینے کا منہ بند کرکے مال برگرفتہ کو طلب کرتے ہیں۔ اس بازیافت کا نام کیا رکھنا چاہیے
اور طلبگار بے ہنگام کو کس گروہ میں سے شمار کرنا چاہیے۔ شہریار نے شاہ منصور کو

موقوف کرکے اس کا کام شاہ قلی محرم کو سپرد کیا اور وزارت کا منصب الاوزیر خاں کے حوالہ کیا۔ اس سے شرقی دیار کی سپاہ نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور لڑنے پر کمر ہمت چست کی اور بہت سے سرکشوں نے اطاعت کی۔

ترسون اور بادشاہی لشکر کی لڑائی سنہ ۹۸۸ – ۲۵

ترسون خاں و راجہ توڈرمل و محب علیخاں و معصوم خاں فرنخودی سرداری کا پاس کرکے حصار سے باہر آنکر نہ لڑتے۔ مگر صادق خاں و شیخ فرید و الغ خاں جانوں کی داد و ستد کا ہنگامہ گرم رکھتے۔ اس دو مہینے کے عرصہ میں کہ سرکشوں سے جنگ رہی بادشاہ خزانے اور لشکر سے برابر مدد کرتا رہا بیشرو خاں و صالح و زین الدین و تاراچند کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اگرچہ خان اعظم اور شہباز خاں اور اور امراء بادشاہی لشکر سے ہنوز آنکر نہیں ملے ان کے آنیکی شہرت نے سرکشوں کے لشکر میں ہلچل ڈالدی اور وہ بھاگ کر چلے گئے۔ بادشاہی لشکر نے یہ سمجھکر کہ اس بھاگنے میں انکی کوئی تزویر ہو۔ حصار سے باہر آنکر انکے پیچھے پڑے مگر بعض عاقلوں نے ہمت کی اور محب علیخاں و مہر علیخاں کو ہراول بناکے بھیجا مگر وہ احتیاط اور ناشناسائی کے سبب سے دودلی کے ساتھ قدم اٹھاتے تھے۔ کہ خواجہ شمس الدین بارہ سو سواروں کو لیکر ان سے آن ملا۔ اور اس نے دشمن کی برہمزدگی اور تباہ حالی کو عام لشکر پر روشن کیا۔ اور افزونی بدسگالی اور کمی خیراندیشی اور گرم بازاری دورُوئی کو دور کیا۔

بنگالہ کا حال سنہ ۹۸۸ – ۲۵

اب بنگالہ میں اڑیسہ میں قیا خاں اور فتح آباد میں مراد خاں اور ساتگاؤں مرزا انجات زبان سے باتیں تو نیک خدمتی کی نباتے مگر گفتار سے کردار میں آدھا قدم بھی نہیں اٹھاتے۔ مراد خاں تو عمر طبعی پر پہنچ کر مر گیا۔ اور اس ناحیہ کے زمیندار مکند نے اسکے بیٹوں کو بھی مہمان بلاکر طعمہ اجل چکھایا۔ قیا خاں کی بھی حیات ختم ہوئی۔ اس نواح کے بومیوں (دیسیوں) نے چیرہ دستی کی۔ مرزا انجات پر قتلو چڑھکر گیا۔ حدود سلیم پور میں مرزا بری طرح لڑکر بھاگ گیا۔ اور پرتاب بار فرنگی کی پناہ میں گیا۔ بابا قاقشال سخت بیمار رہا۔ مگر اس جان کنی میں بھی ہمزبان کو مرزا انجات کے سر پر

بھیجا۔ اس نے راہ کے درمیان جب قتلو کی خیرہ دستی سُنی تو اُس سے ہنگوٹ میں لڑا اور شکست پائی۔ تو بابا نے کینہ توزی کا ہنگامہ آراستہ کیا۔ قتلو نے آشتی کے لیے افسانہ سرائی کی۔ مرزا شرف الدین حسین و جباری بنگالہ کی طرف گئے۔ معصوم خاں کابلی کیدھور کے زمیندار کی رہنمونی سے بہار کی طرف گیا۔ عرب بہادر و کورم بسر ترخاں قزاقی کرنے لگے۔ چودھری کشتہ بادشاہی لشکر کے لیے خزانہ لیے جاتا تھا کہ عرب بہادر و کورم نے اسکے لوٹنے کو قدم اُٹھائے۔ مگر وہ چالاکی کر کے خزانہ کو حصار پٹنہ میں لے گیا۔ انھوں نے قلعہ کو گھیرا۔ بہادر خاں نے قلعہ کی حفاظت خوب کی۔ بادشاہی لشکر دشمن کے پیچھے آہستہ آہستہ جاتا تھا۔ اُس نے معصوم خاں کابلی کی طرف جانے سے مُنہ موڑا۔ اور پٹنہ کی طرف چلا۔ آئین یہ قرار پایا کہ افواج تو منزل بمنزل کوچ کرے اور بعض تیز دست دلاوری کر کے آگے جائیں۔ معصوم خاں فرنخودی نے اس خدمت کی درخواست کی۔ راجہ ٹوڈرمل اس سے عاجز آرہا تھا اس کو رخصت کیا اور احتیاطاً اسکے پیچھے محب علیخاں اور مہر علیخاں کو روانہ کیا۔ ان سب نے ملکر پٹنہ کے اہل قلعہ کو بچایا۔ جن کو دشمن گھیر کر ستا رہا تھا۔ دشمن کچھ لڑ کر بھاگ گئے۔ قلعہ اور خزانہ انکے ہاتھ سے بچ گیا۔ اگرچہ معصوم خاں فرنخودی شائستہ خدمت بجالایا۔ مگر بے صلاح و مشورہ بادشاہ کے لشکر سے جدا ہو کر جونپور چلا گیا۔ اور راہ میں بہادر خاں کے گماشتوں سے حاجی پور چھین لیا۔ اور حوالی ترہت سے نکلکر بہت سا ملک دبا بیٹھا اور سرکار حاجی پور کا مالک بن گیا۔

شورش عرب فرو ہوئی تھی اور لشکر شاہی سرائے رانی سے بہار کو جاتا تھا کہ معصوم علیخاں کابلی کا کام تمام کرے۔ مگر بارش کی شدت کے سبب سے دریا رین پین پر اس کو توقف کرنا پڑا۔ جب ہوا میں اعتدال ہوا تو لشکر چلا۔ معصوم خاں بہار سے نکلکر کوہستان شمالی کے دامنہ میں آیا۔ لشکر شاہی قصبہ گیا میں پہنچا۔ غنیم شہر بہیرہ میں آیا اور چار کوس چلکر اس نے حلقہ باندھا۔ پانی کی کثرت سے لشکر شاہی کا

معصوم خاں کابلی کا گھیرا گھیرنا ۔ جون ۹۸۸

سلسلۂ انتظام ٹوٹ گیا۔ دہ فرسنگ پر غنیم تھا۔ بادشاہی لشکر اپنی کثرت کی نخوت سے
اور دشمنوں کی قلت کے سبب سے خواب غفلت میں ہوا۔ لیکن راجہ توڈرمل اور صادق خاں
خوب ہوشیار تھے اور پیکار کے لیئے تیار رہتے تھے۔ رات کو خان بیگ۔ اور الغ بیگ
حبشی کی قراولی تھی۔ سرگروہ خواب غفلت میں خود سوتے تھے۔ اور خواب آلودہ
نوکر کار آگہی کے لیے بھیجے تھے۔ غنیم نے دن کو اپنے میں لڑائی کی توانائی نہیں دیکھی۔
رات کو اُلو کی طرح دست برد کا ارادہ کیا۔ ایک پہر گذری تھی کہ بہت سے سپاہیوں کو
لیکر جنگ کا آہنگ کیا۔ اور غافلوں پر غالب ہوا۔ ماہ بیگ درچند حبشیوں کو مارا اور
لشکر شاہی صادق خاں کے لشکر پر گرا۔ وہ بہادری سے لڑا کہ کمال خاں فوجدار
دو فیل باد رفتار لایا۔ جس سے لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ اور دشمنوں کے سواروں کو اُنھوں نے
سونڈوں میں پکڑ پکڑ کر گرانا شروع کیا۔ ان ہاتھیوں پر جو تیر لگا انکو اور زیادہ تیز دست بنایا
ایک ہاتھی کے بیاسی اور دوسرے کے پچپن تیر لگے پادشاہی سپاہ کے بہت آدمی زخمی ہوئے
مگر کوئی مرا نہیں اس کو فتح حاصل ہوئی اور معصوم خاں بنگال کو بھاگا۔ اور گڈھی پر
پادشاہی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔

خان اعظم کے لشکر پہنچنے سے پہلے بہت سی سرکشی فرو ہو گئی تھی۔ خان اعظم کے لشکر
کے آنے میں دیر اس سبب سے لگی کہ جب لشکر گذرچوسا سے گذرا تو رجنبہ کے زمیندار دلپت نے
سرکشی اور مردم آزاری کے لیے سر اُٹھایا۔ خان اعظم۔ اس سرکشی کے سزا کے درپے ہوا۔
شہباز خاں بھی آن پہنچا اُس نے دلپت کی بنگاہ جگھدیس پور کو غارت کیا۔ درخت زاروں میں
سرکش چلے گئے اور لڑائی ہوتی رہی۔ اس اثنا میں خان اعظم اور شہباز خاں میں رنجش
ہو گئی۔ خان اعظم یہاں سے جا کر اس لشکر شاہی سے جا ملا جس پر ایک دن پہلے معصوم خاں
کابلی نے شبخون مارا تھا۔ اس سے لشکر میں رونق ہی اور ہو گئی۔

عرب بہادر لشکر لے کر شہباز خاں سے لڑنے آیا۔ شاہی لشکر میں سے

سعادت علیخاں کا مارا جانا

سعادت علیخاں اُس سے لڑنے گیا اُس نے دشمنوں کو پراگندہ کر دیا۔ رہتاس کے متصل قلعہ کینت
میں سعادت علیخاں کو شہباز خاں نے مقرر کیا۔ دلپت اور عرب بہادر نے اُس پر حملہ کیا۔ اور قلعہ
لے لیا اور سعادت علیخاں کو مار ڈالا۔

صوبہ بہار کا انتظام و امرار شاہی کی باہمی رنجش ۹۸۸ھ

جب لشکر شاہی سے خان اعظم مل گیا تو سرکشوں نے بنگالہ کی طرف رُخ کیا۔ لشکر شاہی میں
بعض ایسے بداندیشہ تھے کہ اُنھوں نے سرکشوں کا تعاقب کر کے ایک ہی دفعہ میں سارے سرکشی
کو فرو نہ کیا۔ مگر ہاں ملک بہار کے انتظام میں خوب ہمت صرف کی۔ بھیرہ سے رہتاس تک کی
دید بانی محب علی خاں کو سپرد ہوئی۔ یہ لشکر شاہی گیا میں آیا۔ راجگڈھ کے پاس دوست محمد بابا
دو سو آدمیوں سے آن ملا۔ وہ باغی ہو گیا تھا۔ جب لشکر شاہی غیاث پور میں آیا تو معلوم ہوا کہ شہباز خاں
سے عرب بہادر شکست پاکر سارنگ پور کی طرف جاتا ہے ضعیف کشی اور زبردست آزاری میں
دست درازی کرتا ہے۔ شاہم خاں کو اس نواح میں جاگیر دیکر روانہ کیا کہ اس سرکشی کا علاج کرے
انھیں دنوں میں بہار میں غازی خاں بدخشی کو متعین کیا۔ معصوم علیخاں فرنخودی کی فتنہ پردازی
کی بڑی شہرت ہو رہی تھی اسلیئے ترسون خاں کو جونپور جانے کی اجازت ہوئی۔ صادق خاں
و شیخ فرید بخاری و الغ خاں حبشی و طیب خاں کو منگیر کی طرف روانہ کیا کہ اس نواح کو مخالفوں
کے خس و خاشاک سے پاک و صاف کریں۔ خان اعظم و راجہ تو ڈرمل اور اور سپاہ پٹنہ و
حاجی پور کو روانہ ہوئی۔ مگر اس سے پہلے کہ یہ پٹنہ میں امرا ملیں۔ شہباز خاں نے وہاں
آنکر اپنی اورہی دُکان جما رکھی تھی۔ اُس نے دلپت اور عرب کی مالش کی تھی اور بہادر کے
ہاتھوں سے حاجی پور کو چھڑایا تھا۔ اسلیئے وہ اپنے تئیں کچھ اورہی سمجھنے لگا تھا۔ معصوم خاں
فرنخودی جونپور آیا۔ خان اعظم و راجہ تو ڈرمل نے حاجی پور میں اقامت کی۔ شہباز خاں نے
پٹنہ میں اپنے کاموں کو رونق دی۔ امرار کو منصب اور جاگیریں دیکر اپنا اقتدار خوب
بڑھا لیا۔ خان اعظم سب سے دل گرفتہ ہوا۔ راجہ نے بھی طرح دی اس طرف کی تمام مہمات
شہباز خاں کے ہاتھ میں آئیں۔ نیک اندیشوں اور سچے کارگزاروں نے چاہا کہ اُن کے

درمیان یک جہتی رہے اور دوتائی نہو مگر مدارا نہ ہے۔ لشکر شاہی کے دو حصے ہوگئے آپسمیں اغراض نفسانی کے سبب سے یہ بات بھی قرار نہ پائی کہ ایک گروہ خدمت بنگالہ کو اپنے ذمہ لیتا۔ اور دوسرا مہمات بہار سے دارالخلافہ تک پاسبانی کو اپنے اہتمام میں لیتا خان اعظم و راجہ تھوڑا لشکر لیکر ترہت کو روانہ ہوئے۔ منافقانہ شہباز خاں کو بھی بُلایا مگر وہ بہت سا لشکر لیکر جونپور گیا اور ظاہر یہ کیا کہ میں معصوم خاں فرنخودی کو مطیع کرنے جاتا ہوں۔ اصل مطلب اس کا یہ تھا کہ اس ہنگامہ سے اور ہرروز کی گفتگو سے نجات ہو جائے۔

مرزا شرف الدین حسین کا مرنا ۹۸۹ھ

جب معصوم خاں کابلی بھاگ کر بنگالہ میں گیا تو مرزا شرف الدین حسین اور اسکے درمیان بگاڑ ہوگیا۔ اور ایک دوسرے کی گھات میں لگا۔ مرزا پاس لوٹ کا مال بہت جمع تھا اسکے پاس آدمی بہت تھے معصوم خاں نے روبہ بازی کرکے چاپلوسی اور لابہ گری کی اور اُس کو اس طرح مسموم کیا کہ ایک پسر ہندی مرزا محمود نام اس کا دوست تھا معصوم نے اس کو روپیہ کا لالچ دیا اس نے خشخاش میں زہر ملا کر مرزا کو دیا تھوڑی دیر میں وہ مرگیا۔

نیابت خاں کا سرکش ہونا ۹۸۹ھ

میر ہاشم نیشاپوری کا بیٹا نیابت خاں تھا۔ چھوٹی عمر میں بادشاہ نے اُسکی پرورش کی تھی اور اس کا اعتبار بڑھایا تھا وہ خالصہ کا عمل پرداز تھا۔ خردہ گیر آوارہ نویسوں نے باقی نکالی تھی۔ اُس زر بندہ نے حق گزاری سے سرکشی کو بہتر جانا اور فتنہ اُٹھایا قصبہ کڑہ کا محاصرہ کیا۔ الیاس خاں لنگاہ اسمٰعیل قلیخاں کے تھوڑے نوکر دن کو ساتھ لیکر اُن سے لڑا۔ اور مارا گیا۔ بادشاہ نے اسمٰعیل قلیخاں و عبدالمطلب خاں و شیخ جمال بختیار اور اخلاص مند بہادروں کو اجازت دی اور وزیر خاں کو جس کو بادشاہ نے اودھ کا جاگیردار مقرر کیا تھا اور امرار کو لکھا کہ یک جہتی کرکے اس سرکش کو سزا دیں۔ جب لشکر آیا تو وہ بعض قلعوں کو مستحکم کرکے اریل میں چلا گیا۔ وزیر خاں نے اُس قلعہ کی فتح کرنے سے پہلے آلہا باس کے لینے کا قصد کیا۔ نیابت خاں کے پیچھے اسمٰعیل قلیخاں گیا۔ غرض دونوں میں خوب لڑائی ہوئی۔ دوست دشمن نے ایک دوسرے کے لڑنے کی تعریف کی اسمٰعیل قلیخاں

کی مردانگی سے فتح ہوئی نیابت خاں بھاگ کر کہیں چھپ گیا۔ لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔

معصوم خاں فرنخودی کی بغاوت

ہم نے پہلے لکھا ہی کہ معصوم خاں فرنخودی لشکر شاہی سے جدا ہو کر اپنی خودسری سے جونپور چلا گیا تھا۔ بہت آدمیوں کو اُس نے یہاں جمع کر لیا جب اس نے سُنا کہ بادشاہ پنجاب میں مرزا حکیم کے آنے کی خبر سُنکر گیا ہی تو اُس کے باطن میں جو خبث بھرا ہوا تھا وہ اوس نے باہر اُگلا۔ اور ترسون خاں کے گماشتوں سے اُس نے جونپور کو بزور لے لیا کھُلی بغاوت اختیار کی۔ بادشاہ کو اسکے باغی ہونے کا یقین نہیں ہوتا تھا۔ اس نے چند عاقل صلاح اندیش اس پاس بھیجے کہ اس کو راہ پر لائیں اور کہیں کہ یا وہ لشکر شاہی سے جا ملے یا ہمارے پاس چلا آئے مگر بادشاہ کے اس کہنے سننے نے اسکا مالیخولیا اور بڑھایا اس نے نامعقول غدر کر کے اپنی فتنہ اندوزی کو اور بڑھایا۔ پھر بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ اگر وہ ان دو کاموں سے کوئی ایک کام نہیں اختیار کرتا تو جونپور کو چھوڑ کر وہ اودھ میں چلا جائے یہ صوبہ اُس کی جاگیر میں دیا جاتا ہی اس کا انتظام کرے۔ وہ اودھ میں چلا گیا۔ ظاہر میں فرمان پذیر ہوا۔ مگر حقیقت میں وہ یہاں اس لیے آیا کہ اسباب شورش کے تیار کرنے کی فرصت پائے۔ بادشاہ نے شگوفہ قراول اور آدمیوں کو اس کا حال دریافت کرنے کو بھیجا انھوں نے اپنی کوتاہ عقلی اور حرص درازی سے بادشاہ کو اسکے مخلص اور خدمت گزار ہونے کا یقین دلانے کے لیے عرض کیا کہ اگر وہ اپنے مقربین سے ایک دو کو اسکے پاس بھیجے تو وہ حضور کی آنکر قدمبوسی کرے۔ بادشاہ نے شاہ قلی محرم و راجہ بیربر کو اس خدمت پر رخصت کیا۔ جب وہ اسکے قریب آئے اور نامہ یکجہتی بھیجا تو وہ ناشائستہ کلمات زبان پر لایا اس لیے یہ دونوں اُلٹے چلے آئے۔ ہم نے پہلے لکھا ہی کہ خان اعظم اور راجہ تو ڈرمل ترہت کی جانب منزل پیما ہوئے اور شہباز بہت سا لشکر لیکر جونپور کی طرف آیا اس سبب سے بنگالہ کے سرکشوں کی سزا دہی کا کام کھٹائی میں پڑا جب شہباز خاں حوالی قصبہ بھیہ میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ ترسون خاں سے عرب بہادر شکست

پاکر یہاں ٹھہر رہا ہے اور زیردستوں کو تکلیف دیتا ہے اس نے بعض اپنے بہادروں کو بھیجکر اس کو خوب سزا دی اور خود جگدیس پور میں آیا یہاں گرد ان گنتوں کی مالش میں مصروف ہوا۔ اس کو یقین ہوگیا کہ معصوم فرانخودی بالکل باغی ہوگیا۔ نیابت خاں اور عرب بہادر اس کے ہنگامہ کو رونق دیتے ہیں۔ تو وہ ادہر کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک نامہ اس کو اس مضمون کا لکھا۔ نیابت خاں وشاہ دانہ کو گرفتار کر کے عرب بہادر یا وشاہ پاس روانہ ہو یا پہلے ان کو بھیجدے تاکہ اسکے کام پر سے پردہ اُٹھے مگر اس نامہ کو وہ افسانہ سمجھا اور آب سر سے پار اپنا بنہ وبار قلب جا میں بھیجدیا اور خود ترکوں کو آمادۂ جنگ ہوا۔ شہباز خاں بھی کارزار پر آمادہ ہوا اور لشکر کو اس طرح مرتب کیا۔ قول کا اہتمام خود لیا۔ برانغار ترسون خاں کو دیا۔ جرانغار مہتر خاں وبہار خاں وسید عبداللہ خاں وقمر خاں کو دیا۔ ہراول میں میر علیخان سلدوز وجیون خاں کوکہ ومرزا ابوالقاسم ومیر ابوالمعالی کے حوالہ ہوا مفاخر محمد کو کمین میں بٹھایا۔ مخالف نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ دست راست میں عرب بہادر کو دست چپ میں شاہ دانہ وعابد کو مقدمہ میں۔ مرزا قلی توقبا کو اور التمش میں نیابت خاں کو مقرر کیا۔ قلب گاہ میں خود رہا۔ ۱۳۔ بہمن ۹۸۸ھ کو ادہر سے پچیس کوس پر سلطان پور بلہری پر دونوں لشکر ملے۔ اول پادشاہی ہراول نے دشمن کو شکست دی مرزا قلی مارا گیا۔ پادشاہی برانغار نے بھی اپنے مقابل کی سپاہ کو ہٹایا۔ معصوم خاں نے قول میں آنکر پیکار شروع کی۔ شہباز خاں کے دل میں ہول اُٹھا اور وہ بھاگا مگر جب برانغار اور ہراول کو اسکی خبر ہوئی تو وہ اس کی مدد کو آئے مخالف کے لشکر میں یہ افواہ اُڑ گئی کہ معصوم خاں مارا گیا جس سے ہنگامہ مخالف پراگندہ ہوگیا جب معصوم خاں کچھ چلکر میدان میں آیا تو اُس نے اپنے لشکر کو نہ پایا سامنے اس کے ایک لشکر نمودار ہوا جس کو وہ اپنا سمجھکر خوش ہوا اُسکی طرف گیا تو معلوم ہوا کہ وہ برانغار شاہی ہے وہ اور زیادہ ہراسیمہ ہوا لشکر شاہی نے اسکے خیمہ گاہ پر پہنچکر لوٹنا شروع کیا۔ لوٹ کے مال لشکر لیکر خیموں میں لائے تھے کہ معصوم پھر

لڑنے آیا اور زخمی ہو کر ایک بلندی پر چڑھ گیا۔ میدان جنگ بادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آیا مگر اس کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ آگے بڑھکر دشمن کا کام تمام کرتے وہ اودھ کو چلا گیا۔ بادشاہی لشکر اکبر پور میں اودھ سے بارہ کوس پر آنکر ٹھہرا۔ شہباز خاں وہم کے مارے جونپور میں میدان جنگ سے بیس کوس پر چلا آیا۔ غرض بادشاہی لشکر کو ایک فتح بزرگ حاصل ہوگئی۔

بنگالہ کے ناسپاسوں میں بہادر بسگی بھی سر برآوردہ تھا۔ اس نے اقصائی بہار میں خان محمود بہسودی سے اتفاق کرکے ظلم کرنا شروع کیا بادشاہی امرا میں دورنگی کی ہوا چل رہی تھی اور بنگالہ کی طرف لشکر کی روانگی میں تاخیر ہو رہی تھی۔ صادق خاں منگیر میں والغ خاں حبشی و بابو منگل بھاگل پور میں غافل پڑے تھے ان سرکشوں نے ان کو ستایا۔ اور ایسے غالب ہوئے کہ وہ بھاگ کر منگیر میں آئے۔ صادق خاں نے بعض سرداروں کو بھیجا۔ اُن سے لڑائی ہوئی اور بہادر مارا گیا۔ اور سب اُسکے ساتھی بنگالہ کو بھاگ گئے۔ بہار اب بالکل سرکشوں کے خس و خاشاک سے پاک ہوا۔

بہادر بسگی کا مارا جانا ۹۸۸ھ ۲۵

شہباز خاں کی پہلی کام روائی اور ناکامی اوپر بیان ہوئی۔ اب وہ تیز دستی اور کاردانی سے پھر ہنگامہ آرا اور تھوڑے عرصہ میں آمادۂ کارزار ہوا۔ معصوم خاں شکست پاکر لشکر کے جمع کرنے میں معروف ہوا اور بادشاہی دولت کو جو اُس پاس جمع تھی خرچ کرنے لگا۔ بادشاہی فوج بھی دشمن سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئی معصوم خاں بھی اُن سے لڑنے نکلا۔ اسکی فوج میں دست راست پر عرب بہادر تھا۔ اور دست چپ پر نیابت خاں اور مقدمہ میں شاہ دانہ تھا اور خود کمین میں بیٹھا تھا۔ ۲۴ بہمن ۹۸۸ھ کو دونوں لشکروں نے میدان جنگ آراستہ کیا۔ معصوم خاں نے کچھ توقف کیا۔ بادشاہی لشکر نے خندق کو کھودلیا۔ دوسرے روز جنگ شروع ہوئی بادشاہی ہراول اور ہاتھیوں نے غنیم کے ہراول کو شکست دی مخالف کے برانغار نے لشکر شاہی جرانغار پر زور ڈالا اور اس کے کام کو دشوار کیا۔ مگر بادشاہی ہراول

معصوم خاں برفرخودی پر شہباز خاں کا دوبارہ فتح پانا ۹۸۹ھ ۲۶

اور التمش نے آنکر اسے سنبھال لیا۔ اور دشمن کو سب طرح سے میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اور بہت مال اسباب اس کا لوٹ لیا۔ شہباز خاں نے فیروز مندی کو غنیمت جانا نبرد گاہ سے اُس نے آدھا قدم نہ بڑھایا۔ لشکر نے جاکر شہر کا کنارہ لوٹا۔ عرب بہادر نے اُن کو مار کر بھگایا۔ مشہور یہ ہوا کہ شہباز خاں بھاگا معصوم خاں تھوڑی دیر سُنکر خوش ہوا شہر کے اندر اور باہر نگاہداشت کی اور برج دوبارہ درست کیا۔ ایک توپ دروازہ پر لگائی لڑنے پر آمادہ ہوا مگر یہ توپ پھٹ گئی جس سے جھوٹے دوست زر بندے پراگندہ ہوگئے۔ اب معصوم خاں کو شہر بند حوادث سے نکلنے کو جا نہ تھی نہ بیٹھنے کی جا تنگنائے آشوب میں تھی بنہ و بار اس کثرت سے تھا کہ اُس کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا اس اندیشہ جانکاہ میں عرب نیابت خاں وشاہ دانہ جیسے اس کا سارا کام بنا ہوا تھا اس سے جدا ہوگئے اور اپنا اندوختہ یہیں چھوڑ گئے۔ معصوم خاں سات آدمیوں کو لیکر پوشیدہ بھاگا۔ اس بری حالت میں زمیندار کومج اس سے ملا اور اپنے گھر لے گیا اور سارا مال اسباب اس کا سنگوایا۔ دوستی کے لباس میں قزاقی کرکے اس کو باہر نکال دیا۔ وہ نہایت تباہ حال ہوکر دریا رسرو سے پار اترا۔ راجہ مان زمیندار نے اسکی دستگیری اپنے گھر لے جاکر کی۔ شہباز خاں نے امید وبیم کی داستاں راجہ کو لکھکر بھیجی کہ وہ معصوم خاں کو حوالہ کرے یا مار ڈالے مگر اس نے انکار کیا اور پوشیدہ معصوم خاں کو اپنے آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا وہ کہیں جاکر چھپ گیا شہباز خاں قصبہ اودھ میں آیا اور تمام معصوم خاں کے زہ وزاد و بنہ و بار پر قبضہ کیا ڈیڑھ سو ہاتھی ہاتھ آئے۔ بادشاہ پاس فتحنامہ بھیجا گیا۔ بادشاہ نے شہباز خاں کو لکھ بھیجا کہ معصوم خاں کے زہ وزاد اپنے پاس رکھے لوگوں میں مشہور تھا کہ معصوم خاں دامنہ شمالی کوہ سے کابل جانا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے اس کے روکنے کے لیے قلیج خاں کو اس طرف روانہ کیا۔ اُس نے واپس آنکر بادشاہ کا اطمینان کر دیا کہ وہ ادھر نہیں گیا۔

قیا خاں کا مارا جانا ۹۸۹ھ

جب سے بنگالہ میں ہنگامہ شورش برپا تھا قیا خاں ملک اڈیسہ میں اپنا زمانہ گذارتا تھا اگرچہ اسکی ہمت نے یاوری نہیں کی کہ اسباب شورش کو تسکین دیتا۔ مگر اس سرزمین کو مخالفوں کی گرد سے پاک وصاف رکھتا تھا۔ ان دنوں ملک بنگالہ بادشاہی سپاہ سے خالی ہوا تو قتلو خاں نے غلبہ پایا۔ قیا خاں اس سے لڑکر حصار نشین ہوا امداد بیکار او رہمراہیوں کی جدائی سے ناکام رہا اور مردانہ لڑکر جان اپنی دیدی۔

عرب بہادر کی شکست ۹۸۹ھ

عرب بہادر و نیابت خاں وشاہ دانہ معصوم خاں سے جدا ہوکر حدود سنبل میں فتنہ بپا نے گئے کہ اس ملک سے دولت لوٹ کر سامان فتنہ سازی بہم پہنچائیں۔ اور اگر یہ نہو تو مرزا حکیم پاس راتوں کو سفر کرکے چلے جائیں۔ اس حدود کے فوجدار عین الملک نے قلعہ بریلی کو مستحکم کرکے سپاہ کو جمع کیا۔ نام بردوں نے اول یہ خیال کیا کہ امید وبیم کی داستان گزارش کرکے حکیم کو اپنا یار و یاور بنائیں جب اس کام میں اُن کو نا امیدی ہوئی تو حصار کے گرد آئے اور آدمے شہر کے گردہ میں آگ لگائی حکیم استقلال سے قائم رہا۔ اس شورشش میں رات ہوگئی تو سرکشوں نے دن کو لڑنے کا ارادہ کیا۔ زمین شکستہ تھی اور لشکر کے آنے کی بھی ان کو خبر تھی اس لیئے وہ قلعہ سے زیادہ دور جاکر ٹھیرے حکیم نے ایک ہوشیار مغرور جاسوس بناکر غنیم کے لشکر میں بھیجا کہ وہ خود غنیم کے ہاتھ میں گرفتار ہوجائے اور جب اُس کو وہ بہت تکلیف دیں تو یہ ان سے کہے کہ لشکر شاہی چاروں طرف سے جمع ہوگیا ہی ان کا ارادہ شبخون مارنے کا ہی اور مجھے اُسی کی خبرگیری کے لیے بھیجا ہی یہ تدبیر چل گئی آدھی رات کو دشمن بھاگ گیا نا امید حصاریوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ تھوڑے عرصہ میں مختار بیگ بداؤں سے شیخ محمد غزنوی شمس آباد سے شیخ معظم و میر ابوالحسن امروہہ سے غلام حسین سلیم پور سے و قاسم لکھنؤ سے و مولانا محمود اور ابوالقاسم سنبل سے آنکر ملگئے اولیاء دولت کو ایک رونق تازہ ہوئی۔ سرکش اس نواح سے بہت دور چلے گئے لیکن اس ملک کے اطراف میں لوٹ مار کرتے رہے وہ غریبوں کے مارنے کو مردانگی جانتے رہے راجہ کانوں و

درام شاہ و مکت سین راجہ اور بہت سے سرکش زمیندار انکے ساتھ ہوگئے اور بڑی شورش مچائی۔ حکیم نے ایمن تفرقہ ڈالا نیابت خاں کو اپنے ساتھ ملا لیا ان سب کو ہراول بنا کے شاہ دانہ سے لڑایا۔ غرض بادشاہی لشکر کو سب طرف فتح ہوئی۔

شہباز خاں سے معصوم خاں شکست پاکر پر درخت صحرا میں چلا گیا اور ہر روز خارزار میں پھر کر اپنے پاؤں کو زخمی کرتا اس سرگردانی میں اس کے ملازموں میں سے مقصود اس پاس آیا جسکے پاس مدتوں کی دولتیں جمع تھیں وہ سب اس نے اپنے آقا پر نثار کیں۔ پھر اس شورہ پشت نے آدمیوں کو جمع کر شہر بہرائچ کو لوٹ لیا۔ قمر علی وزیر خاں اس سے کچھ لڑے مگر اپنے ہمراہیوں کی نالائقی سے کچھ کام نہ کر سکے یہ آباد شہر مع توابع اسکے قبضہ میں آیا۔ وزیر خاں و مہتر خاں اور اقطاع داروں نے یک جہتی کی اور اس سے لڑنے کو آمادہ ہوئے دریا سرو کو درمیان میں رکھکر توپ بندوق سے لڑنا شروع کیا معصوم خاں دن کو لڑتا رات کو لشکر سے باہر کنج تنہائی میں چلا جاتا تھوڑے عرصہ میں اس سرزمین کے رہنے والے لشکر شاہی کے خدمت گزیں ہوئے جس سے لشکر کو بڑی قوت حاصل ہوئی ایک رات کو معصوم خاں اپنا بنہ و بار چھوڑ کر فرار ہوا بکلیان پور تک لشکر نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ سارے رستہ لوٹ مار کرتا ہوا اور محمود آباد کو ویران کرتا ہوا جونپور لوٹنے کے ارادہ سے گیا۔ ترہت سے شاہم خاں۔ غازی پور سے پہاڑ خاں چاند پور سے قاسم خاں آئے تو معصوم خاں گھبرایا اس کے ساتھیوں نے ساتھ چھوڑا اپنے اندوختوں کو چھوڑ کر آب سرد سے گذر ہلدی سے پار گیا۔ فتنہ اندیشی سے بس کی حاجی پور میں مرزا کوکہ پاس نیاز نامہ بھیجا اس نے پرانی آشنائی کا پاس کر کے مردمی کی اور نقد و جنس و جاگیر سے یاوری کی اور بادشاہ سے التماس بخشش کی شہریار نے بخشش کر کے سفارش سے اسکی تقصیریں معاف کیں جس سے ایک خلق شگفتہ خاطر ہوگئی۔

بہادر خاں سعید بخشی کا بیٹا تھا اس نے جو رعیت آزاری اور سرکشی کی اس کا بیان اوپر

معصوم خاں فرنخودی کی القصہ اسکی معافی ۹۸۹ھ

معصوم ۹۸ ... ۹۸۵ ... ۹۸۹

ہوا ہی کوہستان ترہٹ کو اپنی شورش گاہ اُس نے بنا رکھا تھا ہنگام فرصت میں لوٹ مار کرتا
یہ نواح غازی خاں بدخشی کی جاگیر میں آئی خان اعظم نے اسکی یاوری کی ۔ اس نے کاردانی کو
مردانگی کے ساتھ پیوند دیا ۔ اور خدمت گزینی کو آگاہ دلی کے ساتھ ہمدوش کیا تو بہادر نے
اُس سے دل شکن شکستیں پائیں ۔ بنہ و بار اس کا تاراج میں گیا اس لیے اُس نے گربزت
ولابہ گری اختیار کی غازی خاں پاس آکر ملاقات کی اسکی گفتار و کردار سے فتنہ اندوزی
وشور افزائی کے آثار نمودار تھے اس لیے اُسکو غازی خاں نے مقید کرکے خان اعظم پاس
حاجی پور بھیجدیا اس نے پادشاہ پاس روانہ کیا ۔ زنجیر گردن میں اور کندہ پاؤں میں تھا
پادشاہ نے اُس کو قتل کروا دیا ۔

شہباز خاں کا سرزنش پانا ۲۴ ۹۸۹ھ

شہباز خاں پادشاہ پاس حدود پانی پت میں آیا وہ معصوم خاں فرنخودی کو شکست
دیکر دارالخلافہ فتحپور کی پاسبانی کرتا تھا لیکن وہ حوصلہ سے زیادہ بادہ دنیا پی گیا تھا اسلیے
پرسش کے وقت خودآرائی اور خویشتن فروشی اور خودسری کرتا تھا ۔ ۲۴ ذی قعدہ ۹۸۹ھ کو
تسلیم چوکی میں بخشیان بارگاہ نے مرزا خاں کو جو خطاب عالی خانخانان کا رکھتا تھا اسپر تقدیم دی
شہباز نے حکم کے ماننے میں سرتابی کی ۔ کچھ بڑبڑانے لگا ۔ پادشاہ نے پندپذیری و سعادت آموزی
کے لیے اُس کو رائے سال درباری کے حوالہ کیا کہ معاملہ دانی کے مکتب میں سبق پڑھے ۔

معصوم خاں فرنخودی کا وارد درگاہ ہونا ۹۹۰ھ

اواسط بہمن ۹۹۰ھ میں معصوم خاں فرنخودی فتحپور میں آیا ابھی مستی اُسکی بالکل جھڑی نہ
تھی دارالخلافہ سے باہر ٹھیرا ۔ اس کا منتظر تھا کہ پادشاہ اسکی پرسش کرے خان اعظم کی
سفارش نے اُسکی یاوری کی تھی اور دامنہ کوہ بھی ولایت میں اس کو دی تھی اور یہ قرار پایا
تھا کہ جب پادشاہ کابل سے دارالخلافہ میں آئے تو وہ اس کی خدمت میں جائے ۔ وہ
خان زماں سے رخصت لیکر اپنے اقطاع میں گیا ۔ بہت سے آدمی اس پاس جمع ہوئے
خان اعظم اسکے بھیجنے سے پشیمان تھا ۔ چارہ گری کے درپے ہوا اس سے معصوم خاں
لڑ نہیں سکتا تھا اس لیے وہ پادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا اس کے دل میں ارادہ

تھا کہ اگر قابو ملے تو شورش مچائے۔ یہیں درگاہ والا میں جائے۔ اس نے سارے رستہ میں فتنہ پردازی کے لیے بہانے ڈھونڈے۔ مگر اس پاس سامان جنگ نہ تھا اسکی ماں دلہن و بیوی قید میں تھیں۔ اسلیے ناچار اس نے پادشاہ کی قدمبوسی سے اپنا پندار بڑھانا چاہا۔ دار الخلافہ کے پاس عشوہ فروشی کرتا رہا حضرت مریم مکانی کی سفارش کے کیے ڈھب لگایا اور زنہار نامہ حاصل کیا عین الملک سے ملکر شورش کا ارادہ کیا مگر کچھ کام نہ بنا۔ شہباز خاں کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا لیکن مریم مکانی کا زنہار نامہ اس پاس تھا کون اس سے بول سکتا تھا پادشاہ پاس اسے بھیجدیا اس نے اسکی تقصیرات معاف کر دیں خان اعظم اور بہت سے امرار دیار بہار کے پادشاہ کے جشن نوروزی ۹۹۰ھ میں مبارک آباد کے لیے پادشاہ پاس آگئے تھے خبیطہ و جباری اور ترخاں دیوانہ نے بنگالہ سے بہار میں آکر رعیت آزاری اور زیردستوں پر دراز دستی شروع کی۔

جشن نوروزی ۹۹۰ھ

۱۵ ربیع الاول صفر ۹۹۰ھ کو نوروز کا جشن ہوا محفل آراستہ ہوئی۔ پادشاہ نے اہل مجلس سے ارشاد کیا کہ ان میں سے ہر ایک کسی پسندیدہ کار کو عرض کرے اول اس نے خود فرمایا کہ حقیقت میں سوار ایزد بے ہمال کے کسی کو خداوندی سزاوار نہیں اور مردم زاد کو بندگی لائق ہے مجھ مشت ضعیف کی کیا مجال ہے کہ اپنے تئیں صاحب کہوں اور بنی نوع سے بندگی چاہوں اُسی وقت کئی ہزار غلام آزاد کر دیئے اور زبان سے فرمایا کہ جو آدمی بزور گرفتار ہوں ان کو بندہ (غلام) بنانا۔ اور اُن سے پرستاری چاہنا شائستگی سے بعید ہے آج سے اس گروہ کا نام چیلہ اس لیے رکھا کہ چیلہ کے معنی ہندی میں مرید کے ہیں شاہزادہ سلطان سلیم نے عرض کیا کہ زناشوئی بارہ برس کی عمر سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ اس سے نقصان بہت ہوتے ہیں اور فائدے کم خان اعظم مرزا کوکہ نے عرض کیا کہ ممالک محروسہ کے مرزبان کسی کی جان لینے میں دلیری نہ کریں اور جب تک پادشاہ کی منظوری نہ منگائیں اس بنا ایزدی کی خرابی میں ہاتھ

نہ لگائیں ۔ مرزا خانخاناں نے التماس کیا کہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کا پکڑنا چاہیے کہ چڑیاں اور مچھلیاں ہیں ناشائستگی میں داخل ہے تھوڑے فائدہ کے لیے بہت جانوں کا نقصان ہوتا ہے وہ موقوف کیا جائے ۔ راجہ توڈرمل نے کہا کہ بارگاہ دولت میں روز خیرات ہوتی ہے اسلیے ایک قانون مرتب کیا جائے کہ ہر ہفتہ یا ہر ماہ یا ہر سال مفلسوں کے حال پر امرا متوجہ ہوں مرزا یوسف خاں نے استدعا کی کہ تمام شہروں اور قصبوں سے سوانح کارروزنامچہ آیا کرے ۔ راجہ بیربر نے یہ خواہش کی کہ ہمیشہ سب طرف راستی منش جا گزیں جاسوسی میں تگادو کریں ۔ اور دادخواہ مظلوموں کا حال اور ضروری کاموں کو بادشاہ سے عرض کریں قاسم خاں کی ملتمس یہ تھی کہ قلمرو کی رہ گزروں پر سرائے آباد کی جائیں کہ جن سے مسافروں کو آسائش ہو شیخ جمال نے عرض کیا کہ مردم شناس بے غرض آدمی کچھ مقرر کیے جائیں کہ کم مایہ مفلسوں کو بارگاہ حضور میں لائیں شیخ فیضی نے یہ آرزو کی کہ شہروں و بازاروں میں کچھ کارشناس مہر گزیں مقرر ہوں کہ وہ ہر چیز کا نرخ دیدہ وری سے مقرر کریں ۔ حکیم ابوالفتح نے دارالشفائے مقرر کرنے کے لیے درخواست کی ۔ ابوالفضل نے عرض کیا کہ ہر شہر و قصبہ کے داروغوں کو حکم ہو کہ اپنے اپنے علاقہ کے بنہ داروں کے نام بنام اور حرفہ بحرفہ لکھکر بھیجدیں اور ہمیشہ ان کی آمد و خرچ کو غور سے دیکھتے رہیں ۔ بیکار ہرزہ گرد اور بدکرداروں کو برباد کرتے ہیں یہ وہی باتیں تھیں جو بادشاہی گفتار سے امرا نے دریوزہ کی تھیں وہ سب منظور ہوئیں جس سے افسردہ جہاں نے تازہ روئی پائی ۔

خان اعظم مرزا کوکہ کا بنگالہ کی فتح کے لیے جانا ۲۷ فروری ۱۵۸۰ء

جب نوروز کی عشرت ختم ہوئی تو ملک کے کام میں بادشاہ مشغول ہوا ۔ اس نوروز کی نیت کے لیے خان اعظم اور ہیبت سے امرا آئے تھے ۔ ۲۷ ر فروری کو خان اعظم کو لشکر کے ساتھ بنگالہ روانہ کیا ترسون خان ۔ شاہم خاں شاہ قلیخاں محرم شیخ فرید اور بہت سے امرا کو اس لشکر میں شامل کیا صادق خاں و محب علی خاں اور صوبہ بہار و اودھ کی سپاہ کو فرمان ہوا کہ آمادہ پیکار ہو کر اس لشکر سے ملیں ان اندنوں خبر آئی کہ بنگالہ

میں باغیوں نے شورش برپا کی ہے۔ جباری و خبیطہ و ترخاں دیوانہ نے اور بہت سے بدذاتوں نے صوبہ بہار میں آکر رعیت آزاری شروع کی ہے۔ حاجی پور۔ رکچھ اور بلاد پر قبضہ کرلیا ہے۔ خان اعظم کے آدمی انکو نہ بچا سکے صادق خاں و محب علی خاں ان کے علاج کے درپے ہوئے معصوم خاں کابلی نے ان شورہ پشتوں کی یاوری سے سر اُٹھایا تھا بہادر کو روہ قتلو کے افغانوں کی فوج لیکر شہر ٹانڈہ کے حوالی میں آیا۔ صادق خاں پٹنہ میں ثابت قدم رہا۔ اور اس نے اس طرف کو اقطاع داروں کو جمع کیا اور آپسمیں یکتائی پیدا کی اور فوج یوں آراستہ کی کہ قول میں خود رہا۔ برانغار میں محب علی۔ اور جرانغار میں الغ خاں حبشی اور ہراول میں پہاڑ خاں۔ و ابوالمعالی۔ توپ خانہ محمد علی بیگ کو سپرد ہوا۔ جانب مخالف میں یوں صف آرائی ہوئی کہ خبیطہ جو سرکشوں کی شمشیر تھا قلب گاہ میں۔ دست راست میں جباری۔ اور دست چپ میں خبیطہ کے بھانجے وستم ورستم مقدمہ میں ترخاں دیوانہ وسعید بیگ کچھ بادشاہی لشکر اور توپ خانہ گنگا کے پار گیا۔ اور گنگا کے کنارہ پر ایک حصار بنایا ہمیشہ دونوں طرف سے خوب جنگ ہوئی۔ چالیس روز تک لڑائی ہوتی رہی سرکشوں نے شبخون مارا جس میں صادق خاں کا عمزاد علی یار بیگ مارا گیا مگر سرکش ناکام رہے امرار شاہی دریا سے گزر کر صف آرا ہوے خوب لڑائی ہوئی استاد زکریا و قادر علی نے توپ خانہ شاہی کو خوب چلایا۔ لڑائی کا پلڑا کبھی ادھر جھکتا تھا۔ اُدھر۔ ناگاہ میرک حسین برادر عرف خانجہانی خبیطہ کا سر کاٹ کر لایا توپ سے وہ مارا گیا تھا ہوا خواہ اسکے تن بیجان کو لیکر چلے مگر سراسیمگی سے رستہ میں اسکو پھینک دیا۔ غنیم کا لشکر پانچہزار تھا اور بادشاہی لشکر صرف دو ہزار۔ مگر اس قلیل لشکر نے اس کثیر سپاہ پر فتح کامل پائی اور دشمنوں کو پراگندہ کردیا مشرقی دیار کے ناسپاسوں میں نور محمد بھی نامور تھا۔ رعیت کی دل آزاری کی راہ میں ڈگیں بھرتا تھا۔

جب خان اعظم مرزا کوکہ بادشاہ سے رخصت ہو کر حوالی جونپور میں آیا تو یہ

ناخن شیر بنگالہ سے ترہت کی راہ سے آیا اور خواجہ عبدالغفور نقشبندی سے ہمداستان ہوکر سارن کی حدود میں لوٹ مچائی۔ ان تباہ کاروں نے پادشاہی لشکر کی آمد سنی اس سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ سوداگروں کا بڑا قافلہ جاتا تھا اسکے لوٹنے کو وہ آئے۔ سوداگروں نے جوالوں (مٹی بھرے بورے) کو پناہ بنایا اور ان سے لڑے۔ اور انکو بھگایا۔ پھر وہ ترہت سے بارہ کوس پر پہنچکر زبردستوں کو آزار دینے لگے۔ کہ پادشاہی لشکر آن پہنچا۔ اس نے باہر جانے کے لیے پل باندھا تو وہ بھاگ کر کلیانپور کے زمیندار پاس پناہ لے گئے مگر وہاں سے ناکام آئے پادشاہی لشکر کے کچھ آدمی انکے پیچھے ہوگئے۔ عبدالغفور کا ارادہ ہوا کہ ترہت کی راہ سے بنگالہ جائے۔ مگر اس کو مع ستر آدمیوں کے گروہ کھینہ نے مار ڈالا کھینہ کی قوم کوہستان میں بہت رہتی ہے وہ صورت و سیرت میں قلماق ہیں۔ نور محمد پور ترخان گیا کو جاتا تھا کہ وہ چنپارن کے پاس خان اعظم کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ گردن میں طوق اور ہاتھوں میں کندہ ڈالا گیا اور گردن مارا گیا جس سے اور بدگوہروں کی آنکھیں کھلیں۔

بنگالہ کا تیسری دفعہ فتح ہونا ۹۹۱ھ

۲۸ھ جلوس روز دوشنبہ ۲۶ صفر ۹۹۱ھ کو جشن نوروزی ہوا۔ اس سال آغاز بنگالہ کی تیسری دفعہ فتح ہونے سے ہوا۔ پہلے سال میں بہار کے فتنہ اندوزوں کی سزا کے لیے اور بنگالہ کی تسخیر کے لیے خان اعظم مرزا کوکہ کو لشکر کے ساتھ پادشاہ نے بھیجا تھا۔ مگر اس لشکر کے پہنچنے سے پہلے بہار کے سرکشوں کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ صادق خاں گھوڑے کی ڈاک میں پادشاہ پاس آیا موسم بارش نے لشکر کو روکا اور اس سال میں ارادہ مذکور پورا نہ ہوا۔ جب یورش ابر اور ریزش باران موقوف ہوئی۔ شاہ قلیخاں محرم صادق خاں شیخ ابراہیم شیخ فرید کو پادشاہ نے رخصت کیا۔ تمام اودھ و الہاباس و اودھ و بہار کے تمام تیول داروں کے پاس پادشاہ نے لائق سزاول بھیجے تھوڑے دنوں میں بڑا لشکر حاجی پور میں جمع ہوا اور کشائش کار میں ہمتیں طلبگار ہوئیں۔ خان اعظم لشکر لیکر گڈھی کی طرف چلا۔ ترسون خاں و شیخ ابراہیم و میرزادہ علی خاں و سید

عبداللہ خاں وکیچک خواجہ وسبحان قلی ترک دریاسے گذر اس طرف کے فتح کرنے میں
مصروف ہوئے ۔ راہ میں درخت زار اور ندیاں اور گل آب بہت تھے سب کو طے کیا
منگیر کے قریب لشکر آپسمیں ملے ۔ اور حدود کمل گاؤں (کہل گاؤں) سے ترسون خاں و
شاہ قلیخاں محرم ومحب علیخاں ومیرزادہ علیخاں وشیخ ابراہیم ورائے پترداس ایک دو
منزل آگے گئے ۔ سرکشوں نے کالی گنگ کے پاس لڑنے کا ارادہ کیا ۔ اس سے پہلے
مرزا اشرف الدین حسین وباباقاقشال اور بہت سے فتنہ انداز مرچکے تھے ۔ اب معصوم علیخاں
کابلی ناسپاسوں کے ہنگامہ آرا تھے وقتلو لوحانی ولایت اڈیسہ میں چیرہ دستی رکھتا تھا اور
بنگالہ کے کچھ حصہ پر اس نے قبضہ کرلیا تھا معصوم خاں کابلی نے قتلو سے پیمان یکتائی
کرلیا تھا کہ امرار شاہی سے بڑے سامان کے ساتھ لڑینگے وہ گھوڑاگھاٹ میں آیا اور جباری
ومرزا بیگ اور تمام الوس قاقشال کو اپنے ہمراہ لیا اور ان کی خاطر جمع کے لیے اپنا زہ وزادان
کی بنگاہ میں چھوڑا اور خود لشکر لیکر کالی گنگ پر آیا اور استواری جان اور آمادگی پیکار میں ہمت چست کی
۹ رفروردین ۹۹۱ سنہ کو لشکر شاہی نے گڈھی کو کہ دروازہ ملک بنگالہ ہے لے لیا
۱۶ ار کو دشمنوں کے ساتھ صف آرا ہوئے کالی گنگ کے کنارے پر مورچل جمائے اور پیکار
کے واسطے کشتیاں تیار کیں اولیا ردولت کو قتلو کی طرف سے تردد تھا اس لیے سید
عبداللہ خاں ومیرزادہ علیخاں وخواجہ عبدالحی وشیخ محمد غزنوی کو بسرکردگی وزیر خاں
چارہزار سوار دیکر ملکھنہ کو روانہ کیا ۔ یہ فوج معسکر شاہی سے بارہ کوس پر دیدبانی و
چارہ جوئی کے لیے بیٹھی ہر روز تیر وتفنگ سے بڑی لڑائی ہوئی ۔ پادشاہی لشکر میں کوچک
دلوں کی بیہودگی سے لشکر کے بزرگوں کی عزیمت میں خلل پڑا ۔ لشکر غنیم بڑا گراں وزن
ان کو معلوم ہوا ۔ بادشاہ سے کمک طلب کی شیر بیگ نواچی باشی کو گھوڑے کی ڈاک میں
بھیجکر بادشاہ کو مطلع کیا جسپر بادشاہ کو تعجب ہوا ۔ ۱۳ ر اردی بہشت ۹۹۱ سنہ کو مرزا خاں
وزین خاں کوکہ واسمعیل قلیخاں ومخصوص خاں اور بہت سے امرار کو شرقی دیار کی

طرف روانہ کیا۔ مگر یہ لشکر نہ پہنچنے پایا تھا کہ پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور دشمن اس طرح پامال ہوئے کہ قاضی زادہ جو بداندیشوں میں بڑا نامور تھا اور فتح آباد سے لڑائی کے لیے بہت سی کشتیاں شائستہ سامان کے ساتھ لایا تھا وہ توپ سے اُڑ گیا معصوم خاں کالا پہاڑ کہ جنگ بحری میں یکتا تھا اس کا جانشین ہوا وہ بھی توپ سے مارا گیا معصوم خاں کابلی سے الوس قاقشال و خالدین کا بگاڑ ہوا پادشاہی سخن سرا کارداںوں نے دلاویز گفتار انکی دستاویز بنائی بہت سے فرمان پذیر ہوئے اوّل خالدین سے سوگند و پیمان ہوئے پھر مرزا قاقشال و جباری سے بہت سے آدمیوں سے غائبانہ عہد و پیمان ہوئے یہ امر قرار پایا کہ وہ کارزار سے ہاتھ اُٹھائیں اور اپنے بنگاہ کو چلے جائیں اور چندروز بعد لشکرگاہ میں آنکر خدمات پسندیدہ بجالائیں۔ گفتار کے موافق کردار یں۔ مخالف سراسیمہ ہوکر آزردہ خاطر ہوکر بھاگ گئے۔ خان اعظم نے ہرچند انکا تعاقب کیا۔ مگر ایک جماعت کی ہرزہ گوئی اور بیدلی سے کچھ پیش نہ گئی جب اس فتح کی نوید پادشاہ پاس پہنچی تو اس نے جو لشکر کمک کے لیے بھیجا تھا واپس بلالیا۔

جب معصوم خاں بھاگا تو وہ قاقشالوں کی بنگاہ پر پہنچا کہ اُسکے زہ و زاد برگزند نہ پہنچے اور وہاں سے اپنے کنبے کو نکالے۔ کابلی کی دوستداری کے سبب مرزا محمد قاقشال اس کے کنبے کو سلامت گاہ میں لے گیا تھا۔ قاقشالوں نے گھوڑا گھاٹ کی نواح میں ایک جگہ کو استوار کیا۔ اور آمادہ پیکار ہوئے معصوم خاں نے گھوڑا گھاٹ کو لوٹا اور اس گروہ سے لڑنا شروع کیا خان اعظم نے محب علی خاں و شیخ ابراہیم فتحپوری و بابوی منگلی و سکندر حکینی کو چار ہزار سوار دیگر بسر کردگی ترسون خاں اس ناحیہ میں روانہ کیا جس وقت کہ قاقشالوں کا حال تنگ ہو رہا تھا یہ لشکر انکے پاس آیا سرکش بھاگے۔ پادشاہی لشکر نے ان کا تعاقب کیا اور گھوڑا گھاٹ میں وہ آیا۔ مرزا بیگ خالدین و وزیر جمیل

اور آدمیوں نے اپنے وعدہ کے موافق بادشاہی اطاعت کی اور لشکر سے اس لیے جدا ہوئے کہ معصوم خاں کو ٹھکانے لگائیں۔

جب معصوم خاں یوں ناکام ہوا تو اب لشکر شاہی قتلو کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ اور اس کی طرف چلا۔ خان اعظم پاس دیار کی ہوا سے دل گرفتہ تھا اور ناحیہ کی خدمت چاہتا تھا۔ اُس نے بادشاہ سے اپنی بدلی کی درخواست کی۔ شہریار مہربان دل نے فرمان بھیجا کہ اگر کوئی امرا میں سے لشکر کے انتظام کو اور آبادی ملک کو چندروز کے لیے اپنے ذمہ لے تو خان اعظم اس کو حوالہ کرے اور اپنے اقطاع میں جا کر آسائش کرے اور نہیں چندروز توقف کرے کہ شہباز خاں وہاں پہنچے۔ اس کو ہم نے خورداد ۹۹۱ سنہ کو اس خدمت پر مقرر کر کے بھیجا ہے۔

پہلے ہم نے لکھا ہے کہ خان اعظم اور کل امرا کی توجہ قتلو کے علاج کرنے کی طرف تھی۔ اس لیے صلح کی درخواست کی جن کا جواب یہ دیا گیا کہ اگر اُسکی گفتار کے موافق کردار کو کارگزاران شرقی دیار دیکھیں گے تو اسکو ملک اڈیسہ دیدینگے۔ اس اثنا میں صادق خاں کو خان اعظم اپنا کام سپرد کر کے چلا گیا تو قتلو نے نادرخواہشیں کیں اور وزیر خاں کی طرف رجوع کی اس نے کشادہ پیشانی سے قبول کیں اور خود حاجی پور کی طرف روانہ ہوا۔ اسکے چلے جانے سے قتلو نے کوتاہ بینی اور تنگ حوصلگی سے نخوت بڑھائی اور ناسنجاز شرطیں پیش کیں جس سے وزیر خاں آشفتہ ہوا۔ اور حدود شیرپور سے قتلو سے لڑنے کو آیا۔ آذر ۹۹۱ سنہ کو ہردوان میں لشکر آیا۔ پھر قتلو لشکر سے چھ کوس پر آیا اور نیازمندی کو اپنا پیشرو بنایا جس سے اڈیسہ پیرمداران اور مہدی پور کا اور اضافہ امرا شاہی نے کر دیا اور اس نے بیان کیا کہ بادشاہ کی میں اطاعت کرونگا۔ اور اپنے بھتیجے کو بہت سے تحائف کے ساتھ درگاہ والا میں بھیجوں گا۔ جب یہ شرائط منظور ہوئیں تو اُس نے اور پاؤں پھیلائے۔ اور ارادہ کیا کہ باتیں بنا کر لشکر کے سرداروں میں سے ایک کو اپنے ہاتھ میں لائے اور پھر اپنا کام

شہباز خاں کو بنگالہ بھیجنا ۹۹۱ھ

وزیر خاں کا قتلو اور قتلو سے لڑنا اور قتلو کا شکست پانا ۹۹۱ھ

دلخواہ بنائے ۔ اسنے درخواست کی کہ میں اپنے بیٹے کو درگاہ والا میں بھیجتا ہوں۔صادق خاں جریدہ اپنے لشکر سے اور میں بھی چند آدمیوں کے ساتھ آؤں اور ملکر اپنا دل خوش کروں اور اپنی خلاصہ زندگی کو اُس کے حوالہ کروں۔ صادق خاں نے دوربینی کے سبب اس امر کو قبول نہیں کیا۔ شیخ فریدبخش کو یہ خدمت سپرد ہوئی وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ جو جگہ قرار پائی تھی وہاں آیا۔ قتلو خاں کا نشان نہ پایا۔ لوگ باتیں بناکر قتلو کی منزل گاہ میں شیخ کو لے گئے ۔ قتلو بڑی نیازمندی کے ساتھ پیش آیا۔ مگر اس کی نیت میں یہ بات تھی کہ جب آدمی اپنی اپنی جگہ چلے جائیں تو شیخ کو ایک کونہ میں بٹھاؤں اور اس کو گرو کرکے اپنا کام بناؤں۔ شیخ کو جب حال کھلا تو اُسنے اول شب بھاگنے کا ارادہ کیا جلوخانہ میں کوئی گھوڑا نہ تھا۔ چند جگہ راہ میں اسکی آدمیوں سے مڈ بھیڑ ہوئی اور کئی آدمی مارے گئے۔ شیخ اپنے ہاتھی پر سوار ہوا۔ مگر تقدیر سے فیل فرمان پذیر نہ تھا بیراہ چلا۔ رات اندھیری تھی۔ اسلئے اسکے پیچھے آدمی نہیں پڑ سکتے تھے۔ شیخ نے ندی سے عبور کیا۔ کہ چند تیراندازوں نے آسے آلیا اور زخمی کیا۔ وہ ہاتھی سے اُتر کر بھاگا۔ دشمنوں نے جانا کہ وہ ہاتھی کی عماری میں بیٹھا ہے۔ اس رواروی میں ایک ملازم شیخ کا گھوڑا لے آیا۔ وہ لشکر میں آیا تو امراء بے خبر با خبر ہوے اور آب دمودر پر سے گذر کر دو کوس پر اُس سے لڑنے گئے اس نے قلعہ بناکر لڑنا شروع کیا۔ حصار میں قتلو نے پناہ لی۔ اور دوسرے مقام پر بہادر کورودہ آیا۔ جنگ ہوئی۔ غرہ امرداد ۹۹۱ء کو صادق خاں و شاہ قلی محرم نے بہادر سے لڑکر اسکا قلعہ لے لیا وہ بھاگ کر قتلو پاس چلا گیا۔ دوسرے روز پادشاہی لشکر نے توپیں بلند جگہ پر لگاکر قتلو کو بھگا دیا۔

عرب بہادر حدود سنبل سے بہار میں آیا اور لوٹ مار شروع کی۔ جب خان اعظم بنگالہ سے اس نواح میں آیا تو اُسنے سبحان قلی کے ہمراہ لشکر بھیجا کہ اس سرکش کو ٹھیک بنائے۔ ترہت و چنپارن کے درمیان وہ لڑا اور شکست پاکر جون پور میں چلا گیا

عرب بہادر کا شکست پانا ۹۹۱ھ ۲۸

یہاں سے راجہ تو ڈرمل کے بیٹے گوردھن نے اسکو پہاڑوں میں بھگا دیا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ معصوم خاں کابلی کو لشکر شکست دیکر اڈیسہ کی طرف گیا اور قتلو خاں کررانی کو شکست دیکر وہ دریائے دامودر کے کنارہ پر مقیم ہوا۔ لشکر کا ایک حصہ گھوڑا گھاٹ میں قاقشالوں کے بچانے کے لئے گیا۔ تھوڑے دنوں میں معصوم خاں نے بہت سا لشکر جمع کیا۔ اور ملک بھائی سے مرزا بیگ قاقشال سے لڑنے آیا وہ ترسون خاں پاس تاجپور کی احدود میں چلا گیا۔ ترسون خاں قلعہ نشین ہوا۔ سرکش شہر ٹانڈہ سے سات کوس پر پہنچے۔ اور اُنہوں نے اس ملک کو تاخت و تاراج کیا اور بڑی شورش مچائی۔ شہباز خاں کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے کچھ لشکر تیز رو کشتیوں میں روانہ کیا کہ معصوم خاں کے آنے کو روکیں اور خود لشکر آراستہ کر کے پٹنہ سے خشکی کی راہ پر چلا اور تھوڑے عرصہ میں آشوب گاہ میں پہنچ گیا۔ معصوم خاں کہ دریار جمنا کے پاس پہنچ گیا تھا یہیں ٹھہر گیا۔ اور امرا اڈیسہ جو ٹانڈہ میں تھے۔ اُن کو لکھا کہ قتلو خاں میں پادشاہی لشکر سے لڑنے کی قوت نہیں رہی ہے اسلئے بہتر ہے کہ اُن میں سے کچھ اس جانب کو چلے آئیں۔ امرا شاہی میں سے وزیر خاں نے تو قتلو کے دفع کرنے کا اہتمام اپنے ذمہ لیا۔ اور شہباز خاں نے اور سرکشوں کے سزا دینے کا کام لیا وہ دریار گنگ سے پار اُترا۔ یہ تائید ایزدی ہوئی کہ شاہ بردی ان دنوں میں مرگیا تھا اسکے تین ہزار توپچی بھائی سے آنکر ملازم شاہی ہوئے۔ پھر ترسون خاں اور مرزا بیگ قاقشال شہباز خاں کے لشکر سے آن ملے شاہ قلیخاں محرم اور اُمراء ہنگامہ آرا ہوئے۔ ان دنوں میں خبر آئی کہ سرکشوں کی سپاہ ببرکردگی بابائے بھکری قصبہ سنتوس میں گئی ہے اور ترسون خاں کے نوکروں نے ہزیمت پائی ہے شہباز خاں نے محب علیخاں و تیمور بدخشی و سلیم خاں کو روانہ کیا اور بعد ازاں خود چلا۔ غنیم پہلے ہی سے فوج کی آمد سنکر بھاگ گیا۔ بہت سی غنیمت پادشاہی لشکر کو ہاتھ آئی اٹھارہ کوس کی پھر راہ دشوار کو طے کر کے جمنا کے کنارہ پر شہباز خاں

شہباز خاں کا جنگ کرنا اور معصوم خاں کا آوارہ ہونا

۹۹۱ ہجری

آیا دوسرے کنارہ پر معصوم خاں اس سے لڑنے کو تیار ہوا۔ معصوم خاں نے فرمان پذیری کے لئے خط لکھے۔ اور شہنشاہ کی شائستہ خوئی کی تحسین اور اپنی لغزشوں کی نفرین کی اور بہت سی چھپی خبریں لکھیں ایک رات دن میں تین دفعہ پیغام بھیجے۔ جسکے جواب اُمراء شاہی نے لکھے۔ آخر کو پیمان نامہ پر لشکروں کے سرداروں کی مُہریں ہوئیں اور یہ ٹھہرا کہ کل کے دن بزم یک جہتی آراستہ ہو کہ تھوڑے ایک فتنہ دوستوں نے اُسے پوشیدہ لکھکر ڈرایا۔ اور معصوم خاں فرنخودی کی داستان یاد دلائی۔ اُسنے فریب اور پند میں تمیز نہیں کی اور اس سرگذشت کو لکھکر عذر آرا ہوا۔ شہباز خاں برآشفتہ ہوا اور آشنا و بیگانہ سے ناہنجاری کے ساتھ پیش آیا اور آپس میں دوئی ہوگئی۔ جب سے سرکشوں کی نخوت بڑھی۔ جنگ جو جوانمرد تیر و تفنگ کی بارش میں دریا سے پار گئے اور ہنگامہ پیکار گرم کیا ہم آذر کو سرکش بھاگ گئے اور فتح شاہی کا آوازہ دور و نزدیک سب پاس پہنچ گیا۔ اس شتاب روی میں نوارہ شاہی نہ پہنچا۔ لیکن نراین زمیندار و امرا قاقشال اپنی کشتیاں لائے۔ محب علیخاں و سلیم خاں سرمور سرکشوں کے تعاقب میں گئے۔ سرکشوں میں سے مرزا محمد اور رستم نے پھر کر کارزار اختیار کی۔ شہباز خاں کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ بہت جلد اس وقت کہ پیش دست لشکر تنگ ہو رہا تھا آگیا۔ سخت جنگ ہوئی بہت سے سرکش مارے گئے۔ ذوالقدری گرفتار ہوا۔ پیل ہر پرشاد اور اور ہاتھی اور بہت سا اسباب غنیمت کا ہاتھ آیا۔ مرزا بیگ قاقشال اور سنگرام اور دلپت شائستہ خدمت بجالائے۔ صبح کو لشکر ندیوں اور دلدلوں سے گذر کر گھوڑا گھاٹ کے قریب آیا اس لشکر کا حصہ کچھ لُٹ گیا۔ معصوم خاں چند آدمیوں کے ساتھ ولایت بھاٹی میں گیا اور جباری ملک کوچ میں اور ہر گروہ ایک کونے میں چھپا۔ اور شیر پور کی طرف جہاں بہت سے سرکشوں کا تکیہ گاہ تھا وہ چلے گئے دوسرے دن انسے کچھ لڑائی ہوئی۔ اور رزہ وزادانکا چھینا۔ ڈیڑہ سو آدمی انکو قید کئے پہلے ہی روز کہ اُمراء آپس میں ملے ماہ کے اندر صادق خاں کا ہاتھی شہباز خاں کی

شہباز خاں کا مع امرا اور عساکر کی شورش ٩٩١ ٥٨٠

طرف دور اقریب تھا کہ اسکا کام تمام کرے مگر وہ بچگیا اگرچہ ظاہر میں کوئی آسیب اسکو نہیں پہنچا مگر دلمیں اُسکے کینہ بیٹھا۔ پھر ان میں آشتی کی جگہ دشمنی برملا ہوئی تو صادق خاں بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔

شہباز خاں امرا بھائی سے لڑرہا تھا اور وزیر خاں اڈیسہ کی طرف آمادہ آویزش تھا درمیان کا ملک خالی تھا۔ اس زمانہ میں ولایت کوچ سے جباری گھوڑا گھاٹ میں آیا تاجپور کو سلیم خاں سرمور کے آدمیوں سے اور پرنیہ کو ترسوں خاں کے خویشوں سے چھین لیا اور دارالملک ٹانڈہ کی طرف متوجہ ہوا۔ حسن علی کوتوال بیمار بستر پر پڑا تھا۔ شیخ الہ بخش صدر دست و پا زنی کرتا تھا اور آدمیوں کی کمی سے حیرت میں تھا۔ ناگہاں شیخ فرید آگیا اسکے آنے سے خوف جاتا رہا وہ آزردہ ہو کر لشکر اڈیسہ سے بادشاہ پاس جاتا تھا وہ بادشاہ کے حکم سے اُلٹا پھرا۔ جب وہ اس حدود میں آیا تو جباری نے کنارہ کیا۔ شیخ تاجپور میں آدمیوں کی دلدہی کرنے بیٹھا اور شاہی گماشتے اپنے تیول میں گئے۔

مرزا بیگ قاقشال اور بنگالہ کے آدمیوں کا بادشاہ پاس آنا سنہ ۹۸۹

جب بنگالہ تیسری دفعہ فتح ہوا۔ کارآگاہوں کی ہوشیاری سے میرزا بیگ و وزیر جمیل و خالدین فرخ برغلیق اور بعض آدمیوں نے دولت خواہی کی راہ لی۔ لیکن اپنی بداعمالی کی سبب سے ہمیشہ بیمناک اور سراسیمہ رہتے تھے۔ جب شہباز خاں سے بگڑ کر صادق خاں بادشاہ کی خدمت میں جاتا تھا کہ امان خواہوں نے اُسکا سہارا ڈھونڈا اور بادشاہ پاس اسکے ساتھ جانے کا قصد کیا مگر بادشاہ نے سوہن داس کو گھوڑے کی ڈاک میں اس حکم کے لیجانیکے لئے بھیجا کہ صادق خاں اُلٹا جاکر وزیر خاں سے ملجائے اور ان امان خواہوں کو نوازش فراوانی کا امیدوار کرکے ہمارے پاس بھیجدے۔ یہ تیز رو قاصد ٹانڈہ میں صادق سے ملا۔ وہ بادشاہی فرمان کا فرمان پذیر ہوا۔ بے قراروں بیمناکوں کی شکیبائی کے لئے اپنے بڑے بیٹے زاہد کو ان کی ہمراہ کرکے بادشاہ پاس بھیجا وہ بادشاہ پاس آئے اور بادشاہانہ نوازش سے سربلند ہوئے۔

ملک بہار کا حال اور ترسون خاں کا مارا جانا ۔ ۹۹۶

شہباز خاں نے معصوم خاں کو شکست دی تو وہ اُسکے پیچھے ملک بھاٹی کو گیا۔ اسنے ندی نالوں دریاؤں کی طغیانی پر کچھ خیال نہیں کیا۔ اسکو یہ خیال تھا کہ اس ولایت کا مرزبان عیسیٰ جو زبان سے ہمیشہ عقیدت گذار رہتا ہے اسکا امتحان ہوجائیگا۔ اگر وہ معصوم خاں اور اور ناسپاسوں کو ہمکو سپرد کردیگا تو البتہ اُسکے دل اور زبان کی یکرنگی ظاہر ہوگی اور اگر یہ نہوگا تو اس کا پردہ فاش ہوجائیگا اور اپنی نادرستی کا پاداش پائیگا۔ بھاٹی کے معنے نیچی زمین کے ہیں۔ چونکہ بنگالہ سے وہ زیادہ اونچا ہے اسلئے اُسکا یہ نام ہے مشرق سے مغرب تک اسکا طول قریب چارسو کوس کے ہے اور جنوب سے شمال تک قریب تین سو کوس کے عرض ہے اُس مُلک کے مشرق مین دریا شور و ملک جیسور ہے مغرب میں کوہستانی ملک۔ جنوب میں ٹانڈہ۔ شمال میں دریا شور و فتھار۔ کوہستان تبت۔ اس ملک کے سردار کا باپ راجپوتان بنس میں سے تھا۔ اس زمین میں بھی رودرامیں جنکے سبب سے وہ ہمیشہ نخوت اور سرکشی کرتا سلیم شاہ کے عہد میں تاج خاں و دریا خاں بڑی سپاہ لے کر اس ملک پر چڑھے اور اسکو اپنا مطیع کیا مگر تھوڑی مُدت کے بعد پھر وہ ناسپاس ہوا اُنہوں نے اُسکو پکڑ کر مار ڈالا اور اسکے دو بیٹوں عیسیٰ اور اسمٰعیل کو سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ قطب الدین خاں عیسیٰ کے چچا نے جب نیکو خدمتی کے سبب سے تازہ روئی پائی تو وہ سخت تگاپو کر کے توران کی زمین سے ان دو بھائیوں کو لایا۔ عیسیٰ نے پختگی و آہستگی سے نام پیدا کیا۔ بنگالہ کے بارہ زمینداروں کو اپنا تابع کیا۔ پیش بینی اور دور اندیشی کے سبب سے بنگالہ کے مرزبانوں کو ہمیشہ پیشکش بھیجتا رہا مگر اُنکے پاس کبھی نہیں آیا دور ہی سے زبان سے پیرو ہونے کا اقرار کرتا رہا۔ جب دریا گنگ کے کنارہ پر خضر پور کے نزدیک بادشاہ کا لشکر اُترا۔ یہ جگہ اس دریا میں آنے جانے کی گذرگاہ تھی۔ اسلئے یہاں دریا کے دونو کناروں پر استوار قلعے بنائے گئے تھے تھوڑے دنوں میں یہ دونوں قلعے پادشاہی لشکر نے خوب لڑ کر فتح کر لئے۔

سُنار گانو اُس کے ہاتھ آگیا۔ کرابوہ (کراپور) میں کہ اسکا ہنگاہ تھا پہنچا اور اُس آباد شہر کو لوٹا۔ پھر فومیں بارہ سمدر پر کہ ایک بڑا شہر ہے گیا اور وہاں سے بہت غنیمت ہاتھ آئی پھر دریار برہمپتر پر لشکر آیا۔ یہ بڑا دریا ہے آسام سے آتا ہے معصوم خاں تھوڑا سا لڑکر ایک جزیرہ میں بھاگ گیا۔ قریب تھا کہ وہ دستگیر ہوتا کہ اس پاس عیسیٰ جو ولایت کوچ میں گیا ہوا تھا۔ بڑا بہادر لشکر اور سامان لیکر آن پہنچا لشکر شاہی نے کمار سمندر کی برابر مقام ٹونک میں دریا برہمپتر کے کنارہ پر خیمے ڈالے اور قلعہ بنایا۔ بری اور بحری سخت حملے ہوئے۔ مگر ہر دفعہ لشکر شاہی کو فتح حاصل ہوئی۔ ترسون خاں کو بھیجا کہ سامان لشکر کرکے بجراپور میں جاکر غنیم کو دو دلہ کرے قصبہ بھوال سے دو راہیں جاتی تھیں۔ ایک مخالفوں کے مقام سے بہت دور تھی۔ دوسری دریا کے کنارہ پر اس سے بہت نزدیک ترسون خاں اس راہ سے گیا۔ معصوم خاں کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ تیز دستی کرکے جلد کرنے گیا۔ شہباز نے یہ اطلاع پاکر محب علیخاں وراجہ گوپال وکھنکار کو روانہ کیا۔ اور ایک تیز رو قاصد کو بھیجا کہ وہ ترسون خاں کو اس خوف کی اطلاع دے اور کہے جب تک یہ لشکر کمک کو نہ پہنچے وہ کسی مستحکم جگہ میں ٹھہرے اور لڑائی نہ لڑے۔ ترسون خاں کو شہباز خاں کی طرف سے غم پیدا ہوا کہ فریب کاری سے اس طرف سرکش اس لئے آئے ہیں کہ ایک گروہ کو شہباز خاں سے جُدا کردیں۔ فرستادہ نے آنکر بہت کوشش کی۔ اور ہمراہیوں نے احتیاط کی اور سودمندی۔ بے پروائی زبان زدگی گذارش کی۔ ناگزیر اسکو مقام اور پناہ کی جستجو کرنی چاہیئے تھی۔ مگر اس نے ان باتوں کی کچھ قدر نہیں کی۔ اسی اثنار میں ایک فوج نمودار ہوئی جسکو وہ اپنی کمک سمجھا اور مہمانی کے سامان تیار کرنے لگا۔ چند قدم گیا تھا کہ معلوم ہوا کہ غنیم کا لشکر ہے ہر چند ہوا خواہوں نے سمجھایا کہ پناہ گاہ میں چلا جائے اور وہاں اپنا لشکر جمع کرے کمک کا انتظار کھینچے۔ مگر کچھ سودمند نہ ہوا۔ لڑنے پر تیار رہا۔ کچھ آدمی یہ کہکر کہ سامان نبرد تیار کرتے ہیں جُدا ہوگئے۔ پندرہ آدمی اسکے ساتھ تھے کہ لڑائی شروع کی اسکے

چند

خولشیں فریدون حسین و علی یار نے نقد زندگی دیگر ناموس باو داں خریدی۔ اور ترسون
خاں زخمی ہو کر زندہ گرفتار ہوا۔ معصوم خاں نے مہر و محبت کی باتیں بنائیں کہ اسکو اپنا
ہمداستان بنائے مگر اس اخلاص سرشت نے ان باتوں پر سرزنش کی۔ اس نے اسکو مار ڈالا
پیرانہ سری میں اسکو یہ نیک نامی جاوید حاصل ہوئی۔

قتلو کی زاری کا منظور ہونا
۹۹۲ھ

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ لشکر بنگالہ کچھ تو شہباز کے ساتھ بھاٹی گیا تھا اور کچھ وزیر خاں کے ساتھ
حدود بردوان میں قتلو خاں کی چارہ سازی کے لئے بیٹھا تھا۔ اس لشکر سے قتلو مدارا کی
باتیں سنا رہا تھا کہ صادق خاں آیا۔ وہ معاملہ دانی کا کاریگر تھا۔ قتلو اسکے خوف سے بھاگ کر
اڈیسہ میں گیا۔ امرا اسکے تعاقب میں ایک کوس کے فاصلہ پر پہنچے وہ سراسیمہ ہوکر ہر لور کے درخت زار
میں ٹھہرا۔ زر کے ساتھ زاری شروع کی۔ امرا نے آزوہ زری اور آزار لشکر کشی کے سبب سے
اسے منظور کیا اور اسی منشور شاہی کو دستاویز بنایا کہ اگر قتلو اطاعت اختیار
کرے تو اڈیسہ اس کو دیدیا جاوے۔ اس نے سپاس گذاری کے لئے اپنے برادر زادہ
کو بادشاہ کی خدمت گرمی کے لئے روانہ کیا اور ساتھ ہاتھی اور اور اسباب نذر کے
لئے بھیجا۔ شیخ ابراہیم فتحپوری انکو اوائل تیر ۹۹۲ھ میں بادشاہ کی خدمت میں لایا
جب یہ انجمن آشتی پیراستہ ہوئی تو وزیر خان ٹانڈہ میں واپس آیا اور صادق خاں پٹنہ
میں گیا۔ ہر ایک نے اپنی جاگیر میں جاکر ہنگامہ شادی آراستہ کیا۔

شہباز خاں کا ملک بھاٹی سے ناکام پھرنا اور اسکا ...

جب شہباز خاں حدود بھاٹی میں آیا۔ دریا برہم پتر کی ایک شاخ بنار ندی تھی
اسکے کنارہ پر اسنے اپنا بنگاہ بنایا۔ اس نے نہ ناسپاسوں کو مارا نہ ان کو آوارہ کیا
بلکہ پیغام گذاری اور اندرزگوئی سے ان کو اپنی راہ پر لانا چاہا۔ اس کے
جواب میں عیسے نے بھی چکنی چپڑی باتیں بنائیں اور زبانہ باتوں میں کاٹا
جب معلوم ہوا کہ زبان و دل میں یکتائی نہیں ہے تو سوزش آویزش برپا
ہوئی سات مہینے تک لڑائی رہی۔ مناسب یہ تھا کہ دونوں چراغ آگہی کو روشن

کرتے اور نیائش گری اختیار کرتے۔ مگر خود غنودگی سے تیرگی نے افزائش پائی اور نخوت بڑھائی۔ شہباز خاں خود بینی سے دل آزاری کرنے لگا اور سر رشتۂ مدارک کو چھوڑ کر بیہودہ باتیں بنانے لگا۔ مخالف کی بھی تبہ کاری زیادہ ہوئی۔ لوٹ کا بازار گرم ہوا۔ سرمایہ زندگی گراں ارز ہوا۔ غنیم کو یہ خیال تھا کہ برسات میں لشکر شاہی ضرور اُلٹا چلا جائیگا۔ لیکن بارش کم ہوئی تو شرمندگی مٹانے کے لئے اس نے بہت سے بیلدار جمع کرکے دریا برہمپتر کو پندرہ جگہ سے کاٹ کر پادشاہی مورچلوں میں چھوڑ دیا کہ جس سے وہ بالکل ڈوب گئے اور بڑی جنگی کشتیاں بلند سر اور لمبی شہباز خاں کے قلعہ کے پاس لایا۔ ان کشتیوں کو یہاں کے لوگ پتارہ کہتے ہیں طرفین سے توپ اندازی اور بندوق افروزی شروع ہوئی اور لشکر شاہی میں پراگندگی آئی کہ مخالفوں کی کشتیوں کا سرگروہ بندوق سے مارا گیا۔ کئی کشتیاں ٹکرا کر ڈوبیں اور دفعتاً پانی کم ہوگیا۔ ناچار دشمن بھاگے اور بہت سے سیلاب نیستی میں دھسے۔ ہر مورچل میں بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی مگر سید حسن تھانہ دار ڈھاکہ کو مغلوب کرکے پکڑ لیا اور اسی گرفتار کی معرفت صلح کا ڈول ڈالا۔ شہباز خاں نے اُسے قبول کیا۔ عیسیٰ خاں نے فرمان پذیری پر کمر باندھی اور خدمت گذاری کو وہ اپنی رستگاری سمجھا۔ قرار یہ پایا کہ بندر سنار گانو میں پادشاہی داروغہ ہووے معصوم خاں حجاز جاوے۔ اور ہمیشہ پیشکش بھیجی جائے۔ عیسیٰ نے بہت سا مال خرچ کرکے امرا کو راضی کرلیا۔ لشکر شاہی نے یورش کیا۔ جب شہباز خاں ندیوں پر سے اُتر کر بھوال میں آیا اور اُسکو اُمید تھی غنیم کی گفتار کردار کی صورت میں آئے۔ لیکن لشکر شاہی کے بدگو ہروں نے ایسی ناسزا گفتار اس زمیندار کے ساتھ کیں کہ وہ دودلہ ہوگیا اب وہ کچھ اور شرطیں پیش کرنے لگا۔ سپہ آرا کا دل آشفتہ ہوا۔ اس نے کہا کہ ہر وقت رائے کو بدلنا اور نئی باتیں بنانی درست اندیشوں کا کام نہیں ہے۔ سخت روئی اور درشت گوئی کا آغاز ہوا اور آویزش

پرآمادگی ہوئی - ۱۹ ار مہر ماہ الہی ۹۹۲ کو عیسیٰ لڑائی پر متوجہ ہوا - اُمرا شاہی نے اپنی کوتاہ بینی وتباہ سگالی سے اپنے نقصان میں فائدہ جانا - اور شہباز خاں کی شکست کو اپنی درستی - اول محب علی خاں بغیر لڑے لشکر سے اُٹھکر چلا گیا - ہر ایک امیر اپنی جگہ چھوڑ جہاں اُسکا جی چاہا چپت بنا شاہ قلی محرم کچھ لڑا - آدمیوں کے ہمراہی نہ کرنیسے زخمی ہوا اور بھوال کو چھوڑ دیا - شہباز خاں خواب سے بیدار ہوا - تالیف قلوب کرنے لگا - لیکن پشیمانی بیجا میں فائدہ نہ تھا - ناگزیر دارالملک ٹانڈہ کیطرف چلا - سارے اندوختے برباد گئے - پسران میر عدل اور اور آدمی اسکے اسیر ہوئے - شیخ محمد غزنوی اور بعض اور اُمرا رڈوب گئے - کھنکار و سید عبدالرحمٰن و راجہ گوپال و میرزادہ علی خاں اُس ہنجار باز گشت میں ترخاں دیوانہ و مرزا محمد و نوروز علی قاقشال سے جو غارت گری سے واپس آگئے تھے مل گئے اور بدنصیبی سے یہ سمجھے کہ وہ اپنے ہی ہیں - جب دونوں مل گئے تو لڑائی ہوئی نوروز مارا گیا اور سرکش بھی بھاگ گئے - بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی - بہت غنیمت ہاتھ آئی آٹھ روز بعد یہ اُمرا شیرپور میں آئے - شہباز خاں کا ارادہ تھا کہ یہیں لشکر کو درست کرے اور پھر جا کر لڑے - مگر اسکی بدخوئی کے سبب سے اسکے ہمراہ عاجز ہو گئے تھے وہ اس بات پر دل نہاد نہ ہوئے - جب وہ ملک ٹانڈہ میں آئے تو وزیر خاں کشادہ پیشانی اور گرم خوئی سے پیش آیا - شہباز خاں اپنے پہلے منصوبے کو کام میں لانا چاہتا تھا - مگر رایوں میں اتفاق نہ ہوا اور دلوں سے دورنگی نہ نکلی ناگزیر اُس نے پادشاہ پاس جانے کا قصد کیا - بادشاہ نے آگہی پاکر چند سزاول بھیجے کہ اُسکو واپس بھیجیں - اور ہر ایک امیر کے مناسب سرزنش کرکے نصیحتیں ہوش افزا فرمائیں سعید خاں اور اور صوبہ بنگ و بہار کے اور جاگیرداروں کے نام فرمان صادر کیا کہ یک جہتی کرکے اس بومی کو سزا دینے میں کوشش کریں - اول بیشتر و خاں و خواجگی فتح اللہ کو اس خدمت پر روانہ کیا اور بعد از اں رامداس کچھواہہ اور مجاہد کنبوہ کو کہ تلخ سخنوں بے شیریں کام کرکے ہنگامہ کو گرم کریں -

معصوم خاں کا شکست پانا ۹۹۳ھ

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ بہاٹی کے لشکر کو خود پرستی اور ناتواں بینی سے کیا پیش آیا۔ شہباز خاں شکایت کرتا ہوا پادشاہ کی طرف چلا۔ صوبہ بہار کے اُمرا میں سے محب علی خاں کے سوا کوئی اپنے تیول میں نہیں بیٹھا۔ عیسیٰ نے دور اندیشی سے اپنا بنگاہ نہیں چھوڑا۔ اسکے اشارہ سے معصوم شیرپور میں آیا۔ بعض سرکشوں نے مالدہ سے لیکر ٹانڈہ سے بارہ کوس پر عمل دخل اپنا کر لیا۔ وزیر خاں کو لڑنے کی تو توفیق نہ ہوئی مگر وہ اپنی جگہ کو سنبھالے رہا۔ اور شہر بزرگ ٹانڈہ کو دشمنوں سے بچا لیا۔ پادشاہی سزاولوں نے تلخ گوئی اور راست گذاری سے شہباز خاں کو باز گشت پر اور بہار کے اور جاگیرداروں کو مقصود پر رہ گرای کیا اور یک جہتی اُن میں پیدا کی۔ شہباز خاں پاس فرمان والا آیا کہ اگر اور سپاہ درکار ہو تو راجہ تو ڈرمل اور مُطلب خاں و شیخ جمال بختیار کو بھیجدوں۔ اسکی عرضداشت جواب میں آئی کہ یہاں لشکر بہت ہے اور سب کارگذاری پر آمادہ ہیں۔ ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۹۹۳ کو وہ بنگالہ میں آئے اور ولایت بھاٹی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ دشمن سراسیمہ ہو کر بے لڑے بھاگا۔ جمنا کے کنارہ پر اطلاع ہوئی کہ معصوم خاں شیرپور میں ہے اور اسکو خیال بھی نہیں ہے کہ لشکر شاہی دریا سے پار آئیگا۔ شہباز خاں نے دریا کے پار جانے اور آگے بڑھنے کو لشکر سے کہا کہ امرا نے اسکو پسند نہیں کیا۔ رامداس اور خواجگی فتح اللہ کی کاردانی اور کوشش سے بہانہ ورزی اور گراں پائی کو جا نہیں رہی کام و ناکام اس دریا سے وہ گذرے۔ جب نزدیک پہنچے تو غنیم بھاگا۔ کچھ دشمن اسیر ہوئے بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ ملک کو چھوڑنا اور سب امرا کا دشمن کے پیچھے جانا مناسب نہ تھا اسلئے شہباز خاں اور شاہ قلی یہاں رہے وسعید خاں و وزیر خاں و صادق خاں و محب علیخاں و سید عبداللہ خاں آٹھویں بہمن کو آگے روانہ ہوئے۔ رامداس اور خواجگی فتح اللہ ان کے ساتھ ہوئے جو ملک پہلے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اب وہ حاصل ہو گیا تھا اور غنیمت بھی ہاتھ لگی تھی۔ اسلئے یہ سب شیرپور میں آئے۔ اب لشکر میں دوئی اور دوروئی نہیں تھی۔

جب لشکر شیر پور میں آیا معصوم خاں اُڈلیسہ کی طرف فتح آباد سے بھاگا اور رستم خاں قاقشال نے اسطرف توقف اس نظر سے کیا کہ بادشاہی سپاہ کے دو ٹکڑے ہو جائینگے تو مجھے موقع ملیگا کہ میں اُسپر دستبرد کروں۔ اسے معصوم خاں کے آنے کا علم بھی نہ ہوا تھا کہ اس سرکش نے لشکر گاہ شاہی سے بارہ کوس پر سورش برپا کی۔ شاہ قلی محرم و محب علی خاں و راجہ گوپال داس و میرزادہ علی خاں اور خواجہ باقر لڑنے کو چلے تو وہ بھاگا اور اُمرا ر شاہی نے اسکا تعاقب شہزادپور تک کیا۔

تباہ پیچی و غرض پرستی عقل صلاح اندیش کو دیوانہ بناتی ہے اور گوش حقیقت شنو اکو سیماب غفلت میں آگندہ کرتی ہے۔ پادشاہ کی نصیحتیں کچھ کام نہ آئیں۔ بدشگالوں کی ہمراہی شہباز خاں کو شورش میں لائی۔ پھر اسنے مدارا کی راہ چھوڑی۔ صادق خان کا دل بیکار رہوا۔ اور زبان دلشکنی کرنے لگی۔ اس گروہ میں جانفشانی ہمت تھی مگر خرد معاملہ دان ہمراہ نہ تھی کہ اپنے خداوند اور پادشاہ کے برآمد کار میں خویشتن بینی کو چھوڑ کر بزم آرائے دوستی ہوتے۔ اپنی ناستودہ خواہشوں کے زیر بار ہوئے اور بے ہنگام خشم شروع کیا اور انصاف کو چھوڑا اور بے راہ چلے۔ اگرچہ سرگروہ حرف اخلاص کو زبان پر لاتے تھے مگر اس میں راستی نہ تھی۔

پہلے اخلاص مندوں کی دو قسمیں دانشمند کر گئے ہیں۔ ایک[1] وہ اخلاص مند ہیں جو اپنی آئین یکتائی کو اپنی سود اندوزی کے لئے قبول کرتے ہیں اور اس روش سے اپنی خودکامی کے پایہ کو بلند کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ سوداگروں سے آگے قدم رکھتے ہیں لیکن آگاہ دل ان سود بندوں پر بیگانگی کا نام نہیں رکھتے ہیں دوم[2] وہ اخلاص مند والا نگہ حقیقت پژوہ ہیں کہ غرض دشمن دل کو فروغ دوستی سے روشن کرلیتے ہیں۔ خدا کے برگزیدوں کو اپنا سردار بناتے ہیں اور تعجب اسمیں یہ ہے کہ سرمایہ کام روائی ان کو اس طرح ملتا ہے جیسے کہ کسان کو مویشی کا چارہ درازی داستان و کوتہی گفتار کے بعد امرار شاہی نے مدارا کے وقت درشت گوئی اور سخت گیری اختیار کی۔ ان دنوں میں معصوم خاں کی شورش کی شہرت تھی

قاقشال کا ہزیمت پانا

بادشاہی لشکر کی تفریق دو گروہوں میں ہونا

یہ قرار پایا کہ غنیم دو جگہ ہے اسلئے بادشاہی فوج بھی دو فوجیں ہو کر خدمت بجائے۔ ۲۰ بہمن ۹۹۳ھ کو وزیر خاں و شاہ قلی خاں محرم و صادق خاں و محب علی خاں و راجہ گوپال و کیچک خواجہ نے معصوم خاں کو شکست دینے کی خدمت لی اور جدائی اختیار کی شہباز خاں و بہادر خاں و سید عبداللہ و میرزادہ علی خاں بابوسے منگلی تمر بدخشی و شاہ قاسم نے اور ترسون خاں کے بھائیوں ابابکر اور رام رزنے اسطرف کے بدنہادوں کی چارہ گری کو اپنے ذمہ لیا۔ اسی طرح ہر روز کی خانگی پر خاش دور ہوئی اور ہر گروہ اپنی خدمت پر مستعد ہوا۔

معصوم خاں نے لشکر شاہی کی آمد سُنی تو اسنے مقام ترہانی جہاں گنگا و جمنا و سالبی اور سرو ملتی ہیں دو قلعہ بنائے (آرائش محفل میں لکھا ہے کہ ڈھاکہ سے کچھ فرسنگ پر گنگا کی دو شاخیں ہوتی ہیں۔ ایک شاخ پدماوتی تو مشرق کی طرف بہ کر برہمپتر میں چٹگام میں ملتی ہے اور دوسری شاخ شمال کو بہ کر تین شاخوں میں تقسیم ہوتی ہے جن کے نام سرستی جمنا۔ گنگا ہیں) بیگ محمد والغ بیگ اور جیند اور بدگوہروں کو زمینداروں کے ساتھ یہاں بٹھایا۔ اسکو وہ دربند سمجھا اور آپ پیچھے جا کر ٹھہرا۔ امراء پیکار ہنگامہ آرا ہوئے عیسٰی نے کار دانوں کو بھیجکر لابہ گری کی مگر اسکی شنوائی نہ ہوئی۔ لشکر شاہی نے کشتی قلعہ پر ہمت لگائی۔ سخت لڑائیاں ہوئیں۔ ہر بار غنیم ایک انبوہ کے ساتھ بھاگا۔ ۱۲ فروردین کو ایک قلعہ کو کشتیوں کی لڑائی سے لے لیا اور دوسرے کو دوسرے دن فتح کر لیا۔ پھر معصوم خاں کی طرف توجہ کی۔ اس میں لڑائی کی تاب نہ تھی۔ اس نے دریا نوردی اختیار کی ناسپاسوں کے ہجوم سے اور شورش دریا سے اسکی کشتی ڈوبی۔ بہت تگاپو کر کے نیم جان کنارہ پر گیا۔ اسکی دوسری دفعہ بے آبروئی ہوئی طاہر تاجپور میں شورش برپا کر رہا تھا۔ تمر بدخشی نے بُری طرح لڑ کر شکست پائی جس سے وہ اور بدمست ہوا۔ ترخاں دیوانہ دار الملک ٹانڈہ میں آیا اور فتنہ برپا کیا اور بعض نے گھروں میں آگ لگائی۔ شہباز نے قاسم خاں و محمد خاں و محمد جان نثار کو

معصوم خاں کا ذلیل ہونا ۹۹۳ھ

۹۹۳ھ معصوم کا سرا ٹھانا اور ترخاں دیوانہ و طاہر

بھیجکر اسکی خوب مالش کی اور وہ ولایت سورنگ میں بھاگ کر مر گیا اور اسطرح طاہر بھی ناکام رہا۔

جب اُمراء بہار خدمت گذاری کے لئے بنگالے دوڑے گئے۔ یوسف افغان نے تاخت و تاراج شروع کی۔ حبیب علی پور محب علیخاں جوش جوانی میں آکر اُس سے لڑا اور مارا گیا۔ محب علیخاں اس سے بڑا پریشان ہوا اور جانے کے لئے بیتاب ہوا۔ مگر اُمراء بنگالہ نے اسے جانے نہ دیا۔ شاہ قلی خاں محرم بادشاہ پاس جاتا تھا اس سے کہا کہ وہ راستہ میں یوسف کو ٹھیک بناتا جائے اس نے تھوڑے دنوں ان سب باغیوں کو برباد کردیا۔

صادق خاں کا بنگالہ میں مقرر ہونا ۹۹۳ھ

اوپر بیان ہوا کہ اُمراء بنگالہ نے اپنی خودبینی اور غرض پرستی سے رشتہ یکدلی کو توڑا۔ صادق خاں ایک طرف ہوا اور شہباز خاں دوسری طرف۔ جہالت کی ترقی تھی اس لئے یہ جُدائی سودمند نہ ہوئی۔ کام دونوں نے چھوڑا۔ لیکن آپس میں کین توزی شروع کی۔ بادشاہ نے خواجہ سلیمان کو نصیحت کے لئے فرمان دیکر بھیجا کہ ایک کام دو گروہ کو سونپنا شائستگی نہیں رکھتا۔ خیرسگال کاردیدہ انجمن آراستہ کریں اور سپاہ کی سرداری میں ژرف نگہی کو کام میں لائیں ان میں سے جو چاہے بنگالہ کا انتظام اپنے ذمہ لے لے اور دوسرا صوبہ بہار میں چلا جائے۔ خواجہ اول صادق خاں پاس گیا اُس نے خامکاری سے بغیر اسکے کہ دونوں گروہ جمع ہوں بنگالہ کے انتظام کو اپنے ذمہ لے لیا۔ شہباز خاں اور سعید خاں اور سردار اس سے درہم ہوئے بغیر اسکے کہ بنگالہ بالکل فتح ہو وہ اس سے باہر نکل گئے۔

عیسیٰ زمیندار کا فرمان پذیر ہونا ۹۹۳ھ

لشکر شاہی کے آنے سے عیسیٰ زمیندار اگرچہ پریشان خاطر تھا مگر اس نے دیکھا کہ بزرگان لشکر اپنی غرض پرستی اور کوتاہ بینی سے باہم عنا د رکھتے ہیں تو اس نے کچھ دنوں آرام کیا۔ عاقبت بینی سے اس نے صادق خاں اور اور سرداران لشکر کے پاس اپنے کارواں آدمی بھیجے۔ اور لابد گمری اختیار کی

یہ قرار دیا کہ معصوم خاں کابلی کو حجاز روانہ کرے اور خود بندگان سعادت سرشت میں داخل ہوکر خدمت گذاری کرے اور اپنے خویشوں میں سے ایک کو بادشاہ کی پرستاری کے لئے بھیجے اور عمدہ پیش کش روانہ کرے اور اس شورش میں لشکر شاہی کا جو کچھ گیا ہو اُسکو حوالہ کرے وہ اس سامان میں تھا کہ بنگالہ سے شہباز خاں وسعید خاں اور امرار چلے آئے جسکا او پر بیان ہوا تو پھر عیسیٰ نے سرشتہ نیاز کو چھوڑا اور بڑی خواہشیں کرنے لگا۔ اُمرار نے ولایت کا ایک حصہ اُسکو دیا اس نے بھی کچھ اطاعت اختیار کی۔ ہاتھی اور توپ وغیرہ جو کچھ اسکو ہاتھ آئے تھے واپس بھیجدئے۔ معصوم خاں کو اُس نے نہیں بھیجا۔ مگر فتنہ اندوزی سے باز رکھا۔ شہریار نے صلح کو منظور کرلیا مگر امرار کے اس طرح چلے آنے کو ناپسند کیا۔ خواجہ سلیمان نے عرض کیا کہ کہ میں نے شہباز خاں سے ہرچند کہا کہ چند روز بنگالہ میں توقف کرے مگر اُس نے غصہ سے قبول نہیں کیا۔ بادشاہ نے خواجہ کو ناظر دولت کے ساتھ پھر روانہ کیا کہ وہاں جاکر شہباز خاں کے کام سے مطلع ہو اور امرار نکو پیش کرے

اس زمانہ میں کہ اس ملک کو کچھ امن تھا امیر اس سبب سے کہ عیسیٰ اپنی قرارداد کا کاربند ہو لواحی اڈیسہ میں چشم براہ تھے کہ اس بدعقل نے سلیمان سربٹنی کی دستیاری سے فتنہ انگیزی کی اور افغانوں کا ایک ہنگامہ جمع ہوا اور لوٹ مار کرنے لگا۔ وزیر خاں صالح پور پر گیا۔ بردوان کے قریب لڑائی ہوئی۔ خوب لڑکر بردوان میں مجبوراً وہ حصاری ہوا اُمرار نے اطلاع پاکر اس کی کمک کے لئے فوج روانہ کی خود بھی پیچھے چلے۔ جب پہلے فوج غنیم سے چھ کوس پر پہنچے تو دشمنوں نے حصار کا محاصرہ چھوڑ دیا اور کارزار پر آمادہ ہوئے۔ دریائے منگل کوٹ پر لشکر شاہی ٹھہرا اس پاس اور سپاہ بھی آگئی اور دریا سے ہاتھی پر سوار ہوکر پایاب ہوسکتے تھے اس اثنار میں خواجہ سلیمان و ناظر دولت بادشاہ کے پاس سے آئے اور فتح کی نوید لائے۔ تھوڑے عرصہ میں دریا کی برابر دو گلی قلعے

امراء کی عیسیٰ کی شورش کا فرو کرنا سنہ ۹۹۳ھ

بنالئے کہ دریا سے گذرنے کے وقت مخالف چیرہ دستی نہ کرے ۳، خرداد ۹۹۳ کو امراء کو فتح ہوئی اور انجمن نشاط آراستہ ہوئی۔ رات بھر بارش رہی صبح کو سپاہ نے بارش میں دریا سے عبور کیا۔ کچھ آدمی اور گھوڑے سیلاب میں بہہ گئے۔ غنیم نے صف آرائی کی۔ صادق خاں صفیں آراستہ کر کے قلعہ میں جاکر سو رہا اور کار آگاہوں کو مقرر کیا۔ کہ فوجوں کو درست رکھیں۔ دوپہر ہوئی تو دشمنوں نے یہ خیال کر کے کہ آج لڑائی نہیں ہوگی وہ اپنے بنگاہ کو چلے گئے تو صادق خاں نے لڑنے کا ارادہ کیا اور امراء سے کہا کہ میری یہ تدبیر اس لئے تھی کہ دشمن عنان تاب ہو۔ اب میں لڑنے پر آمادہ ہوں۔ دلاور میدان جنگ میں آئے غنیم نے بھی اپنے لشکر کے دو حصے کئے ایک وزیر خاں سے اور دوسرا صادق خاں سے لڑنے لگا۔ وزیر خاں کو شکست ہونے کو تھی کہ محب علیخاں و میرزادہ علیخاں نے اُسے جاکر سنبھال لیا۔ تھوڑی دیر میں مخالف کو بے آبرو کیا تین سو آدمی غنیم کے مارے گئے اور سو آدمی پادشاہی کام میں آئے۔ شاہی لشکر نے تعاقب کر کے ہزار آدمی اور مارے اس ملک سے فتنہ دور ہوا۔

جب بنگالہ کو بغیر انتظام کے چھوڑ کر امراء باہر چلے آئے تو دستم قاقشال نے گھوڑا گھاٹ کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ سیف الملک و خواجہ مقیم نے قلعہ کی اچھی نگہبانی کی اس اثناء میں بابوے منگلی لشکر پور سے آیا۔ مشہور یہ ہوا کہ محب علیخاں آنکر ملا ہے غنیم قلعہ کو چھوڑ کر دور چلا گیا۔ پادشاہی لشکر نے باہر آنکر ہنگامۂ پیکار گرم کیا اور اپنے گروہ کے ساتھ مارا گیا۔ دستم بھاگا اور اپنے گروہ کے ساتھ مارا گیا۔ اس کا بیٹا قوش قال اسیر ہوا۔ پادشاہ کو معلوم ہوا کہ تنہا وزیر خاں اس ملک کی جہات کو سرانجام نہیں کر سکتا اور ابھی سرکش اپنی ناسپاسی سے باز نہیں رہتے۔ اسلئے شہباز خاں کے چھوٹے بھائی کرم اللہ کو پادشاہ نے بھیجا کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو بنگالہ لیجائے پادشاہ دریا بہت کے کنارہ پر تھا کہ اسنے سُنا کہ شہباز خاں اسکی خدمت میں بیتابانہ چلا آتا ہے تو اُس نے سزاول بھیجے کہ اسکو کام ونا کام اُلٹا لیجائیں

قاقشال کا مارا جانا ۹۹۳ھ

صوبہ بنگالہ کا امن امان ۹۹۳ھ

وہ جونپور میں اس سے ملے۔ وہ ۲۰ بہمن ۹۹۴ھ کو بنگالہ کا پاسبان ہوا زبان کے دل آسے سے اور دست کشادہ سے اس نے دلوں کو صید کیا۔ سب کج گرا افغانوں نے اطاعت اختیار کی اور شورشوں کی گرد بالکل بیٹھ گئی۔ زیردستوں کو آسودگی ہوئی۔ عیسیٰ کی کین توزی کے سبب ملک بھائی کوتعلیکاہ روانہ کی۔ صادق خاں نے جو ملک آشتی کے سبب سے دیدیا تھا وہ لے لیا۔ بندر جاٹ گانو تک قبضہ ہوگیا۔ عیسیٰ نے بہت سے تحائف بھیج کر لابہ گری کی اور گذارش کیا کہ معصوم نے اپنی بدبختی سے ناسپاسی اختیار کی تھی اب وہ لرزان ہی چاہتا ہے کہ چند دلوں غائبانہ شائستہ سے پرستاری کرے اور اب وہ اپنے بیٹے کو بھیجتا ہے۔ یہاں جواب ملا کہ بہتر یہی ہے کہ وہ حجاز جاوے اور وہاں سے پھر کر بادشاہ پاس آئے۔ قتلو سے بھی افغان جدا ہو کر شہباز خاں سے آملے اس نے ملک اڈیسہ اسکو دیدیا۔

اڈیسہ اور دکن کے درمیان ایک آباد ملک کوکرہ ہے۔ یہاں کا زمیندار مادھو سنگہ اس سبب سے کہ ایک کوہ دشوار گذار اس پاس تھا بڑا غرور کرتا تھا۔ پادشاہی لشکر نے وہاں جاکر لوٹ مار کی اس نے بھی مالگذاری کا اقرار کرکے اطاعت اختیار کی۔ مرزبان مکھ نے بہت سے ہاتھی اور مال اسباب بھیجکر یک جہتی اختیار کی تعجب ہے کہ امرا بزرگ میں سے سوائے وزیر خاں کے کوئی اور نہ تھا کہ یہ سب کام شائستگی کے ساتھ ہوتے اس دیار میں سب سے زیادہ ضروری اسباب نبرد میں سے نوارہ ہے۔ اسکا بھی انتظار کچھ نہ تھا اور دشمن پاس جنگی کشتیاں بہت تھیں۔

۱۲ امرداد ۹۹۶ھ کو وزیر خاں نے اس دنیا سے انتقال کیا اور اسکی جگہ سعید خاں صوبہ بہار سے بنگالہ میں مقرر ہوا اور راجہ بھگونت سنگہ اور مان سنگہ کو صوبہ بہار میں اقطاع ملیں۔ گھوڑا گھاٹ میں پایندہ خاں جاگیر دار مقرر ہوا۔ جب سعید خاں بنگالہ پہنچ گیا تو شہباز خاں بادشاہ پاس آگیا۔

۹۹۸ھ میں راجہ مان سنگہ کی پیش کش بہار سے بادشاہ پاس آئے

حاشیہ: مهم کوکرہ ۹۹۶ھ — ۹۹۸ھ صوبہ بہار میں راجہ مان سنگہ کا انتظام

صوبۂ بہار میں راجہ مان سنگھ کا انتظام ۹۹۸ھ

اس نے آگہی کو مردانگی کے ساتھ ہدوش اور ہمت کو جدکاری کیساتھ ہم آغوش کیا۔ اس طرف کا بالکل انتظام کرلیا۔ سرکشوں کو فرمان پذیر بنایا۔ پورنمل کیدھوریہ بڑی خود بینی و نخوت فروشی کرتا تھا۔ راجہ چابک دستی کرکے اسکے بنگاہ پر چڑھ گیا۔ اور ناکامی میں وہ اپنے قلعہ کو پناہ سمجھتا تھا اسکو نہ بچاسکا۔ اسکی شورش بدستی افسردگی خمار سے لابہ گری کرکے پناہ مانگی۔ نامور ہاتھی اور منتخب اسباب سپاس گذاری کے ساتھ پیش کیا۔ اپنی بیٹی راجہ کے بھائی چندربھان کو بیاہی۔ پھر راجہ سنگرام کو درست کرنے راجہ گیا وہ فرمان پذیر ہوا۔ ہاتھی اور اس ملک کے تحائف نذر کیئے۔ پٹنہ میں راجہ آیا۔ انت پر چڑھ گر گیا۔ بہت غنیمت جمع کی راجہ کے بیٹے جگت سنگہ نے بھی یہ خدمت کی کہ ناگہانی بنگالہ کے سرکشوں میں سے سلطان قلی قلماق اور کجلنہ نے فتنہ برپا کیا۔ گھوڑے گھاٹ کی راہ سے تاجپور اور پرنیہ کو لوٹا مارا اور دربھنگہ میں آئے۔ فرخ کی ہمت نے یاوری نہ کی وہ پٹنہ میں آیا جگت سنگہ جو قصبہ بہار کا پاسبان تھا پیکار کے لئے آمادہ ہوا۔ فرخ خاں اور اقطاع دار اس کے ساتھ ہوئے۔ جب وہ حاجی پور سے سات کوس پر پہنچے تو غنیم نے اپنے میں لڑائی کی طاقت نہ دیکھی۔ بھاگ گیا۔ تیزی کے ساتھ اُسکا تعاقب کیا۔ اور انکے اندوختوں پر قبضہ کیا۔ راجہ نے نفائس غنیمت اور ۵۴ ہاتھیوں کو بادشاہ پاس بھیجا۔

اُڑیسہ صوبۂ بنگالہ کی سرحد پر واقع ہے۔ بادشاہی کا اس پر قبضہ ۹۹۸ھ

جب راجہ مان سنگہ کی کاروائی سے صوبہ بہار کا انتظام ہوگیا اور گردن کش تابع ہوگئے تو سنہ ۹۹۷ھ کے آخر میں جہارکھنڈ کی راہ سے ملک اُڑیسہ کے فتح کا ارادہ راجہ نے کیا اور بھاگلپور کے نزدیک توقف کیا اور سعید خاں حاکم بنگالہ کو ہمراہ لیا۔ برسات کے قریب آنے سے اور وقت پر یہ کام مقرر کیا۔ سنہ ۹۹۸ھ کے شروع میں بردوان کی راہ سے روانہ۔ پہاڑ خاں۔ بابوی منگلی راے ہیترو اس کو توپ خانہ کے ساتھ بنگالہ سے ساتھ لیا۔ جہان آباد میں بنگاہ بنایا۔ برسات کے ختم ہونے پر یہ خیال تھا کہ سعید خاں و مخصوص خاں اور اور زمیندار ان سے آن ملینگے

قتلو خاں جب پاس اُڈیسہ تھا وہ لشکر شاہی سے بچپیں کوس پر آیا۔ اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا
بہادر کور وہ کو بہت سپاہ کے ساتھ رائے پور بھیجا۔ راجہ نے ایک فوج اسکی مالش کے لئے بسر کردگی
جگت سنگہ روانہ کی۔ بہادر حصاری ہوا اور لابہ گری کی۔ جگت سنگہ نوجوان ناآزمودہ کار کو افسانے
سُنا کر بے پروائی کے خواب میں سُلا یا اور خود قتلو سے مدد مانگی۔ ۲ر خرداد ۹۹۸ھ کو جبوقت جگت سنگہ
بادہ غنودگی سے سرخوش ہو رہا تھا ناگہانی بہادر بہت سا لشکر لیکر اُسپر حملہ آور ہوا اور غالب ہوا۔
قتلو خاں نے جلال خاں کو اور بہت دلاوروں کو بسر کردگی عمر خاں برادر زادہ و میرو پور
کا سود خواجہ عیسیٰ اپنے وکیل کو روانہ کیا۔ ہر چند حمیر زمیندار نے بہادر کی حیلہ سازی
کو اور اسکی یاوری کے لئے لشکر کے آنے کو جگت سنگہ سے کہا مگر اس نے کچھ نہ سُنا ہزاروں
کوشش سے کچھ سپاہ قرولی کے لئے بھیجی۔ غنیم درخت زار میں آیا۔ خیمہ و پرتال کو یہاں
چھوڑ کر پوشیدہ راہ سے چلا۔ غنیم کے جلد چلے جانے نے لوگوں کی غفلت کو اور زیادہ کیا
آخر روز میں غنیم آیا۔ یہاں نہ کوئی تدبیر تھی نہ لشکر میں انتظام تھا۔ بہت سے بے لڑے پراگندہ
ہوگئے۔ کچھ لڑے۔ بیکہ راٹھور مہین داس و نرو چارن نے لڑ کر جان دی۔ پادشاہی لشکر
کو شکست ہوئی۔ لیکن اسطرف بھی عمر خاں و میرو اور پسران ہمایوں قلی مع اوعزیزو نکے
مارے گئے۔ نوجوان مدہوش جگت سنگہ کو حمیر اپنے گھر لے آیا۔ مشہور یہ ہوگیا کہ وہ مرگیا
راجہ نے انجمن رازگوئی مرتب کی اور چارہ گری کے درپے ہوا۔ بہت آدمیوں نے یہ
گذارش کی کہ مناسب یہ ہے کہ سلیم آباد میں جہاں سپاہیوں کا زہ و زاد ہے اُٹھ جائیں
اور وہاں سے آنکر آمادہ پیکار ہوں۔ راجہ نے جواب دیا کہ انکا جانا غنیم کو اپنے اوپر دلیر بنانا
اور رہیم کو برباد کرنا ہے۔ اغروقا کو طلب کیا اور لڑنے کا ارادہ کیا۔ قتلو بیمار تھا۔ شتاب روی
سے دس روز میں پیمانہ عمر اسکا لبریز ہوا۔ خواجہ عیسیٰ نے اسکے چھوٹے بیٹے نظر خاں کو
باپ کا جانشین بنایا۔ اس سے افغانوں کا ہنگامہ کچھ افسردہ ہوگیا۔ لابہ گری اور حیلہ سازی
کرکے وہ آشتی کے جویا ہوئے۔ سپاہ کی نزاردلی اور بارش کی فزونی سے صلح کو تو راجہ نے

قبول کرلیا اور یہ عہد ہوا کہ پادشاہی خطبہ و سکہ جاری ہو اور خدمت گذاری اور فرمان پذیری کے سوا اور کچھ اور خیال نہ کیا جائے۔ جگنناتھ کہ سب سے بڑا پرستش کدہ ہے مع توابع کے خالصہ میں دیا جائے اور دولت خواہ زمینداروں کو کچھ آسیب نہ پہنچایا جائے مخالفوں نے زمانہ سازی اور فریب کاری سے سب شرطوں کو قبول کرالیا۔ بہر شہر پور سنہ ۹۹۹ کو راجہ کے پاس قتلو کو خواجہ عیسیٰ لایا۔ ڈیڑھ سو ہاتھی اور بہت سے منتخب اشیاء پادشاہ کے پیش کش کے لئے روانہ کئے گئے۔ راجہ نے اُسکی دلدہی کی اور خود بہار میں چلا آیا۔

جب تک عیسیٰ خاں زندہ رہا۔ عہد و پیمان برقرار رہا۔ جب وہ مرگیا تو عہد و پیمان ٹوٹ گیا۔ افغانوں نے پرستش کدہ جگنناتھ کو لے لیا۔ ولایت حمیر کو جو پادشاہ کا فرمان پذیر تھا لوٹ لیا۔ راجہ مان سنگہ آشتی سے پشیمان تھا۔ اس نے پادشاہ سے اجازت حاصل کرلی کہ بنگ و بہار کی سپاہ اس خدمت پر نامزد کی جائے۔ ۲۳ آبان سنہ ۱۰۰۰ کو وہ دریا کی راہ سے چلا۔ اور تولک خاں اور امیروں کو خشکی کی راہ پر روانہ کیا۔ مادھو اور لکھی رائے اور زمینداروں کو جھارکھنڈ کی راہ سے بسر کردگی یوسف خاں والی کشمیر روانہ کیا۔ جب سپاہ بنگال میں آئی تو یہاں کا سپہ آرا سعید خاں بیمار تھا۔ راجہ کارطلبی کے سبب سے آگے روانہ ہوا۔ جب سعید خاں اچھا ہوا تو وہ راجہ کے لشکر سے جا ملا۔ اسکے ساتھ اور امرا اور چھ ہزار پانچسو سوار تھے۔ بہت سے ملک پر قبضہ کرلیا۔ تبہ کار افغانوں نے صلح چاہی۔ لیکن اس سبب سے کہ آزمودہ را آزمودن ابلہی است انکے پیغام صلح کو کسی نے نہ سُنا۔ اور انکو پیمان شکنی پر لعنت ملامت کی۔ اگرچہ امراء بنگالہ کہ آشتی کرنے پر راضی تھے مگر مدناپور کے درخت زار میں جو اڈیسہ کے وسط میں ہے غنیم مقیم ہوا۔ ۱۳ فروردین سنہ ۱۰۰۰ کو راجہ نے اپنے ہراول کو اجازت دی کہ ایک سرکوب کو کہ غنیم کے نزدیک ہے لیکر قلعہ بنائیں۔ غنیم نے دریا کے پار آنکر اپنی سپاہ کو مرتب کیا۔ قتلو خاں کے بیٹھے نعیب خاں اور جمال خاں قلب لشکر میں تھے۔ تین ہزار سوار اور پچیس ۲۵ ہاتھی ان کے پاس تھے۔

جرانغار و برانغار میں دو ہزار سوار پچیس ہاتھی اور ہراول میں بارہ سو سوار اور اسی ہاتھی تھے خوب لڑائی ہوئی کچھ دیر تک معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون مغلوب ہوگا اور کون غالب مگر آخر کو بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور دشمن کے تین سو آدمی اور بادشاہ کے چالیس مارے گئے۔

اڈیسہ کا مطیع ہونا سنہ ۹۹۹

جب فتح مند سپاہ نے غلبہ پا کر تعاقب کیا تو دوسرے روز جلیسر میں کہ اُڈیسہ کے منتخب شہروں میں سے ہے وہ آئی۔ ممبر پر خطبہ شاہی پڑھا گیا سکہ نے بادشاہ کے نام سے رونق پائی سعید خاں بنگالہ میں آیا۔ تھوڑے دنوں میں سب زمیندار اسکے مطیع ہوگئے اور اُسکا سارے ملک پر قبضہ ہوگیا۔ راجہ مان سنگہ نے یہاں کے فتنہ کو مٹایا۔ قصبہ بھدرک میں معلوم ہوا کہ پسران قتلو اور خواجہ سلیمان اور امرا، تین سو ہاتھی لیکر قلعہ کٹک میں فراہم ہوئے ہیں یہ ایک حصار انتہا پر شور دریا کے کنارہ پر تھا۔ افغان جنگل میں کہ دریا شور سے ملا ہوا تھا بھاگ گئے اور علاول خاں خاصہ خیل قتلو نے قلعہ آل حوالہ کیا۔ کلکل گھاٹی کے قریب نند راجہ کہ اس سرزمین کا منتخب زمیندار تھا بادشاہی لشکر سے آن کر ملا۔ راجہ رامچندر نے پناہ مانگنے والوں کو سارنگ گڈھ میں راہ دی جب راجہ مان سنگہ کٹک پہنچا تو یوسف خاں حاکم کاشمیر کو اسکے گرد چھوڑ گیا اور خود جگناتھ کی جاترا کو اس قصد سے گیا کہ راجہ رامچندر سے نزدیکی ہو جائے اور فرصت پا کر اس سے دست بازی کرے جو اُس نے سوچا تھا جب وہ عمل میں آیا تو وہ سیلی میں آیا ہر روز لڑائی ہوئی اُس کی نصیحت گذاری سے رامچندر نے فرمان پذیری قبول کی اور اپنے بیٹے بیربل کو پیش کش کے ساتھ روانہ کیا

افغانوں کا بے راہ ہونا سنہ ۱۰۰۱

راجہ کٹک میں پھر آیا اور قلعہ سارنگ گڈھ کے قریب ٹھہرا۔ اسوقت یہ معلوم ہوا کہ پٹھانوں نے جلیسر پر حملہ کیا۔ بابو منگلی نے اپنے اپنے میں لڑنے کی قوت نہ دیکھی تو کنارہ کیا۔ راجہ نے پہاڑ خاں کو بھیجا اس نے جلیسر کو پھر لے لیا اور افغان کو پراگندہ کر دیا۔ سارنگ گڈھ میں جو افغان تھے وہ بھی راجہ پاس حاضر ہوئے ہر ایک کو خسروانی نوازش کا امیدوار کیا۔

جب اُڈیسہ کے سرتابوں نے فرمان پذیری اختیار کی تو راجہ نے اپنی

کاروائی کے سبب سے خواجہ سلیمان و خواجہ عثمان شیر خاں و نصیب خاں کو خلیفہ آباد میں تیول دئے طاہر خاں و خواجہ باقر انصاری کو ہمراہ لیا - اور جو ہر زہ در مکار تھے - انکی جاگیروں کو ضبط کر کے انکو اپنے پاس طلب کیا - یہ جاگیردار ڈر گئے اور فتنہ افزائی کو اپنی دستاویز رہائی سمجھے ۲۷ ربہمن سنہ ۱۰۱۱ کو گورکھپور کے قریب باقر چند ہاتھیوں کو لئے اپنی جاگیر کو جاتا تھا اس کو انہوں نے لوٹ لیا وہ زخمی ہو کر الگ ہو گیا - راجہ نے اپنے بیٹے ہمت سنگہ کو اُسکی مدد کے لئے بھیجا - مگر وہ کچھ تھوڑی دور جا کر اُلٹا چلا آیا - ملک کو افغان لیتے ہوئے بندر سنار گانو کو چلے گئے - کچھ قدرت نہ پا سکے ناکام رہے اور چاند رائے کی بنگاہ پر متوجہ ہوئے - اس نے باپ کے کہنے سے ان کی گرفتاری کا ارادہ کیا - مگر جب دلاور و سلیمان و عثمان نے چار کوس پر دائرہ بنایا یعنی ڈیرہ ڈالا تو اس نے انکو مہمان بلایا - ۵ اسفندریار سنہ ۱۰۱۱ کو وہ اس کے بنگاہ میں آئے دلاور کسی کام کو اُٹھا تھا کہ اُسکو دستگیر کر لیا - سلیمان کو جب معلوم ہوا تو وہ تلوار ہاتھ میں لے کر باہر نکل آیا اور کئی آدمیوں کو مارا - چاند رائے اسکے پیچھے آیا سلیمان کی مدد کو گیا - اس سے سلیمان نے اپنے بچنے اور دلاور کی گرفتاری اور غنیم کے آنے کا حال کہا اس سے ہنگامۂ جنگ برپا ہوا اس بوم میں نوکر اکثر افغان تھے وہ اس گروہ سے ملگئے دونوں لوٹتے ہوئے پھر چاند رائے کے قلعہ میں گئے - اہل قلعہ نے جانا کہ چاند رائے آیا - قلعہ کا دروازہ کھولدیا - اس طرح انکو چیر دستی حاصل ہوئی پھر وہ عیسیٰ زمیندار کی پناہ میں چلے گئے - اور قلعہ اور ضلع کو کیدار رائے پدر چاند رائے کو حوالہ کر گئے -

تئیسویں خرداد سنہ ۱۰۱۱ کو راجہ مان سنگہ نے شیر بیگ تواچی باشی کے ساتھ جو ایک سو ستائیس ہاتھی اور اسباب فتح اُڑیسہ میں ہاتھ آئے تھے پادشاہ پاس بھیجے -

لچھمی نراین کوچ کا مرزبان تھا جسکے پاس چار ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے اور سات سو ہاتھی اور ہزار جنگی کشتیاں تھیں - یہ ملک بڑا آباد تھا - لمبا دو سو کوس اور چوڑا چالیس کوس سے سو کوس تک تھا - مشرق میں دریا برہمپتر - شمال میں پایان تبت و آسام

جنوب میں گھوڑا گھاٹ مغرب میں ترھت سو برس پہلے کشنا یہاں کا راجہ تھا اسکا پوتا بالگسائیں تھا۔ اس نے اکبر کی ستایش میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب کو بیش بہا اسباب کے ساتھ بادشاہ کی نذر میں بھیجا تھا وہ آزاد رہتا تھا۔ پچاس برس کی عمر میں اپنے بھتیجے کنور کو اپنا جانشین کیا۔ اسکے بڑے بھائی شکل گشائیں نے بھائی سے بیاہ کی اجازت کی درخواست کی اس نے بھائی کی محبت کے سبب سے اس درخواست کو قبول کیا بیٹا پیدا ہوا۔ لچھمی نراین اسکا نام رکھا۔ وہ اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوا اس سبب سے پات کنور نے سورش برپا کی۔ لچھمی نراین نے راجہ مان سنگھ کے وساطت سے بادشاہ کی اطاعت کرنی چاہی۔ راجہ مان سنگھ سلیم نگر سے آنند پور گیا۔ اسکا استقبال چالیس کوس سے ہوا۔ ۱۳ اردی ۵ ۱۰۰۰ھ کو ملاقات ہوئی۔ پھر راجہ اپنے گھر لیگیا اور اپنی بہن کی شادی راجہ سے کچھ دنوں بعد دی منبان کوچ بھی حاکم بنگالہ پاس نہیں جاتا تھا سلیمان کررانی اس سے لڑنے گیا مگر ناکام پھرا۔

لچھمی نراین مرزبان کوچ بہار کا مطیع ہو گیا تھا۔ پات کنور کچھ ملک دبا کے اس سے لڑنے گیا بادشاہی لشکر کمبر کردگی جبار خاں و فتح خاں سور اُسکی مدد کو آیا۔ لڑائی ہوئی اور پات کنور کے بہت آدمی مارے گئے اور اسکو شکست ہوئی۔ بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ عیسیٰ زمیندار پات کنور کے یاوری کے لئے روانہ ہوا۔ راجہ مان سنگھ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے ایک شائستہ سپاہ خشکی کی راہ سے روانہ کی اور اپنے بیٹے درجن سنگھ کے ہمراہ سپاہ دریا کی راہ سے بھیجی کہ وہ ان زمینداروں کی بنگاہ کو لوٹے اس لئے کہ خانگی سورش سے بہت نقصان ہوا ہے مگر کسی نے انکو اسکی خبر کردی۔ یہ دریائی سپاہ سب جگہ لوٹ مار کرتی قصبہ کریوہ پر یورش کر رہی تھی۔ کرم پور سے چھ کوس پر عیسیٰ و معصوم نے بہت سی جنگی کشتیاں لا کے بادشاہی لشکر کو ہر طرف سے گھیر لیا لڑنے کے بعد سر گروہ اور بہت سے آدمی مارے گئے کچھ اسیر ہوئے کچھ بچ گئے۔ بادشاہی لشکر کو بھی صدمہ پہنچا مگر مرزبان کوچ نے گزند سے رستگاری پائی۔ عیسیٰ نے دوربینی کی لابہ گری اختیار کی

پات کنور کا شکست پانا اور درجن سنگھ کا مارا جانا ۱۰۰۵ھ

اور جو اسباب لوٹ کر لے گیا تھا واپس کیا۔

شنئہ میں عیسیٰ زمیندار مر گیا۔ راجہ مان سنگھ اجمیر میں گیا مگر ناشناسائی سے اس دور دست ملک میں بیٹھ کر بنگالہ کی پاسبانی کو اپنے ذمہ لیا اور فتنہ اندوزوں کو دولت خواہ جانا۔ عثمان وسجاول اور اور افغانوں نے جو تابع تھے فتنہ اُٹھایا۔ مہاسنگھ و پرتاب سنگھ نے اسکا علاج آسان جانا لڑنے کھڑے ہوئے۔ ۱۸ اردی بہشت شنئہ کو بھدرک میں لڑ کر شکست پائی۔ لشکر شاہی کو صدمہ پہنچا۔ گو سارا ملک بنگالہ ہاتھ سے نہیں گیا۔ مگر کچھ حصہ دشمنوں کو مل گیا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ پسر قتلو کے ساتھ ایک گروہ افغانوں کا بنگالہ میں فساد کر رہا تھا۔ کئی دفعہ راجہ مان سنگھ کے آدمی اُن سے لڑے مگر ہر دفعہ شکست پائی۔ میر عبدالرزاق معموری کہ سپاہ کا بخشی تھا اسیر ہوا۔ جب راجہ مان سنگھ شاہزادہ کے ہمراہ الہ آباد میں آیا تو اُس نے بنگالہ جانے کی اجازت حاصل کی اور رُہتاس میں آن کر سامان درست کیا اور پھر سرکشوں کی مالش کے لئے آیا۔ شیر پور کے قریب دونوں لشکر قلعہ بنا کے آمنے سامنے ہوئے۔ غرہ اسفندیار مذ ۹ شنئہ کو کچھ لڑائی ہوئی۔ باغی پراگندہ ہوئے میر عبدالرزاق ایک ہاتھی پر سوار تھا گلے میں طوق تھا۔ پاؤں میں زنجیر تھی۔ ایک آدمی متعین تھا کہ اگر شکست ہو تو اسے مار ڈالے۔ لیکن وہ لڑائی میں بندوق سے مارا گیا۔

اب کی دفعہ باغیوں کا بہت نقصان جانوں کا ہوا اول راجہ مان سنگھ ولایت ڈھاکہ میں گیا۔ کید رائے یہاں کے مرزبان کو امید وبیم کی باتیں بنا کر مطیع کیا۔ پھر جب اسکو معلوم ہوا کہ جلال کھکرہ وال قصبہ آگرہ و مالیرہ کو مار رہا ہے سوداگر اور رعیت اس سے حیران ہو رہے ہیں تو اُس نے خواجہ باقر انصاری کو گھوڑا گھاٹ میں مہاسنگھ پاس بھیجا کہ اسکے ساتھ اتفاق کر کے سوزش کو مٹائے۔ جب مہاسنگھ کہکرہ میں آیا تو جلال خاں دریا، مندری سے گذر کر پانچ ہزار جنگی پیادوں اور پانچ سو سواروں کے ساتھ نمودار ہوا مہاسنگھ نے بے تامل دریا میں گھوڑا ڈالدیا۔ دریا کا کنارہ بلند تھا۔ گھوڑوں کا اُس سے

نکلنا دشوار تھا۔ کچھ ہمراہی آب نیستی میں غرق ہوئے۔ اور بہت سے باہر آئے اور انہوں نے مخالفوں کے خرمن ہستی میں آگ لگائی اور جلال خاں ہوا کی طرح اڑ گیا۔ مہاسنگہ کو جب اس سے فراغ ہوا تو قاضی مومن کے فتنہ دور کرنے پر متوجہ ہوا وہ پرنیہ کے نواح میں لوٹ مار کر رہا تھا اس نے ندی کے کنارہ پر قلعہ بنایا تھا۔ بھاگنے کے فکر میں تھا کہ لشکر آیا تو وہ اپنا زہ وزاد کشتی میں لیکر اس طرف بھاگا۔ مہاسنگہ نے اسکے تعاقب میں پانچ سو سوار بھیجے۔ وہ جزیرہ میں آیا۔ جنگل اپنوں ہی سے فوج شاہی کا نشان برقرار نہ تھا۔ وہ پراگندہ ہوگئی تھی۔ ہر طرف سے اس جزیرہ پر چڑھتی تھی۔ قاضی مومن اسلئے انکو تھوڑا سا سمجھتا تھا اور لشکر سے اسکو خبر نہ تھی انسے لڑتا تھا۔ یہ خوف تھا کہ بادشاہی لشکر شکست پائے۔ مگر قاضی مومن گھوڑے سے گرا۔ اور وہیں کشتہ ہوگیا۔ عثمان نے دریا برم پتر سے عبور کرکے بازبہادر قلماق تھانہ دار کو بھگایا وہ بھوال میں آیا۔ راجہ مان سنگھ ایک رات دن میں بھوال میں آیا۔ دوسرے دن آب بہار پر دشمن سے لڑنے کو تیار ہوا۔ لڑائی میں بہت افغان مارے گئے اور بادشاہی لشکر کو بہت اسباب اور نوارہ اور توپ خانہ ہاتھ لگا یہاں کے تھانہ کو استوار کرکے راجہ ڈھاکہ میں آیا اور ایک جماعت سپاہ کو حکم دیا کہ آب اچھامتی سے گذر کر عیسیٰ وکیدرائے مرزبان بکرم پور وسرمہر کی مالش کریں افغانوں نے داؤد پسر عیسیٰ وزمینداروں سے اتفاق کرکے گذرگاہوں کو بند کیا اور لڑنے کو تیار ہوئے اور چند روز بادشاہی لشکر کو اُن سے اُترنے نہیں دیا۔ راجہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ ڈھاکہ سے شاہ پور گیا۔ یہاں سے پہلے لشکر کو کمک پہونچی جب دیکھا کہ یہ کام اس لشکر کی طاقت سے باہر ہے تو وہ خود گیا اور ہاتھی پر سوار ہوکر بے محابا دریا سے پار گیا۔ جس سے سب آدمی اُسکے قوی دل ہوکر مردانگی سے دریا میں تیرنے لگے دریا سے پار جاکر غنیم کو شکست دی۔ گروہ مخالف بھاگا۔ راجہ نے اُن کے پیچھے سفر کرکے برہانپور اور ترہ میں توقف کیا۔ شیر خاں بومی بھانکے راجہ

سے ملنے آیا۔ یہاں سے وہ سہرہرپور و بکرام پور میں گیا۔ داؤد و کل افغان حدود سُنار گانوں بھاگ گئے۔ راجہ اپنے غنیم سے خاطر جمع ہو کر ڈھاکہ میں آیا۔

بنگالہ میں ایک فتح ۱۰۱۲ھ

سرحد بنگالہ کے نامور بومیوں میں کیدار تھا۔ زبردست نوارہ لیکر زمیندار مکھیر کا وہ یاور ہوا اور تھانہ سری نگر پر زور ڈالا۔ راجہ مان سنگھ کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ توپ خانہ لیکر اس بر گشتہ پر پہنچا نگرسور کے نواح میں بڑی لڑائی ہوئی۔ شاہی لشکر نے غنیم کے بہت آدمیوں کو مارا اور باقی کو بھگا دیا۔ کیدار تیر و تفنگ سے زخمی ہو کر بھاگا جاتا تھا کہ گرفتار ہوا۔ راجہ کے پاس آتے ہی مرگیا۔ پھر راجہ بھوال میں عثمان افغان کے لئے تیار ہوا۔ مکھیر زمیندار نے بھی سورش مچا رکھی تھی اسکے دفعہ کرنے پر متوجہ ہوا۔ یہ زمیندار تو مقابلہ نہ کرسکا۔ اپنے ملک کو بھاگا راجہ پھر عثمان کیطرف متوجہ ہوا وہ بھی بھاگ گیا۔ غرض راجہ کو ان حدود کی طرف سے سب طرح اطمینان ہوا اور تھانوں میں منتخب کاروان تھانے دار مقرر کردئے خود ڈھاکہ میں چلا آیا۔

ان سب لڑائیوں کا انجام اور نتیجہ

بنگال اور بہار دونوں ملکوں کی حالت ایسی تھی کہ وہاں امن و امان کا مستقل طور پر قایم رہنا دشوار تھا۔ اوّل وہاں اسباب بغاوت کی کمی نہ تھی۔ دوم جنوب کا بھاری جنگلی خطہ اور شمال کے پہاڑ اور جنگل اور سمندر کے آس پاس کی دلدلیں اور جنگل باغی مفسدوں کے ایسے ٹھکانے تھے کہ وہاں سے انکو رفع دفع کرنا نہایت مشکل تھا۔ سوم جب مغلوں نے ہندوستان بالا کو فتح کیا اور پٹھانوں سے سلطنت کو چھینا تو ان میں سے جن افغانوں نے مغلوں کی اطاعت اور ملازمت نہیں پسند کی وہ سب کے سب ان ملکوں میں چلے آئے ان کی کثرت سے یہ ملک ہندوستان کا افغانستان بن گیا۔ وہ اکبر کی سپاہ سے پندرہ برس تک لڑتے جھگڑتے رہے۔ وہ خاکستر کے نیچے کی چنگاریاں تھیں کہ جب ان کو ہوا لگتی تو وہ چمکنے لگتیں۔ مگر راجہ مان سنگھ نے ان چنگاریوں کو ایسا ٹھنڈا کیا کہ پھر وہ نہ چمکیں۔ سترہ برس میں بیسیوں لڑائیوں کے بعد صوبجات بنگالہ اور اڑیسہ و بہار بالکل قبضہ شاہی میں آگئے۔

مہمات و معاملات گجرات

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ گجرات کی تسخیر میں مرزاؤں کا حال کیا ہوا۔ ہر ایک بادیۂ ادبار میں سرگرداں ہوا۔ گلرخ سلطان بیگم اپنے خورد سال بیٹے مظفر حسین مرزا کو دکن میں لیگئی مگر یہاں بھی اقبال نے یاوری نہ کی۔ اب گجرات کو خالی دیکھکر مرزا کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر اسطرف چلا بادشاہ نے جب یہ سُنا تو اسنے ان امیروں کو کہ خاندیس کی فتح کو گئے تھے حکم بھیجا کہ گجرات کی سورش دفع کرنے کو خاندیس کی تسخیر پر مقدم جان کر اسطرف چلے آئیں مگر اس گروہ نے اس خدمت کے بجالانے کو اپنے حوصلہ سے باہر جانا اور وقت کو یونہیں ٹالا اور آزمندی سے یہ چاہا کہ اس دیار کے حکام سے باتیں بنا کر زر لیں اور مصالحت کا ڈول ڈالیں۔ اس خیانت ملکی سے کہ جس سے بنیاد سعادت کندہ ہوتی ہے اپنے قصر دولت کا بام بلند کریں ع

زہی تصور باطل زہی خیال محال بیجاگڈھ میں بیٹھے ہوئے یہ راگ گا رہے تھے کہ بادشاہ کا فرمان پہنچا تو ہر ایک اپنے اپنے تیول میں گیا

جو سبک سر کوتہ خرد مملکت میں سورش اُٹھاتا ہے اسکو زمانہ ہی خود سزا دیتا ہے کبھی اُسکا مال لٹوا دیتا ہے کبھی اُسکی جان لے لیتا ہے۔ کبھی اُسکے ناموس کی پردہ دری کرکے رسوا کرتا ہے۔ کبھی اس سے اسباب دنیا لیکر عریاں پھراتا ہے۔ کبھی اُسکو سعادت کی راہ پر لا کر اسکی جان سلامت رکھتا ہے۔ کبھی پھر گمراہ کرکے اسکی جان کو برباد کرتا ہے۔ اسکی مثال مظفر حسین کا حال ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔ گجرات میں بادشاہ نے وزیر خاں کو منتظم مقرر کیا تھا وہ سپاہ کے انتظام میں زبردستوں کی آسائش میں اور بدکاروں کے استیصال میں شائستہ طور پر کاربند نہ ہوا۔ اس لئے بادشاہ نے راجہ ٹوڈرمل کو کہ کاردانی اور خدمت گزینی میں یکتا تھا۔ اس دیار میں بھیجا وہ اس سرزمین میں جلد آیا اور اس نواح کی پراگندگیوں کو دور کیا۔ اول سلطان پور اور ندربار میں آیا۔ یہاں کا مناسب انتظام کرکے گیا۔ پھر سورت کی مہمات کو عدالت سے روشن کیا

مظفر حسین مرزا کی شورش اور زوال ۹۸۵ھ

وزیر خاں اور راجہ ٹوڈرمل کی [illegible] مظفر حسین مرزا [illegible] ۹۸۵ھ

بروج و بڑودہ و جا نپانیر کے مشاغل کو سرانجام دیکر احمد آباد میں آیا یہاں
وزیر خاں کے ساتھ متفق ہو کر داد دہی کر رہا تھا کہ سورش برپا ہوئی۔ ابراہیم حسین
مرزا کے نوکروں میں ایک مہر علی کولابی تھا۔ اس نے آدمیوں کو جمع کیا
اور دکن سے گجرات میں خردسال مظفر حسین مرزا کو لایا اور سلطانپور کے گرد فتنے کی
گرد کو بلند کیا۔ شریف خاں کے بیٹے عارف وزاہد بادشاہ سے بیوفائی کر کے
اس سے مل گئے وہ بڑودہ کے نواح میں آیا۔ وہاں کا داروغہ اسکے سامنے نہ ٹھہر
سکا باہر بھاگا۔ ایسا بڑا شہر بے جنگ غنیم کو ہاتھ لگ گیا۔ بازبہادر لڑنے کو آیا۔ مگر
ناسپاس ملازموں کی فرومائگی سے کچھ کام نہ کر سکا۔ وزیر خاں کا ارادہ یہ ہوا کہ احمد آباد
میں قلعہ کے اندر بیٹھے۔ مگر راجہ توڈرمل نے اسکو مرد میدان بنایا اور شہر بند سے باہر
لایا اور بڑودہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس شہر سے چار کوس پر آیا تو شہر کو چھوڑ
کر مخالف بھاگا اور کھنبائت کی طرف چلا۔ لشکر شاہی نے اسکے پیچھے جانے میں آہستگی
کی اسلئے کھنبائت میں وہ سوزش برپا کرنے لگا۔ یہاں کے عامل خالصہ سید ہاشم نے
اول نکلکر خوب دستبرد کی مگر دشمنوں کی کثرت کے مارے آخر قلعہ نشین ہونا پڑا دشمن نے
اُسے گھیرا۔ مگر افواج شاہی پاس آئی تو وہ محاصرہ کو چھوڑ کر جونہ گڈھ کی راہ پر چلا حدود
دولقہ میں امرار شاہی سب آن کر ملے اور سپاہ اسطرح مرتب ہوئی کہ قلب گاہ
میں وزیر خاں اور برانغار میں خواجہ یحییٰ نقشبندی و وجیہ الملک اور جرانغار
میں راجہ توڈرمل و روپ رای گجراتی و شیخ ولی و بیاگ داس افسر مقرر ہوئے۔ غنیم جانتا تھا
کہ بادشاہ کی فوج میں بیدلی اور دورویٔ پھیل رہی ہے جب ہم سے اسکی لڑائی ہوگی تو
بہت سا حصہ اسکا ہم سے آن ملیگا کچھ بھاگ جائیگا اور وزیر خاں و راجہ توڈرمل کی جان جائیگی وہ اس لشکر کی جان
راجہ توڈرمل کو جانتے تھے اسلئے اسکی جان لینے کیلئے زیادہ درپے ہوا۔ وزیر خاں سے لڑنے کے لئے مظفر حسین خاں
نے قدم سست اُٹھائے مگر راجہ سے لڑنے کے لئے مہر علی کولابی بڑی تیزدستی سے آیا

میدان جنگ میں راجہ توڈرمل نے فتح پائی۔ اٹھارہ بڑے بڑے آدمی غنیم کے مارے مگر دست راست پر پادشاہی سپاہ کو شکست ہوئی اور بُری طرح سے وہ بھاگے وہ بھاگے وزیرخاں کی جان پر آن بنی تھی کہ راجہ توڈرمل ہزار دل ہوکر اسکی مدد کو آیا اور غنیم کو پسپا کیا۔ مظفر حسین مرزا نے جونہ گڈھ کو بازگشت کی مگر یہ بازگشت ایسی تھی کہ **بیت**

چناں بازگشتند ہر کس کہ زیست ٭ کہ بر زندگی شان بباید گریست

پادشاہ پاس عریضہ فتح اور غنائم کے برگزیدہ ہاتھی بھیجے گئے۔ پادشاہ اجمیر جاتا تھا کہ لیساور میں راجہ توڈرمل اس کی خدمت میں آیا اور بہت سے سورش منشوں کو جنکا سرغنہ دواہ بیگ تھا ساتھ لایا۔ جنکو عدالت نے قتل کرایا۔ راجہ کو عہدۂ وزارت عنایت ہوا۔

دوبارہ مظفر حسین مرزا کا سورش مچانا اور ناکام رہنا ۹۸۵ھ

خدا کسی کی عقل کو خراب نہ کرے کہ اس سے دُنیا میں ہزاروں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اگر اس خرابی عقل کی بلا سے نجات ملے تو بُری صحبت سے بچے۔ بُروں کی صحبت اچھے اچھوں کو بُرا کر دیتی ہے۔ عقلمند کہتے ہیں کہ آدمی کی طبیعت وزد پنہانی ہوتی ہے۔ خواہی نہ خواہی اپنے دمسازوں کی خو اختیار کرتی ہے جس چیز سے کہ طبیعی نفرت ہوتی ہے۔ ایک مدت میں صحبت کے اثر سے اسکی طرف رغبت ہونے لگتی ہے اسکی مثال مظفر حسین کا حال ہے باوجودیکہ وہ پاک گوہر نیک ذات تھا مگر بُری صحبت سے بُری چال چلا باوجودیکہ وہ اپنے باپ دادا کی بدحالی کو دیکھ چکا تھا مگر وہ اپنی غفلت سے باز نہ آیا۔ مہر علی کے بہکانے میں آگیا جب گجرات سے پادشاہ کی خدمت میں راجہ توڈرمل آگیا تو وہاں فساد اندیشوں نے مظفر حسین مرزا کو اپنی دستاویز بنا کر اول کھنبایت میں اُنہوں نے سوداگران کے مال پر ہاتھ صاف کیا اور بہت دولت جمع کی۔ احمد آباد سے وزیرخاں ان سے لڑنے کے لئے چلا۔ بیرپور کی حدود میں بازبہادر کے آدمیوں کی بیوفائی سے اس کی ہمت ٹوٹ گئی قصبہ سرنال سے وہ لڑنے کے لئے باہر نکلا ہی تھا کہ بہت سے اسکے سپاہی غنیم سے جا ملے جب اسنے اپنے آدمیوں کی بدذاتی اور ناہنجاری دیکھی تو وہ احمد آباد میں

اُلٹا آکر قلعہ نشین ہوا۔ دشمنوں نے اُسکا محاصرہ کیا۔ بہت سے واقعہ طلب اور فرصت جو مخالف سے ملگئے۔ اور ہنگامہ بد اندیشی سرگرم کیا۔ حصار کے اندر بھی مگس طینت آدمیونکا حال کچھ اور ہو گیا وزیر خاں نے ان کا علاج یہ کیا انمیں سے ایک گروہ کو مقید کیا اور دوسرے گروہ کی دلدہی کرکے سرگرم پیکار کیا۔ ہر روز مورچل بدلتا تھا۔ قلعہ کے اندر کے آدمیونکی دو روئی سے وہ عاجز ہو رہا تھا کہ یہ ایک تائید غیبی اسکی ہوئی کہ غنیم نے اندر کے آدمیوں سے سازش کرکے بہت سے سپاہیوں سے حملہ کیا اور قلعہ پر نردبانیں لگا کر چڑھنا شروع کیا۔ قلعہ میں کچھ آدمی داخل ہوکر لوٹنے لگے کچھ ابھی راہ ہی میں تھے کہ مہر علی کے ایک بندوق لگی جس سے وہ فوراً نشانہ اجل بنا۔ اسکے مرتے ہی لشکر اسکا سراسیمہ ہوا اور ندربار کو بھاگ گیا متحصن ہمناک تھی۔ اسلئے دشمن کی فریب آرائی کے گمانسے باہر نہ نکلے جب دوسرے روز پہر دن چڑھا تو وہ باہر آئے

مظفر حسین مرزا گجرات سے بھاگ کر پھر دکن میں آیا اور برار میں بدکیش فتنہ افزوں سے ملکر ہنگامہ آرا ہوا۔ اس ملک کی سپاہ اُس سے لڑی اور اُسنے ہزیمت دی۔ وہ خاندیش میں آیا۔ راجہ علی خاں نے اسکو گرفتار کیا کہ وہ تصرف و تسلط سے باز رہے اگرچہ اصلی مطلب اس گرفتاری سے یہ تھا کہ وہ اپنے ملک کو اسکی سورش سے بچائے۔ مگر اس نے ظاہر یہ کیا کہ اسکو پادشاہی دولت خواہی کا دست مایہ بنائے۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو مقصود دنبہ کے ہاتھ راجہ علی خاں پاس فرمان بھیجا کہ وہ اُس کو درگاہ والا میں بھیجے۔ راجہ علی خاں نے اسکے حوالہ کرنے میں تامل کیا اور شرائط دور از کار پیش کیں۔ بادشاہ نے قطب الدین خاں و فتح اللہ خاں بھیجکر اسکو سمجھایا تو اُس نے انکی ہمراہ کچھ سپاہ کے ساتھ بادشاہ پاس مرزا کو بھجوایا۔ وہ ۲۷ آذر ماہ الہی ۹۹۶ سنہ کو بادشاہ کی خدمت میں پابزنجیر آیا۔ بادشاہ نے اُسے بندیخانہ میں بھیجا کہ پند پذیر ہو

جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ گجرات میں وزیر خاں سے احکام معدلت کی پاسبانی اچھی طرح نہیں ہوسکتی اور داد دہی کی ناروائی سے ملک میں خلل پیدا

مظفر حسین مرزا کا گرفتار ہونا ۹۸۵ سنہ ۲۲ و ۹۸۶ سنہ ۲۳

ہوئے تھے اسکو معزول کر کے ۹۸۸ھ میں شہاب الدین احمد خان کو اس ملک کی حراست سپرد کی وزیر خاں کو مہمات ایدر کے سرانجام کے لئے بھیجا۔

جب سے بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا تھا۔ اعتماد خاں گجراتی خدمات شائستہ بجالاتا تھا بادشاہ نے نوازش فرما کر سرکار پٹن اسکو اقطاع میں عنایت کی اور خالصات گجرات کی آبادی اسکو تفویض فرمائی۔ ہاتھی اور سو گھوڑے اسکو بخشے۔ اور میر ابو تراب کو اندرز گوئی اور صلاح اندیشی کے لئے ساتھ کیا۔ شہاب الدین احمد خاں نے ایک لشکر بسرکردگی مرزا خان کے امیر خاں غوری پر حملہ آوری کے لئے بھیجا کہ سورت کو اُس سے چھین لے مگر اُسکی بے تدبیری اور بزدلی سے کوئی کام نہ ہوا آسان بات دشوار ہوئی وہ ناکام پھرا۔ جب سپہ آرا میں کارشناسائی اور مردانگی سگالش نہیں ہوتی اسکے ماتحت جوانمردوں سے بھی کام نہیں ہوتا۔ ۹۹۱ھ میں گجرات میں شورش برپا ہوئی۔ اگرچہ شہاب الدین احمد خاں و قطب الدین احمد خاں کے ملازموں کی بدگوہری اس فتنہ کا سرمایہ تھا۔ مگر ان دونوں امیروں کی بے پروائی اور کارشناسی اس ناسپاسی کی دستاویز تھی۔ وہ ہرزہ گویوں سے مدارا رکھتے تھے اور غفلت سے ایسے یک جہت یاوروں کے جمع کرنے میں کوشش نہیں کرتے تھے کہ کار اُفتادگی کے زمانہ میں اپنے جوہر ذاتی کو دکھاتے۔

اس دیار کی مرزبانی اعتماد خاں کو سپرد ہوئی۔ تو اعتماد خاں کو مال پرستی و کم فکری سے اور کمک کے دیر میں بھیجنے سے بغاوت کے اسباب جمع ہوگئے۔

۲۳ شہریور ۹۹۱ھ کو فتنہ جویوں نے مظفر شاہ کو احمد آباد میں فرماں روا بنایا۔ ابوالفضل نے تو یہ لکھا ہے کہ مظفر کے باپ دادا کو کوئی شخص نہیں جانتا تھا اسکو ننو کہتے تھے۔ اعتماد خاں نے اُسکو سلطان محمود کا بیٹا بنایا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ ۹۶۷ھ میں گجرات کی مجلس امرا میں اعتماد خاں ایک لڑکے کو

مرزا خاں کا سورت کو بھیجنا ۹۸۹ھ — اعتماد خاں گجراتی کو خدمات — ۹۹۱ھ گجرات میں شورش — ابوالفضل کا لکھنا

جسکا نام ننو تھا لایا اور تقسیم یہ کہا کہ یہ سلطان محمود کا بیٹا ہے۔ اسکی ماں حرم خاص سلطان کی تھی۔ مگر وہ کنیزک تھی۔ جب وہ حاملہ ہوئی تو سلطان نے اسقاط حمل کیلئے اسکو میرے حوالہ کیا۔ پانچ مہینے کا حمل تھا۔ میں نے اُسکو اپنے گھر میں چھپا رکھا اور اُس سے یہ لڑکا پیدا ہوا جسکی میں نے ابتک پرورش کی۔ گجرات کا تخت خالی تھا۔ پس سید مبارک نے اسکے سر پر تاج سلطنت رکھا مظفر شاہ اسکا لقب ہوا۔ اکبر کی فتح گجرات سے پہلے بارہ برس تک وہ سلطنت کرتا رہا۔ رعایا نے اسکو اپنا پادشاہ مانا۔ اول یورش گجرات میں مظفر کھیت میں چھپا پڑا تھا کہ پادشاہ کے آدمیوں نے اُسے گرفتار کرلیا۔ چغتائی کی رسم قدیم کے موافق اسکا سر اُڑانا چاہیئے تھا۔ مگر اکبر نے اسکو لڑکا سمجھکر اس سے آبائی رسم کے خلاف کام کیا اگر وہ اسوقت تحمل کا کارفرمانہ ہوتا اور اسکو گردن سے مارتا تو پھر بڑی خونریزی نہ ہوتی۔ مگر کون جانتا تھا کہ اناج کے کھیت کا پکڑا قیدی جسپر اکبر نے مہربانی سے تبسم کیا ہو چند سال میں ایسا بالغ ہو جائیگا کہ اس کا پادشاہ بن کر اکبر کا ایسا مقابلہ کرے گا۔

بدایونی نے لکھاہے کہ پادشاہ نے تیس چالیس روپیہ اسکا کردیا تھا۔ مرآۃ احمدی اور بدایونی نے یہ لکھا ہے کہ پادشاہ اُسپر ایسا مہربان ہوا کہ اسکو اچھی جاگیر دیدی۔ فرشتہ نے اس جاگیر کا حال نہیں لکھا۔ مگر یہ لکھا ہی کہ اکبر اسپر نظر عاطفت رکھتا تھا۔ جب وہ پکڑا گیا تھا تو کچھ دنوں کرم علی داروغہ خوشبو خانہ کی حوالات میں رہا۔ پھر وہ منعم خانِ خانان کا زندانی بنا۔ بعد ازاں خواجہ شاہ منصور اسکی دیدبانی کرتا تھا مگر اسکی بی پروائی سے ۲۲ جلوس میں وہ بھاگ کر اپنی بنگاہ کیطرف چلا۔ راجہ بیلہ (بلیلہ) زمیندار کی پناہ میں۔ قطب الدین نے اسپر لشکرکشی کی تو وہ جونہ گڈھ کے حواشی میں لونیہ کاٹھی کے پاس مقیم ہوا۔

جب پادشاہ نے اعتماد خاں کو گجرات بھیجا اور شہاب الدین احمد خاں کو اپنے پاس بلایا تو شہاب الدین کے نوکروں کا ارادہ اپنے آقا کی جان گزائی کا تھا۔ مرآۃ احمدی میں لکھاہے کہ یہ انکے ملازم اکثر مرزاؤں کے ملازم تھے

اسکے برباد ہونیکے بعد وہ گورنمنٹ گجرات کے خواہ کوئی ہو ملازمت کرنے کو تیار تھے
ان ملازموں کی یاوری سے مظفرشاہ اپنے گوشہ سے نکلا اور فتنہ پرداز ہوا۔
ارشہر پور کو شہباز خاں نے درگاہ والا کا قصد کیا۔ دوسرے روز شہر میں اعتماد خاں آن کر
مسند آرائے حکومت ہوا۔ عابد بیگ وخلیل بیگ اور اور بدخشی و تورانی امرا دولقہ کی
طرف ناسپاس ہو کر چلے گئے اور ننو کے دستگیر بنے عمر حاجی نے اور آتش فتنہ کو بھڑکایا
یہ حاجی پہلے پادشاہ کا دیوانِ صدارت تھا اور تباہ کاری میں مرزا شرف الدین کا پیشیا بیش تھا
گجرات میں اس نے اعتبار پیدا کر لیا تھا۔ جب یہ ملک فتح ہو گیا تو وہ دکن چلا گیا جب شہاب الدین
احمد خاں یہاں کی دارائی پر سرفراز ہوا تو پہلی آشنائی کے سبب سے حاجی اُس سے آنکر ملا۔ ان سب
بے حقیقت زربندوں کا قول یہ تھا کہ اب جاگیریں تو ہاتھ سے گئیں۔ جب تک دار الخلافہ جائیں
نہیں اور وہاں سے خرچ ملے نہیں اور داغ کا معاملہ درست نہ ہو روٹی ہاتھ آنی دشوار ہے یہی بہتر ہے کہ
ننو کو سردار بنا کر سوزش برپا کریں۔ ہرچند کار آگاہ خیراندیشوں نے اعتماد خاں کو سمجھایا کہ شہاب الدین
احمد خاں ابھی پادشاہ پاس چلا ہے کچھ دور نہیں گیا ہے اسکو اُلٹا بلا کر چند روز اسکی اقطاع اس پاس
رہنے دو۔ یا خزانہ کا مُنہ کھولکر ان سگ نگس طینتوں کا علاج کرو۔ ان چند حرام نمکوں کو جنکا
ہنگامہ ہنوز فراہم نہیں ہوا جلد کام تمام کرو مگر اعتماد خاں نے ایک نہ سُنی
اور یہ جواب دیا کہ شہاب الدین احمد خاں کے نوکروں نے یہ ہنگامہ
برپا کیا ہے۔ آپ سے وہ اس کو مٹائے گا۔ شہاب الدین احمد خاں کچھ تھوڑی
دور گیا تھا کہ بہت سے سرکش جمع ہو گئے اور انہوں نے ننو کی لڑائی کا
آوازہ بلند کیا۔ ناگزیر پہلی رائے جو شہاب الدین کے واپس
بُلانے کی تھی قرار پائی۔ اعتماد خاں اس لئے کہ پیغام
گذاری کا وقت کوتاہ ہو خود چلا گیا کہ جس طرح ہو سکے شہاب الدین
احمد خاں کو واپس لائے۔ ہرچند دیدہ دروں نے اسکو سمجھایا کہ

اس شورش میں شہر کو خالی چھوڑنا آسان کام کو مشکل کرتا ہے مگر یہ سمجھا ناسود مند نہ ہوا وہ رات کو امیر ابو تراب اور نظام الدین احمد کے ساتھ گیا۔ رستہ بھولا مگر صبح کو گڈھی میں آیا۔ اور شہاب الدین احمد خاں سے ملا۔ بعد گفتگو کے اُس کا واپس جانا قرار پایا تمام اسکی درخواستیں مان لیں۔ اقطاع کو اسکے مسلم رکھا دو لاکھ روپے اور اضافہ کیے بہت سے دن اس پیمان و سوگند کی استواری میں لگے۔ شہاب الدین احمد خاں بنہ وبار کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور احمد آباد سے آٹھ کوس پر پہنچا شہاب الدین کمبوہ و میر معصوم بھکری نے پہلے سے آنکر کہا کہ فتنہ اندوزوں کے ہنگامہ میں نو آن ملا۔ اس کا ارادہ کھنبایت جانے کا تھا۔ مگر شہر کو خالی دیکھکراب وہاں وہ جلوہ ریز ہے اور احمد آباد پر چیرہ دستی کر رہا ہے۔ پہلوان علی سیستانی کوتوال شہر مارا گیا۔ آدمیوں کا مال اور ناموس لُٹ گیا اُس کا چارہ یہ سوچا گیا کہ لڑائی ہو۔ صبح ۲۴ کو حوالی عثمان پور میں دریا رسابرمتی کے کنارہ پردہ آئے اور غفلت میں آن کر سو رہے درست اندیش بینوں نے ہر چند کہا کہ شہر میں بڑے ناسپاس پھیل رہے ہیں اور تاراج کی کشائش میں لگ رہے ہیں ایسی حالت میں صفیں آراستہ کر کے اس شہر کے او باشوں کو مارنا چاہیے جس سے شورش دور ہو اور مراد پوری ہو۔ مگر امرا نے سہل نگاری کر کے کچھ نہ سُنا اور یہ سمجھے کہ شہاب الدین احمد خاں پرانا مرزبان ہے استمالت ناموں کے لکھنے سے اس کے نوکر سب آنکر ملجائیں گے یوں ہنگامہ ناسپاسی پراگندہ ہو جائیگا۔ اس سگالش کے سبب سے اعتماد خاں اور میر ابو تراب لشکر سے ایک اپنے اشنا کے گھر چلے گئے۔ شہاب الدین احمد خاں نے اپنے نوکروں کو خطوں سے دلاسا دینا شروع کیا اس عرصہ میں مخالف جمع ہو کر آمادہ پیکار ہوئے اور صف آرائی کا انتظام کیا تو شہاب الدین احمد خاں خواب سے بیدار ہوا۔ سرانجام سپاہ پر متوجہ ہوا۔ مصطفیٰ شیروانی اور حاجی بیگ اوزبک اور بہت سے امرا اپنی سپاہ کو ہمراہ لیکر مخالف سے جا ملے۔ قریب

پانچ سو آدمیوں کے چلے گئے۔ پہلے اس سے کہ لڑائی ہو عثمان پور کے پیچھے سے غنیم آنکر لشکر شاہی پر چڑھ آئے۔ اس لشکر میں سے بہت سے تو غنیم سے جا ملے تھوڑے ایک تہ وزاد کے سنبھالنے میں رہے۔ سات ہزار سواروں سے کچھ زیادہ یہ لشکر تھا۔ اب اس میں سے سوا رچند خویشاوندوں کے کوئی اور نہ رہا ایک نوکر نے شہاب الدین احمد خاں کے شانہ پر تلوار ماری اور بندوق سے اس کے گھوڑے کو گرا دیا وہ زمین پر گرا چند وفاکیشوں نے پھر اُسے گھوڑے پر سوار کیا اور اس آشوب گاہ سے نکالا۔ لوٹ سے دشمن لدے تھے اس لیے اُنھوں نے تعاقب نہیں کیا۔ ۲۵ رکو شہاب الدین احمد خاں و اعتماد خاں و نظام الدین احمد تین سو آدمیوں کے ساتھ پٹن میں جمع ہوئے۔ مظفر شاہ (نتو) نے اپنے حسب دلخواہ احمد آباد میں فرمان روائی شروع کی اپنے ملازموں لمبے لمبے خطاب شاہانہ اور بڑی جاگیریں عطا کیں۔ یہ نہ سمجھا کہ خردوں کو بزرگوں دنیا رسوا کرناہی تھوڑے عرصہ میں یہ سب اہل خطاب بے آبرو ہوگئے۔ ان میں سے بعض نے منصب وعلوفہ کی گفتگو میں اپنا چھچھورا پن دکھایا اور بعض نے تیول کی خواہش میں ایک دوسرے کی آب رو کو خاک میں ملایا۔ پاینده محمد سگ کش اور تہمک ایک پر گھات لگانے گئے ان کی دشمنی کی نوبت خونریزی پر آئی۔ مکار تہمک نے اس کی طرف سے شہاب الدین احمد خاں کو خط لکھا اور اُس کے پہرہ دار سے ملکر اپنا کام چلایا۔ مظفر نہ کچھ سوچا نہ سمجھا اس نے پاینده خاں کو پابند کر دیا۔ یہ پادشاہی کی اقبال مندی تھی کہ اسکے لیے دشمنوں نے وہ کام کیا جو اسکے دوستوں سے نہ ہو سکا۔

اسی زمانہ میں شیر خاں فولادی سورت سے آنکر مظفر سے ملا۔ مظفر کو قطب الدین خاں طرف سے تردد رہتا تھا اور اُس کے نوکروں کو بلایا تھا۔ عابد کو اُس نے احمد آباد سپرد کیا۔ اور خود اُس کی طرف گیا اور شیر خاں فولادی کو پٹن کو روانہ کیا اسی شورش میں سید دولت نے کھنبایت میں دست درازی شروع کی۔

خواجہ عماد الدین حسین نے چودہ لاکھ روپیہ بندر سے نکال کر تیز دستی سے قلعہ بروج میں
قطب الدین خاں پاس پہنچا دیا۔ قریب چالیس لاکھ دام کے سید دولت کو ہاتھ آئے۔
جب یہ سرگزشت بادشاہ نے سُنی تو نہم مہر ۲۸ ۹۹۱ھ سید قاسم و سید ہاشم و شیرویہ خاں
اور بہت سے امرا کو بسر کردگی مرزا خاں بیرام خاں رخصت فرمایا کہ سیدھے گجرات
کو جائیں اور سرکشوں کو سزا دیں۔ قلیچ خاں اور نورنگ خاں کو مالوہ جانے کی اجازت
دی کہ اس سرزمین کے امرا کو لیجا کر لشکر گجرات سے ملائیں وہ یکتا دلی و خیر سگالی سے نیکو خدمتی
بجالائیں۔ اور قطب الدین کو فرمان بھیجا کہ اگرچہ اسکی حسب دانی آشوب کے دور کرنے کے
لیے کافی تھی مگر ہم نے حزم اندوزی کے سبب لشکر بھیجا کہ اگر شر و فساد دور نہ ہوا تو وہ
اُس سے کام لے۔

شیر خان فولادی کا مغلوب ہونا ۹۹۱ھ

شہاب الدین احمد خاں و اعتماد خاں و نظام الدین احمد خاں کا ارادہ ہوا کہ پٹن سے
بھاگ کر جالور چلے جائیں اور اس ملک کو بالکل چھوڑ جائیں کہ اس دو دلی میں محمد حسین و
شیخ ابوالقاسم اور اور امرا پندرہ سو سپاہ لیکر کمک کو آئے اور ایکہزار آدمی غنیم سے جدا ہو کر
شہاب الدین احمد خاں سے آن ملے تو پٹن سے جانے کا ارادہ موقوف ہوا۔ اس ہنگامہ میں
راولیہ خاصہ خیل شیر خاں نے قصبہ چوتھانہ میں شورش اُٹھائی۔ بیگ محمد توقبائی
نے مردانگی کرکے اس فتنہ کو مٹا دیا۔ شیر خاں نے یہ سُنکر اپنے داماد حسین کو بہت سے
آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ بیگ محمد نے جنگ میں صلح نہ دیکھی پیچھے ہٹ آیا۔ بادشاہی
امرا اسکی امداد کو آگئے۔ غنیم اس فوج کے شکوہ سے خوف کرکے پھرا تھا کہ بیگ محمد ان سے
جا بھڑا۔ اور سخت لڑائی ہوئی راجپوتوں کی طرح وہ گھوڑے سے اُتر کر لڑا اور قریب تھا کہ
وہ مارا جائے لیکن خواجہ نظام الدین احمد اسکی مدد کو آیا جس سے غنیم کو پراگندگی ہوئی۔
پھر شیر خاں بہت سی سپاہ کے ساتھ لڑنے آیا لشکر شاہی نے تہیدستی سے نالش شروع
کی۔ ناگزیر اعتماد خاں نے لشکر کی آز کا چارہ کچھ کیا۔ خود مع شہاب الدین احمد خاں کے

نگاہ داری کے لیے رہا اور امرا کو لشکر سمیت بسر کردگی شیر خاں اپنے بیٹے کے روانہ کیا۔ لشکر آئین جنگ کے موافق مرتب ہوا۔ ۲۸ آبان سنہ ۹۹۱ھ کو ٹین سے اٹھارہ کوس پر میانہ کے نزدیک آتش جنگ روشن ہوئی۔ لشکر شاہی کے جرانغار کو لغزش ہوئی۔ لیکن حسین خاں مخالف کا سردار برانغار میں مارا گیا اس لیے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور پادشاہی لشکر نے فیروزی پائی اور بہت غنیمت پائی۔ بہت سے باطل ستیز ہلاک ہوئے۔ کار آگاہوں کی سگالش یہ تھی کہ احمد آباد پر ابھی چلے چلیں اور دشوار کار کو آسان کریں لیکن بیہودہ آدمیوں نے اسے قبول نہیں کیا اور اس عزیمت میں یکتائی نہیں ہوئی۔

قطب الدین خاں کا مارا جانا اور قلعہ بروچ و صورت کا ۔۔۔ ۱۰ آبان سنہ ۹۹۱ھ

سب چھوٹے بڑوں کو یہ خیال تھا کہ جب اس دیار میں مرزا خاں پہنچے گا اور قطب الدین خاں اس کے ساتھ ملکر کام کرے گا۔ تو شائستہ طور پر فتنہ کی گرد بیٹھ جائیگی۔ مگر قطب الدین خاں نے ناشناسائی اور خویشتن داری کے سبب سے چارہ گری نہ کی۔ امرا پٹن نے ہر چند اس سے کہا کہ سرکشوں میں منصب و جاگیروں کے باب میں آپس میں جھگڑا ہورہا ہے۔ اور ان کا حال غیر منتظم ہورہا ہے۔ چاہیے کہ چستی و چالاکی سے روانہ ہو تو ناسپاسوں کا ہنگامہ پراگندہ ہوجائیگا اور دشوار کار آسانی سے سرانجام پائیگا مگر اس نے گراں پائی کی کچھ لشکر کی بے سامانی کا عذر کیا کچھ مالوہ کی سپاہ کا انتظار کیا۔ اس عرصہ میں گرد فتنہ بہت بلند ہوئی۔ پادشاہ نے جب اس کو سرزنش کی تو چارہ گری شروع کی۔ اپنے سے پہلے فوج روانہ کی۔ وہ رود بار رہندری سے پار جاکر قصبہ سرنال پر دشمن سے لڑی اور اس کو شکست دیکر شرمسار کیا قطب الدین خاں نے خودسری اور خویشتن بینی سے قلعہ بروج کا پسندیدہ سامان نہیں کیا اور زر بندوں کا دل ہاتھ میں نہیں لایا یونہیں ۸ آبان سنہ ۹۹۱ھ کو بروج سے باہر چلا آیا۔ خیر سگالوں نے اس سے پوچھا کہ اس شورش بزرگ کو آسان سمجھنا اور لشکر کو نہ آراستہ کرنا کس لیے ہے؟

اس وقت ضرور ہی کہ سپاہ کو جو روپیہ نکے لیے دہائی دے رہی ہو اور زبان درازی کر رہی ہو روپیہ دیکر اُس کی زبان کو بند اور اُس کے دلوں کو صید کرنا چاہیے مگر اس نے کچھ نہ سُنا۔ یہاں تک نوبت آئی کہ سلطان مظفر بہت سا لشکر لیکر نزدیک آیا دونوں طرف سے فوجیں آراستہ ہوئیں اس اثنا میں چرکس خاں اور میرک افضال غنیم کی طرف آگئے۔ قطب الدین خاں دیوار بند میں بیٹھا۔ غنیم نے اُس کو چاروں طرف سے گھیرا۔ اس زمانہ میں یہ خبر آئی کہ شیر خاں کو شکست ہوئی جس کا ذکر بیان ہو چکا ہی اس سے مظفر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ لشکر بادشاہی کہیں احمد آباد پر چیرہ دستی نہ کرے اس طرف چلیے۔ مگر یہ لشکر شادمان سے اُلٹا چلا آیا تھا۔ اس لیے وہ حصار کے لینے میں اور دلیر ہوا۔ قطب الدین خاں نے مال پرستی اور جاں دوستی کے سبب سے جانفشانی میں ہمت نہ کی۔ دشمن پاس زین الدین اور سید جلال کو بھیجکر صلح کی خواہش کی اور حجاز مع مال جانے کی درخواست کی مگر اُس نے یہ نہ جانا کہ مال اندوزی آبرو کی پاسبانی کے لیے ہوتی ہی پسندیدہ زندگانی وہی ہی کہ عزت کے ساتھ ہو۔ سپاہی کا آئین یہی ہی کہ زیست ناپایدار کو اپنے خداوند کے کار میں مردانہ وار کام میں لائے۔ اور اس جوانمردی سے جاوید زندگی اور دائمی ناموس حاصل کرے۔ مظفر اس پیغام سے ایسا مغرور ہوا کہ اُس نے زین خاں کو تو ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوایا اور دوسرے کو زندانی بنایا۔ اس شورش سے بھی وہ بیدار نہ ہوا اور خوشامد کر کے عہدنامہ حاصل کیا۔
۱۳ آذر کو مظفر کے پاس گیا اس نے اُس کو اور اس کے بھانجے عماد الدین حسین کو قتل کرایا پھر قلعہ بروج کا محاصرہ کیا۔ خواجہ عماد حسین نے پناہ مانگی کو توال نے قلعہ کی کنجیاں سپرد کیں۔ دشمن کو ۱۹ آذر کو یوں قلعہ بے جنگ ہاتھ آیا۔ اُنھوں نے کھنبایت میں خزانہ شاہی اور مرزبان کا مال لوٹا۔ اور رعیت آزاری اور

بار زگان گیری کو اپنا پیشہ بنایا۔ اس سبب سے یورش گجرات پر پادشاہ کی توجہ ہوئی۔

سلطان مظفر گجراتی کا شکست پانا ۹۹۲ھ

جب مظفر پاس سپاہ اور مال بہت جمع ہوا تو امرا پٹن کا ارادہ ہوا کہ جالور چلیے اور اس ملک کو چھوڑیے۔ اس وقت مرزا خاں لشکر لیکر آ گیا اس سے جانے کا ارادہ موقوف ہوا۔ کچھ امرا کے آنے کے لیے انتظار رہا کچھ کارشناسوں کی مرزہ درانی سے آہستہ سفر ہوا۔ خواجگی طاہر نے مرزا جان سے پٹن کی حقیقت سنائی۔ اُس نے قطب الدین خاں کا حال ظاہر نہ ہونے دیا۔ ۲۰ ردی ۹۹۲/۲۸ ھ کو وہ پٹن کے باہر آیا۔ انجمن مشورہ کو جمع کیا۔ کسی نے کہا کہ جب تک مالوہ کا لشکر قریب نہ آئے یہیں اقامت کرنی چاہیے۔ بعض نے کہا کہ جب تک خدیو عالم تشریف نہ لائیں ہلنا نہیں چاہیے۔ بعض نے کہا کہ سامان کارزار آمادہ ہے۔ کارداں جوانمرد بہت سے ہیں۔ پھر لڑائی میں توقف کرنا کیا ضرور ہے۔ غرض لشکر آئین جنگ کے موافق مرتب ہوا۔ مظفر بہت سا لشکر لیکر احمد آباد میں آیا اور اس کو مرتب کیا۔ عثمان پور میں جہاں پہلی لڑائی ہوئی تھی لڑنے کا قصد کیا۔ توپوں کو شائستہ آئین سے لگایا۔ مصلحت آمیز ساختگی بھی پسندیدگی رکھتی ہے۔ فرمان شاہی جعلی بنایا گیا اور اس میں یہ حکم لکھا گیا کہ ہم فلاں تاریخ لشکر کی کمک کو خود روانہ ہوئے جب تک ہم آنکر نہ ملیں کارزار میں شتابی نہ کرنا اس فرمان کے مشتہر کرنے کے لیے بزم نشاط آراستہ ہوئی سراسیمہ دلوں کو اطمینان ہوا۔ ہمت نفسوں کا قصد اور بڑھا۔ غنیم کو خوف پیدا ہوا۔ اولیائے پادشاہی نے اس خیال سے کہ ہم سے لشکر مالوہ ملجائے اور مخالف کی نبرد گاہ بدل جائے پادشاہ کے آنے کا مژدہ لوگوں کے دلنشین کیا وہ دشمن کے روبرو سے ہٹ کر سرکیچ کو چلے ۶ ربہمن کو وہاں پہنچے۔ جنگ کا مقام تجویز کیا جس کے ایک طرف شہر تھا اور دوسری طرف دریا اس دلکشا جگہ کو شاخ بندی (درختوں کی ٹھنی لگاکے)

کرکے استوار کیا۔ مظفر اس طرف روانہ ہوا اُس کے ایک گروہ نے بادشاہ کے لشکر پر شبخون مارا مگر ناکام رہا۔ صبح کو لشکر شاہی نے اپنے خاریست کو مٹی کی دیوار سے مستحکم کیا۔ غنیم کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں بادشاہ نہ آجائے اور لشکر شاہی سے لشکر مالوہ نہ ملجائے اس لیے اُس نے لڑائی میں جلدی کی لشکر شاہی کے امرا معرکہ آرائی میں تساہل امرار مالوہ کے انتظار کے سبب سے کرتے تھے مگر اب ناچاری کو لڑنا پڑا۔ مشہور تھا کہ مظفر عقب سے دوسرے لشکر کے روبرو آئیگا۔ اس لیے رائے درگا اس طرف متوجہ ہوا اور سپاہ مرتب ہو کر چلی بیچ میں ایک بڑی جھیل اور ریگستان آئے ہراول نے اُس سے باہر جانے میں دل چرایا۔ مگر التمش نے پیش قدمی کر کے ہراول کی ہمت بندھوائی اس تنگنا کے گزرنے لشکر میں پراگندگی ہوئی اور کئی جگہ لڑائی ہوئی اور سرافشانی اور جان ستانی نے آرائش پائی۔ سید ہاشم بارہ نے سترہ زخم کھا کر جان دی خضر آقا نے بھی خوب خدمات کیں۔ طرفین کے جوان مرد خوب لڑے ہراول اور التمش کے پہلوانوں نے پراگندہ چپقلش کیں۔ جدا جدا گروہ آپس میں لڑ رہے تھے مرزا خاں کے ساتھ تین سو جوان اور سو ہاتھی تھے وہ مظفر سے لڑ رہا تھا جس کے پاس چھیاسٹھ ہزار سوار تھے۔ ہوا خواہ مرزا کو مظفر کے آگے سے پیچھے لیجانا چاہتے تھے مگر وہ کب انکی مانتا تھا اس نے صف شکن ہاتھیوں کو جوش میں لا کر مخالف کے پاؤں اُکھیڑ دیئے اور فتح حاصل کر لی۔ رائے درگا نے غنیم کے پرانتغار میں ہیم پیدا کی ہر کس و ناکس کی زبان پر تھا کہ بادشاہ ایلغار کر کے آگیا۔ مخالف اس خوف کے مارے بن لڑے بھاگ گیا۔ مظفر بھی معمور آباد کی راہ سے دریائے مہندری پر جلد آگیا اور ہر گروہ بے اوسان ہو کر جلد بھاگ گیا۔ تھوڑے مارے گئے بہت سے بے آبرو ہوئے آخیر دن تک یہ ہنگامہ گرم رہا۔ باوجودیکہ بادشاہی لشکر دس ہزار سوار سے زیادہ نہ تھا اور دوسری جانب چالیس ہزار اور ایک لاکھ پیادے تھے۔

نظم

بس اندک سپاہے کہ روز نبرد	ز بسیار لشکر برآورد گرد
کہ در جنگ پیروزی از اختر است	نہ از گنج و بسیاری لشکر است

لڑائی بہت ہوئی تھی اور شام ہونے کو تھی اس لیے تعاقب نہیں کیا گیا۔ پہلی نصرت گاہ میں خدا کا شکر ادا کیا گیا۔ صبح کو احمد آباد میں بزم عشرت آراستہ ہوئی۔ ہر گلی کوچہ میں شادیانے بجائے گئے۔ ۲۵ر کو حدود دگھاٹم پور میں بادشاہ کو اس فتح کی خبر ہوئی۔

مظفر خاں گجراتی کا دوبارہ شکست پانا سنہ ۹۹۲ھ

ایک روز درمیان قلیج خاں و شریف خاں و نورنگ خاں و تولک خاں اور سپاہ مالوہ بادشاہی لشکر سے آن ملی۔ مظفر نے زرپاسی کرکے پھر سپاہ کو جمع کیا اور کھنبایت میں جاکر سوداگروں سے بہت مال لے لیا۔ بہت سے زر بندے اس پاس جمع ہوئے اور رعایا نے اس سبب سے کہ اُس کو اپنے سلاطین پیشین کا فرزند جانتے تھے اس سے وفاداری کی۔ یوں بہت دلیر ہوگیا۔ اولیاے دولت سپاہ کی تہیدستی کی نالش سے اور کارشناس بیدلوں کی بیہودگی سے لڑائی پر متوجہ نہ ہوتے تھے اور بادشاہ کے مقدم ہمایوں کی آرزو کرتے تھے اور خواہش کو فراخ تر کرکے نادرست اندیشی کرتے تھے۔ بادشاہ نے اُن کو بہت نصیحتیں کیں اور سمجھایا کہ بہت جلد یہ فتنہ دور ہو جائیگا جس کا اثر یہ ہوا کہ امرار نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ بہت سے امرار کی رائے یہ تھی کہ سب یکدل ہوکر مظفر کے آوارہ کرنے میں کوشش کریں۔ بعض یہ کہتے تھے کہ پہلا لشکر ابھی کارزار کی محنت اُٹھا چکا ہے وہ آرام کرے۔ تازہ لشکرین قلیج خاں اور نورنگ خاں لیکر اس کام میں دل لگائیں اور احمد آباد میں مرزا خاں اور اور امرار جاکر آبادی ملک میں مشغول ہوں۔ آخر کو اس تدبیر پر سب کا اتفاق ہوا لشکر مالوہ ایک دو منزل چلکر وقت کو ٹالنے لگا۔ مرزا خاں نے سید قاسم زخمی کو اور بعض امرار کو دو ہزار

لشکر کے ساتھ احمد آباد کی حفاظت کے لیے چھوڑا خود کھنبایت کی طرف جو مظفر کی شورش گاہ تھی روانہ ہوا مظفر نے سید دولت کو کچھ سپاہ کے ساتھ دولقہ بھیجا اور پسران اختیار الملک و مظفر شروانی کو معمور آباد کی طرف لڑنے کو روانہ کیا۔ جب سپاہ شاہی مظفر سے دس کوس کے فاصلہ پر آئی تو وہ قصبہ سید میں جو احل ہر یار زمیندار کا بنگاہ تھا چلا گیا۔ شاہی لشکر بڑودہ میں آیا۔ تولک خان کو روانہ کیا کہ سید دولت کو سزا دے کر واپس آئے اور باقی سپاہ مظفر سے لڑنے چلیں۔ ۱۹ اسفندیار مذکور کو لڑائی ہوئی۔ شاہی لشکر غالب آیا گرمی کے سبب سے تعاقب نہ ہوا۔ مظفر نربدہ کے پار قصبہ نادوت میں آیا۔ وہاں سے کوہ جمایتہ میں گیا۔ یہ ایک قریہ احمد آباد سے ساٹھ کوس پر ہے اس کی استواری مشہور ہے تین طرف اس کے پہاڑ ہے اور ایک طرف اس کے جنوب میں رود تاپتی ہے۔ جب لشکر شاہی نادوت میں آیا تو آگے چلنے اور پیچھے ہٹنے اور ٹھیرنے کے باب میں مشورہ کیا گیا ہر ایک نے اپنی دانائی کے موافق رائے دی نادان چپ رہے۔ انھیں دنوں میں تولک خاں شکست دیکر واپس آیا اور ملک مر گیا۔ جو مظفر کا سرمایہ شورش تھا۔ جب لشکر شاہی کی شہرت گرم ہوئی تو مظفر نے بروج میں اس کو اور نصیرا اور چرکس کو چھوڑا تھا قاعدہ ہے کہ دورویاں وہ دل زبان سے دوستی کی باتیں بناتے ہیں اور باطن کی آگہی نہیں رکھتے ہیں۔ ہمیشہ پایندہ خاں مغل کو لک انخ دنامی بھیجا تھا۔ ان میں سے کچھ نصیرا کے ہاتھ آگئے وہ اس کی جان کے پیچھے پڑا اپنے تئیں بیمار بنایا۔ ملک عیادت کو آیا اس کو مار ڈالا۔ اور تین سو تورانی جو اس کے ساتھ تھے۔ اُن کو بھی قتل کر ڈالا۔ تولک خاں نے جب سید دولت کو شکست دیکر باہر نکال دیا اور خود واپس چلا آیا تو وہ کھنبایت آنکر قابض ہوا اور پیلاد کے تاراج کرنے کا ارادہ کیا۔ خواجہ سم بردی تھانہ دار نے مردانگی کرکے عرصہ بنرد کو آرائش دی اور فتحمند ہوا۔ انھیں دنوں میں اتالیق بہادر بھاگ گیا۔ اس یورش

بزرگ میں یہ اوزبک غنیم سے جدا ہو کر لشکر شاہی میں آیا تھا۔ اور میاں بہادر نے
اس کی دولت خواہی کو گزارش کر کے اپنے پاس رکھا تھا۔ جب لشکر شاہی
نادوت میں آیا تو وہ بھاگ گیا۔ میاں بہادر قید ہوا۔ ۲۹ر اسفندارمذ کو
لشکر نادوت سے نکلکر لڑنے آیا۔ مظفر بلند پہاڑ پر چڑھ گیا لڑائی خوب ہوئی۔
لشکر شاہی نے اُس پہاڑ کو لے لیا اور بندوق و توپوں سے خوب کام لیا وہ
ایک جگہ پر قبضہ کرتا اور وہاں سے دوسری جگہ توپیں اور بندوقیں مار کر اُس سے
لے لیتا اس طرح دشمن کو بھگایا اس کے دو ہزار آدمیوں کو مارا اور پانچ سو کو اسیر
کر کے قتل کیا۔ بادشاہ اس فتح نمایاں سے بڑا خوش ہوا اور مرزا خاں کو خانخانان
کا خطاب اور پنجہزاری منصب عطا کیا۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ سید دولت کھنبایت
میں جاکر پھر چیرہ دستی کرنے لگا تھا۔ ہوٹہ راجہ۔ میدانی رائے۔ راجہ مکت من اور اور
راجہ اُس کی سزا کے واسطے نامزد ہوئے۔ پہلے اس سے کہ لشکر اُس کے سر پر
آئے وہ معمورہ پیلاد کو تباہ کر رہا تھا۔ خواجم بردی نے اس کو شکست دی وہ
زخمی ہو کر بھاگا۔ اس کے ہاتھی اور سب اسباب چھن گیا۔ انھیں دنوں عابد
میرک یوسف و میرک افضال اور سرکشوں نے راجہ پیلہ کے کوہستان سے نکل کر
رعیت آزاری شروع کی۔ خانخانان نے آب مندری سے خواجہ نظام الدین کو بھیجا وہ دولقہ
میں آیا سرکشوں کا لشکر پراگندہ ہوا اور بادشاہی لشکر واپس گیا۔

سید دولت کی ابتری و کا جانا ۹۹۲ ۲۹

۱۵ر اردی بہشت ۹۹۲ ۲۹ سنہ کو خانخانان احمد آباد میں آیا ملک کی آبادی اور زیردستوں
کے دلاسے میں مصروف ہوا۔ پراگندیاں کچھ کم ہوئیں۔ مظفر کوہستان راج پیلہ سے
نکل کر ایدر کی طرف گیا۔ پھر کاٹھیوارہ میں پناہ لی۔ بندر کھوکھ میں گمنامی کے
کونہ میں بیٹھا اور اپنے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو ایک گوشہ میں چھپایا۔
شیر خاں فولادی ولایت بگلانہ میں گیا۔ اس سرزمین کا مرزبان اس کی گرفتاری کے

سلطان مظفر کی گمنامی کا زمانہ ۹۹۲ ۲۹

در پے ہوا وہ اپنا مال و منال چھوڑ کر حیلہ بمازی سے دکن کی طرف چلا گیا۔ کچھ سرکش جیسے کہ مہدی سلطان اور خضر خواجہ خاں و پسر مرزا محمد مقیم نقشبندی پادشاہی لشکر سے آن ملے۔ سپید دولت کا تعاقب کچھ کیا گیا اگر زیادہ کیا جاتا تو وہ گرفتار ہوتا۔

جب مظفر خاں کو دوبارہ شکست ہوئی۔ قلیج خاں و نورنگ خاں نے آغاز فروردین ۹۹۲/۲۹ سنہ میں بروچ کے حصار حصین کا محاصرہ کیا۔ اس کی کشائش میں دیر لگی تو خانخانان نے شہاب الدین احمد خاں کو بہت سے آدمیوں کے ساتھ کمک کو بھیجا اور یہ سرکار اسی کی تیول میں مقرر کی۔ اُمرا نے اب سخت کوشش کی۔ ادھر کو بندوقچیوں کا سرگروہ باہر آیا۔ اہل قلعہ کی عاجزی کو بیان کیا اور یہ پادشاہی افسروں سے کہا کہ اگر وہ قلعہ کے دروازہ پر آئیں تو میری طرف کے آدمی دروازہ کو کھول دینگے اور دشوار کار آسانی سے ہو جائیگا۔ یہی کیا گیا جس سے قلعہ فتح ہو گیا۔ نصیرا فکر کرکے مورچل سے باہر چلا گیا اور چرکس بہت سے سرکشوں کے ساتھ مارا گیا۔

ستودہ خو آدمی میں۔ جب تک یہ صفات نہ جمع ہوں وہ افسر فرمانروائی کے قابل نہیں ہوتا۔ اول دریافت والا۔ جس سے حق گزاری اور کردار کی مرتبہ شناسی ہوتی ہے۔ دوم داد دہی کے وقت خویش و بیگانہ دوست و دشمن کو نہ دیکھنا تاکہ بے زر و زور ستم رسیدہ کامیاب ہوں اور بدگوہر مردم آزار کونوں میں چھپتے پھریں۔ سوم خداداد دلاوری کہ ستمگاروں کے شکوہ کے سبب سے دادگری سے باز نہ رہے اور شورشوں کے وقت مستقل رہے۔ چہارم جدکاری جہانبانی میں رات دن کو نہ جانے اور راحت کو محنت سے زیادہ نہ پسند کرے۔ پنجم فطرت عالی اسکے دلمیں سیم و زر کا وزن کچھ نہو۔ بخشش و بخشائش سے زر بندوں کو پرستار بنائے۔ ششم فراخ حوصلگی کشادہ پیشانی سے زمانہ کی ناخوشیوں کو برداشت کرے۔ ناکامی سے غمناک نہ ہو۔ ہفتم دیگر گونگی کیش و مذہب اس کو پاسبانی سے باز نہ رکھے اور گروہا گروہ آدمیوں کو ایمن کرے۔ ہشتم مہر افزونی

قلعہ بروچ کی فتح ۹۹۲/۲۹ سنہ

سلطان مظفر کی بے آبروئی تیسری دفعہ ۹۹۳/۲۹ سنہ

آدمیوں کی ناخوشی سے آزردہ ہو اور خوش خلائی سے چارہ گری کرے تاکہ جگر استاب غاشیہ بندگی دوش پر رکھیں۔ اور ترہت گاہ دولت سے غبار دوئی نہ اُٹھے۔
نہم گزیدہ تدبیر شناسائی کو کردار میں لائے۔ بائستہ وقت کو شائستگی کے ساتھ کرے تاکہ بدکاری کا خاربن اُکھڑ جائے۔ اور آشوب گاہ جہاں آرائش پائے۔ دہم کم آزی خواہش ناہنجار کو پیدا نہ ہونے دے اور عقل کے خلاف کام نہ کرے تاکہ خشم کی چیرہ دستی سے باز آئے اور دولت روز افزوں ہو یازدہم رائے زنی میں اپنی دانش وبنیش پر اعتماد نہ کرے اور کار آگاہوں سے تیز دہش کرے۔ ہر شخص پر راز نہ کھولے اور دیدہ ور خیر سگال سے شرم کو باز نہ رکھے۔ تاکہ اُس کو روزگار گزند نہ پہنچائے۔ اور ہمیشہ خوش رہے۔
دوازدہم تقلید دشمنی۔ ہمیشہ تحقیق دوستی کو اپنا پیشکار بنائے۔ دلیل پرستی کو اپنا شعار رکھے تاکہ بہت سے آدمیوں کو ایک روش خاص پر دیکھکر ڈھل مل نہ ہو جائے۔ اور جستجوی حجت سے صبر نہ کرے مظفر خاں میں یہ خصلتیں نہ تھیں کہ وہ فرماں روا بنتا۔ دولت کی کثرت نے اُس کو دیوانہ بنادیا تھا باوجودیکہ دوبار اُسکے سر پر سنگ وبار لگا۔ مگر وہ اپنی غفلت سے بیدار نہ ہوا اور شورش زیادہ مچانے لگا۔ اپنے اندوختوں کو لٹا کر ہنگامہ آرا ہوا۔ زر بندے اسکے گرد جمع ہوئے۔ قصبہ کونڈل میں جو جونہ گڈھ سے پانچ کوس پر ہے وہ فتنہ جو ہوا اور امین خاں غوری اور جام سے دوستی کا ڈول ڈالا۔ ان بومیوں نے باتیں بناکر اس سے زر لے لیا اور اپنے ملنے کو اور وقت پر ٹالا۔ وہ فرصت کی کمین گاہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت کہ لشکر شاہی واپس آیا اور اس سرزمین کے تیولداروں کو شورش کے سبب سے کم حاصل ہوا اور کچھ پراگندگی ہوئی تو اس کو قابو ملا اور اُس نے فتنہ مچایا خانخاناں نے قلیج خاں کو کارشناسوں کے ساتھ احمد آباد کی پاسبانی کے لیے روانہ کیا اور دو طرف فوجیں نامزد کیں میدنی رائے اور امیروں کو موضع ہدالہ میں دندوقہ سے سات کوس پر چھوڑا اور سرداروں کو شہر سے آٹھ کوس

پر بیراہ بٹھایا۔ سید قاسم کو سادات بارہ کے ساتھ پٹن میں چھوڑا اور ۹۹۳ھ کو نورنگ خاں اور خواجہ نظام الدین احمد کو خود لیکر مظفر کی مالش کے لیے روانہ ہوا۔ وہ مورلی میں زمینداروں کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اور ہر طرف اپنے آدمیوں کو بھیجکر مال جمع کرتا تھا۔ رادھن پور کو لوٹ لیا تھا۔ لشکر شاہی کی خبر سُنکر وہ گھبرائے اور راجوٹ کو کہ ملک کاٹھیواڑہ کا بڑا شہر ہے روانہ ہوا۔ خانخاناں نے لشکر کو چھوڑا اور تیز رو ہوا۔ بیرم گاؤں سے کھری تک ساٹھ کوس میں آبادی نہ تھی۔ پادشاہی لشکر نے آذوق ساتھ لیکر لوٹنا شروع کیا مظفر اُس کے سامنے نہ ٹھیر سکا۔ کوہستان بورہ کی طرف چلا گیا یہ ایک پہاڑ بڑا بلند سمندر کے قریب ہے تیس کوس لمبا اور دس کوس چوڑا ہے اس میں شیریں چشمے رواں رہتے ہیں اور خود رو میوے فراوان ہوتے ہیں۔ اس سے بیس کوس پر دوارکا شمال رویہ ہے اس نواح میں افواج شاہی نے قیام کیا۔ یہاں کے زمیندار لابہ گرائی سے پیش آئے اور اُنھوں نے اپنی دولت خواہی کی دستاویز یہ بات بنائی کہ مظفر یہاں آیا اور ہم اس کے ساتھ نہیں ہوئے۔ امین خاں غوری نے اپنا بیٹا پادشاہ کی پرستاری کے لیے بھیجا وکلا، جام نے عرض کیا کہ مظفر چالیس کوس پر ہے تیز دست آدمی جائیں تو اُسے گرفتار کرلیں۔ خانخانان نے جریدہ تگا پو کی مگر اس کا نشان نہ پایا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ اس سرزمین سے نکل کوہ بورہ میں چلا گیا ہے خانخانان نے لشکر کی چار توپ بنائے اور اس کو چار گوشوں میں بھیجا۔ اس سرزمین کے راجپوت اُس سے کٹ کٹ کر لڑے اور مرمٹے۔ یہ آباد زمین لوٹ مار میں آئی اور پادشاہی لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ مگر سلطان مظفر کا نشان کہیں نہ پایا۔ اس سے جام کی حیلہ اندوزی اور فریب آرائی معلوم ہوگئی۔ مظفر ولایت جام کی طرف گیا اور اپنے بیٹے کو وہاں چھوڑکر خود احمد آباد کی طرف چلا۔ خانخانان نے اُس کے اس طرف جانے پر خیال نہیں کیا بلکہ جام کے سزا دینے کو مقدم جانا۔ جام بھی لشکر لیکر

آیا۔ وہ جانتا تھا کہ مظفر کی خبر سُنکر لشکر شاہی سراسیمہ ہوگا وہ جب چار کوس پر لشکر شاہی سے آیا تو خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ رائے درگا و کلیان رائے کی معرفت اطاعت قبول کی اور اپنے بیٹے جسا کو بھیجا۔ خانخانان نوانگر سے جو اُسکی بنگاہ تھی واپس آیا اور احمد آباد کی طرف چلا۔ مظفر زمینداروں کو ساتھ لیکر اس فوج سے لڑا جو حدالہ میں تھی پرانتی کے نزدیک لڑائی ہوئی اور اس کو شکست ہوئی اور بڑے بڑے مشہور ہمراہی اُس کے مارے گئے اور شورش مٹ گئی۔ خانخانان کو حکم تھا کہ جب گجرات سے اس کی خاطر جمع ہو تو وہ پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو وہ ۸ رتیر ۹۹۳ھ کو چلکر ۲۸ رکو پادشاہ کی خدمت میں آیا۔

پادشاہ کی خدمت میں گجرات سے خانخانان چلا آیا تو مظفر نے میدان کو خالی جانا اور فتنہ اُٹھایا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ احمد آباد کو لے لے۔ جام نے نصیحت کی کہ وہاں جلد جانا نہیں چاہیے اور بزرگ کام کو آسان نہ سمجھنا چاہیے۔ اوّل امین خاں غوری سے خاطر جمع کرنی چاہیے اگر وہ ہمراہ نہ ہو تو اُس کی مالش اول کرنی چاہیے پھر جونہ گڈھ لینا چاہیے۔ میں عمدہ سامان لیکر ملجاؤں گا۔ اور آسانی سے ملک گجرات ہاتھ آجائیگا۔ ان باتوں کو سُنکر اُس نے قصبہ بریلی پر تاخت کی اور امین خاں کی ولایت پر غلبہ پایا۔ اس زمیندار نے کارگذاران شاہی سے گذارش کی کہ مجھ میں لڑنے کی قوت نہیں ہے اگر میری کچھ یاوری ہوگی تو یہ شورش آسانی سے مٹ جائے گی۔ قلیچ خاں خود تو احمد آباد میں نگہبانی کے لیے بیٹھا اور سید قاسم و خواجہ نظام الدین احمد کو اس طرف روانہ کیا اور بیگ محمد توقبائی اور امیر محب اللہ و سید سالم کو پہلے سے روانہ کیا۔ یہ لشکر تین کوس چلا تھا کہ مظفر بھاگ کر کاٹھیواڑہ میں چلا گیا۔ امین خاں کو شاہی لشکر کے آنے سے بڑی تقویت ہوئی اور اُس نے گذارش کی کہ اگر ہزار سوار اور

سلطان مظفر گجراتی کی شورش کا اُٹھنا ۹۹۳ھ

ملجائیں تو میں اس راہ سے مظفر کا تعاقب کروں اور دوسری جانب راہ سے لشکرِ شاہی
اُسکے پیچھے پڑے۔ اسواسطے قلیج خاں و میدلادا اور اور امراء کو اس پاس بھیجا اور دوسری
راہ سے اور سرداران شاہی تیز قدمی سے چلے۔ امین خاں نے قصبہ راجکوٹ کو کہ اسکے
پناہ گاہ تھے لوٹ لیا تو مظفر رن میں چلا آیا۔ یہ رن زمین شورہ زار ہی۔ دریا کا مدوجزر
اس میں رات دن تماشے دکھاتا ہی۔ وہ ڈیڑھ سو کوس لمبا اور تیس کوس سے پچاس کوس
تک چوڑا ہی۔ گرمی میں وہ خشک ہوجاتا ہی۔ میٹھا پانی اس سرزمین میں گذرنے سے شور ہوجاتا ہی
دارالملک کے مزار کے نزدیک اُمراء آئے۔ یہاں امین خاں بھی اُن سے ملگیا اور جام
بھی پیمان کے موافق آیا ان دونوں زمینداروں کو دلاسا دیکر اپنے اپنے ٹھکانے میں
جانے کی امراء شاہی نے اجازت دی اُنھوں نے اپنے فرزندوں کو لشکر کی
خدمت گذینی کے لئے چھوڑا دفعتہً اس طرح شورش مٹ گئی۔ انجام کار خانخانان
بھی آگیا۔ اثناءِ راہ میں سروہی اور جامور کی مہمات کا انصرام بھی کیا رائے سروہی
تو تھوڑے دنوں میں راہ پر آگیا۔ غزنی خاں جاموری نے سرتابی کی۔ جب
دیکھا کہ رستگاری دشوار ہی تو پناہ مانگی اس کو خانخانان ساتھ لیکر چلا آیا۔
جالور اور رن اقطاع میں دیدیئے۔ سروہی کے نزدیک شکار کو گیا۔ گرمی کے
سبب سے درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک شکاری نے گائے پر ستم کیا۔ اس سبب سے
راجپوتوں نے لڑنا شروع کیا۔ خانخانان بھی لڑائی میں شریک ہوا۔ جان پر
آن بنی تھی مگر ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت + اسی کو فتح ہوگئی +

جب مظفر میں پیکار کی نیرو نہ رہی تو اس نے مکاری اختیار کی۔ ایک شخص کو
جس کو ہامانی کا خطاب دیا تھا۔ پنہان احمد آباد میں پہنچا اور اولیائے دولت کو چند
نامے لکھے جس سے مراد یہ تھی کہ اگر خطوط کارپردازوں پاس پہنچ گئے تو ان میں سے

بعض اسکی طرف ہوجائیں گے بعض دورُ دئی کرنے لگیں گے۔ بعض کی ہمت میں خلل ہوگا

یہ نامے پکڑے گئے اور باطل ارادے اُس کے معلوم ہو گئے۔ ہامان کی سیاست کی گئی اُس نے ایک جماعت کو اُدلیا رسلطنت کے جانوں کے شکار کرنے کے لیے مقرر کیا تھا یہ مکر بھی کھل گیا چنانچہ شہباز خاں افغان نے طمع زر میں آنکر مکمل بیگ کو مارا تھا وہ اس نمک حرامی کے جرم میں ہلاک کیا گیا۔

ولایت کچھ کے مرزبان کھنگار کے برادر زادہ پنجاتن نے آدمیوں کو جمع کرکے پیلود کو لوٹنا شروع کیا۔ رائے سنگھ جھالا اُس سے لڑا اور مارا گیا۔ قلیج خاں اور چند امرا احمد آباد میں پاسبانی کے لیے بیٹھے سید قاسم اور نظام الدین احمد میدنی ملے اور اور امرا اس سرکش کی سزا دینے کے لیے دوڑے بادشاہی لشکر کے آنے سے کھسار بری میں سرکش پناہ لے گئے۔ سارا بنگاہ ان کا لٹ گیا۔ جام دکھنکار نے عاجزی شروع کی۔ امرا نے پھر کر بزم نشاط آراستہ کی۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ مظفر باہر آیا اور دولقہ کی طرف فتنہ برپا کیا۔ امرا شاہی اسکے درپے ہوئے تو وہ اسکی جانب چلا۔ تن آسانی کے سبب سے لشکر شاہی نے اسکی شائستہ جستجو نہیں کی۔

پنجاتن وجیا برادر زادگان کھنگار نے مہرا ون عم جام مظفر ارغون سے ملکر ایک شورش مچائی۔ قصبہ رادھن پور کو گھیر لیا۔ رادھن خاں بلوچ اور اور جوانمردوں نے مردانگی اور آگاہی کے ساتھ پاسبانی کی اور دو دفعہ دشمن پر شبخون مارا اور دو روز تک باہر رہ کر سخت لڑائی لڑے سید قاسم و کامران بیگ وراوز سردار مدد کو دوڑے گئے۔ تھوڑے عرصہ میں یہ شہرت ہوئی کہ مظفر گجراتی اور کاٹھیوں نے سر اُٹھایا ہے۔ خواجہ نظام الدین احمد بخشی و خواجہ رفیع اور اور افسر اُس کے پیچھے پڑے اور بیرم گاؤں کی طرف جہاں فتنہ اندوز رہتے تھے نورنگ خاں دوڑا۔ قلیج خاں احمد آباد میں مقیم رہا۔ جب لشکر دس کوس پر غنیم سے پہنچا تو سرکش پراگندہ ہو گئے۔ جب دوسری فوج آن کر ملی تو وہ

پرتال کو چھوڑ کر تیز رفتار ہوئے رن سے گزر کر قصبہ کٹاریہ میں اُنھوں نے اپنا بنگاہ بنایا
بہت اسباب جمع کیا۔ اس ولایت کے سرگروہ بھارہ نے لابہ گری شروع کی۔ اُمرا
اُسے قبول کر کے قصبہ مالیسہ میں شتاب رو ہوئے۔ رن کے ہولناک میدان کو ایک اور
راہ سے طے کیا۔ فتنہ افزا ہاتھ نہ آئے مگر ملک کی لوٹ بہت ہاتھ آئی۔ قصبہ مورلی میں
وہ آئے راہ میں بہت سی آبادیوں کو لوٹا۔ بڑے بڑے سنگروں کو فتح کیا۔ جب لشکر
مورلی میں آیا تو زمینداروں نے پناہ مانگی وزیر خاں نے یہ ملک کھنگار کو دیا تھا خانخانان
نے بھی اُسے دیدیا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ مضافات گجرات میں بگلانہ ایک وسیع ملک ہے جسکی ریاست
مند کو بھرجی کہتے ہیں اسکے بھائیوں نے شور شغب برپا کی۔ اور بھرجی مولیر کے مستحکم قلعہ میں
چلا گیا وہ پادشاہ کا مطیع تھا اسلیے قلیج و خواجہ رفیع انکی مدد کو گئے پہلے اس سے کہ یہ
لشکر پہنچے بھرجی کو دوست نما دشمنوں نے مار ڈالا جو اُمرا رستے گئے تھے اُن سے سرکشوں
نے مدارا کر لی۔ امیر خاں غوری کے چھوٹے بیٹے فتح خاں نے باپ سے لڑنا شروع کیا۔
آلانش تخمہ کو ظاہر کیا مظفر نے بھی اس سے ملکر فتنہ مچایا۔ امین خاں نے اپنے میں لڑنے
کی سکت نہیں دیکھی کنارہ کیا اور اولیاء دولت کو نیاز نامہ بھیجکر یاوری طلب کی۔
نورنگ خاں و خواجہ نظام الدین احمد و میدنی رائے اور اور سردار مدد کو گئے مظفر اس لشکر
سے ڈر کر کوہستان میں چلا گیا اس اندیشہ سے کہ ملک ہاتھ سے نہ نکل جائے اور پسر پدر
آشتی نہ کر لے۔ امین خاں و جام کے بیٹوں کو میدنی رائے جدا کر کے آیا۔ یکبارگی یہ فتنہ بیٹھ گیا
قلیج خاں کی جگہ اسمعیل قلیخاں بھیجا گیا۔ گجرات سے خانخانان بلایا گیا اور خان اعظم مرزا
کوکہ اسکی جگہ بھیجا گیا۔ پھر یہاں سرکشوں نے سر اٹھایا۔ جام ان سرکشوں کا سرگروہ
تھا اس نے سرکشوں کے جمع کرنے میں خوب اہتمام کیا اور مدتوں کے خزانے جمع کیے
ہوئے باہر نکالے اور سلطان مظفر کو سپہ آرائے بنایا۔ دوست خاں پسر امین خاں

خان اعظم مرزا کوکہ کا ... اور مظفر گجراتی کا ... ہونا سنہ ۹۹۹

غوری مرزبان جو ناگڈھ و سورت کو اور کھنگار کچھ کے سردار کو مدد کے لیے بلا لیا۔ پہلے اس سے کہ ان سرکشوں کا ہنگامہ گرم ہو کوکہ وہاں پہنچا اور کچھ سرکشوں کی پروا نہ کی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ انکی حقیقت کچھ نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ بعض سرکشوں نے شورافزائی کی تو پھر وہ سب کام چھوڑ کر اس سرکش کی چارہ گری میں مصروف ہوا قلیچ خاں کے بھائیوں اور اسمٰعیل خاں قلی کے بیٹوں نے جو اس ملک کے بڑے اقطاع دار تھے نامعقول عذر کر کے اُسکی ہمراہی نہ کی۔ اس گروہ کا نہ آنا اچھا ہوا اسلیے کہ سپہ کشی میں جسقدر رجگرا خود سر کمتر ہوتے ہیں اتنا ہی کام شائستگی کے ساتھ بیشتر ہوتا ہے۔ ایک آدمی کی بیدلی ایک گروہ کو اپنی جگہ پر قائم نہیں رہنے دیتی ایک ناہنجار سخن بڑی درہمی و برہمی پیدا کرتا ہے۔ بیرم گاؤں کے نزدیک فتح خاں و چندرسین زمیندار حلود اور کرن پرمال کلانتر مورلی اور بہت سے اور سرکش بادشاہی لشکر سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ نورنگ خاں و سید قاسم و خواجہ سبحان آگے پیچھے گئے یہ لوگ مورلی میں غنیم کے ملک سے پچیس [۲۵] کوس کے فاصلہ پر یونہی پڑے رہے اور صلح کا پیغام دینے لگے اور کچھ کام نہ کیا اور فروتنی اختیار کی سرکشوں نے صلح منظور نہ کی اور لڑنے کا ارادہ کیا۔ کوکلتاش چارہ گری کے درپے ہوا۔ باوجودیکہ بادشاہی لشکر دس ہزار سے کم اور غنیم کا لشکر تیس ہزار سے زیادہ تھا مگر اُس نے سات کوس سے لشکر آراستہ کیا۔ قول میں خرم خواجہ ابوالقاسم دیوان حکیم مظفر اردستانی۔ قرل ابدال اور دو ہزار سپاہ اور برانغار میں نورنگ خاں پندرہ سو سپاہ جرانغار میں خواجہ رفیع محمد حسین۔ شیخ قاضی حسین۔ سید ابوالاسحاق چندرسین اٹھارہ سو سپاہ ہراول میں سید قاسم سید بایزید۔ سید بہادر۔ سید عبدالرحمٰن۔ سید سلیم۔ میر شرف الدین۔ سید مصطفیٰ چودہ سو سپاہ۔ التمش میں سولہ سو سپاہ اور کوکلتاش و کامران بیگ و محمد توقبائی و خواجہ بابا دقادر علی کوکہ مع چار سو سپاہ کے طرح التمش میں گئے۔ جر خاں چھ سو جوانوں کے ساتھ طرح برانغار میں خواجہ بردی

اس قدر دلاوروں کے ساتھ طرح جرانغار۔ دوسری طرف قلب گاہ میں مظفر سپاہ چار ہزار گروہ لوینہ کا کھٹی۔ برانغار میں چار ہزار پانچ سو سپاہ جرانغار میں جام آٹھ ہزار سوار مقدمہ میں آجا پسر جام اور ہانبیہ اس کا چچا اور جسا اور اس کے بھائی چار ہزار پانچسو سپاہ یہ قرار پایا کہ سپاہ آب سے گزر کر ۳۰ تیر ۹۹۹ھ / ۳۶ کو لڑائی ہو۔ مگر جب اس دیار سے گزر ہوا تو ایسا مینھ برسا کہ دو رات دن تک لشکر ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ غنیم کا لشکر بلندی پر تھا اور اولیا ر دولت نشیب میں تھے۔ پانی کی افزونی سے اور آذوقہ کی تنگی سے وہ عاجز ہوئے تھے۔ دو دفعہ شبخون مارا۔ اور ناکام رہے۔ جب سختی حد سے زیادہ ہوئی تو ناچار لشکر نوانگر بنگاہ جام کی طرف سلوک ہوا۔ کہ کہیں روزی ہاتھ آئے۔ ایک آباد گاؤں میں پہنچا۔ وہاں علف اور بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ دشمن بھی لڑنے آئے۔ ۱۴ امرداد ۹۹۹ھ / ۳۶ کو سخت لڑائی ہوئی۔ تیر و شمشیر سے کارد و خنجر پر نوبت آئی۔ غنیم کے راجپوت اپنی آئین کے موافق گھوڑوں سے اُتر کے خوب لڑے۔ لہراون مع بیٹا اور دو پسر و جسا اور پانچ سو رجپوت یک جگہ لڑ کر مرے۔ ظریف خاں وکیل دولت خاں اسیر ہوا۔ جام و مظفر بے لڑے بھاگ گئے۔ دولت خاں زخمی ہو کر جونہ گڈہ میں گیا۔ دو ہزار غنیم کے مارے گئے۔ پادشاہی لشکر میں سو آدمی مارے گئے اور پانچسو سخت زخمی ہوئے۔ اور سات سو گھوڑے تلف ہوئے۔ لشکر شاہی کو فتح ہوئی۔ فیلخانہ اور توپ خانہ اور اور اسباب غنیمت ہاتھ آیا۔

جب مرزا کوکہ نے فتح پائی تو وہ صبح کو نوانگر کی طرف دوڑا اور بہت غنیمت جمع کی۔ جام و مظفر کہسار بر بیرہ میں چلے گئے۔ کوکلتاش نے ان سرکشوں کی مالش کے لیئے توقف کیا اور چارہ گری کے درپے ہوا۔ نورنگ خاں۔ سید قاسم خواجہ سلیمان کو جونہ گڈھ کے قلعہ کی فتح کے لیے بھیجا۔ ارادہ اس کا یہ تھا کہ اس

جونہ گڈہ میں مرزا کا جانا ۹۹۹ھ

سرزمین سے فارغ ہوکر خود قلعہ کی فتح کو جائے۔ لشکر جو بھیجا گیا اُس کو ملک کی ویرانی اور سرگرانِ ارزی سے بہت تکلیف ہوئی۔ افسردگی اور گرانبائی کے ساتھ قلعہ سے نزدیک ہوئے۔ دولت خاں جو زخمی ہوا تھا وہ مر گیا۔ اس لیئے قلعہ کشائی کا ارادہ ہوا۔ اہل قلعہ سے کہا کہ مالک قلعہ مر گیا۔ سپاہ شاہ فتحمند ہوئی۔ اب مناسب ہے کہ قلعہ کی کنجیاں پیماں کی دستاویز پر حوالہ کر دو۔ اہل قلعہ نے جواب دیا کہ کسی معتمد کو بھیجدو کہ جس سے ہم اپنی خواہش ظاہر کر کے دلجمعی کریں۔ اس زمانہ میں معلوم ہوا کہ ایک گروہ کاٹھی نے پڑتال کو لوٹ لیا ہے۔ ناگزیر اس طرف کوچ کیا اتنے میں مظفر بھی وہاں پہنچ گیا۔ اہل قلعہ نے نخوت اختیار کی۔ خان اعظم برآشفتہ ہوا اور قلعہ کی فتح کا ارادہ کیا۔ مظفر باہر آیا اور مشہور ہوا کہ وہ احمد آباد کی طرف جاتا ہے۔ کوکلتاش نے فوج بسرکردگی خرم خواجہ اس کے پیچھے روانہ کی خود چاہتا تھا کہ قلعہ فتح کر دں اتنے میں اس کو معلوم ہوا کہ جام نبگاہ کے قریب جاتا ہے تو وہ بہت جلد اس طرف آیا تو وہ پھر بلایہ گری کرنے لگا۔ اسی زمانہ میں نظر بے اور اُس کے فرزندوں نے شورش برپا کی۔ ناگزیر جام کا عذر قبول کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ انھیں دنوں میں میر ابو تراب و نذر تھے ہیں بادشاہ کے پاس آیا۔ خدمتگزار ملازموں کے لیے خلعت اور گھوڑے اور فرمان لایا۔ مالوہ کے سرکشوں کے بھی دبجانے کا مژدہ آیا۔

کوکلتاش خاں کا ارادہ تھا کہ قلعہ کو فتح کرے مگر ہمراہیوں کی واماندگی سنگ راہ ہوئی۔

مگر جب سپاہ نے آرام لیا تو پھر اس قلعہ کی کشادگی کی طرف خیال ہوا۔ کھوکھن پسر جام اور بہت سے سرکش اس سرزمین کے عاجزی کر کے مطیع ہوئے سومناتھ و کوکہ و منگلو و لیوہ و بیرو غیرہ سولہ بندروں پر بے جنگ قبضہ ہو گیا اس کے بعد جوناگڈھ کے قلعہ کو سپاہ روانہ ہوئی وہ امین خاں غوری کے پوتوں کے پاس تھا وہ بڑا نامور قلعہ تھا اور ولایت سورٹھ سے وابستہ تھا

پہلے فرمانرو ایوں میں سے کسی نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ ۲۲ ر خرداد سنہ ۱۰۰۰ھ سپاہ اُس کے پاس آئی۔ ستره مورچے بنائے۔ نورنگ خاں نے کاٹھی کے گروہ کو سزادی وہ اہل قلعہ کی مدد کرتے تھے۔ آج ہی قلعہ میں آگ لگ گئی اور بہت سا اسباب قلعہ داری جل گیا۔ فرنگی توپ انداز کہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس بیشہ میں جا بک دست تھا سراسیمہ ہو کر خندق میں گرا مگر اہل قلعہ پاس آذوقہ بہت تھا اور جگہ استوار تھی۔ سو توپیں ہر روز چند بار چلاتے تھے اور ہر توپ میں ڈیڑھ من کا گولہ آتا تھا۔ سپاہ تو درماندہ تھی مگر کوکلتاش اُسکی دلدہی کرتا تھا اور سررشتہ کوشش کو نہیں چھوڑتا تھا۔ ایک کوہچہ معلوم ہوا اسپر سرکوب بنایا اور وہاں سے توپ اندازی شروع کی تو اہل قلعہ بیدار ہوئے۔ لابہ گری کرنے لگے۔ تین دن تک لڑائی رہی۔ ۱۷ر شہریور سنہ ۱۰۰۰ھ کو قلعہ نشینوں نے پناہ مانگی اور کنجیوں کے حوالہ کرنے کو اپنی بستگیوں کی کشائش سمجھے۔ سات برس کا لڑکا میاں خاں اور بارہ برس کا لڑکا تاج خاں جو امین خاں کے پوتے تھے اور دستاویز نامور آدمی کو کلتاش خاں پاس آئے۔ اُس نے درست پیمانی کے ساتھ اُن کے مال و جان و ناموس کی پاسبانی کی اور ہر ایک کو اپنی آباد جاگیروں میں خلعت دیکر بھیجدیا۔

جب جونہ گڈھ فتح ہو گیا اور زمیندار مطیع ہوئے تو کوکلتاش نے اپنی ساری ہمت مظفر کی گرفتاری میں صرف کی۔ مظفر سیوا آبادھیل میں چلا گیا وہ ایک بڑی ولایت لار کی ہے اس میں دوار کا کا پرستش کدہ ہے۔ کوکلتاش نے نورنگ خاں اور اُمرا کو اس طرف بھیجا۔ ۱۶ر مہر سنہ ۱۰۰۰ھ کو دوار کا میں پہنچے وہ بے آدیزش ہاتھ آیا۔ یہاں معلوم ہوا کہ مظفر سیوا کے گھر میں بیٹھا ہے۔ قصبہ امرہ میں سنگرام اس زمیندار کا خویش خیرہ سر ہو رہا ہے۔ قادر علی کو اس پرستش گاہ میں چھوڑ کر سپاہ کے دو حصے ہوئے نورنگ خاں تو ایک حصہ کو لیکر مظفر کی مالش میں مصروف ہوا۔ نظام الدین احمد سپاہ لیکر دوسری طرف چلا۔ سنہ بہر کو سیوا کے

مظفر گجراتی کا گرفتار ہونا اور پیش ہونے میں ہلاک کرنا سنہ ۱۰۰۰ھ

بنگاہ پر یہ پہنچے۔ کچھ دیر پہلے سپاہ کے آنے سے مظفر کو مع زن و فرزاد کے کشتی میں بٹھا کر ایک استوار جزیرہ میں پہنچا دیا تھا اور بعد اس کے سیوا خود چلا گیا تھا۔ جب لشکر شاہی آیا تو وہ پھر کر اُس سے لڑنے آیا اور شام تک جنگ میں دونوں لشکر دست و گریباں رہے۔ اس زد و خورد میں سیوا کے ایک تیر لگا اور وہ مر گیا۔ سرکش پراگندہ ہوئے۔ بہت مارے گئے۔ جو سپاہ کہ سنگرام کی مالش کو گئی تھی وہ بھی غالب آئی اور دونوں جگہ سپاہ کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ مظفر ولایت کچھ میں بھاگا۔ بھارا جو اس سرزمین کا کلانتر تھا اس نے مظفر کو یہاں ایک گوشہ میں چھپا دیا۔ ۲۶ آبان ۳۵ سنہ ۱۰۰۱ھ کو خان اعظم جونہ گڈھ سے یہاں آیا۔ اپنے بیٹے عبداللہ کو پہلے بھجوایا۔ نہم آذر کو ۵۵ کوس کو دس کوچوں میں طے کر کے موضع امیران میں آیا۔ جو ملک داور کی خوابگاہ تھا جام مع فرزندوں کے آنکر ملا۔ مرزبان کچھ نے اپنے کار دیدوں کو بھیجا کہ جا کر گذارش کریں کہ میں فرمان پذیری قبول کرتا ہوں اور اپنے بیٹے کو پرستاری کے لیے بھیجتا ہوں کوکلتاش نے جواب دیا کہ اگر اپنی خیر منظور ہے تو مظفر کو حوالہ کر دو یا خود آؤ۔ انھیں دنوں میں لوکن کو جھل بے اجازت اپنی بنگاہ کو بھاگ گیا۔ سپاہ جونہ گڈھ نے اُس کا خان و مان لوٹ لیا اور اُس کے تینوں بیٹوں کو مار ڈالا۔ خان اعظم نے اپنے بیٹے عبداللہ خرم کو اُدھر بھیجا اور خود مورلی سے ۱۳ کوس کو پانچ کوچوں میں طے کر کے موضع چارہ بارہ میں آیا زمیندار سے جو دو باتیں کہی گئیں تھیں ان میں سے کوئی عمل میں نہیں آئی تو کوکلتاش نے یہ چاہا کہ اسکے اقطاع جام کو دیدے پھر اُس نے پیغام بھیجا کہ اگر قصبہ مورلی کہ مدتوں سے اسکے باپ دادا پاس تھا مجھے انعام میں دیدیں تو میں مظفر کو حوالہ کرتا ہوں کوکلتاش نے قبول کر لیا۔ کچھ سپاہ بھیجی۔ ۱۳ ر دے کو وہاں پہنچی۔ زمیندار کے گماشتوں نے مظفر سے کہا کہ ہمارا آپ پاس آتا ہی وہ خوش وقت ہو کر استقبال کو آیا۔ جب وہ نزدیک آیا تو اُس کو گرفتار کر کے لے آئے رات تو رہ نوردی میں

گزری۔ صبح کو خلاف نہ کا بہانہ بناکے ایک جگہ گیا اور استرے سے کہ اپنے پاس پوشیدہ رکھتا تھا اپنا گلا آپ کاٹ ڈالا اور اگر یہ نہ کرتا تو خان اعظم اس کو بادشاہ کے بغیر حکم کے نہ مارتا اور اگر وہ بادشاہ پاس جاتا تو وہ بھی اسکی جان نہ لیتا مگر اسکی غیرت نے یہ خودکشی کرائی اسکے مرتے ہی گجرات کے سب جھگڑے تمام ہوئے۔

مہمات گجرات کا بیان طبقات اکبری اور کتابوں سے گجرات میں خانخاناں کے جانے تک

طبقات اکبری کا مؤلف نظام الدین احمد گجرات میں بخشیگری کی خدمت رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے جو حال اپنی تاریخ میں لکھا ہے وہ زیادہ اعتبار بہ نسبت ابوالفضل کے رکھتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں کا دیکھا ہوا حال نہایت قلیل اللفظ وکثیر المعنی لکھا ہے اور ابوالفضل نے ہزار کوس کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے لکھا ہے۔ سوا اس کے نظام الدین احمد کی برابر معاملات جنگ کو ابوالفضل سمجھتا بھی نہ تھا۔

واقعات ۲۹ سنہ جلوس مطابق ۹۹۱ھ طبقات میں بیان کیا ہے کہ بادشاہ کی خاطر اشرف میں آیا کہ اعتماد خاں گجرات میں مدتوں تک رہا ہے اور گجرات کی آبادانی کا طریقہ اوروں سے بہتر جانتا ہے اگر اس کو ہم گجرات عنایت کریں تو ان بلاد کے حکام جو ہمارے تصرف میں نہیں ہیں یہ دیکھکر ہمارے امیدوار ہونگے۔ اسلیے گجرات کی حکومت اس کو سپرد کی۔ میر ابوتراب کو امین کیا۔ خواجہ ابوالقاسم کو دیوانگری کا منصب دار اور نظام الدین احمد مؤلف طبقات اکبری کو بخشیگری کی خدمت مرحمت کی۔ محمد حسین شیخ و میر ابوالمظفر و میر حبیب اللہ ابواسحاق و میر صالح و ہاشم و بنیاد بیگ و سید جلال بخاری و بیگ محمد توقبائی و میر حبیب اللہ و میر شرف الدین

برادر زادہائے میر ابوتراب کو گجرات میں جاگیردار مقرر کیا۔

اعتماد خاں کو حکم دیا کہ ولایت سروہی کو دیورہ کے سرتابوں سے لیکر رانا کے بھائی جگمال کو کہ دولت خواہوں میں سے ہی حوالہ کرے۔ نظام الدین احمد کے ہاتھ اسکی مدد خرچ کے لیے ایک ہزار اشرفی بھجوائی جب اعتماد خاں جالور میں آیا تو نظام الدین ومیر معصوم بکری و (بھکاری) ومیر بیگ ایشک آغا وزین الدین کنبوہ وپہلوان علی سیستانی کہ احمد آباد کا کوتوال مقرر ہوا تھا اس سے ملے۔ محمد حسین اور اکثر جاگیردار اس سے پیچھے تھے آئے۔ جب جالور سے سروہی پہنچے۔ اور دیورہ کے سرتابوں کو نکال کر جگمال کو غزنین خاں ومحمود خاں جالوری وبجا دیورہ رائسنگہ ولد چندر سین ولد رائے مالدیو کے ساتھ وہاں چھوڑا اور خود احمد اباد کی طرف چلے جب احمد آباد کے قریب اعتماد خاں آیا تو شہاب الدین احمد خاں شہر سے باہر آنکر عثمان پور میں جو شہر کے محلوں میں سے ہی۔ فرد کش ہوا۔ ۱۲ شعبان ۹۹۱ھ کو اعتماد خاں داخل شہر ہوا دو روز کے بعد معلوم ہوا کہ عابد بدخشی امیر بلاق ووفادار ومرزا بیگ وعبد اللہ ومیر محمد بیگ اور ایک جماعت کثیر شہاب الدین خاں کے نوکروں کی جدا ہو کر کاٹھی واڑہ سلطان مظفر گجراتی اور اُس کی ماں کے رشتہ داروں کی طلب میں گئے ہیں وہ یہاں پادشاہی لشکر کے خوف کے مارے چھپا ہوا تھا۔ وہ فتنہ و فساد کا ارادہ رکھتے ہیں اعتماد خاں نے صلاح جانکر ابوتراب نظام الدین کو شہاب الدین خاں پاس بھیجا کہ اس باب میں گفتگو کرے انھوں نے جاکر اس کو سمجھایا کہ جن امیروں کی جاگیریں ضبط کیں ہیں وہ ان کو پھر دیدے یا ان پر پہلے اس سے کہ وہ کسی زبردست کو اپنا سردار بنائیں سخت حملہ کرے۔ اعتماد خاں نے شہاب الدین احمد خاں سے احمد آباد کی مراجعت کے لیے کہا تو اُس نے یہ عذر کیا کہ سفر کی تیاری میں بہت روپیہ خرچ کر چکا ہوں اور میرے آدمی اپنے کنبوں کو ساتھ لیکر شہر سے چلنے میں بہت تکلیف اٹھا چکے ہیں مگر نظام الدین یہ لکھتا ہی کہ شہاب الدین احمد خاں نے

فتنہ انگیزی سلطان مظفر کی اور واقعات گجرات کا بیان۔

یہ جواب دیا کہ یہ جماعت میرے قصد میں تھی اور مدت سے اس کام کا فکر کر رہی تھی اب اس نے اپنے کام پر سے پردہ اُٹھا دیا۔ میری باتوں سے اس کو تسکین نہیں ہو گی اور مجھ سے کوئی امداد متصور نہیں ہے۔ جب نظام الدین نے صورت حال کو اعتماد خاں سے کہا تو اُس نے اسی میں صلاح سمجھی کہ اس جماعت کی تسلی کرے ایک دو آدمی تسلی کے لیئے امرار سرکش کی جماعت پاس بھیجے مگر اس کو تسلّی نہ ہوئی اور وہ آگے کاٹھیاواڑ کو بڑھی۔

مرآۃ احمدی میں لکھا ہے کہ اعتماد خاں نے شہاب الدین سے کہا کہ تم جب تک ٹھہرے رہو کہ بادشاہ نے جو کمک بھیجی ہے وہ یہاں آجائے۔ کئی مراسلات بھیجکر اعتماد نے کوشش کی کہ شہاب الدین چندروز توقف کرے۔ مگر اس نے توقف نہ کیا اور کری میں جو احمد آباد سے ۲۰ کروہ (۴۰ میل) ہے روانہ ہوا۔ ۲۷ شعبان کو خبر آئی کہ باغیوں کی جماعت مظفر کو اور کاٹھیوں کو ہمراہ لیکر دولقہ میں آگئی یہ قصبہ احمد آباد سے ۴۲ میل تھا میر الیشک آقا شہاب الدین پاس خبر لایا کہ وہ قصبہ کری میں توقف کریگا۔ اعتماد خاں و نظام الدین و میر ابو تراب اس کی تسلی کر کے لے آئیں۔ اعتماد خاں آخر روز فرار ہو کر کری کی طرف چلا۔ ہر چند اس کو سمجھایا کہ غنیم بارہ کروہ (۲۴ میل) پر آگیا ہے۔ ۲۰ کروہ (۴۰ میل) حاکم شہر کا جانا مناسب نہیں ہے مگر اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ وہ کری کو اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ شہاب الدین کو سمجھا کر احمد آباد میں لے آئے اس کے ساتھ ابو تراب اور نظام الدین گئے۔ نظام الدین نے اس بات کو چھپایا کہ اس نے حاکم شہر کو دارالحکومت سے جانے پر سخت اعتراض کیئے تھے۔ شہاب الدین خاں کے آنے کو اعتماد بڑا بکار آمد ضروری سمجھتا تھا اس کے برخلاف جو نظام الدین خاں نے سمجھایا وہ کچھ کام نہ آیا۔ شیر خاں پسر اعتماد خاں کو شہر کی حفاظت سپرد ہوئی اور اس کے معاون میر معصوم بھکری اور پسر نظام الدین خاں مقرر ہوئے۔

کری میں شہاب الدین سے باتیں ہوئیں اس رنگ سے اس کی تسلی ہوئی کہ سابق میں اس کی جاگیر میں جو پرگنے تھے وہ چھوڑ دیے جائیں اور دو لاکھ روپئے اُس کو اور دیئے جائیں۔ غالباً یہ روپیہ اس خرچ کی بابت ٹھیرا ہوگا جو اس کا سفر میں خرچ ہوچکا تھا اور جس کی شکایت وہ کرتا تھا۔ غرض شہاب الدین کو راضی کرکے اعتماد خاں کے ساتھ گیا اور قصبہ کری سے احمد آباد کی طرف وہ چلے اس روز کہ اعتماد خاں کری کو روانہ ہوا تھا مظفر گجراتی شہر احمد آباد میں آیا اور شہر کے آدمیوں نے قلعہ حوالہ کیا قلعہ کی دیوار ایک جگہ شکستہ تھی وہ بلا تکلف اس میں سے چلا آیا۔ احمد آباد سے دس کوس پر شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں پہنچے تھے کہ میر معصوم بھکری و زین الدین کنبوہ یہ خبر لائے اس خبر کو سُنکران دونوں نے مشورہ کرکے یہ قرار دیا کہ ابھی ایک روز سے زیادہ نہیں گزرا ہے اور مخالفوں کے کارنے استقامت نہیں پائی ہے اس راہ سے شہر میں جانا چاہیے جس میں سے کہ دشمن داخل ہوا ہے شہر کی طرف متوجہ ہوئے صبح کو عثمان پور میں کہ شہر دریا کے متصل ہے پہنچکر اترے۔ مظفر گجراتی نے شہر سے باہر نکلکر دریا کی ریتی میں صف کشی کی۔ شہاب الدین کے ہاتھ پاؤں پھولے۔ نوکروں کی نا اعتمادی سے صف آرائی کی فرصت نہ ملی کچھ سپاہی کہ اس کے ساتھ رہے تھے حرکت مذبوحی کرکے بھاگ گئے۔

مراۃ احمدی میں لکھا ہے کہ شہاب الدین نے بڑی بہادرانہ کوشش کی مگر اسکے دوسو کے قریب سپاہی بھاگ گئے اسکا گھوڑا زخمی ہوا کئی رشتہ مند زخمی ہوکر اسکے گرد گرے بعض اسکے دوستوں نے اُسکے گھوڑے کی باگ پکڑ اُسکو مجبور کرکے میدان جنگ سے لے گئے۔ اعتماد خاں مع ابوتراب کے لڑائی سے الگ کھڑا رہا اور عثمان پور میں کھڑا تماشا دیکھا کیا اور اس تاک میں رہا کہ کب موقع ہاتھ لگے کہ بھاگ جائے۔ نظام الدین نے اپنے تھوڑے سے آدمیوں سے ہاتھ پاؤں ملے مگر کچھ نہ ہوا اور اسکے بیٹے کے سپاہی کہ اعتماد خاں نے شہر میں محافظت

کے لیے متعین کیے تھے مع خان، وماں کے لُٹ گئے اور شہاب الدین خاں اور اعتماد خاں بھاگ کر نہر والہ میں جو پٹن مشہور ہی ۴۵ کروہ (۹۰ میل) چلے گئے نظام الدین نے یہ سارا حال لکھکر بادشاہ پاس بھیجا بعد تین روز کے محمد حسین شیخ و خواجہ ابوالقاسم دیوان و ابوالمظفر و میر محب اللہ و میر شرف الدین توقبائی اور جاگیرداران گجرات کہ پیچھے رہ گئے تھے پٹن میں پہنچے۔ قلعہ کو مرمت کر کے یہاں استقامت کی۔ سلطان مظفر گجراتی نے ارباب فتنہ وفساد کو خطاب و جاگیریں دیں اور جمعیت بہم پہنچائی۔ شیر خاں فولادی کہ پٹن میں مدتوں حکمراں رہا تھا اور چند سال ولایت سورتھ (سوراشٹر) یعنی کاٹھیوار میں گذر اوقات کرتا تھا دو سو سواروں کے ساتھ مظفر گجراتی پاس آیا۔ اس کو چار ہزار سواروں کے ساتھ پٹن روانہ کیا وہ قصبہ کری میں آیا اور اس نے اپنی سپاہ کو جوتانہ میں کہ پٹن سے ۲۰ کروہ (۴۰ میل) ہے بھیجا۔ لشکر شاہی بھی اس سے غافل نہ تھا۔ اُس سے یہاں نظام الدین آن کر لڑا۔ اور شکست دی۔ میر محب اللہ و میر شرف الدین و بیگ توقبائی کو اور سپاہیوں کی ایک جماعت کو یہاں چھوڑا۔ شیر خاں فولادی خود پٹن سے ۱۸ میل پر آیا اسکو اعتماد کے بیٹے نے پٹن سے آنکر شکست دی۔ احمد آباد پر مظفر کے قبضہ پانے سے جنوب میں بادشاہی آدمیوں کی آمد و رفت بالکل بند نہیں ہوئی تھی۔ زین الدین کنبوہ دار السلطنۃ کے سامنے سے قطب الدین حاکم بروج و بڑودہ کے پاس آگیا۔ اور اسکو ترغیب دی کہ احمد آباد پر جنوب کی طرف سے حملہ کرے۔ دونوں قطب الدین اور زین الدین کے لشکر ملکر بڑودہ تک آگے بڑھے۔ مظفر نے بہت سے لشکر سے اُن پر حملہ کیا۔ قطب الدین اس سے سپاہیانہ نہیں لڑا۔ جنگ میں شکست پائی اور بڑودہ میں متحصن ہوا۔ اکثر اس کے عمدہ نوکر اور آدمی مظفر سے جاملے۔ یہ فسادوں کا دریا تلاطم میں تھا کہ اسمیں سید دولت بھی مچھلی کی طرح تیرنے لگا۔ مراۃ احمدی میں لکھا ہی کہ وہ کلیان رائے حاکم کھنبایت کا ملازم تھا۔ اس نے کچھ اپنا تعلق مظفر سے نہیں پیدا کیا تھا خود سپاہ جمع کر کے کھنبایت کو لیلیا

یہاں کا عامل خواجہ امام الدین حسین کروری تھا۔ بڑودہ کو بھاگا اور شہر کا خزانہ چودہ لاکھ روپیہ اپنے ساتھ لے گیا اور دشمن کے لیے ۴۰ لاکھ دام چھوڑ گیا پٹن کے قلعہ نشینوں کو معلوم ہوا کہ شیر خاں فولادی میانہ میں جو اُن کے مقام سے ۳۰ میل پر ہے آگیا ہے اُن کو ایسا تذبذب ہوا کہ پٹن کو چھوڑ کر جالور میں جانے کا ارادہ ہوا۔ اگر ایسا انھوں نے کیا ہوتا تو مظفر کو گجرات کا حصۂ عظیم ہاتھ لگ جاتا۔ نظام الدین نے اُن کو سمجھایا اور جنگ پر مصر ہوا۔ اعتماد خاں اور شہاب الدین احمد خاں پٹن میں آئے اور اور امرا نظام الدین ساتھ متفق ہوئے۔ جب قصبہ میانہ میں وہ آئے۔ شیر خاں فولادی نے صف آرائی کی پانچہزار سوار مقابلہ میں لایا۔ پادشاہی لشکر دو ہزار سوار کا تھا۔ سخت لڑائی ہوئی شیر خاں نے ہزیمت پائی۔ احمد آباد چلا گیا۔ بہت آدمی اسکے قتل ہوئے۔ لشکر شاہی کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ نظام الدین بجد ہوا کہ احمد آباد میں جانا چاہیے۔ مگر اس کے ہمراہی امرا راضی نہ ہوئے۔

بدایونی لکھتا ہے نظام الدین احمد ہی کی سعی سے شہاب الدین احمد خاں اور اعتماد خاں پٹن میں ٹھیرے ورنہ وہ اپنے تذبذب و تشتر دلی سے جالور میں قرار کرنے پر تیار ہو چکے تھے۔ شیر خاں فولادی کے شکست دینے کے بعد نظام الدین احمد کا بجد ہونا کہ انکا تعاقب کرکے احمد آباد چلنا چاہیے عین صلاح وقت تھا ہنوز قطب الدین کی شکست کی خبر نہیں آئی تھی۔ اس میں سب امرا متفق تھے کہ نظام الدین جانتا تھا کہ اس وقت مظفر کی سپاہ مندری اور نربدا کے درمیان قطب الدین سے لڑ رہی ہے۔ دار الخلافہ اسکی سپاہ سے خالی ہوگا اور فولادی کی سپاہ دو دفعہ شکست پا چکی ہے وہ اور بھی اہل شہر کی ہمت کو شکستہ کرے گی۔ اور سوار اسکے احمد آباد کے لینے سے مظفر گجراتی کا اعتبار بالکل جاتا رہے گا۔

اگرچہ شہاب الدین و اعتماد دونوں سیدھے احمد آباد جانے پر راضی نہ ہوئے۔ مگر نظام الدین کے سمجھانے سے اُنھوں نے اتنا قدم بڑھایا کہ وہ کری میں آئے۔ یہاں وہ بارہ روز اس انتظار میں ٹھیرے کہ سپاہ جو لوٹ کا مال لیکر پٹن میں رکھنے

گئی تھی وہ واپس آجائے یہ سپاہ امیروں کے اشارہ سے گئی تھی کہ ان کی غنیمت کو دیکھکر پٹن کی سپاہ کا بھی دل للچائے۔ اس عرصہ میں خبر آئی کہ قلعہ بڑودہ کو مظفر گجراتی نے فتح کرلیا۔ بڑودھ کا فتح ہونا ایک واقعہ عظیم ہے جس میں وہ واردات ہیں جو مظفر گجراتی کی صفت ذاتی اور اُس کی طرز حکومت کو تبلاتی ہیں جو اُس نے گجرات کے لیے سوچی تھیں اہل گجرات مظفر ہی کو فراخ حوصلہ و عالی ہمت سمجھکر اسی کی طرف رغبت کرتے تھے۔ وہ بھی اکبر کی طرح شجاع تھا اور اپنے ہمراہ وفادار جاں نثار ملازم رکھتا تھا جب قطب الدین بڑودھ کے قریب شکست ہوئی تو وہ قلعہ بڑودھ میں متحصن ہوا۔ یہاں اس کا محاصرہ ہوا۔

مراۃ احمدی میں لکھا ہے کہ مظفر کی سپاہ بیس ہزار تھی۔ قطب الدین نے ۲۲ روز تک اس کا مقابلہ حتی المقدور کیا۔ اس کو اپنے آدمیوں پر اعتبار نہ تھا اور حقیقت میں اسکے نوکر قابل اعتبار بھی نہ تھے۔ چنانچہ ان میں سے دو محمد میرک اور چرکس رومی نے مظفر کو یہ صلاح پوشیدہ تبلائی کہ وہ صلح کرنے کے بہانے سے ان کو اور زین الدین کنبوہ و سید جلال بخاری اور خواجہ یحیٰی اور نورنگ خاں وکیل کو بلائے اور جب وہ آجائیں تو ان کو اور خواجہ یحیٰی کو وہ قید کرلے اور زین الدین اور جلال کو مار ڈالے اور دوسرے روز قلعہ پر حملہ کرے تو قطب الدین کا کوئی سپاہی اس کا مقابلہ نہیں کریگا۔ مظفر نے ان کی تدبیر پر عمل کیا۔ قطب الدین نے ان پانچوں آدمیوں کو بھیجدیا جن کا اوپر نام لکھا ہے۔ مظفر نے زین الدین کو تو آتے ہی ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوایا۔ سید احمد بھکری کی سفارش سے سید خلیل بچ گیا۔ پھر قلعہ اور قطب الدین کو پاس جاکر گھیر لیا۔ قطب الدین نے دیکھا کہ سب اُس کے امرا چلے گئے تو ایک مستحکم مقام میں وہ چلا گیا۔ دوسرے روز مظفر نے یہ قسم کھا کہ وہ قطب الدین کو کوئی گزند نہیں پہنچائیگا۔ یہ عہد و پیمان کرکے اُس کو بُلایا۔ قطب الدین مجبور ہوگیا تھا وہ

منظفر سے ملنے گیا اس نے اُس کی بہت خاطرداری کی اور اپنی مسند پر بٹھایا پیلہ کا زمیندار تروری نے اصرار کیا کہ مہمان قتل کیا جائے مگر منظفر نے اس سے انکار کیا مگر آخر کو تروری نے اور اوروں نے جو اس کے ساتھ تھے منظفر کو قطب الدین کے قتل پر راضی کر لیا وہ اور اُس کا بھتیجا دونوں قتل ہوئے۔ قطب الدین خاں منظفر کے غدر و نقض عہد کو جانتا تھا۔ مگر اجل آگئی تھی دیدۂ بصیرت اُس کا کور ہو گیا تھا۔ اس خبر کو سُنکر نظام الدین اور اور امرار نامدار نے کہ قصبہ کری میں تھے پٹن میں مراجعت کی۔ منظفر بڑودھ سے بروچ میں گیا اور قطب الدین خاں کے متعلقین سے صلح کے ساتھ قطب الدین خاں کا سارا مال اسباب اور خزانہ جس میں دس کروڑ روپیہ (بادام) تھے لے لیا اور چودہ لاکھ روپیہ جو امام الدین حسین کھنبایت سے بروچ میں لے گیا تھا وہ سب اُسکے ہاتھ لگا اور تقریباً تمام گجرات پر قبضہ ہو گیا۔ اُس کا لشکر قریب بیس ہزار کے ہو گیا۔ جس میں مغل افغان۔ گجراتی۔ راجپوت تھے۔

اب آگے حال اُن مہمات کا وہی اور کتابوں میں لکھا ہی جو ابوالفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہی اور میں نے اُس کو اوپر نقل کیا ہی۔

تقدیر و نجوم پر اہل ایشیار جو اعتقادات رکھتے ہیں اس پر اس زمانہ میں اہل یورپ ہنستے ہیں اور اُن کو باطل جانتے ہیں۔ مگر سولہویں سترہویں صدی میں وہ خود بھی تقدیر و نجوم کے قائل تھے اور اس کی بہت سی مثالیں یہودیوں اور عیسائیوں میں ہاں موجود ہیں۔ ان واقعات میں دو باتیں نجوم و تقدیر کے اعتقاد کی واقع ہوں ہوئیں۔ اول قطب الدین خاں کا اپنے تئیں منظفر کے حوالہ کرنا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ تروری اس کا جانی دشمن موجود ہی منظفر کے قول و قسم کا کچھ اعتبار نہ تھا۔ مگر وہ یکا سنی تھا اسلیے مرنے جینے کو تقدیر الٰہی سمجھکر اپنے تئیں دشمن کے حوالہ کیا۔ ایک دوسری بات یہ ہے کہ جب اکبر نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی سلطنت کے دشمن سے خود جاکر لڑے تو اُس نے نیچے اوپر

اہل ایشیا کا تقدیر و نجوم پر اعتقاد

دیکھا۔ نیچے یہ دیکھتا ہے کہ انسان کے حالات میں انقلابات کا تلاطم بر پا رہتا ہی اقبال سے ادبار اور ادبار سے اقبال آتا جاتا رہتا ہے۔ اوپر یہ دیکھتا کہ علی الدوام کواکب اپنے مداروں میں یکساں دورہ کرکے اپنی تاثیر بے تغیر کرتے ہیں۔ اس نے میر ابوالفتح شیرازی سے پوچھا کہ ان کی تاثیرات ہمارے دوست و دشمن کے باب میں کیا کہتی ہیں۔ میر صاحب پادشاہ کے پوچھتے ہی آسمان کی سیر کرنے کو گئے اور وہاں سے آنکر عرض کی کہ اس سال میں دو دفعہ عرصہ پیکار آراستہ ہوگا اور دونوں دفعہ اولیائے دولت کو نشاط فیروزی حاصل ہوگی وہی ہوا جو اُس نے کہا۔ اہل یورپ اسکی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ ابوالفتح شیرازی پادشاہ کے دل کی بات کو سمجھتا تھا کہ اس کا ارادہ گجرات جانے کا ہیں ہی اس لیے اس نے یہ کہدیا جو اوپر بیان ہوا۔ ظل اللہ اس کو سنکر خوش ہوگئے۔ یہ امر اتفاقی ہے کہ جو حکم کیا تھا وہ وقوع میں آیا۔

معاملات پرتگیزوں کے ساتھ جو گوہ میں رہتے تھے

ہم نے پہلے لکھا ہی کہ سورت کا محاصرہ پادشاہ کر رہا تھا تو پرتگیزوں کا ایک گروہ اس کی ملازمت سے مشرف ہوا تھا اس نے اس وحشی گروہ کو اپنے اخلاق سے گرویدہ کیا تھا۔ جب ولایت گجرات ۹۸۳ھ ممالک محروسہ میں داخل ہوئی اور اکثر بنادر اس کے پادشاہ کے قبضہ میں آئے۔ بنادر فرنگ کے حکام پادشاہ کی درگاہ میں التجا لائے۔ اور اپنے ملک کی دستکاری اور ہنرمندی کے اشیا کو پادشاہ کے آگے لائے۔ جن کو دیکھکر پادشاہ کو ایسا شوق پیدا ہوا کہ حاجی حبیب اللہ کو مقرر کیا کہ وہ بہت سا روپیہ ہندوستان کی گزیدہ متاع کو گوہ میں لے جائے اور اس دربار کی عجائب و غرائب اشیا کو یہاں لاکر ہماری طبیعت کو خوش کرے اور اس کے ساتھ بہت سے ایسے دیدہ ور ہنر پیشہ ساتھ کیے کہ رسائی فہم

حاجی حبیب اللہ کا گوہ جانا اور آنا ۹۸۵ھ

وشناسائی کار کے ساتھ شوق کو جدتٔ ساتھ ہم آغوش کرتے تھے تاکہ اس بلاد کی مصنوعات غریبہ کی وہ نقل اُتاریں اور اُس ملک کی صنائع عالیہ کی تحویل ہو جائے۔

میر حاجی ۵ ردے ۲۲ سنہ ۹۸۵ھ کو پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ ایک گروہ کو ساتھ لایا جو نصارا کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ نقارہ اور سرنا ے فرنگی بجاتے تھے وہ پادشاہ کی آستان بوسی سے سربلند ہوئے حاجی نے فرنگ کا اسباب نہایت عمدہ پیش کیا۔ حرفہ گروں نے جو مشکل صنعتیں سیکھی تھیں وہ دکھائیں اور مورد تحسین ہوئے۔ فرنگی اپنے ملک کے عمدہ عمدہ باجے بجاتے تھے۔ خاصکر ارغنون (ارگن) بجاکے سننے والوں کو نہایت خوش کرتے تھے۔

تاریخ بدایونی میں لکھا ہے حاجی حبیب اللہ فرنگستان سے ارغنون لایا (یہ غلط لکھا ہے وہ گوہ سے لایا تھا) وہ ایک بڑا سا صندوق تھا قد آدم۔ ایک فرنگی اندر بیٹھکر تار بجاتا تھا دو باہر بیٹھتے تھے۔ پانچ طاؤس کے پر اس میں لگے ہوئے تھے ان کی جڑوں پر انگلیاں مارتے تھے۔ ان کی آوازوں سے لوگ محفوظ ہوتے تھے۔ فرنگی ہردم کبھی سُرخ کبھی زرد نکلتے تھے اور ایک حال سے دوسرے حال میں ہو جاتے تھے اہل محلس یہ رنگ دیکھکر دنگ ہوتے تھے۔

جب پادشاہ اُدے پور کے قریب آیا تھا تو صوبہ گجرات کے حقائق گذاروں نے پادشاہ کو اطلاع دی کہ حاجیوں کا قافلہ جو روانہ ہوا تھا۔ اس کو بنادر فرنگ کے حکام سے عوام الناس نے ڈرا دیا ہے۔ پادشاہ نے ان کو خرد افزا نصیحتیں کیں اور اعیان دولت نے دلدہی دی مگر اس کا اطمینان نہ ہوا تو قلیج خاں پاس بعض بنادر فرنگ تھے اور وہ اس وقت اس لشکر میں تھا جو ایدر کو فتح کرنے گیا تھا پادشاہ نے اس کو گھوڑے کی ڈاک میں بلاکر ساحل دریا رشور پر بھیجا کہ وہ اس گروہ بیگانہ (فرنگی) کو خدمت پذیر بناکے حاجیوں کے قافلہ کو تسلیمی اور الٰہی جہازوں میں روانہ

بادرونگ کی تحریک سے پادشاہی لشکر کا نامزد ہونا ۹۸۴ھ

کر دیا فرمانروائی کا آئین اعظم کشورستانی اور ملک گیری ہے اس طرز پر شکوہ میں کثرت کی پریشانی و خدمت کی آسائش میں آجاتی ہے۔ پراگندگی انتظام کی صورت پکڑتی ہے۔ فرنگیوں کا ایک گروہ حجاز کے جانے والوں کا سد راہ ہوتا تھا اُس کے دور کرنے کی خدمت امراء گجرات و مالوہ کو بسرداری قطب الدین خاں ۱۸ اربہن ۹۸۴ھ کو سپرد ہوئی اور دکن کے مرزبانوں کے نام فرمان گیا کہ لشکر اس طرف روانہ ہوا ہے اس کے ساتھ شائستہ سامان کے ساتھ شریک ہو کر اُس بندگی کا یقین دلائیں جسکی باتیں وہ بناتے ہیں اور وہ اپنی خدمت و اخلاص کے موافق ہماری عنایت سے اختصاص پائیں اور رعایا دکن کو بھی اس لشکر سے آشوب نہ پہنچے۔

ہندو مسلمانوں کی تاریخیں

چونکہ عہد اکبری سے ہندو مسلمانوں کا ایک نیا تعلق شروع ہوتا ہے اس لیے بعض مضامین ہندو مسلمانوں کی بابت ہم لکھتے ہیں۔

ہم نے جو ہندو مسلمانوں کی باہم لڑائیوں اور اور معاملات کا بیان لکھا ہے وہ ان تاریخوں سے بیان کیا ہے جن کے مصنف مسلمان مورخ ہیں۔ ان تاریخوں میں گو ایک طرفہ بیان ہے مگر کہیں ان میں ایسا جھوٹ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اپنی شکست کو فتح لکھا ہو۔ مگر ہاں اپنی فتوحات کی صورت میں اپنی مردانگی اور فرزانگی کا بیان مبالغہ سے کیا ہو اور شکستوں کے ذکر میں عذرات ایسے کیے ہوں جنسے ان کی جوانمردی میں بٹا نہ لگے۔ انسان کو بالطبع اپنی اہانت و ہزیمت کے بیان سے نفرت ہے۔ سب قوموں کا حال یہی ہے اور یہی تھا اور یہی رہیگا کہ وہ اس طرح اپنی شکست و فتح کا بیان کرینگے جیسا کہ مسلمانوں کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ تاریخی

واقعات عظیم الشان ہوتے ہیں۔ کھیل میں لڑکوں کا حال اپنی ہار جیت کے بیان میں یہی ہوتا ہے۔ جب کسی لڑکے کا کنکوا کٹ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اتفاقیہ پاؤں کے تلے ڈور آگئی تھی۔ مسلمانوں کی تواریخ کی غلط نمائیوں پر یورپ کے محقق پلے بیٹھے ہیں۔ گو ابتدا میں ہندوؤں کی زبان اور مذہب اور عادات و اوضاع و اطوار اور بہت سے حالات پر مسلمانوں کی کتابوں کے ذریعے سے اُن کو علم حاصل ہوا ہے مگر اب یورپ میں بڑے بڑے سنسکرت سکالر جن کا علم یہاں کے پنڈتوں سے کچھ کم نہیں ہے موجود ہیں۔ رات دن تحقیقات میں لگے رہتے ہیں۔ اسباب تحقیق ان پاس بہت ہیں۔ اُنھوں نے ہندوؤں کی بڑی بڑی تاریخیں لکھی ہیں اور لکھ رہے ہیں علیٰ ہذا القیاس عربی فارسی زبانوں کے فاضلوں کی کمی نہیں ہے وہ ہر طرح کے مسلمانوں کی کتابوں کی چھان بین کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نایاب کتابوں کو بھی اُنھوں نے اپنی سعی سے بہم پہنچایا ہے اور نیشنل کونگریس کے سالانہ جلسہ میں وہ جو اپنے کارنامے دکھاتے ہیں خرق عادات سے کم نہیں ہوتے مگر افسوس یہ ہے کہ یورپ میں مذہب نے سب قوموں کی نسبت خاصکر مسلمانوں کی نسبت غلط معلومات کا دریا ایسا بہایا ہے کہ اس کی مد کا جزر نہیں آتا۔ اس سبب سے کہ یورپ میں مذہبی جوش اس قسم کا نہیں رہا جیسا کہ ایشیا میں ہے تاریخی تحقیقات میں مذہب کے احکام لگانے مہذب محقق معیوب سمجھتے ہیں مگر وہ غلط معلومات خاکستر تلے کی چنگاریاں ہیں جب اُن کو ہوا لگتی ہے تو وہ بھڑک کر آگ لگا دیتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی تاریخوں کو نکتہ چینی اور عیب بینی کی نظر سے اس طرح دیکھتے ہیں کہ ایک ایشیائی مورخ جو اپنے ملک اور قوم کے حالات پر علم رکھتا ہے وہ ان کی تحقیقات کو اس نظر سے دیکھتا ہے جس نظر سے اہل یورپ ایشیائی تاریخوں کو دیکھتے ہیں اس کا بیان مقدمہ میں تفصیل سے میں نے کیا ہے۔

ہندوؤں و مسلمانوں کے باہمی معاملات و مہمات کا بیان مسلمانوں کی تاریخوں میں بالاجمال صحیح ہے ان کی تفصیل میں غلطیاں دانستہ یا نادانستہ ہوئی ہوں جیسی کہ اس تہذیب کے زمانہ میں بھی ہوتی ہیں۔ مجھے اپنی تاریخ میں ایک طرفہ بیان بہ مجبوری کرنا پڑتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں کی تصنیفات سے تاریخیں موجود نہیں ہیں کہ دونوں کا مقابلہ کرکے ثالث بالخیر بن کو تاریخ لکھی جائے اب ایک بڑا مسئلہ بحث کے لیے یہ پیش ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی تصنیف سے تاریخیں کیوں نہیں موجود؟ کیا انھوں نے تصنیف نہیں کیں یا تصنیف کیں وہ برباد ہوگئیں فرنگستان کے محققوں نے اس مسئلہ میں بڑی بڑی .... موشگافیاں کی ہیں۔ اول سر ولیم جونز نے یہ تحقیقات شروع کی۔ یہ فاضل جو بہت سے زبانوں میں استعداد کامل رکھتا تھا اور سنسکرت کا پنڈت تھا۔ اس کو توقع تھی کہ ہندوؤں کے یہاں کتب تواریخ اس قدر دستیاب ہونگی کہ وہ تواریخ عالم کے علم کو بڑھا دینگی مگر اس کو بعد از تحقیقات مایوسی ہوئی۔ سنسکرت میں اس کو تاریخوں کا پتہ نہ لگا اور محققوں کی تحقیق کا نتیجہ بھی یہی ہوا۔ مگر ایک فرانسیسی مشرقی زبانوں کا فاضل انگریزوں پر جھنجلا کر کہتا ہے کہ وہ کیوں نہیں ان تاریخوں کو بہم پہنچاتے ہیں اگر وہ موجود نہ ہوتیں تو ابوالفضل نے کیونکر ہندوؤں کے قدیمی زمانہ کا حال دریافت کرکے اپنے آئین اکبری میں لکھدیا۔ مسٹر ولسن نے تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا ترجمہ کرکے اس امر کی شہادت دی کہ علم تاریخ سے ہندو بے بہرہ نہ تھے وہ بھی مسلسل تواریخ قومی اور ملکی رکھتے تھے مگر اس مستثنیٰ صورت سے انگلستان و فرانس و جرمن نے محققین نے نہ مانا کہ ہندو علم تاریخ کی کتابیں رکھتے ہیں۔ انھوں نے سنسکرت کی کتابوں کے کتب خانوں کو چھان مارا مگر ان کو تاریخوں کی کتابوں کا ذخیرہ نہ ہاتھ لگا۔ انھوں نے یہ فیصلہ کردیا کہ ہندوؤں کے زمانہ قدیم کے حالات تاریخی کتب سے تحقیق ہونے ناممکن ہیں۔ ہاں اور بہت سے اسباب ہیں جیسے سیلپر (بت تراشی) ،وڈریما (ناٹک)۔ کتابے۔

عماریں۔ علم ادب۔ پوران۔ قوانین۔ قصص۔ شاعری۔ راجاؤں کے نسب نامے کبیشر و بھاٹوں کے کبت اور راسے ایسے ہیں کہ جنسے ہندوؤں کی تاریخ کا بڑا حصہ مرتب ہوسکتا ہی اور وہ اُنھوں نے کیا ہی مگر اس میں واقعات کی نسبت قیاسات بہت ہیں اور محققین میں آپس میں رایوں کا اختلاف ہی۔

بعض فرنگستانی متعصب کوتاہ بین محقق ان تاریخوں کی کمیابی ونایابی کو افترا کرکے مسلمانوں کے سر اس طرح تھوپتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا توہم کو یقین نہیں ہوتا کہ ہندو کی قدیمی مہذب قوم جو بہت سے علموں کی موجد ہو علوم ریاضیہ سے ماہر۔ علم موسیقی وشاعری میں بے مثل۔ سنگ تراشی ومعماری میں علماً وعملاً واقف۔ وہ علم تاریخ سے بے بہرہ ہو جو سب ملکوں و قوموں میں قدیم سے چلا آتا ہو اور سب سے زیادہ آسان ہو اور اس میں فقط واقعات وحادثات اور حالات شاہی کی نقل کرنی ہو۔ جہاں وہ بڑے بڑے پنڈت عالی دماغ وروشن ضمیر موجود ہوں جن کے علم وفضل کی شہادتیں موجود ہیں وہاں کسی وقائع نگار کا نہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ انکے پاس تاریخی کتابیں ضرور ہونگی مگر ان کو مسلمانوں نے اس طرح غارت کیا ہوگا جیسا کہ کتب خانہ اسکندریہ کو جلا کر خاک میں ملا یا تھا۔ ان ناحق شناسوں کو یہ علم نہیں کہ حق پرست فرنگستانی محققین کی تحقیق کے مطابق اہل اسلام پر اسکندریہ کے کتب خانے کے جلانے کا الزام غلط ہی دوم اس زمانہ میں ہر قطعہ ہند میں گورنمنٹ نے جو سنسکرت کی کتابوں کی فہرستیں مرتب کرائی ہیں انمیں زیادہ تر وہی کتابیں ہیں جو مسلمانوں کے عہد سلطنت میں قلمی لکھی گئی ہیں۔ غرض یہ اہل اسلام پر محض افترا اور بہتان ہی کہ اُنھوں نے ہندوؤں کی سنسکرت کتابوں کو غارت کیا ہو۔ خود فرنگستانی محقق کہ جنکی طبیعت حق پرست اور انصاف دوست ہی وہ اس کا خیال بھی نہیں کرتے کہ ہندوؤں کی کتب تواریخ کی کمیابی اس سبب سے ہوئی ہی یہ کہنا بھی غلط ہی کہ ہندوؤں کی شائستگی سے بعید ہی کہ وہ کتب تواریخ کو تصنیف نہ کریں دوسرا گروہ محققین کا یہ کہتا ہی کہ ہندوؤں کے

عالم فاضل اپنی ذہانت کو الٰہیات۔ حکمت فلسفہ منطق۔ ہئیات۔ ریاضی۔ تصوف میں صرف کرتے تھے۔ تاریخ کے واقعہ نویسی کو اپنے علم کے اعلیٰ درجہ کے آگے کمتر جانتے تھے خیالات کی بلندی واقعہ نویسی کی پستی میں اُن کو نہیں جانے دیتی تھی۔ جتنی ہندؤں کی علمی کتابیں اور قوموں کی کتابوں سے مختلف طرح کی ہیں۔ ایسی ہی انکی تواریخ کی طرز اور طرح ہی نرالی ہی جنسے تاریخی حال اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا جن بزرگوں نے یہ کتابیں لکھیں۔ وہ دین کے کاموں کے آگے دنیا کے کاروبار کو ہیچ و پوچ جانتے تھے انکا زمانہ ایسا بھولا تھا کہ اس میں عجیب و غریب قصص و افسانے مقبول خاص و عام ہوتے تھے سوا اسکے یہ بھی قاعدہ ہی کہ جب جغرافیہ داں کسی سرزمین کا حال نہیں دریافت کرسکتا تو وہ اسکی جگہ نقشہ میں چھوڑ دیتا ہی اور یہ لکھ دیتا ہی کہ یہ سرزمین انسان کی آبادی کے قابل نہیں اسمیں حیوانات بستے ہیں اور اگر انسان کہیں آباد ہیں تو وہ بھی بہائم سیرت ہیں ایسے ہی مورخ جس زمانہ کا حال نہیں جانتے تو اُسمیں ملکشوں۔ جنوں۔ دیووں۔ دیوتاؤں کی سلطنت بتاتے ہیں۔ اور تمام لوازم سلطنت کو ان کے بیان کرکے عجیب عجیب قصے بیان کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی بہت سی تاریخوں میں ابتداء زمانہ کا حال جنوں کی آبادی سے اور ابوالحسن کی پادشاہی سے شروع ہوتا ہی یہی حال ہندؤں کی بہت سی کتابوں کا ہی کہ ایسے قصے کہانیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ سوا اسکے اُنھوں نے کبیشروں اور بھاٹوں کو اپنا مورخ بنایا ہی۔ یہ سچ ہی کہ دنیا کی تاریخ کا بڑا حصہ شاعروں کی کتابوں میں موجود ہی اور بہت سے تاریخی حالات اس سے معلوم ہوسکتے ہیں مگر شاعروں کو یہ اختیار رہے کہ وہ ہر مضمون کو کم و بیش کرکے اپنے حسب مدعا بنالیں۔ ان کے قلم پر پادشاہوں کے علم کا بس نہیں چلتا۔ شاعر اپنی طرف سے قصے سچی تاریخ میں شامل کرکے اس کی صورت کو مسخ کردیتے ہیں۔ اور سچ میں جو جی میں آتا ہے ملا دیتے ہیں۔ وحشیانہ مبالغہ کرتے ہیں مگر بعض قوموں اور زمانوں کے وہی مورخ ہیں۔ اشعار

میں تاریخ اپنا چہرہ اس طرح دکھاتی ہے جیسے کہ عین آئینہ میں آدمی کی صورت دکھائی دیتی ہے مگر ہندؤں کے ہاں اس شاعری میں یہ خرابی آنکر واقع ہوئی ہے کہ راجہ اور کبیشر میں ایسا تعلق ہوتا ہے کہ جس کے سبب سے کبیشروں کی راستبازی میں خلل پڑتا ہے کبیشر صرف زبانی تعریف کی عوض میں جس میں اس کے گروہ کا کچھ خرچ نہیں ہوتا اپنا دامن دولت سے پُر لیتا ہے۔ مدح فروشی وہ کرتا ہے اور جب کسی سے ناراض ہوجاتا ہے تو ہجو کرتا ہے اور صاف صاف سناتا ہے۔ بھاٹوں کو فارسی زبان میں بادفروش کہتے ہیں۔

راجاؤں کا قول ہے کہ ہم دشمن کی تلوار سے ایسے نہیں ڈرتے جیسے کہ کبیشروں کے کبتوں کے تیروں سے۔ کبیشر قوموں کی تفنن وتفریح طبع کے لیے فقط واقعات جنگ اور خونریزیوں کو بیان کرتا ہے اور باقی اور سب طرح کے تاریخی حالات کو فروگذاشت کرتا ہے مگر ہاں وہ مذہبی باتوں اور اوضاع واطوار کو بھی ایسے طور سے بیان کرتا ہے جنکی صحت میں کلام نہیں ہوسکتا۔ ہندوؤں کے علم ادب میں صرف ایک تاریخ کشمیر ہے جس کا نام راج ترنگنی ہے اور آخر زمانہ میں چند نامی کبیشر بڑا گذرا ہے اُس نے پرتھی راج کے حالات ۶۹ کتابوں میں لاکھ دوہوں میں لکھے ہیں اور راجستان کے ہر خاندان کا حال اس میں کم وبیش درج ہے جن سے اس کی شجاعت وجوانمردی اور جنگی مہمات کا حال اس عہد کا معلوم ہوتا ہے کہ جس میں دریائے کرمان سے لشکروں کی گھٹائیں اوٹھکر ہمالیہ پہاڑ کے اندر سے ہوتی ہوئی ہند پر برسی۔ اس بارش کا پانی جس رجپوت نے پیا ہے اس کا حال اسمیں ضرور ہی پرتھی راج کی لڑائیاں اور آشتیاں۔ اسکے مختلف باجگذاروں اور معاونوں کا حال اور اُن کے شجروں کی کیفیت مکانات کا حال چند کی تصنیفات سے معلوم ہوسکتا ہے وہ تاریخ وجغرافیہ کی ایک یادداشت ہے اور سوا اس کے مذہب اور اوضاع واطوار کی وہ تاریخ ہے۔ بہت سی سچی باتیں

اسکی تصنیفات میں موجود ہیں۔ اس نے حالات بچشم خود دید لکھے ہیں اس کی تصنیفات سے اور بہت سے اپنی تحقیقات سے اور کبیشروں اور بھاٹوں کے کبتوں سے اور گیتوں وعمارتوں سے کرنیل ٹوڈ صاحب نے تاریخ راجستان بہت محنت سے نہایت دلچسپ لکھی ہے گو زمانہ حال میں اس پر نکتہ چینیاں اور اعتراضات ہوتے ہیں اور غلطیاں تبلائی جاتی ہیں۔ صاحب ممدوح کو راجپوتوں کے ساتھ ایسی موانست تھی کہ اُنھوں نے ان کی تاریخ ایسی طرفداری سے لکھی ہے کہ اگر کوئی رجپوت اس کو لکھتا تو اس سے زیادہ اپنی قوم کی حمایت نہ کرتا اس لیے میں اس راجستان کی تاریخ سے ہندو مسلمانوں کی بعض لڑائیوں کا بیان لکھوں گا ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کسی بڑے متعصب رجپوت نے لکھی ہے۔ اس لکھنے سے غرض یہ ہے کہ میری تاریخ پر یہ اعتراض نہ ہو کہ وہ یک طرفہ بیان ہے دونوں کا مقابلہ کرکے دیکھ لیں کہ دونوں کے بیان میں واقعات عظیمہ میں بہت کم فرق ہے۔ میواڑ اور مارواڑ سے مسلمانوں کا تعلق زیادہ تر رہا ہے اس لیے ہم انہیں کی تاریخ زیادہ تر ٹوڈ راجستان سے لکھتے ہیں۔

میواڑ کی تاریخ

تمہید

شرافت وقدامت نسب پر افتخار کرنا انسان کو بالطبع پسند ہے ہر زمانہ میں ہر ملک میں قومیں اس شرافت وقدامت کا دعویٰ کرتی چلی آئی ہیں۔ اس افتخار میں قوموں نے اسی پر بس نہیں کی کہ وہ اعلیٰ ترین انسانوں کی اولاد میں سے اپنے تئیں بتلاتے بلکہ بعض قوموں نے ایسی بلند پروازی کی کہ آسمانی اولاد بنیں۔ زمین پر بیٹھے بیٹھے فلک اور اجرام فلکی سے ناتہ رشتہ اُنھوں نے جوڑا۔ بعض نے اپنے تئیں نیم آسمانی بنایا۔ بعض نے دیوتاؤں کی سنتان بنایا غرض اپنے تئیں عجیب انفقت

بنایا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح فخر کرنا اور انسان کی قدرتی فطرت کے موافق جنم لینے سے انکار کرنا اپنی ہنسی اڑانا ہی۔ بھلا کہاں آسمان کے مہر و ماہ اور کہاں زمین پر انسان عقل کب اجازت دیتی ہی کہ غیر جنسوں میں وصل ہو کر انسان کی ولادت ہو۔ آباو اجداد کے ایجاد کا شوق انھیں آدمیوں اور قوموں میں پیدا ہوتا ہی جن کے خاندان مستند نہیں ہوتے یا وہ اپنے وطن سے غیر وطن میں چلے جاتے ہیں یا ان کے خاندان کا سلسلہ گم ہو جاتا ہی۔

فرنگستانی موءرخ کہتے ہیں کہ رجپوتوں کے تین مشہور بنس ہیں جنکی اصل حقیقت کبھی صحت سے نہیں دریافت ہو سکتی۔ ان کی تاریخ ان قدیمی زمانوں میں الٹی جاتی ہی جن میں وہ تاریکی کی گھٹا چھائی ہوئی ہی۔ کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس زمانہ میں زمین پر وہ بہادر شجاع تھے جو دیوتاؤں سے لڑتے تھے۔ روایات یوں چلی آتی ہیں کہ ایک بنس انکا سورج کی اولاد ہی اس لیے وہ سورج بنسی کہلاتے ہیں۔ اکشواکو سورج کا پوتا تھا اسکی چونسیویں پیڑھی میں رامچندر مہاراجہ اجودھیا پیدا ہوئے اُس سے یہ بنس چلا۔ دوسرا بنس انکا چاند کی اولاد ہی جنکو چندر بنسی کہتے ہیں جو بدھ (عطارد) اور کرشن سے پیدا ہوئے۔ تیسرا بنس انکا اگنی کا تھا وہ اگستا کی اولاد ہی۔ یعنی اُس آگ کی جو آبو کے پہاڑ پر روشن ہوئی تھی۔ ان تین بنسوں سے چھتیس شاخیں رجپوتوں کی پیدا ہوئیں۔ جو رجپوتوں کو اپنی شرافت پر فخر ہی وہ کسی اور قوم کو نہیں ہی۔ ان کی شجاعت و بہادری ضرب المثل ہی اور آزادی ان کو بالطبع پسند ہی وہ مصائب و آفات کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کرتے ہیں۔ روئے زمین پر کوئی قوم ان کی برابر ایسی نہیں ہی کہ جس سے باوجود انقلابات و حوادثات زمانہ کے اپنی شائستگی و تہذیب و اوضاع و اطوار آبائی کو بدستور قائم رکھا۔ جب ان پر سخت ظلم ہوتا ہی تو وہ اپنی بڑی بہادری دکھاتے ہیں نیچے کی فہرست میں ابتدائی بنس اور

ان کے ساتھ بڑے بڑے راجاؤں کے کُل اور اُن کی وہ شاخیں راجاؤں کی جو سولھویں عیسوی میں مشہور ہوئیں لکھی ہیں۔

سوم اگنی کُل — دوم چندر بنسی — اول سورج بنسی

اول سورج بنسی: انگھیلوت ۲ زہور کچھواہ؛ میواڑ، بیکانیر، جونا پادر، امیر

دوم چندر بنسی: یدو؛ اجھاڑیا، بھٹی؛ کچھ، جیسلمیر

سوم اگنی کُل: اپرمار، پرہار، چلوکی، چوہان؛ ہاڑ؛ کوٹہ، بوندی

پہلے سارے ہندوستان میں راجپوت ہی راج کرتے تھے۔ راجپوت کے معنی ایسے ہی تھے جیسے کہ مسلمانوں میں امیر کے اور ترکوں میں بیگ کے ہوتے ہیں مگر جب انکا راج مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا تو راجپوت کے معنی میں بھی فرق آیا اور ایسا تنزل ہوا کہ اردلی پربت کے گرد کے باشندوں کو رجپوت کہنے لگے راجپوت راجاؤں میں میواڑ کا رانا سب سے بڑا اور شریف سمجھا جاتا تھا اور تمام راجپوتانہ اسکی بزرگی اور عظمت کو مانتا تھا اور اپنے سے بڑا جانتا تھا یہ شرف اسی رانا کے خاندان کو حاصل ہے کہ اس نے مسلمانوں سے رشتہ مندی کرکے اپنی نسل میں ان کا خون اور راجپوت راجاؤں کی طرح نہیں ملایا۔ باوجودیکہ ان سے سخت مقابلہ اور خونریز معرکہ ہوتے رہے۔

میواڑ کی حدود جواب ہیں انھیں کے قریب اکبر کے زمانہ میں تھیں۔ اس کا رقبہ ۱۶۱۱۴م مربع میل ہے۔

۲۳ درجہ ۴۶ دقیقے اور ۲۵ درجے ۳۶ دقیقے شمالی عرض بلد اور ۷۳ درجے اور ۵۰ دقیقے اور ۷۵ درجہ ۳۵ دقیقے مشرقی طول بلد کے درمیان وہ واقع ہے اور اس کی حدود یہ ہیں شمال میں ریاستہائے جے پور اور اجمیر جنوب میں پرتاب گڈھ اور ڈونگرپور مشرق میں کوٹہ اور بوندی مغرب میں مارواڑ تین پانچویں حصے اسکے ہموار ہیں۔

میواڑ کی حدود و دار السلطنت

اور باقی پہاڑ یا زمیں بہت ناہموار ہی کھیتی خوب ہوتی ہو۔ مویشی اچھی طرح پالے جاتے ہیں بعض جگہ کانیں بھی کھودی جاتی ہیں۔ کئی ندیاں اور دریا بہتے ہیں۔ آبپاشی بہت احتیاط سے ہوتی ہو اور اس کا محصول راناکی آمد کا معتد بہ حصہ ہو سولھویں صدی میں تیں میواڑ اپنے معراج پر پہنچا ہوا تھا۔ اسکی سپاہ قواعد داں جنگی بہت تھی۔ بہت سے راجہ اُسکے تابع تھے اور ملک کے مناسب مقاموں میں مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے ان سب میں مشہور قلعہ چیتوڑ کا تھا وہی راجپوتوں کی آزادی کا مقدس ملجا و ماوی تھا۔

میواڑ میں گھلوت راجاؤں کی ابتدا بپا سے ہوئی ہو وہ سمت ۷۸۴ / ۷۲۸ء میں چیتوڑ کی راج گدی پر بیٹھا۔ جب بپا چیتوڑ میں راج کرتا تھا تو بغداد میں ولید خلیفہ تھا۔ محمد بن قاسم نے ہندوستان پر جو حملے کیے۔ ہندوؤں کی تاریخ میں ان حملوں کا بیان سوا اسکے کچھ اور نہیں ہو کہ ملیچھ کبھی سندھ سے کبھی سمندر سے آئے سمت ۷۵ / ۶۶۴ء سے سمت ۸۰ / ۷۲۴ء تک میں مسلمانوں نے جو چیتوڑ پر حملے کیے اُس کی حفاظت میں بہت سے راجاؤں نے مدد کی اور مسلمانوں کے حملوں کو جو موری نیس پر ہوئے اس نے گھلوت کے نوجوانوں کی مدد لیکر ہٹا دیے۔ مسلمان کجلی بند سے متھرا میں آئے اور سوراشٹر اور سندھ کی طرف سے اُنھوں نے مراجعت کی۔ بپانے ان کا تعاقب کیا اُس نے اپنے باپ دادا کے شہر گجنی (کھنبایت) اسور (مسلمانوں) کے قبضہ میں دیکھا۔ سلیم وہاں حکمران تھا اس کو شکست دیکر اسکی بیٹی سے بپانے بیاہ کیا۔ یہ ایک تعجب خیز امر ہو کہ ایک ہندو مسلمان سے یوں بیاہ کرے۔ میواڑ کے راجہ کھمان کے عہد میں سنہ ۸۱۲ و ۸۸۳ سنہ کے درمیان محمود خراسانی کے حملہ کا بیان لکھا ہو جس کی حمایت کے لیے بہت سے راجہ آئے۔ کھمان کے رس میں اس کا بیان ہو کھمان ۲۴ بڑی بڑی لڑائیاں لڑا۔ جس سے اُس کا نام ہوا۔ اس کی پندرہویں پیڑھی میں سرسی اس کا جانشین ہوا۔ وہ سمت ۱۲۰۶ میں پیدا ہوا تھا اسکے زمانہ میں یہ بڑا انقلاب ہوا کہ مسلمانوں کے حملے

ایسے ہوئے کہ ہندوؤں کے سر پر سے راج کا تاج اُتر گیا اور مسلمانوں کے سر پر رکھا گیا۔

اب ہم کبیشر چند کے بیان کو انھیں کے محاورات میں بیان کرتے ہیں وہ اس زمانہ کا حال یہ لکھتا ہی کہ پٹن میں بھولا بھیم ۔ چالوک آہنین تن تھے کوہ آبو پر جیت پرمرا ۔ میدان جنگ میں قطبی تارا ہی کہ اپنی جگہ سے ہلنا نہیں جانتا میواڑ میں سمیر سنگھ ہی جو بڑے بڑے زبردست راجاؤں سے خراج لیتا ہی وہ دہلی کے دشمنوں کے روکنے کے لیئے لوہے کی دیوار ہی ۔ سب کے بیچ میں اپنی قوت میں زبردست منڈور کا راجہ مغرور ناہر راؤ ہی جو مارو کی قوت بازو ہے اور وہ کسی سے خوف نہیں کرتا ۔

دہلی میں سب سے بڑا راجہ آننگ پال ہی جس کے حکم سے یہ راجہ حاضر ہوئے ۔ راجہ منڈور ۔ راجہ ناگور ۔ وسندھ ۔ جلوت ۔ اور حدود کے راجہ ۔ پیشور ۔ لاہور کانگڑا اور کوہستانی راجہ و راجہ کاشی و پریاگ ۔ اور گڈھ دیوگیری ۔ سرد ملکوں کے راجہ یہ سب اس کی قوت سے ڈرتے تھے ۔ جب زابلستان سے بھٹی نکالے گئے ہیں ۔ وہ ان مقامات میں رہتے تھے ۔ پنجاب میں سالباہن اور لٹنوٹ ۔ دیراول میں جنکو آخر میں انھوں نے آباد کیا تھا اور قدیمی نوڈور دا میں جس کو انھوں نے ریگستان میں فتح کیا تھا اور اس زمانہ میں وہ اپنا دارالقرار جیسلمیر بنا رہے تھے ۔ اس کونے میں صدیوں تک وہ خلفاء کے نائبوں سے اور دیں لڑتے رہے ۔ اور کبھی کبھی اُنھوں نے اپنے قدیمی ملک کو شہر ٹاک تک جو دریا سندھ پر ہی اُنسے واپس لے لیا ۔ ان کا مقام ایسا تھا کہ وہ ہندوستان سے کم تعلق رکھتے تھے پرتھی راج کا ایک بڑا افسر اچلیس تھا وہ راجہ بھٹی کا بھائی تھا اس سبب سے ان کو تعلق اس راجہ کے عہد میں ہندوستان سے پیدا ہوا ۔ پرتھی راج کی بہن کی شادی سمرسی کے راجہ چتوڑ سے ہوئی ۔ اس لیئے جب پرتھی راج کی لڑائی شہاب الدین غوری سے ہوئی تو پرتھی راج نے اس کو ایلچی بھیج کے بلایا ۔ گگر کی لڑائی میں وہ اور اس کا بیٹا مارے گئے ۔ چند نے اسکی بہت سی

بھاٹی کی ہی سمرسی کے کئی بیٹے تھے ۔ کرنا اُس کا جانشین سمبت ۱۲۴۹/۱۱۹۳ میں ہوا ۔ اسکی ماں کرم دیوی بڑی لائق اور ہوشیار تھی وہ قطب الدین سے اُمیر کے قریب لڑی تو راجہ اور گیارہ چھوٹے سردار اسکے ہمراہ تھے ۔ قطب الدین کو شکست ہوئی اوہ زخمی ہوا اس کے بعد سمبت ۱۲۶۵/۱۲۰۹ میں راہپ چتور کا راجہ ہوا وہ شمس الدین سے ناگور میں لڑا اور غالب رہا اس راجہ نے دو بڑی تبدیلیاں کیں ۔ اوّل اس نے قوم کا نام بدل کر سسودیا رکھا ۔ دوم پہلے جو چتوڑ کے راجہ کو راول کہتے تھے اس لقب کو بدل کر اس نے رانا لقب کر دیا ۔ نصف صدی میں میواڑ میں تو راجاؤں نے راج کیا ۔ نویں پیڑھی میں راہپ کا بیٹا لکھمسی چتوڑ کا راجہ ہوا ۔

لکھمسی اپنے باپ کی جگہ سمت ۱۳۳۱/۱۲۷۵ میں تخت نشین ہوا اس کے راج کا بڑا واقعہ چتوڑ کی تاریخ میں سلطان علاء الدین کا حملہ ہے ۔ سلطان نے دو دفعہ اس پر حملہ کیا ۔ وہ پہلی دفعہ میں ناکام رہا ۔ دوسری دفعہ فتحیاب ہوا ۔ لکھمسی خردسال تھا اس کا چچا بھیمسی اس کا سرپرست تھا ۔ ٹوڈ راجستان میں تو لکھا ہے کہ بھیمسی نے سیلون کے راجہ ہمبر کی بیٹی سے بیاہ کیا تھا ۔ بیوی اس کی حسن وجمال میں بے مثال تھی اسی لیے اس کو پدمنی کہتے تھے ۔ مگر ابوالفضل نے لکھا ہے کہ راول رتن سی مرزبان چتوڑ کے پاس ایک پدمنی تھی ۔ سلطان علاء الدین کو اس سے عشق ہوا اس کے بیان کو ہندی کبیشر اور بھاٹ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ علاء الدین نے جو چتوڑ پر حملہ کیا اس میں اس کو خیال ملک اور دولت حاصل کرنے کا ایسا نہ تھا جیسا کہ اس پدمنی کے ہاتھ لگنے کا ۔ جب حملہ میں عرصہ دراز ہو گیا تو اس نے رانا سے اس پدمنی کی درخواست کی جب اسکے تئیں ناکامی ہوئی تو اس نے اس خواہش پر بس کی کہ پدمنی کو مجھے دکھا دو اس کی درخواست کے جواب میں اس سے کہا کہ وہ فقط آئینہ میں اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے تو اُس نے یہی

بلدرواں سمرسی

سلطان علاء الدین خلجی کا حملہ

منظور کر لیا۔ اس آرزو میں وہ تھوڑے سے آدمیوں کو ساتھ لیکر راجپوتوں کی ایمانداری پر بھروسہ کرکے قلعہ کے اندر گیا اور آئینہ میں اپنے محبوب کا چہرہ دیکھکر واپس آیا۔ راجپوت بھی سلطان کی ایمانداری پر اعتبار کرکے قلعہ کے نیچے اس کے ہمرکاب آئے۔ راہ میں ہمراہیوں سے مہان یہ عذر خواہی کرتا رہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ناحق تکلیف دی۔ سلطان نے یہ جان جوکھوں کا کام رجپوتوں کی ایمانداری کے سبب سے کیا تھا مگر کمین گاہوں میں اُس نے اپنے آدمی بٹھا رکھے تھے۔ جنھوں نے بھیم سی کو گرفتار کر لیا اور اپنے لشکر میں اُس کو جلد لے آئے۔ اب اس کی رہائی کا مدار پدمنی کے حوالہ کر دینے پر ٹھیرا۔

جب چتوڑ میں اس ہولناک واقعہ کی شہرت ہوئی تو راجپوتوں کے اوسان خطا ہوئے اور آپس میں گفتگو ہونے لگی کہ پدمنی کو حوالہ کریں یا بھیم سی کو چھڑائیں۔ پدمنی سے یہ حال کہا گیا تو اُس نے اپنے چچا گور اور اُس کے بھتیجے بادل کو بلایا یہ دونوں سنگالی امیرزادے تھے اُن سے یہ سارا احوال کہا اُنھوں نے ایسی تدبیر سوچی کہ جس میں بھیمسی کو رہائی ہو جاوے اور پدمنی کی بھی جان اور عصمت بچ جاوے سلطان علاءالدین کو یہ کہلا بھجوایا کہ جس روز تو اپنے مورچوں سے پرے ہٹ جائے گا تو اُسی روز تیرے پاس پدمنی روانہ ہو گی مگر وہ اُسی ٹھاٹھ کے ساتھ آئے گی جو اُس کی شان کو شایاں ہے اس کی ساری لونڈیاں اور نوکریں ساتھ ہونگیں جو دہلی جائیں گی۔ اور آخر رخصت کی ملاقات کے لیے اس کی کل سہیلیاں بھی ہمراہ ہونگیں۔ خیمہ گاہ پر سے وہ آخر ملاقات کرکے اُلٹی چلی آئیں گی سلطان نے خوش ہو کر حکم دیدیا کہ پدمنی کی سواری کی پردہ داری میں ہر طرح کا اہتمام ہو اور کوئی اُسکے دیکھنے کا قصد نہ کرے۔ سات سو ڈولیاں سلطان کے خیمہ گاہ کو روانہ ہوئیں۔ ہر ڈولی کے اندر ایک سورما گبرو بیٹھا تھا۔ چھ چھ

مسلح سپاہی ڈولی بانوں کا بھیس بدلے ہوئے ڈولیوں کو کندھے پر لیے ہوئے تھے۔
سلطان کا خیمہ قناتوں سے گھرا ہوا تھا اُس میں یہ ڈولیاں داخل ہوئیں نصف گھنٹے کی
اجازت مانگی گئی کہ پدمنی اپنے شوہر سے آخر ملاقات کرلے۔ بھیمسی کو ایک ڈولی میں بٹھا کر
چلتا کیا اور باقی ڈولیاں رکھی رہیں کہ وہ رانی کے ساتھ دہلی جائینگی جب اس ملاقات میں
دیر لگی تو علاءالدین کے دل میں میاں بیوی کے ملاپ کا رشک پیدا ہوا۔ اسکی نیت
میں یہ نہ تھا کہ بھیمسی کو خلاص کرے جب وہ آیا تو یکایک ڈولیوں میں سے بجائے عورتوں
کے جانباز سپاہی نکلے مگر علاءالدین کے ساتھ بھی مسلح آدمی بہت تھے اس نے
اپنے سپاہیوں کو ان کے تعاقب کا حکم دیا۔ بھیمسی کے سپاہی پیچھے ہٹ ہٹ لڑتے
جاتے تھے یہاں تک کہ کوئی ان میں زندہ نہیں رہا راہ میں بھیمسی کے لیے ایک تیز رفتار
رہوار لگا رکھا تھا وہ اس پر سوار ہوا اور خیر و عافیت سے قلعہ کے اندر پہنچ گیا۔ علاءالدین
کی سپاہ سے قلعہ کے دروازہ پر گورہ اور بادل بہادروں کو ساتھ لے پدمنی کی عزت
اور بھیمسی کی جان بچانے کے لیے خوب لڑے اور کٹ کٹ مرے گورا تو مارا گیا اور
بادل زخمی ہو کر بھاگا اور اور بہادروں میں چند ہی زندہ رہے کچھ عرصہ تک علاءالدین
کی کامیابی میں التوا ہوا اور راجپوت بہادروں نے جانبازی کرکے اپنے مقابلہ کرنیکا
خوف ایسا دلایا کہ سلطان اپنی اس مردانہ مہم سے بہ مجبوری باز آیا۔ بادل کی عمر بارہ برس
کی تھی۔ اس عمر میں راجپوت اپنی اولاد کے ہونہار ہونے کا امتحان کیا کرتے ہیں وہ زخمی
ہو کر بھاگا تھا۔ اسکا چچا گورا مارا گیا تھا اسکی چچی بھتیجے پاس آئی اور کہنے لگی کہ پہلے اس سے
کہ میں اپنے خاوند پاس جاؤں تجھ سے یہ پوچھتی ہوں کہ میرے خاوند پر لڑائی میں کیا
گزری۔ اُس نے کہا کہ لڑائی کا کھیت تو وہ کاٹ رہا تھا میں اُس کے قدموں کے
نیچے خوشہ چینی کر رہا تھا اُس نے عزت کے خون آلود فرش پر ایک مقتول کا بچھونا
بچھایا اور ایک وحشی شاہزادہ کو مار کر اُسکا تکیہ لگایا۔ دشمنوں کے گھیرے میں وہ اسپر سوگیا۔

اے مادرمین کیونکر اس کے کاموں کی تعریف کرسکتا ہوں اُس نے کوئی دشمن نہیں چھوڑا جو اُس کو ڈرلے یا اُس کی تعریف کرے پدمنی سنکر مسکرائی اور بھتیجے سے یہ کہکر رخصت ہوئی کہ میرا خاوند میرے دیر لگانے سے خفا ہوگا پھر وہ جلتی آگ میں کود پڑی اور ستی ہوگئی۔

سلطان علاءالدین نے اپنے لشکر کو پھر مرتب کیا اور تازہ سپاہ بہم پہنچا کر قوی کیا اور چتوڑ پر دوبارہ حملہ سمت ۱۳۴۶ بکرمی ۱۲۹۰ء میں کیا فرشتہ نے ۱۲ برس بعد اس حملہ کو لکھا ہی۔

پہلے حملہ میں جو بہادروں کا نقصان ہوا تھا ابھی اس کا عوض ایسا نہ ہوا تھا کہ وہ بحال ہوتے۔ سلطان نے قوی حملہ کیا۔ جنوب کے پہاڑ پر قبضہ کرکے وہ قلعہ کے بہت قریب آگیا اور وہاں اس نے مورچے جمائے۔ راجپوت ان مورچوں کے نشان ابتک بتاتے ہیں۔ اس سخت حملہ سے راجپوتوں پر بلائیں نازل ہوئیں ایک کبیشر نے ان کے گیت خوب بنائے ہیں اور ان میں خوب مضمون تراشے ہیں وہ کہتا ہے کہ رانا دن کو بہت محنت کرکے ہار تھکا رات کو بستر پر حیران پریشان پڑا یہ سوچتا تھا کہ میں کیا تدبیر کروں کہ میرے بارہ بیٹوں میں سے کاش ایک بیٹا تو بچ جائے اس تنہائی کی حالت اس کو یہ ندا آئی کہ میں بھوکی ہوں اس نے آنکھ اُٹھا کر دیے کے دھندلے اُجالے میں جو دیکھا تو دوستوں کے درمیان چتوڑ کی محافظ دیبی شاہانہ لباس پہنے ہوئے جاتی ہوئی نظر آئی۔ رانا نے اس سے کہا کہ تو میرے آٹھ ہزار رشتہ داروں کو کھا چکی ہے۔ اس پر بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں راجاؤں کی بھینٹ لونگی۔ اگر چتوڑ کے راج کے بارہ وارث اپنا خون نہیں بہائینگے تو یہ راج انکے منس سے نکل جائیگا یہ کہکر وہ غائب ہوگئی۔ رانا نے صبح کو امیروں کی کونسل جمع کرکے اس رات کے واقعہ کا بیان کیا سب نے کہا کہ رانا کو پریشان دماغی

اور پراگندہ دلی سے یہ سپنا دکھائی دیا ہو۔ رانا نے ان سب کو آدھی رات کو بلایا
جب یہ سب شب کو آئے تو انکے سامنے وہی دیبی آئی اور کہنے لگی کہ ہر روز ایک راج
وارث راج گدی پر بیٹھے اور کرنیا (آفتابی) جو بادشاہی امارات میں سے ہے
اور چھترا (چھتر شاہی) اور چمرا (چنور شاہی) کی رسمیں ادا کی جائیں اور تین روز وہ سب
پر حکمرانی کرے اور چوتھے روز دشمن سے لڑکر اپنی جان دے۔ میں ان وارثوں کے
خون کی بھوکی ہوں۔ اگر اس سرزمین پر ہزاروں وحشیوں کی خون پاشی ہو تو مجھے
اس سے کیا مطلب؟ میری یہ شرائط جب پوری ہونگیں تو میں تمھارے ساتھ رہونگی۔
گو یہ بیان کبیشروں کی گھڑت ہو یا رجپوتوں کے دل بڑھانے کے لیے یہ اختراع
ہوا ہو مگر راجپوت اسکو سچ جانتے ہیں اس گھڑت سے ان کا مطلب حاصل ہوا کہ راجہ لکسی
کے بیٹوں میں ہر ایک اپنے ملک کے لیئے جان دینے میں اپنی تقدیم پر اصرار و تکرار
کرتا تھا۔ ارسی نے کہا کہ میں عمر میں سب سے بڑا ہوں اس لیے میرا حق سب سے
زیادہ مقدم ہو۔ اول ارسی کے راج تلک لگا اور سر پر چھتر چھایا گیا۔ تین دن راج کرکے
چوتھے روز دشمن سے لڑکر سنسار سے سدھارا۔ اس کے بعد عمر میں اجی سی تھا۔ اس نے
رانا سے درخواست کی مگر وہ رانا کو سب بیٹوں میں سب سے زیادہ عزیز تھا۔ اس لیے
رانا نے یہ صلاح ٹھیرائی کہ اول اور اُسکے دس بھائی باری باری سے راج گدی پر بیٹھیں۔
سب بیٹوں نے باپ کی بات کو مان لیا۔ اس طرح گیارہ بھائی تین تین دن راج کرکے
میدان جنگ میں دشمن سے لڑکر فنا ہوئے ایک بھائی باقی تھا جسکے قربان ہونے سے دشمن
کے ہاتھ سے شہر بچتا تو رانا نے اپنے صلاح کار امرا کو بلایا اور ان سے کہا کہ اب میں خود
چتوڑ پر جان قربان کرتا ہوں مگر اپنے قربان ہونے سے پہلے ایک درعبرتناک قربانی اس نے
یہ کی کہ اپنے حفظ ناموس کے لیے لکڑیوں کا انبار زمین کے اندر ایک غار میں لگایا جہاں
سورج کی کرن کا بھی گذر نہ تھا۔ رانیاں اور امیرزادیاں وہاں جمع ہوئیں اور سب

اس چتا میں جلکر خاکستر ہوگئی - ان میں پدمنی بھی تھی جسکی خاک اس ڈھیر میں تھی۔ اسکی جان گئی مگر عصمت بچی۔ اجی سی کچھ فوج کو ہمراہ لیکر کلیواڑہ میں صحیح سلامت جا پہنچا۔ رانا اپنے بیٹے کی اس سلامتی سے خوش ہوا کہ میرا نسل بالکل نیست و نابود ہونے سے سلامت رہا۔ پھر رانا اپنے جان نثاروں کو ہمراہ لیکر سلطان علاءالدین سے لڑا اور جان سے گیا۔ چتوڑ میں سلطان داخل ہوا وہ جانداروں سے خالی اور مُردوں سے پُر تھا۔ چتا میں اُسکی معشوقہ دلربا کی لاش میں سے دُھواں اُٹھ رہا تھا یہ غار اس زمانہ میں بڑا مقدس و متبرک گنا جاتا ہے توہمات کے مطابق مشہور ہوگیا ہے کہ اس غار کا محافظ ایک بڑا اژدہا ہے جسکے سبب سے کسی آدمی کی رسائی نہیں ہوتی کہ آنکھ کھول کر دیکھے کہ وہاں کیا ہے۔ اب سکندر ثانی سلطان علاءالدین کا چتوڑ پر قبضہ ہوا اور بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ رجپوتوں کی بہت سی قومیں اُسکی مطیع ہوگئیں اُس نے جھالور کے راجہ مالدیو کو جو اُس کا مطیع تھا یہ قلعہ حوالہ کیا۔

راجہ اجی سی جو زندہ بچا تھا وہ کلیواڑہ میں رہتا تھا یہ شہر کوہستان اراولی کے وسط میں ہے اور یہ پہاڑ میواڑ کی سرحد مغربی ہے اس کے بعد اجی سی کے بڑے بھائی کا بیٹا ہمیر تخت نشین ہوا۔ اس نے مالدیو سے چتوڑ لے لیا۔ مالدیو چتوڑ چھٹنے کے سلطان علاءالدین کے جانشین سلطان محمود خلجی پاس چلا گیا وہ فوج لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ سنگولی کے میدان میں لڑائی ہوئی اور محمود خلجی کو شکست ہوئی۔ وہ ایسے پہاڑوں میں سے لشکر کو لیکر گیا تھا کہ بہت سا لشکر اس کا بیکار ہوگیا تھا وہ خود قید ہوگیا۔ تین مہینے تک مقید رہا۔ اجمیر۔ رنتھنبور۔ ناگور۔ سوی سیوپور۔ اور پچاس لاکھ روپیہ اور سو ہاتھی دیکر رہا ہوا۔ ہندوستان میں ہمیر ہی ہندوؤں کا راجہ تھا اور سب قدیمی خاندان مغلوب ہوگئے تھے مسلمانوں کے قبضہ سے میواڑ نکل کر پھر رجپوتوں کی حکومت میں آگیا تھا مسلمانوں کے حملے سے پہلے اگرچہ ہندوستان میں میواڑ اوج پر تھا مگر جب سے ہمیر نے دارالسلطنت چتوڑ کو دوبارہ حاصل کیا۔ اس وقت سے دو سال تک اسکی سلطنت

اجی سی و ہمیر

وحکومت کو استحکام رہا۔ اس عرصہ میں راجپوت لوگ مسلمانوں سے خوب لڑتے رہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے خاندان خلجی و لودی و طبوری جلدی جلدی بدلتے رہے اور آپسمیں لڑتے رہے۔ جس سے میواڑ کو بہت فائدہ ہوا۔ اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچا رہا وہ فقط اپنے ہی ملک کی حفاظت نہیں کرتا تھا۔ بلکہ غیر قوموں پر حملہ کرنے کی قوت رکھتا تھا۔

میواڑ کے راجاؤں میں ہمیر بڑا فرزانہ اور بہادر راجہ ہوا ہی اس کے بعد سمت ۱۴۲۲ سنہ ۱۳۶۵ میں اس کا بیٹا کیتک سی رانا ہوا۔ اس کے بعد سمت ۱۴۳۹ سنہ ۱۳۸۲ میں لکھا رانا ہوا۔ ان راناؤں نے ان عمارات کو دوبارہ تعمیر کرادیا۔ جو علاء الدین نے مسمار کی تھیں۔ بعد اسکے موکل راجا ہوا۔ جب امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا ہی تو سمت ۱۴۹۴ سنہ ۱۳۹۸ میں میواڑ میں رانا موکل راج کرتا تھا۔ امیر نے تو اس ملک کے فتح کرنے کا ارادہ کیا نہیں اس کا کچھ ذکر تاریخ میواڑ میں نہیں آیا۔ مگر کسی اور دہلی کے بادشاہ نے خواہ فیروز شاہ ہو یا اُس کا پوتا ہو میواڑ میں گزر گیا اور رائے پور کے میدان میں کوہ اراولی کے دروں میں رانا موکل سے لڑا رانا نے اُس کو ہٹا دیا۔

اس رانا کا بیٹا کومبھو سمت ۱۴۷۵ سنہ ۱۴۱۹ میں اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت میواڑ کی سلطنت اپنے معراج پر تھی۔ دہلی کی سلطنت سے مالوہ اور گجرات جدا ہوگئے تھے اور انمیں جدا سلطنتیں قائم ہوگئیں تھیں۔ ان دونوں نے متفق ہوکر سنہ ۱۴۹۶ سنہ ۱۴۴۰ سمت میں بے شمار لشکر لیکر میواڑ پر حملہ کیا۔ کومبھو اُن سے لڑنے کے لیے ایک لاکھ سوار و پیادے اور چودہ سو فیل لے گیا اور سلطان محمود کو قید کر لیا پھر اُسکو رہا کر دیا۔ میواڑ کی حفاظت کے واسطے اسمیں چوراسی قلعے بنے ہوئے تھے استحکام میں چتوڑ کے بعد اسکا بنایا قلعہ کومبھو میر تھا۔ اس نے پچاس برس سلطنت کی سمت ۱۵۲۵ سنہ ۱۴۶۹ میں اسکو بیٹے نے مار ڈالا جس کا نام اُودا تھا وہ یہ نہ سمجھا کہ جو شخص اسکی زندگی کا سبب ہوا اُسی کی زندگی کو اس نے تمام کیا۔ اس بیہودہ حرکت

سے اس کا لقب ہتھیار ہوا۔ قوم کے سامنے رئیسوں کو اُس سے نفرت ہوئی جب اس نے دیکھا کہ قوم کا کوئی رئیس اسکی طرف ملتفت نہیں ہوتا تو اس نے شہنشاہ دہلی سے وعدہ کیا کہ میں اپنی لڑکی اس شرائط پر بیاہ دونگا کہ وہ اسکو تخت سلطنت پر قائم رکھے مگر اسپر قہر الٰہی یہ نازل ہوا کہ جب وہ پادشاہی دیوانخانہ سے باہر نکلتا تھا تو اُسپر بجلی گری کہ وہیں بھسمنت ہوگیا۔ کپتان ٹاڈ اس بیان کو لکھتے ہوئے جھینپتے ہیں اچھی طرح نہیں بیان کرتے۔

رانا رائے مل

سمت ۱۵۳۰ / ۱۴۷۴ء میں رائے مل اپنی بہادری سے کومبھو کا جانشین ہوا۔ اودا کے مرنے کے بعد جس کا ذکر ہوا اسکے بیٹوں سہس مل و سورج مل کی امداد کے لیے شاہ دہلی نے میواڑ پر حملہ کیا۔ بمقام سیارہ جس کو اب ناتھ دوار کہتے ہیں خیمہ زن ہوا۔ رائے مل اٹھادن ہزار سوار اور گیارہ ہزار پیادے میدان جنگ میں اودا کے بیٹوں سے لڑنے کے لیے لایا اور گھاٹ میں لڑائی ہوئی۔ اودا کے بیٹے بڑے جوانمرد تھے خوب لڑے اور خون کی ندیاں بہیں مگر بادشاہ دہلی کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ پھر اُس نے میواڑ کی طرف رُخ نہیں کیا۔

رائے مل غیاث الدین فرمانروائے مالوہ سے لڑتا رہا اور اکثر اسکو شکست دی پھر خاندان لودھی فرمانروائے ہند ہوا۔ اُس میں اور شاہ میواڑ میں سرحد شمالی کی بابت فساد ہوتے رہے۔

رانا سنگا

رائے مل کے تین بیٹے تھے اور وہ سب راجستان کی تاریخ میں مشہور و معروف ہیں۔ ایک بیٹا سنگا تھا جو بابر بادشاہ کا معاصر تھا۔ دوسرا پرتھی راج۔ تیسرا جیمل۔ ان تینوں بھائیوں میں آپس میں ایسا فساد ہوا کہ سنگا اور پرتھی راج جلا وطن ہوئے اور جیمل قتل ہوا۔ چچا سورج مل اور بھائیوں کے فساد میں سنگا کے تلوار کے پانچ زخم آئے اور ایک آنکھ تیر کے لگنے سے بالکل جاتی رہی۔ وہ شیوا جیتر بھوج کی طرف بھاگ گیا پرتھی راج اس کا جانی دشمن اس کے پیچھے لگا ہوا تھا

وہ ناچار بکریاں چرانے لگا۔ دہقان نے اس کو اس بات پر کہ بکریاں چرانی اچھی طرح
نہیں آتی تھیں سخت سُست کہا اور نکال دیا۔ اس خستہ حالی میں چند وفادار رجپوتوں
نے اُسکو ایک گھوڑا دیا بعد بہت سے جھگڑوں اور لڑائیوں کے سمت ۱۵۶۵ (۱۵۰۹ء) میں
میواڑ میں وہ رانا ہوا۔ اس کا اصل نام سنگرام ہے پَر میواڑ میں سنگا مشہور ہے اور
مسلمانوں کی تاریخ میں اس کا نام سنگا لیا جاتا ہے اس کے راج میں میواڑ جس اوج پر
پہنچی پہلے کبھی نہیں پہنچی تھی اس کو ہندو کہتے ہیں کہ اس کا راج میواڑ کے شکوہ کے
مینار کا کلش تھا وہ مسلمان بادشاہوں سے کچھ خوف نہیں کرتا تھا اُسکے ساتھ اسی ہزار سوار
اور اعلیٰ درجہ کے سات راجہ نور اؤ اور ایک سو چار اور چھوٹے موٹے راجہ اور پانسو
جنگی ہاتھی میدان جنگ میں جاتے تھے۔ گجرات اور مالوہ کے بادشاہ متفق ہو کر بھی
میواڑ کا کچھ نہیں کرسکتے تھے۔ مارڑوار اور امیر کے راجہ اسکے فرمانبردار تھے۔ راؤ گوالیار
و اجمیر و سیکری و رائے سین و کالپی و چندیری و بوندی و گگراؤں و آبو اسکے باجگذار
تھے یا اس کو اپنا سردار سمجھتے تھے جن رئیسوں نے اسکے ساتھ وفاداری اور سلوک کیا
تھا اور مصیبت کے وقت اسکی مدد کی تھی اُن کو وہ بھول نہیں گیا۔ کرم چند راجہ سری نگر
کو اجمیر بطور جاگیر عطا کی اور اسکے بیٹے جگ مل کو راؤ کا خطاب دیا اس نے چندیری کے
محاصرہ میں خدمات شائستہ کیں تھیں۔ مُلک میں جو آپس میں جھگڑے و فساد رہتے تھے وہ
سب اُس نے دبا مٹا دیے پہلے اس سے کہ وہ بابر سے لڑا۔ وہ اٹھارہ لڑائیوں میں شاہان
دہلی و مالوہ پر فتحیاب ہو چکا تھا انمیں سے دو لڑائیاں بکرولی و گھتولی میں سلطان ابراہیم شاہ
دہلی سے ہوئیں جنمیں اسکو فتح ہوئی۔ اسکے عہد میں میواڑ کی یہ حدود تھیں۔ میواڑ کی شمالی
سرحد پر پیلا گھال یعنی زرد جھیل جو بیانہ کے متصل ہے اور مشرق میں دریا سندھ اور جنوبی
سرحد مالوہ اور مغرب میں کوہستان۔ غرض وہ راجستان کے بڑے حصہ میں بذاتہٖ
حکمران تھا یا وہاں کے اور حکمران اُسکے زیر فرماں تھے راجپوت اُسکے ایسے معتقد تھے

کہ اُسکی پوجا کرتے تھے وہ ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اگر بابر اُسکی جان کا دشمن نہ پیدا ہوا ہوتا تو وہ ان چھ راجاؤں کے بعد ساتواں راجہ ہوتا جو ہندوستان میں چکروتی راج کر گئے ہیں۔ ہندوؤں کے پران میں پہلے سے یہ پیشینگوئی لکھی ہوئی تھی کہ ترشکایوں اور اور اجنبی قومیں سورج بنسیوں اور چندر بنسیوں کی دشمن ہونگیں۔ وہ پیشین گوئی رانا سنگا اور بابر کی لڑائی سے پوری ہوئی۔ کیونکہ بابر ترشکا یعنی ترک تھا۔ بابر اور رانا سنگا کی لڑائی کا حال میواڑ کی تاریخ میں وہی لکھا ہے جو بابر نے خود لکھا ہے ساری بڑی بڑی واقعات دونوں کی تاریخوں ملتے جلتے ہیں اسلیے ہم ان کو نہیں لکھتے وہ بابر نامہ میں بیان ہوئے۔

رانا سنگا

رانا سنگا کا قد میانہ تھا جسم شہ زور تھا۔ چہرہ وجیہ۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ مرنے کے وقت اسکی جسم کا ایک ایک عضو گواہی دیتا تھا کہ وہ بڑا جنگی بہادر تھا اسکی ایک آنکھ بھائی کے ساتھ فساد میں گئی تھی۔ لودیوں کے ساتھ لڑنے میں ایک ہاتھ کٹ گیا تھا ایک لڑائی میں بندوق کی گولی لگنے سے لنگڑا ہو گیا تھا۔ جسم پر اسی زخم تلواروں و برچھیوں و آلات حرب کے تھے مالوہ کے بادشاہ مظفر کو اسی کی دارالسلطنت میں قید کرنے سے اور قلعہ رنتنبھور کا حملہ کر کے فتح کرنے سے وہ بہت مشہور ہو گیا تھا اس قلعہ کی حفاظت میں سپہ سالار علی نے بڑی کوشش کی تھی۔ اُس نے ایک محل کتاویں بنایا تھا اسی کی سرحد میں وہ میواڑ کی شمالی سرحد قائم کرنی چاہتا تھا۔

رانا سنگا کے بیٹے

رانا سنگا کے سات بیٹے تھے ان میں جو دو بڑے تھے وہ چھوٹی عمر میں مر گئے تھے تیسرا ابیٹار تن سمت ۱۵۸۶ ۱۵۳۰ میں باپ کا جانشین ہوا۔ پانچ برس سلطنت کر کے مر گیا۔ پھر اس کا بھائی بکرماجیت سمت ۱۵۹۱ ۱۵۳۵ میں جانشین ہوا۔ گجرات کے بادشاہ سلطان بہادر نے اس رانا کو شکست عظیم دی۔ اُس نے چتوڑ کا محاصرہ کیا۔ اوّل اوّل وہی قلعہ شکنی میں توپوں کو کام میں لایا۔ راجپوت اپنے تعصب کے سبب سے توپوں کو کام میں نہیں لاتے تھے۔ بلکہ توپوں کو کوستے اور بددعا دیتے تھے کہ انھوں نے

جوانمردوں کے تیروں اور برچھیوں کے اثر کو نکما کر دیا۔ سلطان بہادر نے چتوڑ کا ایسا پتلا حال کیا کہ بوندی کا گیبشر یہاں کا حال یہ بیان کرتا ہی کہ اُن کا راجہ مع پانچسو اپنے رشتہ داروں کے اڑ گیا۔ راؤ درگا نے مع چند اور سرداروں ستوا اور دودا اور اپنے تابعین کے قلعہ کی شکستہ دیوار کی حفاظت کی اور دشمنوں کے حملوں کو ہٹایا اور اس بہادری کو دیکھکر مہارانی جواہر رائے رہٹور مسلح ہوکر لڑنے آئی اور حملہ کرکے ماری گئی محاصرین کے ہاتھ میدان رہا۔ اب راجپوتوں نے سیما اس یہ بلائی کہ رانا سنگا کے چھوٹے بیٹے اودیسنگہ کو جو اسکے مرنے کے بعد پیدا ہوا ہی کیونکر اس جوکھوں سے بچائیں چتوڑ کی محافظ دیبی پہلے کہہ چکی تھی کہ جب تک چتوڑ نہیں بچے گا کہ بارہ راج کے وارث جان نہ دینگے۔ وہ بارہ رانا بھینٹ میں چڑھے۔ اب یہ دیبی پھر راجہ کی بھیٹ چاہتی تھی اسکے لیے یہ تدبیر کی گئی کہ باگھ جی راجہ دیولا بھینٹ میں دیے جائیں اس راجہ نے خود اس بات کو قبول کر لیا تھا وہ راجہ بنایا گیا۔ خردسال رانا اودیسنگہ کو بوندی کے راجہ سورما کے پاس پہنچایا۔ قلعہ کے آدمیوں نے زعفرانی لباس پہنا۔ اور جوہر (جیوہر) کی تیاری کی گئی۔ چتا بنانے کی تھوڑی کسر باقی تھی کہ اُنھوں نے دیوار کی دراڑ کی حفاظت میں جان دی۔ پھر قلعہ میں آنے کا یہ رستہ غیر محفوظ ہوگیا۔ چتا تیار ہوگئی اسمیں باروت بچھائی گئی۔ کرناوتی جو رانا کی ماں اور جوانمردارجن ہرا کی بہن تھی وہ جلنی والی عورتوں کی سربراہ تھی چتا پر لے گئی۔ وہاں تیرہ ہزار عورتیں جلکر خاکستر ہوگئیں۔ پھر قلعہ کا دروازہ کھولکر راجہ دیولا اپنے بہادروں کو ساتھ لیکر خوب لڑا اور مارا گیا۔ قلعہ کے اندر کا حال یہ تھا کہ ہزاروں کشتوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور سیکڑوں زخمی نزع کی حالت میں تڑپ رہے تھے اور موت کے منتظر تھے جس کو وہ بے آبروئی اور قید سے اچھا سمجھتے تھے۔ گیبشر کہتا ہی کہ چتوڑ میں پرلے (قیامت) آگیا تھا۔ راجہ کے سردار اور بڑے بیٹے نوکر مارے گئے تھے اور اس طوفان میں ۳۲ ہزار راجپوت جان سے گئے

یہ چتوڑ کا دوسرا ساکا ہی۔

سلطان بہادر چتوڑ میں دو ہفتہ رہا تھا کہ اس نے ہمایوں کے آنے کی خبر سُنی جسکو وہ سُنکر بھاگ گیا۔ میواڑ کے کبیشر کہتے ہیں کہ ہمایوں بنگال سے اسیلیے روانہ ہوا تھا کہ رانی کرناوتی نے اُس سے درخواست کی تھی۔ اس رانی نے ہمایوں کو راکھی بند بھائی بنایا تھا۔ اس راکھی بندی میں بھائی سے یہ شرط ہوتی ہی کہ بہن کی مصیبت کے وقت بھائی کام آئے۔ جب اس رانی نے اپنی مصیبتوں کا حال ہمایوں کو لکھا تو وہ اپنے بنگال کی فتوح کو چھوڑ کر اپنی ایفاء عہد کے سبب سے دوڑا آیا۔ اگرچہ اس کے آنے سے پہلے رانی جل چکی تھی۔ مگر پھر بھی اسکے آنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہادر چتوڑ کا رانا بنا دیا۔ اگر کبیشروں کا بیان یہ سچا ہو تو ہمایوں کی عالی ہمتی اور ایفاء وعدہ کا خیال تعجب خیز ہی کہ ابھی باپ کے ساتھ رانا سنگا سے وہ لڑا تھا پھر بھی اس نے یہ نیک سلوک اپنے دشمن کی اولاد کے ساتھ کیا کہ اُسکے بیٹے کو رانا بنایا۔

بکرماجیت کو اپنی دارالسلطنت اس طرح حاصل ہوگئی مگر اس مصیبت نے اُس کو کوئی فائدہ مند سبق نہ پڑھایا نہ اس تجربہ نے اُس میں کوئی دانائی پیدا کی پھر وہی اُس کی بیباکیاں اور گستاخیاں اپنے بھائی بندوں کے ساتھ تھیں۔ آخر کو راجپوتوں نے بکرماجیت کو ٹھکانے لگا کے پرتھی راج کے بیٹے بن بیر کو رانا بنایا اودیسنگھ اُس وقت چھ برس کا تھا۔ بنبیر نے اسکے مارنے کا ارادہ کیا مگر اُسکی دایہ نے اُسے بچا لیا۔

رانا اودیسنگھ سمت ۱۹۹۷ ؁ ۱۵۴۲ میں تخت نشین ہوا۔ اب بڑے کبیشر کا قول یہ ہی کہ اس سرزمین پر افسوس ہے جہاں کا راجہ خردسال یا عورت ہو۔ یہ حال میواڑ کا ہوا۔ اودیسنگھ میں جوانمردی و شجاعت باوجود رانا سنگا کے بیٹے ہونے کے پاس بھی نہیں آئی تھی اس لیے اس میں کوئی لیاقت ایسی نہ تھی کہ وہ میواڑ کی رانائی کے لائق ہوتا۔ ایسی رانا کی لڑائیاں اکبر شہنشاہ سے ہوئیں۔

رانا اودے سنگھ اور اکبر کا چتوڑ پر حملہ

میواڑ کے کھوٹے دن آئے تھے کہ اودے سنگھ رانا ہوا۔ سو دیا کی حامی دیبی نے اقرار کیا تھا کہ جب تک بپا کی اولاد میری بھینٹ ہوتی رہیگی میں اپنے گھمنڈ کی پہاڑی کو نہیں چھوڑنے کی یعنی چتوڑ کو۔ جب الا یعنی علاء الدین نے اول حملہ کیا تھا تو بارہ تاجداروں نے زعفرانی لباس پہنکر میواڑ کی حفاظت میں جان دی تھی۔

دوسری دفعہ جب اجیب یعنی بایزید بہادر نے فتح حاصل کی تو دیو لامدد کو آیا اور اُس نے اپنی جان دی مگر اب تیسری دفعہ کے حملہ میں کسی نے رانا کی اولاد میں سے اس چتوڑ کے دیبی کو اپنی بھینٹ دیکر اس کے غصہ کو فرد نہ کیا اور اُسے اپنا طرفدار کر کے قلعہ کے کنگروں کو محفوظ نہ کرایا وہ دیبی وہاں سے چلی گئی اور اُس کے جاتے ہی قوم گھلوت کا جو طلسم بنا ہوا تھا وہ شکستہ ہوگیا اور وہ پوشیدہ رشتہ جس نے چتوڑ کو دوامی حکومت گھلوت سے باندھ رکھا تھا ٹوٹ گیا۔ اودے سنگھ کے ساتھ وہ پری دیبی اُڑگئی جس سے اندھیری رات میں سیسودیا کی آنکھیں کھول کر کہا تھا کہ ہندوں کی شان و شکوہ اب جاتی ہے۔ کپتان کہتا ہے کہ اس کے جاتے ہی وہ دیواریں جو مدتوں سے راجپوتوں کا بیت المقدس سمجھی جاتی تھیں۔ اور اس کو انکی عظمت وجلال کا ہالہ گھیرے ہوئے تھا اس کو اب راجپوتوں کی آزادیاں اور مذہب ناپاک سمجھنے لگے۔
گو یہ قصص و روایات زبانی ہیں مگر ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راجپوتوں کو اپنی آزادی کیسی پسند تھی اور وہ اپنی باتوں میں کیسے متعصب تھے میواڑ کی زبانی روایات حکایات میں اکبر کے ایک حملہ کا ذکر یہ ہے کہ اُس نے چتوڑ پر فوج کشی کی اور ناکام واپس آیا۔ رانا کی رانی سپاہ کو لیکر اکبر کے لشکر میں حملہ کرتی ہوئی گھس گئی اور ایک دفعہ وہ شہنشاہ کے صدر مقام پر بے محابا جا پہنچی۔
نامرد رانا نے مشتہر کیا کہ میری جان اس رانی نے بچائی اس سے راجپوت سمجھے کہ ہماری شجاعت پر داغ لگتا ہے کہ ایک عورت راجہ کی جان بچائے

وہ ایسے طیش میں آئے کہ سازش کرکے اس عورت کو انھوں نے مار ڈالا۔ اکبر نے راجپوتوں
میں یہ خانگی فساد دیکھکر چتوڑ کا دوبارہ محاصرہ کیا اس وقت اکبر کی عمر پچیس برس کی تھی۔
اسکی تمنا دلی یہ تھی کہ چتوڑ کو فتح کرکے نامور ہوں۔ اسکے لشکرگاہ کے نشانات اب بھی
موجود ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں نیڈ دلی سے لیکر بسی کی شاہ راہ پر دس میل تک اسکا
لشکر پڑا تھا کہ ہیڈ کوارٹر کے مقام پر سنگ مرمر کا مخروطی مینار بنا ہوا ہے اس کو اکبر کا دیوا
کہتے ہیں جب اکبر چتوڑ سے باہر خیمہ زن ہوا تو رانا اودے سنگھ نے کسی ضرورت کے سبب سے
بمجبوری چتوڑ کو چھوڑ دیا یہ ضرورت اور اسکی دلی خواہشیں متحد تھیں مگر اس نے اسکی حفاظت
کے لیئے بڑے بڑے بہادر سردار مقرر کیے چونڈا کی اولاد میں سے بہت سے سپاہیوں
کے گروہوں کو سیداس ساتھ لیکر سورج دروازہ پر کھڑا ہوا دشمن کا مقابلہ اسکے داخل
ہونے کے وقت خوب کیا اور پہلے اسکے جان گئی بہاڑ پر جو جگہہ اسکی خون سے تر ہوئی تھی
وہاں اسکا مقتل بنا ہوا یادگار روزگار ہے۔ جن میواڑ کے سرداروں نے یہاں جانفشانیاں
کیں انکی تفصیل یہ ہے۔ مڈیریا کا راوت دودیا۔ بید لا کیٹر تو۔ اولاد پرتھوی راج دہلی۔
بجولی کا پر ہار۔ بدری کا بھلا۔ اُنھوں نے اپنی بہادری دکھاکے اپنی سپاہ کو بہادر بنایا
چتوڑ کی حفاظت کے لیئے جو غیر ملکوں سے مددگار آن کر خوب لڑے اُن کی تفصیل یہ ہے
جھالور کے کارن سونی نیگ راؤ کا بیٹا دیولا ایشور داس راٹھور۔ کرم چند کچھوا ہہ ۔
روداد۔ سدھنی۔ گوالیار کا راجہ جسکی قوم تو ار تھی۔ میواڑ کی روایات کے تاریک صفحوں میں
سب سے زیادہ روشن حرفوں میں بڈنور کے جیمل کا اور کیلواڑے کے پیا کا نام لکھا ہوا ہے۔
اکبر نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ انکی بہادری اور جوانمردی کا بیان راجپوتوں کے
ورد زبان ہے۔ میواڑ میں جو رانا کے سولہ تابعین تھے انمیں سے یہ دو بھی تھے۔ جیمل راٹھور
میرتھیا کے خاندان کا تھا وہ مارواڑ کے سرداروں میں بہادر تھا۔ پتا جگوتیوں کا جو چونڈا
کی ایک بڑی شاخ ہے سردار تھا۔ راجپوتوں کو جب تک اپنے باپ دادا کی مہمات یاد رہینگی

وہ جیمل کا نام نہیں بھولیں گے۔ اس لڑائی میں عورتوں نے اپنی اوڑھنیوں پر ڈھال لگائی
اور بہادروں کو ساتھ لیکر دشمن کے لشکر میں بے تحاشا گھس گئیں۔

جب سورج دروازہ پر سو ئبرا قتل ہوا اور کیلوار کا بیٹا اُسکی جگہ مقرر ہوا تو اُس کی عمر سولہ
برس کی تھی۔ باپ اُس کا پہلی لڑائی میں مارا جا چکا تھا۔ اُسکی ماں زندہ تھی اُس نے بیٹے کو
زعفرانی پوشاک پہنائی اور چیتوڑ کے لیے جان دینے کی نصیحت کی اور اُس کے لیے بیوی کے
ہاتھ میں برچھی دیکر اپنے ساتھ لیا اور یہ دونوں پہاڑ سے نیچے اُترے۔ یہ دُلہن لڑکر مرگئی
راجپوتوں نے جب یہ دیکھا کہ ہماری لڑکیاں اور بیویاں ایسی بہادریاں کرتی ہیں تو وہ
سب کے سب ایسی بہادری سے لڑے کہ جان کی پرواہ نہ کی اور دیر تک ملک کے بچانے میں
جانفشانی کرتے رہے اور اُن کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ ہتھیار چھوڑ کر دشمن سے پناہ
مانگیں۔ جب جیمل کے گولی آنکر لگی تو اُسکو افسوس ہوا کہ اس دور کے صدمہ سے میری جان
جائیگی۔ اب اُس نے دیکھا کہ چیتوڑ کے بچنے کی امید کچھ نہیں اسکی شمالی طرف بالکل غیر محفوظ
ہوگئی ہے تو اُس نے یہ ارادہ کیا کہ ایک بارگی ماریں یا مرجائیں آٹھ ہزار رجپوتوں نے
زعفرانی لباس پہنا اور آخری بیڑا اُٹھایا۔ چیتوڑ کے دروازے کھولدیئے۔ خونریزی شروع
ہوئی۔ چند ہی رجپوت زندہ رہے ہونگے جنکے زعفرانی لباس پر دشمن کے حوالہ کرنیکا دھبہ لگا۔
شہنشاہ اکبر چیتوڑ میں داخل ہوا۔ ۳۲ ہزار راجپوت مارے گئے۔ سترہ سو سردار
کام میں آئے۔ سرداروں میں صرف ایک گوالیار کا راجہ قوم توار کا بچکر نکل گیا۔ نو
رانیاں پانچ امیرزادیاں دس لڑکے خردسال تمام سرداروں کے اہل وعیال چتا میں
جلکر خاکستر ہوئے۔ رجپوتوں کو اُنکے دیوتا نے جو سورج تھا چھوڑ دیا تھا۔ چیتوڑ کا آخری
روز اتوار کا دن یعنی سورج کا دن تھا یہ آخر شعاع اس نے اپنے جلال کی چیتوڑ پر چمکائی
چیتوڑ لٹ گیا۔ رانا کے مکانات ومحل ومندر سب غارت ہوئے۔ تمام امارات شاہی
چھن گئے۔ نقارہ جنکی آوازیں کوسوں جاتی تھیں۔ شہنشاہ نے چھین لیے۔ وہ تلوار جو

شوالہ میں چتوڑ کی کے لیے بپا کی کمر میں باندھی تھی وہ رے لی شوالہ کے دروازے اُکھیڑ کر اکبر آباد کے قلعہ میں لگانے کے لیے بھیجے گئے۔

اکبر نے ان راجپوتوں کی تعداد دریافت کرنے کے لیے جو اس لڑائی میں مارے گئے تھے اُنکے گلوں کے زنار اُتروا کے منگوائے تو وہ ساڑھے چوہتر من وزن میں ہوئے اس زمانہ سے یہ عدد ۷۴ ½ بمنزلہ طلاق سمجھا جاتا ہے۔ صرافوں کی چٹھیوں کے اوپر ۷۴ ½ لکھے ہوئے ہوتے ہیں جسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو اسے کھولکر پڑیگا وہ چتوڑ کے قتل کے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ یہ ایک دلچسپ ڈھکوسلا بھاٹوں اور کبیشروں کا گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے جنیوؤں کے وزن میں نہات مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ چتوڑ کو اودیسنگھ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ وہ راج پیپلی کے جنگل میں توم گوھیل کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ یہاں سے وہ گرود گھاٹی میں ارولی کے اندر گیا یہ مقام اُس جگہ کے متصل ہے جہاں چتوڑ کے فتح کرنے سے پہلے بپا گوشہ گزیں ہوا تھا چتوڑ کے فتح ہونے سے چند سال پہلے اس نے اس پہاڑی کے دروازہ پر ایک تالاب بنایا تھا۔ جو اب تک اودے ساگر کے نام سے مشہور ہے اور اس نے پہاڑوں کے درمیان ایک بند بندھوایا جس نے ایک دوسرے پہاڑ کے چشموں کے دھاروں کے پانی کو روک دیا۔ جہاں پہاڑوں کا جھنڈ تھا اسپر ایک محل بنوایا جس کا نام نوچوکی مشہور ہے۔ پھر اسکے گرد بہت جلد عمارات عالی شان تیار ہوئیں اور ایک شہر کی صورت پیدا ہوئی اور اس کا نام اپنے نام پر رانا اودیسنگھ نے اودے پور رکھا جو اب میواڑ کا دار الحکومت ہے۔

اودے پور

اودیسنگھ چتوڑ کے فتح ہونے کے بعد چار سال جیتا رہا اور بیالیس برس کی عمر میں مرا۔ پچیس[۲۵] بال بچے چھوڑے جنمیں سے پرتاب سنگھ اس کا جانشین ہوا اس رانا کا حال اکبر کے مہمات میواڑ میں پڑھو۔ ہم نے اس کے حال میں وہ حکایات اور روایات بھی لکھدی ہیں جو راجپوتوں میں مشہور ہیں۔ رانا پرتاب سنگھ کو مسلمانوں کی تاریخوں میں اکثر رانا کیکا لکھا ہے۔

پرتاب سنگھ کا رانا ہونا

اور اسکی وجہ حال کے کوئی راج تیل داس یہ بیان کرتا ہی کہ میواڑ میں کیکا اکثر بچوں کو کہتے ہیں اور کیکا کی جگہ کو کا بھی بولتے ہیں۔ میواڑ کی مہارانا کی عادت تھی وہ اپنے لڑکوں کو جب تک کہ وہ راجگدی پر بیٹھیں کیکا کہا کرتے تھے۔ اسی سبب سے رانا پرتاب سنگھ کو کیکا جب تک لوگ کہتے رہے کہ اس کا باپ رانا اودے سنگھ زندہ رہا۔ اکبر غالبًا اس سبب سے اس کو اکثر کیکا کہا کرتا تھا۔ مسلمان مورخوں نے اس کو جب بھی کہ وہ مہارانا ہو گیا کیکا ہی لکھا۔

مارواڑ

وجہ تسمیہ مارواڑ

اس دیس کا نام مارواڑ مشہور ہی دراصل وہ مارستھل یا مارو ستھان مردوں کی بستی ہی اس کو مارو دیس بھی کہتے ہیں مسلمان مورخ اس کو مردیس کہتے ہیں۔ کبیشر اسکو مور دھر کہتے ہیں اور کبھی مار وہی شعروں میں درج کرتے ہیں۔

ہندوستان میں راجپوتوں کی بڑی سلطنتیں چار رہیں۔ اول دہلی جس میں پورا اور چوہان راج کرتے تھے دوم قنوج جس میں راٹھور سلطنت کرتے تھے (قنوج اصل میں کبھ کنج) یعنی استخوان پشت زن بارگرہ) سوم میواڑ جس میں گھیلوت حکومت کرتے تھے (میواڑ اصل میں مدیہ وار یعنی وسط ملک) تھا۔ چہارم انہل وار جس میں چاورو سولانکی راج کرتے تھے۔

شہاب الدین غوری نے رائے پتھورا کا کام تمام کرکے جے چند راجہ قنوج کا قصد کیا۔ وہ بھاگ کر جاتا تھا کہ گنگا میں ڈوب کر مرگیا اس کا بھتیجا سیہا کہ شمس آباد میں تھا وہ بھی مرگیا یہ واقعہ سمت ۱۲۴۹ (۱۱۹۳ع) میں ہوا۔

قنوج کی تباہی کے ۱۸ برس بعد جے چند کے پوتے سیوجی اور سیت رام انہل وارہ (گجرات) میں راج کرنے لگے۔ سیوجی کے بعد اسکا ایک بیٹا اسوتھاما جانشین ہوا۔ دوسرا بیٹا سونتگ ایدر میں راجہ ہوا۔ تیسرا بیٹا اجمل او کھ منڈل میں راجہ ہوا اس سے قوم بدیل

پیدا ہوئی۔
بیساکھ سمت ۱۴۸۴/[illegible] میں جو وہ پیدا ہوا اسکے باپ کی جاگیر میواڑ میں تھی اس نے جیٹھ سمت ۱۵۱۵/۱۴۵۹ میں جودھپور کی بنیاد رکھی اور مندور سے اس شہر میں اپنی دار السلطنت کو مستقل کیا جو اب تک چلا جاتا ہی۔ جودہ اس شہر کے آباد کرنے کے بعد ۳۰ برس تک زندہ رہا اور اسکی زندگی میں اسکے بیٹوں اور پوتوں نے مارو دیس کو فتح کیا۔ سمت ۱۵۴۵ میں اکسٹھ برس کی عمر میں مرگیا اسکے بعد سوجوہ (سوج مل) تخت نشین ہوا۔ ۲۷ برس سلطنت کی۔ دہلی کے لودھی پادشاہوں میں آپسمیں بڑا جھگڑا رہا اسلیے مارو کا خشک ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے بچا رہا مگر سمت ۱۵۷۲/۱۵۱۶ میں ایک پٹھانوں کا گروہ تیج کے میلے میں شہر پیپر سے راجپوتوں کی ایک سو چالیس کنواری لڑکیوں کو پکڑ کرلے گیا جب اسکی خبر سورجمل کو ہوئی تو اس نے ان پٹھانوں کا تعاقب کیا اور اپنی جان کھو کران کنواریوں کو نجات دلائی اس واقعہ کے گیت اب تک تیج کے میلہ میں گائے جاتے ہیں کہ پیپر کی ایک سو چالیس کنواریوں کی قیمت میں سورج مل نے اپنی جان دی۔

سمت ۱۵۷۲/۱۵۱۶ میں سورج مل کا پوتا گنگا اس کا جانشین ہوا۔ اسکا چچا ساگا راج کا مدعی ہوا اور اُس نے اپنی مدد کے لیے دولت خاں لودی کو بلایا۔ اس خان نے ناگور سے ابھی رٹھوروں کو نکالا تھا۔ غرض جودھ کی اولاد میں تلوار چلی اور ان میں لودی خاں شریک ہوا۔ گنگا کے مددگار بہت سے رجپوتوں کے سردار کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے لڑ کر ساگا کو مار ڈالا اور دولت خاں کو بھگا دیا۔ پھر جب رانا سنگا کی لڑائی بابر بادشاہ سے ہوئی تو جودھ کے بیٹے سب رانا کے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑے اور اس لڑائی میں رٹھوروں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ان کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے چار سال بعد گنگا مرا اور سمت ۱۵۸۸/۱۵۳۲ میں اس کا جانشین بالدیو ہوا۔ یہ راجہ مارواڑ کی تاریخ میں بڑا مشہور ہوا اسوقت مارواڑ کی بڑی اچھی حالت تھی بابر نے تو اس خشک ملک کی بیرواہ

نہیں کی۔ گجرات کے بادشاہ نے بھی مالدیو سے کچھ لڑائی جھگڑا نہیں کیا اس فرصت میں راجہ نے دوست و دشمن کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو اصل راجپوت کیا کرتا ہی۔

مالدیو نے اپنے راج کے پہلے ہی سال میں ناگور اور اجمیر کو لے لیا ۱۵۹۶ء اس نے جھالور اور سوانہ۔ بعد راجوں۔ سندھالیوں سے لے لیئے اور دو سال کے اندر بیکا کے بیٹوں کو بیکانیر سے نکال دیا۔ غرض اس نے بہت سے ملکوں کو فتح کر لیا اور ان کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس نے جودھپور کے گرد مضبوط فصیل بنائی۔ اور بہت سی عمارات عالی شان قلعہ میں تعمیر کرائیں۔ میرتیا کی فصیل اور قلعہ میں جس کو وہ مال کوٹ کہتا تھا دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ خرچ کیا اس نے اور بہت سے قلعے تعمیر کرائے۔ کہتے ہیں کہ فقط سانبھر جھیل کی نمک کی آمدنی سے یہ ساری تعمیرات اُس نے تعمیر کرائی تھیں۔ یہ وہی مالدیو ہے جس کی پناہ میں ہمایوں بادشاہ آنا چاہتا تھا مگر اس نے انکار کیا تھا۔ شیر شاہ اسی ہزار سپاہ مالدیو سے لڑنے کے لیے لایا اور مالدیو پچاس ہزار راجپوتوں کو ساتھ لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ خوب لڑا۔ مگر آخر کو مغلوب ہوا۔ شیر شاہ نے بعد فتح کے کہا کہ خیر ہوئی ورنہ ایک مٹھی باجرہ کے لیئے ہندوستان کی سلطنت گئی تھی۔ شیر شاہ کے لڑنے کے بعد بھی مالدیو جیتا رہا اور ہمایوں کو پھر بادشاہ ہوتے ہوئے اس نے دیکھا۔ اب آگے مارواڑ کے معاملات شہنشاہ اکبر کی تاریخ میں ہم اس طرح بھی لکھدینگے جس طرح کہ ہندو اپنی زبانی روایات اور حکایات میں بیان کرتے ہیں۔

صوبہ اجمیر و راجپوتانہ و رانائے اودیپور کے معاملات

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ مہم گجرات میں ۹۸۱ھ ۱۸ میں جو بادشاہ نے ایدر کی طرف سپاہ بسر کردگی راجہ بھگونت سنگھ بھیجی تھی وہ قلعہ بدھ نگر کو فتح کر کے

ایدر کی طرف متوجہ ہوئی اور ایدر کا زمیندار نرائن داس راٹھور بادشاہ کے لشکر میں آیا۔ خدمات شائستہ بجالایا پیشکش لائق بادشاہ کے لیے تیار کی۔

جب رانا کی محل اقامت گوکندہ کے پاس راجہ بھگونت داس آیا تو رانا راجہ پاس آیا اپنی تقصیروں کا عذر کیا اور راجہ کو اپنے گھر لے گیا اور مراسم مہربانی بجالایا اور اپنے بیٹے کو ہمراہ کیا۔ یہ ظاہر کیا کہ میری طبیعت میں وحشت ہوگئی۔ میں آپ کے ذریعہ سے بادشاہ کی خدمت میں التجا کرتا ہوں اور خدمت کے لیے بیٹے کو بھیجتا ہوں۔

کچھ دنوں کے بعد اپنی وحشت کو دور کرکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ راجہ توڈرمل جب گجرات سے بادشاہ پاس آتا تھا تو رانا اسکے پاس بھی آیا اور خوشامد کی۔

میواڑ کے رانا نے کبھی مسلمان بادشاہوں سے اپنے خاندان کی لڑکی نہیں بیاہی یہاں کا رانا اپنے تئیں دیوتاؤں اور سورج کی نسل سے جانتا تھا۔ بھلا وہ مسلمانوں کو کب خاطر میں لاتا تھا ان کے ساتھ اس طرح کی رشتہ مندی کو اپنے لیئے بے طریق سمجھتا تھا رانا اودے سنگہ کی جان پر آن بنی مگر اس نے یہ رشتہ مندی پسند نہ کی۔

ہم ایک حکایت توڈر راجستان سے نقل کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوگا کہ رانا (دکیکا) کو کس قدر نفرت اس طرح کی رشتہ داری کرنے سے تھی راجہ مان سنگہ شولہ پور کو فتح کرکے ہندوستان کو آتا تھا۔ اس نے رانا پرتاب سنگہ (دکیکا) کو جو کنبھل میر میں تھا لکھا کہ میں تیری ملاقات کو آتا ہوں۔ رانا اسکے استقبال کو اودے ساگر میں آیا۔ اس ساگر کے بندھ پر راجہ مان سنگہ کی ضیافت کا سامان تیار کیا گیا۔ پتلیں چنی گئیں۔ راجہ مان سنگہ بلایا گیا۔ رانا کے بیٹے کنور امر سنگہ کو اہتمام ضیافت سپرد ہوا مگر رانا خود نہ آیا۔ اسکے بیٹے امر نے اپنے باپ کے نہ آنے کے لیے درد سر کا عذر پیش کیا اور راجہ سے عرض کیا کہ آپ رسم ضیافت کو ادا

رانا اودے پور کی حکایت مسلمان بادشاہوں سے لڑکی بیاہنے کی

پیجیے اور تناول طعام فرمائیے۔ راجہ نے ادب اور تمکنت سے کہا کہ رانا سے کہدو کہ میں آپ کے درد سر کے عذر کو خوب جانتا ہوں۔ مگر اس غلطی کا علاج کیا ہے۔ اگر رانا ہی میرے سامنے پتل رکھنے سے انکار کریگا تو پھر کون میرے آگے پتل رکھیگا؟ اب آگے تمھارے عذر کرنے عبث ہیں۔ اس پر رانا نے اپنا افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ میں اس راجپوت کے ساتھ نہیں کھا سکتا کہ جس نے اپنی بہن کو ترک سے بیاہا ہو جس نے غالباً اُسکے ساتھ کھانا کھایا ہوگا۔ راجہ مان سنگھ نے کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ چند چاولوں کے دانے ان دیوی (خوراک کی دیبی) کے نام کے لیے لیے اور ان کو اپنی پگڑی میں رکھ لیا اور یہ کہکر اُٹھ گیا کہ تمھاری عزت کے باقی رکھنے کے لیے ہم نے اپنی عزت کو قربان کیا کہ اپنی بہن اور بیٹیوں کو ترکوں سے بیاہا۔ اگر تمھارا یہی دل چاہتا ہے کہ خوف میں رہوں تو رہو اب اس ملک میں تم کو حکومت کرنی نہیں نصیب ہوگی اور اپنے گھوڑے پر چڑھکر پرتاب سنگھ کی طرف جو آ گیا تھا یوں مخاطب ہوا کہ اگر میں تمھارے گھمنڈ کو نہ ڈھا دوں تو میرا نام مان نہیں۔ انکا جواب پرتاب نے یہ دیا کہ مجھے آپکے ملنے سے ہمیشہ خوشی ہوگی ایک گستاخ بے ادب راجپوت یہ بھی بول اُٹھا کہ اپنے پھوپا (اکبر) کے ساتھ لانے کو نہیں بھولیے گا جس زمین میں دعوت ہوئی تھی وہ ایسی ناپاک سمجھی گئی کہ کندہ کرائی گئی اور گنگا جل سے دھلوائی گئی۔ جو سردار اس دعوت میں آئے یہ سمجھے کہ یہاں آنے سے پوشاک ناپاک ہوگئی ہے اسلیے نہا کر اسے بدلا۔

رانا اودے سنگھ تو سنہ ۹۰۵ ۱۵۱۸ میں مر گیا تھا اسکی جگہ رانا پرتاب سنگھ (دیکیکا) جانشین ہوا۔ گو وہ نامرد باپ کا بیٹا تھا مگر جوانمرد دادا رانا سنگا کا پوتا تھا۔ دادا کی بہت سی صفات اسکی ذات میں ورثہ میں آئیں تھیں۔ گو نہ اس پاس کوئی دار السلطنت تھا نہ مخازن۔ دولت پر قبضہ تھا خاندان پر ادبار آ چکا تھا۔ اس کے امرا کا دل شکستہ تھا۔ مگر قومی و ملکی محبت خاکستر تلے کی آگ ہوتی ہے۔ جہاں اُس پر ہوا چلی آتش شعلہ زن ہوئی۔ یہی حال راجپوتوں کا تھا کہ باوجود اس

رانا پرتاب سنگھ ۹۰۵

زبون حالت کے راناکے ساتھ ہمدردی کرتے اور جان نثار کرنیکو اسلئے موجود تھے کہ مسلمانون مطیع نہو جائین۔ رانا پرتاب سنگھ جانتا تھا کہ مین اکبر سے میدان مین نہین لڑسکتا۔ اسلئے اپنے باپ دادا کے طریقے کے موافق وہ اروَلی کے پہاڑون مین کمبل میر (کنبھل میر) مین چلا گیا تھا اور اُس پہاڑی ملک کو اکبر کے مقابلہ کے لئے تیار کرتا تھا۔ ابھی تک سورج بنسی ہونیکا گھمنڈ اُسکے دماغ سے نہین نکلا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ مین اس ہنس کا راجہ ہون کہ جسکی چوکھٹ پر ہمیشہ پہلے سارے ہندوستان کے راجہ سر رکھا کرتے تھے مین کیون کسی کے آگے سر نیچا کرون میرے پاس مستحکم مقامات ہین ملک و ولایت بہت ہے۔ میرے ساتھ ایسے راجپوتون کا انبوہ ہے کہ اپنے ناموس کے لئے جان دینے کو بے حقیقت سمجھتے ہین۔

جب بادشاہ اجمیر مین آیا اور اُسکے نزدیک رانا کی سرکشی و گردن فرازی و حیلہ بازی حد سے زیادہ گذری تو اُس نے رانا کے مغلوب کرنے پر توجہ کی اور کنور مان سنگھ کو جو عقل و اخلاص و عقیدت و شجاعت مین بادشاہ کے یکتا امرا مین سے تھا اور اُسکو اپنی فرزندی کا خطاب بادشاہ نے عنایت کیا تھا اسکو اس خدمت پر نامزد کیا اور دوشنبہ ۲ محرم ۹۸۴ھ ۲۱ کو اجمیر سے رخصت کیا غازی بدخشی و خواجہ غیاث الدین علی آصف خان و سید احمد و سید ہاشم و جگن ناتھ و سید راجو و مہتر خان و مادھو سنگھ و مجاہد بیگ و کھنگار و رائے مونکرن اور اور بہادرون کو اسکے ساتھ کیا۔ اس اخلاص مند سپاہ کو کنور مان سنگھ لیکر چلا اور بادشاہ نے اُسے سمجھایا کہ رانا کو بدقسمتی کے خواب سے بیدار کر کے سعادت کی طرف رہنما کرے۔ مگر یہ سرمایہ بیداری اسکی غنودگی کا سبب ہوئی۔ مانڈل گڈھی مین افواج کو چند روز اسلئے توقف کرنا پڑا کہ سب امرا اور لشکر جمع ہو جائین۔ رانا کا ایسا سر پھرا تھا کہ وہ کنور مان سنگھ کو اپنا زیردست زمیندار سمجھتا تھا اسکا ارادہ تھا کہ اس قصبہ مین جا کر اس سے لڑون۔ مگر اسکے رفیقون نے سمجھایا کہ اس جسارت مین خسارت ہے کنور مان سنگھ اجمیر سے کوہستان اروَلی کے نیچے مغرب مین سفر کر کے

درہ ہلدی گوٹ مین آیا۔

اس لڑائی مین ملا عبد القادر بدایونی شریک تھا اسلئے ہم اُس لڑائی کا بیان اسکی تاریخ سی نقل کرتے ہین۔

اوائل ربیع الاول ۹۸۴ھ مین گوکندہ کی فتح ہوئی مجمل بیان اسکا یہ ہے کہ مان سنگہ و آصف خان متواتر کوچ کرکے اجمیر کی فوج کو مانڈل گڈہ کی راہ سے بلدہ مین جو گوکندہ سے سات کروہ (۱۴ میل) پر تھا لائے یہین رانا کیکا رہتا تھا (معلوم ہوتا ہی کہ سہو کاتب سے ہلدی یا ہلدیو کی جگہ ہلدہ لکھا گیا جسکو طبقات مین گھاٹی ہلدیو اور تو ڈر راجستان مین ہلدی گھاٹ لکھا ہی یہ نام اس سبب سے رکھا گیا تھا کہ یہان کی زمین زرد مثل ہلدی تھی۔ ابوالفضل نے جنگ کی جگہ کھیم پور لکھی ہے وہ ایک گانون گوکندہ کے شمال مین اور اودیپور کے شمال مغرب مین ہے) رانا اس سے لڑنے آیا مان سنگہ ہاتھی پر سوار ہوا اور اُسکے ساتھ پادشاہی یکے مثل خواجہ محمد رفیع بدخشی و شہاب الدین کورہ و پایندہ خان قزاق و علی مراد ازبک و راجہ لون کرن حاکم سانبھر اور اور راجپوت قول اوسط یا قلب مین ہمراہ ہوئے اور ہراول مین اور نامی جوان جمع ہوئے اور انمین سے اسّی سے کچھہ زیادہ چیدہ و برگزیدہ سید ہاشم بارہ کے ہمراہ ہیشتر ہراول کے لئے نامزد ہوئے انکا نام جوزہ ہراول (یعنی فرع ہراول) رکھا گیا۔ اور سید احمد خان بارہ ایک جماعت کے ساتھ برانغار اور قاضی خان مع سیکری کے شیخ زادون کے جو شیخ ابراہیم چشتی کے خویش تھے جرانغار مین و مہتر خان چنداول مین مقرر ہوئے۔ رانا کیکا ۳ ہزار سوار لیکر عقب درہ سے آیا اسکی دو فوجین تھین ایک فوج کا سردار حکیم سور افغان تھا وہ ہراول کے مقابلہ مین قبلہ رویہ یعنی مغرب کوہ سے آئے۔ بسبب شکستگی و ناہمواری اور ببولون کے درختون کی کثرت کے اور راہ کے پاربیچان ہونے کے جوزہ ہراول اور ہراول ایک راہ پر آنکر دونو مخلوط ہوکر ایک ہوگئین اور جنگ مغلوبہ ہوئی۔ راجہ لون کرن کے ماتحت جو راجپوت تھے انمین سے اکثر بائین جانب سے بھیڑون کیطرح

بھاگے اور ہراول سے نکل کر برانغار کی پناہ مین آئے۔ اسوقت فقیر (عبدالقادر) نے کہ چند مخصوصون کے ساتھ ہراول مین تھا آصف خان سے کہا کہ اسوقت کیونکر آشنا و بیگانہ راجپوتون مین تمیز کیجائے۔ اُسنے شش کہکر جواب دیا کہ تیر لگائے جاؤ کسی طرف کوئی مرے ع زہر طرف کہ شود کشتہ سود اسلام ست۔ پس ہم تیراندازی اس انبوہ پر کرتے تھے جو مثل کوہ تھا اور ہمارے تیر اصلا خطا نہین کرتے تھے اور اسکے گواہ ہمارے راست تیر ہین ع القلب یصدق شاھد بیشہد (دل سچا گواہ ہی جو شہادت دیتا ہے) ع گواہ عاشق صادق در آستین باشد۔ ہمکو یقین تھا کہ ہمارا ہاتھ کام کر رہا ہے اور ثواب غزا حاصل ہو رہا ہے سادات بارہ اور بعض صاحب ناموس جوانون نے اس لڑائی مین وہ کام کیا جو شاید رستم ہی سے ہوتا میدان جنگ مین طرفین کے آدمی مارے گئے۔ دوسری فوج جسکا سردار خود رانا تھا وہ گھاٹی مین سے آیا اور گھاٹی کے دروازہ پر غازی خان تھا اسکو ہٹا کر قلب مین پہونچایا۔ سیکری کے شیخ زادے ایک دفعہ بھاگ گئے اور فرار کے وقت ایک تیر شیخ منصور داماد شیخ ابراہیم کے لگا وہ اس جماعت کا سردار تھا۔ اس زخم سے مدتون تک اس کو زحمت رہی۔ غازی خان باوجود ملائی کے بہادرانہ کھڑا رہا۔ اُس کے داہنے ہاتھ پر تلوار لگی جس سے اُسکا انگوٹھا کٹ گیا۔ اب مقاومت کی مجال اس مین نہین تھی تو الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین (جب طاقت نرہی تو فرار پیغمبرون کی سُنت ہے) بڑھ کر قول مین پہونچا اور وہ جماعت کہ اول وہلہ مین اس فوج سے روگردان ہوئی وہ دریا سے پار جا کر بھی پھر نہ پھری۔ اس گیر و دار مین مہتر خان نے چندراول سے نکل کر نقارہ بجایا اور آوازہ لگایا کہ بادشاہ ایلغار کر کے آگیا اس ادا سے کچھ بھگوڑون کی تقویت ہوئی اور وہ بھاگنے سے ٹھہر گئے۔ راجہ رام ساہ گوالیاری نبیرہ راجہ مان ہو ر رانا کے آگے آیا اس نے راجہ مان سنگہ کے راجپوتون کی جان پر وہ کاربردازی کی کہ جسکی شرح نہین ہو سکتی۔ یہی جماعت

گوگنندہ کی لڑائی کا نقشہ جس سے سپاہیون کے آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا حال خوب معلوم ہو۔
حکیم سور افغان
جوزہ ہراول
سید ہاشم بارہ
ہراول
آصف خان وغیرہ عبدالقادر
قلب یا قول
راجہ مان سنگہ وغیرہ ولون کرن
علی مراد اوزبک وغیرہ
سید احمد خان بارہ
چنداول
مہتر خان
رانا پرتاب
راجہ رام شاہ گوالیار
جرانغار
غازی خان شیخ رادھاے سیکری
آگے بڑھنے کی نشانی
پیچھے ہٹنے کی نشانی
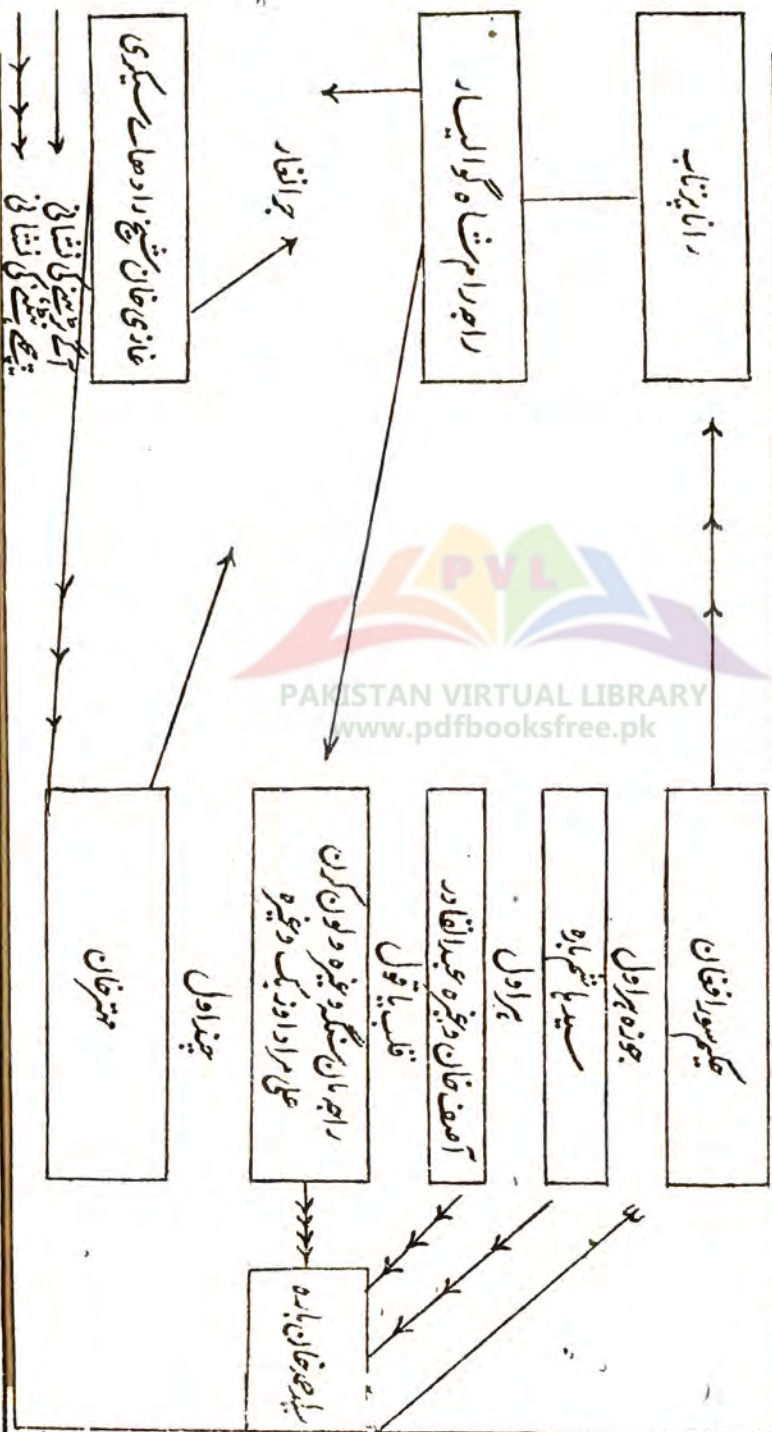
ہراول کی چپ سے بھاگی اور آصف خان کے فرار ہونیکا سبب ہوئی وہ میمنہ میں سادات بارہ پاس التجا لے گئی۔ اگر سادات پائے ثبات نہ قائم کرتے تو اس سبب سے کہ ہراول بھاگ چکی تھی لڑائی میں بڑی رسوائی ہوتی۔ رانا کے ہاتھی بادشاہی ہاتھیوں کے مقابل میں آئے۔ انمیں سے دو قوی مست ہاتھیوں کی لڑائی ہوئی اور حسین خان فوجدار کہ مان سنگھ کے پیچھے دوسرے ہاتھی پر سوار تھا گر پڑا۔ مان سنگھ خود بجائے مہاوت کے حسین خان کے فیل پر جا بیٹھا اور ایسی ثبات قدمی کی کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آتی۔ ان دو ہاتھیوں میں کہ جن میں ایک فیل خاصہ بادشاہی تھا وہ رانا کے فیل رام پرشاد نامی سے جو بڑا قوی ہیکل تھا لڑا اور جنگ عظیم ہوئی ایک دوسرے کو دھکیلتا تھا۔ اتفاقاً رانا کے ہاتھی کے فیلبان کے تیر لگا اور ہاتھیوں کے حملہ کے صدمہ سے وہ زمین پر گرا۔ بادشاہی ہاتھی کا فیلبان چستی و چالاکی کرکے اپنے ہاتھی پر سے کود کے رانا کے ہاتھی پر جا بیٹھا اور وہ کام کیا کہ کسی سے نہوتا۔ یہ حال دیکھکر رانا کو تاب نہ رہی جو جلو رانا کا ہاتھی تھا وہ بھاگا اور افواج میں تذبذب ہوا اور راجہ مان سنگھ کے یکون نے آگے آنکر وہ چپقلش کی کہ ایک کارنامہ تھا اور مان سنگھ کی سرداری سے آج ملا شیری کے معنی اس مصرعہ کے سمجھ میں آئے ع کہ ہندو میزند شمشیر اسلام جیمل چتوری کا بیٹا اور راماساہ گوالیاری مع اپنے بیٹے سالباہن کے جنہوں نے بہت کچھ تردد و جانفشانی کی تھی جہنم میں گئے اور گوالیار کے راجاؤں کی نسل میں کوئی باقی نہیں رہا کہ قابل جانشینی ہوتا خس کم جہان پاک۔ رانا جو مادھو سنگھ کے مقابل تھا تیر کے زخموں سے زخمی ہوا حکیم سور جو سادات بارہ کے آگے سے بھاگا تھا رانا پاس التجا لے گیا اسکی اور رانا کی دونو کی فوج ایک ہوگئیں۔ رانا تنہا انھیں بلند پہاڑوں میں چلا گیا جہاں چتور کی فتح کے بعد گیا تھا اور وہاں محض بے اختیار تھا۔ یہاں تابستان کی چلہ کی گرم ہوا ایسی چل رہی تھی کہ آدمی کا بھیجا سر میں پگھلا جاتا تھا۔ صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوئی تھی اور معرکہ میں پانچسو آدمی مر چکے تھے جنمیں سے ایکسو بیس مسلمان تھے اور باقی

ہندو اور زخمی تین سو سے زیادہ نہ تھے ہوا کا حال جلتے تنور کا سا تھا۔ سپاہیون مین حرکت کی قوت نہ تھی اور غالب گمان یہ تھا کہ رانا مکر و فریب کرکے پہاڑ کے نیچے چھپا بیٹھا ہوگا اسواسطے تعاقب نہین کیا۔ پھر کر زخمیون کی تیمارداری کی گئی اور فتح کی تاریخ یہ ہوئی ع وبید و من اللہ فتح قریب (خدا کی طرف سے فتح ظاہر ہوئی) دوسرے روز کوچ کیا اور میدان جنگ مین آنکر ہر شخص کے کام کا ملاحظہ کیا گیا اور درہ سے گذر کر گوکندہ مین آئے۔ رانا محل کی حفاظت اُسکے چند فدائی کرتے تھے وہ اور معابد سے چند آدمی اور جنکا مجموعہ بیس آدمیون کا ہوتا تھا اُنہون نے رسم قدیم کے موافق جوہر کیا اور مستورات کو ہلاک کرکے گھرون اور بتخانون مین سے باہر آنکر حرکت مذبوحی کی اور تلوار کے زخم سے مالک دوزخ کو جان سپرد کی امراء کو یہ خیال تھا کہ رانا کہین شبخون نہ مارے۔ کوچہ بندی کی خندق اور دیوار ایسی اونچی کہ اسپر سے سوار نہ آسکے گوکندہ کے گرد بنائی اور اسمین آنکر فروکش ہوئے۔ امراء مردہ گھوڑون اور کشتہ آدمیون کی نام نویسی کرتے تھے کہ عریضہ شاہی مین لکھکر بھیجین۔ سید احمد خان بارہہ نے کہا کہ ہم مین سے نہ کوئی لڑا ہے نہ کسی کا گھوڑا کشتہ ہوا ہے کہ جنکے نامون کو دیوان اعلیٰ مین لکھکر بھیجین۔ اسم نویسی سے کیا فائدہ ہے۔ اسوقت غلہ کی فکر کرنی چاہیئے۔ چونکہ یہ کوہستان کم زراعت تھا۔ بنجارے بھی نہین آئے تھے۔ عسرت سے سپاہ کا عجب حال تھا۔ مشورہ کیا گیا اور نوبت بہ نوبت امراء مین سے ایک کو سردار اعتبار کرکے سیکرون من غلہ لانے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ سیکرہ کے معنے کوئی چھکڑہ کے لیتا ہے اور سکرم اسی سے مشتق بتاتا ہے۔ کوئی اسکو سنسکرت کا لفظ سمجھکر بہینگی کے معنے لیتا ہے۔ بنگالی زبان مین شکرا اور شکت چھکڑے کو کہتے ہین) پہاڑون کی چوٹیون اور بلندیون پر مجمع شکستہ آدمیون کا ملتا تو وہ اسیر کیا جاتا۔ مواشی کے گوشت پر گذر اوقات ہوتی تھی اور آم اس افراط سے پیدا ہوئے تھے کہ بیان نہین ہو سکتے۔ اراذل عوام انکو بجائے طعام

کھاتے تھے۔ اکثر اُن کی رطوبت سے بیمار ہو گئے تھے اس دیار مین آم ایک اکبری سیر کی برابر وزن مین ہوتا تھا مگر جرم مین چھوٹا ہوتا ہے اور شیرینی اور مزہ اس مین چندان نہین ان دنون مین محمود خان پادشاہ کے پاس سے ایلغار کر کے گوگندہ مین آیا اور معرکہ کا حال تحقیق کر کے دوسرے روز چلا گیا۔ اور جو حال ہر کسی شخص کا سنا تھا وہ عرض کیا۔ سب خدمات پادشاہ کو مستحسن معلوم ہوئین مگر یہ امر پسند خاطر نہین ہوا کہ رانا کو زندہ نکل جانے دیا۔ امرا نے یہ چاہا کہ رام پرشاد نامی ہاتھی کو مع فتحنامہ کے پادشاہ کے پاس بھیجین۔ کئی دفعہ پادشاہ نے اس ہاتھی کو رانا سے مانگا تھا مگر اسنے اپنی بدبختی سے نہین بھیجا تھا۔ آصف خان نے فقیر (عبدالقادر) کا نام لیا اور کہا کہ وہ محض بسبب محبت و قربت کے ساتھ آیا تھا اسکے ساتھ یہ دونو چیزین بھیجنی چاہئین۔ مان سنگہ نے کہا کہ ابھی کچھ کام باقی ہے اسکو چاہئے کہ معرکہ مین صفون کے آگے آگے ہو کر سب جگہ امامت کرے مین نے کہا کہ مین یہان کی امامت چھوڑتا ہون۔ میرا کام یہ ہے کہ بندگان شاہی کی صف کے آگے امامت کرون۔ مان سنگہ مسرور و مبتہج ہو کر فیل مذکور اور احتیاطاً تین سو سوارون کو میرے ہمراہ کیا اور خود بھی سیر و شکار اور تھانون کے مقرر کرنیکی تقریب سے گوگندہ سے بیس کروہ تک میری مشائعت کی اور سفارش نامہ لکھکر یہان سے مجھے پادشاہ کے پاس رخصت کیا مین ماکھورا اور مانڈل گڈہ کی راہ قصبہ انبیر مین جہان مان سنگہ کا وطن تھا آیا۔ جہان مین جاتا تھا وہان لوگ مان سنگہ کی جنگ اور فتح کی کیفیت سنتے تھے تو انکو یقین نہین آتا تھا۔ انبیر سے پانچ کروہ پر فیل دلدل مین پھنس گیا جتنا وہ آگے جاتا تھا اتنا ہی زیادہ دھنستا تھا۔ یہ میری اول ہی خدمت تھی۔ میری حالت عجیب تھی۔ آخر اس نواح کی رعایا نے آنکر کہا کہ پارسال بھی اسی زمین مین ایک فیل پادشاہی پھنس گیا تھا تو اس دلدل مین بہت سا پانی ڈالا تھا تو دلدل ایسی پتلی ہو گئی کہ اُس مین سے ہاتھی نکل آیا۔ غرض سقون کو بلا کر یہی کیا کہ بہت سا پانی ڈلوایا تو آہستگی کے ساتھ

فیل نے اس ورطہ سے خلاصی پائی اور مین ایسیر مین آیا اس سے آدمیون کو بڑا افتخار حاصل ہوا
یہان چار روز بکر قصبہ نونندہ مین کہ مولد فقیر تھا اور بسا و رجسکی نسبت یہ مصرعہ ہے ؏
داول ارض مس جلدی ترابہا - (یہ اول ہی زمین تھی جسنے میری جلد کو چھوا تھا) ہوتا ہوا۔
اوائل ماہ ربیع الاول مین بوسیلہ کوکہ وراجہ بھگوانداس پدرمان سنگہ کے دیوانخانہ فتحپور مین
پادشاہ کی کورنش بجا لایا اور امرار کی عرضداشت اور ہاتھی کو پادشاہ کی خدمت مین نذر کیا۔
پادشاہ نے پوچھا کہ اس ہاتھی کا نام کیا ہے۔ عرض کیا کہ رام پرشاد۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ بطفیل پیر
حاصل ہوا ہے اسی لئے اسکا نام پیر پرشاد رکھتا ہون۔
پھر پوچھا کہ سچ کہو کہ تو کس فوج مین تھا اور کیا کام تیرے ہاتھ سے بن آیا مین نے کہا کہ
پادشاہون کے حضور مین سچ بھی سو ترس و لرزہ کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ دروغ
کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے۔ پھر مین نے جو واقعی حال تھا بتفصیل بیان کیا پھر پوچھا کہ تو برہنہ
تھا یا مسلح۔ مین نے کہا کہ جبہ و بکتر میرے پاس تھے فرمایا کہ یہ کہان سے ہاتھ لگے تھے مین نے
کہا کہ سید عبداللہ خان سے ہاتھ لگے تھے۔ میری باتین پادشاہ کو بہت مستحسن معلوم ہوئین
اِن دنون مین پادشاہ کے آگے اشرفیون کا گنج رکھا رہتا تھا اسمین سے ۹۶۔ اشرفیان
مجھے انعام دین اور پوچھا کہ شیخ عبدالنبی سے بھی ملاقات کی ہے مین نے کہا کہ مین ابھی گردراہ
سے دربار مین آیا ہون انسے کیونکر ملتا۔ دوشالہ نخودی اعلیٰ درجہ کا دیا اور فرمایا کہ اسکو
لیجا کر شیخ سے ملاقات کرو اور کہو کہ یہ دوشالہ کارخاصہ کا بنا ہوا ہے کہ شیخ کی
نیت سے فرمائش کرکے بنوایا ہے اسکو وہ اوڑھے۔ مین یہ دوشالہ شیخ پاس لیگیا
اور پادشاہ کا پیغام سنا دیا۔ شیخ خوش ہوا اور پوچھا کہ وداع کے وقت مین نے
کہا تھا کہ جب صفین ملین تو دعا ہماری پڑھ کر ہمکو یاد کرنا مین نے کہا کہ یہ دعا مین نے خود
پڑھی تھی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلِلْمُؤْمِنٰتِ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ وَ
اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شیخ نے کہا کہ یہ دعا کافی تھی

سبحان اللہ یہ شیخ عبد النبی کیا تھے یا آخر مین انکا وہ حال ہوا کہ کسیکو خدا نہ دکھائے نہ سنوائے اس سے سب کو عبرت پکڑنی چاہیئے ؎

ہر کرا پرورد گیتی عاقبت خونش بریخت ، حال آن فرزند چون باشد کہ خصمش مادرست

اصل تاریخی حال تو بدایونی نے لکھا ہے اب ٹوڈ راجستان کے بیانون کی طرف توجہ کرتے ہین جو اُنھون نے نہایت جانفشانی سے کبتون اور گیتون اور کبیون اور بھاٹون کی روایتون سے جمع کیئے ہین اور انسے بعض تاریخی حالات معلوم ہوتے ہین مگر اس سے پہلے ہم ایک بڑے نامور شاعر لارڈ بائرن کی نظم چائلڈ ھریلڈ کا ترجمہ لفظی کرتے ہین اور اسکا مطلب بیان کرتے ہین پھر بعض حکایات اس معرکہ کی نقل کرتے ہین **نظم کا ترجمہ**

کیا ہر ایک گیت ایسے شاندار فسانہ سے نہین بھرا پڑا ؟

افسوس ہے کہ کسی ہیرو (یعنے نامور شجاع) کی بڑی سے بڑی قسمت یہ ہے۔

جب سخت پتھرون کے تودے اور تاریخ کے دفتر کچھہ حال نہین بتاتے تو کسان اپنے گیت مین مشتبہ تاریخون کی لے بڑھاتے ہین۔ اے غرور ذرا آسمان سے نیچے آنکھین جھکا کر اپنی حالت کو دیکھ کہ وہ لوگ جو بڑے طاقتور تھے اب گیت ہی گیت رہگئے ہین۔ کیا کتاب۔ مینار عمارت تجھکو بڑا رکھینگے ؟ یا تو روایت کی بھولی زبان پر بھروسا رکھیگا جبکہ خوشامد تیرے ساتھ سو گئی ہوگی اور تاریخ تجھکو نقصان پہنچائیگی۔ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ روایات (یہ ایک ایسے انگریزی لفظ کا ترجمہ ہے جسکے معنے افسانون گیتون و قصون کے ہین جو زبان زد خلائق ہوتے ہین) انمین بھولی بھولی باتین ایسی بھی ہوتی ہین جن مین صداقت نہین ہوتی یعنے عوام مین جو ایک بڑے آدمی کی نسبت گیت و کہانیان مشہور ہوتی ہین وہ بھی اس کی خوش قسمتی کی یادگار ہوتی ہین جو اس کو اپنی زندگی مین حاصل ہوئی تھین۔ جب ان بڑے آدمیون کے نشان مٹ جاتے ہین۔ ان کے قلعے و عمارات و شہر غارت ہو جاتے ہین۔ تاریخون مین ان کے ذکر کا پتہ نہین لگتا یا بُری طرح بیان ہوتا ہے

تو اسوقت ان قصے کہانیون اور گیتون سے جو عوام مین مشہور ہوتے ہین انکے کارنامے معلوم ہوتے ہین۔ شاعر بغیر فیصلہ کے سوال کرتا ہے کہ کیا بڑے آدمیون کی عظمت عمارتون اور کتابون سے اچھی طرح معلوم ہوتی ہے خاصکر ایسی حالت مین جبکہ انکے بغیر خواہ مورخ انکے ساتھ مر گئے ہون اور تاریخ مین انکے کامون کو بُری صورت مین دکھایا ہو یا ان کی عظمت روایات کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہے جو اپنی شاعرانہ اور بھولی زبان سے انکو گاتے یا سناتے ہین وہ انکی عظمت کی زیادہ یادگار ہوتی ہین۔ یا تاریخ جو مخالفانہ لکھی ہے؟ غرض رانا پرتاب کا یہی حال ہے جو بڑا آدمی تھا مگر مورخ مخالف ملے۔ اس کے کامون کو ذلیل کرکے بیان کیا۔ عوام مین جو باتین اسکی بہت مشہور ہین وہ شاعرانہ صورت رکھتی ہین مؤثر ہین۔ اب ٹوڈ نے روایات سے اس معرکہ کے بیان مین یہ لکھا ہے کہ رانا پرتاب بائیس ہزار راجپوتون کو ہلدی گھاٹ کے میدان جنگ مین لایا تھا۔ ان مین سے صرف آٹھ ہزار جان سلامت لیگئے پرتاب تن تنہا اپنے گھوڑے جیتک پر سوار ہو کر بھاگا۔ اسی گھوڑے نے اس کی جان بچادی اور اپنے اوپر سوار کرکے لے گیا دو مغل اس کے پیچھے پڑے جنکو اس روک نے تھوڑے دنون کیلیے روک دیا کہ پہاڑ سے بہتی ہوئی ندی حائل ہوئی جسکو رانا کا گھوڑا پار پھلانگ گیا مگر یہ گھوڑا بھی اپنے آقا کی طرح زخمی۔ چقماقی پہاڑ سے جو گھوڑے کے نعلون سے شرارے نکلتے تھے انکی روشنی سے تعاقب کرنے والون کو معلوم ہوا کہ ہم رانا کے بہت ہی پاس آگئے ہین کہ ایک انمین سے بڑے زور سے اپنی زبان مین پکارا کہ ہو نیلی گھوڑا راسوار۔ تو پرتاب نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو ایک سوار نظر آیا۔ یہ سوار اسکا بھائی سکرا تھا۔ یہ بھائی پرتاب سے ذاتی جانی دشمنی رکھتا تھا۔ اس دشمنی نے اسکو ملک میواڑ کا دغاباز دشمن بنایا تھا وہ اکبر کے لشکر کی صفون مین تھا کہ اُسنے دیکھا کہ ایک نیلا گھوڑا جاتا ہے اور اُس کے ساتھ کوئی نہین ہے یہ دیکھتے ہی بھائی کے ساتھ جو کینہ سینہ مین جمع تھا وہ جاتا رہا اور برادرانہ محبت کا جوش اُٹھا

اور اسکے ساتھ ان باتون کی یاد نے جو عاجز کرنے والی تھین دل کو گھیر لیا وہ تعاقب کرنے والون کے ساتھ اسلئے ہوا کہ ایمین سے جو اسکے نیزہ کے نیچے آ جائے انکو ہلاک کرے یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ یہ دونو بھائی اپنی ساری عمر دن مین آپس مین دوستانہ و برادرانہ ملے گھوڑا چیتک گر گیا۔ ہر نام اس کے بھائی نے دوسرا گھوڑا انگارہ دیا اور وہ چیتک سے زین کھول کر اسپر رکھنے لگا تو اُسکا چیتک وفادار گھوڑا مر گیا۔ اس گھوڑے کی ایک یادگار رہی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چیتک یہان مرا تھا اور دار السلطنت کے آدھے مکانون مین اس سارے واقعہ کا نقشہ دیوارون پر کھنچا ہوا ہے۔

رانا اسطرح خلاصی پاکر جلدی سے پہاڑون کی راہون پر گیا جہان اسکو رات ہو گئی تھی اسکے سات زخم بھی لگے تھے جنسے خون جاری تھا۔ گو رانا حالت فرار مین ان مصائب مین گرفتار تھا مگر وہ اپنے شاہانہ ارادون سے باز نہ آتا اور آئندہ لڑنے کے منصوبے باندھتا تھا۔

سکرا پھر مغلون کے لشکر مین گیا۔ اکبر کو یہ حال معلوم ہو گیا تھا اسنے سکرا کو بہت انعام و اکرام اس کام پر دیا۔ ہونیلا گھوڑا را اسوار۔ رانا کے رشتہ دارون مین ضرب المثل کی طرح مشہور ہو گیا۔

غرض تاریخ بدایونی اور ٹوڈ کے بیانات کو ختم کرکے مین اب اکبر نامہ کے ورق اُلٹتا ہون اور دیکھتا اور یو چھتا ہون کہ بدایونی اور ابو الفضل کی طرز ادا جدا جدا ہی مگر مطلب ایک ہی۔ ابو الفضل نے ہاتھیون کی لڑائی کا بیان تفصیل سے اسطرح لکھا ہے کہ جیسے جوان مردون نے ایک بو العجبی کا ہنگامہ دکھا رکھا تھا۔ نامور ہاتھیون سے بھی اپنے کارنامے دکھائے تھے۔ غنیم کے ہاتھی لونا نے معرکہ صف شکنی آراستہ کیا۔ جمال خان فوجدار بادشاہی فیل گجمکتہ کو اسکے روبرو لایا۔ اسکے تصادم سے بادشاہی ہاتھی زخمی ہو کر بھاگا مگر رانا کے ہاتھی کے فیلبان کے ایسی بندوق لگی کہ وہ کارزار سے چلا گیا۔ اس عرصہ مین پرتاب خود فیل رام پرشاد کو کہ سر آمد فیلان تھا جنگ کا ساز لگا کے

لایا اور اُسنے بہت بہادرون کو مارا۔ کمال خان بادشاہی ہاتھی گجراج کو لاکر نبرد آرا ہوا۔ پنجو فیلبان مدار اکو فیل رام پرشاد کے روبرو لایا قریب تھا کہ یہ بادشاہی ہاتھی بھی بھاگے کہ رام پرشاد کے فیلبان کے ایک تیر ایسا لگا کہ وہ مرگیا۔ رام پرشاد بادشاہ کے آدمیون کے ہاتھ آیا۔ رام داس پسر جیمل کو جگن ناتھ نے ضرب لگا کے عدم مین پہنچایا۔ راجہ رام ساہ مع تین بیٹون سالباھن و بھان سنگہ و پرتاب سنگہ کے دادِ مردانگی دیکر نیست ہوئے۔ کنور مان سنگہ گوگنڈہ مین مقیم رہا۔ مگر رانا کی جستجو مین تکاپو نہیں کی اور کہانے پینے کو مشکل سے وہان ملتا تھا اس لئے اُن سنگلاخون سے نکل کر صحرا مین آیا اسیر حیلہ اندوزون نے بادشاہ سے یہ کہا کہ رانا کے استیصال مین تساہل ہوا قریب تھا کہ بادشاہ مان سنگہ پر عتاب کرے لیکن بادشاہ کو حیلہ سازون کا حال معلوم ہوگیا اس لئے وہ خفا نہوا۔ جب امرا اور کنور مان سنگہ بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوئے بخشش و بخشائش انکے حال پر ہوئی۔

گوگندہ کی طرف شکار کھیلنے کو بادشاہ نے انتظام ملکی کے لئے مناسب جانا کہ اس ناحیہ کے تمام سرکش ایک ہی دفعہ سرنگون ہون اور اس مرزبوم کے ساکنین سعادت گزین ہون۔ عبادات ایزدی مین گزیدہ ترین عبادت بادشاہ کے لئے یہ ہے کہ وہ خیر اندیشون پر نوازش اور بدکارون کو پامال ایسے شائستہ طور پر کرے کہ خدمت فروشون کی منت نہ اُٹھانی پڑے اور فتنہ اندوزون کے تزویر کی مداخلت نہونے پائے۔ طراز صورت بطرز معنے سرانجام پائے۔ یہ کیا خوش کام ہے کہ غازۂ عبادت بھی چہرے پر رکھتا ہے اور تربیت کی چہرہ افروزی بھی کرتا ہے اگرچہ یہ امر ابتدا ئے نظر مین نیکون کے حق مین خیر اندیشی معلوم ہوتی ہے لیکن وہ بدکارون کے حق مین بھی نیک خواہی ہے اول دید مین شورش مند سرکشون کا تنبیہ کرنا نظر آتا ہے مگر حقیقت مین وہ اخلاص گزین

بادشاہ کا گوگندہ جانا ۹۸۴ھ

عقیدت منشون کا سرمایہ سعادت ہے۔ عقل کے نزدیک جمیع اشغال سلطنت
مین پادشاہون کے ذمے یہ ہے کہ وہ بالذات کام کو اپنے ذمے جانین۔ جو کام
ملازمون سے اچھی طرح نہ ہوسکے اُس کے سرانجام دینے مین اپنے نفس سے مصروف
ہون اس لئے پادشاہ نے ان ایام مین یہ ارادہ کیا کہ گوگندہ مین شکار کھیلنے
جائے کہ رانا نے کوہستان جنوبی مین سر اُٹھایا ہے اور رائے نراین داس نے
ایدر مین علم استکبار بلند کیا ہے۔ ۳۱۔ اسفندارمذ کو اجمیر سے گوگندہ کی طرف
کوچ کیا جس کے سبب سے بہت سے سرکش آنکر مطیع ہوگئے۔ رانا کوہستان مین چھپ گیا
قطب الدین خان و راجہ بھگونت داس و کنور مان سنگہ کو پہاڑون کے درمیان
بھیجا کہ اس گریوہ نشین کو گرفتار کرین۔ قلیچ خان و خواجہ غیاث الدین علی
و آصف خان اور امرا کو ایدر بھیجا کہ اس سرزمین کو ناسپاس سرکشون کے خاشاک سے
پاک صاف کرین۔

جو لشکر ایدر کو روانہ کیا تھا وہ منزل بمنزل ۷ آبان ۹۸۴ھ کو ایدر کے حوالی مین
آیا۔ اس سرزمین کے نخوت آرا کوہستان کی تنگناؤن مین گھس گئے۔ تہورمنش راجپوت
اپنے معابد و منازل مین لڑنے مرنے کو تیار ہوئے۔ پادشاہی لشکر مین سے ہیرہ بھان
و عمر خان افغان و حسن بہادر اس گروہ کے پامال کرنے کو گئے۔ راجپوتون نے تلوارین
سونت کر اور برچھے لگا کر عرصہ جانفشانی مین تیزدستی کی بہت سے پادشاہی آدمی انکے آگے سے
بھاگے۔ عمر خان و حسن بہادر مارے گئے مگر وہ سب راجپوت ہلاک ہوئے شہر مین بہت
سی غنائم پادشاہی لشکر کو ہاتھ آئین۔ ایدر کی حراست امرا باتدبیر کو سپرد
ہوئی۔

پادشاہ نے جو سپاہ رانا کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجی تھی اسکو رانا کا
پتا نہ ملا۔ وہ جلدی سے بغیر حکم شاہی کے پادشاہ کے پاس واپس چلی آئی۔

حکام سلطنت کی پاسبانی اول فرمانروایون کے ذمہ واجب ہے۔ دوم خدمت پذیر دون پر اسکی نقش پذیری لوح دل پر ضروری ہے۔ اس واسطے پادشاہ قطب الدین خان اور راجہ بھگونت داس پر خفا ہوا اور انکو کورنش کی اجازت نہین دی مگر جب انہون نے اپنی ندامت اور پشیمانی ظاہر کی تو انکو دربار مین آنیکی اجازت دی۔ قلیچ خان نے ایدر کو فتح کیا تھا مگر پادشاہ نے اسکو گجرات کے جانیکے لئے بلالیا تو رائے ایدر نے اور زیادہ سرکشی پر کمر باندھی وہ پہلے کوہستان مین بھاگ گیا تھا۔ اب اسنے آسار اول کو اپنے ساتھ متفق کیا اور تنگنا کوہستان سے باہر نکلا اور عرصہ مبارزت کو آرائش دی۔ ۱۴ اسفندارمذ کو اولیا دولت لشکر کی پاسبانی شیر خان کو سپرد کرکے میدان جنگ کی طرف چلے فوج قول مین خواجہ غیاث الدین علی آصف خان فوج برانغار مین تیمور بخش فوج جرانغار مین میر ابو اللیث۔ فوج ہراول مین مرزا مقیم نقشبندی و نور قلیچ خان و دھیرہ برمان و میر غیاث الدین افسر تھے۔ غنیم کے صف دو گروہ تھے۔ طرفین سے جوان مردون نے اپنے جوہر دکھائے۔ راجپوت برچھیون سے خوب لڑے نور قلیچ خان کے بازو مین زخم لگا مگر اسنے جنگ سے ہاتھ نہین اٹھایا۔ مظفر راجپوتون کے ہجوم سے زمین پر گر کر پھر گھوڑے پر چڑھکر لڑا۔ دھیرہ برمان نے بھی مردانگی دکھائی۔ اس ہنگامہ مین ہراول شاہی ہار گئی۔ جوان مردون نے جانفشانی کرکے اسکو سنبھالا۔ مرزا مقیم و قطب خان کی جانین گئین۔ جسوقت ہراول کو ہزیمت ہوئی تو فوجین بہم کمک کو آئین اور کارزار مین مصروف ہوئین مخالف بھی بڑی شجاعت سے لڑا۔ اپنی توانائی کے موافق لڑکر شکست پائی پادشاہی لشکر فتحیاب ہوا

پادشاہ کی گزیدہ پرستش یہ ہے کہ شائستہ نصیحتون اور تدابیر کی قوتون سے گردن کشون کو فرمان پذیر کرین۔ اور اگر نصیحت و فضیحت سودمند نہو تو پھر انکو نیست و نابود کرین تاکہ وحدت انتظامی مین اختلال نہو۔ اور شورش کثرت سے جہان غبار آلود نہو۔ اس نظر سے آبان ۲۲ سنہ ۹۸۵ مین راجہ بھگونت داس اور کنور مان سنگھ اور سردارون کو رانا کے استیصال کے لئے بھیجا۔ شہباز خان میر بخشی کو اس لشکر کا مہتمم مقرر کیا۔ شہباز خان نے

ایدر اور اسکے نواح کی فتح ۲۱ سنہ ۹۸۵ھ

رانا کے استیصال کیلئے بھیجا جانا ۲۲ سنہ ۹۸۶ھ

جاکرایک عرضداشت بھیجی جسمین یہ درخواست کی کہ انتظام کے لئے کارشناس بھیجے جائین بادشاہ نے شیخ ابراہیم فتحپوری کو کچھ سپاہ کے ساتھ بھیجدیا کہ وہ حد لادلالی مین اقامت کرکے اس سرزمین کے سرکشون کو فرمان پذیر کرے اور شہباز خان کی یاوری کرکے راناکی بیخ کنی مین تگاپو کرے۔

رانا نے اپنے باپ داداکی طرح قلعہ کوہلمیر (کومبل میر) کواپنی پناہ گاہ بنایا۔ یہ قلعہ ایسے بلند پہاڑ پر ہے کہ کسی نے پہلے زمانہ مین اُسے کمتر فتح کیا ہے۔ شہبازخان میربخشی جب اس نواح مین آیا تو اُسنے راجہ بھگونت سنگھ اور کنور مان سنگھ کو یہ سمجھکر بادشاہ کے پاس بھیجدیا کہ وہ راناسے زمینداری مین ایک مناسبت رکھتے ہین مبادا اس سبب سے راناکی سزامین التوا واقع ہو اور خود شریف خان و غازی خان و مرزاخان کو ساتھ لیکر قلعہ کی فتح کا ارادہ کیا اپنی رائے صواب اندیش سے بڑے بڑے سنگستان طے کرکے لشکر کولے گیا اور بڑی کٹھن گھاٹیون سے آسانی سے نکل گیا قلعہ کی فتح کے لئے ہمت چُست کی چابک دستی اور تیزپائی سے اُسنے کیلواڑہ پر قبضہ کرلیا اور پہاڑون پر لشکر کو چڑھاکر چیرہ دستی کی قلعہ کا محاصرہ کیا جس سے رانا کے ہوش اُڑے اور ایک اور بلا اُسکے سرپر چڑھ آئی کہ قلعہ کے اندر ایک توپ کے پھٹنے سے اسکا بہت اسباب اور سامان جلکر خاکستر ہوگیا وہ ایسا بیدل ہوا کہ جریدہ پہاڑون مین بھاگ گیا قلعہ فتح ہوگیا۔ نامور راجپوتون نے اپنی پرستشگاہون کے گرد لڑکر اُنمول جانین سستی بیچین۔ راناکا پتہ یہ معلوم ہوا کہ وہ بانسوالہ مین ہے تو شہبازخان۔ غازی خان بدخشی کو قلعہ حوالہ کرکے وہان گیا۔ اس رداروی مین دو پہر کو قلعہ گوگندہ پر اقتدار حاصل کیا اور آدھی رات کو قلعہ ادے پور پر تصرف کیا۔ لشکر کو غنیمت سے مالا مال کیا اور صوبہ اجمیر مین راناکا پتلا اہال کردیا۔

شہبازخان کو صوبہ اجمیر کے کوہ نشین گردن کشون کے تابع کرنے کے لئے اور شورپشت نہاد بدکارون کو سزا دینے کے لئے بھیجا تھا سو اُس نے اپنی مردانگی کا

شہباز خان کا فتح کومبلمیر ۹۸۶ھ

پیشوا اخرد کو بناکے یہ کام بہت اچھی طرح کئے۔ بہت سے سرکشون کا نقدِ جان غارت کیا بعض کو پرستار اور خدمتگار بناکے چھوڑ دیا۔ رانا کو ایسا تنگ کیا کہ وہ اپنا بنگاہ چھوڑ کر پہاڑون مین پوشیدہ ہوا۔

پادشاہ کو معلوم ہوا کہ صوبہ اجمیر مین رانا نے سر اُٹھایا ہے تو بہر دے $\frac{۹۸۶}{۲۳}$ سنہ ھ کو غازی خان و محمد حسین اور اور امرا کو بسر کردگی شہباز خان کے روانہ کیا کہ رانا اور تمام سرکشون کو تنبیہ کاری سے باز رکھ کر نیک بندہ بنائے یا ان کی جان نکالے بہت سا خزانہ اسکے ساتھ کیا۔ شہباز خان نے رانا پرتاب کو ایسا تنگ کیا کہ وہ ہر صبح کو شام وا پسین جانتا تھا خوف سے مارا مارا پڑا پھرتا تھا۔ تیجمال سیسودیہ کے مکان مین وہ تھا کہ شہباز خان نے اسپر تاخت کی اور بہت سے بداندیشون کو مارا اور انکا مال اسباب لوٹ لیا اور اس نواح کو بدگوہرون سے پاک کرکے سپہ نشین بنایا۔ مشرقی دیار مین فساد ہونے کے سبب سے پادشاہ نے اس کو اپنے پاس وہان بھیجنے کے لئے بُلا لیا۔

پادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ رانا کوہستان سے نکلا ہے اور شورش کر رہا ہے۔ زیردستون پر درازدستی کرتا ہے۔ ایک لشکر بسرکردگی جگن ناتھ روانہ کیا۔ مرزا جعفر بیگ کو بخشی مقرر کیا۔ ۲۴ر آذر $\frac{۹۹۳}{۲۹}$ سنہ کو وہ رخصت کیا۔ تھوڑے دنون مین وہ اس دیار مین آیا رانا نے کنارہ کیا۔ پرجا کو سکھ ملا۔ جگن ناتھ چند روز بعد منڈل گڈہ مین سید راجو کو چھوڑ کر رانا کے بنگاہ پر گیا۔ رانا مین لڑنے کی طاقت نہ تھی وہ ایک اور گریوہ کی راہ سے نکلا۔ اور اُس نے منڈل گڈہ کے ملک مین شورش مچائی اور کئی جگہ لوٹ مار کی سید راجو لڑنے کے قصد سے رانا کی طرف گیا وہ چتوڑ کی جانب پھرا۔ جس سر منزل پر کہ رانا اسباب باندھتا تھا وہان سید اُترا۔ مگر اسنے دستبرد کچھ نہین کی۔ زیردستون کو رہائی ہوئی اور جگن ناتھ رانا کی بنگاہ پر تاخت کرکے اس سپاہ سے مل گیا۔ جگن ناتھ و جعفر آخر روز مین رانا کی بنگاہ پر آئے۔ قریب تھا کہ اُسے گرفتار کر لیتے کہ رانا کے ایک آدمی نے اُسے آگاہ کر دیا

رانا مع اپنے زن و زاد کے پہاڑوں کی تنگناؤں میں چلا گیا۔ خان دوران اس کا غارت دوراندیشی کے سبب سے اُس راہ سے آنے میں بہبود نہیں دیکھی جس سے گئے تھے دوسری طرف کچھ جاکر ڈونگر پور کی طرف پھرے۔ یہاں کا راجہ دوروئی کر رہا تھا اُسے دفعتہً جا پکڑ لیا۔ اور بہت روپیہ اور چارپائے لیئے۔ رانا چاہتا تھا کہ کوہستان سے نکلکر اس ملک میں فساد کرے کہ اس سپاہ نے اُسے روک دیا انھیں دنوں میں دودا بھی مر گیا۔

کلہ سیسودیہ راناکے خاندان میں سے تھا اور اس کا ساتھ دیتا تھا۔ وہ بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ اس پر بادشاہ نے نوازش کی۔ مگر پھر وہ بھاگ گیا۔ بادشاہ نے صلاح الدین و رامچند کو حکم دیا کہ اس کو جلد جاکر پکڑ لیں اور نصیحت کرکے یہاں لے آئیں اور اگر وہ نہ مانے تو اُس کو مار ڈالیں۔ یہ ایک سو اسّی کوس طے کرکے قصبہ فتحپور میں آئے وہ خاطر جمعی سے کھانا کھا رہا تھا کہ اُنھوں نے پیغام نصیحت گذارش کیا۔ اس افسوں مہربانی کو اس نے افسانہ بیدلی جانا تو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑا اور وہ خود اور دو آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ باقی آدمیوں نے پناہ مانگ کے جان بچائی۔

کلہ سیسودیہ کا مارا جانا ۹۹۲ھ

قلعہ سوانہ و چندرسین پسر راجہ مالدیو کے معاملات و مہمات

جب ۹۷۵ھ میں اجمیر میں بادشاہ آیا تھا تو چندرسین پسر مالدیو کو کہ ہندوستان کے اعاظم زمینداروں میں سے ہے اس کی ملازمت سے مشرف ہوا تھا۔ مگر جب وہ ۹۷۱ھ میں اجمیر میں آیا تو اُس نے سُنا کہ چندرسین پسر راجہ مالدیو بادشاہ کی اطاعت سے سرتابی کرکے خودسر ہوگیا اور قلعہ سوانہ کو کہ صوبہ اجمیر کے سب قلعوں میں زیادہ مستحکم و استوار تھا لڑنے کے لیے تیار کیا ہے۔ بادشاہ نے اس سانحہ کو سنکر اس دیار کی رعایا پر رحم کیا کہ شاہ قلی خاں محرم و رای رائے سنگہ و شمال خان و کیشوداس

چندرسین پسر راجہ مالدیو کی سرکشی اور ... ۹۸۱

بسر جمل میرتھ دال وجگت رائے پسر دھرمچند کو چندر سین کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ اگر وہ نصیحت سے راہ پر آجائے تو ہمارے پاس لے آؤ یہ امرا رشاہی شہر سوخب میں آئے۔ مالدیو کا پوتا کلہ یہاں سے بھاگ کر تنگنا رکوہستان میں قلعہ سرباری کے اندر چلا گیا۔ امرا رشاہی نے اس کا تعاقب کرکے اس شہر کو جلا دیا تو وہ کوہ کورنبہ میں چلا آیا بادشاہ کی سپاہ نے اس کا تعاقب کیا اور دشت وگریوہ پر کچھ خیال نہیں کیا۔ جب کلہ نے اپنے گرفتار ہونے کی صورت معائنہ کی تو عاجزی کرکے راست کیشوں کے وسیلہ سے لشکر شاہی سے ملا اور جھیس داس دیر بھتی راج راٹھور اور اپنے بھائی کیشوداس کو خدمت گزینی کے لئے لشکر کے ہمراہ کیا اور اپنی شکستگیوں کی درستی کے لیے رخصت لی۔ جب اس طرح چندر سین کی جمعیت میں فتور آیا تو شہر سوانہ کی طرف امرا رشاہی متوجہ ہوئے۔ یہاں چندر سین کے ہوا خواہوں میں سے راول سکھ راج ریاست کرتا تھا ان دنوں میں رائے رائسنگہ کے ملازم بسر کردگی گوپال داس اس کے ملک پر تاخت و تاراج کرنے کے لئے دوڑے۔ راول کی معاونت کے لئے چندر سین نے سوجا دیبی کو بھیجا اس عرصہ میں کہ وہ مواضع وقریات تاراج کرکے معاودت کرے۔ راول پاس جمعیت اکھٹی ہوگئی اور عرصہ نبرد آراستہ ہوا۔ سوجا دیبی داس و مال برادر راول اس مصاف میں مارے گئے اور بادشاہی لشکر فتحمند ہوا۔ لڑائی کو سنکر رائے رائسنگہ جنگ گاہ میں آیا مگر اس کے آنے سے پہلے ہی فتح ہوگئی تھی راول کو یہ ایسی شکست ہوئی کہ وہ راہ پر آگیا اور اپنے بیٹے کو لشکر شاہی کے ساتھ کیا اب یہاں سے فوج شاہی سوانہ کی تسخیر پر متوجہ ہوئی۔ چندر سین نے قلعہ میں اپنا ٹھہرنا مصلحت نہ جانا قلعہ کو تپائے راٹھور اور تپائے بقال کو حوالہ کیا امرا رشاہی نے اس کا محاصرہ کیا۔

جب بادشاہ ۹۸۲ھ میں اجمیر میں آیا تو سوانہ سے جریدہ رائے رائسنگہ بادشاہ

کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ حدود جودھپور میں چندر سین خود سری کر رہا ہے لشکر سوانہ کی تسخیر کے لیئے مقرر ہوا ہی وہ دشمن کے دفع کرنے کے لیے کافی نہیں ہی۔ کام روائی کے لیئے اور لشکر عنایت ہو۔ پادشاہ نے اسکی درخواست منظور کی۔ طیب خاں و سید بیگ توقبائی و سبحان علی ترک و خرم و عظمت خاں و سیوداس کو چندر سین کے سر پہ بھیجا وہ رامپور کے حدود سے سخت گریووں میں چلا گیا۔ فوج شاہی نے بھی کوہستان کی طرف رُخ کیا مخالفوں میں چند آدمیوں کا کام نکلا اور اکثر ان میں شدائد سے پائمال ہوئے۔ چندر سین سے مقابلہ لشکر شاہی سے نہ ہو سکا وہ بھاگ گیا۔ امرار شاہی اپنی نافہمی اور کوتاہ بینی سے اسکے اس بھاگنے ہی کو یہ سمجھے کہ سارا کام پورا تمام ہو گیا۔ بے طلب شاہی وہ پادشاہ پاس چلے آئے پادشاہ نے اس نافرمانی کے قصور پران کو پایہ اعتبار سے ساقط کیا ۹۸۸ھ ۲۵ میں صوبہ اجمیر کی بعض محال میں پھر چندر سین نے سرکشی و خود سری اختیار کر کے فساد مچایا۔ پادشاہ نے پاینده محمد خاں مغل و سید ہاشم و سید قاسم اور تمام ان حدود کے اقطاع داروں کے نام فرمان جاری کیا کہ چندر سین کو سزا دیں سب حسب الحکم اس کار پر متوجہ ہوئے وہ لشکر شاہی سے لڑا اور شکست پا کر بھاگ گیا۔

جب شاہ قلی محرم و رائے رائسنگہ کا لشکر شائستہ خدمت نہ کر سکا اور سپاہیوں کے گھوڑے نکمے ہوئے اور جانوروں کے چارہ نہ ملنے سے تمام سپاہیوں کو اضطرار ہوا تو اُس نے سید احمد و سید قاسم و سید ہاشم و جلال خاں و شمال خاں کو اس خدمت پر تعین کیا کہ حصار کی فتح میں کوشش کریں اور جو لشکر پہلے گیا ہی اُس کو ہمارے پاس بھیجدیں۔ امرار اپنے اپنے تیول میں یورش کا سامان درست کرنے گئے۔

قلعہ سیوانہ کی فتح ۹۸۹ھ ۲۶ سنہ و جلال خاں کا واقعہ

اس درمیان میں جلال خاں کا واقعہ پیش آیا۔ جلال خاں میرٹھ میں آیا، رای رائسنگہ کے بھائیوں سلطان سنگہ و رام سنگہ اور شاہ قلی کے داماد علی قلی خاں نے

پیغام بھیجا کہ ہم حکم شاہی سے چندرسین کے استیصال کے دیے ہیں۔ مگر وہ کوہستان کے استظہار اور مسالک کی دشواری اور جاں نثار تھوروں کے ہجوم کے سبب سے استقلال کا دم بھر رہا ہے۔ یہ وقت آپ کی مدد کا ہے جلد آؤ۔ اس درخواست سے جلال خاں ان حدود میں بہت جلد چلا آیا ہے۔ چندرسین کنوجہ میں پناہ لیکر اس لشکر سے لڑا۔ بہت کشت و خون ہوا۔ وہ پھر پہاڑوں میں چلا گیا امرا شاہی قلعہ رام گڈھ میں آئے۔
ان دنوں میں ایک مکار نے اپنے تئیں دیبی داس بنایا لوگ اسکے گرد جمع ہوئے بہت آدمیوں کو تو یہ یقین تھا کہ مرزا شرف الدین حسین کی لڑائی میں حدود میرتھا میں دیبی داس مارا گیا۔ مگر اس مدعی مکار نے یہ کہا کہ میں اس لڑائی میں زخمی ہوا تھا۔ مجھے ایک جوگی اپنے گھر لے گیا اور وہاں علاج کر کے اچھا کر دیا جوگی کی اگیا سے پھر سنسار کا دھندا کرتا ہوں اب کوئی اسے مانتا تھا۔ کوئی نہ مانتا تھا وہ جلال خاں کی صحبت میں شریک اس خیال سے ہوا کہ نیکو خدمتی کی دستاویز سے پادشاہ کی ملازمت میں اسکے توسل سے پہنچے مگر یہاں ایک اور ہی گل کھلا۔ چندرسین کی جستجو میں تدبیریں ہو رہی تھیں کہ دیبی داس نے بتلایا کہ چندرسین اپنے بھتیجے رام رائے کے بیٹے کلا کے گھر میں ہے۔ شاہی لشکر وہاں پہنچا۔
اس سبب سے کلا نے شمال خاں سے ملکر دیبی داس کے مارنے کا ارادہ کیا۔ شمال خاں نے دیبی داس کو گھر میں مہمان بلا کر اسکے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اپنی مردانگی سے ہاتھ نہ آیا اور سلامت نکل گیا اب وہ اعیان لشکر شاہی سے مایوس ہو کر کلا کا مصاحب بنا اور اپنے انتقام لینے کے لیے وہ شمال خاں کے خیمہ کے شبہ میں جلال خاں کے خیمہ میں گھس گیا۔ جلال خاں جنگ کے سامان بغیر لڑنے کھڑا ہو گیا اور قتل ہوا پھر شمال خاں کے خیمہ پر دیبی داس گیا تو وہاں اس کی امداد کو جیل کا لشکر آ گیا تھا وہاں اسکی دال نہ گلی۔ پھر اس ناحیہ کے تمردمنشوں نے سر اٹھایا۔ علی الخصوص کلا نے۔ قلعہ دنکور (دیوکور) میں بہت سرکش جمع ہوئے سادات بارہ اور تمام اعیان

لشکر ان قلعہ نشین سرکشوں کے دفع کے دیے ہوئے اور سوانہ کا کام تاخیر میں پڑا اسلیئے شہباز خاں کو بادشاہ نے تعین کیا کہ اس لشکر کو برسرکار کرکے وہ چلا آئے جب وہ اس ناحیہ کے قریب آیا تو ایسی آگہی ہوئی کہ لشکر شاہی قلعہ پر جھول رہا ہے اور پیاپے لڑکر کام کو اور سخت کرتا جاتا ہے۔ شہباز خاں اپنی ہمت اور دل کارپرداز سے بے توقف اس قلعہ کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ لڑائی میں تلواریں چمکیں اور قلعہ مفتوح ہوگیا۔ بہت سے سرکش مارے گئے اور گرفتار ہوئے۔ شہباز خاں یہاں سیدوں کے تھانے بٹھا کر سوانہ کی تسخیر کو چلا اس سے سات کوس کے فاصلہ پر ایک سنگین قلعہ دوبارہ (دوتارہ) تھا۔ اس میں راٹھور راجپوت جمع تھے۔ جب شہباز خاں یہاں آیا تو اس نے راٹھوروں کو فرمان پذیری کی ہدایت کی مگر سودمند نہ ہوئی۔ ناگزیر قلعہ کو فتح کرنا پڑا۔ ساباط بنائے تھوڑے دنوں میں یہ قلعہ بھی فتح ہوگیا اور بہت راجپوت مارے گئے اور یہ فیروزمندی سوانہ کی فتح کا مقدمہ بنی۔ اس سے سوانہ میں بھی اہل قلعہ کو خوف پیدا ہوا۔ اب لشکر قلعہ سوانہ کی فتح پر جھکا۔ جو لشکر یہاں پہلے تھا اسکو رخصت کیا اور ساباط بنائے اور اس عقدہ دشوار نما کی گرہ کشائی میں ظاہر کو باطن کے ساتھ یک رنگ کیا تدبیر کو شجاعت کے ساتھ جمع کیا۔ تھوڑے دنوں میں اہل قلعہ نے دہائی مچائی اور پناہ مانگی شہباز خاں اس قلعہ کو اپنے آدمیوں کو حوالہ کرکے بادشاہ پاس چلا گیا۔

رائے سرجن حاکم رنتھنبور کا بیٹا دودا بے رخصت اپنے وطن بوندی کو چلا گیا اور وہاں ظلم و ستم برپا کیا۔ بادشاہ نے صفدر خاں و بہادر خاں و محمد حسین شیخ و کاندر رائے و جاندون سلطان و جمیل کو اس خدمت پر نامزد کیا کہ وہ عام رعایا کی حفاظت کریں اور دودا کو پکڑ کر لے آئیں مگر اس فوج نے اپنی کارشناسی سے مدارا کی خواستگاری کی اس لیئے بادشاہ نے ۱۰ محرم ۹۸۵ھ کو نواحی رامپورہ سے زین خاں کوکلتاش کو اس خدمت پر رخصت کیا۔ اور رائے

فتح بوندی کا ۹۸۵ھ

سرجن کو جو اس سے رشتہ پدری اور بھوج کو جو اس سے پیوند برادری رکھتا تھا اور رامچند وکرمسی کو اسکے ہمراہ کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ امرا رجو پہلے وہاں گئے ہیں وہ اس لشکر سے ملکر یکتا دلی سے کام کریں دونوں نے اس کام کے سرانجام میں شائستہ تگاپو کر کے تھوڑے دنوں میں قلعہ پر تصرف کیا۔ دودا پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ جب ان حدود میں امن ہو گیا تو اس ناحیہ کی حراست بھوج کو سپرد کر کے زین خاں رائے سرجن کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں آنے کے لیئے روانہ ہوا۔ ایک ہی منزل چلا تھا کہ اس سرزمین کی شورش سنکر اس کو سوائے معاودت کے کوئی اور چارہ نہ تھا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس کوہستان میں رہتے رہتے اکثر سپاہی تنگ ہو گئے تھے۔ جب کوکہ روانہ ہوا تو سپاہ کے بدذات آدمیوں نے پہلے غل مچایا کہ دودا آ گیا ہے اور پھر لوٹنا شروع کیا۔ اردو بازار اور آباد شہر کا بڑا حصہ لٹ گیا۔ امرا ترسنا کی اور ناشناسائی سے باہر نکلنے پر آمادہ ہوئے زین خاں نے یہاں اقامت کی اور رائے سرجن کو کسی مصلحت کے سبب سے بادشاہ پاس رخصت کیا اور خود اس نواح کے انتظام میں مصروف ہوا اس نے اپنے اخلاص سے لشکر کی ظاہری بے سامانی اور بیدلی عامہ کو مٹا دیا۔ دفعتہً غبار فتنہ بیٹھ گیا۔ دلوں کو چین ہوا۔ تبہ کار گوشوں میں چھپ گئے متمردوں نے مناسب سزا پائی۔

دودا نے بادشاہ کی سپاہ کے اسباب معیشت کی کمیابی دیکھی تو وہ بہت سے آدمیوں کو جمع کر کے کوہ اونٹ گردن پر چڑھ گیا۔ یہ پہاڑ بہت بلند اور دشوار گذار ہے۔ اس پر اس لیے وہ گیا تھا کہ فرصت پا کر لشکر کو گزند پہنچائے۔ زین خاں کوکہ نے لشکر کے تین حصے کر کے پیند سستی کی اور بعض کار طلب بہادروں کو پہاڑ پر جانے کے لیے آمادہ کیا اور خود بھوج کی ساتھ متفق الرائے ہو کر ان بہادر گریوہ نوردوں کا معین ہوا۔ پیشقدم تنگناؤں سے نکلکر بلندی کے قریب پہنچے۔ مخالف نے بہت سے اپنے

بہادروں کو آگے روانہ کیا۔ اپنر پادشاہی لشکر نے بندوق اندازی شروع کی اور
ان کے تین بڑے نامی سرداروں کو اُڑا دیا جس سے سب آگے والوں کے قدم اُکھڑ گئے
گو کہ آگے بڑھکر ایک بڑی لڑائی لڑا۔ ایک سو بیس نامور مخالف کے مردانہ لڑکر مرے
اور دودا بھاگ گیا۔ جب اس طرح یہ ناحیہ غبار شورش سے صاف ہوا تو اس کا انتظام
رائے بھوج کے سپرد کیا اور خود پادشاہ پاس چلا آیا۔

دودا رانا پاس گیا وہ شوریدہ پشتی سے فتنہ اندازی کرتا پھرا۔ شہباز خاں جب رانا کو
پکڑنے گیا ہی تو دودا سے عہد و پیمان کرکے اپنے ساتھ پادشاہ کی خدمت میں لایا۔
قصبہ تھارہ میں پنجم تیر ۹۸۶؁ھ ۲۳ میں وہ پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔
پادشاہ نے اُسے دیکھکر فرمایا کہ اسکی پیشانی سے ادبار جاوید کے آثار نمودار ہیں۔
بدنہادوں کے مزاج کو مہربانی کی نوشدارو سودمند نہیں ہوتی۔ مگر یہاں کا پاس
ضرور ہی اسلیے اس پر بخشائش کی جاتی ہی۔ پادشاہ تو اپنے دار الخلافہ کو آیا۔ دودا
کو پنجاب چھوڑا۔ جہاں سے وہ کچھ دنوں بعد بھاگ گیا۔

جب پادشاہ نے سُنا کہ تاج خاں جالوری نے فرمان برداری چھوڑی اور دیورہ
رائے سروہی نے احکامِ بندگی کی پاسبانی کو ترک کیا تو ترسوں خاں و رائے رائسنگہ
و سید ہاشم بارہ کو یہ خدمت سپرد کی کہ اول انکو موعظت کی باتوں سے اطاعت کی راہ
پر لائیں اگر طرز دانا پسند سے کام نکل آئے تو لڑنا نہیں چاہیے اور اگر وہ اس طرح
نہ مانیں تو یہ سمجھیں کہ خدا کی مرضی ہی کہ میدان جنگ میں انکی جانیں جائیں۔ پادشاہ کا لشکر
تھوڑے دنوں میں جالور میں آیا تو تاج خاں ندامت کو دستاویز بناکر فتراک دولت
سے وابستہ ہوا۔ وہ شرمندہ ہوکر اولیا ردولت سے ملا۔ اور پادشاہ کی خدمت میں آیا۔
یہ کام تو آسانی سے پورا ہوا۔ پھر لشکر شاہی سروہی روانہ ہوا۔ رائے سروہی سلطان دیورہ
اپنے وطن کو گیا۔ اسکے پاس ایک حصار دشوار کشا تھا۔ وہ پہاڑوں کی بلندیوں کو اپنی پناہ

دودا کا بادشاہ پاس آنا و بھاگ جانا ۹۸۶؁ھ ۲۳

سروہی اور جالور کی طرف لشکر کا جانا اور کامیاب ہونا ۹۸۶؁ھ ۲۴ اور ...

سمجھا۔ رائے رائسنگھ و سید ہاشم نے ا تسخیر کا ارادہ کیا۔ اس میں شتابی کی بجائے آہستگی اختیار کی۔ رائے رائسنگھ نے اپنا بنہ و بار اپنے وطن سے منگایا اثنا راہ میں اس قافلہ پر سلطان دیورہ نے حملہ کیا قافلہ سالار رائے مل تھا وہ مخالف سے خوب لڑا۔ بہت آدمی مارے گئے۔ سلطان دیورہ شکست پاکر قلعہ ابوگڈھ میں آگیا۔ اس کا ملک ممالک محروسہ کا ضمیمہ بنا۔ بادشاہی لشکر اس قلعہ کی فتح کی طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں اس کا اصل نام اربداچل تھا۔ اربد دیبی کا نام ہی اور اچل پہاڑ کو کہتے ہیں۔ زبانوں کے تداول اور تحریفات سے اس کا نام ابوگڈھ ہوگیا ہے وہ سروہی کے قریب صوبۂ اجمیر کے اقصا میں گجرات رویہ ہے اس کی چڑھائی سات کوس ہی۔ اس بلندی پر پہلے زمانہ میں رانا نے قلعہ بنایا تھا جس کی راہ برآمد دشوار چشمے گوارا۔ کنوئیں میٹھے۔ زمین آباد۔ اس قدر کہ اہل قلعہ کو کافی طرح طرح کے گل پھول ہوا نشاط افزا۔ اہل ثروت نے تیمن و تبرک کے لئے اس نواح میں معابد و منازل خیر تعمیر کیے۔ بادشاہی لشکر اس کی فتح کو آیا۔ اور تھوڑی کوشش میں اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ سلطان ایسا سراسیمہ ہوا کہ لشکر شاہی کا نیازمند بنا۔ قلعہ کی کنجیاں اس کو حوالہ کیں۔ رائے رائے سنگھ اس کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔

معاملات راجہ بُدھ گڈھ

آئین ملک داری اور رسم جہانبانی بھی ہی کہ خود کاموں کی ہوش افزائے نکوہش و مالش سے کی جائے۔ اور آگاہ دل بیدار مغزوں کا اعتبار بڑھایا جائے تا کہ فرماں گزارے اور گردن کش اپنے اپنے کردار کا پاداشن پائیں۔ بُدھ گر (بُدھ گڈھ) کا راجہ اپنے ملک کی افزائش اور اپنے پاس بہادروں کے ہجوم پر

اور اپنے قلب مقامات کے استحکام پر مغرور تھا۔ خوشامد گو اس کے دوست تھے اس نے
بادشاہ کی فرماں پذیری کو ترک کیا۔ بادشاہ نے صادق خاں و راجہ اسکرن
اور موٹھ راجہ کو اس خدمت پر مامور کیا کہ وہ جاکر اول راجہ کو نصیحت کر کے سعادت
کی راہ پر لائیں اور اگر وہ نہ مانے تو سزا دیں۔ جب صادق خاں لشکر لیکر حدود
نرور میں آیا تو اس نے راجہ کو نصیحتیں کیں۔ مگر وہ سود مند نہ ہوئیں۔ ناگزیر جنگل کاٹنے
کا سامان کر کے قصبہ اوندچہ (ارچہہ دریا بیتوا کے کنارہ پر بندیلکھنڈ میں ہے وہ دار الملک
بندیلیوں کا ہے) کی طرف چلے۔ یہ راجہ کا بنگاہ تھا جب لشکر قلعہ گرھرہ کی نواح میں آیا۔
(گرھرہ نرور سے جنوب میں ۸۰ میل پر ہے) تو برمانند بنوار جو راجہ کا ہمسر تھا وہ قلعہ میں
بیٹھا۔ بادشاہی سپاہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور فتح کا ارادہ کیا۔ ہر روز اہل قلعہ کچھ
لڑتے اور ہزیمت پاتے۔ تھوڑے دنوں میں ہار گئے۔ امان طلب کی۔ لشکر شاہی نے
پناہ دی اس ملک کی اول مشکل آسانی سے حل ہوئی۔ لشکر آگے بڑھا۔ یہاں چاروں
طرف درخت زار تھے ان میں لشکر کا چلنا دشوار تھا اس لیے ایک روز لشکر درخت
کاٹتا دوسرے روز چلتا۔ اسی طرح منزل بمنزل چلکر اوندچہ (ارچھ) کے شمال میں ست دھارا
کے کنارہ پر (بیتوا کو ارچھ میں ست دھارا یعنی سات دھاریں کہتے ہیں) وارد ہوا۔
اس کے کناروں پر راجہ بھاری فوج لیکر لڑنے کے لیے آیا۔ روز بروز ہر طرف سے
دلاور عرصہ نبرد کو آرائش دیتے۔ مردانہ جنگیں کرتے۔ پنجم دے ماہ الٰہی کو یہ قرار پایا
کہ دریا سے پار جاکر جنگ صف ہو لیکن راہ ناشائستہ تھی اور مقام نامساعد تھا۔ لشکر شاہی
میں دریا کے اترتے کے اندر انتظام نہ رہا۔ صادق خاں ایک سپاہ کے حصہ کے ساتھ
جدا ہو گیا اور قاسم علی خاں و الغ خاں و شیخ فیروز دریا سے اترنا چاہتے تھے کہ
دشمن کی آتشباری نے ہراول کو اُترنے نہ دیا اور اُس پر بری آن بنی۔ اسکے
دل لرزنے لگے کہ کمال خاں و محمود خاں فوجدار نے ہاتھیوں کو پانی میں ڈال کر

لشکر کی ہمت بندھوائی اور جرأت بڑھائی۔ اول صادق خاں اترا اور عجیب جنگ ہوئی۔ بادشاہی لشکر کی دست بردیوں سے مخالف کا لشکر پراگندہ ہوا اور اسکے بہت آدمی مارے گئے۔ لشکر نے اُس کا خان و مان لوٹ لیا۔ درختوں کی انبوہی اور جگہ کی بیگانگی نے راجہ کا حال نہ بتلانے دیا۔ بعض کو یہ گمان تھا کہ وہ کسی کمین گاہ میں با فرصت کا منتظر ہے بعض کا یہ خیال تھا کہ وہ جلد لشکر سے لڑنے آتا ہے۔ اس رائے کے موافق صادق خاں اپنے معسکر میں گیا اور دفعہ دفعہ کرکے آدمیوں کو آگے بھیجا۔ راجہ نے عقب سے آنکر شورش مچائی اور شاہی فوج کو مار کر بھگایا۔ پھر الغ خاں نے تھوڑے آدمیوں سے لڑنا شروع کیا اس کی امداد کو صادق خاں اور ابوالمعالی فوجوں کو لیکر آگئے سخت لڑائی ہوئی۔ راجہ کا بڑا بیٹا ھورل دیو گج نال کے صدمہ سے مارا گیا۔ راجہ کے بیٹے اور بھائی بھی زخمی ہوکر میدان جنگ سے الگ ہوئے۔ دو سو راجپوت مارے گئے۔ بادشاہی لشکر میں بھی آدمی زخمی ہوئے مگر سب اچھے ہوگئے۔

راجہ ہزیمت پاکر شرمندہ پہاڑوں میں پڑا پھرتا تھا۔ صادق خاں اس نواح میں مقیم تھا۔ اُس نے راجہ کو اپنی سپاہ سے ایسا تنگ کیا کہ اُس نے مجبور ہوکر اپنی خدمات سابقہ کو دستآویز بنا کر لابہ گری اور عذر آرائی کی۔ امراء نے جواب دیا کہ اگر تو لڑا نہ ہوتا تو ہم تیری درخواست کو منظور کر لیتے مگر اب بادشاہ سے تیری سرگزشت عرضداشت میں لکھکر بھیجتے ہیں۔ راجہ نے بھی سوم چند اپنے بھتیجے کو پیشکش دیکر بادشاہ پاس بھیجا۔ وہ نبہرہ کے حوالی میں بادشاہ پاس آیا بادشاہ کی عادت میں عذر پذیری تھی اس کا قصور معاف کر دیا۔ وہ ۲۱ آبان کو صادق خاں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوا بادشاہ نے اس پر سب طرح کی نوازشیں کیں۔

جب بادشاہ کا لشکر دکن کو جاتا تھا تو راجہ بُدھ گر اس کے ساتھ نہ ہوا۔ اور بجائے عذر کرنے کے سرتابی کی۔ شہاب الدین احمد خاں مع اور تیول داروں کے

راجہ بدھو گرگلا کا دوبارہ شرارت کرنا سنہ ۹۸۹ ۲۴

راجہ بدھو گرگلا کا پیش ہونا سنہ ۹۹۰ ۲۴

اُس کی مالش کے درپے ہوا۔ جب قصبہ اوندچہ (ارچھ) سے جہاں اس کا بنگاہ تھا لشکر چار کوس پر پہنچا تو اُس نے لابہ گری کی۔ راجہ اسکرن اور جگمن کی سفارش کو فرمان پذیری کی دستاویز بنا کر رستگاری پائی۔ سپہ آرا کی خدمت میں حاضر ہوا پھر کوتاہ اندیشی تباہ خیالی سے بھاگ گیا۔ جب نصیحت کی داستان سود مند نہ ہوئی تو لشکر شاہی نے اس کا گھر بار لوٹا۔ اور کم آذوقی کے سبب سے وہاں نہ رہ سکا تو قلعہ کجوہ کی تسخیر کے لیے چلا۔ اس قلعہ کو راجہ کے بیٹوں اندرجیت دست رائے نے اور اُس کے پوتے ہردیو نے استوار کیا اور تنگناؤں میں لڑنا شروع کیا۔ اور اس کا خمیازہ بھگتا۔ ایک دن اس کا برادر راگھو داس لڑا۔ مرزا بیگ قاقشال نے اُس پر فتح پائی اور وہ مارا گیا۔ ایک مہینے تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ ہر بار کارزار میں غنیم شرمسار ہوتا۔ جب پیکار کی قوت نہ رہی تو بھاگ گیا اور ہر ایک اپنے بتول میں چلا گیا۔

شاہزادہ سلطان مراد مالوہ کو جاتا تھا اُس کی خدمت میں ہر جگہ کے زمیندار اور سردار آتے جاتے تھے۔ آگرہ میں یہ خبر آئی تھی کہ راجہ بُدھ گر کا ارادہ شاہزادہ خدمت میں آنے کا نہیں ہے اس لیے اُس کو اندرز نامہ لکھا گیا۔ اُس نے نزور کے نزدیک اپنے پوتے کو شاہزادہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے آنے کا عذر کیا دوبارہ نصیحت کی گئی اور امید و بیم کی داستان سُنائی گئی تو وہ ملازمت کے لیے روانہ ہوا۔ چار کوس لشکر شاہی سے مقیم ہوا۔ درخواست کی کہ اسمٰعیل قلی خاں و جگن ناتھ مجھے اپنی پناہ میں لیجائیں یہ درخواست منظور ہوئی۔ اسمٰعیل قلی جلد آیا اور جگن ناتھ کو کچھ دیر ہوئی وہ خوف کے مارے بھاگ کر جلد پہاڑوں تنگناؤں میں داخل ہوا شاہزادہ نے اُن پر خفا ہو کر ان کو حکم دیا کہ اس کو جا کر ابھی پکڑ لائیں یا اس کی خود مالش کریں اُنھوں نے انکار کیا۔ شاہزادہ خود لڑنے گیا۔ راجہ نے لابہ گری کی اور اپنے

راجہ مدھو کر کا بنگاہ اوندچہ ۱۰۰۰ھ

بیٹے رام شاہ ورنجیت کو ملازمت میں بھیجا۔ اسکی نگاہ کی تاخت میں التوا ہوا۔ قلعہ کرہرہ
کے نزدیک ہمیر سین کے بیٹے نے پناہ مانگی اس نے منظور نہ کیا۔ مگر کارشناسوں کی
ہرزہ سرائی سے پیمان شکنی کرکے قلعہ کی فتح کے درپے ہوا۔ ہمیر سین کا بیٹا بھاگ
گیا۔ شاہزادہ نے قلعہ کو زبردستی چھین لیا۔ چار سو رجپوت مارے گئے۔ رام شاہ راجہ
اس شکست پیمانی کو دیکھکر آدھی رات کو بھاگ گیا۔ جگنناتھ اس کا دیدبان تھا اس نے
شرمساری کے مارے کچھ جواب نہ آیا۔ شاہزادہ نے اپنا بلند قصد کیا اور
راجہ کا گھر بار سب لوٹ لیا۔ یہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ بادشاہ خفا ہوا بغیر
اجازت کیوں زمیندار سے لڑا اور یہ پایہ شناسی اور قدردانی کو کیسی گزند
پہنچائی۔ شاہزادہ کے ہمراہیوں کی نکوہش کی اور حکم دیا کہ فوراً شاہزادہ کو مالوہ
لیجائیں اگرچہ راجہ نافرمانی کریگا تو اس کے لیے جدا لشکر بھیجا جائیگا۔

مہمات و معاملات کشمیر

(تمہید)

کشمیر کا مسلسل حال تو تاریخ کشمیر میں لکھا گیا ہے۔ یہاں صرف وہ حال لکھتے ہیں جو شہنشاہ اکبر
کی سلطنت سے متعلق ہے۔ کشمیر کی سلطنت کبھی ہندؤں کے ہاتھ میں کبھی تاتاریوں کے قبضہ میں
رہی مگر ۷۴۷ھ میں وہاں ایک مسلمان بادشاہ ہو گیا جس کا نام محمد مرزا مخاطب شاہ شمس الدین
تھا یعنی آٹھویں صدی میں اس میں مسلمان بادشاہ ہونے شروع ہوئے۔ ہند کے سلاطین
مغلیہ نے بھی ہمیشہ کشمیر کی تسخیر کی طرف اپنی توجہ رکھی ۹۳۳ھ/۱۵۲۵ میں بابر نے اپنی سپاہ کی مدد سے
نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کو بادشاہ بنایا تھا۔ ہمایوں بھی اپنے باپ کا پیرو اس باب
میں رہا۔ ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ ہمایوں جلا وطن ہونے کے لیے لاہور میں آیا تو بعض امرا کشمیر نے
اس کو بلایا مگر وہ خود نہیں گیا۔ حیدر مرزا دوغلات کو وہاں بھیجا جس کا حال میں نے

شنگرف نامہ ہمایوں میں لکھا ہے کہ اُس نے شہر کا خوب انتظام کیا۔ گیارہ برس تک سلطنت کی ہمایوں کے نام کا خطبہ و سکّہ جاری کیا اپنے مخالف حیدر مرزا دوغلات نے زعفران اور شالیں شاہ دہلی سلیم شاہ پاس بھیجے جس نے اس کے مبادلہ میں یہاں کی نہایت عمدہ ململیں اور بھیجے۔ مرزا ایک مہم میں مارا گیا تو ۹۵۹ھ نازک شاہ سہ بارہ کشمیر کا بادشاہ ہوا یہاں بادشاہوں کا تغیر و تبدل بہت جلد ہوتا رہا کہ ۹۶۲ھ میں غازی شاہ مقرر ہوا۔

آئین معدلت گستری اور قانون کشور کشائی میں یہ لازم ہے کہ جب کسی مملکت کا والی اور کسی ناحیہ کا حاکم اپنی عیش و عشرت میں مشغول ہو اور اپنے نفس و ہوا کی کارروائی میں اپنا وقت صرف کرتا ہو۔ اور رعیت پروری اور مظلوموں کی غمخواری اور ظالموں کی بیخ کنی نہ کرتا ہو تو بادشاہ کو ایسے متسلط و متغلب کے استیصال میں کوشش کرکے اس مرز بوم کے باشندوں کو خرد پرور دانش منشوں کے حوالہ کرنا واجب ہے ۹۶۸ھ میں شورانگیز آشوب پیشہ کشمیریوں کے اور غازی خاں حاکم کشمیر کی بیداد کی خبریں بادشاہ کے کان میں آئیں تو اُس نے حکم دیا کہ مرزا قرابہادر خویش بابرادر مرزا حیدر جو ان حدود کے حال سے خوب واقف تھا آراستہ لشکر لیکر کشمیر کی تسخیر کے لیئے جائے اور ایک جماعت کشیر کو اس کی کمک کے لیے نامزد کیا۔ ان ایام میں کشمیر کا فرماں روا غازی خاں پسر کاجی چک تھا کہ باپ کے بعد کشمیر کی ریاست اس کو ملی تھی تحقیق یہ ہے کہ وہ حسن چک برادر کاجی چک کا بیٹا تھا جب حسن چک کا پیمانہ عمر لبریز ہوا تو کاجی چک ہوا و ہوس و حرص کی افراط سے یاد نیا کے انتظام کے سبب سے اس کی حاملہ بیوی نے اپنا عقد کرلیا۔ انعقاد کے دو تین مہینے بعد غازی خاں متولد ہوا۔

قرابہادر کارداں کارطلب نہ تھا۔ بہت دیر لگا کر اس خدمت پر متوجہ ہوا۔ گرمی کی شدت میں راجوری میں پہنچا۔ نصرت خاں۔ فتح چک برادرزادہ دولت چک۔ لوھر ماناکی نخّی رینا اور عیدی رینا و یوسف چک پسر ریکی چک و خواجہ حاجی آنکر اس سے ملے۔

تیر تکبیر سپاہ مرزا قرابہادر برادر مرزا حیدر گورکان بکشمیر ۹۶۸ھ

جب انھوں نے اس لشکر کا حال منتظم نہ دیکھا تو نصرت خاں و فتح چک لوھر وانگری کشمیر کی طرف چلے گئے جس سے قرا بہادر کا لشکر پریشان ہوگیا موضع لالی گھوگھر میں بھنبھر کے قریب کمک کے انتظار میں تین مہینے توقف ہوا اور اس لشکر کے سردار کہنہ عملہ تھے وہ زیادہ دیر میں پہنچے۔ کشمیر کے اندر آنا اس قسم کا نہیں ہو کہ اس آہستگی و گراں پائی سے میسر ہو اس ملک کے مسالک اس قبیل کے ہیں کہ اگر وہاں کے والی کو چند روز پہلے کسی بیگانہ کی خبر ہو جائے تو وہ اسکی راہوں کو ایسا تنگ کر سکتا ہو کہ اگر لشکر میں ہزار رستم بھی ہوں تو ان کا نباہ دشوار کیا بلکہ ناممکن ہو۔ غازی خاں نے لشکر کی آمد سُنی اور اس پر چند مہینے گزر گئے تو اُس نے راہوں کو ایسا مستحکم کیا کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتا۔ مرزا قرا بہادر نے راجوری کے نزدیک چند روز مقابلہ محاربہ کیا اور شکست پاکر وہ پھر آیا۔ شکست صرف کشمیریوں کے استحکام واستیلا سے نہیں ہوئی بلکہ تپ لرزہ کا موسم آگیا اور برسات کا آغاز ہوا اور عمدہ اسباب کی کمک نہ پہنچی ان سببوں سے بھی شکست ہوئی۔ اس روز ایک عجیب جنگ ہوئی تھی ایک طرف سے بندوقیں چلتی تھیں اور دوسری طرف تیر اندازی ہوتی تھی اگرچہ بادشاہی آدمی کم تھے مگر داد مردانگی دیتے تھے۔ کوچک بہادر رستم دلی کرتا تھا۔ مگر آخر کو بادشاہی لشکر کو شکست ہوئی۔ پانچسو مغل قتل ہوئے۔ ہاتھی سب چھن گئے۔ راجوری کے نزدیک قلعہ وائرہ میں قرا بہادر چلا آیا۔ کوچک بہادر کے تیر لگا اس کو پکڑ کر غازی خاں پاس لے گئے وہاں اسکا علاج ہوا مگر سودمند نہ ہوا۔ بے علاج نیستی کی راہ لی۔ قرا بہادر نوشہرہ میں چلا آیا۔

کشمیر میں حسین شاہ بادشاہ تھا۔ اسکی سلطنت کا یہ واقعہ ہو کہ قاضی حبیب حنفی مذہب تھا۔ جمعہ کے دن جامع مسجد سے نکلکر وہ کوہ ماران کے نیچے قبروں کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ یوسف ایک شیعہ مذہب۔ نے قاضی کے تلوار لگا کے سر مجروح کیا۔ دوسرا دار تلوار کا قاضی نے ہاتھ کو سپر بنا کے روکا جس سے اسکی انگلیاں کٹ گئیں اس کا سبب

سوا اس کے کچھ اور نہ تھا کہ اختلاف مذہب کے سبب سے یوسف کو جوش بہت اُٹھا تو یوسف قاضی
کو زخمی کر کے چلا گیا۔ جب حسین چک نے باوجودیکہ خود شیعہ مذہب تھا یہ خبر سنی تو اُس نے یوسف
کو پکڑ کر قید کیا۔ فقہا مثل ملا یوسف و ملا فیروز اور ان کے امثال کو جمع کر کے فرمایا کہ موافق شرع
کے عمل کرنا چاہیے کہتے ہیں کہ فقہائے نے کہا کہ سیاست کے موافق اس کا مارنا روا ہے۔ قاضی نے
کہا کہ میں زندہ ہوں اس کا مارنا جائز نہیں مگر آخر کار مجرم کو سنگسار کیا۔ اتفاق سے اُنھیں دنوں
میں ایک جماعت مثل مرزا مقیم و میر یعقوب کی ایلچی گری کے لیے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ
کی طرف سے کشمیر میں آئی ہوئی تھی۔ وہ یوسف کے ہم مذہب و ہم اعتقاد تھی جب حسین چک نے
اس سفارت کی خاطرداری کی۔ مرزا مقیم نے جو یوسف کا ہم مذہب تھا کہا کہ جن مفتیوں کے
کہنے سے یوسف مارا گیا ہے اُن کو میرے روبرو لاؤ۔ حسین چک نے ان مفتیوں کو مرزا کے حوالہ
کیا اُس نے مفتیوں سے کہا کہ تم نے فتوے میں غلطی کی مفتیوں نے کہا کہ ہم نے اُس کے مارنے کا
فتویٰ علی الاطلاق نہیں دیا تھا۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ ایسے شخص کا سیاست کے لیے مارنا روا ہے۔
مرزا مقیم نے مجلس میں مفتیوں کو ذلیل کر کے فتح خاں چک کے سپرد کیا اس نے مرزا کے حکم سے ان
مفتیوں کو قتل کر ڈالا اور انکی لاشوں کے پاؤں میں رسّی باندھکر شہر کے کوچہ و بازار میں پھرایا۔
حسین چک نے اپنی بیٹی اور تحف و ہدایا اپنے ایلچیوں کے ہاتھ شہنشاہ اکبر کے پاس بھیجے سنہ ۹۷۷ھ میں
جب شہنشاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے مرزا مقیم کو جس نے ناحق مفتیوں کا خون کیا تھا قتل کیا
اور حسین چک کی لڑائی کو رد کر کے واپس بھیجدیا۔ اس خبر کے سُننے سے حسین چک کو اسہال
دموی عارض ہوا اور چند مہینے میں کسی کام کا نہ رہا اپنا کام اپنے بھائی علی شاہ کو سپرد کیا۔

یوسف خاں کا باپ علی خاں چک مرزبان کشمیر تھا اس پاس سنہ ۹۸۱ھ میں شہنشاہ نے
ملا عرضی اور قاضی صدرالدین کو برسم رسالت بھیجا تھا اس نے ان کے ساتھ اپنے بھتیجے
شاہزادہ سلیم سے بیاہ کرنے کے لیے اور تحائف بادشاہ پاس بھیجے اور خطبہ اور سکہ
بادشاہ کے نام کا جاری کیا یہ اولی دفعہ تھی کہ اکبر کا سکہ کشمیر میں چلا۔ مگر چند برس بعد

یوسف خاں کشمیری کا بادشاہ پاس آنا ۹۸۶ھ

چوگان بازی میں گوہنہ زین کے لگنے سے علیخاں مرگیا۔اس دیار کے بزرگوں نے صلاح مشورہ کرکے یوسف خاں کو کشمیر کا مرزبان بنایا۔اس کا چچا ابدال بھی سلطنت کا مدعی ہوا۔یوسف خاں نے تیز دستی کرکے چچا کے گھر کو گھیر لیا بندوق سے اس کو داغ دیا۔مگر یوسف بھی کچھ دنوں چین سے نہ بیٹھنے پایا۔سید مبارک اور امرا نے یہ ارادہ کیا کہ اسکے چچیرے بھائی یوسف بن حسین خاں کو جو خانخانان کا خطاب رکھتا تھا فرمانروا بنائیں مگر اس نے دور اندیشی کے سبب انکار کیا تو تمام فتنہ انگیزوں نے سید مبارک کو پیشوا بنا کر شورش برپا کی اور عیدگاہ کے درمیان آویزش شروع کی۔یوسف خاں لشکر لیکر لڑنے کھڑا ہوا۔محمد خاں جوہرادل کا سردار تھا لڑکر مارا گیا۔یوسف خاں میدان جنگ میں نہ گیا۔گر یوہ پیر پنجال سے حوالی ٹھٹھہ میں آیا۔بدذاتوں نے اسے خطوط لکھکر واپس بلالیا۔سرزمین فراخ میں سید مبارک اس سے لڑنے آیا جنھوں نے یوسف خاں کو بلایا تھا۔اُنھوں نے کچھ کام نہ کیا۔اس لیے یوسف قرمز کی راہ سے راجہ مان سنگھ اور مرزا یوسف خاں کی پناہ میں آنکر بادشاہ پاس چلا آیا۔۱۲ ربیع ۹۸۷ھ کو کورنش بجالایا۔

بادشاہ پاس جب یوسف خاں آیا تو فتنہ اندوزوں نے اپنی جادو زبانی سے سید مبارک کے تارک پر تاج حکومت رکھا۔مگر دو مہینے بعد اس کو ایک کونے میں بٹھادیا۔لوہر چک عمزاد یوسف خاں کو بزرگ بنایا۔بادشاہ نے یوسف خاں کو رخصت کیا۔اور امرا پنجاب کے نام حکم بھیجا کہ وہ ایک شائستہ سپاہ اسکے ہمراہ کریں۔جب کشمیریوں نے یہ سُنا تو خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور چارہ سازی کرنے لگے اور بادشاہی لشکر کا خوف ان پر ایسا چھایا کہ لابہ گرائی کی دل آویز باتیں کرنے لگے۔یوسف خاں کو لکھا کہ تنہا چلے آؤ اور لشکر کشی کے گزند سے ہم کو بچاؤ وہ بھی اس سے پہلے کہ لشکر سرانجام پائے اور اپنے اس راز کو بتلائے بہت جلد ان پاس آیا۔پرم کلہ میں بعض حضرات کشمیر میں اس سے ملنے آئے۔مرزبانوں کو جب اس کی خبر ہوئی شمسی چک اور حیدر چک اور حضرات کو چارہ گری کیلئے

یوسف خاں کا کشمیر میں مرزبان ہونا ۹۸۸ھ ۲۵

نامزد کیا۔ وہ جنگ کا ساز و سامان لیکر روبرو آئے۔ یوسف خاں میں اُن سے آویزش کی طاقت نہ تھی اس لیے وہ راہ چھوڑ کر سوپنور میں چلا آیا لوھر چک کچھ سپاہ لیکر اُس کی برابر آیا۔ اُس کا منتخب لشکر تو دوسری طرف گیا ہوا تھا۔ یوسف خاں کو یہ قابو خوب ملا۔ اس نے ۲۸ر آبان ۹۸۸ھ کو آب بہت سے گزر کر بغیر آویزش کے غنیم کے لشکر کو پراگندہ کر دیا۔ اور لوھر چک کو اپنے پنجہ میں گرفتار کر لیا۔ اس طرح کشمیر کی حکومت پر سربلند ہو گیا۔ یوسف اس سربلندی کو بادشاہ کی پرورش جانتا تھا اس لیے اُس نے اپنے بڑے بیٹے یعقوب کو مع اس دیار کے نفائس کے بھیجا۔ وہ ۲۹ر بہمن ۹۹۳ھ کو بادشاہ کی کورنش بجالایا۔

بادشاہ کو یوسف خاں مرزبان کشمیر ہمیشہ اپنی پیشکش بھیجکر یاد دلاتا رہتا تھا اور اپنی حاضری کے لئے دوری کا عذر کرتا رہتا تھا۔ جب بادشاہ پنجاب میں آیا تو اُس نے اُسکو بلایا۔ یعقوب کو باپ کی طلبی سے اندیشہ پیدا ہوا وہ لشکر شاہی سے بھاگ گیا اور اپنی ننگاہ کو چلا گیا۔ بادشاہ نے حکیم علی اور بہار الدین کنبوہ کو یوسف خاں پاس بھیجا کہ وہ اس بھگوڑے کو لعنت و ملامت کریں اور یوسف سے کہیں کہ وہ خود بادشاہ کی خدمت میں آئے یا اس بیٹے کو پھر بھیجے۔ ان آدمیوں نے حسن ابدال میں آنکر بادشاہ سے عرض کیا کہ والی کشمیر کے گرد خوشامد گویوں کا ہجوم ہو گیا ہے۔ ان کے کہنے سے اور اپنے مقام کی استواری کے سبب سے نہ وہ خود آتا ہے نہ اپنے بیٹے کو بھیجتا ہے دوروئی سے لابہ گری کی باتیں بناتا ہے۔ یہ سُنکر غضب شاہی جوش میں آیا اس نے ۹ر دے ۹۹۴ھ کو حکم دیا کہ مرزا شاہرخ و بہادر۔ راجہ بھگونت داس و شاہ قلی محرم و مادھو سنگہ و مبارک خاں و جلال خاں اور بہت سے احدی بسرکردگی مرزا علی شاہی و شیخ یعقوب کشمیری و حیدر چک خاں والی کشمیر کو بیدار کریں۔

کشمیر کی فتح کو جو سپاہ چلی تو اسکے سرداروں نے ارادہ کیا کہ بھیرہ کی راہ سے جائیں۔ اسی راہ سے بھاری لشکر آسانی سے جلد پہنچ سکتا تھا۔ اس طرف کے زمیندار بھی ان سے یگانگی باتیں بناتے تھے۔ انکے خیال میں یہ تھا کہ جب موسم سرما ختم ہو۔ راہوں سے

یوسف خاں کی سرکشی اور بادشاہ کی لشکرکشی ۹۹۴ھ

یوسف خاں کا درگاہ والا میں آنا ۹۹۴ھ

برف پگھل کر جدا ہو تو گریوہ نوردی کریں۔ مگر بادشاہ نے اس سبب سے کہ بد گوہروں کے بادافش میں درنگ نہیں چاہیے فرمان صادر کیا کہ اسی ریزش برف میں جس کے اندر غنیم بے پروائی کی نیند سوتا ہے پگلی کی راہ سے جہیں برف کم پڑتا ہے کشمیر میں جائیں ناچار لشکر کو آگے سفر کرنا پڑا۔ یوسف خاں نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ بہت سے اپنے کار آگہوں کو روانہ کیا کہ نین سکھ دریا کے قریب حصار بنائیں اور ہر تنگی راہ میں ایک استوار جا بنا کر آمادۂ پیکار ہوں مگر اس کی رائیں اور ارادے ایسے جلد جلد بدلتے تھے کہ یہ آدمی اسکے بارہمولہ سے چھ کوس پر گئے تھے کہ اس نے ان کو الٹا بلا لیا۔ لیکن کم بین رائے زنوں اور کوتاہ نگاہ دوستوں نے اس کو خواب غفلت میں سُلایا۔ اور گریوں کی دشوار گزاری نے اور برف باراں کی بارش نے اور لشکر کی گرم سیری نے اس کو اور زیادہ غنودہ کیا۔ اور خویشتن دوستی اور مال پرستی نے بے پروا کیا۔ اب اس کو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ سے کام جاتا رہا۔ اور بادشاہی لشکر پگلی کے قریب آیا۔ شورش کو بلند کیا اور طرح طرح کی رائیں ظہور میں آئیں جو شخص دور بینی کو ہاتھ سے دیتا ہے اور کامیابی میں اندیشہ ناکامی نہیں رکھتا تو وہ دشمن کامی کی تیرہ روزی میں اپنے تئیں ڈالتا ہے اور اپنی خواہش کے پاؤں میں ناکامی کا پتھر لگاتا ہے۔ غرض پریشانی کے ساتھ جنگ سے باز آنے کا ارادہ کیا۔ مگر یہ رائے بھی قائم نہ تھی اسکی رائے گرگٹ کے سے رنگ بدلتی رہی۔ جب بادشاہ کی سپاہ نشیب و فراز کوطے کر کے بولیاس کے پاس اُتری تو یوسف خاں بیداری کے ساتھ اپنی چارہ گری کرنے لگا۔ سوائے زینہاری ہونے کے اور کورنش بجالانے کے ملک داری کے لیے کوئی اور دستاویز نہ دیکھی۔ کتل گوارست سے لشکر گاہ کے دیکھنے کا بہانہ بنا کے اور کچھ آدمیوں کو ساتھ لیکر جدا ہوا اور اپنے ایک کاردان کو امراء شاہی پاس بھیجکر اپنا راز دل آشکارا کیا۔ امراء کی جان بھی جاڑے کی شدت سے اور آذوق کی گرانی سے اور برف باران کی شدت سے ضیق میں آرہی تھی۔ اُنھوں نے اس کی درخواست کو منظور کر لیا۔ اور فرستادہ کو واپس

بھیجا۔ وہ خود مع چند ہمراہیوں کے ۱۴ اسفندریالذ ۹۹۴؁ھ کو امرار شاہی سے آن ملا۔ امرار نے اس کی بزرگ داشت کی اور اپنی انجمن آراستہ کی اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمان صادر ہوا کہ یوسف خاں کا آنا پسند خاطر ہوا۔ خسروانی نوازش سے سربلند ہوگا لیکن امرار کی بازگشت شائستگی سے خالی ہے۔ سپاہ کشمیر جائے۔ اگر یوسف خاں راہ راستی پر چلے اور حیلہ اندوزی سے اس کا دل خالی ہو تو یہ ملک لیکر اس کو دیا جائے۔ اب خواہی نخواہی امرار کو آگے جانا پڑا۔ کشمیر کے سرداروں نے حسین خاں چک کو گوارست کے قریب سب میں بڑا مقرر کیا اور گریوہ کو استوار کیا۔ اس زمانہ میں یعقوب خاں پسر یوسف خاں اس ہنگامہ میں آن کر شریک ہوا اس کے طرفدار بہ نسبت حسین خاں کے زیادہ ہوگئے۔ گریوہ کے قریب لشکر شاہی سے لڑائی ہوئی۔ مادھو سنگھ اور امین الدین نے اس گریوہ کو کچھ فتح کیا۔ حسین بیگ احدی اور چند راجپوت مارے گئے۔ دوسری طرف کے چالیس نامور آدمی نیست ہوئے اور اس گروہ کی فراہمی میں پراگندگی ہوئی اس اثنا میں شیخ یعقوب کشمیری کی سخن سرائی سے کرنا کے زمینداروں نے آنکر امرار شاہی سے ملاقات کی اور یہ قرار پایا کہ ان کی بنگاہ میں سے گذر کر سپاہ کشمیر کے اندر داخل ہو کشمیریوں نے لابہ گری کی اور صلح کی درخواست کی اور گزارش کی کہ اس دیار کے فرمانروا نے درگاہ والا کی طرف رُخ کیا ہے مناسب یہ ہے کہ لڑائی نہ ہو منابر و دراہم پر نام شہنشاہی چہرہ افروز ہو اور سرائے ضرب و زعفران و ابریشم و شکاری جانور سرکار والا کے حوالہ ہوں اور ان میں سے ہر ایک کارخانہ کا داروغہ شاہی مقرر ہوا اور لشکر بازگشت کرے۔ لشکر شاہی تنگ ہو رہا تھا اس لیے اُس نے یوسف خاں مرزبان کشمیری کی سعی سے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ زعفران زار اور ابریشم کی داروغگی قلندر بیگ کو سپرد ہوئی۔ دارالضرب خواجہ میرکی کو اور جانوروں کی داروغگی ملا

مظہری کو۔ اگرچہ شہر یار کو یہ صلح پسند نہ تھی۔ مگر سپاہ کشمیریوں کی خاطر سے اس قرارداد کو قبول کیا۔

کشمیری آشتی پر قائم نہ رہے یعقوب نے دشوار گزار گریوں کو اپنی پناہ گاہ سمجھکر صلح کو سلام کیا تو پھر شہریار نے بھی کشمیر کی تسخیر دل میں ٹھان لی۔ سپاہ کے بھیجنے کا ذکر درمیان آیا بہت سے سران دولت کشمیر کو دشوار کشا سمجھکر اس سے پہلوتہی کرتے تھے ابوالفضل نے اسکی تسخیر کی بہت سی تدابیر بتائیں مگر وہ کسی کی خاطر میں نہ آئیں۔ بادشاہ کے حکم سے اختر شناسوں کی انجمن جمع ہوئی اس نے طالع سال اور حال کواکب میں خوب غور کی تو یہ نکلا کہ اگر تھوڑی سی بھی تگاپو کیجائیگی تو جلدی سے فتح ہو جائیگی یہ سنکر بادشاہ نے فتح کشمیر کا ارادہ مصمم کر لیا اس زمانہ میں حیدر چک اور شیخ یعقوب کشمیری نے یہ گزارش کی کہ کشمیر کے بزرگ ہماری بہ دید سے نہ پھرینگے اگر تھوڑی سی بومی پنجابی سپاہ ساتھ جائیگی تو ملک بغیر لڑے ہاتھ آجائیگا اس لیے بادشاہ نے مبارک خاں و جلال خاں گکھر اور اور زمینداروں کو کشمیر جانے کی اجازت دی یہ دونوں کشمیری بنیر کے نزدیک اس ملک کی انتظار میں بیٹھے۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ دونوں جو سوار بومی سپاہ کے اور سپاہ کو نہیں چاہتے اس میں کچھ انکی بدنیتی پائی جاتی ہے اسواسطے اس نے قاسم خاں کو کہ کارشناسی اور پردلی میں یکتا تھا اس خدمت پر سربلند کیا۔ ۱۸ ارتیر کو ۹۹۴ھ کو اسکی سرکردگی میں بہت سے سرداراور منصبدار اور احدی اور نوکر روانہ کیے۔ شریف سرمدی کو اس سپاہ کی بخشی گری پر سربلند کیا اور جو آدمی روانہ ہو چکے تھے انکے پاس بھی حکم بھیجدیا کہ وہ اس لشکر سے ملکر سپہ آرا کے تابع رہیں۔

کشمیر کی راہ کے گریووں سے جو شخص تھوڑا سا بھی شناسا ہوتا ہے تو اس کے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی بیگانہ ان پر کیسے غالب آسکتا ہے اس کے چاروں طرف بلند کوہستان پاسبانی کرتے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کے اندر ایسے مقامات ہیں کہ

اگر چند بڑھیاں پتھر لڑکانے بیٹھ جائیں تو اچھے سے اچھے مردوں کو گزرنے نہ دیں۔ اسی لیے پہلے فرماں روا اُسکی تسخیر پر دل نہاد نہیں ہوئے۔ ان دنوں میں یادشاہ پنجاب میں تھا۔ یعقوب نے سرتابی کی اور لشکر شاہی کی سراسیمگی سنکر آشتی کو برہم کیا۔ خوشامدگویوں کے کہنے سے اپنا لقب شاہ اسمٰعیل رکھا اور عوام کے دلوں میں شورش پیدا کی اور پھر اسمیں مذہب و کیش کا معاملہ پیش کیا اور اس میں تندخوئی اور مردم آزاری اختیار کی اس ملک میں اگرچہ برہمن اور شاکمونی کا آئین جاری تھا لیکن مدت سے یہاں شیعہ سنی کا ہنگامہ گرم تھا ان میں سے کبھی کوئی کبھی کوئی غالب ہو جاتا اور خود فروشی کی دکان کھول بیٹھتا۔ معاملہ شناسوں کی نیک سگالی سے پردہ ڈھکا ہوا تھا۔ مگر اس زمانہ میں نقاب آزرم اٹھ گئی اور سنیوں کو شیعہ آزار دینے لگے۔ بوڑھے قاضی موسیٰ کو مار ڈالا۔ گھر بار اس کا لوٹ لیا فتنہ خوابیدہ بیدار ہوا۔ شمس چک کو سری اور کین توزی کا خیال ہوا۔ محمد بہت نے کہ اس ملک کی نیرنگ ساز و باہمتی قابو پاکر بدسگالی کے عرصہ کو فراخ کیا اس نے نوجوان یعقوب کو یہ صلاح دی کہ شمس چک و علی شیر ماکری و سید حسین کو پوشیدہ ہلاک کرے مگر انھوں نے بھی وہی چال چلی جو اس نے بتلائی تھی۔ محمد بہت بھاگا مگر گرفتار ہوا اور جب یہ مکار مقید ہوا تو شمس چک سرداری کے لیے ہنگامہ آرا ہوا۔ یعقوب بھی لڑنے کو کھڑا ہوا کہ اتنے میں لشکر شاہی کا آوازہ سنا گیا جس سے سب چھوٹے بڑوں کے ہوش اُڑے۔ کارشناسوں کی سخن آرائی سے انھوں نے آپس میں صلح کر لی۔ شمس چک کو کام کاج دیدیا مگر تھوڑے دنوں میں یعقوب اپنے عہد و پیماں کو بھول گیا۔ اور اسیر لشکر کشی کی اور چیرہ دستی کرکے غنیم کو اپنے پنجہ میں پکڑ لیا۔ بادشاہی سپاہ جبتک دریا پنجاب پر پہنچے ان میں سے بعض سردار ایسے بیہودہ تھے کہ وہ انجام کار کو بہت دشوار جانتے تھے مگر جب اس دریا سے پار گئے تو یعقوب اور کشمیر کے سرداروں کی آپس کی لڑائیوں کے سبب سے کشمیر کے سرداروں کے التجا نامے خاص کر علی شیر

ماگری کے متواتر شاہی سرداروں پاس آنے لگے۔ پس کشمیر کے سرداروں کی آپس کی نااتفاقی سے کارگاہ کو آیندہ کو پیشانی حال سے پڑھ لیتے ہیں اور سرآغاز سے انجام کار کو پہچانتے ہیں۔ اپنی فیروزی کی داستان پڑھنے لگے اور صف آرائی پر مستعد ہوئے ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھتا۔ قول میں سپہ آرا۔ برانغار میں مسند عالی دفتح خاں و مبارک خاں اور جرانغار میں جلال خاں اور ہراول میں مرزا علی اکبر شاہی وگوجر خاں و شیخ دولت و شریف سرمدی اور ایک گروہ احدیوں کا۔ ۱۲ر شہر یور کو گریوہ بھنبھر سے گزرے۔ یہاں کے زمیندار سلیم نے کنارہ کیا۔ قاسم خاں نے کارشناسی سے بہلول اسکے برادرزادہ کو یہاں کا زمیندار بنایا اور بیخوف سفر کیا۔ کچھ مدت بعد سلیم بھی لشکر شاہی سے آن ملا۔ راجوری میں بزرگ کتل کے رئیساں بہرام نایک و سمعیل نایک شنگی چارودزبھی لشکر شاہی سے ملنے آئے اور ایک ملک کی فتح کی مبارکباد دینے لگے کہ یعقوب خاں ایک کونہ میں چھپا ہوا بیٹھا ہی۔ اور اس دیار کے سب سردار لشکر شاہ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہاں سے دو راہیں جاتی ہیں۔ ایک کپرتل سے وہ سب راہوں سے زیادہ کشادہ ہی اور دوسری پیر پنجال سے اور ہم دونوں راہوں کے پاسبان ہیں۔ اگر جلد قدم اُٹھائیگا تو زبردستوں کو اپنی دادگری آرام پہنچائیگا۔ اس نوید سے لشکر شاہی میں بڑے جشن ہوئے۔ کپرتل کی راہ سے جانا قرار پایا۔ آنیوالوں نے یہ گزارش کی کہ لشکر زیادہ ہی اور راہ دشوار گزار ہی اس سبب سے دیر میں پہنچا ہوگا۔ گریوہ پر بزرگان کشمیر انتظار کر رہے ہیں مناسب یہ ہی کہ کچھ تھوڑے سے کارشناس نیک نیت آگے چلیں کہ ان کو خسروانی نوازش کا امیدوار کریں۔ پھر شہر میں تیزدستی سے آنکر فتح کا نقارہ بجائیں۔ اس گزارش کو امرار شاہی نے قبول کر لیا شیخ یعقوب جی تواجی باتی دشیر دسلیم تھوڑے بندوقچیوں کے ساتھ آگے بھیجے گئے اور شنگی چارودز ہمراہ ہوا۔ لشکر پیچھے سے روانہ ہوا جب وہ کتل کپرتل پر آئے تو یہاں کا عالم ہی کچھ اور دیکھا۔ اس گریوہ کے سر پر تین دیواریں چار چار گز چوڑی اور دس گز بلند

کھڑی تھیں اور تین ۳ گز تک چوبیں ایک دوسرے کے اندر پھنسی ہوئی تھیں پہلے لوگوں نے یہاں
طلسم بنایا تھا کہ جب لشکر بیگانہ یہاں آئے تو برف اور مینھ اور اولے برسنے لگے۔ اس سے
سبب سے یہاں بڑی شورش برپا ہوئی اس ریزش میں نشیب و فراز کو طے کرکے گریوہ کرم بال
میں آترے۔ مینھ اور زیادہ برسنے لگا۔ جاڑے کی شدت سے بہت سے جانور بے جان ہوگئے
اس اثنا میں کئی تفنگ انداز جوجی کے ہمراہ گئے تھے زخمی ہوکر لشکر میں آئے جس سے کشمیریوں
کی فریب کاری پر آگہی ہوئی۔ اس راہ میں تین بڑے گریوے ہیں کہ انکی دشوار گزاری کو
ایک زمانہ بیان کیا کرتا ہے۔ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ گریوہ بستی دتر (ہستی دتر) پر جو ہندوستان
کی طرف سے تیسرا گریوہ اور کشمیر کی جانب سے اول گریوہ ہے کشمیری منتظر چشم براہ بیٹھے
ہیں۔ جو آدمی آگے گئے تھے اُنھوں نے اس گروہ کو نہ پایا۔ مگر ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ
ایک جماعت یہاں آنکر چلی گئی ہے۔ شنکی چاردر سے پوچھا کہ اس آنے کے اور پھر چلے جانے
کے کیا معنی ہیں تو اس نے جواب دیا کہ وہ اس اندیشہ سے پھر گئے ہونگے کہ یعقوب آنکر
سر گریوہ کو نہ لے لے۔ اس درمیان میں محمد اللہ پسر دلاور خاں و بہادر خاں اور ایک
جماعت کشمیریوں کی آنکر ملی اور لڑنے لگی۔ شیخ یعقوب کے دو زخم لگے اور وہ گرا مگر
بچ گیا۔ اورجی کو بارہ زخم لگے اور وہ مرگیا۔ دفعتہً برف و باراں کا زور شور ہوا جس نے
آدمیوں کو پراگندہ کردیا۔ اب ایک نادر سرگزشت یہ ہے کہ شمس چک کو یعقوب گرفتار کرکے
مغرور ہوگیا۔ راہوں کے بند کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ اپنا بھائی اور اپنا پسر ابدال چک
اور سرداروں کو آگے جانے کے لیے رخصت کیا اور خود پیکار کا سامان تیار کرنے
کے لیے شہر میں آیا پیش آمدوں نے تنگناؤں کا بندوبست کیا۔ اس زمانہ میں ان
کشمیریوں میں دورنگی ہوئی ان کے ہنگامہ کی رونق جاتی رہی حیدر چک جو اس ملک
کی مرزبانی کا مدعی تھا وہ لشکر شاہی میں تھا۔ اس کا بیٹا حسین باپ کے آنے کی
خبر سُنکر برم کلہ میں اس کا انتظار کھینچ رہا تھا۔ بہت سے کشمیریوں کے بزرگوں نے حسین کے

ساتھ آئین دوستی آراستہ کی اور اس میں یہ قرار پایا کہ اگر حیدر چک ہم سے پیمان شکنی نہ کرے تو ہم سب اس کے ساتھ گرویدہ ہو جائیں وہ لشکر شاہی سے آکر ہم سے ملجائے اور ہم لشکر بیگانہ کو پیش کش دیگر اور لابہ گری کرکے واپس لیجائیں گے پھر کشمیر میں امن آمان ہو جائیگا۔ فتح علی نے جس کا خطاب کو زنگ خاں تھا اس بات کو منظور نہیں کیا تو اس کو بے آبرو کیا وہ دونوں اپنی باتیں بنا کر بھاگ گئے۔ گریوہ بان نائکوں کو انکے منانے کے لیے بھیجا۔ سب کا قصد یہ تھا کہ پادشاہ کے لشکر میں سے چند آدمیوں کو لیجاکر منبر پر پادشاہ کا خطبہ پڑھوادیں اور امرار کو مال و دولت ایسی دیں کہ وہ الٹے جانے پر راضی ہو جائیں خلاصہ یہ ہے کہ یعقوب لڑنے کے قصد سے ہیرہ پور میں آیا کہ اس کو معلوم ہوا کہ کشمیری اس سے پھر گئے ہیں وہ بڑا سراسیمہ ہوا اور اس کا چچا حسین خاں بھی جاکر ان کشمیریوں سے مل گیا۔ یعقوب نے اپنے کارپردازوں کی انجمن جمع کی جس میں یہ رائے قرار پائی کہ شمس چک اور محمد بہت کو قید سے نکالکر انکی بہ دید سے کارزار کی جائے۔ جب یہ دونوں آدمی قید سے نکلے تو اُنھوں نے یہ صلاح دی کہ کھتوارہ میں تھوڑے دنوں جاکر پناہ لینی چاہیے اس زمانہ میں یہ معلوم ہو جائیگا کہ دوست کون ہے اور دشمن کون۔ پھر کارسازی کی جائے۔ جب کھتوارہ کو سب چلے گئے تو راہ میں سے وہ خود دونوں بہت سے آدمیوں کو ساتھ لیکر جدا ہو گئے۔ اس زمانہ میں کہ گریوہ میں کشمیری حیدر چک کی راہ دیکھ رہے تھے اُس نے اُن کو لکھا کہ میری پاسبانی سخت ہو رہی ہے میرا نکلنا اور امرار کا واپس جانا دونوں امر دشوار ہیں پھر کشمیریوں نے یہ خیال چھوڑا اور ہیرا پور میں ہنگامہ آراستہ کیا۔ حسین چک کو اپنا بزرگ تر بنایا اس درمیان میں شمس چک بھی آن ملا۔ مرزبانوں سے پھر کر کشمیری اُس سے گرویدہ ہوئے اور لڑنے کے لئے ایک گروہ کو گریوہ بھیجا۔ جس نے شیخ یعقوب جی کو گزند پہنچایا۔ جس کا اوپر ذکر ہوا۔ امرار شاہی پر کرم بال کے قریب ان کشمیریوں کی حقیقت حال کھل گئی پھر جو کشمیری آیا اُسے قید کیا اور حیدر چک کی زیادہ پاسبانی ہونے لگی۔

انجمن رازگوئی آراستہ ہوئی۔ اس میں بعض نے کہا کہ گریوہ ہستی و تیر سے گذر کر ملک جانفی میں جانا چاہیے بعض برف و باراں سے ایسے عاجز تھے کہ اُنھوں نے بازگشت کی صلاح دی بعض نے کہا کہ یہیں توقف ہو۔ مگر قاسم خاں کی رائے آگے جانے کی تھی وہی عمل میں آئی اسی زمانہ میں شمس چک نے کاردانوں کو بھیجکر لابہ گری سے یہ درخواست کی کہ مرزا شاہرُخ سے جو صلح ہوئی تھی وہی پھر کی جائے۔ امرار شاہی نے اسکو جواب دیا کہ ابکی دفعہ تمھارے فریب میں ہم نہ آئینگے۔ تمھارے حیلہ کے افسانے نہ سینگے۔ حکم شاہی یہ ہی کہ خود سروں سے کشمیر لے لیا جاوے جس کا نصیبہ یاور ہو وہ ہمارے لشکر میں چلا آئے کشمیری آمادہ نبرد ہوئے۔ قاسم خاں بھی ۱۹ رمہر کو متوجہ پیکار ہوا۔ غنیم بھی فوج آراستہ کر کے سامنے آیا قول میں وہ خود تھا۔ دست راست پر ظفر خاں دوست چپ پر شمس دولی۔ حسین چک طلیعہ تھا محمد بہت چنداول۔ جب ہراول شاہی گریوہ میں آیا تو غنیم نے سرکوبوں سے بندوقیں اور پتھر ایسے مارے کہ وہ بھاگ کر چرانغار سے جاملا۔ قاسم خاں اس بھاگنے سے اُنپر خفا ہوا اور خود اس طرف گیا اور اپنے سے پہلے اور امرار کو بھیجا۔ محمد کو چک کہ بڑا بہادر کشمیریوں میں تھا۔ برانغار سے دوڑا اور لاکھا نامی بہادر اس سے خوب لڑا۔ اس ہنگامہ میں ظفر خاں بندوق سے مارا گیا اس سے غنیم کی فوج یکبارگی پریشان ہوگئی اور ہر ایک سردار ایک گوشہ میں جا چھپا۔ بادشاہ کے لشکر میں فتح کا نقارہ بلند آوازہ ہوا۔ ۲۴ رمہر کو منبروں پر بادشاہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ سری نگر سے چار کروہ لشکر کا قیام ہوا۔ حیدر چک شہر میں گیا۔ لشکر میں شورش ہوئی مگر جلد دب گئی۔ ۲۵ رکو قاسم خاں اور اور امرار سری نگر کی تربت سرائے میں آئے اور بڑی خوشیاں منائیں اسی روز راہ کے درمیان حیدر چک بہت آدمیوں سے ملا۔ مگر قاسم خاں نے اُسے کچھ تصرف نہیں کرنے دیا اور اس کے دل سے تباہ تیجی کا نقش مٹا دیا۔ تعجب ہی کہ ابوالفضل۔ افسانہ کہتا ہی کہ شیودت برہمن جو تبال سادھنا جانتا تھا ۹ برس پہلے لکھ گیا تھا کہ مسلمانوں کی یہاں سلطنت ہوگی۔

اکبر شہنشاہ یہاں کا بادشاہ ہو گا جب بادشاہ کو اس فتح کا مژدہ پہنچا تو اُس کو ہندوستان
کے اختر شناسوں کی راست گوئی کا یقین ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عہد میں اکبر بھی
ایک بھولا بھالا لڑکا تھا کہ آسمان کی کتابیں ستاروں کے حرفوں میں اپنی قسمت کا سبق
پڑھتا تھا۔

اب کشمیری کھتوارہ کی تنگناؤں سے یعقوب کو لائے۔ اور اُسکے گرد جمع ہوئے چندر کوٹ
میں پنجزارہ سے سات کوس پر شورش برپا کی۔ مبارک خاں و شیخ دولت اس سے لڑنے گئے
وہ دن کو لڑ نہیں سکتا اس لیے شب خون کا ارادہ کیا اور آدھی رات کو سری نگر پہنچا اور کچھ
قراولوں کو جو سوتے تھے مار ڈالا۔ بڑے دروازہ پر آن کر اس نے شورش مچائی۔ قاسم خاں
نے دلاوری سے مقابلہ کیا حیدر چک سے اُسکی خاطر کو اطمینان نہ تھا اسلیے اُس کو مار ڈالا۔
کشمیری کشتی پر سوار ہو کر شہر کی دریچہ کی طرف جو اس جانب تھا آئے۔ طوفان کابلی اور
قاضی زادہ اُس سے لڑنے کھڑے ہوئے۔ غرض ہر گوشہ میں ایک ہنگامہ جنگ برپا ہوا
بادشاہی لشکر کی طرف سے جو دھوسے بجاتا ہوا آیا تو غنیم گھبرا گیا۔ اور سامنے نہ ٹھہر سکا۔
کشمیریوں نے شہر میں آگ لگا دی اس سے وہ اور زیادہ تباہ اور خاک سیاہ ہوئے۔
آخر شب کو شرمسار ہو کر بھاگے۔ اس بھاگنے میں سیکڑوں جان سے گئے۔ صبح کو یعقوب
کا تعاقب ہوا۔ مگر لشکر اس زمین سے بیگانہ تھا اور راہیں نہیں جانتا تھا اسلیے وہ دیدگو بھاگ گیا
یعقوب اس شبخون میں ناکام ہو کر کھتوارہ کے تنگناؤں میں گوشہ نشین ہوا سپاہ کشمیر استوار
پیمان کر کے اس کو وہاں سے باہر لائی اور سری نگر سے پچیس کوس پر نواحی ہمرناک میں فتنہ برپا
کیا۔ قاسم نے چاہا کہ انکی سرکوبی کے لیے امرا کو بھیجے اور خود شہر میں پاسبانی کے لیئے
رہے۔ امرا نے ناہنجار خواہش گری کی۔ لشکر کے گرم سیر اس دیار سیر دوسرے
بہ تنگ آ رہے تھے۔ گریووں میں چلنے سے اور لڑنے سے عاجز ہو گئے تھے۔ ناگزیر
سپہ آرا خود اس میں مصروف ہوا اور فتح خاں کو شہر میں چھوڑا۔ جب وہ یعقوب کے

یعقوب کا شبخون مارنا اور ناکام رہنا ۲۱ محرم ۹۹۵

یعقوب کی سرشوری و دنبالہ ۱۲ ربیع ۹۹۵

نزدیک آیا تو یہاں یہ مشہور تھا کہ وہ شبخون مارنے کے قصد سے شہر کی طرف گیا ہے۔ قاسم سراسیمہ ہو کر پھرا اور فوج کو مرزا علی کی سرکردگی میں آگے روانہ کیا۔ شہر کے پانچ کوس پر معلوم ہوا کہ یعقوب کوہ ام کے قریب شہر سے چار کوس پر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ لشکر شاہی دوسرے روز اس کوہسار پر گیا۔ قراولوں نے کچھ لڑ کر فتح پائی۔ دن کو غنیم لڑ نہیں سکتا اس لیے شبخون کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس سرزمین میں نرسلوں کے مکانوں میں آگ لگ گئی جس کے سبب سے غنیم کے آدمی پادشاہی لشکر کے خوب نشانہ بنے۔ آپس کی دوروئی اور ناسازگاری سے اولیائے دولت کی سخن آرائی اور استمالت سے وہ پراگندہ ہو گئے۔ یوسف کشمیری کہ جس کا خطاب خانخانان تھا اور محمد بہت بہت سے آدمیوں کے ساتھ کوہچہ میں پناہ لے گئے۔ اور امرا پادشاہی سے ملنے کی درخواست کی ۲۹ آذر کو پادشاہی لشکر اس کوہچہ پر آیا۔ یعقوب کچھ آدمیوں کے ساتھ کھتوارہ روپہ بھاگا اور آبادجگھوں کو غارت کیا۔ لشکر شاہی اُس کوہچہ پر گیا۔ جہاں نام بردہ تھے دوسرے روز مرزا علی و مرزا خنجری کی معرفت وہ سپہ آرا پاس آئے سپہ آرا نے طرح طرح سے انکی دلدہی کی اور خنجری کے ہمراہ پادشاہ پاس بھیجدیا تو اب یہ شورش موقوف ہوئی۔ ۲۲ اسفندارمذ کو یہ امرا کشمیر پادشاہ کے دربار میں گئے۔ اور خسروانی نوازش سے سرافراز ہوئے۔

قاسم خاں نے سخت تگاپو کر کے بڑی فراخ حوصلگی کے ساتھ ملک کشمیر کو تسخیر کیا اور بہت تکلیف اور محنت اُٹھائی۔ بہت سے گج گرا سر تابون کی مالش کی اور بہت سے سرداروں کو پادشاہ پاس بھجوایا۔ اور بہت سے انبوہ اپنے ساتھ ملا لیے ولایت۔ دارو گیر سے آباد کیا اور دشمن کو ایک گوشہ نامی میں بٹھایا۔ مگر اس سے یہ لغزش ہوئی کہ کشمیروں کی گرفت و گیر زیادہ کی۔ اس بوم کے سپاہیوں نے جو یعقوب سے چھینا تھا اسکی بازخواست الٹی کی۔ زمستان میں تو آمد و شد کی راہیں بند تھیں۔ سپاہیوں نے تلخ کامی کے ساتھ بسر کی جب ہوا میں اعتدال ہوا تو پھر بدگوہر وہاں کے زنبور خانہ میں شورش پیدا ہوئی۔ بہت سے

مرزا یوسف خاں کا کشمیر کی پاسبانی کے لیے جانا ۱۰ ۹۹۵ ھ

آدمی چلے گئے اور یعقوب کو لائے اور حوالی بیر میں شہر سے تیئیس کوس پر ہنگامہ شورش گرم کیا۔ ہر چند سپاہیں بھیجیں مگر وہ ان کو اپنے آگے سے نہ ٹلا سکیں۔ قاسم خاں اس طرف گیا جب وہ انکے نزدیک آیا تو وہ پوشیدہ راہوں سے شہر کی طرف جلد چلے آئے امرا، چند جوق ہو کر مقابلہ میں آئے مگر یعقوب بہارک میں شہر سے تین کوس پر ایک کوہچہ کی پناہ میں کمین میں بیٹھا۔ افواج شاہی بہم پہنچیں۔ اگرچہ دار الملک اس تیز روی سپاہ سے لوٹ سے بچ گیا مگر استواری جا اور دشواری راہ نے کچھ کام سپاہ کو نہ کرنے دیا۔ سپاہ اس کام کو چھوڑ کر شہر میں چلی آئی جس سے غنیم کی قوت بڑھی کچھ دنوں کے بعد قاسم خاں پھر لڑنے آیا قراولوں میں تو ہر روز لڑائی ہوتی تھی مگر پانچ دفعہ جنگ عظیم ہوئی۔ چھٹی دفعہ میں سید عبداللہ زخمی ہوا۔ غنیم کو شکست دیکر لشکر شاہی پہاڑ پر آیا۔ اس وقت بارش شروع ہوئی۔ کاردانو کی رائے یہ تھی کہ غنیم کے گرد دائرہ بنائے۔ مگر اس پر عمل نہ ہوا۔ نشیب کی طرف چلے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے تیر اور پتھر پھینکے۔ راہ کی ناہمواری و تنگی سے بادشاہی سپاہ بیدلی اور کارنشناسی سے آپس میں رنجیدہ ہونے لگی۔ اس آشوب گاہ میں میرزادہ علیخاں کی جان گئی اور سری رنگ عمزادہ رائے رائے سنگھ چالیس آدمیوں کے ساتھ لڑنے کھڑا ہوا وہ مارا گیا تین سو آدمیوں کی زندگی ختم ہوئی۔ دوسرے روز قاسم خاں لڑنے گیا۔ کشمیریوں کو پراگندہ کر دیا۔ یعقوب نے کامراج کو بھگا دیا۔ پھر یعقوب اور شمس چک نے باہم یکجہتی کا عہد کیا اور سر اٹھایا۔ مگر کشمیر میں یکتا دلی نام کو بھی نہیں ہوتی اندر گول کے قریب ان میں خود لڑائی شروع ہوئی پھر تھوڑے عرصہ میں ان میں صلح ہوگئی اور یہ قرار پایا کہ ایک جگہ رہنے سے نوکر کے نزاع سے آقا ناخوش ہوتا ہے اس لیئے مناسب ہے کہ وہ دو جگہ ہو جائیں۔ یعقوب تو کوہ سلیمان کے قریب جا کر ہنگامہ آرا ہوا اور شمس چک اندر کول میں رہا۔ اب بعض کی رائے یہ تھی کہ بادشاہی لشکر کے بھی دو حصے ہوں مگر دوربینوں نے اوسے پسند نہیں

گیا کہ دو جگہ ہونے سے مبادا ایسی گزند نہ پہنچے کہ پھر جس کا چارہ نہ ہو سکے۔ یعقوب کے دفع کرنے میں سب مصروف ہوئے۔ اور اس کی طرف گئے ہر روز لڑائی ہوتی۔

پانچویں روز قاسم خاں ایک جنگ عظیم لڑا۔ فتح علی غنیم کے سرگروہ کو اس نے مارا۔ جس سے دشمن کا ہنگامہ پراگندہ ہو گیا۔ شمس چک پاس یعقوب چلا گیا پھر تھوڑے دنوں کے بعد شہر کے نزدیک آیا اور فتنہ برپا کیا۔ شہر سے ایک کوس پر ایک زمین بلند تھی۔ آدھ کوس لمبی اور ایک چوتھائی کوس چوڑی اور کئی تالاب اس کے گرد تھے اسکی خلاب دشوار گزار ان دونوں نے اس میں پناہ لی اور گاہ و بیگاہ وہاں سے باہر نکلکر لوٹتے مارتے تھے پادشاہی لشکر اس سے ہر روز لڑتا۔ قاسم خاں بھی لڑتے لڑتے تنگ آ گیا۔ اس نے پادشاہ پاس عرضداشت لکھی کہ وہ اس کو بلالے۔ شہریار نے اس کی درخواست کو قبول کر کے مرزا یوسف خاں کو سپہ آرا مقرر کر کے اس دیار کو روانہ کیا۔ جگن ناتھ اور حسین بیگ اور امیروں کو ساتھ کیا اور حکم دیا کہ جب کشمیر کے سرکشوں کی مالش ہو جائے تو قاسم خاں وہاں سے ہمارے پاس چلا آئے۔ قاسم خاں پاس آ گیا۔

پادشاہ کا کشمیر جانا سنہ ۹۹۶

پادشاہ کار آگہی نیرنگی ابداع پر نظر کرتا ہی کہن سال دنیا کو آفرینش کی تازہ آرائش جانتا ہی اس کا دل ایک جگہ نہیں لگتا ہی۔ ہر سرزمین سے ایک نیا فیض اٹھاتا ہی۔ ژرف نگہی کو کام میں لاتا ہی۔ شناسائی کو کارکرد سے ملاتا ہے۔ جہاں تقدیر کی شگرف کاری کو زیادہ دیکھتا ہی اسی طرف دل زیادہ لگاتا ہی۔ اس سبب سے وہ کشمیر کو یاد کیا کرتا تھا اس کی آب و ہوا کو پیش نظر رکھتا تھا۔ جب یہ ملک اس کی قلمرو میں آیا تو اسکی گلگشت کا ارادہ کیا۔ ہر چند بزم والا کے سخن سراؤں نے عرض کیا کہ پادشاہ کا اتنا بڑا ملک چھوڑ کر بغیر کسی ملکی وجہ کے ایک گوشہ میں جانا خرد پسند نہیں کرتی۔ مگر پادشاہ نے نہ مانا اور کہا کہ جنت آشیانی یہ آرزو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔ میرا وہاں جانا انکی تمنا کو پورا کریگا۔ اس نے ۱۶ ار فروردی کو راوی سے

عبور کیا اور تین ہزار سنگ تراش و خار اشگاف و دو ہزار بیلدار کار گزار بسر کردگی قاسم خاں روانہ کیے کہ راہ کے نشیب و فراز کو ہموار کریں۔ کوچ بکوچ بادشاہ سیالکوٹ کے مضافات میں آیا۔ یہاں اس نے سُنا کہ اللہ بردی۔ شقدار۔ پتہ۔ ہنود راج گماشتہ صادق خاں نے ایک ستم برپا کر رکھا ہے اور زیردستوں کو بے عزت کرتا ہے۔ یہاں اس نے اس کے ظلم کی خوب تحقیقات کرائی۔ جب جرم ثابت ہوا تو اسکی جان لی جس سے اوروں کی جان کو آسائش ہوئی۔ ۹ خرداد کو گریوہ بھمبر کی سیر کی۔ کشمیری اس کو کاجیوار کہتے ہیں۔ یہاں بادشاہ کو یہ خیال آیا کہ جریدہ چلیے۔ شاہزادہ سلطان مراد کو لشکر کا منتظم مقرر کیا اور شیخ فرید بخشی بیگی کو گریوہ پر تعین کیا کہ سوائے بادشاہی آدمیوں کے کسی کو نہ آنے دے۔ خود سوار ہوکر گرم و فتار رہوا۔ کبھی سوار چلتا کبھی پیادہ۔ دوپہر کو درختوں کے سایہ میں آرام کرتا۔ بادشاہ کے ساتھ مرزا خانخاناں وزین خاں کوکہ عضدالدولہ حکیم ابوالفتح و جگن ناتھ میر شریف املی و قاضی حسین و نور قلیج و رامداس و ابوالفضل اور چند یکے جوان تھے بادشاہ گریوؤں کو طے کرتا ہوا راجوری سے گزرکر قاسم خاں کے خیموں میں اترا۔ یہ راہوں کو پاک صاف کرتا ہوا جاتا تھا۔ یہاں سے کئی رستے جاتے تھے۔ ہر رستہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ کارآگاہ ان کو دیکھنے گئے۔ انجمن رازگوئی جمع ہوئی تو تحقیق ہوا کہ سب راہوں میں بہتر راہ گریوہ ہستی وتر کی ہے مگر وہ برف و باراں کے سبب سے دشوار گزار ہے اس لیے پیر پنجال کی راہ اختیار کی گئی۔ شاہزادہ بزرگ کو حکم ہوا کہ لشکر میں جاکر سلطان خسرو اور چند اہل حرم کو لے آئے۔ مرزا کیقباد پسر مرزا حکیم بیمار ہوگیا اس کو اسی منزل میں چھوڑ دیا۔ شیخ فیضی کو اس کا تیماردار مقرر کیا۔ یہاں سے چلکر بھمبر میں بادشاہ آیا۔ یہ ایک موضع گریوہ رتن پنجال کی تلیٹی میں واقع ہے یہاں سے کشمیری زبان بولنے کا آغاز ہوتا ہے بادشاہ نے فرمایا کہ ملک آپس میں کوہ و دریا و ہاتھوں و زبان سے جدا ہوتے ہیں کشمیر کی سرحد نخستین بھمبر پہ ہے۔ پرستش کو اس سرحد پر اگرچہ بادشاہ تنہا جاتا تھا۔ مگر

اس پاس ہر منزل میں ہزاروں آدمی جوق جوق نیازمندی کے لئے چلے آتے تھے۔ یہاں گریوہ بانی نائکوں کے سرگروہ بہرام نایک نے کورنش کی۔ محمد بہت اور کشمیر کے سردار باریاب ہوئے۔ پھر بادشاہ بیرم کلہ میں آیا۔ یہاں بکاولوں سے کچھ لغزش ہوئی۔ اُن کی نگہبانی ابوالفضل کو سُپرد ہوئی۔ اثنا رراہ میں مرزا یوسف خاں کشمیر سے آنکر کورنش بجالایا۔ اس دیار کے بہت سردار باریاب ہوئے۔ پھر بادشاہ پوشانہ میں آیا۔ یہاں عجیب درخت وچنار وپھول دیکھے بہت سے ندیوں پر پُل باندھے تھے اس سے عبور رہوا۔ کشمیری پل کو کدل کہتے ہیں۔ آگے منزل میں دو گروہ پر برف تھی بادشاہ کے ہمراہی ڈرے۔ مگر بادشاہ نے اُن کی دلدہی کی۔ یہاں کی رسم ہی کہ برف پر لوگ علف شالی کی رسیوں کی پاپوش پہنکر چلتے ہیں۔ بہت سے آدمی اس طرح گئے۔ بادشاہ اس برف پر گذرا۔ یہاں کی کس کس بات کا ذکر کیا جاوے۔ جاڑے کی سختی کا برف کی شدت کا یا ہندی نثرادوں کی سراسیمگی کا۔ گریوہ کی بلندی کا یا راہ کی تنگیوں کا۔ یا منزل کے نشیب و فراز کا۔ یا چشموں و درختوں وپھولوں کا۔ ہر ایک عجیب وغریب ہی۔ جب بادشاہ چلا تو مینھ اور اولے برسنے شروع ہوئے۔ مگر کسی کو گزند نہ پہنچا۔ ایک گھنٹہ بڑی شدت سے مینھ برسا۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے بعض آدمی برف میں اکڑ کر رہ گئے۔

یہاں خاص و عام میں زبان زد ہے کہ پہلے حکیموں نے ان دو راہوں میں ایسا طلسم بنایا ہی کہ جب کبھی بھاری لشکر کا گذر ہوا اور گھوڑے کو ذبح کریں یا نقارہ کو بجائیں تو تھوڑی دیر میں کالی گھٹائیں اُٹھتی ہیں اور برف و باراں کی ریزش ہوتی ہی۔ ہر بار کہ اس راہ سے لشکر گذرتا یہی ہوتا تھا۔ چونکہ بادشاہ نے اپنا اغروق طلب کیا تھا۔ راہ کی دشواریاں اس کو معلوم ہوئیں۔ حکم ہوا کہ جو امیر بادشاہ کے ساتھ ہیں وہ خدمتگزار کارُدانوں کو منزل بمنزل بٹھا دیں کہ بھنبھر سے ہیرہ پور تک ہر منزل میں خیمہ وہیمہ وعلف واسباب خوردنی کو آمادہ رکھیں کہ اہل حرم کو تکلیف نہ ہو۔ بادشاہ ہیرہ پور میں آیا۔ یہاں

مرزا یوسف خاں نے خیمہ و خرگاہ آراستہ کر رکھا تھا بھنبھر سے جو گروہ آگے آتا تھا وہ پہلے سختیوں کو بھول جاتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بھنبھر سے ہیرپور تک ایک گریوہ ہے کہ تنگی و دشواری و نشیب و فراز میں اور ناہمواری میں بے مثل ہے درخت زار کی نیرنگی و پھولوں کی شگفتگی اور ہوا کی شگرفی اور آبشاروں کی نغمہ سرائی ہر وقت متحیر کرتی تھی اور راہ کی آزردگی کو دل سے کھوتی تھی۔ لیکن آج کوہستان سے دشت میں گذر ہوا عجب نمائش نظر آئی ایک دوسرا عالم دکھائی دیا۔ ایک نئی بہشت نے اس دشت میں اپنے منہ سے نقاب اُٹھایا جو سبب بینی کی عادت رکھتے ہیں وہ تو یکبارگی راہ کی محنت کو بھول گئے اور ژرف نگاہ خدا پرستوں کو اور ہی خرمی ہوئی۔ گروہا گروہ آدمی ریاضت کیش خدا پژوہ اور عمامہ دار دانش گرا اور ہنر مند نادر کار اور خنیاگران جادو نفس دارالملک کشمیر سے آنکر باریاب ہوئے اور خسروانی نوازش سے سرافراز۔ آج خانخانان اہل حرم کے لینے کے لیے گیا۔ مرزا کیقباد اور فیضی بھی آ گئے پادشاہ دلور میں آیا۔ وہاں شاہزادہ بزرگ تنہا آیا اور عرض کیا کہ راہ کی دشواری سے اہل حرم نہیں آسکتے۔ اس نافرمانی پر بادشاہ ناراض ہوا اور شاہزادہ کو کورنش کی اجازت نہیں دی اور اس سے ایسا غصہ میں آیا کہ اہل حرم کے لانے کو خود چلا مگر اخلاصمندوں کی فہمائش سے واپس آیا۔ خانخانان کو اہل حرم کے لانے کا اہتمام سپرد ہوا۔ پادشاہ خانپور میں آیا وہاں ایک درخت پھل تل دیکھا جسکا تنہ تنومند تھا شاخیں بہت پتے بہ کثرت تھے۔ اگر اُسکی پتلی شاخ کو بھی ہلاتے تو سارا درخت ہل جاتا۔ اگرچہ چھوئی موئی کے درخت بہت ہوتے ہیں مگر اس قسم کا کہیں نہیں ہوتا۔

بادشاہ کا دارالملک کشمیر میں آنا

۲۵ خرداد کو شہر سری نگر میں پادشاہ آیا۔ یوسف خاں مرزبان کے کاخ میں اُترا اور حکم دیا کہ کوئی لشکری رعیت کے گھر میں نہ اُترے۔ دارالملک لاہور سے سری نگر تک ۷۹ کروہ و ۷ بانس کا فاصلہ ہے اگرچہ کروہوں کے اعتبار سے یہ فاصلہ دور و دراز نہیں ہے مگر نشیب فراز ناہموار ہونے کے سبب سے بہت دور

اور دشوار تھا ہے۔ بادشاہ جن راہوں میں کہ پیادوں کا گزر نہیں ہوتا گران لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ آیا۔ سری نگر ایک بڑا شہر لمبا آباد ہے۔ رودبار بہت (جھلم) اُسکے درمیان بہتا ہے۔ اس میں چوبیں کاخ پنج منزلہ بنے ہوئے ہیں۔ اوران کوٹھوں پر رنگارنگ کے لالہ وگل بوتے ہیں وہ بہاریں گلستان معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں اور ہندوستان میں برسات ایک ہی وقت میں ہوتی ہے۔ توران اور ایران کی طرح یہاں بھی برف بہت پڑتی ہے۔ کمی بارش سے یہاں کے کشت وکار میں نقصان نہیں ہوتا۔ ۲۸ر کو شہاب الدین پور کی سیر کو بادشاہ آیا۔ وہ دریا بہت پر عجب دلکشا جگھ ہے۔ چنار یہاں آسمان پر کھینچے ہیں سبزہ زار پر نظر کا پاؤں لغزش کھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر وہاں استخوان یا اور آلائش پھینکدے تو صبح کو اس کا نشان نہیں ملتا۔ روحانی گروہ اُس کو رُفت وروب کر دیتا ہے مگر بادشاہ نے جب اس کا تجربہ کیا تو ثابت ہو گیا۔ ثناگروں نے مبالغہ کیا ہے اور احمقوں نے اُسے یقین کر لیا ہے۔ ۳۱ر کو شاہزادہ بزرگ کو حکم ہوا کہ اغروق کو ہمراہ لائے۔ شاہزادہ کو اپنی پہلی خطا پر شرمندگی تھی وہ بار بار اسکی درخواست کرتا تھا بادشاہ نے اُسے منظور کر لیا بادشاہ نے یہاں مرغابی کا شکار کیا۔ بوشانہ میں وہ اغروق شاہی سے جاملا۔

شاہزادہ سلطان مراد وخانخانان وقاسم خاں نے راہ کو درست کیا بہت کہاروں نے کوشش کی۔ غرض یہ سب ملکر بادشاہ کے اہل حرم کو لے آئے جس سے بادشاہ کو نہایت مسرت اور نوکروں کو عزت حاصل ہوئی۔

(۱) بادشاہ نے سُنا تھا کہ یوسف مرزبان کشمیر نے ایک محل کے اوپر سے اپنی بیوی کو نیچے پھینکدیا تھا۔ جب بادشاہ اُس کے محلوں کو دیکھنے گیا تو اُس نے وہ محل بتادیا۔ جس پر سے اُس نے اپنی بیوی کو پھینکا تھا (۲) جگن ناتھ مکان کے نہ ملنے سے شاکی تھا اور چاہتا تھا کہ قرابیگ کے مکان میں رہوں۔ کوٹھے کے اوپر سے وہ بادشاہ کی کورنش بجالایا تو بادشاہ نے فرمایا کہ تو مجھ سے بہت دور اُترا ہے قرابیگ کے مکان میں آن رہو (۳) سحر کو کسی

گانے والے کی آواز بادشاہ کے کان میں آئی تو اُس نے نقیب خاں سے کہا کہ کوئی شخص گانے والے کی عمر اس کی آواز سے بتا سکتا ہے۔ بہت سوچ کے اس نے جواب دیا کہ گانیوالے کی عمر چالیس پچاس برس کے درمیان ہوگی، تو بادشاہ نے فرمایا کہ نہیں بیس تیس سال کے درمیان ہوگی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسکی عمر پچیس سال کی تھی۔ (۴) اس زمانہ میں مریم مکانی نے بادشاہ پاس آنے کی خواہش کی تو بادشاہ نے فرمایا کہ جواب میں اس شعر کو جو ابھی کہا گیا ہے عنوان سنائیں ؎

حاجی سوئے کعبہ رود از برائے حج　　یارب بود کہ کعبہ بیاید بسوئے ما

۲۳ کو ہاشم بیگ پسر قاسم خاں پکلی کی راہ درست کرنے کے لیئے بھیجا ارادہ یہ تھا کہ اس طرف سے مراجعت ہو اسلیے بہت سے خاراشگاف سنگتراش اور سخت بازو بیلدار ہمراہ کر دیئے۔ زین خاں کو حکم ہوا کہ اُلٹا جائے اور لشکر عظیم اور آدمیوں کو رہتاس پہنچائے۔ اور خود راہ پکلی سے واپس آئے دریا نوردی بیٹھکر رہ بہانی ہے جس سے طرح طرح کی نشاط ہوتی ہے اسلیئے کامراج کی سیر کا کشتی میں ارادہ کیا۔ اس ملک میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں مگر بادشاہ کے سفر کے لائق ایک بھی نہ تھی۔ بادشاہ کے کارآگاہ خدمتگاروں نے تھوڑے دنوں میں یہ کاخہار دریائی تیار کیے اور دریا پر گلزار لگا دیا۔ ہزار کشتیوں سے زیادہ بادشاہ کے مقربین کے لیے تیار ہوگئیں اور دریا کے اوپر ایک شہر آباد ہو گیا۔ ۲۴ تیر کو بادشاہ مع اغروق کے کشتیوں میں سوار ہوا دریا کے دونوں طرف نظر فریب گلزار اور نشاط افزا سبزی چشم افروز ہوتی تھیں کئی روز سفر کر کے بادشاہ جلکہ نندی مرگ میں آیا۔ یہاں تین ہزار بیگہ زمین نہایت ہموار و خرم و شاداب ایسی دیکھی کہ دنیا میں اُس کی مثل کمتر ہوگی۔ یہاں بادشاہ سیر و شکار کرتا رہا ۲۹ تیر کو بادشاہ کو گرانی ہوئی اور ایک دن سخت بیمار رہا۔ دوسرے دن اچھا ہو گیا بادشاہ بھی ایسا قوی مزاج تھا کہ کئی دفعہ سخت بیمار ہوا اور جلد اچھا ہو گیا اگر کوئی اور ایسے مرضوں میں مبتلا ہوتا تو مشکل تھا کہ وہ

بادشاہ کا کشتی میں بیٹھکر جانا سنہ ۹۹۶

جلد اچھا ہوتا۔

اس گلشن ہمیشہ بہار کے تماشے نے پادشاہ کو نیائش دادار میں گرم تر کیا سیر کے بعد بازگشت کا ارادہ کیا۔ غرہ امرداد کو لنگر اٹھا اور نگلی کی راہ پر چلا حلکہ نندی مرگ میں آیا اس روز رینا باریاب ہوا۔ یعقوب کشمیری جس کا اوپر ذکر ہوا پادشاہ کی شکوہ دیکھکر خواب سے بیدار ہوا اور اس نے یہ چاہا کہ پادشاہ سے عہد و پیمان کرکے اس کی آستان بوسی کرے پادشاہ نے جو آدمی اُس کی طرف سے آئے واپس کیے اور اس کے عذروں کو سُنکر گناہ معاف کیے یعقوب نے اس سبب سے کہ بڑے جرم کیے تھے اپنے بھائی کو بھیجا کہ بخشائش کا مژدہ سُناکر اس کے خوف کو دل سے دور کرے یہ اس کا بھائی اپنے کام میں کامیاب ہوکر واپس گیا۔

پادشاہ کی مجلس مشورہ میں یہ امر قرار پایا کہ کابل کو سفر کیا جائے۔ نہم امرداد کو پادشاہ سری نگر میں آیا۔ یہاں قریش سلطان کاشغری پادشاہ پاس آیا ۱۳ امرداد کو ست پور کے نزدیک مقام ہوا۔ راہ میں باغ صفا کی سیر کی یہ باغ مرزا حیدر کا لگایا ہوا تھا۔ پھر کشتی سے اُتر کر خشکی میں پٹن میں پادشاہ آیا فیضی اور میر شریف املی کو بہت کچھ روپیہ دیکر شہر میں بھیجا کہ حاجتمندوں اور گوشہ نشینوں میں تقسیم کریں۔ خود سری و سرتابی کے سبب سے یعقوب تنگنا رکھتواڑ میں پاسر آسیمہ تھا۔ پادشاہ کے آنے سے اُس کو یہ خوف تھا کہ مبادا یہاں کے زمیندار اس کو گرفتار کرکے پادشاہ کے حوالہ کردیں۔ جب اس کے بھائی نے جاکر بخشائش کا مژدہ سُنایا تو اسکی آسیمہ سری کم ہوئی اور لا بہ گری بڑھی اور اپنی رستگاری سوار پادشاہ پاس آنے کی نظر نہ پڑی لیکن اپنے کوتگوں سے بہت ڈرتا تھا۔ مرزا یوسف خاں کی معرفت ایک عرضداشت بھیجی جس میں لکھا کہ جوانی کی سستی اور بدگوہروں کی مسازی سے جو کچھ مجھپر گزرا سو گزرا اب حضور اپنی پاپوش بھیجیں کہ میں اُس کو سر پر رکھکر

پادشاہ پاس یعقوب کے بھائی کا آنا سنہ ۹۹۶ ہجری

پادشاہ کا کابل جانا اور یعقوب کشمیری کا پادشاہ پاس آنا سنہ ۹۹۶ ہجری

پابوس ہوں ۔ ۱۸ ارامرداد کو وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ اس ملک میں خشکی میں باربرداری کا کام آدمی کرتے ہیں اور بڑا بھاری بوجھ اُٹھاتے ہیں اور پہاڑوں پر اس طرح چلتے ہیں جیسے کہ ہموار زمین پر۔ بہت سا اسباب یہ گروہ اُٹھا کر چلا تو عجب تماشہ نظر آیا۔ پادشاہ بارہ مولہ میں آیا یہ دروازہ کشمیر ہی۔ اس کے ایک طرف اونچا پہاڑ ہی دوسری طرف دریا بہت جوش کرتا ہوا ہندوستان کو آتا ہی اور اُس کے درمیان ایک تنگ راہ ہی یہاں کشمیر کے فرماں روایوں کے آدمی بھی رہتے ہیں اور کسی آدمی کو بغیر نوشتہ کے پاسبان نہیں جانے دیتے۔ زین خاں کوکہ پکلی سے آیا اور رود بارسندھ کو روانہ ہوا کہ وہاں پل بنائے ۔ ۲۳ کو آب نہت سے پادشاہ گزرا پھر پادشاہ منزل بمنزل چلکر بولیاس میں آیا یہاں ولایت کشمیر ختم ہوئی۔ ملک مستنگ آغاز ہوا۔ ۱۴ ارشہریور کو دریار سندھ کے کنارہ پراٹک بنارس کے نزدیک پادشاہ آیا اور دھم تھر کو کابل میں آیا۔

حسین خاں و محمد خاں وابوذر خاں وغازی خاں دلو ھر چک حسین فتنہ اندوزی کے خیال سے پادشاہ کے پاس سے بھاگ گئے۔ جمون کی راہ سے پہاڑوں میں آن کر علی رنیا کی پناہ میں آئے اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ پیر ہلائیں۔ کاربرداران کشمیر نے پکڑ کر اُن کو مار ڈالا۔

یعقوب ورنیا دونوں بھائی بھاگنے کی گھات میں لگے رہتے تھے۔ پادشاہ نہیں چاہتا تھا کہ جو لوگ پناہ میں آئے ہیں اُن کو سزا دے اسلیے اس نے انکو حسن بیگ گرد کے حوالہ کیا کہ وہ راجہ مان سنگہ پاس ان کو پہنچادے کہ اپنے ننگاہ سے وہ دور ہوجائیں اور آرام سے رہیں حسن بیگ نے ہمراہیوں کے تین توپ بنائے ایک کو زہ وزاد کے ساتھ کیا۔ ایک گروہ کو اپنے ساتھ لیا تیسرے گروہ کو یعقوب کا پاسبان بنایا اس نے اپنے تئیں بیمار سنگاسن پر جاتا۔ حیلہ سازوں نے غل مچایا کہ رہزنوں نے پرتال پر ہاتھ ڈالا حسن بیگ نے ہمراہیوں کو اس طرف بھیجا تو رنیا نے جو اس کام میں شریک تھا فتنہ پہ مشتعلی

کو تلوار مار کر شکار کیا۔ حسن بیگ کو زخمی کیا۔ حسن بیگ نے لپٹ کر رینا کو زیر کیا اور مار ڈالا۔ اس عرصہ میں یعقوب کے کوکہ محمد نے ایک خنجر حسن بیگ کے مارا۔ اُس نے اسے بھی پکڑ کر زمین پر پٹکا اور یعقوب اور فتنہ پردازوں کو گرفتار کر لیا۔

مدت سے پادشاہ کا دل کشمیر کی سیر کی طرف لگ رہا۔ مگر بعض آدمی دشواری راہ کے سبب سے اسکے مانع ہوتے تھے۔ بعض پادشاہ کی خوشی کے لیے پہاڑوں کی سختی کو آسان کہتے تھے مگر اسکے ساتھ عرض کرتے تھے کہ اس کوہسار میں پادشاہ کا جانا قلمرو کی ہر طرف سے ایک سال کی راہ پر دور کر دیگا۔ بعض پادشاہ کی نہفتہ دانی کے معتقد کہتے تھے کہ پادشاہ کا ارادہ جو یہ ہوا ہے اس میں ضرور فرخی ہے۔ غرض باوجود ان آدمیوں کی بازداشت اور باد و باران کے طوفان کی ۱۲ ر امرداد سنہ ۱۰۰۰ھ کو پادشاہ چل کھڑا ہوا اہل حرم کو بھی ساتھ لیا۔ راہ میں ایک عورت اپنے بیٹے کو پادشاہ پاس لائی۔ اور عرض کیا کہ ہر سال اس کا سر بڑھتا ہے اور گردن دبلی ہوتی ہے کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی حضور اس کا علاج بتلائیں۔ پادشاہ نے کہا اسکے سر پر ایک چمڑے کی تنگ ٹوپی پھنسا دے بڑھیا نے یہی کیا جس سے اس کا بیٹا اچھا ہو گیا۔ ۲۸ ر کو پادشاہ چھتہ میں آیا تو کشمیر کی شورش کا حال اظہر من الشمس ہو گیا۔

[margin: پادشاہ کا دوسری دفعہ کشمیر کو جانا سنہ ۱۰۰۰ھ]

از دار مرزا یوسف خاں نے کشمیر کی جمع کی فزونی کو عرض کیا تو قاضی نور اللہ و قاضی علی تحقیق کے لیے بھیجے گئے اب مرزا کے گماشتوں نے دیکھا کہ رشوت کا دروازہ ان پر بند ہوا تو وہ مایوس ہو کر تباہ سگالی کرنے لگے۔ قاضی نور اللہ نے مرزا کے نوکروں کی یہ سازگاری اور تباہ سیجی پادشاہ سے عرض کی۔ اس اطلاع پر بعض بدنہاد طلب ہوئے حسن بیگ شیخ عمری پادشاہی آدمیوں کی یاوری کے لیے بھیجا گیا۔ اب مرزا یوسف کے اکثر گماشتے اور ملازم ہمداستان ہو کر فتنہ سازی پر آمادہ ہوئے اور اُنھوں نے [یاد]گار ل الدین حسین کو جو احدیوں میں سے تھا اپنا سردار بنانا چاہا جب اس نے انکار کیا تو

[margin: شورش کشمیر سنہ ۱۰۰۰ھ]

مرزا یوسف کے عمزادہ یادگار کل کو دستاویز آشوب بنایا۔ اور وہ فتنہ اٹھاتے اور اپنا نقصان کرتے اس گروہ کے اندر کسی کے ہاں حسین بیگ کے ایک نوکر کی شادی ہوئی تھی اس نے انکی رہنموئی سے انکار کیا تو اس گروہ نے اس کا گھر جا گھیرا اور حسین بیگ شیخ عمری پر بھی تیروں کا مینھ برسایا۔ اسکے آدمی موجود نہ تھے اس نے دروازہ کھول کر۔ قاضی علی اور شیخ بابا نے درمیان میں پڑکر شورش کو دبا دیا پھر یہ گروہ گریوہ ماران پر گیا اور وہاں ایک ہنگامہ برپا کیا حسین بیگ نے آدمیوں کو ان سے لڑنے کے لیے۔ اور کچھ لڑا اور صلح چاہی۔ مخالفوں کے چند آدمیوں کو پیماں کرکے مار ڈالا۔ قریب تھا کہ ان تبہ سگالش کرداریں آئے ناگریز حسین بیگ و قاضی علی شہر سے نکلکر قلعہ ناگرنگر میں آ گئے اور بے پروائی کے سبب خواب غفلت میں سو گئے۔ ۱۲ ار امرداد کورہ گزروں کو بند کرکے ناسپاسی میں بیٹھے۔ تعجب یہ ہی کہ بادشاہ اُسی روز لاہور چلا تھا کہ چند سرکشوں نے فالیز کی سیر کا بہانہ کرکے یکجہتی کا پیمان کیا تھا حسین بیگ و قاضی علی کی ہمت نے یاوری نہیں کی کہ تیر دستی کرکے اس سورش کو مٹاتے۔

جب بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو وہ تیز تر روانہ ہوا۔ غرہ شہر یور کو دریا چناب کے کنارہ پر پہنچا۔ باوجود بارش کی طوفان کے اس نے یہاں سپہ کو آراستہ کیا گذر جوگانی سے کشتی میں سوار ہوا۔ ہر کو معلوم ہوا کہ مرزا کی تمام سپاہ کشمیروں سے مل گئی ہی۔ جب یادگار شہر سے نکلا اور قاضی علی اور حسین بیگ اس سے کچھ نہ بولے تو وہ کام رلج کو چلا گیا اور وہاں بدگوہروں کے ہنگامہ نے رونق پائی اُس وقت وہ بے پروائی کے خواب سے بیدار ہوکر اس کے پیچھے دوڑے کچھ کام نہ کیا اور اپنا منہ لیکر واپس چلے آئے اگرچہ مرزا کے فرزند اس سے نہیں ملے اور اولیا، دولت نے بھی انکی یاوری نہیں کی۔ مگر جب یادگار شہر پر آیا باغ الہی کے نزدیک تھوڑی سی لڑائی سے غلبہ پایا تو قاضی و حسن بیگ ناگریز دریا سے گذرکر شہر میں آئے۔ پل کو دونوں گروہوں نے ویران کیا۔ باغیوں نے

قاضی علی کا مارا جانا اور حسین بیگ کا بھاگ جانا

تو اس خیال سے کہ ان کے آدمی ان سے نہ جُدا ہو جائیں۔ بادشاہی آدمیوں نے اسلیے کہ باغی شہر کے اندر نہ گھُس آئیں قاضی علی نے یہ کہا کہ فتح علیخاں جنگلی پاس پناہ لینی چاہیے اور وہاں کمک کا انتظار کرنا چاہیے۔ حسین بیگ نے کہا کہ مرزا حسین خاں کے آدمی سب ناسپاس ہو رہے ہیں وہاں پہنچنا بہت دشوار ہے۔ ناگریز ہندوستان کی طرف چلیں۔ ہیرہ پور کے نزدیک ایک شخص نے ناشناسائی سے نقارہ بجایا۔ اس سے راہ بانوں نے مطلع ہو کر پلوں کو توڑ دیا۔ ناکام دریا میں چلنا پڑا کچھ ڈوبے کچھ گرفتار ہوئے۔ حسین بیگ قاضی علی اور چند بدخشی دریا سے نکلکر چلے۔ پیر پنجال کی راہ بند تھی۔ گریوہ ہستی و تر کی راہ لی۔ سخت تگاپو کر کے اور تیراندازی کا کارنامہ دکھا کے رہائی پائی۔ راہ کے نشیب و فراز سے قاضی بالکل تھک کر بیٹھ گیا۔ گرفتار ہو کر مارا گیا حسین بیگ کو زمیندار لوٹ کر مارنا چاہتے تھے کہ راجوری کے رئیس بھنبر نے پہنچکر اسے بچالیا۔

جب بادشاہ کو یہ اطلاع ہوئی تو وہ تیز تر چلا۔ زین خاں کو کلتاش کو حکم ہوا کہ راہ سواد سے سپاہ کو اس طرف لائے۔ اور صادق بہ نج کی راہ سے آئے۔ شمالی کوہسار کے زمیندار جمو سے چلیں۔ پنجاب کے اقطاع دار اور عمل گزار بُردل زمینداروں کو دلاسا دیکے روانہ کریں۔ پنجم شہر یور کو شیخ فرید بخشی بیگی کو بادشاہ نے روانہ کیا۔ غرض اس برف ریزی میں ہر طرف سے بادشاہ نے سپاہ روانہ کی کہ سرکشوں کی سزا میں دیر نہ ہو۔ ابوالفضل نے دیوان لسان الغیب میں جو فال دیکھی تو یہ دو بیتیں نکلیں۔

ابیات

آں خوش خبر کجاست کزیں فتح مژدہ داد | تاجاں فشانمش چو ند سیم در قدم

از بازگشت شاہ دریں طرفہ منزل است | آہنگ خصم او بہ سراپردۂ عدم

اس دن بادشاہ نے دوربینی کے سبب سے مرزا یوسف کو ابوالفضل کے حوالہ کیا۔ جب اس کا نہ وزاد کشمیر سے آیا تو اُسے رہا کیا۔

جب یادگار گل پاس زر پرست مگس خو جمع ہوئے اور اولیا ر دولت کا حال یہ ہوا تو یوسف مرزا کے بیٹوں نے اُسے لا بہ گری کی۔ اس نے گرم خوئی اور تازہ روئی کے ساتھ انکو ہندوستان بھجدیا اور دریا سے گذر کر مرزا کی منزل گاہ میں آیا خزینہ و زرینہ و فیل واسپ توپ و رمال اس نے لے لیا۔ منبر پر اپنا خطبہ پڑھوایا سکہ پر اپنا نام جموایا۔ ان دنوں میں اسکو تپ لرزہ آیا۔ جھرکن اکی جھرکھو دتا تھا کہ ایک فولاد کا ریزہ اُڑکر اسکی آنکھ میں لگا۔ جس سے لوگوں نے جانا کہ اس کا اقبال زود زوال ہے۔ سماجت سے اس نے فرومایوں کو بڑے بڑے خطاب دیئے۔ ہزاری و بازاری کے نام بزرگوں کے سے رکھ دیئے۔ وہ جانتا تھا کہ سب اہیں بندیڑی ہیں۔ بادشاہ کو اس حال کی اطلاع جلد نہیں ہوگی اگر ہوگی تو یقین نہیں آئیگا۔ اگر یقین ہوگا بھی تو اس ریزش ابر میں سپاہ بہت دیر میں جمع ہوگی جاڑا آجائیگا اس سردسیر ملک میں سپاہ کا آنا دشوار ہوگا۔ جب ایک سال گزر جائیگا تو میرے پاس وہ سامان جمع ہوجائیگا کہ مدتوں سے کبھی وہ کسی مرزبان کشمیری پاس جمع نہ ہوا ہوگا یہ باتیں سوچ کر یار غاروں کے ساتھ بزم بادہ گساری آراستہ کرتا اور بیہودہ باتیں بکتا۔ مرزا کے اندختوں کو اُڑاتا اور اسکے ناموس پر دست دراز کرتا اور دوستی اور رشتہ مندی کا بہانا بناتا جب اس نے سُنا کہ مرزا قید میں پڑا ہے تو ناچار اس نے زہ وزاد مرزا روانہ کیا۔ تنہ کے نزدیک بدنہادوں نے اسکے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر بادشاہ نے بھی اسکے لانے کے لئے بابری مرزاوں میں سے حاجی میرک کو کچھ سپاہ کے ساتھ بھیجا تھا وہ اس پاس پہنچ گئے تو وہ بچ گیا یکبارگی بادشاہ کے آنے کا آوازہ سب جگہ بلند ہوگیا تو یادگار بیدار ہوا۔ اور اُس نے ایک عرضداشت بادشاہ کو بھجی کہ حسین بیگ شیخ عمری کا ارادہ یہ تھا کہ مرزا شاہرُخ کے بیٹے کو بدخشاں سے اس دیار میں لائے اور دست آویز شورش اسکو بنائے۔ میں اُس سے آویزش کے لیے تیار ہوا اس نے سخن سازی کرکے مجھے بدنام کیا اس کا جواب ابوالفضل نے بادشاہ کے ارشاد کے موافق لکھا۔

جب یہ دستان فروشی کارگر نہ ہوئی تو اُس نے درویش علی کو بہت سپاہ کے ساتھ گریوہ کو روانہ کیا۔ اور اسکی استواری میں کوشش کی۔ پادشاہی سپاہ ہر طرف سے پہنچ گئی تھی شیخ فرید بخشی بیگی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گریوہ کے نیچے پہنچ گیا اور ۲۶ شہریور کو ہراول درہ میں گئی اور برانغار اور جرانغار آمادہ پیکار ہوئے۔ درویش علی نے گریوہ پر دو دیواریں بنائیں اور لڑنے کا قصد کیا جابجا آدمی لڑنے کو بٹھلائے۔ پادشاہی ہراول نے غنیم کو شکست دی اور جرانغار سے بھی لڑائی ہوئی اس نے دشمن کے بہت آدمی مارے چار آدمی پادشاہ کی سپاہ میں مرے۔ برانغار نے غنیم کا ایک سرکوب بے جنگ لے لیا آگے راہ نہ تھی۔ اسلیے ہراول اُلٹا چلا آیا۔ ہراول اور جرانغار نے تیزدستی کرکے گریوہ کپر تل لے لیا۔ کچھ مویشی لے لیے۔ ایک شخص نے وہاں گھوڑے کو نادانستہ ذبح کیا اسلیے اوبے بہت بسے۔ صبح کو گریوہ اگرم بال سے گزر کر دائرہ کیا۔ تدبیر یہ تھی کہ گریوہ ہستی وتر میں کہ پانچ کروہ پر ہے جائیں پیش روؤں نے اُسے خالی سمجھکر تیزدستی کی۔ غنیم کمر کوہ میں آمادہ جنگ تھا مگر صبح وہ پراگندہ ہوگیا۔ دوم مہر کو لشکر شاہی گریوہ کوٹے کرکے ہیرہ پور میں آیا۔ وہاں ایک تن بے سر نظر آیا جو یادگار کل کا تھا جسکی سرگزشت یہ ہے کہ یادگار کو معلوم ہوا کہ گریوہ کو پادشاہی سپاہ نے لے لیا تو اُس نے عادل خاں کو ایک گروہ کے ساتھ سری نگر روانہ کیا اور خود ہیرہ پور میں آیا دوسرے روز آدمیوں کو کچھ روپیہ دیکر آگے روانہ کیا۔ شہباز خاں نیازی و ابراہیم خاں کا کر و ابراہیم خاں میانہ سارو بیگ شاملو و حسین بیگ وصلو و یار بیگ اوزبک و ملک محمد اور مرزا کے چند اور نوکروں نے آپس میں عہد کیا اور کمین گاہ میں بیٹھ گئے۔ جب آدھی رات ہوئی تو اللہ اکبر کا نعرہ مارکر غارت کرنا شروع کیا یادگار سراپردہ سے نکلکر صحرا میں گیا۔ صرف ایک نوکر یوسف نامی اسکے ساتھ تھا۔ کچھ راہ چلکر ایک بوتہ کے پناہ میں بیٹھا اور ہمراہی کو گھوڑا لانے کو بھیجا۔ بعض پادشاہی آدمیوں نے لوٹ پر خیال نہ کیا تھا اس کی تلاش کے درپے تھے کہ دفعۃً سارو بیگ کی نگاہ یوسف پر پڑی اس کو شکنجہ میں کھینچا۔

یادگار کل کا سر [illegible]

ناچار اس نے سرگزشت کو بیان کیا اسکی رہنمونی سے یادگار گرفتار ہوا۔ اور صلح کی باتیں کرنے لگا کہ شہباز خاں نے آن کر اس کے دوش کو سر کے بوجھ سے ہلکا کیا۔ ۶ر جھر کو بھنبر کے نزدیک متھرا داس اس کا سر بادشاہ پاس لایا۔ اکیاون روز یادگار کا ہنگامہ فساد برپا رہا جس کا خاتمہ اس طرح ہوا اس سال میں بادشاہ کو چاروں طرف فتوح ہوئیں۔ مرزبان ٹھٹہ مطیع ہوا۔ سیوستان حوالہ کیا۔

اڑیسہ فتح ہوا۔ مشرقی دیار کے سرتابوں نے اطاعت اختیار کی جوناگڈہ و سومنات فتح ہوئے۔ مظفر گرفتار ہوا۔ یادگار کل بے سر ہوا۔ کشمیر کی شورش مٹی۔ اسیر چیرہ دستی ہوئی۔

۱۳ر کو بادشاہ سیر کے لیے آگے بڑھا۔ اغروق کو شاہزادہ دانیال کے ساتھ رہتاس روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ اول دفعہ بہار کے جلوے دیکھے تھے۔ اب خزاں کے عشوے دیکھے جائینگے۔ پہلے جمال کی پردہ کشائی تھی اب جلال کی نمایش ہوگی۔ بھنبر سے بادشاہ منزل بمنزل ایسی سٹرک پر چلا۔ کہ جس کا حال برف سے ایسا شکستہ ہو رہا تھا کہ بادشاہ کا گھوڑا پھسلکر گر پڑا۔ ۲۳ر کو سری نگر دارالملک کشمیر میں آیا۔ راہ میں ایک چنا۔ کا تنہ کھوکھلا ایسا دیکھا کہ اس میں بادشاہ کے حکم سے ۳۴ - آدمی بیٹھے۔ اگر اور زیادہ پاس پاس آدمی بیٹھتے تو کئی اور آدمی سما جاتے۔ باوجودیکہ یادگار ناسپاس کا بالکل ستیاناس ہو گیا تھا۔ مگر یہ مشہور ہو رہا تھا کہ بادشاہ نے سب چھوٹے بڑوں کی جانوں کے شکار کرنے کا حکم دیدیا تھا اس لیے سب آدمی پراگندہ ہوگئے کوئی دہ آباد نہ تھا ہر چند پیش رو آدمیوں کو دلاسا دیتے تھے مگر ان کو یقین نہیں آتا تھا مگر جب ان کو بادشاہ کی محبت کا یقین ہوا تو وہ دشت آوارگی سے شہر میں آئے۔ بادشاہ کی بخشش و بخشائش سے خوش ہوئے۔ کارشناس ہر طرف دوڑے اور ناسپاسوں کو پکڑ کر لائے۔ جو شورش کے خمیر مایہ تھے ان کو سزا ملی۔ عادل بیگی قلندری کا لباس پہن کر دکن کو بھاگ گیا جنھوں نے سرکشی سے کنارہ کیا وہ بلند پایہ ہوئے۔ بادشاہ نے بے موسم پہلے بھی

مُرغابی کا شکار کیا تھا مگر موسم کے سبب سے اُسکی دفعہ اس شکار سے بڑا لطف اُٹھایا۔ دوم آبان کو
بادشاہ کے تلادان کا جشن ہوا ابوالفضل نے چودہ ہزار آدمیوں کو خواستہ دیا۔ اسلیئے آباد ملک
میں چور اور گدا کم تھے اس زمانہ میں لوگ خیانت کرتے تھے اور بہت ناخوش و بے صبر رہتے تھے۔

نہم آبان کو بادشاہ زعفران زار کی سیر کے لیے کشتی میں سوار ہوا یہ ایسا گلزار تھا کہ جسکی
شادابی و نشاط بخشی اور خوشبوئی دنیا میں سب سے بڑھکر تھی۔ زعفران نیلوفر کی مانند ہوتا
ہے لیکن دل افروزی اسکی بیان نہیں ہو سکتی ۱۲ مہر کو دیوالی کا جشن ہوا بادشاہ کے حکم سے
دریا کے کناروں پر اور کشتیوں میں اور کوٹھوں پر چراغ روشن کیے گئے۔ عجب تماشا تھا۔

زعفران زار کی سیر و دیوالی

اسی روز شمس الدین چک کی بیٹی بادشاہ کے حرم سرا میں داخل ہوئے۔ اس سرزمین
کے بزرگ زمینداروں کے تابع کرنے کے لیے مبارک خاں حسین چک کی بیٹی کا نکاح شاہزادہ
سلطان سلیم سے ہوا اور اسی طرح کی اور کئی شادیاں ہوئیں۔ مرزا کیقباد پسر مرزا حکیم شراب
پینے کے سبب سے قید ہوا ایک سیاہی بادشاہ کے روبرو پیش ہوئی کہ وہ پانی سے اور ہاتھ کے
مٹانے سے محو نہ ہوئی تھی اور خط کو خراب نہ کرتی تھی بادشاہ نے اس کو کار آگہوں کو دکھایا۔

یہاں کی آب و ہوا ایسی خوش اور بادشاہ کے مزاج کو سازگار تھی کہ اس نے یہ
ارادہ کیا کہ موسم سرما یہیں بسر کیجیے لیکن گرانی اشیا ایسی تھی کہ سب چھوٹے بڑوں
کا ناک میں دم آیا تھا اور اس ملک کے جاڑے کی برداشت بھی لشکر کو جو گرم سیر ملک کا
رہنے والا تھا دشوار تھی اسلیئے بادشاہ نے بازگشت کا ارادہ کیا بادشاہ کا ارادہ تھا
کہ مرزا یوسف خاں کو کشمیر حوالہ کرے مگر اس نے جمع میں چون و چرا کی اتفاق سے
قاضی علی کی فراہم کی ہوئی جمع کی کتاب ہاتھ لگی جس سے مرزا کی قلعی کھل گئی وہ شرمندہ
ہوا۔ بادشاہ نے کشمیر کو خالصہ بنا کے خواجہ شمس الدین کو سپرد کیا تین ہزار سوار ہمراہ
کیئے۔ ۲۰ آبان [illegible] کو کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان کو روانہ ہوا۔ ۲۳ کو کول
ایسھر پر گذر ہوا وہ ایک بڑا آبگیر ہے گردہ اس کا ۲۰ کروہ ہے۔ دریائے بہت (جہلم) اسکے

بادشاہ کی بازگشت ہندوستان کو [illegible]

اندر ہو کر ہندوستان میں آتا ہے سلطان زین العابدین نے اسکے درمیان بہت تکلف سے ایک سنگین صفہ بنایا جس کا طول ۱۱۹ گز اور عرض ۸۲ گز لمبا۔ اسپر محل بنائے جو اب تک یادگار ہیں اور پھر اور مرزباغن نے نشیمن وہاں بنائے۔ نظام الدین اپنی طبقات اکبری میں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے راہ میں زین لنکا کی سیر کی۔ یہ ایک حوض ہے کہ اس کے غرب جنوب شمال میں پہاڑ ہے اور اسکا دور ۳۰ کروہ (۶۰ میل) ہے دریا جہلم اس حوض کے اندر سے ہوتا ہوا گذرتا ہے اس کا پانی نہایت صاف ہے۔ حوض کے درمیان سلطان زین العابدین نے پتھر ڈلوا کر ایک جریب کے قریب چبوترہ پانی سے بلند کیا اور اس پر عمارت عالی بنائیں۔ اس کی نظیر ملک میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اس کی سیر کر کے بادشاہ بارہ مولہ میں آیا اور وہاں سے پکھلی میں۔ یہاں بہت برف اور مینھ برسا وہاں سے بادشاہ ایلغار کر کے رہتاس میں آیا نظام الدین خواجہ فتح اللہ کو حکم ہوا کہ اہل محل کو آہستہ آہستہ پیچھے لائیں۔ غرائب واقعات میں سے یہ ہے کہ جب بادشاہ نے کشمیر سے معاودت کی تو فرمایا کہ چالیس سال سے برف برسنا میں نے نہیں دیکھا اور اکثر میرے ہمراہی وہ ہیں جنھوں نے ہند میں نشو و نما پایا ہے انھوں نے بھی اسے نہیں دیکھا۔ اگر نواح پکھلی میں ایک دفعہ برف کی بارش ہو تو الطاف الٰہی سے بعید نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پکھلی میں بادشاہ ایک مہینے بہ سبب برف باری کے مقیم رہا۔ پھر رہتاس میں تیرہ روز رہا۔ اور ۱۳ ربیع الاول ۱۰۰۵ھ کو بادشاہ لاہور میں داخل ہوا۔

کشمیر کی سیر کو بادشاہ کا تیسری دفعہ جانا سنہ ۱۰۰۵ھ ۴۱ جلوس

بادشاہ کا ارادہ تھا کہ جب آگرہ سے کشمیر جائے سب چھوٹے بڑے گریوں کی سختی بیان کرتے۔ بعضے کہتے کہ سپاہ دکنیوں سے لڑ رہی بادشاہ کشمیر کیونکر جا سکتا ہے کہ

ناگاہ دکن کی فتح کی خبر آئی ۱۲ر فروردین کو بادشاہ نے کوچ کیا ۲۶ر اردی بہشت کو بادشاہ امین آباد میں آیا۔ کہسار کشمیر کی ہوا اور دشوار گذاری و دیر کشائی آزمندوں سے شورش مچواتی ہے۔ سبک سر فرومایوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک غوری زاد جمیل اس ملک میں بدخشیوں سے ملا اور مکاری سے اپنی تئیں عمر شیخ پسر مرزا سلیمان بنایا۔ مرزا سلیمان کی ناکامی کے زمانہ میں حصار میں لونڈی کے پیٹ سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا اس کا یہ نام رکھا گیا تھا جب مرزا حصار سے نکلا تو اس کو اوزبک خاں عمزادہ عبداللہ خاں پاس بھیجدیا۔ وہاں وہ مر گیا بعض کہتے ہیں اس کو لوگوں نے مار ڈالا بعض کہتے ہیں کہ وہ چیچک سے مر گیا۔ بعض کہتے ہیں وہ زندہ رہا۔ اس حیلہ پرداز نے شورش مچائی اور پوشیدہ ہزار بدخشی اور بہت سے کشمیری اپنی ہمراہ کر لیے ابھی اس کا پردہ فاش نہیں ہوا تھا کہ بادشاہ کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو اسی کے چند رازداروں نے اس کو پکڑ کر محمد قلی بیگ ترکمان کو حوالہ کیا۔ اس منزل میں بادشاہ پاس اُس کو لائے۔ وہ اپنی سزا کو پہنچا اگر بادشاہ یہ سفر نہ کرتا تو وہ بڑی شورش مچاتا ۱۷ر کو شکار کرتا ہوا قصبہ گجرات میں جس کو اس نے آباد کیا تھا اور ۲۳ر کو قصبہ بھنبھر میں آیا۔ یہاں اپنی سپاہ کے دس حصے کیے ایک حصہ اپنے لیے دوسرا حصہ اہل حرم کے لیے تیسرا حصہ شاہزادہ سلیم کے لیے اور سات حصے ہر روز کے لیے کشتک دار رکھے۔ ۸ر خرداد کو گریوہ سے نکلا۔ ۶ر کو راجوری میں جشن کیا ۱۱ر کو پیر پنجال سے برف کو کاٹ کر اور ملکر باہر آیا۔ ۱۴ر کو ہیرہ پور میں آیا۔ یہاں جمال نگری کی سیر کو گیا یہ شہر پہلے مرزبان نشین تھا اسکی ویرانی پہلی آبادی کو بتلاتی ہے۔ ۱۹ر کو پنجہزارہ میں آیا مرزا یوسف خاں نے ریختہ پر شہر بند بنایا تھا۔ بادشاہ نے اس کا نام اکبر پور رکھا اس کا آباد کرنا محمد قلی بیگ کے سپرد ہوا۔ مچھی بھون کی سیر کر کے خان پل کے نزدیک کشتی میں آیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کھیلا۔ منزل بمنزل چلکر ۲۸ر کو شہر ناگر نگر میں آیا۔

سری نگر کے پاس ایک بلند پہاڑ ہے۔ اسکے نزدیک ایک بڑا آبگیر ہے۔ بادشاہ نے اس سرزمین میں شہر کا آباد کرنا پسند کیا تھا۔ مرزا یوسف خاں نے اُسے آباد کیا۔ کئی نشیمن اور گلی فصیل بنائی سپاہ نے بھی اس میں اپنے لائق گھر بنائے۔ اب بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ سنگین بنایا جائے ایک ایک حصہ اس کا امیر کو سپرد ہوا۔

بادشاہ کو یہاں معلوم ہوا کہ اقطاع داروں کے ہاتھ سے سخت ظلم ہوتا ہے اس ملک سے غلہ لیا جاتا تھا اسکی بجائے وہ زر و سیم طلب کرتے ہیں۔ کارشناسی سے کل جمع طلب کرتے ہیں جس سے بڑی خرابیاں پھیل رہی ہیں۔ بادشاہ نے گروہا گروہ آدمیوں پر جمع معاف کر دی اور گزیدہ آئین مقرر کیے۔ جس سے ظالموں کو سزا ہوئی کشاورزوں کو جن کا نقصان ہوا تھا فائدہ ہوا۔ بادشاہ نے مہربانی کر نے ان کی دستگیری کی۔ سارے ملک کے چودہ حصّے کیے ہر ایک میں دو محرر ہندی و ایرانی مقرر کیے کہ دونوں کے خام کاغذ پڑھکر کاشتہ و افتادہ و برگرفتہ زمین سے آگاہی ہو اور آدھی جنس محصول میں لیکر باقی کاشتکاروں کو دی جائے۔ اس انتظام کا حال آگے پڑھوگے۔

بارش کی کمی سے اور کسانوں کی پراگندگی کے سبب سے اجناس گراں بہا ہوئیں اگرچہ بادشاہ کی سپاہ کے آنے نے اس بلا کی سختی کو بڑھایا لیکن شہنشاہی نوازش نے اس کو گھٹایا۔ شہر میں بادشاہی حکم سے بارہ جگہ سب چھوبڑوں کی خوراک تیار ہوتی۔ ہر یکشنبہ کو عیدگاہ میں صلائے عام ہوتی اور وہاں چند آدمی بادشاہ کے پاس سے جا کر خوشگروں کو خواستہ و خورش دیتے۔ اسی ہزار بھوکوں و محتاجوں کا کام نکلتا۔ قلعہ جو بن رہا تھا اس میں بھی بہت سے غریب آدمی لگ کر پیٹ پال لیتے۔ مزدوری کر کے جانکاہی سے بچتے۔

دوم تیر کو بادشاہ کو بچہ پرناگرنگر کے قریب آیا اس پر مرزا یوسف خاں نے دلنشین

بادشاہ کا سفر۔ روشنی۔

کاخ بنائے تھے ایک محل میں تین سوزینہ تھے۔ پھر شہاب الدین پور اور زین لنکا کی سیر کی انھیں دنوں میں بادشاہ کی فرمائش سے ایک جہاز ایسا جیساکہ سمندر میں چلتا ہی بنایا گیا اس میں بیٹھکر بادشاہ نے دریا بہت (جہلم) کی سیر کی۔

اس ملک کی قدیم رسم ہی ۱۳ ربھادون شکل پکش کو سب چھوٹے بڑے روشنی اور پوجا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دریا بہت جو شہر کے اندر بہتا ہی اس شب کو پیدا ہوا تھا۔ اسکی سپاس گذاری میں یہ خوشی ہوتی ہی اس سبب سے بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ کول کے کنارہ پر اور پہاڑ پر کشتیوں پر چراغوں کی روشنی ہو۔ اس روشنی سے عجب نورستاں نمایاں ہوا۔ اس روز فرمائش سے ایک ل کشا کاخ بادشاہ کے لیے تیار ہوا۔ اُسکو کشمیری زبان میں لری کہتے ہیں۔ بادشاہ نے اس میں جشن کیا پھر بادشاہ مختلف مقامات کی سیر کرکے ناگ نگر میں آیا۔ یہاں خزاں میں سیب شفتالو و انگور و چنار کی فصل تیار دیکھی۔ یہاں کی خزاں کی رنگ آمیزی بہار پر بہت جگہ طعن کرتی۔ **بیت**

ذوق فنا نیافتۂ ورنہ در نظر رنگیں تر از بہار جلوۂ خزاں

بادشاہ تین مہینے ۲۹ دن اس مصر نو آباد میں رہا۔

برسات کا موسم تھا اس ملک میں بھی بارش ہوتی تھی اس میں خوب سیر ہوتی تھی ارادہ تھا کہ زمستان اسی عشرت گاہ میں بسر ہو۔ لیکن مہر کے شروع میں سخت جاڑا پڑنے لگا اور گرم سیر ملک کے رہنے والوں پر سخت مشکل پڑی۔ بادشاہ نے اس سبب سے مہربانی کرکے اپنے ارادہ کو موقوف کیا۔ گلزار زعفران کی سیر کرکے ہندوستان کو پیر پنجال کی راہ سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ امرا کو ز دیگر پہلے روانہ کیا کہ منازل کو آراستہ کریں۔ ۲۵ رکو بادشاہ نے کشتی میں سوار ہوکر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ زعفران زار میں پہنچکر سات روز تک قیام کیا۔ پھر منزل بمنزل سیر و شکار کرتا ہوا سوم آذر ۱۰۴۲ کو لاہور میں بادشاہ آیا ایک ماہ دنس روز راستہ میں لگے۔ ۲۷ رکو کوچ ہوئے۔

[illegible] ۱۰۰۵ [illegible] ۱۰۱۱

راجہ بانسو اپنے قلعہ کی استواری کے سبب سے پادشاہ کا ناسپاس ہوا
اور بہت سے زمینداروں کو اپنے ساتھ لیا۔ جب لشکر شاہی یہاں آیا تو کچھ زمیندار
اُس سے جدا ہو کر پادشاہی لشکر سے آن ملے اور وہ خود قلعہ دشوار کت میں چلا گیا
پادشاہ کی سپاہ نے قلعہ کو گھیرا۔ مگر غرض پرستاری نے کار پژدہی سے باز رکھا
جب مرزا رستم کو پادشاہ نے بلا لیا تو اور پادشاہ کے ملازموں نے یکتا دلی کر کے
خدمت گری میں کمر ہمت چست کی۔ دو مہینے تک لڑتے رہے ایک طرف سے آصف خاں
نے اور دوسری طرف سے تاش بیگ خاں نے۔ تیسری طرف سے ہاشم بیگ نے اور
چوتھی طرف سے محمد خاں نے کار طلب پُر دل ناموس دوست خدمت گزار آدمیوں کو
لیکر قلعہ کو گھیرا تو بانسو قلعہ سے نکلکر اور استوار جا میں چلا گیا۔ پادشاہی سپاہ نے قلعہ
لے لیا۔ اس کا گھر بار لوٹ کر جلا دیا۔ کئی برس بعد پادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ بانسو زمیندار
مئو نے حدود دیپھان کو غارت کیا اور وہاں کے کسانوں کو سخت آزردہ کیا۔ اور
بعض کو زبردستی پکڑ کر اپنے پاس لے گیا۔ تاج خاں چاہتا ہے کہ اُس کے دفع کرنے
کے لیے متوجہ ہو۔ جموں کے زمیندار نے بھی پرگنہ مظفروال و بہلول پور پر دست درازی
کی یہ دونوں جگہ حسین بیگ شیخ عمری کے تیول میں تھیں وہ رہتاس سے ان کی
سزا دہی کے لیے آیا قلیج خاں صوبہ دار پنجاب کو حکم ہوا کہ ان بدگوہروں کے
آشوب کو دور کرے۔ سزاول بھیجے گئے کہ حسین بیگ شیخ عمری و تاج خاں و
احمد بیگ اور سب اس صوبہ کے ملازم حسن قلیج خاں کے ہمراہ ہوں خواجہ سلیمان
بخشیگری کی خدمت پر اس فوج پر مقرر ہوا۔ پادشاہ کے حکم سے حسین بیگ
شیخ عمری نے قلعہ جموں کا محاصرہ کیا۔ زمیندار نگر کوٹ و زمیندار مئو اور سارے مرزبان
اور پہاڑی و گنہ لکھن پور کے و جسرو تہ و مانکوٹ کے زمیندار اس زمیندار کی کمک کو
جمع ہوئے اور اُنھوں نے بہت کوشش کی مگر ناکام واپس گئے۔ رات کو بھاگ گئے

رام گڈہ و جسرو تہ و جمو ۔ مانکوٹ ۔ لوکو بست پادشاہی لشکر نے فتح کیے ۔

کشمیر کی شورش کا فرو ہونا سنہ ۱۰۰۹ھ

جب پادشاہ دکن کو گیا تو بعض سرکشوں نے ابیا چک پسر حسین خاں کو سردار بنایا اور فتنہ اُٹھایا ۔ علی قلی پور محمد قلی و کلب علی و شاہ بیگ نکدری بھاگ نگر کے قریب ان سے لڑے اور فتحمند ہوئے ۔ ایسے ہی کمراج میں ایک گروہ نے فتنہ برپا کیا تھا جمیل بیگ نے تیلہ گانوں میں انکی مالش کی وہاں امن و امان ہو گیا ۔

مرزبان کشتوار کی سزا یابی سنہ ۱۰۱۲ھ

کشتمیر کے فرمان دہوں کی نسل میں سے بعض گروہ چک کا تھا ۔ باپ دادا کے ملک کے لیے کبھی کبھی انکے دل میں اُمنگ آتی تھی ۔ اکثر حوالی کشمیر میں وہ فتنہ اُٹھاتے ۔ کشتواران سرکشوں کی پناہ گاہ تھا ۔ یہاں مرزبان کی مالش کے لیے محمد قلی مع آزمودہ کار آدمیوں کے پہلے روانہ ہوا ۔ حاکم کشتوار نے وکلا کو بھیجکر اطاعت کا اظہار کیا اور عہد و پیماں کر کے علی قلی پاس چلا آیا ۔ شکاری جانور باج میں دیئے اور عہد کیا کہ مفسدان چک کو کبھی اپنی ولایت میں نہیں گھسنے دونگا اور ہر وقت پادشاہ کا دولتخواہ رہونگا ۔ محمد قلی کو کشتوار کی مہم سے اطمینان ہوا ۔ اور وہ چکون کی سزا کے لیے کوہ مرو میں جہاں وہ جمع تھے گیا ۔ باوجودیکہ آفتاب برج میزان میں تھا ۔ اور گریوہ برف سے ڈھکے پڑے تھے اور رستے مسدود تھے ۔ کمال ہمت و جرأت کر کے بہت سے لڑنے والوں کو پیادہ پالے گیا ۔ ابیا چک و حسین چک سے لڑا اور فتح حاصل کی ۔ یہ دونوں زمیندار ہزار دشواری سے جان سلامت لے گئے ۔ رات کو زیدا زمیندار نے ان بھگوڑوں کو ساتھ لیکر پادشاہی لشکر پر شبخون مارا پادشاہی سپاہ خوب لڑی ۔ جب صبح ہوئی تو وہ بھاگ گئے ۔ محمد قلی نے لشکر کے گرد خندق کھودی اور بڑی ہوشیاری اور آگاہی کے ساتھ بیٹھا ۔ ان سرکشوں نے امید و بیم کی داستان پڑھی پھر ان میں سے عہد و پیماں کر کے محمد قلی پاس آ گئے ۔ ابیا چک و حسین چک و زیدا و جباری اور اور زمیندار لڑنے کے لیے صف آرا ہوئے ۔ محمد قلی تہور کر کے ان سے لڑنے گیا سخت جنگ ہوئی اور سرکشوں کو شکست ہوئی ۔ پادشاہی سپاہیوں نے انکی نبگاہ پر پہنچکر سارا

گھر بار انکا جلا دیا۔ دوسرے روز پایندہ بیگ برادرزادہ محمد قلی نے ان کو تنگ کیا۔ زیدا بوی بیچارہ پایندہ پاس آیا۔ بندگی کا اظہار کیا اپنے بیٹے کو مع چند شکاری جانوروں کے محمد قلی پاس بھیجا اور یہ عہد کیا کہ پھر فتنہ اندوزی نہیں کرونگا اور مفسدوں کا یار نہ ہونگا اسی طرح اور زمینداروں نے اطاعت کی اور اپنے بیٹوں کو برغمال میں دیا۔ محمد قلی اس طرح فتحمند ہو کر شہر کو چلا آیا۔ باسو کی داستان پہلے لکھ چکے ہیں۔ وہ ان دنوں میں شاہزادہ سلیم پاس آیا اور پابوسی کی درخواست کی شاہزادہ کی سفارش سے پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ یہیں ٹھہر گیا۔ جب پادشاہ زادہ کا رنگ بگڑا تو پادشاہ نے مادھوسنگھ برادرزادہ راجہ مانسنگھ کو حکم دیا کہ باسو کو پکڑ لے مگر باسو ایسا ہوشیار تھا کہ وہ یہاں کا رنگ دیکھکر بات کو سمجھ گیا اور پہلے اس سے کہ مادھوسنگھ اس کو گرفتار کرے بھاگ گیا۔

معاملات تبت

جب سلطنت شاہی میں کشمیر کا اضافہ ہوا تو تبت خرد کے حاکم علی رائے نے پادشاہ سے درخواست کی کہ میری لڑکی شاہزادہ سلیم سے بیاہی جائے۔ پادشاہ نے منظور کر لیا۔ یہ بیاہ ہو گیا۔

جب پادشاہ کشمیر میں تھا تو اس کا ارادہ تھا کہ تبت کی فتح کے لیے لشکر روانہ کرے مگر سپاہ کے لیے چالیس روز کا آذوقہ بہم پہنچانا خشک سالی کے سبب سے دشوار تھا اس لیے پادشاہ کا ارادہ ہوا کہ تبت کے فرمانرواؤں کو نصیحت کی جائے۔ امید علی ہولک طالب اصفہانی و محمد قلی کشمیری کو خرد تبت کے مرزبان علی زاد (علی رائے) پاس اور ایوب بیگ سلیم کاشغری و عبدالکریم کشمیری و کوکلتاش کو حاکم بزرگ تبت پاس روانہ کیا۔ اس بزرگ تبت کی سینہ رائے و وزیر راجو رائے نے بدمستی سے ناسپاسی کی۔ یہاں کے مرزبان نے لشکر جمع کر کے اس کے اقطاع کے لیے وہ سہرتاب آوارہ ہوا ان دنوں میں علی زاد

۱۰۰۰ھ [illegible]

۱۰۰۵ھ [illegible]

بزرگ تبت کی حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا اور اُس کے وزیر کی بدگوہری سے چیرہ دستی حاصل
کی اور اس کو پکڑ کر اسکی نگاہ پر چڑھ گیا اور بہت خزانہ جمع کیا بہت مقامات پر قبضہ کیا
جب بادشاہ کے لشکر کا آوازہ سُنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو
یہاں حاکم مقرر کرکے خود چلا گیا۔

جب تبت بزرگ پر علی زاد کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اس کا دماغ آشفتہ
ہوا۔ حوالی کشمیر میں فساد مچایا۔ بادشاہ نے قلیج خاں صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جماعت
شائستہ محمد علی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیجے کہ اس پشۂ بدمست کو کہ خود سری کے
خمکدہ میں طن طن کرکے رہا ہے مسل ڈالے قلیج خاں نے تین ہزار سوار و پانچسو برق انداز
بسر کردگی سیف اللہ خاں محمد قلی بیگ کی یاوری کے لیے مقرر کیے۔ سیف اللہ اس کا
بیٹا تھا۔ علی زاد بغیر لڑے بھاگ گیا۔ بادشاہی لشکر جہاں تک گھوڑے جا سکتے تھے جاکر الٹا چلا آیا

ہندوستان میں زمین کی تقسیم بگھوں و بسوں میں ہوتی ہے اسی طرح کشمیر میں زمین کی تقسیم
پتہ میں ہوتی ہے کہ ایک بگہ و بسوہ الٰہی گز کا پتہ ہوتا ہے۔ اور کشمیر میں ڈھائی پتہ کسرے زائد
کو بگہ کہتے ہیں۔ ہر دہ کی پیداوار کا حساب خروار شالی میں ہوتا ہے اور خروار شالی ۳ من
۸ سیر بادشاہی کی ہوتی ہے۔ تلائی کا وزن ترک ہے اور ترک ۸ سیر کا ہوتا ہے۔ فصل ربیع میں
ایک پتہ کی پیداوار میں سے جس میں گیہوں۔ جو۔ سرسوں ہوں دو ترک بادشاہ کو
محصول میں دیئے جاتے ہیں۔ فصل خریف میں ایک خروشالی مونگ۔ موٹھ۔ ماش دو ترک
اور گال وارزن میں سے چار ترک محصول شاہی میں دیئے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے اس
خیال سے کہ جو ملک نیا فتح ہوا اس میں جمع مالگزاری بڑھانے سے کسان پریشان ہوتے
ہیں اور یہاں کسان سپاہی ہیں اس لیے پہلے جمع میں بیس لاکھ خروار شالی پر
دو لاکھ کے اضافہ پر بس کی مگر سنہ ۱۰۳۰ (۳۹) میں یہ جمع ۴۱ لاکھ خروار شالی ہوگئی۔
بادشاہی عملداری سے پہلے زعفران میں تین پھول سے زیادہ نہ کھلتے تھے۔ اور محصول

علی زاد کی شورش کا ہونا ۱۰۱۲ھ ۴۷ جلوس

فتح کشمیر و زعفران کا محصول ۱۰۱۲ھ ۴۷ جلوس

شاہی بیس ہزار سے زیادہ اور سات ہزار ترک سے کمتر نہ ہوتا۔ صرف ایک دفعہ مرزا حیدر کی مرزبانی میں ۲۸ ہزار ترک پر نوبت آئی تھی۔ لیکن جس سال میں وہ خالصہ شاہی ہوا نوے ہزار ترک محصول شاہی وصول ہوا اگرچہ کچھ زمین کاشت زیادہ ہوئی تھی مگر محصول کی افزائش کا سبب یہ تھا کہ ہر درخت میں آٹھ پھول کھلتے تھے بادشاہ نے پچپن رسمیں محصول کی معاف کردیں جنسے رعایا کو بہت تکلیف ہوتی تھی ان کے معاف ہونے کا یقین کسانوں کو مدتوں تک نہ آیا جب بادشاہی احکام جاری ہوئے تو انکو یقین ہوا۔ ان میں سے ایک زعفران کی داستان ہے۔ بازرگان و دہقاں محصول شاہی ادا کرنے کے لیے زعفران کے صاف کرنے کے لیے حصے کرتے۔ گیارہ ترک میں ایک کو مزد شمار کرتے لیکن دو سیر خشک زعفران اور ترہ لیا جاتا جس سے بڑا نقصان ہوتا خاصکر موسم بارش میں ایک پرانی رسم یہ تھی کہ بہت دور سے رعیت لکڑیاں کاٹ کر لاتی اور اگر نہ کاٹتی تو اسکی عوض میں روپیہ دیتی ایسے ہی بڑھئی وجولاہے اور پیشہ وروں سے محصول لیا جاتا تھا یہ سب بادشاہ نے موقوف کیے۔

بھکر اور ملک سندھ کے معاملات

محب علی خاں کی بیوی ناہید بیگم تھی وہ اپنی ماں حاجی بیگم سے ملنے ٹھٹہ گئی تھی۔ یہاں ان دنوں میں محمد باقی منتظم تھا اس نے حاجی بیگم سے ایسا نا ملائم سلوک کیا کہ وہ آزردہ خاطر ہوئی اور خان بابا و مسکین ترخاں کے ساتھ متفق ہو کر محمد باقی کے گرفتاری کے درپے ہوئی۔ اس امر سے مطلع ہو کر محمد باقی نے خان بابا کو مار ڈالا اور حاجی بیگم کو جبتک وہ مری قید رکھا۔ ناہید بیگم اپنی ولاوری اور تدبیر سے یہاں سے نکلکر بکر (بھکر) کو چلی گئی۔ یہاں سلطان محمود فرمانروائی کرتا تھا۔ اُس نے اس بیگم کے ساتھ دوستانہ باتیں بنا کر یہ کہا کہ اگر محب علیخاں اور اس کا بیٹا مجاہدین تھوڑے آدمیوں کو ساتھ

لیکن ان حدود میں آجائیں تو میں انکے ہمراہ ہوکر اودلیار دولت کو ٹھٹہ پر قبضہ کرا دوں۔ سلطان محمود نے فقط دفع الوقتی کے لیے یہ مدارات کی باتیں بنائی تھیں بیگم اُن کو سچ سمجھکر بادشاہ پاس گئی اور بہت گڑگڑائی۔ بادشاہ نے محب علیخاں اور مجاہد خاں کو جانے کی اجازت دی۔

ناہید بیگم قاسم خاں کوکہ کی بیٹی تھی اس نے باپ نے حضرت فردوس مکانی کے ساتھ یہ بڑا سلوک کیا تھا کہ جب وہ عبیداللہ خاں کے محاربہ میں غنیم کے پنجہ میں گرفتار ہوا تو قاسم خاں نے کہا کہ بادشاہ میں ہوں اور یہ میرا نوکر ہے۔ یوں فردوس مکانی کی جان بچ گئی اور وہ خود مارا گیا۔ اس لیئے حضرت فردوس مکانی نے اسکے اہل و عیال کی پرورش پدرانہ شفقت سے کی اور محب علیخاں سے اسکا عقد نکاح کیا۔

جب محب علیخاں بھکر کے قریب آیا تو سلطان محمود نے کہا کہ میں نے تو ایک بات یوں ہی ناہید بیگم سے بنا دی تھی۔ میں اس کام میں شریک نہیں ہونگا اور اگر آپ ایسے ہی ٹھٹہ جانے پر بجد ہیں تو جیسلمیر کی راہ سے جائیں اس پر محب علیخاں اس سے لڑنے کو مستعد ہوا۔ حدود ماتیلہ (ماتھیلہ) پر دونوں لشکر ملے۔ محب علیخاں و مجاہد خاں پاس دوسو آدمی تھے۔ سلطان محمود نے دو ہزار آدمی انسے لڑنے کو بھیجے۔ مگر اس کمتر لشکر نے بزرگ تر لشکر کو شکست دیکر بھگایا۔ سلطان محمود قلعہ بھکر میں متحصن ہوا۔ محب علیخاں نے اب قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تو مخالفوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ انمیں سے مبارک خاں خاصہ خیل جس پر سلطان محمود کے سارے کاموں کا مدار تھا وہ پندرہ سو آدمیوں کو لیکر محب علیخاں سے ملگیا جس کا سبب یہ تھا کہ اس کے بیٹے اوغلی بیگ کو سلطان محمود کی کسی حرم کے ساتھ بدذاتوں نے متہم کیا تھا اس لیے محمود اس خاندان کے استیصال کے درپے ہوا۔ مبارک خاں نے جان کے خوف سے اپنے آقا کے اخلاص کو چھوڑ کر یہ مفارقت کی محب علیخاں نے مال و منال کی طمع سے اسے

مار ڈالا اور اس کے آدمیوں کو کہ نجاست کی مکھیاں تھیں تسلی دیکر بھکر کے محاصرہ میں شامل کر لیا۔ سلطان محمود نے اور لوازم قلعہ داری کا اہتمام کیا مگر اس حصار میں قحط پڑا معلوم نہیں فرط احتیاط سے یا مزید خست و دنارت سے باوجودیکہ غلہ بہت تھا مگر بیس تیس سالہ اناج جو ایک مانہ دراز سے قلعہ میں جمع ہوا تھا آدمیوں کو کھلایا۔ جس سے ان کے جسم میں درد اور ورم پیدا ہوا اور وبا پھیلی۔ سرس کے درخت کے پوست کو جوش کر کے پینے سے آدمیوں کو آرام ہو جاتا تھا۔ جب سلطان محمود کو زمانہ نے یوں تنگ معاش کیا تو اُس نے بادشاہ کو عرضداشت بھیجی کہ میں ہمیشہ بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار رہا ہوں جو کچھ ہوا سو میری بدنصیبی سے ہوا اب قلعہ بکر کو شاہزادہ سلیم کے پیشکش کرتا ہوں لیکن مجھ میں اور محب علیخاں میں بیر ہے اس کو قلعہ حوالہ کرنے میں سوا رخواری کے کچھ اور نظر نہیں آتا اس کے آزار سے ایمن نہیں ہوں امیدوار ہوں کہ حضور بندگان درگاہ میں سے کسی اور کو بھیجدیں کہ میں یہ قلعہ اور ولایت اس کو حوالہ کر کے خدمت میں حاضر ہوں بادشاہ نے اس درخواست پر میر گیسو کو بھیجا مگر وہ بھکر نہ پہنچنے نہیں پایا تھا کہ سلطان محمود پاس حضرت عزرائیل آ گئے۔ اہل قلعہ اسکے آنے کے منتظر تھے۔ مجاہد خاں نے کنجابہ (کنجایہ) کا محاصرہ کر رہا تھا۔ سامعہ بیگم والدہ مجاہد خاں زوجہ محب علیخاں میر گیسو کے آنے سے ناراض ہوئی چند غراب بھیجکر اُس سے لڑنے کا سامان تیار کیا اور اس کو بہت تنگ کیا۔

خواجہ مقیم ہروی پدر خواجہ نظام الدین حسن بخشی نے جو اس نواح کی امینی کے لیے روانہ ہوا تھا محب علیخاں کو سمجھا کر اس پرخاش بیجا اور جنگ ناہنجار سے باز رکھا۔ جب میر گیسو قلعہ میں آیا تو اہل قلعہ نے کنجیاں اس کو حوالہ کیں اب محب علیخاں اور مجاہد خاں کو یہ مشکل آئی کہ خام طمعی کے سبب سے اس ملک کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا اور حکم شاہی بغیر یہاں رہ نہیں سکتا تھا آخر کو یہ ٹھہرا کہ مجاہد خاں ٹھٹھہ جائے اور محب علیخاں مع زہ وزاد قصبہ لوھری (روڑی) میں سکونت کرے جب اس قرار داد پر عمل ہوا۔

تو میر گیسو نے کشتیوں میں ایک جمع کثیر کو بٹھا کر محب علیخاں پر چڑھائی کی۔ اس میں تاب مقاومت نہ تھی وہ ماتھیلہ کی طرف بھاگا۔ آنیوالوں نے شہر پر درازدستی کی۔ سامعہ بیگم نے اپنی حویلی کو مستحکم کیا اور محاربہ و مدافعہ کی تیاری کی۔ ایک رات دن تک اپنی چار دیواری کی محافظت تہور اور کاردانی سے کی۔ جب وہ تنگ ہو رہی تھی تو مجاہد خاں ایلغار کر کے آیا اور دشمنوں کو شکست دی اور دریا کے اس طرف متصرف ہوا پھر بھکر میں ترسون خاں مقرر ہو کر آیا اس کے بھائی اس طرف آئے۔ میر گیسو چاہتا تھا کہ قلعہ کو مستحکم کرے مگر اس خیال فاسد سے باز رہا اس سرزمین کی خاصیت یہ ہے کہ جب کوئی بیگانہ مستقل ہو کر غرور افزا ہوتا ہے تو ارباب طاعت کو متمرد بناتا ہے ورنہ یہاں کے آدمی کہاں اور خود فروشی کہاں اب بھکر پر بادشاہی قبضہ ہوا۔ ٹھٹہ میں مرزا جانی فرمانروائی کرتا تھا جس کا آگے بیان ہوتا ہے۔

بادشاہ نے ایک سپاہ بسرکردگی خانخاناں قندھار کی فتح کے لیے روانہ کی تھی اور اس کو حکم دیا تھا کہ مرزبان ٹھٹہ کو جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا ایک کار آگاہ بھیجکر نصیحت کی داستان سنائے۔ اگر وہ خود ملے یا لشکر ہمراہ کرے تو بہتر ہے ورنہ بازگشت کے وقت اس کو سزا دے بادشاہ کا جشن ۳۶ سنہ ۹۹۹ھ میں تھا کہ ٹھٹہ کے ایلچی بادشاہ کے دربار میں آئے عرضداشت اور پیشکش گزرانی۔ یہ گزارش کی کہ حماقت سے جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اگر نوید بخشائش مرزبان کو پہنچے تو پہلے لغزشوں کا چارہ پذیر ہو شہریار نے ایلچیوں کو امیدوار کیا اور جلد ہی کا منشور لکھ دیا۔ خانخانان کے اقطاع میں ملتان اور بھکر تھی تو اس نے غزنین اور بنگش کی راہ چھوڑ کر اپنی جاگیر کی سربراہی کے لیے یہ در ازراہ اختیار کی اس اثنا میں زیر دستوں نے خانخانان کو سمجھایا کہ ٹھٹہ میں جتنا مال ہاتھ لگے گا اتنا قندھار میں نہیں ہاتھ آئے گا سپہ آرا نے ٹھٹہ کے فتح کی اجازت حاصل کی۔ ملتان کے قریب بلوچ عہد و پیماں کر کے ملے۔ بھکر کے قریب سپاہ کی صف بندی ہوئی۔ انھیں دنوں میں مرزا جانی بیگ فرمانروائے سندھ کے ایلچی

ارغونیوں کا خاتمہ پایا سنہ ۱۰۰۱ھ

خانخانان کے پاس آئے اور یہ گزارش کی کہ قندھار فتح کو لشکر شاہی جاتا ہے مجھے مناسب تھا کہ اس لشکر کے ساتھ جاتا۔ لیکن فتنہ انداز شرارت سے باز نہیں آتے اس واسطے خود نہیں چل سکتا۔ مگر خدمت گزاری کے لیے اپنا لشکر بھیجتا ہوں۔ خانخانان نے ان آینوالوں کو ایک کونہ میں بٹھایا۔ خود تیز تر چلا اُسی کے ساتھ یہ اطلاع آئی کہ قلعہ سیوان میں آگ لگی آذوقہ جلا۔ بادشاہ کی سپاہ یہ سُنکر دشت و دریا میں ڈگیں بھرنے لگی دریا نوردوں نے قلعہ سیوان کے نیچے جاکر لکھی کو تسخیر کر لیا۔ یہ مقام سندھ کا دروازہ ایسا ہی جیسے کہ ملک بنگالہ میں گڈھی اور کشمیر میں بارہ مولہ قلعہ نشینوں کی توپ و بندوق سے کچھ آسیب نہ پہنچا اور یہ ملک کا دروازہ ہاتھ آ گیا۔ پھر خانخانان قلعہ کے نزدیک پہنچکر اس کی فتح کے لیے چارہ گری کرنے لگا۔ بعض اس ملک کو سیوستان کہتے ہیں۔ اس میں یہ حصار حاکم نشین دریا سندھ کے کنارہ پر ایک پشتہ پر بنا ہوا ہے۔ خاکریز اس کا چالیس گز۔ دیوار سات گز۔ اس کے قریب ایک کولاب ہے۔ آٹھ کوس لمبا۔ چھ کوس چوڑا۔ دریا کی تین شاخیں اُس سے ملتی ہیں وہ حصاریوں کی پناہ گاہ ہے اور آدمی کچھ جزیرہ میں کچھ کشتیوں میں آباد ہیں۔ قرابیگ کچھ غراب لیکر اس طرف یکایک پہنچا اور بہت غنیمت جمع کی۔ زمینداروں نے پناہ مانگی۔ مرزا جانی بیگ اُس حال سے مطلع ہو کر لڑائی کے لیے نکلا اور نصیرپور کی راہ پر جس کے ایک طرف دریا اور دوسری جانب ندیاں تھیں ایک حصار بنایا اور اس کو جنگی کشتیوں اور توپخانہ سے استوار کیا۔ اب بادشاہی لشکر آگے بڑھنے میں دودلہ ہوا۔ ان دنوں راول بھیم بزرگ جیسلمیر اور رائسنگہ کے بیٹے دلپت نے گزارش کی کہ ارادہ تھا کہ بھکر سے آئے مگر آب گمراہی کے سبب سے امرکوٹ کے رستہ سے آتے ہیں اس خوف سے کہ مبادا غنیم اس فوج پر چیرہ دستی کرے۔ قلعہ اور راہ کے کام کو چھوڑ کر خشکی اور دریا سے روانہ ہوئے اور معابر پر مقصود آقا اور بعض اور آدمیوں کو چھوڑا تا کہ قلعہ نشینوں کو وسوسہ لگا ہے اور راہ میں

کچھ امن ہو۔ ۱۸ ار آبان کو غنیم سے چھ کوس پر پہنچے۔ اور دور اندیشی کے سبب ایک دیوار بنائی۔ ۲۱ر کو خسرو چرکس کشتیوں کو آمادہ کرکے لڑنے آیا۔ باوجودیکہ وہ کشتیوں کو اوپر کی طرف سے جاتے تھے۔ مگر پانی کی تیزی سے وہ نیچے کی طرف جاتی تھیں۔ رات ہوگئی تھی اس لیے صبح کو لڑائی ہوئی۔ مشہور تھا کہ خشکی کی راہ مرزا جانی بیگ آتا ہے فریدوں برلاس وسید بہاء الدین سکندر بیگ قرابیگ بہادر خاں اس اندھیری رات میں دریا سے پار گئے صبح کے وقت توپ اندازی گرم ہوئی اور عجب لڑائی ہوئی پانی کی کمی کے سبب سے غنیم نزدیک نہیں آسکتا تھا۔ اس کنارہ سے آکر آب گزشتوں کو تیر سے لے لیا۔ جنگی غرابوں میں سپاہ بیٹھکر پانی کے نشیب کی طرف ایسی گرم رفتار ہوئی کہ تیروں سے لڑائی ہونے لگی اور تھوڑی دیر میں برچھا اور جمدھر پر نوبت آئی۔ غنیم لڑائی چھوڑکر بھاگا۔ ناموروں میں برد آ مارا گیا۔ مرزا قلی زخمی ہوا۔ چار غراب آدمیوں اور مال سے بھرے ہوئے ہاتھ آئے۔ ایک میں دخشور۔ ھرموز۔ (پرتگیز) تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ حاکم ھرموز کسی کو ٹھٹہ میں مقرر کرتا تاکہ سوداگروں میں امن امان رکھے۔ مرزا جانی نے اس شہرت کے لیے کہ اس قدر گروہ اسکی کمک کو آئے ہیں ھرموز کو ساتھ لیا۔ اور اپنے چند نوکروں کو ھرموز (پرتگیزوں) کا لباس پہنایا (قواعد اور وردی کی حیثیت سے ہندوستان میں بھی سپاہی پہلے پہل یورپ والوں کے نمونہ بنے تھے) مخالفوں کے دو سو آدمی مارے گئے ہزار سے زیادہ زخمی ہوئے۔ شاہی لشکر میں بہت کم آدمی مارے گئے۔ تیز دستوں نے ایک غراب کو ساتھ لیجا کر خسرو کو زخمی کیا اور قریب تھا کہ اس کو گرفتار کرے ناگہانی توپ پھٹ گئی اور کشتی بھی تباہ ہوگئی۔ کچھ آدمی مر گئے۔ کارشناس دوربینوں کی یہ رائے تھی کہ خشکی و دریا کی سے مرزا جانی کی نگاہ پر ہاتھ چلائیے۔ مگر بہت آدمیوں نے اُس کو پسند نہیں کیا اور آسان کام کو مشکل کر دیا۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ دلپت وراول بھیم منتخب فوج کے ساتھ ٹھٹہ کی عزیمت سے روانہ ہوئے تھے وہ امرکوٹ پر پہنچے۔ بادشاہ کی جنم بھوم بغیر لڑے ہاتھ آگئی۔ اور

وہاں کا راناخدمت گزاری کے لیے ہمراہ ہوا۔بعض زمینداروں نے کنوئیں میں زہر ڈالدیا تھا اس ریگزار میں پانی کی کمیابی نے سپاہ کو پیاسا مار رکھا تھا کہ ناگہانی مینھ برسا۔بسبب بادشاہی لشکر کو دریا کی لڑائی میں غلبہ رہا۔اور آگے جانے میں اُس نے تساہل کیا تو غنیم جو اسیمہ سر ہو رہا تھا اُس نے اپنے پاؤں استوار کیے بہت سی گفتگو کے بعد مرزا جانی بیگ نے جو قلعہ بنایا تھا اُس کا محاصرہ کیا ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔اور جواں مرد اپنی مردانگی دکھانے لگے۔ایک دن سکندر بیگ کہ بادشاہ کا نامور افسر تھا ان میں تیر سے زخمی ہو کر مر گیا۔ مخالف اپنی جا کی استواری اور سپاہ کی کثرت اور آذوق کی فراوانی۔اور رعیت کی یاوری کے سبب سے بیغم تھا۔اسکی آنکھیں بارش پر لگ رہی تھیں کہ سب جگہ پانی پانی ہو جائے۔اور بیگانہ لشکر بغیر لڑے اُٹھ جائے۔بادشاہ کے لشکر میں گرانی ہوئی اور کمزور آدمیوں کو سراسیمگی ہوئی۔ خانخانان نے عرضداشت کمک کے لیے بھیجی۔بادشاہ نے ۱۲ آذر کو رائے رائسنگھ کو روانہ کیا اور آذوق دتوپ دارو اور اسباب جنگ بھی بھیجا۔

ملک کی بیگانگی اور راہ بستگی کے سبب سے لشکر میں آذوقہ گراں قیمت ہوا۔اور لشکر پریشان ہوا تو خانخانان نے حصار کے محاصرہ کو چھوڑ کے مختلف مقامات میں لشکر کو بھیجدیا کہ وہاں جا کر وہ اپنا گزارہ کرے جو سپہ ٹھٹھہ روانہ کی تھی وہ نہ پہنچ سکی مخالفوں نے شہر کو جلا دیا۔مرزا جانی بیگ قلعہ سے نکلکر ان کی طرف یہ سوچکر چلا کہ کشتیوں میں بیٹھکر اس پر قبضہ کرلے۔خانخانان کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے خواجہ بختی کو اس طرف بھیجا۔اور بعد ازاں خود بھی روانہ ہوا۔اُسوقت کہ کشتی نشین سراسیمہ تھے۔سپاہ فرستادہ پہنچی اور چارہ گری کی۔بہت آدمیوں کی رائے یہ تھی کہ لکھی کو استوار کر کے کمک کا انتظار کریں۔مگر جوانمردوں نے لڑائی کی ٹھیرائی۔اور عمدہ طور پر صف آرائی کی۔اور لکھی سے گزر کر غنیم سے چھ کوس پر ڈیرہ ڈالا۔۱۲ ار کو پیکار کے قصد سے چار کوس آگے بڑھے۔کئی دن سے ہوا تیز چل رہی تھی۔اس کا رُخ دشمن کی طرف تھا۔تھوڑی دیر میں لڑائی ہوئی۔اوّل مخالف کی ہراول ابر کردگی خسرو اپنے برابر کی فوج شاہی پر غالب ہوئی اور

مرزا جانی بیگ کا شکست پانا ۱۰۰۰ھ

اس کے برانغار کو بھی پراگندہ کردیا۔شمشیرعرب ہراول میں شائستگی کے ساتھ لڑا اور زخمی ہوا اور
دھارو بھی نیزہ سے پیشانی پر زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا اور پھر مرگیا غنیم کے برانغار نے ملک محمدؐ کی
کارفرمائی سے اپنے مقابل کو بھگایا۔ایک گروہ نے ناصر خاں کو ڈیرہ تک بھگایا اور لوٹ لیا۔
سید بہار الدین ایک گروہ کو لیکر جدا ہوا۔اور غنیم کے ہراول پر جو غالب ہو رہا جا بھڑا۔ندی درمیان
میں تھی۔ہوا کے جھکڑ چلتے تھے اور خاک اُڑتی تھی ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔اس آشوب گاہ میں
لشکر شاہی کے قول کا گزر غنیم کے برانغار پر ہوا۔سخت لڑائی ہوئی۔لیکن ہوا کی تیرگی کے سبب سے
جوانمرد اس فوج سے جدا ہوگئے بہادر خاں و دولت خاں درگئی اور لڑائی میں مستقل
کھڑے تھے اور تماشا دیکھ رہے تھے اتفاقاً محمدؐ خاں نیازی۔سید بہار الدین۔میر معصوم بھکری
خواجہ مقیم آپسمیں مل گئے اور ایک بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔غنیم بھی پراگندہ ہوکر ایک دوسرے
کی خبر نہیں رکھتے تھے۔مرزا جانی چار سو آدمیوں کے ساتھ جنگ گاہ میں سراسیمہ کھڑا تھا
بادشاہی سپاہ نے اس طرف قدم بڑھایا۔مرزا اس خوف سے کہ اب قول پہنچتا ہے اور زیادہ
سراسیمہ ہوا۔اس درمیان میں ایک ہاتھی نے شورش میں آکر اپنے لشکر کو پراگندہ کیا۔کچھ
لڑائی ہوئی۔غنیم بھاگ گیا اسکے تین سو آدمی اور بادشاہی لشکر میں سو آدمی مارے گئے۔
مرزا کئی دفعہ پھر پھر کر لڑا۔لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔باوجودیکہ غنیم کا لشکر پانچہزار سے
زیادہ تھا اور لشکر شاہی میں بارہ سو آدمی تھے مگر یہ لشکر غنیم کے لشکر پر غالب رہا۔یہ فتح عجیب
تھی کہ سپہ آرا و رتنہ کوئی بزرگ دلیر موجود۔ابتداے جنگ میں برہمزدگی۔دلیت بے دلی
کے سبب سے اپنی عمدہ سپاہ کے ساتھ نہ ملا۔اس فتح میں یہ خبر آئی کہ بادشاہی لشکر لٹ رہا ہے
لشکر تیز دست وہاں پہنچا اُس نے غارت گروں کو پکڑ کر لٹکا دیا۔باقی بھاگ گئے لشکر
امین ہوگیا۔خانخانان مژدہ فتح سنکر اس قلعہ میں کہ مرزا جانی بیگ نے بنایا تھا پہنچا اور اُسکو ویران کردیا۔
جب بادشاہی سپاہ کو غلبہ ہوا تو مرزا جانی بیگ نے ارادہ کیا کہ پھر اپنے قلعہ میں
چلا جائے مگر اس نے راہ میں سُنا کہ بادشاہی سپاہ کا غلبہ اس پر ہوگیا ہے تو اسکو

مرزا جانی بیگ کا صلح کرنا اور سیہوان کا سرکار میں داخل ہونا

مرزا جانی بیگ کا صلح کرنا اور سیوستان کا سپرد کرنا ۱۰۰۰ھ

بڑا نکر ہوا اور اس نے ایک انجمن کو جمع کیا کہ وہ کسی استوار جا کو تجویز کرے اس نے بہت سوچ بچار کرکے بالا کنڈی چار کوس پر دینور کے نزدیک سیہوان سے، چالیس کوس پر ایک لپذیر جا قرار دی اور اس سرزمین میں ساحل سندھ پر ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی اور اسکے گرد چوڑی گہری خندق بنائی ۲۶ رفروردیں کو خانخانان نے جاکر اس کا محاصرہ کیا تیر و بندوق سے سوال جواب ہوئے جانفشانی اور جانستانی کا ہنگامہ گرم ہوا۔ غنیم کو اپنے لشکر کی افزونی اور جنگی کشتیوں اور بارش کی نزدیکی کا بڑا گھمنڈ تھا۔ انھیں دنوں قلعہ برن کوٹ کہ اس ملک کا منتخب قلعہ تھا فتح ہوا اور خوب لڑائی ہوئی۔ عرب گرد کا ایک گروہ اس حصار میں تھا وہ قاسم علی قلعہ دار سے عاجز ہوا اور اُس کا سر کاٹ کر لشکر شاہی میں لایا۔ اور اپنی دولت خواہی اُس نے دلنشین کرائی اولیاء دولت اس سے خوش ہوئے۔ قلعہ کی کشائش میں اور زیادہ کوشش کرنے لگے روم کے آئین کے موافق ریگ تودے بلند کرکے مورچال آگے لے گئے خندق کو بھرنا شروع کیا۔ اہل قلعہ بھی رخنوں کو بناکر خالی کرتے تھے۔ دونوں طرف سے سخت کوشش ہوتی تھی۔ چند دفعہ اہل قلعہ باہر آنکر لڑے مگر ناکام پھرے۔ زمین کی بیگانگی اور رعیت کی سرتابی سے لشکر شاہی میں آذوقہ کم پہنچتا تھا جس سے عجیب گرانی ہوئی اور سخت بیماری پھیلی۔ بادشاہ نے پیش بینی سے بہت سا آذوقہ اور خزینہ اللہ بخش وقزاق بہادر کے ہاتھ روانہ کیا وہ عین تنگ دستی میں پہنچا اور اُس نے دلوں کو تازہ کیا۔ تھوڑے عرصہ میں قلعہ کو بہت تنگ کیا۔ مورچال سے قریب ہوئے۔ کہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے سنان چھین لیتے اہل قلعہ نہایت عاجز ہوئے بہت لابہ گری کرکے آشتی کے خواہاں ہوئے۔ بادشاہی لشکر نے بھی کم آذوقی کے سبب سے صلح کو قبول کر لیا اور یہ پیمان ٹھہرا سیوستان کو مع سیہوان اور بیس جنگی غراب مرزا جانی بیگ حوالہ کرے اور خانخانان کے بیٹے ایرج کو اپنی دامادی میں قبول کرے جب برسات ختم ہوجائے

تو خود بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ یہ قرار پایا کہ اول محاصرہ اُٹھایا جائے۔ پھر مراسم خویشی استوار ہوں جب وہ سیہوان ڈیڈے تو موسم بارش میں لشکر شاہی یہیں مقیم رہے۔ ۱۶ ار خرداد کو مورچال اُٹھائے گئے اور رسوم شادی ادا ہوئیں اور قلعہ کے حوالہ کرنے کے لیے اور لینے کے لیے طرفین سے آدمی گئے۔

جب آشتی ہوگئی اور مورچال اُٹھ گئے تو مرزا جانی بیگ پہلے اس سے کہ قلعہ سیہوان کو حوالہ کرے بے اجازت ٹھٹھہ کو روانہ ہوا۔ لشکر شاہی نے جانا کہ اس نے فریب کاری کی۔ ایک کار آگاہ کو بھیجکر اس سے پوچھا کہ یہ کیا کیا اس نے عرض کیا کہ مردوں کی کثرت سے قلعہ کی ہوا جانگزا ہے اُس میں جیتوں کو جینا مشکل ہے سپاہ اور رعیت نے اپنی بنگاہ میں جانے کی درخواست کی میں نے اسے منظور کرکے روانہ کیا۔ سارا لشکر عاجز ہوکر بغیر کچھ کہے چلا گیا اور میرے پاس کوئی نہیں رہا۔ ناگزیر اس طرف نصیر پور میں چلا آیا۔ حاشا میں نے عہد شکنی نہیں کی جو کہا ہے وہی کرونگا۔ رستم قلعہ دار سیہوان نے آنکر پیمان از سر نو کرکے قلعہ سیہوان علی عرب اور مقصود آقا کو حوالہ کیا اور قلمرو شاہی میں کل سیوستان کا اضافہ ہوگیا۔

سپاہ نے بعد از صلح قصبہ سن میں سیہوان سے بیس کوس پر اپنا بنگاہ بنایا۔ جب برسات ختم ہوئی تو مرزا جانی بیگ کا انتظار وہ کر رہی تھی کہ اُس کو ہمراہ لیکر بادشاہ پاس لیجائیں کو ناگاہ مرزا کا پیغام آیا کہ کچھ پریشانی پیش آئی ہے اور راہ دراز ہے بعد خریف کے محصول وصول کرنے کے وہ درگاہ والا میں روانہ ہوگا اور یہ بھی پیمان ہوا تھا کہ این روئے سیہوان حوالہ کیا جائیگا اس میں سے ہنوز برن کوٹ اور ہالا کنڈی نہیں سپرد ہوئے ہیں۔ اولیاء دولت نے فرستادہ کو نگاہ رکھا اور خود تیز دستی کرکے شاہ بیگ خاں۔ غازی خاں۔ جانش بہادر خواجہ خضری اب سندھ سے گزر کر خشکی کی راہ ٹھٹہ کی طرف چلے۔ بختیار بیگ۔ قرابیگ اور اور افسر جنگی غرابوں میں دریا نورد ہوئے۔ شیر خاں اور بعض اور افسر دریا کے کنارہ پر مقیم ہوئے یہ قرار پایا

مرزا جانی بیگ ور خانخاناں کا بادشاہ کی خدمت میں آنا ۱۰۰۰ھ

کہ یہ تینوں فوجیں ایک دوسرے کو اطلاع دیتی ہوئی سفر کریں اور تیز دستی کرکے نصیر پور پر
کہ ملک کے وسط میں ہے قبضہ کریں سب کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ پاس مرزا جانی بیگ
چلے۔ خانخانان نے اس پاس اپنا ایلچی بھیجا اور بہت سی نصیحتیں اس کو کیں اور بعد ازاں خود بھی
چلا۔ فوجوں نے نصیر پور پر غلبہ پایا۔ ٹھٹہ سے مرزا نے نکل کر دو تین کوس منزل اس قصد سے
کی کہ عقبات (گھاٹیاں) کو جو ُبار تک استوار کرے جب خانخانان نصیر پور میں آیا تو تینوں
فوجیں موافق سابق کے روانہ ہوئیں۔ چابک دستوں نے مرزا کے اردو کو تاخت و تاراج
کرنا شروع کیا۔ چند ارغونی بھی انکے ساتھ ملگئے۔ مرزا نے لابہ گری کی۔ کار دیدوں کو بھیجکر
پیمان شکنی کا سبب خانخانان سے پوچھا۔ اس کا جواب یہ ملا کہ ہم عہد کو نہیں توڑتے اور
کوئی اور بات ہمارے دل میں نہیں آئی۔ لیکن ایسا سُنا گیا کہ فرنگی سیاہ ھرموز (پرتگیز)
اس سرزمین میں یازش کر رہی ہے اس لیے بندر لاہری کی یورش درپیش ہے۔ لوٹ میں جو
مال ہاتھ لگا تھا اُس کو عذر کرکے واپس بھجدیا۔ خانخانان نے یک جہتی کے پیام میں گرمجوشی
کی۔ پہلے سال کی دہم آبان کو وہ آپس میں سوار ہو کر ملے۔ دوربینی کے سبب سے خانخانان ٹھٹہ
کے شہر کی طرف روانہ ہوا بظاہر اس جگہ کی سیر کا قصد تھا لیکن اصل تدبیر یہ تھی کہ پایان
آب پر قبضہ کرے تاکہ ارغونیوں کے دل میں کچھ اور ارادہ نہ پیدا ہو۔ جب کچھ تھوڑی
دور گیا اور خاطر جمع ہوئی تو اس نے گزارش کی کہ پیوند دوستی کے موافق سزاوار یہ ہے
کہ نوارہ حوالہ کیا جائے جسکے سبب سے دور اور نزدیک کو کوئی بات کہنے کے لیے نہ رہے اور سب
خاموش رہیں۔ مرزا نے ناگزیر سارا ملک پادشاہی لشکر کو حوالہ کیا اور درگاہ والا میں جانے کا
سامان تیار کیا۔ خانخانان ٹھٹہ کی سیر کر بندر لاھری میں آیا۔ شاہ بیگ و رافسروں کو یہاں
سے رخصت کیا کہ مرزا جانی بیگ کے ہمراہ آگے جائیں۔ ٹھٹہ میں ایک گروہ چھوڑ کر خانخاناں
خود خشکی کی راہ سے پھرا اور باغ فتح کے قریب مل گیا اور بہت سے افسروں کو اس
ملک میں متعین کرکے مرزا کے ساتھ ۲۹ بہمن کو روانہ ہوا۔ ہر چند اس نے چاہا کہ اہل و عیال

کو ٹھٹہ میں چھوڑ جائے مگر خانخانان نے اس درخواست کو نہ مانا۔ اسیلیے اُس نے اپنا زادہ و اور نوکروں کو خشکی اور دریا کی راہ سے روانہ کیا اور خانخانان کے ساتھ بادشاہ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ اور اسکو بادشاہ نے منصب ستہ ہزاری اور صوبہ ملتان عنایت کیا او ٹھٹہ مرزا شاہرخ کو عطا ہوا۔ اس سے مرزا شکستہ خاطر ہوا۔ ان دنوں بادشاہ نے سُنا کہ الوس ارغون دس ہزار مرد و زن کشتی میں اویر کی طرف جاتے ہیں۔ ہاتھ تلے سے ملک نکل جانے سے کشتی بان اور خدمت گزار ہاتھ نہیں آتے ہیں اسیلیے وہ خود ہاتھوں اور دانتوں سے کشتیوں کو کھینچتے ہیں۔ اس سبب سے بادشاہ کو اُن پر رحم آیا۔ اور مرزا جانی کو ملک ٹھٹہ پھر دیدیا۔

مرزا جانی پسر پاینده محمد بن مرزا باقی بن مرزا عیسیٰ بن عبدالعلی بن عبدالخالق تھا وہ شکل بیگ ترخاں کی نسل سے تھا۔ شکل بیگ کے باپ ایکو تمر نے تقتمش خاں کی لڑائی میں اپنی جان لڑا کر وفات پائی تھی اسیلیے صاحبقراں نے خردسالی سے اسکی پرورش کی تھی۔ ترخانی کا درجہ عطا کیا تھا اسکا نسب چوتھی پشت میں ارغون خاں بن اباغ خاں بن ہلاکو خاں بن تولو خاں بن چنگیز خاں تک پہنچتا تھا۔ منصف بادشاہوں کا پہلے یہ دستور تھا کہ وہ اپنے چند سعادت سرشت بندوں کو ممکن کا اختیار دیتے اور ترخاں کا خطاب دیتے۔ صاحبقراں کے ترخاں کو کسی جگہ جانے سے سپاہی نہیں روک سکتے۔ نو گناہوں تک نہ اُس نے اور نہ اسکی اولاد سے باز پرس کرتے۔ قاآن بزرگ چنگیز خاں نے تسلیق و بابا کو اس جلدو میں کہ اُنھوں نے غنیم کے ہاتھ مطلع کیا تھا ترخاں کا پایہ عطا کیا تھا اور مہربانی سے فرمائش کے بوجھ سے ہلکا کیا تھا اور لوٹ میں سے شہنشاہی حصہ عطا کیا تھا بعض ترخاں ان سات چیزوں سے سربلند ہوتے ہیں طبل و تمن و توغ و نقارہ و قشون توغ و چتر توغ و قور۔ یہ آخر تین چیزیں اس نے اپنے دو برگزیدہ آدمیوں کو دی تھیں۔ باقی اور حالات تاریخ ملک سندھ میں پڑھو جو اس جلد کے اول میں لکھی گئی ہے۔

مرزا جانی بیگ مرزبان ٹھٹہ علم ظاہری نہ رکھتا تھا۔ علم موسیقی میں اور فن رسی

مرزا جانی بیگ کے خاندان کا بیان خطاب ترخاں کا بیان

زبان میں شعر کہنے کی اچھی استعداد رکھتا تھا۔ جب سے بادشاہ کی اطاعت اس نے اختیار کی۔ اسکے گفتار اور کردار سے بادشاہی اخلاص معلوم ہوتا تھا اور اسکی نشست و برخاست سے شناسائی و آہستگی ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن چھوٹی عمر سے وہ شراب پیتا تھا۔ مگر شرابیوں کی ناہنجار حرکتیں نہ کرتا تھا۔ کارکرد اور گفتگو عقل کے موافق کرتا تھا گھر میں شراب بہت پیتا تھا۔ شراب کے نہ پینے کی نصیحت نہ سنتا تھا۔

رباعی

چہ خوری چیزے کہ از خوردن آں چیز ترا | نے چو سرو ی بنماید بمثل سرو چو نے
گر کنی بخشش گویند کہ مے کرد نہ او | ور نہ کنی عربدہ گویند کہ او کرد نہ مے

غرض شراب کی افزونی سے رعشہ و سرسام ہوا۔ ۱۲ ار ۹۸۵ھ میں دنیا سے رخصت ہوا۔ بادشاہ نے غائبانہ اسکے بیٹے مرزا غازی کو ریاست باپ کی دیدی۔

پنہ ایک باد ملک ہے اسکا مرزبان جدا ہے۔ باندھو کا قلعہ اس کا نشیمن گاہ ہے مشرق ۶۰ کروہ تک اسکی عملداری ہے اسکے پیچھے اور زمینداروں کی زمین ہے جو اسکے کچھ مطیع ہیں۔ اسکی ولایت کچھ در ہتاس ہے۔ جنوب میں بارہ کروہ تک اسکی عملداری ہے اسکے پیچھے اور زمینداروں کی زمین ہے جو اسکے کچھ تابع ہیں۔ ملک گڈھ سے اس میں گذر ہوتا ہے۔ شمال میں گنگا جمنا ۶۰ کروہ پر الہ آباد کے متصل۔ جنوب میں سولہ کروہ تک عملداری اسکے پیچھے ولایت گڈھ ہے۔ جنوب مشرق کے درمیان رنتھنبور ۵۴ کروہ پر۔ مشرق و شمال کے درمیان ستر کروہ عملداری ہے اسکے پیچھے صوبہ الہ آباد ہے شمال و غرب میں ۵۰ کروہ پر قلعہ کالنجر سے علاقہ ملتا ہے غرب و جنوب میں ۲۵ کروہ پر ولایت گڈھ ہے یہ قلعہ بڑا دشوار کشا ہے۔ کوہچہ اسکے گرد ہے اسکا نشیب ۹ کروہ ہے اور بلندی ڈیڑھ کروہ سے کچھ زیادہ۔ تین طرف پہاڑ یک لخت ہے۔ شمال رو چار دیوار سنگین ہے۔ پہلا دروازہ گنیش پور ہے یہاں ایک بڑا آتشکدہ ہے۔ دوسرا دروازہ ہندلی پور ہے۔ سوم کرن پور چہارم ہیرہ پور۔ یہاں راجہ کا تنگاہ ہے اس قلعہ کی چار دیواری میں اسکے

اسکے گرد باغ ہیں۔ حوض نظر فریب ہے۔ اسمیں ایک بڑا اتبخانہ ہے۔ اسکے گرد راجہ کے رشتہ داروں کے مکانات ہیں۔ کسی فرمانروا نے اسپر تسلط نہیں پایا۔ سلطان علاء الدین یہ آرزو اپنے ساتھ لیگیا بہت خزانہ اسنے صرف کیا اور جانیں کھوائیں مگر کچھ کام نہ ہوا۔ یہ قلعہ تھوڑی توجہ سے فتح ہوگیا اہلِ قلعہ نے خردسال راجہ کو بادشاہ پاس اس خیال سے بھیجا کہ زرفشانی سے قلعہ بچ جائیگا مگر بادشاہ نے ان رشوت کی باتوں کو سُنا نہیں۔ اسنے حکم دیدیا کہ بندگی کا آئین یہ ہے کہ ایک بار قلعہ کو حوالہ کریں تو پھر بخشایش ہو۔ اہلِ قلعہ نے اسے قبول نہیں کیا۔ رائے پر داس نے سعی۔ داد و دہش کو کلید فتح بنایا بہت بڑی لڑائیاں لڑ اس ملک پر غالب ہوا۔ قلعہ کا محاصرہ۔ آٹھ مہینے بیس روز کے بعد ہ تیر کو اہل قلعہ نے کم آذوقی کے سبب سے ناچاری قلعہ کو لیلیا بہت غنیمت جمع کی۔

قندھار کے معاملات

قندھار کے معاملات جو حضرت ہمایوں اور شاہ طہماسپ فرمانروای ایران کے درمیان ہوئے اسکا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان ہوچکا ہے کہ اکبر نے قندھار بابر کے عہد و پیمان کے موافق شاہ ایران کو دیدیا تھا اور پھر کبھی اسکی فتح کا ارادہ نہیں کیا مگر ان دلوں میں ایرانیوں کے اقبال کا ستارا پہلی سی چمک دمک نہیں رکھتا تھا۔

سلطان حسین مرزا کے بیٹے قندھار کے حکمران تھے وہ مرزبان ایران کی فرمان پذیری سے باہر ہوئے۔ اور شہنشاہ اکبر کی اطاعت میں گفتار کے موافق کردار عمل میں نہ آئے اسلئے ان دنوں میں بادشاہ کے دل میں آیا کہ ایک گزیدہ سپاہ ایران کے کارکنوں کی یاوری کے لئے بھیجے۔ اگر یہ مرزا سیدھی طرح سے سمجھانے سے درگاہ والا میں آجائیں تو ان کو اور ملک اقطاع میں دیدیا جائے گا اور اُن کا آباد ملک کسی داد گر طرز دان کی پاسبانی میں سپرد کیا جائیگا اس سے شاہ ایران کی ایسی معقول مدد ہو جائے گی کہ اوزبکون کو قندھار کی فتح کا خیال نہ رہیگا اور اس

قندھار کی فتح کے لئے ایران کو بھیجنا ۹۹۹

یادری کی حسب دل خواہ صورت ہو گی - اس نے ایک سپاہ جرار اور افسران تجربہ کار قندھار کی فتح کے لئے روانہ کئے - خانخانان کو اسکا سپہ سالار بنایا - اور خواجہ محمد مقیم کو سپاہ کا بخشی مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ یہ لشکر بلوچستان کیطرف سے جائے اگر بلوچ فرمان پذیر ہوں تو انکو اپنے ساتھ سپہ آرا لیجائے ورنہ انکو مناسب سزا دے اور دادگروں کو ملک سپرد کرے - مگر پھر بادشاہ نے خانخانان کو حکم دیدیا کہ وہ ملک سندھ کو فتح کرے اور اسکی جگہ سلطان دانیال کو مقرر کر کے قندھار کی طرف روانہ کیا اور یہ سمجھا دیا کہ اگر مرزا اطاعت قبول کریں تو ان کو خسروانی نوازش کا امیدوار کرے ورنہ اس ملک کو لیکر کسی کارشناس دادگر کو دیدے - ۲۲ - تیر شہنشاہی کو مرزا دانیال دریا راوی سے پار اُترا - چوتھے روز پادشاہ بھی جو کشمیر کو جاتا تھا اُسے ملا - ۲۷ کو مشرق سے مغرب کی طرف تین سو شہاب ثاقب ٹوٹے - جسکو نجومیوں نے سفر کے لئے منحوس بتایا اسلئے شاہ اور شاہزادہ واپس چلے آئے -

اس وقت سے کہ پادشاہ کے حکم کے موافق شاہ محمد خاں قلاتی فرمان فرمائے ایران شاہ طہماسپ کے گماشتوں کو قندھار سپرد کر کے ہندوستان میں آیا تھا تو بادشاہ ایران نے اپنے برادر زادہ سلطان حسین مرزا پور بہرام مرزا کو قندھار دیا تھا - وہ ہمیشہ نیائیش نامے اور تحفے تحائف بادشاہ پاس بھیجا کرتا تھا اور اپنے تئیں بندگان شاہی میں سے گنتا تھا - اس سبب سے باوجودیکہ شاہ طہماسپ مرگیا تھا شہنشاہ اکبر کو قندھار کے لینے کا خیال کچھ نہ تھا مگر سنہ ۱۲ جلوس میں سلطان حسین شراب خوری کے سبب سے مرگیا اسکے چار بیٹے مظفر حسین مرزا - رستم مرزا - ابو سعید مرزا - سنجر مرزا تھے مردمی اور زمانہ شناسی کے سبب سے یہ آباد ملک انکو دیدیا - شاہ اسمٰعیل نے جو شاہ طہماسپ کا جانشین ہوا اپنے بھائی بندوں کی خونریزی پر کمر باندھی چند آدمی ان مرزاؤں کے مارنے کے لئے بھی مقرر کئے - ان فرستادوں کی آہستگی اور خواہشگری کے سبب سے ان کی زندگی بچ گئی شاہ ایران کو جب یہ علم ہوا تو اسنے شاہ قلی سلطان ذوالقدر کو قندھار بھیجا

سنہ ۱۰۰۲ مرزا مظفر کا پادشاہ پاس آنا

حاکم مقرر کیا۔ اسنے بداغ بیگ کو انکے مارنے اور ملک لینے کے لئے بھیجا۔ صبح کو انکا ارادہ انکے مارنے کا تھا کہ خود شاہ اسمٰعیل کے مرنے کی شہرت ہوئی۔ یہ بیگناہ بچ گئے۔ سلطان محمد خدا بندہ ایران کا پادشاہ ہوا۔ مرزاؤں کا ملک انکو دیدیا۔ مرزا مظفر حسین سب سے بڑا بھائی قندھار میں تھا۔ رستم مرزا دو باقی بھائیوں کے ساتھ زمین داور میں تھا۔ خودکامی اور جوانی کی مستی اور بدہم زبانی سے آپسمیں لڑمرے مظفر حسین مرزا شکست پاکر قلعہ کے اندر چلا گیا۔ چالیس روز تک رستم مرزا قلعہ پر جھولا کیا پھر دونوں بھائیوں میں صلح ہوگئی۔ آپسمیں ملاقات ہوئی۔ جب فرمانروائے توران عبداللہ خاں نے ہرات کا محاصرہ کیا۔ یگان سلطان افشار نے کہ فراہ میں ایالت رکھتا تھا۔ رستم مرزا کو اپنے پاس بلالیا۔ تورانی سپاہ سے لڑا اور فراہ پر قابض رہا۔ مرزا نے دوستاشناسی وغنودہ رائے سے یگان سلطان کو مارڈالا سلیمان خلیفہ خراسان سے آنکر مرزا سے ملا کہ مایہ سورش بنائے۔ مگر اس نے سعادت اختری سے نہ منظور کیا۔ لیکن اسکی یاوری سے سیستان پر جو ملک نیمروز کے نام سے زبان زد خلایق ہی غالب ہوا۔ مظفر حسین مرزا نے قابو پاکر داور زمین پر تاخت کی۔ رستم مرزا اسطرف آیا دونوں میں بڑی لڑائی ہوئی۔ مظفر حسین مرزا میں مقابلہ کی تاب نہ رہی۔ قندھار کو اُلٹا چلا گیا ہمیشہ ان دونوں کی درمیان زرپرست مگس جو آدمی ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس جاتے اور خلقت کے آرام میں خلل ڈالتے۔ جب غلبہ نے انکی پُرانی دشمنی کو بیٹھایا تو بدنصیبی سے مرزاؤں نے ایران کے پاس سے اپنے پرانے پیوند کو قطع کیا اور شہنشاہ اکبر سے بھی شائستگی کے ساتھ تعلق نہ پیدا کیا یہانتک۔ بڑے بھائی نے زمین داور کو لے لیا۔ مرزا رستم ہری (ہرات) میں آیا۔ قلات لے لیا اُسی عرصہ میں بادشاہ کی سپاہ کے آنے کا غل مچا۔ مرزا رستم نے شریف خاں اتکہ حاکم غزنین کے سامنے [illegible] کی داستان پڑھی اور اس دستاویز سے بادشاہ کی خدمت میں نیازنامہ بھیجا اور آستان بوسی کا قصد کیا۔ بادشاہ نے دلدہی کا فرمان میرک جلائر اور مہتر ابراہیم کے ہاتھ بھیجا۔ سرا[illegible] کے اقطاع ذ[illegible]دن مگر کے نام حکم بھیجا کہ مرزا کی

بزرگ داشت میں اہتمام کریں ۔غرض نہایت آؤ بھگوت کے ساتھ وہ ۱۲ ار مہر کو دسہرہ کا جشن تھا پادشاہ کی خدمت میں آیا پادشاہ نے اسکو منصب پنج ہزاری عنایت کیا ۔ملتان اور بہت سے پرگنے اور بلوچستان جو قندھار سے کہیں زیادہ تھے عنایت کئے ۔نقارہ اور علم عنایت ہوا۔

جب زمانہ میں مشہور ہوگیا کہ پادشاہی لشکر قندھار کی فتح کے ارادہ سے آتا ہے رستم مرزا تیز دستی کرکے پادشاہ کا آستان بوس ہوا تو مظفر حسین مرزا نے اپنی ماں اور بڑے بیٹے بہرام مرزا کو بھیجکر پادشاہ سے پناہ مانگی یہ دونوں باریاب ہوئے اور انکی آرزو قبول ہوئی قرا بیگ کو جو اس خاندان سے قدیمی پیوند رکھتا تھا اور مرزا بیگ کو بھیجا کہ مرزا کو نوید بخشایش پہنچا کر درگاہ میں لائیں اور اُس ملک دیدبانی شاہ بیگ کے حوالہ کریں ۔

جب قرا بیگ اور مرزا بیگ قندھار کے قریب آئے تو مرزا مظفر حسین نے انکا استقبال کیا اور منشور والا سے خوش ہوا اور درگاہ والا کا قصد کیا ۔شاہ بیگ کو قلعہ کشادہ پیشانی سے حوالہ کیا اور سکہ پادشاہی جاری کیا ۔خطبہ میں نام پڑھوایا شاہ بیگ خاں نے مرزا کی طرح طرح کی یاوری کی اور زہ و زاد اور دو ہزار قزلباش ہمراہ کرکے روانہ کیا بے آویزش کے یہ آباد ملک پادشاہ کے ہاتھ میں آیا اور ایک بزرگ نژاد پریشانی سے بچا اوزبک بھی اس ملک کی فتح سے کچھ عنان کش ہوئے ۔کسان کسی قدر آسودہ ہوئے ۔الوس ہزارہ اور افغان اور سرکش زمینداروں کی مالش مناسب ہوئی۔

داور اور گرم سیر دو آباد مقام قندھار سے تعلق رکھتے ہیں ۔جب سپاہ شاہی کے آنے کی شہرت ہوئی تو اس سرزمین کے بڑے بڑے آدمیوں نے جمع ہوکر خیرہ دستی کرنی شروع کی ۔اوزبک ناکام چلے گئے ۔ان دنوں میں سلطان محمد اوغلان [illegible] تنگبر بردی و مراد خاں اور بعض اور کین توزی پر آمادہ ہوئے اور حصار کا گھیرہ کیا ۔

جب شاہ بیگ خاں آیا تو زمیندار دادخواہ آئے ۔پادشاہ کے حکم [illegible]

مظفر حسین مرزا کی معذرت سنہ ۱۰۰۲ھ اور شاہ بیگ کا قبضہ قندھار پر اور داور اور ملک گرم سیر [illegible]

انکی یا وری میں متردد تھا کہ اس گروہ میں سے بعض نے قندھار کے قریب لوٹ مچائی قلعہ بسے کو مرزا عوض نے بزور لے لیا۔ شاہ بیگ نے اُسکو سمجھایا۔ مگر جب وہ نہ سمجھے تو وہ لڑنے کھڑا ہوا۔ مرزا نے بیتری کو استوار کیا اور لڑا اور تھوڑے عرصہ میں گرفتار ہو گیا اور قلعہ فتح ہوا شاہ بیگ نے ہلمند سے گذر کر زمین داور پر تاخت کی۔ غنیم جلد قلعہ وتزنور میں داخل ہوا اور تعاقب کے سبب سے وہ ہرات کیطرف بھاگا لشکر شاہی وہاں سے پھر کر زمین داور میں آیا۔ گرم سیر بھی بے آویزش کے ہاتھ آگیا۔ نورانی سپاہ کی آنکھیں کھُلیں۔ قل بابا سپہ آرای خراسان کو اسکے پاس اندیشہ ہوا۔ وہ دوربینی کرکے بادشاہ کی سپاہ کے ساتھ دوستانہ پیش آیا۔

مظفر حسین قندھار سے چلکر ۵ رشہریور ۱۰۰۴ کو بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ سو اسپ عربی اور اسباب نذر میں دیا۔ ان میں ایک مہرہ عجیب تھا کہ وہ سانپ کاٹے آدمی کا زہر چوس کر اچھا کر دیتا تھا۔ بادشاہ نے پنج ہزاری منصب اور قندھار سے بڑی اقطاع سنبل اُسکو عنایت کی اور بہت نقد وجنس دیا اسکے چار بیٹے بہرام مرزا۔ حیدر مرزا۔ الفاس مرزا۔ طہماسپ مرزا تھے انکا اور انکے ہمراہیوں کا دلی مقصد برآیا۔

قندھار کے قریب ایک اُستوار قلعہ سیوی ہے پہلے زمانہ میں وہ مرزبان بھکر پاس تھا۔ بہت دنوں سے بنی افغان اسپر غالب تھے سید بہاء الدین بخاری تیول دار اچھ اور بختیار بیگ اقطاع دار سیوستان اور میر ابو القاسم ملکی جاگیردار بھکر اور میر معصوم اور سپاہ ملتان پاس فرمان شاہی گیا کہ اول وہاں جاکر اندرز گوئی سے قلعہ کو فتح کریں اور اگر وہ نہ سُنیں تو سزا سے مالش کریں۔

سو ۲۰۴ ھ کے لشکر اس ارادہ سے یہاں آیا کنجابہ کے زمینداروں اور اسطرف کے اور سرداروں نے جیسے کہ داؤد خاں [illegible] دریا خاں [illegible] اطاعت کی رسوم استقدریانہ کو قلعہ کے [illegible] [illegible] پہنچے پانچہزار آدمی لڑنے کو [illegible] کچھ لڑکر حصاری ہوئے

فتح سیوی کی فتح ۱۰۰۴ ھ

جب محاصرہ حصار رہا تو انہوں نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں اس فتح سے قندھار اور کیچ اور مکران قلمرو میں آ گئے۔ اس جنگل میں پانی کی کمیابی سے لشکر شاہی سراسیمہ تھا کہ ایک خشک ندی میں پانی آ گیا جس سے وہ پُر آب ہو گئی۔ الوس کا کرمد تونسے زیردستوں کو ستاتے اور قندھار کی راہ پر لوٹ مار مچاتے۔ آغاز دے میں شاہ بیگ خاں انکی سزا کے لئے چلا اُس نے انکے بڑے بڑے سنگر توڑے۔ سرکشوں کے سر کاٹے ایک گروہ کو فرمان پذیر کیا۔

بلوچستان کی تنبیہ کی بھی ہدایت لشکر کو ہوئی تھی بلوچوں کا حال یہ تھا کہ وہ کبھی بادشاہ کی نیکوخدمتی سے باز رہ کرنا فرمانی اسلئے کرتے تھے کہ وہ بادشاہ کو اپنے سے دور جانتے تھے اور اپنے مقامات کو نہایت مستحکم سمجھتے تھے۔ بادشاہ تباہ کاروں کے تباہ کرنے کو نیک سگالوں کے ساتھ نوازش کرنا سمجھتا تھا۔ اسلئے اُسنے پہلے بھی ۹۸۶ھ ۲۳ پنجاب کے بعض امرار کے پاس فرمان بھیجا تھا کہ بلوچیوں کے مقامات میں جائیں اور انکو سزا وار سزا دیں جب بلوچیوں نے بادشاہی لشکر کی تیاری کا آوازہ سنا تو ان میں جو مغرور بیٹھے تھے وہ بندگی اختیار کرنے کو تیار ہوئے اور بینائی اور دور اندیشی کے سبب سے اپنے عاقل کارواں بادشاہ پاس بھیجکر زینہار کے خواستگار ہوئے شہریار انکی اس نیازمندی کو خدمت سمجھا اور فرمان بھیجدیا کہ لشکر واپس چلا آئے۔ بادشاہ کی نیت میں تو یہ تھا کہ اہلِ جہاں فرمان پذیر ہوں کہ کثرت میں ظل وحدت نظر آئے۔ خلائق عامہ کی آسودگی اور آرامش کا انتظام ہو۔ اسکا حال اور زبردست چیرہ دستوں کا سانہ تھا۔ کہ کسی کی لغزش کو مالش کا بہانہ بنا کے خون ریزی اور مال اندوزی سے فراغت ہی نہ پائے۔

الوس کا اپنی بدگوہری اور اپنے مقامات کی استواری کے سبب سے زیردستوں ستا رہے تھے اور قندھار کے راستہ میں قزاقی کرتے تھے۔ شروع ماہ دی میں شاہ بیگ ان کو سزا دینے آیا۔ اُس سے خوب لڑائیاں ہوئیں اور شاہ بیگ نے اُن کے بڑے بڑے سنگر توڑے۔ بہت سے ان میں سے مارے گئے کچھ آوارہ کچھ فرمان پذیر ہوئے۔

معاملات و مہمات دکن

راجہ کچھی کا ایلچی آنا ۹۸۱ھ

۹۷۷ھ میں راجہ کچلی نے اپنا ایلچی بھیجا۔ راجہ اقصائے ہندوستان میں ولایت ملیبار کے قریب زمیندار تھا۔ اس نواح میں کوئی زمیندار اسکی برابر مملکت و دولت میں نہ تھا وہ جوگیوں کا معتقد تھا۔ سال بھر میں ایک دفعہ جوگی بن کر جوگیوں کا احترام کرتا تھا۔ وہ شہنشاہ اکبر کی صفات باطنی کا معتقد تھا وہ چاہتا تھا کہ پادشاہ کی خدمت میں اس دیار کے نفائس بھیجکر اپنی عقیدت ظاہر کرے۔ مگر بادشاہ بہت دور تھا۔ راہ میں پہاڑ اور بہت سے سدراہ۔ بے امن و عافیت راہ۔ کسی کو یہ حوصلہ نہیں پڑتا تھا کہ ایسی پرخطر دور و دراز کی راہ کو طے کر کے پیشکش کو پادشاہ تک پہنچائے۔ اور راہ میں لوٹ مار سے بچ جائے مگر ان دنوں میں اُسکے وزیرزادہ نے یہ ہمت کی کہ بغیر مال و اسباب کے پادشاہ کیخدمت میں تنہا آیا۔ راجہ نے کہا کہ بہترین متاع عالم میں اخلاص حقیقی ہی مگر اسکے ساتھ حقوق ظاہری کا ادا کرنا بھی ضرور ہی۔ اگر میرا سب مال و متاع پادشاہ کی نذر میں تو لیجاے تو اسکی نظر میں کچھ نہیں جچیگا اسلئے میں ایک کارد دیتا ہوں اگرچہ وہ کچھ مالیت نہیں رکھتی مگر اُس میں یہ خاصیت ہے کہ جس سوجھن پر ملی جائے وہ اُتر جائے۔ وزیرزادہ پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ کارد ہدیہ میں دی۔ پادشاہ کہا کرتا تھا کہ دوسو آدمیوں کا ورم اسکے ملنے سے اچھا ہو گیا ہے۔ کارد بہت احتیاط سے رکھی جاتی تھی۔

میر محسن رضوی [illegible]

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ اول یورش گجرات میں میر محسن رضوی مشہدی کو نظام الملک حاکم احمد نگر پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ محمد حسین مرزا اور اور سرکشوں کو جو دکن میں جمع ہو گئے تھے پکڑ کر حوالہ کرے۔ اِسنے یہ تو نہیں کیا مگر اپنے ملک میں انکو رہنے نہیں دیا پیشکش لائق اپنے معتمدوں کے ہاتھ بھیجکر دولت خواہی کا اظہار دیا۔ میر مذکور نے دکھنیوں کی ناشکیبائی کو یوں بیان کیا کہ پادشاہی لشکر کی فتوحات سے انکی عجب حالت ہو رہی ہے کہ اپنے شہروں سے مال و اسباب کو پہاڑوں کی اندر بھیجکر نگہبانی کرتے ہیں۔ مگر

شہنشاہ تو اہم کو مہم پر تقدیم دیتا تھا اس لئے دیار شرقی کی فتح کو مقدم جانا۔ اور دکن کی فتح کو اور وقت پر موقوف رکھا۔

باقی خاں کو نظام الملک دکنی کے پاس اسکی رہنمائی کے لئے بھیجا تھا نظام الملک نے اپنے معتمدوں میں سے وفا خاں کو بھیجا۔ اُس نے احکام پادشاہی کو مانا۔ وہ ۱۵ رخرداد ماہ الٰہی ۹۸۵ھ ۲۲ کو کورنش بجالایا اور نفیس ہاتھی اور اس دیار کے نفائس پیشکش میں دئے۔

اگرچہ عادل خاں حاکم بیجاپور پادشاہ کا مطیع نہیں تھا مگر اور حکام دکن کی طرح ہمیشہ اپنے آدمی کاردان اور پیشکش بھیجتا رہتا تھا کہ جس سے اپنا ذکر پادشاہ کی مجلس میں یاد دلاتا رہتا تھا ان دنوں میں ایک طرزدان اور شیوابیان ایلچی پیشکش لیکر آیا تھا پادشاہ نے اسکو جانے کی اجازت دی اور حکیم علی کو اسکے ساتھ بیجاپور بھیجا کہ عادل خاں کو نصیحت کردے کہ وہ اطاعت شاہی شائستہ طور پر کرے ورنہ لشکر شاہی زبردستی اسکو مطیع کریگا۔ عادل شاہ حکیم علی کو رخصت کرنے کو تھا کہ اُسکا ساغر زندگی لبریز ہوا۔ اگرچہ مرزبانان دکن لوازم بندگی اور فرمان پذیری کو شائستہ طور پر نہیں بجالاتے تھے مگر اپنی عرائض اور پیشکش بھیجتے رہتے تھے جس سے ایک تعلق پادشاہ سے معلوم ہوتا تھا۔ قطب الملک والی گلکنڈہ نے ایک عرضداشت مع اس دیار کے تحائف کے بھیجی پادشاہ نے اسکو قبول کیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر کا چھوٹا بھائی برہان الملک تھا۔ جب حسین نظام شاہ والی احمد نگر کی زندگی ختم ہوئی تو اُسکا بڑا بیٹا مرتضیٰ نظام شاہ باپ کا جانشین مگر حقیقت میں اسکی ماں حکمران ہوئی۔ یہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو باپ کی طرح چاہتا تھا اور سب سے زیادہ بزرگ رکھتا تھا مگر زمانہ کی گردش ایسی آئی کہ سوشش طلب فتنہ انگیزو سبب سے اُسنے ماں اور بھائی دونو کو مقید کردیا اور ہر ایک کو ایک قلعہ میں بھیجدیا۔ وہ فقیر ہوگیا یا دیوانہ کہ آدمیوں [illegible] ملنے سے بھاگتا تھا اور سلطنت کا سارا کام

جمال الدین حسین کو سپرد کیا وہ مرغبازی سے نظام کا ہمزبان ہوا تھا پھر اسکو آصف خاں کا خطاب ملا تھا۔ جوانی کی مستی میں آنگروہ خود سر ہوگیا۔ مرتضیٰ نظام ایسا خلوت نشین ہوا کہ خلق کو اُسکے مرجانیکا یقین ہوا۔ وہ بیدر گیا ہوا تھا۔ اس سبب سے ایک شورش برپا ہوئی۔ انہیں دنوں میں برہان الملک قلعہ دار کی یاوری سے قلعہ سے باہر نکلا اور شورش برپا کی۔ پانچ چھ ہزار آس پاس کے اوباش جمع ہوگئے مگر اسکی عقل زندان میں اور بخت خواب میں تھا۔ ناگاہ اسکی خبر مرتضیٰ نظام الملک کو ہوئی تو وہ احمد نگر میں آیا خلق نے جانا کہ وہ زندہ ہے پھر برہان الملک کا ہنگامہ افسردہ ہوگیا اُسنے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ مدت سے میں خلوت نشین ہوگیا ہوں اور آدمیوں کے ملنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے میرا بھائی طلبگار حکومت ہے اب سب مجھکو چھوڑ کر اُس سے جا ملو۔ ہمراہیوں نے یہ گذارش کی کہ سزاوار یہ ہے کہ ان فرومایوں کو شکست دیکر حضور یہ خیال کریں تو گنجایش ہے ورنہ لوگوں کو حقیقت کار پر اطلاع نہیں ہوگی۔ اور حضور کی زبونی اور ناتنومندی پر گمان ہوگا۔ اس گذارش سے وہ خوش ہوا اور اپنے دل سے جنگ پر مستعد ہوا۔ باوجودیکہ اُس پاس سپاہ کم تھی مگر ہمراہیوں کی خیر سگالی و وراستی سے لڑائی کی نوبت نہ آئی اور برہان الملک کے پاس سے گروہا گروہ آدمی الگ ہوکر اُس پاس آگئے اور برہان الملک حدود بیجاپور میں زمینداروں کے پاس پناہ مانگنے گیا اور وہاں سے عادل خاں حاکم بیجاپور پاس گیا۔ یہاں بھی اسکا افسوں اور حیلہ سازی کارگر نہ ہوئی تو جوگی بن کر احمد نگر میں آیا اور چھپ کر آدمیوں کو اپنے پاس جمع کیا اور اُن سے عہد و پیمان باندھا۔ مگر بھانڈا پھوٹ گیا تو وہ مرزبان بکلانہ کے پاس گیا وہاں سے ناکام ہوکر بندر بار میں قطب الدین سے ملا اور اُس کے ذریعہ سے ۱۱ امرداد ۹۹۱/۲۸ سنہ کو بادشاہ کا آستان بوس ہوا۔ بادشاہ ہمیشہ مصیبت کے ماروں پر مہربانی کیا کرتا تھا اسکو اپنی عاطفت سے سربلند کیا دو سال کے اندر ایک اور برہان الملک پر جمال الدین انکو نے سفارش کر کے پیش کیا۔

اور وہ پادشاہ کے الطاف سے بلند پایہ ہوا۔ ایک دن دونوں کو روبرو بلاکر تحقیقات کیگئی تو
معلوم ہوا کہ وہ حکیم الملک کا بیٹا ہے۔ نظام الملک کی ماں نے اُسے پرورش کرکے بیٹا بنایا تھا وہ
خوف میں آنکر بے محابا بھاگا۔ اسکو پادشاہی آدمیوں نے گرفتار کرکے زندان میں بھیجدیا۔

پادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ دکن کے مرزبانوں کی پیرایش اور زیردستوں کی آرایش کرے
اسلئے اسنے خان اعظم کو گڈھہ اور رائسین اور اسکے حواشی اقطاع میں دیکر دکن کو روانہ کیا اور یہ
نصیحت کی کہ جو رئیس رعیت پر ظلم کرتے ہیں اُنکی سیاست عمدہ روش سے کیجاے اور رعیت
کی تسلی وغمخواری سعادت منش خیر سگالوں کے حوالہ کیجائے اور اپنی پیشگاہ سے عبدالمطلب
خان وراجہ اسکرن وشیرویہ خاں ومیر جمال الدین حسین انجو وبرہان الملک دکنی و...
عبدالرحمن ونوید بیگ وحاجی عبداللہ کاشغری وسلیمان قلی ترک وعلی مراد وشیر محمد وعلی قلی
اور بعض جوانمردوں کو رخصت کیا اور ہر ایک کو حکم ہوا کہ اپنے اپنے تیول میں جاکر یورش
دکن کا سرانجام کرنا پیش نہاد خاطر رکھیں۔ شہاب الدین احمد خاں وشریف خاں وتولک خاں
ورائے دُرگا وسانجی خاں وحکیم عین الملک وبازبہادر وشیخ عبداللہ ومدھکر وجگمن وکشن داس
اور امراء مالوہ کو حکم ہوا کہ لشکر دکن کے ہمراہ جائیں اور صوبۂ اجمیر میں آصف خاں کو حکم ہوا کہ وہ
اس ناحیہ سے کچھ سرداروں کو بھیجے۔

خواجگی فتح اللہ کو بخشی اور مختار بیگ کو دیوان لشکر مقرر کیا۔ راجہ علی خاں مرزبان خاندیس کے پاس
میر فتح اللہ شیرازی کو عضد الدولہ کا خطاب دیکر روانہ کیا کہ وہ اسکو رہنمونی کرے اور بعض اور
کارشناس صلح پسند ہمراہ کئے کہ اگر مناسب ہو تو وہ اور حکّام دکن کی نصیحت
گری کے لئے بھیجے جائیں۔

خان اعظم مرزا کوکہ اپنے لشکر کو ہنڈیہ میں لے گیا اور یورش کا سامان کرنے لگا۔ ایک گروہ
کو بھیجکر سالوٹی گڈھہ (سالوی) کو ناہرراؤ سے چھین لیا وہ اماں مانگ کر ملگیا۔ پادشاہ نے
اسکو مالوہ میں عمدہ تیول دیدی اور نندبند ارکھی آن ملے۔ خوب ہنگامہ گرم ہوگیا۔ جب

پادشاہ کا دکن پر لشکر بھیجنا ۹۹۳

سب امراکہ نامزد ہوئے تھے فراہم ہوگئے تو اُن میں دوروئی اور دہ زبانی شروع ہوئی سپہ سالار ان پر بدگمان ہوکر سراسیمہ ہوا۔ کام کا ڈھنگ بگڑ گیا۔ شہاب الدین احمد خاں رنجیدہ ہوکر اپنی جاگیر کو چلا گیا۔ سپہ آرا نے اُس سے لڑنے پر آستینیں چڑھائیں۔ نیک آدمیوں کی کوشش سے اویزش نہ ہوئی مگر آمیزش بھی نہ ہوئی۔ احمقوں کی باتوں سے تونک خاں پر جو امرار بابری میں سے تھا تہمت رکھی گئی اور قید خانہ میں بھیجا گیا۔ امیر فتح اللہ شیرازی بہت تکلیف اُٹھا کر خاندیس سے ناکام آیا اور غمزدہ ہوکر گجرات میں خانخاناں پاس چلا گیا۔ غرض بیجا توقعوں اور پراگندہ غرضوں سے سپاہ چندی اور جگونگی میں کم ہوئی۔ غنیم جو اسکی ہیبت سے لرزرہا تھا اسپر شیر دلیر ہوا۔ راجہ علیخاں حا خاندیس و فرہاد خاں و جمشید خاں و اژدر خاں و میر تقی اور اُمرا ربرار و احمد نگر لشکر فراہم کرکے لڑنے کے قصد سے آئے تو اُمرار شاہی جاگے اور رازگوئی کی مجلس جمع کی۔ مگر جس مجلس میں دوست دشمن سے اور مدارا کو مداہنہ سے نہ جدا کرسکیں اُس سے کسیطرح کوئی کام سرانجام نہیں پاسکتا ہے اور کوئی ارادہ پورا نہیں ہوسکتا ہے آپس کی نااتفاقی سے لڑنے کی قوت نہ تھی اور سب کی ہمت کارزار سے قاصر تھی۔ غنیم کی برابر سے کنارہ کش ہوکر برار کی طرف چلے یہ مُلک دکن میں مالوہ سے ملا ہوا ہے۔ پرتال کو ایک گوشہ میں بھیجکر جلد جلد چلنے لگے اس راہ میں زمیندار ہیتا راؤ کو جو رہنما تھا دوروئی کے وہم سے مار ڈالا بے علمی سے نواحی کھرلہ میں سپاہ کے ایک گروہ کو ایلغار کرکے بھیجا مگر کچھ کام نہ نکلا اور بہت گزند جانوروں کو پہنچا بہت تنگا دو کرکے برار کو خالی پایا اور اسکو لوٹا روز نوروز وزیر اس سرزمین کے دارالملک ایلچ پور کو غارت کیا۔ ایک جماعت کا یہ ارادہ تھا کہ احمد نگر تک باگ نہ موڑی جاوے۔ دوسری جماعت کہتی تھی کہ اس آباد ملک کی حفاظت کرنی چاہیئے اور بتدریج آگے بڑھنا چاہیئے۔ دونوں باتوں میں سے ایک بات نہ ہوئی لشکر بہت سی غنیمت لے کر گجرات کی طرف چلا۔ اس میں یہ سوچا گیا کہ اگر غنیم آجائے اور کام میں دشواری پیدا ہو تو گجرات کی سپاہ یاوری کرے۔ اور اندوختے

ہاتھ سے نہ جائیں مخالف اس مراجعت سے حیرت میں ہوا اور چارہ کار کے درپے ہوا۔ توپخانہ اور لشکر کو چھوڑ کر وہ پیچھے سے آیا اور رہنڈیہ کو لوٹ لیا اور اسمیں آگ لگا دی۔ لشکر شاہی نے سخت گریووں میں سفر کرنے کی طاقت نہ تھی بہت سے انمیں سے نہیں پہنچ سکتے تھے بازگشت میں لشکر شاہی کو فتح کی صورت دکھائی دی۔ قراول دور دور پھرتے تھے قصبہ چاندپور کے نزدیک زمینداروں سے لشکر کی کچھ لڑائی ہوئی۔ بہت مال ہاتھ لگا۔ مگر حاجی عبداللہ سلطان کاشغری ہلاک ہوا خاندیس کے نزدیک محمد قلی اوزبک غنیم سے جدا ہو کر شاہی لشکر سے آن ملا۔ مخالف کی کمی اور کمزوری بیان کرکے اُسنے کہا کہ باگ پھیر کر دشمن سے لڑائی کیجائے تو فتح ہو مجھے پابند رکھ کر ہمراہ لیچلو اگر میرا کہنا سچ نہ ہو تو گردن اڑا دو مجلس مشورہ ہوئی تجربہ کاروں کی کوشش سے بیکار قرار پائی۔ ایک دن آمادگی میں گذرا۔ سپہ آرا کے ڈرپوک پنے سے صبح کو کوچ کا نقارہ بجا اور بغیر ایک دوسرے کے آگاہ کرنیکے گرم رفتار ہوئے۔ رات کو پیرتال اور چوپائے چلتے۔ دن کو امرا کوچ کرتے اس طرح چلنے سے غنیم کا دل بڑھتا تھا اور اُنکے پیچھے دلیرانہ چلا آتا تھا۔ دو دفعہ ہراول اور چند اول میں کچھ لڑائی ہوئی مخالف کو شکست ہوئی۔ اگرچہ کارزار میں کچھ قابو نہ چلا اور دکن جو ہاتھ آیا تھا وہ بھی گیا مگر غنیمت بہت ہاتھ لگی ۲۲ فروردین ۹۹۴ھ ۳۱ الٰہی کو لشکر نے ندربار میں آن کر آرام کیا۔ اس سے پہلے چند دکنیوں نے دنگہ فساد کیا تھا قلیچ خاں کے گماشتوں نے رعیت کی تیمارداری سے پہلوتہی کی تھی مگر لشکر آجانے نے شورش کی جڑ کاٹ دی۔ خاندیس کی انتہا سے مخالف نکلا۔ خان اعظم جریدہ گجرات خانخاناں کے پاس اس خیال سے چلا گیا کہ اس ملک کی سپاہ سے یاوری مانگے۔ خانخانان نے اس کی تنظیم کی اور تھوڑے عرصہ میں عمدہ لشکر اسکی ہمراہی کے لئے تیار کر دیا مگر بدگوہروں کی یاوہ گوئی سے اب کچھ اور قصد ہوا۔ میرابوتراب کو دکنیوں کے پاس آشتی کے لئے بھیجا اور ہر ایک اپنی جاگیر کو چلا گیا۔ غنیم کو اس سرگذشت سے

خوشی ہوئی اور اُس نے پیشکش بھیجی - مرزا کوکہ نے حوالی منڈو میں حمیر جیت پوری کو سزا دی وہ مالوہ کے
زمینداروں میں سے تھا - جسوقت کہ لشکر برار کو گیا تو ملک کو خالی دیکھکر منڈو کے بعض مقامات
کو لوٹ لیا اور جلا دیا -

برہان الملک کا فتح دکن کے لئے پادشاہ کا بھیجنا سنہ ۹۹۷ھ

پادشاہ نے ۹ خرداد ۳۴ سنہ ۹۹۷ کو برہان الملک کو لشکر تیراہ سے بُلا کر دکن کی فتح کو روانہ کیا اسکا بڑا
بھائی مرتضیٰ نظام الملک جبتک احمد نگر میں فرمان روا رہا رعیت و لشکر کچھ سُکھ چین سے رہتی تھی
گو وہ سودائی اور خلوت گزیں تھا مگر انصاف اسکے عہد میں ہوتا تھا اسلیئے پادشاہ نے برہان الملک
کو جو اسکی پناہ میں آیا لشکر دیکر نہیں بھیجا تھا - مگر جب مرتضیٰ مرگیا اور دکن میں شورش برپا ہوئی تو
پادشاہ نے برہان الملک کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا - اسکی سرگذشت یہ ہی کہ شاہ قلی گرجی کو فرمان
روائے ایران شاہ طہماسپ نے تحفے دیکر بھیجا تھا - اسنے دکن میں بڑا اعتبار پیدا کیا
اور صلابت خاں کے خطاب سے سربلند ہوا - بارہ سال میں مرتضیٰ سودائی کے
عہد میں وہ مہمات ملکی و مالی میں با اختیار رہا - مگر اس سبب سے کہ مرزبان میں عقل نہ تھی
اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا اپنے پاگل پنے سے حکم دیدیا کہ صلابت خاں
کو فلاں قلعہ میں بند کردو اس شائستہ خدمت نے خود اپنے تئیں پابزنجیر کر کے
اس قلعہ میں پہنچا دیا - ہر چند سرداروں نے سمجھایا کہ اس احمق کے کہنے سے زندان میں
نہیں جانا چاہیئے - مگر سود مند نہ ہوا - اُسنے کہا کہ اپنے خداوند کے فرمانے سے باہر نہیں جانا
چاہیئے - اسکے بعد ایک ناپارسا عورت نے اُسکے سودائی مزاج میں دخل پایا اور اسکا
بھائی اسمٰعیل ملکی شغلوں میں مصروف ہوا اور اُسکی یاوری سے مرزا خان سبزواری
نے اعتبار پایا - اس فرومایہ نے مرتضیٰ کے بیٹے میران حسین کو جو قلعہ دولت آباد میں
قید تھا لاکر فرمانروا بنایا اور سودائی کو مار ڈالا - تھوڑے عرصہ میں نفاق پیدا
ہوا اور آپس میں کیس توزی شروع ہوئی یہاں تک کہ مرزا خان نے قابو پا کر
میران حسین کو زندانی بنایا اور برہان الملک کے بیٹے اسمٰعیل کو نظام الملک بنایا

جمال خاں دکنی نے بہت سے آدمیوں کو جمع کرکے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ مرزا خان نے اُس نادانی کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا وہ سمجھا یہ تھا کہ میران حسین کے سر کو دیکھکر اسکے ہواخواہ پست و شکست ہو جائینگے مگر وہ اور گرم اور چست ہو گئے۔ اُنہوں نے قلعہ کو توڑا مخالف پوشیدہ بھاگ گئے مگر سب گرفتار ہو کر مارے گئے۔ بس اسمٰعیل کو ناگزیر نظام الملک ماننا پڑا اُس نے کیں توزی سے تورانیوں اور ایرانیوں کو مارا اور تین ہزار بیگناہوں کا خون اپنی گردن پر لیا۔

اب بادشاہ کہ کشمیر کی سیر کو گیا تھا اور برہان الملک کو اُسنے کابل اور سندھ کے ودیاں افغانوں سے لڑنے بھیجا تھا وہاں سے بُلا یا اُسکو نصیحتیں کرکے دکن کو روانہ کیا۔ سپہ آرا ے مالوہ خان اعظم کو اور راجہ علی خاں مرزبان خاندیس کو اور امرا کو حکم ہوا کہ عمدہ لشکر کا سامان کرکے اسکے ساتھ کریں اور ایسی ہمت کریں کہ اس ملک پر جلد غلبہ ہو جائے۔

جب فرمان شاہی خان اعظم مرزا کوکہ کو پہنچا تو اُس نے چاہا کہ ایک منتخب لشکر اسکے ہمراہ کرے مگر برہان الملک نے کہا کہ سپاہ کا بہت ہونا آسان کام کو دشوار کردے گا اور دکنی جلد گرویدہ نہیں ہونگے بلکہ متوحش ہونگے ان کو صلح سے مطیع کرنا چاہتا ہوں اسلئے خان اعظم نے چغتائی خاں وچندہ خاں کو اور دو ہزار سوار اور تین سو بندوقچیوں کو اسکے ہمراہ کیا۔ برہان الملک کالی بھیت کی راہ سے برار میں آیا۔ ایلچپور کو داہنی طرف چھوڑ کر دانا پور کو دوڑا۔ جہانگیر خاں تھانہ دار اور بعض اور زمیندار لابہ گری سے پیش آئے مگر اسکے تنگ حوصلہ ہمراہیوں نے انہیں قبول نہیں کیا انسے لڑنے کھڑے ہوئے چغتائی خاں کو بندوق سے مارا اور چندہ خاں زخمی ہو کر اسیر ہوا۔ برہان الملک ناکام مالوہ میں آیا۔ اپنی تباہ سگالی کا عوض پایا۔

اول دفعہ برہان الملک دکن سے ناکام پھر کر اپنی اقطاع میں مالوہ کے اندر بسر کرنے لگا۔ ان دنوں میں خان اعظم تو گجرات گیا اور شہاب خاں کا انتقال

ہوا تو راجہ علیخاں مرزبان خاندیس پاس برہان الملک گیا۔ پادشاہ کے حکم کے سبب سے راجہ علیخاں برہان الملک کی یاوری میں سرگرم ہوا۔ عادل خاں مرزبان بیجاپور سے یہ امر قرار پایا کہ جب وہ احمد نگر کی طرف جائے تو اسطرف وہ لشکر لائے۔ جمال خاں نے آ کر احمد نگر نے ان دونوں سپاہیوں کے فراہم ہونے کے خوف سے یہ چالاکی کی کہ پہلے اس سے کہ برہان الملک نزدیک ہو اسمعیل کو لے کر بیجاپوریوں سے لڑنے گیا اور تھوڑی لڑائی میں غالب ہو گیا۔ جب برار میں برہان الملک آیا تو امجد الملک و عظمت الملک و سیف الملک و شجاعت خاں و جہانگیر و حیدر خاں و عزیز الملک اور اور سردار اس سے آ کر ملگئے۔ اب بے جنگ کے اس ملک برار سے اس کی خاطر جمع ہو گئی۔ جس روز جمال کو اسکی اطلاع ہوئی وہ سبک رو ہوا۔ اور سر رشتہ تدبیر کو چھوڑ۔ شائستہ آمادگی بغیر گریوہ مرداپور کے نزدیک عرصہ نبرد آراستہ ہوا دوربینی کے سبب سے برہان الملک کو راجہ علی خاں و امراء برار سے دور رکھتا تھا اور خود کارزار میں آتا تھا اور ہنگامہ جنگ گرم کرتا تھا اس زد و خورد میں جمال خاں کے بندوق لگی اور جان گئی لشکر دکن پراگندہ ہوا اور برہان الملک کو فتح ہوئی۔ تھوڑے عرصہ میں اسمٰعیل گرفتار ہوا اور قیدخانہ میں ڈالا گیا۔ مرزبان خاندیس تھوڑے آدمی ساتھ لے کر خود چلا آیا اور برہان الملک تھوڑے عرصہ میں احمد نگر پر دوڑ کر گیا اور سارے ملک پر غالب آیا۔

احمد نگر پر جب برہان الملک کا تسلط ہوا تو اُسے چاہیئے تھا کہ وہ پادشاہ کی سپاس گذاری ایسی کرتا کہ اس سرزمین کے اور مرزبانوں کا سرمایہ فرمان پذیری ہوتا مگر اسکو کامروائی کا نشہ ایسا چڑھا کہ وہ پادشاہ کی طرح طرح کی نوازشوں کو بھول گیا اور رعایا کو آزار دینے لگا اور اوروں کے نقصان میں اپنا فائدہ جاننے لگا۔ پادشاہ نے اپنی بخشائش منشی سے یہ سوچا کہ برہان الملک کو راجہ علی خاں نے مسند حکومت پر بٹھایا ہے اسلیئے اول اسکے پاس اور کوئی

بادشاہ کا شاہان دکن پاس ایلچیوں کا بھیجنا سنہ ۹۹۹

کار آگاہ بھیجا جاوے اور اسکے مشورہ سے برہان الملک کو نصیحت کیجاے اور مرزبانوں کو بھی فہمایش کیجاے اگر وہ سن لیں تو انکی بدی کے مکافات سے درگذر کیجاے اور وہ نہ مانیں تو پھر لشکر سے اسکی خبر لیجاے

اس سال کے شوال مہینے میں بادشاہ نے اپنے مخصوص ملازموں کو دکن کے حاکموں کی رسالت کے لئے منتخب کیا۔ ملک الشعرا شیخ فیضی کو راجہ علیخاں حاکم اسیر و برہانپور پاس اور خواجہ امین الدین کو برہان الملک پاس کہ احمد نگر میں اولیاء دولت کی مدد سے حکومت کرتا تھا اور میر محمد امین کو عادل خاں حاکم بیجاپور پاس اور مرزا منیر کو قطب الملک حاکم گول کنڈہ پاس روانہ کیا۔ اور شیخ فیضی کو یہ بھی حکم تھا کہ وہ راجہ علی خاں کے پاس سے ہوکر برہان الملک پاس بھی جائے۔ ابو الفضل کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالت سے مطلب یہ تھا کہ اور ریاستوں کی بھی مرضی معلوم ہو کہ برہان الملک سے لڑنے کے باب میں کیا ہے۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حاکمان دکن سے درخواست کی گئی کہ وہ اکبر کی شہنشاہی کو قبول کر کے اطاعت کریں۔ تاریخ فرشتہ میں تو یہ لکھا ہی کہ شاہان دکن نے اکبر کی شہنشاہی کو نہیں تسلیم کیا۔

نظام الدین نے لکھا ہے کہ برہان الملک نے لائق پیشکش نہ بھیجی اور روش اخلاص میں تمنائے دولتخواہی نہ ظاہر کی اسلئے بادشاہ نے اس سے لڑنے کا ارادہ کیا۔

فیضی کی ایک کتاب واقعات فیضی ہے اُسمیں وہ عرضداشتیں جمع ہیں جو اسنے شہنشاہ کو تحریر کی ہیں انمیں یہ ایک عرضداشت دلچسپ ہے اسکا ترجمہ لکھتے ہیں۔

دور و دراز سفر طے کرکے اور بہت سی منزلیں چل کر برہانپور سے ۵۰ کوس پر پہنچا اور دوسرے روز یہاں میں نے اپنے خیموں کو ایسا درست کیا جیسا کہ ملازمان شاہی کو سزاوار ہے۔ میرے خرگاہ میں خیمہ کے اندر خیمہ تھا۔ اندر کے خیمہ میں تخت شاہی بچھا تھا۔ اور اُسپر مسند تکیہ زرین لگا یا ہوا تھا۔ اور اُسکے اوپر زردوزی مخملی شامیانہ تنا ہوا تھا اور تخت کے اوپر بادشاہی شمشیر اور خلعت اور فرمان رکھا تھا اسکے گرد

آدمی دست بستہ کھڑے تھے اور گھوڑے جو دینے کے لئے بادشاہ نے بھیجے تھے وہ بھی اپنے مقام پر کھڑے تھے راجہ علی خاں مع اپنے ملازمین اور وکیل اورحاکم دکن ادب کے ساتھ جس سے اطاعت اور خیر خواہی معلوم ہوتی تھی آئے وہ خیمہ سے کچھ فاصلہ پر اُترے۔ اور باہر کے خیمہ میں مودبانہ داخل ہوئے۔ اندر کے خیمہ میں جانے کی اجازت دیگئی جب وہ اس خیمے میں داخل ہوے اور کچھ فاصلہ پر تخت شاہی کو دیکھا تو کورنش بجا لائے اور ننگے پاؤں چلے۔ جب وہ تخت کے قریب پہنچے تو تین دفعہ نہایت ادب سے تسلیم بجا لائے اور اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے تو میں نے فرمان شاہی کو دونو ہاتھوں میں اُٹھایا اور راجہ علی خاں کو پاس بُلایا اور یہ کہا کہ شہنشاہ ظل اللہ نے تمہارے پاس وہ حکم نہایت اپنے فضل و کرم سے بھیجے ہیں پھر میں نے کہا کہ شہنشاہ نے تمہارے لئے خلعت بھیجا ہے اسنے سر جُھکا کر سلام کیا اور خلعت پر بوسہ دیا اور پھر سلام کیا اور جب بادشاہ کا نام آتا تو وہ سلام کرتا۔ پھر راجہ علی خاں نے کہا کہ مجھے مدتوں سے تمنا تھی کہ حضور کے روبرو بیٹھوں اور اُسنے بیٹھنا چاہا۔ میں نے اُسکو اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی وہ مودبانہ بیٹھ گیا۔ جب مناسب موقع آیا تو میں دوربینی کے ساتھ اُس سے مخاطب ہوا اور اسکو بتلایا کہ وہ کیونکر اپنی مرادوں میں کامیاب ہو سکتا ہے میری تقریر کا بڑا حصّہ حضور کی مدح و ثنا تھی۔ اُس نے مجھے جواب دیا کہ میں بادشاہ کا بندۂ خیر خواہ ہوں اور مجھ پر یہ نہایت عاطفت شاہانہ ہوئی ہی۔ میں نے پھر بیان کیا کہ بادشاہ کی عنایت زیادہ تر آپکے حال پر ہے اور وہ آپکو دلی خیر خواہ دوست سمجھتا ہی اور نہایت معتمد و وفادار ملازم جانتا ہے اسکا بڑا ثبوت یہ ہی کہ اسنے ایک جلیل القدر امیر اپنا بھیجا ہی اسپر اُس نے خوش ہو ہو کئی دفعہ سلام کیا۔ اس عرصہ میں میں نے دو دفعہ ایسا اشارہ کیا کہ دربار ختم ہو مگر اُسنے کہا کہ ابھی میرا دل اس دربار سے نہیں بھرا۔ میں شام تک یہیں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ وہ پانچ گھڑی (ڈیڑھ گھنٹہ) بیٹھا۔ آخر کو عطر پان آیا۔ میں نے اُس سے درخواست کی کہ مجھے وہ اپنے ہاتھ سے عطر پان دے۔ میں نے اسکو کئی گلوریاں اپنے ہاتھ سے دیں جنکو اُس نے کئی دفعہ سلام کرکے لیا پھر میں نے کہا کہ بادشاہ کی حیات جاوید اور

دوام کے لئے دعا کی جاے۔ اُس نے یہ دعا نہایت صدق دل سے مانگی اور دربار برخواست ہوا۔ پھر وہ ادب کے ساتھ کھڑا ہوا اور فرش کے کنارہ پر تخت کے سامنے آیا۔ وہاں بادشاہی گھوڑے کھڑے تھے۔ انکے باگوں پر بوسہ دیا۔ اور انکو اپنے کندھے پر رکھا اور انکو سلام کیا وہ نہایت خوش اور رضامند ہوا۔ جب وہ آیا تھا تو اُسنے کہا کہ اگر حکم ہو تو تین ہزار سجدے بادشاہ کو کروں۔ میں اپنی جان اُسپر سے قربان کرتا ہوں۔ مینے کہا تھا کہ آپ کی محبت کا یہی اقتضا رہونا چاہیئے۔ مگر بادشاہ خود اُس قسم کی تعظیم کو اپنے دربار کے ملازموں کو منع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس قسم کی تعظیم صرف خدا ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ راجہ علی خاں کے ساتھ عہد و پیمان کی ترقی ہوئی۔

مشرقی ملکوں میں سفارت کے کام مدتوں میں ختم ہوتے ہیں۔ فیضی ۲۴ شہریور ۹۹۹ سنہ کو گیا ۱۸ اردی بہشت ۱۰۰۱ سنہ کو آیا۔ اتنے عرصہ میں سفارت کا کام ہوا۔

شہنشاہ اکبر اپنے ہمسایہ کے مرزبانوں کی حالت کو ہمیشہ نیک نیتی کیساتھ بہت غور سے سوچتا تھا اگر وہ انکو دیکھتا کہ رعیت کی غمخواری کرتے ہیں تو انکو کبھی گزند نہ پہنچاتا اور اگر انکو ایسا نہ پاتا تو اول نصیحت سے سمجھاتا اور بیم و امید کی داستان سُناتا جب اس پر بھی نہیں مانتے تو پھر انکے گناہ کی سزا دیتا اور انکی لابہ گری کو ہرگز نہیں سُنتا۔ جب دکن کے سرداروں نے ناہنجاری اختیار کی تو ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ اُسنے پند گذاری کے لئے اپنے کار آگاہ بھیجے اور سلطان مُراد کو ملک مالوہ اقطاع میں اس خیال سے دیا کہ اگر مرزبانان دکن پر نصیحت اثر نہ کرے تو وہ ان کو سزا دینے کے لئے آمادہ ہو۔ ۴ مہر ۹۹۹ سنہ شہزادہ مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔ مگر جب گجرات سے مرزا کوکہ حج کو چلا گیا تھا تو ۴ ہم اردی بہشت کو شاہزادہ سلطان مراد کو مالوہ سے گجرات میں بدل دیا اور مالوہ میں مرزا شاہرخ کو بھیجدیا۔ اس شہزادہ کا اتالیق پہلے اسمٰعیل قلیخاں مقرر ہوا تھا مگر یہ کام اچھی طرح نہیں کیا۔ اسلئے ۳۱ تیر ۱۰۰۱ سنہ کو صادق خاں کو شہزادہ پاس اتالیق کے لئے بھیجا کہ وہ اس طرف کے تمام مہمات کو انصرام دے۔

بادشاہ کا دکن کے ارادہ سے سلطان مراد کا مالوہ پہنچنا ۹۹۹ھ

۲۸ر اردی بہشت سنہ ۱۰۰۱ھ کو دکن سے ملک الشعرا شیخ فیضی ایک سال آٹھ مہینے چودہ
روز کے بعد بادشاہ کی آستان بوسی سے مشرف ہوا اور عرض کیا۔ برہان الملک نے بادشاہ کی
نصائح کو نہیں مانا اور وہ اپنی خودکامی سے بدمست ہو رہا ہی کچھ ایسی ویسی پیشکش بھی اُس نے
بھیجی۔ راجہ علیخاں نے حضور کے قانون کو کچھ مان لیا ہی اور اپنی بیٹی کو سلطان سلیم سے بیاہنے
کو بھیجا ہے۔ برہان الملک نے عادل شاہ حاکم بیجاپور کے غلام دلاور خاں حبشی کو پناہ دیکر
(ایک جھگڑا مول لیا) جسکے سبب سے دونوں میں خوب لڑائی ہوئی اور برہان الملک کو شکست
ہوئی۔ اُس نے بندر الگ وڑ کو عیسائیوں سے لینا چاہا۔ فرہاد خاں و اسد خاں رومی کو
بہت آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ بے شرمی سے فرہاد خاں کی ہم خواجہ کو دامن آلود کیا وہ
شرم کے مارے عیسائیوں سے ملگیا۔ بہت سے دکنی مارے گئے۔ اسد خاں دستگیر ہوا۔ برہان
الملک نے باہ افزائی اور طبیعت پروری کے لئے دوائیں کھائیں اور ناتجربہ کاروں کے
کہنے سے اپنے تئیں بیمار بنایا۔ یہانتک کہ زندگی سے ناامید ہوا اور اپنے بڑے بیٹے ابراہیم
کو زندان سے نکالکر ولی عہد کیا۔ اخلاص خاں جو اسمٰعیل کی سلطنت چاہتا تھا دلگیر ہوا۔
اور اسنے مرتضیٰ خاں کے لشکر میں مشہور کردیا کہ برہان شاہ فوت ہوا۔ اس سبب سے چاروں
طرف غدر مچ گیا مگر بادشاہ پالکی میں پڑکر احمد نگر سے ۳ کوس پر باہر آیا اور اس غدر کو
مٹایا اور ابراہیم کو چتر اور آفتاب گیر اور اثاثہ سلطنت سپرد کیا اور اخلاص خاں سے لڑکر
فتح پائی۔ مگر قلعہ میں دوسرے روز اسپر ضعف طاری ہوا کہ ۱۸ شعبان سنہ ۱۰۰۳ کو طائر روح نے اسکے
پرواز کی اور ابراہیم نظام شاہ باپ کے تخت و تاج کا مالک ہوا۔ کم بینی کے سبب سے اُس نے
بھائی کی آنکھوں کو بے فروغ کیا۔ مگر وہ عادل سے لڑکر مارا گیا۔ چار مہینے دو روز سلطنت کر گیا۔
منجھو اتابک برہان شاہ نے احمد نگر میں آنکر ایک بارہ برس کے لڑکے احمد کو خاندان
نظام شاہ میں سے گمان کرکے دولت آباد سے بولایا اور اسکے سر پر تاج رکھا اور شہزادہ
بہادر ولد ابراہیم نظام شاہ شیرخوارہ کو جنیر میں قلعہ چوند میں قید کیا اور خزانہ قلعہ پر

تصرف کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہ سے نہیں ہے تو اُسکو معزول کرکے قید کیا وہ اپنی عمر طبعی پر پہنچکر مر گیا اسکے بیٹے احمد شاہ کو میاں منجھو نے پادشاہ بنایا۔ اسکے مخالفوں نے احمد نگر کے بازار میں سے ایک طفل مجہول النسب کو پکڑ کر پادشاہ بنایا اور دس بارہ ہزار سوار جمع کرکے میاں منجھو کو قلعہ میں محصور کیا اُنھوں نے سلطان مراد کو جو گجرات میں شہنشاہ اکبر کا بیٹا سپہ سالار تھا عرصہ امداد کے لئے بھیجا مگر پھر آخر کو وہ اس امداد طلبی سے پشیمان ہوا ان واقعات کا مفصل بیان تاریخ دکن میں کیا گیا یہاں ان واقعات کا ذکر اتنا کر دیا کہ جتنا کہ اکبر کی تاریخ سمجھنے کے لئے کافی تھا۔

سلطان دانیال کا برہان الملک کی دادرسی کے واسطے دکن کو جانا ۱۰۰۲ھ

جب برہان الملک پادشاہ کی اندرز گوئی کو افسانہ سرائی سمجھا تو ۲۵ تیر سنہ ۱۰۰۲ھ شاہزادہ دانیال کو برہان الملک کی سزا دینے کا کام سپرد ہوا خانخانان و رای رائسنگھ اور بہت سے امرا کو اور خزانہ و توپخانہ و فیلخانہ کو اُنکے ہمراہ کیا۔ شاہرخ مرزا اور شہاب خاں اور اقطاع داران مالوہ کو حکم دیا کہ وہ برسرراہ شاہزادہ کی ہمراہ سپاہ کو کریں راجہ مانسنگھ کو بھی حکم ہوا کہ بنگالہ سے فارغ ہو کر دکن کو جائے۔

جب پادشاہ کو ۸ دے سنہ ۱۰۰۲ کو معلوم ہوا کہ ہنوز شاہزادہ دانیال سہرند (سرہند) میں ہے اور سپاہ کار طلبی میں قدم نہیں اُٹھاتی ہے تو پادشاہ کو یہ بات اسکی ناپسند آئی۔ خانخانان کو گھوڑے کی ڈاک میں بُلایا۔ اُس نے آنکر پادشاہ سے عرض کیا کہ سپاہ کا دکن میں داخل ہونے کا ارادہ بعد برسات کے ختم ہونے کے ہے تاکہ پانی اور گھاس بہت ملے۔ غلہ ارزاں ہوگا۔ اس سبب سے جانے میں دیر ہو رہی ہے۔ مجلس راز میں یہ تجویز ہوئی کہ شاہزادہ دانیال پھر آئے اور بعد برسات کے پادشاہ خود تشریف لیجاے۔ شاہزادہ دانیال پنجاب کا حاکم بنے۔ اور یہ خدمت شاہزادہ مراد کو پادشاہ نے حوالہ کی اس سبب سے تردد تھا کہ دانیال کو ناگوار نہ ہو اُس نے قلیج خاں کو بھیجا کہ وہ شاہزادہ کو واپس لے آئے۔ شاہزادہ پٹیالہ کے نزدیک پادشاہ کی خدمت میں آیا اُسی دن شہزادہ مراد کی عرضداشت آئی کہ میں ۶ آذر کو احمد آباد میں پہنچا میں نے سنا ہے کہ شہزادہ دانیال اس خدمت پر نامزد ہوا اُس لئے

مجھے یہ اندیشہ پیدا ہوا ہی کہ مجھ سے کوئی حرکت ناشائستہ سرزد ہوئی ہی کہ یہ امر ظہور میں آیا ہی کسی سخن سازنے ناسزا بات بنائی ہی مگر بادشاہ نے اُسکا یہ اندیشہ پہلے ہی دور کر دیا تھا جس سے کچھ اس کی سراسیمگی دور ہوئی۔ جب لشکر شاہی کی دکن کے فتح کرنیکے لیے جنبش ہوئی تو اور زیادہ اُسکو از سرِ نو نصیحت ہوئی اسکے فرستادوں کو پادشاہ نے طلب کیا اور سوگند کے ساتھ عہد و پیمان ہوئے جس سے خوف دل سے مٹا۔ جب شاہزادہ سلطان مراد گجرات سے دکن کیطرف روانہ ہوا اور شاہرخ مرزا و خانخانان و شہباز خاں اور اور اُمراء مالوہ کو روانہ ہوئے۔ تو راجہ علیخاں نے پیش بینی سے خدمت گذاری اختیار کی۔ ۲۷ آبان کو برہانپور سے تیس ۳۰ کوس پر شاہرخ مرزا اور اُمرا رشاہی سے ملا۔ انہوں سے بڑے تپاک سے پیش آئے اسکے آباد ملک پہ ندر یار کا ملک اور اضافہ کیا

جب پادشاہ کا حکم دکن کی فتح کرنیکا ہوا تو شاہزادہ مراد یورش کے لئے آمادہ ہوا۔ خانخانان کو فوج نہ جمع ہونے کے سبب سے دیر لگی۔ پہلے اس سے کہ دونوں کے لشکر ملیں انہیں دوروئی شروع ہوئی شاہزادہ یہ چاہتا تھا کہ سپاہ کے تمام سردار اُس سے آنکر ملیں۔ اور خانخانان یہ چاہتا تھا کہ میں مالوہ کی راہ سے دکن کے فتح کرنے کو جاؤں جب دونو کی تدابیر میں یک رنگی ہوئی تو ۲۰ آبان ۱۰۰۴ھ ۳۹ کو شاہزادہ نے احمد آباد سے چل کر بروج میں سپاہ کے انتظار میں توقف کیا۔ ۲۲ خرداد کو روانہ ہوا۔ خانخانان سپاہ کے فراہم ہونیکے بعد بھیلسہ میں جو اسکے اقطاع میں تھی۔ ٹھہرا۔ نہم امرداد کو اجین کی طرف روانہ ہوا۔ شاہزادہ اس کی اس حرکت سے آشفتہ ہوا اور درشتی سے خشم آلود پیام بھیجا۔ خانخانان نے عرضداشت میں لکھا کہ مرزبان خاندیس اتحاد رکھتا ہی اُسکی طرف سے خاطر جمع رکھئے اور گجرات میں کچھ دنوں شکار سے دل بہلائے۔ شاہزادہ اس جواب سے بھی کچھ خفا ہوا۔ غرض پرستوں نے باتیں لگا کر اسکو اور بھڑکایا۔ وہ گجرات کے لشکر کو لیکر احمد نگر کی طرف چلا۔ خانخانان نے شاہرخ مرزا کو لشکر و توپخانہ و فیلخانہ دیا۔ اور راجہ علیخاں کو ساتھ لے کر بہت تیز چلکر احمد نگر سے تیس ۳۰ کوس پر قلعہ چاندپور پر ۱۹ آذر کو شاہزادہ کے

راجہ علیخاں کا بادشاہ کے لشکر سے ملنا ۱۰۰۴ھ

بادشاہی سپاہ کا دکن آنا اور قلعہ احمدنگر کا محاصرہ کرنا ۱۰۰۴ھ

لشکر سے ملا۔ شاہزادہ نے کم آزمونی اور تیز آمیزی سے کورنش کی اجازت نہ دی اور بہت دور چلا گیا۔ بہت گفتگو کے بعد شاہزادہ کے پاس رسائی ہوئی اور بار ملا جب لشکر پیچھے آیا اسپر شاہزادہ نے نوازش نہیں کی۔ خانخانان اور اسکے ساتھ بہت سے لوگ آزردہ خاطر ہوئے اور کام سے ہاتھ کھینچ لیا۔ صادق خاں کو شہباز خاں سے پرانا کینہ چلا آتا تھا۔ وہ خوف کے مارے بہت کم دربار میں جاتا تھا۔ ۷ ر دے کو شہر سے آدھ کوس پر لشکر اُترا۔ بہت سی رعیت اور سپاہ دلاسا نامے لے گئی۔ اُس روز شہر میں خانخانان و شہباز خاں گئے اور انکی ناپروائی سے سپاہیوں نے شہر کو کچھ لوٹا۔ سخت کوشش کر کے انکو لوٹ سے باز رکھا۔ لیکن اہل شہر پیمان شکنی کے دیکھنے سے آزردہ دل ہوئے۔ ۸ ر دے کو سپاہ نے قلعہ کو محصور کر لیا۔ چاند بی بی ہمشیرہ برہان الملک نے قلعہ داری کی۔ احمد کو سردار بنایا تو اخلاص خاں موتی یکو دستاویز بنا کر احمد نگر میں لایا اور شکست پاکر پٹن کیطرف بھاگا جب دفعتاً لشکر شاہی اُن پہنچا تو کچھ خزانہ اور فیلخانہ کو منجو ساتھ لیکر بیجاپور کی طرف گیا۔ قریب تھا کہ وہ دستگیر ہو لیکن سرداروں کی کم ہمتی سے دونو کام نہ ہوئے۔ چاند بی بی کو اپنے گرفتار ہونیکا اندیشہ تھا اسلئے اُسنے آپ لڑنے کا ارادہ کیا۔ ۹ ر دی کو شاہ علی اور ابھنگ خاں یا ابہنگ خاں نے بہت سی سپاہ لیکر خانخانان کی مورچال پر شب خون مارا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ جوانمردوں نے اپنے جوہر دکھائے بہت سی دشمنوں کو مارا پھر وہ قلعہ میں چلا گیا۔ اگر تعاقب ہوتا تو وہ گرفتار ہوتا یا اسکے ساتھ لشکر شاہی قلعہ کے اندر گھس جاتا۔ پادشاہی سپاہ کی دوروئی اور راہ بستگی اور کم آذوقی کے سبب سے سختی سے گذر رہی تھی) دانشمندوں نے ہر چند سمجھایا کہ تین بڑی لشکر یہاں جمع ہوئے ہیں) اور تین بڑے بڑی کام ہیں۔ ایک قلعہ کی فتح کا۔ دوسرا ملک کی تسخیر کا۔ اور تیسرا راہ کی پاسبانی کا۔ ایک ایک کام ہر ایک لشکر اپنے ذمے لے لے۔ مگر اُنھوں نے نہ مانا۔ ۱۳ ر کو لشکر کے ایک گروہ اور چوپایوں کو غنیم نے گزند پہنچائی اور سید راجو کی اور اسکے کئی بھائیوں کی جان گئی۔ ۱۶ ر کو گجرات کا ایک کارواں احمد نگر کے قریب آگیا تھا۔ سعادت خاں نے اُنسے لوٹ لیا۔ سید عالم اور کئی ایک بڑے آدمی مارے گئے۔ شیخ معروف

اور چند اور آدمی سلامت نکل گئے انکی سزا دینے کے لئے صادق خاں راجہ علیخاں کو ساتھ لیکر گیا۔ مگر کچھ کام نہ کرسکا وہ اور راجہ دونوں اپنا سا منہ لے کر چلے آئے پایہ شناسی کے سررشتہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ شیر کی شکار کے لئے شغال نہ بھیجنا چاہیئے۔ ۹ ارشیر خواجہ شیخ دولت دوان کامران بیگ و دولت خاں کو پٹن کی طرف بھیجا۔ انکی اخلاص خاں سے خوب لڑائی ہوئی اور اسکو شکست دی اور بہت لوٹ ہاتھ آئی سرگروہ ایسا نہ تھا کہ اُسکی دور باش ستم کو روکتی اسی پٹن کر باشندوں کو امان نامے دیکر ایسا لوٹا کہ کچھ ان پاس نہ چھوڑا۔ اس بدعہدی کو دیکھکر سب چھوٹے بڑے بھاگ گئے ۱۱ اسفند یارمذ کو قلعہ کی دیوار تھوڑی سی توڑی۔ شاہزادہ کے مورچال نے سخت کاوش کرکے قلعہ کی بُنیاد خالی کی۔ باروت بھر کر لگا دی۔ تیس گز دیوار گر پڑی۔ تیز دست اندر جانیکے لئے آمادہ تھے۔ مگر نور خاں۔ صادق خاں کی نقب بھی تیار تھی۔ اُسکے اُڑنے کا انتظار تھا۔ چتور کے واقعہ سے پہلے ڈرے ہوئے تھے۔ اس انتظار میں اتنا التوا کیا کہ اہل قلعہ نے بھی اپنی شکستہ دیوار کو ازسرِ نو بنالیا۔ دوسرے روز کچھ بہادر اس دیوار پر گئے مگر کچھ نقصان اُٹھایا۔ اتنے میں رات ہوگئی۔ قلعہ کی بیرونی سپاہ کی دوروئی سے اہل قلعہ واقف تھے کچھ تھوڑے سے سراسیمہ ہوئے اور صلح کی درخواست کی کہ برہان الملک کا پوتا بہادر زندان سے نکالا جائے۔ اور اس خردسال کو نظام الملکی کا خطاب دیا جائے وہ بادشاہ کے ملازموں سے ایک سمجھا جائے اور آباد ملک احمد آباد کا اس کے اقطاع میں دیا جائے اور اسکی سپاس گذاری میں ولایت برار لشکر شاہی کے حوالہ کی جائے جواہر اور عمدہ ہاتھی بادشاہ کی پیشکش میں بھیجی جائیں۔ ایک گروہ نے کارشناسی کی سبب اور بعض نے فتنہ دوستی کے سبب ان شرائط کو قبول کرلیا۔ اگرچہ بعض کارآگاہوں نے اہل قلعہ کی کم آذوقی و سراسیمگی و دستان سرائی گذارش کی مگر کچھ سودمند نہ ہوئی ۱۳ اسفندیارمذ کو رشوت کے لینے سے اور افسانوں کے سُننے سے صلح ہوگئی۔ لڑائی موقوف ہوئی اب اس صلح کی پیمان روائی کا انتظار تھا۔ پہلے اس سے کہ گفتار کردار میں آئے۔ ۱۰ ار فروردین سنہ ۴۱ الٰہی کو لشکر بیجاپور کی اور سرداران سپاہ شاہی کی شکست کی جھوٹی

خبروں سے احمد نگر کے گرد سے سپاہ چلی اور کچھ ادھر جا کر پھر آئی دشمنوں نے پیچھے آنکر منزل بمنزل برتال کو لوٹنا شروع کیا۔ دوروئی کے سبب اس شورش کا چارہ اچھی طرح نہیں ہو سکتا تھا۔ ۱۳ اردی بہشت کو برار کے قصبہ بھکر میں لشکر آیا۔ اس ملک کی نگہداشت کے لئے انجمن ہوئی۔ بہت سے آدمی کہتے تھے کہ اس ملک کی نگہبانی ہماری طاقت سے باہر ہے مگر صادق خاں نے سرحد کی پاسبانی اپنے ذمے لی۔ میر مرتضیٰ ملک کی آبادی کا ضامن ہوا۔ غرض مختلف امیروں نے ملک کے انتظام کے لئے مختلف کام اپنے ذمے لے لئے۔

جب بادشاہ کو سپاہ دکن کی بیراہ روی معلوم ہوئی تو ایک فرمان عتاب افزا اور اندرز نو پیر متھرا داس قوربیگی کے ہاتھ شاہزادہ مراد پاس بھیجا۔ مگر جب نامہ بر ملکا پور پر آیا تو راہ زنوں نے اُسے مار ڈالا۔ سلطان مراد کو جب برار کی نگہبانی سے کچھ فرصت ملی تو اُس نے وسط ملک کی سیر کی۔ بالاپور سے پچیس کوس پر اسنے اپنا بنگاہ بنایا اور وہاں ایک شہر آباد کیا جسکا نام شاہ پور مشہور ہوا۔

جب صادق نے مہکر میں اپنا بنگاہ بنایا اور برار کی پراگندگی بھی کچھ کم ہوئی تو اژدر خاں۔ عین خاں۔ حبیب خاں اور دکنیوں نے فساد برپا کیا۔ ایک منتخب سپاہ بسر کردگی۔ مرزا علی بیگ اکبر شاہی چارہ گری کے لئے بھیجی گئی۔ ۱۲ ارتیر سنہ ۱ الہٰی انکا عین خاں کے لشکر پر ناگہانی گذر ہوا اور اسکو سزا دی وہ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر سراسیمہ چلا گیا۔ بادشاہی لشکر کو بہت غنیمت ہاتھ آئی اور ایک لمحہ بھی آرام نہیں کیا اور پوشیدہ راہوں سے جاکر اُن سے لڑے اور شکست دی مشہور ہاتھی ہاتھ آئے جب بادشاہ نے سپاہ دکن ناہنجاری سُنی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شہزادہ کی بغیر اجازت کے شہباز خاں بھی بیتول کو چلا گیا اور ایک لاکھ مہر جو لشکر کے سامان کے لئے بھیجی گئیں تھیں وہ قلعہ گوالیار میں راہوں کی ناامینی کے سبب سے رکھی ہوئی ہیں اسلئے ۱۱ مرداد سنہ ۱ الہٰی کو رامچندر کو برار بھیجا کہ اس خزانہ کو حفاظت کے ساتھ لیجائے اور مالوہ کی فوج کو بھی

پھر دکن کو واپس کرے اور ہر ایک کو ہماری طرف سے نصیحت کرے۔

جب مرزا علی بیگ اکبر شاہی کو چیرہ دستی ہوئی تو دکنیوں نے کین توزی پر از سرِ نو آپس میں عہد و پیمان کئے۔ خداوند خاں۔ حمید خاں۔ عبدالفتاح۔ اژدر خاں۔ جمال خاں۔ دستور خاں دس ہزار سوار اور اسّی ہاتھیوں کو لے کر لڑنے کے ارادہ سے چلے۔ پادشاہی سپاہ تین ہزار کے قریب تھی۔ سپہ آرا کی دل آویز گفتار سے اُس نے پیکار پر دل لگایا مہکر سے چالیس کوس پر لڑنے آئے۔ پاتھری سے آٹھ کوس پر بان گنگ کے کنارہ سپاہ نے آرام کیا۔ اور ایک استوار جا پر اپنا بنگاہ بنایا کہ جس کے آگے دریاء بان گنگ تھا اور پیچھے بھی ایک ندی تھی ۱۸ آبان ۱۰۰۵ھ فوجیں آراستہ ہو کر لڑیں۔ اوّل خداوند خاں پانچہزار سوار اور چالیس ہاتھی لیکر ہراول شاہی سے لڑا جس کا سردار مرزا علی بیگ اکبر شاہی تھا اُس نے مخالف کو شکست دیدی سید لاد احسن زخمی ہو کر گرا۔ برانغار شاہی مخالف کی کثرت کے سبب سے بغیر لڑائی کے بھاگ گیا صادق خاں کے آگے رودبار تھا۔ بہت سے مخالف آن کر لڑے۔ اُس نے مستقل ہو کر ایسے توپ و تیر مارے کہ اس کو فتح ہوئی۔ بہت مخالف مارے گئے اور لوٹ کا بہت اسباب ہاتھ لگا اور چالیس منتخب فیل ہاتھ آئے۔ بادشاہی سپاہ میں چند سپاہی مارے گئے۔

صادق خاں کا فتح پانا ۱۰۰۵ھ

شاہزادہ سلطان مراد نے جنگ کا ارادہ کیا مگر امراء پایہ شناسی کے سبب سے اُس پر راغب نہ ہوئے۔ انجمن رازگوئی مرتب کر کے چارہ گری کے درپے ہوئے مرزا شاہرخ کو سرگردگی کے لئے منتخب کیا۔ خانخانان کو سپہ آرا بنایا۔ خزانہ و فیل خانہ و توپ خانہ کا انتظام شائستگی کے ساتھ کیا اور پھر صف آرائی کی شاہ پور سے غنیم کی طرف چلے۔ غنیم کی سپاہ میں نظام الملکی سپاہ وسط میں اور عادل شاہیوں کا لشکر دائیں طرف اور قطب الملکیوں کی سپاہ بائیں طرف تھی۔ ۲۸ بہمن ۱۰۰۵ھ کو ایک پہر دن چڑھے دریاء بانگنگ سے گذر کر لڑائی شروع ہوئی۔ مخالف استوار جا پر تھا اور یہاں آتش بازی کا سامان اُس نے رکھا تھا غنیم کی افزونی اور آتش بازی کی کثرت کے سبب پادشاہی سپاہ دل ہارے دیتی تھی۔ جگنناتھ و

پادشاہی سپاہ کا فتح پانا اور دکنیوں کا شکست پانا ۱۰۰۵ھ

راے درگاوراج سنگھ اورا ور راجپوتوں کے سردار جدا جدا میدان جنگ میں کھڑے تھے۔ عادل خانیوں نے مرزبان خاندیس پر حملہ کرکے اس کو مار ڈالا اور ۳۵ نامور اور پانسو سپاہی اس کے ساتھ مارے گئے۔ مرزا شاہرخ و خانخانان و مرزا علی بیگ و سید قاسم لڑکر غالب ہوئے۔ مخالف مرزبان خاندیس کے مرنے کو یہ سمجھے کہ مرزا شاہرخ و خانخانان مارے گئے۔ اندھیری رات میں دونوں لشکر جدا ہو گئے اور ہر ایک کو اپنی فیروزی کا گمان ہوا۔ رات بھر گھوڑوں پر سوار رہے۔ بہت سے ڈرپوک بھاگ بھی گئے۔ بادشاہی لشکر کو یہ گمان تھا کہ راجہ علی خاں دشمن سے جاملا یا کنارہ ہو گیا۔ اس سبب سے اس کا بنگاہ تاراج کیا۔ ہراول میں سے دوارکاداس اور برانغار میں سید جلال مارے گئے راجچندر نے راجہ علی خاں کی سپاہ میں بیس زخم کھائے۔ چند روز بعد مرگیا۔ باوجودیکہ بادشاہی لشکر سات ہزار اور مخالف کی سپاہ پچیس ہزار تھی۔ بادشاہی فوج رات بھر کی پیاسی تھی دریا کی طرف چلی۔ غنیم پہلے سے دودلہ ہو رہا تھا اس جنبش سے وہ لڑنے پر تیار ہوا مگر تھوڑا سا لڑکر بھاگ گیا اور بہت آدمی اس کے مارے گئے۔ عادل خانیوں میں آنکس خاں۔ میاں زین الدین۔ ہیبت خاں۔ شریف جلال بھیلم خاں۔ سرمست خاں رومی نظام الملکیوں میں شمشیر الملک و عزیز الملک و دلپت راے و تبیین خاں و اژدر خاں اور قطب الملکیوں میں اخلاص خاں و طاہر خاں مارے گئے بادشاہی سپاہ لڑتے لڑتے تھک گئی تھی اس لئے اُس نے تعاقب نہیں کیا۔ غنیم کے پاس ۶۰ ہزار سوار بادشاہی لشکر میں ۱۵ ہزار سوار تھے اس پر بھی بادشاہی لشکر فتحمند ہوا۔ اس کو چالیس ہاتھی اور توپ خانہ ہاتھ لگا۔ راجہ علی خاں کی لاش ملی۔ جو اس پر بدگمان تھے وہ شرمندہ ہوئے اس لڑائی کی سرگزشت کا حال ایسا ہی جیسے کہ ہاتھی اور اندھوں کی نقل مشہور ہی کہ ہر یک نئی طرز سے بیان کرتا ہی ہر گروہ آشوب اور جنگ میں مصروف تھا دریافت کرنیکی فرصت کس کو تھی کہ وہ سپاہ کے حال سے آگاہ ہوتا اس لئے بہتر ہی کہ اس قدر بیان پر بس کی جائے۔

قلعہ کاویل کی فتح ۴۳ سنہ ۱۰۰۸

برار میں قلعہ کاویل سے بہتر کوئی قلعہ نہیں ہے۔ اس میں پانی خوش گوار بہت اور مرزبان
کا نشیمن گاہ۔ جب سے یہ ملک قلمرو شاہی میں آیا تھا۔ افسران سپاہ کی کج رائی سے وہ فتح نہ ہوا
تھا اب میر مرتضیٰ نے اہل قلعہ کو سمجھا کر اور ان کا آذوقہ بند کرکے فتح کیا۔ نہم آبان ۴۳ سنہ ۱۰۰۸ کو
وجیہ الدین اور بسواس رائے نے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ ار کوپاتھری کے نزدیک ۳۵ جنگلی
ہتنیاں نمودار ہوئیں اور سب گرفتار ہوئیں تعجب یہ ہے کہ ان کی چراگاہ ڈیڑھ سو کوس پر تھی۔

بادشاہ کا ارادہ دکن کی فتح کے لئے جانا ۴۳ سنہ ۱۰۰۸

بادشاہ کا ارادہ یہ ہوا کہ توران کو لشکر شاہزادہ سلیم کی سرکردگی میں روانہ کرے کہ اس ملک
موروثی کو اپنے قلمرو میں لائے۔ مگر شاہزادہ نے بعض ہندپرستوں کی دستاں سرائی سے اسکو
منظور نہیں کیا تو بادشاہ نے یہ سوچا اور شاہزادے جب اس کی خدمت میں آئیں ان میں سے
جس کو زیادہ اس کام کی خواہش مجھے معلوم ہو اس کو یہ یورش سپرد کردوں۔ ان دنوں میں
بیہودہ آدمیوں نے شاہزادہ سلطان مراد کی نسبت کہا کہ اس کا ارادہ بادشاہ کی آستان بوسی
کا نہیں ہے اور بہت سی ناسزا باتیں اس کی نسبت کہہ دیں۔ بادشاہ نے یہ ارادہ کیا کہ دارالخلافہ
ہو کر دکن کو خود جائے جو کچھ شاہزادہ کی نسبت کہا ہے اگر وہ سچ ہو تو اس کا اول علاج کرے اور
پھر دکن کو فتح کرے۔ مدتوں سے دکن میں سپاہ گئی ہوئی ہے اور غرض پرستی کے سبب سے
اس کام کو انجام دینے میں درنگ کرتی ہے پھر اس کے بعد اگر زمانہ موافق ہو تو توران کو جائے
چودہ سال سے پنجاب میں بادشاہ تھا۔ گروہا گروہ آدمیوں کو اس سے دلبستگی تھی وہ اس
یورش دکن پر دل نہاد نہیں ہوتے تھے۔ کبھی تاریکیوں کی شورش کبھی شمالی کہسار کے سرتابوں
کی آشوب کو بیان کرکے بادشاہ کو اس ارادہ سے باز رکھتے مگر بادشاہ نے کسی کا کہا نہ سنا
۲۶ آبان ۴۳ سنہ ۱۰۰۸ کو لاہور سے روانہ ہوا۔

برار کے قلعوں کی فتح ۴۳ سنہ ۱۰۰۸

انہیں دنوں میں قلعہ سپل گڈھ برار میں فتح ہوا۔ مسعود خاں حبشی کے پاس وہ تھا
سلطان مراد نے سندر داس کو بھیجا اس نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا ۱۹ آذر ۴۳ سنہ ۱۰۰۸ کو دشمن نے
پناہ مانگ کر کنجیاں حوالہ کیں اسی حبشی کے پاس قلعہ پرنالہ بھی تھا۔

کار آگہوں کا افسوں اُس پر نہ چلا رائے گوپال نے ڈونگر خاں گونڈ کو یار بنایا اُس نے اس حبشی کے کچھ عیال کو گرفتار کیا۔ ناچار اس نے اطاعت قبول کی شاہزادہ مراد قلعہ کاویل کی سیر کو آیا اور اس قلعہ کے بھی پاس آیا تو اس حبشی نے اپنے تئیں اس کو حوالہ کیا ایسے قلعہ بلند و استوار و فراخ جن میں عمارات کثیر ہوں کمتر ہوتے ہیں۔ شاہزادہ اس قلعہ کی سیر کرکے شاہ پور میں آیا۔ اسی روز قلعہ مان پور ہاتھ آیا۔ مرزا خاں نے اُس کا محاصرہ کیا تھا مگر اس نے اچھی طرح کوشش نہیں کی تو شہزادہ نے اس کو اپنے پاس بُلا کر نذر خاں کو یہ محاصرہ حوالہ کیا۔ رنکونا نو۔ ہیبت اوغلی خاں گزر رائے کئی بار باہر آکر لڑے۔ مگر کمی آذوقہ سے ناچار ہو کر انہوں نے امان مانگی۔ غرہ اسفندیار مذکور قلعہ گڈھ دولت آباد دکن کا مرزا علی بیگ اکبر شاہی نے اہل قلعہ کا آب و دانہ بند کرکے ایک مہینے کے محاصرہ میں فتح کر لیا۔

بادشاہ جب دار الخلافہ آگرہ میں آگیا تو اُس نے ابوالفضل کو ۲۵ اردی سنہ ۱۰۰۷ھ ۴۳ کو حکم دیا کہ دکن جائے۔ کہ اگر امراء دکن اس ملک کی حفاظت اپنے ذمے لیں تو وہ شاہزادہ مراد کو ہمراہ لے کر چلا آئے اور اگر یہ نہ ہو تو وہ شاہزادہ کو روانہ کردے اور اور سرداروں کے ساتھ یک جہتی پیدا کرے اور مرزا شاہ رخ کی بہ دید گویا در بنائے اسی سبب سے اس شاہزادہ کو علم و نقارہ دیکر مالوہ بھیجا تھا کہ اپنی اقطاع میں سپاہ کا سامان کرے اور جس وقت دکن میں بُلائیں تو چلا جائے۔

برار کے منتخب قلعوں میں گھیرلہ بھی ایک قلعہ تھا۔ شیخ ابراہیم کو اس کی فتح کے لئے شاہزادہ مراد نے معین کیا۔ اس نے جاکر اس کا محاصرہ کیا لڑائیاں ہوئیں قلعہ میں آذوقہ کی کمی ہوئی۔ سید حسین و لبسواس رائے نے ۱۳ اسفندیار مذکور سنہ ۱۰۰۷ھ ۴۳ کو قلعہ کی کنجیاں حوالہ کردیں۔ اس کی عوض میں انہوں نے منصب و جاگیر پائے۔ دو مہینے اس سے پہلے شاہزادہ سلطان مراد نے بہرجیوا اور کچھ سپاہ خاندیس کو ناسک کی طرف بھیجا تھا عظمت خاں کو ہین لشکر بنایا تھا اُس نے سرداروں کو یک دل کیا اور خوب لڑائیاں لڑا اور شاہی لشکر کو غالب کیا

جاپہنچا

ابوالفضل کو دکن روانہ کیا سنہ ۱۰۰۷ھ ۴۳

قلعہ کھیرلہ و ناسک کی فتح و ابوالفضل سنہ ۱۰۰۷ھ ۴۳

ابو الفضل برہان پور کے نزدیک آیا تو بہادر خاں مرزبان خاندیس آمیر سے چار کوس اسکے استقبال کو آیا اور فرمان و خلعت سعادت مند خاں کی طرح لیا۔ ابو الفضل نے اس سے بہت باتیں تلخ نا شیریں اثر یورش دکن کی رہنمونی کے لئے کیں اس نے تن آسانی کی بہت سی عذر سرائی کی اور اپنے بیٹے کبیر خاں کو دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا اُس نے چاہا کہ ابو الفضل کو اپنے گھر لیجائے اور مہمان بنائے اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ اگر تم ہمراہ چلتے تو یہ درخواست منظور ہوتی مگر پھر اُس نے اسباب و مال تحفہ بھیجا تو اُس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جبتک چار چیزیں جمع نہیں ہونگی مین کسی سے کچھ نہ لونگا۔ اوّل دوستی۔ دوم دہش کو بزرگ نہ گنے۔ سوم دادہ کا خود آرزومند نہ ہو۔ چہارم اپنی احتیاج۔ اول تین باتیں تو ظاہر ہیں چوتھے کی نسبت یہ گزارش ہے کہ بادشاہی نوازش نے ہی دل پر سے خواہش کا نقش مٹا دیا ہے۔ سونے چاندی کے ڈھیر کے ڈھیر مجھے دیدیے ہیں۔

سلطان مراد احمد نگر سے ناکام پھرا تھا اس کا بہت غم اُس کو تھا۔ اس کی ہوشمندی کے گوہر میں چمک نہیں رہی تھی۔ دلوں کو ہاتھ میں لانا کچھ بھول گیا تھا داہنہ اور مدارا میں تمیز نہیں کرسکتا تھا اس کا بیٹا مرگیا تھا اس لئے اور بھی اس کی عقل تیرہ ہوگئی تھی۔ شراب کے پینے کی کثرت سے صرع ہوگئی تھی۔ دل لگا کر علاج نہیں کرتا تھا اس درد جانکاہ کو چھپاتا اور بہت کم کھاتا ۱۴ آبان سال سابق کو کاویل میں گیا اور وہاں سے پلیچ پور میں آیا۔ تب چڑھی۔ پیٹ میں درد ہوا۔ پادشاہ کے دار الخلافہ میں آنے کی اور اپنے بلانے کی خبر سنکر اور غمگین ہوا۔ وہ اپنے شراب پینے کی شرمندگی کے سبب سے بادشاہ کے روبرو جانا نہیں چاہتا تھا۔ امرا اس امر کو اور روش سے بادشاہ سے کہتے تھے

۲۲ اردی بہشت کو عالم بیہوشی میں دنیا سے رخصت ہوا باپ کو جب اس کی بیماری کی خبر ہوئی حکیم مصری کو اُس نے بھیجا تھا حکیم راہ ہی میں تھا کہ مریض سفر کر گیا۔

جب شاہزادہ سخت بیمار تھا تو مرزا یوسف خاں اور کارپردازوں نے ابو الفضل کو لکھا تھا کہ جلد آؤ یہاں شاہزادہ سخت بیمار ہے ۱۹ اردی بہشت کو جلد چل کر وہ شاہزادہ پاس پہنچا تو شاہزادہ

شاہزادہ مراد کا مرنا سنہ ۱۰۰۷ھ

شاہ دکن کا انتظام ہوا

کا حال وہ دیکھا کہ جس کا چارہ کچھ نہ تھا۔ جب شاہزادہ مرگیا تو شورش مچی بعضے بدگمانی سے بعض اپنے بنہ وبار کی پاسبانی کے لئے اور بعض اپنی اولاد کی نگہبانی کے لئے جدا ہوگئے۔ مگر ابوالفضل نے سپاہ کا سرانجام کرلیا۔ شہزادہ کی نعش کو شاہ پور میں امانت رکھا۔ کچھ تورانیوں نے لشکر سے باہر جاکر فتنہ افزائی پر سر اُٹھایا۔ ہر چند اُن کو سمجھایا پر نہ سمجھے اس عرصہ میں پس ماندہ سپاہ تین ہزار آگئی ابوالفضل کی گفتار کو فروغ ہوگیا۔ کج گرا آرزم سیراب اس کی باتوں کو دل سے سننے لگے لیکن سب چھوٹے بڑوں کی یہ خواہش تھی کہ اُلٹے چلے بہت سے غصہ ہوکر جدا ہوکر چلے گئے مگر ابوالفضل نے ۲۰ کو دکن کی فتح کے لئے کوچ کیا۔ اس پیش روی سے دلوں کو تقویت ہوئی۔ اور اُس نے سرحد کے پاسداروں اور ملک کے نگہبانوں کو اندرز نامے لکھے۔ نیک دلوں کی دستیاری کی شاہزادہ کا خزانہ اور اسباب جو بادشاہ پاس بھیجنے کے لائق نہ تھا اور جو کچھ اس کے پاس تھا اور جو کچھ قرض لے سکتا تھا سب اُس نے سپاہ میں خرچ کیا تو تھوڑے عرصہ میں جو سپاہی چلے گئے تھے وہ اُلٹے چلے آئے پھر ہنگامہ گرم ہوا۔ شاہزادہ کی تمام قلمرو کی عمدہ طور سے پاسبانی ہوگئی مگر ناسک میں اس سبب سے کہ دور اور ناامن تھا وہاں آگہی دیر میں ہوئی شاہزادہ کے مرنے اور کارپردازان ملک کے ناامید ہونے سے یہاں کے پاسبانوں کو پراگندہ کیا۔ اگرچہ یہ ملک فرستادوں کی کوتاہی سے بالکل تسخیر نہ ہوا۔ مگر بہت سا حصہ قلمرو شاہی میں آگیا۔

شاہزادہ دانیال کا دارالسلطنت دکن کے لئے مقرر ہونا سنہ ۱۰۰۷ھ و ابوالفضل

چونکہ پاسبانی ملک میں درنگ نہیں ہونی چاہئے اس لئے بادشاہ نے شاہزادہ سلطان دانیال کو ۲ تیر سنہ ۱۰۰۷ھ (۴۴) بہت سی نصیحتیں کرکے روانہ کیا اور ابوالفضل کو فرمان بھیجا کہ ہم نے شاہزادہ کو دکن روانہ کیا ہے اس کی ملکی و مالی مہمات کی سربراہی وہ کرے۔ اور بادشاہ نے ہر طرف دکن میں کار آگاہ آدمی مقرر کئے۔ عبدالرحمٰن کو دولت آباد بھیجا اُنہیں دنوں میں دولت آباد کے قلعہ نشینوں نے ابوالفضل کو یہ لکھا تھا کہ اگر ہم کو اپنی درست پیمانی سے ایمنی عطا ہو اور کوئی جگہ ہنگاہ کے لئے دی جائے تو ہم قلعہ کی کنجیاں حوالہ کرکے پرستاری کو حاضر ہیں لیکن تھوڑے سے حبشی و دکنی یہاں قریب رہتے ہیں ان کی مالش کے واسطے ایک فوج نامزد کی جائے اس

سبب سے ابوالفضل نے اپنے بیٹے کو پندرہ سو سواروں اور اسی قدر اور سپاہ کے ساتھ روانہ کیا
۲۶ امرداد کو مرزا شاہرخ لشکر دکن سے ملا۔ جب مرزا مراد کے مرنے سے شورش مچی تو
ابوالفضل نے اس کو بلایا تھا مگر وہ نہ آیا۔ بادشاہ نے فرمان عتاب آمیز بھیجے تو بھی اس نے عذر
ہی کئے۔ پھر بادشاہ نے حسین کو سزاول بنا کے بھیجا تو وہ کام ناکام روانہ ہوا اور لشکر سے
آن کر ملا۔

بیر کی فتح — سنہ ۱۰۰۷

شہر بیر سے ایک وسیع ملک متعلق تھا جس میں گیارہ سو دہ آباد تھے ہر ایک دہ شہر کے
متعلق تھا۔ مراد کے مرنے سے ایک مہینہ پہلے شیر خواجہ نے اس کو تسخیر کیا تھا جب یہ شاہزادہ
مرگیا تو اکثر ارکان دولت کی رائے یہ تھی کہ اس ملک کو چھوڑ دیجئے مگر خواجہ نے اس کو اس لئے
نہ چھوڑا کہ مفتوح ملک کو چھوڑنا غنیم کو دلیر کرنا ہے۔ مخالف پندرہ ہزار سے زیادہ تھے ان کا ارادہ
تھا کہ جس وقت بارش کے ہونے سے دریا لبریز ہوں تو شیر خواجہ کا جھگڑا تمام کریں۔ برسات کے
شروع میں وہ جمع ہونے شروع ہوئے وہ یہ سوچتے تھے کہ لشکر شاہی تین ہزار سے زیادہ
نہیں ہے۔ جب دریا اپنی طغیانی پر آئے گا کمک کو پہنچنے نہ دے گا اس وقت ہم کو لڑنا چاہئے
جب ابوالفضل کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے امرا کو جن کا ملنا خواجہ سے آسان تھا نامے
لکھے اور یاوری کرنے میں سخت کوشش کی۔ کچھ امرا نے ناشناسائی سے اور ایک گروہ نے
تباہ سگالی سے تاخیر کی۔ یہاں تک کہ برسات کی شدت ہوئی اور دریا خوب چڑھ گیا۔ پندرہ ہزار
حبشی و دکنی اور ساٹھ ہاتھی اور سامان پیکار لے کر مخالف بیر کے پاس آیا۔ شیر خواجہ نے جو
جواں مردی اور کار پژوہی میں یکتا تھا فوجوں کو آراستہ کیا خود کارنشناسی اور آتش خوئی سے
الگ ہو کر ندیوں کے پار آگے دوڑا۔ ہر چند کارآگہوں نے غنیم کی افزونی اور احتیاط کی سودمندی
اور نشیب و فراز کا آگے ہونا گزارش کیا۔ مگر اس نے کچھ نہ سنا۔ اس ناہنجار راہ کے جانے
سے لشکر میں کچھ پراگندگی ہوئی غنیم فوج کو آراستہ کرکے ہراول میں راجپوت تھے وہ شائستہ
طور پر لڑے اور مردانگی کر کے غالب ہوئے قول و برانغار و جرانغار اچھی خدمت نہ بجا لائے

وخلعت و دلاسا و مال دینے سے سرگرم کیا اور خود وہان گنگ کے ساحل پر اپنا بنگاہ بنایا غرض
شورش فرو ہوئی اور بہت سرتابون نے لابہ گری کی جس سے ہنگامہ شاہی کو رونق ہوئی
قلعہ شاہ گڈہ مین ایک نیم کا درخت عجیب دیکھا کہ اسکے تنہ مین دو شاخین تھین ایک شیرین
اور دوسری تلخ۔ اول کو تو سند ہی اور چارہ برس مین کارگر جانتے تھے۔ بادشاہ کو اسکی
اطلاع ہوئی اور اُسکے حکم سے دونو شاخون مین سے کچھ کچھ نیم بھیجا گیا۔ اُنھین دنون مین
برار کا قلعہ تلتوم فتح ہوگیا۔ ابوالفضل نے سندر داس کو اسکی فتح کیلئے بھیجا تھا اُسنے
لڑکر اور زینون پر سپاہ کو چڑھاکر قلعہ لیلیا۔ قلعہ دار قتلو خان اسکا مطیع ہوا برنالہ کا قلعہ بھی
برار مین فتح کرلیا۔ سپاہ مین سے بہت آدمیون کی اقطاع نہ تھین۔ بعض کی جاگیر مین شائستہ
انتظام نہ تھا وہ روپیہ کے خواہشمند تھے۔ اسلیئے پادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ خزانہ گجرات سے روپیہ
برابر پہنچتا رہے۔ پادشاہ نے تین لاکھ روپے کی ہنڈویان بھیجین۔ پادشاہ نے اپنے حضور کے
امرا کو نقد روپیہ دیدیا تھا۔ اب ہر ایک کو حکم بھیجا گیا کہ ہنڈوی کے ذریعے سے روپیہ دیدین
تھوڑے عرصہ مین سارا روپیہ پہنچگیا۔ اور سپاہ کو اس سے بڑی تقویت ہوگئی۔

خزانۂ گجرات سے روپیہ آنا

پادشاہ نے دکن کی فتح کیلئے شاہزادہ دانیال کو مقرر کیا تھا اسکو راہ مین دیر
لگی۔ پادشاہ نے شکار کے ارادہ سے مالوہ کا قصد کیا تا کہ شہزادہ حکم کے موافق آگے
چلے ششم مہر سنہ ۱۰۰۸ھ کو وہ دار الخلافہ آگرہ سے چلا اور یورش دکن کا ارادہ کیا اُسی دن
شاہزادہ کو آسیر جانیکا حکم بھیجا شاہزادہ بادہ پیمائی اور بدہم نشینی سے سود اور زیان کو
نہین جانتا تھا اس سبب سے پادشاہ نے اسکا دربار بند کیا تھا۔ مگر مریم مکان کی سفارش سے
اسکو پھر دولت کورنش نصیب ہوئی۔ خدمت گذاری اور ہنجار روی کا پیمان تازہ کیا
اسکو امرا رانا کی مالش کے لئے مقرر کیا۔

پادشاہ کا مالوہ مین دکن کے ارادہ سے آنا سنہ ۱۰۰۸ھ

چاند بی بی قلعہ احمد نگر مین تھی اور استوار جگہ کو اپنی پناہ سمجھتی تھی اور کچھ سپاہ بھی
اسکے تابع تھی۔ اسنے برہان الملک کے پوتے بہادر کو مرزبان بنا رکھا تھا قلعہ سے باہر

ابھنگ خان زنگی نے شورش مچار کھی تھی گو وہ اس خورد سال بہادر کو مرزبان مانتا تھا مگر اس بار سازن کی گھات مین لگا رہتا تھا۔ یہ دانشمند بانو بادشاہ کی سپاہ سے بھی خوشامد کی باتین کرتی تھی اور دکنیون سے بھی دوستی کی داستان گاتی تھی ابوالفضل سے بھی جب اسنے یہی رُوِش برتی تو اسنے جواب دیا کہ اگر بینش ہینی اور روشن اختری سے اپنی تئین دالادرگاہ مین پہنچاؤ تو اس سے بہتر کوئی اور بات آپکے حق مین نہو گی۔ جو پیمان کرو اُسکا پاس ضرور رکھو ورنہ سخن بے فروغ کردار کرنا سزاوار نہین ہے۔ پیغامون کی آمدورفت بے سود ہے جب اسکو قلعہ کے باہر کے آدمیونکی بدگوہری ظاہر ہوئی تو ہواخواہونکو بھیجکر پیوند دوستی استوار کیا اور عہدنامہ خود لکھکر بھیجا۔ اور اُسمین قسمین لکھین کہ ابھنگ کی مالش کے بعد وہ قلعہ کی کنجیان حوالہ کریگی بشرطیکہ اسکو بیر مین تیول دیجائے اور اجازت ہو کہ وہان جاکر آسائش کرے اور فرصت جستجو چلے ہے بادشاہ پاس جائے۔ اور بہادر کو بادشاہ کیخدمت مین بھیجے۔ لیکن اسمین کچھہ اُسکے ارادونکے بدلنے سے اور کچھہ ہمراہیونکی دل بیزاری سے التوا ہوا جب شاہ گڈہ مین سپاہ کو توقف بہت ہوا۔ اور کچھہ سپاہ جدا ہوگئی۔ شاہزادہ کی آمد کا آوازہ بھی فرو ہوا تو ابھنگ خان نے سر اُٹھایا شمشیر الملک پور میان خان کو جو پہلے برار کی حکومت رکھتا تھا زندان سے نکالکر اسنے اپنا اعتبار بڑھایا۔ لشکر ہمراہ کیا کہ دولت آباد سے اس سرزمین مین آئے۔ چونکہ یہان لشکر شاہی کا تازہ وزاد ہے تو اس سے لشکر شاہی مین پراگندگی پیدا ہوگی جس سے دستبرد ہاتھ آئیگی۔ ابوالفضل کو اس تدبیر کی مدت سے آگہی تھی۔ مرزا یوسف خان کو بہت سے آدمیون کے ساتھ اس کی چارہ گری کے لئے مقرر کیا تھا۔ مرزا نے اُسے آسان جانکر بے پروائی کی اور ولایت برار مین آگیا جس سے ایک عجیب شورش برپا ہوئی۔ اس ملک کے بہت سے پاسدار بھاگ گئے کوئی گروہ اپنے بنہ و بار کی غمخواری کے لئے چلا گیا۔ ابوالفضل نے کارآگاہون کی یاوری سے احمد نگر کا قصد کیا تھا اسنے باہر کے بدذاتون کی مالش اور چاند بی بی کی گفتار کی عیار گیری کا خیال کیا۔ ۱۲ کو روانہ ہوا اور ہر طرف کے دلاورون کو بلایا جب وہ چند منزل چلا

توسب طرف سے مخالف احمدنگر مین جمع ہوئے۔ مرزا یوسف خان اس شورش سے بیدار ہوا تیزروی کے ساتھ پیچھے آیا۔ مرزا خان و مرزا لشکری و عادلی خان و سندر داس کو اپنے سے پہلے روانہ کیا۔ شمشیر خان نے ایلچ پور کا قصد کیا جو آدمی پہلے بھیجے تھے وہ پہنچے تو اُس سے شمشیر خان سراسیمہ ہوکر جلد چلدیا۔ یہ لوگ زمینداروں کی رہنمونی سے تیچھے ہٹے۔ ۷ آذر کو اسکی منزل گاہ مین اُنہون نے ہر طرف سے تیرون کی بوچھار ماری۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ ناگاہ شمشیر خان کے ایک تیر لگا کہ اسکی جان گئی اسلئے اُسکا ہنگامہ پراگندہ ہوگیا۔ ابوالفضل نے اب احمدنگر کے جانیکا ارادہ ترک کیا۔ ۸ دے کو مونگی پٹن مین آیا یہان گنگا سے اُترنا چاہتا تھا کہ شاہزادہ سلطان دانیال کے احکام پیہم آنے شروع ہوئے کہ احمدنگر کو ہم فتح کرینگے تو اسکا ارادہ نکر اور اب ہم راہ مین توقف نہین کرینگے جب شاہزادہ برہان پور مین آیا تو بہادر مرزبان خاندیس اس سے ملنے نہ آیا۔ شاہزادہ کا ارادہ اسکی مالش کا ہوا۔ مرزا یوسف خان کو کہ ٹپن کا ارادہ رکھتا تھا اپنے پاس بُلالیا ابوالفضل سے بہت آدمی رخصت لیکر شاہزادہ پاس چلے گئے۔ غنیم نے اس بیجا درنگ اور پراگندگی سپاہ سے دلیر ہوکر کئی دفعہ شاہی لشکر پر شبخون مارا اور ناکام چلا گیا۔ چراگاہ پر دست درازی کرنے لگا۔ دشمن سے جوانمرد ایسے لڑے کہ ابھنگ خان نے لابہ گری شروع کی۔

سنہ ۱۰۰۹ھ فتح احمدنگر و اسیر

بادشاہ ۲۹ بہمن کو ۱۰۰۸ھ کو اجین کے قریب آیا۔ اسکا ارادہ تھا کہ مالوہ مین چند روز عشرت شکار مین بسر کرے۔ کہ سپاہ چُستی و چالاکی سے احمدنگر کی فتح مین دل لگائے۔ مگر اسکو معلوم ہوا کہ بہادر خان مرزبان خاندیس کو اپنے قلعہ کی استواری پر اور سامان کی افزونی پر نظر تھی کہ وہ شاہزادہ سے نہ ملا۔ اسلئے کشائش و مالش کا خیال شاہزادہ کو ہوا۔ بادشاہ نے شاہزادہ کو حکم دیا کہ وہ احمدنگر کی فتح کو جاوے۔ بہادر کا نہ ملنا اسکی سرتابی کے سبب سے نہین ہے۔ اسکا ارادہ ہے کہ اول ہماری کورنش کو آئیگا۔ ورنہ مغز کار کو سوچکر چارہ گری اُس وقت کیجائیگی کہ ہم برہان پور مین پہنچین گے۔ بہادر خان نے

پیشکش بھیجی اور اپنے بیٹے کبیر خان کو بادشاہ کی خدمت گذاری کیلیئے ہمراہ کیا۔ خواجہ مودود کو
بادشاہ نے اسکی نصیحت گرہی کے لئے بھیجا۔ اسنے چار نادر ہاتھی بھیجے اور اپنے نہ ملنے کے عذر مین
جھوٹی باتین بنائین۔ بادشاہ نے میر صدر جہان کو اندرز گوئی کے لئے روانہ کیا۔ پھر پیشترو خان
مگروہ سمجھانے سے کچھہ نہ سمجھا۔ اسکے باپ دادا ہمیشہ مدت سے بادشاہ کی فرمان پذیری اور
خدمتگذاری کرتے تھے۔ اسلیئے بادشاہ نے اسکا ملک اسکو دیدیا تھا۔ اب بہادر خان نہ لشکر
دکن کے ساتھہ گیا نہ شاہزادہ سے ملا۔ نہ بادشاہ سے ملنے آیا۔ اسلیئے بادشاہ نے ۵ اسفندارمذ کو
سالباہن پسر منڈی و شیخ فرید بخشی بیگی و ہاشم بیگ اور بہت سے سرداروں کو آسیر کے فتح
کرنے کیلیئے بھیجا۔ بادشاہ ۲۳ کو نربدا کے کنارے پر آیا ۲۶ کو دریا سے اُتر کر بیجا گدہ مین آیا
یہان نوروزی جشن ہوا۔

جب شاہزادہ برہانپور سے گذرا فرمان والا ابوالفضل پاس آیا کہ سپاہ مرزا شاہرخ کو سپرد کرکے
ہمارے پاس آؤ۔ اس سے ابوالفضل بڑا خوش ہوا۔ مرزا کے پاس گیا اور انجمن مرتب ہوئی اور
فرمان پڑھا گیا۔ برہانپور مین آدمی چلے گئے تھے۔ اسلیئے پراگندگی ہو رہی تھی مرزا اور سرداروں نے
ابوالفضل کے جانے کو پسند نہین کیا اور عرض کیا کہ اس آشوبگاہ کی آرامش کا یارا ہمکو نہین ہے۔
ابوالفضل پژمردہ ہوکر اپنے بنگاہ کو گیا اور انتظار مین بیٹھا۔ کچھہ دن گذرے کہ شاہزادہ بہت نزدیک
آگیا۔ مرزا شاہرخ و میر مرتضےٰ اور خواجہ ابوالحسن اور کار آگھون نے لشکر کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا
خزانہ و توپخانہ اور اسباب انکو ابوالفضل نے سپرد کیا اور بادشاہ کے حکم کے موافق فیلخانہ ہمراہ
لیا۔ ۱۲ اسفندارمذ کو روانہ ہوا۔ ۱۷ کو آہورہ مین شاہزادہ سے ملا۔ تین روز یہان رہا کہ ایک
اور فرمان شاہی آیا کہ وہ برہانپور مین آئے۔ اگر بہادر اندرز پذیر ہو تو اُسکو بخشائش
کی نوید سُناکر ہمراہ ہمارے پاس لائے اور نہین تو فیلخانہ اور لشکر کو وہان چھوڑ کر
چلا آئے تاکہ آگے چلنے اور گجرات کی طرف جانیکے باب مین مشورہ کیا جائے۔ جب
ابوالفضل برہانپور مین آیا تو بہادر ساتھہ چلنے کو راضی ہوا مگر گھر جاکر اسکی نیت بدلگئی

ابوالفضل کا بادشاہ کی خدمت مین جانا ۱۰۰۸ ہجری

نالائق جواب لکھا اور ساتھ نہ چلا۔ ابو الفضل نے لشکر وفیل خانہ یہین چھوڑا اور بہت جلد پادشاہ کی خدمت مین پہنچگیا۔ پادشاہ نے خسروانی نوازش کرکے یہ بیت پڑھی ؎

فرخندہ شبے باید وخوش مہتابے ؎ تا با تو حکایت کنم از ہر بابے ؎ چونکہ سپاہ احمد نگر کی کشائش کو گئی ہوئی تھی اور پادشاہ نزدیک گیا تھا اسلیئے آگے چلنے کی ٹھہری اور ۱۲ اسفندارمذ کو پادشاہ برہانپور مین آگیا۔ آگرہ سے اس شہر تک ۲۲۶ کروہ کا فاصلہ ہے ۱۹۵ دنون مین ۶۹ کوچون مین پادشاہ نے طی کیا۔ ۲۲ خان اعظم آصف خان وشیخ فرید وابو الفضل کو آسیر کے محاصرہ کرنیکے لیئے بھیجا جو لشکر پہلے بسرکردگی شیخ فرید بخشی آسیر کی فتح کو گیا تھا اُسنے اپنے آدمیون کی کمی اور دشمنون کی افزونی کے سبب سے دوربینی کے ساتھ یہ کام کیا تھا کہ وہ قلعہ کے تین کوس پڑا تھا۔ بعض ناتوان بینون نے اورنگ سے اس امر کو پادشاہ سے گذارش کیا پادشاہ کو گران خاطر ہوا۔ ابو الفضل نے پادشاہ سے حقیقت حال کو بیان کرکے اس گرانی کو دور کیا۔ اس تاریخ خاندیس کی نگہبانی ابو الفضل کو سپرد ہوئی ۲۳ کو اُسنے دو جگہ آدمی بٹھائے۔ ایک طرف اپنے بھائی شیخ ابو البرکات کو دوسری طرف شیخ عبد الرحمن اپنے بیٹے کو۔ تھوڑے عرصہ مین اُنہون نے گردن کشون کو مالش دی اور سرکشون کو مطیع کیا۔ خاندیس کی سپاہ نے بندگی قبول کی۔ کسانون کو ایسا دلاسا دیا گیا کہ وہ اپنی کشت وکار مین مشغول ہوئے۔ ۷ اردی بہشت کو مظفر حسین کو النگ پر بھیجا۔ یہان فولاد خان حبشی وروپ رائے۔ وملک بشیر اور بعض اور سردار خاندیس کی بندگی کی داستان گذارش کرتے تھے رائے دُرگا۔ رائے منوہر۔ خواجگی فتح اللہ۔ میرزا ہد ومیر گدائی ومیر عبد الحی کو بسرکردگی میرزاہد کو اسطرف پادشاہ نے بھیجا۔ اگر یہ لوگ اندرز سرائی کو قبول کرین تو اُنکو ہمارے پاس روانہ کرین اور خود قلعہ کی فتح مین مصروف ہون ورنہ انکی مالش کرین۔ پٹن مین ابو الفضل کے سمجھانے سے فولاد خان نے فرمان پذیری کا استوار پیمان کیا۔ مسعود بیگ سو پادشاہی فیل لئے گجرات جاتا تھا کہ وہ فولاد خان سے ملا۔ روپ رائے فولاد کو اپنے سے کمزور سمجھکر

لڑا اور زخمی ہو کر بھاگا اور کچھ دنون بعد مر گیا۔ ہاتھی اور سارا اسباب اسکا فولاد خان کے ہاتھ آیا۔
فولاد خان کی نیک پرستاری ثابت ہوئی وہ ۱۲ کو پادشاہ کی خدمت مین آیا اور منصب ہزاری
پایا۔ اُنھین دنونمین بہادر خان نے بھی معذرت کی اور پناہ مانگی۔ اپنی مادر کلان اور بیٹے کو سٹھ
ہاتھیون کے ساتھ بھیجا۔ اور عرض کیا کہ اپنی لغزش کے سبب سے میرے دل پر بالکل خوف چھا رہا ہے
اس سبب سے مین حاضری سے معذور ہون کچھ دنون مجھہ سے خدمت غائبانہ لیجائے تاکہ میرا ہراس
دور ہو جائے۔ مجھکو پرستاری کی دستاویز سے درگاہ والا مین آون اپنی بیٹی کو بھیجتا ہون اس کو
سلطان خسرو کے مشکوی مین حضور سپرد فرمائین۔ اسباب اور مال پیشکش مین بھیجتا ہون وہ سوچا
یہ تھا کہ ان دنونمین قحط پڑ رہا ہے میرے اس عذر کو حضور قبول فرماکر کوچ فرمائینگے۔ پادشاہ نے
جواب دیا کہ کوئی عذر تیرا قبول نہین ہوگا جبتک وہ نہ آئیگا۔ ہمارے پیمان پر بھروسہ کرکے چلا آ
اور خدمتگذاری جلدی سے کر۔ ابو الفضل نے سندر داس کو بھیجکر قلعہ سنبل و دل و جامو فتح کرلئے
اِن قلعونمین ابراہیم نے سر اُٹھایا تھا وہ لڑا اور دستگیر ہوا۔ اور اپنی سزا کو پہنچا۔ متھرا داس بھی
مردانہ لڑکر جان سپار ہوا۔ ۲۵ کو ابو الفضل کو منصب چار ہزاری ملا اور صفدر خان نبیرہ راجہ علیخان
اور ہمشیرزادہ ابو الفضل کو منصب ہزاری ملا تا کہ خاندیس کی سپاہ اس سے گرویدہ ہو کوہ ساپن
بہت بلند اور دشوار گذار تھا قلعہ نشین آسپر چڑہتے اور گزند پہنچاتے۔ قرابیگ مرزا یوسف
و مرزا تولک اور بعض اور امرا دشمن سے لڑے اور پایہ بپایہ غنیم کو دفع کرتے گئے یہان تک کہ وہ
قلعہ کے اندر چلے گئے اور اہل قلعہ کو قرابیگ نے کچھہ تنگ حال کیا۔

سعادت خان حاکم ناسک فرمان پذیر ہوا۔ مگر اس کا غلام راجو تھا اسنے اس کے
نوکرون کو بہکا کر اپنے ساتھ کرلیا۔ اور ہاتھی اور سارے اسباب پر قبضہ کرکے اس ملک کا
مالک بن بیٹھا۔ شاہزادہ دانیال کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے پانچ ہزار سپاہ
بسرکردگی دولت خان بھیجی اُس سے خوب لڑائی ہوئی اور لشکر شاہی کو فتح نصیب ہوئی
احمدنگر کے قلعہ کو سپاہ شاہی محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ سعادت خان و فرہاد خان

و شجاعت خان۔ شہزادہ خان۔ عبدالستار خان اور بہت سے دکنی اور زنگی عہد و پیمان لیکر شاہزادہ کے پاس آئے۔ مگر دشمنان دوست نما کو یہ سودا ہوا کہ انکی کار شکنی کیجیئے۔ اور پختہ کارون کے طور پر شاہزادہ کو ان کی طرف سے بھڑکایئے۔ انکی رہنمونی سے انمین سے بہت کو گرفتار کرلیا۔ فرہاد خان اور کئی ایک اور مرزا خان کی ہمراہی مین بے خوف و خطر خدمتگذار تھے وہ بھاگ گئے پیمان شکنی کی شہرت نے تازہ شورش برپا کی جو ئیس شہزادہ سے ملنے آئے تھے وہ اُلٹے چلے گئے۔

لشکر شاہی احمد نگر کی فتح مین مصروف تھا بیجاپور کا لشکر اپنی سرحد کی پاسداری کے واسطے سرحد پر آیا تھا اور بڑی نگرانی کرتا تھا۔ غرض پست فتنہ دوستون نے اس لشکر کے آنے کی گرم بازاری کو اور رونق پر ادا کیا۔ قریب تھا کہ قلعہ کے گرد سے سپاہ اُٹھ جائے مگر کچھ ایسا سبب ہو گیا کہ اسنے محاصرہ نہ چھوڑا۔ لیکن ناسک سے سپاہ بیطور بلائی گئی اور وہ ملک لیا ہوا ہاتھ سے بُری طرح نکل گیا چودھوین کو بادشاہ برہانپور پہنچ گیا لشکر شاہی قلعہ احمد نگر کی فتح کو بھیجا گیا تھا اسکا یہ ارادہ تھا کہ بارش کے بعد اس کام پر دل لگائے مگر بادشاہ نے پیہم کوشش کی اور خود برہان پور مین آ گیا تھا اسلیئے لشکر نے اسپر توجہ کی۔ مرزا رستم ایک لاکھ مہر لیکر مرزا دانیال پاس آ گیا تھا۔ چاند بی بی اپنے پیمان پر جو ابوالفضل سے کیا تھا قائم تھی ابھنگ خان (نہنگ خان) بہت سے زنگی اور دکنی لیکر گریوہ کے سرے پر کارزار کا آہنگ رکھتا تھا۔ یہ شاہی اقبال تھا کہ لشکر دکن مین نفاق و دو روئی پیدا ہوئی۔ ۲۶ فروردین کو ہر کس و ناکس کی زبان پر یہ تھا کہ بعض سردار بادشاہی سپاہ سے سازش رکھتے ہین اسلیئے ابھنگ خان ہمت ہارے دیتا تھا اور بے لڑے پراگندہ ہوا جاتا تھا۔ ۲ اردی بہشت لشکر شاہی نے احمد نگر کے نزدیک خیمے ڈلے اور مورچالین امیرون کے لئے مقرر ہوئے۔ چاند بی بی اپنے عہد و پیمان کو تازہ کر رہی تھی کہ جبشہ خان خواجہ سرا کو اسکی اطلاع ہوئی اُسنے بعض اہل قلعہ کے ساتھ

قلعہ احمد نگر کی فتح ۴۵ سنہ ۱۰۰۹

متفق ہو کر چاند بی بی کو مار ڈالا۔ اعتبار خان و میر صفی و مرزا تقی و حاجی محمد نے توپ اندازی شروع کی۔ سپاہ شاہی کے دیر لگانے نے آسان کام کو مشکل کر دیا چند بار غنیم قلعہ سے باہر نکل کر لڑا۔ ناکام پھر گیا شاہزادہ کی سخت کوشش سے اسکے نوکر خاک ریزی (خندق کو مٹی سے پر کرنے پر) پر دل نہاد ہوئے۔ خندق کو بالکل بھر کر دیوار کی برابر کر دیا خندق کی چوڑائی ۳۰ گز سے ۴۰ گز تھی۔ گہرائی ۷ گز۔ دیوار نیلے پتھر کی ۲۷ گز بلند تھی۔ اگرچہ بہت آدمی خدمت کی بجا آوری مین کوشش کرتے تھے مگر شاہزادہ کے اور مرزا یوسف خان کے مورچلون مین زیادہ اہتمام ہوتا تھا انہون نے چند سرنگین لگائین تھین۔ مگر اہل قلعہ نے انکا پتا لگا لیا اور انکو خالی کر دیا۔ تعجب ہے کہ اہل قلعہ نے اندر سے نقب کھودی تھی اور اسمین آگ لگائی تھی مگر وہ خاک ریز مین افسردہ ہو گئی اس سے کچھ گزند لشکر شاہی کو نہین پہنچا۔ بلکہ قلعہ کے ایک برج کو اُسنے ہلا کر شکست بیوند کر دیا۔ اسپر لشکر شاہی کو اطلاع ہوئی اور اسکو خالی کیا اور اُسمین ایکسو اَسّی من بارود بھر کی اور اُسنے ایک برج کو جسکا نام لیلے تھا۔ اور تیس ۳۰ گز دیوار کو ہوا مین اُڑا دیا۔ اُسکے پتھرون سے دشمن کچلے گئے۔ مگر لشکر شاہی مین ایک کنکر بھی آنکر نہین پڑی۔ پھر اس راہ سے قلعہ مین تیز دست گھس گئے اور بہت سے مرزا یوسف خان کے مورچال مین سے قلعہ کے اندر چلے گئے۔ غنیم کے پندرہ سو آدمی مارے اور کچھ آدمیون کو ان کے دوستون کی سفارش سے رہائی دی۔ بُرہان نظام الملک کا پوتا ابراہیم کا بیٹا بہادر ہاتھ آیا گرانمایہ جواہر و مرصع آلات و عجیب کتب خانہ اور بہت سا مال و اسباب اور پچیس ہاتھی غنیمت مین ہاتھ لگے۔ توپین اور بارود حد سے زیادہ۔ باوجودیکہ برسات کا موسم تھا مگر ان دنون مین بارش نہوئی۔ خاک ریز آسانی سے ہو گیا دوسرے روز سے موسلا دھار مینھہ برسنا شروع ہوا۔ بادشاہ کو اس فتح کی برہان پور مین دو روز بعد اطلاع ہوئی۔ بادشاہ جنیر مین ۲۳ آبان کو آیا۔ یہ آباد شہر نظام الملک کے باپ دادا کا تھا۔ اسکے قلعہ کا نام سنیر تھا جب احمد نگر فتح ہو گیا تو مرزا خان کو اس قلعہ کیطرف

بھیجا وہ بے جنگ ہاتھ آیا۔ بہادرخان نے غرہ مہر کو سادات خان کو جو اسکا میر شمشیر تھا بادشاہ کے پاس دس ہاتھیون کے ساتھ بھیجا وہ بادشاہ کے پاس آیا۔ وہی پہلا پیغام اُسکا گذارش کیا۔ مگر بادشاہ نے اُسے نہین قبول کیا۔ ایلچی کو واپس جانیکی اجازت دی مگر اسنے عرض کیا کہ مین بہت مشکل سے اس تنگنا سے نکلا ہون مجھے مدت سے حضور کی قدمبوسی کی آرزو تھی۔ اسلئے بادشاہ نے اُسے ہزاری کا منصب دیا اور شیخ پیر محمد حسین کے ہاتھ جو اسکے ہمراہ تھا۔ بہادرخان پاس جواب بھیجدیا۔

آسیر منتخب قلعون مین سے تھا استواری اور بلندی مین بے نظیر تھا۔ اسکی کمرگاہ مین ایک نامور قلعہ مالی گڈہ تھا۔ جو آسیر مین جانا چاہے تو اول اس کو اس قلعہ مین گذرنا پڑتا ہی اسکے شمال مشرق مین چونہ مالی ہے جسکی کچھہ دیوار بننے سے رہگئی ہے۔ مشرق سے نیرت تک پہاڑیان ہین۔ جنوب مین سربلند پہاڑ گوڈھیہ ہے۔ نیرت مین ایک پہاڑ ساپن ہے۔ دشمنون نے ان سب جگہون کو توپ اور آدمیون سے اُستوار کر رکھا تھا۔ ساپن کی فتح ہونیکا حال پہلے بیان ہوا ہے۔ کوتاہ اندیش اسکی فتح کو پسند نہین کرتے تھے۔ بنگاہ کی دوری سے سب چھوٹے بڑون کا دل آزردہ ہوتا تھا۔ اہل قلعہ کی زرفشانی نے بھی بعض کو متزلزل کر رکھا تھا اہل قلعہ مین سے ایک نے قرابیگ سے ملکر پوشیدہ راہ بتائی کہ اس سے بآسانی جاسکتے ہو مگر کارپردہی منظور نہ تھی۔ اسلئے اسکی اطلاع پر کان نہ لگایا جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو خبر دینے والے کو سودائی بتادیا۔ بہت آدمیون کے مرنے کی خبر سناکر بادشاہ کو باز رکھا۔ ۱۷ ار آذر ۹ الٰہی کو ابوالفضل کو اس مہم کا اہتمام سپرد ہوا۔ جب وہ یہان آیا تو قرابیگ سے اس راہ کو پوچھا اہل مورچال کو اطلاع دی کہ اس ہفتہ مین قلعہ کشائی کے لئے دوڑونگا۔ جب نقارہ کرنا کی آواز سنو تو ہر ایک زینہ پر سوار ہوکر قلعہ مین آؤ اور نقارہ کو بہت زور سے بجادو۔ اُنہون نے خواہ مخواہ قبول کیا۔ مگر اسکو دیوانہ سا نہ جانا۔

۱۸ ار کی اندھیری رات مین مینہہ برسنے کے اندر خاص آدمیون کو گروہ گروہ کرکے ساپن پہاڑ کے اوپر چڑھایا۔ اول آدھی رات کو قرابیگ کو ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا

سنہ ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ع

اُسنے پایہ بپایہ اپنے مورچال کے آدمیون کو بھیجا۔ آخر شب مین پہلے گروہ کے چند آدمی اس پوشیدہ راہ مین چلے۔ دروازہ مالی کو توڑا۔ بہت سے جوان مرد قلعہ کے اندر آئے۔ نقارہ اور کرنا قلعہ کے اندر بجا۔ آدمیون کے آنے مین دیر لگی اسلیئے قلعہ نشین کچھ لڑے۔ ابو الفضل خود آیا۔ رہبر نے راہ بتانے مین کچھ غلطی کی۔ لڑائی گرم ہو رہی تھی مینھہ برس رہا تھا صبح کے وقت وہ طناب پر چڑھ کر قلعہ مین گیا تھوڑی دیر غنیم سراسیمہ ہو کر آسیر مین بھاگ گیا جب دن ہوا تو اور مورچال نشین بھی ہر طرف سے لڑنے کو دوڑے گڈھیہ اور چونہ پر پہنچے۔

اس امر کا خیال بھی نہ تھا کہ مرزبان خاندیس پادشاہ کیلیئے دروازہ نہ کھولیگا۔ اس لئے سامان قلعہ کشائی ہمراہ نہ تھا۔ ہزار کوشش سے چند توپین برنالہ و کاویل و احمد آباد سے آئین جب مالی گڈہ فتح ہوا تو بہادر خان کی آنکھین کھلین۔ ایک وزیر اپنا ابو الفضل پاس بھیجا۔ پادشاہ کی خدمت مین آنیکی اور پناہ مانگنے کی درخواست کی اسکا جواب اسنے کچھ نہ دیا جب وہ بہت رویا دھویا تو اُسکے فرستادہ کو پادشاہ پاس بھجدیا۔ ۲۳ آذر کو پادشاہ نے راماداس کو اُس پاس بھیجا وہ چوتھے روز مقرب خان کو جو بہادر خان کی ناک کا بال تھا ساتھ لایا۔ اُسنے پیام عرض کیا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ قلعہ اور ملک اسکو پھر دیا جائے اور قیدی رہائی پائین تو سر کے بل حضور کے پاس آتا ہون۔ ایک پُرانی رسم یہان چلی آتی ہی کہ وارثون مین سے ایک مسند نشین ہوتا ہے اور سب بھائی اور خویش اسکے نہانخانون مین زہ و زاد کے ساتھ بسر کرتے ہین۔ پادشاہ نے اسے قبول کرلیا جان و ناموس کی امان دی۔ بہادر خان پادشاہ کی خدمت مین ناصیہ فرسا ہوا۔ اس کے دو چھوٹے بیٹے افضل خان اور خداوند خان اور اور امرا اسکے باریاب ہوئے۔

قلعہ مین آذوقہ بہت تھا۔ توپون کی کثرت تھی۔ سپاہ کی فراوانی اور آلات پاسبانی کا سامان ایسا تھا کہ کسی اور قلعہ مین نہ تھا۔ یہان پادشاہی لشکر مین قلعہ گیری کا سامان نہ تھا۔ اس قلعہ کے محاصرہ مین آدمیون کے اجتماع سے وبا شروع ہوئی۔ بہت آدمی روز مرتے مگر اہل قلعہ رعیت کے مرنے پر کچھ خیال نہین کرتے اونہہ سنتے

پادشاہ پاس بہادر خان کا آنا ۱۰۰۹ھ

قلعہ آسیر کا فتح ہونا ۱۰۰۹ھ

حیلے ہر وقت نکالتے رہتے۔ مالیگڑھ کی فتح ہونیسے اُنکی آمد و شد کی راہ بند ہو گئی تو وہ کچھہ
چونکے۔ بادشاہ کے نوکرون کی رہنمونی سے آخر داستان یہ قرار پائی کہ بہادر درگاہ والامین
جبین سائی کرے بادشاہ اسکو قلعہ اور ملک پھر دیدیگا اور نہین تو بہادر یہ گذارش کرے کہ
اہل قلعہ میرے کہنے سے باہر ہین۔ یہ تدبیر عمل مین آئی۔ اور بہادر نے جو سکھایا تھا وہ عرض کیا
تو بادشاہ نے ابو الفضل کو اجازت دی کہ وہ اس حصار کو فتح کرے وہ اسپر متوجہ ہوا۔
گو ڈھیہ سے مورچال آگے بڑھائے اور بڑی بڑی توپین لانے کی اجازت حاصل کی مگر
کار آگاہون کو مخفی بھیجکر اہل قلعہ کو دلآویز باتون سے اپنی طرف کیا۔ انہون نے یہ کہا کہ
بہادر خان کے خط فلان وبہان کے نام لادو کہ ہمیں قلعہ کے سپرد کرنے مین بیوفائی و بدنامی سے
ہمارا مُنہ کالا نہو۔ مال و جان و ناموس کی نگہبانی کا فرمان بادشاہ کا حاصل کردو بہادر خان نے
اول لکھنے مین بحث کی مگر آخر کو نوشتے لکھدیے اور مہر لگادی۔ ان نوشتون کو بادشاہی فرمان کے
ساتھ اہل قلعہ پاس ابو الفضل نے بھیجدیا۔ چار روز مین ۳۴ ہزار آدمی مع زن و زاد اوپر سے
نیچے آئے اور شائستہ طور پر عافیت کی جگہ پہنچگئے۔ بہمن کو شیخ عبد الرحمن پسر ابو الفضل کو
اہل قلعہ نے کنجیان سپرد کردین بہادر کے فرزند بھائی و چچا تعداد مین ۷۳ جنمین بعض پیر و جوان
بعض خورد سال تھے نیچے آئے۔ وہ بادشاہ کیخدمت مین بھیجے گئے۔ بادشاہ نے ان سب کو
گرانمایہ خلعت دیئے ہر ایک کو اپنے ملازمون کے ہان مہمان جدا جدا بنایا ارادہ یہ تھا کہ انمین
سے ہر ایک کا امتحان لیکر منصب دیا جائے۔ انکے خزانہ و جواہر اور سارے مال و اسباب کی
حفاظت کیگئی ابو الفضل نے بہادر خان کے حوالہ دارون کے ساتھ بادشاہی دانشمند اہلکارونکو
کرکے قلعہ حوالہ کیا۔ اور کار آگاہان دولت کو ہر جگہ مقرر کیا اور خود بادشاہ کی خدمت
مین آیا۔ ان کوہ نشین احمقون نے ایک لاکھ جاندار سے زیادہ قلعہ کے اوپر لیجا کر
جمع کئے تھے۔ جاندارون کی انبوہی سے ہوا دگرگون ہوئی اور وبا پھیلی پچیس ہزار
آدمی بیمار ہو کر مرے۔ لشکر شاہی مین کمی بارش کے سبب غلہ بہت بہو نچتا رہا اور

سپاہ آسائش سے رہی اور مورچل آگے بڑھتے گئے۔ توپون نے اپنے گولے برسائے۔ مگر لشکر شاہی مین سے سوائے الغ بیگ بدخشی و سید ابو اسحق صفوی کے کوئی بڑا آدمی نہین مرا۔

ان دنون مین بادشاہ نے بیجاپور و گلکنڈہ و بیدر مین ایلچی بھیجے۔ عادل خان مرزبان بیجاپور نے اول ایک لعل گران بہا بھیجکر پیانیشگری کی۔ ایسے ہی قطب الملک گلکنڈہ نے۔ اور ملک برید بیدر نے نیازمندی ظاہر کی۔ ان سب کی خواہش یہ تھی کہ کچھ دنون کے لئے بارگاہ خلافت سے دلدہی کے ساتھ نامزد ہون۔ شاہزادہ مراد کے مرنے پر اور بیر کی لڑائی پر اور احمدنگر کے محاصرہ پر نظام الملک نے اُنسے یاوری چاہی مگر اُنہون نے بادشاہ کی دولت خواہی کا سر رشتہ چھوڑکر انکی باتون پر کان نہ لگایا۔ اولیاء دولت بھی بادشاہ کی بازگشت کے لئے سب ڈھونڈ رہے تھے اسلئے دکنیون کی آرزوئین پوری ہوئین۔ ۱۲ ار کو بادشاہ نے عادل خان پاس شریف سرمدی قطب الملک پاس مسعود بیگ کو ملک برید پاس مومن بیگ کو بھیجا اور زبانی اور تحریری بہت سی نصیحتین انکو کین۔

احمدنگر فتح ہوگیا مگر کارسازون کی ناپروائی سے فتنہ بڑھنے لگا اناج مہنگے ہونے نے لشکر شاہی کی قوت کو ضعیف کیا۔ دکن کے خودکام فراہم ہوکر شورش برپا کرنے لگے مرتضیٰ نظام الملک کے چچا شاہ علی کے بیٹے علی کو انہون نے اپنا نظام الملک بنایا بادشاہ کو سارا حال یہان کا نہین معلوم ہوا۔ مگر علی پسر شاہ علی کی بدگوہری اور راجو کی فتنہ افزائی بہت مشہور ہوگئی۔ اس سبب سے خانخانان کو احمدنگر بھجوایا اور ابوالفضل کو ناسک روانہ کیا۔

جب ابوالفضل نے ملک ناسک کی فتح کا سامان اچھی طرح آمادہ کیا اور سرتابونکی مالش کے عمدہ روش پر آمادہ ہوا تو حیلہ پردازون حسد پیشون نے بادشاہ سے ۵ اسفندارمذ کو حکم بھجوایا کہ پسر شاہ علی کے پاس بہت آدمی جمع ہوگئے ہین وہان جاؤ اور خانخانان کے ساتھ اتفاق کرکے کام کو شائستگی سے انجام دو۔ ابوالفضل قصبہ انوسے سطرف روانہ ہوا

مرزا دانیال کا باپ کے پاس آنا ۱۰۰۹ ھ – ۴۵ م

جسوقت سے احمد نگر فتح ہوا شاہزادہ دانیال کو باپ پاس جانیکی لو لگی۔ بادشاہ نے بھی اُس پاس فرمان بھیجدیا کہ مرزا شاہرخ کو احمد نگر سپرد کر کے میرے پاس چلے آؤ۔ دہم اسفندیار مذکو وہ بادشاہ کی خدمت مین آیا۔ بادشاہ نے اسپر نوازش کر کے خاندیس کی حکومت عنایت کی اور اس ملک کا نام اسکے نام پر داندیس رکھا۔ شاہزادہ دانیال نے دولت خان لودی کو نوکر رکھکر اور دو ہزاری منصب دیکر احمد نگر مین مرزا شاہرخ کی کمک کو بھیجا تھا وہ قولنج سے مرگیا۔ ۲۰ کو خواجگی فتح اللہ ناسک کی طرف اسلئے بھیجا گیا کہ یہان کا حاکم سعادت خان پیمان شکنی کر کے باغی ہوگیا تھا مگر اب وہ یہ چاہتا تھا کہ مجھے کوئی نیکر و بادشاہ پاس لیجائے۔ بادشاہ نے ۲۲ کو بہادر خان کو گوالیار بھیجا کہ وہان زندان کو دبستان بنا کے کچھ آگہی حاصل کرے۔ مہربانی سے زہ وزادا اسکا ہمراہ کیا۔ ولی بیگ وسیام بیگ وابو ناصر اور کچھ سپاہ کو ساتھ کر دیا۔

عادل خان بیجاپور کا فرمانروا آرزو رکھتا تھا کہ اسکی بیٹی کا نکاح شاہزادہ دانیال سے ٹھہر جائے۔ اسلئے ۲۹ کو میر جمال الدین انجو خواستگاری کے ساتھ وہان بھیجا گیا۔

علی پسر ولی خان کا فساد اُٹھانا ۱۰۰۹ ھ – ۴۵ م

برید کے امرا پیشین مین سے علی پسر ولی خان تھا وہ بیجاپور کے نزدیک اس فکر مین تھا کہ کسی طرح بڑا آدمی ہو جاؤن۔ کچھ آدمیون نے اُسے بلا کر تھوڑے دنون بیدر مین بھی چھپا رکھا تھا اس زمانہ مین کہ مومن بادشاہ کی طرف اندرز گوئی کے لئے گیا تو علی اسکے قبول کے خیال سے قلعہ سے نکل کر شہر مین آیا مگر زر پرست ناسپاسون نے اسکو ایدر لیجا کر ایک شور برپا کر دیا۔ علی مجبوری زہ وزاد کو لیکر ناروان سے گلکنڈہ کو چلا۔ بدنہادون نے پیچھے آنکر اسکی مان اور رشتہ دارون کو دستگیر کیا اور انکو مار ڈالا۔ الغرض بادشاہ سے سرتابی کی سزا اُسکو یہ ملگئی۔

شاہ علی کے علاج کیلئے ابو الفضل کا روانہ ہونا ۱۰۰۹ ھ – ۴۶ م

علی پسر شاہ علی کو سزا دینا بڑا کام تھا اسلئے ابو الفضل کو ناسک سے بلا لیا تھا وہ برن گاؤن کے قریب پہلے سال مین خانخانان سے ملا۔ ناگاہ یہ خبر آئی کہ دنکور زمیندار عادل خان بیجاپوری کی مالش سے احمد نگر کے قریب آیا ہو اگرچہ وہ فرمان پذیری کی داستان کہتا ہے مگر اسکی دست یازی کا خوف ہے وہ ملک احمد نگر کا بڑا زمیندار ہے۔ پانچہزار سوار اور بارہ ہزار

بیادے اُس پاس ہیں۔ سال گذشتہ میں جالنا پور میں خانمان اسکی دلاسا کے لئے اس طرف
گیا تھا۔ اور ابوالفضل کو علی پسر شاہ علی کی چارہ گری سپرد کی۔ ساحل گنگ ڈگوداوری پر آیا بہت سے
امیر جو پہلے اس کام کیلئے گئے تھے وہ موجود تھے قلعہ کالنہ فتح ہو گیا۔ احمد نگر کے منتخب قلعوں میں سے
تھا اور سعادت خان پاس تھا وہ مدت سے بندگی کی آرزو رکھتا تھا جب خواجگی فتح اللہ جسکا
اوپر ذکر ہوا اُس قلعہ کے نزدیک آیا تو اُسنے شائستگی کے ساتھ یہ قلعہ اُسکو سپرد کر دیا۔ ۱۳ اُردی بہشت کو
شاہزادہ دانیال پاس بادشاہ نے دو لاکھ مہر بھیجیں جس سے ملک کشائی کی قوت بڑھ گئی۔

پہلے اس سے کہ قلعہ احمد نگر فتح ہو بعض اولیار دولت کو بنگاہ دوستی کے سبب سے اور ایک
گروہ گرانی اشیار کی وجہ سے بعض دکان آرائی کی وجہ سے سخت کوشش کرتے تھے کہ شہریار بغیر
آسیر فتح کئے اُلٹا چلا جائے۔ بادشاہ سے جب کوئی بازگشت کے لئے کہتا تو اسکو جواب ایسا دیتا کہ
اُسکی زبان بند ہو جاتی۔ جب قلعہ آسیر فتح ہو گیا تو اولیار دولت نے اور زیادہ مراجعت کیلئے
باتیں بنانی شروع کیں۔ بادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ملک احمد نگر بالکل ناسپاسی کے خس و خاشاک سے
پاک ہو۔ اسکے بعد بیجاپور و گلکنڈہ و بیدر پر غلبہ ہو کہ وہاں کے فرمانروا فرمان پذیری کا استوار
عہد کریں۔ ان دنوں میں مرزبانوں کے نیائش نامے بادشاہ پاس آئے تو کوچ کرنیوالوں کے
ہاتھ ایک دستاویز آئی۔ بادشاہ کا ارادہ نہ تھا کہ جبتک ایلچی نہ آئیں وہ جائے لیکن سب
چھوٹے بڑوں کی سخت کوشش سے ۱۱ اُردی بہشت کو اُسنے کوچ کیا۔ ۱۲ کی رات کو بہت سے
آدمی بن پوچھے ابوالفضل سے جدا ہو گئے۔ بہت دنوں سے انکا ارادہ ہندوستان جانے
کا بادشاہ کے ساتھ تھا۔ غرض بادشاہ کے جانے کی خبر گرم ہوئی تو عجب رواروی پیدا
ہوئی۔ دکن کے ناسپاسوں نے شورش مچائی۔ ہر روز لڑائی ہونی شروع ہوئی۔ اس براہ
روی میں جعفر پسر مرزا یوسف دکنیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا جس سے انکا غرور بڑھ گیا۔
شاہزادہ نے جو اپنے اہل حرم کو احمد نگر سے بلایا تو اور آشوب بڑھا۔ مرزا یوسف خان
کی سپاہ کو لیکر مرزا رستم بیراہہ ہوا۔ بادشاہ اُسپر خفا ہوا۔ کچھ دنوں کورنش سے باز رکھا

بادشاہ کی بازگشت دار الخلافہ آگرہ کی طرف ۱۰۰۹ھ

راے دُرگا اور راے بھوج بھی جنکو ابو الفضل سے ملنے کا حکم ہوا تھا اپنے گھر چلے گئے اگرچہ وہ کارپردہ نہ تھے مگر انکے ملنے سے ابو الفضل کو تقویت ہوئی۔ ۵ ارکو مرزا شاہرخ بادشاہ پاس چلا گیا۔ دانیال نے اسکو احمدنگر مین مقرر کیا تھا۔ ۲۶ رکو بادشاہ نے ابو الفضل پاس بیس ہاتھی اور اسیقدر ہتنال (توپ جسکو ہاتھی کھینچین) اور دس گھوڑے اور کچھ روپے بھیجے جس سے فیروزی کا سرمایہ بڑھا۔ ۲۸ رکو سلطان دانیال کو بادشاہ نے بُرہانپور بھیجا۔ بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اسکو ہاتھی کے تسکار مین اپنے ساتھ لیجائے مگر دکن مین شورش ہونے سے اسکو اُلٹا بھیجدیا۔ مرزا شاہرخ۔ مرزا یوسف خان۔ شہاب الدین قندھاری کے برخوردار یوسف مسعود خان حبشی اور تین ہزار ایماق بدخشی جو توران سے ابھی نئے آئے تھے اور بہت سے اور سپاہیون کو اُسکے ہمراہ کیا جس سے رواروی کچھ کم ہوئی۔

صوبہ احمدنگر کے عمدہ قلعوں مین قلعہ ترنبک تھا۔ آب گنگ (گوداوری) کا سرچشمہ اسمین جوش کرتا تھا۔ وہ ایک بزرگ پرستشکدہ تھا۔ وہ سعادت خان پاس تھا۔ ہمنے پہلے لکھا ہے کہ وہ بادشاہ کا تابع ہوگیا تھا۔ اسنے قلعہ کا لنہ سپرد کیا تھا۔ یہ قلعہ بھی بادشاہی آدمیون کو یہان لاکر اسنے سپرد کیا۔ مگر سپاہ کے سردارون نے دل گرفتگی کے سبب سے قلعہ کی پاسبانی کا سامان نہ کیا اور اُلٹے چلے گئے۔ راجو بہت سی سپاہ کے ساتھ پیچھے آیا۔ لڑتا ہوا آگے چلا۔ جہان وہ لڑا بادشاہی سپاہ کو فتح ہوئی۔ راجہ بھرجی و ہاشم بیگ و فولاد خان و ملک شیر و سادات بارہ و عظمت خان نے کارہاے نمایان کئے ہر ایک اپنے اقطاع کو گیا۔ راجو نے پھر کر قلعہ پر غلبہ پایا۔

بہادر خان گیلانی تلنگانہ مین حاکم تھا اُس پاس جنگ کا سامان کم تھا عنبر جیو نے بہت سے دکنی و زنگی جمع کرکے اسپر حملہ کیا۔ وہ کچھ لڑا اُسنے شکست پائی اور کسی طرف چلا گیا غرض پرستی کے سبب سے بادشاہ کو اس کی اطلاع نہین ہوئی اس حبشی نے خودسرون کو جمع کرکے ہنگامہ ناسپاسی برپا کیا۔ سپاہ تلنگانہ کا سردار علی مردان خان تھا۔ وہ پاتھری کے نزدیک شیر خواجہ کی یاوری کو آیا تھا کہ اسنے سُنا بہادر خان گیلانی کو

تلنگانہ کے معاملات و شیخ عبدالرحمن کا فتح پانا ۴۶ سنہ ۱۰۰۹

شکست ہوئی وہ پھر اُلٹا چلا گیا۔ خیرہ سری سے آمادگی بغیر لڑنے لگا بہت سے اسکے ساتھی بھاگ گئے مگر وہ ثابت قدم رہکر لڑتا رہا یہانتک کہ گرفتار ہو گیا۔ ابوالفضل علی پسر شاہ علی کی مالش کے درپے تھا۔ علی مردان خان کا یہ حال ہوا تلنگانہ ہاتھ سے گیا اور شورش بلند ہوئی ابوالفضل نے چاہا کہ مرزا رستم کو کچھ سپاہ کے ساتھ اس طرف بھیجے مگر اسنے کج منشون کی رہنمونی سے انکار کیا ناچار اسکو اپنے بیٹے عبدالرحمن کو اس خدمت پر بھیجنا پڑا۔ بارہ سو سوار اسکے ساتھ گئے۔ بہادر الملک رستم عرب شمشیر عرب کو اسکے لشکر مین لپیٹا۔ پاتھری مین شیر خواجہ کو دلاویز نامے لکھے کہ لڑائی مین سرگرم ہو۔ عبدالرحمن جا کر شیر خواجہ سے ملا اُسنے بزم یکجہتی آراستہ کی اور کارآگہی اور مردانگی کو ہمدوش کیا۔ پسر شاہ علی نے فرہاد خان اور حبشیون اور دکنیون کو روانہ کیا اور ہنگامہ ناسپاسی گرم کیا پادشاہی سپاہ نے اسطرح صف بندی کی۔ قول مین شیخ عبدالرحمن۔ میر ہزارہ۔ میر محمد امین جودی۔ میر عبدالملک۔ بجلی خان۔ یوسف حجاز۔ سید علی بعض منصبدار ہراول مین۔ شیر خواجہ باز بہادر وغیرہ برانغار مین۔ حمید خان وغیرہ جرانغار مین بہادر الملک بہادر خان گیلانی وغیرہ نے ناندیر کے قریب دریائے گنگ (گوداوری) سے عبور کیا رود بار بانجرا کے قریب مخالف کی سپاہ آئی جسکے قلب مین عنبر جیو دست راست مین فرہاد خان نگی اور دست چپ مین منصور خان حبشی بجلی روز یکشنبہ ۱۰ خرداد کو دو پہر سے لڑائی شروع ہوئی غنیم سے پہلے لشکر پادشاہ کی فوجین آراستہ ہوئین بہت دیر کے بعد سپاہ غنیم اس ملک کے دستور کے موافق شورش مچاتی ہوئی پہونچی جنگ مین بہت سے پادشاہی آدمیونکے پاؤن نہ جمے۔ کچھ تال اسکا لٹ گیا۔ پھر پادشاہی بہادرون نے جنگ مین ثابت قدمی کی۔ دفعہ ہر طرف کا لشکر آگے پیچھے ہٹا۔ سپاہ کے انتظام مین پراگندگی ہوئی۔ اسوقت قول نہایت عمدہ طرح سے آیا کہ غنیم بے تاب ہو کر بھاگا بہت اسکے سپاہی زخمی ہو کر باہر چلے گئے۔ ہاتھی اور بہت غنیمت پادشاہی لشکر کو ہاتھ لگی۔ پادشاہی لشکر مین کوئی بڑا آدمی نہین مارا گیا۔ رستم خان۔ نران بیگ بداغ بیگ۔ میر عبدالملک و میر حجاج و سید علی کچھ زخمی ہوئے اور اچھے ہو گئے لیکن گھوڑے بہت سے مارے گئے۔ دن تھوڑا باقی تھا اسلئے تھوڑی دور تعاقب کر کے پادشاہی لشکر چلا آیا

سپاس گذاری کے لئے انجمن ہوئی۔ اس لڑائی مین شیر خواجہ و بہادر الملک حمید خان نے سخت کوشش کی۔ غنیم کا لشکر پانچہزار اور بادشاہی لشکر تین ہزار تھا۔ مگر اسنے یہ دشوار کام آسان کیا۔ اب سپاہ پاتھری سے تلنگانہ مین آئی۔ کچھ نظام الملک کی سپاہ اس سے لڑنے آئی۔ رائے چند سو سوار لیکر اس سے لڑنے گیا اور فتحمند ہوا۔ مرزا خان جنیر سے نکلا۔ گرانی اجناس کے سبب سے شاہی لشکر مین فتور آیا۔ ہندیا زمیندار نے سرور حبشی و محمد خان زنگی اور سرکشون کو لیکر ہنگامہ برپا کیا۔ مرزا خان کم یاوری اور گرانی ارجی و تہیدستی کے سبب لڑتا ہوا احمد نگر کیطرف آیا۔ ۱۱ خرداد کو اس شہر مین پہنچکر آرام کیا۔

جب بادشاہ برہانپور مین تھا تو علی نے اپنے کار آگہون کو بھیجکر اپنی بندگی بادشاہ سے عرض کی وہ لوگ بادشاہ کا کوچ یہان سے چاہتے تھے انہون نے اس کی گذارش کو گران ارز بنایا۔ اسکے دلاسے کا فرمان حاصل کیا اور رہر بنس کے ہاتھ بھیجا۔ جب بادشاہ کے کوچ کا آوازہ گرم ہوا۔ تو فرستادہ نہ فرمان کو بہ آئین دلخواہ لیجاتا تھا نہ جواب دیتا تھا جب ابو الفضل گوداوری کے کنارہ پر آیا اور آگے جانے کا ارادہ کیا تو اُسنے عذر کرنیکا قصد کیا اور فرستادہ کو اپنے پاس بُلایا۔ دونو مین بہت نادرست گفتار درمیان مین آئی۔ ناگاہ شورش تلنگانہ برپا ہوئی۔ علی مردان بہادر و مرزا یوسف کا بیٹا گرفتار ہوئے فرمان فرمانے کو کوچ کا اور بادشاہی لشکر مین سے بہت آدمیونکے چلے جانیکا آوازہ بلند ہوا۔ تو علی نے پھر سرتابی کی لشکر کے قریب کچھ اوباش بھیجکر شورش مچائی ہر دفعہ لڑائی مین بادشاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ ناگاہ تلنگانہ کی شکست کی خبر سب جا پھیل گئی تو علی نے زاری و پوزش گری کی متواتر لابہ گری کی اسکو جواب ایسے ملے کہ اُس سے اور بھی وہ بے صبر ہوا۔ شرمندگی اپنی ظاہر کی۔ فرستادہ کو نہایت بزرگ داشت کے ساتھ مرزا یوسف خان کے بیٹے کو ہمراہ کرکے روانہ کیا۔ ۲۰ کو وہ لشکر مین آئے۔ ابو الحسن اور اسکے معتمدون نے یوسف خان کے بیٹے کو حوالہ کیا اور یہ قرار پایا کہ جب وہ علی مردان خان کو لائین اور پیمان نامہ بندگی سخت سوگندون کے ساتھ حوالہ کرین تو سرکار اڑلیسہ دھارور و کچھ ملک بیر

تو علی کی لابہ گری سنہ ۱۰۰۹

اسکو دیئے جائین تاکہ وہ روز افزون پرستاری کرے اور خدمتگذاری سے باز نہ رہے۔

چونکہ دولت خان کو بے وقت بُلا لیا تھا۔ راجو نے دست درازی شروع کی ناسک اور بعض مقامات پر قبضہ کرلیا جب خواجگی فتح اللہ اس طرف گیا اور کچھہ کام نہ کیا تو بہت سے ہمراہی اُس کے راجو سے جا ملے اس سبب سے وہ اور زیادہ سرکش ہوگیا۔ اُس زمانہ مین کہ ملک کے کارساز بے پروائی کی نیند مین سوتے تھے اور ابوالفضل بیمار تھا راجو دولت آباد سے آیا۔ جالنا پور تک ملک لے لیا۔ ابوالفضل گو اور کام کے لئے مقرر ہوا تھا اور ناتوان تھا مگر اُس نے راجو کی مالش کو مقدم جانا۔ گوداوری کے کنارہ سے بارش کی شدت مین وہ چلا۔ میر مرتضےٰ و وفادار خان وغیرہ کو یہان اس خوف سے چھوڑا کہ علی اپنے عہد سے برگشتہ ہوجائے اور اس طرف شورش برپا ہوجائے وہ تیز چل کر آہوبرہ مین آیا راجو کو اس کا یقین نہ آیا جب اسکو یقین ہوا تو وہ اُلٹا چلا گیا۔

راجو کی شورش ۱۰۰۹ سنہ ۴۴

۱۶رکو ابوالفضل دولت آباد مین آیا جب اُس کو معلوم ہوا کہ راجو یہین کہین قریب ہے تو اُسنے آہوبرہ مین بنہ وبار کو چھوڑا اور اُسکی مالش کے لئے روانہ ہوا۔ راجو کہسار مین جاکر حوض قتلو پر سراسیمہ جا بیٹھا جب لشکر شاہی گریوہ سے نیچے اُترا تو راجو دولت آباد سے گذر کر ناسک کی طرف گیا۔ ۲۲رکو ابوالفضل حوض قتلو پر پہنچا ارادہ تھا کہ اُسکے پیچھے جاکر مالش کرے کہ ہمراہیون کے اختلاف آرا سے وہ اس ارادہ سے باز رہا۔

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ دن کو بیجاپور کے لشکر سے ہزیمت پاکے احمدنگر کی پناہ مین آیا تھا مگر وہ بھاگ گیا۔ اپنی زمین کو خالی پایا۔ وہان جاکر شورش کا خمیرمایہ ہوا پہلے ہی آدمی اس کی جان گزائی کے لئے تیار ہوئے تو اُسنے سخت کوشش کرکے اپنے تئین احمدنگر مین پہونچایا۔ لابہ گری اور زنہار خواہی شروع کی۔ خانخانان نے اسے منظور کرکے دست آویز گرفتاری بنایا۔ دنکو نے دو بیٹے چھوڑ کر باجی

دنکو زمیندار کے بیٹون کا گرفتار ہونا ۱۰۱۰ سنہ ۴۵

اپنے بڑے بیٹے کو مع اپنے بھائی دھار راؤ کے آگے بھیجا کہ وہ جا کر حال دیکھیں گفتار کی عیاری ۔
اسی سال و مہینہ مین جب اس شہر کے قلعہ مین خانخانان آیا تو اسکے سپہ سالار کو قید کیا اور
ادمیون کو اس زمیندار کی گرفتاری کے لئے بھیجا خود اسکے پیچھے آیا اگرچہ کچھ آدمیونکے سُست
ارادہ سے اور ایک گروہ کی خامکاری سے دن کو گرفتار نہین ہوا۔ لیکن ۲۹ ہاتھی اور مال
بہت سا ہاتھ لگا اور وہ علی پسر شاہ علی پاس چلا گیا اسنے اُسکو قید کرلیا۔

گروہ مین بادشاہ کا آنا ۱۰۱۰ھ

پادشاہ ۲۳ امرداد کو فتحپور مین آیا اور مریم مکانی کے دیدار سے خوش ہوا۔ ۳۱ کو بادشاہ
دارالخلافہ آگرہ مین آیا۔ اس سفر مین ۲۲۸ کروہ ۸۴ کوچون مین اسنے طے کیے۔ اور ساٹھ مقام
کیئے راہ مین ہر جگہ مخلص بندے سعادت پذیر ہوئے۔

ابوالفضل و راجو کی لڑائیان ۱۰۱۰ھ

ابوالفضل حوض قتلو پر کچھ ٹھہرا۔ تو دولت آباد کے قلعہ نشینون کو خوف ہوا
توپ اندازی کو اپنی رستگاری کا دستمایہ بنایا۔ ایک بڑی توپ اُنہون نے چھوڑی جس سے
دو آدمی مرے راجو کا ارادہ تھا کہ ناسک کو جائے۔ مگر بعض منافق اُسے اُلٹا لے آئے۔
دوسری راہ سے وہ دولت آباد سے گذرا اور سپاہ اور بعض جا کو لوٹا صبح کو ابوالفضل
پہاڑ سے اُتر کر لڑنے کو آیا۔ گریوہ نوردی کے سبب سے تیز روی نہوئی۔ بہت آدمیون نے
کہا کہ راجو اُلٹا چلا گیا ہے اس لئے جتنواڑہ کے نزدیک ابوالفضل خیمہ زن ہوا۔ دن ڈھلے
آدمی پہاڑ سے اُترے۔ راجو نمودار ہوا۔ بغیر صف بندی کے اُس سے لڑائی ہوئی۔
رائے گوپال نے جوانمردی دکھائی۔ باوجودیکہ اُسکا لشکر پانچہزار اور لشکر شاہی تین ہزار
تھا وہ بھی بے آئین مگر پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ رات ہوگئی تھی اسلئے تعاقب نہوا۔
۸ کو وہ پھر لڑنے آیا۔ ہراول کے پیشدست عادل خان و اعتبار خان و رائے گوپال
اُس سے لڑے وہ اپنے آئین کے موافق بھاگتا جاتا۔ برانغار سے مرزا ازاھد۔ مرزا
ناصر۔ میر گدائی آنکر لڑے۔ راجو کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ اس سے گرا۔
مگر اسکے ہواخواہون نے اُسے پھر گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اس نے اُفتان و خیزان کے ساتھ

رہائی پائی۔ کچکنہ اور بعض اور جوانمرد بھی اپنے ہاتھیون کو کام مین لائے تین گردہ لڑتے ہوئے دولت آباد کے قریب پہونچے۔ اہل قلعہ راجو کے یاور ہوئے۔ قریب تھا کہ بادشاہی لشکر کو شکست ہو کہ ابوالفضل نے جاکر لڑائی کو سنبھال لیا اور غنیم کو پراگندہ کردیا جب دن ختم ہوا اور لشکر پھر آیا اور کچھ نیچے اُتر آیا تو پھر مخالفون نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ گو سپاہ بے آئین ہوگئی تھی مگر پھر بھی اس نے بعض دشمنون کو مارا بعض کو اسیر کیا اور فتحمند ہوئے۔ کچھ دنون راجو مقابلہ مین نہ آسکا۔ قلعہ دولت آباد کی پناہ مین تھا۔ ۵ ار کو پھر بہت لشکر سے لڑنے آیا اور شکست پاکر بھاگا۔

شورش ملک تلنگانہ کے سوانح ۱۰۱۰ھ

ہمنے اوپر لکھا ہے کہ شیخ عبدالرحمن نے جب تلنگانہ پر فتح پائی تو حمید خان۔ باز بہادر بہادرالملک کو اسکی نگہبانی کے لئے مقرر کیا تھا۔ مگر ملک کے کارساز بے پروائی کی نیند مین سوگئے اور ابوالفضل اس سرزمین سے کچھ زیادہ دور تھا۔ عنبر جیو نے بہت سے آدمیون کو جمع کرکے فتنہ اُٹھایا۔ پادشاہی سپاہ باوجود کمی کمک کے مردانگی کے غرور مین آنکر اُس سے لڑنے کھڑی ہوگئی۔ اسی سال وھینہ مین مانجرا کے کنارے پر لڑائی ہوئی اور اسکو شکست ہوگئی۔ بہادرالملک مرپٹ کر گوداوری کے کنارے پر پناہ کی جگہ آگیا۔ اور حمید خان و باز بہادر اسیر ہوگئے۔ یون آباد ملک تلنگانہ ہاتھ سے گیا اور مخالفون نے امن وامان کے مقامون مین شورش پیدا کی۔

راجو کی شکست ۱۰۱۰ھ

دوبارہ راجو سپاہ کے جوق جوق بنا کے لشکر شاہی کے قریب لایا۔ اور ہر گروہ ایک کوہچہ کی پناہ مین پہلے اس سے بیٹھ گیا کہ پادشاہی سپاہ صف آرا ہو۔ اسکے بعض گروہون نے پھر کر دولت آباد کی طرف کوچ کیا اور مشہور یہ ہوگیا کہ راجو جاتا ہے۔ ابوالفضل اسکی طرف روانہ ہوا اور سپاہیون کی مالش کیلئے فوج مقرر کی راجو کی بہت سی فوجون کو لڑائی مین شکست ہوئی اور پادشاہی سپاہ فتح پاکر دن ڈھلے واپس آئی۔ راہ کے درمیان معلوم ہوا کہ راجو رہزنی کر رہا ہے۔ غازی خان کا بیٹا محسن اس سے لڑا اور قید ہوگیا۔ اب راجو دامنہ کوہ سے دولت آباد کو چلا۔ ابوالفضل اسطرف گیا۔ مرزا علی بیگ اکبر شاہی

قاسم خواجہ۔ میرزاہد۔ تاش بیگ۔ رائے گوپال نے پیشدستی کی اور لڑتے ہوئے۔ شہر دولت آباد کے اندر گھس گئے قریب تھا کہ وہ راجو کو گرفتار کر لیتے۔ مگر وہ خندق کے اندر چلا گیا۔ اسکا بنہ و بار سب لٹ گیا پانسو گھوڑون کے قریب لشکر شاہی کو ہاتھ لگے۔ تو یون سے لشکر شاہی کا نقصان کچھہ نہین ہوا جب ابو الفضل یہان آیا تو ایک بڑی توپ کہ جس مین دس من کا گولہ چھوٹتا تھا وہ چھوڑتے سے پھٹ گئی اور قلعہ کی دیوار کچھہ گر پڑی اہل قلعہ نے پناہ مانگی۔ دن کچھہ باقی نہ تھا۔ دوربینی کے سبب سے لشکر اُلٹا لشکر گاہ مین آ گیا۔ راجو قلعہ کی پناہ مین بیٹھا۔ بہت آدمی اُس سے جدا ہو گئے۔ یاورون کی کمی سے خوفناک تھا۔ اگر ملک کے کارساز کچھہ مدد کرتے تو یہ فتنہ بالکل مٹ جاتا جب عنبر جیو نے تلنگانہ لے لیا تو آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ علی پسر شاہ علی نے فرہاد خان اور بہت سے آدمیون کو شیر خواجہ کے سر پر چڑھایا۔ خانخانان احمد نگر سے نکلا اور اپنی جاگیر مین گوداوری کے کنارہ پر بیٹھا اور ابو الفضل کو اُسنے نامے لکھے جنمین ملک کے کام مین نہ مصروف ہونیکے اور احمد نگر مین پڑے رہنے کے اور کمک کے نہ پہنچنے کے عذرات لکھے ابو الفضل اسکی طرف روانہ ہوا۔ اس نے عنبر جیو کی گرفتاری کیلئے مرزا علی بیگ اکبر شاہی و سادات بارہ اور حسن خان میانہ کے بیٹے اور جانش بہادر کے بھائی مقرر کئے۔ راجو کی گرفتاری مین درنگ ہوئی خواجگی فتح اللہ ناسک سے ناکام واپس آیا تو شہزادہ نے پھر اسکو وہین بھیجا۔ سپاہ کے جمع کرنےمین اسکو دیر لگی جب وہ بابل مین آیا تو راجو اس سے لڑنے کھڑا ہوا۔ لشکر شاہی اس سے نہ لڑسکا مگر اسنے اپنے تئین قلعہ سونگر مین پہونچایا۔ راجو نے اسکا کچھہ محاصرہ کیا پھر اسکو چھوڑ کر غارت گری کی۔ پاتھری مین سعادت خان کا بنہ و بار لوٹ لیا۔ اور بہت مال جمع کیا۔ اور قلعہ کو آنکر پھر محاصرہ کر لیا جب اسنے یہ خبرین سنین کہ عظمت خان بھرجی کی فوج کو ساتھ لیکر آتا ہے۔ عنایت اللہ برہان پور سے چل کر نزدیک آ گیا ہے اور ابو الفضل نے بازگشت کی ہے تو وہ قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر دولت آباد کی طرف

راجو و عنبر جیو کے حالات سنہ ۱۰۱۰

چلا کا نہ کھولے لیا جسکو خواجگی فتح اللہ نے یعقوب بیگ شغالی و سعید بیگ بدخشی کو سپرد کیا تھا
اُنہون نے دو ہزار ہون رشوت مین لیکر ایسا مضبوط قلعہ اُسکو سپرد کر دیا۔
پاتھری مین شیر خواجہ و مرزا یوسف و مرزا کوچک علی و یعقوب بیگ
محمد بیگ و برہان الملک و ابوالحسن اور بہت سے خدمتگذار جمع ہوئے تھے۔ فرہاد خان
زنگی شیر خواجہ کو گھیرے ہوئے تھا اُسنے شبخون مارا۔ سخت لڑائی ہوئی اور وہ
بھاگ گیا۔ ابوالفضل خانخانان سے پرنور مین ملا تھا۔ یہان سے اسکا ارادہ تھا
کہ فرہاد کی مالش کے لئے چلا جائے مگر ہمراہیون نے اسکا ساتھ نہ دیا۔ پادشاہی
سپاہ بہت دیر کرکے گوداوری سے پار ہوئی اور فرہاد خان سے لڑی۔ وہ بریلی
سے گذر کر انبہ جوکا مین چلا گیا۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ پادشاہی لشکر مشکل سے
آگے بڑھا۔ دست راست مین مرزا زاہد و میر گدائی دست چپ مین۔
بہادر الملک ہجکنہ پیش مین شیر خواجہ تھے۔ اُنہون نے غنیم کے بیشتر بستیون کو کہ چار ہزار کے
قریب تھے پراگندہ کر دیا۔ اگرچہ رات کے قریب ہونیکے سبب سے مخالف کا تعاقب نہین
کیا مگر قلعہ لے لیا اور اس آباد شہر کو لوٹا اور بہت غنیمت لشکر شاہی کو ہاتھ آئی
اس رات کو خبر آئی کہ علی نے قلعہ دھارور کو پناہ سمجھ کر بہت سا لشکر جمع کیا
تھا وہ بیتا بانہ کوہستان اوسہ مین گیا۔ قصد ہوا کہ صبح کو اسکو گرفتار کر لین
مگر امرا کی دورنگی کے سبب سے یہ کام عمل مین نہ آیا۔ علی بھی لابہ گزار ہوا اور معذرت نامے
متواتر بھیجے انہین دنون مین حمید خان اور اسکا بیٹا یوسف تلنگانہ کی آفت سے بڑی
شکل سے نکلا تھا۔ اُسنے کارآگہی سے کچھ آدمی جمع کئے اور سرتابون سے بہت لڑائیان
لڑا۔ ڈیڑھ سو سپاہ کے ساتھ دہ لشکر سے آن ملا۔ علی نے اُسکو اپنے ساتھ یک رنگ کرنا
چاہا تھا لیکن وہ اس سے نہ ملا۔ اسکا باپ نظر بند تھا مگر ایک رات کو وہ بھاگ کر ایک زمیندار
کی رہنمونی سے لشکر مین آگیا۔ ہر طرف شورش مچ رہی تھی کہ شاہزادہ مرزا رستم اور

فرہاد خان کا شبخون مارنا اور ناکام پھرنا ۱۰۰۱ھ

قلعہ انبہ جوکا کی فتح ۱۰۰۱ھ و علی بن شاہ علی کے معاملات ۱۰۰۱ھ

بیان بازگشت صلح کے ساتھ

مرزا ایوسف کو یاوری کیلیئے بھیجا۔ مرزا ایوسف جب جالناپورمین آیا تو دردِ دُنبل سے مرگیا۔ بعض
علی کے دیوانسانون کے بعض فتنہ دوستی کے سبب سے ایک گروہ کو تہ بینجی کی وجہ سے کچھ ساؤلوجی کے
سبب سے شاد خواب ہوئے جب ساحل ما بحر ابر خیمہ لگا تو علی نے داستان سرائی زاری کے ساتھ کی
مرزا ایوسف کے مرنے نے اور راجو کی شورش نے اور فاروقی پسر نے انکی خواہشون کی تائید کی
قاسم کا باپ نیکو خدمتی مین مارا گیا تھا اسکی تیول کو ضبط کرلیا وہ راجو سے اپنی ناکامی کے
سبب جا ملا۔ اُسنے کچھ سپاہ اُسکے ساتھ کرکے داندلیس بھیجی اور خود پیچھے روانہ ہوا۔ ناگزیر صلح
قرار پائی اور اسمین یہ شرطین ٹھہرین کہ باز بہادر و علی مردان بہادر و ہزارہ بیگ کو روانہ کرے
اور فرمان پذیری سے سرتابی نکرے تو کچھ ملک اسکو دیا جائیگا۔ لشکرگاہ سے پانچ کروہ اعتبار الملک
اور برادر نیک راو ان قیدیون کو لائے۔ میر مرتضیٰ اسطرف سے گیا اور پیمان نامہ لیا اور
امان کا فرمان دیا۔ صبح کو لشکر نے بازگشت کی جب رامپوری کے قریب پہونچے تو تلنگانہ کا
تسخیر کرنا اور اسکی پاسبانی میر مرتضیٰ کے سپرد ہوئی۔ بہادر الملک۔ رستم عرب و شمشیر عرب و سعید عرب
و برہان الملک اسکے ہمراہ ہوئے اور انکی جاگیرین یہین مقرر ہوئین۔ میر رخصت ہوا اور یہ قرار پایا
کہ پاتھری و تلنگانہ کی یاوری کیلیئے پُرنورمین خانخانان ٹھہرے۔ ابوالفضل راجو کی مالش کیلیئے جائے
مرزا رستم و راجہ سورج سنگھ و مقیم خان مع برادران کے و راجہ بکرماجیت مقرر ہوئے
مرزا علی بیگ و سادات بارہ اور جانش بہادر کے بھائی اور عادل خان مع برادران جو
جالناپورمین تھے ہمراہی کیلیئے نامزد ہوئے کچھ خزانہ اور بارگی بھی مرحمت ہوا ابوالفضل
یون رخصت ہوا دوم بہمن کو برہانپورمین آیا اور شاہزادہ سے ملا جب راجو کی مالش کے لئے
وہ جالناپورمین آیا تو ہمراہی بہانہ بنا کے اُس سے جدا ہوگئے ابوالفضل نے یہ ارادہ کیا کہ شاہزادہ
سے اجازت لیکر بادشاہ پاس چلا جائے کہ اس آشوب سے نجات پائے مگر شاہزادہ نے
اُسکو اجازت نہ دی اور راجو کی مالش کی درخواست کی تو ابوالفضل نے لکھا کہ مین حضور کے
حکم سے باہر نہین لیکن حضور ملک کے کامون مین متوجہ نہین ہوتے اور بڑے بڑے کام

چند تنگ چشم حریصون کے سپرد کر رکھے ہین تو اس نا پروائی کے آشوب مین اور ناتوان بینی مین کیسے کوئی کار عظیم حل سکتا ہے اس کہنے سے شاہزادہ کو آگاہی ہوئی اور وہ اپنے کام مین کچہ معروف ہوا۔ ابو الفضل کو خلعت اور اسپ دیکر رخصت کیا۔

شاہزادہ دانیال کی عرضداشتین ۱۰۱۰ھ

بادشاہ کے پاس شہزادہ دانیال نے عرضداشت بھیجی کہ رائے رایان خدمات دکن کے لئے مقرر ہو ملک گڈہ کے زمینداروں کی مالش کے لئے لشکر مقرر ہو۔ بادشاہ نے یہ درخواست اس کی منظور کی اور رائے رایان کو روانہ کیا۔ بادشاہ کو شاہزادہ کی ایک اور عرضداشت سے معلوم ہوا کہ علی حوالی احمد نگر مین اسباب فساد کی ترتیب مین فکر کر رہا ہے۔ شورش و فتنہ انگیزی کا خیال رکھتا ہے دو تین روز پہلے ولایت برار کی طرف عنبر جیو گیا تھا۔ وہان کے حاکم ملک بریدنے اسکے دفع کرنیکے لئے ابراہیم کو مقرر کیا تھا وہ عنبر سے سخت جنگ کرکے مارا گیا۔ اسکے چودہ [۱۴] ہاتھی اور اسکا تمام اسباب برتری عنبر کے ہاتھ آیا وہ اسکی خودسری و نخوت کا ضمیمہ بنا وہان سے وہ نبو بکلار گیا اور قطب الملک کے آدمیون سے لڑا اور فتحمند ہوا۔ ۲۹ ہاتھی اُسکے ہاتھ لگے۔ اسکے بعد تلنگانہ مین وہ آیا۔ میر مرتضیٰ اُس سے لڑنے کی قوت نہین رکھتا تھا اسلئے قلعہ نشین ہوا۔ اسکے بعض محال پر عنبر متصرف ہوا اور ایک جماعت کو برار کے پرگنون پر اسنے بھیجا۔ ملک بریدنے لابہ گری و چاپلوسی مین چارہ کار سمجھکر روپے اُسکے پاس بھجوائے اور صلح چاہی۔ اب اسکا ارادہ ہے کہ علی سے ملے اور دونو متفق ہوکر فتنہ و فساد اُٹھائین اس سبب سے یہ مقرر ہوا کہ ابو الفضل بہت سی فوج لیجا کر جالنا پور اور اسکے نواح مین متوجہ ہوا اور احمد نگر کی خدمت اور راجو اور مفسدون کی مالش اسکے سپرد ہوا اور ولایت برار اور پاتھری و تلنگانہ کا انتظام اور لشکرہ علی کا استیصال خانخانان کے حوالہ ہو۔

عنبر جیو کی شکست اور ایرج پسر خانخانان کی فتح ۱۰۱۰ھ

ابو الفضل کو پچاس ہزار روپیہ انعام بادشاہ نے دیا۔ خداوند خان حبشی نے سرکار پاتھری و پاتم مین فساد مچایا۔ خانخانان نے راجہ سورج سنگہ و غزنین خان کی سرکردگی مین لشکر بھیجکر اسکی مالش خوب کرائی اور غنیم کو شکست ہوئی اور ان حدود مین امن امان ہوگیا۔

جب خانخانان کو معلوم ہوا کہ تلنگانہ مین عنبر گیا اور وہان میر مرتضیٰ قصبہ

ناندیر مین اُس سے مقابلہ نکرسکا۔ اور وہ اور شیر خواجہ دونو قصبہ بیری مین آگئے اور مخالف نے
اس نواح مین دست درازی شروع کی اور اس سبب سے شیر خواجہ اور میر مرتضیٰ کو اضطراب ہوا تو اُسنے
اپنے بیٹے ایرج خان کو فوج عظیم کے ساتھ اس فتنہ کے دور کرنیکے لئے بھیجا۔ میر مرتضیٰ و شیر خواجہ سے
ایرج ملا اور اسنے دشمن سے لڑنیکا قصد کیا۔ عنبر اُس سے مطلع ہوکر دستور کیجا نب گیا وہانسے قندھار کو روانہ
ہوا۔ اس اثنا رمین فرہاد حبشی دو تین ہزار آدمیون کو ساتھ لیکر عنبر سے ملا۔ یادشاہی لشکر بھی بغیر توقف کے
غنیم کے پاس پہنچا اور اسطرح وہ مرتب ہوا۔ قول مین ایرج مع لشکر بیدرا اور بعض منصب دار
ہراول مین راجہ سورج سنگھ و بہادر الملک و شیخ ولی و یربت سین کھتریہ و مکندرائے۔ گردھر داس
پسر رائے سال درباری۔ رگھوداس پسر کھنکار و شیخ مودود و زاہد پسر شجاعت خان و قاسم حسین خان
و شیخ ابو الفتح پسر شیخ معروف و شیخ مصطفیٰ و فتح خان لودی و اختیار خان و شیر خان برانغار مین
و میر مرتضیٰ و جماعت کار طلب جرانغار مین علی مردان بہادر۔ عنبر نے بھی پیکار کے ارادہ سے فوج کو آراستہ
کیا۔ اول غنیم کے ہراول نے آراستہ ہاتھیون کو لاکر لشکر یادشاہی کے ہراول پر زور کیا اور
زد و خورد کی آگ بھڑکائی۔ توپ تفنگ کے دھنوئے نے روشن دن کو رات کا لباس پہنا دیا
یادشاہی بہادرون نے بندوقون و تیرون کی مار سے دشمن کو بیجان کیا۔ پھر یادشاہی قول نے
دو دستی تیغ چلائی۔ دشمن کے خون سے اپنے تئین سُرخرو کیا۔ دشمن بھاگ گیا۔ اگر ہراول و قول کی برابر
جرانغار و برانغار بہادری کرتا تو عنبر و فرہاد دونو گرفتار ہو جاتے۔ یادشاہ کی سپاہ کے ہاتھ
۲۰ زنجیر فیل اور مخالفون کے خورد و بیندار کا سارا اسباب ہاتھ آیا۔ یادشاہ کو جب اس فتح
کی خبر ہوئی اُسنے اپنے افسرون کا اضافہ منصب و عطار اسپ و خلعت مرحمت کیا۔ شہزادہ نے
دس ہاتھی یادشاہ پاس بھیجے اور دس ہاتھی اپنے پاس رکھے کہ خود جاکر یادشاہ کی نذر دے
شاہزادہ دانیال نے سُنا کہ حوالی بابل گڈھ مین فاروقیون مین سے ایک نے سرکشی کی ہے تو
تردی بیگ خان و خواجہ ابوالحسن کو فوج کے ساتھ اس کی مالش کے لئے بھیجا۔ مخالف یہان
سے دولت آباد کو بھاگا۔ خواجہ ناظر و خواجہ سرا نے قلعہ کا دروازہ بند کرکے یادشاہی

سپاہ سے لڑنا شروع کیا۔ جب انکے بھاگنے کی راہ مسدود ہوئی اور قلعہ کا محاصرہ پادشاہی لشکر نے خوب کرلیا اور اہل قلعہ کو تنگ کیا تو وہ پناہ مانگ کر پادشاہی دولتخواہون سے آنکر ملگئے۔

جب پادشاہ نے دکن کا حال سُنا تو اُسنے ابوالفضل کو فرمان بھیجا کہ جریدہ ہمارے پاس چلا آئے اور اپنا لشکر شیخ عبدالرحمٰن کو سپرد کرے اور نظم مہمات اُسکے ذمہ کرے۔ ابوالفضل کو عقیدت درست اور اخلاص راسخ پادشاہ کے ساتھ تھا اس سببسے مراتب قرب و منزلت و مدارج دولت و شوکت مین وہ پایہ بہ پایہ عروج کرتا گیا۔ اُسکا یہ حال دیکھکر ناتوان بینون کو اُسپر حسد پیدا ہوا۔ کین توزی اور عذر اندوزی کے وقت کی تلاش ہوئی انکی حسد روز بروز بڑھتی گئی اُنھون نے شاہزادہ سلیم کو اسکی طرفسے بھڑکایا۔ پادشاہ کو اس شاہزادہ کے اطوار ناملائم پسندیدہ نہ تھے وہ ہمیشہ پادشاہ کی مرضی کے خلاف کام کرتا تھا روز بروز پادشاہ اس سے بیزار ہوتا جاتا تھا۔ شیخ کے بداندیش شاہزادہ کو سمجھاتے تھے کہ پادشاہ کی یہ ساری ناخوشنودی و ناراضی شیخ کی شکایت کرنیکے سببسے ہے۔ سلیم کا مزاج شراب کے پینے سے بگڑ گیا تھا اور اسکا مزاج نہایت تند اور غضبناک ہوگیا تھا اس سببسے اسکی عقل و ہوش اُڑ گئے تھے کہ وہ شیخ کے بداندیشون کی باتون کو سچ جانتا تھا۔ اسکے قتل کے درپے ہوا۔ اس وقت کہ بے طلب شاہزادہ پادشاہ کے پاس آنا چاہتا تھا اور پادشاہ اسکو آنے نہین دیتا تھا اسکو شیخ کے طلب کی خبر ملی کہ وہ ایلغار کرکے آئیگا۔ اسکو یہ وہم ہوا کہ اگر ابوالفضل اس پاس زندہ پہنچگیا تو معلوم نہین مجھپر کیا آفت اُٹھائیگا اور پادشاہ کا دل مجھ سے بالکل پھرجائیگا اور پھر مجھے عمر بھر باپ کے قدمون کی زیارت نصیب نہوگی۔ نرسنگہ دیو بندیلہ مدتون سے رہزنی کرتا تھا اور اُس کا وطن دکن کے سرراہ تھا اور مدت سے پادشاہزادہ کی رکاب مین رہتا تھا اُس نے اسکو حکم دیا کہ شیخ پادشاہ کی خدمت مین جریدہ آتا ہے اسکو راہ ہی مین آخر منزل پر پہونچا دو ہم تمپر بہت عنایتین کرینگے۔ یہ نوجوان جلد اپنے وطن مین آیا اور بندیلون کی

ابوالفضل کا مارا جانا ۱۰۱۱ھ

ایک جماعت کو ساتھ لیا اور شیخ کی گھات مین بیٹھا جب حسب الحکم شیخ دکن سے چلا اور اُجین مین آنکر اُسنے سنا کہ نرسنگہ دیو اسطرح گھات مین اسکی بیٹھا ہے تو اُسنے اسکی کچھہ پروانہ کی ہواخواہون نے سمجھایا کہ گھاٹی چاند کی راہ سے آپ چلئے مگر اسنے پسند نہ کیا۔ موت آگئی تھی سررشتہ تدبیر ہاتھ مین نرہا تھا یا اُسکو مرنے کی تمنا تھی دل اُسکا دنیا سے بھر گیا تھا۔ زمانہ کی نیرنگیان اور روزگار کے اوضاع کو دیکھکر دنیا سے دل اسکا سیر ہوگیا تھا۔ غرۂ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو سرائے بیر اور انتری کے درمیان نرسنگہ دیو کمینگاہ سے نکل کر نمودار ہوا۔ یہ عاقل آزردہ خاطر کشادہ پیشانی دل پُر توکل و ہمت فراخ سے آمادۂ پیکار ہوا۔ گدائی خان افغان نے جو اسکا پُرانا ملازم اور پروردۂ احسان تھا آگے آیا اور باگ کو پکڑ لیا اور اخلاص و محبت سے کہنے لگا کہ دشمن پاس جمعیت بہت ہے اور ہم کم ہین اسپر غالب نہین ہو سکتے۔ یہ مناسب ہے کہ مین کچھہ دیر کے لئے دشمن کے روبرو ہوتا ہون۔ تم چلو دشمن کو ہمسے فارغ ہونے مین ایک عرصہ لگے گا۔ انتری مین کہ اس جگہ سے تین کوس ہے اور وہان رائے رانا اور راج سنگہ دو تین ہزار سوارون کے ساتھ اُترے ہوئے ہین آپ فراغت سے پہنچ جائینگے۔ اس غیرتمند شجاع نے جواب اسکو دیا کہ جان کو عزت کے ساتھ دینا اور غیرتمندی و دلیری سے مرنا اس زندگی سے زیادہ خوشتر ہے کہ بد دلی و بے جگری کے ساتھ ہو۔ جوانمردون کے مذہب مین کوئی امر اس سے بدتر نہین ہے کہ حیات پر جسکی جبلت مین ختم ہوتا ہے اعتماد کرے اور خصم سے پہلو تہی کرے اور دل کو جہان ناپائدار پر لگائے اور ہمیشہ اپنے اوپر نفرین کرائے۔ بلا شک و شبہ سب آدمیون کو روز واپسین پیش آتا ہے اگر وہ میرے لئے یہی دن ہے تو کیا چارہ اور تدبیر ہے۔ مجھے بادشاہ نے طالب علمی سے امارت و وزارت کے عالی درجہ پر سرداری اور سپہ سالاری کے رتبہ پر پہنچایا۔ اگر آج مین اسکی شناخت کے خلاف کام کرتا ہون تو خلق مین کس نام سے نامزد ہونگا اور ہمچشمون مین کیسے روسفید ہونگا یہ کہکر غنیم کی طرف متوجہ ہوا گدائی خان نے بحر الحاح سے عرض کیا کہ سپاہیون کو ایسے واقعات بہت پیش آتے ہین کہ

جنین دشمن سے لڑنا مناسب نہین ہوتا ایک طرف ہو جانا اور باگ کو موڑ لینا یا دوبارہ انتقام لینا ارکان شجاعت مین خلل نہین ڈالتا۔ ابھی فرصت باقی ہے اس مہلکہ سے آپ اپنی جان بچایئے مگر وہ سفر واپسین کا آمادہ تھا اسنے اس دلسوز کی باتون پر کان نہ لگایا اُسنے کہا کہ مین اس چوزک کے آنے سے نہین بھاگونگا۔ یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ نرسنگہ دیو آ گیا۔ اُس سے وہ بہادرانہ لڑا سینہ مین نیزہ کا زخم لگا جس سے وہ زندگانی کے گھوڑے سے گر کر خاک مین ہلاک ہوا اور شیخ گدائی خان اور ہمراہیون نے بھی جانفشانی کی افسوس ہے کہ یہ معدن دانائی اور بحر شناسائی شمع علم و دانش افسردہ ہوا۔

دریغا آسمان معرفت با خاک یکسان شد ستون علم از جا رفت و کاخ فضل ویران شد

پادشاہ کبوتر بازی کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ اسکو شیخ فریدبخشی بیگ نے اس واقعہ کی خبر دی تو وہ چیخین مار مار کر رویا۔ دو دن تک روتا رہا اور نہ کھانا کھایا اور نہ سویا جب اسکو ہوش آیا تو اُسنے رائے رایان کو حکم دیا کہ نرسنگہ دیو کو مستاصل کرے جنگل سے اسکا سر تن سے جدا کرے یا اُن کو حرکت سے باز رکھے۔ راجہ راج سنگہ و راجچند بندیلہ اور اس نواح کے سارے زمیندار اسکی یاوری کیلیئے مقرر ہوئے۔ ضیاء الملک اس لشکر کا بخشی مقرر ہوا۔

پادشاہ نے سُنا کہ نرسنگہ دیو جنگلون اور دُشوار درون کی پناہ مین آنکر قزاقانہ زیست بسر کرتا ہے۔ رائے رایان نے کئی دفعہ اسکی مالش کی۔ ان دنون یہ خبر لگی کہ وہ قلعہ بھانڈیر مین آیا اور جب منقلا کے بہادرون نے اس قلعہ کو گھیرا تو وہ حصار ایرج مین چھپ گیا پادشاہی لشکر نے اسکو گھیر لیا ہے۔ رائے رایان فتحمندون سے ملا نرسنگہ قلعہ سے نکل کر دریا کے کنارہ پر شورش مچانے لگا۔ تفنگ کی جنگ گرم ہوئی رائے رایان دریا سے اُترا کنارہ بلند تھا مشکل سے آدمی اس سے برآمد ہوئے اور زد و خورد ہوئی۔ نرسنگہ بھاگ کر قلعہ ایرج مین چلا گیا۔ رائے رایان اُسکے محاصرہ مین مصروف ہوا جب کام ختم ہونیکو تھا تو نرسنگہ قلعہ کی ایک طرف دیوار توڑ کر راجہ راج سنگہ کے مورچہ کی طرف سے نکل گیا

غالباً راجہ نے اسکی گرفتاری مین تغافل کیا۔ پادشاہی جوانمردون نے تعاقب کرکے اسکے چالیس آدمی مار ڈالے مگر جنگل اور نشیب و فراز راہ مین بہت تھے اسلیئے پادشاہ کے سپاہی تعاقب سے باز رہے اور وہ اپنی جان سلامت لیگیا۔ شہنشاہ اکبر نے عمر بھر کبھی ایسے سخت حکم نہین جاری کئے جیسے کہ نرسنگہ کے باب مین۔ مگر جسکو خدا رکھے اُسے کون چکھے وہ زندہ رہا اور جہانگیر کی سلطنت مین صاحب منصب رہا۔

پادشاہ نے خانخانان و راجہ مانسنگہ و قلیچ خان کو بُلایا کہ یہان آنکر توران کے معاملہ مین مشورہ دین۔ خانخانان تو ہزار مکر و فریب کا خمیر مایہ تھا اُسنے پادشاہ کو مہم دکن کو بہت دشوار دکھایا اور دکن مین خود رہا اور پادشاہ سے دور رہا۔ راجہ مانسنگہ بنگالہ سے اور قلیچ خان لاہور سے پادشاہ پاس چلے آئے۔

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ بیجاپور کے مرزبان عادل خان کی یہ آرزو تھی کہ شاہزادہ دانیال کا نکاح اُسکی بیٹی سے ہو اس آرزو کے پورا کرنے کیلیئے ۲۹ اسفندار مذ ۴۵ جلوس کو میر جمال الدین حسین بیجاپور بھیجا گیا اور ساز خواستگاری اسکے ساتھ گیا۔ عادل خان نے تین سال اور کئی مہینے کے بعد اسکو رخصت کیا اور بیٹی کو ساتھ کیا۔ یہ دُلہن بیجاپور سے احمد نگر مین آئی اور دولھا برہانپور سے یہان آیا۔ نہم تیر کو عقد نکاح بندھا۔ شاہزادہ پادشاہ کی آستان بوسی کے ارادہ سے برہانپور روانہ ہوا۔ لیکن بادہ پیمائی کی کثرت نے باپ سے نہ ملنے دیا۔ جب پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ شراب پینے سے شہزادہ بہت دُبلا اور ناتوان و بدحال ہوگیا ہے تو اُسنے ایک عورت کو جسکی گود مین شاہزادہ پلا تھا اور بڑا ہوا تھا اور وہ تُند و تیز گفتار کرنے سے بھی نہین ڈرتی تھی شاہزادہ پاس بھیجا اور اسکو حکم دیا کہ جسطرح ہوسکے شاہزادہ کو ہمراہ لائے شیخ ابوالخیر کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ نے آستان بوسی کے قصد سے پیشخانہ باہر نکالا تھا وہ ملک عدم کا پیشخانہ ہوا۔

شاہزادہ دانیال کی شادی عادل خان بیجاپوری کی بیٹی سے اور شاہزادہ کا مرنا سنہ ۱۰۱۳ھ ۴۹

دکن کی مہم مین تین واقعات نفس الامری بڑے ہین اول کل ہندوستان کے مختلف حصون سے مختلف سپہ سالارون کا بھیجنا کہ وہ آزادانہ دکن کی فتح مین ایک دل ہوکر کوشش کرین

مگر انمین باہم دورنگی و نفاق ایسا ہوا کہ ابوالفضل کو دکن بھیجنا پڑا اور پھر خود آگرہ سے دکن مین آنا پڑا۔

شاہزادہ سلیم کی سازش سے ابوالفضل کا مارا جانا۔ خلاصہ یہ ہے کہ گو ملک دکن کی آزادی جاتی رہی مگر وہ ایسا مغلوب بھی نہین ہوا کہ اکبر کی سلطنت اسمین بے کھٹکے قایم ہو جاتی۔

شمال مشرقی افغانون کے ساتھ لڑائیان

تمہید

پہلے اس سے کہ ہم شمالی مشرقی افغانون کے ساتھ لڑائیون کا بیان لکھین دو ایک تمہیدین لکھتے ہین جنسے کہ ان لڑائیون کا بیان اچھی طرح سمجھ مین آئے۔

شہنشاہ اکبر نے جو توران کے باب مین پولیسی اختیار کی تھی اُس نے افغانون کے ساتھ لڑنیکا وقت مقرر کر دیا گو وہ ابتدائی سبب اس لڑائی کا ہوئی۔ عبداللہ خان والی توران کی قوت روزافزون کے سبب سے جب اکبر کی توجہ شمال مغرب کیطرف ہوئی تو افغانستان مین ایک مذہبی طوفان اُٹھ رہا تھا اور قومی تحریک ہو رہی تھی وہ ایسی قوی تھی کہ اکبر کو اُسکا روکنا ناگزیر اسلئے تھا کہ توران کوئی خوفناک حملہ نکرے پچیس^{۲۵} برس پہلے سے افغانستان مین ایک نیا مذہب روشنائی پھیل رہا تھا۔ اس فرقہ کا بانی بایزید انصاری تھا وہ افغانستان مین نہین پیدا ہوا تھا بلکہ پنجاب کے اندر جالندھر مین جب بابر نے افغانستان کی سلطنت لی ہے اس سے ایک سال پہلے وہ پیدا ہوا تھا۔ بایزید کا خیال یہ تھا کہ افغانون کی سلطنت پھر بحال ہو۔ اور افغانستان مین مغلون کی حکومت پامال ہو۔ اس کی مان کا نام بانین تھا اسکا باپ اور اسکے خاوند کا دادا دونون سگے بھائی تھے اور دونو جالندھر مین رہتے تھے مگر اسکا خاوند عبداللہ کانی گرام مین رہتا تھا۔ یہ مقام کوہستان افغانستان مین دو دریاؤن گومل اور تورم کے درمیان ہے یہ دونو دریا دریاے سندھ مین ملتے ہین جب مغلون کا

تسلط بڑھنے لگاتو بایزید کی مان اپنے خاوند پاس کانی گورام کوچلی گئی اور بایزید نے اول وہین پرورش پائی۔ بیوی کے ساتھ عبداللہ کو کچھ التفات نہ تھا اور آخر کو اُسے طلاق دیدی۔ بایزید کو باپ کی بے پروائی اور سوتیلی مان اور سوتیلے بھائی یعقوب کی دشمنی سے بہت گزند پہنچی اسکا باپ عالم تھا اور سچّا سُنّی تھا جب اُس نے بایزید سے بے اعتنائی کی تو اُسنے اپنا اور طریقہ اختیار کیا وہ آزادانہ خیالات کرنے لگا۔ اول سوال اُسنے یہ کیا کہ یہان زمین بھی ہے آسمان بھی ہے۔ خدا کہان ہے؟ اسکو علم کا شوق تھا وہ اپنے ایک گوشہ نشین رشتہ دار شیخ اسمٰعیل کا شاگرد ہوگیا اسکی زہد و عبادت کو وہ بہت پسند کرتا تھا مگر اسکے باپ کو یہ پسند نہ آیا کہ وہ ایک بڑے باپ کا بیٹا ہوکر ایسے ذلیل رشتہ دار کا مرید و شاگرد ہو اسلئے اُسنے شیخ بہاؤالدین زکریّا کی اولاد کے پاس تعلیم کے لئے اُسے بھیجدیا۔ بایزید گھوڑون کا تاجر بن گیا وہ ایک دفعہ سمرقند سے ہندوستان مین آیا شہر کالنجر مین جو الہ آباد کے مغرب مین بندیل کھنڈ مین ہے وہ گیا اور اُسنے ملا سلیمان سے بیعت کی یہ ملّا اسماعیلیہ مذہب رکھتا تھا۔ اسلئے ملحد مشہور تھا۔ اس نوجوان بایزید کو ملانے مذہب اسماعیلیہ کے اصول تعلیم کئے وہ پھر کالنجر سے اپنے وطن کانی گورام مین گیا اور پہاڑ کے غار مین خلوت نشین ہوا۔ عبادت و ریاضت و زہد و تقوی مین مصروف ہوا اور اُسنے مدارج شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت و قربت و وصلت و توحید و سلوک کو طے کیا۔ لڑکپن مین ہی وہ حج کو گیا تھا وہ سنت جماعت تھا اس عمر مین وہ ایسا نیک تھا کہ اپنے ہی اناج کے کھیتون کی نگہبانی نہین کرتا تھا بلکہ اور غیر آدمیون کی زراعت کی پاسبانی کرتا تھا جب نوجوان ہوا تو ہزارون کو ہدایت کرنے لگا اور اہل سنت کے مذہب کی غلطیان بتانے لگا۔ کانی گرام مین جب تک وہ رہا اُس کا مطلب اعظم فقط مذہبی ہدایات تھین۔ بایزید کا مذہبی خیال خدا کے باب مین ہمہ اوست (وحدۃ الوجود) کا ہندؤن کا سا تھا وہ اقوام وزیری کو نہایت ناپسند ہوا باپ اُس کا عبداللہ اس مذہبی خیال سے ایسا غصہ مین آیا کہ وہ بایزید کے غار مین

آیا کہ وہ بایزید کے غار میں گھس گیا اور اس کو تلوار سے زخمی کیا اور اس سے توبہ کرائی اور عہد کیا کہ پھر وہ سنت جماعت کے مذہب پر معاودت کرے گا۔ مگر جیسا باپ متعصب تھا بیٹا اپنے مذہب کے تعصب میں باپ کا باوا تھا وہ تنگرہار کو چلا گیا۔ بابر نے اس ضلع کی بہت تعریف لکھی ہے کہ وہ نہایت سیراب و شاداب ہے۔ وہ سفید کوہ کی ڈھلان پر شمال مشرق میں واقع ہے۔ بہت سے چشمے اس کے دریا سرخاب میں اور سرخاب خود جلال آباد کے قریب دریا کابل سے ملتا ہے اس کے اندر جلال آباد کے گرد وہ سارے پہاڑ اور وادی داخل ہیں جو سرخاب اور بھٹی کوٹ کے درمیان دائیں طرف دریا کابل کے ہیں۔

بایزید کے خیالات کی بلند پروازی کے سبب سے مہمند کے سردار سلطان احمد نے اس کا خیر مقدم کیا۔ یہاں افغانوں میں اس نے بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے مذہب کا وعظ سنایا اور ان کو مرید کیا۔ مگر جب اس پر عرصہ گذرا تو تاجیک کے سنی ملاّنے اس کا ایسا ناک میں دم کیا کہ وہ آگے مشرق میں پشاور کے میدانوں میں چلا گیا۔ اس میدان کے دریا کے داہنے کنارہ پر شمال مشرق میں عزی ہیل افغان اور شمال میں خلیل اقوام رہتی تھیں اور دریا کے بائیں کنارہ پر ہشت نگر میں محمد زئی رہتے تھے۔ یہاں کے چاول مشہور ہیں افغانوں نے اس زمین کا نام جو پچھلے زمانہ میں فتح کی تھی۔ پشتون خار رکھا تھا۔ بایزید کو بڑی کامیابی ہوئی اور اس کے پکے چیلے بہت ہو گئے وہ خود اور اس کے بیٹے کلید پر میں عمرزیوں کے درمیان مقیم ہوئے۔ یہ ایک خیل ہشت نگری ہے گو تاجیک نے اس سے نفرت کی مگر افغانوں نے اس سے رغبت کی۔ غرض اب وہ دونوں دین و دنیا کا رہنما بن گیا۔ مذہبی و ملکی معاملات کا پیرو مرشد ہو گیا اب پیرجی کو بھی الہام ہونے لگا اور خدا ان کو نظر آنے لگا اس نے کہا کہ مجھے حکم ابھی ہوا ہے کہ میں کہوں کہ میں نے خدا کو دیکھا ہے میں خدا کے ساتھ ہوں۔ میں خدا کو جانتا ہوں اور میں خدا کے ساتھ ہوں غرض اس کو یقین تھا کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں اس نے اپنا نام روشنائی رکھا اور مریدوں نے اس کو پیر روشنائی کہا۔ وہ قرآن کے اسرار بیان

کرنے لگا اس نے ایک کتاب خیرالبیان تصنیف کی جس میں اپنے مذہب کے سب مسائل قرآن وحدیث کے موافق بیان کئے مگر اُن کو اہل سنت بالکل قرآن وحدیث کے مخالف جانتے ہیں اور اُن کو زندقہ اور الحاد کہتے ہیں نمازمیں قبلہ کی جانب کو اڑاکر دل کعبہ بنایا۔ وضو کو سلام کیا۔ رمضان کے روزوں کو مقرر کیا کہ فصل بہار کے شروع میں دس روزہ رکھہ لیا کریں۔ اُس نے کہا کہ اٹھارہ ہزار قسم کے جاندار ہیں ان سب کو اپنا جسم سمجھنا چاہیئے اور کسی کو آزار نہیں دینا چاہیئے۔ وفات کے دن کو پیدایش کا دن بناتا۔ اُس نے یہ کہا جو آدمی اپنے تئیں اور خدا کو نہیں پہچانتا وہ آدمی نہیں ہے اگر وہ موذی ہے تو اُس کو گرگ۔ شیر۔ افعی۔ اژدہا سمجھنا چاہیئے **حدیث قتل المؤذی قبل الایذا** پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا ہے اور نمازی ہے تو اُس کو لومڑی یا بھیڑ یا سمجھنا چاہیئے جس کا حلال کرنا شرعًا جائز ہے اِس لئے حکم دیدیا کہ جو اُس کے سخت دشمن ہیں اُن کو درندوں کی طرح مارنا چاہیئے۔ اُس نے بے ایمانوں کے مال لوٹنے اور غارت کرنیکی اجازت دی۔ بے ایمانوں میں مسلمان اور ہندو دونوں شریک تھے وہ ترکی سینوں کا بہ نسبت ہندوؤں کی زیادہ دشمن تھا۔ بے ایمان اپنے تئیں نہیں جانتے ہیں اور اپنی بقا کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اِس لئے وہ مردہ ہیں اور مردوں کے مال کے زندہ وارث ہوتے ہیں۔ اُس نے گداگری کو خلاف شرع حرام بتایا۔ اہل سنت فقیروں کے ساتھہ بہت سلوک کرتے تھے اُن کے خلاف جو فقرا بھیک سی روٹی کماتے تھے اُن کو کہا کہ وہ حرام کا کھاتے ہیں اور اُس کی بجائے کافروں کے اور خیبر کے مسافروں اور تاجیکوں کے مال چرانے کی ہدایت کی۔ اس فقیری کے حرام کرنے سے اُس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے مریدوں کا ایک گروہ بنائے کہ وہ لٹیراپن کیا کریں اُس نے اور اُس کے بیٹوں نے ایک بیت المال بنایا جس میں غنیمت کا ایک خمس داخل ہوتا تھا۔ بایزید اس حال میں کہ ایک غار میں وہ بیٹھا تھا اور سر پر باپ کی تلوار کھچی ہوئی تھی پشتو خیل کا ہادی بن گیا اور اس وحشیانہ۔ سرزمین میں اُس نے مذہب کا بیج ڈال کر اپنا نشو ونما کر لیا اُس نے بار بار کہا کہ مجھے الہام ہوا ہی کہ جو لوگ خدا کو نہیں جانتے اُن کو قتل کروں۔ اُس نے چھوٹے چھوٹے حملے کلیدار سے جس کے سبب سے

کابل کے فرماں روا مرزا محمد حکیم کو توجہ اُس کے حال پر ہوئی۔ اور بنہار کے سینوں کے کان کھڑے ہوئے۔ بنہار دبنیر یا بنیر یا ہشت نگر کے شمال میں دریا ئے سندھ سے ملی ہوئی ایک مرتفع زمین ہی اور اُس میں یوسف زئی رہتے ہیں۔ یہاں کے عالموں نے یوسف زئی کے بہت آدمیوں کو روشنائی مذہب کے اختیار کرنے سے روکا۔ اگرچہ یوسف زئی بایزید کے اوّل اوّل بڑے طرفدار ہوئے۔ مگر بعد اُس کے مرنے کے وہ پشتون کی سازش کے سخت دشمن ہو گئے۔

کابل کی گورنمنٹ کے حکم سے محمود زئی کے ملک میں حکیم محسن خاں غازی آیا اور بایزید کو پکڑ کر لے گیا۔ کابل کی گلیوں میں اس بے عزتی کے ساتھ لے گئے اُس کا علما سے مباحثہ کرایا اُس نے یہاں یہ فطرت کی کہ بیان کیا میں نے کوئی بدعت کی بات مذہب میں نہیں پیدا کی تمام فرائض صوم صلوٰۃ حج وزکوٰۃ کا پابند ہوں۔ غرض اپنی فصاحت بیانی اور طلاقت لسانی سے اپنے تئیں بالکل ہر الزام سے بری کیا جس سے گورنمنٹ کو کوئی خوف اُس کی جانب سے نہ رہا۔ اب اُسنے اپنے کاموں کے لئے ایک نیا تماشا گاہ دشوار گذار کوہستان تیراہ میں کھولا۔ یہ کوہستان کوہ سفید کی مشرقی شاخیں ہیں جو کوہاٹ تک جنوبی مغربی میدان پشاور تک جاتی ہیں اور تیرہ دریا بہاتی ہیں۔ عزیہ خیل جو میدان میں روشنائی مذہب رکھتے تھے وہ تیراہ کے قریب تھی تیراہ میں بنگش خیل افغان رہتے تھے۔ جن میں سے طوطائی خیل و تبک روشنائی مذہب میں سخت متعصب تھے۔ ان بلند کوہستانی وادی میں بہ نسبت کشادہ ملک ہشت نگر کے بایزید کے لئے زیادہ عافیت تہی۔ یہاں وہ آن کر اہل سنت کا اور مغلوں کی سلطنت کا سخت دشمن ہو گیا اُسنے کوہستانی آزاد قوموں کو اپنے مسائل سمجھا کر جہاد پر افروختہ کیا اور پکارا کہ اے میرے دوستو آؤ میں تم کو ہدایت کروں گا۔ میں شمشیر بر ہاتھ دھروں گا اور نبی کا مذہب غارت کروں گا۔ اگر تم خدا کو خوش کرنا چاہتے ہو تو مجھ پر توکل کرو۔ میں ہی تمہارا خدا اور پیغمبر ہوں۔ مجھ میں کوئی نقص نہیں ہی مجھ کو مہدی خیال کرو۔ میں کسی معنی کر کے ناقص نہیں ہوں میں کافی و کامل ہادی ہوں تم اس پر بالکل یقین کرو۔ اُس نے چغتائیوں کے ظلم سے افغانوں کو ڈرایا اور اپنے پیرووں کو ہندوستان اور

اُس کے پادشاہ کی مال و دولت کا لالچ دلایا اُس نے پہلے ہی سے ہندوستان کے اضلاع اپنے مریدوں کو تقسیم کر دیئے اور جہاد کے لیئے سب طرح سے تیاری کی اُس نے سواروں کی زبردست سپاہ جمع کرنے کے لئے گھوڑوں کو طلب کیا اور اُن کے مالکوں سے وعدہ کیا کہ ہندوستان کی دولت سے دو چند قیمت اُن کو دیجائیگی اُس نے سب مریدوں سے بے ریا اطاعت چاہی اور مکار پر لعنت کی مگر تیراہ کے افغانوں نے بایزید کے حکموں کا خیال کچھ نہیں کیا۔ اُنھوں نے مغلوں کے ساتھ رشتہ اتحاد کو نہیں توڑا۔ یہ پہاڑی افغان بہادر اور عالی ہمت تھے۔ اُن پر بایزید یہ داؤں کھیلا اور اس طرح اپنے پیچ میں اُن کو لایا کہ اوّل اُس نے افغانوں کی افعال کی نسبت اپنی نارضامندی ظاہر کی اور کہا کہ اگر تم مجھ کو اپنا خیرخواہ دوست بنانا چاہتے ہو تو تم الگ الگ ایک ایک اپنے ہاتھ باندھ کر میرے پاس آؤ کہ میں خود تم کو اس دست بستگی سے نجات دوں۔ بایزید نے ایسی شعبدہ بازیاں کیں کہ افغان اُس کے دام میں آگئے اور اس کے کہنے کو مان گئے وہ اُس کے سامنے الگ الگ دست بستہ حاضر ہوئے جن میں سے تین سو کو بایزید نے فوراً مار ڈالا اور اس ضلع کو ایسا ویران کر دیا کہ پھر اُس کے اصل باشندوں کو وہاں آباد ہونا نہ نصیب ہوا بلکہ اور کوہستانی قومیں اُس پر متسلط ہوگئیں۔

کابل کی گورنمنٹ بایزید کی تیاریوں سے غافل نہ تھی اور اپنی حفاظت میں وہ ساعی تھی پیر روشنائی بہت سی سپاہ ساتھ لے کر شال کی طرف تنگ بار کے میدان میں نیچے اُترا۔ وہ اُلٹا پہاڑوں میں آہستہ آہستہ جارہا تھا کہ محسن خاں غازی اُس کے پیچھے توراگا کے قریب آگیا۔ پیر نے حتی الوسع مریدوں کو سمجھایا کہ دشمن کے سامنے کھڑے رہیں اور کہا کہ محسن خاں پر جسوقت میری آنکھ پڑے گی تو وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑے گا۔ مرید اس کے میدان جنگ میں جمے۔ مگر جب خنجر مصری کی شپاشپ اُن کے اوپر ہونے لگی اور مغلوں کے سواروں کے ٹاپوں تلے آنے لگے تیز پائی سے وہ بالکل پراگندہ اور پریشان ہوگئے بایزید خود گرتا پڑتا بھاگ کر ہشت نگر میں آیا تیز پائی سے اس سفر کی تکان پر بخار کا اور اضافہ ہوا۔ اور اُس نے اُس کی زندگی کو پورا کیا۔

وہ ہشت نگر بھٹک پور میں دفن ہوا۔ مگر اس پیر روشنائی کے مرنے سے روشنائی مذہب کی روشنی بالکل بجھی نہیں۔ وہ شاہجہاں کے زمانہ تک کچھ نہ کچھ اپنی چمک دکھاتی رہی بایزید کے بیٹوں نے باپ کے مذہب کو اور پھیلایا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کے بڑے بیٹے عمر نے تلوار کو ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے مریدوں اور پیروؤں کو یوں مخاطب ہوا کہ اے میرے دوستو آؤ۔ تمہارا پیر مرا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی جگہ اپنے بیٹے شیخ عمر کو دے گیا ہے اور اُس کو اور اپنے مریدوں کو دنیا کی سلطنت عطا کر گیا ہے۔ اس نے نہایت محنت و مشقت سے پشتوؤں میں از سرنو جوش پیدا کیا اور ایک سال ایک دن بعد اُس کے باپ کی سفید ہڈیاں ایک تربت میں رکھ کر ہر لڑائی میں آگے رکھی جانے لگیں۔

عمر نے ہر چند کوشش کی مگر وہ یوسف زیوں کے ہاتھ میں بری طرح پھنس گیا پہلے وہ روشنائیوں کے بڑے طرفدار دوست تھے اب وہی اُن کے جانی دشمن ہو گئے یہ زبردست خیل صحرانوردی پہاڑوں کے کشادہ زمینوں میں رہتے تھے جو دریا کابل کے شمال میں ہیں اور سندہ سے مغرب کی طرف پھیلتے ہیں اور اُن میں اضلاع بنار (بنیر بنیر) پنج کورہ۔ باجوڑ۔ دودیر۔ پچ ہزارہ دریا کینترنگ ہیں جو جلال آباد کے نیچے کٹ بہتا ہے۔ مشرقی یوسف زیوں نے عمر پر باراین دریا سندھ کے کنارہ پر حملہ کیا اس کو شکست دی اور اُس کو اور اُس کے بھائی خیرالدین کو مار ڈالا۔ اُنہوں نے عمر کی لاش کو جلا کر خاکستر بنایا۔ اُسکو اور بایزید کی ہڈیوں کو دریا سندہ میں پھینکدیا بایزید کے بیٹوں میں نورالدین کو گوجروں نے مار ڈالا۔ سب سے چھوٹا بیٹا جلال الدین زندہ یوسف زیوں کی قید میں آیا۔ بیٹوں میں صرف یہ ایک ہی بیٹا بچا۔ ۱۵۸۱ء میں جب شہنشاہ اکبر کابل سے لاہور میں آیا تو اُس وقت اُس نے یہ لڑکا جلال الدین چودہ برس کا یوسف زئی سے درخواست کر کے لے لیا پادشاہ کو اُس وقت ضرور تھا کہ روشنائیوں میں سے کسی کو یوسف زئی کا دشمن بنائے۔ اس لئے کہ جتنی ان چور قزاق قوموں کے درمیان نا اتفاقی ہوگی اتنا ہی خیبر کی راہ میں امن امان رہیگا اس لئے اُس نے جلال الدین روشنائی

کی بڑی خاطرداری کی۔ مگر یہ شوخ بیباک لڑکا بادشاہ کے دم میں نہ آیا اور موقع پاکر بھاگ
تیراہ میں جا پہنچا۔ جو سب سے زیادہ روشنائیوں کے لیے مامن تھا اس نے تیراہ میں بیٹھے
بیٹھے بنگش۔ آفریدی اور رکزئی قوموں سے اخلاص پیدا کیا۔ یہ قومیں خیبر کی راہ میں مغلوں
سخت دشمن تھیں۔ یہ لڑکا ایسی خوف کی مشعل بنا کہ اُسکے شعلے اکبر تک پہنچنے لگے جس کی مخا
کے سبب سے اُس کا نام جلالہ تاریک ہوا اور اُسکے فرقہ کا نام تاریکیان رکھا گیا۔ اس جلالہ نے
ایسے اپنے طرفدار پیدا کر لئے کہ پشتوؤں کا بادشاہ اس کا خطاب ہوا اور اُس نے ہندوستان
پر جہاد کیا ۹۹۲ھ میں اس نے مہمند اور غوریہ خیل کی مدد کی۔ یہ قومیں دس ہزار خانوار پشاور کے
قریب رکھتی تھیں اس وقت سعید حمیدی بخاری جاگیردار پشاور نے موسیٰ کو یہاں مقرر کیا تھا۔
اس کے ظلموں سے یہ قومیں جان سے عاجز ہو رہی تھیں۔ سعید احمد پر بکرام میں اُنہوں نے حملہ
کیا اور اسکو شکست دیکر اسکو اور اُس کے چالیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ محمد حکیم مرزا کی موت کے سبب
سے دریائے کابل کے دونوں طرف مغلوں کے مقابلے سخت ہونے لگے جنکا کوئی فیصلہ قطعی نہوا۔

۹۹۳ھ میں شہنشاہ اکبر کی جو لڑائیاں ان اقوام افغان سے ہوئیں وہ پشاور کے میدان
اور کوہستانی زمین سواد۔ باجوڑ۔ مہمند و تیراہ کے ملک میں ہوئیں اس کے چند میل جو دریائے سندھ
سے ملے ہوئے ہیں مستثنیٰ کیئے جائیں تو اس ملک کی شکل گھوڑے کے نعل کے مشابہ پیدا ہوتی ہے
میدان میں سپاہ کو بہت آرام اور میووں کے کھیت ملتے ہیں اُس کے اضلاع زیرین جو داؤد زئی
اور دوآبہ مشہور ہیں نہایت سیر حاصل و شاداب و سرسبز ہیں زراعت و چراگاہ بہ کثرت ہیں طرح
طرح کی پیداواریاں یہاں ہوتی ہیں قطع نظر اس ملک کے سیر حاصل ہونے کے اس میں ایک بڑی
بات یہ ہے کہ وہ مغربی ایشیا اور ہندوستان کی شاہراہ ہے۔

جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ توران کا ایلچی اور نظربے ایک قافلہ بزرگ کے ساتھ ہندوستان
کو آتے ہیں اور روشنائی افغانوں نے درہ خیبر کی راہ کو روک رکھا ہے وہ اس قافلہ کو آگے
نہیں بڑھنے دیتا تو اُس نے شیخ فرید بخشی بیگی کو بھیجا کہ جا کر اُن کو ساتھ لے آئے۔

جب وہ جمرود میں پہنچا تو اس کی ہمراہ مان سنگہ نے مادہو سنگہ اور چند اور آدمیوں کو کیا - یہ گروہ خیبر سے گذر کر دکہ کے قریب اس کاروان سے مل گیا - مان سنگہ خود بہی بہت سا لشکر لیکر علی مسجد میں آگیا - روشنائیوں نے یہ سمجھ کر کہ کم آدمی ہیں اندہیری رات میں قلعہ علی مسجد کا محاصرہ کیا اور چند آدمی قلعہ کے اوپر چڑھ آئے مگر بادشاہی لشکر بہادری کرکے اُن پر غالب آیا - مخالف قلعہ کو چہوڑ کر اور بلندیوں پر چڑھ گئے - مگر گہات میں بیٹھے صبح کو لشکر شاہی نے ان خود سروں کو پائمال کیا اور اُن کا نقش ہستی مٹا دیا - دوسرے روز قافلہ توران سندہ کی اس طرف خیبر آباد میں آیا - فرمان روائے توران نے کبوتر اور جیب کبوتر باز پادشاہ پاس بہیجے تہے اس سے وہ خوش ہوا - ایلچی کے پہنچنے سے پہلے اِس سے وہ ملا -

اَن قوموں اور ان کے ملک کا حال جو الفنسٹن صاحب نے اپنی تاریخ میں اور ابو الفضل نے اکبر نامہ میں لکہا ہے نقل کرتے ہیں - دونوں کا مقابلہ کرکے بیانوں کی مخالفت و مطابقت کو دیکہکر مغربی و مشرقی بیانوں کے فرق کو سمجھ لو -

الفنسٹن صاحب کا بیان - جس اشتعال سے کشمیر کی لڑائی ہوئی اس سے ان قوموں سے بہی لڑائی ہوئی - مگر اس میں اکبر کے ساتہہ یہ قومیں سینہ زوری کے ساتہہ بڑے بڑے مقابلہ سے پیش آئیں اور اُسکو کامیابی ہوئی - یہ لڑائیاں شمالی مشرقی افغانوں سے ہوئیں جو ان ملکوں میں رہتے تہے کہ پشاور کے میدان کے گرد پہاڑی ملکوں میں بستے ہیں یہ میدان بڑا وسیع اور نہایت زرخیز ہے اس میں زمین ہندوستان کی سی زرخیز اور بار آور ہے اور اسپر بلاد مغرب کی معتدل آب و ہوا کے بہت سی اثر متزاد ہیں اسکے شمال میں سلسلہ کوہستان ہندوکش کا بڑا سلسلہ ہے مغرب میں اسکی کوہ سلیمان کا بلند سلسلہ اور جنوب میں کوہستان خیبر جو کوہ سلیمان سے دریاء سندہ تک پہیلتا ہی -

افغانوں کا جو خاص ملک ہی اس کا دسواں حصّہ یہ ملک بہی ہی - زمانہ حال میں یہاں کی باشندوں کو بیردرانی کہتے ہیں وہ اپنی چال ڈہال اور وضع و طرز میں ایسی خصوصیتیں رکھتے ہیں کہ اور افغانوں میں متمیز معلوم ہوتے ہیں اس ملک کے شمالی حصّہ میں بہ نسبت اور شمالی مشرقی قوموں کے یوسف زئی

ان قوموں کا اور ان کے ملک کا حال جو الفنسٹن صاحب نے لکھا ہے

زیادہ رہتے ہیں اور اپنی باقی قوموں کا نمونہ ہیں اُن کے ملک میں پشور کا شمالی میدانی حصہ بھی اور ہندوکش کے برفستانی بلندیوں تک پھیلتا ہے اور اُسکے اندر تیس تیس چالیس چالیس میل لمبے اور اسکے موافق چوڑے وادی ہیں جن میں سے ہر ایک کی دونوں طرف اور شعبے وادیوں کے جاتے ہیں۔ یہ وادی آب و ہوا اور حسن و لطافت اور اور خوبیوں میں کشمیر کے نظیر ہیں اور وہ تنگ ناؤں پر ختم ہوتی ہیں جن کے گرد اونچے اونچے کرارے ہوتے ہیں یا وہ جنگلوں اور درختانوں میں غائب ہو جاتے ہیں۔ ایسا ملک اپنے حملہ آوروں کے لیئے بہت سے الجھیڑے اور عوائق اور موانع پیش کرتا ہی مگر وہاں کے باشندوں کے واسطے کچھہ مشکل نہیں وہ بے تکلف ایک وادی سے دوسرے وادی میں آمد و رفت رکھتے ہیں اور جہاں کہیں راہ نہیں ہوتی وہ اپنے لیئے راہ بنا لیتے ہیں۔ اصل باشندے یہاں کے ہندو معلوم ہوتے ہیں جو غالباً بارو پای ساکے ڈیا آل و اولادمیں سے ہونگے یہ نسبتاً زمانہ حال کا واقعہ ہی کہ بعض خاص افغانوں کی قوموں نے اس ملک کو فتح کیا ہوا اور شرارت آمیز معاش اسکو بنایا ہوا اور پھر ان افغانوں کو بھی اب سے سو برس کا عرصہ گذرا ہوگا کہ یوسف زئیوں نے جو قندھار کے قریب رہتے تھے اپنے وطن سے جلاوطن ہو کر اُن کو نکالا ہوا اور اُن کے ملک پر قبضہ کیا ہو۔ پہاڑی قوموں میں آزادی کا ہونا بالطبع ہوتا ہی اس لیئے یہ قوم آزاد تھی اور سوا اسکے وہ ایسی دشوار گذار ملک پر قبضہ رکھتے تھے اور اُنکے تابعین بہت سے تھے اسلیئے اسکو اپنی دولت کا بھی غرور رہتا اور آزادی کی مستی پر دولت کا نشہ اور چڑھا ہوا تھا۔ سوا اس کے وہ خود عظمت اس سبب سے بھی رکھتی تھی کہ اُن کی حکومت میں جمہوری انتظام تھا۔ ہر خیل جدا جدا اپنا سرخیل موروثی رکھتا تھا۔ امن کی زمانہ میں اسکو کوئی اختیار سوا اس کے نہ تھا کہ وہ اپنے خیل کے آدمیوں سے مشورہ لے اور اُن کی خواہشیں اور آرزوئیں دریافت کرے اور اُن پر اور سرخیلوں کو اطلاع دے ہر گاؤں کے باشندے اپنے اندرونی قضیوں کو خود چکاتے تھے۔ مقدمات کا فیصلہ پنچایت میں ہو جاتا تھا۔ گاؤں میں جو پالیں ہوتی تھیں اُنمیں کسی نہ کسی مطلب کے لیئے ہمیشہ مجالس ہوا کرتی تھیں چوپالوں ہی میں آپس میں بیٹھ کر گاؤں والے جی بہلایا کرتے تھے اور

اور مسافروں اور اپنے مہمانوں کو اُتارا کرتے تھے۔ زمین آپسمیں برابر بٹی ہوئی تھی اور اسلئے
کہ بُری بھلی زمینیں ہر ایک کے حصّہ میں باری باری سے آتی رہیں بمقتضای عدل نئی تقسیمیں
ہوتی تھیں۔ ہندی رعیت کی مدارات اچھی طرح کیجاتی تھی مگر معاملات و انتظامات ملکی میں اسکو
مداخلت نہ تھی۔ یوسف زئی ان ہندیوں سے رنگ روپ میں ایسی فوقیت نہیں رکھتے تھے جیسی
کہ اوضاع و اطوار و چال وچلن میں۔ جنوب میں اور قومیں جو میدانوں کے اندر نیچے پہاڑوں میں
رہتی تھیں وہ مدت سے وہاں آباد تھیں اور ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ بہت آمد و رفت و میل
جول رکھتی تھیں مگر بعض انمیں سے کوہستانی مسلمان ہیں۔ بعض قومیں اپنے ملک میں زیادہ نشیب و
فراز رکھتی تھیں اور یوسف زئی قوم سے شایستگی اور تہذیب میں بھی کم درجہ رکھتی تھیں شہنشاہ
بابر نے شمال و مشرقی قوموں کے مطیع بنانے میں سخت کوشش کی جنمیں سے بعض قوموں کے تابع
بنانے میں کامیاب ہوا۔ مگر وہ یوسف زئی قوم کے مغلوب کرنے میں بالکل ناکام رہا۔ نہ وہ صلح
و آمیزش کی تدبیروں سے اُسکو اپنے بس میں لاسکا اور نہ اُسکے ملک کے اُس حصّہ پر جس تک اسکی
رسائی ہوئی سخت غارت گر حملہ آوری سے فتحیاب ہوا۔

اب ابو الفضل کی کہانی سُنیئے ۔ وہ لکھتا ہے کہ الوس یوسف زئی پیشتر قندہار و قراباغ
میں رہتی تھیں۔ وہاں سے کابل میں آنکر چیرہ دست ہوئی مرزا الغ بیگ کابلی نے دستان سرائی
سے اُسکو مارا دھاڑا۔ پس ماندے لمغانات میں آسائش سے رہنے لگے پھر اشتغر میں آ گئے۔
سو برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ سواد (سوات) و بجور میں رہزنی و سرتابی سے بسر کرتے ہیں۔
اِس سرزمین میں ایک گروہ رہتا تھا جسکا خطاب سلطانی تھا اور وہ اپنے تئیں سلطان سکندر کی
دختری اولاد بتاتے تھے۔ یوسف زئی کچھ دنوں انکے ملازم ہوئے تھے پھر حیلہ اندوزی کرکے ناسپاسی کرنے
لگے اور انکے عمدہ عمدہ مقامات اپنی قبضے میں کر لئے۔ ابتک ان قدیمی باشندوں میں سے کچھ گنتی کے تھوڑے
ناکامی کیساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور وطن کی محبت کے سبب سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ یوسف زئی کا بنگاہ
کوہستان سواد اور بجور میں ہے اور اکثر وہ دشت میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس دشت کے دو طرف

ابو الفضل کا بیان

سپاہ کا یوسف زئی سے لڑنے کے لئے اور سواد اور بجوڑ کی فتح کرنے کے لئے روانہ ہونا ۹۹۴ھ

دریارِ سندھ ہے۔ اور باقی اور دو جانبوں میں دریار کابل و کوہستان شمالی ہی۔ وہ تیئیس کوس لمبا اور
پندرہ بیس کوس چوڑا ہی دلکشا سبزہ زار اور نگاہ فریب زمینیں ہیں جنکے دیکھنے سے خوشی ہوتی ہے۔
جب پادشاہ نے کابل میں یورش کی تھی تو یوسف زئیوں میں سی جو کلاں تر تھا وہ لابہ گری کرکے
جبہ فرسا ہوا تھا اور پہلے اپنی بدکرداری سے شرمسار ہوکر پیمان پرستاری استوار کیا تھا ان میں سے
کالو پر پادشاہ نے عنایت کرکے سب سے زیادہ سرفراز کیا۔ مگر تھوڑے دنوں بعد یہ قومیں پھر اپنے
آئین سابق پر مائل ہوئیں۔ راہ زنی اور خلق آزاری پر کمر باندھی اور دار الخلافہ سے کالو
بھاگ گیا۔ خواجہ شمس الدین نے نواحی اٹک سے دستگیر کرکے پادشاہ پاس بھیجا۔ پادشاہ نے
بجاے پاداش کے اسپر نوازش فرمائی۔ پھر وہ بھاگ گیا اور اپنی پہلی بنگاہ میں پناہ لی۔ اور
زمینداروں کی سرکشی کا بھی سبب ہوا۔ پادشاہ نے بہت سے افسروں اور سپاہ کا زین خاں
کوکلتاش کو سپہ آرا بناکر اور غریب خانجہانی کو بخشی بناکر روانہ کیا کہ کجگر اگر وہ کور رہنمونی کریں اور
تیرہ دل جواندر زنہ قبول کریں انکو سزا دیں۔ ۲۵ دی ۹۹۴ھ کو قرا بیگ وضیاء الملک اور سپاہ
کو بسرکردگی شیخ فرید بخشی کو روانہ کیا وہ ایک عمدہ تاخت کرکے اُلٹا چلا آیا اور پادشاہ سی عرض کیا کہ دشت کا
کام بہت سخت ہی مناسب ہے کہ ایک فوج اور نامزد ہو تاکہ شائستہ طور پر قوم یوسف زئی کی بیخ کنی
کی جائے اسلئے ۱۹ بہمن کو سعید خاں اور ملک الشعرا فیضی اور دستر خواجہ و شیخ ابو البرکات اور اور افسر و نکو
اور ابو الفضل کی تین سو سواروں کو جانیکی اجازت دی۔ اور میر شریف آملی کو زابلستان میں منصب امینی و
صدارت عنایت کیا اور قاسم بیگ تبریزی کو میر عدل لشکر مقرر کیا۔ زبانی بھی اسکو ہدایتیں کیں
کہ ہمیشہ نیایش ایزدی اور رضامندی آلہی کی تلاش میں رہی اور شناسائی کو نیازمندی کیساتھ ملاے
آزمندی اور شتر دلی کہ ہوشمندوں کی لغزش گاہ ہی برکران ہی اسلئے کہ بہت سے نیک ذات دُنیا کی
رنگینی اور ستمگار دنکے شکوہ کو دیکھکر حق گذاری سی باز رہتے ہیں گواہ و سوگند پر داوری کا حصر نہ کری بلکہ
دور نگاہی سے بشرہ کو دیکھے اور طرح طرح کی پرسشیں کری۔ اگر کوئی بڑی لڑائی خود نہ کرسکے تو ہم کو مطلع کرے
تن آسانی کو ناروا جانے مگر کبھی کبھی اس میں مشغول ہو۔ پادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ اگر اسی

لشکر پر کام چھوڑ دیا جائیگا تو اس ناحیہ کے قوموں کی افزونی اور کوہستان اور تنگناؤں کی دشوار گذاری سے کام دیر میں انجام پائیگا اسلئے پادشاہ نے ایک تازہ لشکر بیر بر کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ابوالفضل بھی نبرد کا شوق رکھتا تھا اس نے پادشاہ سے عرض کیا کہ اگرچہ حضور کی خدمت میں رہنا خوش نصیبی کی اکسیر ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ پرستاری غائبانہ جس سے یگانگی و یک رائی کا امتحان ہو بجالاؤں اور میری ایک نئی لیاقت حضور پر ظاہر ہو۔ اگر نبردگاہ میں مجھ سے کوئی عمدہ کام ہوگا تو میری ناموری ہوگی اور شایستہ بندگی بجالاؤنگا جس سے ناتواں بین ہرزہ داریوں کا مُنہ بند ہوجائیگا پھر وہ میرے نسبت کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔ پادشاہ نے فرمایا کہ تیرے اور بیر بر کے نام قرعہ ڈالا جائے کہ بغیر کسی خواہش کے سرنوشت ایزدی ظاہر ہو۔ قرعہ بیر بر کے نام کا نکلا۔ پادشاہ نے ۱۲ ار بہمن کو بیر بر سردار رزم و بزم کو روانہ کیا۔ اسنے تھوڑی عرصہ میں دشت میں جسنے سرکشی کی اسکی خوب مالش کی جسنے نیایشگری کی اسکے مال و ناموس کی پاسبانی کرکے دوسری جگہ آباد کیا۔ بنیر کی فتح کے ارادہ سے وہ گریوہ کی طرف چلا جب تھوڑی تنگنائوں کو لشکر طے کرکے منزل دوک میں آیا تو افغانوں نے لڑنا شروع کیا۔ بڑی لڑائی ہوئی بہت مخالف اسیر و قتل ہوئے ہو ناوقت ہوگیا تھا اور آگے کا حال معلوم نہ تھا۔ اسلئے لشکر خیمہ گاہ کو واپس آیا اور معلوم ہوا کہ اسطرف جانیسے مقصد حاصل نہیں ہوگا تو دشت میں لشکر واپس آیا تا کہ دوسری راہ سے جائے۔

کوکلتاش کی پادشاہ پاس عرضداشت آئی کہ خدا کی عنایت سے سخت گریوؤں سے گذر ہوگیا ہے بجورا اور سواد کا بڑا حصہ قبضہ میں آگیا ہے مگر لشکر تنگا دو کی کثرت سے تھک گیا ہے اور گریوہ لراکر میں جو سواد و بنیر کے درمیان ہے افغان جمع ہوئے ہیں اگر اور لشکر جوانمردوں کا بھیجا جائے تو شائستہ طور پر سارا ملک قبضہ میں آجائیگا اور سرکشوں کو سزا ملجائے گی۔ پادشاہ نے ۱۹ ار بہمن کو بسر کردگی حکیم ابوالفتح کے شمشیر بازوں کو بھیجا۔ تھوڑے عرصہ میں دونوں لشکر مل گئے زین خاں نے اول بجور کی فتح کا ارادہ کیا وہاں تیس ہزار خانہ دار اُس یوسف زئی

رہتے تھے اور انکے پاس شوار گشا گریوہ تھے۔ پادشاہی سپاہ چابک دستی کر کے وانش کول کی راہ سے آئی۔ کیجگر ایونکو رستہ پر آنے کی فرصت نہ دی جالش بہادر نے گیران شہر پر تاخت کی اور بہت سے سرکشوں کی مالش کی جب وہ نہایت تنگ ہوئے تو غازی خاں و مرزا علی وطاؤس خاں و نظیر اور سرداروں نے پناہ مانگی اور وہ ملنے آئے۔ دفعتاً شورش دور ہوئی۔ یہاں سے ولایت سواد کا قصد ہوا۔ یہاں کے کوہستان میں چالیس ہزار خانہ دار یوسف زئی رہتے تھے۔ جب لشکر دریا کے کنارہ پر پہنچا۔ اس زمین کے بہادروں نے جنگ میں قدم جمایا۔ ہراول نے دریا سے گذرنے میں باگ کھینچی۔ التمش کے دلاوروں نے تیز دستی کی۔ اسکی دیکھا دیکھی اور بھی اس راہ پر آئے بڑی لڑائی ہوئی۔ غنیم ناکام بھاگ گیا۔

کوکلتاش نے چکدرہ میں کہ وسط ولایت میں ہی قلعہ کی بنیاد رکھی اور سرکشوں کی مالش کا قصد کیا تئیس دفعہ فتح پائی۔ سات لشکروں کو شکستہ کیا۔ ولایت بنیر کا سارا ملک سوائے گریوہ کا کر کے قبضہ میں آگیا۔ لیکن کارزار کی فزونی اور کوہ نوردی سے لشکر تھک گیا۔ کوکلتاش نے کمک مانگی۔ پادشاہ نے راجہ بیربر اور حکیم ابو الفتح کو نامزد کیا۔ جب یہ سب آپس میں ملے تو دورنگی کا غبار اٹھا پہلے ہی سے کوکلتاش اور راجہ میں تنگ چشمی کی باتیں ہوئیں۔ اسی طرح راجہ اور حکیم میں آپسمیں صفائی نہ تھی۔ یہ امرا باوجود فہم عالی اور اعتبار سترگ آپس میں حسد کرنے لگے وہ پادشاہی عاطفت میں انبار نہیں چاہتے تھے اسوقت سے کہ دشت کی فوجوں کو کوکلتاش کی کمک کا حکم ہوا تھا تو راجہ جبیں بجبیں ہو کر کہتا تھا کہ میرا نصیبہ برگشتہ ہو گیا ہی کہ حکیم کی ہمراہی میں اور کوکہ کی یاوری میں دشت کوہ ناپنے پڑے دیکھے انجام کار کیا ہوتا ہی۔ راہ نوردی میں ہر روز آپسمیں ناسزا باتیں ہوتی تھیں جب گریوہ بلکندہ میں پہنچے تو کوکلتاش استقبال کو آیا۔ اسنے خود بیٹھکر گریوہ سے لشکر و بیرتال کو اُتروایا۔ حکیم ابو الفتح قلعہ چکدرہ میں گیا۔ راجہ اس جدائی سے آشفتہ ہوا اور تباہ اندیشے کرنے لگا۔ صبح کو اس قلعہ میں سب جمع ہوئے کوکلتاش نے جشن آراستہ کیا راجہ نے اپنی پہلی خشمگینی کو ظاہر کیا کہ اس جشن میں شریک نہیں ہوا۔ اور اُس نے یہ گذارش کی کہ مناسب یہ ہے کہ سب کار آگاہ قورشاہی (سلاح شاہی) کے

زین خاں کوکلتاش ۹۹۴ھ

گرد جمع ہوں۔ راز گوئی اور بزم یکجہتی وہاں آرایش پائے۔ کوکلتاش اسپر غصہ ہوا۔ راجہ اور حکیم میں
درشتی سے دشنام پر نوبت پہنچی کوکلتاش نے تحمل کے ساتھ شورش بیگانگی کو بٹھایا اور گذارش کی
کہ مہم کوہستان کا ختم کرنا قریب ہے اور کراکر اور پنیر کے سرتاب بھی لابہ گری کر رہے ہیں لیکن مدت سے
انکی گفتار کردار میں نہیں آئی۔ یہ کمک اسلیئے طلب کی تھی کہ ایک گروہ کو اس قلعہ میں چھوڑ کر میں حیلہ
گذار فتنہ اندوزوں کی مالش کو جاؤں اب چاہیئے کہ لشکر تازہ روز اس خدمت کو اپنے ذمے لے اور
میں پہلے سپاہ کے وسط ولایت کی پاسبانی کروں یا کہ وہ چکدرہ میں رہنا پسند کریں۔ میں کوہ نشینوں کی سزا
کے لئے جاؤں۔ راجہ و حکیم دونوں نے اس صلاح کو نہ مانا اور یہ جواب دیا کہ پادشاہ کا فرمان ملک پر تاخت
کرنیکا ہی ملک کی نگاہداشت کا نہیں ہی۔ ہم سب یکجا ہوکر مخالفوں کو مالش دیکر اسی راہ سے کہ بادشاہ
کا حکم ہی پادشاہ پاس جاتے ہیں۔ کوکلتاش نے جواب دیا کہ جو ولایت اسقدر آویزش سے
ہاتھ آئی ہو اسکو بغیر سر انجام دینے کے کیونکر چھوڑ سکتے ہیں اور اس راہ پر نشیب فراز میں دوڑتے
پھرنا پسندیدہ نہیں ہی جو میں نے دو روشیں بتائی ہیں اسپر چلنا پسند نہیں تو یہی بہتر ہے کہ جس راہ سے
تم آئے ہو اُسی راہ چلے جاؤ کہ وہ طرف سپہ نشین ہے اسمیں غنیم کو دستبرد کی قوت نہیں ہے
مگر اُنہوں نے کچھ نہ سنا اور اپنی پہلی تدبیر پر جمے رہی۔ کوکلتاش نے یہ ناہنجار مدارات ان کی
دیکھی تو اُسنے آئین سرداری کو ایک طرف رکھا کہ مبادا یہ شیوا زبان مقربین ناشائستہ باتیں
بناکر بادشاہ کو مجھ سے نہ خفا کردیں۔ کوکلتاش کو تو یہ اندیشہ ہوا اور راجہ اور حکیم کو یہ فکر
در پیش تھا کہ اگر ہم تنہا ہو جائینگے تو معلوم نہیں کام بنے یا نہ بنے اور شرمندگی اُٹھانی پڑی۔
فوج کی آرایش ناہنجار طور پر ہوئی اور آرایش فوج میں گفتگو ہوئی۔ راجہ و حکیم نے
اپنے اسی اندیشہ سے برانغار و جرانغار کی سرکردگی سے انکار کیا۔ برانغار کا سربراہ
حسن خاں مِٹّنی مقرر ہوا۔ اور جرانغار کا قاضی علی۔ ہراول کی پیشقدمی حسن بیگ کو سپرد
ہو۔ بعد بہت سی گفتگو کے حکیم نے التمش میں رہنا قبول کیا اور ۲۱ اسفندار مذ کو چکدرہ
سے کراکر طرف سپاہ چلی اور پانچ کوس چلکر موضع کاندا کی میں اُتری دوسرے روز

راہ پر تنگ تھی برانغار کو چنداول میں چھوڑا اور درہ سے آدھ کوس پر منزل کی اور یہ تدبیر ٹھہری کہ آج ہراول کچھ تاخت کر کے پھر آئے۔ صبح کو جب اس کُتل پر مخالف آئے تو لڑائی شروع ہوئی تھوڑے عرصہ میں تنگناؤں کو طے کر کے بہت غنیمت جمع کی اور ہزار دں آدمی بندی میں آئے التمش میں زیادہ تر کابلی تھے وہ لوٹ کی داستان سنکر دوڑے پھرا سکے پیچھے اور فوجیں آئیں کوکلتاش کہ مقیم تھا ناچار وہ بھی روانہ ہوا۔ اسطرح رہ واروی بے روش ہوئی۔ افغانوں نے پیچھے خوب لوٹ مچائی حسن خاں بٹنی زخمی ہو کر کنارہ کش ہوا چلنے والوں پر کام بہت تنگ ہو گیا۔ کوکلتاش کارزار میں آیا اُسدن اور تمام شب اور پھر دوسرے روز زیادہ دیر تک ہنگامہ زدو خورد گرم رہا۔ مخالفوں کے چار سرگروہوں کو کوکہ نے خود اپنی بندوق سی مارا۔ افغان کچھ پریشان ہوئے آخر دن کو کچھ فتح کی صورت معلوم ہوئی مگر بار شتر اور گاؤ سب لُٹ گئے اور جو اسباب ہاتھی اور خچر پر تھا وہ سلامت منزل پر پہنچا۔ دوسرے روز چھ کوس چلکر خانپور میں آئے کوکہ نے چند آدمی کی افسری خود کی۔ تمام راہ جنگ کرتا ہوا منزل پر پہنچا۔ راجہ کے دائرہ پر پُہنچکر مجلس مشورہ منعقد کی اور پہلی گفتگو کو فصاحت سے ادا کیا اور شتاب زدگی کی نفرین اور اپنی بہ دید کو خوب بیان کیا۔ پوچھا کہ اب صلاح کیا ہے؟ اور آئندہ کیا کرنا چاہیئے۔ راہ تھوڑی باقی تھی اسلئے نشیب و فراز اسکا نظر نہیں آتا تھا۔ سب نے یہ صلاح دی کہ مناسب یہ ہے کہ گریوہ سے گذر کر چند روز قیام کریں اور مخالف کا از سر نو علاج کریں۔ کوکلتاش نے گذارش کی کہ آگے تنگنار ایسی دشوار گذار ہیں کہ اس راہ پر چلنا اپنے تئیں بے آبرو کرنا ہے مناسب یہی ہے کہ اسی منزل میں کہ کچھ فراخ ہے اور کوئی سرکوب نہیں ہے اور پانی گھاس اور آذوق بہت ہے۔ ایک دیوار بند بنا کے قیام کریں اور مخالفوں کو کہ سارے پہاڑ کو گھیرے ہوئے ہیں سزا دیں یا اس سبب سے کہ ان کا زہ وزاد اور بہت سا مال ہمارے ہاتھ میں ہے۔ استمالت نامے بھیجکر مخالفوں سے فرمان پذیری کا پیمان لے لیں اور انکے میدان کو چھوڑ دیں اور انہیں سے چند کو بطور

یر عمال (اول) کے رکھیں۔ اگر یہ بات آپکو دلنشین نہ ہوں تو توقف کریں کہ پادشاہ کو اطلاع ہو اور ایک فوج اسطرف آنکر گریوہ کے سرے کو نگاہ رکھے مگر راجہ اور حکیم اپنے منصوبے پر جمے رہے اور اپنے نقصان میں فائدہ سمجھتے رہے ششم اسفندارمذ کو گریوہ بلندری کی طرف روانہ ہوئے۔ کوکہ نے کار آگہی سے چنداول کا اہتمام اپنے ذمے لیا۔ پہلے روز سے بھی زیادہ سخت لڑائی ہوئی لشکر کچھ تھوڑی دور چلا تھا کہ دن ناوقت ہوگیا۔ اس مئے درہ کے سرے کو بزرگ گریوہ کی ابتدا جانا وہ اُتر پڑا کوکہ کے آنے سے معلوم ہوا کہ ابھی ایک اور تنگی سے گذرنا باقی ہے جب اس کوہ کے سر پر پہنچنا ہوگا۔ سرکوب اسکے نزدیک تھے اسلیئے اُسنے آگے جانے میں کوشش کی اور یہ قرار پایا کہ گریوہ کے سر پر ہراول بھیجکر بلندیوں پر قبضہ کرے اور لشکر نیچے اُترے اور صبح ہوتے ہی اس دشوار پہاڑ پر گذر کریں۔ چونکہ پیچھے سے افغان چلے آتے تھے کوکلتاش پیچھے مڑا اوروں نے اس کوچ ناہنگام اور ہراول کے آگے دوڑانے کو گریوہ کا طے کرنا سمجھکر جلدی کی اور چلنے کا آئین بگڑ گیا۔ ہرچند سمجھانے اور پھرنیکے لئے تگادو ہوئی مگر سودمند نہ ہوئی۔ افغانوں نے ہر طرف سے تیر و پتھر ایسے پھینکے کہ وہ غالب ہوگئے۔ ناشناسائی اور سراسیمگی کے سبب سے پہاڑی کی بلندی پر سے پستی کیطرف لشکر اُترا۔ اس رواروی میں گھوڑے اور آدمی اور ہاتھی سب گڈمڈ ہوگئے اور بہت انمیں سے مارے گئے اور بڑے بڑے سردار مارے گئے کچھ راہ کو بچانکر چلے۔ آخر دن کو اس گریوہ دشوار سے گذر کر نیچے آئے۔ کوکلتاش کا ارادہ ہوا کہ اُس لڑائی میں اپنی جان دیدیجئے مگر جانش بہادر اسکے آگے آیا اور کام ونا کام الٹا گیا۔ کچھ چلکر وہ بیراہ ہوا گو پیدل چلا۔ بصد دشواری منزل پر پہنچا۔ لوگوں نے یہ خبر اُڑائی کہ افغان پیچھے سے چلے آتے ہیں اسلیئے نہایت بیتابی کے ساتھ کوچ بے ہنگام ہوا آدمی تاریکی کے سبب سے راہوں سے بھٹکگر دروں میں چلے گئے۔ افغان مال کے حصے کرکے بانٹنے میں مصروف تھے۔ دوسرے روز بہت سے آدمی جو رستہ بھول گئے تھے جان سے گئے۔ کچھ ان میں قید ہوئے۔ پانسو آدمی مارے گئے

ہونگے۔ پادشاہ کے روشناس بہت تلف ہوئے۔ انمیں راجہ بیربر حسن خاں پٹنی گدا بیگ راجہ دہرم کندہ شنکر و محمد ملا سیری۔ عرب شیخ۔ ملا غیوری و جان محمد بخشی۔ شیخ جنید۔ شیخ ہمند فرملی بہادر امان اللہ سعید تھے۔ اس گزند ناگہانی اور اخلاص مندونکے مرنیسے خصوصاً اپنے اہم زبان معنی آفریں راجہ بیربر کے مرنے سے طرح طرح کے رنج پادشاہ کوہوئے ایک رات دن کھانا نہیں کھایا۔

جب پادشاہ نے اپنے اخلاص نہادوں کے مرنے کا اور شکست پانے کا حال سُنا تو خود پادشاہ کا ارادہ اس کوہستان میں جانے کا ہوا لیکن اخلاص گزینوں کے کہنے سے اس یورش سے بازرہا۔ شاہزادہ مراد کو اس خدمت پر بھیجا اور راجہ توڈرمل کو اسکے ساتھ کیا مرزا الغ بیگ کابلی کے زمانہ سے الوس یوسف زئی کہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے کوہستان دشوار گذار کی آڑ میں ہمیشہ راہ زنی کرتے اور مسافروں کو طرح طرح کی گزند پہنچاتے۔ کابل کے مرزبانوں میں یہ قدرت نہ تھی کہ ان کی مالش کرتے۔ ہندوستان کے فرمان روایوں کو اپنے کاموں کی کثرت نے اور تنگ حوصلوں کی ہمزبانی نے اسطرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ ان دنوں پادشاہ کا ارادہ ہوا کہ یہ قوم مردم آزاری اور تباہ کاری سے باز آئے اور فرمان پذیری اور خدمت گذاری اختیار کرے۔ بدخوئی جو طینت میں مدتوں سے جگہ پکڑ جاتی ہے۔ اور باپ دادا سے چلی آتی ہے۔ اسکا دور ہونا بہت دشوار ہوتا ہے۔ پادشاہ اپنی مہربان دلی سے جانوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اور بڑے بڑے مجرموں کو بھی پردہ نیستی میں نہیں بٹھاتا جب افواج تاخت کے لئے نامزد ہوتی تو کوشش کیجاتی کہ آدمیوں کے مارنے میں تیزدستی نہ کی جائے۔ ہر دفعہ اس قوم میں سے جو لوگ پکڑے آتے پادشاہ انکو خلعت اور زر دیکر چھوڑ دیتا لیکن جب پادشاہ کے ان اخلاص مندوں کا انہوں نے خون کیا تو پادشاہ نے اُنکے مٹانے میں کوشش کی۔ ان کوہستانوں کا اُنسے خالی کرانا محال تھا۔ مگر تھوڑے عرصہ میں ان میں سے ایک گروہ کا نقد زندگی تاراج ہوا بہت سے انمیں اسیر ہوکر ایران اور توران میں بھیجے گئے اور ملک سواد و بجور و تیراہ ان بدکاروں سے پاک ہوا۔ یہانکی آب و ہوا کی خوبی اور میوونکی ارزانی

ایسی ہے کہ کمتر کہیں ایسی ہوتی ہے۔ اس مجمل بیان کے آگے تفصیل آتی ہے۔ شاہزادہ مراد اور راجہ
توڈرمل کو یہ خدمت سپرد ہوئی تھی مگر راجہ نے عرضداشت پادشاہ پاس بھیجی کہ سزاوار یہ ہے کہ
ولایتوں کی فتح کرنیکے لئے اور بڑے بڑے فرمان دہون سے لڑنیکے واسطے شاہزادوں کو بھیجنا چاہیے
یہ خدمت ایسی ہی کہ جبکو حضور کے بندگان میں سے ایک انجام دیسکتا ہی اس عرضداشت کو سنکا
پادشاہ نے شاہزادہ مراد کو واپس بلالیا۔ کنور مان سنگہ کہ جمرود کے قریب روشنائیوں کی گوشمالی
کر رہا تھا اس خدمت پر معین کیا کہ راجہ کی بہ دید کو اپنا دستیار کرے۔ مانسنگہ بنیر کے قریب آیا۔
دریا کے کنارہ پر مقیم ہوا اور قلعہ کی بنیاد ڈالی اور اُسکے آباد کرنیکے لئے ٹھہرا۔ بنیر کے چپکے
کھنڈرات کہہ رہے ہیں کہ وہ کسی قدیم زمانہ میں بڑا شہر تھا۔ سواد سے ملا ہوا کوہ لنگر تھا وہاں راجہ
توڈرمل نے اپنا بنگاہ بنایا۔ اسطرح افغانوں کی گذرگاہوں کو بند کرکے انکو تنگ کیا دونو طرف سے
کارشناس کوہستان کے اندر جاتے اور افغانوں کو لوٹتے مارتے۔ ناچار انہوں نے زاری کی جس سے
شورش فرو ہوئی اور زمانہ کو تازہ روئی ہوئی۔ راجہ توڈرمل کوہستان سے واپس چلا آیا۔ اور
افغانوں کی مالش کے واسطے صرف راجہ مان سنگہ وہاں رہا۔ پادشاہ نے کنور مان سنگہ
کو یوسف زئی کی سزا دینے کے لئے بھیجا اور راجہ بھگونت داس کو کہ پنجاب کا سپہ آرا تھا
ریگستان کا پاسبان مقرر کیا۔ مگر راجہ نے نامناسب خواہشیں کیں۔ پادشاہ اُسے دیوانہ
سمجھا اور اسکا بھیجنا موقوف رکھا اور کارسازوں کو حکم ہوا کہ شاہزادہ سلطان دانیال کے
لئے تیاری زابلستان لیجانے کی کریں مگر راجہ نے معذرت کی۔ پادشاہ نے پھر اُسی کو
زابلستان جانے کی اجازت دیدی۔ وہ دریا سندھ سے گذرا تھا اور خیرآباد میں پہنچا تھا اور
سپاہ کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ دفعتاً اسکی عقل تیرہ ہوئی اور سخت بیمار ہوا۔ اُسکو شہر اٹک بنارس
میں لائے۔ سامان ایک طبیب اُسکی نبض دیکھتا تھا کہ راجہ نے اسکا جمدھر لیکر اپنے مارا۔ پادشاہ
نے حکیم حسن کو علاج کے لئے بھیجا مدتوں میں وہ اچھا ہوا اسکی جگہ اسمٰعیل قلی کو مقرر کیا۔ مگر اُس
نے معاملہ نشناسی سے حرکات ناشائستہ کیں جس سے وہ نظر سے گرا اگر پھر اسنے خوشامد

کنور مان سنگہ کہ جمرود کے قریب روشنائیوں کی گوشمالی کر رہا تھا اس خدمت پر معین کیا ۹۹۴

کرکے قصور معاف کرایا۔ بادشاہ نے اسکو یوسف زئی کی مالش کے لئے مقرر کیا۔ مادھوسنگہ و سعید گکھر اور ابو القاسم تمکین اور راجہ بھگونت سنگہ کے آدمیوں کو اُسکی یاوری کے لئے مقرر کیا اور کنور مان سنگہ کو اور سپاہ کے ساتھ کابل بھیجا۔

جب بادشاہ دریا سندہ کے کنارہ مقیم تھا اور زابلستان جانے کا ارادہ تھا اور کتل خیبر کو جسمیں گھوڑے اور اونٹ کا گذر مشکل تھا ایسا صاف کیا کہ گاڑی چھکڑا اسپر چلنے لگا اور دریا سندھ پر پل باندھا تو توران میں ایک عجیب تہلکہ پڑا۔ پادشاہ کے ایلغار کا خوف ایسا پیدا ہوا کہ بلخ کے دروازے اکثر بند رہتے تھے۔ فرمانروای توران عبداللہ خاں نے کار آگہی اور اندازہ شناسی سے نیایش گری اور نیازمندی اختیار کی میر قریش کو بھیجا کہ یہ بزرگ سید دنیں سی تھا اور نہایت عمدہ گھوڑے اور تنومند شتر اور سبک رو استر اور شکاری جانور اور عمدہ پوستین اور اپنے ملک کے اور نفائس بھیجے۔ مگر اسوقت راجہ بیربل کے سوگ میں بادشاہ رنجیدہ ہو رہا تھا اس سبب سے ایلچی کی باریابی میں تاخیر ہوئی جس سے ایلچی کو پراگندگی ہوئی تو بادشاہ نے ایک جشن کرکے اسکو باریاب کیا۔

توران کی ایلچی کا باریاب ہونا ۹۹۶ھ

بادشاہ اٹک بنارس میں عشرت پیرا تھا کچھ شکار کھیلتا کچھ آہنگر خانہ میں بندوق سازی کا تماشا دیکھتا۔ دولت خانہ میں تفنگ اندازی کرتا۔ رات دن مہمات ملکی و مالی میں مصروف رہتا مگر اس پیچ بچار میں رہتا کہ ساحل سندھ پر جنگ ٹھہرے کہ یوسف زئی کی مالش قرار واقعی ہو اور پھر زابلستان کی سیر ہو مگر تورانیوں کی سراسیمگی اور توران کی ایلچی کی زاری اور آذوقہ کی گرانی سے وانیس جانا قرار پایا اور ہندوستان کو وہ چلا۔ پنجاب میں آنکر لاہور میں ٹھیرنے کا ارادہ بادشاہ نے اسلئے کیا کہ زابلستان میں امن امان ہو جائے۔ سواد و بجور سرکشوں سے پاک ہو۔ تیراہ اور بنگش سے روشنائیوں کا تیس نابس ہو۔ آباد ملک ٹھٹہ قبضہ میں آئے۔ اگر مرزبان توران دوستی میں ثابت قدم نہ رہے تو لشکر وہاں بھیجا جائے اور اسکے بعد وہ خود جائے وہ ۱۲ $\frac{1}{2}$ کروہ اٹک بنارس سے ۲۶ کوچوں میں آیا۔

بادشاہ کی مراجعت دار الخلافہ کو تیسویں سنہ ۹۹۶ھ

الوس یوسف زئی کی دشواریاں ۹۹۴ھ ۔ ایلچی توران کا واپس بھیجنا ۹۹۴ھ ۔ زین خاں کوکلتاش کا روشنائی افغانوں کی سرکوبی کے لئے جانا اور انکا سزا پانا ۹۹۴ھ

اِدہر یوسف زئی کی تاخت وتاراج میں اور انکی باندھنے اور مارنے میں ہنگامہ گرم تھا اُدھر آسمان نے انکے ساتھ کینہ توزی کی ۔ اناج کو گراں کیا ۔ ہوا کو ناسازگار بنایا ۔ عجیب بیماریوں کو پھیلایا ۔ توانائی اور حیلہ سازی نابود ہوئی ۔ یوسف زئی کے سردار سلطان قریشی ۔ بوستان کالو ۔ سلطان بایزید ۔ کریم داد ابراہیم خاں ۔ خان جہاں مصری ۔ ظفر خاں ۔ یہ سب اسمٰعیل قلیخاں پاس آئے اور عاجزی کی ۔ یہ قرار پایا کہ جب وہ کوہستان سے مع اغروق کے نکل آئیں تو گناہونکی معافی کی درخواست پادشاہ سے کیجائیگی ۔ پادشاہ کے سندھ سے واپس آنے نے فرمانروائے توران کی سراسیمگی کو دور کردیا تھا ۔ لیکن پادشاہ نے سنا کہ ایلچی کے بہت دنوں تک یہاں رہنے سے وہاں تردد ہے تو اسلئے ۱۲ ارشہریور کو ایلچی کو واپس بھیجدیا اور کچھ نفائس تحفۃً بھیجے ۔ حکیم ہمام کو پیغام گذاری کیلئے مقرر کیا کہ وہ نامہ کو فرمانروائے توران کو پہنچا دے اور سب چھوٹے بڑوں کے آگے اُسے پڑھکر مطلع کردے ۔ میر حیدر جہان مفتی کو بھی سکندر خاں کی سانحہ ناگریز کے پرسہ کیواسطے بھیجا اگرچہ اسکو مرے ہوئے تین سال گذر چکے تھے ۔ مگر چونکہ پادشاہ کو توران کے لیے کا خیال تھا اسلئے یہ تقریب نہیں کیگئی ۔ مگر اب عبد اللہ خاں نے لابہ گری کی اور یکتادلی کا آئین اختیار کیا تو میر کو تعزیت کے لئے بھیجا ۔

دس ہزار خانہ دار مہمند وغوریہ خیل پشاور میں رہتے تھے اور پادشاہ کی نیکو خدمتی کو اپنی رستگاری کا سرمایہ سمجھتے تھے ۔ پشاور کا اقطاع دار سید حامد بخاری تھا ۔ وہ کابل کی سپاہ کے ساتھ یہاں آیا اور اُسکی سپاہ ہندوستان کو اپنی جاگیروں پر گئی وہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ حصار بکرام میں غافل پڑا تھا ۔ موسیٰ کو اپنا کام دے رکھا تھا ۔ اُس نے اپنی آزمندی سے ان گروہوں کو تنگ کیا اور انکے مال اور ناموس پر ہاتھ کھولا ۔ اس سے الوس مذکور نے جلالہ کو اپنا سردار بنایا ۔ بکرام کے نزدیک فساد مچایا ۔ سید حامد نے ایک آدمی کو بھیجکر اسکا حال دریافت کرایا ۔ اسنے اپنی بیدانشی یا بداندیشی سے انکا حال پراگندہ بتایا اور کہدیا کہ تھوڑے سے آدمی ہیں ۔ غرض سید ڈیڑھ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر لڑا اُس کا گھوڑا ندی میں گرا جسکے سبب سے وہ ڈوب کر ہلاک ہوا ۔ اور اسکے چالیس ہمراہی مارے گئے

افغانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ سید کمال اُسکے چھوٹے بیٹے نے قلعہ داری خوب کی۔ بادشاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اُسنے زین خاں کوکلتاش کو اس خدمت پر مقرر کرکے روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر ضرورت پڑے تو راجہ مانسنگھ کسی سردار کو لشکر کے ساتھ کمک کے لئے اور بھیجدے۔ غرّہ مہر کو کابل میں مرزا سلیمان اس ارادہ سے آیا کہ بادشاہ کی خدمت میں جائے۔ اسلئے کنور مان سنگھ اسکی ہمراہ ہوا اور خواجہ شمس الدین خانی کو کابل کا منتظم مقرر کیا۔ جلال آباد کے نزدیک بولان میں اسکو شدید تپ ہوئی اور سخت بیمار ہوگیا۔ اور سید حامد کے مارے جانے سے روشنائی بہت مغرور ہوگئے وہ کنور مانسنگھ کے اس بے ہنگام قیام سے کچھ اور سخت اور زیادہ بدمست ہوگئے اور قلعہ بکرام کو چھوڑکر اور ارادو کئیں ہوئے۔ الوس مہمند و غوریہ خیل نے پشاور سے تیراہ تک خیبر کی دونوں راہوں کو سنگ چین کرکے استوار کیا۔ یوسف زئی اور قوموں نے انکے ہنگامہ کو رونق دی۔ تیراہ ایک کوہستان ہے جسکا طول ۲۲ کوس ہے اور عرض ۱۲ کوس ہے مشرق میں پشاور ہے اور مغرب میں میدان اور شمال کی جانب باڑہ اور جنوب میں قندھار۔ اسمیں تنگنائیں پر نشیب و فراز دشوار گذار ہیں۔ بادشاہ نے جو سپاہ بھیجی تھی وہ دیر میں پہنچی اور کنور مان سنگھ اس زمانہ میں بیمار تھا اور ڈیڑھ مہینے میں رنجور ہوا تو افغانوں نے کنور سے پیکار کا ارادہ کیا۔ ان دنوں میں کنور تندرست ہوگیا تھا اور افغانوں کی مالش پر وہ مستعد ہوا اور تین ہزار سوار اور بڑے بڑے نامور افسر لیکر اس ارادہ سے چلا کہ نارون کی راہ سے تیراہ میں آئے اور وہاں سے الوس آفریدی کو کہ خیر مایہ شورش ہے تاخت و تاراج کرے اس راہ سے گزلوہ شادی سے یکبارگی علی مسجد میں آئے تاکہ لشکروں سے ملجائے اور راہ کھلجائے جگت سنگھ پسر مان سنگھ درباری زین الدین علی کہ کابل جانے کا ارادہ رکھتے تھے سید حامد کا قضیہ سنکر ایلغار کرکے بکرام میں آئے مگر راہ بند اسلئے آگے نہ ٹھہرے نہ بڑھے مگر مادھو سنگھ بھی راجہ بھگونت داس کے لشکر کو لیکر اٹک کے قریب آگیا تھا سیوم دے ۹۹۵ ؁ کو بولان سے مان سنگھ جریدہ روانہ ہوا اور کتل چارچوبہ میں پہنچا۔ یہاں گر یوہ کہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اسکے نشیب و فراز کو مشکل سے

طے کرکے بازارک کی حدود میں کچھ آرام کیا۔ دوسرے روز سپاہ نے بسر کردگی محمد قلی بیگ کے اوس آفریدی پر تاخت کی اور انکا بہت مال چھینا۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ اسباب کو منزل گاہ پر پہنچا کر پھر لڑنے آئیں مگر اسکو اوروں نے نہ مانا اور آگے بڑھے اور درہ چورہ سے کوہ نوردی کی۔ اور غوریہ خیل کے بنگاہ پر گذر ہوا۔ انہوں نے لابہ گری کرکے رستگاری پائی۔ جب تنگناؤں میں لشکر آیا تو جلالہ پیچھے سے نمودار ہوا۔ ہرطرف سے افغانوں کا جوش وخروش اُٹھا۔ تختہ بیگ چنداول لیکر اس سے لڑا مگر عاجز ہوا تو اپنے لشکر سے ملا۔ اور کنور مان سنگہ نے پھر ایک اور تازہ نیروسپاہ کارزار میں بھیجی۔ لڑائی خوب ہوئی۔ مخالف کی شوخی کم ہوئی مان سنگہ نے اپنے بیٹے جگت سنگ کو چنداولی کا اہتمام دیکر خود علی مسجد کی راہ لی۔ تھوڑے عرصہ میں پھر افغان ہرطرف سے آنکر جمع ہوگئے اور کام زیادہ دشوار ہوگیا۔ میدان نہ تھا کہ لڑائی میں جوانمردی دکھائی جاتی نہ کوئی پناہ ایسی تھی کہ سنگ افگنی اور تیراندازی کی جاتی۔ طرفین کے سپاہی دست وگریبان ہوتے تھے اور عجیب لڑائیاں ہوتی تھیں۔ ناگاہ ایک کشادہ میدان ظاہر ہوا۔ مان سنگہ نے اپنے ہمراہیوں کے خلاف رائے وہاں قیام کیا اور تختہ بیگ اور کچھ کابلی میدان کارزار میں لڑنے آئے اور اُس سے محمد قلی دکوہ کو کہ اور تیزدست ہراول کے آنکر ملے اور پھر کلرنا پہلوانی ظاہر ہوا۔ سخت دشواری میں پادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ اب بعض کی رائے یہ ہوئی کہ یہیں نصرت گاہ میں ڈیرے لگیں۔ بہت کی رائے یہ ہوئی کہ علی مسجد کو جو دو کروہ ہے چلئے یہاں پانی کی کمی تھی اس لئے علی مسجد کو لشکر چلا اور محمد قلی بیگ نے چنداولی کا اہتمام اپنے ذمہ لیا اور شادی کی راہ سے شام کے قریب لشکر اپنی منزل میں آیا۔ یہانسے قریب پہر رات گئے جلالہ گھات میں تاک لگا کے بیٹھا اور افغانوں نے جابجا ہنگامہ برپا کیا۔ بہت آدمیوں کی یہ تجویز تھی کہ صبح کو قلعہ سے باہر جاکر دست برد کرینگے۔ لیکن تکان اور ماندگی کے سبب سے یہ صورت نہ ہوئی۔ دوپہر کو بھگونت داس کا لشکر مادھو سنگہ لے کر نمودار ہوا تو یکبارگی روشنائی پراگندہ ہوئی۔ بعض کی رائے یہ تھی

کہ مان سنگہ یہیں ٹھہرے اور اور اُمرا آگے جاکر مرزا سلیمان کے کارواں کو خیبر کی راہ سے لائیں۔ مرزا سلیمان کی خاطر سے اسکے آدمیوں کا سب بنہ و بار خیبر کی راہ سے بولان گیا اور مرزا الہریہ کی راہ سے بکرام میں آیا۔ اس عرصہ میں زین خاں کوکہ لشکر سمیت پہنچگیا پہلے روشنائیوں کے خاربن اکھیڑ نے میں بڑی کوشش کی پادشاہ پاس مرزا سلیمان کے آنیکا حال ہم معاملات بدخشاں میں بیان کرینگے۔

الوس غوریہ خیل اپنے پہلے کاموں سے پشیمان ہوکر مرزبان کابل کی پناہ میں آئی اور پادشاہ نے ان کو فرمان بخشایش لکھ دیا اول اُن کو جلال آباد میں جگہ دی اور پھر پشاور میں۔

الوس غوریہ

مان سنگہ تو ایک شکست دیکر جمرود میں گریوہ خیبر کے قریب آرام کرتا تھا۔ پادشاہ نے اُسپر لعنت ملامت کی اور ایک اور لشکر مطلب خاں کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ جب وہ دریا رسندھ پر سنبلہ کے نزدیک آیا تو زنگی خاں اور راور سردار الوس بنیازی کے اور دریا رسندھ کے پار عیسیٰ خیل کی سرزمین میں آئے۔ یہاں کے سردار فیروز خاں و جمال خاں و علیخاں آنکر پادشاہی لشکر سے ملے۔ اکثر کی رای یہ تھی کہ داور نغز کی راہ سے بنگش میں اوپر جاکر روشنائیوں کے ملک تاخت و تاج کریں۔ لیکن کمال خاں روشنائی پادشاہ کے لشکر سے آن ملا اور اسنے بتلایا کہ سب سے زیادہ عمدہ آب درہ کی راہ ہی مگر دوار سمندر کے درمیان ایک تنگنا ہے کہ دریا رنبگش اس میں بہتا ہی۔ بارہ کردہ میں چند جگہ پانی چھوڑ کر وہ سمندر میں جاتا ہے۔ جمال خاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی راہ سے چلکر لشکر سے ملا تھا روشنائیوں کی کھتیاں لشکر کے جانوروں کے چرنے کے کام میں آئیں یہ خبر ہوئی کہ جلالہ لوچک میں کہ قلب کی جگہ قلعہ نشین ہی وہاں سے وہ نیچے اُترکر تین کوس آیا ہے اور دور سمندر میں شبخون مارنے کا قصد کرتا ہے۔ اُمراء شاہی نے رات کو بہت پاسبانی کی دوسرے روز اُس نے دوار سمندر میں قیام کیا۔ مخالف نے جانا کہ رات کو کچھ کام نہ بن پڑیگا اور جمرود کے لشکر کے آنے کی خبر ہو رہی ہے

مطلب خاں کی سرکردگی میں لشکر کا روانہ ہونا اور جلالہ کا شکست پانا ۹۹۵ھ

اِسلئے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ جسوقت کہ نیچے اُترے اُسپر دست برد کرے اِسوقت اِسمیں انتظام نہوگا ہمراہ امرداد کو دو پہر کو کہ ہوا نہایت سخت گرم تھی جلالہ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیادے لیکر نا گہانی آیا۔ اور وہ شورہ پشت پادشاہی چنداول سے لڑکر آگے بڑھا۔ اگرچہ پادشاہی فوج قاعدہ کے موافق صفِ آرانہ ہوسکی اور سپہ آرا کو بھی سواری کی توفیق نہیں ہوئی مگر لشکر شاہی کو فتح نصیب ہوئی اور میدان جنگ میں غنیم کے پانچسو پچاس آدمی مارے گئے اور ہزار آدمی بھاگنے میں قتل ہوئے اور مخالفوں نے کوہستان میں پناہ لی۔ پادشاہ کیطرف سولہ آدمی زخمی ہوئے لشکر اسکی بنگاہ پر گیا اور اُسکو لوٹا اسکے خان ومان کو جلا دیا۔ تمام الوس آفریدی اور اورکزئی جنکی پناہ میں جلالہ تھا اور عمال دیگر مطیع ہوئے اور لشکر پھر کر بنگش میں آیا۔ یہاں گرانی غلہ کے سبب سے رہنا دشوار تھا مطلب خاں سودائی ہو گیا تھا اسکو پادشاہ پاس بھیجدیا۔ قوم الوس یوسف زئی اپنی استواری جا اور پادشاہی لشکر کی لغزش کے سبب سے سرکش زیادہ ہو گئی۔ ہرچند اسکو سزا دیجاتی تھی مگر وہ اپنی راہ زنی اور بدکاری سے باز نہیں آتی تھی۔ جلالہ روشنائی جب تنگ ہوا تو وہ تنگنا رتیراہ سے یوسف زئی کی بنگاہ میں چلا گیا اور انہوں نے اُسکو اپنے ہاں جگہ دی پادشاہ نے زین خاں کو اسکی پہلی شرمندگی مٹانے کے واسطے سواد و بجور کو روانہ کیا اور جمرود بنگش کے لشکر کو فرمان بھیجا کہ وہ جلالہ کو گرفتار کریں اور اسکو باہر کہیں نہ جانے دیں اسمٰعیل قلی خاں دہند سے اُٹھکر قبیلہ ایازی سے ملا کہ استقر کی پاسبانی کرے۔ اور صادق خاں پادشاہ سے رخصت لے کر دست سواد میں آیا تاکہ جلالہ کسی طرف سے باہر نہ جائے اور گرفتار ہو جائے۔ جگنناتھ کو جو کشمیر سے پھرا آتا تھا۔ حکم ہوا کہ کوکہ سے جا کر ملے کوکہ دل سے اس خدمت میں متوجہ ہوا۔ حیدر علی اپنے خویش اور تختہ بیگ و بختیار بیگ اور اُمرا کو لیکر کامہ و کسکہ کی راہ سے کج کی طرف چلا۔ روشنائی افغانوں اور یوسف زئی نے ملکر گریوہ ناولی کو استوار کیا اور آمادہ پیکار ہوئے اور پادشاہی لشکر نے بجو و استقر و تیراہ کے تیراہہ پر قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اس میں لمغانات سے غلہ منگا کر

بجور و سواد کی فتح کے لئے زین خاں کوکہ کا بھیجا جانا سنہ ۹۹۴

انبار لگائے۔جس سے لشکر کی خاطر جمعی ہوئی اور ایک نامعلوم راہ سے لشکر بجور میں آیا کچھ لڑائی ہوئی بہت سے افغاں مارے گئے۔کچھ پناہ مانگ کر مطیع ہوئے۔ جلالہ گرفتار ہونے کو تھا مگر وہ ایک درہ سے جسکا پاسبان اسمٰعیل علیخاں تھا نکل کر تیراہ میں چلا گیا وہ دشت کا تھانہ دار تھا یہاں صادق خاں کے پہنچنے سے تباہ حال ہوا تھا اور بیوقوفی سے گذرگاہ کو خالی چھوڑ کر بادشاہ پاس چلا گیا۔ پہلے لکھا ہے کہ صادق خاں ان روشنائیوں کو تیراہ سے نکالنے کی خدمت پر مامور ہوا تھا تنگناؤں میں گھسنے کے اندر بہ دید نہ دیکھی لیکن اور تدبیر سوچی کہ موضع بارہ میں قلعہ بناکر شاہ بیگ کو سپرد کیا اور احمد بیگ اور محمد قلی کو میدان کا نگہبان بنایا اسی طرح جا بجا کار آگاہوں کو مقرر کیا۔لشکر شاہی نے تاخت وتاراج کر کے آذوق کی گرانی کا علاج کیا۔صادق خاں نے زبان سے دلاسا اور ہاتھ سے روپیہ دینا شروع کیا۔الوس آفریدی اور اورک زئی کو کہ روشنائی افغانوں کی بنگاہ تھے مطیع کیا۔ربیع کی کشت وکار پادشاہی لشکر کے ہاتھ میں آئی خریف کو بونے نہ دیا۔ملا ابراہیم کو جسکو جلالہ اپنا باپ سمجھتا تھا گرفتار کر لیا۔جلالہ کو اپنے ہمراہیوں پر اعتبار نہ رہا۔ ہر روز ایک قبیلہ میں جاتا تھا اور ناکام واپس آتا تھا وہ راہ کان کرم سے توران کی طرف دوڑا۔ ۲۴ مہر کو افغانوں نے اسکا زن وزاد لیکر حوالہ کیا۔آفریدی اور اورک زئی نے اول دیگر راہ خیبر کی امینی کو اپنے ذمہ لیا۔ بادشاہی لشکر پھر آیا۔

روشنائیوں کا آوارہ ہونا

جب زین خاں کوکہ بجور میں آیا تو اُسنے چند قلعے بنائے۔ افغان تنگناؤں میں گھس گئے رات کو باہر آتے۔غلہ کاٹتے اور لیجاتے۔کوکہ نے اپنی دانشمندی سے مقرر کیا کہ ہر درہ میں ابتدار شب میں سپاہ کا ایک گروہ جائے۔دامنہ کوہ میں گھات لگائے بیٹھا رہے اور آدھی رات کو اسکی جگہ دوسرا گروہ جائے۔جب افغان غلہ کاٹنے آتے تو بادشاہی سپاہ آگے پیچھے پہنچکر انکو خوب سزا دیتے۔آٹھ مہینے تک اس طرح لڑائی رہی آخر کو انہوں نے عاجز ہوکر اطاعت اختیار کی۔کوکلتاش نے سواد کی فتح کا ارادہ کیا جگنناتھ

سواد کا فتح ہونا ۹۹۴

واصف خاں کوکہ دشت میں تھا اپنے پاس بُلالیا اور سواد کیطرف روانہ ہوا۔ اول ملک کے سرے پر دریائے پچکورہ کے کنارہ پر قلعہ بنایا۔ یوسف زئی نے راہوں کو سنگ چین کیا اور کارزار کے لیئے آمادہ ہوئے۔ پادشاہی لشکر کو ایک پوشیدہ راہ ملگئی۔ دہم ذی الحجہ سنہ ۹۹۶ھ ۳۳ کو غنیم عید قربان کی جشن میں مصروف تھا کہ پادشاہ کی سپاہ سواد کے عرصۂ دلکشا میں آئی افغان سراسیمہ ہوکر بیغولوں میں گھُسے۔ کچھ انمیں سے مردانگی سے لڑکر مرگئے۔ بہت سا اسباب لشکر شاہی کو ہاتھ آیا۔ اب افغانوں کے دو حصے ہوگئے۔ ایک گروہ بت خری کے کوہ میں چلا گیا اور دوسرا الکھسار مہرہ میں چلا گیا کوکا انکی تلاش میں ہوا۔ چکدرہ و ملکنڈ اور اور جاؤں میں قلعے بنائے۔ سرولی کے نزدیک دشت بہار سے متصل ایک حصار بنایا اور کارآگاہ خدمت دوست جا بجا مقرر کئے کہ راہوں میں امینی ہو اور دشت و کوہ میں پیوند ہو۔ ہر طرف سے تاجر آئے اور ارزانی ہوئی۔ ان دنوں میں کوہ مہرہ سے محمد عمری و ملک اصغر شیرخانہ کی راہ سے دشت میں آئے اور قلعہ سرولی کا محاصرہ کیا۔ یہاں سے بہت سی سپاہ جلال آباد کی طرف سے گئی تھی کہ قافلہ کا بدرقہ ہو احمید خاں چند آدمیوں کو لیکر لڑا اور مارا گیا۔ حمید خاں کے بیٹوں کی ہمت نے یاوری نہیں کی مگر غنیم قلعہ کو فتح نہ کرسکا اور اپنے اندوختوں کو چھوڑکر بھاگ گیا۔ جب سواد میں کچھ کام نہ رہا تو آصف خاں پادشاہ کی درگاہ کیطرف جریدہ ملکند سے چلا۔ چند نوکر اسکے پیچھے آتے تھے ناگہاں انہوں نے نقارہ بجایا۔ افغان سراسیمہ ہوئے اور بھاگ گئے اور بہت اسباب اپنا پھینک دیا۔ ابوالقاسم تمکین و شیرخاں کو سرولی کی پاسبانی کے لیئے چھوڑا کہ وہ اچھی خدمت بجالائے۔

کالوخاں پر باوجودیکہ پادشاہ نے بہت نوازش کی تھی مگر وہ بھاگ کر شورش منشوں سے جاملا اور دمغار کے افغانوں نے اسکو اپنا سردار بنایا اور کوہ مہرہ کو وہ روانہ ہوئے۔ کوکلتاش کو انکی اطلاع ہوئی اسنے رات کو سفر کیا۔ ہراول نے نقارہ بجایا بیخبروں نے آگاہی پاکر پراگندگی میں تگاپو کی۔ اگرچہ کالوخاں بھاگ گیا مگر افغانونکے ستر آدمی منتخب مارےگئے۔ اسی اثناء میں محمد عمر اور ملک صغر سرولی پر جا چڑھے

کالوخاں کا سرکش ہونا ۹۹۶ھ

میرابوالقاسم اور شیر خاں اُنسے لڑے - اور چار سو افغانوں کو انہوں نے مارا قلعہ کہ سرگروہ پر بنا یا اس سے یوسف زئی بڑے سراسیمہ تھے اور اسکی فتح کی گھات میں لگے رہتے تھے انمیں سے بہت سے ایک جگہہ جمع ہوئے اور اس قلعہ کو آنکر گھیرا - صبح سے شام تک جنگ گاہ میں تلواریں چمکیں زمین شکستہ اور کوہ پایوں کی بلندی کے سبب سے پیکار میں درازی ہوئی انجام کار لشکر شاہی کو فتح ہوئی اور بہت سے افغانوں کا خرمن ہستی آتشِ تیغ سے خاکستر ہوا اور تھوڑے عرصہ میں وہ قلعہ تمام بن کر تیار ہو گیا اور گردن کشوں کی اطاعت کا سبب ہوا -

پادشاہ اٹک بنارس کابل میں کہ پاؤکم ۹۳ کوس و ۱۱۴ بالنس ہے ۱۳ روز میں ۱۸ کوچ کر کے پہنچا - چہارم آذر کو کابل سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا - ۱۸ اردی دکہ میں لشکر گاہ تھا کہ شکار کے لئے ایک گفتار کے پیچھے وہ گیا اس نے پادشاہ کو زخمی کیا مگر زخم جلد بھر گیا - پادشاہ اپنے دار الخلافہ میں آیا -

یوسف زئی کی مالش میں سپاہ شاہی پیہم کوشش کرتی تھی مگر بوم استواری سے غالب نہیں ہوئی تھی - شہباز خاں کی عرضداشت سواد سے آئی کہ غرہ بہمن کو لڑائی ہوئی اور لشکر پادشاہی کو فتح ہوئی اور بنیر کی سرزمین ہاتھ آئی - علی محمد الف کی نیکو خدمتی میں جان گئی - بہت سے افغان مارے گئے -

زین خاں شمالی کوہستان سے نیپال کے قریب سے پادشاہ کی خدمت میں آیا اس نے دریا ستلج کے کنارہ پر کاہلور تک تنگاپو کی سارے زمینداروں کو مطیع کیا اور پیشکشیں ان سے آمادہ کرائیں جنکے نام یہ ہیں - نگر کوٹ کا راجہ بدھی سنگھ - کوہ جمو کا راجہ پرسرام - مؤ کا راجہ باسو - جسوال کا راجہ انرودہ - کاہلور کا راجہ تیلہ - گوالیار کا راجہ جگدیش چندہ پال کا راجہ سبیپال - سیبہ کا راجہ رای سنسار - مان کوٹ کا رائے پرتاب - جسرونہ کا رای بھونر لکن پور کا راجہ ببھہ دھر - شیر کوٹ بھرتہ کا راجہ رائے دولت - قلعہ بھیلا کا راجہ رائے کرشن ہسکنٹ کا زمیندار رائے نرائن - ملا دیہ کا رانے کرشن - بھمری وال کا رائے ادویہ - ان سب راجاؤں کے ہاں دس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے تھے - ان زمینداروں کو

پادشاہ کا زابلستان میں جانا ۹۹۴ھ

زین خاں کوکلتاش کو ورکھ کا ہوا تھا میں آزاد ۹۹۵ھ

قاسم خاں کا سرکشان افغانوں کی سرکوبی کے لئے مقرر ہونا سنہ ۱۰۰۰

ایکر زین خاں ، ردی کو پادشاہ کیخدمت میں آیا سب پر پادشاہ نے عنایت کی ۔ ۷ ارہاتھی اور ۱۵ا گھوڑے اور ۵ ،۲ شکاری جانور بازو شاہیں اور سوا ان کے تحائف و نفائس اس سرزمین کی لایا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جلالہ توران چلا گیا ان دنوں میں معلوم ہوا کہ وہ ناکام وہاں سے آیا اور تیراہ کی تنگنا ر میں شورش مچائی ۔ الوس آفریدی و ادرک زئی نے فرمان پذیری میں عہد شکنی کی اور اسکو اپنا سردار بنایا ۔ پادشاہ نے فرمان بھیجا کہ قاسم خاں زابلی سپاہ کو فراہم کرکے ان افغانوں کی مالش کرے سندھ و پشاور کے اقطاع داروں کو حکم ہوا کہ وہ یکجا ہو کر تیراہ سے ملیں ۔ تھوڑے عرصہ میں اس کہسار کو اس سپاہ نے گھیر لیا افغان دستان سرائی اور لابہ گری کرکے بیٹھ گئے ۔ جلالہ یہاں سے ناکام پھرا ۔ قاسم خاں کابل میں چلا آیا ۔ پادشاہ کو قاسم خاں کی یہ جلدی پسند نہ آئی ۔ اسکو حکم ہوا کہ پھر جاکر وہ افغانوں کی پژوہش میں کوشش کرے ۔

زین خاں کی فتوحات سنہ ۱۰۰۱

پادشاہ نے زین خاں کوکلتاش کو سواد و بجور کی مہم کا اہتمام سپرد کیا ۔ کشمیر میں جو آشوب اُٹھا تو افغانوں نے پھر اُٹھایا اکی سرکوبی کے لئے سپاہ نہ تھی اسلئے الوس کلیانی و محمد زئی کہ ہمیشہ پادشاہ کی دولت کا دولت خواہی کا دم بھرتے تھے ۔ روشنائی افغانوں اور یوسف زئی کی ہمداستان ہوئیں اور بکرام کے نزدیک محمد قلی نریمان کے خان کے پیچھے پڑیں ۔ تاکہ اس تمام ملک پر انکو غلبہ ہو جائے ۔ ناگاہ کوکلتاش اُنکے سر پر آیا تو انہیں سے ہر ایک گروہ ایک مغولہ میں داخل ہوا ۔ یوسف زئی اور کچھ روشنائی افغان بسرکردگی وحدت علی کہسار بجور میں چلے گئے جلالہ نے اپنا زن و زاد اسکے ہمراہ کیا ۔ اور خود تیراہ میں آیا ۔ قصد یہ تھا کہ وحدت علی کافروں کی ولایت کو کہ کاشغر سے پیوستہ ہے لیکر پناہ آمادہ کرے جب لشکر شاہی تنگ کرے تو خود وہاں چلا جائے ۔ ۷ رامرداد کو گریوہ مکندر سے سواد میں کوکہ آیا ۔ اور اس آباد جاد شوار کشا کو آسانی سے لے لیا ۔ میدان کی راہ سے بجور میں گیا ۔ افغانوں نے اپنے میں لڑنے کی طاقت نہ دیکھی تو وہ ناچار ہو کر کافروں کی ولایت میں آئے

اور تھوڑے دنوں میں کہسار ہراول اس گروہ سے چھین لیا۔ اس ولایت کے مشرق میں سواد اور مغرب میں کزار نور گل شمال میں کاشغر بدخشاں و جنوب میں بجور۔ قلعہ چکاری کو استوار کیا کوکہ انکے درپے ہوا۔ منزل بمنزل قلعے بناتا ہوا گروہ کو طے کرتا ہوا چلا۔ جب افغان اسپر شبخون مارتے تو نقصان اٹھاتے۔ کوکہ نے قلعہ چنکاری کا محاصرہ کیا غزہ آبان کو جنگ عظیم سے اُسے فتح کر لیا۔

زین خاں قلعہ چنکاری کو فتح کر کے قلعہ فتح آباد میں کہ بجور میں اس نے بنایا تھا آیا مبارک خاں و جلال خاں اور کچھ سپاہ کو سواد کے دیدبانی کے لئے بھیجا۔ انہیں دنوں میں زین خاں کو آنروے سندھ سے ہندو کوہ تک کی نگہبانی سپرد ہوئی۔ وہ روشنائی افغانوں کی بیخ کنی کے درپے ہوا۔ تیراہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قاسم خاں جلال آباد کے قریب جریدہ آیا۔ بزم یکجہتی میں یہ قرار پایا کہ وہ راہ بازارک سے کہسار میں جاوے اور لشکر بنگش اُسطرف سے کوہ ایکم گذر سے اس سگالش کے لئے کابل کو بھر اگلیائی کے قریب آصف خاں بنگش سے آیا اور ہمراہ ہوا۔ بگرام میں خواجہ شمس الدین اور اور اُمراء جو پادشاہ کی اجازت سے آئے تھے ملے۔ کوکہ نے اس گذر میں اپنا بنگاہ بنایا۔ قاسم خاں کابل کی سپاہ لیکر راہ بازارک سے تیراہ میں آیا۔ آفریدی کے سرداروں میں سے ماران تھا وہ لڑائی میں مارا گیا۔ باوجودیکہ اور سپاہ ہنوز نہیں آئی تھی کہ الوس آفریدی اور اورک زئی نے لابہ گری اختیار کی اور فرمان پذیری قبول کر کے چنداول آئے۔ جلالہ تیراہ کو چھوڑ کر کافروں کی ولایت کیطرف چلا۔ جن دنوں میں کوکہ نے قلعہ چنکاری فتح کیا تھا۔ وحدت علی جلالہ کے خویش نے یوسف زئی کی مدد سے قلعہ کنشان اور کچھ حصہ کافروں کی ولایت کا فتح کر لیا تھا۔ کوکہ قاسم خاں کو جلال آباد میں اور محمد قلی اور حمزہ بیگ اتالیق کو بگرام میں چھوڑا اور خود آصف خاں اور شمس الدین و سعید خاں گکھر و تختہ بیگ کو لیکر جلالہ کی طرف گیا۔ پہلے اس سے کہ جلالہ آب کابل سی گذرے لشکر شاہی نے اس کا رستہ بند کر دیا۔ ناکام وہ کہسار تیراہ کی

طرف پھرا۔ بعض کی رای تھی کہ اسکی مالش میں کوشش کیجائے۔ کوکلتاش نے کہا کہ تیراہ کے زمینداروں نے فرمان پذیری اختیار کی ہی۔ یہاں اسکو جگہ نہیں ملیگی۔ اب وحدت علی کو پامال کرنا چاہیئے پہلے اس سے کہ وہ اس کُھسار دشوار گذار کو اُستوار کرے۔ بآسانی اُس سے الفراغ حاصل کرنا چاہیئے یہ بات سب کو دلپسند ہوئی۔ بر‌تال کو چھوڑ کر کافر بوم میں شاہزادی راہ سے آئے اور موضع کندی کبار میں دریای بجور کا پل باندھکر اُترے۔ یہ دریا ستر گز چوڑا اور بہت گہرا اور تند تھا خواجہ شمس الدین کو اس پل کی پاسبانی اور راہ کی ایمنی سپرد کر کے سترہ منزلیں نشیب و فراز میں طے کر کے کنل ...... بزرگ پر غنیم سے آٹھ کوس پر پہنچے۔ اُس نے قلعہ کنشان کو استوار کیا۔ آدھے رستہ میں ایسی تنگی و ناہمواری تھی کہ سوار دشواری سے گذرتا اور آدھی راہ تیغہ تھی اور دس جگہ دشمنوں نے سنگ چین بنائے تھے اور وہاں سے لڑتے تھے۔ ہر خرداد کوکہ چند آدمیوں کو ساتھ لیجا کر منزل گاہ کی تلاش میں لگا تختہ بیگ سعید خاں۔ حیدر علی عرب ہراول بناکے آگے بھیجے کہ کسی عمدہ جگہ کو لیکر بیٹھیں ور لڑائی نہ لڑیں افغانوں نے اُنکے سر پر ہجوم کیا ناچار لڑنا پڑا انہوں نے غنیم کو چار بار پرے ہٹا دیا۔ کوکہ اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ اُنسے جا ملا جنسے ہراول کو تقویت ہوئی۔ وہ بہت جگہ بدل چکے تھے۔ تختہ بیگ وحیدر علی عرب و سعید خاں لڑرہے تھے۔ کوکلتاش کے پہنچنے سے از سرِ نو جانفشانی و جان ستانی کرنے لگے جوان مرد پیچھے آگے تھے اور لڑتے تھے۔ آصف خاں ایک تنگ جگہ میں تین پہر تک برچھے و جمدھر کی لڑائی لڑا۔ وحدت علی تیغہ سے نہ نکل سکا۔ سب آدمیوں کے ساتھ بڑے نشیب میں گیا۔ دشمن شکست کھاکر پراگندہ ہوا اور قلعہ کنشان اور بہت آباد جگہیں پادشاہی لشکر کے ہاتھ آئیں۔ سر گر لوہ بزرگ میں پہنچکر نیچے اُترنے لگے۔ یہ کھسار مرزبان کاشغر کا داروغہ نشین تھا۔ سارے سال برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ تیز دستوں نے وہاں جاکر بہت سے مرد و زن گرفتار کیئے۔ بہت سے کافروں کے سردار ملکر سپاس گذار ہوئے۔ اور افغانوں کی ناکامی میں انہوں نے کوشش کی۔ کچھ افغان چغان سرا کی طرف بدختاں روبہ چلے گئے کہ دریای بجور سے گذر کر کافروں کی زمین میں جاکر پناہ لیں۔ پادشاہی لشکر نے

تیز دستی کرکے اُسطرف کابُل توڑ دیا۔ ناگزیر یوسف زئی کے سرداروں حاتم بابا علی۔ ہیدال شیخ حسین نے قاسم خاں سے اور بعض اور امیروں سے پناہ مانگی انسے ملے اور وحدت علی کو بھی ناچار آنا پڑا۔ غنیم کے چارسو آدمی مارے گئے اور سات ہزار قید ہوئے۔ بادشاہ کی طرف سے تیس آدمی مارے گئے اور ڈیڑھ سو زخمی ہوئے۔ کاشغر و بدخشاں تک ملک لے لیا۔ جب قاسم خاں نے وفات پائی تو پھر روشنائی افغانوں نے سرتابی کی اور خیبر کی راہ کو ناامین کیا۔ قلیچ خاں کو زابلستان کے انتظام کے لئے اور اُن افغانوں کی مالش کے لئے روانہ کیا۔ مبارک خاں۔ جلال خاں۔ شیر خاں۔ نظر خاں میر عبدالرزاق کو پیچھے روانہ کیا۔ قلیچ خاں نے کابل کا انتظام کیا تیراہ کی راہ لی۔ بازارک کے دشوار گذار پہاڑوں میں سے اس سرزمین کے نزدیک آیا۔ آفریدی کے سرداروں نے اس سے ملکر ہوا خواہی کے پیمانوں کو تازہ کیا اور اُنہوں نے کہا کہ ساری کھیتی پامال ہو گئی ہے اسلئے سپاہ کو پھر جانا چاہیئے۔ قلیچ خاں نے اس جھوٹی بات کو یقین کرلیا اور بگرام میں چلا آیا۔ ایلم گذر سے اس ملک میں جانا چاہا۔ مگر گریوں کی سختی کے سبب سے نہ جاسکا یہاں سے کوہت کو روانہ ہوکہ اسطرف سے کارکشائی کرے مگر راہ کی دشواری نے اُسے جانے نہیں دیا پھر اُسنے بنگش جانیکا ارادہ کیا فرابہ میں آیا۔ کچھ لڑائی ہوئی بعد فتح کے اُسنے قلعہ یہاں بنایا۔ روشنائی افغانوں نے راہ کو شاخ بند کیا اور لڑنے پر تیار ہوئے۔ مگر زمینداروں نے لشکر شاہی کو ایک پوشیدہ راہ بتائی سپہ آرائے یہاں کچھ سپاہ چھوڑ کر وہ راہ لی۔

ساری رات اور دن کو دوپہر تک سوار اور پیادے سخت گذار پہاڑوں پر گذر کر اُس سرزمین پر پہنچے جلالہ نے مطلع ہو کر اس راہ کے بند کرنے میں تگاپو کی مگر وہ وہاں نہ پہنچ سکا۔ ناکام بے جنگ سخت تنگناؤں میں چلا گیا اور شاخ بند کو ویران کرکے لشکر و بنہ تال اسی راہ سے آیا اور راہ کی ناامینی اور آذوق کی کمی سے لشکر شاہی تنگ روزی ہوا۔ تختہ بیگ اور میر عبدالرزاق معموری آذوق کو بگرم سے لانے کے لئے روانہ ہوئے۔ سویم خرداد کو آہن پوش کر تیراہ کے وسط میں سخت جاہی لشکر گاہ ہوا۔ جن آدمیوں کو آذوق کے لیئے بھیجا تھا اُن کو آنے میں

دیر لگی تو لشکر کابل میں چلا آیا۔ بادشاہ کو اسطرح سولسو پھرنا اور کابل میں آنا پسند نہ آیا۔
غزنین میں لوس لوحانی خرید و فروخت کے لئے آتے تھے۔ ہزارہ انکی گھات میں بیٹھے اور انپر تاخت کی وہ مستقل ہو کر سات روز تک لڑے انہوں نے جلالہ سے مدد مانگی وہ تاجروں کے طور پر غزنین میں آیا۔ شریف خاں اور رعیت اُس سے کچھ لڑی اُسنے اپنے نقارہ لیا اور وہ غزنین کا مالک ہو گیا۔ خرید کے بہانہ سے بہت سا اسباب جمع کیا اُسنے چاہا کہ اس مال کو بنگاہ میں لیجائے۔ شادمان ہزارہ اُس سے لڑا اور شکست دی وہ زخمی ہو کر کوہ زبا ط میں گیا۔ مراد بیگ نے پہنچکر اُسکا کام تمام کیا۔ یہ کام کیا آسانی سے انجام پایا ہے کہ لشکر شاہی مدتوں اسکے پیچھے پڑا پھرا۔ زین خاں کوکہ اس سے کئی سال تک لڑتا رہا۔ مگر جلالہ کا جلال ادنیٰ آدمیوں کے ہاتھ سے خاک میں ملگیا۔

جلالہ روشنائی کا مرنا سنہ ۱۰۰۹ھ

الفنسٹن صاحب کہتے ہیں کہ ابوالفضل کو ضرور ان مہمات کا اصل حال ذرا ذرا معلوم ہوگا۔ مگر اس اندیشہ عظیم میں کہ لشکر اکبری کی شکست کی ذلت کو جہانتک ہوسکے کم اور نرم کرے اور کوئی بات ایسی نہ لکھوں کہ راجہ بیربر پر کوئی الزام عائد ہو اسنے ان مہمات کا حال پراگندہ اور ناقص لکھا ہے اور مینے مجبور ہو کر اسکے نقصونکو منتخب التاریخ سے صحیح کرکے دراز کیا ہے۔ جو نقص مینے ابوالفضل کے بیان میں پائے انکو میں بیان کرتا ہوں کہ گو اسنے بادشاہی سپاہ کی شکست اور بربادی کے بیان کو فصاحت سے لکھا ہے مگر وہ لکھتا ہے۔ کہ بادشاہی سپاہ کے آدمی پانچسو مارے گئے۔ خافی خاں نے بھی ایسی ہی غلطی کی کہ لکھا ہے کہ چالیس پچاس ہزار آدمی مارے گئے اور ایک بھی زندہ نہیں بچا۔ یہ شکست سوات کے پہاڑوں میں ہوئی اور جن دروں میں واقع ہوئی انکا نام کرد یا کرا کرہ اور بلندری لکھا ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ ان لڑائیوں کا بیان جو ابوالفضل نے لکھا ہے وہ اسکی خوشامد گوئی اور مختلف بیانی کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ بیربر کی شکست کے بعد ایکسال کے اندر وہ لکھتا ہے کہ کوہستان سرکشوں کے خس و خاشاک سے پاک و صاف ہو گیا۔ بہت سے ان میں مارے گئے اور بہت سے ان میں ایران و توران (ایران و تاتاری) میں پناہ گزیں ہوئی اور اسطرح سے باجور اور سواد

الفنسٹن صاحب کا بیان ان مہمات کی نسبت

ان شہر بیر گرا ہوں سے خالی ہوا۔ یہ ملک اپنی میوونکی کثرت اور آب ہوا اور زرخیزی میں دُنیا میں کمتر اپنی نظیر رکھتے ہیں۔ مگر باوصف اسکے کہ اس بیان سے لڑائی کا تمام ہونا۔ صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور اسکے بعد مختلف واقعات اس لڑائی کے اُسنے اپنی تاریخ میں پندرہ سال کے اندر بیان کئے ہیں جسکے بعد اسکی تاریخ کا خاتمہ ہوگیا وہ پنجاب میں اکبر کے چودہ برس تک پھرنیکے وجوہ میں بیان کرتا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں تاریک (روشنائی افغان) کے مغلوب کرنے میں اور دوسرے زمانہ میں شمالی پہاڑوں کے باشندوں کے دبانے میں مصروف رہا۔

الفنسٹن صاحب نے یہ نتیجہ فقط اکبرنامہ کے شامر کے انگریزی ترجمہ کو پڑھکر نکالا۔ اکبرنامہ میں اصل عبارت یہ لکھی ہے۔ ان کوہستان ازنیان تہی شدن بدانش زمانیان ہمدوش محال بود۔ در کمتر زمانے گزین رُفت وروبے یافت جمعے انبوہ رانقدِ زندگی بتاراج رفت۔

وبسیارے را در توران وایران فروختند وملک سواد وبجور وبنیر کہ ازروئے آب وہوا ومیوہ وارزانی مانند آں کمتر نشان دہند ازیں بدکاران پاک شد۔ اس عبارت سے اور اسکے اول جو اور عبارت ہے اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا جو الفنسٹن صاحب نے نکالا ہے۔ بادشاہ کے ارادہ کو بیان کرتا ہے کہ اسکے سبب یہ نتیجہ تھوڑے عرصہ میں ظہور میں آیا اور اُسکا آگے بیان لقید تاریخ ٹکڑے ٹکڑے کرکے بیان کرتا ہے۔ اسکے بیان میں نہ تناقض ہے نہ خوشامد سے زین خاں کی شکست میں کل پانسو آدمیوں کا مارا جانا لکھا ہے اور طبقات اکبری میں آٹھ ہزار لکھا ہے۔ لڑائیوں میں میدان جنگ کے مردوں کی لاشوں کو گن کر کون ان کی صحیح تعداد لکھتا ہے۔ تاریخوں میں اس تعداد میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی مہذب قوموں کی جنگ و پیکار میں یہ تعداد صحیح نہیں لکھی جاتی

معاملات بدخشان و توران و خراسان

جب مرزا محمد حکیم کابل میں ۱۲ شعبان ۹۹۳ھ مطابق ۳ جولائی ۱۵۸۵ء کو اس جہان سے رخصت ہوا تو توران کے ساتھ اسکی مفسدانہ سازشوں کی دھمکیوں کا غل شور رہا۔ حکیم نے

اُزبکوں کی پناہ میں جانیکا ارادہ کیا تھا تو اکبر کو یہ خوف پیدا ہوا تھا کہ اگر مرزا عبداللہ خاں والئی توران سے جا ملا تو معاملات میں بہت دشواریاں پیش آئینگی اُزبکوں کو خاندان تیموریہ کے ساتھ موروثی دشمنی تھی۔ انکا پادشاہ عبداللہ خاں جو اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ گیا تھا کہ وہ شہنشاہ اکبر کا ہم پلہ معلوم ہوتا تھا اسکا حال یہ ہے کہ قاآن بزرگ چنگیز خاں کی سولہویں پیڑی میں وہ پیدا ہوا تھا جسکا سلسلہ یہ ہے کہ عبداللہ خاں بن سکندر خاں بن جانی بیگ بن محمد سلطان بن ابوالخیر خاں بن شیخ دولت اغلان بن ابراہیم بن پولاد بن سورانچہ سلطان بن محمود خواجہ خاں بن قاآن بای بن رابل باک بن نیکا تیمور بن باداقل بن جوجی بوقا بن شیبان بن جوجی بن چنگیز خاں۔ قاآن سے جوجی پہلے مرگیا تھا۔ اسکی نسل سے کوئی بڑا فرمان روا نہ ہوا۔ لیکن بعض اسکے خاندان میں دشت قبچاق میں سرفراز ہوئے انہیں سے ابوالخیر کچھ بلند پایہ اس وجہ سے ہوا کہ سلطان ابوسعید مرزا نے اسکی یاوری سے مرزا عبداللہ سے سمرقند چھین لیا تھا جب وہ مرگیا تو الوس اوزبک میں بڑی پراگندگی ہوئی۔ سلطان احمد مرزا بن سلطان ابوسعید مرزا کی پناہ میں شیبک خاں بن بداق خاں آیا تو کچھ زمانہ کی سختی اسیر کم ہوئی۔

جب سلطان ابوسعید مرزا کا زمانہ ختم ہوا تو ران میں سلطنت کے مدعی وانباز پیدا ہوئے سلطان حسین مرزا کے بعد شیبک خاں خراسان میں گیا اور اسکے فرزندوں سے لڑکر ملک لے لیا اور مرو کے قریب شاہ اسمعیل صفوی سے لڑکر بہت آدمیوں سمیت مارا گیا۔ ماوراالنہر کی مرزبانی کوچکنجی بن ابوالخیر خاں (جو کوچم خاں مشہور ہے) کو ہاتھ آئی۔ جب وہ نہاں خانہ عدم کو تشریف لے گیا تو اسکا بیٹا ابوسعید خاں جانشین ہوا۔ اسکے بعد عبداللہ خاں بن محمود خاں بن بداق خاں بن ابوالخیر فرمان روا ہوا۔ توران کچھ آباد ہوا۔ اسکے دو بیٹے عبدالعزیز خاں ومحمد رحیم خاں تھے لیکن عبید خاں بن کوچم خاں کو مرزبانی ملی۔ اسکے بعد عبداللطیف خاں اسکا بھائی مسند آرا ہوا۔ جب اسکا کام انجام کو پہنچا تو براق خاں بن سونجک خاں بن ابوالخیر خاں فرمان دہ ہوا۔ ترکستان وماوراالنہر و کچھ خراسان پر غالب ہوا۔

جب گردشِ آسمانی اُسکے سر پر بھی ختم ہوئی تو ملوک طوائف ہوگئی اسکے بیٹے وردش خاں و بابان ترکستان میں حکومت کرتے تھے۔ عبداللہ خاں کا پوتا برہان بخارا میں سلطان سعید خاں بن ابوسعید خاں بن کوچم خاں سمرقند میں پیر محمد خاں بن جانی بیگ خاں بلخ میں حکمران تھا۔ عبداللہ خاں اسکی فرمان پذیری میں اوقات بسر کرتا تھا۔ وہ اپنی آگہی و مردانگی سے سب اپنے بھائی بندوں پر غالب ہوا۔ اُسنے پیر محمد خاں سے کہا کہ اس الوس میں میرے باپ سے کوئی بڑا بوڑھا نہیں ہے۔ بزرگوں کے آئین کے موافق خطبہ و سکہ اسکے نام پر جاری ہوا اسنے ناگزیر قبول کرلیا۔ یوں کچھ دنوں سکندر خاں برائے نام پادشاہ رہا مگر فرمانروائی اُسکا بیٹا عبداللہ خاں کرتا رہا۔ بعد سکندر کے عبداللہ خاں کے نام سکہ و خطبہ جاری کیا۔ ۹۱۶ھ میں جو مرو بین لڑائی ہوئی تھی تو قوم اوزبک کی فرمانروائی متفرق ہوگئی تھی۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ وہ ساری قوم کا سردار ہوتا۔ یہ کام سلطنت اکبری میں سکندر خاں کے بیٹے اور ابوالخیر کے پوتے عبداللہ خاں ہی کے لئے امانت رکھا تھا کہ اُزبکوں کے سب سرداروں کا سردار اور فرمان روایوں کا فرمان روا ہوگا۔ عبداللہ خاں ۹۴۰ھ میں پیدا ہوا اور اسکے ورثہ میں نہایت چھوٹی سی ریاست قرمینیہ آئی۔ اول اُسنے اپنی بہادری سے اس ریاست کو بڑھایا چوبیس برس کی عمر میں اور ۹۶۹ھ میں اُسنے اپنے باپ سکندر خاں کو بلا کر ساری قوم اُوزبک کا خاقان بنا کے اشتہار دیدیا۔ سکندر خاں گو خاقان تھا مگر سلطنت کا مدار عبداللہ خاں ہی پر تھا وہی مختار تھا اور سب قوم کا کاربرآر۔ اسنے اپنے باپ کی زندگی میں سمرقند۔ تاشقند ترکستان۔ فرغانہ۔ اندجان۔ فتح کرلئے۔ سکندر کی وفات کے بعد عبداللہ خاں کل قوم اُوزبک کا خاقان ہوگیا۔ اوزبکوں کی جو متفرق ریاستیں تھیں سب اسکے ہاتھ میں آنکر ایک ہوگئیں اب عبداللہ خاں نے خراسان کا حصہ عظیم اور خوارزم مع بدخشاں کے فتح کرلیا۔ ان فتوحات میں اسکا بیٹا ابوالمومن بھی شریک تھا۔ گو وہ ظالم تھا مگر بہادر بڑا تھا۔ شہنشاہ اکبر اور عبداللہ خاں کے اصول سلطنت گو متضاد تھے مگر یہ اولوالعزمی اور بلند نظری دونوں میں متحد تھی کہ پاس کی ملکوں کو فتح کیجیے۔ اور اپنی ایک سلطنت عظیم الشان بنایے اور جنگی قوت میں سب فوقیت لیجایئے

ہر ایک کی قلمرو میں مختلف مذہب کے آدمی رہتے تھے ۔ توران میں سب مسلمان رہتے تھے مگر انکے فرقے جدا جدا تھے
ہندوستان میں مسلمانونکے مذہب کے بالکل مخالف ہندو آباد تھے۔ اکبر نے تو ایک دین الہی بنایا کہ سب اُسکو اختیار
کرکے ایک ہوجائیں اور اختلاف مذہب باقی نہ رہے ۔ عبد اللہ خاں نے اپنی قوت سے شیعوں کو ایسا دبادیا
کہ اختلاف مذہب کی قوت انہیں نہ رہی اکبر کے اختیار سے باہر تھا کہ وہ اس طرح سب کو ہم مذہب بناتا
اسلئے اپنی مروت اور انسانیت سے یہ ارادہ ہی ترک کردیا۔ اکبر خوب جانتا تھا کہ بنگال میں اور ساری
اسکی سلطنت میں بڑے بڑے سردار اور اُمرا کبار رہتے ہیں جو اپنے مذہب سنت جماعت کے بڑے پابند
و حامی ہیں اگر عبد اللہ خاں کوہستان بدخشاں سے خیبر کے درہ میں ہوکر پنجاب پر حملہ آور ہو تو یہ
سب اُمرا اُسکے ساتھ بڑی خوشی سے ہوجائینگے اسلئے شہنشاہ اکبر اپنا بڑا فرض یہ سمجھتا تھا کہ کابلستان
میں تورانیونکی راہ کو روکے اسلئے وہ بدخشاں کے معاملات میں بہت دخل دیتا تھا۔

بعض حوادث بدخشاں

خرم بیگم سلطان کولابی کی بیٹی اور گروہ قبچاق میں سے تھی۔ سلطان محمود مرزا نے اُسے تربیت کیا اور
مرزا سلیمان سے اُسکا عقد نکاح ہوگیا۔ ملک کے سرانجام میں اور سپاہ کے انتظام میں اسکی کارروائی ظہور
میں آئی اور اُسکا استیلا اسدرجہ پر پہنچا کہ مرزا سلیمان جن سیاستوں کو خود نہیں کرسکتا تھا وہ اُسکو حوالہ کرتا
ایک اور بیگم خانم تھی جسکا نام محترم خانم تھا وہ سلطان شاہ محمد کاشغری کی بیٹی تھی۔ مرزا کامران سے اُسکا
نکاح ہوا تھا وہ بیوہ ہوکر جب کابل سے کاشغر جاتی تھی کہ راہ میں بدخشاں میں آئی۔ مرزا سلیمان سے
نکاح کی خواستگار ہوئی اسلئے خرم بیگم کے دل میں اُس سے کینہ پیدا ہوا اُسنے اُستادی کرکے
اپنے بیٹے مرزا ابراہیم سے اسکا نکاح کرایا جس سے مرزا شاہرخ پیدا ہوا۔ ہمیشہ ان دونوں میں
آپسمیں کٹا چھنی رہتی تھی جسکے بعض نتائج آگے بیان ہوتے ہیں۔

بدخشاں کا سلسلہ انتظام کے ٹوٹنے کے وقائع یہ ہیں کہ خرم بیگم پر ایک گروہ نے یہ
افترا باندھا کہ وہ اپنے دوستدار سپاہی حیدر بیگ سے گرفتار رہے۔ مرزا
ابراہیم نے جوانی کی مستی میں محض بدگویوں کی بیہودہ باتوں میں آکر اس بے گناہ

بیہودہ باتوں میں آنکر اس بیگناہ کو مار ڈالا۔ جسکی ندامت اُسکو عمر بھر رہی اسوجہ سے بیگم بدخشیوں کی دشمن ہوگئی اور بے تدبیری اور قدرشناسی سے اسنے مدار اکو جو کارگاہ تعلق کی اساس ہی بالکل چھوڑ دیا سیاست میں زمان و مکان و محل و مقدار پر نظر رکھنا ترک کیا۔ اعیان مملکت کے برباد کرنے میں کوشش کرنے لگے۔ جب بلخ کی لڑائی میں مرزا ابراہیم مارا گیا تو اُس نے کل بدخشیوں کے ساتھ عداوت پر کمر باندھی۔ دشمنی خصوص عموم ہوگئی۔ خانم پر زبان طعن دراز کرتی اور اُسکے قدم کو شوم کہتی۔ بارہا اُسکو طعنے دیتی طنز کرتی کہ تو رستہ چلتی تھی تیرے ساتھ نیکی کرکے میں نے تربیت کیا معلوم نہ تھا کہ تو ایسی بس کی خاصیت رکھتی ہے۔ اسکو خیال تھا کہ اسطرح کے طعن وطنز سے عاجز ہوکر اپنے میکے میں کاشغر چلی جائیگی اور میں شاہرخ کو اپنی آغوش عاطفت میں پرورش کرونگی۔ خانم کو مرزا شاہرخ کی جُدائی کا خیال ایسا تھا کہ وہ ان جانکاہ طعنوں پر ذرا خیال نہ کرتی اور انتقام کی گھات میں لگی رہتی۔ اس نفاق پر یہ اور اضافہ ہوا کہ مرزا ابراہیم کی مراسم تعزیت ادا کرنیکے لئے چوچک خانم کوچ عبدالرشید خان کاشغر مع اپنے دو بیٹوں صوفی سلطان و ابو سعید کے ساتھ آئی۔ پرسہ دینے کے بعد اُسنے خرم بیگم کا لباس ماتمی اُتروایا۔ مگر مجلس تمام ہونیکے بعد اُس نے پھر اپنا لباس ماتم پہن لیا جس سے چوچک بیگم آزردہ ہوئی اور اُسکو بُرا بھلا کہا قرابت قریبہ کے سبب سے خانم کی معاونت پر وہ دل نہاد ہوئی۔ خرم بیگم کو سمجھایا کہ جہانتک ہو سکے بہو کی خاطر داری کیا کرو اور تورہ (آئین) سے باہر کام مت کیا کرو۔

اب ایک اور گل کھلا کہ مرزا شاہرخ کے اتالیق میر نظمی اور اعیان بدخشاں کی جمع کثیر اور شیخ دالی نے جسنے حرص اندوزی اور حیلہ سازی سے لباس درویشی کو بھیک کا بہانہ بنا رکھا تھا۔ صوفی سلطان پسر چوچک خانم کو بزرگ بنایا اور درویش مذکور کی خانقاہ میں یہ سب ہم قسم ہوئے کہ خرم بیگ کو مار ڈالیئے اور مرزا سلیمان کو ایک گوشہ میں بٹھا دیجئے اس اثنا میں اس ہنگامہ شورش کے مجرموں میں سے ایک نے مرزا کو حقیقت حال پر اطلاع دی۔ مرزا کاشغریوں کی شورش مٹانیکے لئے پیکار کا سامان کرنے لگا۔ خانم کو اس سانحہ سے نہایت خجالت وندامت

ہوئی۔اصل حال جب مرزا سلیمان کو معلوم ہوا تو کاشغریوں سے رنجش مٹ گئی اور خرم بیگم نے جو چاپ بیگم کے بیٹے سے اپنی بڑی بیٹی بیاہ دی اور رستاق جہیز میں دیا۔مرزا نے فتنہ اندوزوں کی تادیب کی اور درویش کو مع اُسکے گروہ کے تشہیر کرکے اپنے ملک سے نکالدیا۔

بدخشاں میں یہ ایک اور پریشانی ہوئی کہ خرم بیگم نے ندیم قیوزی کو کولاب کی حکومت دی جس سے اُسمیں ایک شورش برپا ہوئی کولاب کے لشکر کو یہ ناگوار ہوا۔اُنہوں کے ندیم کو مار ڈالا۔خرم بیگم مرزا شاہرخ کو لیکر کولاب پر دوڑی مگر ناکام جلد اُلٹی چلی آئی اور مرزا شاہرخ کو چھوڑ آئی۔زمانہ کی گردش سے بیگم نہایت سراسیمہ تھی کہ مرزا شاہرخ آن کر اسکا غمزدہ ہوا۔بیگم نے کہا کہ میرے شوہر نے باپ کو غنیم میں چھوڑ کر جلدی کی تھی۔میں نے نادانی سے تجھے دشمنوں میں چھوڑ کر جلدی کی میرا قصور خدا معاف کرے۔تھوڑے دنوں میں کولاب کا فساد مرزا نے مٹا دیا مگر ایک اور بدخشاں میں پراگندگی پیدا ہوئی کہ کابل سے مرزا سلیمان کے نوکر خستہ حال ہو کر واپس آئے جسکا ذکر مرزا محمد حکیم کے حال میں ہم کر چکے ہیں۔مرزا سلیمان کابل میں آیا۔یہاں کچھ کام نہ بنا تو ناکام اُلٹا گیا۔کچھ اپنے اعیان دولت میں ایسا تغیر و تبدل کیا اُنہوں نے مرزا سے برگشتہ ہو کر مرزا شاہرخ کو جو سات برس کا تھا اور خانم کو اپنا سردار بنایا اور اس گروہ نے یہ ارادہ کیا کہ مرزا ابراہیم پاس جو ولایت تھی وہ مرزا شاہرخ کو ملجائے کہ اُن کے لئے ایک اور دوکان ہے اور وہ بدذاتوں کی ملاذ بن جائے۔چالیس روز تک یہ فساد برپا رہا کہ دادا کی پاس مرزا شاہرخ آگیا۔شاہ طیب کہ خرم بیگم سے قرابت قریبہ رکھتا تھا اُسکا اتالیق مقرر ہوا۔

مرزا سلیمان نے کچھ ایسی حرکات کیں کہ خیرہ چشم فتنہ اندوزوں نے مرزا شاہرخ کو پھر دستاویز شورش بنایا۔اسکا مجمل بیان یہ ہے کہ ممالک توران کا فرماں روا عبداللہ خاں تسخیر حصار میں مشغول ہوا حصاریوں نے مرزا سلیمان سے استمداد اور استعانت چاہی۔مرزا بدخشاں کے لشکر کو لیکر اسطرف گیا یہاں یہ گل کھلا کہ مفسدوں نے مرزا شاہرخ اور خانم کو اپنی طرف کر کے ملا طیب کے ایک ہراول مرزا شاہرخ کے ہاتھ سے لگوایا۔اور پھر چھریوں سے

اُسکا کام تمام کیا۔ جب مرزا سلیمان کو اس شورش کی خبر ہوئی تو وہ اسطرف آیا کہ فساد کو مٹائے خانم مرزا شاہرخ کو جو پندرہ برس کا تھا ساتھ لیکر ہندو کوہ کو چلی۔ خانم کو شہنشاہ اکبر کی خدمت میں ہمیشہ سے عقیدت تھی۔ اسکا ارادہ ہوا کہ عاطفت شہنشاہی سے استظہار طلب کرے مگر جب وہ ہندو کوہ کے حوالی میں آئے تو ایماق جوق جوق اس پاس آئے۔ اور محمد قلی جو باغیوں کا سرغنہ تھا اسے ملا۔ مرزا شاہرخ نے مراجعت کی اور تھوڑی سعی سے اندراب کو تصرف میں لایا اور وہاں سے کمہرد کو روانہ ہوا۔ یہاں خانم کو چھوڑ کر خود غوری میں گیا۔ سلطان مرزا کے خویش سلطان ابراہیم نے غوری کو مستحکم کیا۔ ہر چند اسکے بیٹے کو اُسکے روبرو لاکر کہا کہ اگر قلعہ نہ سپرد کریگا تو تیرا یہ جگر گوشہ ہلاک کیا جائیگا۔ مگر اسنے یہ جواب دیا کہ جو کوئی آبروی حقیقت و وفا کو آپ گرائے اسکا مرنا ہی بہتر ہے۔ اُسنے اس قلعہ کی حراست میں سعی کی اور مرزا سلیمان بھی ان حدود کیطرف آتا تھا کہ خرم بیگم کا انتقال ہوا اُسنے کشم میں جاکر مراسم تعزیت کو ادا کیا اور پھر غوری کیطرف متوجہ ہوا غوری میں شاہرخ مرزا سے کسی کام کا سرانجام نہ ہوا اندراب میں آیا۔ مرزا سلیمان نے ہندو کوہ کی طرف کوچ کیا کہ پوتے کے مال و اسباب پر تصرف کرکے اسکی جمعیت کو پراگندہ کرے دادا اور پوتے میں لڑائی ہوئی۔ پوتے کو شکست ہوئی۔ اسکی جمعیت پراگندہ ہوئی پھر دادا اور پوتے میں صلح ہوئی۔ دادا نے مہربانی کرکے پوتے کو اسکے باپ مرزا ابراہیم کی ولایت دیدی۔ چند روز ا سپر گذرے تھے کہ بدذاتوں نے شاہرخ کو سمجھایا کہ کولاب سپاہ خیز ہے اور مضبوط جگہ ہے۔ مرزا سلیمان چاہتا ہی کہ اسکو مستحکم کرے اگر وہ اس سے پہلے لیجائے تو مناسب معلوم ہوتا ہی۔ مرزا شاہرخ ان باتوں کو سُنکر طالقان کو روانہ ہوا۔ یہاں اس پاس مرزا سلیمان کو چھوڑ کر بہت آدمی چلے آئے اور اس سادہ لوح کو بہکانے لگے۔ مگر مرزا ان کی باتوں میں نہ آیا اسنے دادا سے ملازمت کی استدعا کی۔ دادا نے جواب دیا کہ پہلے خانم کو بھیجو کہ میری تسکین خاطر کرے اور پھر آنکر میری آنکھوں کو روشن کرو۔ مرزا نے یہی کیا۔ کچھ دنوں طالقان میں یہ سب رہے اور آپس میں عہد و پیمان ہوئے کہ شاہرخ مرزا دادا کی رضاجوئی سے کبھی باہر نہ ہوگا۔ بعد ازاں مرزا سلیمان نے اپنے حج کا ارادہ ظاہر کیا

مرزا شاہرخ نے اسکو اعزاز و احترام و مال و منال کیساتھ رخصت کیا۔ اول مرزا سلیمان کابل میں اسلئے ایا کہ اگر مرزا حکیم یاوری کرے تو مراجعت کر کے مرزا شاہرخ سے انتقال لے اور اگر کابل میں شورش برپا کر سکے تو اسکو بدخشاں لینے کا ذریعہ بنائے۔ نہیں تو شہنشاہ اکبر کی خدمت میں جائے۔ جب مرزا حکیم کو مرزا سلیمان کے یہ ارادے معلوم ہوئے تو اسنے مرزا سلیمان کو ہندوستان میں اسنے قدم رکھا تھا حد سے زیادہ اسکی تعظیم و تکریم کی۔ شہنشاہ نے ارادہ کیا تھا کہ اسکو بنگالہ کی حکومت عنایت کرے کہ باقی ایام زندگانی اس کی شادمانی سے بسر ہوں مگر سنگستان موطن کی موالست نے اور مرزا شاہرخ کی کینہ کشی کی باد تند نے اسکی فکرت و تدبیر کے چراغ کو گل کر دیا تھا۔ پوتے سے جو گرہ دل میں پڑی تھی وہ نہ کھلتی تھی وہ اس بنگالہ کے عطیہ سے خوش نہ ہوا اسوقت شہنشاہ مہمات شرقیہ میں مصروف تھا اسلئے اسکی آرزو کی برآمد میں التوا ہوا۔ اسنے بادشاہ سے حجاز جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے اسے منظور کر کے قلیج خاں کی ہمراہ کیا کہ دشوار مقاموں سے اسے باہر کر کے بنادر گجرات میں پہنچاوے۔ چند سالہ زاد راہ اسکے ساتھ کیا۔ شائستہ جہاز اسکے واسطے مقرر کیا اور قلیج خاں نے اسے بندر سورت میں پہنچا دیا وہ حجاز کو روانہ ہوا۔

مرزا شاہرخ کی والدہ خانم ہمیشہ سے شہنشاہ اکبر سے عقیدت رکھتی تھی۔ اسکو خوف ہوا کہ معلوم نہیں کہ شہنشاہ سے مرزا سلیمان میری طرف سے کیا لگاوے اور اپنی سرگذشت کو کس طرح بیان کرے کہ جس سے شاہرخ مرزا کی آسایش زندگی و عزت میں خلل پڑے اور میں کسی عذاب میں پھنسوں اسلئے پادشاہ کی خدمت بڑے بڑے نفیس تحفے اور اپنے بیٹے کی عرائض اوائل امرداد الہی میں عبدالرحمٰن بیگ اور مرزا عاشق کی ہاتھ بھجوائیں۔ خانم کے دل میں ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کہ شاہرخ کی شادی شہنشاہ اکبر کی بیٹی سے ہو جائے۔ پادشاہ نے اسکے عذرات کو قبول فرما کر نہایت نوازش فرمائی۔

ہمنے پہلے لکھا ہے کہ مرزا سلیمان حج کو گیا تھا۔ حقیقت شناس کاردان جانتے تھے کہ حج کا بہانہ تھا اسکا یہ خیال تھا کہ اپنے تئیں کوہستان میں پہنچائے اور چیرہ دستی سے یا دستالنسرائی سے

بدخشاں کے لئے ... مرزا شاہرخ ... اکبر کی ... ۹۸۵

اسپر قبضہ کیجئے اور مرزا شاہرخ کی کینہ توزی میں عشرت اندوزی فرمایئے۔ یہی ہوا کہ طواف کا معرب سے
عراق وعجم میں آیا کہ فرمان فرمایئے ایران سے اپنی خواہش ہیں کامروا ہو اس زمانہ میں شاہ اسمعیل
طہماسپ ایران کی مرزبانی میں جوش خروش کر رہا تھا اسنے مرزا کے عالی خاندان کا خیال کر کے بہت
خاطر کی اور کچھ سپاہ کمک کے لئے نامزد کر کے جانے کی اجازت دی مگر مرزا کو ہرے میں شاہ اسمعیل کے
پیمانۂ عمر کے لبریز ہونیکی خبر پہنچی جس سے اُسکو بڑی مایوسی ہوئی اور وہ قندھار میں آیا۔ مظفر حسین
مرزا سے خویشی پیدا کی۔ یہاں بھی کچھ کام نہ چلا تو کابل میں آیا۔ مرزا حکیم نے اُسکے ساتھ نہایت
التفات اس سے کیا کہ اس کہن سال آزموں کار کی رہنمونی سے بنگش کی طرف سے جا کر
ہندوستان میں فتنہ وآشوب اُٹھائی۔ مرزا نے شکوہ شاہنشاہی چشم عبرت سے دیکھی تھی اُس نے مرزا حکیم کو
اس تباہ اندیشی سے باز رکھا۔ اور بدخشاں کی شورش پیش نہاد خاطر کی ۲ بہم آبان الٰہی ۲۸ / ۹۸۸ھ کو ابر کی شورش
میں اور برف کی ریزش میں بدخشاں روانہ ہوا جہاں شاہرخ مرزا فرمان روا تھا وہ شہنشاہ دولت سے رشتہ
مندی رکھتا تھا۔ جب اس سرگذشت کی خبر شہنشاہ کو ہوئی تو شاہرخ کی یاوری اُسنے اپنے ذمہ لازمی
جانی۔ سعید خاں و راجہ بھگونت داس و مان سنگھ و مرزا یوسف خاں اور اور امرای پنجاب و ملتان کے نام
فرمان جاری گئے کہ اس ملک میں جاکر شاہرخ کی دستگیری کریں۔ امرا فرمان کی کاربند ہو کر سامان سفر کی
تیاری میں لگے کہ اُنکے پاس خبر آئی کہ دادا پوتوں میں صلح ہو گئی اور مرزبان کابل واپس آگیا اسکا مجمل بیان یہ ہے
کہ مرزایوں میں تالقان کی حدود میں پیکار ہوئی۔ شاہرخ مرزا اگرچہ میدان جنگ میں ثابت
قدم رہا مگر بدگوہروں کی دوروئی سے اور خیر سگال یکجہتوں کی کوتہ اندیشی سے اور خود
اپنی کم بینی اور ناآزموں کاری سے کوئی کام وہ نہ کرسکا۔ یار لوگوں نے یہ بات گھڑی کہ میر
عماد جو اس ملک کے کار پردازوں کا سرآمد تھا وہ مرزا سلیمان سے ملگیا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ
زدوگیر کی گرمی میں مرزا شاہرخ کو گرفتار کر کے اسکے حوالہ کرے اور جو اور صواب اندیش
دولت خواہ تھے اُنکے اوپر بھی بہتان باندھے گئے اور بدخشیوں کا ایک گروہ مرزبان قدیم سے جاکر
ملگیا جس سے اور بدگمانی کا بازار گرم ہوا۔ ابھی کوئی اچھی لڑائی نہ ہوئی تھی کہ مرزا شاہرخ

قندوز کو بھاگ گیا۔ مرزا کی اس ویرانی سے زابلستان کا لشکر جو خوف و رجا مین اندوہناک ہو رہا تھا نشاط اندوز ہوا اور مرزا کے تعاقب مین گیا۔ مرزا نے قندوز مین جاکر قلعہ کو مسخر کیا اور کولاب مین چلا گیا اور محمد قلی شغالی کو زندان مین سے نکال کر وکیل بنایا۔ مرزاؤن نے بیس روز تالقان کے حواشی مین توقف کیا جب ان کو شاہرخ مرزا کا حال تحقیق معلوم ہوا تو وہ قلعہ ظفر سے رستاق مین آئے محمد قلی کی حرف سرائی اور افسانہ طرازی سے مصالحت کی گفتگو درمیان آئی۔ فریدون سے اُس نے ملک آشتی کا پیوند لگایا۔ دور اندیشی وحزم اندوزی سے مرزا شاہرخ سے مرزا سلیمان نے ملاقات نہین کی اور آرام طلب خیر سگالون کے معرفت تالقان سے ہندوکوہ تک جو مرزا ابراہیم کی اقطاع مین ملک تھا وہ مرزا سلیمان کے لیے مقرر ہوا۔ وہ اسکے آنے سے خرسند ہو کر کولاب مین آیا مرزا حکیم کابل کو گیا بدذات فتنہ سازون نے پھر مرزا سلیمان اور مرزا شاہرخ کے درمیان بگاڑ کرا دیا۔ یہ مرزا اپنی خوشامد پسندی و وہمی پنے سے دوست و دشمن کو نہین پہچان سکتے تھے ملک داری نہ کرتے تھے آپس مین لڑتے تھے۔ سپاہی ناخوش۔ رعیت مظلوم۔ ولایت خراب قلاع بے سامان جو شخص آسودگی کے زمانہ مین بینوائی کا خیال نہین رکھتا ہے جلد اس کو ناکامی ہوتی ہے۔ جو کوئی دلون کے پیوند کو خدا کی بڑی نعمت نہین گنتا وہ تھوڑے دنون مین زیان زدہ ہوتا ہے۔ باوجود ان عادتون کے وہ شہنشاہ اکبر سے اینٹھے رہتے تھے۔ نخوت فروشی وخود بینی مین زندگی بسر کرتے تھے۔ فرمان روائے توران عبداللہ خان اوزبک موقع پاکر بدخشان مین آیا اور اس ملک دشوار کشا کو بے جنگ کے لے لیا۔ مرزاؤن کی جان پر بُری بنی۔ مرزا حکیم بھی خود رائی کے خواب سے بیدار ہوا۔ طرزدان کار آگاہون کو پادشاہ پاس ہزار خوشامد کے ساتھ بھیجا۔ پادشاہ نے فرستادون پر عنایت فرماکر رخصت کیا اور مرزا حکیم کو یہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدخشان کے مرزا اپنی ناسپاسی کی سزا پاتے ہین۔ تجھکو چاہیے کہ اپنے ظاہر و باطن کو اخلاص کی فروغ سے ایسا روشن کرے کہ سب دور اور نزدیک اس کو دیکھ لین اور جو لوگ اس سے اندیشہ مند ہون اگر شناسائی سے پہلے اس دیار کا قصد کرے تو اول دانشورون کو بھیجکر اندرزگوئی کرے اگر یہ سودمند نہو تو پھر ہم لشکر وصف شکن ہاتھی

اور بڑا خزانہ اور بزرگ توپخانہ لب گردگی کسی اپنے فرزند کے نامزد کرنے کے ابھی فرستادے باہر نہ نکلے تھے کہ مرزا کی ایک عرضداشت آئی جس مین لکھا تھا کہ بدخشان کے مرزا پژمردہ دل اور شرمندہ رو ہو کر حضور کی پناہ مین آئے ہین حکیم کیا ہے وہ اپنی بڑی آسیمہ سری ظاہر کرتے ہین حکم ہوا کہ ہماری درگاہ مین پشیمانی کو بڑی قیمت پر خریدتے ہین مرزاؤن کو نوید شادمانی پہنچا کر نوازش شاہنشاہی کا امیدوار کر کے روانہ کرو اور خود ہمپر بھروسہ کر کے کچھ اندیشہ وہ نہ کرین۔

جس انجمن مین خوشامد گوئی کی قدر ہوگی وہان راست گذاری بے قدر ہوگی جس صاحب بزم کے کان مین راستی کی داستان نہین آئے گی وہ کنایۂ پیشانی کو نہین پڑھ سکے گا۔ اُسکے سچے دولتخواہ بے اعتبار ہون گے اور افسانہ گو ہرزہ درایون کے پو بارہ ہون گے۔ دلون کی دوستی کو وہ ہیچ سمجھیگا اور آدمیون کے رجوع کو اپنی خویشتن بینی کا سرمایہ بنائے گا۔ جو شخص کہ ناکامی کے دن مدارا اور مردمی کو سوچتا ہے وہ یہ نہین جانتا ہے کہ اس دن خوشخوئی نہین کام آئی اور زرپاشی سود نہین دیتی ناگزیر حوادث سے اسکی نزہتگاہ پر ہوتی ہے اور ہزارون ناخوشیان سراسیمہ کرتی ہین جو بیدار بخت خردمند ہوتے ہین وہ ایمنی کے ایام مین کہ جن مین چنداں آدمیون کی احتیاج نہین ہوتی عجز و انکسار سے زندگی بسر کرتے ہین۔ کوتہ اندیش رعنائے غمی کے زمانہ مین بے پروائی کے خوابستان مین سوتے ہین ان کو کام کے وقت خون جگر پینا پڑتا ہے۔ سوائے غم کے اس کے پاس کچھ اور نہین ہوتا۔ جب کوئی توانگر خاطر آزرم دوست فراخ حوصلہ صلاح اندیش درمیان مین نہین ہوتا تو دوستی دشمنی پر مائل ہوتی ہے۔ اور عاقبت سراسیگی ہوجاتی ہے مال و دولت کنجتا ہے خان و مان تاراج ہوتا ہے۔ غرض ناموس بدذاتون کے ہاتھ مین پڑتی ہے۔ ہزارون شورشین برپا ہوتی ہین۔ اس کی مثال بدخشان کے مرزاؤن کی ہے اس مین سے کچھ حال لکھا جاتا ہے جب مرزا حکیم بدخشان سے کابل مین آیا تو مرزا شاہ رخ کا ارادہ ہوا کہ مرزا سلیمان کی ملازمت مین جائے اور اس سے یکجہت ہوجائے۔ مگر مرزا سلیمان پر وہم ایسا غالب ہو رہا تھا اور یہان کے آدمیون کی بے وفائی کا حال ایسا دیکھ چکا تھا کہ وہ اس بات کو قبول نہین کرتا تھا۔ بعد بہت سی

سلیمان مرزا و شاہ رخ مرزا کا مرا ملازمت ہونا سنہ ۹۹۴ھ ۲۹

گفت گو کے یہ قرار پایا کہ حصار کا مرزبان اوزبک سلطان کہ نیا دوست بنا تھا ایک جماعت کو یاوری کے لیئے بھیجے اور دریاء اموئیہ کے درمیان اس گذر پر جہان دریا نو حصون مین تقسیم ہوتا ہے ان دادا پوتون کی ملاقات ہو۔ یہ مقرر ہوا کہ چار نہرون سے مرزا سلیمان عبور کرے اور پانچ نہرون سے مرزا شاہرخ۔ مرزا سلیمان جب دریا کے کنارہ پر آیا تو صرف ایک حصہ طے کیا اور خوف کے مارے آگے نہ بڑھا۔ مگر مرزا شاہرخ نے آٹھ حصے طے کیئے اور دادا سے ملا اور اجازت لیکر چلا آیا۔ کولاب مین مرزا سلیمان گیا اور بدذاتون کے ہجوم سے کہ بدی کو نیک اور نیکی کو بد دکھلاتے ہین۔ مرزا سلیمان نے اپنی خواہش کو بہت دراز کیا جس سے ایک شورش برپا ہوئی اس نے پیغام بھیجا کہ مہر علی وچوچک و میر عماد کو حوالہ کرے اور اگر یہ منظور نہو تو ان کو آوارہ کردے مرزا نے پچھلی بات مان لی مگر اس کو نہایت غم ہوا۔ میر عماد تو ایک گوشہ مین بیٹھ گیا باقی دونون کابل کو گئے۔ انھین دنون مین محمد قلی شغالی کہ اس ملک کی شمشیر و خرد تھا مرزا شاہرخ کے پاس سے مرزا سلیمان کے پاس چلا گیا اور فساد کو اور بڑھایا۔ تھوڑے دنون بعد زابلستان سے مہر علی مرزا شاہرخ کے پاس آیا۔ مرزا سلیمان نے پوتے پاس پیغام بھیجا کہ مہر علی کو میرے پاس بھیجدے اس نے حاجی تمن کے ساتھ بھیجدیا۔ مرزا نے حاجی کو ملازم کرلیا اور مہر علی کو زندانی بنایا اور شیخ بابا ولی کو کہ فقیری کی آڑ مین شکار کھیلتے تھے بھیجکر گذارش کی کہ اب وقت آشتی اور قسمت ملک کا ہے محمد قلی اور حاجی تمن و مہر علی میری پاس ہین۔ مناسب یہ ہے کہ باتفاق اور کچھ ولایت میرے حصہ مین زیادہ کی جائے۔ شاہرخ مرزا نے یہ جواب دیا کہ مردمی اور مہربانی کا آئین یہ ہے کہ یکتائی کی نزہت گاہ فتنہ جویون کے گفتگو سے غبار آلود نہ کی جاے۔ سرگروہ جو میرے پاس چلا گیا ہے اُسے واپس بھیجدیجئے مرزا سلیمان نے اس بات کو نہ مانا اور لڑائی پر تیار رہا۔ مرزا شاہرخ بھی اپنی برنائی کی مستی اور خودکامی کی شورش اور مصاحب دانا کے نہونے کے سبب سے روانہ ہوا اس نے حدود رستاق مین جاکر دادا پاس عرضداشت بھیجی اور لابہ گری اس امید پر کی کہ لڑائی نہو۔ مرزا سلیمان بھی اُسکی بات ماننے کو تھا۔ مگر فتنہ اندوزون نے اسے نہ ماننے دیا۔ لڑائی ہوئی اور مرزا سلیمان کو ہزیمت ہوئی۔ مرزا شاہرخ

نے کچھ اس کا تعاقب کیا مگر پھر ملک کے کامون مین مشغول ہوگیا۔ کولاب اپنے بڑے بیٹے محمد زمان کو سپرد کیا۔ مہر علی کو اتالیق اُس کا مقرر کیا اور خود قندوز مین آیا۔ مرزا سلیمان حصار کے مرزبان اوزبک سلطان سے کمک لے کر بدخشان کو گیا۔ مرزا شاہرخ نے بھی لڑنے کا ارادہ کیا۔ تیاری کر کے دادا سے لڑا اور اس کو پھر شکست دی۔ مرزا سلیمان پھر حصار مین چلا گیا انہی دنون مین اکبر شہنشاہ کے ایلچی مرزا شاہرخ کے پاس آئے جس سے اُس کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس سفر مین کہ شہنشاہ اکبر زابلستان مین گیا تھا اور مرزا حکیم کو شکست ہوئی تھی۔ پادشاہ نے شیر دل کا ر روانون کو مرزا شاہرخ پاس بھیجکر اس کا حال پوچھا تھا اور حکم دیا تھا کہ خود یہ مرزا آستان بوس ہو یا اپنی والدہ خانم کو بھیجے مرزا نے پادشاہ کی اطاعت کی جس سے اُسکے کام کو رونق ہوگئی۔ حصاریون نے مرزا سلیمان کی یاوری سے دست کشی کی مگر شاہرخ پادشاہ پاس نہ آیا اور نہ اسکی مان بسبب علالت کے آسکی مرزا سلیمان نے اہل حصار سے مایوس ہوکر دوستی کی باتون سے دشمنی کا سرانجام دیا چند اوزبکون کو لے کر بدخشان مین آیا اور صلح کا پیغام دیا مرزا شاہرخ نے قبول کیا اور یہ قرار پایا کہ جہان پہلے ملاقات کا مقام ٹھیرا تھا وہین بزم دوستی آراستہ ہوا اور تازہ عہد مرزا شاہرخ نے جو کہا تھا وہ کیا مگر مرزا سلیمان نے نہ کیا۔ پوتے کو اپنے پاس بلایا وہ نہ آیا۔ انھین دنون مین مرزا شاہرخ کی والدہ نے انتقال کیا۔ یہ بیگم بیٹے کو نصیحت کرتی رہتی تھی وہ بھی مرگئی۔ مرزا خویشتن بینی و خود کامی مین پڑا سپاہ کا حال پراگندہ ہوا۔ ہزل و بازی نے رونق پائی۔ رعیت تباہ ہوئی۔ عبداللہ خان اوزبک فرمانروائے توران پاس مرزا گیا وہ تاشکند پر لشکر کشی کر رہا تھا اسکے باپ سکندر خان سے مرزا کی ملاقات ہوئی عبداللہ خان کو کچھ اور خیال ہوا اسنے باپ کو لکھ بھیجا کہ میرے آنے تک مرزا کو نظر بند رکھو مرزا نے اپنی دوزنگاہی سے یہ حال دریافت کیا اور اس خطرگاہ سے نکل بھاگا۔ جب عبداللہ خان لشکر سے واپس آیا تو قل بابا کو کہ اس کا وکیل اور سپہ سالار تھا اوزبک سلطان پاس اس قصد سے بھیجا کہ وہ مرزا سلیمان کو حوالہ کرے مگر اوزبک سلطان نے مردمی کا پاس کر کے مرزا سلیمان کو بدخشان روانہ کیا۔ نواحی کولاب مین شاہرخ مرزا اس سے ملا۔ اور پہلی طرح سے

ولایت کی تقسیم ہوئی۔ مگر اس تقسیم کو مرزا سلیمان نے ناپسند کیا اور کشم کو بیسور حال مین لے لیا
مرزا شاہرخ خودکامی و ستاایش دوستی کی شراب سے مست ہو کر سوار باتون کے کچھ کام نہ کرتا اس کا
تمام کام میر عماد و میر کلان و چوچک بیگ کے ہاتھ مین تھا۔ یار بیگ اس کا بخشی تھا اور تمام جاگیرون
مین ریاست کو تقسیم کر دیا تھا غرض سب طرح سے سارے کام اسکے غیر منتظم تھے اسی زمانہ مین عبداللہ
خان بدخشان مین آیا اور اس ملک دشوار کشا کو بے جنگ لے لیا۔ وہ ہمیشہ ان مرزاؤن کا حال دیکھتا
رہتا تھا اب اُس نے دیکھا کہ شہنشاہ اکبر کی طرف وہ رجوع نہین کرتے ہین۔ اور ملک داری کا
سررشتہ ہاتھ مین نہین رکھتے اور آپس مین لڑتے ہین۔ گو اُسنے پیغام دیا کہ غوری اور کہمرد بھی مجھے
حوالہ کیا جائے اور ایاق توران کہ مدت سے اس دیار مین رہتا ہے وہ میرے پاس بھیجدیا جائے۔ مرزا
شاہرخ نے کچھ جواب نہ دیا نہ کوئی کارآگہی کا کام کیا۔ یہ افواہ اڑ رہی تھی کہ والئی توران نے انتقال
کیا۔ قل بابا ایسی خواہشین کرتا ہے۔ اس افسانہ نے ان کو بے پروائی کی نیند مین سلایا۔ اس
حال مین کہ مرزاؤن کا دل خراب تھا۔ قلاع بے سامان تھے۔ سپاہ پریشانی مین تھی دوست ایک
نے مین بیٹھے ہوئے تھے اور دشمن اپنے کامون مین کامیاب تھے کہ غالب غنیم آیا۔ مرزایون نے سخت
گریوون مین بھاگ کر پاؤن مین چھالے ڈالے۔ فورجی بیگ مخالفون سے جا ملا۔ اور قندوز بے
لڑے ہاتھ سے نکل گیا اور امراء بدخشان کا حال بھی ایسا ہی ہوا۔ کولابیون نے محمد زمان کے
ساتھ جانفشانی کی جو شخص آسودگی مین خویشتن داری اور طبیعت پرستی کرتا ہے اور ناکامی کے
دن خوشخوئی اور تیمارداری مردم کرتا ہے وہ آشوبگاہ تعلق مین تنہا رہ جاتا ہے اور بے یار
و بے نوا ہو جاتا ہے۔ بیغرضی کے وقت بہت توجہ سے دلون کا پیوند ہوتا ہے اور نہایت خالص
معاملون کے کرنے سے جانین گرو ہوتی ہین۔ دنیا کے بدمست جب اپنی مصیبت کا دن آتا ہے
تو خوش اخلاقی کی باتین بناتے ہین اور بھلے برے کو جانتے نہین۔ ایسی ہی حالت مین مرزا ہتی
تھے اس لیئے جسے وہ جھک کر سلام کرتے اُن سے منہ پھیر لیتا۔ ناگزیر بدخشان کی تنگنار سے
گذر کر نہارک مین کہ قلب گاہ تھا آئے یہان اُن کو توقع تھی کہ بابری نمک پروردے انکی

ان کی ہمراہی کرینگے مگر ان سے بھی وہ مایوس ہوگئے۔ برف و باران کی سختی کے سبب سے نہ بھر سکے
پنجشیر مین کہ مضافات کابل مین ہے اس خیال سے آئے کہ اگر مرزا حکیم یاوری کرے تو اپنی بنگاہ
کے لینے مین سعی کیجائے اور نہین تو درگاہ شہنشاہ اکبر مین پناہ لیجائے۔ مرزا سلیمان تو اس شرمساری
کے سبب سے پادشاہ کی درگاہ مین نہین آنا چاہتا تھا کہ حجاز کی زیارت کو چھوڑکر بدخشان مین چیرہ دستی
کرنے آیا تھا۔ مرزا شاہرخ کو پادشاہ کی زیارت کی تمنا تھی وہ ہندوستان کو چلا۔ مرزا حکیم نے
مرزا سلیمان کو بلاکر لمغانات مین بھیجا اور یہان کچھہ دہات دیدیئے گئے شاہ محمد پور مرزا شاہرخ
کو شادمان ہزارہ کے سپرد کیا کہ اس کو آوارہ کرے اور ہندوستان نہ جانے دے۔ مرزا شاہرخ
کے ساتھہ تین بیٹے حسن و حسین جو توام پیدا ہوئے تھے اور بدیع الزمان اور اُنکی انا ئین تھین اور
ملازم تھے وہ نہایت آزردہ خاطر ہزارات مین گیا اور ہر روز یہ جانتا تھا کہ میری موت
سر پر کھڑی ہے مشہور یہ تھا کہ عبداللہ خان نے شکست پائی اور کولابی غالب ہوئے یہ سنکر شادمان
ہزارہ نے مرزا کو بدخشان کیطرف روانہ کیا۔ مرزا نے اس خوف سے کہ اس وحشی کی رائے بدل نہ جائے
کچھہ دور چل کر بیراہ چلنا شروع کیا۔ سخت گریوون مین لڑتا ہوا حد دکھُرون مین آنکے آرام کیا۔
صحرانشین اسکے پاس جمع ہوئے۔ تھوڑے دنون مین یہ معلوم ہوا کہ جو سنا تھا وہ غلط تھا۔ کولابی
محاصرے سے گھرے ہوئے تھے تو مرزا نے تالقان پر تاخت کی۔ انھین دنون مین معلوم ہوا کہ کولاب
کو اوزبکون کی سپاہ نے فتح کرلیا۔ اس لئے مرزا کے ہمراہیون مین پراگندگی ہوئی پہلے سے
زیادہ حال تباہ ہوا نہ رائے بودن و نہ روئے گردیدن۔ قریب تھا کہ مخالفون کے ہاتھہ مین گرفتار ہو۔ مگر
ہزار طرح سے تگادو کرکے کابل کیطرف جلد چلا۔ سال النگ مین مرزا سلیمان سے ملاقات ہوئی۔ مرزا
حکیم نے بھی خبر مذکور سنکر بدخشان مرزا سلیمان کو روانہ کیا تھا اس منزل مین ان کو کمک کی امید تھی
کہ کچھہ اوزبکون نے شورش مچائی۔ مرزا شاہرخ کے ان دنون مین بیٹا پیدا ہوا تھا اس کو صحرانشین
عورت کے حوالہ کرکے جلد چلا۔ مہرعلی وفادار بردی جہان گیر وائغ بیگ اور چند اور پیچھے تھے
آگے چلے آتے تھے کہ صبح کے وقت اوزبک آن پہونچے۔ انھون نے پرتال کو تاراج کیا۔ مرزا سلیمان

مرزا شاہرخ کا پادشاہ کے پاس آنا سنہ ۹۹۳ھ ۲۹

کا گھوڑا چراغ پا ہوا اور مرزا زمین پر گرا۔ مرزا شاہرخ گھوڑے پر سے اُترا اور گھوڑے کو اُس کے آگے لایا کہ وہ چھوٹ کر جنگل کو بھاگ گیا۔ ہمراہیون مین سے ایک پیادہ پا ہوا اور اپنے گھوڑے پر مرزا سلیمان کو سوار کیا۔ مرزا شاہرخ جاکر اپنے گھوڑے کو پکڑ لایا۔ اس تیز روی مین مرزا دو راہون پر پڑکر جدا جدا ہو گئے۔ غنیم مرزا شاہرخ کے پیچھے پڑا۔ دریا آگے آیا۔ مرزا نے اُس سے عبور کرکے پُل توڑا اور آرام لیا۔ اس گیرودار مین اس کا بیٹا حسن جدا ہو گیا جس سے ایک اور تازہ داغ لگا۔ اس زمانہ مین خبر معلوم ہوئی کہ مرزا سلیمان پشاور مین محفوظ ہے۔ مرزا اُسکے پاس گیا اُس خوشدلی مین مرزا حکیم کے پاس سے سینوندک خان آیا اور دوستی کا پیغام لایا۔ مگر اس پیام کو مرزاؤن نے باور نہین کیا چند آدمی اسکے ہمراہ کیئے تاکہ وہ اچھی طرح علم حاصل کرکے استوار پیمان کرے مرزا سلیمان نے کہ وہ پادشاہ سے شرم اور مرزا حکیم سے چشم دستگیری رکھتا تھا توقف کیا۔ مرزا شاہرخ نے پادشاہ کی طرف راہ لی۔ جو روان بچون کی مان اور ایک بیٹے کو چار نکاران مین چھوڑا کہ وہ اس خردسال بیٹے کی جستجو کرین جو اس سے جدا ہو گیا ہے خود دامنہ کوہ سے دکہ مین آیا۔ یہان ایک قافلہ رہزنون کے خوف سے سراسیمہ تھا اسکے ہمراہ ہوا۔ اس مین عمہ مرزا خانزادہ بیگم و شاہ محمد مرزا موجود تھے جن کو مرزا حکیم نے ہندوستان بھیجا تھا۔ شاطی افغانون کی دستانسرائی سے مرزا اس گریوہ سخت گذار مین چلا۔ جسقدر وہ راہ چلتا تھا بدسگال اس درہ کی تنگناؤن کو پتھرون سے ردکتے جاتے تھے۔ دشوار مقامون کی راہ کو تاریکیون نے بند کیا قنقر بابا و جہانگیر و خنجر علی و یار بیگ وابدال کو جنین سے ہر ایک اپنے وقت کا رستم تھا تاریکیون پاس پیغام گذاری کا بہانہ کرکے شاطی لیگیا اوران کو مار ڈالا جب اسکی خبر ہوئی تو علی مسجد سے قافلہ اُلٹا پھرا۔ تاریکیون نے دست اندازی شروع کی سوداگرون کی سراسیمگی سے سپاہی بھی اپنی سٹی بھولگئے۔ جان و مال لٹ گیا۔ مرزا شاہرخ نے ہمت کی کہ اس گریوہ سے لڑتا ہوا باہر آیا۔ کوہستان بدخشان کے سوا اب کوئی پناہ نہین تھی۔ یہین کہین قریب وہ مرزا سلیمان سے مل کر خوش ہوا لیکن اسکے ساتھ یہ غم لگا تھا کہ ایک بیٹا جو ابھی پیدا ہوا تھا وہ مرگیا تھا اسوقت مرزا حکیم کی سپاہ کچھ ملی اُسنے کہا کہ شہنشاہ اکبر نے بھائی کو لکھا تھا کہ شاہرخ

کے ساتھ شائستہ بدرقہ بھیجے سواس خدمت پر ہم نامزد ہوئے ہین - وہ سپاہ خیبر تک پہونچا کے
واپس چلی گئی - سندہ مین جو امراء شاہی تھے انھون نے مرزا کی بزرگداشت کی - جو بیٹا جدا ہوا تھا
وہ بھی مل گیا - اُس کو ایک اوزبک اُٹھا کے لے گیا تھا وہ اس لڑکے کو چھوڑ کر پرتال لوٹنے گیا -
اب ایک غلام اس لڑکے کو اُٹھا کر لے گیا اور مرزا حکیم پاس پہنچا دیا - مرزا شاہرخ لاہور مین آیا اور
۲۳ ردی کو دارالخلافہ فتحپور سیکری مین پادشاہ کا قدمبوس وہ ہوا - جو کچھ عنایتین اسکے حال پر ہوئین
اس کا بیان اپنے مقام پر کیا گیا ہے - ۱۵ ر شہریور ۳۱ الہٰی کو اس کا نکاح پادشاہ نے اپنی بیٹی شکرالنسا
سے پڑھوایا وہ مالوہ کا صوبہ مقرر ہوا اور دکن کی فتح مین اسنے کارنامے دکھائے - اور ہفت
ہزاری کا منصب پایا - ابوالفضل لکھتا ہے کہ پادشاہ پیشانی سے دل کا حال دریافت کر لیتا ہے
شاہرخ کی فرخندہ ذاتی اس نے دریافت کر کے دست عاطفت سے اس کو سربلند کیا اس کا
ستارۂ دولت تنزل پر تھا پھر عروج پر آیا ان مسافرون مین سے ہر ایک وفا گزین نے کہ شورا
بہ ناکامی چکھا تھا - وہ کامروائی کی نشاط اندوزی سے محفوظ ہوا -

مرزا سلیمان جب حجاز گیا اور وہان سے واپس آیا اور اپنے کامون مین ناکام رہا اس کا بیان اوپر
ہو چکا ہے اب جب شاہرخ مرزا پادشاہ پاس چلا آیا تو مرزا سلیمان ملغانات مین اپنی عمر بسر کرتا تھا
اور بدخشان کی فتح کی امیدون مین دن گنا کرتا تھا - مرزا محمد حکیم نے اسکے حال پر رحم کر کے کچھ
بدخشی و کابلی سپاہ اسکے ہمراہ کی وہ تیز دستی کر کے کوہستان بدخشان مین آیا اور تالقان کی فتح کے
درپے ہوا - محمود سلطان اُس سے لڑنے کھڑا ہوا - غنیم کی کثرت کے سبب سے مرزا سلیمان نے کوہ پایہ کوشاخ
بند کیا اور اس مین اپنا پاؤن جمایا - بار بار ہنگامۂ کارزار گرم کیا اور فیروزمند ہوا اس کامیابی سے وہ
مغرور ہوا - رشتہ دوربینی کو فروگذاشت کیا اور باہر جا کر لڑنے کا ارادہ کیا - کار آگہون نے اُس سے گذارش
کی کہ شتابی کرنی شائستگی سے دور ہے - دیر لگانے مین یہ فائدہ ہے کہ بندگان بابری ہم سے ملتے ہین
اور دشمن کے رونق ہنگامہ کو کم کرنے مین بے سبب اس استوار بنیاد کا چھوڑنا اور اپنے سے زیادہ
دشمنون سے لڑنا کار آگہی سے بعید ہے - مگر خود کامی ہمیشہ صلاح اندیش خرد کو برکنار کرتی ہے -

اُس نے کانون مین ٹھٹیان دے لین۔ خیر سگالون کی باتون کو نہ سُنا۔ لشکر کو لے کر چلا۔ باہر آیا اور مرزا کی کا کارنامہ دکھایا قریب تھا کہ دشمن کو مار رکہتا کہ عبدالمومن سلطان بلخ سے مخالفون کے پاس آگیا اور ہنگامہ جنگ از سر نو گرم ہوا۔ مرزا کے جنگ جو دلاورون نے دو دفعہ غنیم کو شکست دی مگر تیسری دفعہ دور ہینی کے برخلاف مرزا لڑا قورچی بیگ اوزبک کے ایک گروہ کو سرکوب پر ایسا لایا کہ مرزا مین یکبار کی لڑنے کی تاب اور سامنے کھڑے رہنے کی توانائی نہ رہی۔ ناچار بھاگ کر زابلستان کی طرف رُخ کیا نجت یار بیگ آب ماراین تھا وہ استقبال کر کے کابل مین لایا۔ کنور مان سنگھ جلال آباد سے اسطرف گیا اور مرزا کو پشاور مین لایا۔ بصداعزاز وہ ۹۹۴ اسفندار مذکور کو پادشاہ کی خدمت مین آیا

شہنشاہ اکبر نے مرزا سلیمان کو لاہور مین اس لیئے رکھا کہ کوئی گزند اس کو نہ پہنچنے پائے وہ ۱۳ ارتیر ۹۹۷ سنتر برس کی عمر مین اس دنیا سے رخصت ہوا بخشی ۹۲ اسکی تاریخ ولادت تھی۔ اب تم یہ سمجھو کہ ان دو تیموریہ خاندانون کا بیان جو قصہ در قصہ چلا جاتا ہے وہ انسان کی نیرنگی اقبال کا افسانہ نہین بلکہ وہ ایک واقعہ نفس الامری ہے۔ جو یہ بتلاتا ہے کہ جب ملک داری کی لیاقت نہ ہو اور گھر مین لڑائی جھگڑے فساد ہمیشہ ہوتے رہین تو وہ ایک زمانہ تاریخ کے لیئے بحران کا وقت ہوتا ہے رعیت کے حق مین مرزا سلیمان اور مرزا شاہرخ دونون کا ہونا زہر تھا ہر ایک اولوالعزم پادشاہ خواہ وہ متحمل اور تنگ دل عبداللہ خان ہو خواہ عظیم الشان نیک نہاد شہنشاہ اکبر ہو دونون ان کو مغلوب کرنا چاہتے تھے جس سے انکی سلطنت کی سطوت و شوکت و حشمت نمایان ہو۔

کابل سے رود بار سندہ تک افغانون کے گروہا گروہ رہتے تھے اور بے دانستی اور خودکامی سے مسافرون کو گزند پہنچاتے تھے اور زبردستون پر دست ستم دراز کرتے تھے پادشاہ نے حکم دیا کہ اس بیم گاہ مین سرائین بنائی جائین اور وہان دلاورون کا ایک گروہ اپنا بنگاہ بنائے۔ خرد کابل کے قریب سرخ دیوار کی آبادی کو زین خان اپنے ذمے لے اور میان دوآب و بادام چشمہ مین خواجہ شمس الدین اور باریک آب مین حمزہ عرب جلدلک مین حیدر علی عرب اور سرخ آب مین حیدر علی خویش اور سفید سنگ مین مظفر کولہ۔ تاریک آب مین درویش اسلام آبادی اور یسادل

مرزا سلیمان کا مرنا ۹۹۷ ۳۴ اور بدخشان فساد و فتنے کی تاریخ

مرزا بلستان کی راہ کا امن و امان ۹۹۵ ۳۲

کفشی مین بہادر دکہ مین تختہ بیگ غریب خانہ مین بندہ علی ہمدانی اور بگرام اور اٹک بنارس کے درمیان شاہ بیگ یہ اہتمام کرین - پادشاہ نے ہلال آفتابچی کے ہاتھ بہت سا روپیہ کوکل تاش پاس بھیجا کہ وہ امیرون مین تقسیم کردے تاکہ وہ اپنی دیدبانی سے اس کام کو سرانجام دین - تھوڑے عرصہ مین پادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اس سے چہرۂ روزگار پر گلگونۂ دادگری حسن افروز ہوا

محمد زمان کی نمایش کرنی ۹۹۸ ۳۴

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب کولاب کو عبداللہ خان نے فتح کیا ہے تو اُس سے شاہرخ کا پلوٹھی کا بیٹا محمد زمان لڑا اتفاقاً وہ اسیر ہوا - زندان سرا مین بھیجا گیا اور وہین مرگیا - اس زمانہ مین ایک دستان فروش نے قرزاتگین مین اپنے تئین محمد زمان بتلایا اور اپنی داستان یہ سُنائی کہ خواجہ کلان خواجہ پسر خواجہ جوئباری نے خاندان کی خیرخواہی کے سبب سے مجھے جان شکرون کے ہاتھ سے بچایا اور میری بجائے ایک اور خردسال کو مروایا بہت سے سادہ لوح اس کے ساتھ ہوئے اور یہان کے کوہسار مین شورش اُٹھائی - کولاب اور بہت سے مقامات کو لڑکر فتح کرلیا - محمود سلطان سپاہ آراستہ کرکے اس سے لڑا اور زخمی ہوکر بھاگ گیا اور اللہ داد بیگ و تورم بیگ کاکی نے بھی عمر تمام کی - انکے سر اپنی عرضداشت کے ساتھ شہنشاہ اکبر پاس بھیجے بہت نیایش اور لابہ گری کے بعد اُس نے یہ لکھا تھا کہ خواجہ کلان خواجہ کی خیراندیشی سے مجھے اس بیم گاہ سے رستگاری ہوئی تو مین ہندوستان مین آیا اور آزاد فقیرون کے لباس مین پادشاہ کا قدمبوس ہوا - چونکہ خواجہ سے عہد تھا کہ اسکی زندگی مین میرا حال ظاہر نہ ہو اس لیئے مین نے اپنی سرگذشت عرض نہین کی حجاز کو چلا گیا پھر اپنے گھر آیا اوزبکون سے لڑا - خدیو عالم کی شمشیر چلاتا ہون اگر توجہ والا میری دستگیری کرے تو بہروزی سے مجھے آسایش ملے - اگرچہ پادشاہ کے نزدیک اسکی داستان سچی نہ تھی پھر بھی اسکے فرستادون کو امیدوار کیا اور فرمایا کہ مرزبان توران سے یکجہتی کا پیمان ہے - ہماری بزرگی سے بعید ہے کہ ہم اس سے لڑین بہتر ہوگا کہ وہ پادشاہ کی خدمت مین آئے فرستادون کو نوازش فرماکر واپس بھیجا اور کچھ نقد و جنس ہمراہ کیا جو اُسکی کامروائی کا سرمایہ ہوا -

محمد زمان کا عبدالمومن پسر عبداللہ خان فرمانروای توران پر غالب ہونا ۹۹۸ھ ۳۵ ۔ ایلچی توران کا آنا ۹۹۹ھ ۳۵ ۔ قاسم خان اور محمد زمان کا مارا جانا ۹۹۹ھ ۳۵

محمد زمان نے اپنے تئین شاہرخ مرزا کا فرزند بنایا اور پادشاہ کا عقیدتمند ہوا تو تھوڑے دنون مین اس پاس بہت آدمی جمع ہو گئے۔ عبدالمومن کو جب اس نے شکست دی تو اوزبک بہت سے اس سے لڑنے آئے۔ عباس سلطان و دستم بے و حمید قراول کو اس نے پہلے روانہ کیا اور خود اس نے آب آمویہ سے گذر کر جرکان کولاب مین سنگر کیا اور استوار گریوون کو پناگاہ بنا کے پائے ہمت کو قائم کیا۔ اول جبق سے لڑ کر اس کو شکست دی اور اسکے تعاقب مین عبدالمومن تک پہونچ گیا۔ قریب تھا کہ اس کو گرفتار کر لیتا مگر وہ ہوا خواہون کی دستگیری سے ہاتھ سے نکل گیا۔

احمد علی اتالیق ایلچی توران کا انتقال یہان نا وقت کھانا کھانے اور بدپرہیزی سے ہوا اس سے والی توران کو اسکی خبر نہ تھی اسکے نہ آنے کے سبب سے دل اس کا نگران تھا اور اسکے بیٹے نے یہ ناہنجاری کی تھی کہ بدخشان کی ایماق کی درخواست کی تھی جس سے وہ اور زیادہ آشفتہ بر تھا اس شوریدہ مغز کو اس نے سرزنش اور نفرین کین اور اسکی معذرت مین نامہ لکھا۔ مولانا حسین خراسانی کو کہ بابریون مین سے اسکے پاس تھا بہت عمدہ تحفون کے ساتھ بھیجا۔ وہ پادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔

اوپر لکھا ہے کہ ایک اندجانی پسر نے اپنے تئین مرزا شاہرخ کا بیٹا بنایا تھا اور انجان اسکے گرویدہ ہوئے تھے۔ جب تک وہ شہنشاہ اکبر کا وابستہ رہا کچھ کارروائی کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا جب اس کا سہارا چھوڑ دیا تو ناکام ہو گیا۔ اسکی ناہنجاری سے کوہ نشین آزردہ خاطر ہوئے اور تورانی سپاہ اسپر غالب ہوئی اس ناکام نے راہ مین ہزارہ کے ساتھ دوستی اس خیال سے کی کہ اسکی دستیاری سے زابلستان مین شورش مچائے۔ جب قاسم خان پادشاہ پاس آتا تھا تو وہ بھی سو آدمیون کے ساتھ اس دیار مین اس سے ملنے چلا اور راہدارون پر یہ ظاہر کیا کہ مین پادشاہ پاس جاتا ہون انھون نے یقین کر کے ہاشم بیگ پسر قاسم خان کو اطلاع دی اس نے کارشناسی سے علی شیر ماکری و سلیم بیگ و اللہ دوست کو پانسو آدمیون کے ساتھ روانہ کیا کہ اس کے ساتھ ہون اور یہان اس کو لے آئین۔ محمد زمان جب پنجشیر پر آیا تو بے راہ ہو کر بنگاہ ہزارہ پر جلد چلا گیا۔ ہاشم بیگ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو وہ تیزروی کر کے اس کے پاس میدان مین آیا۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ قرا بیگ

بہادر اور جہان گیر بیگ اور کچھ اور پادشاہی لشکرین سے مارے گئے۔ مگر محمد زمان قید ہوا۔
ہاشم بیگ اُس کو کابل مین لایا۔ جب قاسم خان یہان آیا تو اُس نے محمد زمان کو اپنا مقرب بنایا
اور اُس کے آدمیون کو نوکر رکھا اور اسکی پاسبانی چھوڑدی اور پادشاہ کے حکم سے اس کو پادشاہ
پاس بھیجنے کا سامان کیا۔ ہاشم بیگ کو اسکے ہمراہی کے لئے نامزد کیا۔ محمد زمان نے پانچ سو بدخشیون کو
اپنا ہمداستان بنایا۔ جان شکری کی کمین مین بیٹھا۔ سرکشون کے سردار میر شمس خان و عاقل قاضی
زادہ بقلائی و گدا بیگ حصاری ہوئے۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ ہاشم بیگ کی راہ مار کر اپنے دل کا
مقصد حاصل کیجیے۔ ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ دونون باپ بیٹون کی عمر کو یہین ختم کیجیے تو بہت مال و
اسباب ہاتھ لگے جس سے قوت بڑھے اور آباد ملک ہاتھ آئے۔ محمد زمان نے ہاشم بیگ پاس آدمی بھیجکر
کہلا بھجوایا کہ مین کچھ دل گرفتہ ہون آپ تشریف لائیے نرد بازی سے دل بہلائیے اسکے دل مین یہ
ارادہ تھا کہ ایک وقت مین دو کام تمام کرے۔ وہ سفر کی تیاری کر رہا تھا اس لیے نہ آسکا دوپہر کو قاسم خان
کھانا کھا کے سوتا تھا۔ کچھ تھوڑے نوکر اس پاس تھے۔ چند ناسپاسون نے کچھ آدمی ہاشم بیگ کے گھر بھیجے
اور کچھ قاسم خان سے یازش کرنے گئے۔ قاسم خان نے مردانہ لڑکر نقد زندگی کو کھویا۔ اس کا سر کاٹکر
نیزہ پر چڑھایا گیا۔ خواجہ ارباب اور خداداد خاصہ خیل نے بھی نکوکاری کے ساتھ جان دی۔ اس شورش
کے مٹانے کو ہاشم بیگ آیا۔ تیز دستون کو بھیجکر حصار کے دروازون کو بند کرایا۔ تھوڑی دیر مین سب حال
اس کو معلوم ہوا وہ ارک کی طرف چلا آیا۔ دروازون کا بند کرنا بہت کام آیا۔ مخالف اندر نہ آسکے جب وہ
یہان آیا تو دروازون کو کھولا۔ خوب لڑا۔ کچھ تیز دستون نے دیوار پر چڑھ کر تیر و بندوق کے ہنگامہ کو آراستہ
کیا۔ بہت سے ناسپاسون کو مارا کچھ توشکخانہ مین کہ پہلے سلاح خانہ تھا اس خیال سے چلے گئے کہ وہ پناہ
لے کر خوب لڑینگے جاکر دون نے دروازہ کو گھیر لیا۔ جو دروازے سے باہر نکلتا وہ مارا جاتا۔ چھت کو
پھاڑ کر آگ لگادی بعد سراسیمگی مخالف ایک گرمابہ مین جو نزدیک تھا گھسے۔ اُنپر بھی ایسی سخت گیری
ہوئی کہ ایک ایک کی جان گئی دوپہر سے آخر شب تک یہی حال رہا صبح کو اسی آدمی اکھٹے ہو کر آئے
اور لڑے اور جان سے گئے۔ ان ناسپاسون کا سرگروہ بھی مارا گیا۔ دوسرے روز دوپہر تک پھر لڑائی رہی۔

ہاشم بیگ کی ہمپائی مین مرزا احمدی و میر مومن و میر عبداللہ و اللہ دوست و محبت خان نے بہت کوشش کی کسی کو گزند جانی نہین پہنچی ۔ آخر روز مین پھر کچھ شورش ہوئی ۔ ہاشم بیگ مسلح ہوا اگرمابہ سے پانچ آدمی رات کو نکلے مارے گئے ۔ دوسرے روز ہاشم بیگ جب کسی بدخشی کو دیکھتا مار ڈالتا ۔ اس طرح کچھ ظلم اس نے کیا ۔

ایک شخص ہمایون نامی نے اپنے تئین مرزا سلیمان کا بیٹا بنایا اور اس کہسار مین حکومت کرنی شروع کردی مرزا بدیع الزمان پادشاہ کا خواہر زادہ خواجہ حسن کا بیٹا کچھ سپاہ لے کر حصار سے گیا اور اس سے لڑا اور اسپر غالب ہوا اور ہمایون مارا گیا ۔ مرزا نے اس فتح کو اپنی حسن خدمات کی دستاویز بنایا ۔ منبر و زر و سیم کو پادشاہ کے نام سے آراستہ کیا اور پہلی کم خدمتی کا عذر کیا ۔ پادشاہ نے اسکے آدمیون پر جو آئے تھے مہربانی کی اور آلات جنگ اسکی مدد کے لیے بھجوائے ۔ پھر اس شہزادہ نے اپنی عرضداشت سنہ ۱۰۰۱ مین دے کر ایلچی بھیجا پادشاہ نے اسکے ساتھ بہت اسباب اور ہتھیار اور سامان جنگ ارسال کیا ۔ پھر اس نے آلات جنگ کی درخواست کی تو پادشاہ نے آلات جنگ سے بیس ۲۰ شتر لاد کر روانہ کیے اور ملک محمد بدخشی کو لعل بدخشان کی کان کا داروغہ بنا کے بھیجا اور بہت دلدہی کا فرمان لکھا مگر ابھی یہ سامان جنگ مرزا پاس نہین پہنچا تھا کہ باقی خان حاکم توران نے ایک لشکر گران بدخشان بھیجا ۔ مرزا اس سے لڑا غنیم غالب ہوا اسنے مرزا کو زندہ گرفتار کیا اور بیمہری سے شکار کیا ۔ باقی خان کے بھائی پاینده خان کو ولایت گرمسیر مین شاہ بیگخان نے گرفتار کیا تھا ۔ پادشاہ نے قیدی کو اپنے پاس بلا کر مرزا والی کے حوالہ کیا اس نے اپنی بھائی بدیع الزمان کے خون کا انتقام اس سے لیا کہ ایسے بے گناہ کا خون اسی کی گردن پر تھا ۔

معاملات توران

• اگرچہ عبداللہ خان دادگری کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا مگر فرزند پرستی کے سبب سے بیٹے کو ستمگری سے باز نہین رکھ سکتا تھا اس بیٹے نے باپ کی جانشینی کے لئے بہت سے بیگناہون کا خون

عبداللہ خان والی توران کا مرنا اور ... سنہ ۱۰۰۶

اپنی گردن پر لیا اور خاندانون کو تباہ کیا۔ باپ کی نا ہنجار محبت نے اس کو بدمست کیا اور اس نے
آدمیون کے مال وجان وناموس پر درازدستی کی۔ پادشاہون کو واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد کا
حال ہر وقت دریافت کرتے رہین۔ کیونکہ انکی اولاد کی شکایت دیر گران تک پہونچتی ہے۔ اولاد
کے ساتھ پادشاہ کو انصاف ایسا ہی کرنا چاہیئے جیسا کہ اور غیرون کے ساتھ کرتا ہی۔ پادشاہانہ
باز پرس سے کبھی ان کو معاف نہ رکھے۔ بیٹے کو باپ بسبب اپنی محبت کے پدرانہ اندرز نہین
کرسکتا تھا۔ دیر کے بعد مادرانہ نصیحت کرتا تھا جس سے اسکی شورش زیادہ ہوجاتی تھی اور باپ کی
پیری اور خوشامدگویون کی خوشامد اُس کو شائستہ کارگر نہ ہونے دیتی۔ یہان تک نوبت آئی کہ اُس نے
باپ کی جان لینے کا ارادہ کیا۔ ایک دن باپ شکار کھیل رہا تھا کہ بیٹا جان لینے کے قصد سے چلا
وہان گیا۔ مگر پادشاہ کو اسکے ارادہ پر ایک شخص نے مطلع کردیا جب وہ ناکام رہا تو خان نے اسکی مالش
کا ارادہ کیا وہ باپ سے لڑ نہین سکتا تھا آب آمویہ سے پار چلا گیا اور کشتیون کو توڑ ڈالا۔ اس عرصہ مین
توکل قزاق دشت سے تاخت کے لئے آیا۔ خان اسکی چارہ گری کے لئے گیا۔ وہ غارت گر سمرقند تک
نہ پہونچنے پایا تھا کہ الٹا چلا گیا۔ خان یہان سخت بیمار ہوا۔ محمد باقی اور بعض امرا بیٹے کی دوروئی
سے آگاہ تھے بیٹا بلخ سے چلا۔ جب خان کو کچھ آرام ہوگیا تو اس نے بیٹے کو لکھا کہ اُلٹا چلا جائے۔ مگر
اس نے کہنا نہ مانا اور آہستہ آہستہ چلا آتا تھا۔ محمد باقی نے جو وکیل تھا خان کو میہمان بُلایا اور ماہ
بہمن کو خان کا خاتمہ ہوگیا۔ اس ناسپاس نے اُسکے کھانے مین زہر ملا دیا اور ہمیشہ کے لئے لعنت کا
طوق اپنی گردن مین ڈالا۔

پادشاہ کا ارادہ توران کی فتح کا عبدالمومن کے عہد مین

پنجاب مین جب پادشاہ آیا تھا تو اسنے ارادہ کیا تھا کہ توران کو فتح کیجئے مگر مرزبان توران نے نیایش کی اسلئے
پادشاہ نے یہ ارادہ ترک کیا۔ اب اسکے بیٹے عبدالمومن کی ستمگاری حد سے زیادہ گزری تو پھر پرانا ارادہ نیا ہوا
باسی کڑہی مین اُبال آیا۔ سلطان سلیم کو بھیجنے کا قصد کیا مگر وہ ہندوستان سے باہر جانا نہین چاہتا۔ جب
عبداللہ خان کا انتقال ہوگیا تو امرا نے کوشش کی کہ پادشاہ توران کو فتح کرے مگر پادشاہ نے کہا کہ اب
توران شورش گاہ ہی۔ مردمی سے بعید ہے کہ اس پر فوج کشی ہو۔ بہتر ہوگا کہ کوئی عمدہ ایلچی تعزیت

اور اندرزگوئی کے لیئے بھیجا جاوے۔

جب عبداللہ خان موا ابن۔ کے چچازاد بھائی اوزبک خان نے سمرقند کا محاصرہ کیا۔ محمد باقی نے اُسکی پاسبانی کی اس لیئے اوزبک خان اخسی مین چلا گیا۔ توکل نے بخارا پر لشکرکشی کی۔ عبدالمومن کی آمد کا آوازہ سُنکر وہ ناکام واپس جاتا تھا کہ حصارنشین باہر آنکر اُس سے لڑے اُس کو زخمی کیا اور اسی زخم سے وہ مرگیا۔ دس روز بعد عبدالمومن بہت لشکر لے کر آیا اور سمرقند مین اورنگ فرمان دہی پر بیٹھا۔ محمد باقی نے وکالت کو قبول کیا۔ کچھ دنون سلطنت کی تھی کہ اُس کو لوگون نے مار ڈالا اور ماوراء النہر طوائف ملوک بن گیا۔ شاہ ایران نے خراسان لے لیا۔

عبدالمومن فرمان روائے توران کا ایلچی آنا ۹۹۵ھ ۴۲

شہنشاہ اکبر اور عبداللہ خان والی توران کے درمیان مراسلت اور سفیرونکا آنا جانا

والی توران کا ایلچی آیا۔ اور اس نے اساس سخن اس بات پر رکھی کہ ہندوستان سے پادشاہ چل کر ایران پر یورش کرے اور والی توران اسکے ساتھ ہو کر عراق و خراسان و فارس کو شاہ ایران سے لے لین۔ پادشاہ نے مرزا فولاد کے ہاتھ یہ جواب بھیجا کہ شاہ ایران خاندان نبوت سے انتساب رکھتا ہے اس کا پاس ہم کو ہے۔ آئین و کیش کے اختلاف کو ملک ستانی کے لئے سرمایۂ آویزش نہین کرتا سوائے اس کے میرے اور شاہ ایران کے درمیان دوستی و آشنائی ہے اس لئے میرا ارادہ اس سے لڑنے کا ہرگز نہوگا والی توران نے اپنے خط مین شاہ ایران کو بہت بُرا لکھا تھا پادشاہ نے اس تحریر کی نکوہش کر کے والی توران کو نصیحت کی۔

جس سال مین پادشاہ کہ دریاے سندھ پر تھا اور خیبر کی راہ ہموار کر رہا تھا تو توران مین ایک عجیب شورش برپا تھی۔ پادشاہ کے ایلغار کے خوف سے بلخ کے دروازہ بند رہتے تھے عبداللہ خان نے اپنی کار آگہی بینش بینی سے میر قریش کو تحائف اور خط دیکر پادشاہ پاس بھیجا اور دوستی و آشتی کے پیمان کئے پادشاہ نے حکیم ہمام کو روانہ کیا کہ سراسیمگی اُسکی دور کرے احمد علی اور ملا حسینی جو پہلے دو ایلچی شاہ توران کے آئے تھے وہ بیمار ہو کر مر گئے تھے اس لئے تورانیون کو ایک اور اندیشہ پیدا ہوا تھا۔ پادشاہ نے یہ نامہ شاہ توران کو لکھا جسکے اکثر حصے کا ترجمہ کر کے لکھتے ہین

پادشاہ کا توران کا ایلچی بھیجنا ۱۰۰۰ھ ۴۴

اس نامہ سے شہنشاہ اکبر کی فتوحات کا اور اسکی نیتون و ارادون کا حال معلوم ہوتا ہے توران و ایران کے پادشاہون کو جو مراسلات ابوالفضل سے لکھا کر شہنشاہ نے بھیجے ہین وہ ڈپلومیٹک تحریرات کے ایشیائی زبان مین بیمثیل نمونے ہین۔ اس مراسلہ مین اول حمد و نعت ہی پھر شاہ توران کے خط آنے کی مسرت بیان کیگئی ہے کہ وہ درحقیقت ملاقات روحانی و مکالمہ زبانی ہے جو دل مشتاق کی مسرت افزا اور ضمیر صافی کی طرب پیرا ہے۔ آپنے مجھے لکھا تھا کہ صلح کی بنیادون کے محکم کرنے مین اور وفاق کے چشمون کے صاف کرنے مین جانبین سے اہتمام کیا جائے اور ہندوکوہ ہمارے اور تمھارے درمیان ہو۔ ہمین یہ امر بہت پسند آیا۔ ظاہر ہے کہ عالم کون و فساد و نشار تعلق مین کوئی امر تو دد و توافق سے زیادہ ترشریف نہین ہے کہ سلسلہ کائنات کا انتظام اسکے ساتھ مربوط ہے جس وقت یہ بات طبقہ سلاطین مین ظہور مین آئے تو اُن سے حال و مال مین برکات کے ثمر وحسنات کے نتیجے ظاہر ہوتے ہین اور اس سے خلق اللہ کو عافیت و آرام ملتا ہے۔ مراسم مصالحت و لوازم مصادقت کے اظہار کی ابتدا ہماری طرف سے ہونی چاہیئے تھی اس لیئے ہماری ساری ہمت ابتدائے سلطنت سے برخلاف اکثر فرمانروایون کے اصناف بنی نوع کے ساتھ ہمیشہ ایتلاف وارتباط مین مصروف رہتی ہے اب کہ آپنے اس باب مین ابتدا کی ہے تو ہمارے ذمہ پر اور بھی زیادہ لازم ہوگا کہ اس رابطہ کی مراعت کرین اس لیئے ان دنون مین کہ شاہ ایران نے یادگار سلطان شاملو کو بھیجکر استعانت چاہی ہم نے قبول نہین کی شاہرخ مرزا کی آرزو یہ تھی کہ کابل کشمیر یا سواد بجور دیتراہ مین کہ ولایت سرسبز ہے جاگیر مل جائے مگر ہم نے قرب و جوار کا ملاحظہ کرکے اسکی درخواست کو نامنظور کرکے مالوہ مین جاگیر دیدی قندھار قدیم مین ممالک محروسہ مین داخل تھا وہان سے مرزاؤن کو بلاکر اس دیار کی حراست ملازمان بابری کے حوالہ کی کہ مبادا جنود توران ان حدود کو منسوبات ایران سے خیال کرکے اس کا قصد کرے اور آپکے اور ہمارے ممالک کے درمیان خلط عظیم ہو۔

بدخشان کوہستان مین ایک اوباش بدطینت نے شورش برپا کی اور مدعی ہوا کہ مین شاہرخ مرزا کا بیٹا ہون اور اس نواح کے زمینداردن کو اُسنے اپنے ساتھ ملالیا چند اسنے عرضداشت بھیجکر استمداد کی مگر ہم نے اسپر توجہ نہین کی یہان تک وہ دشت ادبار کا آوارہ ہوا۔ مین یہ چاہتا

پادشاہ بعض نامے والی توران کے نام

ہون قاصد و نامہ جن باتون کی گذارش کرتے ہین انکی فی الواقع تصدیق ہونے کے لیئے اس سے
بہتر کوئی بات نہوگی کہ کوئی جاے مقرر ہو کہ بغیر کسی غیر کے واسطے کے مقاصد دینی و دنیوی و مطالب
صوری و معنوی کی تنقیح و تحقیق رو برو ہون ۔ مین نے ایسا سُنا ہی کہ جب مین حدود پنجاب مین تھا
تو کس طینتون کی ایک جماعت نے ایسی باتین بنائین جو دوستی کے مخالف تھین کبھی میرے دل
و زبان مین فرق نہین ہوتا اور جو امر کہ تحریر و تقریر مین آجائے اس کے خلاف نہین کرتا اگرچہ اس
دیار کی آب و ہوا اور سیر و شکار خوش معلوم ہوتی ہے مگر اب ارادہ ہے کہ دارالخلافہ آگرہ کی طرف نہضت
کی جائے تا کہ بیہودہ بکنے والون کی زبان بند ہوجاوے ۔ آپ نے جو لکھا تھا کہ مجھے مرزا شاہرخ کیطرف سے
غبار ہے اس مین مجھے تامل ہوا کہ مقدس فرمانروایون کے دلون مین ہمسرون سے غبار نہین ہوتا اور عام
طبقات سے کس طرح وہ ہو سکتا ہے ۔ علی الخصوص جب اس کا منشا خرد سالی اور نادانی ہو تو اسکو عفو سے محو کرنا
چاہیئے ۔ اس نے ہمارے دودمان کے ساتھ خودکامی کے سبب سے تقصیرات کین تھین ۔ اسکے مکافات مین وہ
بادیہ غربت مین گشتہ ہوا جب شرمندہ ہوکر ہماری پناہ مین آیا ہم نے اُسکے قصور معاف کردیئے آپ نے
جو یہ ایما کیا تھا کہ شاہرخ مرزا اور محمد حکیم مرزا کے بیٹے جو ہمارے آستانہ پر التجا لائے اس کا سبب آپکی اور
ہماری محبت تھا مگر یہ خاص ہمارے منتسبون مین سے ہین انکی نسبت مین یہ تصور نہین کرتا جو آپنے لکھا ہی
آپنے جو اپنی فتوحات کی تفصیل لکھی ہین وہ آپ کی حسن نیت کا نتیجہ ہے اس سے ہم خوش ہوئے ۔ وہ نامہ
کہ آپنے ملا حسینی کی معرفت بھیجا تھا اور اس مین لکھا تھا کہ فرزند عزیز نے خرد سالی کے سبب سے چند نالائق
خواہشین لکھی ہین میرا دل نگران ہے کہ مبادا وہ غبار خاطر ہوئی ہون اور اسکی استعذار مین آپنے بہت
تفصیل کی اس کا حال یہ ہے کہ قاصد پہلے اس سے کہ میرے پاس آئے اثنار راہ مین ڈوب گیا اور اس
خط کا مضمون نہ معلوم ہوا کہ کیا تھا اس واقعہ سے ہم کو تاسف ہوا ۔ ہمارے اور آپ کے درمیان قرابت
قدیم کے روابط و محبت جدید کے ضوابط نے ایسا انتظام اور التیام نہین پایا ہے کہ اگر بالغرض کوئی بات
ہوتی تو مجھے ناگوار ہوتی ۔ فرزندون کو پدران حقیقی کے ساتھ ناز ہوتا ہے اگر پدران مجازی کے ساتھ
اس کا ظہور ہو تو کیا دور ہے ۔ یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ احمد علی اتالیق کے آنے پر بعض یورشین موقوف

ہین سو یہ ایلچی مرگیا۔ اگر وہ زندہ آپ پاس پہونچتا تو بہت سے اسرار مصادقت وغوامض موافقت آپ کو اسکی زبان راست گو سے معلوم ہوتے۔ جو ارادہ کہ آپکے دل مین ہو اس کو قوۃ سے فعل مین لائے جو معاونت آپ چاہین گے مین اُس کے لئے موجود ہون۔ الحمد للہ کہ جب سے تخت سلطنت پر بیٹھا ہون اب تک کہ قرن ثانی کا دسوان برس ہے (قرن سے مراد ۳۰ سال ہے) اور صبح اقبال کے انکشاف کا اوائل اور بہار اجلال کے ابتسام کا مبدا رہے۔ مجھ نیازمند درگاہ آلہی کی نیت حق اساس یہ ہے کہ اپنے اغراض کو منظور نہ رکھکر ہمیشہ اہل جہان کے التیام اور انتظام مین کوشش کرون اور اس نیت کی برکت سے ہندوستان کی مملکت وسیع جو چند والا شکوہ فرمان رواؤن مین منقسم تھی ہمارے حیطۂ التصرف اور احاطۂ اقتدار مین آئی اور طبقات انام جو پہاڑون اور مضبوط قلعون اور مشکل مقامون مین مغرور بیٹھے تھے اور کسی کے آگے سر نہین جھکاتے تھے اور مخالفت کرتے تھے وہ ہماری درست نیت کے سبب سے اب ہماری اطاعت کرتے ہین اور ہم سے ارادت رکھتے ہین اور طوائف اناس باوجود اوضاع کے تباین واطوار کی مخالفت کے روابط پیوند رکھتے ہین اب تک مین نے اپنی درستی نیت وراستی گفتار وحسن اعمال کے نتائج کو بیان کیا۔ اب ناگزیر ہے کہ مجھ خدا کی نعمتون کا شکر وذکر کرکے آپ کی بزم یکجہتی کو خوش کرون آپ کو معلوم ہو کہ اندنون مین جو ہین پنجاب مین آیا اگرچہ اول پیش نظر میرے یہ تھا کہ ان حدود مین سیر وشکار کرون۔ لیکن اب ایک اور ارادہ کشمیر کی تسخیر کا ہوا۔

کشمیر کی ولایت دلکشا استحکام واستحصان مین اپنا نظیر نہین رکھتی اور نزاہت ولطافت مین ضرب المثل ہے اسمین ابتک سلاطین روزگار نہین گئے۔ ہمیشہ اسکے احکام کی بیداد سنتا تھا۔ خدا کی مدد سے یہ کیش بہادرون اور شہامت اندیش غازیون نے اسے تھوڑے دنون مین فتح کرلیا اگرچہ وہان کے حکام نے جنگ وجدل مین تقصیر نہین کی لیکن ہماری نیت حق اساس خیر محض تھی۔ اچھی طرح سے یہ ملک مفتوح ہوگیا اور خود ہم اس سرزمین مین گئے اور وہان خدا کی اس نئی عطا کا شکریہ ادا کیا چونکہ کابل مین سیر وشکار واس عشرت سرائی کی گلگشت مانوس طبعی تھی۔ کوہستان کشمیر وتبت کی غایت انتہا تک سیر کی اور اس نگارستان صنع آلہی مین نوادر کی سیر چشم عبرت بین سے دیکھی پکلی اور دمتور کی راہ سے جریدہ کابل کے

عرصۂ دلنشین مین آیا۔ اس راہ مین تصادم کوہسار و تراکم گریوہ و مغاک ایسا ہے کہ آسمان سیر افکار اور بلندی پیمائے اوہام اس سے عبور کرنا دشوار بتاتے ہین - یہ بھی ہمارے حق پرست خاطر مین تھا کہ ٹھٹہ جو ہماری ملکت روزافزون کے مغرب مین دریائے شور کے کنارہ پر ہے اور وہان کا حاکم اس مرزبوم کے زیردستون پر عدالت نہین کرتا تھا اسکو اول نصائح ہوش افزا فرماکر فرمانبرداری کی راہ پر رہنمون ہون اور اگر وہ اپنی بدنصیبی سے گوش نصیحت نیوش نہ رکھتا ہو تو اس ولایت کو کہ ایک آباد مملکت وسیع ہے کسی فرمان پذیر دادگر کو حوالہ کرون وہ عقل صلاح اندیش و دیدہ دوربین و گوش شنوا نہ رکھتا تھا۔ ہماری داستان موعظت کو افسانہ سمجھا۔ اور خودکامی کے سبب سے ہوشمندی کو چھوڑا ہم نے اس ناحیہ مین شائستہ لشکر بھیجا قریب دو سال کے اخلاص مند بہادرون نے ہر طرح کا تردد اور اہتمام کیا۔ دریا و صحرا مین طرح طرح کی لڑائیان لڑے - چونکہ ہماری نیت حق پذیر خلق اللہ کی رفاہیت پر تھی - سب جگہہ تصرف و فیروزمندی ہمارے عقیدتمند گروہ کو حاصل ہوئی یہ ایک قدیم آئین چلا آتا ہے کہ کوتاہ بین معاملہ ناشناسون کا کام تباہ ہوتا ہے وہان کے حاکم نے شکست پر شکست پائی مگر اسکی ذات مین مایۂ سعادت تھا وہ پیمان کرکے ہماری پناہ مین آیا اور وہ تمام وسیع مملکت اور اس دیار کے قلعے ہماری ممالک محروسہ مین داخل ہوئے اسکے احوال سے ہم نے اسکی سعادتمندی دیکھ کر پھر اس ملک کو جو جنگ عظیم سے ہاتھ لگا تھا اس کو دے دیا۔ ہمارے ضمیر صواب اندیش مین یہ بات بھی تھی کہ وحشی سیرت و بہائم سر یرت افغانون کو کہ مور و ملخ سے زیادہ تھے اور سوا د بجور و تیراہ کے پہاڑون مین رہتے تھے اور ہمیشہ توران کے قافلون کے سد راہ ہوتے تھے انکی تادیب و تنبیہ کیجائے اس نے بھی بمقتضائے عدالت شائستہ صورت پکڑی انمین سے اکثر نے حلقۂ اطاعت و انقیاد گوش ہوش مین ڈالا اور قطاع الطریقون کا ایک گروہ جسکے دماغ مین شقاوت و انحراف کا نجار بھرا ہوا تھا ہاتھیون سے پائمال ہوا اور بہت سے قہر الٰہی کے جبال مین اسیر ہوکر فروخت ہوئے اور نیز ہمارے دل مین یہ بھی تھا کہ بدنہاد بلوچون کی اصلاح و افلاح ہو کہ ہمیشہ انحراف و اطاعت کی خوف و رجا مین رہتے ہین اور ایران جانے والون کے سد راہ ہوتے ہین و ریغما کو غنیمت جانتے ہین اور اکثر بندگان خدا کو بے برگ و بے مایہ کرتے ہین یہ کام بھی ہمارے حسب دلخواہ ہوا پنجاب مین ہم تھے کہ ہماری نیک نیتون کی برکت سے سلطان مظفر گجراتی کہ چالیس ہزار

لشکر پر مغرور تھا گرفتار ہو کر آیا اس دیار کے سب سرکشون اور گردن افرازون نے پناہ مانگ کے غاشیہ
خراج ودہش پر رکھا اور ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ جب سلطان مظفر ہمارے پاس آتا تھا تو اوس نے
اپنے تئین مار ڈالا ہماری مصلحت یہ ہے کہ ہماری خاطر مہر گزین آدمی کے مارنے کا اور بنیان ربانی
کے اوکھیڑنے کا بہت پاس ولحاظ کرتی ہے غالب یہ تھا کہ اگر وہ ہمارے سامنے آتا تو سلامت رہتا
اور مبارزان پیکار طلب کے اہتمام سے سومنات جو جوناگڈہ مشہور ہے اور تمام ولایت سورت کہ دریائے
عمان کے کنارے پر جنوب رویہ ہے ہمارے تصرف مین آئین اور نیز برہان الملک برادر نظام الملک
جس پاس دکن کی ولایت منظم تھی وہ حوادث روزگار سے پناہ مین آیا اس وقت تک کہ اس بلاد کی
معدلت کی خبر ہمارے کانون مین پہنچتی رہی اسکو عواطف جلیلہ سے مستمال فرماکر دکن کی تسخیر کو التوا مین
رکھا مگر جب رعایا کی ستم رسیدگی کی خبر ہمارے پاس آئی تو امراء مالوہ وخاندیس نے حکم والا کے موافق کاربند
ہوکر برہان الملک کو اس ولایت کی حکومت دلادی اور معاودت کی مگروہ کوتاہ حوصلہ تھا وہ دنیا
آزمائی کی شراب کی تاب نہ لایا اور استقلال کا دم بھرنے لگا چونکہ مسلک ناسپاسی پر چلنا اپنا استیصال
کرتا ہے۔ تھوڑے دلون مین نہ اوسکا نہ اسکی اولاد کا کوئی اثر باقی رہا اور وہان کے آدمیون نے اس
سلسلہ کے منسوبون مین سے کسی ایک کو حاکم بنایا اور نخوت آرا ہوئے۔ وہان سلطان مراد کی سرکردگی
مین لشکرون کو بھیجا۔ یہ ملک دکن دوسرا ہندوستان ہے اس کا بہت سا حصہ وہ اپنے تصرف مین
لایا اور ہمارے لشکر نے امصار بلاد شرقیہ مین اڑیسہ کی ولایت وسیع کہ متصل دریا رشور کے ہے تسخیر کی
اور کئی ہزار سپاہی امان مانگ کر ہمارے ملازم ہوئے چونکہ خدا کی نعمتون کا گننا ایک دراز داستان ہے
آپکی خاطر کی انبساط کے لئے اسپر اکتفا کیا گیا۔

دوسرا مکتوب بنام فرمانروائے توران

ایک اور مکتوب مین پادشاہ نے اس فرمانروا کو لکھا ہے کہ ابتداء جلوس مین اورنگ جہانبانی پر کہ قرن ثانی
کی ابتدا ہی توفیق ازلی کی مساعدت سے اور تائید سماوی کی معاضدت سے ہماری خاطر حق پرست مین اس جلوہ نے
نمائش کی ہی کہ سلطنت وفرمان روائی وابہت وکشور کشائی سے مقصود یہ ہی کہ مراسم شبانی کی تقدیم اور لوازم
پاسبانی کا اقدام ہو۔ نہ یہ کہ مال ومنال جمع کیا جائے اور حظوظ نفسانی ومستلذات جسمانی مین ڈوب جائے اسلئے

طریق سلوک اور سلوک طریق مجھ نیاز مند درگاہ آلہی کا یہ ہے کہ دوست و دشمن و خویش و بیگانہ سے مدارات و مواسات و معاطفت و مناسات کے کوئی دوسرا امر نہ کیا جائے اور ہمیشہ عموم خلائق و جمہور انام کی ترفیہ احوال اور آسودگی اوضاع مین دل کو مصروف اور اس مقصد بلند و مطلب ارجمند مین توجہ کو معطوف رکھے حق جل و علا گواہ ہے وکفی باالله شهیدا کہ ممالک ہندوستان جسکو ربع مسکون کے سیاح چاردانگ عالم کہتے ہین تین طرف سے دریائے محیط سے ملا ہوا ہے انکی تفتیح و تسخیر مقتضا ہوا و ہوس نہین ہوئی ہے بلکہ ہماری ہمت کے پیش نہاد مظلومون کی رعایت اور بیکسیون کی حمایت کے سوا کوئی اور امر نہ تھا یہی سبب ہے کہ جسطرف عنان عزیمت معطوف ہوئی فتح و نصرت نے استعجال کے ساتھ استقبال کیا آپنے جو رسل و رسائل کے ارسال کے موانع کے باب مین ایماء کیا تھا اس باب مین عقل کے نزدیک کچھ نہ کہنا کہنے پر ترجیح رکھتا ہے۔ اس قطعہ پر جو اجلۂ اکابر دین سے منقول ہے کفایت کرتا ہون **قطعہ**

قِیْلَ اِنَّ الاِلٰہَ ذُوْ وَلَدٍ	قِیْلَ اِنَّ الرَّسُوْلَ قَدْ کَھَنَا
مَا نَجَا اللّٰہُ وَ الرَّسُوْلُ مَعًا	مِنْ لِسَانِ الْوَرٰی فَکَیْفَ اَنَا

الحمد للہ کہ جب سے پیدا ہوا ہون اور مجھے سلطنت ملی ہے ہمیشہ منہج قویم ملت و دین و مسلک مستقیم حق و یقین میرے مد نظر رہا ہے بموجب الملک والدین توامان ہماری سلطنت کی ترقی ہماری کمال دینداری پر دلیل قاطع و حجت ساطع ہے۔ خدا تعالے سب کو اپنی مرضیات مین راسخ دم و ثابت قدم رکھے مین نے ہمیشہ یہ چاہا کہ کل خلائق لوازم عبادت آلہی و مراسم معاش خیر خواہی مین سعی کرین ان ممالک وسیع کو مین نے اہل ایمان کا ساکن مواطن بنایا اہل کفر خذلان کے معابد و کنائس کو مساجد طاعت و مشاعر عبادت اہل ایقان کا کیا۔ الحمد للہ کہ جیسا دل چاہتا تھا ویسا ہی التیام و انتظام حسب مدعا سامان و سرانجام ہوا جنود ہنود کے گردن کشون نے حلقۂ اطاعت گوش انقیاد مین کھینچا اور ہماری لشکر مین داخل ہوئے اور طوائف انام مین ارتباط و انضباط پیدا ہوا۔ یہ بھی پیش نہاد ہے کہ جب یہان کی مہمات کلی سے فراغ حاصل ہو تو جزائر دریائے شور مین کہ کفار فرنگ نے سر اٹھا رکھا ہے اور حرمین شریفین کے زائرون پر دست تعدی دراز کر رکھا ہے اور انکی ایک جماعت جمع ہوکر زائر و تاجر کی سنگ راہ ہوتی ہے خود توفیق ایزدی سے متوجہ

ہو کر اس راہ کو خار وخس سے پاک کرے مین نے یہ سُنا ہے کہ والی ایران سے بعض امرا اسکے پھر گئے ہین میرا ارادہ ہے کہ ایک بیٹے کو شاہ ایران کی حمایت کے لیئے بھیجون اور جب تک کہ انکی معاندت سے خاطر جمع نہو گی اور امر پر متوجہ نہون۔ الحال سلطان روم نے اپنے باپ دادا کے عہود ومواثیق کو بالکل معدوم سمجھ کر عراق پر کئی دفعہ فوج کشی کی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ شاہراہ سنت وجماعت سے شاہ ایران نے انحراف کیا ہے لیکن محض خاندان نبوت سے انتساب رکھنے کے سبب سے ہم اسکی معاونت پر متوجہ ہین۔

اس زمانہ مین سُنا ہی کہ ہمارے پاس فرمانروا ے ایران نے علی قلی سلطان ہمدانی او غلی کو تحف وہدایا کے ساتھ کمک ومدد کی التماس کرنے کے لیئے بھیجا ہے اس لیئے ہم پر واجب ولازم ہے کہ عراق وخراسان کیطرف جائین امید ہے کہ حدود خراسان مین آپ سے ملاقات ہو اور پھر حاکم عراق وخراسان کی امداد وکمک کے باب مین جو ہماری اور آپ کی رائے ہو وہ کیا جائے گا۔

ایک تیسرے مکتوب مین بادشاہ اپنے خیالات مذہبی کو اس پیرایہ مین بتلاتا ہے کہ عقل کو کہ خاتم کبریا کا فروزہ ہے معطل نہ چھوڑنا چاہیئے ہمیشہ مسالک معاش ومعاد مین اس سے استعانت واستمداد طلب کرنی لازم ہے خصوصًا اس صحبت مین کہ سیاہ دل لکھے پڑھے سیہ کار تیرہ درون اپنی جاہ وزبردستی وخودی وخود پرستی کی خواہش مین کاغذ پر آنکھون کو سی کر فرمان آسمانی ونامۂ جاودانی کو کہ خدا کا فرستادہ اور پیغمبر کا رسانندہ ہے شاہراہ سے پھرا کر اور رنگ سے دکھاتے ہین محملات نصوص کی تاویلات وتسویلات کر کے چاہتے ہین کہ فرمان روائی اور کارگذاری مین شریک پادشاہی ہون اس سبب سے دل دانش گزین ہمیشہ مرضیات الٰہی کی تحصیل مین رہتا ہے چونکہ ہر باب مین بہت سے اختلافات سننے مین آتے ہین مطالب علمی وعملی مین دلائل وبراہین کی طلب کرتا ہون۔ ہمیشہ غوامض مسائل دین کا استکشاف ومقاصد مجتہدین کی تنقیح وعقائد سلف کے مستنبطات اور تاویل خلف کے ماخذ اور موارد خلاف کا تفحص اور مواقع اختلاف کا تصفح کرتا رہتا ہون اور منشا خلافی جو اس ایک ہزار سال مین علما امت کے درمیان متنازعہ فیہ ہین اور جنکی تفصیل کتب متداولہ مبسوطہ و مشتمل ہین دریافت کرتا ہون۔ مبادی احوال مین اس باب مین گفتگو ان تا دانونکی کساد بازاری وبے رونقی کا سبب ہوئی جو تلبیس وتزویر کر کے ارباب دانش کے لباس مین آکے

اپنا اعتبار پیدا کرتے ہین .... اور اُن ارباب دانش کا اعتبار بڑھا کر اس طائفہ کے سبب سے کونے مین بیٹھے تھے اس جماعت نادان دانا نما نے اپنی قبح سریرت و سوء سیرت کے سبب سے ہماری نسبت بعض مقدمات نالائق کو شہرت دی جو امراے بنگالہ کی مزید اغوا کا سبب ہوئی یہ امرا ممالک شرقیہ ہندوستان مین مقرر تھے اور انکی بدطینتی و کم فطرتی کے سبب سے بغاوت کا ارادہ انکے جوہر دماغ کو فاسد کرتا تھا۔ مدت سے وہ اپنے گھر سے دور تھے اور گھر آنا نہین چاہتے تھے اور باغی ہو جانا چاہتے تھے انھون نے ہماری نسبت یہ مشہور کیا کہ بادشاہ کبھی دعائے الوہیت کرتا ہے کبھی دعوائے نبوت۔ اس سے وہ خود ہی خاص و عام مین رسوا ہوئے فی الواقع جناب کبریائے آلہی کی ساحت مقدس مین امکان کے خس و خاشاک کو کیا نسبت ہے اور نبوت کے سراپردہ عصمت مین ہوا و ہوس کے پابندوں کو کیا مناسبت ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ آپکی مجالس مین ایسی باتون کا ذکر ہوتا ہے۔ الحمدللہ والمنۃ کہ مین ہمیشہ فرمودۂ خدا و پیغمبر پیش دید دانش رکھتا ہون اور میری خوش نصیبی کی روز افزونی میرے اس حال کی گواہ ہے۔ اللہ تعالی سب کو اپنی مرضیات مین ثابت قدم و راسخ دم رکھے۔ چونکہ ساری ہمت سلاطین عادل کی رضائے خالق و آسودگی خلائق مین مصروف ہوتی ہے اُن کو اسطرح سلوک کرنا چاہیے کہ خلق خدا ارباب شرارت کے آسیب سے امن مین رہے اور عبادت آلہی کے لوازم مین اور معاش خیرخواہی کے مراسم مین فارغ البال رہین محض خلق خدا کی رفاہیت کے لئے اس تیس سال مین زمین ہندوستان کے پاک کرنے مین ایسی کوشش کیگئی ہے کہ کتنے فرمانروا راجاؤن کی و نا سزا سرکشونکی دشوار جایئن ہاتھ آیئن اور کل سرانجام ایسے شائستہ طور سے کیا گیا ہے کہ بدکیش ہندوؤن کے بتخانے خدا اندیش درویشون کی خانقاہین ہو گئی ہین ناقوس کی آواز کی جگہہ بانگ نماز بلند ہوتی ہے۔

شہنشاہ ایران کے ساتھ مراسلت

شہنشاہ اکبر کی خط و کتابت شاہ ایران سے بھی ہمیشہ رہتی تھی چنانچہ ۹۶۹ھ مین شاہ طہماسپ کا ایلچی آیا تھا اور ۱۰۰۲ھ مین شاہ عباس بادشاہ ایران کا ایلچی یادگار سلطان شاملو آیا۔ بادشاہ نے اسکے ہاتھ یہ نامہ لکھا جسکے اندر وہی باتین لکھی ہین جو شاہ توران کے مکاتیب مین لکھے ہین مگر یہ ایک نئی بات ہے وہ لکھتا ہے کہ جن دنون مین پنجاب مین تھا مگر یہ عزم ہوا کہ ماوراء النہر کہ میرا ملک موروثی ہے جاؤن

یہ ملک بھی میرے تصرف مین آجائے اور خاندان نبوّت کی معاونت بطرز دلخواہ ہو جائے۔ لیکن اس اثنا رمین عبداللہ خان والی توران کے متواتر خط محبت طراز آ۔ ئے۔ کاردان ایلچی بھیجکر وہ محرک سلسلہ صلح وصلاح وموسس وداد ووفاق کا ہوا۔ چونکہ ناموس اکبر شریعت غرا اور قسطاس اعظم بیضا ضیا مین ایسے شخص سے لڑنا جو صلح چاہے ناپسندیدہ وناسنجیدہ ہے اس سبب سے ہم اس خیال سے باز آئے شاہ ایران اور شاہ توران سے جو خط وکتابت جاری رہے اور طرفین کے ایلچی اور تحفے تحائف آتے جاتے رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پادشاہون مین ہمیشہ اتحاد ووداد کی نیت رہی عبداللہ خان اوزبک ہمیشہ اس لیئے خوش ہوتا رہا کہ شہنشاہ اکبر سے اتحاد رکھتا ہے۔

شاہزادہ سلیم کی پیدائش اور اسکی ناہنجاریان

ہم پادشاہ کی اولاد اور ازواج کا حال بعد اس کی وفات کے ذکر کرینگے۔ اسوقت صرف شاہزادہ سلیم کی پیدائش اور اسکی ناہنجاریون کا ذکر کرتے ہین۔

پادشاہ کے دو بیٹے حسن وحسین توام ۳ ربیع الاول ۹۷۲ھ کو پیدا ہوئے اور ایک مہینے جی کر مان باپ کو داغ دے گئے اس لیئے انکے زندہ نہ رہنے سے پادشاہ کو بیٹے کی نہایت تمنا تھی قصبہ سیکری مین شیخ سلیم کی خداشناسی وایزد پرستی وریاضت کشی وحقیقت ورزی کے انوار چمک رہے تھے شیخ کے قرب وجوار مین ایک محل بنوایا اور اسمین بیوی جودہ بائی مریم الزمانی جو حاملہ تھی بھیجدیا کہ شیخ مولود کے زندہ رہنے کی دعا خدا سے مانگے۔ سوا اسکے تغیر مقام اور تبدیل مکان کی حکمت بھی پیش نظر تھی روز چہار شنبہ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو شاہزادہ پیدا ہوا اس کا نام شیخ کے نام پر سلیم رکھا گیا مگر پادشاہ اس کو پیارے شیخو بابا کہتا تھا۔ اس وقت پادشاہ آگرہ مین تھا۔ یہان بیٹے کی خوشی مین سات۔ ۔ ۔ ۔ روز جشن رہا قیدیون کو پادشاہ نے رہا کیا۔ بہت کچھ انعام اکرام دیا۔ اس شہزادہ کی پیدائش کی تاریخین دُر شہوار لجہ اکبر درّے برج شاہنشاہی۔ خواجہ حسن مروی نے یہ ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع ہم نقل کرتے ہین اسکی ہر بیت کے مصرعہ اول سے

پادشاہ کے جلوس کی اور مصرعہ دوم سے شاہزادہ کے ولادت کی تاریخ نکلتی ہے۔ ۵

للہ الحمد از پے جاہ و جلال شہریار گوہر مجد از محیط عدل آمد برکنار

پادشاہ نے اس قصیدہ کے صلہ مین دو لاکھ ٹنکہ دیئے۔ پادشاہ نے یہ منت مانی تھی کہ اگر بیٹا پیدا ہوگا تو پیادہ پا اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کو جاؤنگا چنانچہ وہ جمعہ ۲ر شعبان ۹۷۷ھ مین دار الخلافہ آگرہ سے پیادہ پا زیارت کو گیا اور وہان چند روز توقف کیا بہت روپیہ مجاورون کو بانٹا۔ ایک جماعت حضرت کی اولاد ہونے کا دعوےٰ کرتی تھی اس کا رئیس شیخ حسین تھا وہ سب نذر کے روپیے پر متصرف ہوتا تھا۔ اس مین اور درگاہ کے اور مجاورون کے درمیان جھگڑا ہوا۔ مجاورون نے دعوے افرزندی کی تکذیب کی پادشاہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ فرزندی کے دعوے کی کچھ اصل نہین ہے۔

شاہزادہ سلیم کی عمر جتنی زیادہ ہوتی گئی اُتنا ہی وہ بد آزاری مین بڑھتا گیا ۱۰۰۷ھ مین جب پادشاہ دکن کو گیا ہے تو اس سبب سے کہ سفر دور و دراز کا تھا۔ سلطان سلیم کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ اور شاہنشاہی کا خطاب دیا۔ اور اس نظر سے کہ اودے پور کے رانا کی سرکشی کا علاج خاطرخواہ ہو صوبۂ اجمیر اُسکے یتول مین دیا اور راجہ مان سنگہ اُس کے خسر پورہ اور شاہ قلیخان محرم کو اُسکے ساتھ کیا کہ اپنی رائے صائب اور رزم آزمائی سے اُس کی امداد کرین۔ فیل و جوا ہراور ایک لاکھ اشرفی سے مفتخر کر کے رخصت کیا۔ راجہ مان سنگہ کو پادشاہ نے صوبۂ بنگالہ سے تبدیل کیا تھا اب اس کو بدستور سابق بحال کر کے یہ حکم دیا کہ خدمت شاہنشاہی (شاہزادہ) کو خدمت پادشاہی پر تقدیم دے اور اپنے بڑے بیٹے جگت سنگہ کو یا کسی اور کو جو اس کے نزدیک مناسب ہو بنگالہ کی نگہبانی کے لیئے اپنا نائب مقرر کر کے بھیجدے۔ ایک ہی ساعت مین پادشاہ دکن کو اور شاہزادہ اجمیر کو روانہ ہوا۔ سلیم تن آسانی اور بادہ پیمائی اور بدہمنشینی کی وجہ سے اجمیر مین عیش و آرام مین مصروف ہوا پھر سیر و شکار کرتا ہوا اودے پور مین آیا رانا نے دوسری طرف سے نکل کر شورش اُٹھائی اور مالپورا اور بعض اور آبادیون کو لوٹ مار کے

شہزادہ سلیم کی ناہنجاریان

ستیاناس کیا۔ بھان گیرنے ماد ہوسنگھ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ رانا پھر کوہسار مین فرار ہوا اور اس بازگشت مین اُسنے لشکر شاہی پر شب خون مارا۔ رضاقلی۔ لالہ بیگ۔ بہادر بیگ الف خان اس سے ایسے لڑے کہ وہ بھاگ گیا۔ پھر لشکر شاہی نے رانا کے ملک کو کھوند مارا ہزارون کو ہلاک کیا اوران کے جورو بچون کو قید کیا پہلے اس سے کہ سلیم اس اپنی خدمت کو شائستگی کے ساتھ انجام دے ناشائستہ آدمیون کی رہنموئی سے خودسری کا خیال دلمین سمایا اور پنجاب کا ارادہ اُس نیت سے کیا کہ طبیعت کے موافق خوب کام کرے کہ۔ ناگاہ بنگالہ کی خبر آئی کہ وہان افغانون نے شورش مچائی ہے اور راجہ کے نائب نے شکست پائی ہے جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہین۔ شاہزادہ نے اپنے ہمراہی امیرون مشورہ کیا کہ بنگالہ کا قصد کرنا چاہیئے بعض فتنہ جو اور واقعہ طلب امیرون نے اس کو یہ صلاح بتلائی کہ بادشاہ دکن گیا ہوا ہے اسکی فتح بغیر اس کا یہان یکایک آنا بھی عزیمت شاہانہ سے دور ہے اگر اس وقت راجہ مان سنگہ کو بنگالہ رخصت کیجئے گا۔ وہان کا فساد مٹ جائے گا اکبرآباد کی طرف متوجہ ہو جیئے اور وہان کے سیر حاصل خالصہ کے پرگنات اور محال پر قبضہ کیجئے اس ضلع کے اور جاگیردارون پر اختیار حاصل کرکے خزانہ جمع کیجئے تو نہایت مناسب ہوگا۔ احباب کی اس مصلحت خام کو سلیم نے بہ تقاضائے ایام شباب مان لیا۔ راجہ مان سنگہ کو بنگالہ بھیجا راجہ نے بھی شاہزادہ کی بازگشت مین اپنا عین مدعا سمجھا کہ بنگالہ کا بندوبست ہو جائے گا شاہزادہ رانا کی مہم کو موقوف کرکے اکبرآباد کا عازم ہوا اور راہ مین تمام شاہی محالون اور جاگیردارون پر قبضہ و تصرف کرتا ہوا غرہ مرداد ۵ ۱۰۰۹ھ کو جمنا کے کنارہ پر اکبرآباد سے چار کوس پر آپہونچا۔ قلیج خان کی حراست مین اکبرآباد کا قلعہ تھا وہ بڑا صاحب تدبیر و عاقل مشہور تھا وہ قلعہ سے باہر آیا اور صدق اخلاص سے سلیم کو نذر دی اور ایسی اپنی خیرخواہی بادشاہ کے ساتھ ظاہر کی اور شاہنشاہی کی نابندی سے بازرہنے کی رہنمائی کی شورش انگیز واقعہ طلبون نے اس کو ہرچند سمجھایا کہ قلیج خان کو وہ قید کرلے جس سے اکبرآباد کا قلعہ آسانی سے ہاتھ آجاوے گا۔ وہ دفائن اور خزائن سے مالامال

ہے۔ مگر شاہزادہ نے اُن کی اس بات کو نہ مانا اور قلیچ خان کو قلعہ کو واپس کیا اور حکم دیا کہ قلعہ کا سب طرف سے خوب بند و بست کرے۔ شاہزادہ کی دادی مریم مکانی کو اُس کی اس نافرمانی پر تعجب تھا اُس نے اس پوتے کو بیٹے کی طرح پالا تھا وہ قلعہ اکبر آباد سے پوتے کے سمجھانے کو باہر آئی۔ پوتے نے جب یہ دادی کا آنا سُنا تو وہ کشتی مین بیٹھ الہ آباد روانہ ہوا ملاحون کو انعام دیا کہ کشتی کو تیز چلایئن اور لشکر کو خشکی کی راہ سے الہ آباد روانہ کیا۔ دادی آزردہ خاطر ہو کر قلعہ اکبر آباد مین واپس چلی آئی۔ غرہ صفر ۱۰۰۹ھ کو پوتا قلعہ الہ آباد مین آگیا۔ یہان اُن کر آس پاس کے صوبون اودہ اور بہار پر قبضہ کر کے کل محال شاہی اپنے سرکار کے ملازمون کو دے دین اور سب جگہہ اپنی طرف سے حکام مقرر کیے۔ اپنے کوکہ شیخ جیون کو صوبہ بہار اور قطب الدین خان کا خطاب عطا کیا اور لعل بیگ (لالہ بیگ) کو سرکار جون پور عنایت ہوئی اور تم بہادر (نسیم بہادر یا ینیم بہادر) کو سرکار کالپی مرحمت ہوئی۔ اور دیوان کھنسور خزانچی پاس جو صوبہ بہار کی خالصہ کی آمدنی کا بیس لاکھ روپیہ تھا وہ اپنے تصرف مین لایا۔ جب دکن مین باپ کے کانون تک بیٹے کے ان کوتکون کا حال پہونچا اور یہان لشکر کے خیمے خیمے مین یہ خبر منتشر ہوئی اور خاص و عام کی زبان زد ہوئی اور یہ وقائع اُسنے متواتر و مکرر سُنے اور اسی اثنا مین شہزادہ دانیال کے انتقال کی خبر آئی۔ ابتدا سے بادشاہ کو بہ نسبت اور فرزندون کے اس بڑے بیٹے سے زیادہ محبت تھی اور اور بیٹون کے مرنے سے یہ محبت زیادہ تر ہو گئی تھی کہ وہ عقل و تحمل کے سبب سے ان خبرون کے سننے سے ناراض نہوا بلکہ پدرانہ شفقت اور لطف سے فرمان عنایت آمیز لکھا اور محمد شریف پسر خواجہ عبدالصمد شیرین قلم کے ہاتھ بھیجا وہ بادشاہ کا ہمدرس اور ہمباز تھا اور کلمات لطف آمیز بھی زبانی اُسسے کہلا بھجوائے کہ جسنے معلوم ہو کہ شفقت و محبت کا اظہار اور دیدار کا اشتیاق اور طلب حضور عالی سرور کے ساتھہ ہوا ہے۔ جب محمد شریف وہان گیا تو اس نے

استقبال کیا اور فرمان کے لوازم تعظیم بجا لایا اور باپ کی قدمبوسی کا ارادہ کرکے اپنے همرازہمدمون سے مصلحت پوچھی توان بدکارون کی بدمشورت سے جانے پر جرائت نہوئی اور محمد شریف کو واپس نہ جانے دیا۔ اس نے شاہزادہ کی ایسی خوشامد کی کہ اس کو وکیل السلطنت مقرر کیا۔ جب از سر نو محمد شریف کے ساتھ اس سلوک کی پادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ اس فتنہ خانہ خیز کے مٹانے کو مہم دکن سے اہم سمجھا اور ملک دکن جس مین اسکے چند روز رہنے سے کام اچھی طرح تمام ہوجاتا۔ ۱۵ ار اردی بہشت ۱۰۰۹ھ کو اُس نے چھوڑا اور اس ملک کی کارسازی کو خانخانان کی مردانگی وکاردانی اور ابوالفضل کی جان سپاری پر چھوڑا اور ۲۰ ر امرداد ۱۰۰۹ھ کو اکبر آباد مین وہ آگیا اندنون مین شاہزادہ نے خواجہ عبداللہ کو عبداللہ خان کا خطاب دیا اور شہریور ۱۰۰۹ھ کو تیس چالیس ہزار سوار اور مصالح کارزار اور فیلان نامدار کے ساتھ اکبر آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ظاہر مین یہ کہا کہ مین باپ سے ملنے جاتا ہون مگر دل مین وہ خیال تھا جو سلطنت پژوہی اور ملک جوئی کو لازم ہے بہت سے امراءِ حضور کی جاگیرون کو لوٹ لیا یعنی اُن امیرون کی جاگیرون کو جو پادشاہ پاس موجود تھے۔ جب آصف خانی جاگیر اٹاوہ مین آیا تو آصف خان نے ایک عرضداشت پادشاہ کے ایماء سے لکھکر اور ایک لعل گران بہا اپنے وکیل کی معرفت شاہزادہ کی خدمت مین بھیجا اس پر شہزادہ نے اس کی جاگیر سے کوڑی کوڑی وصول کی۔ پادشاہ پاس چارون طرف سے ہر ہفتہ مین کیا بلکہ ہر روز شاہزادہ کی فتنہ افزائی کی ناخوش خبرین اور عرضداشتین آئین امراءِ حضور نے جن کی جاگیرین صوبہ بہار مین ضبط کی تھین اور خصوصاً جعفر بیگ خان نے جو دیوانی کی خدمت رکھتا تھا نالشین زیادہ کین۔ پادشاہ ان کے جواب مین اپنے فرزندون کے باب مین سوائے کلمات لطف آمیز و محبت و شفقت افزا کے کچھ اور زبان پر نہ لایا۔ جب فرمان دین حد سے گذرین اور سلطنت مین ایک برہمی پیدا ہوئی

شاہزادہ کا اٹاوہ مین آجانا

اور شاہزادہ کی اٹاوہ سے کوچ کی خبر پادشاہ نے سُنی کہ وہ اس آئین سے آتا ہے تو اسکو بیٹے کے دیکھنے کی حسرت جاتی رہی بلکہ ایک وحشت و تفرقہ دل مین پیدا ہوا اور بیٹے کو ایک فرمان باپ نے اس مضمون کا لکھا کہ تجھ فرزند کا اس لشکر انبوہ اور فیلان پر شکوہ کے ساتھ آنا ہمارے دل مین کچھ اور خیال پیدا کرتا ہے۔

باپ کے گھر مین بیٹے کا آنا اس شوکت و حشم کے ساتھ اگر رسم کے طور پر ہے اور اس سے مطلب تجمل کا دکھلانا اور عرض لشکر ہے تو اس کا مجرا ہو گیا۔ آدمیون کو اپنے محال جاگیر مین رخصت کرو اور جریدہ ہمارے پاس آؤ اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ بدخواہون کی بادہ گوئی سے ہمارے دلمین تمھاری طرف سے وسوسہ و توہم ہے تو وہ ہرگز نہین ہے۔ لیکن اگر تم کو وہم ہو اور تمھارا اطمینان خاطر نہو تو الہ آباد الٹے چلے جاؤ اور جب دل صاف ہو جائے تو ہمارے پاس مقرری دستور کے موافق جریدہ چلے آؤ اور میری آنکھون کو اپنے دیدار سے منور کر دو۔ جب یہ فرمان آیا تو وہ ششدر و متحیر و اندیشہ مند ہوا۔ اور اٹاوہ سے میر حیدر کے ہاتھ پادشاہ پاس عرضداشت اس مضمون کی بھیجی کہ مین کس آرزو اور تمنا سے قدمبوس کے لئے حاضر ہوا تھا اب مجھے یہ حکم ہوتا ہے کہ الہ آباد کو الٹا چلا جا۔ اس کا مجھے کیسا افسوس ہے کہ میرے اخلاص و محبت کی تاثیر حضور کے دل پر نہ ہوئی اور فتنہ سرشتون کی بادہ گوئی کا اثر وہ ہوا کہ میری طرف سے دل بدگمان ہوا اور مجھے کچھ دنون ملازمت کی سعادت سے محروم رکھا۔ مجھے امید ہے کہ میرا صدق باطن حضور کی خاطر غیب ناظر پر جلوہ گر ہوگا۔ بعد اسکے چند روز اٹاوہ مین مقیم رہ کر اُسنے الہ آباد کے سفر کا نقارہ بجایا۔ حقیقت مین اکبر کی برابر کوئی پادشاہ فرزند نواز کمتر ہوا ہوگا اس لئے اس زمانہ مین ایک اور فرمان بیٹے پاس یہ بھیجا کہ صوبہ بنگالہ اور اڈلیسہ ہم نے اسکو مرحمت کیا۔ اپنے آدمی بھیجکر وہان بندوبست کرے اور راجہ مان سنگھ کو بھی لکھا کہ صوبہ بنگالہ شاہزادہ کے وکلاء کو سپرد کر کے خود ہمارے پاس چلا آئے۔ اس عنایت سے پادشاہ کی یہ غرض تھی کہ اُسکی طرف سے کوئی دغدغہ و وسوسہ بیٹے کے دل مین نہ رہے

مگر شاہزادہ نے اس عنایت کا شکریہ اور اس کے نہ قبول کرنے کا عذر لکھا۔ اپنے سردارون اور اپنی جمعیت کو جُدا کرنا مصلحت نہ سمجھا۔ الہ آباد مین توقف کیا اور جو سلاطین اور فرمانروایون کے دستور ہین وہ عمل مین لایا۔ منصب و اضافہ و خطاب و نقارہ و جاگیر عطا کئے اور امرا حضور کی جاگیرون مین اپنے حاکم مقرر کیئے۔

انھین دنون ابوالفضل کو اس نے قتل کرایا جس کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہین۔ جہانگیر نے اپنے جہانگیر نامہ مین خود لکھا ہے کہ ابوالفضل ملحدون کا مقتدا تھا اور میرے باپ کے نام نامی کی بدنامی کا باعث تھا اس لئے مین نے اس کا کام تمام اس تدبیر سے کیا۔

باپ بیٹون کا ملاپ ۱۰۱۲ ہجری

پادشاہ کی اس تقصیر سے وہ دل ہی دل مین ناراض و ناخوش تھا مگر مریم مکانی اور گلبدن بیگم نے شاہزادے کے گناہون کی بخشایش کی درخواست کی اس کو پادشاہ نے قبول کیا وہ جانتا تھا کہ شاہزادہ ابوالفضل کے قتل کرانے سے نہایت محجوب ہے اس لیئے اُس نے اپنی بیوی سلطان سلیمہ بیگم کو کہ دانائی و کاردانی و سخن سنجی مین سحر آفرین تھی بیٹے کی تسکین و ہدایت و دلجوئی کے لیئے بھیجا اور تحفہ تحائف بھی اسکے ساتھ کئے۔ باپ بیٹے کو ہمیشہ اقمشہ و ماکولات و ملبوسات بھیجنے سے یاد شاد کرتا رہتا تھا اور بیٹے کا علاج حکیمانہ لطف کے مرہم اور تدبیر کی دوا سے کرتا تھا۔ شاہزادہ دو منزل پر بیگم کے استقبال کو آیا اور آداب فرزندی بجالایا۔ بیگم نے اسکے دل سے بالکل زنگ کدورت کو دھو دیا اور اپنے ساتھ لے کر اکبرآباد کی عازم ہوئی۔ جب وہ حوالی دارالخلافت اکبرآباد کے قریب آئی تو شاہزادہ نے ایک عرضداشت دوست محمد کے ہاتھ بھجوائی جس کا مضمون یہ تھا کہ اس خداوند حقیقی اور خدای مجازی نے اس بندہ کی تقصیرات کو معاف کیا امیدوار ہون کہ حضرت مریم مکانی کو ارشاد ہو کہ وہ فرزند پروری فرماکر نیازمند کو پادشاہ کے پاس پہنچا دین۔ تاکہ میرے دل مین کوئی وہم نہ آوے۔ اور یہ بھی حکم ہو کہ منجم کوئی ساعت سعید میرے قدمبوسی کے لیے مقرر کرین پادشاہ نے پوتے کا پیغام دادی سے کہہ دیا اُس نے قبول کیا اسکی اطلاع پادشاہ نے بیٹے کو کی اور ساعت کے

باب مین یہ اشعار جعفر بیگ آصف خان کے لکھے

اے جستہ زما بر سم عادت ساعت	ادراک وصال را چہ حاجت ساعت
از وصل کند کسب سعادت ساعت	ساعت چہ کنی بہانہ ساعت ساعت

دوست محمد کو یہ نوازشنامہ دے کر رخصت کیا۔ بعدازان مریم مکانی ایک منزل آکر پوتے کو اپنے گھر لے گئی اور اسی کی دولت سرائے مین قران السعدین ہوا۔ بیٹا باپ کے قدمون مین گرا۔ باپ نے اُسے گلے لگایا۔ اور پھر اپنے گھر لایا۔ نقارہ شادمانی بجا۔ دور و نزدیک نشاط وانبساط کا آوازہ بلند ہوا بیٹے نے باپ کی نذر مین بارہ ہزار مہر اور ۹۷۷ زنجیر فیل پیش کش کے طور پر دیئے۔ ان مین سے ۳۵۴ ہاتھی پادشاہ نے لیئے باقی بیٹے کو واپس دیئے۔ ایک عمدہ ہاتھی عطا کیا اور اپنی دستار اسکے سر پر باندھی اور جانشینی کی نوید سنائی۔ پادشاہ نے شاہزادہ کو پہلے رانا کی مہم کے انصرام کے لیئے بھیجا تھا جس کو ناتمام چھوڑ آیا تھا اب پادشاہ کا ارادہ ہوا کہ وہی اس مہم کو تمام کرے اس لئے پھر یہ مہم اسکے نامزد ہوئی دسہرہ کے جشن کے ۱۲ مہر کو اس کو بہت سی نصیحتین کر کے روانہ کیا اور امرائے نامدار کی جماعت اس کے ہمراہ کی جب شہزادہ فتحپور مین آیا چند روز اسباب ضروری کی تیاری مین توقف ہوا اس کار دشوار کے لیئے جتنے خزانے کی ضرورت تھی ارباب دخل نے اسکے سرانجام دینے مین بیجا استادگی کی ناگزیر شاہزادہ نے پادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ مین تو حکم شاہی کو نمونۂ حکم الٰہی جان کر اس خدمت پر دل و جان سے مشغول ہوا مگر کفایت مندون نے وہ سامان جس سے یہ مہم سرانجام پاتی نہین تیار کیا۔ ناحق اوقات ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ حضور کو یہ بھی معلوم ہوا کہ رانا کوہستان سے نہین نکلتا ہے اور محکم جاؤن مین پڑا پھرتا ہے لڑتا نہین اسکے لئے یہ تدبیر ہے کہ کہ افواج شاہی ہر طرف سے جا کر کوہستان کو گھیر لے اور ہر فوج اسقدر ہو کہ جس وقت رانا لڑے تو اس سے دوچار ہو کر اس کو مغلوب کرے تو مین اس مہم مین عہدہ برآ ہو سکتا ہون۔ اگر شد و لتخواہون نے کچھ اور صلاح سوچی ہے تو بندہ کو اجازت ہو کہ مین حضور

شہزادہ کا مہم رانا کے لئے مقرر ہونا اور اُس کا عذر مقبول ہونا سنہ ۱۰۰۸ — ۴۴

کی قدمبوسی حاصل کرکے اپنی جاگیر مین جاؤن میرے آدمی نہایت پریشان ہورہے
ہین وہان جاکر جمعیت فراوان جمع کرکے راناکے استیصال کے درپے ہون - پادشاہ نے
یہ عرضداشت لے کر بخت النساء بیگم اپنی ہمشیرہ کو شاہزادہ پاس بھیجکر زبانی یہ کہلا بھیجا کہ مین نے
تجھے نیک ساعت مین رخصت کیا ہے اور اخترشناس میرے پاس اس وقت آنے کو
نحس بتاتے ہین اس لیئے وہ الہ آباد جائے اور جس وقت چاہے ملنے چلا آئے - شاہزادہ
یہ حکم سُن کر خوش وخرم شرا بین اُڑ آنا متھرا کے پاس سے جمنا پار اُتر کر الہ آباد مین آیا - اکبرنامہ
کے ضمیمہ مین لکھا ہے کہ یہ اجازت اور تجویز دوری پادشاہ کی عنایت تھی ظاہر مین سلیم
ملک داری اور دارائی سے بیگانہ تھا مگر خدا کو اس کا پادشاہ بنانا منظور تھا - دادار کردگار
کی جناب کبریائی مین کردار پر نظر نہین ہوتی -

آنجا کہ عنایت تو باشد باشد　　ناکردہ چو کردہ کردہ چو ناکردہ

ایسی باتین اہل ہند کو بہت پسند ہین کہ خدا یونہی ٹکر لبیس کام کرتا ہے -

پادشاہ کو اس شاہزادے کی خاطرداری کا پاس تھا موسم زمستان مین ایک پوستین روباہ
سیاہ اور دوسرا روباہ سفید کا بھیجا شاہزادہ نے اس کا شکرادا کیا -

جب شاہزادہ سرحد الہ آباد مین پہونچا تو وہی رویہ سابق اختیار کیا اور امراء حضور کے
جاگیرداروں کو تبدیل کیا اور الہ آباد مین بدھمنشینی وخوشامد دوستی طبیعت پرستی وخودسری
اور درشتی نافرمانی ناستودہ کرداری اختیار کی -

واقعہ طلب فتنہ جو ہنگامے فساد کے برپا کرنے مین تقصیر نہین
کرتے تھے - پادشاہ شنیدہ کو ناشنیدہ خیال کرتا تھا -

عبداللہ خان جو شہزادہ کا پیش آوردہ تھا کبھی کبھی اسکو کلمات نصیحت
آمیز سنایا کرتا تھا جب وہ مفید نہوے اور اس کی شریف خان وکیل سلطنت
سے نہ بنی تو وہ وقت پاکر پادشاہ کے پاس چلا آیا انھین دنون مین والدہ خسرو کہ راجہ

شہزادہ کی بدچلنیان اور پادشاہ کا قصد الہ آباد جانے کا ۱۰۱۳ھ ۴۹ جلوس

مان سنگھ کی بہن تھی سودائی ہوگئی تھی اس کا بیٹا خسرو تھا جو شاہزادہ محمد خرّم سے تین برس بڑا تھا وہ ناخلف تھا اُسکے اطوار ناہموار تھے وہ دادا سے باپ کی چغلیاں کھایا کرتا تھا اس سبب سے بھی ماں کا جنون زیادہ ہوا وہ بیٹے کو منع کرتی تھی کہ باپ کی غمازی نہ کرے وہ نہ مانتا تھا۔ اس غصہ میں اُس نے افیون کھائی اور جان گنوائی عبداللہ خاں کے جانے اور بیوی کے مرنے سے سلیم کو رنج ہوا۔ ان ایام میں شاہزادہ کی دلسوزی کے لباس میں بے غرض راست گویوں نے عرض کی کہ وہ ہمیشہ شراب کے نشہ میں مست رہتا ہے اور ایک لمحہ لب سے جام کو نہیں جدا کرتا۔ شراب کی ایسی عادت ہوگئی ہے کہ جب اُس کا نشہ کم ہوتا ہے تو اُس میں افیون ڈالکر پیتا ہے ان دو متوازی نشوں کے غلبہ سے دماغ میں خشکی اور طبیعت میں آشوب ایسا پیدا ہوگیا ہے کہ آدمیوں کو ادنیٰ قصوروں پر سخت سزا دیتا ہے چنانچہ ایک واقعہ نویس شاہی کسی مردخانہ زاد پر کہ بادشاہ کے خواص میں تھا عاشق ہوا اور یہ خواص کسی خدمتگار سے پیوند دلی رکھتا تینوں ساتھ دکن کی طرف اس ارادہ سے بھاگے تھے کہ سلطان دانیال کے لشکر میں زندگی بسر کرینگے۔ جب حقیقت حال پر شاہزادہ کو اطلاع ہوئی تو اُس نے آدمیوں کو بھیجکر تین چار منزل سے سب کو پکڑ بلوایا جس وقت اُس کا شعلۂ غضب بھڑک رہا تھا اسکے روبرو یہ تینوں آئے۔ اُس نے واقعہ نویس کا پوست اپنے سامنے کھچوایا اور خواص کو خواجہ سرا بنایا اور خدمتگار کو ایسا مارا کہ وہ مردہ ہوگیا اس قصہ کو ارباب غرض نے آب و تاب سے بادشاہ کے روبرو بیان کیا۔ بادشاہ کم آزار مہربان دل کو اس مردم آزاری سے دلی رنج ہوا اور زبان حقیقت بیان اور انصاف ترجمان سے فرمایا کہ ہم نے اتنی مدت کی جہانداری میں چینوٹی کے آزار دینے میں کوشش نہیں کی اور گوسفند کی کھال اُتارنے پر جو عجیب ظاہر گناہ نہیں ہے رضامند نہیں ہوئے ہمارا گرامی فرزند کیوں اس قسم کے کاموں پر جرأت اور قضاے ایزدی کی خرابی میں دلیری کرتا ہے اس سبب سے کہ جہانداری کو خودکامی و زیادہ سری وظلم پرستی و بے اعتدالی کی تاب نہیں ہے۔ شہزادہ کے ان اطوار سے

سخت آشفتہ ہوا اور یہ تجویز ہوئی کہ وہ خود الہ آباد جائے اگر شہزادہ اس کا استقبال کرے تو اسکی تقصیرات سے درگزر کی جائے اور پادشاہ اس کو اپنے ہمراہ لائے اور اگر کوئی اندیشہ تباہ اسکے سر میں ہو تو گوشمالی سے بیدار کیا جائے اس نیت سے دوشنبہ ۱۱ شہریور ۱۰۱۲ سنہ کو پادشاہ کشتی میں سوار ہوا۔ اتفاقاً کشتی ریگ میں آدھی رات کو بیٹھ گئی۔ ملاحوں کی سعی کچھ کام نہ آئی۔ صبح دوسری کشتی آئی اور اُس پر سوار ہو کر پیش خانہ میں وہ آیا۔ دوسرے روز آٹھ پہر تک موسلا دھار مینھ برسا کہ پادشاہی خیمے حباب معلوم ہونے لگے۔ اس ضمن میں مریم مکانی کے شدت مرض کی خبر آئی۔ مدت سے وہ عارضہ جسمانی میں مبتلا تھیں پوتے کی خبروں نے اور مرض روحانی پیدا کیا۔ پادشاہ کے جانے پر وہ راضی نہ تھی۔ پادشاہ نے اس گمان میں کہ شاید عارضہ نہ ہو اپنے لاڈلے پوتے سلطان خرم کو دادی کی خبر کو بھیجا وہ عیادت کے بعد پادشاہ پاس آیا اور عرض کیا کہ حضور کو دیدار واپسیں کا ثواب حاصل کرنا اور حضرت مریم مکانی کی خوشنودی منظور ہو تو جاکر دیکھ آئے پادشاہ ماں کی عیادت کو آیا اُسی روز اس کا انتقال ہوگیا وہ بیٹے سے کچھ بات نہ کرسکی پادشاہ نے اپنا بھدرا کرایا اور اُسکے دیکھا دیکھی کئی ہزار امیروں اور احدیوں اور نوکروں نے بھدرا کرایا پادشاہ نے اپنی ماں کے تابوت کو کندھا دیا اور گیارہ پہر میں دہلی میں اس کا جنازہ پہنچایا اور ہمایوں کے مقبرہ میں دفن کرایا۔

جس وقت سلیم کو باپ کے آنے کے ارادہ کی اور دادی کے مرنے کی خبر پہنچی تو بے تامل آگرہ میں وہ باپ کی خدمت میں دوڑا آیا معلوم نہیں کہ یہ جوش محبت تھا یا باپ کے ساتھ اس ماتم میں شریک ہونے کو فرض جانتا تھا یا یہ سمجھتا تھا کہ بغیر جانے کے سب کام بامراد نہ ہونگے غرض کوئی سبب ہو جب وہ باپ کی خدمت میں آیا تو اس نے گلے لگایا اور بہت رویا اور بہت کچھ سمجھایا اور یہ فرمایا کہ بادہ پیمائی کی کثرت سے تیرے دماغ میں فتور آگیا ہے مناسب ہے کہ تھوڑے دنوں دولت خانہ میں رہو اور کہیں نہ جاؤ

پادشاہ کا الہ آباد جانا اور مریم مکانی کا انتقال

شہزادہ سلیم کا پادشاہ پاس آنا

تاکہ تیرا علاج خاطر خواہ ہو۔ غرض بیٹے کو عبادت خانہ میں بٹھا دیا اور آدمی متعین کر دیئے
اور حکیم علاج کے لیے مقرر ہوئے بیٹوں اور بیویوں کو اُس پاس جانے کی اجازت تھی مگر
شراب کی سخت ممانعت تھی جو اس کو نہایت تکلیف دیتی تھی یہی اسکی بڑی سزا تھی مگر جو
حال بیٹے کے آشفتہ مزاجی کا سُنا تھا وہ نہ دیکھا حکیمانہ تدبیروں سے اُس کا مزاج اصلاح
پر آگیا تھا اس لیے دس روز بعد اس قید کو اُس پر سے اُٹھا دیا۔ بادشاہ پہلے شہزادہ دانیال
کے لیے اس تدبیر کرنے میں ناکام رہا تھا اس سبب سے اس کو رہا کر دیا۔ امیروں کی درخواست
سے بادشاہ نے ہاتھیوں کی لڑائی کا دن مقرر کیا۔ شاہزادہ سلیم کے ہاتھی گرانبار اور
خسرو کے ہاتھی آپ روپ کی جوڑ بندھی اور بادشاہ نے اپنا ہاتھی رن بھن کمکی مقرر کیا
یعنی جو ہاتھی مغلوب ہو اُسکی کمک کرے۔ فیل کمکی اور چرخی اور لوہ لنگر یہ بادشاہ کے
اختراع کیے ہوئے تھے جھروکہ میں لڑائی ہوئی۔ خسرو اور شاہزادہ سلیم گھوڑوں پر سوار
تھے اور شاہزادہ خرم دادا کی بغل میں بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا سلیم کا ہاتھی خسرو کے ہاتھی
پر غالب ہوا تو بادشاہ کا ہاتھی کمک کے لیے سامنے آیا تو سلیم کے آدمیوں نے فیلبان
کو منع کیا اور اُس پر ڈھیلے اور پتھر پھینک کر مارے اُسکی کنپٹی میں جا کر ایسے لگے کہ خون
نکل آیا۔ مگر فیلبان نے ہاتھی کو بھڑا دیا گو سلیم کے ہاتھی نے اس ہاتھی کو بھی ہرا دیا۔ دریا
میں دونوں جا کر ایک کشتی سے رُکے۔ یہ دیکھکر خسرو دادا پاس بھاگا گیا اور اس گستاخی
پر دادا کو باپ کی طرف سے بہت کچھ بھڑکا دیا بادشاہ کو بھی اپنے فیلبان کا خون نظر آیا
تھا یہ گستاخی ناپسند ہوئی۔ شاہزادہ خرم کو بادشاہ نے کہا کہ تم شاہ بھائی سے جا کر
کہو کہ شاہ بابا نے فرمایا ہے کہ یہ ہاتھی بھی تمھارا تھا پھر اُسکے فیلبان بچارے کی جان پر
یہ غضب و عتاب کیوں کیا اسکے جواب میں سلیم نے عرض کیا کہ مجھے آپ کے سر کی قسم
ہے کہ اسکی خبر بھی ہو۔ شاہزادہ خرم نے جو ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ دادا اور باپ میں بگاڑ
نہ ہو۔ باپ کا یہ پیغام آنکر عرض کیا۔

ہاتھیوں کی لڑائی سنہ ۱۰۱۳

بادشاہ کا بیمار ہونا

روز دوشنبہ ۲۰ رجمادی الاول ۱۰۱۴ھ کو بادشاہ کا مزاج مرکز اعتدال سے منحرف ہوا۔ بخار بہت شدت سے چڑھا اسہال دموی بھی شروع ہوا۔ حکیم علی سرآمد اطبا معالج ہوا۔ اکبرنامہ میں لکھا ہو کہ اس طبیب کی یہ بڑی غلطی تھی کہ اُس نے آٹھ روز تک علاج کچھ نہیں کیا جس سے ضعف قوی ہوا پھر جو دوا دی اُس نے مرض کی یاوری نہ کی۔ غرض مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی + اگرچہ ہوش و حواس مرتے دم تک قائم رہے مگر مرنے سے پہلے دس روز تک وہ صاحب فراش رہا اور کاروبار سلطنت میں شریک نہ ہوسکا۔

جانشینی

واسطے سازشوں کا ہونا اور موقوف ہونا ۱۰۱۴ھ

اب امرا کی ساری توجہ اس طرف تھی کہ کس کو بادشاہ بنایئے اس وقت انتظام سلطنت کا کام راجہ مان سنگہ اور خان اعظم کے ہاتھ میں تھا خسرو سلیم کا بڑا بیٹا تھا اور اکبر کا بڑا لاڈلا پوتا تھا ایک دفعہ بادشاہ نے یہ بھی کہا تھا کہ سلیم ایسا عیش دوست ہو کہ بادشاہی کے سزاوار نہیں ہو اس کا بیٹا خسرو تاجداری کے لائق ہو۔ یہ خسرو راجہ مان سنگہ کا بھانجا اور خان اعظم کا داماد تھا۔ ان دونوں کی یہ صلاح تھی کہ خسرو کو بادشاہ بنائے اور سلیم کو تخت سے محروم کیجیے جس سے سلطنت میں ہماری قوت قوی ہو اس سبب سے اُنھوں نے قلعہ آگرہ کی جسکے محل میں بادشاہ بیمار پڑا تھا اپنی سپاہ سے خوب حفاظت کی۔ جب جہانگیر نے دیکھا کہ یہ حال ہو رہا ہو تو وہ اپنی جان کے خوف کے مارے آگرہ سے کچھ دور چلا گیا اور بیماری کا بہانہ بنا کے بادشاہ پاس آمد و رفت موقوف کی مگر شاہزادہ خورم (شاہجہاں) اپنے دادا کے پلنگ سے لگا رہا۔ ماں باپوں نے ہر چند بار بار اُس کو سمجھایا کہ اس آشوبگاہ بے تمیزی میں آنا جانا اندیشہ سے خالی نہیں ہو مگر اس نے یہ جواب دیا کہ جب تک دادا کے دم میں دم ہو میں اس کے قدموں سے جُدا نہ ہونگا۔

بادشاہ جانتا تھا کہ یہ بیماری مجھے زندہ نہیں چھوڑیگی اس حالت میں بھی سرکش اور نافرمان بیٹے کے حق کو فراموش نہیں کیا۔ سلیم ایسا وارث سلطنت تھا جو قابل تسلیم تھا وہی

فقط ایک بادشاہ کا بیٹا زندہ تھا اس حالت میں بھی باپ کو بیٹے کا ایسا خیال تھا کہ جب اُس کو آتا جاتا نہ دیکھا تو اس سے نہایت قلق ہوا اور اپنی فراست سے سمجھ گیا کہ وہ کیوں نہیں آتا اسلیے اُس نے کئی دفعہ اپنی زبان سے کہا کہ میرے بعد میرا جانشین سلیم ہوا ور خسرو کو ملک بنگالہ کی حکومت دیجائے اب بادشاہ کے کلام کی تاثیر کو دیکھنا چاہیے کہ کیا تھی کہ جونہی امرائنے اس کا ارشاد یہ سُنا تو اُس کا اثر انکے دل پر یہ ہوا کہ وہ سلیم ہی کی بادشاہی چاہنے لگے اور برسرراہ آئے۔ خان اعظم عزیز خاں نے جو سپاہ کا بالکل مالک تھا سلیم کے ساتھ چپکے چپکے خط و کتابت شروع کی راجہ مان سنگھ اپنے ذاتی خیرخواہوں کے سبب سے ایسی قوت اور شان و شوکت رکھتا تھا کہ اُس کو سلیم سے کچھ خوف و خطر نہ تھا مگر بادشاہ کے ارشاد کا اثر اُسکے دل پر ایسا تھا کہ اُس نے بھی سلیم کے ساتھ خوشامد کی باتیں شروع کیں اور اسکی امداد کا وعدہ کیا۔

جب یہ ماجرا گزرا تو جہانگیر باپ کی خدمت میں آیا اس نے خود اسوقت کا حال یہ لکھا ہے کہ باپ نے مجھے بہت پیار کیا اور یہ فرمایا کہ جس محل میں میں پڑا ہوں میرے تمام وزراء و امراء بُلوائے جائیں اور مجھ سے یہ ارشاد کیا کہ میری مرضی نہیں ہے کہ تیرے اور میرے ان دولتخواہوں کے درمیان ناچاقی ہو جنھوں نے برسوں میرے ساتھ محنتیں اُٹھائیں اور سختیاں جھیلیں ہیں اور ہمیشہ میری شان و شوکت کے کاموں میں دل و جان سے ممد و معاون رہے ہیں جب سب امیر جمع ہوئے اور کورنش بجالائے تو ان سب کی طرف دیکھکر یوں مخاطب ہوا کہ اگر میں نے بھولے سے بھی کوئی تمھاری خطا کی ہو تو تم اُس کو معاف کرنا جب میں نے یہ حال دیکھا تو باپ کے قدموں پر گر کر زار زار رو دیا۔ بادشاہ نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ میرے خاص تلوار اور دستار اور خلعت شاہانہ لاؤ اور سلیم کو پہناؤ اور مجھے اُسے بادشاہ بنا کر دکھاؤ اُس نے کچھ سنبھالا لیا اور مرزا سلیم سے یوں مخاطب ہوا کہ تو تمام خاندان کی مستورات کی خبرگیری کرنا میرے رفیقوں اور دوستوں کو نہ بھولنا یہ کہکر اُس نے ملا صدر جہاں کو بُلا کر اُن کے ہاتھ پر توبہ کی یٰسین

بادشاہ کی وفات ۱۰۱۴ھ

پڑھوائی کلمہ پڑھا اور جنتی مسلمانوں کی طرح بہشت نصیب ہوا (اس اخیری واقعہ کو تحقیق کے ساتھ اسکے مذہب کے بیان میں لکھونگا) اسکی تاریخ وفات میں مورخوں کا اختلاف ہے مگر زیادہ تر صحیح تاریخ ۱۲ر جمادی الاخری سنہ ۱۰۱۴ ہجری عمر ۶۳ سال اور مدت سلطنت ۴۹ سال ۸ ماہ تھی۔

انتظام سلطنت اکبری

تمہید

سبحان اللہ انتظام سلطنت اکبری بھی کیا انتظام تھا جو ہندوستان میں پہلے کسی بادشاہ و راجہ و مہاراجہ کے عہد میں نہیں ہوا۔ اور بعض فرنگستانی انصاف دوست سچے مورخوں اور مدبروں کو اس زمانہ کے انتظام میں بھی کلام ہے کہ انتظام اکبری کی برابر رعایا کو آسودگی اور آسائش نہیں حاصل ہے یہ تو ایک میٹر اوف اوپنین رائے کی بات ہے جس کا فیصلہ دُنیا میں نہ کبھی ہوا نہ ہوگا۔ مگر یہ امر واقعی ہے کہ جب ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا آغاز ہوا تو یہاں ہندؤں کے قوانین تو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے انگلستان کے انگریزی قوانین اول تو کچھ تھے نہیں اور جو تھے ان میں ایک قانون بھی ایسا نہ تھا کہ وہ ہندوستان میں جاری ہوسکتا تھا اسلیے ناچار برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں کے قوانین پر جو یہاں جاری تھے چلنا پڑا۔ یہ مسلمانی قوانین اکثر وہ تھے جو آئین اکبری میں تحریر ہیں ان قوانین کو برٹش گورنمنٹ نے بتدریج ایسا بدلا ہے کہ وہ بالکل کایا پلٹ ہوگئے ہیں اگر پھر بھی ان قوانین اور آئین اکبری کے قوانین کے اصل اصول میں مشابہت و مماثلت باقی ہے جس پر ہم آیندہ اشارہ کرتے جائینگے آئین اکبری کو انگریزی قوانین کا پروٹوٹائپ (اصل) کہتے ہیں اب ہم آئین اکبری کا انتخاب کرتے ہیں اور اُس پر اور مسلمانوں اور انگریزی کتابوں سے حاشیے چڑھاتے ہیں۔

یورپ کی مہذب قومیں جو حقیقت میں ساری دنیا میں فرمانروائی کررہی ہیں وہ بادشاہ کی عظمت کو ایسا نہیں مانتیں جیسا کہ مشرقی ملکوں میں کہ بادشاہ سے زیادہ کوئی اور خدا کے

قریب نہیں ہی۔ پادشاہی سے برتر مرتبہ کسی کا نہیں ہی۔ پادشاہی کے سبب سے گروہا گروہ دیولوں کی سرتابی کا چارہ ہوتا ہی اور اہل جہاں فرمان پذیر ہوتے ہیں پادشاہ کا لفظ اسی معنی پر دلالت کرتا ہی۔ پاد کے معنی پائندگی و دارندگی کے ہیں اور شاہ کے معنی اصل اور خداوند کے ہیں پس پادشاہ کے معنی اصل و خداوند پائندگی و دارندگی کے ہوئے۔ اگر فرمانروائے نہ ہو تو فساد کا طوفان کبھی فرو نہ ہو اور خودآرائی کبھی معدوم نہ ہو آدمی اپنے خشم و آز کے سبب سے نیستی کے گڑھے میں گریں اور دنیا میں چاروں طرف سے رونق اُٹھ جائے اور کمتر زمانہ میں آباد دنیا خراب برباد ہو جائے پادشاہ کی دادگری سے ایک گروہ کشادہ پیشانی سے فرمان پذیری قبول کرتا ہی اور ایک گروہ سیاست کے خوف سے ظلم و ستم کرنے سے باز رہتا ہی اور خواہی نخواہی سیدھی راہ پر چلتا ہی شاہ اس کو بھی کہتے ہیں جو اپنے امثال میں بہتر ہو جیسے کہ شاہ سوار و شاہراہ۔ داماد کو بھی شاہ کہتے ہیں۔ عروس جہاں پادشاہ سے بیاہی جاتی ہی اور اسکی ایک لاویز بانو پرستار ہوتی ہی۔ کوتاہ بیں سیدھی سادھے آدمی ایک حقیقی پادشاہ کو خودکام بینی جو سے جدا نہیں کرسکتے اور کیونکر کرسکتے ہیں اس لئے کہ وہ دونوں پاس دیکھتے ہیں کہ خزانہ بھرا ہوا ہی۔ لشکر بہت ہی خدمت گزار شائستہ ہیں۔ آدمی فرماں پذیر ہیں۔ دانش منشوں کی کثرت ہی۔ ہنرمندوں کا انبوہ موجود ہی اسباب نشاط بہت جمع ہیں مگر راست بیں ژرف نگاہ پر یہ امر ظاہر ہوتا ہی کہ یہ سامان اول پاس کے پر لگا ہوتا ہی اور دوسرے پاس زود زوال اول اس اسباب کے ساتھ دل کو دابستہ نہیں کرتا بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہی کہ وہ ستم کے نقش کو مٹائے اور استعدادوں کو بروئے کار لائے۔ امن عافیت۔ عفت۔ عدالت لطف وفا حقیقت افزدنی اخلاص وغیرہ کے نتیجے پیدا کرے۔ دوسرا پادشاہ اپنی ظاہری کام روائی اور خویشتن آرائی اور پرستاری مردم اور تن آسانی میں گرویدہ ہوتا ہی جس سے ہمیشہ کی بے آرامی و آویزش و ستمگاری و بیوفائی و دوردئی کو رونق ہو جاتی ہی آجکل مہذب گورنمنٹوں کی توجہ اس بات پر ہی

انسان کے۔ مائنڈ کا ڈلو اَپ منٹ ہو یعنی انسان میں جو قابلیتیں ہیں وہ آشکارا ہوں۔ یہی مطلب اس فقرہ کا ہے کہ بروے کار آوردن استعداد ہا پادشاہی ایک فروغ الٰہی ہے جس سے یہ گرامی قوتیں ظاہر ہوتی ہیں اول پدری مردم نژاد طرح طرح کے آدمی اس کی مہربانی سے آرام پائیں۔ مذہب کے اختلاف سے وہ کسی سے دگرگوں نہو اور زمانہ کے مزاج کو پہچانے اور اُس کے موافق کاربند ہو فراخی حوصلہ ناملائم بات کے دیکھنے سے وہ خورفتہ نہ ہو اور کوئی اس سے آزردہ خاطر دل گرفتہ نہ ہو وہ دلاوری سے اپنا پاؤں رکھے وہ اپنی دلیری خداداد سے بدی کی مکافات لے کسی مجرم کا بڑا آدمی ہونا اس کو سزا سے نہ بچائے اور اُسکی کشادہ دستی سے چھوٹے بڑوں کا کام نکلے اور کسی آرزومند کو انتظار نہ کھینچنا پڑے سوم توکل روزافزوں خدا کو کارساز حقیقی جانے۔ اسباب کی دگرگونی سے پراگندہ نہ ہو۔ چہارم ایزدی نیائش کامیابی کے سبب سے غافل نہ ہو جائے۔ ناکامی کی حالت میں آدمیوں سے دریوزہ گری میں دیوانہ نہ بنجاے اپنی خواہش کی باگ کو عقل کے ہاتھ میں رکھے ہوا و ہوس میں بے آرام نہ ہو۔ ناہائست کی جستجو میں اپنے انفاس گرامی کو ضائع نہ کرے۔ قہرمان خشم کو آگہی کا فرمان پذیر بنائے تا بیتا غضب غالب نہ ہونے پائے۔ اور سبک سری اندازہ سے باہر نہ جائے وہ مدارا ایسا اختیار کرے کہ کج روش پھر راہ راست پر باز گشت کریں اور اُنکی بیحیائی کا پردہ دریدہ نہو انصاف کے وقت ایسا منصف بنے کہ یہ معلوم ہو وہ خود دادخواہ ہے اور دادخواہ کارفرما آرزومندوں کو انتظار کی راہ میں نہ بٹھائے خالق کی فرمان پذیری خلقت کی رضا میں جانے خلق کی خوشنودی کے لیے عقل کی مخالفت نہ کرے حق گویوں کا جویا رہے۔ جو باتیں تلخ نما و شیریں اثر ہوں اُن سے غصے میں نہ آئے وہ مراتب سخن کا اور مدارج گذارندہ کا پاس رکھے اسی پر قناعت نہ کرے کہ خود ظلم نہ کرے بلکہ اپنی قلمرو میں ستم نہ ہونے دے۔ ان اوپر کے فقروں سے معلوم ہوتا

ہو کہ مہذب گورنمنٹ کے معنی پہلے لوگ وہی سمجھتے تھے جو اب سمجھتے ہیں پہلے اور پچھلے لوگوں میں دورائی نہیں ہو۔ یہ دو باتیں اوپر کے بیان میں قابل غور ہیں کہ مذہب کے سبب بادشاہ کسی سے دگرگوں نہ ہوا ور جرم کے سزا دینے میں مجرموں کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے مساوات ہو۔ مجرم کا محترم ہونا اُس کو جرم کی سزا سے نہ بچائے۔ آجکل ہم یہی برٹش گورنمنٹ کی عدالت دیکھتے ہیں کہ وہ جرم کی سزا دیتی ہو۔ مجرم کے چھوٹے بڑے ہونے کو نہیں دیکھتی ہو بلکہ جرم پر لحاظ کرتی ہو اور نہ مذہب کے سبب سے وہ کسی شخص کی حق تلفی کرتی ہو۔ بادشاہ کو چاہیے کہ وہ شخص زمانہ کی صحت کی نگاہداشت کرے اور اس کے سب طرح کے ارادوں کا علاج کرے جیسا عناصر کے تکافو سے اعتدال مزاج پیدا ہوتا ہو ایسا ہی اہل عالم کی طبیعت میں تعدیل مراتب سے سویت پیدا ہوتی ہو اور یکتا دلی اور یکجہتی سے بہت سے آدمی یک تن ہو جاتے ہیں اہل جہاں چارہ گروہ سے باہر نہیں ہوتے مبارزان یہ شخص عالم میں آگ کا حکم رکھتے ہیں اس گروہ کی عقل قہر آمیز کے شعلے سے بدبختوں کی شورش افزا فتنہ سازی کا خس و خاشاک جلجاتا ہو اور دنیا کی آشوبگاہ میں آسائش کا چراغ روشن ہو جاتا ہو۔

پیشہ ور و تاجر بمنزلہ ہوا کے ہیں اس گروہ کی کارپردازی اور جہاں نوردی سے فیض ایزدی شامل حال ہوتا ہو اور خوشدلی کی نسیم گلبن زندگی کو بڑھاتی ہو۔ اہل قلم جیسے حکیم و طبیب و محاسب مہندس و اختر شناس مثل آب ہیں۔ اس گروہ کی قلم و علم کی جو نبار سے دنیا کی خشک سالی میں آبیاری ہوتی ہو اور آفرینش کو ایک خاص طراوت پہنچتی ہو۔

برزہ گر اور کشاورز مثل خاک ہیں انھیں کے وسیلہ سے سرمایہ زندگی سرانجام پاتا ہو اور انھیں کی کارکردگی سے تنومندی و شادمانی جمع ہوتی ہو فرمانروا کو ضرور ہو کہ انہیں سے ہر ایک کو اپنے پایہ پر رکھے جس سے جہاں آباد ہو۔ اور کار آگہی کو قدردانی سے پرورش کرے تاکہ زمانہ کی پراگندگی دور ہو اور کاروبار کی ترکیب میں اعتدال پیدا ہو بس جیسے کہ شخص جہاں چار کیفیت کے آدمیوں سے حسن تعدیل پاتا ہو ایسے ہی سلطنت کی بیکرجی

چار طرح کے طبقات سے انتظام کا غازہ اپنے مُنہ پر ملتی ہے اول نوئینان دولت جو اپنے اعتبار پر لرزاں نہ ہو کر بر آمد کار کرتے ہیں اور نبرد گاہ ناموس دوستی کے لوامع روشن کر کے جان دینے سے دست کشی نہیں کرتے یہ امرا بجائے آتش ہیں کہ دل افروز بھی ہیں اور دشمن سوز بھی صدر نشین اس گروہ کا وکیل ہے وہ اخلاص کے چار مرتبوں پر پہنچکر نائب ملکی و مالی ہوتا ہے مشوروں کی مجلسوں کو اسکی شناسائی سے فروغ ہوتا ہے اور فرماں روائی کے امور جلیل اسکی ژرف نگاہی سے انتظام پاتے ہیں۔ ترقی تنزل نصب عزل اسکی صوابدید سے ہوتا ہے وہ چاہیے کہ دیدہ ور۔ صائب فکر۔ بلند ہمت۔ نیک محضر۔ تونگر دل۔ فراخ حوصلہ۔ صاحب صلح کل۔ کشادہ پیشانی۔ خویش و بیگانہ کی سات یکجہت۔ دوست و دشمن کے ساتھ یکساں سنجیدہ سخن۔ کارکشا۔ راست گفتار۔ موقر۔ مودّب۔ مستشار موتمن۔ حزم آرائے۔ دوراندیش سلطنت کا ادب شناس۔ خلافت کا راز دان۔ نہ کسی کا کار بستہ رکھے۔ اور نہ اپنے کام کی کثرت سے دل تنگ ہو۔ اوروں کی آرزو بر لانے میں اپنے اوپر منت رکھے۔ پایہ شناسی سے کارسازی کرے۔ ہر دل عزیز ہونے کے لیے زیر دستوں کو گرامی رکھے۔ اور نالائق گفتار او بد کردار سے اپنے تئیں باز رکھے اگرچہ وہ صاحبِ دفتر نہیں ہوتا مگر دفتر کے کارفرما اُس سے رجوع کرتے ہیں۔ وہ دوراندیشی سے اپنے مقاصد کی فہرست بناتا ہے۔ اس گروہ میں میر مال (جو پادشاہ کا جیب خرچ اُٹھاتا ہے) مہر وار۔ میر بخشی (جو سپاہ کو تنخواہ تقسیم کرتا ہے) باربیگی (افسر جو دریا میں پادشاہ کے روبرو آدمیوں کو پیش کرتا ہے اور لوگوں کی عرائض سُناتا ہے اُسی کو میر عرض بھی کہتے ہیں) قوربیگی (پادشاہ ہتھیاروں اور نشانات کو رکھتا ہے۔

میر توزک (افسر تمام رسومات کا) میر بحر۔ میر بر (پادشاہی جنگلوں کا افسر) خوان سالار (بورچی خانہ کا افسر) منشی (پادشاہ کا خاص محرر) قوش بیگی (پرندوں باز و کبوتر ہوں کے کارخانہ کا افسر) اختہ بیگی (اصطبل کا افسر) ان میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ

اوروں کے کام سے بھی بہرہ رکھتا ہو۔ دوم اولیائے نصرت سرشتہ داد وستد یعنی آمد و خرچ ملکی کے فراہم کرنے والے اور نگہبان ہیکل فرمانروائی میں مثل باد ہیں کہ نسیم دلنواز بھی ہیں اور سموم جانگداز بھی۔ ان میں بزرگ وزیر ہوتا ہے اُسے دیوان بھی کہتے ہیں وہ بادشاہ کا نائب مالی ہوتا ہے وہ خزانوں کی پاسبانی اور محاسبات کا اہتمام کرتا ہے نقد عمل کا پرکھنے والا خزانہ جہاں کا آباد کرنے والا ہوتا ہے وہ الٰہی بندہ ہوتا ہے۔ اچھا حساب داں سیرچشم۔ بیدار مغز۔ گرم خون۔ پرہیزگار۔ کارساز۔ خوش عبارت۔ منقح نویس۔ راست گوی دیانت گزیں۔ نیک منظر۔ جدکار۔ وہ اصل میں صاحب دفتر ہوتا ہے۔ جب مستوفی (نائب دیوان) کو کسی معاملہ میں مشکل پیش آتی ہے تو وہ وزیر کی دوربینی سے سہل ہوتی ہے اور اگر اس سے بھی یہ عقدہ حل نہیں ہوتا تو وکیل اسکی کشائش کرتا ہے۔ مستوفی صاحب توجیہ (سپاہ کا حساب لکھنے والا) اوارجہ نویس (بادشاہ کے روزمرہ کا خرچ لکھنے والا) میر ساماں (دربار کے اسباب و مخازن کا افسر) ناظر بیوتات (بادشاہ کے کارخانوں کا حساب لکھنے والا) مشرف گنجور (محرر) واقعہ نویس۔ عامل خالصہ (کلکٹر) اسکے پیرو۔ ان سب عہدہ داروں کی کارگرد وزیر کی عقل سے ہوتی ہے۔ بعض بادشاہ وزارت کو وکالت کا ایک جزو شمار کرتے ہیں اور ان دونوں ارکان دولت کے کاموں کو ایک ہی کار طلبگار کو دیدیتے ہیں۔ کبھی وکیل کی نایابی کے سبب سے ایک شخص کو جسمیں وکالت کے اوصاف پائے جائیں مشرف دیوان کرتے ہیں اس کا رتبہ دیوان سے بالا اور وکیل سے فروتر ہوتا ہے۔

سوم اصحاب صحبت۔ وہ اپنی دانائی کے فروغ سے اور ژرف نگاہی کے پرتو سے وقت شناسی کی قوت سے فراخ مزاجی سے کشادہ روئی سے فصیح بیانی سے انجمن خلافت کو زینت دیتے ہیں اور اپنی رائے روشن اور اندیشہ درست سے دنیا کے عربدہ زار میں آز کو پابند کرکے خشمگینی کی آگ کو حکمت کی بارش سے بجھاتے ہیں۔ اس گروہ کو بادشاہی پیکر میں پانی کا رتبہ دیتے ہیں جب صافی مزاج ہوتے ہیں تو دلوں سے کدورت دھوتے ہیں محفل کو تازگی

اور شادابی دیتے ہیں اور اگر اعتدال سے باہر ہوتے ہیں تو عالم کو طوفان بلا میں غرق کر دیتے ہیں اور حوادث کی موج خیز سے سیل فنا میں بہا دیتے ہیں۔ اس گروہ میں سرآمد حکیم ہے جو اپنی دانش اور کردار کی امداد سے تہذیب اخلاق کر کے اصلاح عالم میں کمر ہمت باندھتا ہے۔ صدر (جس کو صدر جہاں بھی کہتے ہیں وہ چیف جسٹس سلطنت میں ہوتا ہے) میر عدل۔ قاضی طبیب منجم شاعر رمال اور اسی طرح کے آدمی اس گروہ میں داخل ہوتے ہیں۔

چہارم ارباب خدمت سلطنت کی پیشگاہ میں بادشاہ کی پرستاری انہیں لازم ہوتی ہے جہاں آرائی کی ترکیب میں انکو خاک کا درجہ دیتے ہیں وہ شاہراہ بندگی میں افتادہ اور خطرگاہ قربت کے خاکسار ہوتے ہیں اگر وہ غل وغش سے پاک ہوتے ہیں تو اکسیر کا حکم رکھتے ہیں ورنہ چہرۂ مقصود پر غبار ہوتے ہیں خواص۔ قورچی۔ شربت دار۔ آبدار۔ توشکچی۔ کرکراق اور اسکی مثل۔

پہلے عاقل کہہ گئے ہیں کہ سلطنت کے چار رکن یہ ہیں اوّل عامل درست کردار نگاہبان کشاورز پاسبان رعیت آباد ساز ولایت۔ مایہ افزائے خزینہ دوم تیمار دار سپاہ کارساز بے منت۔ سوم میرداد آزمندی وغرض پذیری کو چھوڑ کر ژرف نگہی و درست بینی سے کام کرے اور گواہ وقسم پر مدار نہ رکھکر طرح طرح کی پرسش سے اصل مقصود کو دریافت کرے چہارم جاسوس کہ سوانح روزگار پر بغیر کم وبیش کے مطلع کرے اور سررشتہ راستی اور دوربانی کو ہاتھ سے نہ دے۔

بادشاہ دادگر کو ان پانچ طرح کے آدمیوں کو پہچاننا ضرور ہے۔ اوّل وہ فروہیدہ مرد کہ وقت کی ضروری شائستگیوں کو اپنے علم سے عمل میں لاتا ہو۔ نیکوئی کے چشمے کو اپنے گھر میں نہ لیجائے۔ بلکہ اس سے اوروں کی کھیتی باڑی کو سرسبز کرے ایسا مقدس بزرگ بادشاہ ہمزبانی اور دولت افزائی کے لیے سزاوار ہے۔ بعد اس کے وہ سعادت پژوہ ہے کہ وہ خود ہی نیک عمل کرتا ہے مگر اوروں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے اگرچہ وہ عاطفت واحترام کے لائق ہوتا ہے لیکن وہ بڑے اعتبار کے شایاں نہیں ہوتا اس سے کمتر وہ سادہ لوح

ہوتا ہے کہ اسکے آستین اعمال پر نیکی کے نقش نہیں ہوتے مگر اس کا دامن بدکرداری سے بھی غبار آلود نہیں ہوتا ایسا آدمی بزرگی کے لائق نہیں ہوتا مگر وہ عاقبت میں سایہ نشینی کے لائق ہوتا ہے اُس سے فروتر وہ غنوده بخت ہے جس کی نگاہ میں سوائے تباہ کاری کے اور اسباب نہیں ہوتا لیکن خلقت اسکے گزند سے ایمن ہوتی ہے اس کو پادشاہ کو چاہیے ناکام رکھکر اچھی نصیحتیں اور جانکاہ نکوہش اور پسندیدہ مالشیں کرکے نیکی کی طرف لائے سب سے بدتر وہ بدگوہر ہے کہ وہ اپنی سیہ کاری سے اوروں کی تیرگی زیادہ کرتا ہو اور اُس کے سبب سے خلقت رنج و تکلیف میں ہو اگر اس کو پہلی دار و جو اوپر بیان ہوئی سودمند نہ ہو تو کوڑھی کی طرح اس کو اہل شہر کی آمیزش سے باز رکھے۔ اور اگر وہ اس دلخراش سیلی سے بھی اپنی بیدانشی کو نہ چھوڑے تو اُس کو غم کے شکنجہ میں کھینچکر گھر سے باہر نکالدے اگر یہ علاج بھی اسکے مزاج کو فائدہ مند نہ ہو تو ملک سے نکال دے۔ اگر اس سے بھی اُس کا خبث دور نہ ہو تو اُس کو اندھا کردے یا ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے مگر جان کے لینے میں دلیری نہ کرے۔ عاقلوں نے انسان کو بنائے ایزدی سمجھ کر اسکی خرابی کی اجازت نہیں دی ہے۔

پادشاہ نے بہروزی منزل اور برومندی سپاہ و۔ آبادی ملک کے لیے آئین مقرر کئے ہیں خلاصہ کے طور پر وہ لکھے جاتے ہیں۔

دفتر اول منزل آبادی

(۱) آئین منزل آبادی

وہ شخص بلند فطرت اور عالی ہمت ہے کہ آفرینش کی وزارت کو غیر کی گزیدگی بغیر قدرت ایزدی کی نیرنگی کی جلوہ گاہ جانے اور اُسکے اندازہ کے موافق اپنا ظاہری و باطنی چال چلن بنائے اور از روئے شناسائی خویش و بیگانہ کی قدردانی کرے اگر اس کو یہ لیاقتیں نہ حاصل ہوں تو اُس کو ضرور ہے کہ وہ دنیا کے جھگڑوں و لڑائیوں میں نہ پڑے اور آشتی کا طریقہ اختیار کرے۔ اگر تجرد گزیں ہو تو اپنے میں بزرگ خوئیں پیدا کرے

اور اگر وابستہ دنیا ہو تو وہ اپنے کاموں میں انتظام میں عاشقانہ دل لگائے اور آزاد خاطر زندگی بسر کرے سچی بزرگی خواہ وہ صوری ہو یا معنوی دنیا کے چھوٹے بڑے کاموں کے کرنے کو منع نہیں کرتی۔ بلکہ اُس کے کرنے کو خدا کی عمدہ بندگی جانتی ہے۔
اگر وہ اپنے سب کام نہ کرسکے تو اُس کو چاہیے کہ سخت ژرف نگاہی اور درست کاردانی سے ایک دو ایسے دانشمندوں کو انتخاب کرے کہ وہ خرد پژوہ بے تعصب۔ جد کار شناسا دل ہوں اور ان کی دیدبانی پر کاموں کو چھوڑ دے۔
کار آگاہ اس کو فرماں روا نہیں شمار کرتے کہ وہ بڑے ہی بڑے، کاموں میں مصروف نہ ہو اگرچہ بعض منصف اہل عالم ایسے پادشاہ کو معذور جانتے ہیں اس لیے کہ بیشتر نقد دوست خوشامد گو جو اپنے تئیں حیلہ سازی سے نیک دکھاتے ہیں اور تفاوت مراتب کی گفتار کو پیش کرتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ کام کرنے پادشاہ کی شان کے خلاف ہیں اور اس طرح ان پادشاہوں کو جو ظاہری صورت پر مرتے ہیں خواب غفلت میں سلا دیتے ہیں اور ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے۔ خود داد ستد کی دکان کو آراستہ کریں اور اپنے گھر کو آباد کریں۔ بخت آور فرمانروا جزئیات وکلیات میں فرق نہیں کرتے اور تائید الٰہی کی قوت سے دونوں عالم کا بوجھ اپنی ہمت۔ کے کندھے پر رکھتے ہیں اور آزاد خاطر وُسبکدوش رہتے ہیں چنانچہ شہنشاہ اکبر کا حال یہی ہے کہ وہ اپنی دیدہ وری سے کارخانوں کی آبادی میں توجہ کرتا ہے جیسا اور پہلے پادشاہ اپنی تعظیم کے سبب سے کمتر مشغول ہوتے تھے۔ باوجودیکہ یہ جہانبانی کا اول پایہ ہے۔ یہ پادشاہ ہر کارخانہ کے لیے شائستہ آئین بناتا ہے اور اس کو خدا کی رضامندی کی دستاویز جانتا ہے اور اس کام میں دو چیزوں پر کامیابی موقوف ہے۔ اوّل دانائی اور بینش سے احکام جہاں آرا کا ظاہر ہونا پادشاہ کی طرف سے۔ دوم راستی منش جد گزینوں کو کام سپرد ہو کر اُن کی نگہبانی کی جائے۔ باوجودیکہ بیشتر بیوتات کے کارگزار سپاہ کے جرگہ

ین علوفہ پاتے تھے اس پر بھی انکا خرچ ۳۹ سنہ الٰہی میں تین۳ کروڑ اکیانوے لاکھ چھیاسی ہزار سات سو پچانوے دام تھا۔ سلطنت کے جیسے مخارج روز بروز بڑھتے جاتے ہیں ایسے ہی داخل۔ سو کارخانوں سے زیادہ کارخانے ہیں اور ہر ایک کارخانہ مثل شہر کی کیا ملک کی مانند ہی۔ پادشاہ کی توجہ سے ہر کارخانہ کا عمدہ سامان ہی اور ہمیشہ بڑھتا جاتا ہی۔ جتنی پادشاہ کی دولت بڑھتی جاتی ہی اُتنی ہی ان کارخانوں کی غمخواری اور تیمارداری زیادہ ہوتی جاتی ہی اُن کارخانوں کا حال لکھا جاتا ہی۔

ہر عاقل جانتا ہی کہ خدا کی عبادت کوئی اس سے بڑی نہیں ہی کہ آدمی زمانہ کی پریشانیوں کو اور خلقت کی پراگندگیوں کا انتظام کرے اور پریشانیوں کو دور کرے۔ یہ جب ہوتا ہی کہ زمین آباد ہو اور منزل معمور ہو اور مجاہدان دولت کے لیے سامان مہیا ہو اور سپاہ نیک کردار ہو۔ اور یہ باتیں جب ہوتی ہیں کہ پادشاہ درست تدبیر اور خلقت کا تیماردار اور گزیدہ مال کا جمع کرنیوالا اور عقل کے حکم کے موافق خرچ کرنیوالا ہو اس سے اہل شہر اور اہل دہ کے لیے جو ہونا چاہیے وہ سرانجام پاتا ہی اور دونوں گروہ کی شائستگی کا اہتمام ہوتا ہی۔ دیدوردادگروں کو روپیہ کے جمع کرنے کی فکر ضرور و ناگزیر ہی۔ جیسے کہ تجرد پیشہ وارستوں کے لیے روپیہ کا جمع کرنا اور اُس کی افزائش میں کوشش کرنا مذموم ہی ایسے ہی اہل تعلق کو اسکے برخلاف کرنا ممدوح ہی۔ یہ ظاہر نگاہ کوتاہ بینوں کی سخن سرائی ہی۔ ورنہ حقیقت میں دونوں گروہ ان چیزوں کے لیے تگاپو کرتے ہیں کہ جنکی اُن کو حاجت ہی۔ سیر دل تہیدست خورش پوشش اس قدر چاہتے ہیں کہ جس سے ان کو اپنی پژوہش آگہی کے لیے قوت حاصل ہو اور گرمی اور سردی کی اذیت سے پناہ میں رہیں دوسرے گروہ کی کفایت یہ ہی کہ خزانوں کو دولت سے بھریں اور اسباب سطوت کو جمع کریں اور اور امور اپنی طاقت بڑہانے کے لیے سوچیں۔ اس زمانہ میں کہ پادشاہ نے نقاب اُٹھا کر انتظام مہمات میں کچھ توجہ فرمائی تو اعتماد خاں خواجہ سرا کو شائستہ

(۲) آئین خزانہ آبادی

خطاب کے لائق جان کر اپنا راز دل ظاہر کیا اور خواجہ کی کاردانی کے سبب سے بادشاہ کے دل میں جو تھا وہ عمل میں آیا اور وہ مرتبہ بمرتبہ وسعت پکڑتا گیا اور عمدہ سامان اس کا مہیا ہوتا گیا۔ ہر طرح کی زمین کے خراج کی تحقیقات ہوئی۔ راستی منش کارردیدوں کی دانائی سے اسکا نیک انجام ہوا۔

ایسی رسائی کے ساتھ کہ جسمیں آشنا و بیگانہ کی تمیز کچھ نہ تھی جو زمینیں خالصہ ہونے کے لائق تھیں وہ خالصہ ہوئیں اور جو جاگیر ہونے کے قابل تھیں وہ جاگیر ہوئیں۔ جد گزین دیانت منشوں کو ایک ایک کروڑ دام کی آمدنی سپرد ہوئی اور سیر چشم تبکچی (محرر) ہمراہ کیے گئے اور ایک سعادت منش خزانچی مقرر کیا گیا اور انکو کسانوں کی پرورش کی نظر سے یہ حکم ہوا کہ وہ کسانوں سے زر خالص کے لینے میں اصرار نہ کریں (یعنی انسے سکے کامل وزن کے طلب نہ کریں) بلکہ جیسے سکے وہ دین انکی رسید مہر لگا کر انکو دیجائے۔ اس شائستہ آئین سے پادشاہی کلکٹروں کے دل سے تردد اور لاعلمی کا زنگ چھل گیا اور رعیت نے طرح طرح کے ظلموں سے رہائی پائی مال کی افزونی ہوئی۔ ملک کی آبادی بڑھی۔ جب یوں مال کا چشمہ صاف ہوگیا توکل کی خزینہ داری کے لیے ایک خزانچی سیر چشم جد گزین کوتاہ دست مقرر کیا گیا اور اسکی مدد کے لیے داروغہ اور نویسندہ معین ہوا۔ خرم آرائی کام میں آئی اور کار آموزی کا آئین مقرر ہوا۔

ایک ایک کروڑ دام کی آمدنی جد گزین دیانت منشوں کو سپرد ہوئی۔ اور تبکچی (محرر) سیر چشم انکی ہمراہ کیے گئے اور ہر ایک کے واسطے ایک سعادت منش خزانچی مقرر ہوا۔ یہ حکم دیا گیا کہ جب ہر مرز کے خزانچی پاس دو لاکھ دام جمع ہو جائیں تو پادشاہ کی درگاہ میں وہ روپیہ بھیجکر اس خزانچی کو سپرد کریں اور اسکے ساتھ اس مال کی چگونگی بھی لکھکر بھیجا کریں۔ پیشکش کی گردآوری کے لیے خزانچی جدا مقرر کیا اور لاوارث مال کے لیے کہندی مقرر کیا اور نذر کی پاسبانی ایک کار آگاہ کو سپرد کی اور تلادان اور خیرات کے دینے کے لیے ایک ورنیک آدمی مقرر کیا خرچ کے واسطے طرح طرح کے آئین مقرر کیے اور راستی کا نگاہبان اور شائستہ داروغہ اور درست قلم تبکچی جدا جدا مقرر ہوئے۔ سالیانہ خرچ کے

لیے خزانچی جمع کا خزانچی خرچ کو روپیہ دے اور اُس کی درست رسیدیں لے لے۔ آوارہ نویسی آسانی سے ہونے لگی۔ فرمانبردائی کا چمن زار شاداب ہوا۔ تھوڑی مدت میں خزانے مالا مال ہو گئے لشکر کی افزائش ہوئی۔ بجگر اسرتاب فرماں پذیر ہوئے۔

ایران اور توان میں خزانچی ایک ہوتا ہے اسلیے محاسبہ میں بہت دقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ بادشاہ نے مال کی زیادتی اور کام کی افزونی کے سبب سے بارہ خزانچی مقرر کیے کہ وہ اندوختہ روپیہ کی نگہبانی کریں خزانچی طرح طرح کی نقود کے واسطے اور تین خزانچی جواہر و طلا و مرصع کے لیئے۔ خزانوں کا اندازہ گزارش نہیں کر سکتا کہ بادشاہ اپنی عیارشناسی سے کردار کے پاداش میں نوازش اور نکوہش کرتا ہے اسلیے کام میں رونق رہتی ہے۔ ہر کارخانہ کا خزانچی جدا جدا ہے جنکی گنتی سو کے قریب ہو گی۔ ہوشمند دیدہ ور روز بروز ماہ بماہ فصل بفصل سال بسال داد و ستد و آمد و خرچ حساب کو درست رکھتے ہیں جس سے دنیا کا بازار گرم رہتا ہے۔

بادشاہ کا حکم یہ بھی ہے کہ ہمیشہ بارگاہ عام میں اشرفیوں اور روپیوں کو آمادہ رکھے کہ بہت سے خواہشگر مستمند انتظار کے رنج کے بغیر کامیاب عشرت ہوں اور دولتخانہ کے میدان میں ایک کروڑ روپیہ تیار رہے۔ ہزار دام ایک ٹاٹ کی تھیلی میں رکھے جائیں اس کا نام سہسنہ ہو اور اُسکے تودے کو گنج کہیں۔ سوا اسکے بادشاہ اپنے خاصوں کو بہت روپیہ حوالہ کرتا ہے کہ وہ وقت ناوقت اس کو تیار رکھیں اور بعض بہلہ میں رکھکر دوست رکھتے ہیں اس سبب سے لوگ اس کو خرچ بہلہ کہتے ہیں (تھیلے کو ہندی میں بہلہ کہتے ہیں)

بادشاہ نے ایک شناسا دل سیر چشم درست کار گنجور ان جواہر کے لیے مقرر کیا ہے اور اسکے ساتھ ایک تبکچی اور داروغہ اور دیدہ ور جوہری مقرر کیے ہیں جو سب ملکر کام کرتے ہیں۔ یہی چاروں اس کارخانے کے رکن ہیں ہر جنس کے جواہر کا ایک درجہ مقرر ہے جس سے ان میں کچھ اشتباہ نہیں واقع ہوتا۔ لعل۔ الماس۔ زمرد۔ یاقوت سُرخ و کبود۔ مروارید کے اقسام اور ان کے وزن اور قسمیں مقرر ہیں۔

(۳) آئین اکبری ۱۲

جلد ۵

(۴) آئین دارالضرب (ٹکسال)

سکہ خانہ کی آبادی سے خزانہ کی مایہ افزائی ہوتی ہے اور ہر کار کا رواج اس سے رونق پاتا ہے اس لیے اس کا حال کچھ لکھا جاتا ہے۔ شہر کے اور گانو کے رہنے والو کا کام روپیہ سے چلتا ہے اور ہر ایک اپنی ضرورت کے اندازہ کے موافق اُس کو لیتا ہے جو آزاد ہیں وہ اُسی قدر اسکو لیتے ہیں جتنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو اہل دنیا ہیں وہ اُس کو اپنی مراد کی سرمنزل جانتے ہیں۔ ناگزیر ہر ایک کو اُس سے سروکار ہے۔ خردمند اس کو جانتا ہے کہ دین و دنیا کی آرزوئیں اسی سے بر آتی ہیں اور انسان کی زندگی کا مدار اسی پر ہے اسلیے کہ انھیں کے ذریعے سے خورش و پوشش حاصل ہوتی ہیں اور یہ دونوں چیزیں بہت رنج و محنت سے حاصل ہوتی ہیں ان میں بونا۔ جوتنا۔ پالنا۔ صاف کرنا۔ گوندھنا۔ پکانا۔ کاتنا۔ تو تبنا بننا۔ اور اور کام کرنے پڑتے ہیں۔ ان کاموں کا سامان بہت سے یاوردں کے بغیر میسر نہیں ہوتا اور ان کے کرنے کے لیے ایک آدمی کی قوت کافی نہیں ہوتی۔ روز بروز اکیلے سے کارسازی دشوار کیا بلکہ ناممکن ہوتی ہے آدمی کے لیے مکان کا ہونا بھی ضرور ہے کہ وہ چندروزہ سامان کو اس میں رکھے اسکو وہ اپنی منزل (گھر) رکھتا ہے خواہ وہ خیمہ ہو یا غار ہو۔ انسان کی پیدائش اور پائندگی ان پانچ چیزوں سے ہوتی ہے۔ پدر۔ مادر۔ فرزند۔ خادم۔ قوت (خوراک) سبکی کارپرداز ہے۔ چونکہ زیادہ تر ہمارا اسباب پائیدار نہیں ہوتا اور ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اسلیے زر کی احتیاج ہوتی ہے۔ اور زر بہ سبب استواری جوہر اور سخت پیوند کے دیر پا ہوتا ہے اور تھوڑا سا بھی بہت کام کر دیتا ہے اور سفر میں وہ بہت کام آتا ہے۔ چندروز کی غذا کا لیجانا دشوار ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ بہت ماہ وسال کی غذا کا۔ یہ خدا کی عنایت ہے کہ اُس نے زر پیدا کیا ہے جس کے سبب سے بغیر رنج کشی کے زندگی کا سرمایہ آمادہ ہو جاتا ہے اور اس سبب سے آدمی شائستہ کام کرتا ہے اور خدا کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ وہ نرم اندام۔ نیک مزہ۔ خوشبودار ہوتا ہے اس کی ترکیب عنصری قریب بہ اعتدال ہوتی ہے اس کے چہرہ میں چاروں عنصر اپنی صورت دکھاتے

ہیں۔ رنگ میں آگ۔ صفائی میں ہوا۔ نرمی میں پانی اور گرانی میں خاک برخلاف اور فلزات کے اس پر یہ چاروں عنصر اپنا اثر نہیں کرتے۔ آگ میں وہ جلتا نہیں۔ ہوا اسمیں تاثیر نہیں کرتی۔ پانی مدتوں میں بھی اس میں تغیر نہیں پیدا کرتا۔ خاک اس کو بوسیدہ نہیں کرتی۔ اس لیے وہ بڑا دیر پا ہوتا ہی اور حکمت ناموں میں عقل کو جسپر کام کی تدبیر ہوتی ہی ناموس اکبر کہتے ہیں اور زر کو کہ اُس سے روزی کا اسباب میسر ہوتا ہی۔ ناموس اصغر کہتے ہیں اسکے گرامی صفات یہ ہیں حافظ عدالت۔ مقوم کلی۔ اس سے اشیار کی تقویم ہوتی ہی اور معدلت کی بنیاد اسپر قائم ہوتی ہی خدا نے چاندی اور تانبے کو بھی انسان کی خدمتگذاری کے لیے رواج دیا ہی ان نقود کے رواج میں دادگر فرمانروا اور بیدار بخت جہانبان دوربینی کر کے بڑی ہمت صرف کرتے ہیں اور اس کام کی عیار افزائی کے ٹکسال اور اسمیں تنا ساجد گزیں راستی منش کار پرداز مقرر کر کے معمور کرتے ہیں۔

ٹکسال میں (۱) داروغہ ہوتا ہی جو کاریگروں اور اہلکاروں کو اپنے کاروبار میں سرگرم رکھتا ہی۔

(۲) صیرفی سونے کو کسوٹیوں پر کس کر عیار مقرر کرتا ہی۔ بادشاہ نے سونے چاندی کو ایسا خالص بنایا ہی جو کبھی پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئے تھے۔ اہل ایران سونے کو دس عیار سے زیادہ نہیں جانتے تھے اور سب سے زیادہ خالص سونے کو وہ دہی کہتے تھے ہندوستان میں سونا بارہ بانی ہوتا ہی جسکے خالص ہونے کی عیار بارہ قسم کی ہوتی ہیں۔ دکن میں ایک رائج سکہ ہن تھا اسکا پرانا سونا سب سے زیادہ خالص دس عیار کا سمجھا جاتا تھا اب اس کا عیار ۸½ شمار ہوتا ہی۔ سلطان علاء الدین کا مدور و خرد دینار کا عیار پہلے بارہ قرار پایا تھا اب ۱۰½ ہی۔

بنواری مخفف بانوری کا ہی اگرچہ ہندوستان میں ایسے دیدہ ور آزمودہ کار صراف ہوتے ہیں کہ سونے کے رنگ و صفائی کو دیکھکر انکا عیار تبلا دیتے ہیں مگر اوروں کی دلنشینی کے لیے یہ قانون مقرر کیا گیا ہی کہ تانبے کی یا مثل اس کے اور چیزوں کی قلمیں

بناتے ہیں اور ہر ایک قلم کے سرے پر تھوڑا سا سونا پیوستہ کرتے ہیں اور ہر ایک قلم پر اسکے سونے کا عیار لکھدیتے ہیں جب کسی سونے کا عیار معلوم کرنا ہوتا ہے تو سنگ محک (کسوٹی) پر اس سونے کے اور ان قلموں کے خطوط کھینچتے ہیں پس جس قلم کے خطوں سے سونے کے خط مشابہ ہوتے ہیں وہ اسی عیار کا سونا سمجھا جاتا ہے مگر خطوط ایک ہی طرح کے اور ایک ہی زور سے کھینچنے چاہئیں کہ اس میں کوئی دھوکہ نہ پڑے۔ طلا کے مختلف عیار بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک ماشہ نقرہ خالص اور اسی قدر مس جید کو یکجا کر کے گلاتے ہیں اور پھر اس کو منجمد کر لیتے ہیں اور پھر اس آمیختہ کو چھ ماشہ طلائے خالص میں جسکا عیار ۱۰½ ہو ملاتے ہیں اور انکو گلاتے ہیں اور اس زر مغشوش میں ایک ماشہ لیکر اسکے سولہ حصے یعنی آدھی آدھی رتی کرتے ہیں۔ بس اس آدھی رتی کو مختلف عیار کے سونے کی ساتھ ملاتے ہیں اور اسکے موافق اسکا نام رکھتے ہیں مثلاً ۱۰½ سرخ طلائے خالص کو اس آدھی رتی کے ساتھ ملائیں تو ۱۰¼ بان کا سونا کہیں گے اور علی ہذا القیاس

(۳) امین ہوتا ہے وہ داروغہ کا مددگار ہوتا ہے حق کو ظاہر کرتا ہے اور لڑائی کو دور کرتا ہے۔

(۴) مشرف وہ روزنامچہ لکھتا ہے اور خرچ و دخل کا حساب رکھتا ہے۔

(۵) سوداگر وہ طلا و نقرہ و مس کو لا کر داد و ستد کرتا ہے اور اپنا فائدہ لیتا ہے۔

(۶) گنجور۔ وہ ٹکسال کے فائدہ کا حساب کھتا ہے اور داد و ستد کرتا ہے۔

(۷) ترازوکش سکّوں کو تولتا ہے اور اُسکے وزن کے موافق مزدوری لیتا ہے۔

(۸) گدازگر خام ایک مٹی کے تختے میں چھوٹے بڑے گھر بناتا ہے اور ان کو اندر سے تیل سے چکناتا ہے اور سونے چاندی کو گلا کر ان میں بھرتا ہے پھر انکے شوشے بناتا ہے اور تانبے کی صورت میں تیل سے چکنانے کی جگہ خاکستر لگاتا ہے۔

(۹) ورق کش زر آمیختہ کے چھ یا سات ماشے کے ورق بناتا ہے اُس کا لنبان و چوڑان چھ انگل ہوتا ہے اور اُس کو صاحب عیار کے روبرو لاتا ہے وہ ایک تانبے کے قالب میں ڈالکر اس کا اندازہ کرتا ہے اور جو ان میں مناسب معلوم ہوتے ہیں انمیں سکہ عدل کا

نقش کرتا ہی کہ کچھ تغیر اس میں نہ ہو۔

جب اوراق پر سکہ عدل لگچا تا ہی تو پھر وہ صاف کیے جاتے ہیں۔

(۱۰) گداز گر۔ اوراق خالص کے سونے کو گلاتا ہی اور اُسکے شوشہ بناتا ہی۔

(۱۱) ضراب۔ سونے چاندی تانبے کے شوشوں کا مطلس بناتا ہی یعنی مسکوکات کے اندازہ کے موافق کرتا ہی۔ ایران اور توران میں مطلسات کی مقدار بغیر سندان کے برابر نہیں بنا سکتے مگر یہاں بغیر اسکے بناتے ہیں جنمیں بال برابر فرق نہیں ہوتا۔

(۱۲) مہرکن۔ مسکوک کے نقش کو فولاد یا اسکی مثل کسی چیز پر نگارش کرتا ہی نقود نقش پذیر ہوتے ہیں۔

(۱۳) سکچی۔ مطلس کو دو سکوں کے درمیان رکھتا ہی اور سکچی دونوں طرف کو نقش پذیر کرتا ہی

(۱۴) سباک۔ چاندی کو پاک کرکے قرص بناتا ہی۔

(۱۵) قرص کوب۔ گرم کرکے جب تک کوٹتا ہی کہ سرب کی بو اسمیں سے بالکل جاتی ہی۔

(۱۶) چاشنی گیر۔ طلا و نقرہ کو خالص کرکے امتحان کرتا ہی اور اُسکے درجے مقرر کرتا ہی۔

(۱۷) نیاریہ۔ خاک خالص کو دھو کر چاندی سونا نکالتا ہی خاک خالص اُن اُپلوں کی راکھ کو کہتے ہیں جنمیں سونا چاندی خالص ہوتے ہیں (۸) آئین نقرہ کو طلا سے جدا کرنے کا اور (۹) آئین خاکستر سے نقرہ جدا کرنے کا چھوڑ دیا گیا۔

بادشاہ کی توجہ سے جتنے زر و سیم کے عیار اور ہو گئے ہیں ایسے ہی اُنکے سکّے بہت سی صورتوں کے ہو گئے ہیں۔ سونے کے سکّے یہ ہیں۔

(۱) سہنسہ۔ ایک گول سکہ ہی جسکا وزن ایک سو ایک تولہ نو ماشہ سات سرخ کا ہی اسکی قیمت سو لعل جلالی ہی۔ اسکے ایک طرف بیچ میں بادشاہ کا نام ہی۔ محراب میں پانچ طرف السلطان الاعظم الخاقان المعظم خلد اللہ ملکہ وسلطانہ ضرب دارالخلافہ آگرہ۔ دوسری طرف بیچ میں کلمہ طیبہ اور آیہ یرزق من یشاء بغیر حساب (اللہ رزق دیتا ہی جسکو چاہتا ہی بحساب) چاریار

کے نام۔ اول یہ کارپردازی مولانا مقصود نے کی۔ بعدازاں ملا علی احمد نے یہ شگرف نگاری کہ ایک طرف۔ افضل دینار ینفقہ الرجل دینار ینفقہ علی اصحابہ فی سبیل اللہ (سب سے افضل وہ دینار ہی جو آدمی اپنے اصحاب پر خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہی) اور دوسری طرف السلطان العالی الخلیفۃ المتعالی خلد اللہ تعالی ملکہ وسلطانہ وابد عدلہ واحسانہ پھر ان سب کو دور کرکے دور باعیان ملک الشعرا شیخ فیضی نے یکھیں۔

رباعی

خورشید کہ ہفت بحر ازو گوہر یافت	سنگ سیہ از پرتو آں جوہر یافت
کان از نظر تربیت او جوہر یافت	واں زر شرف از سکہ شاہ اکبر یافت

دیگر

ایں سکہ کہ پیرایہ امید بود	با نقش دوام و نام جاوید بود
سیمائے سعادتش ہمیں بس کہ بدھر	یک ذرہ نظر کردہ خورشید بود

بیچ میں الہی سال و ماہ کے نقش تھے۔

(۲) اسی نام کا ایک سونے کا اور سکہ ہی جس کا وزن ۱۹ تولہ ۸ ماشہ قیمت اسکی سو مہر گرد گیارہ ماشی۔ اوپر وہی نقش تھا جو پہلی پر تھا۔

(۳) رہس پہلے جو دو سکے بیان ہوئے اُس سے آدھا ہی۔ کبھی وہ چوگوشیہ بھی ہوتا ہی اسکے ایک طرف نقش و نگار ہیں جو سہنسہ پر ہیں اور دوسری طرف یہ رباعی ملک الشعرا کی ہی۔

رباعی

ایں نقد رواں گنج شاہنشاہی	باکوکب اقبال کند ہمراہی
خورشید بہ پرورش ازاں روکہ بدھر	یابد شرف از سکہ اکبر شاہی

(۴) آتمہ۔ سہنسہ کی چوتھائی۔ گول و چوگوشیہ۔ بعض پر وہی منقوش ہی جو صدھری سہنسیہ پر اور بعض پر ملک الشعرا کی یہ رباعی منقوش ہی۔

رباعی

ایں سکہ دست بخت را زیور باد	پیرایہ نہ سپہر و ہفت اختر باد
زریں نقد یست کار از وچون زر باد	در دہر رواں بنام شاہ اکبر باد

اور دوسری طرف پہلی رُباعی۔

(۵) ہبنت بھی ایسی دو صورتوں کا ہوتا ہی جیسا کہ آتمہ۔ وہ قیمت میں اول سکہ کا پانچواں حصہ ہوتا ہی ایسی شکل کے اور سونے کے سکے ہیں جنکی قیمت برابر ۱/۸ و ۱/۱۰ و ۱/۲۰ و ۱/۲۵ سہنسہ کی قیمت کے ہوتی ہے

(۶) چگل (دیگل) چوگوشیہ سہنسہ کا ۱/۵۰ قیمت دو مہر۔

(۷) لعل جلالی گرد۔ قیمت و وزن میں دو مہر گرد کی برابر ایک طرف اللہ اکبر دوسری جانب یا معین

(۸) آفتابی۔ گول وزن میں ایک تولہ ۲ ماشہ ۴ ۳/۴ سرخ قیمت بارہ روپیہ۔ ایک طرف اللہ اکبر جل جلالہ۔ دوسری جانب ماہ و سال الٰہی و سکہ گاہ۔

(۹) الٰہی۔ گول و وزن ۱۲ ماشہ ۱ ۳/۴ سرخ اس پر وہ منقوش ہی جو آفتابی پر ہی قیمت ۱۰ روپیہ۔

(۱۰) لعل جلالی۔ چہار گوشیہ۔ الٰہی کی برابر وزن اور قیمت میں۔ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف جل جلالہ۔

(۱۱) عدل گٹکہ گول وزن ۱۱ ماشہ قیمت نو روپیہ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف یا معین۔

(۱۲) مہر گرد وزن اور قیمت میں برابر عدل گٹکہ کے لیکن منقوش اور طرح پر۔

(۱۳) محرابی وزن و قیمت میں اور نقش میں مثل مہر گرد کی۔

(۱۴) معینی چہار گوشیہ دمدر۔ وزن اور قیمت میں لعل جلالی و مہر گرد کے برابر منقوش یا معین۔

(۱۵) چہار گوشہ۔ نقش و وزن میں آفتابی کی برابر۔

(۱۶) گرد - نصف الٰہی نقش وہی -

(۱۷) دھن لعل جلالی سے نصف -

(۱۸) سلیمی - عدل گٹکہ سے نصف -

(۱۹) ربی - آفتابی سے چوتھائی -

(۲۰) من - الٰہی وجلالی کی ایک چوتھائی -

(۲۱) نصف سلیمی - عدل گٹکہ کی چوتھائی -

(۲۲) پنج - حصّہ الٰہی کا $\frac{1}{5}$

(۲۳) پانڈو - لعل جلالی کا پانچواں حصّہ ایک طرف لالہ کا دوسری طرف نسرین کا نقش -

(۲۴) ثمنی جسکو اشٹ سدھ بھی کہتے ہیں - مہر الٰہی کا ایک آٹھواں حصّہ ایک طرف اللہ اکبر دوسری طرف جل جلالہ -

(۲۵) کلا - الٰہی کا سولہواں حصّہ اسکے دونوں طرف گل نسرین منقوش ہے -

(۲۶) ذرہ - الٰہی کا بتیسواں حصہ اسکے دونوں طرف وہی نقش ہے جو کلا پر ہے دارالضرب کا آئین ایسا ہے کہ ہر مہینے سونے کے سکے لعل جلالی - دھن - من نقش پذیر ہوتے ہیں مگر اور سکے بغیر تازہ حکم خاص کے نہیں بنتے -

(۱) روپیہ گول ۱۱ ½ ماشہ کا یہ شیرخاں کے زمانہ میں داخل ہوا - بادشاہ کے زمانہ میں اسکی تکمیل ہوئی اور اُسپر یہ نقش تازہ ہوا کہ ایک طرف اللہ اکبر جل جلالہ دوسری طرف تاریخ - اگرچہ اسکا بھاؤ بازار میں چالیس دام سے کم وزیادہ ہوتا رہتا ہے مگر مواجب میں اسکا ۴۰ دام کا اعتبار رہتا ہے -

(۱) جلالہ - چہار گوشیہ - وزن ونقش مثل اول -

(۲) درب - جلالہ سے آدھا -

(۳) چرن - جلالہ کی چوتھائی -

(۴) پانڈو - جلالہ کا پانچواں حصّہ -

(۱) روپئے کے سکے

(۵) اشٹ - جلالہ کا آٹھواں حصّہ -

(۶) دسا - جلالہ کا دسواں حصّہ -

(۷) کلا - جلالہ کا سولھواں حصّہ - ؟

(۸) سوکی - جلالہ کا بیسواں حصّہ -

روپیے کے ایسی کسروں کی برابر ریزہ سکّے بھی لیتے ہیں مگر اُن کی بکری اور طرح کی ہوتی ہی -

(۱) دام تانبہ کا سکّہ ہی اُس کا وزن ۵ ٹانک ہی یعنی ۱ تولہ ۸ ماشہ ۷ رتی وہ روپیہ کا چالیسواں حصّہ ہوتا ہی اس کو پیسہ بھی کہتے ستھے اور بہلولی بھی - اب اس کا نام دام ہی اسکے ایک طرف ٹکسال کے مقام کا نام ہی اور دوسری جانب سال و مہ اہل حساب ہر دام پچیس حصے خیال کرتے ہیں اور ہر حصہ کو جیتل کہتے ہیں محاسبات میں یہ خیالی تقسیم کام میں آتی ہی -

(۲) ادھیلہ - دام کا آدھا -

(۳) پاؤلہ - دام کی چوتھائی -

(۴) دمڑی - ہر دام کا ایک آٹھواں حصہ -

ابتدائے سلطنت میں سونے کے سکّے بہت جگہ بنائے جاتے ہیں مگر اب چار جگہ کے سوا دہ کہیں نہیں بنائے جاتے - دارالسلطنت - بنگالہ - احمد آباد - کابل - چاندی و تانبے کے سکے ان چاروں جگھوں میں اور ان دس اور مقاموں میں بنائے جاتے ہیں الہ آباد - آگرہ - اجین - سورت - دہلی - پٹنہ - کشمیر - لاہور - ملتان - ٹانڈا - تانبے کے سکے فقط ان اٹھائیس جگہ بنتے ہیں - اجمیر - اودھ - اٹک - الور - بداؤں - بنارس بھکر - بہرہ - پٹن - جونپور - جالندھر - ہردوار - حصار - فیروزہ - کالپی - گوالیار - گورکھپور - کلانور - لکھنو - منڈو - ناگور - سرھند - سیالکوٹ - سرونج - سہارنپور - سارنگ پور - سنبل - قنوج - رنتنبھور -

ہندوستان میں زیادہ تر خرید و فروخت مہر گر دو روپیہ و دام میں ہوتی ہے۔ خیانت پیشہ سکوں کی مالش سے اور اُسکے سوا اور طرح سے بھی روپیوں کو بڑا نقصان پہنچاتے ہیں اسی لیے بادشاہ کارپرداز اور نئے آئین مقرر کرتا رہتا ہے کہ اس خیانت کا علاج ہوتا ہے سکوں کے آئین میں کئی دفعہ تبدیلیاں ہوئیں اور ۲۷ سنہ جلوس میں کہ احکام سلطنت کا سررشتہ راجہ ٹوڈرمل کی دیدہ وری سے منتظم تھا تو بادشاہ نے چار طرح کی مہر کو رواج دیا تھا اول لعل جلالی اسیر بادشاہ کا نام تھا وزن اس کا ایک تولہ ۱ ۳/۴ رتی اور عیار کامل قیمت چار سو دام۔ دوم وہ مہر کہ بادشاہ نے ابتدا رسلطنت میں جاری کی اس کا وزن ۱۱ ماشہ تھا۔ وہ تین قسم کی تھی۔ پورے وزن اور کامل عیار کی قیمت ۳۶۰ دام۔ اگر کسی مدت میں وہ گھس گھسا کر ۳ چاول وزن میں کم ہوتی تو اسکی قیمت میں فرق نہیں آتا۔ مگر جب چار چاول سے ۶ چاول تک گھسکر کم ہو جاتی تو اسکو نقد دوم کہتے اور اسکی قیمت ۳۵۵ دام ہوتے۔ اگر ۶ چاول سے ۹ چاول تک کم ہوتی تو اُسکو نقد سوم کہتے اور اُسکی قیمت ۳۵۰ دام ہوتے اور اگر اُس سے زیادہ گھسکر وہ کم ہو جاتی تو اسکو زر نامسکوک کہتے۔ تین طرح کا روپیہ رواج رکھتا تھا۔ اول چارگوشیہ صاف چاندی کا ۱۱ ۱/۲ ماشہ۔ اس کا نام جلالہ تھا قیمت ۴۰ دام دوم گول اکبرشاہی تمام وزن ایک سرخ کم قیمت ۳۹ دام دو سرخ کم قیمت ۳۸ دام اور اس سے زیادہ کم ہو تو وہ چاندی کے بھاؤ بکتا۔

دوسری دفعہ ۱۸ ار مہر سنہ ۲۹ الٰہی میں عضدالدولہ امیر فتح اللہ شیرازی اس کام کا امین مقرر ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ مہر میں ۳ چاول کی اور روپیہ میں ۶ چاول کی کمی میں مالیدگی پر کچھ خیال نہ کیا جائے اور وہ کامل وزن سمجھے جائیں اس سے زیادہ جو مہر گھٹ جائے تو بقدر کمی قیمت کاٹی جائے۔ نہ یہ کہ ۹ برنج تک اس کو یکساں سمجھیں اس سبب سے مہر کی قیمت جو ایک سرخ کم ہوئی ۳۵۵ دام کسر سے زائد

تھی اور ایک سرخ طلائے مسکوک کا نرخ چار دام اور کچھ کسرے زائد اعتبار کرتے تھے ۔
پہلے قانون میں ایک نرخ کی کمی پر ۵ دام گھٹاتے تھے ۔ اور اگر ۳ برنج سے زیادہ کمی
ہوتی اور یہ کمی بھی نیم برنج ہوتی تو بھی ۵ دام کا حساب لگاتے تھے اور ڈیڑھ سرخ کمی
پر دس دام گھٹا کے داد و ستد ہوتی اگر اتنی کمی نہ بھی ہوتی تو بھی دس دام کا حساب
لگاتے مگر تازہ آئین میں کچھ کم چھ دام گھٹاتے اور قیمت ۳۵۲ دام کچھ کسر لگاتے ۔
عضد الدولہ نے یہ قانون بھی منسوخ کیا کہ گول روپیہ کی قیمت چہار گوشیہ روپیہ
سے باوجود درستی و وزن عیار کے ایک دام کم ہو اور گول روپیہ کی جو ایک سرخ
کم بھی ہو چالیس دام قیمت مقرر کی۔ پہلے دو سرخ کم روپیہ کی قیمت دو دام کم شمار ہوتی
اب اسکی قیمت میں ایک دام کچھ کسر کم ہوتی ۔

سوم جب عضد الدولہ خاندیس گیا تو راجہ ٹوڈرمل نے مہر کی قیمت جو جلالہ روپیہ میں شمار
ہوتی تھی گول روپیہ میں مقرر کی اور اپنی تعصب نفسی و سخن پرستی سے مہر و روپیہ کی کمی کے
قواعد موافق سابق کے مقرر کیے ۔

چہارم جب احکام خلافت کی پاسبانی قلیچ خاں کو پہنچی تو اُس نے مہر کی قیمت کا قاعدہ
وہی برقرار رکھا جو راجہ کے وقت میں تھا۔ مگر اس نے مہر کو جسکی کمی کے لیے راجہ ۵ دام
اور دس دام کاٹتا تھا اُسکی جگہ ۱۰ دام و ۲۰ دام کاٹنے کا قاعدہ مقرر کیا اور جس مہر میں کم
۱½ سرخ کی کمی ہوتی اُسکو نامسکوک شمار کیا۔ روپیہ جسمیں ایک سرخ کم ہو تو اسکو سکہ زدہ نہ سمجھا
آخر کو بادشاہ جو اپنے احکام کے پاسبانوں پر اعتماد کرتا تھا اور افزونی مشاغل سے اس طرف کم
توجہ کرتا تھا ان دنوں اسکو معلوم ہوا کہ اس کارخانہ میں کچھ بے سرانجامی ہوتی ہے تو اُس نے شائستہ
آئین مقرر کیا جس سے دور و نزدیک کو شادمانی ہوئی اور خلقت زبان زدگی سے آسودہ
ہوتی ۔ ۲۶ بہمن سنہ ۳۰ الٰہی کو دستور دوم (یعنی عضد الدولہ کا دستور) پسند کیا لیکن مہر ۳ برنج کم
اور روپیہ ۶ برنج کم کو تمام وزن شمار کرنا منظور نہیں کیا۔ اس سے خیانت مندوں کے فریب کی

روک ہوگئی اس لیے کہ پہلے قانون میں کوئی اس کا علاج نہ تھا کہ دارالضرب کارپرداز اس
قدر سکّہ کو کم بناتے یا خزانہ دار زرہائے تمام وزن کو اس مقدار کے موافق کم کرتے۔ اب اس کی
درستی ہونے سے خلقت خوش ہوگئی بے حیا دزدپیشہ برنج ہلکے جنکر مہر ۳ برنج کم اسی تول کو ۶
برنج گھٹاتے اور ۶ برنج کم کو ۹ برنج کم بناتے اور علیٰ ہذا القیاس اور کاہش کو زیادہ کرتے
اس طرح وہ بہت غبن کرتے اور ہمیشہ نقصان پہنچاتے۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ باباغوری کے
برنج کے وزن بنائے جائیں اور اس سے مہر و روپیہ تولے جائیں اور اس سال وماہ میں یہ
بھی بہت کوشش کی گئی کہ خزانچی کارپرداز رعیت سے زر مخصوص نہ طلب کریں اور جو
وزن اور عیار میں کمی ہو اُس کا حساب بے کم و کاست نرخ حال سے کریں۔ اس حکم سے
دغاباز بندست دیا ہوگئے اور رعیت ظلم سے بچ گئی۔

(۱۱) آئین درہم و دینار

(شاہنشاہی سکوں کے بعد درہم و دینار کا بیان کیا جاتا ہے)

درہم یا درہام بھی ایک چاندی کا سکّہ تھا جسکی شکل کھجور کی گٹھلی کی سی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ
خلافت میں اسکی شکل گول بنائی گئی اور حضرت زبیر کے زمانہ میں وہ کلمۃ اللہ اور برکت سے
منقوش ہوا۔ حجاج نے اُسپر سورۂ اخلاص کا نقش بنایا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسمیں اپنا نام بھی نقش
کرایا۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اول جس نے درہم پر سکّہ لگایا وہ حضرت عمر فاروق رضؓ تھے۔
بعض یہ کہتے ہیں کہ عبدالملک مروان کے زمانہ میں رومی دینار اور کسروی و حمیری دراہم
مروج تھے اسکے حکم سے حجاج یوسف نے درہم پر سکّہ لگایا اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حجاج
نے دراہم مغشوشہ کو خالص کیا اور اللہ احد اور اللہ الصمد کا سکّہ اُسپر لگایا اور ان دراہم کا نام
مکروہ ہوا اسواسطے کہ اسمیں خدا کے نام کا احترام نہیں ہوتا تھا یا آدمیوں نے اس تغیر کے سبب سے
اسکا نام یہ رکھا۔ بعد حجاج عمر ابن ہبیرہ نے یزید بن عبدالملک کی عہد حکومت میں عراق کی سلطنت
میں دراہم کو حجاج سے بہتر بنایا۔ بعد ازاں خالد بن عبداللہ قسری والی عراق نے اسکو زیادہ
پاک کیا۔ اسکے بعد یوسف عمر نے اس کو کمال پر پہنچایا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اول جس نے درہم پر

بعد

سکہ لگایا وہ مصعب بن زبیر تھا اور اُسکے طرح طرح کے وزن ۱۰ یا ۹ یا ۶ یا ۵ مثقال کے بنائے جاتے تھے یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کا وزن ۲۰ قیراط و ۱۲ قیراط و ۱۰ قیراط بھی تھا۔ حضرت عمرؓ نے ہر طرح کے درہم لیئے اور انکی اوسط ۱۲ قیراط یعنی تہائی کے برابر وزن کا درہم بنایا۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں چند طرح کے درہم رائج تھے۔ ایک ۸ دانگ کا درہم تھا اسکو بغلی کہتے تھے وہ راس بغلی سے منسوب تھا وہ صاحب عیار تھا۔ حضرت عمر خطابؓ کے حکم سے درہم پر سکہ لگا بعض کہتے ہیں بغلی ایک گانو تھا اس سے یہ سکہ منسوب تھا۔ چار دانگ کے درہم کو طبری کہتے تھے اور تین دانگ کے درہم کو مغربی اور ایک دانگ کے درہم کو یمنی کہتے تھے حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کر کے مجموعہ کے آدھے کی برابر ایک وزن کا درہم جاری کیا۔ فاضل مجتہدی کہتا ہی کہ پہلے زمانہ میں درہم دو طرح کا تھا ایک کا نام ہشت دانگی وششش دانگی تھا۔ ۱ دانگ = ۲ قیراط و قیراط = ۲ طسوج و طسوج = ۲ حبہ دوسرا ناقص درہم چہار دانگ کسرے زائد اس باب میں بہت سی رائیں مختلف ہیں۔

دینار۔ سونے کا سکہ ہی جسکا وزن ایک مثقال یعنی بقدر ۱ $\frac{۳}{۷}$ درہم کے کہتے ہیں۔

امثقال = ۶ دانگ و ۱ دانگ = ۴ طسوج و ۱ طسوج = ۲۰ حبہ و ۱ حبہ = ۲ جو و ۱ جو = ۶ خردل (رائی) ۱۲ فلس = ۶ فتیل و فتیل = ۶ نقیر اور نقیر = ۶ قطمیر = ۶ ذرہ پس اس حساب سے ہر مثقال میں ۹۶ جو ہوتے ہیں۔ مثقال۔

سونے کے تولنے کا بھی وزن ہی اور ایک زر مسکوک بھی ہی۔ بعض پرانے نوشتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ مثقال یونانی کا رواج جاتا رہا تھا اور وہ دو قیراط کم مثقال مروج سے ہوتا ہی اور درہم یونانی اور درہموں سے مختلف ہوتا ہی $\frac{۱}{۴}$ یا $\frac{۱}{۷}$ مثقال کی بقدر کم ہوتا ہی۔

اگرچہ ہندوستان میں اور ملکوں سے سونا آتا ہی مگر وہ ملک شمالی کوہستانی میں بکثرت پیدا ہوتا ہی اور تبت میں بھی اور دریا رگنگا اور سندھ کی ریت سے سلونی کے عمل سے سونا نکال لیتے ہیں۔ اکثر اس ملک کے دریاؤں کے ریتوں میں سونا ملا ہوا ہی مگر محنت

اور خرچ کے زیادہ ہونے سے ہر ساحل پر یہ کام سرانجام نہیں پا سکتا صاف چاندی ایک تولہ ۲ سرخ ایک روپیہ کو بکتی ہے پس سوداگر ۹۵۰ روپیہ کی چاندی ۹۶۹ تولہ ۹ ماشہ ۴ سرخ خریدتا ہے جس میں سے شوشہ بنانے میں ۵ تولہ ۴ ۳/۴ سرخ چاندی کم ہو جاتی ہے باقی چاندی میں ۱۰۰۶ روپئے تیار ہوتے ہیں اور ۲۷ ۱/۲ دام کی چاندی بچ رہتی ہے باقی خرچ اور نفع کی تفصیل یہ ہے اول ۲ روپیہ ۲۳ دام ۱۲ جیتل مزدوری میں دئے جاتے ہیں دوم ۱۰ دام ۱۵ جیتل مصالح میں خرچ ہوتے ہیں سوم ۵۰ روپئے ۱۲ دام دیوان شاہی کو دئے جاتے ہیں چہارم ۹۵۰ روپیہ چاندی کی قیمت کے سوداگر لیتا ہے پنجم اس طرح ۳ روپیہ ۲۱ دام ۱۰ ۱/۲ جیتل سوداگر کا نفع رہتا ہے اور اگر سیم ناسرہ کو اپنے گھر میں پاک صاف کرتا ہے تو بہت فائدہ اٹھاتا ہے۔

چاندی جس کو لاری اور شاہی کہتے ہیں اور سیم آغشتہ ایک روپیہ کی ایک تولہ ۴ سرخ خریدی جاتی ہے اس حساب سے ۹۵۰ روپیہ کی ۹۸۹ تولہ ۷ ماشہ چاندی سوداگر خریدتا ہے سباکی کے عمل میں ۴ تولہ ۱ ماشہ ۱ سرخ چاندی جلجاتی ہے یعنی سو تولہ میں ڈیڑھ تولہ وہ کم ہو جاتی اور شوشہ بنانے میں ۴ تولہ ۱۰ ماشہ ۳ سرخ کم ہوتی ہے باقی چاندی میں باون روپئے ڈھلتے ہیں اور خاک کھرل سے ۳ ۱/۲ روپیہ کی چاندی نکل آتی ہے باقی نفع خرچ کی تفصیل یہ ہے اول ۴ روپئے ۲۷ دام ۲۴ ۳/۴ جیتل مزدوری میں دئے جاتے ہیں دوم ۵ روپئے ۴ ۲ دام ۱۵ جیتل اور ضروری کاموں میں سوم ۵۰ روپئے ۲۴ دام سرکار شاہی میں داخل کیے جاتے ہیں چہارم ۹۵۰ روپیے چاندی کی قیمت کے لیے جاتے ہیں پنجم اس طرح ۴ روپیہ ۲۹ دام فائدہ کے ہوتے ہیں۔

۴ ۴ ۱۰ دام کا ایک من تانبا آتا ہے یعنی ۲۶ دام ۲ ۱/۲ جیتل سیر اسمیں ایک سیر تانبا تو گلانے سے کم ہو جاتا ہے اور ہر سیر میں ۳۰ دام بنتے ہیں کل دام ۱۱۷ دام ڈھلتے ہیں جس میں سے سوداگر تانبے کی قیمت لے لیتا ہے اور ۱۸ دام ۱۹ ۱/۲ جیتل فائدہ تانبے

کی قیمت لے لیتا ۱۸ دام ۹ جیتل مزدوری میں جاتا ہے اور ۱۵ دام ۸ جیتل اور ضروریات خرچ ہوتا ہے اور ۵۸ ½ دام دیوان اعلیٰ میں دیئے جاتے ہیں۔

(۱۳) آئین پیدائش فلزات میں (۱۴) آئین گرانی وسکی میں۔ اگرچہ نہایت تحقیق سے بڑے دلچسپ لکھے ہیں مگر وہ علوم طبیعہ کیمیا سے تعلق رکھتے ہیں اسلیے انکو فروگذاشت کرتے ہیں۔

بادشاہ کو آبادی کا خیال ایسا ہے کہ کام شائستگی سے ہوتے ہیں اور مخلوق کی آرائش ہوتی ہے ظاہری امور کے معنی کھلتے ہیں۔ عورتوں کی افراط جو بزرگ دانشوروں طبیعت کے ظلمت کدہ میں لے گئی اس نے اور بادشاہ کی بینش میں فروغ بڑھائی۔ اور تعلقات سے بادشاہ کو وارستہ بنایا۔ منزل (گھر) نے گزیدہ روش سے آراستگی پائی اور خاندانوں کا انتظام ہوا بادشاہ نے ہندوستان اور اور ملکوں کے بزرگوں سے خواستگاری کر کے پیوند یکجہتی پیدا کیا۔ دنیا کی آشوب گاہ کو چین اور آرام ملا جیسے کہ بادشاہ نے اپنی دیدہ وری کے فروغ سے بیرونی خدمت کے شائستوں کو گمنامی کے خاک سے اُٹھاکر بلند پایہ کیا ہے ایسی ہی اپنی پیش بینی سے پرستاران بیرونی میں سے ہر ایک کو اپنے اندازہ کے موافق بڑھایا ہے کوتاہ اندیش تو یہ جانتا ہے کہ خاک آلود سونا پاک ہوگیا مگر ژرف نگاہ سمجھتا ہے کہ یہ اکسیر سازی اور کیمیا طرازی ہے۔ جب جمادات کو بوٹیاں بدل دیتی ہیں اور مس اور آہن کو زر بنادیتی ہیں اور قلعی و سرب کو نقرہ۔ پس اگر کوئی بزرگ آدمی کسی ناکس کو آدمی بنادے تو اسمیں کیا تعجب ہے ؎

چہ نیکو زد ایں مثل ہوشمنداں — کہ اکسیر بخت است چشم بلنداں

بادشاہ انتظام میں ژرف نگہی۔ پایہ شناسی۔ قدردانی۔ کاردستی۔ بردباری کرتا ہے وہ خشمناکی میں بھی مہرافزائی کرتا ہے سُنی ہوئی بات کو دوربینی سے تولتا ہے۔ خیال پرستی سے کنارہ کرتا ہے۔ وہ آدمیوں کی نیائش گری کو بزرگ نعمت سمجھتا ہے اور دنیا کی شراب سے عقل کو گزند نہیں پہنچاتا۔

بادشاہ نے ایک حصار بزرگ بنایا ہے اور اس کے منازل دلکشا میں آرام کرتا ہے اس میں پانچ ہزار سے زیادہ عورتیں رہتی ہیں جن کے لیے جدا جدا مکانات نامزد ہیں۔ اور اُن کو گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور وہ عمدہ خدمات میں سرگرم رہتی ہیں ہر گروہ کی پاسبانی کے لیے پارسا عورتوں کو دیدبان داروغہ مقرر کیا ہے نیک ذات عفت سرشت عورتوں میں ایک کو اشراف بنایا ہے۔ باہر کے کارخانوں کی طرح حرم سرا میں بھی کارخانے آباد کیے ہیں۔ ہر ایک عورت کی کارروائی اسکے لائق مقرر کی ہے ہر ایک مہیں بانو کی تنخواہ ماہوار ۱۶۱۰ روپیہ سے لیکر ۱۰۲۷ روپیہ تک اور بعض پرستاران حضور کو ۱۵ روپیہ سے ۲ روپیہ تک اور چند کو ۴ روپیہ سے ۲ روپیہ تک ملتی ہے۔ دربار خاص پر ایک مشرف درست قلم خدمت گزار مقرر ہوتا وہ حرم سرا کی داد و ستد اور نقد و جنس کے حساب کو لکھتا ہے۔

شبستان اقبال کے گرداگرد اندر کی طرف پارسا عورتیں پاسبانی کرتی ہیں۔ اور ان میں سے جو عفت منش شیوا زبان نزدیاب ہیں وہ درگاہ خاص پر حاضر ہوتی ہیں۔ ور کے باہر خواجہ سرا خدمت کے انتظار میں رہتے ہیں۔ مسافت مناسب پر اخلاص گزیں راجپوت دیدبانی کرتے ہیں۔ ان سے پیچھے پردہ دار (دربان) پہرہ دیتے ہیں۔ باہر چاروں طرف امرا احدیوں اور سپاہیوں کی مرتبہ بمرتبہ چوکی بیٹھتی ہے جس وقت بیگمیں اور امرا کی عورتیں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہیں تو اوّل اندر کی خدمت پذیروں کو اطلاع کرتی ہیں اور اُس کا شائستہ جواب پاتی ہیں اور اپنے نوشتہ کو پیشکاران محل کے پاس بھیجتے ہیں اُن میں سے جنکی قدر ہوتی ہے وہ محل میں جاتی ہیں اور بعض خاص بیگموں کو ایک مہینہ رہنے کی اجازت ہوتی ہے شکاریں اور نیز دیگ کے سفروں میں یہ انتظام ہوتا ہے کہ اوّل ایک گلال بار ہوتا ہے جو ایک عجیب حصار بادشاہ کا ایجاد ہے اسکے در اور دربند بڑے استوار

آئین اکبری مترجمہ ... (۱۹)

ہوتے ہین اور قفل و کنجی سے وہ کھلتے اور بند ہوتے ہین وہ سو گز مربع سے کم نہین ہوتا اسکے مشرقی کنارہ پر ایک بارگاہ قائم کرتے ہین جس کے اندر دو سہ غہ یعنی مداخل ہوتے ہین اور اُس مین ۵۴ خانے ہوتے ہین اور وہ لمبی ۶۴ گز اور چوڑی ۱۴ گز ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک چوبین بزرگ راوٹی کھڑی ہوتی ہے ......

اور اس کے گرد اور سراپردے ہوتے ہین اور اس کے متصل ایک دو منزلہ کاخ چوبین ہوتا ہے جس مین پادشاہ پرستش کرتا ہے صبح کے وقت وہ اُس مین بیٹھتا ہے اور اس کی کورنش ہوتی ہے ۔ پرستاران درونی بے اجازت اس کے اندر نہین جا سکتین اس کے باہر نہایت عمدہ روش سے ۲۴ چوبین راوٹیان دس گز لمبی اور چھہ گز چوڑی کھڑی ہوتی ہین اور بزرگ قناتون سے جدا ہوتی ہے اس مین گزیدہ بیگمین رہتی ہین ۔ اور کئی ایک خرگاہ و خیمے کھڑے ہوتے ہین جو خاص امیرون ہی کے ساتھ اختصاص رکھتے ہین زردوزی و زربفتی و مخملی سائبانون سے اُن کو زینت دی جاتی ہے اس کے متصل ایک گلیمی سراپردہ طول و عرض مین ساٹھ گز کا کھڑا ہوتا ہے اور اس مین چند خیمے ترتیب پاتے ہین ان مین اردو بیگنیان (مسلح عورتین) اور پارسا عورتین آرام کرتی ہین۔

اس کے باہر دولتخانہ خاص تک ۱۵۰ گز طول و ۱۰۰ گز عرض ایک صحن دلکشا آراستہ کرتے ہین اور اس کا نام مہتابی رکھتے ہین ۔ اس کے دونون طرف پہلی طرح سے قناتین لگاتے ہین اور دو گز کے فاصلے پر چھہ گزی چوبین گاڑتے ہین جنمین سے ایک ایک گز زمین کے اندر ہوتی ہین اور اسکے سرے پر قبہٴ برنجی ہوتا ہے اس کو اندر و باہر دو رسیون سے استوار کرتے ہین اور پہلی طرح سے دیدبان پہرہ دیتے ہین۔

اور اسکے اندر ایک صفہ بناتے ہین اور اسپر چار چوبی نمگیرہ لگاتے ہین رات کے وقت بادشاہ اسپر بیٹھتا ہے اور سوائے خاصون کے کسی اور کو وہان بار نہین ہوتا ہمیشہ گلال بار سے پیوستہ ایک دائرہ ہوتا ہے جس کے بارہ حصے ہوتے ہین اور اس کا دروازہ اس مہتابی کی طرف کھلتا ہے

اس مین چوبین راوٹی دہ گزی اور ایک خیمہ چہل خزانہ سے آراستہ کرتے ہین اور اسپر بارہ شامیانے دواز دہ گزی سایہ ڈالتے ہین اور چند قناتون سے انھین جدا کرتے ہین اس خلوت گاہ کو اچکی خانہ کہتے ہین۔ ہر نشیمن گاہ مین ایک صحت خانہ ہوتا ہے پادشاہ نے طہارت خانہ کا نام صحت خانہ رکھا تھا اس سے ملا ہوا گلیمی سراپردہ ۱۵۰ گز طول و عرض کا جس کے ۱۶۰ حصے ۶ ۳ گز مربع ہوتے ہین قائم کرتے ہین پہلی طرح سے اُس کو قبہ و چوب سے زینت دیتے ہین اُسکے درمیان بارگاہ بزرگ ایکہزار فراش کھڑا کرتے ہین اسمین ۲۷ خزانہ (کمرے) ہوتے ہین طول پندرہ گز سرغ (کشادگی) ہوتی ہے اسپر قلندری ڈالتے ہین وہ موم جامہ سے یا کسی ہلکی چیز کے خیمہ کی شکل کی بنی ہوئی ہوتی ہے بارش و تابش مین اس سے فائدہ ہوتا ہے اس کے گرداگرد پچاس شامیانے دوازدہ گزی لگے ہوتے ہین اس دولتخانہ خاص کے بھی در اور دربند ہوتے ہین۔ امراء بزرگ اور اعیان سپاہ کو بخشی حکم لے کر اس مین آنے دیتے ہین اور ہر مہینہ مین ایک دربار ہوتا ہے اندر اور باہر منقش فرشون سے آراستگی ہوتی ہے ایک گلزار شگرف نمودار ہوتا ہے اور اسکے باہر تین سو پچاس گز طناب کھچی ہوتی ہے ہر تین تین گز پر ایک چوب لگی ہوتی ہے اس کے گرداگرد آدمی دیدبانی کرتے ہین۔ اس نشاط گاہ کی انتہا پر بارہ طناب شصت گزی کی دوری پر نقارخانہ بنایا جاتا ہے اور اس فضا کے درمیان آکاش دیا روشن ہوتا ہو (ایک بڑی لمبی چوب پر چراغ روشن ہوتا ہے) اول میر منزل کسی جگہہ کو پسند کرتے ہین اور وہان خیمے فراش ایستادہ کرتے ہین اور خیمون کو آگے لیجا کے کھڑا کرتے ہین اور پادشاہ کے آنے کے منتظر رہتے ہین سو فیل و پانچ سو اونٹ اور چار سو ارابے دو سو کہاران خیمونکی باربرداری کرتے ہین۔ پانچسو سوار منصب دار و احدی اور سوائے اس کے ہزار فراش ایرانی تورانی ہندی اور پانچ سو بیلدار دو سو سقے و پچاس بڑھئی و خیمہ دوز و مشعلچی و ۳۰ چرم دوز و ڈیڑہ سو خاکروب ہمیشہ خدمت کرتے رہتے ہین پیادہ کا ماہوارہ ۲۴۰ دام سے ۱۳۰ دام تک۔

(۱۰) آئین لشکر آراستہ

پادشاہ لشکر کو فراہم کمتر کرتا ہے مگر پادشاہ جس جانب یورش کرتا ہے بہت سے شاہزادے ہوجاتے

تو وہ اس کو نواح مین کاموں پر مامور کر کے بھیجدیتا ہے اور ہمراہی کی اجازت نہیں دیتا۔ سپاہ کا انبوہ اور آدمیون کا ہجوم اتنا ہوتا کہ دونون لشکری اپس مین ایک دوسرے کا گھر نہ پاتے تو بیگانے کا تو کیا ذکر ہے۔ پادشاہ نے لشکر اوتارنے کا یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ بہت آدمیون کو آسودگی ہوتی تھی۔ ایک دلکشا زمین پر جس کا طول ۱۵۰ اگز ہوتا اس مین شبستان اقبال و دولت خانے و نقارخانہ انتظام پاتا جن کا بیان اوپر ہوا اسکے پیچھے داہین باہین و پیچھے کی طرفون مین سو گز زمین کھلی رکھتے اس مین سوائے کشکدارون (چوکی والون) کے کوئی اور آدمی نہین چل سکتا تھا۔ اس کے درمیان سو گز کے فاصلہ مین قول (مرکز) مین مریم مکانی و گلبدن بیگم اور اور پارسا گوہر عہدتین اور شاہزادہ دانیال اُترتے۔ داہین طرف شہزادہ سلطان سلیم اُترتا۔ باہین طرف اور شہزادے اور شاہ مراد۔ پھر کچھ فاصلہ پر بیوتات ہوتے۔ ان کو ۳۰ گز چھوڑ کر ہر گوشہ مین چوبیٹر کا بازار ہوتا اور ہر طرف باندازہ پایہ امرا کے خیمے ہوتے۔ شنبہ و جمعہ و پنجشنبہ کے چوکیدار قلب گاہ مین اور یکشنبہ دوشنبہ کے چوکیدار داہین طرف و سہ شنبہ و چہارشنبہ کے باہین طرف پایہ بہ پایہ رہتے۔

آئین چراغ افروزی

روشن دل پادشاہ نور کے دوست رکھنے کو ایزدپرستی و ستایش آلہی جانتا ہے جو تاریک دل نادان ہین وہ اس کو خدا فراموشی اور آتش پرستی خیال کرتے ہین اسکو ہمہ پژوہ ژرف مین خوب سمجھتے ہین جبکہ برگزیدون کی عبادت ظاہری شایستگی رکھتی ہے اور اسکے نہ کرنے پر نفرین ہوتی ہے تو اس والا عنصر آتش (جو سب عنصر مین اوپر ہے) بزرگداشت کیون نہ سزاوار ہو جو مردم زاد کی سرمایہ ہستی اور پایندی ہو اور اسکی نسبت کیون نہ برا خیال ہوا شیخ شرف الدین منیری نے کیا خوب کہا ہی کہ جس کسی کا آفتاب غروب ہو جائے اگر وہ چراغ سے موافقت نہ کرے تو کیا کرے ہر شعلہ اسی سرچشمہ آلہی (آفتاب) کا نور ہے اور اسی گوہر چشمہ کی نشانی ہے۔ اگر خورد آذر (سورج و آگ) نہ ہوتے تو غذا و دوا کیونکر پیدا ہوتی اور چشم بینا کس کام کی ہوتی۔ آفتاب کی آتش آسمانی ہے۔ وہ پہر گوسب آفتاب جہان کو

روشن کرتا ہے تو ایک چمکتا ہوا پتھر کا سفید مہرہ جس کو ہندی مین سورج کرانت کہتے ہین۔ آفتاب کے روبرو لاتے ہین اور اس کے پاس روئی رکھتے ہین اسطرح روئی مین آگ لگجاتی ہے اور یہ آسمانی آتش کا رگاہون کو سپرد ہوتی ہے اس آگ سے چراغچی و مشعلچی و باورچی اپنا کام نکالتے ہین جس برتن مین اس آگ کو محفوظ رکھتے ہین اس کو اگن گیر کہتے ہین۔
اور ایک چمکتا ہوا پتھر سفید رنگ کا نکلا ہے جس کو چندر کرانت کہتے ہین اس کو چاند کے مقابل رکھتے ہین تو پانی تراوش کرتا ہے۔
جب ایک گھڑی دن باقی رہتا ہے تو بادشاہ اگر سوار ہو تو پیادہ ہوتا ہے اور اگر سوتا ہو تو بیدار کیا جاتا ہے۔ ظاہر و باطن کو ہمرنگ بناتا ہے۔ جب آفتاب چھپ جاتا ہے تو خدمت گذار بارہ زرین سیمین لگنون مین کافوری شمعین روشن کرکے بادشاہ کے روبرو لاتے ہین اور ایک گویا شیوا زبان ہاتھ مین شمع کو لیکر خدا کے آگے بھجن طرح طرح سے گاتا ہے پھر بادشاہ کو دعا دیتا ہے اور اس دعا پر ختم کرتا ہے۔ بادشاہ اس نیایش و نیاز کو برتر جانتا ہے اور اس سے فروغ تازہ پاتا ہے۔
شمعدان اور فانوسون مین ہنرمندون نے اپنے کام تازہ دکھائے ہین ان مین بعض دہ منی اور بعض اس سے زیادہ وزنی بناتے ہین اور انپر حسن پیکر بناتے ہین بعض ان مین ایک شاخہ ہین بعض دو شاخہ۔ بادشاہ نے ایک فانوس ایک گز بلند ایجاد کی ہے اسکے اوپر پانچ فانوسین لگائی ہین ہر ایک پر ایک جانور کی صورت ہے اور ان مین بعض کافوری شمعین تین مین گز سے زیادہ اونچی لگاتے ہین اور ان کو زینہ لگاکے بجھاتے ہین اندر اور باہر روشنی کے لیئے شمعین بھی روشن کرتے ہین ماہ قمری کے اول و دوم و سوم شب کو کہ روشنی کمتر ہوتی ہے آٹھ فتیلے روشن کیئے جاتے ہین اور چہارم سے دہم تک ایک ایک فتیلہ کم ہوتا جاتا ہے دسوین کو چاندنی خوب ہوجاتی ہے تو ایک فتیلہ روشن ہوتا ہے اور اس طرح یازدہم تک روشنی ہوتی ہے سولھوین سے انیسوین تک ایک بتی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور بیسوین مین بھی انیسوین

کی طرح روشنی ہوتی ہے پھر ایک ایک بتی اونیسوین سے بائیسوین تک زیادہ ہوتی ہے اور تئیسوین کو بائیسوین کی طرح روشنی ہوتی ہے اور چوبیسوین سے ایک ایک بتی زیادہ ہوتی ہے اور سلخ تک آٹھ آٹھ بتیان جلتی ہین ہر بتی ہین ایک سیر روغن اور آدہ سیر روئی جلتی ہے۔ بعض جگہہ تیل کی بتیون کی جگہہ چربی کی بتیان روشن کرتے ہین فتیلہ کے چھوٹے بڑے ہونے پر تیل و روئی کے جلنے کی مقدار موقوف ہے۔ بادشاہ نے اس لیئے کہ شب کو بارگاہ کو لوگ جلد پاوین۔ ایک چراغ اس طرح روشن کیا کہ دربار کے آگے ایک ستون چالیس گز سے بھی زیادہ اونچا کھڑا کرتے ہین اور اس کو سولہ طنابون سے استوار کرتے ہین اور اس کے اوپر ایک فانوس جلاتے ہین اس کو اکاش دیہ کہتے ہین۔ دور دور اس کی روشنی جاتی ہے اسے دیکھہ کر بادشاہ کی درگاہ پر آدمی پہونچ جاتے ہین۔ پہلے لوگ بورشون بین حیران ہوتے تھے اور مقصد نہ پاتے تھے اس کارخانے مین بہت سے منصب دار اور احدی و سپاہی خدمت گزین ہین پیادہ کا علوفہ زیادہ ۲۴۰ دام اور کم ۸۰ دام ہین

فرمان روائی وہ فرۂ ایزدی ہے کہ بغیر کوشش امکانی کے قدرت ایزدی کا دست بنا ہے عاقل اور نگ نشین صورت آرائی مین دل نہاد اس میلئے ہوئے کہ اس کو ایزدی فروغ کا چہرہ آرا جانتے ہین اس کا کچھ حال لکھا جاتا ہے۔

(۱) اورنگ۔ طرح طرح کے بنائے جاتے ہین۔ مرصع۔ زرین۔ سیمین وغیرہ

(۲) چتر۔ بیش قیمت جواہر اس مین لگائے جاتے ہین اور سات سے وہ کم نہین ہوتے۔

(۳) سائبان۔ اسکی شکل بیضئی ہوتی ہے بلندی مین ایک گز ہوتا ہے اس کا دستہ چتر کی مانند ہوتا ہے زربفت وغیرہ اس پر لپٹا ہوتا ہے اور بڑے بڑے موتیون سے آراستہ ہوتا ہے خدمت گزین اس کو تیار رکھتے ہین دھوپ مین اس کو لگاتے ہین اور اس کو آفتاب گیر کہتے ہین۔

(۴) کوکبہ۔ کئی ایک محفل کی پیشگاہ مین لٹکاتے ہین۔ یہ چار چیزین سواے بادشاہ کے کسی

کسی اور کے شکن مین داخل نہین ہو سکتین۔

(۵) علم۔ سواری کے وقت قور کے ہمراہ پانچ سے کم علم نہین ہوتے ہمیشہ سقرلاط کے غلافون مین رہتے ہین۔ جشن اور رزم کے دنون مین کھلتے ہین۔

(۶) چتر توق۔ علم کی قسم مین سے ہے مگر اس سے چھوٹا ہوتا ہے اور اسپر چند قطاس (ایک کوہی جانور کی دم) لگاتے ہین۔

(۷) تمن۔ توق بھی چتر توق کی مانند ہوتا ہے لیکن اس سے لمبا ہوتا ہے۔ علمون مین ان دونون کا پایہ برتر ہے۔ بزرگ نوئینون کے ساتھ چتر توق مخصوص ہے۔

(۸) جھنڈہ۔ ہندی علم ہے۔ قور مین اس قسم کے علم کا ہونا ضرور ہے اور بزرگ ہنگامون مین وہ بہت سے بنائے جاتے ہین۔ نقارخانے مین جو باجے بجائے جاتے ہین

(۱) کوورکہ جسکو عرف مین دمامہ کہتے ہین اٹھارہ جوڑیون سے کچھ کم زیادہ بلند آوازہ ہوتے ہین۔

(۲) نقارہ۔ ۲۰ جوڑیون سے کچھ کم و زیادہ بجتے ہین۔

(۳) دھل چار بجتے ہین۔

(۵) کرنا۔ سونے۔ چاندی۔ پیتل۔ وغیرہ کے بنائے ہین۔ چار سے کم نہین بجتے۔

(۶) سرنا ایرانی و ہندی ہین نو طرح کے بجتے ہین۔

(۷) نفیر بھی فرنگی ہندی ایرانی ہوتے ہین ہر قسم مین سے کئی ایک بجائی جاتی ہین۔

(۸) سنگ۔ تانبے کا گائے کے سینگ کی شکل کا بناتے ہین ان مین دو کو ساتھ بجاتے ہین۔

(۹) سنج تین جوڑی بجاتے ہین پہلے جب چار گھڑی رات باقی رہتی تھی اور اسی قدر دن بجائے جاتے تھے اب اول آدھی رات کو کہ جہان کا نور فروز (سورج) بلندی پر چڑھنا شروع کرتا ہے اور دوم اسکے نکلنے کے وقت یہ باجے بالترتیب بجتے ہین۔ پادشاہ موسیقی کے علم و عمل کو خوب جانتے اور خاص نقارہ بجانا اس کو خوب آتا ہے۔ اس کارخانہ مین منصب دار احدی اور سپاہ خدمت گزار ہین۔ ان مین پیادون کا ۳۴۰ دام سے زیادہ ۷۴ دام سے

کم نہین ہے۔

تینون رکن سلطنت (مزرآن آبادی۔ سپاہ آبادی۔ ملک آبادی) تین مہر کی ضرورت پڑتی ہے۔ آغاز سلطنت مین مولانا مقصود مہرکن نے اسمین کار پردازی کی تھی۔ فولادی سطح کے گرد بادشاہ کا اور اس کے باپ دادا کا نام صاحب قرآنی تک خط رقاع مین کندہ کیا تھا بعد ازان فقط بادشاہ کا نام نستعلیق مین کندہ کیا اور داد خواہی کے کامون کے لیے محراب کی مانند مہر بنائی گئی اور بادشاہ کے نام کے گرد یہ شعر منقش ہوا ؎

راستی موجب رضائے خدا ست کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

تمکین نے مہر دوم از سر نو بنائی۔ پھر مولانا علی احمد دہلوی نے اس کی نگارش مین سحر پردازی کی۔ چھوٹی گول مہر کو اوزک کہتے ہین اور فرمان بتی پر وہ لگتی ہے بڑی مہر جس مین بادشاہ کے باپ دادا کا نام ہے وہ پہلے سلاطین آفاق کے خطوط پر لگتی تھی مگر اب دونون کامون مین کام آتی ہے اور اوراحکام کے واسطے چہار گوشہ مہر ہوتی ہے جسپر اللہ اکبر جل جلالہ نقش پذیر ہے۔ شبستانی کاروان کے واسطے ایک خاص مہر جدا ہے اور خزائن کے ختام کے واسطے ایک مہر جدا ہے اور اسپر نگارش چند طرح کی۔

بادشاہ اس کارخانہ کو گزیدہ مسکن اور گرمی و سردی کی پناہ اور باران کا نگاہبان اور پیرایہ سلطنت جانتا ہے اور اس کی آرایش کو فرماندہی کی شکوہ اور ایزدی پرستش سمجھتا ہے۔ بادشاہ کی کار آگہی سے اس کارخانہ کی چگونگی اور چندی مین افزایش ہوگئی ہے اور اس مین بہت باتین ایجاد ہوئی ہین ان کا حال لکھا جاتا ہے۔

(۱) بارگاہ بزرگ مین دس ہزار آدمیون سے زیادہ سایہ نشین ہوتے ہین۔ ہزار فراش ایک ہفتہ مین آلات جر کی قوت سے استادہ کرتے ہین اگر وہ دو سرخہ دروازہ ہو چوبون کو لگا کے بنایا جائے) ہوتے ہین۔ چند دسے کی چادرون سے پیوند پاتے ہین وہ سادہ بنایا جاتا ہے جس مین زر لبفت و مخمل و طلا نہین لگایا جاتا دس ہزار روپیہ سے

زائد خرچ ہوتا ہے اور پرکار کی قیمت کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہین اور یہی حال اور اقسام کا ہے۔

(۲) چوبین راوٹی ۔ دس ستونون پر لگائی جاتی ہے جو کچھ زمین مین دبے ہوتے ہین۔ سب بلندی مین برابر ہوتی ہین مگر دو زیادہ بلند ہوتی ہین جنپر شہتیر رکھتے ہین، ستونون کے اوپر اور نیچے داسے لگاتے ہین جس سے وہ مضبوط رہتے ہین اور چند ترک (ترنگے) تیرو داسے پر لگاتے ہین سب کو لوہے کے جامہ سے بطرز نر مادگی پیوند دیتے ہین۔ دیوار و چھت، ترسل کے بوریہ کی بناتے ہین۔ ایک دو دروازے رکھتے ہین اور نیچے کے داسے کے اندازہ کے موافق صفہ بناتے ہین اس کو اندر سے زربفت و مخمل سے آراستہ کرتے ہین اور باہر سقرلاط اور ریشمین نواڑ سے کمر بند کرتے ہین۔

(۳) دو آتشیانہ منزل۔ اٹھارہ ستون لگاتے ہین۔ ستون شش گزی ہوتے ہین ان کو تختہ پوش کرتے ہین اور اسکے اوپر بطرز نر مادہ کے چار زرعی ستونون کو پیوند دیتے ہین اور بالاخانہ تیار کرتے ہین۔ اندر اور باہر آرایش راوٹی کی طرح کرتے ہین یورشون مین وہ شبستان انتیال کے کام مین آتا ہے۔ پادشاہ اسی مین خدا کی پرستش کرتا ہے اور آفتاب کی نیایش بجالاتا ہے۔ بعد اس پوجا کے بیگمات دیدار سے کامیاب ہوتی ہین بعد ازان باہر کے آدمی کورنش بجالاتے۔ سفرون مین اسی منزل مین پادشاہ بیٹھ کر سب چیزون کو دیکھتا ہے اس کو جھروکہ کہتے ہین۔

(۴) زمین دوز ایک خیمہ ہی جو طرح بطرح کا بنایا جاتا ہے کبھی وہ ایک سرغہ کبھی دو سرغہ ہوتا ہی انہین پردہ اس طرح لگاتے ہین کہ وہ کئی درجہ کا ہو جاتا ہے۔

(۵) عجائبی چار ستون پر نو شامیانے بلند ہوتے ہین۔ پانچ چہار گوشہ و چار مخروطی و یک لخت بھی بناتے ہین یک سرغہ برپا ہوتا ہے۔

(۶) منڈل۔ چار ستونون پر پانچ شامیانے متصل بلند ہوتے ہین۔ انمین سے کبھی چار شامیانونکو

چھوڑکر ایک خلوتخانہ بنا لیتے ہین اور کبھی چار شامیانون کو اوپر کو چڑھا دیتے ہین اور کبھی ایک ضلع کو کھولتے ہین۔

(۷) آٹھ کھمبہ آٹھ ستونون پر ستره شامیانے کبھی جدا کبھی پیوستہ بلند ہوتے ہین۔

(۸) خرگاہ طرح طرح سے بناتے ہین کبھی ایک در سے کبھی دو در سے۔

(۹) شامیانے طرح طرح کے ہوتے ہین مگر بارہ گز سے زیادہ شامیانے نہین بناتے۔

(۱۰) قلندری اوپر بیان ہوا۔

(۱۱) سراپردہ۔ پہلے زمانہ مین وہ ایک موٹے کپڑے آیفتہ کا بنا تھا اب پادشاہ اُس کو گلیم کا بنواتا ہے اس سے شکوہ بڑھتی ہے اور زیادہ سودمند وہ ہوتا ہے۔

(۱۲) گلال بار۔ چوبین سراپردہ ہوتا ہے خرگاہ کی دیوار کی طرح چمڑے کی قسمون سے استوار ہوتا ہے۔

(۱۳) گلیم۔ نادر طرح کے نقش ونگار اور دلکشا کر ہین ان مین لگائی ہین آزمودہ کار استادون کو اپنے متعین کیا ہے اور انھون نے اپنے کارنامون کو اس مین آراستہ کیا۔ اب کوئی ایرانی، تورانی، گلیم کو یاد نہین کرتا اگرچہ اب بھی سارے سال گوشکان۔ خوزستان۔ کرمان۔ سبزوار سے سوداگران کو لاتے ہین۔ ہر طرح کے قالی بافون نے یہان اپنے گھر بنا لئے ہین اور بہت فائدہ انکو ہوتا ہی۔ ہر شہر مین خاص کر آگرہ و فتحپور و لاہور مین یہ زیادہ عمدہ بنتے ہین۔ کارخانہ خاص مین بتمثیل گلیم لمبان مین ۲۰ گز ۲۷ طسوج چوڑان مین ۶ گز ۱۱½ طسوج بنتے ہین اس مین خرچ ۱۸۱۰ روپے ہوتے ہین اور واقفکار اسکی قیمت ۲۷۱۵ روپے آنکتے ہین۔

(۱۴) تکیہ نمد۔ کابل وایران سے آتے ہین اس ملک مین بھی بہت بنائے جاتے ہین۔ جاجم وشطرنجی وبلوچی ونادر پوریئے کہ ابریشم بافتہ معلوم ہوتے ہین بہت کام مین آتے ہین جنکے بیان سے داستان دراز ہوجائے گی۔

پادشاہ اس سرچشمۂ زندگی کو آب حیات کہتا ہے اور اسکی پاسبانی درست کار سیراب معتمدون کو سپرد کرتا ہی

پادشاہ بہت پانی نہین پیتا اس مین بہت احتیاط کرتا ہی۔ سفر وحضر مین گنگا کا پانی نوش کرتا ہے اور گنگا کے کنارے پر معتبر آدمی متعین ہین وہ احتیاط سے پانی کو کوزون مین بھر کر سر بمہر بھیجتے ہین۔ جب آگرہ و فتح پور مین وہ ہوتا ہے تو قصبہ سورون سے اور جب لاہور مین ہوتا ہے تو ہردوار سے اسکے لیئے گنگا کا پانی آتا ہے کھانے پکانے مین آب جمن وچناب وآب باران خرچ ہوتا ہے اسمین کچھ گنگا کا پانی بھی ملادیتے ہین اور سیر وشکار مین ودیدہ ورون کو مقرر کرتا ہے کہ دور بینی سے پانی کا امتحان کرلین۔ پادشاہ نے شورہ سے کہ بندوق کی دارو مین آگ لگاتا ہے پانی ٹھنڈا کرنے کی ترکیب نکالی ہے جس سے سب چھوٹے بڑے خوش ہوتے ہین۔ شورین خاک ہوتی ہے اس کو روزانہ برتن مین بھرتے ہین اور اسپر پانی چھڑکتے ہین اور ٹپکاتے ہین اور اس چکیدہ کو جوش دیتے ہین اور خاک سے جدا کر کے اس کو بستہ کرتے ہین اسکی قیمت ۳/۴ من سے ۴ من تک ایک روپیہ ہوتی ہے۔

جب سنہ الٰہی لاہور مین پادشاہ کا قیام ہوا تو برف ویخ کا رواج ہوا۔ شمالی کوہ کے قریب ایک قصبہ پہنان لاہور سے ۴۵ کوس پر ہی وہان سے دریا و خشکی کی راہ سے ڈاک چوکی مین بھل دکہار برف لاتے ہین اور برف فروش بہت فائدہ کماتے ہین اور اس سے کہ دمہ کو عشرت ہوتی ہے روپیہ کی دو تین سیر برف بکتی ہے۔ سب سے اچھی ترکیب اسکے لانے کی کشتی مین ہے پھر بہلی مین یا کہارون پر کوہ نشین دامنہ کوہ مین آکر اُسکے پنڈ بھیجتے ہین پنڈ ۳۰ سیر سے زیادہ اور ۲۵ سیر سے کم نہین ہوتا۔ پانچ دام اسکی وہ قیمت لیتے ہین۔ برف کے لانے کے لئے دس کشتیان مقرر ہین ان مین سے ایک ہرروز دارالسلطنت مین پہونچتی ہے اور ہر کشتی پر چار ملاح مقرر ہین ہر پنڈ گل گلا کر ۱۲ سیر سے ۱۴ سیر تک رہ جاتا ہی اور اسمین گرمی سردی سے فرق ہوجاتا ہے۔ ہر بہلی مین دو پشتوارہ ہوتے ہین اور چودہ چوکیان گھوڑونکی بدلتے ہین اور اسکے سوای ایک ہاتھی بھی کام مین آتا ہی اگر کہار لاتے ہین تو اٹھائیس کہار چودہ چوکیون مین بدلے جاتے ہین اور ہر روز ایک پشتوارہ چار پارچہ کا وہ لاتے ہین بڑے آدمی تو سارے سال برف سے اپنے عشرت بڑھاتے ہین اور عوام صرف موسم گرما مین اسکا مزہ اُڑاتے ہین۔

آئین مطبخ مین پادشاہ نے بہت سی طرزین دانا پسند اور دور اندیشیان جاری کی ہین کوئی وجہ نہ تھی کہ

(۲۲) آئین مطبخ

اسطرف توجہ نہین کرتا اس لیے کہ اعتدال مزاج و توانائی تن و صوری باطنی فیض کی پذیرائی اور دینی و دنیوی سعادت کا ملنا غذاے مناسب اور اندیشہ درست سے والبستہ ہے آدمی اور جانور مین اس علم کے سبب سے تمیز ہوتی ہے ورنہ کھانے مین دونون ہمپلہ ہین - بادشاہ کھانے کی فرمایش نہین کرتا کہ آج بیت سے لیے کیا پکایا جائے - رات دن مین ایک دفعہ کھاتا ہے اور سیر ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور کھانے کا وقت کوئی مقرر نہین رکھا - مگر کارپرداز کھانے کو تیار رکھتے ہین جسوقت فرمایش ہوتی ہے ایک وقت مین سو قاب تیار ہوتی ہین شبستان کے پرستارون کے لیے جو راتبہ مقرر ہی وہ صبح سے رات تک تقسیم ہوتا ہی اس کارخانہ مین دیانت مند کارآگاہ مقرر ہوتے ہین - انتظام سلطنت کا کل کام جس وزیر کو سپرد ہوتا ہے وہ خاص اس کام پر توجہ کرتا ہے بادشاہ خود اسکی نگہبانی کرتا ہے - ایک میر بکاول مقرر ہوتا ہے کہ وہ اپنی دیدہ وری سے اس کارخانے کو آباد رکھتا ہے اور اسکے ہمراہ اور پارسا گوہر مقرر ہوتے ہین - نقد و جنس کے خزانچی مقرر ہوتے ہین اور ایک تحویلچی مشرف ہوتا ہے اور خورش گر مقرر ہوتے ہین - ہر ملک کے بورچی کھانے پکانے مین اور ہر طرح کی حبوب ترکاری گوشت و روغن شیرینی و مصالح دار کھانے پکتے ہین -

شہر و لشکر سے باہر دریا یا تال کے کنارہ پر تسلیخ ہوتی ہے کہ اسکے پانی سے گوشت دھل دھلا کر بورچی خانہ مین آتا ہے اور دوبارہ پھر یہان پانی سے دھویا جاتا ہے -

طلا و نقرہ و سنگین و گلین دیگچیون مین بادشاہ کا خاصہ پکتا ہے جب کھانا دسترخوان پر چنا جاتا ہی تو اول اسکو پکانے والے اور بعد ازان میر بکاول چکھتے ہین - تانبے کے برتنون پر ایک مہینے مین دو دفعہ قلعی ہوتی ہے اور شاہزادون اور امیرون کے ہان ایک دفعہ - جو برتن ٹوٹ جاتے ہین وہ مسگرون کو دیدیے جاتے ہین - ترکاریون کا ایک کھیت بورچیخانہ سے متعلق ہوتا ہے جس سے تازی ترکاریان آتی ہین -

کھانے اتنی طرح کے پکتے ہین کہ انکا بیان کرنا دشوار ہے - جو کھانا پکتا ہے وہ ان تین حال سے خالی نہین ہوتا - اول گوشت جسکو زبان عرف مین صوفیانہ کہتے ہین - دوم گوشت یا برنج - سوم گوشت

(۲۵) آئین مصالح

مع مصالح ہر قسم کے کھانے دس دس طرح کے ہوتے ہین اور روٹیان بہت طرح کی پکتی ہین۔

(۲۶) آئین نان

پادشاہ اپنی کار آگہی کے سبب سے گوشت کی طرف بہت کم رغبت رکھتا ہے اکثر وہ ارشاد فرماتا ہی کہ آدمی کے لیے طرح طرح کی خورش موجود ہے مگر وہ اپنی گرگ خوئی اور بے دانشی سے جاندارون کو آزار دیتا ہے اور ان کے مارنے اور کھانے سے پرہیز نہین کرتا اور کم آزاری کو نہین دیکھتا اور اپنے تئین جانورون کا گورستان بناتا ہے۔ اگر بار تعلق میرے سر پر نہوتا تو گوشت کھانا یکبارگی چھوڑ دیتا (اکبر نامہ مین لکھا ہے کہ اُس نے بالکل گوشت کھانا اس خیال سے نہین چھوڑا کہ اُسکے چھوڑنے سے اور بہت آدمی اس کو چھوڑ دیتے جس سے ان کو نہایت تکلیف ہوتی اور انکی صحت مین فرق آتا) کچھ دنون وہ زمانہ کی چال پر چلا۔ پھر کچھ مدت تک جمعہ کے دن گوشت کھانا

(۲۷) آئین صوفیانہ

چھوڑا۔ بعد ازان اتوار کو اس سے پرہیز کیا۔ ہر شمسی ماہ کے غرہ کے دن یعنی روز تحویل کو روز مہر (اتوار) کو اور خسوف وکسوف کو اور دو صوفیانہ دنون کے بیچ کے دن اور رجب کے دوشنبہ کو۔ ہر ماہ الٰہی کے جشن کے دن۔ کل ماہ فروردین کو اور اپنی ولادت کے مہینے آبان مین پادشاہ گوشت نہین کھاتا۔ ماہ آبان کے لئے یہ مقرر ہوا تھا کہ پادشاہ کی عمر کے جتنے سال ہون اتنے دنون آبان مین گوشت نہ کھائے۔ اسکی عمر ماہ آبان کے ایام سے زیادہ ہوگئی ہے اسنے ماہ آذر کے کچھ دنون مین بھی گوشت نہین کھایا۔ پادشاہ ہر سال صوفیانہ دن اپنے بڑھاتا جاتا ہے جو پانچ سے کم نہین ہوتے۔ جب ایام صوفیانہ مین تداخل ہوتا ہی تو وہ کمی کا بدل اور مہینون مین قسمت کر دیتا ہے۔

جب بزرگ صوفیانہ ایام ختم ہوتے ہین تو اول مریم مکانی کے گھر سے گوشت کا کھانا آتا ہے پھر اور من اور شاہزادے اور نزدیک کے عزیز وہ بھیجتے ہین۔

(۲۸) آئین اجناس

طوالت کے خوف سے نرخ اجناس کا آئین چھوڑ دیا۔

آئین میوہ خانہ

پادشاہ میوہ کو خدا کی بڑی نعمت جانتا ہے اور اُسپر بہت رغبت کرتا ہے۔ ایران توران کے کارخانے نے یہان اپنا گھر بنا لیا ہے اور ان کے کشت وکار کو بڑی رونق ہے یہان خربوزہ وانگور عمدہ اور

به کثرت پیدا ہونے لگے ہین - اور ایسے ہی تربز و شفتالو و بادام و پستہ و انار وغیرہ پیدا ہوتے ہین -
جب سے کابل و قندھار و کشمیر قلمرو مین آئے ہین تو میوون کے انبار آنے لگے ہین - سال بھر تک
میوہ فروشون کی دکانین و مکان اُن سے بھرے رہتے ہین

(۳۹) آئین پیدایش طعم (مزہ)

گرمی لطیف کو تیزی و کثیف کو تلخی دیتی ہے وہ معتدل کو شوری بناتی ہے - سردی اول کو ترش
اور دوم کو دھن گیر سوم کو زفت (جو زبان کو کاٹے) اعتدال اول کو چرب اور دوم کو شیرین
سوم کو بے مزہ کرتا ہے اور انھین مزون کی آمیزش سے اور بہت سے مزے پیدا ہوتے ہین -
بعض کہتے ہین کہ اصل مین مزے چار ہین - شیرینی - تلخی - ترشی - نمکینی - انکی آمیزش سے
بیشمار مزے پیدا ہوتے ہین -

(۴۰) آئین خوشبو خانہ

پادشاہ خوشبو کو دوست رکھتا ہے اور اُس کو پرستش ایزدی کا دستمایہ سمجھتا ہے عنبر و عود سے
اور ان عطریات سے جو اسنے ایجاد کیے ہین اور پہلے سے چلے آتے ہین ہمیشہ اسکی محفل عطر آگین رہتی
ہے اور انگیٹھیان زرین و سیمین طرح طرح کی بناتے ہین اور اسمین دھودیان خوشبودار جلاتے ہین -
اور خوشبودار پھولون کے ڈھیر لگے رہتے ہین اور گل کا روغن بناتے ہین اور بالون مین
اسے ڈالتے ہین -

(۴۱) آئین گرراق خانہ و توشک خانہ

پادشاہ کو قماش پر بڑی توجہ ہے اس لیئے ایرانی و فرنگی و خطائی کپڑون کی افراط ہوگئی ہے اور
کارپرداز استادون نادر کار ہنرمندون نے آن کر یہان کے آدمیون کو کپڑا بننا سکھایا ہے - پیشگاہ
حضور مین و شہر لاہور و آگرہ و فتح پور و احمد آباد و گجرات مین کپڑا خوب بناجاتا ہے اور اُس پر طرح طرح کی
تصویرین اور نقش و نگار ہوتے ہین - پادشاہ تھوڑے دنون مین اس کام کے علم و عمل سے واقف ہوگیا ہے اور
نادر کارون کی قدر شناسی کے سبب سے اُس ملک کے آدمیون نے بھی شعر بافی (بالون کا بننا) اور ابریشم طرازی
مین پایہ والا حاصل کیا - پادشاہی کارخانون مین ہر ملک کا کپڑا تیار ہونے لگا اس سبب سے بہت آدمی
زینت دوست ہوگئے اور جشنون کی آرایش بھی اندازہ سے باہر ہوگئی جو کپڑا خریدا جاتا ہے یا بناجاتا
ہے یا پیش کش مین آتا ہے اُس کی شائستگی سے پاسبانی ہوتی ہے اور جو پہلے آتا ہے وہ پہلی

شہرستان خیال مین لے جاتا ہے۔ خیال ایک برزخ تجرد و مادی کے درمیان ہے جس کے سبب سے تجرد تعلق آمیز اور اطلاق تقید آلود پیدا ہوتا ہے پھر خیال سے بام زبان پر گام رکھہ کر ہوا کی مدد سے کان مین آتا ہے اور پھر پا بہ پایہ ربار تعلق کو کندھے پر ڈال کر اپنی جگہہ پر چلا جاتا ہے اور کبھی اس مسافر آسمان سیر کو انگلیون کی مدد سے چلاتے ہین۔ اور وہ قلم و دوات کے بحر و بر کو طے کر کے صفحون کی نزہت گاہ مین اوترتا ہے اور دیدہ کی شاہ راہ سے پھر اپنی جگہہ واپس جاتا ہے

پہلے زمانہ مین حروف پر اعراب نہین لگتے تھے اور نقطے جن کا رنگ مکتوب سے غیر ہوتا تھا لگاتے تھے۔ زبر کے لئے اوپر اور زیر کے لیئے نیچے اور پیش کے لئے ایک سُرخ نقطہ لگا دیتے تھے خلیل بن احمد عروضی نے ہر حرکت کی ایک صورت معین کی جس کا اب رواج ہے۔

دیکھو دلون کے مذاق پر حسن خط اور اُس کا تناسب موقوف ہے اس لیئے ہر گروہ اپنا خط جدا ہی رکھتا ہے اور اتنے خط ہم دیکھتے ہین۔ ہندی۔ سریانی۔ یونانی۔ عبری۔ قبطی۔ معقلی۔ کوفی۔ کشمیری۔ حبشی۔ ریحانی۔ عربی۔ فارسی۔ رومی۔ حمیری۔ بربری۔ اندلسی۔ روحانی۔ اور سوا ان کے جن مین پہلی کتابین لکھی ہوئی موجود ہین۔ بعض عبرانی خط کا موجد حضرت آدم ہفت ہزاری کو بتاتے ہین اور بعض حضرت ادریس کو۔ بعض کہتے ہین اسنے معقلی خط ایجاد کیا اور بعض کہتے ہین کہ اس معقلی خط سے امیر المومنین علی نے خط کوفی ایجاد کیا۔ خطوط مین اختلاف سطح و دور سے ہوتا ہے۔ چنانچہ خط کوفی مین ایک دانگ دور ہے اور باقی سطح۔ معقلی مین سب سطح ہے۔ پرانی عمارتون کے کتابے اسی خط مین ہین سب سے بہتر وہ خط ہے جس مین سیاہی و سفیدی عمدہ روش سے جدا ہو۔ پڑہنے مین کچھ اشتباہ نہو

ایران و توران و روم و ہند مین آٹھ طرح کے خطون کا رواج ہے اور ان مین سے ہر ایک خط مین ایک گروہ لکھتا ہے۔

ان مین سے ابن مقلہ نے ۳۱۰ ہجری مین خط معقلی و کوفی سے چھ طرح کے خط ایجاد کیئے ہین جنکے نام یہ ہین۔ ثلث۔ توقیع۔ محقق۔ نسخ۔ ریحان۔ رقاع۔ ایک گروہ خط غبار کو

بھی ان میں داخل کرکے ساتھ خط لکھتا ہے۔ بعض خطِ نسخ کو یاقوت مستعصمی کا ایجاد کہتے ہیں رقاع و توقیع سے ساتواں خط تعلیق پیدا ہوا۔ آٹھواں خط نستعلیق ہے جسمیں دائرے بہت ہیں اسکو امیر صاحب قران کے عہد میں خواجہ میر علی تبریزی نے نسخ و تعلیق سے ایجاد کیا مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ نستعلیق خط میں کتابیں صاحب قران کے زمانہ سے پہلی لکھی ہوئی موجود ہیں۔

بادشاہ کی قدردانی اور رازشناسی سے بہت طرح کے خطوں میں ترقی ہوئی۔ نادرہ کا ہنر پردازوں کی قدر زیادہ ہوگئی ہے۔ خصوصاً نستعلیق خط کا رواج بہت ہوگیا ہے محمد حسین کشمیری مخاطب زرین قلم بادشاہ پاس بیمثل خوشنویس ہے۔ بادشاہ نے کتابخانہ کے چند حصے کئے ہیں۔ کچھ اُن میں سے محل کے اندر رہتے ہیں کچھ باہر پھر ہر حصہ کی کئی قسمیں کی ہیں۔ علم علم کی و نامہ نامہ کی کتابیں موافق قیمت کے درجہ رکھتی ہیں اور نظم و نثر ہندی فارسی یونانی کشمیری عربی کتابیں جدا جدا ترتیب سے کتاب خانہ میں رکھی جاتی ہیں بادشاہ انکا مطالعہ اس طرح کرتا ہے کہ روز بروز آگاہ دل کارداں کتابوں کو بادشاہ کو سُناتے ہیں۔ بادشاہ کتاب کو اول سے آخر تک سنتا ہے ہر روز جہاں تک کتاب سنائی جاتی ہے وہاں بادشاہ اپنے قلم سے نقش کردیتا ہے۔ اور اوراق کی تعداد کے موافق خوانندہ کو روپیہ اشرفیاں انعام ملتی ہیں۔ مشہور کتابیں بہت ہی کم ہونگیں جو محفل شاہی میں مذکور نہ ہوئی ہوں۔ باستانی داستانیں اور غرائب علوم اور نوادر حکمت ایسی نہ ہونگی کہ بادشاہ کو یاد نہوں مکرر سننے سے اسکو ملال نہوتا تھا بہت رغبت سے سنتا تھا۔ یہ کتابیں ہمیشہ بادشاہ کے روبرو پڑھی جاتی ہیں اخلاق ناصری کیمیائے سعادت قابوس نامہ مکتوبات شرف منیری گلستان حدیقہ سنائی، مثنوی مولوی روم جام جم بوستاں شاہنامہ خمسۂ نظامی کلیات خسرو مولانا جامی دیوان خاقانی و انوری اور اور تاریخ نامے۔

ہندی سنسکرت یونانی و عربی و فارسی کے کتابوں کے زبان دانوں کو ہمیشہ حکم ہوتا تھا کہ وہ ایک زبان کو دوسری زبان میں ترجمہ کریں۔ چنانچہ زیچ جدید مرزائی کا

کچھ حصہ امیر فتح اللہ شیرازی کی دیدہ وری اور ابوالفضل کی ترجمانی سے چند جوشی گنگا دھر
مہیس مہانند نے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا اور کتاب مہابھارت کہ ہندوستان کی
قدیم کتابوں میں سے ہی نصیب خاں و مولانا عبدالقادر بدایونی و شیخ سلطان تھانیسری کے
اہتمام سے سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ ہوا اس میں قریب ایک لاکھ کے شعر ہیں۔
بادشاہ نے اسکا نام رزم نامہ رکھا اور اسی گروہ نے کتاب رامائن کا ہندی سے فارسی میں
ترجمہ کیا وہ ہند کی تالیفات قدیم سے ہی اور اسمیں رامچند کا احوال بتفصیل لکھا ہی اور بہت سی
نوادر حکمت اسمیں مندرج ہیں اور کتاب اتھربن وید کا ترجمہ فارسی زبان میں حاجی ابراہیم سرہندی
نے کیا۔ یہ کتاب ہندوؤں کے زعم میں چار کتاب الہٰی میں سے ایک ہی۔ علم حساب میں لیلاوتی
حکماء ہندوستان کی عمدہ نشانی ہی۔ شیخ ابوالفیض فیاضی نے اسپر سے ہندی نقاب اوٹھاکر
فارسی چادر اوڑھائی۔ کتاب تاجک کہ علم نجوم میں ایک معتبر کتاب ہی وہ بادشاہ کے ارشاد
سے مکمل خاں گجراتی نے فارسی میں ترجمہ کیا واقعات حضرت گیتی ستاں (تیمور) کہ ایک دستورالعمل
کارآگہی ہی مرزا خانخانان نے ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ تاریخ کشمیر جسمیں چار ہزار سال کا
حال لکھا ہوا ہی۔ مولانا شاہ محمد شاہ آبادی نے کشمیری زبان سے فارسی میں ترجمہ کیا معجم البلدان
کہ بلاد و امصار کے بیان میں ایک عجیب کتاب ہی ملا احمد ٹھٹوی و قاسم بیگ و شیخ بھورا۔
اور چند اور آدمیوں نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ ہربنس جو احوال کشن پر متضمن ہی مولانا
شیری نے فارسی میں اسکا ترجمہ کیا۔ کتاب کلیلہ دمنہ کہ حکمت عملی میں ایک کارنامہ ہی جس سے
تعجب ہوتا ہی نصراللہ مستوفی مولانا حسین واعظ نے فارسی میں ترجمہ کیا تھا مگر اوسمیں استعارات
غریب و لغات دشوار تھے۔ بادشاہ کے حکم سے ابوالفضل نے ایک فارسی کا خلعت تازہ پنہایا
عیار دانش اسکا نام مشہور ہوا۔ نل و دمن کے عشق کا قصہ کہ سنسکرت زبان میں ارباب ذوق کا
جگر گداز تھا شیخ فیضی فیاضی نے لیلی مجنوں کی بحر میں نظم میں لکھا وہ نلدمن کے نام
سے شہرۂ آفاق ہوا۔ جب بادشاہ کو نقل کے خزانہ پر آگاہی ہوئی تو اوس نے
حکم دیا کہ ہفت اقلیم کا احوال آخر ہزار سال کا خبرشناس تاریخ داں ایک جگھ

جمع کریں - اول نقیب خاں نے اور ایک اور جماعت نے اس کام کو شروع کیا - مولانا احمد ٹھٹوی نے اسکا بہت سا حصہ لکھا اور جعفر بیگ آصف خاں نے اسے ختم کیا اور اسکا خطا ابوالفضل نے لکھا - اور تاریخ الفی اوسکا نام رکھا - یہ اوپر کا بیان ابوالفضل سے نقل ہوا ہی - مگر اب ہم ان کتابوں کے ترجمہ کے بیان کو تاریخ بدایونی سے نقل کرتے ہیں وہ زیادہ مفصل ہیں -

اتھربن وید ۹۸۳ھ میں ایک بڑا پنڈت برہمن دکن سے آیا اور اپنی رغبت سے اسلام سے مشرف ہوا اور بادشاہ کے خاص خیل کے رمزہ میں داخل ہوا شیخ بہاون اسکا نام ہوا - بادشاہ کا حکم ہوا کہ اتھربن وید کو کہ اہل ہند کی چار مشہور کتابوں میں سے چوتھی کتاب ہی اور بعض احکام اسکے ملت اسلام کے موافق ہیں اسکے معانی وہ بیان کرے اور عبدالقادر اوسکو سنسکرت سے فارسی زبان میں ترجمہ کرے - اسکی عبارت میں بہت اغلاق تھا اور معانی بیان کرنیوالا اسکو اچھی طرح بیان نہیں کرسکتا تھا اور اوسکے مقاصد مفہوم نہیں ہوتے تھے یہ حال عبدالقادر نے بادشاہ سے عرض کیا اس نے اول شیخ فیضی کو اور بعد ازاں حاجی براہیم سرہندی کو ترجمہ کا حکم دیا وہ اوسکو خاطر خواہ نہ لکھ سکا اور وہ باقی رہا اس بید کے حکموں میں سے یہ ایک حکم ہی کہ جب تک اسکا ایک خاص فقرہ ہندو نہ پڑھے تو اسکی نجات نہیں ہوگی - اس فقرہ میں لام اتنی دفعہ آتا ہی کہ وہ کلمہ لاالہ الااللہ ہو جاتا ہی - دوسرا حکم یہ ہی کہ ہندوؤں کو گلئے کا گوشت کھانا چند شرطوں کے ساتھ مباح ہی - تیسرے یہ کہ ہندوؤں کو مُردوں کو جلانا نہیں چاہیئے - دفن کرنا چاہیے - ان باتوں کے مباحثے میں شیخ مذکور ہند کے برہمنوں پر غالب رہا اور سب کو الزام دیا اور اسی تقریب سے وہ مسلمان ہوا -

مہابھارت کتب ہند میں ایک معظم کتاب ہی اور طرح طرح کے قصّے و مواعظ و نصائح و اخلاق و آداب و معارف و اعتقادات لکھے ہیں اور ہندوؤں کے مذاہب و طرق عبادات کا بیان اسمیں ہی اور انہیں کے ضمن میں فرمانروایان ہند کوروں اور پانڈوون کی لڑائی کا بیان لکھا ہی جسکو بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار برس اور کسر سے زائد گذرے ہیں - ایک جماعت کا قول ہی کہ اس سے زیادہ اور کئی ہزار برس گذرے ہیں اور زمان آدم علیہ السلام سے پیشتر

ہی - اور ہندو اسکے لکھنے اور پڑھنے کو عبادتِ عظیم جانتے ہیں اور مسلمانوں سے چھپاتے ہیں
اس ترجمہ کا سبب یہ تھا کہ شاہنامہ وقصہ امیر حمزہ سترہ جلدوں میں پندرہ برس کے عرصہ میں بادشاہ
نے لکھایا تھا اور بہت روپیہ اوسکی تصویروں کے کھچوانے میں صرف کیا تھا - ایسے ہی قصۂ ابومسلم
وجامع الحکایات وغیرہ کو مکرر سنا تھا انکی نسبت بادشاہ کی رائے یہ تھی - ان اکثر شاعرانہ
بناوٹ کی باتیں ہیں مگر وہ ایسی نیک صورت میں اور سعید طالع میں تصنیف ہوئی ہیں کہ انکی
پوری شہرت ہوگئی ہی - اب سنسکرت کی کتابوں کو جو مرتاض عاقل عابدوں نے تصنیف کی
ہیں اور سب صحیح اور نص قاطع ہیں اور ہندوؤں کے دین واعتقادات کا مدار انپر ہی -
اسکا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان میں اپنے نام سے کرانا چاہیے کہ وہ تازہ غیر مکرر ہونگے
اور سعادات دینی ودنیوی کی مثمر اور حشمت وشوکت بیرونی کی منتج اور کثرت اولاد اور اموال
کی مستوجب ہونگے جیسا کہ ان کتابوں کے خطبوں میں لکھا ہی اس لئے ۹۹۰ھ میں بادشاہ
نے حکم دیا کہ پنڈتوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو کر مہابھارت کے معانی بیان کرے چندراتوں تک
بادشاہ نے خود انکے معانی نقیب خاں کے خاطر نشان کئے تاکہ ماحصل کو فارسی زبان میں تحریر
کرے اور تیسری شب کو فقیر عبدالقادر کو بلاکر حکم فرمایا کہ نقیب خاں کے ساتھ شریک ہو کر ترجمہ کرے
اور تین چار مہینے میں اس مزخرف ولاطائل کے اٹھارہ فن (پرب) میں سے دو فن کا ترجمہ
لکھا اور کیا کیا اعتراضات سُنے جنکے معانی یہ تھے کہ میں حرامخوار اور شلغم خور ہوں - ان کتابوں
میں فقیر کا نصیب یہی تھا - النصیب یصیب بعدازاں اسکا ایک حصہ ملا شیری اور نقیب خاں نے
تمام کیا اور حاجی سلطان تھانیسری نے اسکا ایک حصہ تنہا ترجمہ کیا بعدازاں اس خدمت پر
شیخ فیضی مامور ہوا اس نے بھی دو فن سے زیادہ ترجمہ نہیں کیا پھر حاجی مذکور نے دوبارہ اس کو
لکھا - باتیں جو اول بار میں فروگذاشت ہوئیں تھیں اونکے نقص کو دور کیا اور اسکو یہاں تک
اصل کے مطابق کیا کہ نقطۂ مگس کو بھی متروک نہ کیا سو جزوں کا حصہ باریک خط میں لکھا -
جسکا نتیجہ اسکو یہ ملا کہ کسی تقریب سے اسکو بادشاہ نے خارج کرکے بکھر میں بھیجدیا اب وہ اپنے شہر
میں ہی - ان معبروں (معانی بیان کرنے والے) اور مترجموں میں سے اکثر کو روؤں اور

پانڈوں کے ساتھ محشور ہیں (مر گئے ہیں اور کافروں کے ساتھ انکا حشر ہوا ہی) باقی ماندوں کو خدا تعالے نجات دے اور توبہ کی توفیق کرامت کرے اور عذر من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان مسموع ہوا - وانہ ھو التواب الرحیم اسکا نام رزم نامہ رکھا گیا تصویریں بنائی گئیں اور نقلیں مکرر ہوئیں اور امرا کو حکم ہوا کہ ایک نسخہ اسکا یمناً و تبرکاً رکھیں اور ابو الفضل نے تفسیر آیۃ الکرسی تالیف کی تھی اسکے برعکس اس کتاب کا خطبہ دو جز کا لکھدیا نعوذ باللہ من الکفریات والحشویات

۹۹۷ھ میں بادشاہ نے حکم دیا کہ رامائن کا ترجمہ عبد القادر کرے اس نے چار سال میں اسکا ترجمہ تمام کیا اور اسکا مثنیٰ بادشاہ کی نذر کیا اوسکے اخیر میں لکھا تھا - ؎

ما قصہ نوشتیم بہ سلطاں کہ رساند		جاں سوختہ کردیم بجاناں کہ رساند	

اس شعر کو بادشاہ نے بہت پسند کیا اور پوچھا کہ ترجمہ کے کتنے جز ہوئے - عبد القادر نے کہا کہ اوّل دفعہ مجملاً ستر جز تھے اور دوسری دفعہ مفصلاً ایک سو بیس جزو - حکم فرمایا کہ دیباچہ بھی مصنفین کی رسم کے موافق لکھو - عبد القادر نے اس سے اغماض کیا - وہ لکھتا ہی کہ نقل کفر کفر نہیں ہوتی - میں نے بادشاہ کے حکم سے ترجمہ کیا گو اس سے مجھے کراہت تھی اور جسکے سبب سے مجھے یقین ہی کہ لعنت ملامت ہوگی میں اُس سے توبہ کرتا ہوں خدا تعالی قبول کرے -

۹۹۹ھ میں بادشاہ نے عبد القادر کو حکم دیا کہ مُلّا محمد شاہ آبادی نے جو ایک فاضل جامع معقول و منقول ہی حسب الحکم تاریخ کشمیر فارسی میں ترجمہ کی ہی اوسکو سلیس عبارت منقح میں لکھو دو مہینے کے عرصہ میں اسکا انتخاب کیا اور یہ بیت آخر میں لکھی - ؎

درعرض یک دو ماہ بتقریب حکم شاہ		این نامہ شد چو خطِ پری پیکران سیاہ	

بادشاہ نے یہ نذر لیکر کتب خانہ میں داخل کی اور وہ بہ مثل پڑھی جاتی ہی -

سنہ میں بادشاہ نے عبد القادر کو حکم دیا کہ شیخ ابو الفضل علما کی استصواب سے جامع رشیدی کہ ایک مجلد عظیم ہی عربی سے فارسی میں ترجمہ کرے انمیں سے شجرہ خلفاء عباسیہ و مصریہ و بنی امیہ کہ آنحضرت صلعم تک ختم ہوتا ہے اور وہاں سے آدمؑ تک پہنچتا ہے اسکا اور تمام انبیا و اولو العزم کا حال مفصّل ترجمہ کیا -

رامائن

تاریخ کشمیر

جامع رشیدی

تاریخ الفی

جب سنہ ہجری ہزار گذر گئے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک تاریخ تالیف کی جائے۔ جس میں آجتک پادشاہان اسلام کا حال ایسا لکھا جاوے کہ حقیقت میں وہ اور تاریخوں کی ناسخ ہو اور نام اسکا الفی رکھا جائے اور سنوات میں بجائے لفظ ہجرت کے لفظ رحلت لکھا جائے آنحضرت کی وفات سے آجتک وقائع عالم سات آدمی لکھیں سال اول کا حال نقیب خاں۔ دوم سال کا حال شاہ فتح اللہ علیٰ ہذا القیاس حکیم ہمام و حکیم علی و حاجی ابراہیم سرہندی کہ گجرات سے آیا تھا اور مرزا نظام الدین احمد و عبدالقادر لکھیں۔ دوسرے ہفتے میں ٣٥ سال کا حال مرتب ہوا۔ بعد ازاں ملا احمد ٹھٹوی کو حکم ہوا کہ چھتیسویں سال سے تاریخ الفی لکھے۔ اُسنے تعصب سے موافق اپنے اعتقاد کے جو کچھ جی میں آیا لکھا۔ دو جلدوں میں چنگیز خاں کے زمانہ تک واقعات کو لکھا کہ اسکو مرزا فولاد برلاس نے مارڈالا۔ باقی احوال حسب الامر آصف خاں نے ٩٩٧ سنہ تک لکھا۔ سنہ ١٠٠٠ میں عبدالقادر کو لاہور میں حکم ہوا کہ اس تاریخ کو از سر نو مقابلہ کرکے تصحیح کرے اور سنوات کی جو تقدیم و تاخیر ہوئی ہی انکو ترتیب دے ایک سال تک اسکو ان خدمات سے شغل رہا دو جلدوں کا تو مقابلہ کیا اور دو جلدوں کو اُسنے آصف خاں کے حوالہ کیا۔ غرض اس تاریخ کے اول دو دفتر ملا احمد ٹھٹوی نے لکھے ہیں اور تیسرا دفتر آصف خاں نے اور اسکی تصحیح و مقابلہ ملا مصطفی کاتب لاہوری کے اتفاق سے ملا عبدالقادر نے کیا ہی۔

نل دمن

سنہ ١٠٠٣ کے اوائل صفر میں پادشاہ نے ملک شعرا فیضی کو حکم دیا کہ پنج گنج لکھے پانچ مہینے کے عرصہ میں اُسنے نل و دمن کہ عاشق و معشوق ہیں اور انکا قصہ ہند میں مشہور ہی۔ چار ہزار دو سو شعروں میں لکھا اور چند اشرفیوں کے ساتھ پادشاہ کی نذر کیا۔ وہ بہت بادشاہ کو مستحسن معلوم ہوا اور اوسکی کتابت کا اور اُسمیں تصویروں کے لگنے کا حکم ہوا نقیب خاں کو حکم ہوا کہ اوسکو وہ پڑھکر سنائے۔ سچ یہ ہی کہ ایسی مثنوی تین سو برس سے بعد شیرین خسرو کے کسی نے ہند میں نہیں تصنیف کی ہی۔

سنگھاسن بتیسی

بکرماجیت کے زمانہ میں سنسکرت زبان میں تصنیف ہوئی تھی۔ اس میں تبیس کہانیاں ہیں تبیس کٹ پتلیاں راجہ کے سنگھاسن کو سر پر لیے ہوئے کھڑے ہیں اور ہر ایک پتلی ایک حکایت راجہ

بکرماجیت مہاراجہ مالوہ کے حال میں کہہ رہی ہیں۔ عبدالقادر کو حکم دیا کہ آج ہی سے وہ فارسی زبان میں اسکا ترجمہ شروع کرے اور ایک پنڈت مقرر کر دیا کہ وہ اسکے روبرو اسکا مطلب بیان کرے۔ پادشاہ نے ملا کا ترجمہ پسند کیا اور خرد افزا اُسکا نام رکھا جو اُس کے ترجمہ کی تاریخ ہی۔

مگر ملر صاحب جو دنیا کی زبانوں کے علم میں بے مثیل عالم متبحر مشہور ہیں وہ اپنی کتاب ری لی جین سائنس (اس کتاب میں یہ ذکر ہی کہ مذہب بھی سائنس ہی) لکھتے ہیں کہ اگر تاریخ عالم کو مطالعہ کیجئے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ جیسا سنہ ۱۵۴۲ ؁ و سنہ ۱۶۰۵ ؁ کے درمیان آپس میں مذہبوں کے باہم مقابلہ کرنے کا اور مذہبی تحقیقات کا شوق شہنشاہ اکبر کو ہوا ہی ایسا کسی اور شہنشاہ کو دنیا میں پہلے نہیں ہوا اس نے بہت دولت خرچ کی۔ اسنے مجتہدین مذہب کو دور دور سے بلایا۔ کروستان سے آردشیر زردشتی کو بلایا۔ مذہبی کتابوں کے ترجموں میں لاکھوں روپئے خرچ کئے بہت کتابوں کو جمع کیا۔

شبیہ کشی کو عرف میں تصویر کہتے ہیں چونکہ وہ جدوبازی دونوں کا دستمایہ ہی اس لئے پادشاہ کو شوق اسکا ابتدائے عمر سے ہی اور اسکو رواج و رونق دینے کا طلبگار ہی اس سبب سے نادر جادوکاری نے رونق پائی اور ایک گروہ نامور مصوروں کا پیدا ہو گیا ہر ہفتہ میں داروغہ اور بتکچی (محرر) سا ہر مصور کے کاموں کو پادشاہ کی نظر کے سامنے لاتے ہیں اور انکی خوبی کے اندازہ کے موافق بخشش ملتی ہی اور اضافہ تنخواہ اونکا ہوتا ہی۔ تصویر کشی کے مصالح پر بہت غور ہوتی ہی اور تصویروںکی قیمت مقرر ہو گئی ہی رنگ آمیزی کا اور ہی جوبن ہو گیا ہی اور صفائی کی اور ہی تازہ آبرو ہو گئی ہی۔ ایسے شیرین کار ہنرمند چہرہ افروز ہوئے ہیں کہ شہرۂ آفاق۔ بہزاد کی نادرہ کاری کی اور اہل فرنگ کی سحر پردازی کی برابری کرتے ہیں۔ کام کی تازگی و نقوش کی صفائی و ثبات دست اور اور برگزیدہ صفات میں مصوری بے مثیل ہو گئی ہی اور جمادی اجسام کی بیجان تصویریں جاندار معلوم ہوتی ہیں سو مصوروں سے زیادہ پیشوائی کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں اور انکی بلندنامی کا آوازہ بلند ہو گیا ہی اور ایسے مصوروں کا طائفہ کہ اپنی منزل کے قریب

کرولیاف کا بیان

تصویر کشی

پہنچگئے ہیں اور ایسے طبقے کہ آدھی راہ پر چلے ہیں بہت ہیں۔ ہند میں جواب مصوری ہی اسکی تصویر بھی کبھی خیال میں نہیں گذرتی تھی کوئی ملک جہان میں مصوری میں اسکی برابر نہیں ہی۔ اس شاہراہ کے پیش رو دن میں سے میر سید علی تبریزی اور عبد الصمد شیریں قلم شیرازی اور دسونتھ کہار کا لڑکا ہی۔ یہ لڑکا اس کارخانہ میں نوکر تھا اور مصوری کی ہوس میں دیواروں پر صورتیں بناتا اور نقش کاڑھتا ایک دن پادشاہ کی نظر اوسپر جا پڑی وہ سمجھ گیا کہ یہ لڑکا ہونہار ہی۔ ایک دن یہ اوستاد ہو جائیگا اسکو خواجہ عبد الصمد کے حوالہ کیا۔ تھوڑے دنوں میں یگانہ روزگار ہوا اور دیوانہ ہو کر خودکشی کر کے مرگیا۔ تعجب ہی کہ صورت بینی اور تمثال آرائی جس کو لوگ خواب غفلت سمجھتے ہیں وہ اندیشہ کی درستی سے علم کی جاندار دوا اور جہالت کے دردبے درماں کی دوا ہی تقلید پیشہ جو تصویر کے دشمن ہیں اب اونکی آنکھیں کھلی ہیں کہ حقیقت کو دیکھنی ہیں ایک روز انجمن راز گوئی میں بادشاہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ جو مصوری کے پیشہ کی برائی کرتے ہیں اونکو میرا دل نہیں پسند کرتا اور میرے نزدیک خداشناسی میں بہت آدمیوں سے مصور بہتر ہوتا ہی اسواسطے جسوقت وہ جانور کی تصویر کھینچتا ہی اور اوسکے عضو عضو کی صورت بناتا ہی اور اوسکے اندر روح نہیں پھونک سکتا ہی تو وہ جان آفریں کی نیرنگی کی طرف متوجہ ہو کر اسکو پہچانتا ہی جب اس پیشہ کا مرتبہ بلند ہوا بڑے بڑے نادر کام تیار ہوئے۔ فارسی نظم و نثر کی کتابوں کو اُسنے آراستہ کیا۔ دلکشا مجلسوں کی تصویریں اسنے بنائیں قصہ حمزہ کے بارہ دفتروں کو رنگ آمیز کیا۔ اوستادوں نے اسمیں چودہ سو جگہہ تصویریں بنائیں۔ چنگیز نامہ۔ ظفر نامہ۔ آئین اکبری۔ رزم نامہ۔ راماین۔ نلدمن۔ کلیلہ دمنہ۔ عیار دانش وغیرہ میں پیکر نگاری ہوئی۔ پادشاہ نے کتابوں میں جہان تصویریں بنی چاہئیں تھیں خود نشان کر دیئے۔ پادشاہ کے اشارہ سے تمام ملازمان دولت کی تصویریں بنائی گئیں اور ان سے ایک بڑی کتاب آراستہ ہوئی جس سے مُردوں میں ایک تازہ جان پڑ گئی اور حاضروں کو زندگی جاوید مل گئی جنسی کہ تصویروں کو بلند پائیگی حاصل ہوئی۔ ایسے ہی نقاشوں مذہبوں

جدول آرایوں وصحافون کا بازار بھی گرم ہوا۔

قورخانہ سے خانہ آبادی جہان کی معمور ہوتی ہی اور سپہ آرائی کا سرانجام ہوتا ہی۔ اس سبب سے پادشاہ اسپر بہت دل لگاتا ہی اور اسکی آرایش میں بہت غور کرتا ہی اور انکی تازی تازی طرحیں نکالتا ہی۔ اس سے کام کے جوہر نے افزایش پائی ہی۔ پادشاہ کے پاس ایک جوشن (زرہ) آئی۔ اسپر بندوق لگائی تو گولی کا نشان بھی اسپر نہ ہوا۔ قورخانہ (اسلحہ خانہ) ایسا تیار رہتا ہی کہ وہ لشکر کو کافی ہوتا ہی۔ بازاروں میں ہتھیار جس قیمت پر بکتے ہیں پادشاہ انکو بھی دیکھتا ہی۔ اپنے خاص ہتھیاروں کا نام رکھتا ہی اور اوسکے درجے مقرر کرتا ہی۔ ۳۰ شمشیر خاصہ ہیں ان میں سے ہر روز ہر شمشیر باری باری سے شبستان میں جاتی ہی۔ جب دوسری شمشیر جاتی ہی تو پہلی شمشیر واپس آتی ہی اور اسکو باہر نوکر باری باری سے لیتے ہیں روز چالیس شمشیر تیار رکھتے ہیں اسکو کوتل کہتے ہیں۔ جب بادشاہ کی خاصہ شمشیریں خرچ ہو جاتی ہیں اور بارہ رہجاتی ہیں تو اون کوتل شمشیروں سے انکی تعداد پوری کیجاتی ہی۔ جمدھر۔ کھپوہ۔ چالیس چالیس رہتے ہیں اور ہر ایک کی باری ایک ہفتہ کے بعد آتی ہی اور انمیں سے ہر ایک کے بیس بیس کوتل رہتے ہیں اور انکی بھرتی بھی شمشیروں کی طرح ہوتی ہی آٹھ کارد و بیس بیس نیزے و برچھے رہتے ہیں ہر ایک کی باری ایک مہینہ میں آتی ہے۔ مشہد اور بھدا این کی ۸۶ کمانیں اور سوائے انکے اور ۲۴ کمانیں رہتی ہیں۔ سواری اور بارعام کے وقت امیرزادی اور منصبدار واحدی قور کو ہاتھوں اور کندھوں پر اٹھاتے ہیں۔ ان میں سے چار چار آدمیوں میں سے ہر ایک چار ترکش چار کمان چار شمشیر چار سپر لیتے ہیں۔ اور انکے سوا نیزہ و برچھ زاغ نول۔ پیازی۔ گپتی۔ کمان گروہ (غلیل) کتک۔ صندلی شائستہ آئین سے اٹھاتے ہیں اور چند قطار (پانچ اونٹوں کی ایک قطار ہوتی ہی) شتر و استر پر بھی طرح طرح کے سلاح آمادہ رہتے ہیں اور چند چھکڑے و تختی اور سوار انکے اور جانور سفروں میں باربرداری کرتے ہیں۔ بارگاہ میں امرا اور نادر آدمی قور کی دابر منتظر خدمت کھڑے رہتے ہیں اور سواری میں وہ پیچھے پیچھے چلتے ہیں مگر چند خاص امیر پادشاہ کے قریب رہتے ہیں۔ سجے ہوئے ہاتھی و اونٹ و بھلیاں و نقاری و علم و کوکبے اور سامان شکوہ

قور کے ساتھ ہوتا ہی۔ اور یساول انکا اہتمام کرتے ہیں۔ اور میر بختی انکی مدد کرتے ہیں شکارگاہ میں
چند تیز تنگ پیادے اور چند اور آدمی قور کو اُٹھاتے ہیں۔

آئین (۳۶) آئین توپ

توپ جہانبانی کی اقبال سرائے کا عجیب قفل ہی اور کشورکشائی کے دروازہ کی دلکشا کنجی۔
جتنی توپیں یہاں ہیں اس سے زیادہ کہیں سوائے روم کے نہیں ہیں۔ بعض توپیں ایسی ہیں
کہ انہیں بارہ من کا گولہ چھوٹتا ہی اور کئی ہاتھی اور ہزاروں بیل اسکو لیکر چلتے ہیں۔ پادشاہ ان
توپوں کی رونق کو معنوی مقاصد میں سے گنتا ہی اور بہت اُنپر توجہ کرتا ہی جیبدار وغیرہ
اور ژرف نگاہ نویسندی مقرر کرتا ہی اور سارے کارخانے کو نہایت عمدہ انتظام سے رکھتا ہی۔
پادشاہ نے ان توپوں میں بہت باتیں اختراع کی ہیں۔ ایک توپ ایسی بنائی ہی کہ اسکے پُرزے
جدا جدا کرکے یورش میں آسانی سے لیجا سکتے ہیں اور پھر چھوڑنے کے وقت انکو ملا سکتے ہیں
سترہ توپوں کو اسطرح پیوند دیا ہی کہ ایک فتیلہ سے چھوٹ جاتی ہیں اور ایک توپ ایسی بنائی ہی
کہ اسکو ایک ہاتھی لیجا سکتا ہی اسکا نام گجنال ہی۔ اسی کو ہتھ نال کہتے ہیں اور ایک توپ
ایسی ساخت کی ہی کہ ایک آدمی اُسکو لیجا سکتا ہی۔ اسکام کے اہتمام کے لیے ہزار احدی
ماہوار پاتے ہیں اور پیادہ کی تنخواہ ۴۰۰ دام سے زیادہ اور ۱۰۰ دام سے کم نہیں ہی۔

آئین (۳۷) آئین بندوق

پادشاہ کو بندوق کی طرف بہت میل ہی وہ اسکے بنانے میں اور چھوڑنے میں اپنا جواب
نہیں رکھتا ایسی بندوقیں بناتا ہی کہ اگر انکو لبالب بارود سے بھر کر چھوڑو تو بھی وہ پھٹتی نہیں
انمیں ایک چوتھائی سے زیادہ بارود نہیں بھری جاتی تھی۔ انکے بنانے کا یہ دستور
تھا کہ پتک (ہتوڑے) وسندان سے لوہے کو چوڑا کرتے اور پھر اسکے جوڑے سرون
کے کناروں کو جوڑ دیتے تھے اور بعض دوربینی یہ کرتے تھے کہ ایک طرف کو نکلا رکھتے تھے
انکے پھٹنے سے گزند پاتے تھے خاصکر پہلی طرح کی بندوقوں سے۔ اب پادشاہ نے
انکے بنانیکی یہ روش نکالی ہی کہ لوہے کو چوڑا کرکے اسکو مار کی طرح ادیب کے ساتھ اس طرح
لپیٹتے ہیں کہ ہر پیچ میں اسکا طول زیادہ ہوتا جاتا ہی اسکے کناروں کو نہیں ملاتے بلکہ
انکو نکلا رکھتے ہیں اور پھر انکو آگ میں پختہ کرتے ہیں۔ کبھی یہ بھی کرتے ہیں کہ لوہے کا میل

یعنی اسطوانہ بناتے ہیں اور اُس میں سوراخ کرتے ہیں اور ایسے تین چار اسطوانوں کو دراز بندوق کے لیئے اور دو اسطوانوں کو چھوٹی بندوق کے لیئے جوڑ لیتے ہیں ایسی بندوق بھی بنائی ہی کہ بغیر فتیلہ آتش (توڑہ) کے وہ فقط ماشہ کی تھوڑی حرارت سے چھوٹ جاتی ہی اور بہت سی گولیاں ایسی بنائی ہیں کہ وہ لگ کر تلوار کا کام دیتی ہیں۔ ان سب بندوقوں میں سرافراز سنگ نام بندوق ہی جس سے فوردین ماہ الٰہی میں ایک ہزار نو سو جانور شکار کئے ہیں پادشاہ کی قدردانی سے بڑے بڑے بندوق ساز استاد پیدا ہوگئے ہیں خصوصاً انمیں اُستاد کبیر حسین بڑے ہنرمند ہیں۔

بندوقوں پر جائے آہن۔ کاریگر۔ جائے ساخت سال و ماہ کے ہندسے لکھے جاتے ہیں پہلے سخت بازو آدمی بہت سے آلات سے محنت کر کے بندوقوں کو صاف کرتا تھا مگر پادشاہ نے ایک چرخ ایجاد کیا ہی۔ ایک بیل اسکو گردش دیتا ہی۔ سولہ[16] بندوقیں تھوڑی دیر میں اندر سے صاف ہو جاتی ہیں۔ بندوقیں کیا خاص کارخانہ شاہی کی بنی ہوئی ہیں یا پیشکش میں آتی ہیں یا خریدی جاتی ہیں۔ انکی یہ قسمیں ہیں۔ دراز۔ کوتاہ۔ سادہ زرگین کوفت کار۔ پادشاہ نے ہزاروں بندوقوں میں سے ۱۰۵ بندوقیں خاصہ پسندکی ہیں۔

پادشاہ نے میردھہ کی تنخواہ میں یہ چار طرح کی مقرر کی ہیں۔ ۳۰۰ دام۔ ۲۱ دام ۲۸۰ دم ۲۷۰ دام اور باقی اوکی تین قسمیں کی ہیں۔ اور ہر قسم کی تنخواہ تین طرح کی مقرر کی ہی۔ اوّل کے ۲۵۰ دام دوم ۲۴۰ دام سوم کے ۲۳۰۔ اور قسم دوم کے اوّل کے ۲۲۰ واوسط کے ۲۱۰ ادنی کے ۲۰۰ دام قسم سوم کے اوّل کے ۱۹۰ دام دوم کے ۱۸۰ دام سوم کے ۱۷۰ دام۔ چہارم کی اول قسم کی ۱۶۰ و میانہ کی ۱۵۰ و فروتر کی ۱۴۰ پنجم کی اوّل قسم ۱۳۰ اوسط ۱۲۰ دام ادنی ۱۱۰۔

یہ جانور بھی عجیب ہی تنومندی واستواری میں کوہ کی مانند۔ دلیری وجان شکری میں شیر کردار شکوہ افزائی وکشورکشائی میں سترگ نبرد اور آبادی سپاہ و ملک میں دستاویز ہندوستانی تجربہ کار کہتے ہیں کہ عمدہ ہاتھی پانچ سواروں کی برابر ہوتا ہی۔ اور جب جید

(۳۹) آئین برنمونہ کار گیری بندوق صاف کرنیکا (۴۰) آئین بندوقچی کی درجے مقرر ہونیکا (۴۱) آئین ہوا دار بندوقچی (۴۲) آئین فیلخانہ

دلیر تیر انداز اسکے ہمناں ہوں تو ایک ہاتھی ہزاروں آدمیوں کا کام دیتا ہی۔ تند خوئی
وسبک عنانی میں وہ عربی گھوڑے کی برابر ہی اور فرماں برداری ورموز دانی میں زیرک آدمی
کی برابر مستی کی شورش میں اور کینہ وری کی آشوب میں وہ آدمی سے بڑھکر ہی اپنی مادہ کو گزند
نہیں پہنچاتا باوجودیکہ وہی اسکو گرفتار کراتی ہی اور اپنے سے چھوٹے ہاتھیوں سے نہیں لڑتا
اور نہ انکو لائق مالش جانتا ہی حق شناس ایسا ہی کہ اپنے مہاوت کو آزار نہیں دیتا ہمیشہ
خاکبازی کرتا ہی لیکن سواری کے وقت اس سے باز رہتا ہی۔

ایک ہاتھی شورش مستی و خشمگینی میں اپنے ہمسر سے لڑرہا تھا کہ ایک چھوٹا لڑکا اسکے پانوں
کے نیچے آگیا۔ مہربانی سے اسکو سونڈمیں اوٹھاکر ایک طرف رکھدیا اور پھر جنگ شروع کی۔
جب مستی میں وہ قید سے رہائی پاتا ہی اور خود سر دہوتا ہی توکسی کا مقدور یہ نہیں ہوتا کہ اس کے
پاس بھی جاکر پھٹکے۔ پردل کارواں ہتنی پر سوار ہوکر اسکے پاس جاتا ہی اور پابہندی کرتا ہی
بہت سی ہتنیاں اپنے بچوں کی سوگواری میں کھانا پینا چھوڑدیتی ہیں اور اسی غم میں مرجاتی
ہیں۔ ہاتھی بہت طرح کے کام سیکھتے ہیں۔ ان اصول کو کہ سوائے موسیقی شناس کے کوئی اور
نہیں سمجھتا وہ انکو سیکھ لیتا ہی اور انکے موافق اپنے اعضا کو جنبش دیتا ہی اور روش میں آتا ہی
وہ کمان کھینچتا ہی۔ نیزہ پھینکتا ہی اور افتادہ کو اوٹھاکر فیلبان کو دیتا ہی۔ رسم ہی کہ دانہ کو گھاس
میں لپیٹ کر ہاتھی کی خورش میں دیتے ہیں اور وہ پاسبان کے اشارہ سے اپنے منہ کے گوشہ
میں اسکو رکھ لیتا ہی اور تنہائی میں اسکو دیدیتا ہی سونڈمیں پانی لیکر اپنے اوپر چھڑکتا ہی اور اسمیں
کوئی بو ناخوش نہیں پیدا ہوتی اوسکی قیمت ایک لاکھ روپیہ سے لیکر سو روپیہ تک ہوتی ہی۔
پنج ہزاری بہت سے ہوتے ہیں اور دہ ہزاری بھی پائی جاتے ہیں۔ انکی چار قسمیں بھدر۔ مند۔ مرگ
میر۔ ہوتے ہیں۔ انکے دانت اٹھارہ ہوتے ہیں ان میں سولہ آدھے اوپر آدھے نیچے اور دو باہر
ہوتے اکثر ایک گز کے اور اس سے بھی بڑے۔

ہاتھی کی عمر طبعی آدمی کی برابر ۱۲۰ سال کی ہی اسکے نام بہت سے ہیں ہستی۔ گج۔ پیل
ہاتھی وغیرہ وہ کارشناسوں کی تعلیم سے بہت سے جوہر اپنے میں پیدا کرلیتا ہی۔ اور تعلیم

پانے کے بعد سو روپیہ کا ہاتھی ایک لاکھ روپیہ کا ہو جاتا ہی۔

ہند کے دانش گرا کہتے ہیں کہ دنیا کی جو آٹھ دشا (جہت) ہیں انمیں ایک قدسی نفوس ہاتھی کی پیکر میں اوتار لیتا ہی۔ اسکی عجیب کہانیاں بناتے ہیں اور انکے نام یہ بتاتے ہیں۔ (۱) مشرق میں ایراوت (۲) مشرق جنوب میں پنڈریک (۳) جنوب میں بامن (۴) مغرب جنوب میں کمّد۔ (۵) مغرب میں انجن (۶) شمال میں پھپیدنت (۷) شمال میں سار بہ بھوم (۸) شمال مشرق میں سپرتیک اپنے برآمد کار کے لیئے ہر ایک کی پوجا کرتے ہیں اور اسکے لیے منتر پڑھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس دنیا میں جو ہاتھی ہی وہ انمیں سے کسی ایک کی اولاد میں سے ہی۔ وہ سفید پوست فیل کو اوّل درجہ کا شمار کرتے ہیں اور اگر وہ بزرگ سر اور دراز مو و خشمناک و مردانہ ہو اور پلکیں کشادہ کر کے دیکھے تو اوسکو درجہ دوم اور اگر خوب دیدار و سیاہ فام اور میان پشت بلند ہو تو سوم درجہ کا اور اگر بلند قامت سرخ چشم سیاہ سرخی آمیز ہو۔ و شوخ و آگاہ و کوتاہ ہو تو درجہ چہارم کا اور اگر چمکتا ہوا سیاہ ہو اور ایک دانت دراز ہو اور سینہ و شکم سفید ہو۔ و دست دراز اور بہت موٹا ہو تو پانچویں درجہ کا۔ اگر مہیب رگیں نکلی ہوئیں اور پشت و گوش خرد ہوں و خرطوم دراز تو چھٹے درجہ کا اور اگر نازک بدن و سُرخ چشم و دراز خرطوم تو ساتویں درجہ کا اور اگر ان ساتوں قسم کی صفات میں کچھ حصہ کسی میں ہو تو اسکو آٹھویں قسم کا شمار کرتے ہیں اور انکو اس طرح بھی آٹھ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں کہ (۱) اگر اسکا پوست چین زدہ نہ ہو و بیمار نہ ہو و قارمند ہو اور لڑائی میں مونہہ نہ پھیرتا ہو اور گوشت پر رغبت نکری اور شائستہ خوراک کھا کر خوش وقت ہو تو اوسکو دیو مزاج کہتے ہیں (۲) اگر ہاتھیوں کی شائستہ خاصیتیں رکھتا ہو اور بہت آگاہ ہو و سر و گوش و خرطوم و دست و پا کو ہلاتا رہی۔ بے اشارے کسی کو نہ آزار دے تو اوسکو گندھرب مزاج کہتے ہیں (۳) اگر خشمناک ہو اور اشتہا سے کم کھائے اور پانی میں رہنے کو دوست رکھے تو اوسکو برہمن مزاج کہتے ہیں (۴) جو بہت تنومند و خوشحال و آویزش دوست و شوخی افزا ہو اسکو کھتری مزاج کہتے ہیں

(۵) اگر پست قد و فراموش کار اور اپنے کام میں شوخ اور مالک کے کام میں کاہل منش اور زبوں خوراک پر مائل ہو اور ہر فیل کے ساتھ جنگ جو تو اسکو شو در مزاج کہتے ہیں (۶) اگر دراز ہستی و فریب کار اور جان شکر بیراہ رو تو اُسے مار مزاج کہتے ہیں (۷) اگر کج رو و کم آگاہ اور اپنے تئیں مست بنائے رکھے تو اسکو پشاچہ (بھوت) مزاج کہتے ہیں (۸) اگر زور آور تیزرو و آدم آزاری دشت گردی کو دوست رکھے تو اُسے راچھس مزاج کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں ہاتھیوں کے باب میں بہت سی کتابیں اور انکی بیماریوں اور علاجوں کا ذکر انمیں ہی۔

صوبہ دار الخلافہ آگرہ میں جنگل بیادان و نرور میں برابر تک اور صوبہ الباس میں حدود دیپہ وگھوڑا گھاٹ در تتن پور و نندن پور و سرگجہ و بستر اور صوبہ مالوہ میں هندیا راچھو و چندیری و ستواس و بیجا گڈھ و رائے سین و ہوشنگا باد و گڈھ دھریا گڈھ اور صوبہ بہار میں نواحی رھتاس و جھار کھنڈ و صوبہ بنگالہ میں اڈیسہ و ساتگانوں میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں اور سب سے اچھا پنہ کا ہاتھی ہوتا ہے (ابوالفضل نے جو مقامات ہاتھیوں کی افراط کے لکھے ہیں اب وہاں ہاتھی بالکل نہیں ہیں۔

گلہ فیل کو سنسکرت میں سہنہ کہتے ہیں اسمیں مختلف تعداد ہوتی ہی۔ ہزار تک ہاتھی ایک گلہ میں ہوتے ہیں اور صحرا میں نہایت ہوشمندی سے رہتے ہیں۔ زمستان و تابستان میں مناسب مقام میں سکونت اختیار کرتے ہیں اپنی خوابگاہ کے نزدیک درخت زار کو اُکھیڑ ڈالتے ہیں اور نشاط و چرنے اور پانی پینے کے لیے دور دور چلے جاتے ہیں اور چلنے میں ایک آگے چل کر قراول بنتا ہی اور نگہبانی کرتا ہی اور یہ قراول اکثر بوڑھی ہتنی ہوتی ہی اور جب سوتے ہیں تو چار چار ہتنیوں کو چاروں طرف پاسبانی کے لیئے مقرر کرتے ہیں اور دن کو نوبت بہ نوبت پہرہ دیتے ہیں۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہی تو ہتنی تین چار روز تک بچے کو سونڈ میں اوٹھا کر پیٹھ پر یا دانت پر بٹھا لیتی ہی اور اُسے لیئے پھرتی ہی۔ زچہ اور بیمار کا علاج نباتات سے کرتے ہیں اور

(۴۲) آئین مراتب فیل

(۴۳) آئین خوراک

(۴۴) آئین خدمت گذاری فیل

(۴۵) آئین رخت

اسکے گرد جمع ہوتے ہیں۔ شہنشاہ اکبر کہتا تھا کہ صحرائی ہتنی کا بچہ کنوئیں میں گر پڑا تھا تو دشتی فیلوں نے کنوئیں کو لکڑی اور گھاس سے بھر کر نکال لیا۔

پادشاہ نے ہاتھی کے یہ سات مراتب مقرر کئے ہیں (۱) مست (۲) شیر گیر (۳) سادہ (۴) منجھولہ (۵) گرہ۔ (۶) پھندر کیہ (۷) موکل۔

پہلے ہاتھیوں کی قسمیں مقرر نہیں تھیں۔ اس لئے انکی خوراک میں ناہنجاری ہوتی تھی مگر اب ہاتھیوں اور ہتنیوں کی اقسام مقرر کر دیں ہیں اور ہر ایک کی خوراک کی مقدار معین کی ہی جس سے انتظام خوب ہو گیا۔ اول مست ہاتھی پر ساڑھے پانچ نفر اسکے معنے کنایہ میں یہ ہیں کہ دو ہاتھیوں پر گیارہ آدمی یا پانچ آدمی اور ایک لڑکا (۱) مہاوت وہ گردن پر بیٹھتا ہی۔ اور اسکو چلاتا ہی۔ (۲) بھوئی وہ سرین گاہ پر بیٹھتا ہی وہ لڑائی اور تیز روی میں یاوری کرتا ہی (۳) بیٹھ وہ ہاتھی کو کھولتا اور باندھتا ہی۔ ساڑھے تین نفر اسکے مقرر ہیں دوم ہر شیر گیر پر پانچ نفر سوم ہر سادہ پر ساڑھے چار نفر چہارم ہر منجھولہ پر ساڑھے تین نفر پنجم ہر گرہ پر ساڑھے تین نفر ششم ہر پھندر کیہ پر دو نفر ہفتم ہر موکل پر دو نفر مقرر ہیں فوجدار شہریار دس دس و سو سو بیس بیس تیس تیس ہاتھی کاردانوں کی سپرد کرتا ہی ان ہاتھیوں کو حلقہ کہتے ہیں اور اسکے سردار کو فوجدار وہ ہاتھیوں کی فربہی و ہنر آموزی و دلیری و توپ اندازی اور آتش افروزی میں انکی بابرجائی میں کوشش کرتا ہی۔

ہاتھی کا رخت یہ ہوتا ہی (۱) دھرنہ۔ بڑی زنجیر ہوتی ہی جس سے پانوں باندھتے ہیں (۲) آندو۔ زنجیر ہوتی ہی جس سے دونوں ہاتھیوں کو باندھتے ہیں (۳) بیڑی ایک زنجیر پچھلے پانوں میں ڈالنے کی ہوتی ہی (۴) بلا پائی بندی جس سے آمدو شد کر سکتا ہی مگر وہ دوڑ نہیں سکتا۔ (۵) گدھ بیری اندو کی مانند ہوتی ہی (۶) لوہ لنگر۔ ایک بڑی سی زنجیر ہوتی ہی اسکا ایک سرا ہاتھی کے دست راست میں باندھتے ہیں دوسرا کسی کنڈہ میں۔ (۷) چرخی۔ خالی نرسل ہوتا ہی جسمیں بارود بھر کر چھوڑتے ہیں اور وہ چکر کھاتی ہی۔ اس سے ہاتھی بہت ڈرتا ہی (۷) اندھیاری جسکا نام پادشاہ نے آفتابی رکھا ہی۔ وہ ٹاٹ و زربفت و مخمل وغیرہ کی بنائی جاتی ہی جو گوشیہ ہوتی ہی آنکھوں پر لگاتی

جاتی ہی۔ پادشاہ نے اوسکے نیچے تین زنگولہ لگا دیئے ہیں (۹) کلاوہ چند ریسمان بٹی ہوئی ہوتی ہیں جنکو حلقہ بناکے گلے میں ڈالتے ہیں اور فیلبان انمیں اپنے دو پانوں لٹکا کے بیٹھتا ہی۔ کبھی وہ چمڑے یا ریشم کا بنایا جاتا ہی۔ اور بعض دفعہ اُس کلاوہ میں آہنیں سیخیں جنکے سر تیز ہوتے ہیں لگا دیتے ہیں جسکے سبب سے بدکردار ہاتھی سر کو ہلاکر فیلبان کو نیچے نہیں گرا سکتا ہی (۱۰) ڈلٹی پانچ گز کا لمبا رسا ہوتا ہی اور عصا کی برابر موٹا اسکو کلاوہ کے اوپر مضبوطی کے لیے باندھ دیتے ہیں جس سے وہ مضبوط ہوجاتا ہی (۱۱) کنار سیخچہ ہوتا ہی جسکا سر تیز ہوتا ہی اسکو کلاوہ میں لٹکاتے ہیں اور ہاتھی کے بن گوش کو اس سے کھجلا کر تیزی اور شورش میں لاتے ہیں (۱۲) ڈور ایک موٹا رسا ہوتا ہی۔ دم سے گلے تک بندھا ہوتا ہی (۱۳) گدیلہ مشہور (۱۴) گدوٹی (۱۵) پچوہ (۱۶) چوراسی (۱۷) پٹ کچہ (۱۸) بزرگ زنگ (۱۹) ٹیا (۲۰) قطاس پاکھر فولاد کی ہوتی ہی اور سر و سونڈ کے لیئے ایک جداگانہ سلاخ ہی (۲۲) گج جھنپ (۲۳) میگھ ڈنبر ایک شامیانہ ہوتا ہی جسکو پادشاہ نے ایجاد کیا ہی فیلبان اسکے سایہ میں بیٹھتا ہی۔ (۲۴) رن بیل (۲۵) گیتلی (۲۶) پائے رنجن (۲۷) آنکس یا چنگک اسکا پادشاہ نے گج باگ نام رکھا ہی (۲۸) گڈ (۲۹) بنگڑی (۳۰) جگاوٹ (۳۱) جھندہ۔

پادشاہ کے خاص سواری کے لیئے ایک سو ایک ہاتھی منتخب ہوتے ہیں ہر دس فیل پر ایک افسر ہوتا ہی اسکو دہائی دار کہتے ہیں۔

پادشاہ ہر قسم کے ہاتھی پر سوار ہوتا ہی اور اس دیو کردار کو فرمان پذیر رکھتا ہی مست ہاتھیوں کے دانتوں پہ پانوں رکھ کر سوار ہو جاتا ہی۔ دلکشا عماریاں خوش رفتار ہاتھیوں پر کسی جاتی ہی اور خواب گاہ رواں اسپر سرانجام پاتا ہی۔

نوکر تن آسان نہ ہوجائیں اور خدمت گذاری میں ہوشیار رہیں پادشاہ نے اور کارخانوں کی طرح اس کارخانہ کے لئے جرمانہ کا قانون بنایا ہی۔ نر یا مادہ خاصہ فیل مرجاتا ہی تو بھوئیوں پر تین مہینے کی تنخواہ کا جرمانہ ہوتا ہی۔ اگر رحمت فیل میں کچھ کمی ہوتی ہی تو اوسکی قیمت کی دو تہائی کی برابر بھوئی اور میٹھ پر جرمانہ ہوتا ہی۔

(۴۶) آئین صف فیلان (۴۷) آئین پادشاہ خاصہ سواری (۴۸) آئین جرمانہ

اور اگر چھوٹل جاتی رہے تو اُسکی قیمت کی برابر ہوتا ہی۔ اگر مادہ لاغری و کم تیاری سے مرجائے
تو بھوئی سے اوسکی قیمت لیجاتی ہی۔ اگر فیلبان ہاتھی کے ست کرنے کے لیے دارو کھلاوے اور
اُس سے وہ مرجائے تو فیلبان کو قتل کرنے یا ہاتھ کاٹنے یا بیچ کر غلام بنانے کی سزا ہوتی ہی
اور اگر خاصہ ہاتھی ہو تو بھوئی سے بھی تین مہینے کی تنخواہ کا جرمانہ لیا جاتا ہی اور ایک سال معطل
کیا جاتا ہے اگر ہاتھی مرجائے تو بھوئی اور مہاوت پر تین مہینے کی تنخواہ جرمانہ ہوتا ہے اگر
ہاتھی کا دانت ٹوٹ جائے یا اوسکی کلی (کلی دانتوں کے قریب ایک جگہہ ہوتی ہے جب اوسکو
گزند پہونچے تو وہ چرک کرتی ہے) کو آزار پہنچے۔ اور دانت کھوکھلا ہو جائے تو دار وغہ سے
دو تہائی اور فوجدار سے ایک تہائی جرمانہ لیا جاتا ہے۔ ہاتھیوں کی فربہی و لاغری دیکھنے کیواسطے
ہر مہینے میں دو کار دار مقرر ہوتے ہیں جو پادشاہ کو سب حال کی اطلاع دیتے ہیں۔

گھوڑا آبادی منزل و آبادی سپاہ و آبادی مُلک میں بڑا درجہ رکھتا ہے۔ کشور کشائی و
غم زدائی میں بڑی دستاویز ہوتا ہی۔ پادشاہ اسپر بہت مائل ہی۔ اس لئے عراق۔ عرب۔ روم۔
ترکستان۔ بدخشاں۔ شرواں۔ قرغز۔ تبت۔ کشمیر۔ اور اور ملکوں اور توران و ایران سے کارواں در
کارواں پادشاہ پاس گھوڑے آتے ہیں۔ پادشاہ کے طویلہ میں بارہ ہزار گھوڑے ہیں ہر روز بہت سے آتے جاتے
رہتے ہیں۔ دیدہ ور کار شناسوں نے گھوڑوں کی نسل لینے میں وہ ترقی کی ہی کہ تھوڑے عرصہ میں
ہندوستان کو عربستان سے بڑھا دیا اور اب ہندوستان میں گھوڑا ایسا پیدا ہونے لگا کہ وہ بالکل عربی و
عراقی معلوم ہوتا ہی۔ اگرچہ ان کی نسل ہر جگہہ پائی جاتی ہی مگر کچھ میں وہ خوب ہوتی ہی اور عربی گھوڑے کی
مانند گھوڑا وہاں پیدا ہوتا ہی۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں عرب کا ایک جہاز تباہ ہو کر اس سرزمین میں
آیا۔ اس میں سات گھوڑے نہایت عمدہ تھے وہاں گھوڑے ان گھوڑوں کی نسل میں سے گنے جاتے
ہیں۔ پنجاب میں بھی گھوڑا عراقی گھوڑے کی مانند پیدا ہوتا ہی۔ خاص کر دریا سندھ و بہت (جہلم)
کے درمیان اسکو سنوجی کہتے ہیں۔ اور پتی ہیبت پور۔ بجواڑہ۔ تہارہ۔ صوبہ دار الخلافہ آگرہ۔ میوات
صوبہ اجمیر میں جو گھوڑے پیدا ہوتے ہیں ان کو بچواریہ کہتے ہیں۔ ہندوستان کے
کہسار شمالی میں چھوٹے گھوڑے طاقتور پیدا ہوتے ہیں اور انکو گوٹ کہتے ہیں۔ بنگالہ کی انتہا پر

آئین گھوڑوں کے آئین (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳)

کوچ (بہار) میں گھوڑا پیدا ہوتا ہی جو ترکی اور گوٹ کے درمیان ہوتا ہی اوسکو ٹانگھن کہتے ہیں۔ وہ بڑا توانا اور زور مند ہوتا ہی۔ بادشاہ گھوڑے کو فرماندہی کا مایہ اور بزرگی کی اکسیر جانتا ہے۔ اس لیئے اُنکے جمع کرنے میں بہت توجہ کرتا ہے۔ اول اس نے ایک جدا جگہ مقرر کر رکھی ہی کہ گھوڑوں کے سوداگر وہاں بغیر انتظار کے رنج کے آرام کیا کریں اور کسی طرح کی انکو گزند نہ پہنچے اور آز مندی جو آجکل سوداگروں کے گلے کا ہار بنی ہوئی ہی گھوڑوں میں پراگندگی نہ پیدا کرے۔ دوم اس نے ایک نیک مرد کارواں سرائے کا آمین مقرر کر دیا ہی کہ وہ کار آگہی اور شناسائی سے سوداگروں کو بیقرار ن نہ ہونے دے اور بدگو ہر سخن سازوں کی زبان بیہودہ گوئی سے بند کرے۔ سوم ایک بتکچی درست قلم مقرر کیا ہی کہ وہ گھوڑوں کے آنے اور نظر سے گذرنے کے سر رشتہ کو منتظم رکھے اور پادشاہی احکام کی تکمیل کو دیکھتا رہی کہ اسمیں تو کچھ خلل نہیں آیا۔ چہارم اس نے سچے قیمت شناس مقرر کیئے ہیں کہ وہ گھوڑوں کی قیمت اِن کی آمد کی ترتیب کے موافق مقرر کریں یعنی جو پہلے آئیں انکے پہلے قیمت مقرر کی جائے جو قیمت وہ مقرر کرتے ہیں پادشاہ انکو آدھی قیمت اور زیادہ دیدیتا ہے۔

ہر قسم کے گھوڑوں کے مراتب مقرر ہیں خاصہ وغیر خاصہ۔ چھ طویلے چہل اسی عرب وعجم کے برچیدہ گھوڑوں کے اور اد رطویلے شاہزادوں کے ہیں۔ ایک طویلہ رہوار ترکی گھوڑوں کا ہی۔ ایک طویلہ خانہ زدوں کا ہی۔ خوراکیں ہر قسم کے گھوڑوں کی مقرر ہیں۔ سب کے سازو اسباب جدا جدا ہیں۔ خدمتگاروں کی تفصیل یہ ہی کہ (۱) ایک عہدہ آتبیگی کا ہی وہ سب گھوڑوں کے حال سے واقف ہوتا ہی طرح طرح کی تیمارداری و رہنمونی کرتا ہے۔ یہ ایک منصب والا امرائے بزرگ کی برابر آجکل خانخانان اس خدمت پر سربلند ہی۔ (۲) ہر طویلہ کا ایک داروغہ ہوتا ہے (۳) منصب داروں اور احدیوں میں سے ایک مشرف ہوتا ہے وہ گھوڑوں کی شمار اور داد و ستد کا حساب رکھتا ہے وہ بھی امرا میں داخل ہوتا ہے۔ (۴) دیدہ ور پادشاہ کے ملاحظہ سے پیشتر گھوڑوں کا حال تحقیق کرتا ہی انکا حال اور درجہ قرار دیتا ہے اور مشرف اس کو لکھتا ہے۔ اکثر منصبداروں واحدیوں میں سے کسی کو یہ عہدہ ملتا ہے۔ (۵) آختچی وہ گھوڑوں کے رخت کی پاسبانی کرتا ہے اور ان کو آراستہ کرتا ہے (۶) چابک سوار۔ وہ گھوڑوں پر سواری کر کے اُنکی چال کو

درست کرتا ہی (۷) ہاڑا ایک گروہ راجپوتوں کا ہی وہ گھوڑوں کو اُصول سکھاتا ہی یعنی قدم چلنا-
(۸) بیروھ (جو سائیسوں ہیں) شناساتر ہوتا ہی - وہ دس آدمیوں کا سردار ہوتا ہی - اوس کو
احدیوں میں تنخواہ ملتی ہی (۹) بیطار (۱۰) نقیب وہ ہر طویلہ کے حال کی خبر داروغہ کو کرتا ہے -
(۱۱) سائیس (۱۲) جلودار پیک (۱۳) نعلبند (۱۴) زین دار (۱۵) آب کش (۱۶) فراش جو اسباب
پرسے گرد جھاڑتا ہے (۱۷) سپند سوز (۱۸) خاک روب جسکا نام بادشاہ نے حلال خور رکھا ہے (اکبر کو
نام بدل کرنے ناموں کے رکھنے کا شوق بڑا تھا) بادشاہ بعض آدمیوں کو یہ جانتا ہے کہ وہ گھوڑی
پر خوب سوار ہوتے ہیں مگر گھوڑے کا رکھنا نہیں جانتے اس لیے اُس نے چند طویلے داروغوں کو سپرد
کردیئے ہیں اور نیز مشرف جُدا مقرر کئے ہیں جب خدمت کا وقت ہوتا ہی تو یہ سوار بلائے جاتے ہیں
اُنکا نام بادشاہ نے بارگیر سوار رکھا ہے - اس لیے کہ گھوڑے بدلے نہ جائیں اور فریب کا نقش مٹ جائے
بادشاہ نے کچھ دنوں نظر کے لفظ سے کچھ دنوں داغ کے لفظ سے کچھ دنوں سات کے ہندسہ کے
نشان سے گھوڑوں کو نشان مند کیا جو سرکار والا میں گھوڑا لیا جاتا اسپر یہ نشان کلہ پر دائیں طرف
ہوتے جو گھوڑا باہر دیا جاتا اسکی بائیں طرف یہ نشان ہوتے - کچھ عراقی و محض گھوڑوں پر دائیں
طرف قیمت کے ہندسہ کا نشان ہوتا اور ترکی و تازی کے بائیں طرف - اب ہر طویلے کے گھوڑوں پر
قیمت کا ہندسہ لکھا جاتا ہے - دہ ہری پر ۱ کا نشان وبست ہری پر ۲ کا نشان اور علیٰ ہذا القیاس -
اگر بادشاہ کے ملاحظہ میں اس قیمت میں کمی و بیشی ہوتی ہے تو پہلا ہندسہ کا نقش مٹا دیا جاتا ہے،
جب چہل اسپی اصطبل میں سے دس گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی بجائے اور شاہزادوں کے منتخب گھوڑوں
میں سے بھرتی کئے جاتے اور اگر خانہ زاد گھوڑے دس کم ہو جاتے تو انکی بجای اور دس خانہ زاد گھوڑے
بھرتی کیے جاتے اور اگر رہواریں سے پانچ کم ہوتے تو انکی جگہہ اور طویلوں سے بھرتی ہوتے! اگر شاہزادہ
بزرگ سلیم کے طویلہ میں پندرہ گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی جگہہ انکے چھوٹے بھائیوں کے طویلوں سی گھوڑے
بھرتی کیئے جاتے اور اگر اُس سے چھوٹے شاہزادہ مراد کے طویلہ میں ۲۵ گھوڑے کم ہوتے تو انکی بجائے
اپنے چھوٹے بھائی دانیال کے طویلوں سے گھوڑے پُر ہوتے اور اگر سب سے چھوٹے شاہزادہ دانیال کے طویلہ
سے ۲۵ گھوڑے کم ہو جاتے تو انکی جگہ اور طویلوں سے پُر ہوتے ۲۷ سنہ الٰہی میں حکم ہوا کہ اب سے بعد

ہر سال ایک ایک گھوڑا زیادہ کیا جائے اُس وقت طویلہ خاصہ میں گیارہ گھوڑوں کی کمی ہوئی ہے
انکی جگہہ بھرتی شروع ہے اور اور طویلوں کی کمی نظر (ملاحظہ کے وقت) پوری کی جائیگی جب کوئی
خاصہ گھوڑا مر جاتا ہے تو اوسکی قیمت اوّل کی ہر مہر کے پیچھے داروغہ سے ایک روپیہ دربیر دھے دس
دام اور سائیس سے چوتھائی تنخواہ تاوان لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی گھوڑا چوری جاتا ہے یا عیب ناک ہو جاتا ہے
تو اطلاع بادشاہ کو ہوتی ہے اور وہ اُسکے واسطے تاوان تجویز کرتا ہے۔ یہ تاوان یکساں نہیں ہوتا۔
مختلف ہوتا ہے اور اور طویلوں میں اور داروغہ سے ایک گھوڑے کے مرنے پر ایک روپیہ مہر پیچھے
اور دو کے مرنے پر دو روپیہ فی مہر میر دھ اور سائیس سے بدستور سابق تاوان لیا جاتا ہے او
اب ایک گھوڑے سے تین گھوڑوں کے مرنے تک ایک روپیہ فی مہر اور چار کے مرنے پر دو دو روپیہ
ہر مہر پیچھے اور علیٰ ہذا القیاس تاوان لیا جاتا ہے۔ اگر گھوڑے کا مُنہ چڑ جائے تو ہر مہر پیچھے دس دس
دام میر دھ سے جرمانہ لیا جاتا ہے اور وہ اور سائیسوں سے وصول کرتا ہے۔ ہمیشہ بادشاہ کی سواری
کے لئے یہ گھوڑے تیار رہتے ہیں دو دو خاصہ۔ مگر ہوار تین۔ طوائل ہفتا دھری سے وہ جہری تک و
گوٹ ایک ایک چار چار گھوڑوں کو مثل کہتے ہیں۔ جب بادشاہ چھ طویلہ خاصہ میں سے کسی گھوڑے
پر سوار ہوتا ہے تو ایک آئین مقررہ کے موافق نوکروں کو ایک روپیہ انعام دیتا ہے جس سے خدمت آموزی
کی ترقی ہوتی ہے اور وہ سب نوکروں میں تقسیم ہوتا ہے۔ جب کوئی گھوڑا بخشش میں دیا جاتا ہے تو اوسکی
قیمت ڈیوڑھی یعنی پچاس فیصدی زیادہ کی جاتی ہے اور ہر اشرفی کے پیچھے پانچ دام اُس سے
انعام لیتے ہیں اور اصطبل کے ملازم اُسے تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس مُلک کے گھوڑے کی عمر طبعی ۳۰
سال اور قیمت پانچ سو روپیہ سے لیکر دو سو روپیہ تک اونٹ ابتدائے شعور سے اس شگرف پیکر
جانور کی طرف پادشاہ بہت میلان خاطر ہے وہ آبادی منزل و آبادی سپاہ و آبادی ملک کا
مددگار ہے اور باربرداری میں صابر ہے اس لیئے بادشاہ کا وہ دلنشیں ہے اور اوسپر بہت
توجہ ہے اس ملک میں وہ بہت عمدہ پیدا ہونے لگا ہے اور ایرانی و تورانی اونٹوں سے بیش ہو گیا ہے
بادشاہ اپنی خوشی اور اوروں کی نشاط افزائی کے لیئے اونٹوں کو لڑاتا ہے اور چند
منتخب آدمیوں کو اس کام کے واسطے آمادہ رکھتا ہے خاصہ اونٹوں میں ایک انٹ کا نام

(۶۱) آئین (۴۵) اونٹ

شاہ پسند ہے۔ خانہ زاد بارہ برس کا ہے وہ اپنے ہمسروں پر غالب ہے اور اوسکی رفتار وغیرہ میں کشتی گری کی تازگیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اجمیر وجودھپور وناگور و بیکانیر وجیسلمیر و بھٹنڈا و بھٹنیر کے نزدیک اونٹ بہت ہوتا ہے صوبہ گجرات و کچھ کے قریب بہت عمدہ اونٹ ہوتے ہیں۔ اور سندھ میں سب سے زیادہ۔ بہت سے آدمیوں پاس دس دس ہزار اونٹ ہوتے ہیں۔ اجمیر کا اونٹ تیز رفتاری میں اور بھٹنیر کا اونٹ باربرداری میں نامدار ہیں پانچ اونٹ کی ایک قطار ہوتی ہے۔

ہندوستان میں گائے کی بڑی بزرگ داشت ہوتی ہے ہندو اوسکو مقدس جانتے ہیں کشت وکار اُسی کی قوت سے ہوتی ہے اور اس سے مایہ زندگانی کا سامان مہیا ہوتا ہے اسی کے دودھ و گوشت و روغن سے دسترخوان کی رونق ہوتی ہے۔ بیل باربرداری اور گردون کشی میں بڑا تنومند ہوتا ہے اور سلطنت کی تینوں قسموں میں بڑا مددگار۔ وہ سب جگہ پیدا ہوتا ہے اور اُسکے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں لیکن صوبہ گجرات میں سب جگہ سے بہتر ہوتا ہے اور اوسکی ایک جوڑی کی قیمت سو مہر ہوتی ہے اور رات دن میں اسّی کوس چلتا ہے اور اسپ خوش رفتار سے آگے بڑھنا چاہتا ہے اور راہ میں سرگین نہیں کرتا بیس مہری اور دس مہری بیل تو بہت ہوتے ہیں بنگالہ اور دکن میں بیل اچھا ہوتا ہے اور بوجھ لادنے کے وقت بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں کی گائے آدھ من دودھ دیتی ہے اور مُلک دکن میں دس روپیہ کی قیمت سے زیادہ قیمت کا بیل نہیں ہوتا۔

پادشاہ نے بیلوں کی ایک جوڑی دو لاکھ دام کو خریدی تھی۔ تبت و کشمیر کے قریب گاے قطاس پیدا ہوتی ہے وہ ایک عجیب نمود رکھتی ہے۔ اس جانور کی عمر طبعی ۲۵ سال ہے۔ پادشاہ انمیں سے بہت سے گائے بیل پاسبانوں کو سپرد کرتا ہے انمیں سے سو خاصہ ہیں انکا نام کوتل رکھا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ خدمت کے لیئے آمادہ رہتے ہیں اور شکار میں انمیں سے چالیس بے بار ہمراہ ہوتی ہیں اور انکیا ون گاؤ اور ہوتی ہیں وہ کوتل کی برابر عمدہ نہیں ہوتیں انکو نیم کوتل کہتے ہیں اور اتنی اور گاؤن کو پاؤ کوتل ہر قسم کے بیلوں کو گردون کشی وہل آرائی و آب آوری کے کام سپرد ہوتے ہیں انمیں ایک قسم کا بیل گوٹ کی مانند ہوتا ہے اس کو گینی کہتے ہیں وہ بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔

اس طرح گاؤں اور بھینسوں کے تقسیم سو سو کے گلوں میں ہو کر آدمیوں کو حوالہ کی جاتی ہیں اور سب کی خوراک مقرر ہوتی ہے۔

بہل دو طرح کی ہوتی ہے چتری دار کہ جسپر چار چوب یا زیادہ لگی ہوتی ہیں اور انکو زبردست گھوڑے کھینچتے ہیں اسکو گھڑ بہل کہتے ہیں۔ دس خزانوں پر ۲۰ عرابچی اور ایک بڑھئی مقرر ہوتا ہے اگر بیل کا سینگ ٹوٹ جاوے یا وہ اندھا ہو جائے تو اوسکی چوتھائی قیمت کی برابر داروغہ سے تاوان لیا جاتا ہے۔ ہر گاڑی کے اونگھنے کے لیے نیم دام دیا جاتا ہے۔ بھینسے کو ارنہ کہتے ہیں۔ گاؤ و گاؤمیش کے گلہ کو ٹھاٹ کہتے ہیں۔ ایک گائے ایک سیر سے پندرہ سیر تک اور ایک بھیس دو سیر سے ۳۰ سیر تک دودہ دیتی ہے اور پنجاب کی بھینس عمدہ ہوتی ہے۔ ہر گائے کا دودھ اوّل مشخص ہوتا ہے اور ہر سیر سے دو دام روغن طلب ہوتا ہے۔

خچر میں گھوڑے کی طاقت اور گدھے کا صبر ہوتا ہے۔ نہ وہ گھوڑے کا سا زیرک ہوتا ہے نہ گدھے کا سا کودن جس راہ پر وہ ایک دفعہ جاتا ہے پھر اُسے نہیں بھولتا ہے۔ بارکشی و گریوہ نوردی و نرم روی میں بہت ہی کم جانور اُس کی برابر ہیں۔ اس لیے اسکو کاردار ہوشیار دوست رکھتے ہیں اور اوسکی پرورش کرتے ہیں۔ ہندوستان میں پکھلی اور اسکے نواح کے سوا کہیں اور نہیں پیدا ہوتا وہ اوسکو گدھے کی برابر سمجھتے ہیں اور اسکی سواری سے ننگ رکھتے ہیں۔ مگر بادشاہ نے اس نفرت کو دور کر دیا ہے۔ عراق۔ عرب۔ عجم۔ اور ملکوں سے وہ آتی ہیں اور انمیں جو اچھی ہوتی ہے وہ ہزار روپیہ کو بکتی ہے اور اسکی قطار بھی مثل شتر کے پانچ خچروں سے بناتے ہیں اوس کی عمر طبعی پچاس سال ہے۔ سب کے لیئے خوراک اور ساز مقرر ہے۔

آئین استر خانہ

آئین تقسیم اوقات روزی پادشاہ

سلطنت کی تینوں شاخوں کی آبادی اور مایہ وری اور چھوٹے بڑوں کی کام روائی۔ دلوں کی پاسداری خاطروں کی دیدبانی اس بات پر موقوف ہے کہ پادشاہ اپنے دن رات کو کس طور سے صرف کرتا ہے پادشاہ کے دل پر اگر ہزاروں شغلوں کا ہجوم ہو تو اُس کے صفائی قلب میں کوئی غبار نہیں اوٹھتا اور خدا تعالےٰ کی نیرنگی نقش کی آگاہی میں۔ پراگندگی پیدا ہوتی۔ ہر لحظہ

رضامندی ایزدی کی جویائی اس کی بڑھتی ہے اور دمبدم اس کی ژرف نگہی اور دور اندیشی
زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اپنی دانائی اور بزرگ شناسی سے دوریاب دیدہ وروں کی تلاش میں
رہتا ہے اور اپنے حسن روزافزوں پر کمتر نظر ڈالتا ہی اور اس امید میں سب چھوٹے بڑوں کی
سنتا ہے کہ اسکے چراغ دانائی کو کوئی دل آویز سخن یا گزیدہ کردار روشن کرے باوجودیکہ اس
تلاش میں برسوں گذر گئے مگر کوئی خالص بزرگ مُراد اُس کو دستیاب ہوا منصف رہ نمایوں نے
تو پادشاہ کا حال دیکھ کر اپنے علم کا دفتر دھویا اور از سرِ نو پادشاہ سے سبق پڑھا مگر فراخ حوصلہ پادشاہ
پہلے ہی طرح اس فرقہ کی طلب میں سرگرمی کے ساتھ ساعی رہتا ہی اور اس طریقہ کی مصاحبت
سے خوش وقت ہوتا ہے۔ گو اسکو ہزاروں ظاہری شکوہ حاصل ہیں۔ بہت سے افسانہ ہاے
خواب اس کے لئے موجود ہیں مگر وہ اپنی خواہش وخشم کو سلطان خرد کی فرمان پذیری سے باہر
جانے کے لئے قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسکے موافق کام کرتا تو کیا افسانہ سرائی جو
اہل جہان کو خواب میں لاتی ہی وہ اسکو اور زیادہ بیدار کرتی ہی۔ اس میں خدا طلبی وحق پژوہی
کی کثرت ایسی ہی کہ وہ خدا کی پرستش میں جان وتن سے ریاضت صوری اور معنوی کرتا ہی وہ ایسی
عبادت بھی کرتا ہے کہ جو لوگ زمانہ کی رسم کے پابند ہیں انکی زبان طعن اسپر بند ہو جاتی ہے۔ مگر ہمیشہ
بڑی جستجو اسکی یہ رہتی ہی کہ میں اپنے میں ایسی نیک عادتیں پیدا کردوں کہ خردمند بیدار دل اسکی
خوبی کو بالاتفاق مانتے ہوں اور کوئی کیش و مذہب اسپر طنز نہ کرتا ہو وہ اپنے وقت کی قدر
جانتا ہے اور کبھی اس کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ اور اپنے گرامی انفاس کی پاسداری کرتا ہی
اور جو کام اسکو کرنا چاہیئے اس کو ترک نہیں کرتا۔ اسکی عادتوں میں ایسی خیر پیچی ہی کہ وہ
عبادت معلوم ہوتی ہے اسکی عبادتوں کا بیان نہیں ہو سکتا وہ کسی وقت عبادت الٰہی
ومحاسبہ روحانی سے خالی نہیں رہتا۔ خصوصاً صبح کے وقت کہ جسمیں نور پاشی اور بہروزی
کا آغاز ہوتا ہی اور دوپہر کو کہ آفتاب عالمتاب کا فروغ سارے جہان پر پھیلتا ہے اور طرح
طرح کی نشاط کا سرمایہ بنتا ہے اور شام کے وقت کہ اہل زمیں کے آگے سے روشنی
کا دسترخوان اُٹھ جاتا ہے اور جو نور کو دوست رکھتے ہیں وہ سراسیمہ ہوتے ہیں اور آدھی

رات کو انجمن ہستی کا روشنی افزا و بلندی گرتا ہوا ہے اور اندھیری رات کے غمزدوں کو خوشدلی کی نوید پہنچاتا ہے یہ سب بزرگداشت ایزدی اور پرستش خداوند جان آفرین کی نیرنگیاں ہیں۔ اگر نادان شپرہ طبع اس بھید کو نہ پہنچے تو اُس میں کس پرتاوان ہے اور کس کا زیان ہے؟ (ان اوپر کے فقروں کا مطلب یہ ہے کہ صبح و دوپہر و شام و آدھی رات کو بادشاہ آفتاب کو خدا کی نیرنگی کا مظہر سمجھکر عبادت کرتا ہے۔ مگر نادان اسکو نہ سمجھیں تو اس میں کس کا قصور ہے) ہر شخص جانتا ہے کہ منعم کی سپاس گذاری اور نیایش گری ناگزیر ہے نور الانوار (سورج) کی فیض گستری کا شکر کس قوت سے ادا ہو سکتا ہے اور اوسکی نعمتیں جو ہمکو پہنچی ہیں کون گن سکتا ہے۔ سب دانشوروں کے نزدیک بادشاہوں کے طائفہ پر سریر آسمانی کے سلطان کی خاص نظر عنایت ہے پس اس طائفہ پر فرض ہے کہ وہ اسکا شکر ادا کرے اس نظر سے بادشاہ آتش کی تعظیم اور چراغ کی بزرگداشت کرتا ہے۔ اب میں آفتاب کی فضیلتوں کو بیان کروں یا اس نیر اعظم کی پرتو اندازی کا ذکر کروں یا ہنگامۂ تقلید کی بیدانشوں کی لجگرائی لکھوں کہ وہ بادشاہ کو آتش پرست جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آفتاب کو معبود مانتا ہے میں ان سب کی ہنسی اُڑاتا ہوں۔

بادشاہ کا دل ایسا محبت سے بھرا ہوا ہے کہ وہ جان آزاری اور دلشکنی پر راضی نہیں ہوتا اور جان بخشی اور دلنوازی کرتا رہتا ہے اس لیئے وہ گوشت کی غذا سے پرہیز کرتا ہے۔ مہینوں گذر جاتے ہیں کہ وہ اسکو چھوتا بھی نہیں۔ گوشت گو دلوں کا معشوق ہے مگر صاف باطن اس کی کچھ قدر نہیں کرتے۔ بادشاہ کو مستلذات ظاہری پر کچھ رغبت نہ تھی وہ رات دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتا اور اپنے ہر وقت کو انہیں کاموں میں جو ناگزیر وقت و بائست کار ہیں صرف کرتا۔ رات کو کچھ تھوڑا سا اور دن کو کچھ سو کر وہ آرام لیتا ہے۔ یہ سونا بھی اسکا بیداری پر غالب ہے۔ یہ اس کی عادت ہے کہ رات کو جاگ کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور زیادہ تر خاص خلوت کدہ میں حکمت پژوہ و شیوا زبان و صاف دل صوفیوں کی انجمن جمع ہوتی ہے اور ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھ کر دلاویز گفتار کرتا ہے اور بادشاہ اپنے علم سے انکے علم کا امتحان کرتا ہے۔ اس سے گذشتہ زمانہ کے خیالات معلوم ہوتے ہیں اور نئے پیدا ہوتے ہیں۔ سعادت مند جوان ستایش کرتے ہیں اور فرخی و خورمی سے

اپنے دل کا مقصد بر لاتے ہیں اور منصب پیرانہ سال غم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ انکو نئی رسم وراہ سیکھنی پڑتی ہیں۔ اور اسی صفوت گاہ میں ہوشیار مغز مورخ جمع ہوتے جو چہرہ سخن کی افزائش کاہش سے نہیں بگاڑتے ہیں۔ بات جون کی تون کہتے ہیں۔ اور ہوش افزا پہلی داستانیں بیان کرتے ہیں بزرگ دانش پادشاہ نادر نکتے کہتا ہے اور بحث کے لیے برگزیدہ مضامین پیش کرتا ہے اکثر اوقات حرائق ملکی و مالی پادشاہ سننے لگتا ہی۔ ہر کار کے واسطے جتنا وقت مقرر کرنا چاہیے اُتنا ہی مقرر کرتا ہی جب ایک پہر رات باقی رہتی ہی تو سب طرح کے غنیاگر جمع ہو کے داخل ہوتے ہیں اور اپنی آواز و ساز سے ہوش افزائی اور نیایش گری کو آراستہ کرتے ہیں جب رات چار گھڑی باقی رہتی ہی تو وہ خاموش ہوجاتے ہیں۔ پادشاہ اپنے وحدت کدہ میں جاکر باطن کا ہمرنگ ظاہر کو کرتا ہی اور دریا حقیقت میں تیرتا ہے۔ رات کے آخر ہونے پر ساتوں ولایت کے شائستہ آدمی اور سپاہی اور سوداگر اور کشاورز و پیشہ ور اور طرح طرح کے حرفوں کے آدمی جمع ہوتے ہیں اور بادشاہ کے دیدار کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ کچھ دن چڑھے وہ کورنش بجالاتے ہیں جسکا اوپر ذکر ہوا۔ پھر شبستان دولت منظر اہل حرم مسرت آمود ہوتے ہیں اور اس عرصہ میں دین دنیا کے کام بہت ہوجاتے ہیں۔

دربار بھی ایک طرز جہان آرا اور تینوں آبادی سلطنت کا ضامن اور حوادث روزگار کی پناہ ہی۔ اسکی آبیاری سے گلشن سلطنت سیراب ہوتا ہی اور امیدوں کے کھیت ہرے رہتے ہیں۔ پادشاہ رات دن دو بار دربار کرتا ہے اوّل صبح کی عبادت کے بعد پردہ سے باہر اپنا دیدار دکھاتا ہی۔ اسمیں سب چھوٹے بڑے بغیر سپاہیوں کی دورباش کے پادشاہ کو دیکھتے ہیں اور اس کو درشن کہتے ہیں اسمیں کبھی اور کاموں کا بھی انتظام ہوجاتا ہی دوم دولتخانہ میں پادشاہ آتا ہے۔ اکثر پہر دن چڑھے کبھی آخر دن میں بھی رات کو کبھی ایک منظر پر جو اس دولتخانہ کی طرف ہوتی ہے بیٹھتا ہے اور کارروائی کرتا ہے کشادہ پیشانی اور شگفتہ روئی سے مسند دادد ہی پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور بغیر اپنی طبیعت کی خواہشوں کے اور نارضامندی ایزدی کی آلایش کے عدالت کرتا ہے۔ ہمیشہ کارپرداز ان سلطنت طرح طرح کے مطالب اور رنگارنگ کی درخواستیں موقف عرض میں پیش کرتے ہیں۔ اور ہر ایک کو پاشاہ شائستہ جواب دیکر ہدایت کرتا ہی۔ دادار پرستی کی افزونی اور

(۳۰) آئین دربار

مزاج روزگار کی شناسائی سے برخلاف پہلے فرماں روایوں کے وہ ہستی کے ذرات کو کل نما آئینہ جانتا ہے اور جن چیزوں کو ظاہر میں چھوٹا و کمتر گنتے ہیں اُن پر بادشاہ توجہ کرتا ہے اور اہل جہاں کی آسودگی کو اپنی آسایش جانتا ہی اور ایسی چھوٹی باتوں پر متوجہ ہونے سے ملول نہیں ہوتا پادشاہ کی درشن کے وقت نقارہ بلند آوازہ ہوتا ہے جس سے لوگوں کو اطلاع ہو جاتی ہے۔

(۷۴) آئین کورنش و تسلیم

جو ظاہر میں درست یا بعتے ہیں وہ فرماں روایوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں کی پراگندگیوں کو وہ دور کرتے ہیں لیکن ژرف نگاہ روشن ضمیر یہ جانتے ہیں کہ دارالملک معنی بغیر اس گروہ ایزدی کے کسی اور صورت سے سرانجام نہیں پاسکتا اور انہیں کی قدسی بارگاہ میں خودبینی کا نقش مٹ سکتا ہی اور نیازمندی کے پیش طاق کی آرایش ہوسکتی ہے اس سبب سے فرہنگ آرا اور رنگ نشینوں نے اپنی رسائی کے موافق نیایش گری کا آئین مقرر کیا ہی بعض نے صرف سر کا جھکانا۔ بعض نے کچھ اور۔ اس شہنشاہ نے یہ مقرر کیا ہی کہ روے دست کو پیشانی پر سر جھکا کر رکھنا۔ اس کو اس وقت کورنش کہتے ہیں یعنی سر کو جسکے ساتھ زندگانی محسوس و معقول وابستہ ہے دست نیاز میں لیکر محفل مقدس میں نثار کرنا۔ اور اپنے تئیں فرماں پذیری کے لیے آمادہ کرنا ایسا آئین ہے کہ بندگان عاطفت پذیر دست راست کی پشت کو زمین پر رکھ کر آہستگی کے ساتھ اوٹھاتے ہیں اور سیدھے کھڑے رہ کر روے دست کو تارک سر پر رکھتے ہیں اور اس روش سے یہ بتلاتے ہیں کہ ہم خود اپنے تئیں سپرد کرتے ہیں اس کو تسلیم کہتے ہیں۔

پادشاہ فرماتا تھا کہ ایک دن باپ نے اپنا تاج خاص عنایت کیا وہ فراخ تھا میں اُس کو ہاتھ میں اُستوار پکڑ کر کورنش جس طرح اوپر بیان ہوئی بجالایا۔ میرے باپ نے اوس کو پسند کر کے یہی طریقہ کورنش و تسلیم کا جاری کر دیا۔ رخصت۔ ملازمت۔ منصب۔ جاگیر۔ و تشریف و اسپ کی بخشش کے وقت تین دفعہ تسلیم کی جاتی ہے اور باقی اور مراتب دادودہش اور طرح طرح کی عنایتوں کے وقت میں ایک تسلیم کی جاتی ہے ہر نوکر اپنے آقا کے ساتھ اسی طرح زندگانی بسر کرتا ہے۔ اور اسکو اپنی دولت افزائی کا سرمایہ سمجھتا ہے اس لئے جو بندے پادشاہ سے ارادت خاص رکھتے تھے اونہوں نے سجود نیایش کا اضافہ کورنش و تسلیم پر

کیا ہے اور اس کو سجدۂ ایزدی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ پادشاہ دادار بیہال کا ایک نمونہ والا ہے۔ اور آفتاب جو جگ کا ایک پرتو جہاں افروز ہے۔ بہت سے آدمی یہ معنی سمجھکر اس روش پر مائل ہو کر سعادت پر سعادت حاصل کرتے تھے۔ مگر اس سبب سے کہ تیرہ دل لگ اسجدہ کو آدمی کی پرستش سمجھتے تھے۔ شہریار کار شناس نے احمقوں کو اور سب درجے کے آدمیوں کو سجدہ سے باز رکھا اور دربار عام میں اپنے پیش خدمتوں کو بھی سجدہ سے منع کر دیا۔ انجمن خاص میں تھوڑے سے بیدار بخت بندوں کو حکم تھا کہ وہ سجدہ سپاس گذاری کا ادا کر کے بیٹھیں۔ اس فرمایش اور اس باز داشت سے خاص و عام دونوں کو کامیاب درگروہا گروہ آدمیوں کو شائستگی پر مطلع کرتا ہے۔ جب پادشاہ تخت پر بیٹھا ہی تو جو لوگ حاضر ہوتے ہیں وہ اوّل کورنش بجالاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ پر اپنی منزلت کے موافق آگے ہاتھ کو اس طرح رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کہنی پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں دہنے ہاتھ کی کہنی پر ہوتی ہیں۔ بزرگ شاہی تخت سے ایک گز سے زیادہ نزدیک اور چار گز سے زیادہ دور نہیں کھڑے رہتے اور جب بیٹھتے ہیں تو دو گز سے کم اور آٹھ گز سے زیادہ دور نہیں ہوتے متوسط شاہزادے کھڑے ہوتے ہیں۔ ڈیڑھ گز سے ۶ گز تک دور بیٹھتے ہیں ۳ گز سے بارہ گز تک تخت سے نزدیک و دور ہوتے ہیں اور درجہ سوم کے شاہزادے بھی ایستادہ و نشست میں اسی نسبت سے تخت سے فاصلہ رکھتے ہیں۔ پادشاہ اپنی محبت کے سبب خردسال شاہزادوں کو زیادہ قریب رکھتا ہے اور اوّل درجہ کے امیر کھڑے ہوتے ہیں تخت سے ۳ گز سے ۱۵ گز تک دو بیٹھتے ہیں ۵ گز سے ۲۰ گز تک نزدیک و دور ہوتے ہیں دوسرے مرتبے کے بڑے امیر ۳ ½ گز نیچے اور باقی اور امرا ۱۲ ½ گز دور ہوتے ہیں اور باقی اور لوگ لیسال میں کھڑے رہتے ہیں اور ایک دو زیادہ نزدیک بھی ہوتے ہیں (لیسال سپاہ کے بازو کو کہتے ہیں) تخت کے آگے جگہ خالی رہتی تھی اور اسکے دو بازوؤں میں سے ایک بازو میں شاہزادے اور بڑے بڑے امرا اور اعلیٰ درجہ کے عہدہ دار و منصب دار اور دوسرے بازو میں قور اور ملّا و علما نشست و برخاست کرتے تھے۔

اگرچہ کام ہر روز بے شمار ہوتے ہیں مگر اس میں ۹ کام بیان کیئے جاتے ہیں جو ہمیشہ

آئین ایستادہ و نشست

(۴) آئین آدمیوں کے کام کا

کیے جاتے ہیں اُن میں فرق نہیں ہوتا۔ انجمن داد و دہش میں طرح طرح کے آدمی پادشاہ کے حضور میں آتے ہیں۔ اور اُن کی لیاقت کا امتحان ہوتا ہے۔ بعض آدمی مرید ہونے کو آتے ہیں بعض آدمی اپنے امراض کی دوا لینے کے لیے بعض دین کی دشواریوں کے حل کرنے کے لیئے بعض دنیا کی مشکلات کی چارہ پژوہی کے واسطے۔ گروہا گروہ۔ تورانی۔ ایرانی۔ رومی۔ فرنگی۔ ہندی۔ کشمیری آدمیوں کے گروہوں کا ماہوارہ کارپردازان دولت بعض آئین کے موافق مقرر کرتے ہیں۔ اور بخشی انکو پادشاہ کے روبرو لاتا ہے۔ پہلے یہ آئین تھا کہ وہ اسپ براق کے ساتھ آتے تھے۔ اب سوار احدی کے گھوڑے کے کوئی اور روبرو نہیں آتا۔ بعض آدمیوں کا وظیفہ کم و زیادہ ہوتا ہے۔ مگر پادشاہ اس تفصیل میں ایسی گرم بازاری رکھتا ہے کہ بیشتر لوگوں کا اضافہ ہی ہوتا ہے۔ ہر روز جو آدمی پیش ہوتے ہیں انمیں فزونی و کمی ہوتی رہتی ہے۔ دوشنبہ کے روز جسقدر سوار کہ ہفتہ سابق کے بعد ملاحظہ سے باقی رہتے ہیں۔ پادشاہ کی نظر کے آگے گذرتے ہیں۔ جتنے سوار کوئی شخص پیش کرتا ہے۔ اس کو فی سوار دو دو دام دیئے جاتے ہیں کہ جس سے سپاہ کی کارافزائی و خدمت آموزی ہو۔ احدیوں کو بھی۔۔۔ اسی طرح خاص تکچی پیش کرتے ہیں۔ پادشاہ اس گروہ کا اضافہ تنخواہ ہمیشہ کرتا ہے۔ چونکہ آئین یہ ہے کہ جب احدی کا گھوڑا مر جائے تو وہ گھوڑا نہ خریدے۔ بلکہ اس کو گھوڑا سرکار سے ملے اور ماہوارہ اور انعام میں اس کی قیمت مجرا لی جائے اس لیے وہ احدی بھی پیش ہوتے ہیں جنکے گھوڑے مر گئے ہیں۔ نوُیناں بزرگ اور بڑے امرا کچھ ملازموں کے لیے استدعار منصب کرتے ہیں وہ بھی پیش ہوتے ہیں اور انکے درجہ کے موافق تنخواہ مقرر ہوتی ہے پچاس روپیہ ماہوار سے کم یہ درخواست نہیں ہوتی۔ ہر کارخانہ کے نوکروں کا ہیمانہ اس بارگاہ میں مقرر ہوتا ہے اور خدمتیں نوکروں کے لیے نامزد ہوتی ہیں۔

آئین رہنموئی

خرد بخش جہان آرا خدا جب چاہتا ہے کہ مردم زاد کا گوہر ظاہر ہو اور اس کے حوصلہ کی تنگی و فراخی سب پر عیاں ہو تو انمیں غبار دورنگی کو اُٹھاتا ہے اور دین و دنیا کا نقش بناتا ہے انمیں سے ہر ایک کا جُدا جُدا ایک خداوندگار پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی نکوہش میں آویزش کرتا ہے۔ ناتواں بینی اور بیدانشی اپنا عیار نمودار کرتی ہے۔ قدر دانی و مہر اندوزی

بڑی ہنگی ہوجاتی ہو وگرنہ دین کیا اور دنیا کیا ہی۔ ایک حسن دلآویز ہے۔ جو چند ہزار پردوں کو چمکاتا ہے۔ اور ایک گلیم لمبی چوڑی بچھی ہوئی ہے جسمیں گوناگوں رنگ چہرہ روشن کر رہی ہیں۔

قطعہ

درحقیقت نسبتِ عاشق ومعشوق یکی ست	بوالفضولاں صنم و برہمنے ساختہ اند
یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتوِ آں	ہر کجامی نگرم انجمنے ساختہ اند

ایک شخص اپنے نفس پر لعنت ملامت کرنی اختیار کرتا ہے۔ دوسرا اہل جہاں کی نگہبانی کو اپنی پاسبانی سمجھتا ہے۔ ایسے ہی گروہا گروہ آدمی اپنے خیال کے موافق اعتقاد رکھتے ہیں اور خواب خیال میں نشاط بازی کرتے ہیں جب خودی وعادت چھوٹتی ہے اور علم بڑھتا ہی پردۂ تقلید کا تانا بانا ٹوٹتا ہے اور چہرہ یک رنگی نمودار ہوتا ہے۔ ہر گھر کو فروغ دانائی روشن نہیں کرتی اور ہر دل شناخت کا پذیرا نہیں ہوتا اور اگر کسی کو شناسائی بہم پہنچ جاتی ہی تو وہ ان جان گزول کے خوف سے جنگلی آدمی کی صورت ہی خموشی اختیار کرتا ہے اگر کوئی اپنی بُردلی کے سبب سے کچھ کہنے لگتا ہے۔ تو سعادت سگالان سادہ لوح اسکو دیوانہ کہہ کر پایۂ اعتبار سے ساقط کر دیتے ہیں اور بدگوا ہران نافرجام کفر والحاد کہہ کر اسکو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ جب کسی قوم کی بختمندی سے ایسا وقت آتا ہی کہ حق پرستی اسکے شامل حال ہوتی ہے تو اس میں ایسا بادشاہ پیدا ہوتا ہی کہ جہان معنی کی پیشوائی بھی اسکے حوالہ ہوتی ہی اس کو علم بغیر کسی آدمی کے توسل کے حاصل ہوتا ہے اور اوسکی لوح خاطر سے دوری کا نقش بالکل مٹ جاتا ہے کبھی وہ وحدت کو جلوہ زار کثرت میں دیکھتا ہی اور کبھی اس کے برخلاف عشرت اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اورنگ تمکین پر بیٹھتا ہے اور غم وشادی سے باہر ہو کر یکساں نسبت سے زندگی بسر کرتا ہی چنانچہ یہی حال شہنشاہ اکبر کا ہی۔ یہ شہریار دور بین ایک مدت تک بیگانوں کے طور پر پردہ رہا اور اس کار سے اپنے تئیں ناآشنا رکھا مگر جس چیز کو خدا چاہتا ہے اس روکنے کی کون قدرت رکھتا ہی؟ ناگزیر بادشاہ نے رہنمونی اختیار کی اور اس کو رضامندی ایزدی شمار کرکے ہدایت کا دروازہ کھولا اور جویائی کے دشت کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔ طرح طرح کے ارباب تجرد وسناسی جوگی سیوڑہ قلندر حکیم صوفی کی

اور گروہا گروہ اہل تعلق سپاہی سوداگر پیشہ کشاورزی چشم آگہی کو کھولا اور گوہر بینائی کو فروغ دیا
ترک۔ تاجیک۔ خرد۔ بزرگ۔ آشنا۔ بیگانہ دور نزدیک پادشاہ کی نذر کو اپنی بستگی کی گرہ کشائی
سمجھتے ہیں اور اپنے کام روائی کے وقت پادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نیایشگری کرتے
ہیں۔ بہت سے آدمی جو دوری راہ کے سبب سے یا قدسی آستان کی ہجوم کی وجہ سے حاضر نہیں
ہو سکتے وہ غائبانہ اپنے تئیں نثار کرتے ہیں اور سپاس گذاری بجا لاتے ہیں۔ انتظام ولایت کے
لیے۔ ملک کی تسخیر کے واسطے شکار کی نشاط کے لیے پادشاہ سفر کرتا ہے تو قصبہ و شہر کم ایسا
ہوتا ہوگا۔ جہاں گروہ کے گروہ عورت مرد ہاتھ پر نثار رکھے ہوئے اور زبان پر نیایشگری لیے
ہوئے اوس کی طرف متوجہ نہ ہوتے ہوں اور جبین اخلاص کو رگڑ کر اپنی نذر کی کارسازی کو
نہ کہیں اور پادشاہ کی دستگیری کی داستانیں نہ پڑھیں یعنی لوگ آن کر کہتے ہیں کہ ہمنے یہ تیری نذر
مانی تھی جس سے ہمارے کام تیری دستگیری سے نکل گئے۔ پادشاہ سے بہت آدمی سعادت جاوید
کی اندیشہ آبادی کی۔ کردار گزیدہ کی۔ صورت کی تنومندی کی۔ آنکھوں کی روشنی کی بیٹے کے پیدا
ہونے کی۔ دوستوں کے ملنے کی۔ زندگی کے دراز ہونے کی۔ جاہ و مال کی افزایش کی
اور اور آرزوں کے برلانے کی درخواست کرتے ہیں۔ پادشاہ ہر ایک کو شائستہ جواب دیتا ہے
اور انکی اندرونی سراسیمگی کا علاج کرتا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ بہت سے آدمی پیالے
پانی سے بھر کر پادشاہ پاس دم کرانے کے لیے نہ لاتے ہوں وہ نیازمندی کے ساتھ پانی کو
ہاتھ میں لیتا ہے اور آفتاب جہانتاب کے پرتو میں رکھتا ہے اور اس طرح لوگوں کی تمنا کو پورا
کرتا ہے بہت سے بیمار جنکو اپنی زندگی سے مایوسی تھی اور بڑے بڑے طبیبوں نے ان کو جواب
دیدیا تھا وہ اس پادشاہ کے علاج سے تندرست ہو جاتے ہیں۔

پادشاہ پاس جو لوگ مرید ہونے آتے ہیں اونکے مرید کرنے میں وہ درنگ کرتا ہے اور کہتا ہے
جب ہم ہی خود رسیدہ نہ ہوں تو کیسے رہنمائی کا دم بھر سکتے ہیں جب وہ کسی شخص کی پیشانی میں
راستی کی نشانی بہت ظاہر دیکھتا ہے اور اوسکی جویائی روز بروز زیادہ ہوتی ہے تو اس کا
مرید کرنا قبول کرتا ہے اور اتوار کے دن آفتاب عالمتاب کی فروغ میں وہ اپنے دل کے

مقصد پر پہنچتا ہے باوجود اس تنگ گیری اور دشوار پسندی کے ہر طائفہ کے ہزاروں آدمی مرید ہوتے اور اسکے ساتھ ارادت اپنی سعادت سمجھتے ہیں جب کوئی مرید ہوتا ہے تو اپنی پگڑی کو اوتار کر ہتیلی میں لیتا ہے اور پادشاہ کے قدموں پر سر رکھتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے کہ خود آرائی اور خویشتن گزینی کو کہ طرح طرح کی گزند دیتی ہی دور کر کے میں دل سے پادشاہ کی طاعت کرتا ہوں۔ پادشاہ اوس کے سر کو اوٹھاتا ہی اور اوسکی پگڑی سر پر پہناتا ہے۔ اور شصت خاصہ کہ اسپر اسم اعظم اور طلسم اقدس اللہ اکبر نقش ہوتا ہے اسکو دیتا ہے اور جسکے معنی یہ تلقین ہوتے ہیں **مصرع** شصت پاک نظرے پاک خطا نہ کند ہو (شصت کے معنی کانٹے کے اور چھلے کے ہیں۔ شاید پادشاہ کوئی چھلا اپنے مریدوں کو دیتا ہوگا یا اس سے مراد شبیہ ہے جو بدایونی نے لکھا ہے کہ پادشاہ مریدوں کو بجائے شجرہ کے شبیہ دیتا تھا اور وہ غلاف میں لپیٹ کر مرید کے سر پر رکھی جاتی تھی)

پادشاہ کے مرید جب آپسمیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو ایک اللہ اکبر کہتا۔ دوسرا جلّ جلالہٗ جواب دیتا۔ پادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ یاد الٰہی میں لوگ اس طرح سیراب دل وتر زبان و شیرین کام ہوں اور سرچشمہ ہستی (خدا) کو فراموش نہ کریں۔ پادشاہ کی فرمایش تھی کہ اس کے مرید وہ آش کہ مرنے کے بعد لوگ پکاتے ہیں وہ پیدا ہونے کے دن پکائیں کہ سفر کا توشہ واپسیں پہلے سے پہنچے۔ ولادت کے دن ایک انجمن جمع کریں اور طرح طرح کی نعمتوں کا خوان بچھائیں۔ بہت خیرات کریں کہ راہ دراز کا زاد آمادہ ہو۔ پادشاہ نے مریدوں کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ گوشت کھانے سے پرہیز کرنے میں کوشش کریں وہ اوروں کو گوشت کھلائیں مگر خود نہیں چھوئیں اور اپنی ولادت کے مہینے میں گوشت کے پاس بھی نہیں جائیں جس جانور کو خود حلال کریں اسکے پاس نہیں جائیں اور نہ اسکو کھائیں۔ قصاب ماہی و کنجشک گیر کے ساتھ ہمکاسہ ہونے کی انکو ممانعت تھی حاملہ۔ بوڑھی۔ بانجھ۔ نابالغ عورت کے ساتھ ہم بستر ہونا انکو منع تھا۔

خیالات مذہبی اکبر کے ہم نے جدا لکھے ہیں انکو پڑھو

سب سے اول نادر جانور ہاتھی پادشاہ دیکھتا ہے - ہر روز پہلے خاصگی فیل مع سازو پیرایہ کے حضور کے پیشگاہ میں لاتے ہیں - اور اول تاریخ ماہ الٰہی کو دس دس ہاتھی اور بعد ازاں اور ہاتھیوں کے حلقے موافق انکی شمار کے ملاحظہ میں آتے ہیں - اور روز دوشنبہ کو دس بیس تک تبکچی اس ملاحظہ کے وقت حاضر رہتا ہے اور وہ پادشاہ کے تمام سوالوں کا جواب دیتا ہے اور ہر ہاتھی کا نام بتاتا ہے - پادشاہ کے ہاں پانچ ہزار ہاتھی ہیں - اور ہر ہاتھی کا نام جُدا ہے - جب ایک دفعہ سب ہاتھیوں کو پادشاہ ملاحظہ کر لیتا ہے تو پھر خاصگی ہاتھیوں سے معائنہ شروع ہوتا ہے - پادشاہ سب ہاتھیوں کا درجہ اور قیمت مقرر کرتا ہے اور انپر مناسب داغ لگواتا ہے -

پادشا اوّل چہل گانی گھوڑوں کو دیکھتا ہے اسکے بعد شاہزادوں کے گھوڑے لے در بعد اس کے راہ وار خاصہ و خانہ زاد اور طویلے ملاحظہ ہوتے ہیں - جب وہ یہری گھوڑوں (جن گھوڑوں کی قیمت دس اشرفی ہے) کا ملاحظہ ہو چکتا ہے گوٹ - قزاق جنپر چیتے سوار ہوتے ہیں دبارگیر معائنہ ہوتے ہیں قیمت کے موافق انکے ملاحظہ میں بیشی و کمی ہوتی ہے ان کے قیمت کے تین درجے اول و دوم و سوم مقرر ہوتے ہیں - اونٹ اوّل خانہ زاد ملاحظہ ہوتے ہیں - اور ہر روز پانچ قطار نظر کے روبرو آتے ہیں - گاؤ موافق قیمت کے دس جوڑی ملاحظہ ہوتی ہیں - چہارشنبہ سے اس دایہ روزگار کا ملاحظہ شروع ہوتا ہے - دیوالی کے روز کہ اس مُلک کے بڑے تہوار کا دن ہے اور گروہا گروہ ہندو اُس روز اس جانور کی نیایش کرتے ہیں اور اسکی بزرگ داشت کو عبادت سمجھتے ہیں - پادشاہ کے حکم سے آراستہ ہو کر پادشاہ کے ملاحظہ میں آتی ہیں جس سے دلوں کی صید ہوتی ہے پنجشنبہ کو دو بارکش خچروں کا ملاحظہ شروع کرتا ہے چھ قطار بہ ترتیب قیمت ملاحظہ میں آتی ہیں - پہلے یہ دستور تھا جو اوپر مذکور ہوا اگر اب روز یکشنبہ کو گھوڑے دوشنبہ کو شتر و خچر و گاؤ و سہ شنبہ کو سپاہ و چہارشنبہ کو دیوان وزارت - پنجشنبہ کو دادخواہ - آدینہ کو شبستان شنبہ کو ہاتھی دیکھے جاتے ہیں -

پادشاہ نے ہر جانوروں کی خوراک مقرر کی ہے۔ جس سے وہ تنومند ہو۔ اور جانوروں کی
لاغری و فربہی کے اندازے مقرر کیے ہیں اور انکے موافق خوراک کی کمی و بیشی کے قاعدے
مقرر کیے۔ پادشاہ یہ چاہتا ہے کہ یکجہتی کی نزہتگاہ میں طرح طرح کے آدمی عشرت اندوز ہوا کریں
اور دوستی و یکتا دلی کی بزم آراستہ ہو تا کہ کام شائستگی سے ہو اا ور انتظام کو استحکام ہو
چونکہ سب آدمیوں کی خرد حقیقت گزیں نہیں ہوتی اور آگہی کی داستان کو ہر گوش نہیں
سنتا اس لیے پادشاہ نے ہنگامۂ نشاط بازی کو گرم کیا۔ اس کام میں بہت آدمیوں کو لگایا۔
جنگ آہو۔ رنگ و روش اس کی دل گزیں۔ و آفت وخیز اسکی شادمانی بخش ہی اس لیے
پادشاہ اس پر بہت توجہ کرتا ہے اور ان وحشیوں کو اُنس پذیر کرتا ہے۔ ان میں سے ایک سو
ایک ہرن خاصہ ہیں اور ہر ایک کا نام و صفت جدا ہے۔ انسے دس دس ہرنوں پر ایک نگہبان ہی
تین طرح کے ہیں۔ ایک خانہ پرور دجو دشتی سے خوب لڑتے ہیں دوم وہ جو پلے ہوئے ہرن
سے لڑتے ہیں سوم صحرائی سے گرم تر پرخاش کرتے ہیں۔ ان ہرنوں کے لڑنے پر شرطیں
بدی جاتی ہیں اور ہار جیت ہوتی ہے۔

پادشاہ لپنے مقربین میں سے ۴۲ آدمی منتخب کرتا ہے اور انہیں سے دو دو کو حریف
بناتا ہے۔ جنکی ۱۲ مثل بنتی ہیں۔ ہر مثل میں ایک ُل۔ گاؤ بیش۔ گاؤ۔ قچقار۔ بز۔ خروس لڑائی
کے لیے عنایت ہوتے ہیں۔ ہر زمانہ میں گاؤ و بز کی لڑائی کا پتا نہیں ملتا۔ مگر اب وہ لڑتی ہیں
شرط کے روپیوں کی تعداد ہر منصب کے موافق مقرر ہوتی ہیں اور انکی ہار جیت ہوتی ہی

عمارت کے لیئے آئین کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ اس سے کاخ بلند ہوتے ہیں
سپاہ اس سے عشرت اندوز ہوتی ہے مُلک کی آبرو اس سے پدیدار ہوتی ہے۔ بزم
تعلق کے اہل تو شہر کو تلاش کرتے ہیں اور شہر بغیر عمارت کے رونق نہیں پاتا۔ اس سے لئے
پادشاہ نے بڑے عالی مکانات بنائے ہیں آب و رگل کے لباس میں جان و دل کا کام
بنایا۔ بڑے اونچے قلعے بنائے ہیں۔ وہ ضعیفوں کو آرام دیتے ہیں اور سرتابوں کو ڈراتے
ہیں۔ ....

(۸۴) آئین جانوروں کی گنتی کا اور اس پر شرطوں کے مقرر ہونے کا

(۸۵-۹۰) آئین در باب عمارت

فرماں پذیروں کو عشرت افروز کرتے ہیں اور دل فریب نشیمن اور روح افزا منظر تیار کرائے ہیں وہ گرمی سردی باراں کی عمدہ پناہ ہیں اور شبستان اقبال کی پرہیز گیوں کی آرام کی جگہہ ہیں سرائیں کہ مسافروں کی سرمایہ آسودگی اور مفلس غریبوں کی آسائش کی جگہہ ہے جابجا بنائی ہیں۔ بہت سے آبگیر و چاہ کہ زندوں کے جاندارو اور زمین کی آبرو ہیں بنائے ہیں۔ مدرسوں اور ریاضت خانوں کی بنیاد رکھی ہے۔ عمارت کے کام سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں اسکے بنانے والے بنوانے والوں کو خوب لوٹتے ہیں۔ اس لیے پادشاہ نے عمارت کے مصالح اور راج مزدوروں کی اجرت کی شرح اور عیار عمارت و اندازہ تراش اور گرانی سب کی قوت کے آئین مقرر کر دیئے ہیں۔

دفتر دوم سپاہ آبادی

پادشاہ اپنی سپاہ کو عمدہ پند و نصائح سے ہدایت کرتا ہے اور طرح طرح سے انکو ناہنجار روش سے روکتا ہے۔ سپاہ کو اس کی کثرت کے سبب سے مختلف قسموں میں تقسیم کیا ہی کہ جس کے سبب سے ملک میں امن و امان رہتا ہے۔ پادشاہ نے بعض قوموں کی صرف فرماں برداری کو کافی سمجھا ہے اور انکو بہت کاموں سے رہائی دی ہی اور اس سبب سے بہت سے وحشی منش زمینداروں نے اطاعت قبول کرلی ہی۔ چالیس لاکھ چالیس ہزار سے کچھہ زیادہ سپاہ کا سرانجام ملک کے زمیندار کرتے ہیں۔ بعض سپاہی اسلیے مجبور کیے جاتے ہیں کہ وہ اپنے گھوڑوں کے داغ لگوائیں۔ انکی چہرہ نویسی ہوتی ہی اور انکے درجے مقرر ہوتے ہیں۔ بعض سپاہی فقط ایک سردار کی ہمراہی اور پرستاری کے لیئے نامزد ہوتے ہیں۔ جو یکتائی کے لیے شائستہ ہوتے ہیں ان کے اعتبار زیادہ کرنے کے لیئے انکا نام احدی رکھا ہی۔ جس گروہ کو پادشاہ نے سرکردگی کے لیے سزاوار جانا ہی اسکو سرگروہ بنایا ہی۔ بہت سے سپاہی مفلس ہیں مگر شائستہ ہیں ان کی سواری کے لیے اقطاع مقرر کردیئے اور ان کو مجبور کیا ہی کہ وہ اپنے گھوڑوں کو داغ لگوائیں۔ ایرانی و تورانی سپاہ کو پچیس ۲۵ روپیے اور ہندوستانی کو بیس روپیے اور جو خالصہ کا عمل پروانہ ہوتا ہے وہ زر مالگذاری وصول کرتا ہے وہ پندرہ روپے ماہوار پاتا ہے اس طرح کی سپاہ کو برآوردی سپاہ کہتے ہیں۔

(۱) سپاہ کی تقسیم

بعض منصب دار جنکو سپاہیوں کا بہم پہنچانا دشوار ہوتا ہے تو ان کو ایسے سپاہی جنکے گھوڑوں کے داغ لگے ہوئے ہوتے ہیں دیئے جاتے ہیں اور اس سپاہ کو داخلی کہتے ہیں وہ دہ ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہزاری منصب دار تک اور ہشت ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہشت صدی منصب دار تک اور ہفت ہزاری منصب دار کی سپاہ میں ہفتصدی منصب دار تک۔ اور پنج ہزاری منصب دار کی سپاہ میں پانصدی منصب دار تک اور پانصدی منصب دار کی سپاہ میں صدی منصب دار تک داخل ہو سکتے تھے اور انسے کم منصب دار اعلیٰ منصب داروں کی سپاہ میں نہیں داخل ہو سکتے تھے۔ بعض منصب داروں کو یاوری کے لیے سپاہ دی جاتی تھی اسکا نام کمکی سپاہ تھا اس زمانہ میں اس سپاہ کو ترجیح دی جاتی ہے جنکے گھوڑوں پر داغ لگا ہوا ہو۔ اور یہی سپاہ اور سپاہیوں سے برتر ہوتی ہے پادشاہ کا مقصد اعظم یہ ہے کہ سپاہیوں کو چہرہ نویسی کے وقت گھوڑوں کی عاریت مانگنے سے یا تبدیل کرنے سے روکے۔ اور پادشاہی گھوڑوں کی نگاہداشت سے وہ دولت جمع کریں۔ آدمی آزمندی اور کج بینی سے اپنا فائدہ اپنے زیاں میں جانتا ہے اس سلطنت کی ابتدا میں جب پادشاہ پردہ گزیں تھا اور ناراستی ہیں بہت سے کارپردازنگا دو کرتے تھے۔ نوکر شتر بے مہار تھے اور بے حیائی سے شوم ہو جاتے تھے۔ کمینے زربندی گھوڑے کو بیچ ڈالتے تھے اور پیادے بن جاتے تھے۔ یا عمدہ گھوڑے کی عوض میں ٹٹو گدھا سا لے لیتے تھے۔ اور ماہوار تنخواہ لینے میں وہ بیہودہ باتیں بناتے اور ناخوش گفتگو کرتے اور سرزنش پاتے۔ پادشاہ نے چہرہ نویسی کا قاعدہ مقرر کیا اور مواجب تنخواہ کو دیکھنے پر قرار دیا اس سے خود کامی بند ہو گئی اور لشکر کے سرکار کو اور ہی رونق ہو گئی۔ آئین داغ کو احمق جانور کا آزار جانتے تھے اور اپنی بیدانشی سے اسکو مہر افزائی نہیں سمجھتے تھے۔ نیک و بد میں حریص لالچی تمیز نہیں کرتے۔ اور نہ آپ اپنے سے نہ خدا سے شرم وحیا کرتے ہیں۔ اور تباہ کرداری میں کام روائی ڈھونڈھتے ہیں۔ اور اپنی جان گزائی میں دوا دو کرتے ہیں۔ بعض بد ذاتوں نے بداتی کی اور کسی قدر سپاہ کی کارروائی میں مخل ہوئے اس زمانہ میں گھوڑوں کے عاریت لینے کا عام رواج تھا۔ پادشاہ نے چہرہ نویسی پر جانور کے

داغ کو زیادہ کیا۔ اس نے ہر جا بسکروں کو حقیقت کا سبق سکھا کر گراں سنگ کیا اور فرو مایہ
مگس خویوں کو بزرگ منشی اور مردمی سکھائی۔ افسردہ دل آزمندوں نے توانگر دلی کی
نشاط حاصل کی اور سپاہی کے سرابستان نے اور ہی آبیاری پائی اور خزانہ معمور ہوا۔
یہ کار شناس اور اندیشہ کی درستی کے نتیجہ ہوتے ہیں۔ ظاہر میں گھوڑے کو داغ لگتا ہے
اور حقیقت میں اس سے روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

آئینِ داغ داران

۱۸ جلوس میں داغ کا رواج ہوا۔ دل گزیں روش سے آدمیوں کی پایہ شناسی مقرر ہوئی
جاگیروں کے مراتب مقرر ہوئے ہر ایک کی بائست تحریر میں آئی اُسکا دستور مقرر ہوا زمانہ کی گرانی
اور ارزانی کا حساب لگا کر اس کے اوسط پر کارروائی ہوئی اس سے حساب کا سر رشتہ مستحکم کیا
اور ایک شائستہ قانون مقرر ہوا۔ سپہ آرا بخشیوں کے سر پر سے سفارش کا بھاری بوجھ اُتر گیا۔
اور وہ نزہت سرائے شادمانی میں آئے اوّل بارگی (گھوڑے) سات طرح کے مقرر ہوئے اور
ہر ایک کا راتبہ قرار پایا۔ عربی۔ عراقی۔[۲] مجنس۔[۳] ترکی۔[۴] یابو۔[۵] تازی۔[۶] جنگلہ۔ اوّل درجہ تازی نژاد کا
یا اُس کا جو اسکی برابر خوش رو اور شگرف کار ہو ماہوارہ اسکا ۷۲۰ دام ہر روز ۶ سیر دانہ (ہر
جانور کی برآورد میں قیمت ایک من کی بارہ دام لگائی جاتی ہے ۲ ½ دام کا گھی ۲ دام کی شکر
اور ۳ دام کی گھاس اور ایک مہینہ میں ۷۰ دام کی جل وارتنگ و بال پوش وتنگ جس کا
نام بادشاہ نے فراخی رکھا ہے وگدی وتختہ بند وقیزہ جس کو عوام فائز کہتے ہیں۔ و
مگس ران وخرخرہ وکنگھی (گھوڑے کے دُم کے بالوں کی تھیلی گھوڑے کے صاف کرنے کی
ہے) ودست مال وپایے بند ومیخ وشل اس کی اس کو خرچ یراق اسپ کہتے ہیں۔ ۶۰
دام زین نہ لگام کے لیے دو ماہ میں ایک دُمچی اور ہر مہینے میں نعل ۷ دام اور ۳ ۶ دام تیماردار
کو اور جو دو گھوڑوں کی خدمت کرے تو اسکو دوچند تنخواہ کل خرچ ۹۷۴ دام۔ جب
بادشاہ نے سپاہی کی رفاہیت اور آسودگی حال کو دریافت کیا تو اوّل ۸۱ دام کا اضافہ کیا
اور جب بادشاہ نے روپیہ کو ۳۵ دام سے چالیس دام کا کر دیا تو اس سے دام کا
اضافہ اور ہوا علوفہ کی داد و ستد میں روپیہ کی قیمت ۴۰ دام شمار کی جاتی ہے اور پھر

ہر قسم کے گھوڑوں کے لیئے سوار جنگلہ کے دو روپیہ کا اضافہ ہوا۔
اب اس جنگلہ گھوڑے کو برآورد میں نہیں درج کرتے ہیں دوم وہ گھوڑے جو عراق عجم (ایران) میں پیدا ہوئے ہیں۔یا وہ گھوڑے جو پیکر و کردار میں انکی مانند ہیں۔ یک ماہہ انکا ۶۸۰ دام ان میں سے ۵۸۴ دام ضروری خرچوں کے لیے پہلے گھوڑوں کی نسبت ۲۱ دام کم خرچ ہوتے ہیں۔یراق میں دس دام اور زین لگام میں ۱۰ دام اور نعل میں ایک دام سوم عراقی مانند یعنی مجنس۔ اکثر انمیں ترکی و عراقی کی نسل سے پیدا ہوتے ہیں ماہیانہ ۵۶۰ دام جسمیں ۳۵۸ دام ضروری خرچوں کے لیئے۔عراقی سو دام کم خرچ چہارم ترکی یعنی جو گھوڑے توران میں پیدا ہوئے ہیں اگرچہ وہ تنومند اور بالیدہ ہوتے ہیں لیکن مجنس کو نہیں پہنچتے۔ ماہیانہ خرچ ۴۸۰ دام جس میں ۲۹۸ ضروری خرچوں کے لیئے۔ پنجم گھوڑے۔ یابو جو یہیں پیدا ہوتے ہیں ماہوار ۴۰۰ دام آخر دو قسمیں یہیں ہندوستان کی پیدائش ہیں جو ان میں اچھا ہوتا ہے اس کو تازی جو میانہ ہوتا ہے اس کو جنگلہ اور سب سے بدتر کو ٹٹو کہتے ہیں۔

ہاتھی۔ ان کی سات قسمیں ہیں۔ مست۔ شیرگیر۔ سادہ۔ منجھولہ۔ کرہ۔ پھندرکیہ۔ موکل۔ مست کا ماہوار خرچ ۱۳۲۰ دام دانہ ڈھائی من اور ہاتھی کے تین تیماردار ہوتے ہیں۔ پھاوت۔ و بھوئی و میٹھ اول کا ماہیانہ ۱۲۰ دام اور باقی دو میں سے ہر ایک کا ۹۰ دام پادشاہ نے ۱۲۰ دام کا اضافہ کر دیا ہے۔ پہلے ان پر داغ لگا تھا مگر اب و طرح سے انمیں فرق ہوتا ہے دوم کا ماہوارہ اول سے ۲۲۰ کم دانہ دو من سوم کا ۸۰۰ دام دانہ ڈیڑھ من چہارم کا ۶۰۰ دام دانہ یک من پنجم کا ۴۲۰ دام دانہ ۳۰ سیر ششم کا ۳۰۰ دام دانہ ۱۵ سیر ہفتم کا خرچ برآورد میں نہیں درج ہوتا۔

شتر۔ خرچ ۲۹۶ دام دانہ ۶ سیر ایک دام کی گھاس ایک دام کا یراق۔

گائے۔ خرچ ۱۲۰ دام دانہ۔ ۴ سیر۔ ایک دام کی گھاس ۶ دام کا یراق۔

عرابہ۔ خرچ ۶۰۰ دام۔ چار بیلوں کا خرچ ۴۸۰ دام اور ۱۲۰ دام کا مصالحہ۔

فیل و عرابہ سوائے منصب داروں کے کسی اور کو نہیں ملتے یا اونکو ملتے ہیں جو عمدہ گھوڑے

اور اونٹ و گائے کو داغ کے لیے لاتے ہیں۔

ابو الفضل نے جو لکھا ہے اسکا گوشوارہ بناتے ہیں۔ تاریخ بدایونی سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی سپاہ میں اکثر گھوڑے چھوٹے درجے کے تھے۔ اکبر نے ہندوستان سے گھوڑوں کے باہر جانے کے واسطے سخت ممانعت کر دی تھی اور اس نے اس کام کے انسداد کے لیے کوتوال مقرر کیے تھے۔ منصب داروں کی سپاہ جو نئے گھوڑے بھرتی کئے جاتے تھے وہ اس گوشوارہ کے موافق خزانہ بادشاہی سے ماہوارہ پاتے تھے۔

اس گوشوارہ سے گھوڑوں کے تمام خرچ خوب معلوم ہوں گے

	اول عربی	دوم عراقی	سوم مجنس	چہارم ترکی	پنجم یابو	ششم تازی	ہفتم جنگلہ	ہشتم ٹٹو
دانہ	۴۵ دام	۴۵ دام	۴۵ دام	۷۲ دام	۷۲ دام	۴۵ دام	۴۵ دام	کچھ نہیں لکھا
گھی	۷۵ دام	۷۵ دام	۶۰ دام	—	۳۰ دام	۱۰ دام	۵۸ دام	
شکر	۶۰ دام	۶۰ دام	۳۰ دام	—	—	۱۰ دام	۴ دام	
گھاس	۹۰ دام	۹۰ دام	۹۰ دام	۶۰ دام	۶۰ دام	۴۵ دام	۳۰ دام	
یراق	۷۰ دام	۶۰ دام	۴۰ دام	۳۰ دام	۲۰ دام	۱۲ دام	۷½ دام	
زین وغیرہ	۶۰ دام	۵۰ دام	۲۰ دام	۱۶ دام	۱۰ دام	۱۰ دام	۱۰ دام	
نعلبندی	۷ دام	۶ دام	۴ دام	۲ دام	۲ دام	۲ دام	۰	
تیماردار	۶۳ دام	۶۳ دام	۶۰ دام	۴۵ دام	۴۵ دام	۴۵ دام	۰	
میزان اصل خرچ ماہوار	۴۷۹ دام	۴۵۸ دام	۳۵۸ دام	۲۹۸ دام	۲۳۹ دام	۱۸۸ دام	۱۴۵ دام	
اوّل اضافہ	۸۱ دام	۶۷ دام	۷۲ دام	۵۲ دام	۴۱ دام	۲۲ دام	۲۹¼ دام	
دوم اضافہ	۸۰ دام	۷۵ دام	۳۰ دام	۵۰ دام	۴۰ دام	۳۰ دام	۲۵ دام	
سوم اضافہ	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۸۰ دام	۴۰ دام	
[illegible]	۷۲۰ دام	۶۸۰ دام	۵۶۰ دام	۴۸۰ دام	۴۴۰ دام	۳۲۰ دام	۲۶۰ دام	۱۶۰ دام

ہمیشہ دوربین خردپژوہ ایک ہی اصول پر قائم رہتے ہیں خواہ وہ زمانہ حال کے ہوں یا پہلے زمانہ کے یعنی (زمانیان را باپیشیاں دورائی نباشد) جب تک ہر کثرت میں وحدہیں پیدا ہوتی اس شورش نہیں مٹتی اور خود کامی کا آشوب نہیں بیٹھتا۔ عناصر کو دیکھ لو کہ جب تک ان میں یگانگی کی نہ ہو وہ مُردہ ہیں موالید ثلاثہ کو نہیں پیدا کر سکتے۔ جانور گروہا گروہ جب خود آمیزی کرتے ہیں تو اُن میں خودسری کا نقش مٹتا ہے اور اپنی چارہ سگالی میں آسایش سے رہتے ہیں اور لپنے سود و زیان کی پاسبانی کرتے ہیں۔ آدمی کا نفس ایسا ذوفنون ہے کہ وہ ایک دادگر فرماں روا کا بہت محتاج ہے اسکی پابندگی قہرمان سلطنت کے پاس گروہی ہے وہ اپنی عجیب عجیب بدذاتیوں سے اور بڑے اندیشوں سے خشم دآزکو تازہ۔ شورشیں سکھاتا ہے۔ جانکاہی اور دل آزاری کو دینداری شمار کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ بیدانشی کے غبار بیٹھانے کے لیے ایک شخص کو منتخب کرتا ہے اور اسکے کمال کی تائید کرتا ہے اور روز افزوں توفیق دیتا ہے وہ اپنی شناسائی و دلیری و فراخ حوصلگی سے اہل جہان کی لڑائیوں کا علاج کرتا ہے اور ہستی کے چشمہ کو سیراب مگر اس میں ایک شخص کی قوت انجام کار میں کافی نہیں ہوتی تو وہ اپنی یاوری کے لیے اپنی عقل کی روشنی سے چند پسندیدہ مردوں کو منتخب کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے نوکر مقرر کر دیتا ہے اس سبب سے پادشاہ نے منصب کے پایے دہ باشی سے دہ ہزاری تک قرار دیے ہیں اور پنج ہزاری سے زیادہ منصب خاص اپنے فرزندوں کے لیے قرار دیا۔ منصب کے چھیاسٹھ مراتب مقرر کیے اور اسم اللہ کے حرفوں کے عدد بھی بحساب ابجد ٦٦ ہیں پس اس میں ایک سعادت سرمدی ہے۔ پادشاہ بعض کو تو اول دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے اور ایک ہی دفعہ میں بلند پایہ کر دیتا ہے۔ کبھی بعض کا وہ منصب زیادہ کر دیتا ہے مگر اس کے ہمراہ سوار کم کرتا ہے اپنی کارآگہی سے ہر ایک منصب دار کے لیے ستور کی تعداد مقرر کرتا ہے اور اس کے سواروں کی لیاقت کے موافق اسکا ناہموار بدلتا رہتا ہے جس منصب دار پاس سوار اس کے منصب کے موافق ہوتے ہیں وہ اول پایہ کا منصب دار ہوتا ہے جس پاس آدھی یا اس سے زیادہ ہوتے وہ پایہ دوم رکھتا ہے۔ اور ایسے

جس پاس سوار کمتر ہوں وہ درجہ سوم کا یوزباشی گیارہ درجے کے ہوتے ہیں۔ اوّل وہ ہے
جس پاس سو سوار ہوں اس کی تنخواہ سات سو روپیہ ماہوار ہوتی ہے گیارہویں درجہ کا
وہ جس پاس کوئی سوار نہ ہو تو وہ داخلیوں میں جس کا اوپر ذکر ہوا شمار ہوتا ہے اور اس کی
تنخواہ پانچ سو روپے ماہوار۔ درمیانی نو درجوں کی تنخواہ پر دس سوار کے پیچھے بیس روپیہ
زیادہ ہوتے ہیں۔ پنجہزاری سے دوصدی تک منصب دار ۱۲۱۴ تھے اور یک و پنجاہ صدی
سے لیکر دہ باشی تک - ۱۳۸۸ -

جدول جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ منصبداروں پاس کیا کیا سامان ہوتا تھا اور انکا ماہیانہ کیا تھا

منصبدار	گھوڑے						ہاتھی					ردا			ماہیانہ		
	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگلہ	مست	شیرگیر	سادہ	منجھولہ	کرہ	شتر	استر	ارابہ	اوّل	دوم	سوم
۱۰۰۰۰	۶۸	۶۸	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶	۳۰	۴۰	۳۰	۳۰	۳۰	۱۶۰	۳۰	۳۲۰	۶۰۰۰۰		
۸۰۰۰	۵۴	۵۴	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۳۵	۵۰	۳۴	۳۴	۱۵	۱۳۰	۳۴	۲۴۰	۵۰۰۰۰		
۷۰۰۰	۴۹	۴۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸	۳۰	۳۲	۲۰	۲۶	۱۲	۱۱۰	۳۶	۲۴۰	۴۵۰۰۰		
۵۰۰۰	۳۲	۳۴	۶۸	۶۸	۶۸	۶۸	۲۰	۳۰	۲۰	۲۰	۱۰	۸۰	۲۰	۱۴۰	۳۰۰۰۰	۲۹۰۰۰	۲۸۰۰۰
۴۹۰۰	۳۳	۳۴	۶۷	۶۷	۶۷	۶۷	۲۰	۳۰	۱۹	۱۹	۱۰	۶۷	۱۹	۱۴۶	۲۷۶۰۰	۲۷۴۰۰	۲۷۳۰۰
۴۸۰۰	۳۳	۳۲	۶۶	۶۶	۶۶	۶۵	۲۰	۲۹	۱۹	۱۹	۹	۶۶	۳۲ ۱۹	۱۵۲	۲۷۶۰۰	۴۰۰	۲۷۳۰۰
۴۷۰۰	۳۱	۳۱	۶۵	۶۵	۶۳	۶۳	۱۹	۲۹	۱۹	۱۸	۹	۶۵	۱۵ ۱/۲	۱۵۱	۲۶۶۰۰	۲۶۵۰۰	۲۶۴۰۰
۴۶۰۰	۳۱	۳۱	۶۳	۶۳	۶۲	۶۲	۱۸	۲۸	۱۹	۱۸	۹	۶۳	[illegible]	۱۴۸	۲۶۴۰۰	۲۶۲۰۰	۲۶۱۰۰
۴۵۰۰	۳۱	۳۰	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۱۸	۲۸	۱۹	۱۷	۸	[illegible]	[illegible]	۱۴۵	۲۶۰۰۰	۲۵۸۰۰	۲۵۷۰۰
۴۴۰۰	۳۰	۲۹	۶۰	۶۰	۵۹	۵۹	۱۸	۲۸	۱۹	۱۴	۷	۶۱	[illegible]	۱۴۲	۲۵۲۰۰	۲۵۰۰۰	۲۴۸۰۰
۴۳۰۰	۲۹	۲۸	۵۵	۵۹	۵۸	۵۸	۱۶	۲۶	۱۹	۱۴	۷	[illegible]	۱۸	۱۴۰	۲۴۴۰۰	۲۴۲۰۰	۲۴۰۰۰
۴۲۰۰	۲۸	۲۷	۵۸	۵۸	۵۷	۵۶	۱۴	۲۴	۱۹	۱۴	۷	[illegible]	[illegible]	۱۳۸	۲۳۶۰۰	۲۳۴۰۰	۲۳۲۰۰

منصب	گھوڑے						ہاتھی					باربردار			ماہیانہ		
	عراقی	مجنس	ترکی	یابو	تازی	جنگلہ	مست	شیرگیر	سادہ	منجھولہ	کرہا	اونٹ	خچر	چھکڑا	اول	دوم	سوم
۲۰۰	۲	۴	۴	۴	—	۔	—	۲	—	۲	۔	۴	۔	۸	۹۷۵	۹۵۰	۹۰۰
۱۵۰	۲	۴	۴	۴	۔	۔	—	—	—	۔	۱	۴	۔	۶	۸۷۵	۸۵۰	۸۰۰
۱۲۵	۲	۲	۲	۴	۲	۔	۔	—	—	۲	۱	۲½	۔	۵	۷۹۰	۷۶۰	۷۵۰
۱۲۰	۲	۲	۲	۴	۲	۔	۔	—	—	۲	۔	۲	۔	۵	۷۴۵	۷۴۰	۷۳۰
۱۰۰	۲	۲	۲	۲	۲	۔	۔	—	—	—	۔	۲	۔	۴	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰
۸۰	۲	—	۲	۲	—	—	۔	۔	—	۲	۔	۲	۔	۴	۴۱۰	۳۸۰	۳۵۰
۶۰	—	—	۲	۲	—	—	۔	۔	—	—	۔	۲	۔	۔	۳۱۲	۲۸۵	۲۷۰
۵۰	—	—	۲	۲	—	—	۔	۔	—	—	۔	۱½	۔	۲	۲۵۰	۲۴۰	۲۳۰
۴۰	—	—	۲	۲	—	—	۔	۔	—	—	۔	۱½	۔	—	۲۲۳	۲۰۰	۱۸۵
۳۰	۔	—	—	۲	۔	۔	۔	۔	—	۔	۔	۱½	۔	—	۱۸۵	۱۶۵	۱۵۵
۲۰	۔	—	—	—	۲	۔	۔	۔	۔	۔	۔	½	۔	—	۱۳۵	۱۲۵	۱۱۵
۱۰	۔	۲	۲	۔	۔	۔	۔	۔	۔	۔	۔	۔	۔	۔	۱۰۰	۸۲½	۷۵

ابوالفضل نے جو ۶۶ منصبوں کو باتفصیل لکھا ہی مگر آئین ۳۰ میں جو فہرست منصبداروں کے نام کی لکھی ہے وہ ۳۳ منصبوں کی ہے۔ تین ۳ شاہزادوں کے منصب ۵ ہزاری سے ہفت ہزاری تک بیان کرکے باقی بیس منصب یہ بیان کیے ہیں ۵۰۰۰ و ۴۵۰۰ و ۴۰۰۰ و ۳۵۰۰ و ۳۰۰۰ و ۲۵۰۰ و ۲۰۰۰ و ۱۵۰۰ و ۱۲۰۰ و ۱۰۰۰ و ۹۰۰ و ۸۰۰ و ۷۰۰ و ۶۰۰ و ۵۰۰ و ۴۰۰ و ۳۵۰ و ۳۰۰ و ۲۵۰ و ۲۰۰ و ۱۵۰ و ۱۲۰ و ۱۰۰ و ۸۰ و ۶۰ و ۴۰ و ۵۰ و ۳۰ و ۲۰ و ۱۰ - تمام آئین اکبری کے نسخوں میں ۹۰۰ و ۳۰۰۰ کا منصب نہیں لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو منصب کے ۶۶ درجے مقرر ہوئے ہوں مگر سب دیئے نہیں گئے ابوالفضل نے اکبرشاہی تمام منصبداروں کے نام پانصدی منصبداروں تک لکھے ہیں اور پھر پانصدی سے کہ اُسنے فہرست بنائی ہی دوصدی تک اُن منصبداروں کے نام لکھے ہیں جو اُس وقت زندہ تھے اور دوصدی سے جو منصبدار زندہ تھی اُن کی

ان کی تعداد بہ تفصیل ذیل لکھی ہے منصب دار یک صد وپنجاہ - ۵۳ یک صد وبستی (و یک صدی (یوز باشی) ۲۵۰ و ہشتادی ۹۱ و شصتی ۲۰۴ و پنجاہی ۱۶ و چہلی ۲۶۰ و سی ۳۹ و بستی ۲۵۰ و دہی ۲۲۴ کل ۵۰ اسے ۱۰ تک منصب دار ۱۳۸۸ تھے - اور اعلےٰ منصب ۵۰۰۰ سے ۱۰۰۰۰ تک ۱۴۲ جن میں قریب ۵۰ اکے اس وقت مر گئے تھے کہ ابوالفضل نے فہرست بنائی تھی طبقات اکبری میں اس فہرست کی نسبت یہ لکھا ہے کہ تفصیل آسامی امراے حضرت خلیفہ الٰہی افاضل پناہ شیخ علامی شیخ ابوالفضل درکتاب اکبرنامہ مرقوم قلم بدائع رقم گردانیدہ اند دریں مختصر بذکر اسامی امراے کبار اختصاص یافتہ - اس بیان سے اور مآثرالامرا سے یہ معلوم ہوتا ہے اکبر کے عہد میں ہزاری سے اوپر منصب دار امرار کبار یا امراے اعظم کہلاتے تھے مگر طبقات میں ہزاری سے نیچے منصب داروں کو بھی لکھا ہے کہ بمرتبہ امارت رسید یا درجرگۂ امرا انتظام یافت امیرالامرار کا خطاب ایک ہی وقت میں کئی آدمیوں کا تھا - طبقات میں یہ خطاب وہم خاں خضر خواجہ خاں - میر محمدؐ خاں اتگہ - مظفر خاں - قطب الدین محمدؐ خاں - منعم خاں مرزا عبدالرحیم خاں کا لکھا ہے اور انمیں سے آخر کے تین امیرالامرا کو خانخانان بھی کہتے تھے -

ابوالفضل نے جو منصب داروں کی سپاہ کی تعداد لکھی ہے وہ اور تاریخوں میں منصبدار کے پاس بہت جگہ اس سے کم وبیش بیان کی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ضرور نہیں تھا کہ پنجہزاری کے پاس پانچہزار سپاہ ہو - طبقات میں عبدالمجید خاں سہ ہزاری پاس ۲۰ ہزار سپاہ لکھی ہے اکثر اعلےٰ درجہ کے منصب دار صوبوں کے فرماں روا ہوتے تھے ان کو اول سپہ سالار اور اکبر کے آخر عہد سلطنت میں حاکم اور بعد ازاں صاحب صوبہ یا صوبہ دار اور آخر میں صوبہ کہتے تھے اور منصب دار جاگیر رکھتے تھے جو بعد اکبر کے عہد کے بدل گئے - منصب داروں کو تعیناتیاں اور اوس کی سپاہ کو تابینات بھی کہتے تھے اس لیے تابین باشی منصبدار بخشی ہوا - سپاہ کی اصلاح جب ہوئی کہ شہباز خاں میر بخشی مقرر ہوا - عبدالقادر بدایونی نے اس باب میں جو لکھا ہے اسکے نقل آئین

۹ کے بعد دیکھو۔

(۴) آئین احدی

بہت سے پُر دل شائستہ کار آدمی ہوتے ہیں جنکو بادشاہ منصب نہیں دیتا مگر انکو ورد نکی پرستاری سے رہائی دیتا ہے۔ اور بندگان خاص میں داخل کرتا ہے۔ دبستان خدمت میں انکی آموزش ہوتی ہی اور ان کے علم کا امتحان ہوتا ہے۔ پادشاہ صورت میں معنی پیدا کرنا چاہتا ہے اس لیے اُنکا نام احدی رکھتا ہے جس سے خدلے واحد یاد آتا ہے اُنکے درجہ بڑہانے کا نیا آئین مقرر کیا ہے ان کی تیمارداری کے لیئے دیوان اور بخشی جدا جدا اور انکی سرداری کے لیے ایک بزرگ امیر مقرر کیا ہے اور ایک لائق آدمی کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے کہ وہ احدی کے امیدواروں کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا کرے وہ بے منت فروشی ورشوت ستانی کے ہر روز چند امیدواروں کو پیش کرتا ہے۔ پادشاہ انکا امتحان لیتا ہے جب اسکو وہ پسند آتے ہیں تو انکا نام یاد داشت اور تعلیقہ میں لکھا جاتا ہی۔ پھر انکی چہرہ نویسی ہوتی ہی اور برآورد میں نام داخل ہوتا ہے۔ امیدوار سے بخشی ضمانت لیتا ہی اور سب کو دوبارہ بادشاہ کے روبرو پیش کرتا ہے۔ ضرور انکا اضافہ ہوتا ہے اس کی تنخواہ نصف تین چوتھائی اور چھ ساتویں تک بڑھ جاتی ہی۔ بہت سے احدی پانچ سو روپیہ ماہوار پاتے ہیں اور ۹ کے ہندسہ سے نشان مند ہوتے ہیں۔ (آئین داغ دیکھو) ابتدا میں جب اسکا درجہ مقرر کیا گیا تھا تو انکے آٹھ گھوڑوں پر داغ لگا دیا جاتا تھا۔ مگر اب پانچ سے زیادہ پر داغ نہیں لگایا جاتا۔

(۵) آئین سوار

منصبدار احدی کے بعد تیسرا درجہ سوار رکھتے ہیں۔ اوّل گھوڑوں کا مالک سپاہ میں گھوڑوں کی اوصاف بیان کرتا ہی۔ بخشی انکا امتحان کرتا ہے۔ پھر سوار کی چہرہ نویسی ہوتی ہے اگر سوار پاس ایک گھوڑے سے زیادہ گھوڑے ہوتے ہیں تو اس کے لیے ایک اونٹ یا بیل زیادہ کرتے ہیں اور اس کے خرچ کے لیے عمدہ سوار کی نصف تنخواہ کی برابر روپیہ دیتے ہیں اگر یہ اونٹ یا بیل نہیں دیتے تو پانچویں حصے تنخواہ بڑھا دیتے ہیں یک اسپہ سوار کی تنخواہ یہ ہوتی ہی کہ عراقی کا سوار تیس روپیہ ماہوار اور مجنس کا سوار پچیس روپیہ ماہوار اور ترکی کا سوار بیس روپیہ ماہوار اور یابو کا اٹھارہ روپیہ ماہوار اور جنگلہ کا بارہ روپیہ ماہوار پاتا ہے

پہلے خالصہ کے عمل گذار سوار کو پچیس روپیہ ماہوار ملتا ہے اب پندرہ روپیہ ماہوار ملتا ہی پہلے سوار کو چار گھوڑے رکھنے کی اجازت تھی مگر اب تین گھوڑے سے زیادہ کی نہیں ہے اور ہر دہ باشی دو سوار چار اسپ تین سہ اسپہ تین دو اسپہ ور دو یک اسپہ (اس طرح دس سوار پچیس گھوڑے رکھ سکتے تھے)۔ ادر اور منصب دار اس حساب سے گھوڑے رکھ سکتے تھے مگر اب دہ باشی تین سہ اسپہ اور چار دو اسپہ اور تین یک اسپہ رکھ سکتا ہی۔ (۱۰ سوار ۱۸ گھوڑے)

(۴) پیادوں کا آئین

جب سواروں کا آئین بیان ہوا تو پیادوں کا آئین بھی بیان کیا جاتا ہی۔ انکی بہت سی قسمیں ہیں! اور وہ نادر نادر کام کرتے ہیں۔ پادشاہ نے اپنی قدردانی سے ہر قسم کے پیادوں کے لیے ایسے دستور اور آئین مقرر کر دیئے ہیں کہ سب چھوٹے بڑوں کو آسانی ہو گئی ہی۔ خامہ پرواز آوارہ نویس انکے نویسندہ ہوتے ہیں۔ جب انکا مرتبہ بڑھتا ہی تو وہ اس جرگہ سپاہ میں داخل ہوتے ہیں

بندوقچی

پیادوں کی بہت قسمیں ہیں! اول قسم کے پیادے پانچ سو دام اور دوسری قسم کے چار سو دام ہوپے اور تیسری قسم کے تین سو دام چوتھی قسم کے دو سو چالیس دام ماہوار پاتے ہیں۔ بارہ ہزار بندوقچی پادشاہ کے ہمرکاب رہتے ہیں انکے واسطے ایک بیدہ ور بتکچی (محرر) اور سیر حشم خزانچی اور جدکار داروغہ جدا مقرر ہوتا ہی۔ تھوڑے سے بندوقچی ان عہدوں کے واسطے منتخب کیے جاتے ہیں۔ مگر انہیں اس طرح کے بہت بندوقچی ہوتے کہ کچھ کاردانی اور سربراہی سی بہرہ ور ہوتے ہیں بعض افسر ہوتے ہیں کہ وہ کثرت کی وحدت بناتے ہیں جس سے کارسازی اور کارآگہی کا رشتہ دُبلا ہو جاتا ہے۔

سرگروہ کا ماہوار چار طرح کا ہوتا ہے تین سو دام اور دو سو اسی دام اور دو سو ساٹھ دام اور باقی بندوقچیوں کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں اور انکا ماہوار تین طور کا اول ۲۵۰ دام و دوسو ۲۴۰ دام و ۲۳۰ دام دوم ۲۲۰ دام و ۲۱۰ دام و ۲۰۰ دام سوم ۱۹۰ دام و ۱۸۰ دام و ۱۷۰ دام و چہارم ۱۶۰ دام ۱۵۰ دام و ۱۴۰ دام پنجم ۱۳۰ دام و ۱۲۰ دام و ۱۱۰ دام۔

دربان

ہزار دربان چابک دست خدمت گذاری کرتے ہیں درگاہ کی پاسبانی کے لیے ان کی ملازمت لازمی ہے۔ میردہ کی تنخواہ پانچ طرح کی ہوتی ہے۔ ۲۰۰ و ۱۶۰ و ۱۴۰ و ۱۳۰ و ۱۲۰ دام اور اور دربانوں کی ۱۲۰ دام سے زیادہ اور سو دام سے کم نہیں۔

خدمتی بھی پادشاہ کی خدمت میں ہزار رہتے ہیں۔ دولتخانہ کے گرد نگہبانی کرتے ہیں۔ اور فرمایش کے منتظر رہتے ہیں۔ پنجاہی سے بستی تک ۲۰۰ دام اور دہ باشی ۱۸۰ اور ۱۴۰ دام اور اور ۱۲۰ و ۱۱۰ و ۱۰۰ دام پاتے ہیں۔

پہلے یہ گروہ رہزنی اور دزدی میں نامور تھا پہلے پادشاہوں سے انکا علاج اچھی طرح نہ ہوسکا پادشاہ نے اپنے منتخب احکام سے انکو راست کاری اور امانت گذاری سے روشناس کیا ہے اب وہ دیانت میں مشہور ہیں۔ پہلے انکو مادی کہتے تھے۔ انکے سردار نے اپنی سعادت سگالی کے سبب سے خطاب خدمت رائے کا پایا ہے۔ وہ پادشاہ پاس آرام سے رہتا ہے اور باقی ہر ایک کا نام خدمتیہ رکھا گیا۔

میوات کے رہنے والے میوڑہ کہلاتے ہیں وہ تیز رو ہوتے ہیں جو مال منگاؤ دور دور سے پختہ کاری کے ساتھ لاتے ہیں۔ جاسوسی اور اشکال فہمی میں نادرہ کار ہیں۔ انکی تعداد بھی ہزار ہے وہ فرمان کے منتظر رہتے ہیں۔ انکا ماہوار خدمتیہ کا سا ہے۔

یہ سرفشان جان باز بہت طرح کے ہوتے ہیں۔ اور نادر کام کرتے ہیں۔ جنگ میں تیزپائی اور چابک دستی سے لڑتے ہیں اور رافت و تمیز میں بہادری دکھاتے ہیں۔ بعضے سپر لگاکے لڑتے ہیں۔ بعض چوب دستی سے کام لیتے ہیں انکو لکڑاہیت کہتے ہیں۔ بعض بے پناہ ایک ہاتھ سے لڑتے ہیں انکو یک ہاتھ کہتے ہیں۔ پہلا گروہ جو پوربی ہوتا ہے وہ چھوٹی سپر لگاتا ہے اور اسکو چروہ کہتے ہیں اور جو گروہ دکھنی ہوتا ہے وہ ایسی بڑی سپر لگاتا ہے کہ اوسکی پناہ میں سوار کھڑا ہو جائے اُس سپر کا نام تلوہ ہے۔ ایک جماعت کو پھرایت کہتے ہیں۔ طول میں آدمی کے قد سے چھوٹی اور چوڑی ایک گز۔ سپر وہ کام میں لاتے ہیں۔ ایک گروہ کو بانایت کہتے ہیں وہ ایک لمبی تلوار لیتے ہیں جسکا قبضہ ایک گز سے زیادہ ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھوں سے اس سے عجب کام دکھاتے ہیں۔ ایک گروہ کا نام بنگولی ہے۔ وہ مشہور آفاق ہے۔ ایک خاص شمشیر لیتے ہیں جو نوک کے پاس سے کج اور قبضے کے پاس سے سیدھی ہوتی ہے۔ وہ سپر نہیں لگاتے انکی ہنرمندی بیان نہیں ہوسکتی۔ بعض چابک دست خنجر کو عجب طور سے کام میں لاکر عجیب کام کرتے ہیں۔

ہر ایک کا نام جُدا ہے۔ ہر ایک کا ہنر نادر ہے۔ ایسے سپاہی ایک لاکھ سے زیادہ ہیں اور
ان میں ایک ہزار پادشاہ کے پاس رہتے ہیں۔ ان میں صدی کا درجہ احدی کی برابر ہے
یا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ انکا ماہوار چھ سو سے کم اسّی تک ہوتا ہے۔

ہمیشہ پادشاہ کے آستانہ پر ترکی و تورانی کشتی گیر و مشت زن۔ سنگ انداز کم خطا
رہتے ہیں۔ بہادران ہندی اور نادرہ کار گجراتی مل کہتے ہیں اور طرح طرح کے جنگ آور گروہا
گروہ جمع رہتے ہیں۔ انکی تنخواہ ۴۵۰ دام سے زیادہ اور ۷۰ دام سے کم نہیں ہوتی اور
دو پہلوانوں کی کشتی ہوا کرتی ہے اور انکو طرح طرح کے انعام ملتے ہیں۔

اس خدا پرست پادشاہ کو بندہ کے نام سے چڑھ ہے۔ اسکے نزدیک سوار داداری بیان
کے خداوندی کسی کو سزاوار نہیں ہے۔ اس لیے اوس نے بندہ کا نام بدلکر چیلہ رکھا ہے
جس کے معنی سنسکرت میں عقیدت مند ارادت گزین کے ہیں۔ اس عاطفت شاہنشاہی
سے ایک گروہ پادشاہ کا چیلہ ہو گیا ہے۔

(غلام) غلام کے معنی بہت سے ہیں ایک معنی تو وہ ہیں جو عوام میں مشہور ہیں ایک
جماعت اپنے سے غیر آئین (غیر مذہب) پر غالب ہوتی ہے اور انکی خرید و فروخت کرتی ہے۔
عاقل اسکو بہت بُرا جانتے ہیں۔ دوم کوئی شخص جو دکامی سے علٰحدہ ہو کر ارادت اختیار کرے
(جیسے کہ پیروں کے اندھے مرید ہوتے ہیں) سوم فرزند چہارم کسی شخص کا قاتل جو اس کے
وارث کی ملک میں آتا ہے۔ پنجم چور اپنی چوری سے باز آکر جسکا مال چراتا ہے اسکی غلامی اختیار
کرتا ہے ششم ایک شخص خون کرے اور اس خون کے بدلہ میں روپیہ دیکر کوئی شخص اسکو چھڑاتا
ہے تو وہ اس رہانند کی غلامی اختیار کرے ہفتم کوئی شخص کشادہ پیشانی سے اپنی غلامی کو
اختیار کرے انکا روزینہ ایک روپیہ سے لیکر ایک دام تک ہے۔

پادشاہ نے انکو طرح طرح کے گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور جدا جدا کارشناسوں کے
حوالہ کیا ہے۔ وہ انکو طرح طرح کے ہنر سکھاتے ہیں کہ انکی پایہ شناسی ہو اور وہ کام شایستگی
سے کریں۔

کہار

بادشاہ کی گوہر شناسی سے اور نیک پرستاری سے ہر طائفہ کے بہت آدمی سپاہ میں مرتبہ پاتے ہیں اور پیادگی سے امیری پر سرفراز ہوجاتے ہیں کہار بھی ہندوستان کے عجیب پیادوں میں سے ہیں بھاری بوجھ کندھے پر اُٹھاتے ہیں اور فراز و نشیب میں چلتے ہیں ۔ پالکی سنگھاسن ۔ چوڈول ڈولی لیکر ایسی نرم چال سے چلتے ہیں کہ بیٹھنے والی کو ذرا جنبش نہیں ہوتی ۔ اس ملک میں وہ کثرت سے ہوتے ہیں ۔ دکھن و بنگالہ کے کہار نہایت عمدہ ہوتے ہیں ۔ کئی ہزار پادشاہ کی خدمت میں رہتے ہیں انکا سرگروہ ۴۸۳ دام سے زیادہ ۱۹۲ دام سے کم نہیں پاتا اور دن کو ۲۰۰ دام سے ۱۶۰ دام تک ملتے ہیں ۔

داخلی پیادے

ایک خاص تعداد اس قسم کے پیادوں کی امیروں کو سپرد کیجاتی انکو علوفہ پادشاہ دیتا ہے ۔ پادشاہ نے حکم دیدیا ہے کہ ان پیادوں کی چہرہ نویسی نیمہ سواروں کے نام سے ہوا کرے چوتھائی حصہ اسکا بندوقچی ہوتا ہے اور باقی تیرانداز کچھ بڑھئی ۔ لہار و بیلدار اس گروہ میں داخل ہوتے ہیں ۔ بندوقچی کا سرگروہ ۱۶۰ دام اور ۱۴۰ دام پاتے ہیں تیرانداز میردھہ ۱۲۰ سے ۱۸۰ دام تک اور ۱۰۰ سے ۱۲۰ دام تک ۔

(۶) جانوروں پر نقش پذیری یعنی داغ لگانے کا آئین

جب پادشاہ سے سپاہ کے مراتب اور درجے مقرر کرکے گھوڑوں کی بے چگونگی پر علم حاصل کیا اور تبکچی معین کیے کہ وہ سپاہی کی چہرہ نویسی کریں اور یہ باتیں لکھیں اسکے خاص نشان عمر ۔ باپ کا نام ۔ جائے سکونت ۔ ذات ۔ ایک آگاہ کا داروغہ مقرر کیا کہ آدمیوں کو انتظار کی تکلیف اُٹھانی نہ پڑے اور اُن کو اپنی کارسازی کیلئے رشوت دینے کی آرزو نہ ہو ۔ سپاہی اوّل پادشاہ کے ملاحظہ میں آتا ہے پادشاہ اُسکا درجہ مقرر کرتا ہے اور پھر محرر اسکا تعلیقہ کرتا ہے اور داخلی اپنی منصبدار کی تصدیق سے لکھا جاتا ہے ۔ پادشاہ نے پانچ آدمی تجربہ کار سپاہیوں اور گھوڑوں اور علوفہ کی نگرانی کے لئے مقرر کئے ہیں ۔ کارفرما افسر سپاہ کو ایک فراخ میدان میں جمع کرتا ہے اور چہرہ نویسی کے کاغذات ان افسروں کے روبرو پیش ہوتے ہیں اور کاغذات کیساتھ سپاہی اور اسکا گھوڑا دکھایا جاتا ہے ۔ چہرہ نویسی کی اوراق کے نیچے برآورد میں اُسکی تنخواہ لکھی جاتی ہے جسمیں کوئی فریب و غل نہیں ہونے پاتا اور م

کام اعتبار کے لائق ہوتا ہی پھر اس نوشتہ پر پانچ امیروں کی مُہر لگائی جاتی ہی اور وہ داروغہ کے سپرد ہوتا ہے اور اسکو داروغہ اس آئین کیموافق جو احدیونکے بیان میں ذکر ہوا ہی بادشاہ کے روبرو پیش کرتا ہے بادشاہ تنخواہ میں کمی وبیشی کرتا ہے۔ پادشاہ آدمی کی پیشانی پر کھ لیتا ہی اور اُسکی تنخواہ میں کمی و بیشی کردیتا ہی۔ جب یہ کاغذ اسطرح مرتب ہوجاتا ہی تو اُسپر واقعہ نویس (جسکا بیان آگے آئیگا) اپنا نشان کرتا ہی اور میر عرض اور سرگروہ کشک (چوکی) اسپر مہر لگاتا ہی اس سندکی دست آویز پر داروغہ گھوڑے پر داغ لگاتا ہے۔ پہلے پہل گھوڑے کی گردن کی دائیں طرف سین کے سرے کی صورت کا داغ لگتا تھا۔ بعدازاں کچھ دنوں تک داہیں ران پر اس صورت (ـاـ) کا داغ لگنے لگا جسمیں دو الف قائمی زاویوں کے متقاطع ہیں جنکے سرے گندہ ہیں۔ ایک مدت تک کمان کی شکل کا جسکا چلہ اُترا ہوا ہو داغ لگتا رہا۔ بعدازاں ہندسہ کا داغ مقرر ہوا۔ اس تدبیر سے بالکل سچا کام ہونے لگا۔ ہندسوں کی رقمیں لوہے کی بنالیں جس سے نقش میں کچھ شبہ نہ رہتا تھا۔ یہ داغ داہین سرین (پٹھے) پر لگتا تھا داغ کے لگانے میں پہلی دفعہ ایک کے ہندسہ کا نقش کیا جاتا تھا اور دوسری دفعہ ۲ کے ہندسہ کا اور علیٰ ہذا القیاس۔ اور اب بادشاہ نے مہربانی اور کارآموزی کے لئے اپنے فرزندان وخویشاوندان وسپہ سالاروں اور امیروں سے ہر یک کو خاص ہندسہ داغ لگانیکے واسطے عنایت کئے اسطرح داغ لگانیمیں ان گھوڑوں سے جو مرجاتے تھے صحیح اطلاع ہونے لگی۔ جب مردہ گھوڑے کی عوض کا گھوڑا داغ مکرر (جسکا آگے بیان ہوگا) سپاہی لاتا تھا تو وہ اپنی تنخواہ اس روز سے مانگتا تھا جس روز سے اسکو نہ ملی تھی اور بخشی آکی تنخواہ اس دن سے لگاتا تھا کہ مردہ گھوڑی کی عوض میں گھوڑا لاتا تھا۔ مگر جب سے یہ نیا طریقہ داغ کا جاری ہوا جو قاعدہ مقرر کیا تھا کہ جب کسی سپاہی کا گھوڑا مرجای اور وہ اسکی عوض کا گھوڑا لائے تو اس کا چہرہ لکھا جاے اور اسپر وہی داغ لگایا جاے جو مردہ گھوڑے کا تھا اور داغ مکرر کے وقت بخشی اس داغ اور چہرہ کو دیکھکر اعتبار کریں۔ چہرہ کے موافق گھوڑے کرایہ کے لیکر سپاہی اپنا کام بنالیتے تھے یہ خیانت بھی اب اس طریقہ سے موقوف ہوگئی کہ گھوڑے پر داغ

(۸) داغ مکرر کی آئین

لگنے لگا۔ اور سپاہی یہ کام بالکل سچا کرنے لگے۔ ہر تین سال میں منصب دار جدید داغ کراتے تھے جس سے سپاہ کی آرائش ہوتی تھی اور چھوٹے آدمی راستی کی راہ پر چلتے تھے۔ اگر اس داغ کے لگانے میں منصب دار تاخیر کرتا تھا تو اسکی اقطاع کا ایک دسواں حصہ کم ہو جاتا تھا۔ پہلے داغ کا یہ قاعدہ تھا کہ جو نسی دفعہ داغ لگایا جاتا تھا اتنی دفعہ کے ہندسہ کا داغ لگایا جاتا تھا مثلاً گھوڑے پر دو کا داغ دوسری دفعہ میں لگتا تھا اور علیٰ ہذا القیاس مگر اب بادشاہ نے ہر ایک گروہ کے لئے جدا خاص ہندسہ تجویز کر دیا ہی کہ ہندسے کے مکرر داغ لگوانے میں تکرار ہوتی ہی۔ مگر احدیوں میں پرانا ہی قاعدہ جاری ہی۔ بعض قریب کے تبکچی اور خدمتگار جنکو اپنی جاگیر پر جانے کی فرصت کم ملتی ہے وہ ماہوار تنخواہ اپنی نقد لیتے ہیں اور ڈیڑھ سال میں اپنے گھوڑوں پر داغ لگواتے ہیں دور دست کے امرا بارہ سال سے زیادہ عرصہ داغ لگوانے میں نہیں لگاتے ....

.... جب داغ لگوانے پر چند سال گذر جاتے ہیں تو ایک دسواں حصہ انکی جاگیر کا کم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کا منصب بڑھایا جائے اور تین سال داغ پر گذر گئے ہوں تو اسکی ذات کی تنخواہ دیجائیگی جو اس پر آدمی بڑھائے جاتے ہیں انکی بابت اضافہ بعد از داغ پاتا ہی۔ اگر کوئی سپاہی تازہ داغ لگانیکے لئے اپنے پہلے گھوڑے سے اچھا گھوڑا بادشاہ کے روبرو لائے تو منظور ہوتا ہی۔ سواروں کی محافظ سپاہ کو

(۹) آئین گشت یعنی چوکی

کشک یعنی چوکی کہتے تھے وہ تین طرح کی ہوتی تھی سپاہ کی چار قسمیں تھیں انکے بارہ حصے کئے تھے اور ہر ایک حصہ ایک دن کیلئے نامزد ہوتا تھا اور ایک امیر بزرگ ہوش انکی سرگروگی کے لیئے سرفراز ہوتا تھا معاملہ شناس اور طرزدان ایک میر عرض مقرر ہوتا تھا۔ تمام احکام بادشاہی انہیں وامیر ونکی معرفت لوگونکو معلوم ہوتے تھے۔ رات دن وہ دولتخانہ کے گرد حکم آوری کیلئے کھڑے رہتے تھے اور بادشاہ کے حکم کے منتظر رہتے تھے شام کے وقت تورشاہی (جسکا آگے بیان ہو چکا) بارگاہ والا میں رکھتے تھے ایکطرف یہ پاسبان صف آرا ہوتے تھے اور انکے بدلے جو سوار آتے تھے وہ داہیں طرف کھڑے ہوتے تھے۔ بادشاہ خود دونوں کو اکثر دیکھتا تھا اور سپاہیوں کی حاضری و غیر حاضری کو معلوم کرتا تھا یہ دونو بادشاہ کو تسلیم کرتے تھے۔ یعنی سلامی اُتارتے تھے۔ اگر بادشاہ کسی شغل عظیم میں مصروف ہو تو وہ اپنے فرزندوں میں کسی

ایک کو انکے دیکھنے کے لئے بھیجدیتا تھا اور اس کام کیطرف بہ نسبت اپنی مہراندوزی اور پرستش آموزی وعیارگیری وہنگامہ آرائی کے زیادہ توجہ کرتا تھا اگر چوکی میں کوئی حیلہ سازی اور کاہلی کے سبب سے حاضر نہیں ہوتا تھا تو اُسپر ایک ہفتہ کی تنخواہ کا جُرمانہ ہوتا تھا یا کچھ اور مناسب سزا پاتا تھا۔ پادشاہ نے اس سپاہ کے بارہ حصّے کیئے تھے۔ اور ہر ایک حصّہ ایک ایک مہینے کے لئے نامزد ہوتا تھا اس طرح دور اور نزدیک کی سپاہ اپنے وقت پر پادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسپر طرح طرح کی عاطفت ہوتی تھی۔ جو سپاہ کا گروہ دوردست کی سرحد پر یا کسی اور بڑی خدمت میں سرگرم ہوتا تھا تو وہ اپنی حقیقت حال کا عریضہ بھیجتا تھا اور پادشاہ کے حکم کا کاربند ہوتا تھا۔ ہر شمسی مہینے میں پہلی تاریخ کو سپاہ چوکی ہر ہفتہ کی طرح پادشاہ کو تسلیم کرتے تھے اور خسروانی عنایت سے اختصاص پاتے تھے

پادشاہ نے اپنی سپاہ کی اور بارہ قسمیں کی تھیں اور ہر قسم کو ایک سال سے مخصوص کیا تھا جسکے سبب باری باری سے ہر سپاہ اپنے سال میں پادشاہ کے حضور میں آتی تھی۔

یہ اوپر جو تین آئیں ہم نے آئین اکبری سے نقل کیئے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اکبر سپاہ کی چہرہ نویسی اور داغ لگانے میں بڑا اہتمام کرتا تھا اسی کے سبب سے دغا و فریب کے کام بند ہوگئے تھے۔ عبدالقادر بدایونی نے اس انتظام کی نسبت اپنی تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ تمام ولائتیں سوائے انکے جو خالصہ سے منسوب تھیں امرا کی جاگیروں میں منقسم تھیں۔ امرا فسق و فجور کی کثرت سے اور بیوتات کی زیادتی کے خرچ سے اور اموال کے جمع کرنے سے فرصت نہیں رکھتے تھے کہ سپاہ کے حال پر نگاہ رکھتے رعایا کے احوال میں مشغول ہوتے کام کے وقت پردہ تنہا مع چند ملازموں اور شاگرد پیشہ مشغول کے معرکہ میں حاضر ہوتے تھے سپاہ بکار آمد کسی جگہ موجود نہ تھی شہباز خاں کنبوہ میر بخشی نے داغ و محلی کی مراسم و روش کو جو سلطان علاءالدین خلجی کا ایک ضابطہ اور بعد ازاں شیر شاہ کا طریقہ تھا پادشاہ کو یاد دلا کر جاری کرایا جسکے سبب سے یہ مقرر ہوا کہ اول اُمرا پر منصب بیستی مقرر ہوا کہ وہ اپنے تابینوں کو (تابعینوں) کو کشک (چوکی) میں حسب الطلب حاضر کرے اور حسب انکے بیتس سواروں کے گھوڑوں پر داغ حسب

ضابطہ لگ جائے تو اسکا صدی اور اور منصب مقرر کیا جائے۔ اور فیل اور اسپ اور شتر اسکو منصب کے موافق دی جائیں اور یہی دستور جاری رہی اور جب وہ پوری سوار بادشاہ کی نظر کے روبرو لائیں تو منصب ہزاری دو ہزاری یا پنجہزاری جس سے بالاتر درجہ کوئی نہیں ہی ترقی پائیں ورنہ درجہ گھٹایا جائے مگر اس ضابطہ سے بھی سپاہیوں کا ادر تنزل ہو گیا امرائے اپنا کام یوں بنایا کہ اکثر اپنے خاص چیلوں اور بارگیرونکو سپاہی کا لباس پہنا کر موقف عرض میں لا کر منصب کی درستی کے لیئے دکھاتے اور منصب کے موافق جاگیر پاتے۔ بارگیرونکو رخصت کردیتے جب پھر وقت پر ضرورت پڑتی تو حسب ضرورت نئی عاریت کی سپاہ بھرتی کر لیتے ہیں اور بعد از فراغ اسے موقوف کر کے خدا کی پناہ میں بیٹھ جاتے خزانہ و جمع و خرج منصب داروں کا تو بدستور بحال رہتا مگر سپاہی بیچارہ کا پیالہ ایسا خاک سے بھرا رہتا کہ پھر وہ کمر باندھنے کے لایق نہ رہتا ہر جگہ اہل حرفہ دُھنے و جُلاہے۔ کنجڑے ہندو مسلمان۔ گھوڑے۔ ویراق کرایہ کا لیکر داغ کے لیئے پہنچتے کوئی منصب دار اضافہ منصب پاتے اور کروڑی و احدی یا داخلی ہو جاتے۔ چند روز بعد ان موہوم اسپوں اور معدوم یراق کا نشان باقی نہ رہتا اور وہ پیادہ ہو جاتے اور بہت دفعہ ایسا ہوا کہ جس وقت دو بادشاہی نظر (ملاحظہ) کے لیے دیوانخانہ خاص میں پیش ہوئے تو مع لباس کے ہاتھ پاؤں باندھکر ترازو میں تولے گئے گو وزن میں ڈھائی تین من سے کچھ کم و بیش تُلے۔ مگر بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ یہ سب لباس و یراق کرایہ کا عاریت تھا۔ بادشاہ نے فرمایا تھا کہ میں دیدہ و دانستہ ایسے آدمیونکو کچھ دیدیتا ہوں کہ اُن کی گذر اوقات ہو بعد چند مدت کے احدی کو دو اسپہ و یک اسپہ و نیم اسپہ یعنی دو سپاہیوں میں ایک گھوڑا مقرر کیا دو لڑ کو چھ چھ روپیہ ماہوار ملتے مصرع

انیک در روزگار من بہ بیں و مپرس؛ اس بازار کو رونق ہو گئی اور ترکش بندی کی دوکان ٹھنڈی ہو گئی باوجود اسکے بادشاہ نے اپنی قوت طالع اور بلندی اقبال سے ہر جگہ غنیم کو نابود کیا اور سپاہی کی چنداں احتیاج نہیں رہی اور امرا کو اپنے نوکروں کے بیجا ناز سے رہائی ہوئی۔ بدایونی کا یہ بیان اس عداوت کے سبب سے ہے جو وہ

اپنی خیانت سے بادشاہ کے ساتھ رکھتا تھا اسکا یہ لکھنا کہ بادشاہ اپنی غنیم کو ہر جگہ نابود کرتا ہی بادشاہ
کی سپاہ اور افسروں کے حسن انتظام پر دلیل قطعی ہی اور یہ لکھنا کہ بادشاہ کے اقبال سے یہ ہوتا تھا اسکا
ملانا بین ہی۔ وہ اس عداوت کے سبب سے بد انتظامی کی مستثنےٰ صورتوں کو قاعدہ اور خوش انتظامی
کے قاعدہ کو مستثنےٰ صورت بناتا ہے۔

(۱۰) آئین واقعہ نویسی

واقعہ نویسی بھی ایک پسندیدہ طرز جہانبانی کے لیئے بلکہ ہر انبوہ کیلئے ضروری ہی۔ اگرچہ پہلے زمانہ میں
بھی اسکا مذکور ہی مگر اس زمانہ میں اصلی معانی اسکے ظہور پذیر ہوتے ہیں چودہ بتکچی سیر چشم درست خام
جدگزیں اسطرح نامزد ہوئے ہیں کہ ہر روز ان میں سے دو دو اپنا کام کیا کریں اور چودھویں روز
ہر ایک کی نوبت آیا کرے اور اور لوگ بھی اس شائستہ خدمت کے واسطے بادشاہ نے انتخاب کر رکھے
ہیں کہ ان میں ہر یک ایک دن کیواسطے رہتا ہی جب ان چودہ میں سے کسی کو ضروری کام پیش ہوتا ہے
تو اسکی جگہ انہیں سے ایک آتا ہے اسکو کوتل کہتے ہیں۔ اس واقعہ نویس کے یہ کام ہیں کہ بادشاہ کے
احکام اور کام کو وہ لکھے۔ اور جو کچھ کار پردازان سلطنت عرض کریں اسکو تحریر کرے۔ بادشاہ
کی خورد۔ آشام۔ بیداری و خواب نشست و برخاست شبستان اقبال میں جانیکا اور بارگاہِ خاص
میں خرامش کا وقت۔ شکار کی عام حالت۔ جانوروں کا ذبح ہونا۔ کوچ و مقام۔ رہنمونی
نذر۔ دلاویز سخنی۔ دانش کی باتوں کا سننا۔ خیرات و انعام تکلف روزینہ
و ماہوارہ۔ تابین کا منصب۔ ماہیانہ چاکر۔ ارناس (بعض ارنس کی جمع کہتے ہیں جسکے
معنے قبر کے ہیں)۔ بدایونی نے اسکو ازناس پڑھا ہی اور اسکے معنی زوال و شمس یعنی دشمنوں
کے مرنیکا بیان اور امرا اس لفظ کو بجاے طلب اجناس کی کام میں لاتے ہیں اسلئے ارناس کے
معنے سیاہ کے لیئے۔ طلب اجناس یا تنخواہ کے ہوئے سیورغال (معافی زمین) خراج کا گھٹنا
بڑہنا۔ اجارہ۔ بیع۔ تحویل پیش کش۔ ارسال۔ نفاذ فرمان۔ اس پر بادشاہ کی مہر کا
لگنا۔ عرائض کا آنا۔ جواب کا دیا جانا۔ ملازمت۔ رخصت۔ تعین مدت۔ چوکی میں نہ آنا
جنگ و فتح۔ صلح۔ روشناس (جنکو بادشاہ پہچانتا ہو یعنی بڑے آدمی) کا مرنا۔ جانوروںکی

شرطونکی ہار جیت گھوڑوں کا مرنا۔ پادشاہ کے جرموں کا معاف کرنا۔ بار عام کی سرگذشت کتخدائی ولادت۔ چوگان بازی۔ چونسر۔ نرد۔ شطرنج۔ گنجفہ۔ سوائے اسکے حوادث آسمانی و زمینی۔ سال کی فصلیں۔ عرض واقعہ۔ ان سب باتوں کو لکھے۔

جب اس روزنامچہ کی تصحیح کوئی آگاہ دل راستی منش کردے تو پھر وہ پادشاہ کو سنایا جاے وہ اسکو قبول کرے تو تیکچی ہر سانحہ کی نقل کرے اور اسپر اپنی مہر لگائے اسکے جوینده کو سپرد کرے۔ اسپر میر عرض و پروانچی کی مہر لگوائے اور اس شخص کی مہر جسنے اسکے پادشاہ کی روبرو پیش کیا ہے اس زمانہ میں اسکو یادداشت کہتے ہیں۔ سوائے اسکے کئی ایک خوشنویش روشن بیان راستی گذار جُدا گانہ نامزد ہوتے ہیں کہ وہ اس یادداشت کو جب پوری ہوجاتی ہے لے لیتے ہیں اور اپنے پاس رکھتے ہیں جو گذارش مقصود کے لائق ہوتی ہے اسکو وہ لکھتے ہیں اور اسپر مُہر کرکے بجای یادداشت کے دیتے ہیں اسپر مہر و دستخط واقعہ نویس کے و سکہ رسالہ و میر عرض داروغہ کے ہوتے ہیں۔ اس نوشتہ کو تعلیقہ کہتے ہیں اور لکھنے والے کو تعلیقہ نویس۔ جب تعلیقہ اسطرح تیار ہوجاتا ہے تو اور اعیان دولت کی مہر اسپر لگتی ہے۔ پادشاہ کا مقصد اس سے یہ ہے کہ آگاہی کا سرشتہ مستحکم ہوا اور بائست وقت میں کمی و بیشی اپنی ہنجار سے نہ گذرے۔ اور خیانت مند فرومایہ ایک کونے میں بیٹھیں اور سعادت سرشت آگاہ دل اعتبار پائیں کارسازوں کو خوف سے رہائی ہو اور بداندیش فراموش کاروں کا علاج ہو۔

(۱۱) آئین اسناد

جبتک داد و ستد کی سرشتہ کو استحکام نہیں ہوتا ہے کہ دلسے بات گویائی میں نہیں آتی اور قلم کے لکھنے سے پائداری نہیں پاتی اور راستی طرازوں کی نشان سی درستی نہیں ہوتی یعنی سچے آدمیونکی گواہی نہیں ہوتی اپنے نگاشتہ کو سند کہتے ہیں اور اس سے طرح طرح کی آدمی کامیاب ہوتے ہیں۔ گنجور اس سند کی دستاویز سے بازخواست سے رہائی پاتے ہیں اور اور لوگ اپنا واجب وظیفہ پاتے ہیں۔ کاردان درستی منش کہ جنکی پیشانی سے راستی چمکتی ہے گفتار اور کردار کو صفحوں اور ورقوں پر لکھتے ہیں کہ جس سے یاد کی مدد ہوتی ہے ان اوراق استاد کو دفتر کہتے ہیں (دفتر ایک یونانی لفظ ہی جسکے معنی صاف کیئے ہوئے چمڑے کے ہیں)

بادشاہ نے اس دفتر کو بھی غور کی نگاہ دیکھا ہی اور انکا شائستہ انتظام کیا ہی درست نویس راستی سرشت وسیر چشیم دیدہ وروں کو دفتر میں مقرر کیا ہی اور کاردانان کم آز کو وہ حوالہ کیا اور اُسکو اپنی کار آگہی سے بھی اُستوار کیا ہی۔ دفتر تین طرح کا ہی اوّل ابواب المال۔ اس سے خراج ملک کی آمدنی اور اُسکی کمی و بیشی معلوم ہوتی ہی ہر قسم کی آمدنی جو فراہم ہوتی ہی اُس میں لکھی جاتی ہی۔ دوم ارباب التحاویل اُس سے منزل (ٹانگی) کے خرچ کی اور خزینہ داروں کی جمع خرچ کی تنقیح اور طرح طرح کی خرید و فروخت کی اوارجہ نویسی معلوم ہوتی ہے۔ سوم توجیہ اسمیں سپاہ کے ماہیانہ کا سررشتہ ہوتا ہی۔ اس سے معلوم ہوتا کہ سپاہ کے لئے کتنی آمدنی ہوئی اور کتنا اسمیں خرچ ہوا۔ بعض اسنا د پر صرف مہر شاہی ہوتی ہی بعض پر درگاہ شاہی کی مہر و نشان ہونیکے بعد بادشاہ اپنا سکہ لگاتا ہی۔ بہت سی سندوں پر صرف ارکان دولت کے مہر و نشان ہوتے ہیں۔ انمیں سے بعض کا بیان نیچے کیا جاتا ہے

فرمان ثبتی

(۱۲) آئین ثبت سرنگینا

فرمان ثبتی تین کاموں کے جاری ہوتے ہیں۔ اوّل مناصب والا وکالت سپہ سالاری شاہزادوں کی اتالیقی۔ امیر الامرائی۔ ناحیتی (تقرر اضلاع) وزارت بخشی گری صدارت کے لئے۔ دوم جاگیر۔ جو بدوں ماہیانہ ہو۔ یعنی جس جاگیر میں سپاہیوں کی تنخواہ نہ دی جاے۔ اور ملک نو مفتوح کے حکم رکھنے کے لئے اور ملک دینے کے واسطے سوم سیور غال و بقاع خیر کے سرانجام کے لئے۔

(۱۳) پروانہ بیاضی

پروانچوں اور فرمانوں اور براتوں کو نیچے کیطرف کی شکنج دیتے ہیں۔ اول شکنج میں جو کم چوڑی ہوتی ہے۔ کنارہ پر جہاں سے کاغذ کترتے ہیں وکیل کی مہر ہوتی ہے اور اسکے مقابل کچھ نیچے مشرف دیوان کی مہر جسکا آدھا حصہ دوسری شکنج پر ہوتا ہے اور اس سے نیچے صدر کی مہر۔ بعد ازاں کچھ مہروں کے مقامات میں تقدیم و تاخیر ہو گی۔

(۱۴) مواجب تنخواہ

بعض احکام خلافت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں تاخیر نہیں ہوسکتی اور ہر کوئی اُسکا رازدان بھی نہیں ہوسکتا اسلئے منشور پر فقط مہر بادشاہی ہوتی ہے اور ایسے

فرمان بیاض کہتے ہیں۔

جب کوئی شخص جرگۂ سپاہ میں داخل ہوتا ہے اور داغ سے فراغت پاتا ہے تو اسکو انتظار کے رنج کھینچنے اور مال خرچنے کے بغیر سندیں مل جاتی ہیں۔ تنخواہ کا حساب داموں میں ہوتا ہے۔ برآورد کیوقت سپاہی کی تنخواہ کے آدھے روپئے ۴۰ دام فی روپیہ کے حساب سے دیے جاتے ہیں اور آدھی تنخواہ کے دو برابر حصے کیئے جاتے ہیں جنمیں سے ایک حصہ میں مہر (اشرفی) بحساب ۹ روپیہ فی مہر دوسرے حصہ میں اجناس دی جاتی ہیں۔ جب روپیہ کا بہاؤ چالیس دام ہوگیا تو اسی بہاؤ سے سپاہ کو تنخواہ ملتی ہے۔ سال بھر میں ایک مہینے کی تنخواہ گھوڑے کی قیمت کی بابت وصول ہوتی ہے اور گھوڑے کی قیمت پچاس فیصدی بڑھائی جاتی ہے۔ گھوڑے کی خریدمیں نہایت احتیاط ہوتی ہے اس لئے اس اضافہ قیمت سے سپاہی کا نقصان نہیں ہوتا اور ہمیشہ بڑے بڑے کاموں میں اور بادشاہی احکام کے پہنچانے میں احدی کو دستوری ملتی ہے اگر وہ خدمت شائستگی کی بجالاتا ہے تو کام کی سپاس گذاری کے عوض میں تمام یہ دستوری بخش دیجاتی ہے ورنہ کچھ حصہ اسکا ماہوار میں لگایا جاتا ہے بادشاہ نے پرستاری کی آموزش کے لیے اور تن آسانی کے دور کرنیکے واسطے یہ مقرر کیا ہے۔ جو احدی کشک میں غیر حاضر ہوتا ہے تو اسکی پندرہ روز کی تنخواہ ضبط ہوتی ہے اور اوروں کی ایک ہفتہ کی تنخواہ اور تابین باشی کو جب یہ دستوری ملتی ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کے ماہوارہ میں سے بیسواں حصہ کاٹ لیتا ہے اور اسکو بعض خرچوں میں صرف کردیتا ہے۔

اقطاع دار اور ماہوار لینے والوں کو اگر کوئی خرچ کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ انعام کے مستحق نہیں ہوتے تو بادشاہ نے ایک خزانچی اور میر عرض جداگانہ مقرر کررکھا ہے کہ اس سے وہ روپیہ قرض لے لیتے ہیں جس سے ان کی آبرو بچ جاتی ہے اور انتظار سے بھی پریشان نہیں ہوتے اوّل سال میں قرض کچھ نہیں بڑھایا جاتا

(۱۲۱) سراحب تنخواہ لینے کا قاعدہ

(۱۵۱) آئین مساعدت

دوسرے سال میں سولہویں حصہ قرض کا قرض پر زیادہ کرتے تھے اور تیسرے سال میں آٹھواں
حصہ اور چوتھے سال میں چوتھائی پانچویں سال سے ساتویں سال تک نصف اور ساتویں سال سے
دسویں سال تک تین چوتھائی اُس سے زیادہ سال کے لئے دوچند۔ اس سے زیادہ نہیں بڑہتا
اس سے بادشاہ کا مقصد نیک معاملگی سکھانا منظور ہے ورنہ اس زمانہ کی داد وستد کے موافق
یہ افزائش کسی شمار میں نہیں ہی اس آئین سے جو بے انصاف سود بڑہانیوالے تھے وہ راہ پر آگئے
اور اس سے شائستہ انتظام ہوگیا۔

(۲۶) آئین انعام

بادشاہ آدمیوں کو پہچانکر اُنکو کئی طرح سے انعام و بخشش دیتا ہی۔ بظاہر بھی اور پوشیدہ بھی قرض
کہکر دیتا ہی مگر لیتا نہیں اس سے دور و نزدیک تونگر و مستمند فیض پذیر ہوتے ہیں۔ ہاتھی گھوڑے
اور جنسیں بھی دیتا ہی ہر روز بخشی کشکداروں اور سپاہیونکے نامے پڑہتا ہے کہ انہوں نے پہلے کچھ
نہیں پایا ہی۔ بادشاہ انکو گھوڑے دیتا ہی جسکو یہ گھوڑا ملجاتا ہی اسکو پھر ایک سال تک کچھ انعام و بخشش
نہیں ملتی جو آرزومند محتاج مفلس ہیں اُنکو بادشاہ نقد و جنس دیتا ہی اور ظاہر اور پوشیدہ

(۲۷) آئین خیرات

دلوں کو ہاتھ میں لاتا ہے بہت سے آدمیوں کا روزینہ و ماہیانہ سالیانہ مقرر ہے جو ان
کو انتظار کی تکلیف بغیر ملتا ہے اور خود بادشاہ کے مقرب آدمیوں کے احوال کو عرض
کرتے ہیں اور جتنا مال لیتے ہیں وہ بیان نہیں ہوسکتا جو کچھ محتاجوں کو دیا جاتا ہے اور
آتش خانوں میں خرچ ہوتا ہے اُس کا بیان بڑا دراز ہے۔ ایک خزانچی جدا اسکے لیے مقرر
ہے۔ بادشاہ کے روبرو جو تہیدست آتا ہے وہ اپنا کام دل پاتا ہے۔

(۲۸) آئین وزن مقدس (ملاوان)

نظر بد کے لگنے سے بچنے کے واسطے اور مفلس محتاجوں کی آرزو برلانے
کے لیے سال بھر میں بادشاہ دو دفعہ طرح طرح کی اجناس سے تلتا تھا۔
غرہ آبان ماہ الٰہی کو کہ بادشاہ کے سال کا نوروز ہے ان بارہ چیزوں
سے بارہ دفعہ تلتا تھا۔ سونا۔ پارہ۔ ابریشم۔ خوشبو۔ مس۔ روح توتیا
مصالح۔ گھی لوہا۔ شیر برنج سات طرح کا غلہ (ست نجا) و نمک ان چیزوں سے تولتے ہیں

یسی و بیشی اجناس کی قیمت پر موقوف تھی اور پادشاہ کی عمر کے سالوں کی تعداد کے موافق گوسفند۔ بز۔ مرغ۔ مفلس جاندار پروروں کو دئے جاتے تھے۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے جانور رہائی پاتے تھے۔ دوسرا تلادان۔ پنجم رجب کو آٹھ چیزوں سے جدا جدا ہوتا تھا۔ چاندی قلعی۔ پارچہ۔ سیسہ میوہ۔ شیرینی۔ تلون کا تیل۔ سبزی۔ ان دونوں تاریخوں میں جشن سالگرہ ہوتا تھا بخشش بخشایش کی صلاح عام ہوتی تھی۔

بادشاہ کے بیٹے و پوتے جب تیسری سال میں لگتے تو وہ سال شمسی کے نوروز کو پہلی دفعہ ایک چیز سے تولے جاتے پھر ہر سال ایک نئی چیز اُنکے تولنے کیواسطے بڑہتی جاتی۔ جب وہ بڑی ہوجاتے تو آٹھ سات چیزوں سے جُدا جُدا تولے جاتے مگر بارہ چیزوںسے زیادہ انکے تولنے کے لیے نہیں بڑہتیں اور جانور بدستور دیے جاتے اس کام کیواسطے خزانہ و مشرف جُدا تھے تاکہ شائستگی سے خرچ ہو۔

بادشاہ آدمیوں پر طرح طرح سے عاطفت کرنے کو خدا پرستی جانتا وہ آدمیوں کی پایہ شناسی کر کے چار طرح کے آدمیوں کو زمین کو زمین روزینہ دیتا ہے۔ اول وہ جو علم و دانائی کی تلاش میں سب چیزوں سے دست کشی کر کے علوم حقیقی کے جمع کرنے میں نہ رات کو رات جانتے ہیں نہ دن کو دن۔ دوم وہ جو تارک الدنیا ہوتے ہیں اور اپنی نفس سے لڑتے رہتے ہیں اور رنج کش و خویشتن گداز ہوتے۔ سوم مفلس درماندہ جو جُست و جو کی توانائی نہیں رکھتے۔ چہارم شریف بزرگ زادی جو اپنی کم دانشی سے پیشہ وری نہیں اختیار کرتے جو نقد دیا جاتا ہے اسکو اس زمانہ میں وظیفہ کہتے ہیں اور جو زمین دی جاتی ہے اسکو مِلک و مدد معاش کہتے ہیں۔ اس طرح سے کروڑوں کی سیورغال دیجاتی ہے اور وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے چونکہ حال مردم کی پژوہش اور آرزو کا اندازہ کرنا بہت بڑا کام ہے۔ ایک نیک مرد درست اندیش کو جسکی پیشانی گفتار و کردار سے صلح کل و مہربانی عام وجد دائمی کا نشان نمایاں ہو اسکو اس خدمت پر سربلند کیا ہے۔ اسکو صدر کہتے ہیں۔ قاضی۔ میرعدل اس سے رجوع کرتے ہیں

کاروائی ومزاج شناسی سے ایک عمدہ تیکچی مقرر کیا جاتا ہے وہ یا ور ہوکر داد وستد کے سررشتہ کو مضبوط کرتا ہے اسکو دیوان سعادت کہتے ہیں پادشاہ کے حکم سے ہمیشہ صاحبان درگاہ شائستہ آدمیوں کو اسکے روبرو لاتے ہیں اور بہت آدمی اسطرح اپنے دلی مقصد کو پاتے ہیں۔ جب پادشاہ نے حال تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے صدور ناہنجار خواہشوں سے دامن آلودہ تھے اپنے مقربین کی سفارش سے شیخ عبدالنبی کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ افغانوں وچودریوں کی سیورغال خالصہ ہوگئی تھی پادشاہ نے آدمیوں کو اسکی تصدیق وتصحیح کے لیے متعین کیا۔ کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ یہ گروہ زمین ایک جگہہ نہیں رکھتا۔ یکجا جاگیر وخالصہ کی شرکت سے کمزور آزردہ ہوتے تھے اور بدگوہر اسکو اپنی بیدیانتی کا دستمایہ بناتے تھے اسلیے پادشاہ کے حکم سے دہات خالصہ اور جاگیر جُدا جُدا ہوگئے جس سے بھلے آدمیوں کو آسایش ہوئی اور بدسرشتوں کا ہاتھ کوتاہ ہوا۔ زمانہ ہمیشہ پردہ دری کیا کرتا ہے اسلیے اس صدر کی بھی استائیں پادشاہ کے کان میں پہنچیں۔ فرمان ہوا کہ جو شخص پانسو بیگہ زمین سے زاید رکھتا ہو جب تک پادشاہ کی روبرو آنکر منظوری نہ حاصل کرے وہ اس سے محروم کیا جاوے۔ جب اُسپر عمل نہ ہوا تو پادشاہ نے حکم دیا کہ جس سو بیگہ کی تفصیل کچھ نہ ہو اس میں دو حصے جاگیر اور تین حصے خالصہ کیا جاوے مگر ایران وتوران کی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جب یہ معلوم ہوا کہ بعض حریص پُرانی زمینیں چھوڑکر اور جگہ نہیں لیتے ہیں تو یہ حکم ہوا کہ جو شخص قدیمی زمین کو چھوڑے اُسکی چوتھائی زمین کم کردیجائے۔ قاضیوں کی رشوت ستانی پادشاہ کے دلنشین ہوئی۔ ان خراب دروں عمامہ پیرایوں اور کوتاہ خرد دراز آستینوں کی سخن سازی پر کچھ خیال نہ کیا اور مغز کار کو تلاش ان لوگوں کو کہ سلطان خواجہ کی صدارت میں قاضی ہوئے تھے ان کو تو اس منصب پر بحال رکھا اور باقی سب کو معزول کیا۔ ایرانی وتورانی معجر پوشوں کی بھی تزویر ظاہر ہوئی تو سو بیگہ سے زیادہ زمین کی تازہ تصحیح کے لیے اشارہ ہوا۔ عضدالدولہ کی صدارت میں

یہ قرار پار پایا کہ جو شخص سیورغال میں شریک ہوں اور فرمان میں اُسکی قیمت نہ لکھی ہو اور ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو جبتک کہ اُسکے پس ماندے پادشاہ کے روبرو نہ آئیں صدر بغیر پوچھے اس زمین کے حصّے کرے اور مُردہ کے حصّے کو خالصہ بنائے اور پندرہ بیگہ زمین سے زیادہ دینی بغیر منظوری پادشاہ صدر کو منع ہو گیا امینی و آسودگی کے سبب سے اپنی زمینوں میں لوگوں نے باغ بہت لگائے اور اُن سے بہت فائدے اُٹھائے۔ کارپردازان سلطنت نے کفایت اندیشی سے جانا کہ ان باغوں کو لے لیں۔ مگر پادشاہ اسپر خفا ہوا۔ اور لوگوں کو باغ بخشدئے۔ جب معلوم ہوا کہ جس پاس سو بیگہ یا اس سے کم زمین ہے وہ بھی خیانت کرتے ہیں۔ تو حکم ہوا کہ میر صدر جہاں ان کو پادشاہ کے روبرو لائے۔ بعد ازاں یہ حکم ہوا کہ صدر بصلاح دید ابوالفضل جاگیر کو زیادہ و کم کردے۔ ایسا آئین ہی کہ سیورغال کی زمین آدھی مزروعہ اور آدھی قابل زراعت ہوتی ہے۔ اگر قابل زراعت نہ ہو (یعنی زمین بالکل مزروعہ ہو) تو کل کی ایک چوتھائی کم دیجائی اور باقی کے لئے ایک نئی سند دی جائے۔ ہر قصبہ میں بیگہ کا حاصل مختلف ہوتا ہے وہ ایک روپیہ سے کم نہیں ہوتا۔ دانش آموزی و ریاضت منشی کے سبب سے پادشاہ اس طرف متوجہ ہوتا ہی اور نیک مردوں کو کل و جز کی صدارت مقرر کرتا ہے ؛

(حاشیہ آئین ۱۹)

کل آئینوں میں یہ آئین بڑا دلچسپ ہے۔ اس میں ایک چغتائی لفظ سیورغال کا استعمال ہوا ہی جسکا ترجمہ عربی میں مدد المعاش اور فارسی میں مدد معاش ہوتا ہی۔ ہماری زبان میں معافی دوامی اور مِلک بھی کہتے ہیں۔ یہ سیورغال دوام کے لیے نسلاً بعد نسلٍ دیجاتی تھی اسمیں اور جاگیر یا تیول میں، یہ فرق ہے کہ یہ ایک خاص مدت کے لیئے منصبداروں کو بعوض سپاہ کی تنخواہ کے دیجاتی تھی۔

اکبر نے ان سیورغالوں میں بہت تغیر و تبدل کیا اور زیادہ تر ان کو خالصہ بنایا۔ جسکے سبب سے افغانوں کے بہت خاندان تباہ ہوگئے۔ اسنے صدر کی اختیارات کو

بھی گھٹا دیا۔ جو سلطنت مغلیہ سے پہلے بہت بڑے ہوتے تھے پہلے صدر کو صدر جہاں کہتے تھے جو اپنے حکم سے پادشاہوں کے جلوس کو جائز کرتا تھا۔ اکبر کے عہد میں بھی صدر چوتھے مرتبہ کا افسر سمجھا جاتا تھا (آئین ۳۰ دیکھو) انکے اختیارات بڑے ہوتے تھے۔ وہ مفتی عظیم ہوتے تھے اور تمام اوقاف کی زمینوں پر اختیارات کامل رکھتے تھے۔ پادشاہ کے حکم کے بغیر وہ ان زمینوں کو جسے چاہتے تھے دیدیتے تھے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے مفتی وقاضی ہوتے تھے مقدمات کی تحقیقات میں بڑا دخل رکھتے تھے۔ عبدالنبی نے اپنی صدارت میں دو آدمیوں کو بدعتی ہونیکے سبب قتل کرادیا۔ مغلوں کی سلطنت سے پہلے سیورغال کے لفظ کی جگہ یہ الفاظ استعمال ہوتے تھے اورادات وضائف انعام۔ وہ ہا۔ انعام زمینہا وغیرہ۔

ہر صوبہ میں ایک صدر جز یعنی ایک ضلع کا صدر ہوتا تھا اور ان سب پر ایک حاکم ہوتا تھا۔ جسکو صدر جہاں۔ صدر کل۔ یا صدر صدور کہتے تھے۔

صدر کے دفتر میں اندھیر رہتا تھا۔ فرمان شاہی میں جسقدر زمین کسی سیورغال میں دی جاتی تھی۔ اس سے زیادہ وہ دبالیتا تھا اور فرمان کی عبارت کے معانی ایسے گھڑ لئے جاتے تھے۔ کہ جب تک کہ مالک قاضیوں اور صدر جبر کو رشوت دیتا رہتا تھا۔ اس زمین پر اپنا قبضہ رکھتا تھا۔ اکبر نے نہایت تحقیقات کر کے معافی کی سب زمینیں جو پہلے پادشاہوں نے عطا کی تھیں ضبط کرلیں۔ زیادہ تر یہ معافیاں علماء کے پاس تھیں جنسے اکبر کو رغبت نہ تھی اسنے ان کی زمینیں ضبط کر کے انکو جابجا پراگندہ کردیا۔

صدر

اکبر کے عہد میں یہ صدر ہوئے (۱) شیخ گدائی جو شیعہ تھا اور بیرام خاں کی سفارش سے مقرر ہوا تھا ۹۶۸؁ء تک (۲) خواجہ محمد صالح ۹۷۱؁ تک (۳) شیخ عبدالنبی ۹۸۶؁ تک (۴) سلطان خواجہ تاحیات ۹۹۳؁ (۵) امیر فتح اللہ شیرازی ۹۹۷؁ تک (۶) صدر جہاں جسکا خود نام اور اسکے عہدہ کا نام ایک ہی تھا۔ ابوالفضل نے مولانا عبدالباقی کو بھی

صدر لکھا ہی مگر اسکا حال معلوم نہیں - اب ان سب صدروں کی نسبت جو ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہی اسکو نقل کرتے ہیں - کیونکہ یہ مینے التزام کیا ہے کہ ملا نے جو اعتراض مخالفانہ اکبر کے انتظام سلطنت پر کئے ہیں ان سب کو نقل کروں - وہ شیخ گدائی کی نسبت لکھتا ہی کہ اُسنے خانوادون (پٹھانوں کے خاندان) کی اراضی مدد معاش و اوقاف پر قلم نسخ پھیر دیا جو شخص کہ اکی دربار داری کرتا اور اسکی ذلت کا متحمل ہوتا تو اُسکو وہ سیورغال دیتا سوائے انکے کسی کو نہیں دیتا لیکن اگر اس زمانہ کی خست پر نظر کی جائے کہ جسمیں پانچ جریب زمین پر بلکہ اس سے بھی کمتر پر انعام و مدد معاش کے بیئے حجتیں ہوتی ہیں تو شیخ گدائی کو عالم بخش کہنا چاہیے بعد شیخ گدائی کے ۹۶۸ھ میں خواجگی محمد صالح ہروی بنیرہ خواجہ عبداللہ مروارید وزیر مشہور عہدہ صدارت پر منصوب ہوا - مگر اسکو اوقاف اور مدد معاش کے لئے زمین دینے میں چندان استقلال نہ تھا - اس باب میں دیوانوں کا حکم تھا -

۹۷۱ھ شاید زیادہ صحیح ۹۷۲ھ میں بادشاہ نے شیخ عبدالنبی محدث بنیرہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو صدر الصدور مقرر کیا کہ وہ باتفاق مظفر خاں کے جو اسوقت وکیل اور وزیر تھا مدد معاش کا کام کرے - تھوڑے دنوں میں یہ شیخ ایسا مستقل ہوا کہ اُسنے مستحقون کو اوقاف و انعامات و ادرارات اسقدر بخشے کہ اگر ہندوستان کے سارے پہلے بادشاہوں کی بخشش جمع کر کے ایک پلہ میں رکھی جاوے اور اسکے عہد کے دوسرے پلہ میں - تو یہی پلہ بھاری رہیگا مگر رفتہ رفتہ پھر یہ پلڑا الیاہی ہوگیا - جیساکہ پہلے بادشاہوں کے عہد میں تھا اور قضیہ منعکس ہو گیا ۹۸۳ھ میں بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ کے ائمہ جبتک اپنی مدد معاش و اوقاف و ادرارات کے فرامین کو صدر سے امضا نہ کرائیں کروڑی اُنکو مجرا نہ دیں اس سبب سے اہل استحقاق کا گروہ انتہا مشرق سے ولایت بھکر تک ملازمت میں حاضر ہوا انمیں سے جس کسی کا حامی بادشاہ کے امرا اور مقربوں سے کوئی تھا اُسکا کام حسب المدعا ہو گیا اور جس کسی کو ایسی نہیں میسر ہوئی وہ شیخ عبدالرسول اور شیخ کے تمام وکیلوں کو یہانتک کہ فراشوں اور دربانوں و سائیسوں اور حلال خوروں تک بڑی بڑی رشوتیں دیتا اور اس ورطہ سے اپنے گلیم کو نکالتا

اِن دونوں صورتوں کے بغیر وہ لکڑیاں کھا کے تباہ ہوتے بہت سے نامراد آیمہ اس اژدحام عام
میں ہوا کی گرمی سے مر گئے پادشاہ کو بھی یہ خبر پہنچی مگر وہ اس صدر عالیقدر کے سامنے اسکی
علوشان و فرط تعظیم کے سبب سے ذکر نہ کر سکا۔ جسوقت شیخ اپنے مسند جاہ و جلال پر بیٹھتا۔ امرار
عالیشان اہل علم وصلاح کو اسکے دیوانخانہ میں بطریق شفاعت لیجاتے اور وہ اپنی شفاعت سے
بہت ہی کم کسی کی تعظیم کرتا اور الحاح و عجز میں نہایت مبالغہ کیا جاتا تو ہدایہ اور منتہی کتابوں کے
درس دینے والوں کو نہایت سو بیگہ یا اس سے کچھ کم و بیش وہ مدد معاش تجویز کرتا باقی زمین انکی گو وہ نوں
سے اسپر متصرف ہوں ضبط کر لیتا لیکن عامہ مجہولوں اور مخذولوں کو یہانتک کہ ہندوؤنکو زمینیں اپنی
تفضل کے لیے دیدیں اس سبب سے روز بروز علم و علمار کی قدر و قیمت کی کساد بازاری ہوتی گئی
عین دیوان میں جب دوپہر کو وہ کرسی پر بیٹھ کر وضو کرتا تو اُمرار کبار کے سر و منہ و کپڑوں پر
اسکے وضو کی چھینٹیں پڑتیں مگر کوئی اس سے نہیں بچتا وہ فقرا کی کارسازی کے لئے ان باتوں
کے متحمل ہوتے تھے اور تملق و چاپلوسی و خوشامد و دلجوئی سے اپنا کام نکالتے تھے کسی پادشاہ کے
زمانہ میں کسی صدر کو اسقدر تسلط و تصرف و استقلال نہیں حاصل ہوا۔ بعد ازاں عبد النبی کا
حال جو ہوا وہ تاریخ میں بیان ہوا کہ وہ مکہ معظمہ غریبوں اور محتاجوں کے لئے روپیہ لیکر گیا تھا
جب وہ واپس آیا اور روپے کے حساب کا مطالبہ ہوا تو وہ قید میں پڑا اور ۹۹۲ھ میں اسکو
اوباشوں نے مار ڈالا۔ بعد شیخ عبد النبی کے سلطان خواجہ صدر رہا اسکے عہد میں سیورغال
کی صورت ہی کچھ اور ہو گئی اسوقت شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات بدل گئے تھے۔ خواجہ حج سے
آن کر پادشاہ کے دین الٰہی کا رکن بنا تھا۔ علمار و فقہار کی سیورغال کے باب
میں پادشاہ نے خود تحقیق کر کے اسکا ضبط کرنا شروع کیا جسکے سبب سے بہت
سے مسلمانوں کے خاندان مفلس اور تباہ ہو گئے۔

۹۹۳ھ میں میر فتح اللہ شیرازی منصب صدارت پر مقرر ہوا اب یہ عہدہ سیاہہ نویسی
سے زیادہ نہ تھا۔ وہ زمینوں کی ضبطی کے لئے تھا دینے کے لئے نہیں تھا میر فتح اللہ

دکن کی مہم میں بھیجا گیا۔ اسکا ملازم کمال شیرازی اسکی غیر حاضری میں اسکا قائم مقام مقرر ہوا۔ پھر تو یہ عہدہ کمال کو پہنچ گیا وہ ائمہ داروں کی زمین کو جسکے چھپے کہیں کہیں باقی رہگئی تھی دیکھنے لگا۔ فتح اللہ کو خود پانچ بیگہ زمین دینے کا اختیار باقی نہیں رہا تھا۔ وہ ایک خیالی صدر تھا۔ تمام زمینیں ضبط ہو ہی چکی تھیں۔ اس اراضی منضبطہ میں وحشی جانور بستے تھے وہ نہ ائمہ داروں کے پاس رہیں نہ کسانوں کے ہاتھوں میں گئیں فقط ان کے قلموں کے نوشتے صدر کے دفتر میں اور صدر کا عہدہ برائے نام باقی رہا۔

میر فتح اللہ صدر نے بقدر ایک ہزار روپئے کے خریطہ میں ڈالکر بادشاہ کی نظر کے سامنے رکھے اور جو اسکے تشدد ارنے تغلب کی علت وتہمت لگا کے پرگنہ پشاور میں ائمہ کی بیواؤں اور نامراد یتیموں سے ظلم وتعدی کر کے بازیافت کئے تھے انکو کہا کہ میری عمال نے یہ ائمہ داروں سے کفایت کے ساتھ لیا ہے (یعنی سیورغال رکھنے والوں پاس بہت کچھ ہی اسمیں سے یہ تھوڑا لیا گیا ہی) بادشاہ نے فرمایا کہ تم ہی اسے لیلو تین مہینے کے بعد فتح اللہ مرگیا بعد اسکے صدر جہاں جو دین الٰہی کا ایک رکن تھا صدر جہاں مقرر ہوا۔ اب کچھ ضرورت اس عہدہ کی نہیں رہی تھی سیورغال کی تفصیل ابوالفضل نے اپنی ایک جدول میں لکھی ہے۔

بادشاہ نے ایک عجیب عرابہ ایجاد کیا۔ جس سے نوکروں کو بڑی آسایش ہوئی ہی کہ جب وہ چلتا ہی یا بوجھ کھینچتا ہی تو وہ دانوں کا آٹا بناتا ہی۔ بادشاہ نے ایک اتنا بڑا عرابہ ایجاد کیا ہی کہ جسکو ایک ہاتھی کھینچتا ہے اور اسمیں طرح طرح کے گرمابے کے خانے ہوتے ہیں۔ وہ ایک حمام رواں ہوتا ہی۔ تعجب یہ ہے کہ اسکو بیل بھی کھینچتے ہیں اور اونٹ اور گھوڑے بھی اور اس سے آدمیونکو آسایش ہوتی ہی۔ جو عرابہ نازک تر ہوتا ہی اسے بہل کہتے ہیں اسمیں چند آدمی ساتھ بیٹھکر ہموار زمین پر چلتے اور ایسے رہٹھ بنائے ہیں کہ دور سے وہ پانی کو کھینچ لیتے ہیں وہ بیل چار چرخ کو اور ایک دو چرخ کو حرکت دیتا ہے ایک اور کل ہی جو کنوئیں سے پانی لیجا کر چکی چلاتی ہے۔ حاشیہ طبقات میں یہ ایجاد میر فتح اللہ شیرازی کے لکھے ہیں کہ اسنے ایک چکی بنائی تھی جس کو گاڑی میں

رکھ دیتے تھے تو وہ اپنے آپ چلتی تھی اور آٹا پیستی تھی) اس نے ایک آئینہ بھی ایجاد کیا تھا جسمیں خواہ نزدیک یا دور سے دیکھو تو عجیب عجیب شکلیں نظر آتی تھیں اور ایک چرخ ایسا بنایا جس سے بارہ بندوقیں صاف ہو جاتی تھیں ۔ مگر ابوالفضل اس چرخ کی ایجاد کو بھی اکبر سے منسوب کرتا ہی ۔

(۲۱) آئین دہ سیری

ہر بیگہ کے کشت کار سے دس سیر پادشاہ اپنا غلہ محصول لیتا ہے اور ہر ناحیہ میں اُسکا انبار لگتا ہے ۔ سرکاری جانوروں کی خوراک اس سے چلتی ہی ۔ بازار سے وہ نہیں خریدی جاتی اس سے آدمیوں کا آسایش ہوتی ہی اور مفلس کسانوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے ۔ جب اناج گراں ہوتا ہے تو ان کے ہاتھ یہ اناج سستا بیچ ڈالا جاتا ہی مگر کسی کو ضرورت سے زیادہ یہ اناج نہیں دیتے ۔ ہر طرح کی آبادی اس سے ہوتی ہے اور بہت جگہ قلمرو میں اس سے آتش خانے آمادہ ہوتے ہیں اور بہت مفلسوں کی روزی اس سے چلتی ہے اور سب جگہ اسکی نگاہبانی کے واسطے آدمی اور داروغے تیکچی مقرر ہوتے ہیں کہ دخل وخرچ کا حساب رکھیں ۔

حاشیہ ۔ ۵ سنہ میں بارش کم ہوئی تھی اور غلہ کی گرانی سے خلقت کو بڑی تکلیف تھی تو پادشاہ نے ہر جگہ ایک کارآگاہ مقرر کیا کہ وہ مفلس ومحتاج بھوکوں کو کھانا کھلانے اور ہر شہر میں ایک آتش خانہ بنا دیا ایسا مکان جسمیں بھوکونکو کھانا ملا کرے ۔

(۲۲) آئین جشن آرائی

پادشاہ نے اول قدیمی روشوں اور رسموں کی جستجو کی ہے اور انکے رواج دینے میں بڑی کوشش کی ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کسکی رسمیں ہیں بلکہ اُنکی شائستگی کو دیکھکر قدر کرتا ہے دوم طرح طرح کی آدمیوں کی پرورش پر وہ توجہ کرتا ہے اور بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈھتا ہے اس سبب سے جب اسنے جمشیدی جشنوں اور موبدی عہدوں کا حال سُنا تو ان کو اختیار کیا اور اسباب دہش کو آمادہ کیا ۔ اول جشن نوروزی جب آفتاب برج حمل میں داخل ہوتا ہے تو اُنیس۱۹ روز ایک ہنگامہ عشرت فراہم ہوتا ہے اس درمیان میں دو دن بڑی عید ہوتی ہے اور بہت مال اور طرح طرح کا

اسباب انعام دیا جاتا ہے۔ اول غرہ ماہ فروردین دوم ۱۹ ماہ فروردین کہ شرف آفتاب کا دن ہے، جو تاریخ کہ ماہ کی ہمنام ہوتی ہے۔ اُس میں قدیمی آتش پرست بڑا جشن کرتے تھے۔ بادشاہ بھی انکا پیرو ہے۔ ہر جشن میں صورت و معنی طرح طرح سے آرایش پاتے ہیں۔ آدمی خوش ہو کر اپنی کامیابی کا ترانہ شوق گاتے ہیں۔

نقارہ بلند آوازہ ہوتا ہے۔ خنیاگر رود نوازوں کا گانا ہوتا ہے۔ اول تین راتوں کو رنگین چراغ روشن ہوتے ہیں اور بہت خوشی ہوتی ہے۔

ہر مہینے کی تیسری تاریخ بادشاہ ایک انجمن اسلئے آراستہ کرتا ہے کہ زمانہ کے چیزوں کی شگرف کاری پر علم ہو۔ زمانہ کے سوداگر اپنی گرم بازاری کے لئے بیٹھتے ہیں اور ہر یک ملک کا اسباب مکانوں میں سجاتے ہیں محل کی عورتیں اور اور طرح کی عورتیں آتی ہیں۔ خرید و فروخت ہوتی ہے۔ بہت آدمیونکے کام آرزو کے موافق برآمد ہوتے ہیں۔ شہریار اسمیں خود آتا ہے اور اسباب انتخاب کرتا ہے اور نرخ مقرر کرتا ہے اور اسطرح علم حاصل کرتا ہے ملک کی پوشیدہ باتیں اور آدمیوں کی حالتیں اسکو معلوم ہوتی ہیں اور ہر کارخانہ کے نیک و بد پر مطلع ہوتا ہے اُس نے اُسدن کا نام خوش روز رکھا ہے جسمیں خوشدلی کی نوید وہ دیتا ہے۔ بعد اس زنانہ بازار کے مردونکے بازار کا انتظام ہوتا ہے۔ ہر ملک کے سوداگرونکا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ بادشاہ داد و ستد کا امتحان کرتا ہے اور اہلِ دربار خریداری کرتے ہیں۔ ہر گروہ بہرہ داروں کی دور باش بغیر اپنا درد دل بادشاہ سے بیان کرتا ہے اور اُس متاع آرائی کو اپنی گذارش حال کا دستایہ بناتا ہے۔ نیکوں کی مراد بر آتی ہے اور بروں کو اپنا اعمال کی سزا ملتی ہے اور اس سے اپنی ذیدہ وری سے اس کام کے لئے خزانچی اور مشرف جُداگانہ مقرر کیا ہے کہ فوراً انتظار کے رنج کے اُٹھانے بغیر لوگ بہت فائدہ اُٹھائیں۔

حاشیہ ۔ اس خوش روز پر جو بدایوانی نے اعتراض کئے ہیں وہ اکبر کے مذہبی خیالات میں پڑھو۔

پیوند کہ خدائی کی نگہبانی پابندی مردم اور انجمن آرائی تعلق کا وسیلہ ہے اور نفس کجگرا کو برائی سے بچاتی ہے اور گھر کو آباد کرتی ہے پادشاہ اپنے نیک روزگار ہونیکے سبب سے سب چھوٹے بڑوں کی پاسبانی کرتا ہے اور زناشوئی میں نسبت معنوی اور ہمسری کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ وہ نابالغ عورتوں اور مردوں میں اس پیوند کو مکروہ جانتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس سے کوئی عمدہ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ بڑا نقصان ہوتا ہے۔ جب یہ دونوں عاقل بالغ ہوتے ہیں تو انکو یہ آمیزش ناخوش معلوم ہوتی ہے ہندوستان میں حیا کے سبب سے عورت اپنی پسند سے خاوند نہیں کرتی اس سے بہت دشواریاں واقع ہوتی ہے۔ دولہا دلہن کی رضامندی اور ماں باپوں کی اجازت کو پادشاہ ناگزیر سمجھتا ہے۔ قریب کے رشتہ داروں میں بیاہ کو ناسزا جانتا ہے۔ زبان مبارک سے وہ فرماتا ہے کہ پہلے زمانہ میں لڑکی کا بیاہ اپنے توأم بھائی سے نہیں ہوتا تھا پس یہ ان لوگوں کی زبان بند کرتا ہے جو نقل کے غلام بن رہے ہیں مسلمانوں کی بیٹی اعمام کی نکاح پر شورش نہ کریں اسلئے کہ مذہب کا حال اپنی ابتدائی حالت میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسے مردم زاد کا ابتدائے آفرینش میں تھا (ایسی حالت میں مجبوری قرابت قریبہ میں نکاح کرنا پڑتا ہے) بڑے بڑے مہروں کا باندھنا بھی اسکو پسند نہیں جو کمتر ادا کئے جاتے ہیں اور دروغ سازی ہوتی ہے وہ فرماتا تھا کہ مہر اس لئے زیادہ باندھا جاتا ہے کہ طلاق دینے کا خوف نہ رہے۔ اسکو یہ پسند نہ تھا کہ ایک مرد ایک عورت سے زیادہ بیویاں کرے۔ اس سے طبیعت کو شورش اور گھر میں آشوب پریشانی ہوتی ہے کہن سال اور نوجوان میں اس رشتہ مندی کو ناشائستہ اور شرم سے دور سمجھتا تھا۔ اسنے دو بے طمع فروہیدہ آدمی مقرر کئے تھے ایک انمیں سے مردوں کا حال دریافت کرے اور دوسرا عورتوں کا۔ انمیں سے ہر ایک کا نام توی بیگی تھا بہت دفعہ ایسا ہوا کہ یہ کام ایک ہی آدمی کو سپرد ہوتا تھا اور ہر دولہا دلہن کی طرف سے نکاح پڑھکر ٹیکس لیا جاتا تھا پنج ہزاری سے ایک ہزاری تک دس مُہر اور پانصدی تک چار مہر اور پھر صدی تک دو اور

بیستی تک ایک - ترکش بند سے دہ باشی تک اور اہل ثروت سے چار روپئے اور متوسط آدمیوں سے ایک روپیہ اور عام خلائق سے ایک دام - دولہا دلہن کے باپ کے حال کو تحقیق کر کے اسکے مقدور کے موافق محصول لیا جاتا تھا۔

حاشیہ (بدایونی نے عوام کی شادی پر یہ لکھا ہے کہ عوام الناس میں بیاہ جب تک نہوتا کہ دولہا دولہن دونوں کو توالی کے چبوترہ پر نہ آتے - اسطرح کوتوالی کے اہلکار بڑے فائدے اُٹھاتے اور مزے اُڑاتے) ہر ملک میں خصوصاً ہندوستان میں نوآموز لڑکے مدتوں مکتب میں بیٹھتے ہیں اور مفردات حروف اور انکے اعراب سیکھتے ہیں اور عمر کا بڑا حصہ ضائع کر کے وہ کتابوں کے پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں - پادشاہ کے حکم کے موافق یہ طریقہ تعلیم جاری ہوا کہ لڑکے حروف الف بے تے ثے لکھیں اور پھر اُن کی اور صورتیں لکھیں اول صورت اور نام سے وہ آشنا ہوں دو روز میں وہ حرفونکے نقشوں سے واقف ہوجائینگے اور جب ایک ہفتہ میں یہ استعداد انکو ہوجائے تو کچھ انکو نظم و نثر سے جو خدا کی تعریف اور نصایح میں ہوں استاد انکو جدا لکھکر سکھائیں اور جہانتک ہوسکے کوشش کی جائے کہ ہر ایک کو وہ خود سمجھیں اور استاد انکی مدد کمتر کرے - کچھ دنوں تک ہر ایک روز ایک مصرع یا ایک بیت کی انکو مشق کرائیں تو تھوڑی مدت میں ان کو پڑھنے کا ملکہ ہوجائیگا۔ اُستاد کو پانچ چیزوں پر توجہ چاہیئے شناسائی حروف - الفاظ - مصرع - بیت - خواندگی اس روش سے لڑکے برسوں نہیں جو سیکھتے وہ ایک مہینے میں بلکہ کچھ دنوں میں سیکھنے لگے اور اُسپر لوگوں کو تعجب ہوا - اخلاق - حساب سیاق - مساحت ہندسہ - نجوم - رمل - تدبیر منزل - سیاست مدن - طب - منطق - طبعی - ریاضی الٰہی - تاریخ تحصیل کے لئے علوم مقرر ہوئی کہ وہ بہ تدریج سیکھیں - سنسکرت میں بیاکرن - نیائے بیدانت - پاتنجل پڑھیں اور ہر شخص کو جو وقت پر کرنا چاہیئے وہ کرے اس طرز تعلیم سے مکتبوں میں اور ہی رونق ہوگئی اور مدرسوں نے تازہ فروغ پایا۔

اس کارخانہ سے سپاہ کی کارسازی ہوتی ہے - ملک فراغ ہوتا ہے - علم زیادہ ہوتا ہے۔

(۳۵) آئین تعلیم

(۳۶) آئین کارخانۂ ...

بیش قیمت چیزیں ہاتھ آتی ہیں۔کسانوں کی آبادی ہوتی ہی۔منزل شاہی کا سامان ہوتا ہے پادشاہ اپنے چشمۂ اقبال کو ان چار چیزونسے سیراب رکھتا ہی اور اسکو خدا کی عبادت جانتا ہی۔ اوّل مضبوط کشتیوں کا بنانا جسپر ہاتھی بھی سوار ہوسکے اور انکو ایسا بناتے ہیں کہ قلعوں کی بھی وہ سرکوب ہوسکیں اور دشوار قلعوں کو فتح کرلیں دیدہ ورکار آگاہ اسکو منزل وراحلہ جانتے ہیں........ اور اسباب جہانگیری کا عمدہ اسباب۔خاص کردستان زنگبار۔فرنگستان میں۔اگرچہ پادشاہ کی قلمرو میں کشتیوں کا سامان بہت جگہ ہے۔مگر بنگالہ۔کشمیر۔ٹھٹہ (سندہ) میں انپر بڑا مدار ہے۔پادشاہ نے کشتیوں کے سروں پر عجیب جانور بنائے ہیں۔عبادت و نشاط کو ہمدوش کیا ہے۔ان میں بلند کاخ اور دلکشا کوشک اور عمدہ چوبٹر کے بازار اور دل فریب چمن روے دریا پر ظاہر ہوتے ہیں۔ساحلِ دریا رشور پر مشرق ومغرب وجنوب میں بڑے بڑے جہاز رہتے ہیں اور اس کے سبب دریا نوردون کو بڑی آسایش ہوتی ہے۔بندروں کو اس سے آرایش ہوتی ہے اور آگہی کو تابش الہاباس اور لاہور میں جہاز تیار ہوکر دریاے شور میں بھیجے جاتے اور کشمیر میں بھی ان کا نمونہ بنایا گیا ہے۔جسپر تعجب ہوا۔

دوّم ویدہ ور دریا نوردون کا مقرر کرنا جو مدوجزر کے اسباب کے اور اندازہ ژرفی کے دانا ہوں اور طرح طرح ہواؤں کے چلنے سے اور اسکے سود وزیان سے اور ان کھاروں سے جو پانی کے اندر ہوں آگاہ ہوں اور اس بنیش کے سواے تنومندی وشناوری و مہربان دلی وجد کاری وبرخ وبردباری اور ستودہ خصائل انمیں ہوں ایسی نیکمردوں کو پادشاہ نے بہت تلاش کرکے جمع کیا ہے خاصکر ملیبار سے۔رودباروں میں وہ شائستگی وآہستگی کے ساتھ آدمیوں اور اسباب کو ساحل پر پہنچاتے ہیں اور کشتی کے اندازہ کے موافق ان کی تعداد میں فرق ہوتا ہے جہاز میں بارہ طرح کے آدمی خدمت گذار مقرر ہوتے ہیں۔

(۱) ناخدا۔ خداوند کشتی حقیقت میں وہ ناؤ خدا ہوتا ہے جسطرف وہ چاہتا ہے کشتی کو لیجاتا ہی (۲) معلم وہ دریا کے نشیب و فراز اور ستاروں کی نیرنگی سے واقف ہوتا ہے اسی کی رہنمونی سے کشتی منزل مطلوب پر پہنچتی اور خطروں سے اسکا بچاؤ ہوتا ہی (۳) تنڈیل برائے خلاصی دریا ورزون کی زبان میں ملاح کو خلاصی وخاروہ کہتے ہیں (۴) ناخدا خشت کشتی نشینوں کے لیئے ہیمہ وکاہ آمادہ رکھتا ہے اور کشتیوں میں اسباب لادنے میں اور اُنسے اُتارنے میں یاور ہوتا ہی۔ (۵) سرہنگ۔ وہ پانی میں کشتی کو ڈالتا ہے اور پانی سے نکالتا ہے۔ بہت دفعہ وہ معلم کا کام کرتا ہے (۶) بھنداری کشتی کے واسطے جو چیزیں ضرور ہی ہوتی ہیں ان کا نگران ہوتا ہے (۷) کرانی خرچ کشتی کا محرر وہ آدمیوں کو پانی بھی پہنچاتا ہے۔
(۸) سکان گیر معلم کی رہنمونی سے وہ کشتی کو سو بسو پھراتا ہے وہ ایک گروہ بیس آدمیوں سے زیادہ نہیں ہوتا (۹) پنجری وہ کشتی کے مستول پر بیٹھ کر دیدبانی کرتا ہے ساحل کے دکھائی دینے کی اور کشتیوں کے اور ہواؤں کے شورش کی اور اور باتوں کی اطلاع دیتا ہے۔

(۱۰) گن متی خلاصیوں میں سے ہوتے ہیں وہ کشتی کا پانی باہر نکالتے ہیں (۱۱) توپ انداز لڑائی میں کام کرتا ہے۔ انکی تعداد کشتی کی حقدار پر موقوف ہے (۱۲) خاروہ بہت ہوتے ہیں بادبان کا کھینچنا و باندھنا ان کا کام ہے۔ بعض انمیں سے دریا کے اندر جاکر کشتی کے رخنہ کو بند کرتے ہیں اور جو لنگر فرومانده ہوجاتا ہے۔ اس سے کشادہ کرتے ہیں ہر سفر میں جکو یہ لوگ کوشش کہتے ہیں۔ ان کشتی کے ملازموں کا علوفہ مختلف ہوتا ہے بندر ساتگانوں ہگلی) میں ناخدا کو چار سو روپیئے ملتے ہیں اور چار پنج ملتے انمیں جو وہ چاہے بھرتی کرے اور فائدہ اُٹھائے آدمیوں کے رہنے کے لئے اور اسباب کے بھرنیکے لئے جہاز کے جُدا جُدا حصّے ہوتے ہیں ہر حصّے کو پنج کہتے ہیں۔ معلم کو دو سو روپیہ اور دو پنج ٹنڈیل ایک سو بیس روپیے۔ کرانی کو پچاس روپیہ و یک پنج و ناخدا خشت کو ۳۰ روپیے۔

ہیں، کوئی آگے نہیں دوڑ سکتا۔

جب پادشاہ کچھ رستہ چل لیتا ہی وہ خاص آدمیوں کو اپنی ہمراہی کے لئے منتخب کر لیتا ہے پھر جب کچھ اور آگے چلتا ہی تو کبھی تنہا جاتا ہے اور کبھی ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے لیتا ہے اور جب آسایش کا وقت آتا ہی تو وہ دو گروہ جنکو پیچھے پادشاہ نے چھوڑا تھا اسکی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

پادشاہ کا مقصد جو شکار سے تھا اُسکو بیان کر دیا اب شکار کے طریقے بیان کئے جاتے ہیں۔

ایک بڑا پنجڑا بناتے ہیں اور اسکو زمین سے لوہی کی زنجیر ونسے پیوستہ کر دیتے ہیں اور اسکو وہاں لگاتے ہیں جہاں شیر اکثر آتے رہتے ہیں۔ دروازہ کو اس ترکیب سے کھلا رکھتے ہیں کہ ذراسی جنبش سے وہ بند ہو جائے اور ایک بز کو اُسکے اندر باندھ دیتے ہیں اور اسکے آگے پردہ ایسا لگا دیتے ہیں کہ شیر اسکو دیکھتا ہی مگر اُسکو پکڑ نہیں سکتا۔ بھوکا شیر آتا ہی اور پنجرے کے اندر جاکر گرفتار ہو جاتا ہی۔

دوسری ترکیب یہ ہی کہ ایک تیر کو زہر آلود کمانی میں کھینچکر درخت کی شاخمیں اس ترکیب سے لگا دیتے ہیں کہ اگر ذراسی بھی جنبش ہو تو وہ تیر چھوٹ جاے جب شیر اس پاس آتا ہی اور اُسے ملاتا ہی تو تیر اسکے لگ جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔

تیسری ترکیب جہاں شیر اکثر آتے جاتے رہتے ہیں وہاں ایک بھیڑ کو باندھ دیتے ہیں اور اسکے گرد پتّی گھاس سریش لگا کے بچھا دیتے ہیں جب بھیڑ پھاڑنے آتا ہی تو اُسکے پنجوں میں یہ گھاس چمٹ جاتی ہی جتنا وہ اپنے تئیں چھٹاتا ہی اُتنا ہی اور سریش میں لتھڑ پتھڑ ہو جاتا ہی اور زیادہ سراسیمہ ہوتا ہی۔ آدمی جو گھات میں لگ رہتے ہیں آنکر اُسے مار ڈالتے ہیں یا زندہ گرفتار کر کے پالتے ہیں۔

پادشاہ اپنی راستی کے سبب سے اس فریب کو نہیں پسند کرتا۔ اس درندہ مردم خوار کو تیر یا بندوق سے مارنے کو پسند کرتا ہے۔

چوتھی ترکیب۔ ایک کاروان پرول بھینسے پر سوار ہوتا ہے اور اُسکو شیر سے

لڑتا ہی اور بھینسا چابکدستی کرکے اپنے سینگوں سے شیر کو اُٹھا کر ایسا پھینکدیتا ہی کہ اُسکی جان نکلجاتی ہے
اس تماشے کا بیان نہیں ہو سکتا ہی۔ سوار کی دلیری اور بھیسلواں پیٹھ پر اس کا جما رہنا بڑا تعجب خیز ہے
ایک دن قصبہ باری کی نواح میں پادشاہ کو اس درندہ جان گزا کی خبر لگی۔ پادشاہ
ناہر خاں ہاتھی پر سوار اس جنگل میں گیا شیر نے اس ہاتھی کے مستک پر پنجہ مارا اور اسکے
سر کو زمین کی طرف جھکا دیا۔ پادشاہ نے اس قوی ہیکل کو مار ڈالا جسپر لوگوں کو تعجب ہوا۔
ایک دفعہ ٹوڈہ کے نزدیک پادشاہ شکار کھیل رہا تھا کہ اسکے ایک آدمی کو شیر نے پکڑ لیا پادشاہ
نے ایک تیر ایسا شیر کے مارا کہ وہ مرگیا اور آدمی جو زندگی سے مایوس تھا بچگیا۔ ایک
دفعہ شکار قمرغہ میں ایک قوی شیر نے پادشاہ پر حملہ کیا اس نے اسکی پیشانی میں
ایسا تیر مارا کہ وہ نکما ہوگیا۔

ایک دفعہ شیر نے ایک پیادہ کو اپنے پنجہ میں پکڑ لیا دیکھنے والے اسکی زندگی سے مایوس
تھے کہ پادشاہ نے شیر پر ایک ایسی بندوق ماری کہ وہ مرگیا اور گرفتار نے رہائی پائی
ایک دفعہ متھرا کے جنگل میں شیر کے آنے کی شورش برپا ہوئی شجاعت خاں آگے آگے
جاتا تھا وہ ڈر گیا مگر پادشاہ نے اسی جگہ جمکر شیر کو خشم آلود آنکھیں دکھائیں
تو شیر کا جوش کافور ہوا اور ڈرتا ڈرتا چلا گیا کچھ دیر بعد تیر دوز ہوا۔

ہاتھیوں کو ان ترکیبوں سے پکڑتے ہیں۔

ہاتھیوں کا پکڑنا

(۱) کھیدا۔ گرمی کے موسم میں ہاتھیوں کے پکڑنے والے سوار اور پیادہ ہاتھیوں کی
چراگاہ میں جاتے ہیں اور ڈھول و نفیری بجاتے ہیں جنکی آواز سے ہاتھی بھاگتے ہیں
اور جلد جلد دوڑتے اور اپنی گرانی پیکر سے اور فرماندگی سے توانائی انمیں باقی نہیں رہتی
ناچار کسی درخت کے سایہ میں آرام لیتے ہیں۔ کاردان رسّے جوسن کے یا چھال کے
بنے ہوئے ہوتے ہیں انکی گردن یا پاؤں میں ڈالکر اس درخت سے باندھ دیتے ہیں
خانگی ہاتھیوں کو لیجاتے ہیں اور انسے انکو ملاتے ہیں اور پھر گھر لے آتے ہیں اسطرح

ہاتھی پکڑنے والوں کو مزدوری ہاتھی کی قیمت کی چوتھائی ملتی ہے۔

(۲) چور کھیدہ۔ وحشی ہاتھیوں کی چراگاہ میں خانگی فیل کو لیجاتے ہیں اور اسکے اوپر فیلبان اسطرح بے حس و حرکت لیٹتا ہے کہ کوئی اسکا نشان نہیں معلوم ہوتا پھر ہاتھی آپس میں لڑنا شروع کرتے ہیں اور اس زد و گیر میں فیلبان ہاتھی کے پاؤں میں کمند ڈالکر پابند کرلیتا ہے۔

(۳) گاڈ۔ ایک گہرا گڑھا وہاں کھودتے ہیں جہاں ہاتھیوں کی آمد و رفت ہوتی ہے اور اسکو خس پوش کردیتے ہیں جب ہاتھی اسکے قریب آتا ہے تو گھات میں بیٹھنے والے ایسا غل مچاتے ہیں کہ وہ اپنی دوربینی بھول کر ایسا گھبراتا ہے کہ اس گڑھے میں تندی و تیزی سے جا پڑتا ہے۔ پھر اسکو بھوکا پیاسا رکھتے ہیں۔ بعد ازاں آب و دانہ دیکر آہستہ آہستہ فرمان پذیر کرلیتے ہیں۔

(۴) بار۔ جہاں ہاتھی آرام کرتے ہیں وہاں ایک لمبی چوڑی زمین کے گرد چاروں طرف خندق کھودتے ہیں۔ اور ایک راہ رکھتے ہیں اُسپر دروازہ لگا دیتے ہیں اور اس میں ریسمان اس طرح باندھکر کھلا رکھتے ہیں کہ اگر ان کو توڑدیں تو دروازہ بند ہوجائے اور پھر ہاتھیوں کی گذرگاہ میں اندر و باہر ایسی خوراک رکھتے ہیں جو ان کو پسند ہوتی ہے۔ شکم پروری اور کھانے کی حرص سے وہ اپنی ہوشیاری کو بھول جاتے ہیں اور بے دھڑک یہاں آجاتے ہیں ایک جانباز گھات میں بیٹھا ہوا رسیوں کو توڑ دیتا ہے جس سے دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ بہت سے ان میں سے جھنجھلا جھنجھلا کر دروازہ کے کھولنے کا قصد کرتے ہیں اور چنگھاڑتے ہیں۔ مگر وہ کب کھلتا ہے کاردیدہ آگ روشن کرتے ہیں اور غل مچاتے ہیں جسکے سبب سے ہاتھی اسقدر تگا پو کرتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں اور پھر ان میں لڑنے کی طاقت نہیں رہتی انکو خانگی ہاتھیوں کو لاکر باندھ لیتے ہیں۔

یہ سب طریقے قدیم سے مروج ہیں۔ مگر بادشاہ نے ایک طریقہ سب سے بہتر یہ نکالا ہے کہ ہاتھیوں کے گلے کو تین طرف سے گھیرتے ہیں چوتھی طرف سے ہتھنیوں کو لاتے اور

فیلبان تینوں طرفوں سے انکو ہرکا کے اسطرف لاتے ہیں۔ وہ بمقتضائے ہمجنسی ان ہتھینو نکے پاس آتے ہیں اور ہتھنیاں ایک قلعہ (احاطہ) میں چلی جاتی ہیں وہ انکے پیچھے ساتھ آتے ہیں اور اس طرح گرفتار ہوجاتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

چیتہ جنگل میں تین طرح سے زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک ناحیہ میں شکار کھیلتا ہے اور غذا جمع کرتا ہے اور دوسری جانب میں آرام لیتا ہے اور سوتا ہے۔ تیسری جگہ کھلاڑیاں کرتا ہے اکثر پہاڑ کے اوپر وہ ہوتا ہے۔ ایک درخت کا سایہ اسکے لئے کافی ہوتا ہے اس درخت کے تنہ سے وہ اپنے تئیں کھجلاتا ہے اور اسکے گرد سرگین کرتا ہے اسکو ہندی میں آکھ کہتے ہیں پہلے اس طرح پکڑتے تھے کہ گہرا گڑھا کھودتے تھے اسکو اودی کہتے تھے اور اس کو خس پوش کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چیتہ جب وہاں آتا تو اس گڑھے میں گر پڑتا تھا۔ بعض دفعہ اسکے ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے تھے۔ کبھی وہ جست و خیز کر کے اس سے باہر نکلجاتا تھا اسطرح ایک سے زیادہ پکڑا نہ جاتا تھا۔ پادشاہ نے یہ ترکیب ایجاد کی کہ ایک گڈھا دو تین گز گہرا کھودا جاتا تھا اور اسمیں ایک دربند ایسا لگایا جاتا کہ جب چیتہ اس میں داخل ہوتا تو جنبش سے یہ دروازہ بند ہوجاتا اور چیتے کو کوئی گزند نہیں پہنچتا۔ ایک دفعہ میں کئی چیتے گرفتار ہوجاتے۔ ایک دفعہ میں سات چیتے گرفتار ہوئے۔ چیتے جاڑے کے موسم میں مست ہوتے ہیں ایک چیتے مادہ جنگل میں پھرتی تھی چھ نر چیتے اسکے پیچھے پڑے وہ اس گڑھے میں گئی نر بھی اسکے پیچھے ایک دوسرے کے بعد داخل ہوئے۔ ساتوں گرفتار ہوگئے یوں بھی انکو پکڑتے ہیں کہ درخت کی میں پھندے کر پھیلا دیتے ہیں جب چیتہ اس درخت سے مالش و خارش کے لئے آتا ہے تو وہ اس پھندے میں پابند ہوجاتا ہے۔ پادشاہ چیتہ کو تھکا کر بھی گرفتار کرتا تھا۔

پہلے زمانہ میں چیتہ جو گرفتار ہوتا تو نہایت محنت سے دو مہینے میں اس قابل ہوتا اسکو کھول کر شکار کرائے۔ مگر پادشاہ نے ایسی روش نکالی کہ وہ اٹھارہ روز میں شکار کے قابل ہوجاتا ایک چیتہ پادشاہ کی سواری میں بے قلادہ و زنجیر ہمراہ چلتا۔

اوّل درجہ کے چیتوں کو ۵ سیر اور دوسرے درجہ کو ۴ ۱/۲ سیر تیسرے درجہ کو ۴ سیر چوتھے درجہ کو ۳ ۳/۴ سیر پانچوں کو ۳ ۱/۲ سیر چھٹے کو ۳ ۱/۴ سیر ساتویں کو ۳ سیر اور آٹھویں کو ۲ ۳/۴ سیر گوشت ملتا تھا۔ اتوار کو جانور مارا نہیں جاتا تھا اسلئے چیتے کو دو روز کی خوراک دیجاتی تھی۔ پہلے چھ مہینے میں اور اب سال بھر میں انپر ملنے کے لئے چار سیر گھی اور ۱/۲ سیر گندک دیجاتی تھی کہ جس سے وہ خارش سے بچتے تھے ہر چیتے کی فرمان پذیری اور تیمارداری کے لئے چار آدمی مقرر تھے مگر اب جو چیتے گھوڑوں پر جاتے ہیں انکے لئے تین آدمی اور جو گاڑی اور ڈولی میں جاتے ہیں اُنکے واسطے دو آدمی مقرر ہوتے ہیں اور اُنکے ہر ملازم کا ماہوار تیس روپیہ سے زیادہ اور پانچ روپیہ سے کم نہیں ہوتا اور بیلوں کی پاسبانی اُنکے ذمے ہوتی تھی۔

رونق کے لئے ان چیتوں کے واسطے زیادہ تر زربفت کی جھولیں اور مرصع زنجیریں اور مخمل کے تکیے گشکانی مخمل (گوش کان ایران میں ایک شہر ہے اسکی مخمل مشہور رہے) کی اور بڑے امیروں میں سے ایک اسکا نگہبان مقرر ہوتا ہے جو انکی آرائش اور افزائش میں کوشش کرتا ہے۔ اور دس چیتوں کو مثل یا طرف کہتے تھے انکے نام اور درجے مقرر رہتے شکار گاہ میں ہزار چیتے جمع ہوتے انکی سواری اسطرح ہوتی کہ ہاتھی کے دو طرف محفہ لٹکائے جاتے اور ہر ایک میں ایک ایک چیتہ آرام کرتا ہوا شکار کو جاتا اور اسی طرح اونٹ اور گھوڑے و خچر پر بھی محفے بنائے جاتے گھوڑے اور بیلوں کی گاڑیاں انکے لئے تیار ہوتیں ایک گھوڑے پر بھی انکی نشست تیار کی جاتی۔ ان چیتوں کا سر آمد سمند نانک تھا وہ چوڈول میں سوار ہوتا اور بڑا اسکا احترام ہوتا۔ نوکر آراستہ ہوکر اسکے گرد دوڑتے اور نقارہ اسکے آگے بجتا۔ بعض دفعہ اسکو دو سوار اسطرح لیجاتے کہ گھوڑوں کی گردن پر ڈولی کے دونوں سرے رکھے جاتے۔

چیتا ہوا کے روبرو دوڑتا اور اسکے ذریعے سے وہ شکار کی بو اور آواز سُن لیتا اور شکار پر حملہ کو تیار ہوتا اور شکاریوں کو بتلاتا کہ شکار کدھر ہے۔ اس اطلاع پر شکاری اپنا

کام تین طرح سے نکالتے - اوّل اُبرگھٹی چیتہ کو سیدھا آہو کی نظرگاہ میں چھوڑ دیتے وہ سُبک خیزی اور چابک دستی سے ہرن کو پکڑ لیتا دوم رکھنی چیتہ کو کسی کمین میں چھپاتے اور اسکو ہرن دکھا کر چھوڑ دیتے چیتا ایک کمین سے دوسرے کمین جست و خیز کرتا ہوا ہرن کو پکڑ لیتا سوم جھاری چیتے کو کسی کمین میں بٹھاتے اور ہوا کا رُخ اُسکی طرف رکھتے - اور اُسکی گاڑی کو دوسری طرف لیجاتے - ہرن ڈوکی سے سراسیمہ ہوتا ہی - اور چیتہ گھات سے نکلکر اُسکو دبوچ لیتا ہے چیتے کو عجب مکر آتے ہیں اور بڑا ہوشمند ہوتا ہی وہ اپنے ہاتھ پانوں سے خاک اُڑاتا ہی اور اسمیں چھپ جاتا ہی اور ایسا اپنی تئیں پست کرتا ہے کہ اُسمیں اور روے زمین میں کچھ تمیز نہیں معلوم ہوتی - جب نر سامنے ہو تو مادہ کا شکار نہیں کرتا اور جب بڑا جانور سامنے ہو تو چھوٹے کو نہیں مارتا - اول نر اور بزرگ جانور کو مارتا ہے پہلے زمانہ میں چیتہ تین شکار سے زیادہ شکار نہیں کرتا مگر اب بارہ شکار تک کرتا ہے بادشاہ نے چیتے سے ہرن شکار کرنے کی ایک ترکیب ایجاد کی ہی جسکو چتر منڈل کہتے ہیں جہاں ہرن بہت سے ہوتے ہیں وہاں ایک کمین گاہ بناتے ہیں اور ہرنوں کو گھیر کر اسطرف لاتے ہیں اور پھر ہر طرف سے چیتوں کو چھوڑ دیتے ہیں وہ بہت سے ہرنوں کو مار لیتے ہیں - اس جانور کے آموزگار اور خدمتگار کارپردازی کے صلے میں بخشش پاتے ہیں - ایک آہو اور چیتے میں ایسی محبت تھی کہ وہ ساتھ رہتے تھے اور تعجب یہ ہے کہ چیتہ اس ہرن کے سواے اور ہرنوں کا شکار اسی طرح کرتا تھا جیسے کہ اور چیتے کرتے تھے - پہلے زمانہ میں آخر دن میں چیتے سے شکار نہیں کھیلتے تھے اسوقت اسکی سرکشی اور صحرا گزینی کا خوف ہوتا تھا مگر اب رات کو اس سے شکار کھیلتے ہیں اور وہ فرمان پذیری کرتا ہے شکار کے وقت کے سوا اُسکو چشم بند رکھتے تھے ورنہ وہ سراسیمہ ہوتا تھا اور گرمی کرتا تھا اب وہ بے نقاب آرام سے رہتا ہے بادشاہ کے خاص چالیس چیتوں پر اراکین میں شرطیں بدی جاتی تھیں جب کا چیتہ غالب رہتا وہ شرط کا روپیہ اوروں سے لیتا ایسا ہی اگر کسیکا چیتا بیس ہرنوں سے زیادہ شکار کرتا تو اسکا دو روپیہ اپنے ہمسروں میں سے ہر یک سے پانچسو روپیہ لیتا

چیتے کے شکار کا بیان

چیتوں کا سردار سید احمد بارہ[12] شرطیں سے ایک مُہر لیتا اور اسی طرح بہت روپیہ جمع کرتا۔
جو اُمرا کالے ہرنوں کے بیس جوڑی سینگوں کی پادشاہ کی نذر کرتا وہ ایک ایک اشرفی
ہم قرینوں سے لیتا۔

حاشیہ۔ پادشاہ کو ہرنوں کے سینگوں کا بڑا شوق تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ تاریخ بدایونی
میں لکھا ہے کہ پادشاہ نے ۹۸۱ھ میں عالی عمارتیں اور رفیع و وسیع قصر اجمیر کی سڑک پر
بنوائے پادشاہ اپنے اعتقاد کے سبب سے اجمیر میں ہر سال جاتا اسواسطے آگرہ سے اجمیر تک
ہر منزل میں ایک محل تعمیر کرایا اور ہر کوس پر ایک مینارہ اور چاہ بنوایا اور کئی ہزار شاخ آہو
جو اُس نے اپنی عمر میں مارے تھے وہ ان مناروں کے سروں پر لگائے کہ عالم میں یادگار رہو اور
میل شاخ اسکی تاریخ ہوئی۔

(۳) ہرنوں کی کھالیں۔ غریبوں کو اور مال کے ساتھ دی جاتیں۔ جمعہ کو پادشاہ شکار نہیں
کھیلتا تھا اسنے شاہزادہ سلیم کی ولادت کے لئے یہ منت مانی تھی۔

پادشاہ اس چھوٹے جانور سے بھی شکار کھیلنے کا شوق بہت رکھتا ہے۔ پہلے وہ خرگوش
اور لومڑی کو پکڑتا تھا اب ہرن کو پکڑتا ہے۔ ہر روز ایک سیر گوشت کھاتا ہے اور ایک سیاہ
گوش پر ایک آدمی مقرر ہے جسکی تنخواہ سو دام ماہوار ہے۔ پادشاہ کتوں پر انکی نیکخوئی کے
سبب سے بہت توجہ کرتا ہے اور ان کو ہمیشہ ہر ملک سے منگاتا رہتا ہے کابلستان میں خاص
کر ہزارہ (شمال راولپنڈی) میں عمدہ کتے ہوتے ہیں ان کو زیور سے آراستہ کرتے ہیں
اور ان کے نام رکھتے ہیں کتا بہت طرح کے جانور شکار کرتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ وہ شیر سے
لڑتا ہے اور کئی کتے ملکر شیر کو خاک و خون میں آلودہ کرتے ہیں۔

یہ وحشی جانور مانوس ہو جاتا ہے اسکے دونو سینگوں پر ایک جال لگا کے وحشی ہرنوں
کے سامنے اسے چھوڑتے ہیں وہ اس سے لڑتے ہیں اس زود خورد میں وحشی ہرن کا
پاؤں یا سینگ یا کان جال میں پھنس جاتا ہے۔ گھات میں لگے ہوئے آدمی آن کر

اس کو پکڑ لیتے ہیں اور اپنے اُستادی سے اُسے رام کر لیتے ہیں اگر یہ جال ٹوٹ جاتا ہے یا اہلی جانوروں میں لڑنے کی قوت نہیں رہتی تو وہ اپنے محافظ پاس آ تا ہے۔ جال بدل کر دوسرا جال لگایا جاتا ہے یا دوسرا ہرن لڑنے کے لئے بھیجدیا جاتا ہے۔ سلطان خلجی نے یہ ترکیب شکار کی نکالی تھی مگر پادشاہ نے اوس کو اور زیادہ رونق دیدی تعجب یہ ہے کہ بار ہا دشتی ہرن صبح سے شام تک لڑا اور چار تنومند ہرنوں کو اُس نے شکست دیدی پانچویں دفعہ پکڑا گیا سُنتے ہیں کہ رات کو شکار ہوتا ہے۔ اگر خانگی ہرن کا جال ٹوٹ جاتا ہے یا صحرا سے بھاگ جاتا ہے تو اپنے تیماردار پاس چلا آتا ہے۔ کبھی بلانے پر لڑائی کو چھوڑ کر چلا آتا ہے اور پھر کہنے سے لڑنے کے چلا جاتا ہے اور لڑنے لگتا ہے پہلے زمانہ میں آخر روز میں ہرن کو نہیں چھوڑتے تھے چھوڑتے تھے تو اُسکے پانوں میں ایک گیند باندہ دیتے تھے کہ وہ جنگل میں نہ بھاگ جائے۔

ہرن کی وفاداری کی اور نادر کاموں کی داستانیں بہت سی ہیں ایک دفعہ ایک ہرن نے صوبہ الہاباس سے صحرائی راہ لی اور کئی دریاؤں اور آبادیوں کو طے کر کے وہ اپنی جنم بھوم پنجاب میں آیا اور اپنے تیماردار کے پاس پہنچا جس پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا پہلے زمانہ میں ایک دو آدمیوں کے سوا شکار کو نہ جاتے اور ہرنوں کی رمیدگی کے خوف سے لباس بدل لیتے اور جھاڑیوں درختوں کی آڑ میں بیٹھتے اور سوائے دشتی آہو کے جس کو پکڑ کر شکار سکھاتے کسی اور جانور سے کام نہ لیتے مگر پادشاہ نے ایسا آئین نکالا کہ اُس سے سو آدمی اس شکار سے ایک وقت میں خوش ہو سکتے جس جنگل میں ہرن بہت ہوتے ہیں وہاں چالیس گایوں کو آہستہ آہستہ چلاتے ہیں اور ان کی آڑ میں آدمی بہت جاتے ہیں اور جب ہرن آتے ہیں تو ان کو شکار کر کے خوشیاں مناتے ہیں۔ اب ہرنوں کو پالتے ہیں اور وہ بچے دیتے ہیں اور ان خانہ زاد ہرنوں سے شکار کھیلتے ہیں۔ آہو کے تیماردار خم ہو کر اپنے اوپر ہرنوں کو لدواتے ہیں صحرائی ہرن اس کو نر مادہ کا تماشا جان کر لڑتے آتے ہیں پادشاہ نے اس طریقہ کو پسند کیا اور آدمی کی جگہ ہرنی کو

نر ہرنوں کے لڑنے کے لئے کام میں لایا۔

تعجب ہے کہ ایک دفعہ ہرن نے اپنے جال میں چیتے کو پابند کیا جو پادشاہ کے ملاحظہ کے لئے گجرات سے آیا۔

گھنٹا ہیرہ۔ سپر کو یا ٹوکری کو الٹا کرکے ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور اس کی آڑ میں چراغ روشن کرتے ہیں اور پھر گھنٹے بجاتے ہیں۔ اور جانوروں کے انتظار میں کماندار بیٹھتے ہیں اس روشنی میں اور آواز کے سبب سے جانور جمع ہوتے ہیں جن کو کماندار گھات میں بیٹھے ہوئے تیرانداز کرتے ہیں۔ کبھی ہرن ساز کی آواز سے بیہوش ہو جاتے ہیں اور پکڑے جاتے ہیں۔ بعض اوقات شکاری منتر گاتے ہیں اس کے گرد جانور جمع ہو جاتے ہیں سنگین دل ان کو اٹھا کر مار لیتے ہیں۔ پادشاہ اِن دونوں طریقوں کو ناپسند کرتا ہے اور ان کو منع کر دیا ہے۔

تھانگی دشتی ہرنی کے روبرو ایک حیلہ پرداز ننگے سر ہو کر ناہنجار حرکتیں کرتا ہے۔ وحشی ہرن ان کو دیوانہ سمجھ کر اس پاس آکے متحیر ہوتے ہیں اور یوں اپنے آپ شکار ہو کر اپنی جان کھوتے ہیں۔

نوکارہ۔ چند کماندار ہوا کی طرف منہ کرکے دور دور بیٹھتے ہیں۔ کچھ ہرنوں کو آدمی ہکا کر اس طرف لیجاتے ہیں۔ ہکانے والا چادر کو ہوا میں اڑاتا جاتا ہے۔ وحشی ہرن اس سے بھاگ کر کمانداروں کی طرف طبیعت کی خواہش سے دوڑ آتے اور شکار ہو کر جان حوالہ کرتے ہیں۔

ڈداون۔ یہ طریقہ بھی پہلی طرح کا ہے۔ ایک کماندار سپر پوش پہلی طرح سے کھڑے ہوتے ہیں اور ہرنوں کو ہکوا کر اپنے پاس لاتے ہیں اور شکار کرکے خوش ہوتے ہیں

اجارہ۔ کماندار اپنے تئیں سر سے پاؤں تک اور اپنے تیر و کمان کو سبز شاخوں اور پتّوں میں چھپاتے ہیں اور درندوں کی گذرگاہوں میں بہادرانہ کھڑے ہوتے ہیں اور صید افگنی کرکے مسرور ہوتے ہیں اور نیز ہرن کی کھال کی رسن بٹتے ہیں اور جہاں ہرن سوتے ہیں ان کے گرد اس رسن کو درخت پر یا چوب پر لگاتے ہیں اور

ہوا کی طرف چند دام لگا دیتے اور شکاری کنارہ سے نمودار ہوتے ہیں جانور ڈر کر ناچار اس گذر گاہ پر دوڑتے ہیں اور گرفتار ہوتے ہیں کبھی شکاری درخت کی آڑ میں اپنی آواز کو ہرن کی آواز بنا کر نکالتا ہے ہرن اس کی برابر آتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے کبھی مادہ آہو جنگل میں یا سکھائے ہوئے ہرن کو چراگاہ میں چھوڑتے ہیں۔ صحرائی ہرن ہمجنسی کے سبب سے پیوستہ ہوتا ہے اور پائے بند ہو جاتا ہے۔ ٹھگی۔ ایک کماندار خانۂ زین میں برہنہ سر بیہوشوں کی طرح چلتا ہے اور پان کی پیک سے اپنی پوشش کو آلودہ کر کے زخمیوں کی مانند بیتابی کرتا ہے۔ صحرائی شکاری جانور اور اور جانور اس کے گرد جمع ہوتے ہیں اور اس کے مرنے کے منتظر ہوتے ہیں اس حرص میں وہ خود شکار ہو جاتے ہیں۔

شکار گاؤمیش (بھینسا)

بھینسوں کی آرام گاہ یعنی سونے کی جگہ میں ایک ریسمان زمین کے اندر دباتے ہیں اور اس کے سرے کو حلقہ کی شکل کا بنا کے باہر رکھتے ہیں اور ایک لمبی رسّی اُس سے باندھتے ہیں اور اس سے مادہ گاؤمیش کہ مستی پر آئی ہوئی ہوتی ہے باندھتے ہیں اور ایک آدمی تیز دست بہادر گھات میں بیٹھتا ہے وحشی بھینسا آتا ہے تو نر مادگی کے شغل میں لگتا ہے وہ دلیر مرد فرصت جو اس کو پائے بند کرتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس جوان مرد کو ایسی لغزش ہو جاتی ہے کہ اس کی جان جاتی ہے۔ ایک اور ترکیب یہ ہے کہ ان تالابوں کے قریب جاتے ہیں جہاں بہت سی بھینسیں آتی رہتی ہیں۔ اس کے قریب دام بچھاتے ہیں اور بھینسے پر بیٹھ کر تالاب کے اندر جاتے ہیں اور رسّیاں ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ بعض بھینسوں کی جان سنان سے لیتے ہیں۔ بعض کو دام میں پھنساتے ہیں چراگاہ دشتی میں بھی اس روش سے شکار کر کے خوش ہوتے ہیں۔

شکار پرندہ

پادشاہ بلند پرواز نادر کار پرندوں سے بھی طرح طرح سے شکار کھیلتا ہے باز۔ شاہیں۔ شنقار۔ شاہباز۔ برکت کو اُڑا کر عجیب عجیب کام انسے لیتا ہے لیکن باشہ کو زیادہ تر دوست رکھتا ہے اور ان کے نام پسندیدہ رکھتا ہے۔ اوسط اپھار میں

پادشاہ ان پرندوں کو دیکھ کر گریز بٹھاتا ہے اور شہروں میں بھیجدیتا ہے۔ جب
گریز کا موسم ختم ہوتا ہے تو پادشاہ ان کو دیکھنا شروع کرتا ہے۔ اول خاص باز ترتیب سے
ملاحظہ میں آتے ہیں۔ جرہ کی پیسی و بیشی اس کی شکار کی فزولی پر موقوف ہوتی ہے اس کے
بعد باشہ و شاہین۔ کھیلہ۔ چیک باشہ بکیڑی بچہ و شکرہ۔ اس کی چیک۔ ترمتی۔ ریکی۔ بیسرہ
دہوتی۔ چرغ۔ چرغیلہ۔ لگڑ۔ جھگڑ۔ یہ نام پادشاہ نے چیک لکڑ کا رکھا ہے) مول چین کو بھی
پادشاہ دیکھتا ہے۔ وہ زرد رنگ کا چڑیا کی برابر ہوتا ہے اور شاہین کی مانند کلنگ کو نیچے
گرا دیتا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ پرواز میں کلنگ کے پر کتر دیتا ہے دوسرا گروہ کہتا ہے اسکی
آنکھوں کو زخمی کر دیتا ہے۔ مگر ان دونو باتوں میں سے ایک بات بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔
کشمیر سے اودہ پیر بھی پادشاہ پاس آیا ہے۔ وہ ایک سبز فام مرغ ہے طوطی سے چھوٹا۔ چونچ
اُس کی لال۔ سیدہی درالمی اور دُم زیادہ کشیدہ وہ ہوا میں چھوٹے چھوٹے جانوروں کو شکار
کرکے ہاتھ پر آن بیٹھتا ہے۔

مرغابی کے شکار میں بڑے تماشے دیکھے جاتے ہیں ان کے پکڑنے کا ایک عجیب طریقہ ہے
کہ ایک کالبد (پرندکی شکل) بناتے ہیں اس پر مرغابی کا پوست چڑھاتے ہیں جس میں پر و منقار
و دُم لگی ہوئی ہوتی ہے اور اس میں دو سوراخ رکھتے ہیں جس میں شکاری دیکھتا ہے وہ
اندر سے خالی ہوتا ہے اس میں شکاری سر رکھتا ہے اور پانی میں گلے تک غرق ہوتا ہے
اور وہ مرغابیوں کے پاس ہوشیاری سے جاتا ہے اور ایک ایک کو پکڑتا جاتا ہے عجب
نشاط افزا تماشا ہوتا ہے۔ بہت سے پرندا پنی زیرکی سے اُسے پہچان جاتے ہیں اور
اُڑ جاتے ہیں۔ کشمیر میں باز ایسا دست آموز ہوتا ہے کہ پانی پر سے جانوروں کو پکڑ کر
کشتی میں لاتا ہے اور کئی جانوروں کو پانی کے اندر پکڑ کر ان کے اوپر جب تک بیٹھتا ہے
کہ آدمی کشتی سے اُس پاس آتا ہے۔ ایک اور ترکیب شکار کی یہ ہے کہ بھینسیں پانی کے
اندر جاتی ہیں اور ان کی آڑ میں شکاری اپنے تئیں چھپاتا ہے اور مرغابیوں کو پکڑتا ہے

مرغابی

دراج کا شکار

دراج کے شکار کے بہت سے طریقے ہیں بعض انکے بچوں کو پکڑ کر ایسا ہلا لیتے ہیں کہ اُنکی آواز پر وہ ان پاس آتا ہے وہ اپنے ہمسروں سے لڑتا ہے۔ ایک پنجرے میں اُسے بند کرتے ہیں اور انکے گرد بالوں کا جال بچھاتے ہیں۔ وہ صیاد کے اشارہ پر بولتا ہے۔ صحرائی دراج اسکی دوستی کے سبب سے یا لڑائی کے لئے اس پاس آتے ہیں جال میں پھنس جاتے ہیں۔

پودنہ کا شکار

رات کے وقت مٹی کی ہنڈیا تنگ مُنھ کی رکھتے ہیں اور اُس میں سے توکی آواز نکالتے ہیں پودنے اس آواز سے ڈر کے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں دوسرا آدمی کچھ خس کو روشن کرکے گردش دیتا ہے جس سے انکی آنکھوں میں چکا چوند آتی ہے کہ وہ گرتے ہیں اور آدمی پکڑ کر انکو پنجرے میں بند کرتا ہے اور ایک بڑا جال بھی وہاں کشاں کشاں لیجاتے ہیں جسمیں وہ اُڑتے ہوئے گرفتار ہو جاتے ہیں۔

لگر

لگر چرغ کی مانند ہوتا ہے۔ بچہ اُس کا جرہ کی برابر ہوتا ہے۔ ایک ہلا ہوا لگر لیتے ہیں اور اس کے گرد جال لگاتے ہیں اور اس کے پنجوں میں پرندوں کے پر لگا دیتے ہیں اور پھر اس کو اُڑاتے ہیں شکاری جانور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے پنجے میں صید ہے اس کو چھین کر لے جانے کے ارادہ سے آتے ہیں اور گرفتار ہو کر لڑتے ہوئے زمین پر گر پڑتے ہیں۔

غوغائی

سنتے کا اڈا بنا کے اس پر غوغائی اور چغد کو بٹھاتے ہیں اور بالوں کے حلقے لٹکا دیتے ہیں الّو بیتاب ہوتا ہے۔ غوغائی لڑنے کے ارادہ سے غوغا کرتا ہے ان کے ہمسر انکی مدد کو کھڑے ہوتے ہیں اور قید میں پھنستے ہیں۔

غوک وملخ

پادشاہ غوک کو چڑیا کا شکار کرنا سکھاتا ہے اور اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے پادشاہ مکڑیوں کے شکار پر دل لگاتا ہے۔ اور مکڑیوں کی چارہ سگالی اور جست وخیز وگرفت وگیر ملاحظہ کرکے نہایت خوش ہوتا ہے۔

(۲۹) آئین نشاط بازی۔

ہمیشہ سے پادشاہ چوگان بازی دن کو کرتے رہے ہیں مگر اس پادشاہ نے یہ ایجاد کیا کہ گیندیں پلاس کی لکڑی کی بنائیں جو ہلکی ہوتی ہیں اور اس کے

..... اندر آگ دیر تک قائم رہتی ہے بس انکی روشنی کرکے رات کو چوگان بازی ہوتی ہے۔

کبوتر بازی

پادشاہ کو لڑکپن میں کبوتر بازی کا بڑا شوق تھا مگر جب بڑا ہوا تو کبوتر اڑنے چھوڑ دیے ۔ ایران توران کے پادشاہ ان کے پاس اپنے ملک کے تحفہ کبوتر ہدیۃً بھیجتے تھے اور سوداگر چاروں طرف سے بہت عمدہ لاتے تھے ۔ سفر میں یہ کبوتر ساتھ جاتے تھے ۔ اور خیمے اکھڑ کر کہیں جاتے تھے تو یہ کبوتر اڑتے ہوئے اسکے ساتھ جاتے تھے ۔ کبوتر بیس ہزار سے زیادہ تھے ان میں پانسو خاصہ شمار ہوتے تھے۔

چوپڑ چندل منڈل

چوپڑ کا کھیل بڑا پرانا ہے ۔ اس میں سولہ گوٹیں اور تین پاسے شش پہلو ہوتے ہیں ۔ دو آدمی اسے کھیلتے ہیں ۔ مگر پادشاہ نے چندل منڈل ایجاد کیا جس میں سولہ آدمی کھیل سکتے تھے چار پاسے ہوتے تھے جن کے طولانی رُخ پر ایک دو خال اور اس کے مقابل رخوں پر دس اور بارہ خال ہوتے تھے ۔ بساط میں سولہ متوازی الاضلاع ایک مرکز پر مدور صورت میں ان کی ترتیب ہوتی تھی اور ہر متوازی الاضلاع میں چوبیس خانے ہوتے تھے ۔ ۶۴ گوٹیں ہوتی تھیں جن میں سے ہر ایک آدمی چار گوٹیں لیتا تھا۔

گنجفہ ایک مشہور کھیل ہے پادشاہ نے اس کے پتّوں میں کچھ تغیر کیا ہے متقدمین نے اسکی بنیاد بارہ پر رکھی ہے اور اس کا کچھ خیال نہیں کیا کہ اس کے لیئے بارہ امیر بارہ صنف کے چاہیئیں ۔ پادشاہ اس طرح کے گنجفہ سے کھیلتا ہے اول اشوپتی کے خدیو اسپان ۔ پہلے ورق پر یہ نقش ہے کہ ایک پادشاہ گھوڑے پر سوار ہے وہ دہلی کے پادشاہ سے مشابہت رکھتا ہے کہ اس کے سر پر تاج اور اس کے ساتھ علم اور سامان شاہی ہے ۔ دوسرے ورق پر وزیر کی تصویر ہے جو گھوڑے پر سوار ہے باقی دس ورقوں پر گھوڑے کی تصویر ہے (اور یکہ سے دہلی تک ایک ایک زیادہ ہوتی جاتی ہے) دوم گج پت یعنی ایسا فرماں روا جس کی دولت کا مدار ہاتھیوں پر ہو جیسا ایک اڑلیسہ کا فرماں روا ۔ اس میں ہاتھی کی تصویریں گھوڑوں کی تصویر کی جگہ بناتے ہیں ۔ سوم نرپت یعنی آدمیوں میں بزرگ جس کے ملک کے مدار پیادوں پر ہو جیسے کہ فرمانروائے بیجاپور دہلی میں تصویریں

اس طرح بناتے ہیں کہ پادشاہ تخت پر شکوہ سلطنت کے ساتھ بیٹھا ہے اور صندلی پر وزیر بیٹھا ہے۔ باقی دس ورقوں پر پیادوں کی تصویر ایک سے دس تک ہیں۔ چہارم گدھ پت۔ کلاں قلعہ ایک ورق پر ایک شخص تخت پر قلعہ کے اوپر بیٹھا ہے اور وزیر قلعہ کے اوپر صندلی پر بیٹھا ہے باقی دس پتوں پر قلعہ کی تصویریں ایک سے دس تک ہوتی ہیں۔ پنجم دھن پت قدیو خزاین۔ پہلے ورق پر ایک آدمی کی تصویر بناتے ہیں کہ وہ تخت پر بیٹھا ہے اور چاندی سونے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور وزیر کی تصویر اس طرح بناتے ہیں کہ وہ صندلی پر بیٹھا ہوا خزانہ کا محاسبہ لے رہا ہے۔ اور اوراق میں طلا ونقرہ کے تھیلیوں کے نقش ایک سے دس تک ہوتے ہیں۔ ششم دلپت بزرگ نیرو۔ اول ورق پر ایک قربان دہ مسلح تخت پر بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے گرد آہنیں پوش کھڑے ہوئے ہیں۔ دوسرے ورق پر وزیر جبہ پوش صندلی پر بیٹھا ہوا۔ اور باقی ورقوں کے سطحوں پر مسلح آدمی ایک سے دس تک ہشتم تی پت۔ ایک فرمانروا عورت تخت پر بیٹھی ہوئی اور گرد اس کے لونڈیاں۔ عورت وزیر صندلی پر بیٹھی ہوئی اور دس اوراق پر ایک سے دس تک عورتیں۔ نہم سرپت۔ دیوتاؤں کا پادشاہ جس کو اندر کہتے ہیں اس کی تصویر تخت پر بناتے ہیں۔ وزیر صندلی پر اور دس پتوں پر ایک سے دس تک طرح طرح کی تصویر دیوتاؤں کی بناتے ہیں۔ دہم اسرپت۔ کلاں دیوتا۔ سلیمانؑ داؤدؑ کی تصویر تخت پر اور وزیر کی صندلی پر بناتے ہیں اور باقی اور پتوں پر دیوؤں کی تصویر بناتے ہیں۔ یازدہم بن پت۔ دشتی جانوروں کا بزرگ شیر کو چند جانوروں کے ساتھ نمودار کرتے ہیں اور وزیر کو پلنگ کی تصویر پر سوار کرتے ہیں اور باقی دس ورقوں میں جانوروں کی تصویریں ایک سے دس تک بناتے ہیں۔ دوازدہم آہ پت یعنی سردار باران مار کو اژدہا پر سوار کرتے ہیں اور وزیر کو مار پر سوار کرتے ہیں اور باقی دس پتوں میں ایک سے دس تک سانپ بناتے ہیں اول چھ کو بیش بر اور آخر کو ششش کو کم بر کہتے ہیں۔

پادشاہ نے مشہور گنجفہ میں جس سے سب کھیلتے ہیں شائستہ تصرف کئے ہیں پادشاہ زر سرخ کو ایسا بناتے ہیں کہ وہ زر بخش رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا خزانہ کو دیکھ رہا ہے اور باقی دس تو

پر عملہ کے آدمیوں کی تصویریں ہیں - زرگر - گداز گر مطلس ساز - (ٹکڑے کرنیوالا) وراق - ٹیکچی - مہر بخش کرنیوالا - ٹیکچی دھن - ٹیکچی من - خرندہ - فروشندہ - قرض گر پادشاہ برات کی تصویر ایسی بناتے ہیں کہ فرامین واسناد اور اوراق دفتر اس کے سامنے پھیلے ہوئے ہوتے ہیں - وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا دفتر آگے لئے ہوئے اور باقی اوراق میں کار گذار - کاغذگیر - مہرہ کش - مطرکش - نویسندہ دفتر - مصوّر - نقاش - جدول کش - فرمان نویس - مجلد - رنگریز - پادشاہ قماش کی تصویر شکوہ کے ساتھ بناتے ہیں کہ وہ قماش کو دیکھ رہا ہے جیسے کہ گاؤ قسطاس - ابریشم - ابریشمی - اس کے پاس وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا اپنی چیزوں کو دیکھ رہا ہے اور اوراق پر بارکش جانوروں کی تصویریں چنگ کے پادشاہ کو تخت پر بٹھاتے ہیں کہ وہ گا نا سُن رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا اہل نغمہ کا حال دریافت کر رہا ہے اور باقی اوراق پر غنیا گروں کی تصویریں زرسفید کی پادشاہ کی تصویر ایسی کھینچی ہیں کہ وہ چاندی نقد بانٹ رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہے اور اوراق پر مثل زر سُرخ کے اہل عملہ کی تصویریں بناتے ہیں - شمشیر کے پادشاہ کی تصویر ایسی بناتے ہیں کہ وہ تلوار کو دیکھ رہا ہے اور وزیر صندلی پر بیٹھا ہوا سلاح خانہ دیکھتا ہے اور اُس کے اوراق پر آہن گر صیقل گر وغیرہ بناتے ہیں - تاج کے پادشاہ کو تاج بخش بناتے ہیں اور وزیر کو صندلی پر بٹھاتے ہیں کہ وہ تاج کا سامان کرے ورقوں کے صفحوں پر ان کے عملہ کی تصویر بناتے ہیں - درزی اتوکش وغیرہ - غلام کے پادشاہ کو ہاتھی پر سوار کرتے ہیں اور اس کے وزیر کو عرابہ پر - اوراق پر غلام بناتے ہیں بعض ان میں کھڑے ہوتے ہیں - بعض مست بعض ہوشیار - پادشاہ کی غرض ان کھیلوں سے یہ ہے کہ انجمن یکجہتی فراہم ہو اور آدمیوں کا امتحان ہو -

دفترِ سوم ملک آبادی

(۱) آئینِ تاریخِ الٰہی

مدت سے پادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ہندوستان میں تاریخ ماہ و سال تازہ مقرر کرے جس کے سبب سے دشوار آسان ہو تاریخ ہجری سے بادشاہ کو سرگرانی اس سبب سے ہوتی تھی کہ وہ اس کی ناکامی پر مطلع ہوگیا تھا۔ لیکن کوتاہ بین کارشناسوں کا انبوہ تھا جو اس تاریخ کے رواج کو بھی فرائض مذہبی میں شمار کرتے تھے۔ پادشاہ کی طبیعت بھی مدارا پسند تھی اس خاطر سے وہ اس ارادہ کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ ہرچند انصاف منشوں پر ظاہر ہے کہ اس معاملہ دانی کے بازار کو دینگے گوہر شب تاب سے کیا نسبت ہے اور اس صورت کی سلسلہ پیوندی کو حقیقت سے کیا رشتہ ہے لیکن جہان تو جہالت سے پر ہے ۹۹۲ھ ہجری میں پادشاہ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ امیر فتح اللہ شیرازی نے پادشاہ سے تاریخ کا آغاز کیا۔ سال و ماہ شمسی کو حقیقی سمجھا سال کبیسہ کو دور کیا۔ مہینوں اور دنوں کے فارسی نام قائم رکھے۔ مہینے کے دن ۲۹ سے ۳۲ تک ہوتے ہیں آخر دو روز دن کا نام اُس نے روز شب رکھا۔

(۲) آئینِ سپہ سالار

سپہ سالار پادشاہ جانشین ہوتا ہے۔ رعیت و صوبہ کی سپاہ اس کی فرمان پذیر ہوتی ہے۔ رعیت کی آبادی اس کی دادگری سی ہوتی۔ پس ہر کار میں وہ خدا کی رضامندی کا طالب ہو عبادت زیادہ کرے۔ کبھی آدمیوں کی خیر اندیشی کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ زمانہ کی جلد کاری میں نہ سو جائے۔ یاوہ گوئی اور تلخ روئی نہ کرے۔ آگہی و قدر دانی کو اپنی خو کرے خاص کر اپنے نزدیک کے نوکروں کی اور دور کے خدمت گذاروں کی قدر کرے جو کام ملازم کریں وہ فرزندوں کو نہ دے اگر وہ نہ لے تو چند برگزیدوں کے ساتھ ہمزبان ہو اور گذارش کرے۔

قطعہ

گاہ باشد زپیرِ دانشمند   برنیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکِ ناداں   بہ غلط بر ہدف زند تیرے

انجمن راز میں بہت آدمیوں کو نہ داخل کرے۔ دلیر دانا دلسوز کم آز نایاب ہوتا ہے۔ مبادا کوئی اخلل پیدا کرکے بالست وقت کو ہاتھ سے جانے دے۔ سرداری کو پاسبانی جانکر دوربینی کام میں لائے ومزاج شناسی کو دستاویز دولت بنائے۔ شائستہ زندگی بسر کرے۔ لطف وقہر کو خرد کی فرمان پذیری میں رکھے سرکشوں کو کارشناسی واندرزگوئی سے فرمان پذیر کرے ورنہ تلخ گوئی وبیم افزائی وبند وزول وعضو کاٹنے کی سزا دے مگر جان لینے میں بہت کچھ سوچ بچار کرے۔ زبان کو گالی دینے سے خراب نہ کرے کہ وہ طریقہ بازارنشین ہرزہ درایوں کا ہے گفتار میں قسم نہ کھائے قسم کھانا اپنے تئیں دروغ گوئی کے ساتھ اور مخاطب کو بدگمانی کے ساتھ تہمت آلود کرنا ہے۔ دادپرسی میں گواہ وسوگند پر کفایت نہ کرے۔ طرح طرح کی پرسش کرے اور سوادپیشانی کی دید اور دوربینش کرے اور اوروں پر کام چھوڑ کر خود فارغ نہ ہو بیٹھے۔

دادخواہوں کو رنج انتظار نہ دے گناہ سے چشم پوشی کرے اور یورش پذیری کرے ایسی زندگانی بسر کرے کہ مردمی وشکوہ کو گزند نہ پہنچے۔ کسی کے مذہب کا متعرض نہ ہو خردمند کار دنیا میں کہ پائدار نہیں ہوتا۔ اپنا نقصان نہیں قبول کرتا تو دین جو پائندہ ہے اس میں نادانستہ کیسے زیان قبول کریگا اگر وہ حق پر ہے تو اس کے ساتھ شورش ناپسندیدہ ہے ورنہ وہ بیمار نادانی ہے مہربانی کے لائق ہے۔ ملک کے ہر حصّے کو راستی منش جدکاروں کے سپرد کرے اور پُردل آدمیوں کی دیدبانی سے راہوں کو امین کرے ہر وقت خبر لیتا رہے ہمیشہ نیک اندیش دوربین راست گو کم آز کو جاسوسی کے لئے مقرر کرے اگر کوئی ایسا نیک مرد نہ ہاتھ آئے تو ہر کار میں چند آدمی جو باہم آشنا نہ ہوں متعین کرے اور ہر ایک کی گذارش کو لکھ کر راستی کا امتحان کرے ہمیشہ خرچ کو دخل سے کم رکھے اور اندوختہ کو مستمندوں کو دے خاص کران لوگوں کو جو سوال نہیں کرتے۔ سامان سپاہ ویراق سے ایک لحظہ غافل نہ ہو۔ سواری کو نہ چھوڑے تیر و بندوق میں مشغول رہے اور آدمیوں کو ان کی ورزش کراتا رہے آدمیوں کے مقرب بنانے میں اور ان کے اعتبار بڑھانے میں دیدہ دری اور آہستگی کو ہمدستی کرے بہت سے خراب دروں، ناپارسا گوہر اخلاص کی گفتگو

درمیان لاتے ہیں۔ اور اپنا نرخ بالا کرتے ہیں افزونی زراعت اور آبادی زمین میں ہمت صرف کرے اور راست پیمانی کے ساتھ دلوں کا شکار کرے۔ کسانوں کی مدد کو خدا کی بڑی عبادت سمجھ گذار انصاف گر اسئے مقرر کرے۔ ہر وقت ان کے کارکردسے مطلع رہے۔ حوض و چاہ و کاریز و باغ و سرا اور منازل خیر کے بنانے میں اپنی سعادت جانے۔ باستانی آثار کی تعمیر میں ہمت کرے خلوت گزیں پراگندہ دل نہ ہو کہ وہ صحرانشیں وارستوں کا آئین ہے۔ نیز عام آدمیوں میں اور ہنگاموں میں بیٹھنے کی بھی عادت نہ کرے۔ یہ طریقہ نابینا صورت پرستوں کا ہے

تو باہمہ منشیں و مبراز ہمگان تیز در راہِ خرد رو نہ مگس باش نہ عنقا

خدا پرستوں کی عزت کرے خدا جو گوشہ نشینوں و برہنہ پا ژولیدہ مویوں سے دریوزہ گر ہو۔ دنیا لیش آفتاب و چراغ کو خورشید معنوی و آتش پرستی نہ جانے۔ بیداری کا خوگر ہو۔ خواب و خور کو اندازہ سے نہ گذرنے دے آدھی رات کو اور دوپہر کو نیازمندی کرے۔ جب ان سب کاموں سے فارغ ہو تو فرہنگ ناموں کا مطالعہ کرے اور ان پر کاربند ہو اگر اس سے دل کو آرام نہ ہو تو مولانا روم کی مثنوی پڑھے اور اس کے ظاہری معنی سے اصلی مقصد پر توجہ کرے۔ وہ افسانوں کو نہ پڑھے۔ نیک سگال شناسا سے دوستی کرکے اسکو اجازت دے کہ وہ اسکے روزنامچہ حال کے مطالعہ میں ژرف نگہی کام میں لائے اور جو بات اس کی کار آگہی کے نزدیک بری معلوم ہو اس کو خلوت میں گذارش کرے۔ اگر اسکی شناخت میں لغزش ہو تو اسکے آزار کے درپے نہ ہو اس لئے مدت سے آدمی راستی تلخ نما کی گذارش سے باز رہتے ہیں خصوصاً خشمنا کی حالت میں کہ جس وقت عقل سوتی ہے اور طبیعت جوش پر ہوتی ہے۔ بیشتر ہمنشین عیب بین و عیب آرا ہوتے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کا دل جلتا ہے تو وہ خوف کے مارے دم نہیں مارتا ہے اور ایسے آدمی کمیاب ہیں کہ اوروں کے فائدہ کو اپنے نقصان میں اختیار کریں بدگویوں کی گذارش سے غصہ نہ ہو۔ اور خوب دوربینی کرے اس لئے کہ سخن ساز بدگو سر رشتہ کاری کے آئین کے ساتھ داستان فروشی کرتے ہیں اور اپنے تئیں بے غرض بتلا کر جان آزاری میں

کوشش کرتے ہیں کین توزی نہ کرے آزار و عدارا اختیار کرے۔ قدیمی خاندانوں کو برباد نہ کرے گوشنگان شائستہ کو سفارش گذار اور اُن کے پس ماندگان ناہنجار کو جانے دید بانی نہ کرے کہ پادشاہ کے ارادت گزیں ملاقات کے وقت چھوٹے کو اللہ اکبر کہتے ہیں اور بڑے کو جل جلالہ۔ ایک برس سے کم عمر گوسفند و بز کو نہ کھائے اور اپنے روز ولادت سے ایک ماہ تک گوشت نہ کھائے اپنے حلال کئے ہوئے جانور کو نہ کھائے۔ زناشوئی کی عشرت میں کم مشغول ہو۔ حاملہ عورت سے ہم صحبت نہ ہو۔ آش کہ لوگ مرنیکے بعد تقسیم کرتے ہیں ہر سال روز ولادت کو پکا کر بھوکوں کو کھلائے۔

بیت

برگ عیشی بگور خویش فرست — پس نیارد و زپس تو پیش فرست

جب آفتاب ایک برج سے دوسرے برج میں جائے۔ سپاس گذارش کرے بیخبروں کے خبر کرنے کے لئے توپ و بندوق چھوڑے۔ آفتاب کے نکلنے کے وقت اور آدھی رات کو کہ آفتاب کے بلند ہونے کا وقت ہے نقارہ بجوائے۔

(۲) آئین فوجدار

جیسے ایک صوبہ میں سپہ سالار مقرر ہوتا ہے ایسے چند پرگنوں کی دید بانی کیلئے ایک دلاور دادگر کم آز۔ اندازہ شناس درست پیمان متعین ہوتا ہے اس کا نام فوجدار ہوتا ہے وہ فرمان پذیری اور یاوری میں اول ہوتا ہے جب کسان یا عمل گذار خالصہ یا جاگیردار سرکشی کرتا ہے تو وہ اسکو دلاویز گفتار سے فرمان پذیر بنادے۔ ورنہ اعیان سلطنت کی اجازت لیکر اسکی نالش کرتا ہے گروہ سرتابی کے قریب اپنا بنگالہ بناتا ہے اور گاہ بیگاہ ان کے آدمیوں اور مال کو وہ گزند پہنچاتا ہے۔ دفعۃً وہ یہ کام نہیں کرتا۔ جب تک پیادوں سے کام نکلتا ہے سواروں کو حکم نہیں دیتا قلعہ پر تیز دستی نہیں کرتا۔ ایسی جگہ پر کہ جہاں تیر و توپ و تفنگ نہ پہنچ سکیں بیٹھا ہے اور آمد و شد کی راہ رکھتا ہے شب خون سے غافل نہیں ہوتا اور اور پناہ کے اندیشہ میں رہتا ہے اور یزک (قراول) بھیجنے سے فارغ نہیں ہوتا۔ جب وہ سرکشوں کے بنگالہ پر تاخت کرتا ہے تو غنیمت کے حصے مناسب طور سے کرتا ہے

اس کا پانچواں حصہ خالصہ میں داخل کرتا ہے اگر دیہیں باقی ہوتی ہی تو اد ل وہ باقیداروں کا شمار کرتا ہی ہمیشہ سپاہی کے اسپ یراق کا سراغ لگاتا رہتا ہی۔ اکثر کسی سپاہی پاس گھوڑا نہیں ہوتا تو وہ ہمراہیوں سے لیکر اس کے گھوڑے سرانجام کرتا ہی اور اگر لڑائی میں گھوڑا مارا جاتا ہی تو سرکار والا سے اسکا سامان کراتا ہی سپاہ کی حاضر و غائب کی کتاب کی نقل پادشاہ کی درگاہ میں بھیجتا رہتا ہی۔ اور پادشاہ کے آئینوں کے رواج کو پیش نہاد ہمت رکھتا ہے۔

اگرچہ داوری و فریادرسی فرماں دہوں کا کام ہے لیکن ایک آدمی کی قوت سب پاس نہیں پہنچ سکتی۔ ناگزیر یہ ہے کہ وہ کسی آگاہ دل سیرچشم کو داد دہی پر نامزد کرے وہ گواہ و سوگند پر کفایت نہ کرے اور تحقیق کرے پرسندہ نادان ہوتا ہے اور مدعی و مدعا علیہم دو دانا ہوتے ہیں۔ سخت کاوش و درست بینش بغیر حقیقت حال پر مطلع ہونا نہایت دشوار ہے۔ بدگوہری و آزمندی کی افزایش کے سبب سے گواہ و سوگند پر تکیہ نہ کرنا چاہئے۔ بغیر طمع و لالچ کے مزاج شناسی سے ستم رسیدہ بیداد گر کو پہچانے اور پردلی و عدالت دوستی سے تحقیق کرکے موافق عمل کرے۔ اول پرسش خوب کرے اور ہر گواہ کے جاہ سے آگاہ ہو اور ہر لڑائی میں جن باتوں کا تحقیق کرنا سزاوار ہو ان کی تنقیح کرے۔ سخن کو شاخ شاخ کرے اور گواہوں سے جدا جدا پوچھکر ان کا بیان لکھے جب یہ کام فہمیدگی و آہستگی و ژرف نگہی سے انجام کو پہنچے دوسرے وقت میں فیصلہ کرکے اوروں سے پوشیدہ رکھے۔ پھر دوبارہ پہلی طرح تحقیقات از سر نو پرسش و کاوش کے ساتھ کرے۔ دگرگونی و یکرنگی میں یعنی دونو دفعہ کی تحقیقات کے اختلافات و اتفاقات سے اصل بات کو سمجھے۔ اگر کارشناسی مردانگی کے ساتھ فراہم نہو تو دو آدمی متعین کرے۔ جن میں سے ایک تحقیق کرے جس کا نام قاضی ہے اور دوسرا عمل کرے اُس کو میر عدل کہتے ہیں۔ کوتوالی کے لایق وہ شخص ہوتا ہے جو دلیر کارواں چابک دست عنان کشیدہ بردبار شکل فہم نیک سگال ہو اس کی بیداری و شب گردی سے

اور لوگ خواب آسائیش میں ہوں اور بدگو ہر نا پیدا ہوں ۔ آباد گھروں وراہوں میں سے ایک
ایک کو وہ لکھے اور آپس میں ایک دوسرے کی یاوری کا عہد و پیمان لے اور ایسا قرار دے کہ وہ غم و
شادی میں شریک ہوں ۔ چند گھروں کا ایک محلہ بنائے اور کسی بزرگ کو وہ محلہ سپرد کر دے اور آیندہ
رونده کے روزنامچہ پر اور جو اور واقعات پیش آئیں انکی تحریر پر اسکی مہر ہو ۔ اور کسی ایک بیگانہ
آدمی کو جو اہل محلہ سے نا آشنا ہو جاسوسی کے لئے مقرر کرے اور ہمیشہ ان کے بیانات کو لکھے اور
زرف نگہی کو کام میں لائے ۔ سرائے جدا بنائے ۔ اور جو ناشناسا آئیں انکو وہاں اتارے اور چند دیکھنے
والے ان کا امتحان کریں ۔ طرح طرح کے آدمیوں کے خرچ و دخل کے دیکھنے میں باریک بین ہو نیک
ذاتی کو پیشکار بنا کر کاوش کا انتظام کرے پیشہ وروں کے ہر گروہ میں سے کسی کو سرگروہ
بنائے ۔ اور دوسرے کو دلال ۔ آئین آگہی سے خرید و فروخت ہوا کرے اور
انہیں سے روزنامچوں پر دستخط کرائے ۔ کوچوں کی فراخی میں کوشش کرے ۔ سربند انکو
کرے ۔ آلائش سے ان کی پاسبانی کرے ۔ جب کچھ رات گذرے تو آدمیوں کی آمد و شد کو
بند کرے ۔ بیکاروں کو ہنرمندی کے لئے بٹھائے پہلے ظلموں کو موقوف کرے اور
کسی شخص کو کسی کے گھر میں بزور نہ دخل دینے دے ۔ چوروں اور چوری کے مال کو برآمد
کرے ورنہ وہ عہدہ سے معطل ہو اور ایسا کرے کہ سوائے سلاح و فیل و اسپ و گاؤ و
شتر و گوسفند و بز و قماش کے کسی اور چیز پر کوئی شخص تمغا و باج نہ لے سکے ۔ پرانے
سکوں کو گلوا دے یا نامسکوک قیمت کے موافق خزانہ میں داخل کرائے ۔ پادشاہی
زر و سیم کی قیمت میں تفاوت نہ ہونے دے ۔ جتنے گھس گئے ہوں کاہش کے اندازہ
کے موافق ان کی قیمت باز یافت کرے ۔ نرخ کی ارزانی میں آگہی سے کام کرے
اور شہر سے آگے جا کر لوگوں کو جنس نہ خریدنے دے ۔ توانگر ضرورت سے زیادہ
نہ خریدیں ۔ باٹوں کی پاسبانی کرے اور سیر کو ۳۰ دام سے کم و بیش نہ ہونے
دے اور گز میں کمی و افزونی نہ ہونے دے اور شراب کے بنانے و ناپنے و بیچنے و خریدنے

سے آدمیوں کو باز رکھے اور اندرونی پیزوہش سے کنارہ کشی کرے۔ اگر کوئی شخص مرجائے یا غائب ہو جائے اور اسکا پس ماندہ کوئی نہ ہو تو اسکے مال و اسباب کو تحت میں رکھے اور دریا کے اور کنوؤں کے گھاٹوں کو عورتوں اور مردوں کے لئے جدا جدا کرے اور دولاب کھینچنے کے لئے کسی پاکیزہ آدمی کو مقرر کرے اور عورت کو گھوڑے پر سوار نہ ہونے دے اور ایسا کرے کہ گاؤ و گاؤمیش واسپ و شتر تسلیخ (ذبح) نہ ہونے دے۔ غلام بنانے اور بردہ فروشی کو روا نہ رکھنے۔ اور عورت کو زبردستی سے ستی کریں تو انکو ستی نہ کرنے دے اور سزاوار نیستی کو یعنی جو آدمی مرنے کو ہو وے تو اسکو دار پر نہ کھینچنے دے۔ بارہ برس سے کم عمر کے لڑکے کا ختنہ نہ ہونے دے اور جب وہ بارہ برس کا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنا ختنہ چاہے کرے یا نہ کرے۔ ریاکار ملنگوں وقلندروں و دکانداروں کو باہر نکال دے یا انکو اپنے طریقہ سے باز رکھے مگر کسی گوشہ نشین ایزد پرست کو آزردہ نہ ہونے دے اور بادیہ طلب کے برہنہ پاؤں کو کوئی گزند نہ پہنچنے دے۔ قصاب و صیاد و غسال و بناش کے گھروں کو آدمیوں سے جدا بنوائے۔ اور آدمیوں کو ان سیہ دروں سنگ دلوں کی آمیزش سے باز رکھے۔ اور جو کوئی جلاد کے ساتھ ہمکاسہ ہو اس کے ہاتھ کو آسیب پہنچائے۔ اور اگر یہ ہمکاسہ اسکی جورو ہو تو اسکی انگلی کو آسیب پہنچایا جائے اور شہر سے باہر مغرب رویہ قبرستان کو مقرر کرے اور بادشاہ کے مریدوں کو سوگواری میں کبود پوشی سے باز رکھے اور ان کی سرخ پوشی میں کوشش کرے۔ فروردین مہینے میں شرف آفتاب تک جو (۱۹۔ کو ہوتا ہے) اور سارے ماہ آبان اور روز ہا و تحویل وغیرہ ماہ شمسی۔ اور اسکی ۱۶۔ تاریخ کو۔ الٰہی جشنوں کے دن۔ چاند سورج کے گرہنوں کے دن۔ اینتوار کو آدمیوں کو تسلیخ سے باز رکھے۔ شکاری جانوروں کے لئے اور بیماروں کے لئے جن کو گوشت کھانا ضروری ہی روا رکھے اور شہر کے باہر جانوں کا شکار ہو روز شرف میں چراغوں کی روشنی کرے۔ آغاز شب میں جس کے بعد عید ہو اور عید کے دن ہر پہر پر نقارہ بلند آواز ہو۔ تقریبات پارسی میں و ہندی میں تاریخ الٰہی کو رواج دے اور ہندی پتروں میں ہر مہینے کا آغاز شکل پچھ (دکشن) سے کرے

(۲) آئین عمل گذار

عمل گذار چاہیے کہ کشاورز دوست ہو جد کاری راست گفتاری) اس کا آئین ہو۔ اپنے تئیں پاسبان
کل پادشاہ کا جانشین جانے۔ ایسی جگہ بیٹھے کہ ہر شخص اُس پاس آسانی سے جاسکے اور اس کو کسی
میانجی کی تلاش نہ کرنی پڑے۔ تجر دگزیں دجیاہ فروش کے ساتھ اندرز گوئی سے پیش آئے اگر اس سے
فائدہ نہ ہو تو مالش کرے زمین افتادہ (عاجز) سے ڈرے۔ راہ زن وخون ریز وتیہ کار سے جرمانہ
لیتے میں درگذر نہ کرے اور ایسی کار کرد اختیار کرے کہ کسی کی فریاد کی آواز نہ اُٹھنے پائے۔ مفلس
کسانوں کو قرض دیکر دستگیری کرے اور آہستگی کے ساتھ اس سے یہ قرض وصول کرے۔ جب انہیں وہ
کی تگاپو سے گانو کی جمع کامل ہو جائے۔ تو ہر بگھہ میں نیم بسوہ اسکو چھوڑ دے ورنہ اسکی خدمت کے
موافق اس کو بہرہ مند کرے۔ زمین کی چندگی کی پژوہش کرے اور چپہ چپہ زمین کو تراز وسے
بنیش میں تولے اور اُس کی چگونگی پر واقف ہو زمینوں کی کاشت میں بہت تفاوت ہوتا ہے
اور ہر فصل میں زمین بوئی جاتی ہے ہر کسان جدا جدا تیار رواری کرتا ہے اور اس کا حصہ پاتا ہے
پہلے عمل گذار نے جو جمع تشخیص کی ہو آگہی کے ساتھ اس کا امتحان کرے۔ اگر بیوقوفی اور
خیانت اُس میں ہوئی ہو تو اوس کی چارہ گری کرے۔ ویران زمینوں کی آبادی میں
کوشش کرے اور بہت اس کی احتیاط کرے کہ کوئی آباد زمین ویران نہ ہو جائے
ایسی کوشش کرے کہ ہر جنس عمدہ پیدا ہو اور ان کی افزائش کے لئے دستور کے
موافق جو جمع لیجاتی ہے اس کو کچھ کم کردے اگر کسان اپنے اقرار سے زمین کم کاشت کرے
اور اُس کی وجہ بھی عمدہ بیان کرے تو بھی نہ قبول کرے اور اگر کسی گانو میں بنجر زمین نہ
رہے اور دہقان کو زیادہ مقدور بونے کا ہو تو دوسرے موضع کی زمین اس میں زیادہ
کردے۔ زمین کی پیمایش میں دور بینی و دادگری کو پیش نظر رکھے سال بسال کشاورز
کی قوت کو بڑھاتا رہے اور اپنے اقرار کا پابند رہکر افزایش کاشت سے زیادہ نہ لے
کہ اگر کچھ زمین کی پیمایش کی ضرورت ہو۔ اور کچھ انتظام ہوا ہو تو اقرار نامہ کو جلدی
جلدی درگاہ شاہی میں بھیجے۔ نقد لینے کی عادت نہ ڈالے غلہ بھی لے یہ غلہ لینا کئی

طرح سے ہوتا ہے اول کنکوت کن کے معنی اناج کے اور کوت کے معنے تخمینہ وقیاس کے،
تمام زمین کا اندازہ جریب سے یا قدم سے کیا جائے اور غلہ ترازو سے بینش سے تولا جائے
جو اس کے تجربہ کار ہیں انکے اس تخمینہ میں فرق نہیں ہوتا۔ اگر خاطر میں کوئی اندیشہ ہو تو
اعلےٰ ومتوسط وادنےٰ کھیت کو کاٹ کر تولے اور اشتباہ کو دور کرے۔ بعض اوقات
زمین کا بھی تخمینہ کرتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے (۲) بٹائی جس کو بھاولی بھی
کہتے ہیں کھیتوں کا اناج کاٹ کے خرمن کرتے ہیں اور قرارداد کے موافق حصے کر لیتے
ہیں۔ اس صورت میں پاسبان چاہیئے ہیں۔ ورنہ بدگوہر خائن خیانت کرتے ہیں۔ (۳)
کھیت بٹائی۔ کاشت زمین کے حصے کرتے ہیں (۴) لانگ بٹائی۔ غلہ کو کاٹ کر
اس کے پشتاروں کے آپسمیں حصے کرتے ہیں اور ہر یک اپنے گھر لیجا کر اسکو پاک کرتا ہے
اور فائدہ اٹھاتا ہے اگر رعیت کو گراں نہ معلوم ہو تو نرخ بازار کے موافق زمین غلہ بخش
کی نقدی کرے اس زمین میں اگر جنس کامل بوتے ہیں تو سال اول میں چہارم حصہ دستور سے
کم لے۔ ضبطی میں اگر سال گزشتہ سے گزین جنس زیادہ اور زمین کم ہو اور جمع موافق ہو تو نہ جو
میں آئے اور نہ لڑے ہمیشہ مالک کاشت کی خوشی کا طالب ہو وہانت کے بڑے آدمیوں کے ساتھ
بندوبست نہ کرے کہ تن آسانی اور کارنشناسی پیدا ہو اور ستم پیشہ چیرہ دستوں کو قوت ہو بلکہ ایک
ایک کسان سے واقف ہو کر مہربانی سے نوشتہ اسکو دے اور اس سے لے۔

جریب کش وپیمایندہ اور اور عمل گذاروں سے ضامن لے۔ کل اہل پیمایش جس روز کام
کریں ان کو ۱۰۳ دام اور ۱۳ سیر اناج دلائے اور اس کو ماہوارہ میں شمار کرے۔ پنی ہوئی
زمین پر نشان کرے۔ گانوں کے کلاں تر سے مچلکہ لے کہ وہ زمین کو پوشیدہ نہ رکھے
اور مختلف الفصول زمینوں کو بتلائے۔ پیمایش کی تگاپو میں اگر کوئی قطعہ زمین
ناقص نظر میں آئے تو اس کا اندازہ کیا جائے اور اس کی مقدار روز بروز لکھ کر کشاورز
کو دی جائے۔ اگر محصول وصول کرنے کے بعد اس کی اطلاع ہو تو ہمسایوں اور کاغذ خام

سے شناسائی حاصل کرکے میانہ روی عمل میں لائے کارکن جو سوانح ضبطی کو لکھے مقدم و پٹواری بھی اسکے ہم قلم ہوں اوس کی تحریروں کا عمل گذار مقابلہ کرے اور اسپر مہر لگائے اور اس کی نقل بتکچی کو سپرد کرے جب موضع کا کام ختم ہو جائے تو اوسکی یک ضمن منتخب لکھے اور تازہ تصحیح کرے اور اس کے کارکن پٹواری تصدیق لکھیں اور اس کاغذ کو ہفتہ بھفتہ پادشاہ کی خدمت میں بھیجے اور پندرہ روز سے زیادہ نہ گذریں اور درگاہ والامیں کاغذات بندوبست کے بھیجنے کے پیچھے اگر کوئی آفت کشتکار پر پہنچے تو اس وقت نابود کا اندازہ کرے اور اس کو لکھ کر بے تاخیر روانہ کرے کہ وہ منظور ہو یا امین مقرر ہو مال کی تحصیل نکوئی کے ساتھ کرے اور بے ہنگام دست خواہش دراز نہ کرے۔

فصل ربیع کی تحصیل ہولی سے شروع ہوتی ہے اور خریف کی دسہرہ سے۔ عمل گذار اسکی پاسبانی کرے کہ خزینہ دار زر خاص نہ چاہے جو وزن و عیار میں برابر ہو اس کو لے اور تھوڑی کمی ہو تو نرخ سکوک کے موافق صرف لے اور تفاوت کو قبض میں لکھے اور یہ قرار دے کہ اسکو کشاورز خود چند بار میں پہنچائے تاکہ باجی خواہش گردوں کا آزار بیچ میں سے اٹھایا جائے۔ غلہ جو کمال کو پہنچے مال اسکا شائستگی سے لے اور دوسری جنس کے کامل ہونے پر موقوف نہ رکھے جو شخص اراضی خراجی کو لکھے اور علف کے لئے فرق کرے وہ گاومیش کے لئے ۶۔ اور گاؤ کے لئے ۳ دام سالیانہ بازیافت کرے بھینس جس کے بچہ نہ ہوا ہو اس کی چرائی کا کچھ نہ لے۔ اور ہر قلبہ میں چار نرگاؤ و دو مادہ گاؤ و یک گاومیش مقرر کر رکھے ان کی بابت کوئی چیز نہیں طلب کیجائے خزانہ میں جو روپیہ آئے اس کو خود جاکر تیار کرے اور روزنامچہ کا اس سے مقابلہ کرے۔ خزانچی کی تصدیق لکھائے اس کو تھیلیوں میں سر بمہر کرکے ایک استوار مکان میں رکھے اور دروازہ پر چند قفل طرح طرح کے لگائے ایک کنجی اپنے پاس رکھے اور دوسری کنجی خزانچی پاس اور آخر ماہ میں روزنامچہ جمع خرچ کا بتکچی سے لے کر درگاہ پادشاہ میں بھیجے۔ جب دو لاکھ دام جمع ہو جائیں تو اس کو معتمد آدمیوں کے ہاتھ روانہ کرے اور ہر دیہہ کے

پٹواری سے یہ اہتمام کرائے کہ جو کچھ رعیت سے لیا جائے اُس کو یاد داشت میں کہ رعیت کو دی جاتی ہے بہ تفصیل لکھا ہو جو کچھ باقی رہی ہو اسم باسم طومار درست کرکے اس کو اعیان کے نشان (دستخط) کے لئے بھیجے اور بہ آسانی دوسری فصل میں لے۔ سیورغال کے فرامین جو پہنچے ان کی نقل دفتر خانہ میں بھیجکر مقابلہ کرے ناموں کو مشخص کرے۔ مردہ و غائب و نوکر کے حصہ کی بازیافت کرکے حفاظت کرے کہ زمین خود کاشتہ رعیت کاشتہ نہ ہونے پائے۔ زمین بازیافت زراعت سے خالی نہ رہے۔ غائب و مردہ لاوارث مال کی شائستگی کے ساتھ پاسبانی کرے اور حقیقت حال کو عرض کرے اور دیدبانی کرے کہ کوئی چیز نہ لے زمانہ سابق میں ملک داری کی مصلحت کے لئے وہ جو بخشا گیا ہے اس میں خلل نہ پڑنے دے سفر و شادی و ماتم کو کسی چیز کے لینے کا سرمایہ نہ ہونے دے۔ سلامی سے برکنار رہے جس وقت مقدم یا پٹواری زر لائے یا چبوترہ پر سلام کہتا ہوا ایک دام لائے تو اس کو ہاتھ نہ لگائے اور ایسی ہی پل کٹی سے باز رہے۔

جب کھیتی کٹنے کو ہوتی ہے تو ہر موضع سے کچھ چیز لیجاتی ہے اس کو پل کٹی کہتے ہیں اور ایسے ہی پیشہ وری و بازار نشینی و چوکیداری و راہداری و حاصل باغات و منڈوی قرق و ماہی گیری و میز بکری و دستور روغن زرد و روغن کنجد و کنبلی و چرم و پشم اور چیز جو پہلے حریص ناخدا ترسوں کی آمدنیاں تھیں انکے پاس نہ جائے اس سرزمین کے جو شاسندے ہوں ان میں سے ہر ایک کو نوبت بہ نوبت مقرر کرے کہ وہ درگاہ پادشاہی میں جاکر تقمیر و قطمیر (چھوٹی چھوٹی باتوں سے) آگہی بخشے۔ ہر مہینے احوال رعایا و جاگیرداروں ہمسایوں کا اور سرکشوں کے تابع ہونے کا و نرخ اشیاء و جہ کرایہ و درویشوں و ہنر پیشوں کا اور سوانح کا عرض کرے اگر کوتوال نہ ہو تو آئین رواج کو اپنے ذمہ لے۔

بتکچی چاہیئے کہ راستی منش درست قلم حساب دان جد گزیں عمل گذار ضرور ہو مواضع کا موازنہ دہ سالہ نقدی و جنسی قانون گو سے لے اور اس سرزمین کی راہ و رسم سے آگہی حاصل کرکے عامل کے دل نشین کرے یاوری و تیمارداری میں ہمت لگائے جو کچھ بزرگوں سے قرار پائے اسے لکھے۔ ہر دیہ کی حدود بندی جدا جدا لکھے

بعد ازاں آباد و خراب زمین کا اندازہ کرے۔ منصف و ضابطہ و جریب کش و تھانہ دار کا نام لکھے کسان کا اور اس کے باپ دادا کا نام اور اس کے نیچے زراعت کی جنس لکھے۔ دیہہ و پرگنہ و فصل بھی لکھے۔ نابود کو جدا کرکے بود کی قیمت لگائے۔ اہل ہند کے دستور کے مطابق اسم و جنس و نابود کو تاریخ کاشت سے نیچے لکھے جب موضع کا بند و بست انجام کو پہنچے تو ہر کسان کی جمع درست کرے اور ہر موضع کا محصول قرار دے اور اس دستاویز کی عامل وصول کرے۔ نسخہ ضبط کو کہ ہندی میں خسرہ کہتے ہیں روانہ درگاہ کرے۔ توجیہ کے وقت اگر نسخہ پیشین نہ ہو تو کسان کے کشت و کار کو نام بنام پٹواری سے لکھوائے اور اپنا کام نکالے۔

نسخہ توجیہ اور باقی و واصل کو وقت پر بھیجے اور روزنامچہ میں تحصیلدار کا نام ہر موضع کی نام کے نیچے لکھے اور کسان جو مال لاوے اسکا نام لکھے اور خزانچی کو سپرد کرے اور اس سے تحریر کرالے۔ نقل توجیہ پٹواری و مقدم جسکی دستاویز پر تحصیل کی ہے اور سرخط یعنی یادداشت کہ رعایا کو حوالہ کی ہے پٹواری سے لے اور اسکو خوب غور سے دیکھے اگر اس میں کوئی ناراستی ہو تو جرمانہ لے اور ہر روز عامل سے ہر دیہہ کی واصل و باقی کو کہے اور اس کو انجام کار میں زیادہ تیز کرتا رہے۔ جس وقت رعیت حساب پر رجوع کرے تو بے انتظار اس کو سرانجام دے ہر فصل کے آخر میں ہر موضع کی واصل و باقی کا مقابلہ پٹواری کی تحریر سے کرے۔ جمع خرچ کا روزنامچہ روز بروز نام بنام صیغہ بصیغہ لکھے اس پر خزانچی کے دستخط اور عامل کی مہر کرائے جب مہینہ آخر ہو تو اس کو سربمہر خریطہ میں عمل گذار پاس روانہ کرے۔ مہر روپیہ اور اجناس کے نرخنامہ کو روز بروز اعیان کی مہر کے لئے بھیجے و خزانچی کو ہر فصل کے آخر میں جمع خرچ لکھا کر اس سے دستخط کرائے۔ ہر سال کے آخر میں مجمل جمع بندی عمل گذار کی مہر لگاکے روانہ کرے جو موضع تاخت و تاراج کیا جائے اسکے مال و مویشی کو لکھکر روزنامچہ میں داخل کرے اور حقیقت و حال کی عرضداشت کرے اور سال کے آخر میں جب

تحصیل کا وقت آخر ہو تو موضع کی باقی کو لکھ کر عامل کے سپرد کرے اور اُس کی نقل درگاہ میں بھجوائے۔ اگر معزول ہو تو اپنے کاغذات کو وجوہ باقی و تقاوی اور سوائے انکے عامل حال کو سپرد کرکے خاطر نشان کرے اور انکی فہرست لیکر درگاہ میں خود حاضر ہو۔

(۸) آئین خزانچی

خزانچی کو اس زمانہ میں فوطہ دار کہتے ہیں۔ خزینہ خانہ کو حاکم کے پاس بٹھائے اور ایسی سرزمین رکھنے کے واسطے پسند کرے کہ اسکو کوئی گزند نہ پہنچے۔ مہر اور روپیہ و زر سیاہ وغیرہ ہر قسم کا کہ کسان لائے اس سے لے لے اور زر مخصوص نہ طلب کرے اور سکہ شاہی جو وزن میں برابر ہو اسپر صرف نہ کاٹے اور وزن مسکوک میں جو تفاوت ہو اس پر صرف کاٹے اور قدیمی مسکوک کو مسکوک سمجھے شقدار و کارکن کو مطلع کرکے زر کو کسی اچھی جگہ میں رکھے اور جب دن ختم ہونے کو ہو تو اس کا شمار کرے اور سرخط پر عمل گذار کے مُہر کرائے روزنامچہ کو نسخہ کارکن سے مقابلہ کرے اور اپنے خط سے اس پر دستخط کرے خزانہ کے دروازہ پر جب عامل اپنی مُہر لگائے تو یہ بھی اپنا ایک قفل لگائے عامل اور کارکن کو اطلاع دیکر خزانہ کھولے۔ کشاورز سے زر عامل و کارکن کو شناسا کرکے لے۔ قبض دے۔ بیاضچہ لحساب پر جسکو عرف میں ہندوستانی بھی کہتے ہیں پٹواری کے خط سے لکھائے جس کے سبب سے کوئی اخلاف نہ واقع ہو۔ کسی طرح کا خرچ دیوان کی پسند کی دستاویز بغیر خرچ نہ کرے۔ سود کی دوکان نہ کھولے۔ اگر کوئی خرچ ضروری آن پڑے کہ اسمیں دیر نہ لگ سکتی ہو تو کارکن و شقدار کے نوشتہ پر عمل کرے اور حقیقت حال کو موقف عرض میں پہنچائے۔

(۹) آئین خوراکی

انسان کی قوت کارکردگی اور فیض پذیری کی بازگشت خورش پر ہے اور خوراک ہی کی نیکی کے اندازہ کے موافق۔ دل کی تنومندی ہوتی ہے ورنہ تن موٹا ہوتا ہے اور جان دبلی ہوتی ہے اس لئے گزیدہ تدبیریں اور شائستہ کردار ہوتے ہیں۔ ہشیار سعادت مند اول لقمہ کی سرانجام کرنے میں غور کرتے ہیں اور ہر کھانے پر ہاتھ نہیں دوڑاتے ہیں۔ سادہ لوح خدا ترسوں کا کار دشوار ہوتا ہے اور روزی تنگ ہوتی ہے ان کو وہ فروغ بینش نہیں ہوتی ہے کہ مغز کار کو پہنچ کر آسانی سے جئیں جو نارضامندی ایزدی کے خوف سے

بھوک کی تکلیف سے جانکاہی میں پڑتے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک کے پاس چند گائیں وجہ حلال سے تھیں۔ انکے دودھ سے وہ اپنی روزی چلاتا۔ نیرنگی روزگار سے وہ لٹ گئیں چند روز وہ بھوکا رہا ایک بیدار بخت تنگا پوکر کے ان حضرت پاس ان گایوں کو لایا تو اس نے ان کو نہ قبول کیا اور یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ان خاموش جانوروں کو چند روز تک خوراک کیونکر حاصل ہوئی۔ تھوڑے عرصہ میں کشادہ پیشانی کے ساتھ اس دنیا سے وہ رخصت ہوا ایسے دشوار اندیش مردوں کی داستانیں بہت ہیں۔ کچھ اہل تعلق ایسے لالچی وحریص ہوتے ہیں کہ وہ اوروں کے مال مارنے میں دریغ نہیں کرتے اور دین و دنیا کو کھوتے ہیں اور دل کا کام نکالتے ہیں۔ یہ پیدائش آشفتہ رائے اپنی دفع احتیاج کے لئے اوروں کے مال کی گرفت وگیر کو سرمایہ بناکر ابدی رنج جمع کرتے ہیں۔ بھولے بھالے سعادت مندوں نے یہ دیکھا کہ کوئی ایسی خراب زمین کہ وہ کسی کی نہ ہو نا پدید ہے اور اگر پیدا بھی ہو جائے تو آلات کاشت بہم پہونچانا دشوار۔ اگر وہ بھی میسّر ہو جائیں تو قوت (خوراک) کا بھی پہنچنا ناپیدا ہے کہ جس کی قوت سے کاشت کا کام کیا جائے اس کو نہیں پاسکتے اور اگر کہیں اس کا بنا لگے اور کوئی اس کا مالک نہ ہو تو اس میں کامیاب ہونا دشوار۔ وہ سپاہ گری سے بھی کنارہ کشی کرتے ہیں کہ اس میں بزرگ جان کو خسیس مال کی عوض دینا پڑتا ہے تجارت سے بھی دست کش ہوتے ہیں اس سبب سے کہ اس میں زیادہ تر اسباب کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنا ہوتا ہے اور اس کے عیب چھپانے پڑتے ہیں اور جو خوبی اس میں نہیں ہوتی وہ بیان کرنی پڑتی ہے اور جن چیزوں کو خریدتے ہیں ان کی ظاہری نیکیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں اور جو عیب ان میں نہیں ہوتے وہ بیان کئے جاتے ہیں اور اپنے فائدے کو اوروں کے نقصان سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کو پسند نہیں کہ اپنے مخالف مذہبوں کا مال مار کر آسایش سے بیٹھیں وہ کہتے ہیں جنے اسکو روا رکھا ہے اگر وہ دوربین آگاہ دل ہے تو یہ بیم افزائی کی داستان ہے۔ دوسرے کا

مال حلال کرنا۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ مخالف مذہبی کے سبب سے دوسرے کا مال لینا بغیر اسکی اجازت کے شایستہ ہو یہ ایسا دیوانہ افسانہ ہے جو لالچیوں کو خواب میں لاتا ہے اور نیک آدمیوں کے کان میں نہیں جاتا۔ اب چراغ ہدایت سب کے لئے روشن کیا جاتا ہی تاکہ راہ کو چاہ سے پہچان کر زیان اندوزی کے گڑھے میں نہ گریں اور اپنے گرامی انفاس کو نایالست کی طرف نہ متوجہ کریں۔

اس سبب سے کہ مردم زاد کی بنیاد میں اختلافات بہت سے ہیں اور اسکی اندرونی اور بیرونی شورش روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے گراں پائے خواہش دو اسپہ جاتا ہی اور سبک سیر حشیم عنان گسل ہی۔ اس نامردی کے دیوسار میں دوستی کمیاب اور انصاف بس ناپدید ہی اس آشوب گاہ میں چارہ سواد تھری وحدت کے اور کوئی نہیں اور یہ انتظام کی جان دار و سوائے دار وگیر فرمانروایوں کی شکوہ کے نہیں پیدا ہوتی جبکہ خانہ و محلہ دیدہ ور پیشوا کی امید و بیم بغیر منتظم نہیں ہوتا تو پھر زنبور خانہ دنیا کی شورش پادشاہ کے بغیر سطوت کے کیسے بیٹھ سکتی ہے اور اہل جہاں کی مال و جان و ناموس و دین کی کس طرح حفاظت ہوسکتی ہی۔ اگرچہ بعض تجرد گزینوں نے اپنی خرق عادت کی دستاویز پر اس کا قصد کیا مگر سلاطین والا کی یاوری بغیر حسن انتظام نہیں پایا اور سوائے اس کے اس آتشیں دشت میں طلسم کار و نیرنجی و شعبدہ باز بھی راہ پاسکتا ہے اور اس دریائے بے تمیزی سے شورش کے طوفان اُٹھے اور اٹھتے ہیں اور بہت سے اہل زباں سادہ لوحی اور کم و بیشی سے اس موج خیز ناشناسائی میں ڈوب گئے اور ڈوبتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی فروغ خرد سے پذیرائی سے عنان کھینچکر سفر دراز کا توشہ سرانجام دیا وہ اس اس چار سوے پر آشوب میں چھوٹے بڑوں کی طعنہ نگاہ دیوانگی و بیدینی کافری کے ہوئے اس بزم ناشناسائی میں اگر خرد پژوہ کارواں کا گذارہ ہو تو ناگزیر دیوانوں کا آئین اختیار کرے کہ فرومایوں کے طعن سے بچے ظاہر ہے کہ ہر آباد ملک میں صاحب مال بہت ہوتے ہیں اور باپ دادا کے وقت سے زمینوں کی زراعت

کرتے چلے آتے ہیں لیکن بدسگالی وتباہ اندیشی سے غبار آمود شک ہوتے ہیں۔ اور اپنا دست ہمت اس پر دراز نہیں کرتے اگر کشاورز کو گیہان پیرائے اور زندوں کی جان داری کا اندیشہ ہو اور تاجر پناہ پیچی سے باز رہیں اور اپنے زمانہ کی فرمان دہ کی یاری کا اور فیض ایزدی کا خیال دل میں لائیں تو البتہ ان کا مال خردگزیں ہوتا ہے۔ پس مال کا نہ شائستہ ہونا آدمی کے منشاء پر موقوف ہی اور پادشاہ منصف نمکسار کی طرح ناپاک کو پاک کرتا ہے اور بد کو نیک بناتا ہے مگر وہ بے اخلاص گرائے یاوروں کے اور اسباب شوکت وفزونی خزانہ کے کوئی کام نہیں کرسکتا اور جہان پرستاری اور فرمان پذیری کا انتظام نہیں ہوسکتا پس جو شخص تنومند ہو وہ سپاہ گری کا پیشہ کرے اور یاوری کا خیال رکھے اور اہل جہاں کی پراگندگیوں کے دور کرنے میں اپنی جان لڑاوے جیسے ستور کے لئے علف کثرت سے ہے ایسے ہی کشاورز کی روزی بہت ہے۔ اگر اس میں وہ نہیں مشغول ہوسکتا تو کسی اور طرح سے یاوروں کی گروہ میں آئے۔ پس روزی کی روائی دو چیزوں پر موقوف ہے۔ فرمان دہوں کی دادگری پر اور سعادتمندوں اور فرمان پذیروں کی اندیشہ آبادی پر طبیعت پرست فرومایہ فرمان معقول کو نہیں سمجھتے۔ ہمیشہ محسوس سے آگے نہیں بڑھتے۔ اس شورہ زمین میں آب شمشیر کام میں آتا ہے زلال دلیل نہیں۔ اسکی شکوہ سے نخوت فروش گجرا چھپ جاتے ہیں اور انصاف پروہ نیکوں کو رونق ہوتی ہی۔

پس چہار گوہر بے بہا جان ومال وناموس ودین کی پاسبانی کی دست مزد کوئی قرار دی جائے وہ سزاوار وشائستہ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ خدا کی رضامندی بھی ہو جب صاحب خانہ اپنے خانہ کے نگہبانوں کی اجرت دیتا ہے تو عالم کے نگہبان یعنی پادشاہ پاسبانوں کو اجرت دیتے ہیں اگر فقط ناموس کی پاسبانی میں تمام مال خرچ ہو جائے تو اس کا شکرانہ قرض میں دینا چاہئے چہ جائے کہ جو چار

بزرگ گوہر جان و مال و ناموس و دین کی پاسبانی کرے۔ اس کو جو کچھ دیا جائے وہ تھوڑا ہی لیکن داد گر فرمانروا اتنا ہی رعیت سے لیتے ہیں کہ اس کا کام چل جائے اور لالچ نہیں کرتے اور یہی وجہ ہے کہ زمان و مکاں کے انقلابات ہوتے رہتے ہیں جس کا بیان آگے آتا ہی۔ اس دلاویز گفتار سے ظاہر ہوا کہ ہشیار فرمان دہ اپنی ژرف نگہی و دولت افزائی سے جو کچھ رعیت سے لیتے ہیں اور فرمان پذیر خدمت گذاروں کو دیتے ہیں وہ کمال درجہ کی شائستگی رکھتے ہیں۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سپاہی کی روزی زیادہ فراوان اور گزیدہ تر ہوتی ہے بعد ازاں کشاورزی اور بیپار اور پیشہ وروں کی یونانی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ پیشہ وری تین طرح کی ہوتی ہے۔ شریف۔ خسیس۔ میانہ۔ اول تو نفس سے متعلق ہے جو تین حال سے خالی نہیں ہوتی ایک گوہر خرد سے متعلق ہے جیسے دوربینی و حسن تدبیر دوم دانش پذیری سے جیسے کتابت و بلاغت سوم نیروے دل سے متعلق جیسے سپاہ گری خسیس بھی تین طرح کے اول عام آدمیوں کی مصلحت کے منافی جیسے احتکار۔ دوم فضائل میں سے کسی فضیلت کے خلاف جیسے مسخرگی سوم جس سے طبیعت کو نفرت ہو جیسے کہ حجامی۔ دباغی۔ کناسی۔ میانہ بھی تین طرح کی ہوتی ہے۔ مکاسب و حرفے۔ بعض ناگریز جیسے کدیوری۔ بعض ایسے کہ بغیر ان کے گذارا ہو جیسے کہ رنگ ریزی بعض بسیط جیسے درودگری و آہنگری بعض مرکب جیسے ترازوگری و کاردگری۔ اس گذارش میں بھی سپاہ گری کی بلند پائگی پیدا ہے۔ روزی کا سب سے زیادہ بہتر دستمایہ وہ پیشہ ہوتا ہے کہ جو عدالت و پارسائی و مردمی سے نزدیک ہو اور بدکاری و بدنفسی سے دور۔ نیک آدمی پیشہ میں تین چیزوں کو ناگریز جانتے ہیں ستمگاری سے دوری۔ عار سے پرہیز اور دناءت سے یکسو ہونا۔ جس پیشہ میں عار ہوتی ہے وہ ایسا ہے جیسے مسخرگی اور خوار پیشے اور پیشے جنہیں دناءت ہوتی ہے وہ خسیس صناعت ہیں۔

جب آدمی کو گزیدہ روزی فراہم ہوا اہل تعلق کے لئے ناگریز یہ ہے کہ کچھ مال کو اندوختہ

کرے۔ بشرطیکہ اہل منزل کی زندگانی میں تنگی نہ ہو اور کوئی حاجتمند مانگے تو اس
کو ناکام نہ رکھے۔ لالچی و خسیس ہونے کا طعن نہ ہو۔ مال جب جمع ہوتا ہو کہ خرچ کو دخل سے کمتر
رکھے کچھ روپیہ ایسے کاموں میں لگائے۔ کہ سود حاصل ہو اور کچھ ایسے کاموں میں کہ وہ ثمر ہوں قدرے
نقد رکھے۔ کچھ اجناس و امتعہ خریدے کچھ اوروں کے سودے میں ملائے۔ بعض کا ضیاع و عقار بنائے
ایک حصہ نیک آدمیوں کو قرض کے نام سے دے۔ خرچ کو آگہی حق پژوہی و آزرم دولتے کے ساتھ قرار
دے۔ واد و ستد کشادہ پیشانی کے ساتھ کرے۔ دل میں پشیمانی کو راہ نہ دے پیش نہاد ہمت رضامندی
الٰہی ہو۔ نہ توقع شکر و ذکر و انتظار جزائے ہو۔ بیشتر درویشوں کو پوشیدہ نذر دے اور دو طرح کا بھی دینا
ہوتا ہے اگر وہ اچھے طور پر ہو تو شائستگی حاصل ہوتی ہے۔ اول برسم سخاوت و ایثار دین جیسے کہ ارمغان
اور اسکے سوا۔ یہ چاہیے کہ جلد و پوشیدہ ہو۔ اور اسکی افزونی اور بزرگی پر خیال نہ ہو اور رستہ حال و
ویجان نہ ہو۔ دوم از رئے ضرورت ہو بہ طلب ملائم و دفع مضرت جیساکہ ستمگاروں و سفیہوں کو دیتے
ہیں کہ نفس و مال و عرض انکے گزند سے رہائی پائے۔ یہاں میانہ روی برتنی چاہیئے اور ملائم کی
پژوہش میں یہ بہتر ہے کہ افزونی کے نزدیک تر ہو۔ اہل جہاں کی معاش تین
طرح کے حال سے باہر نہیں ہوتی بعض تو ایسے غافل ہوتے ہیں کہ بائست معنوی انکی خاطر میں
نہیں آتا۔ کارکردگی کی تو کیا نوبت آئے۔ بعض اپنی روشن ستارگی سے ایسی حقیقی مرادمیں شگفتہ
ہوتے ہیں کہ انکے دل میں روزی کی یاد نہیں آتی۔ بعض ہوشیار سعادتمند ایسے ہوتے ہیں کہ
دہ شناسائی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ظاہر کو باطن کی آبادی کا سرمایہ بناتے ہیں۔ آدمی
جب تک دنیا کے ساتھ وابستگی رکھے تو سوم درجہ سے سعادت حاصل کرے اور اگر دشت
وارستگی میں قدم رکھے تو دوم کے ساتھ آرام پائے۔

جہانبانی کی مزد کا ذکر اوپر ہوا۔ نیک فرہنگ آرا اورنگ نشینوں کی دادگری
پر اور اس کے سعادت مند دستیاروں کی نیک پسیچی کے ہاتھ میں روزی کی رونق ہی
اس سبب سے کہ ہر ملک میں سامان شکوہ و فزایندہی اور طرح کا ہوتا ہے اور زمینوں میں تفاوت ہوتا ہی

کہ بعض میں کمتر کوشش سے بہت کچھ پیدا ہوتا ہے اور بعض اسکے بالعکس ہوتی ہیں۔ اور پانی اور آبادی کی نزدیکی و دوری سے بھی ان میں اختلاف پیدا ہوتا ہے ہر ملک کا پادشاہ اس کا اندازہ کرتا ہوا اور اسکا پاس رکھتا ہی ہندوستان کی فراخنا۔ ئیں ہر زمانے میں بہتسے کار آگاہ پادشاہ ہوتے تھے اسلئے وہ چھٹا حصہ لیتے تھے۔ روستان توران ایران میں پانچواں وچھٹواں یک دسواں پہلے زمانہ میں ہر آدمی پیچھے کچھ لیتے تھے اور اسکو خراج کہتے تھے۔ قباد نے اسکو مکروہ جانا اور یہ ارادہ کیا کہ زمین کشتمند کو ناپ کر اس سے باز خواست کرنی چاہئے مگر اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہوا کہ اسکا زمانہ آخر ہو گیا نوشیرواں نے جریب قبضہ در دہ قبضہ بنایا کہ وہ شصت در شصت گز کسری گز سے تھی۔

یا ریخ فرماندہی (بادشاہ کا حق) اس نے سوم حصہ مقرر کیا اور ایک قفیز کی ایک چوتھائی سے درہم لیتا تھا۔ قفیز ایک پیمانہ ہے اس کو صاع بھی کہتے ہیں اس کا وزن آٹھ رطل ہے اسکے بعض اور وزن بھی بتاتے ہیں۔ درہم کا وزن ایک مثقال کی برابر تھا جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو دانشوروں کی گذارش سے انہوں نے نوشیرواں کا طریقہ اختیار کیا پھر زمانہ کے انقلابوں سے اور روشیں مقرر ہوئیں جن کا بیان تاریخ میں موجود ہی۔

احمدی کیش میں اراضی گرفتہ کی تین قسمیں کرتے ہیں۔ عشری۔ خراجی۔ صلحی اور پھر اول کی پانچ قسمیں اور پچھلی کی (دینی صلحی) کی دو قسمیں کرتے ہیں اول زمین تہامہ جس میں مکہ و طائف و یمن و عمان و بحرین و ربہ تھی۔ دوم وہ زمین کہ جس کا مالک دل کی خوشی سے مسلمان ہوا ہو سوم وہ زمین جو بزور لی گئی ہو اور حصہ کی گئی ہو چہارم جس وقت کسی شخص نے اسلام قبول کر لیا ہو وہ زمین میں اپنا گھر بنائے یا تاک لگائے یا باغ بنائے یا آب باران سے شاداب کرے پنجم زمین خرابہ کہ مرزبان کی منظوری سے آباد ہو۔ خراجی کی تقسیم اول زمین فارس و کرمان دوم ذمی اپنے گھر کو باغ بنائے سوم مسلم جو خراب زمین کو آباد کرے اور چشمہ سے پانی دے۔ جسکی نیابیت المال سے ہوئی ہو چہارم وہ کشور کہ صلح سے لی گئی ہو پنجم ایسی زمینیں کہ آب خراج سے بوئی گئی ہو۔ صلحی اول زمین بنی نجران و بنی تغلب اس کی شرح

پہلی کتابوں میں لکھی ہے۔

بعض کتابوں میں زمین چار طرح کی لکھی ہے اول یہ کہ مسلمان نے آباد کی ہو اوس کو عشری کہتے ہیں دوم زمین کے مالک مسلمان ہو گئے ہوں وہ بعض کے نزدیک عشری بعض اماموں کے نزدیک عشری نا خراجی ہوتی ہے سوم یہ کہ بزور لی ہو اسکو ایک گروہ عشری کہتا ہے ایک طائفہ خراجی۔ اس کو امام کی رائے پر چھوڑتے ہیں چہارم زمین جس پر دین کے بیگانوں نے صلح کی ہو اسکو خراجی کہتے ہیں۔

خراجی زمین کا خراج دو طرح کا ہوتا ہے بمقاسمہ پانچویں حصہ سے لیکر چھٹے حصہ تک۔ خراج وظیفہ یہ ہے کہ توانائی اور سودمندی کے موافق قرار پایا ہو ایک طائفہ اصل مال ارتفاعی کو خراج کہتے ہیں۔ جب اس گروہ کا حصہ ان کے خرچ سے زیادہ ہوتا ہے تو چند شرائط کے ساتھ اس سے زکاۃ لیتے ہیں اور اس کا نام عشری رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں بڑا اختلاف ہے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں اپنے مذہب کے بیگانوں سے اعلیٰ ۴۸ درہم واوسط ۲۴ درہم اور ادنیٰ بارہ درہم لیا تھا اسکو جزیہ کہتے تھے۔

ہر ملک میں سوا کشت وکار کے آدمیوں کے مال میں سے کچھ اور بھی لیتے ہیں اسکو تمغا کہتے ہیں اراضی مزروعی پر از راہ ربع جو قرار پاتا ہے اسکو مال کہتے ہیں اور انواع گزیدہ مخترفہ سے جو حاصل ہوتا ہے اسکو جہات کہتے ہیں۔ اور باقی کو سائر جہات اور جو مال پر متفرع ہوتا ہے اسکو وجوہات کہتے ہیں اگر وہ دیوان میں جاتا ہو ورنہ انکا نام فروعات ہوتا ہے۔

ہر سرزمین میں ایسی خواہشوں سے آشوب پھیلتا تھا اور لوگوں کو آزار پہنچتا تھا اس لئے پادشاہ نے جو بے حساب باز خواستیں تھیں ان سب کو موقوف کر دیا اس نے آدمیوں کی اس طرح کی ستمگاری کی خو کو پسند نہیں کیا۔ اول گز۔ طناب بیگہ کا عیار مقرر کیا۔ اور پھر زمینوں کی اقسام کیں اور وجہ پاسبانی کا اندازہ کیا گز مقدار کا پیمائش کرنے والا اور حال کا گذارش کرنے والا ہے چھوٹے بڑے انکو اس سے

(۱۰) مہرسوں گز

کام پڑتا ہے نیک و بد اسکے آرزومند ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے وسیع ملک میں وہ تین طرح کا مروج تھا اول دراز دوم میانہ سوم کوتاہ اور ہر ایک گز کے چوبیس حصّے کئے تھے۔ ہر حصّہ کو طسوج کہتے تھے۔ دراز گز کا ایک طسوج آٹھ معتدل جوؤں کی برابر تھا جن کی چوڑان کو ملا کر برابر رکھیں اور میانہ کا طسوج برابر سات جو کے اور کوتاہ کا طسوج برابر ۶ جو کے بڑے گز سے کشت و زار و کردہ و شہر و قلعہ و حوض و گلین و دیواروں کی پیمایش ہوتی۔ میانہ سے سنگین و چوبین عمارت و نےبست خانے و پرستش جائیں و کنوئیں و باغ پیمایش ہوتے اور چھوٹے سے پارچہ و سلاح و پلنگ و سنگاسن و چوڈول و ڈولی و صندلی و عرابہ اور اوران کی مانند چیزیں۔ اگرچہ اور دیار میں گز کو ۲۴ طسوج کا بتاتے ہیں مگر ہر طسوج کو دو حبہ کی برابر گنتے ہیں۔ اور ہر حبہ دو جو کی برابر اور ہر جو چھ خردل کی برابر اور ہر خردل بارہ فلس کی برابر اور ہر فلس ۶ فتیلہ ہر فتیلہ ۶ نقیر اور ہر نقیر آٹھ قطمیر کی اور ہر قطمیر بارہ ذرہ کی اور ہر ذرہ آٹھ ہبا اور ہر ہبا دہ دہمہ کی برابر اعتبار کرتے ہیں۔

چار طسوج کو ایک دانگ کہتے ہیں چھ دانگ کو ایک گز اور بعض گز کو ۲۴ انگشت (انگل) قرار دیتے ہیں اور ہر انگل برابر چھ جو معتدل کے کہ جن کی چوڑان ملا کر برابر رکھی جائے اور ہر جو برابر ٹٹو کی ایال کے چھ بال کے۔ پرانی کتابوں میں گز دو شبر و دو گیرہ (پور) انگشت ابہام کی برابر گنتے ہیں اس کی پیمائش سولہ گرہ سے کرتے ہیں اور ہر گرہ کے چار حصّے اور ہر حصّہ کا نام چار پیر اور ہر گز کے ۶۴ پیر ہوتے ہیں۔

سلطان سکندر لودی نے ایک گز بنایا جس کا اندازہ ۴۱½ اسکندری بنا اور اسکندری ایک تانبے کا نقد گول نقرہ آمیز تھا۔ جنت آشیانی نے اس پر ایک نیم اور زیادہ کر کے ۴۲ قرار دیا اس کی مقدار ۳۲ انگشت کی تھی۔ پہلے حکیموں نے بھی ایسا ہی گز بنایا تھا۔ شیر شاہ و سلیم شاہ کے زمانہ میں کہ ہندوستان میں غلہ بخشی و مقطعی ضبط میں آئی تو اس گز سے پیمائش ہوئی سنہ ۳۱ الٰہی تک اگرچہ کرپاس میں گز اکبر شاہی جو ۴۶ انگل تھا کام میں آتا تھا۔ مگر زراعت و عمارت میں اسکندری گز کام میں آتا تھا۔ پادشاہ نے یہ سوچ کر کہ طرح طرح کے

گزوں سے خلقت کے دلوں کو پریشانی ہوتی ہے اور بدکاروں کو دہوکہ دینے کا موقع ملتا ہے۔ سب گزوں کو دور کیا اور ایک معتدل گز کو رواج دیا جو ۴۱ ۔ انگشت کا تھا۔ اور یاد الہی کے لئے اسکا نام الہی گز رکھا اور اب سب کاموں میں وہی دست آویز ہے۔

(۱۱) جریب طناب

بادشاہ نے پرانی جریب شصت درشصت گز کی رکھی مگر گز اسکے الہی کر دئے اس ملک میں طناب پیمایش رسن سے جسکو سن کہتے ہیں بٹتے ہیں وہ خشکی و تری میں دراز و کوتاہ ہوتی ہے اسکو اس میں رکھ دیتے یا بہانے بنا کے پانی میں بھگو دیتے۔ بسا اوقات صبح کو جب کام شروع ہوتا تو وہ تری سے سکڑ جاتی اور آخر روز میں خشک ہو کر دراز ہو جاتی۔ اول صورت میں دست مزد جہاں بانی میں کمی ہوتی ۱۹ سنہ الہی میں ایک جریب بانس کی بنائی گئی اور اس کو آہنی حلقوں سے پیوستہ کیا کہ کم و افزوں نہ ہو خلقت کو اس سے آسودگی حاصل ہوئی اور خیانت گروں کے ہاتھ کوتاہ ہوئے۔

(۱۲) زمین بیگہ

بیگہ جریب کو کہتے ہیں۔ جو قطعہ زمین ساٹھ گز سے ساٹھ گز ہوتا ہے وہ بیگہ کہلاتا ہے۔ اگر طول یا عرض میں کمی ہو اور دوسرے میں افزونی تو وہ حساب میں مکسر ہوتی ہے۔ کل بیگہ میں زمین ۳۶۰۰ گز ہوتی ہے۔ ہر بیگہ کے بیس حصے کرتے ہیں اسکو بسوہ کہتے ہیں اور اسکے پھر بیس حصے کرتے ہیں اسکو بسوانسہ کہتے ہیں اور پیمایش میں اسکے بعد پھر حصے نہیں شمار کرتے ا زمین ۹ بسوانسہ ہو تو اس سے مال نہیں طلب ہوتا اگر دس ہو تو ایک بسوہ شمار کرتے ہیں بعض بسوانسہ کے بھی بیس حصے کرتے ہیں اس کو تسوانسہ کہتے ہیں اور پھر تسوانسہ کے بھی بیس حصے رتے ہیں اسکو پنوانسہ کہتے ہیں۔ اور پھر اسکے بیس حصے کرتے ہیں اسکو انوانسہ کہتے ہیں۔

ایک بیگہ طناب سن کا طناب بانس کے بیگہ سے دو بسوہ بارہ بسوانسہ کم ہوتا ہے اور ہر سو بیگہ میں تیرہ بیگہ کا تفاوت ہوتا ہے۔ اگرچہ طناب سن بھی شصت گزی ہوتی ہے لیکن تاب زدگی میں ۵۶ گز ہو جاتی ہے اور الہی گز سکندر گز سے ایک بسوہ - ۱۶ بسوانسہ و ۱۳ تسوانسہ ۸ پنوانسہ و چار انسوانسہ زیادہ ہوتا ہے اس سے بیگہ میں ۱۴ بسوہ ۰ ۸ بسوانسہ و ۱۳ تسوانسہ ۸ پنوانسہ چار انسوانسہ کا نقصان ہوتا ہے۔ اور سو بیگہ میں

(۱۳) آئین زمین اس کے درجے و فرماندہی کا ریع یعنی محصول

ان دونو طرح کی گزوں کی پیمایش سے ۲۲ بیگہ ۳ بیوہ ۷ بسوانسہ کا فرق ہوتا ہے۔

پادشاہ نے جب گزو طناب بیگہ مقرر کر دیا تو زمینوں کی یہ اقسام مقرر کی۔

اول پولج ۔ وہ زمین جسمیں سال بسال اور فصل بفصل زراعت ہو اور اسکا زور کم نہ ہو۔

دوم پرولی ۔ کچھ دنوں بوئیں کچھ دنوں نہ بوئیں جسکے سبب اسمیں پھر زور آجائے۔

سوم بنجر ۔ جسمیں پانچ سال سے زیادہ گذر گئے ہوں کہ زراعت نہ ہوئی ہو۔

اول دو قسم کی زمینوں کی پیداوار کے لحاظ سے تین قسمیں ہوئیں ۔ گزیدہ ۔ میانہ ۔ زبون ان تینوں قسموں کی پیداوار کو جمع کر کے تین پر تقسیم کریں تو اس اوسط کا نام محصول رکھا گیا اور اس کی تہائی دست مزد جہانبانی قرار پایا ۔ ریع جو شیر خاں نے لیا تھا اور آج کل تمام صوبوں میں اس سے کمتر نشان نہیں دیتے اسکو اکبر شاہ نے منظور کیا سپاہ و رعیت کی آسودگی کے لئے قیمت میں زر خالص کی بار خواست ہوتی ہے۔

ریع پولج

ہندی زبان میں اسکو اساڑہی کہتے ہیں۔

گندم ایک بیگہ میں اعلی ۱۸ من میانہ ۱۲ من زبون میں ۸ من ۵ ۳۵ سیر کل ۳۸ من ۵ ۳۵ سیر تھائی اس کی ۱۲ من ۳۸ سیر و یک پاؤ محصول قرار پایا اور اسکی ایک تہائی ۴ من ۱۲ سیر ۳ پاؤ پا ریع جہانبانی ۔

نخود ۔ ۱۳ من و ۱۰ ۱/۲ من و ۷ ۱/۲ من ثلث ۱۰ من ۱۳ ۱/۲ سیر اس میں سے ۳ من ۱۸ سیر لیتے ہیں۔

عدس (مسور) ۸ من ۱۰ سیر ۶ ۱/۴ من و ۴ من ۲۵ سیر سہ یک ۶ من ۱۸ سیر یک پاؤ ۔ ۲ من ۶ سیر طلب کرتے ہیں۔

جو ۔ ۱۸ من و ۱۲ ۱/۲ من و ۸ من ۱۵ سیر ۱۴ من ۱۲ ۱/۲ سیر ۔

کتان (السی) ۶ ۱/۲ من و ۵ من ۱۰ سیر و ۳ من ۳۰ سیر ۔ ۱ من ۲۹ سیر لیتے ہیں۔

تخم معصفر (کرڑ) ۸ من ۳۰ سیر ۶ من ۳۰ سیر و ۵ من ۱۰ سیر ۔ ۲ من ۱۲ سیر کی خواہش ہوتی ہے

ارزن (چینہ) ۱۰½ من و ۸½ من و ۵ من ۵ سیر۔ و ۸ من ۷ ۲½ سیر دیتے ہیں۔

شرشف (سرسوں) ۱۰½ من و ۸½ من و ۵ من ۵ سیر و ۲½ من ۷½ سیر

مشنگ (مٹر) ۱۳ من و ۱۰½ من ۸ من ۵ ۲۵ سیر ۳½ من ۳۰ سیر دیوان میں پہنچاتے ہیں۔

ستمکیت۔ (میتھی) عربی میں حلبہ کہتے ہیں ۱۴ من و ۱۱ من و ۹½ من ۱۵ سیر ۳½ من ۱۵ سیر لیتے ہیں

شالی کور ایک زبون قسم ہے ۱۴ من و ۸ من و ۱۴ من ۱۰ سیر ۶ من ۱۰ سیر لیتے ہیں۔

خربوزہ و نان خورہ (اجواین) و پیاز اور سبزیوں (ترکاری) کو ربیع نہیں قرار دیا

دستور العمل نقدی کا رکھا ہے جس کا بیان ہوگا۔

خریفی ربیع

اس کو ہندی میں سانونی کہتے ہیں۔

قند سیاہ ۱۳ من ۱۰½ من و ۷½ من ۳ من ۱۸ سیر لیتے ہیں۔

پنبہ۔ ۱۰ من ۷½ من و ۵ سیر۔ ۲½ من۔

شالی مشکیں ریزہ دانہ بہت سفید خوشبودار زود ہضم و گوارا ۱۴ ۲ من ۱۸ من ۱۴ من ۱۰ سیر

۶ من و ۱ سیر قرار پایا۔

شالی سادہ۔ اس طرح کا نہیں ہوتا ۷ من۔ ۹½ من و ۹ من ۱۵ سیر ۴ من ۱۳ سیر

لیتے ہیں۔

ماش ہندی۔ (مونگ) ۱۰½ من و ۷½ من و ۵ من ۱۰ سیر۔ ۲ من ۲۳½ سیر قرار

پایا۔

ماش سیاہ (اڑد) بدستور مونگ۔

موٹھ۔ ماش مونگ سے بدتر و اڑد سے بہتر ۶½ من و ۵½ من و ۳¾ من ۱ من

۲۹ سیر لیتے ہیں۔

جرت (جوار) ۱۳ من و ۱۰ من و ۷½ سیر۔ ۳ من ۱۸ سیر لیتے ہیں۔

شامانح (ساوان) ۱۰½ من ۸½ من ۵ من ۵ سیر۔ ۲ من ۲۷½ سیر لیتے ہین۔

کودون (ساوان کی مانند لیکن اس کا پوست مائل بہ تیرہ سرخی ۱۷ من و ۱۲½ من و ۹ من ۱۵ سیر وجہ دیوان ۴ من ۱۲ سیر۔

کنجد (تل) ۸ من و ۶ و ۴ من - ۲ من لیتے ہین۔

کال (کنگنی) ۶½ من ۵ من ۵¼ سیر ۳ ¾ من ۱ من ۲۹ سیر لیتے ہین۔

توریا۔ سرسون کی مانند لیکن سرخی مائل ہوتا ہی ۶½ من ۵¼ من ۳¾ من ۔ ۱½ من لیتے ہین

ارزان اکثر ربیع مین ہوتا ہے۔ ۱۶ من و ۱۳½ من ۔ ۱۰ من ۲۵ سیر۔ ۴ من ۱۸½ سیر لیتے ہین۔

لہڈرہ۔ خوشہ ودانہ اس کا کنگنی کی مانند ہوتا ہے ۱½ من و ۷½ من ۵¼ من ۔ ۲ من ۳۳ سیر

منڈوہ۔ اس کا خوشہ سانوان کی مانند ہوتا ہے اور اس کا دانہ سرسون کا سا لیکن کچھ سرخ دانے کچھ سفید دانے ہوتے ہین ۱۱½ من و ۹ من و ۶½ من۔ ۳ من لیتے ہین۔

لوبیا۔ باقلے کی مانند ہوتا ہے مگر اس سے کچھ چھوٹا۔ ۱۰½ من و ۷½ من ۵¼ من ۲ من ۲۰½ سیر۔

کودری۔ سرسون کی مانند۔ مگر اس سے زبون ۶½ من و ۵¼ من و ۳¾ من ۱ من ۲۹ سیر لیتے ہین۔

کلت۔ مسور کی مانند کچھ سیاہ زیادہ اس کا پانی اونٹ کو فائدہ مند ہوتا ہے پتھر کو اس سے ترکرتے ہین تو اُس کا کاٹنا آسان ہوتا ہے۔ ۱½ من ۷½ من ۵¼ من ۲ من ۲۰½ سیر۔

برٹی۔ سانوان کی مانند۔ مگر اس سے سفید زیادہ ہوتا ہے ۶½ من ۵¼ من ۳¾ من ۱ من ۲۹ سیر مزد پاسبانی کی بازخواست مین بعض جگہہ پاؤ سیر گھٹا دیتے ہین اور بعض جگہہ بڑھا دیتے ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

نیل وکوکنار و پان وزرد چوب وسنگھاڑہ وسن و کچالو وکدو وحنا وخیار و بادرنگ و بادنجان

وترب وزردک وکریلہ وکگورہ وٹینڈس وکچرہ کوربیع نہین قرار دیتے اوران پرنقدی کا دستورالعمل ہے اس آئین سے پروی کی کھیتی پر مثل پوپنچ کی جمع لی جاتی ہے۔

پادشاہ نے مال مین جو نوازش کی اس کا بیان اور پرھوا جہات مین ایک دسوان حصہ معاف کردیا اور بیسوان حصہ قرار دیا۔ دو فیصدی مین ادھی پٹواری کو اور ادھی قانونگو کو دینا ٹھیرا۔ پٹواری کسانون کی طرف سے ہوتا ہے جو گانون کا خرچ و دخل لکھتا ہے اور کوئی گانون ایسا نہین ہوتا جسمین وہ نہو۔ قانون گو کشاورزون کی پناہ ہوتا ہے اور ہر پرگنہ مین ایک ہوتا ہے اس زمانہ مین قانون گو کا حصّہ موقوف کردیا گیا ہے اور خدمت گزینی کی شرط مین تین طرح کی تنخواہ اسکی مقرر ہوئی ہے اول ماہوارہ پچاس روپیہ دوم ۳۰ روپیہ سوم ۲۰ روپیہ اور اسی کے موافق جاگیرین ہوتی ہین ایسا آئین تھا کہ شقدار نے گماشتے و کارکن و امین ہر روزہ ۵ دام ضابطانہ لے لیتے بشرطیکہ ربیع مین ۲۰ بیگھہ سے کم اور خریف مین ۲۵۰ بیگھہ سے کم نہ ناپتے۔ پادشاہ نے یہ بخشش کی کہ اس کی جگہہ پر ہر بیگہ پیچھے ایک دام مقرر کردیا۔

پہلی دجوامات جو محصول ہندوستان کی برابر تھی پادشاہ نے ایزدی شکرانہ مین معاف کردیے جیسے کہ جزیہ و میر بحری وکر (یعنی گروہ گروہ آدمی جو معابدین حاضر ہوتے ان مین ہر ایک سے کچھ لیا جاتا) و گاؤ شماری۔ وسر درختی۔ پیش کش۔ قردق۔ اقسام پیشہور۔ داروغگانہ تحصیلداری و فوطہ داری۔ بتلائی۔ وجہ کرایہ۔ خریطہ صرافی حاصل بازار۔ نخاس۔ بسن کنبل۔ روغن۔ ادھوڑی۔ کیالی و وزّانی۔ قصابی۔ دباغی۔ قماربازی۔ تنغلہ ساوری۔ راہ داری۔ پک۔ (دستار کی عوض مین کچھ لیتے) دودی (جو شخص آگ روشن کرے وہ کچھ دے) اسم خانہ (جو بیچین یا خریدین ہر ایک مین سے کچھ لیا جائے) نمکی (شورہ اس سے بنائین) و بلکٹی (یعنے کھیت کاٹنے کی اجازت جو کسان کو دین تو اس سے کچھ زر لین)۔ پتی۔ نہرہ چونہ گری۔ خماری۔ ولالی۔ ماہی گیری۔ حاصل

درخت آل- اس طائفہ کی اصطلاح مین جسکو سائر جہات کہتے تھے ان سب کو پادشاہ نے بخشدیا-

(۱۴) آئین چچر

بارش کی کثرت سے وسیلاب کی شورش سے جس زمین مین کھیتی نہ ہوتی اور اسکے بونے جوتنے مین کسانون کو مشکل پڑتی تو اسکے لئے یہ دستور مقرر ہوا کہ ان سے سال اول مین دو پانچوین حصے اور دوسرے سال مین تین پانچوین اور چوتھی سال مین چار پانچوین بدستور لئے جائین اور جگہہ کے اندازہ کے موافق نقد یا جنس طلب کیا جائے- بعد ازان سال سوم مین ۱۰ ۱/۲ حصے مانگے اور پھر ایک دام زیادہ کرے-

(۱۵) آئین بنجر

چونکہ سیلابی ہونے سے اس زمین کا حال مختلف رہتا ہے اس لئے یہ حق شاہی مقرر ہوا کہ یعنی گندم سیلابی مین سال اول مین بگہ سے آدہ من دوم مین ایک من سوم مین دو من چہارم مین تین من اور پنجم مین بدستور- اور اسی طرح اور اناجون کے لیئے دستور مقرر تھے-

سب طرح کی زمینون مین کشاورز کو اختیار تھا کہ نقد یا غلہ دے جس مین اسکو آسانی ہو دامن کوہ سیلابی پرگنات سنبل و بھڑایچ مین بنجر نہین ہے- سیلابون مین خاک اتنی نئی آجاتی ہے کہ پولج سے اس مین زراعت آسان ہوتی ہے اور زیادہ پیداوار ہوتا ہے- پادشاہ اس زمین کو پولج کی برابر شمار کرتا ہے- کشاورز کے اختیار مین یہ امر تھا کہ نقد و یا کنکوت یا بھاؤ کی جمع کراکے مال ادا کرے-

(۱۶) آئین نوزدہ سالہ

ہمیشہ کاروان بیٹے اور بالک کے نرخنامے لیتے اور بہت غور کر کے غلہ کی قیمت مقرر کرتے زمین پولج پر جس کا ذکر اوپر ہوا زر قرار دیتے مگر اب سال ششم الٰہی سنہ ۹۶۸ ہجری سے ۲۴ سال تک نہایت کاوش سے نرخنامے جمع کیئے گئے اور ان کی جدولین بنائی گئین اور ہر سال پر ہندسہ کا نشان کیا گیا اور اوسط کے موافق نرخ قرار دے کر غلہ کی قیمت لیجاتی- اگر کسان زر نقد نہ دیتا تو غلہ لے لیا جاتا اور بازار کے بھاؤ بیچڈالا جاتا-

(۱۷) آئین دہ سالہ

پادشاہ کی آغاز سلطنت مین یہ دستور تھا کہ ہر سال کاروان نرخون کو دریافت کر کے پادشاہ

پاس لاتے اور ربیع جنس اور اسکی قیمت مقرر کرکے جمع مقرر کرتے جس مین بہت رنج اٹھانا پڑتا۔ مگر جب خواجہ عبدالحمید آصف خان وزارت سے سربلند ہوا تو جمع ولایت رقمی ہوتی جو کچھ دل مین آتا۔ قلم سے جمع بڑھادی جاتی۔ اس سبب سے کہ ملک فراخ نہ تھا اور خدمت گذار نوکروں کا ہر وقت عروج ہوتا جاتا تھا تو ان کی رشوت ستانی اور غرض پرستی سے جمع کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ مگر جب یہ خدمت مظفر خان اور راجہ تو ڈرمل کو سپرد ہوگئی تو سنہ ۱۵ الٰہی مین قانون گویون سے ملک کی تقسیمات دریافت ہوئین۔ محصول کو قیاس و تخمینہ سے مقرر کرکے ایک تازہ جمع مقرر ہوئی۔ دس قانون گو مقرر ہوئے کہ وہ خرد قانون گویون سے کاغذات لے کر دفتر خانہ مین سپرد کرین۔ اگرچہ پہلے کی نسبت اس سے کچھ رشوت وغیرہ کا انسداد ہوا مگر ابھی حاصل کی راہ دور تھی اب ملک بہت فراخ ہوگیا تھا۔ ہر سال بہت سی ارج شناسی کی تلاش مین تکلیف ہوتی تھی اور دیر مین سامان بہم پہنچتا۔ اس سے طرح طرح کی خرابیان پیدا ہوئین کہ مزارع و دہاقین افزون خواہی سے فریاد کرتے اور اقطاع دار زر بقایا کی نالش کرتے۔ بادشاہ نے ان برائیون کے دور کرنے کے لئے علاج کیا کہ جمع دہ سالہ مقرر کی جس سے خلقت آسودہ اور سپاس گذار ہوئی سنہ ۱۵ الٰہی سے سنہ ۲۴ تک محصول دہ سالہ کو جمع کیا اور اس کا دسوان حصہ ہر سال کے لیے جمع مقرر کیا گیا سنہ ۲ سے سنہ ۲۴ تک تحقیق کے ساتھ جمع دریافت ہوئی اور باقی پانچ سال کی جمع راستی منشون کی گذارش پر مقرر ہوئی۔ ہر سال مین جنس کا مل اعتبار کی گئی غرض بندوبست دہ سالہ ہوا ہی

احوال دوازدہ صوبہ

ابوالفضل نے لکھا ہے کہ سنہ ۴۰ الٰہی مین بادشاہ کی قلمرو مین ۲۷۳۷ قصبے اور ایک سو پانچ سرکار تھیں۔ جب جمع دہ سالہ یعنی بندوبست دہ سالہ ہوا تو سارے ملک کی آمدنی تین ارب ۶۲ کروڑ ۹۷ لاکھ ۵۵ ہزار ۲ سو ۴۶ دام تھے اور بارہ لاکھ برگ تنبول بادشاہ نے ملک کے

بارہ حصے کئے اور ہر ایک کا نام صوبہ رکھا اور اس کو کسی ملک و شہر کے نام سے موسوم کیا جنکی تفصیل یہ ہے (۱) الہ آباد (۲) آگرہ (۳) اودہ (۴) اجمیر (۵) احمد آباد (۶) بہا (۷) بنگالہ (۸) دہلی (۹) کابل (۱۰) لاہور (۱۱) ملتان (۱۲) مالوہ۔

جب برار و خاندیس و احمد نگر فتح ہوگئے تو یہ تین چھوٹے صوبہ اور زیادہ ہوکر پندرہ صوبے ہوگئے۔

نمبر	نام صوبہ	محصول زمین داموں مین	محصول زمین حال کے روپے مین
۱	الہ آباد	۲۱۲۴۲۷۱۱۹	۵۳۱۰۶۶۷
۲	آگرہ	۵۴۶۲۵۰۳۰۴	۱۳۶۳۶۲۵۷
۳	اودہ	۲۰۱۷۵۸۱۷۲	۵۰۴۳۹۵۴
۴	اجمیر	۲۸۰۶۱۳۷۹۶۸	۷۱۵۳۴۴۹
۵	گجرات (احمد آباد)	۴۳۶۸۰۲۳۰۱	۱۰۹۲۴۱۲۲
۶	بہار	۲۲۱۹۸۹۴۰۴	۵۵۴۷۹۸۵
۷	بنگال	۵۹۸۴۵۹۳۱۹	۱۴۹۶۱۴۸۲
۸	دہلی	۶۰۱۶۱۵۵۵۵	۱۵۰۴۰۳۸۸
۹	لاہور	۵۵۹۴۵۸۴۲۳	۱۳۹۸۶۴۶۰
۱۰	ملتان	۳۸۴۰۳۰۵۸۹	۹۶۰۰۷۶۴
۱۱	مالوہ	۲۴۰۶۹۵۰۵۲	۶۰۱۷۳۷۶
۱۲	کابل اور قسم کے سکے جنکی تحویل ہندوستانی داموں مین کیگئی	۲۷۲۷۱۷۷۸۶ ۵۰۱۲۳۲۰۰	۸۰۷۱۰۲۴

نمبر	نام صوبہ	محصول زمین داموں مین	محصول زمین حال کے روپیہ مین
	پرانے صوبون کی جمع	۴۶۱۲۵۵۰۷۸۲۰	
۱۳	برار	۶۹۵۴۴۶۸۲	۱۷۳۷۶۱۱۷
۱۴	خاندیس	۳۰۲۵۲۹۴۸۰	۷۵۶۳۲۳۷
۱۵	احمدنگر	کچھ نہین لکھا	×
۱۶	ٹھٹھہ (سندھ)	۶۶۲۵۱۳۹۳	۱۶۷۶۲۸۴
	نئے صوبون کی جمع	۱۰۶۳۸۲۵۵۶۳	۱۳۳۸۲۸۵۵۲
	کل جمع	۵۶۷۶۳۸۳۳۸۳	
		۲۸۳۸۱۹۱۶۹ روپے۔	

نظام الدین احمد نے اپنے طبقات اکبری مین یہ لکھا ہے کہ ہندوستان کا طول بدخشان کی سرحد ہندوکوہ سے اڑلیسہ تک جو بنگال کی سرحد پر ہے مغرب سے مشرق تک ۱۶۸۰ آلہی کوس ہے اور اُس کا عرض کشمیر سے لیکر بروج کے پہاڑون تک جو سورت اور گجرات کی سرحد پر ہین ۸۰۰ کوس آلہی اور دوسرے طور سے یون بیان کیا جاتا ہے کہ کوہستان کمایون سے دکن کی حدود تک ۱۰۰۰ کوس آلہی کوس۔ بالفعل ۲ سنہ ۱ ہجری مین ہندوستان مین ۳۲ قصبے جن مین ۱۲۰ بڑے شہر ہین اور پانچ لاکھ دہات ہین جنکی آمدنی ۶۔ ارب چالیس کروڑ ٹنکہ ہین اس مختصر مین ان شہرون کے نام لکھنے کی گنجایش نہین ہے اُن کو مین حروف تہجی کی ترتیب سے جُدا لکھون گا معلوم نہین کہ اُسنے لکھے یا نہین۔

زمین کا محصول سنہ ۱۵۹۴ساڑے سولہ کروڑ روپیہ قیصری تھا۔ اور اکبر کی وفات کے وقت سترہ کروڑ بیناایس لاکھ روپیہ اور کل آمدنی ۳۲ کروڑ روپیہ کی اور خرچ سپاہ کے لئے یعنی یومی کے لئے دس کروڑ روپیہ لیا جاتا تھا کل آمدنی بیالیس کروڑ روپیہ قیصری کی ہوئی۔

پادشاہ کے باقی حالات

بادشاہ کی بیویاں

تاریخون مین پادشاہ کی آٹھ بیویون کا ذکر آیا ہے اول سلطان رقیہ بیگم جو مرزا ہندال کی بیٹی تھی وہ آگرہ مین ۸۴ برس کی عمر مین ۷ رجمادی الاول ۱۰۳۵ھ کو اس دنیا سے سدھاری وہ شہنشاہ اکبر کی زن کلان یعنی پہلی بیوی تھی - اس کے کچھ اولاد نہین پیدا ہوئی - اس لئے پادشاہ نے جب شاہزادہ خرم (شاہجہان) پیدا ہوا تو اس کو اس بیگم کے حوالہ کیا اور اسی نے اس شاہزادہ کو پالا پوسا اور تربیت کیا - شیر افگن خان کے مرنے کے بعد نور جہان اس بیگم کے پاس رہتی تھی - دوم سلطان سلیمہ بیگم تھی وہ بابر کی بیٹی گلبدن بیگم اور مرزا نورالدین محمد کی بیٹی تھی - ہمایون نے اس کا نکاح بیرام خان کے ساتھ ٹھیرایا تھا جو اکبر کی ابتداء سلطنت مین ہوا بعد بیرم خان کے مرنے کے پادشاہ نے خود ۹۶۸ھ مین اس سے نکاح کیا - ۱۰ ذیقعدہ ۱۰۲۱ھ کو اس نے انتقال کیا - وہ شاعرہ تھی - مخفی اس کا تخلص تھا - یہی تخلص اورنگ زیب کی بیٹی زیب النسا کا بھی تھا جس کا دیوان مخفی چھپا ہوا ہے - سوم راجہ بہاری مل کی بیٹی اور راجہ بھگوانداس کی بہن کی شادی پادشاہ سے سانبھر مین ۹۶۸ھ مین ہوئی - چہارم عبدالواسع کی حسین بیوہ سے بیاہ ۹۷۰ھ مین ہوا - پنجم جودھ بائی - یعنی جودھپور کی رانی جہانگیر کی مان تھی - اُس کا نام تاریخون مین نہین بیان ہوا - مگر پادشاہ کی والدہ مریم مکانی پاس رہتی تھی اور مریم زمانی کہلاتی تھی ۱۰۳۲ھ مین اسکا انتقال ہوا تزک جہانگیری مین اسکی نسبت لکھا ہے کہ امید کہ اللہ تعالی ایشان را غریق بحر رحمت خویش گرداناد گو وہ ہندنی تھی جسکا دوزخ میں جانا مسلمانونکے نزدیک ضرور تھا مگر وہ جہانگیر کی مان بھی تھی اسلئے وہ دوزخ مین کیونکر جا سکتی تھی اسلئے خدا سے یہ امید کی گئی - ششم شادبی بی جس سے دو لڑکیان پیدا ہوئین - ہفتم عبداللہ خان مغل کی بیٹی ۹۶۴ھ مین نکاح ہوا - ہشتم میران مبارک شاہ خاندیس کی بیٹی - پادشاہ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیان تھین انمین سے حسن حسین توام پیدا ہوئے اور ایک مہینہ جی کر مر گئے - پھر شاہزادہ سلیم پیدا ہوا جسکی ولادت

جہانگیر کی پیدائش

کا حال ہم نے اوپر بیان کیا خواصون وہ خدمتگارون مین ایک سے پادشاہ کے بیٹا مراد پیدا ہوا۔ وہ کوہستان فتحپور مین پیدا ہوا تھا۔ اس کو پادشاہ پہاڑی کہتا تھا۔ جب وہ دکن کی تسخیر کو گیا ہے تو نا جنسون کی مصاحبت سے شراب خواری کی کثرت نے ۳۰ سال کی عمر مین جالنا پور کی نواح مین رحمت حق سے پیوستہ ہوا۔ حلیہ اس کا یہ ہے کہ سبز رنگ۔ لاغر اندام قد بدرازی مائل اسکے اوضاع سے تمکین ووقار ظاہر اور اسکے اطوار سے شجاعت و مردانگی باہر ۳ محرم ۹۷۸ھ کو پیدا ہوا اور ۱۰۰۶ھ مین مرگیا اسکی ایک بیٹی تھی جسکی شادی جہانگیر نے اپنے بیٹے پرویز سے کی۔

پھر چہارشنبہ جمادی الاول ۹۷۹ھ کو ایک اور خواص سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام دانیال اس سبب سے رکھا کہ وہ اجمیر مین خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمتہ کے مجاورون مین سے شیخ دانیال کے گھر مین پیدا ہوا تھا۔ جب شاہزادہ مراد کا انتقال ہوا تو شاہزادہ دانیال کو دکن کی تسخیر کے لئے پادشاہ نے بھیجا تھا اور اس کے بعد خود بھی دکن روانہ ہوا تھا جس کا مفصل حال مہمات دکن مین بیان ہوا کہ بادشاہ نے جب دارالخلافہ کو مراجعت کی ہے تو ولایت دکن دانیال کو سپرد کی ہے اسنے بھی اپنے بھائی مراد کا طریقہ ناپسندیدہ مے خواری کا اختیار کیا۔ جب باپ کو اس بادیہ پیمائی کی خبر ہوئی تو اس نے خانخاناں کو فرمان بھیجا کہ جس طرح ہوسکے اس بلائے جانستان سے شہزادے کو بچائے۔ خانخانان نے شراب بندی کی اور ان تبہ کارون کو جو مخفی شاہزادے کو شراب پہنچاتے تھے قید کرکے انکی خوب لکدکوب کی۔ جہانگیر نے شاہزادہ دانیال کی وفات کا حال یہ لکھا ہے کہ دانیال کو بندوق و شکار کا بہت شوق تھا اور اپنی بندوقون مین سے ایک کا نام اسنے یکہ و جنازہ رکھا تھا اور یہ بیت اپنی تصنیف سے اسپر نقش کرائی تھی ؎

از شوق شکار تو شود جان تر و تازہ ۔۔۔ بر ہر کہ خورد تیر تو یکہ و جنازہ

جب باپ کے حکم سے شراب بالکل مسدود ہوئی تو مرزا نے اپنے نزدیک کے خدمتگارون کو بہ اصرار بلکہ بہ نہایت زاری سے کہا کہ جس طرح ممکن ہو میرے لئے تو لاؤ اس نے

اُس نے مرشد علی تفنگچی کو فرمایا کہ اسی تفنگ یکہ وجنازہ کی نال مین شراب ڈال کر لا۔ اس بے سعادت نے تفنگ مین جو مدت سے باروت اور اسکی بو مین پرورش یافتہ تھی عرق دو آتشہ بھرا جس مین لوہے کا زنگ بھی تحلیل ہوکر آمیختہ ہوا اسکے پیتے ہی دانیال کا انتقال ہوا ؎

کسے باید کہ فائے بد نہ گیرد　　وگر گیرد برائے خود نہ گیرد

دانیال چالیس روز تک بستر پر سے نہ اُٹھ سکا مگر شراب نہ چھوڑی جس دن شراب نہ ملتی وہ زندہ رہنے کو مرنے سے بدتر سمجھتا اور بیماری کا کچھ خیال نہ کرتا سچ ہے مصرع

حریص بادہ کجا فکر دردسر دارد۔ دانیال جوان خوش قد اور نہایت خوش ترکیب اور خوشنما تھا۔ گھوڑے اور ہاتھی کا ایسا شوقین تھا کہ جب سنتا کہ کسی پاس اچھا گھوڑا اور عمدہ ہاتھی ہے تو اس کو لئے بغیر نہین رہتا۔ نغمہ ہندی سے میلان رکھتا تھا اور کبھی کبھی اہل ہند کی زبان اور محاورہ مین شعر کہتا۔ وہ بد نہ ہوتا۔ ۳۳ سال ۶ ماہ اس دیرفنا مین بادہ زندگی پیا۔ ۲۸ شوال ۱۰۱۳ھ پھر خمار مرگ مین گرفتار ہوا ۱۰۰۲ھ کی ابتدا مین دانیال کی شادی قلیج خان کی بیٹی سے ہوئی اور ۱۰۰۶ھ کے آخر مین خانخانان کی بیٹی خانخانان بیگم سے بادشاہ نے نکاح پڑھا کر دکن اسکے ساتھ بھیجا تھا۔ بیجاپور کے بادشاہ عادل شاہ کے بیٹے کے ساتھ نکاح کا حال اوپر پڑھ چکے ہو اس کے تین بیٹے تھے۔ اول طہمورث دوم ہوشنگ۔ سوم بایسنغر۔ اور چار لڑکیان تھین اول سعادت بانو۔ دوم بولاقی بیگم جو دختر قلیج خان سے پیدا ہوئی تھی سوم ماہی بیگم ہمشیرہ ہوشنگ۔ چہارم برہانی بیگم خواہر طہمورث۔ طہمورث کی جہانگیر کی بیٹی سلطان بہار بیگم سے اور ہوشنگ کی خسرو کی بیٹی ہوشمند بانو بیگم سے شادی ہوئی تھی۔ جہانگیر کے مرنے کے بعد طہمورث اور ہوشنگ کو آصف خان نے مار ڈالا تھا۔ سلطان دانیال اپنی بیوی خانخانان بیگم کو بہت چاہتا تھا یہ بیوی بھی ایسی وفادار تھی کہ خاوند کے مرنے کے بعد جینا نہین چاہتی تھی۔ مگر خودکشی بھی نہین کرسکتی تھی اس لئے خاوند کا سوگ تا دم مرگ ایسا ہی تازہ رکھا کہ وہ ابھی مرا ہے۔

شہنشاہ اکبر بیٹون کیطرف سے بدنصیب تھا۔ ۲۸ برس کی عمر تک کوئی بیٹا جیا نہین۔ پھر تین بیٹے جیئے توان مین سے دو مرادا ور دانیال جوان مرگ ہوئے۔ جس سے اسکے دل پر داغ لگے۔ تیسرا بیٹا سلیم جو زندہ رہا اُسنے اپنے کوتکون سے باپ کی زندگی کو آخرعمر مین تلخ کیا۔

بادشاہ کے تین بیٹیان تھین ایک شہزادہ خانم جو سلیم سے تین مہینے بعد ۹۷۷ھ مین پیدا ہوئی دانیال کے تولد ہونے کے بعد بی بی دولت شاد سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام شکر النساء بیگم رکھا گیا اُسنے باپ کے پاس ہی پرورش پائی تھی اس مین نیک ذاتی اور عام خلائق کے ساتھ رحمدلی فطری اور جبلی تھی اپنے ایام خردسالی سے وہ جہانگیر سے ایسی بے اختیار محبت رکھتی تھی کہ بہن بھائیون مین کمتر ہوتی ہے۔ دستور ہے کہ لڑکیون کی چھاتیون مین سے اول دودھ نکالتے ہین اور ایک قطرہ شیر اس مین سے نکلتا ہے۔ جب اس بہن کی چھاتی مین قطرۂ شیر نکلا تو باپ نے جہانگیر سے فرمایا کہ بابا اس شیر کو پی کہ حقیقت مین یہ تیری بہن بجائے مان کے ہوجائے جہانگیر لکھتا ہے کہ خدا گواہ ہے کہ جس روز سے مین نے یہ قطرہ شیر پیا تو علاوہ بہن پنے کی محبت کے مجھے اس سے وہ الفت ہوگئی تھی جو اولاد کو مان کے ساتھ ہوتی ہے اسکی شادی مرزا شاہرخ سے ہوئی تھی بعد ازان کچھ مدت کے بعد بی بی دولت شاہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام آرام بانو بیگم رکھا گیا۔ اسکے مزاج مین گرمی اور تندی تھی۔ باپ کو وہ ایسی عزیز تھی کہ اسکی بے ادبیان بھی باپ کو غایت محبت کے سبب سے بُری نہ معلوم ہوتی تھین۔ انکی شرح بھی وہ ایسی کرتا تھا کہ ادب مین وہ داخل ہوجاتی تھین اس لیئے جہانگیر کو وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری اس لاڈلی بیٹی سے ایسا سلوک کرنا جیسا مین کرتا ہون اسکی بے ادبیون اور شوخیون پر کچھ خیال نہ کرنا۔ وہ چالیس برس کی عمر مین اسہال کے مرض مین مبتلا ہوکر دنیا سے انتقال کر گئی۔

بادشاہ کا حلیہ جہانگیر کی توزک جہانگیری مین یہ لکھا ہی کہ قد بلند بالا کی حد وسط مین گندم گون چشم و ابرو سیاہ۔ صباحت سے ملاحت زیادہ۔ شیر اندام۔ کشادہ سینہ۔ دست و بازو دراز پرہینی

بادشاہ کی بیٹیان

حلیہ شہنشاہ اکبر

کے بائین طرف آدھے چنے کی برابر مسّہ نہایت خوشنما جس کو ارباب علم قیافہ دولت عظیم اور اقبال جسیم کی علامت جانتے ہین۔ آواز نہایت بلند۔ تکلم و بیان نمکین۔ اہل عالم سے وہ اوضاع واطوار مین مناسبت نہین رکھتا تھا بلکہ فرّہ ایزدی اُس سے ظاہر ہوتا تھا۔ پادشاہ ایسا قوی تھا کہ بہت کم بیمار ہوتا اور اگر کبھی ہوتا تو جلد تندرست ہوجاتا۔ کئی دفعہ شکار کرنے مین اسکے جسم پر ضربین لگین مگر وہ اچھی ہوگیئن ایک دفعہ دکہ مین ۹۸۰؁ھ مین ایک کفتار نمودار ہوا۔ اس سنگلاخ مین پادشاہ نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ گھوڑا سر کے بل گرا۔ پادشاہ کا منہ پتھرون پر لگ کر زخمی ہوا وہ خود کھڑا ہوا اور اپنے زخمون کو باندھا۔ یہ زخم حکیم علی نے ہندوستانی تیلون کو ملکر اچھے کئے اس نے زخمون کو اچھا ہونے کا انتظار نہین کیا اور اپنا دورہ شروع کیا سکھپال مین سفر کیا۔

ایک دفعہ پادشاہ ہرنون کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ایک ہرن دوڑکر پادشاہ کی طرف سینگ کرکے آیا۔ پادشاہ نے اُسکے دونون سینگ اپنے ہاتھ سے پکڑلیے جس سے اسکے بیضون مین خراش آئی۔ پھر آفتابہ کی ٹھیس سے اُبھر آماس ہوا۔ ایکماہ بیس روز مین اچھا ہوا اور غسل صحت کا جشن ہوا۔ طرح طرح بخشش وبخشایش ہوئی اور قیدیون کی رہائی ہوئی۔ مفلسون کو زمینین دی گیئن۔

پادشاہ کے روبرو ہر روز پہلوان لڑتے تھے ایک دفعہ جگ سوبھا و ہیبت دو پہلوان کشتی لڑتے تھے کہ ہیبت نے اپنے حریف کی انگلیون کو چیر ڈالا پادشاہ نے اسکے ایک گھونسہ ایسا مارا کہ وہ بیہوش ہوگیا۔

پادشاہ کے سفرون کا حال تم نے پڑھا کہ وہ اپنی قلمرو مین دور دور کے مقامون مین دو دو تین تین دفعہ سخت موسمون مین گیا۔ کابل دو دفعہ کشمیر تین دفعہ گجرات دو دفعہ بنگال و بہار و مالوہ وغیرہ مین گیا۔ یہ اسکے قوائے جسمانی کی خوبی تھی کہ ان سفرون مین اس کو کبھی تکان نہوا۔

شہنشاہ اکبر لڑکپن مین نوشت خواند سے دل چراتا تھا اور مکتب سے چھپتا تھا۔ ایام طفلی مین علم سے بے بہرہ رہا۔ بڑی عمر مین لکھنے پڑھنے سے ماہر ہوا۔ اسکے پڑھنے کی کتابین مدتون تک

اس کی اولاد نے تبرکاً اپنے پاس رکھین۔ گو وہ علم کے اعتبار سے امی تھا مگر اس کو ارباب علم کی مصاحبت کا شوق ایسا تھا کہ علمار کبار اسکو چارون طرف سے گھیرے رہتے تھے وہ ان کے دائرہ کا مرکز بنا رہتا۔ اُن کی باتین اور مباحثے سننے سے اور اپنی خدا داد ذہانت اور جودت طبع سے ایسا صاحب استعداد ہوگیا کہ جب علمی مجلسون مین وہ سخن آرائی اور نکتہ پیرائی کرتا تو کبھی اُپر بے علمی کا گمان نہ ہوتا۔ نظم و نثر کے دقائق کو وہ خوب سمجھتا تھا۔ ایک دن اسکی مجلس آراستہ تھی کہ اسمین یہ شعر پڑھا گیا۔ ؎

میسحا یار و خضر ش رہنما و ہمعنان یوسف　　　فغانے آفتاب من بدین اعزاز می آید

اس شعر کو سنکر بادشاہ نے فرمایا کہ آفتاب کی جگہہ شہسوار بہتر معلوم ہوتا ہے اسی طرح ایک اور دن ملا طالب صفاہانی کی یہ رباعی بادشاہ کے سامنے پڑھی گئی جو اس نے حکیم ابوالفتح کے مرثیہ مین اور حکیم ہمام کے آنے کی تہنیت مین لکھی تھی۔

رباعی

مہر دو برادرم و مساز آمد　　　او شد بسفر وین ز سفر باز آمد

او رفت بدنبالہ او رفت عمر　　　وین آمد و عمر رفتہ ام باز آمد

تو اس نے فرمایا کہ دنبالہ کا لفظ دل مین کھٹکتا ہے اگر مصرعہ یہ ہو تو خوب ہو۔ ع

او رفت و در رفتنش مرا عمر رفت۔ سخن شناسون نے اس اصلاح کی داد دی۔

چو شاہنشہا دور بینی کند　　　بدانشوران ہم نشینی کنند

کسانے کہ دانا دلی خواستند　　　بدانا دلان مجلس آراستند

بادشاہ علم کا قدر شناس بڑا تھا اُسنے اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے بڑے بڑے منتخب عالم مقرر کئے سلطان سلیم کا معلم مولانا میر کلان کو اور سلطان مراد کا استاد ابوالفیض فیضی کو اور سلطان دانیال کا سعید خان کو مقرر کیا تھا۔

اب ہم شہنشاہ اکبر کے مقولات کو نقل کرتے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ کیسا روشن تھا۔

مقولات شہنشاہ اکبر

اور اسکے کیسے خیالات بلند فلسفیانہ تھے ان کے پڑھنے سے آدمی کی عقل کی افزائش ہوتی اور

اور نیکی کیطرف ہدایت ہوتی ہے۔ یہ سارے مقولے اسکے فرمائے ہوئے ہین۔ ہر مقولے کے

اول یہ الفاظ لگالو کہ وہ فرماتا ہے۔

(۱) آفریدہ کو آفرینندہ کے ساتھ وہ پیوند نہین کہ کوئی اس کو بیان کر سکے۔

(۲) قاعدہ ہے کہ ہر چیز کی ایک خاصیت ہوتی ہے جو اسکی ذات سے فک نہین ہوتی ہے۔ دل

کی بھی ایک خاصیت تعلق ہے جو ناگریز کسی نہ کسی کے ساتھ دوستداری کا ہوتا ہے اور اسی پر

اسکی خوشی و رنج کا مدار ہوتا ہے جو شخص کہ اپنی خوش نصیبی سے دنیا سے اپنے تعلقات کو دلسے

اٹھا دیتا ہے وہ خدا کی محبت سے تعلق پیدا کرتا ہے جس مین کچھ چون وچرا نہین ہے۔

(۳) اس پیوند خاص کے سوا مخلوق کی ہستی کا ظہور نہین ہوتا جو اس پیوند کو جان لیتا ہے وہی

بلند پایہ ہوتا ہے۔

(۴) جو شخص اس پاک انتساب کی پاسبانی کا خوگر ہوجاتا ہے تو پھر کوئی شغل اسکو اس سے باز نہین رکھتا۔

(۵) ہندنیان دریا تال۔ کنوئین سے گھڑون کو پانی سے بھر کر سرون پر کئی کئی اوپر تلے رکھتی

ہین اور تیز چلتی ہین اور نشیب و فراز پر گذرتی ہین اور اپنے ساتھیون کے ساتھ باتین کرتی

جاتی ہین مگر ان کا دل گھڑون کی نگاہداشت مین لگا رہتا ہے پس جب عورتون کا حال گھڑون کے

ساتھ یہ ہو تو پھر مرد کیون خداوند کے ساتھ پیوند رکھنے مین ان سے کم ہو۔

(۶) جسوقت کہ مجرد اور مادی کا پیوند معنوی استوار ہوجاتا ہے تو ایزد بیہمال کے ساتھ نفس

ناطقہ کی پیوستگی کو کوئی الگ نہین کر سکتا۔

(۷) فائدہ یا زہد جوئی کے لئے دریوزہ گری مین ناحق تگاپو ہوتی ہے ہر چیز اپنے ضد سے پہچانی

جاتی ہے اس لیئے اس کو بھی دوست رکھو۔

(۸) عقل اس کو نہین قبول کرتی کہ دانستگی (جانتے) ہین خدا کے فرمان کے خلاف بجز دی

کوئی کام کرے۔ لیکن بعض آدمی ایسے ہین کہ وہ کتب سماوی کو نہین مانتے اور خدا کی ذات کو

بے زبان سمجھ کر اس کو حرف سرا ہنین جانتے اور بعض انکے قبول کرنے مین اختلافات رکھتے ہین۔

(۹) سب پر یکسان خدا کا فیض جاری ہے لیکن بعض وقت کی نارسیدگی کے سبب سے اور بعض اپنی بے استعدادی کی وجہ سے کامروا ہنین ہوتے۔ اس گفتار کی راستی کو کوزہ گر کے کردار سے دیکھ سکتے ہین۔ کمھار اپنے سارے برتنون کو آوے مین یکسان گرمی پہونچاتا ہی ان مین بعض برتن اپنے وقت کی نارسیدگی کے سبب سے اور بعض اپنی نااہلیت کی جہت سے خام دیتے ہین۔

(۱۰) ظاہری پرستش جسکو نوآیین آلہی کہتے ہین وہ غافلون کے ہشیار کرنے کے لیئے ہی ورنہ ایزدی نیایش دل سے ہوتی ہے نہ تن سے۔

(۱۱) بندگی کا اول درجہ اس کو حاصل ہوتا ہے جو امر نا ملائم کے پیش آنے سے تیوری مین بل نہ ڈالے اور طبیب کی کڑوی دوا سمجھ کر شگفتہ روئی سے اس کو پی لے۔

(۱۲) خواب و بیداری مین بے صورت کو ہنین دیکھ سکتے مگر اس کے خیال کے غلبے مین اس کی نمود ہوتی ہے۔ خواب مین خدا کے دیکھنے کے معنے یہی ہون گے۔

(۱۳) بہت سے خداپرستون کو اپنی خواہش روائی پیش نظر ہوتی ہے نہ ایزد پرستی۔

(۱۴) سیاہ بالون کے سفید ہوجانے سے یہ امید پڑتی ہے کہ جیسی یہ سیاہی جس کا ازالہ کسی طور سے ہنین ہوسکتا تھا دور ہوگئی ایسے ہی دل کی تیرگی دور ہوجاے گی۔ اور بنیش مین ایک اور فروغ آجائے گا۔

(۱۵) ایک گروہ کہتا ہے کہ خدا کی مرضی کے برخلاف آدمی کام کرسکتا ہے اور اس بدطرز سے بازگشت کرنے مین اس کی رستگاری ہے۔ مگر آگاہ دل جانتا ہے کہ خدا کے فرمان سے کوئی سرتابی ہنین کرسکتا اور اسی بات سے حکیمون نے رنجورون کے لیئے دوا ئین تجویز کی ہین۔

(۱۶) ہر شخص اپنے حال کے اندازہ کے بقدر ایزد بیچون کا نام لیتا ہے ورنہ اُس بے نشان کا نام کہان ہے۔

(۱۷) اشتباہ کے دور کرنے کے لیے تسمیہ ہوتا ہے اور اس کی ذات قدسی مین راہ نہین۔

(۱۸) ایزد توانا سب جگہہ موجود ہے اس لیے خلا کے محال ہونے مین گفتگو عبث ہے۔ (شاعرانہ مضمون ہے)

(۱۹) اہل عالم نے جن باتون کو نیک و بد خیر و شر قرار دیا ہے وہ عنایت ایزدی کی نیرنگیان ہین ان مین آدمیون نے یہ اختلاف پیدا کیا ہے۔

(۲۰) شیطان کو یہ جاننا کہ وہ بُرے کام کرنے والا ہے اس کو خدا کا شریک بنانا ہے۔ اگر وہ راہ زن ہے تو اسکی رہ زدگی کس نے پیدا کی ہے۔

(۲۱) شیطان کی پُرانی داستان معمایا رموز ہے۔ کس کا مقدور ہے کہ خواہش ایزدی کے موافق کام نہ کرے۔

(۲۲) ایک کسان کے دل مین خداطلبی کا درد پیدا ہوا اس کے پیر کو یہ معلوم ہوا کہ گائے سے اس کو بڑی محبت ہے تو اسنے اس کو ایک کوٹھری مین بند کیا اور فرمایا کہ گائے کے خیال کی ورزش کیا کر۔ کچھ دنون کے بعد امتحاناً اُسے باہر بلایا تو وہ گائے کے خیال مین ایسا مستغرق تھا کہ اپنے تئین شاخدار سمجھکر کہا کہ مجھے بڑی شاخین (سینگ) باہر آنے نہین دیتین۔ رہنما نے یہ نیک اندیشی دیکھکر اس کو بتدریج آگے بلند مرتبہ پر پہنچایا۔

(۲۳) انسان کی برتری گوہر خرد سے ہے اس لیے آدمی کو چاہیے کہ اُس کی زنگ زدائی مین کوشش کرے اور اس کی فرمان پذیری سے سرتابی نہ کرے۔

(۲۴) ہر آدمی اپنی خرد کا مرید ہوتا ہے اگر خرد مین عمدہ تابش ہے تو وہ خود پیشوا ہے اور اگر وہ اپنے خرد کی تابش کو کسی اپنے سے زیادہ مبالغہ کی مریدی سے بڑھاتا ہے تو خود رہنما ہے۔

(۲۵) عقل پژوہی کی ستایش کی اور تقلید کی نکوہش کی اس سے زیادہ کیا حجت ہو سکتی، اگر تقلید شائستہ ہوتی تو انبیا اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے۔

(۲۶) بہت سے آدمی ایسے خرد بیمار ہوتے ہین کہ اپنے تیئن دستار سرا ئے سے تنومند دکھاتے ہین مگر طبیب معنوی انکی نقش پیشانی سے یہ بیماری پہچان جاتے ہین۔

(۲۷) جیسا آدمی کا بدن ناسازگاری سے بیمار ہوتا ہے ایسے ہی عقل بیمار ہوتی ہے شنائی ایسی اس کی جاتی رہتی ہے کہ کسی دوا کو قبول نہین کرتا۔

(۲۸) عقل کی بیماری کا علاج اس سے بہتر کوئی نہین ہے کہ نیک آدمیون سے ملے جلے۔

(۲۹) آدمی کا پہچاننا نہایت ہی مشکل کام ہے ہر شخص اُس کو نہین کرسکتا۔

(۳۰) نفس باوجود گزیدہ ہونے کے طبیعت کی ہمنشینی سے اسی کا ہمرنگ اور اُس کا گوہر تابناک خاک پوش ہوجاتا ہے۔

(۳۱) جب آدمی کی عقل تاریک ہوجاتی ہے تو دل کا کام جس سے یہ روزی ہوتی ہے وہ چھوڑ دیتا ہے اور بدن کی فربہی جس سے جان نزار ہوتی ہے نگاپو کرتا ہے۔

(۳۲) آدمی اپنے ہمنشین کے ساتھ رغبت کرنے سے اسی کا ہمخو ہوجاتا ہے اور اس مین بغیر اپنی خواہش کے بہت سی نیکیان اور بدیان پیدا ہوجاتی ہین۔

(۳۳) آدمی کے شعور کا آغاز جب ہوتا ہے تو وہ بر وقت اپنا ایک رنگ دکھاتا ہے سرور سرا مین خوش۔ ماتم کدہ مین دل تنگ ہوتا ہے مگر جب اُسکی بینش بلند ہوجاتی ہے تو اندوہ و شادی اس سے کنارہ کرتے ہین۔

(۳۴) بہت سے آدمی اپنے خیال کے پندار مین اور نقل کے خارزار مین اپنے تیئن عقل کا پیرو جانتے ہین مگر غور سے دیکھے تو وہ عقل کے گرد بھی نہین گئے۔

(۳۵) بہت سے سادہ لوح تقلید پرست قدیمی باتونکو عقل کی باتو نپر ترجیح دیتے ہین اور نقصان اُٹھاتے ہین۔

(۳۶) خرد و آز۔ و خشم۔ کے سبب سے طرح طرح کے کردار اور گفتار پیدا ہوتے ہین۔ اور

انصاف کی پردہ نشینی سے مخالف باتون کی شورش ہوتی ہی۔

(۳۷) سونا بھی مرنے کا نمونہ ہے جب آدمی سونے سے اُٹھے تو تازہ زندگانی کا شکریہ بھیجے اور نیک خیالی اور ستودہ کرداری مین کوشش کرے۔

(۳۸) میرا دل چاہتا ہے کہ راستی و درستی کہ سب کی پیشگاہ مین شائستگی رکھتی ہے کردار کی ہمدوش ہو۔

(۳۹) اول آدمی اپنے تئین آراستہ کرنے مین کوشش کرے اور پھر دانش اندوزی پر متوجہ ہو تو امید ہے کہ آگہی کا چراغ روشن ہو اور اختلاف کی شورش بیٹھ جائے۔

(۴۰) مجھے افسوس ہے کہ میری جوانی شائستگی کے ساتھ نہین گذری مگر آئندہ امید ہے کہ برگزیدگی کے ساتھ بسر ہو۔

(۴۱) عادت و رسم کے خلاف کام کرنے سے عام آدمیون کا دل آزردہ ہوتا ہے اور دانا جب تک کسی کام کے لئے برگزیدہ دلیل نہین ہوتی اس کو وہ نہین قبول کرتا۔

(۴۲) اگرچہ نیایش ایزدی مین صورت و معنی کی کارروائی ہے مگر فرزندون کی بہروزی باپ دادا کی رضامندی مین ہے۔

(۴۳) مجھے افسوس ہے کہ میرے باپ جنت آشیانی کا انتقال جلد ہو گیا اور مین اُس کی پسندیدہ خدمت نہ کر سکا۔

(۴۴) آدمی کے غمون کا سبب یہ ہے کہ وہ وقت سے پہلے اور روزی سے زیادہ چاہتا ہے۔

(۴۵) ایک شہزادہ سے مخاطب ہو کر اسنے فرمایا کہ اپنے بھائی کو بزرگ سمجھو۔

(۴۶) حکیم مرزا جنت نشانی باپ کی یادگار ہے گو وہ ناشناس ہو مگر ہم کو اسپر مہربانی کرنی چاہیئے۔

(۴۷) بعض دلاور اجازت چاہتے تھے کہ گھات لگا کر مرزا حکیم کا کام تمام کرین مگر میرے دل نے یہ نہ چاہا اور خدادانی سے اسے دور جانا جس سے اس گزین یادگار کے بھی گزند پہنچے

رہائی پائی اور مخلص جان سپار کی بھی پاسبانی ہوئی۔

(۴۸) آدمی کے سارے کام اپنے ساتھ ہین خشم وآز کے سبب وہ اوروں سے لڑتا ہے

(۴۹) دنیاداروں کو چاہیے کہ وہ کسی پیشہ مین سرگرم ہون کہ بیکاری مین اور ناسزا خواہشون مین گرفتار نہون۔

(۵۰) میرا یہ ارادہ ہوا کہ میری قلمرو سے گدائی موقوف ہو۔ بہت آدمیون کو بہت مال دیا مگر حرص کی بیماری ایسی آدمی کے پیچھے لگی ہوئی ہے کہ اس سے کچھ فائدہ نہین ہوا۔

(۵۱) قالب ہستی مین سوائے خیر کے کوئی اور چیز نہین آتی۔ کوئی آفریدہ نکوہش کا سزاوار نہین ہے

(۵۲) خودی کی طرح حرص کی خواہش بھی ہمت مین نہین سماتی اس لیے وہ سزاوار نہین ہے وہ برباد کرتی ہے یا آموزش کرتی ہے۔

(۵۳) پیری کے معنے درد پہچاننے اور چارہ گری کرنے کے ہین نہ یہ کہ ٹھوڑی پر بال لگائین اور خرقہ مین پیوند لگائین اور بناوٹ کی باتون سے ہنگامہ آراستہ کرین۔

(۵۴) رہنموتی سے مراد رہنمائی ہے نہ مریدونکی گردآوری۔

(۵۵) مرید کرنے کے معنے یہ ہین کہ کسی کو خدا کی بندگی سے آگاہ کرے نہ یہ کہ کسی کو اپنا بندہ بنائے

(۵۶) پیشتر مین اپنے مذہب مین لوگون کو بزور لاتا تھا اور اس کو مسلمانی سمجھتا تھا جب میرا علم بڑھا تو مجھے اس اپنے کام سے شرمندگی ہوئی کہ آپ خود مسلمان نہ ہونا اور اوروں کو مسلمانی پر مجبور کرنا ناسزا ہے۔ زبردستی دین مین لانے کا نام دینداری کب ہوسکتا ہے۔

(۵۷) دولت افزائی اور عمر افزائی کا سرمایہ کم آزاری اور غیر سگالی ہوتا ہے باوجودیکہ گوسپند سال بھر مین ایک دو بچے سے زیادہ نہین جنتی مگر اسکے ریوڑ کے ریوڑ موجود ہین اور کتے باوجود بہت بچے جننے کے کم ہین۔

(۵۸) کیا تعجب کی بات ہے کہ لوگ رہ نمائی کے لیے بیٹھین اور رہزنی کے لئے کھڑے ہون۔

(۵۹) کار یہ ہے کہ آدمیون مین انبساط رہے اور نالائق کامون سے بچے ورنہ عزلت گزینی تو تن آسانی ہے۔

(۶۰) اگرچہ تنہا علم کو لوگ کمال شمار کرتے ہین لیکن علم جب تک عمل مین نہ آوے پسندیدہ نہین ہوتا بلکہ نادانی سے بھی فرو تر ہوتا ہے۔

(۶۱) جب آدمی اکثر کم بینی کے سبب سے زیادہ ترا پنا فائدہ اپنے نقصان مین دیکھتا ہے وہ غیرون کو کیا فائدہ پہونچا سکتا ہے۔

(۶۲) آدمی اپنی نابینائی کے سبب سے اپنے ہی گرد دیکھتا ہے یا تنتا ہے اور اپنے ہی فائدہ کی سوچتا ہے۔

(۶۳) بلی جب کبوتر پر پنجہ مارتی ہے تو آزردہ ہوتی ہے اور جب چوہے کو پکڑتی ہے تو خوش ہوتی ہے بھلا اس پرندنے کیا خدمت کی اور اس بیچارہ نے کیا ناہنجاری کی۔

(۶۴) دنیا کی راہ دراز کا اول قدم یہ ہے کہ آز و خشم کو مطلق العنان کرے اور کردار کی اساس کو بائست کی گو نیائے کر رکھے۔

(۶۵) جب آدمی کی عقل مین روشنی آتی ہے تو وہ جانتا ہے کہ مین چیزون کو اپنی ملک سمجھتا ہون وہ سب عاریت ہین

(۶۶) جس گھر مین بلی و چڑیا اور جانور شریک رہتے ہین ان مین سے ہر ایک اپنی تباہ سگالی سے اس کو اپنا گھر سمجھتا ہے

(۶۷) ناپسندیدہ ملنے والون سے آدمی پرہیز کرے اور خدا کی ناخوشنودی کو دل کے گرد نہین آنے دے۔

(۶۸) ہم کو سب کے ساتھ آشتی کرنی چاہیئے۔ جو خدا کی رضامندی کی راہ پر چلتے ہین اُن سے لڑنا یقینی ناستودہ ہے اور اگر وہ راہ پر نہین چلتے وہ نادانی کے بیمار ہین اور مہربانی کے سزا دار۔

(۶۹) جو پیشہ ور اپنے کام مین سرآمد ہوتا ہے اسکے ساتھ فیض ایزدی ہوتا ہے اسکی

بزرگداشت پرستش ایزدی ہے۔

(۷۰) خواب وخور اس لیے ہے کہ رضای ایزدی کی جستجو کی نیرو ہو مگر آدمی انھین کو اپنا مقصود جانتا ہے۔

(۷۱) اگرچہ سونے سے تنومندی ہوتی ہے زندگانی خدا تعالے کی بڑی بخشش ہے بہتر یہی ہے کہ وہ بیداری مین بسر ہو۔

(۷۲) دور بین سختی روزگار کو اپنے او پرستم نہین جانتا بلکہ اپنے اعمال کی سزا جانتا ہے

(۷۳) خردمند روزی کا غم نہین کھاتا بلکہ بندہ اور نوکر سے پند لیتا ہے۔

(۷۴) چمن زار ہستی کے نورس خوردسال ہوتے ہین انکی طرف رغبت کرتا داد ارجان آفرین کی جانب منہ کرتا ہے۔

(۷۵) جس نقد پر کہ خدا کا نام لکھا ہو اس کو صدقہ کرنا نکوہیدہ ہے۔

(۷۶) نیایش گری مین چاہیے کہ اپنی جس سودمندی مین دوسرے کی شرمندگی ہو اس سے دور رہے

(۷۷) جو لوگ خواہش نفس کے خلاف کام کرنے کو ایزد پژوہی جانتے ہین وہ زیادہ تر اس روش سے کشایش پاتے ہین ورنہ بہت سے آدمی ایسے ہین کہ کامروائی کو اپنی نردبان جانتے ہین۔

(۷۸) عالم معنے کا نمونہ جہان صورت ہی جیسے اس عالم مین جو اس کو سپرد کرتے ہین وہی اس سے پھر مانگ لیتے ہین ایسے ہی اس عالم مین بھی آدمی کو جتنی خرد دی ہے اسکے اندازہ سے کے موافق کردار مانگتے ہین۔

(۷۹) پندپذیری مین سال و ثروت پر نظر نہین پڑتی۔ یہ نہ جانے کہ خورد اور تہیدست اوروں سے حق نیوشی مین باز رہتے ہین۔

(۸۰) پیغمبر امیؐ تھے ان کے معتقدون کو چاہیے کہ اپنے فرزندون مین سے کسی ایک کو امی رکھین۔

(۸۱) شاعری کی بنیاد ناراست گذاری پر ہوتی ہے اس لیئے وہ اپنی خاطر کو پسند نہین۔

(۸۲) بازی گر کے اصول دست و پا ہوتے ہین شاعر کی زبان۔

(۸۳) جو شخص دوسرے کے شعر کو تضمن اچھی طرح کرتا ہے یا برمحل اس کو پڑھتا ہے وہ شاعر کا اور اپنا مرتبہ علم مین دکھاتا ہے۔

(۸۴) ایک خدا جو بسیار خواری کی بیماری مین مبتلا ہوا وہ ایک کارآگاہ پاس گیا اس نے کدو کا ایک ظرف اس کو دیا کہ ہر روز اس کو بھر کر کھایا کرے اور کچھ اس کے کنارہ مین سے گھس کر قشقہ لگایا کرے اور غلط اندازی کے لیئے اس کو ایک دعا پڑہنے کو بتلادی۔ تھوڑے عرصہ مین اس بیماری کا علاج ہوگیا۔

(۸۵) کاشکے مین رسمی علوم کے خواندون سے اسقدر اختلافات نہ سُنتا اور تفاسیر اور احادیث کے اختلافات مجھے حیرانی مین نہ ڈالتے۔

(۸۶) حکمت کی باتین ایسی دلربا ہوتی ہین کہ سب کامون سے باز رکھتی ہین۔ مین ان کے سُننے سے زبردستی کنارہ اس لیئے کرتا ہون کہ ضروری کامون کا وقت (ناگزیر وقت) نہ جاتا رہے

(۸۷) اختلافات تین سببون سے پیدا ہوتا ہے۔ نارسائی دریافت۔ دوست نما۔ دشمنون کی آمیزش۔ طامع دوستونکی دروغ سازی۔

(۸۸) کاش نامون کی نوشت اور خواندین پسندیدہ والا دانش کے سوائے کسی اور کو اجازت نہ ہوتی جسکے سبب سے فرومایون کو کامروائی کے واسطے داستانین بنانے۔ اور کوتاہ بین مکار سادہ لوحون کی نگارش کا موقع نہ ملتا۔

(۸۹) بناوٹ کی باتون کی شناخت کرنا بہت دشوار ہے لیکن گوئندہ کے سنجیدہ کرنے سے وہ ظاہر ہوجاتی ہے۔

(۹۰) اگرچہ مین نے بہت سی قلمروئین فسخ کرلین اور سامان جہانگیری مہیا کرلیا۔ مگر حقیقی بزرگی خدا کی رضامندی مین ہے۔ مذہب وکیش کے اختلافات سے میرا دل آسودہ نہین ہوتا اور ظاہری شکوہ سے ملال ہوتا ہے پھر دل کی کسی خوشی کے لیئے کشور کشائی اختیار

کی جائے امید ہے کہ کوئی صاحبِ دل ایسا آجائے کہ میری خاطر کو کشایش سے چھٹا دے۔

(۹۱) بیسوان سال مجھے تھا کہ مین اپنی باطنی امارت کی طرف مشغول ہوا اور واپسی راہ کی زاد کی تہیدستی نے ایک عجیب طرح کا درد میرے دل مین پیدا کیا۔

(۹۲) آب راوی کے دوسرے کنارہ پر ایک درویش حجرہ مین بیٹھا اور لوگون کی آمدورفت کو اپنے پاس بند کیا۔ جب اُس سے یہ حال پوچھا تو اسنے جواب دیا کہ مین ایک خاص عبادت کرتا ہون۔ جب تک عبداللہ خان والی توران نہ آجائے گا مین خود نہ باہر آؤن گا نہ کسی اور کو اپنے پاس آنے دون گا۔ تو اس سے یہ کہا گیا کہ اگر تیری دعا قبول ہوتی ہے تو ہمارے بہبود کے دروازہ کے بند ہونے کی دعا مانگ اور اس بہتان سے باز آ۔

(۹۳) اگر مین کسی اور شخص مین جہانبانی کی نیرو دیکھتا تو اس گرانبار کو اسکے کندھے پر رکھہ کر کنارہ گزین ہوجاتا۔

(۹۴) اگر مین کسی پر بیداد کرتا ہون تو خود اپنے سے لڑتا ہون پھر فرزندان اور خویشون کا تو کیا ذکر ہے۔

(۹۵) دادار کامبخش نے بہت سے قلعے میرے حوالے کئے ہین مگر میرے دل نے کسی کے سامان کی طرف رغبت نہین کی۔ دل مین خدا کا خوف ایسا سمایا ہوا ہے کہ کسی اور خوف کے آنے کی گنجایش ہی اسمین نہین ہے۔

(۹۶) مجھ سے جو شخص ترک دنیا کی اجازت چاہتا ہے مین بکشادہ پیشانی اس کو اجازت دیتا ہون اگر اُس کا دل اس نادان فریب جہان سے برگرفتہ ہے تو اس کو ترک دنیا سے باز رکھنا گناہ ہے اور اگر وہ اپنی خودفروشی کے لئے یہ ارادہ ظاہر کرتا ہے تو وہ اپنے کیے کو بھگتے گا۔

(۹۷) امراض جسمانی ظاہر ہین اور انکی دوائین وافر۔ ان کے علاج مین اطبا کس قدر خطائین کرتے ہین اور کرینگے۔ امراض نفسانی ناپدید اور ان کا چارہ نایاب پھر کیونکر اس کا

مداوا ہوسکتا ہے۔

(۹۸) یہ خدا کی عنایت تھی کہ مجھے کوئی وزیر برگزیدہ نہین ملا۔ ورنہ میری ساری تحقیقاتین اور دریافتین اس سے منسوب ہوتین۔

(۹۹) جس روز خدا ہمارا جینا نہین چاہتا ہم بھی علاج کی تدبیر نہین کرتے۔

(۱۰۰) مین ہمیشہ خدا سے یہ دعا مانگتا رہتا ہون کہ اگر میرے خیال اور کردار تیرے مقبول نہون تو میری جان لے لے تاکہ دم بہ دم تیری نارضامندی زیادہ نہو۔

(۱۰۱) ایزدی نوازش کے ساتھ کشایش کار والبستہ ہے اور نیک مرد اسکے ملنے کو اسکی نشانی جانتا ہے مگر اسکی نایافت سے بہت سے آدمیون کی استعداد خاک اندود ہوجاتی ہے

(۱۰۲) ایک رات کو بارہستی سے میرا دل عاجز ہوا تھا کہ خواب و بیداری مین اس سے شگرف نمائی ہوئی کہ خاطر کو کچھ آرام ہوگیا۔

(۱۰۳) جو شخص کہ دل اخلاص گزین یا صاف درونی سے ہمارا آئین قبول کرتا ہے اس کا کام خواہ صورت کا ہو یا معنے کا دلخواہ نکل آتا ہے۔

(۱۰۴) خویشتن بینی اور ناہنجار خواہی سرمایہ زیانکاری ہے۔

(۱۰۵) وہ طائفہ سعادتمند ہے کہ والاشکوہ فرمان دہون کی درگاہ مین سوائے نیکوئی اور خیراندیشی کی سخن نہین کہتے اور خویشتن بینی اور غرض آرائی نہین کرتے خاص کر خشمناکی کے وقت اگر گفتار دلآویز نہین کرسکتے تو خاموش رہتے ہین۔

(۱۰۶) فرمان روایون پر خورشید والا کو خاص عنایت ہے اور اس سبب سے اسکی نیایشگری وہ کرتے ہین اور یہی پرستش سمجھتے ہین کوتاہ بین اسپر بدگمانی کرتے ہین۔

(۱۰۷) سیہ درون مالدارون کو عام لوگ نفع کے خیال سے کیون بزرگ جانتے ہین۔ اور نابینائی سے اس چشمۂ نور کے احترام مین کوتاہی کرتے ہین اور اسکے نیایش گر پر طعن وطنز کرتے ہین۔ اگر عقل پر آفت نہین آئی تو پھر کس لیئے سورۂ والشمس بھول گئے ہین۔

(۱۰۸) پہلے سر کے بال اس سبب سے سفید ہوتے ہین کہ وہ داڑھی اور مونچھون سے پہلے نکلتے ہین۔

(۱۰۹) ناقوس بجانے اور بوق سے آواز نکالنے کی کوئی وجہ معقول مین نے ہندوؤن سے اب تک نہین سُنی۔

(۱۱۰) ابر کی ریزش کے وقت مغرب مین روشنائی نمودار ہونے سے ہوا صاف ہوتی ہے۔ تحقیق سرچشمۂ تاریکی کا فروغ ہر طرف کی روشنی کا حال بتلاتا ہے۔

(۱۱۱) احمدی کیش مین جو لڑکی کو میراث کم ملتی ہے باوجودیکہ وہ اپنی کم نیروئی کے سبب سے زیادہ میراث کی مستحق ہے اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر چلی جاتی ہے اس لئے بیگانہ کو مال پہونچتا ہے

(۱۱۲) استخوان سے جو گوشت پیوستہ ہوتا ہے وہ لذیذ اس سبب سے ہوتا ہے کہ خلاصہ غذا اس کو پہونچتا ہے۔

(۱۱۳) جس سال مین میوہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ شیرین و شاداب اس سبب سے نہین ہوتا کہ شادابی اور شیرینی کے بہت سے حصے ہو جاتے ہین۔

(۱۱۴) یہ جو پُرانی کتابون مین لکھا ہے کہ فلان معبد مین آسمانی آتش تھی اس کو لوگ باور نہین کرتے اور جھوٹ بتلاتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ آئینہ کو یا سنگ سورج کرانت کو آفتاب کے مقابل رکھے تو اسمین آگ لگجاتی ہے۔

(۱۱۵) گروہا گروہ جانورون مین نر و مادگی کی عشرت کا وقت معین ہے مگر انسان کے لئے نہین۔ ہمیشہ وہ اس کا شیفتہ رہتا ہے اسمین خدا کی حکمت یہ ہے کہ اس سبب سے پیوند دوستی اسمین استوار رہتا ہے اور دو للتسرائے تعلق کی بنیاد اسپر قائم ہوتی ہے۔

(۱۱۶) مردہ کا کھانا اس سبب سے ناروا ہے کہ اس کا مزاج کچھ اور ہو جاتا ہے۔

(۱۱۷) آدمی کے مارے ہوئے کا کھانا اسکی خواری کی پاداشں ہے۔

(۱۱۸) جس کو خدا مارتا ہے اور اس کا سبب نہین معلوم ہوتا ہے اسکی حرمت بوجھہ اسکی بزرگداشت کے ہے۔

(۱۱۹) خون مین جان کا مایہ ہوتا ہے اس لیئے اُسکی خورشش سے پرہیز کرنا اس کا گرامی رکھنا ہے

(۱۲۰) خوبرویون کی اولاد کا بدصورت پیدا ہونا کچھ تعجب کی بات نہین ہے۔ بلکہ اگر آدمی کے کوئی جانور پیدا ہو تو کچھ دور نہین۔ تحقیق یہ ہے کہ مخیلہ سے صورت لے کر مصورہ کارفرما ہوتا ہے جس کو خیال مین جگہہ ہوتی ہے اسی کی صورت زائیدہ کی صورت ہوتی ہے۔

(۱۲۱) اگر عورت کو مرد زیادہ عزیز رکھتا ہے تو وہ خویشتن پرستی ہوجاتی ہے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے اور اگر مرد کو عورت زیادہ عزیز رکھتی ہے تو ہر وقت اسکے خیال مین شوہر رہتا ہے بیٹا پیدا ہوتا ہے۔

(۱۲۲) اندرز نامون مین لکھا ہے کہ دشمن کو خرد نہ گننا چاہیئے۔ دوستی و دشمنی ایزدی تقدیر کی نیرنگیان ہین پس دشمن کو درمیان نہ دیکھے اور دادار بین ہوجائے۔

(۱۲۳) اگر اُستاد سے شاگرد بڑہ جائے تو بھی اسکو سوائے نیازمندی اور نیایش کے کچھ اور زیبا نہین۔

(۱۲۴) ہر مذہب کی پرستشگاہ مین چند خارق عادات چہرہ افروز ہوتی ہین اسمین صرف دلکی وابستگی کارگر ہوتی ہے ورنہ حق ایک سے زیادہ نہین ہوتا۔

(۱۲۵) امانت گذاری اور وام دیرین کی سبکباری کا نام بخشش ہے۔

(۱۲۶) زنار بندی کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گردن مین ریسمال ڈال کر نیایش کیجاتی تھی پچھلے لوگون نے اس کو دین شمار کرلیا۔

(۱۲۷) ہندوستان مین کسی نے پیغمبری کا دعوے نہین کیا اس کا سبب یہ ہے کہ یہان خدائی کا دعوے پہلے ہوتا تھا۔

(۱۲۸) یہ جو لوگ کہتے ہین کہ فلان شخص نیک ذات یا بدذات ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے

کہ اُس کے خاندان مین سے کوئی صوری یا معنوی بزرگی کو پہونچا تھا یا کسی ہنر اور پیشہ مین زبانزدِ روزگار ہوا تھا مگر میرے نزدیک نیک سرشت وہ ہے جو آباد کردار ہو۔

(۱۲۹) بعض کہتے ہین کہ بخشندہ سے ستانندہ زیادہ دوست ہوتا ہے میرے دل مین یہ ہے کہ دہندہ تو ایسی ذات ہوتی ہے کہ جب تک وہ شائستہ کسی کو نہیں جانتا نہیں دیتا اور گیرندہ سے بخشش کا ظہور ہوتا ہے۔

(۱۳۰) سنسکرت کی کتابون میں لکھا ہے کہ ہنر کے سیکھنے مین اور مال کے جمع کرنے مین ایسی کوشش کرے گویا کہ اس کو کبھی بڑھاپا اور مرنا پیش نہین آئے گا ان دونوں کے خوف سے جو سرمایہ نوامیدی ہیں تن آسان نکما پو سے باز رہتے ہین میری راے یہ ہے کہ ان دونون ضروری چیزون کے جمع کرنے مین فردا کے تعلق کے نشار کو روزوا ہین جان کر آج کی کارکردگی کو کل پر نہ ڈالے۔

(۱۳۱) ہندی حکیم کہتے ہین کہ نیکوکاری کی گردآوری مین ہمیشہ مرگ کو اپنی آنکھون کے سامنے رکھے جوانی اور زندگی پر بھروسہ نہ رکھے اور ایک دم آسودہ نہ ہوے میری رائے یہ ہے کہ نیکی کی جویائی مین مرنے کا خیال ہی نہ کرے تاکہ بے بیم و امید نیکی کو اس شائستگی کے لیئے جو وہ رکھتی ہے کام مین لگائے۔

(۱۳۲) تعجب ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کے زمانہ مین کوئی تفسیر ایسی قرار نہ پائی کہ اسمین اختلاف نہوتا

(۱۳۳) پہلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ سخت ترین بلائین پیغمبرون پر اور بعد ازان اولیا پر اور پھر مرتبہ بمرتبہ نیک آدمیون پر آتی ہین مجھے اس کا یقین نہین ہوتا کہ خدا کی درگاہ کے مقبول اس شکنجہ فرسائی مین آئین۔ رسمی ملانون نے مجھ سے کہا کہ یہ آزمایش الٰہی ہے اسپر مجھے تعجب ہوا کہ پوشیدہ اور آشکارا جاننے والے کو امتحان کب سزاوار ہے۔

(۱۳۴) ہر گروہ جو اپنی روش کا آشنا ہے اس کو نیک جانتا ہے اور حقیقت مین وہ نیک ہوتی ہے۔ اگر دنیا سے وابستہ ہے تو راستی اور درستی اور ناگزیر وقت کی فراہمی مین اپنی بسر

کرتا ہے اور اگر وارستہ ہے تو اپنے نفس سے لڑتا ہے اور اوروں سے آشتی رکھتا ہے اور آفرین اور نفرین مین تمیز نہیں کرتا ہے

(۱۳۵) بعض یہ رائے رکھتے ہین کہ جو بندہ ورستندہ کو فیض اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنے ان کے میانجی زیادہ ہوتے ہین۔ حقیقت مین یہ نہین بلکہ کشش معنوی اور نیک کرداری پر رسیدگی موقوف ہے۔

(۱۳۶) تعجب کی بات ہے کہ امام خاک کربلا کی تسبیح اس لیے بناتا ہے کہ لوگ اس کو یہ سمجھین کہ اس مین امام کا خون ملا ہوا ہے۔

(۱۳۷) جو شخص فرومایون و بازی گرون اور مسخرون کو اپنی پوشش دیتا ہے گویا اس طرح کرنے سے وہ اپنے تیئن کچوال بناتا ہے۔

(۱۳۸) کسی کی تصنیف کا انتخاب کرنا اس شخص کو سزاوار ہے جس کے علم کا رتبہ مصنف سے زیادہ ہو ورنہ وہ انتخاب نہین کرتا بلکہ اپنی نمایش کرتا ہے۔

(۱۳۹) فور کے ساتھ سکندر کے فریب دینے کی داستان سچ نہین ہے جس کو خدا بزرگ بناتا ہے وہ اس راہ پر نہین چلتا۔ خاص کر جب وہ مرنے کو قریب جاتا ہے۔

(۱۴۰) میرے نزدیک خواجہ حافظ کی ہر غزل کے بعد عمر خیام کی ایک رباعی لکھنی چاہیے ورنہ حافظ کا پڑھنا شراب بے گزک کا حکم رکھتا ہے۔

(۱۴۱) لوگ بزرگون کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھتے ہین اگرچہ اس مین تفاول کا خیال ہوتا ہے مگر وہ ادب سے دور ہے۔ تعجب یہ ہے کہ فقہا جو تناسخ کے قائل نہین ہین زیادہ تر اس طرح کے نام رکھتے ہین اور اہل ہند جو تناسخ کے قائل ہین اس سے پرہیز کرتے ہین (یہ خیال غلط ہے)

(۱۴۲) آدمیون کی اس حرکت پر حیرت ہوتی ہے کہ بچون کی جو بار فرائض سے سبکدوش ہوتے ہین ختنہ کی سنت ناگزیر سمجھتے ہین۔

(۱۴۳) تکفین کی رسم قدیم سے چلی آتی ہے ورنہ مرنے والے پر کیون یہ بوجھ لادتے ہین جسطرح

سے آیا تھا اسی طور سے جانے دین۔

(۱۴۴) کسی شخص سے خواہش کرنی بُری ہوتی ہے۔ خاص کر عالی ہمت والا فطرتون سے اس لیئے یہ لوگ سوائے ناگزیر کے کسی کو ہاتھ نہین لگاتے۔ پس ان سے چاہنا ان کی اور اپنی آبرو ریزی ہے۔

(۱۴۵) آدمیون مین استعداد کا اختلاف انکی پابندگی کا سبب ہے۔

(۱۴۶) کلمۂ حق وہی ہوتا ہے کہ ادھر کان مین گیا اُدھر دل نے قبول کیا اس کا قبول کرنا لازمی ہوتا ہے۔

(۱۴۷) بچون کا سخت بیمار ہونا تناسخ پر کچھ آگاہ کرتا ہے۔

(۱۴۸) آسمانی کتابون مین جو یہ لکھا ہے کہ پہلے زمانہ مین گناہگارونکی صورت مسخ ہوکر بندر اور سوّر کی شکل ہوگئی تھی اس کا یقین ہوتا ہے۔

(۱۴۹) اگر یہ سوچین کہ خدا نے چند پیکر بناکے اُن کے اندر نفوس کو پیوند دے دیا ہے اور اس سے آگے کچھ نہین کیا ہے۔ تو یہ امر نکو ہیدہ معلوم ہوتا ہے ورنہ نیرنگ ساز تقدیر اگر جماد رُستنی وجاندار مین پا یہ بہ پا یہ پیوند دیوے اور والا پا یہ بنائے تو تعجب نہین ہے۔

(۱۵۰) بعض پہلے لوگ کہہ گئے ہین کہ ہر ایک کے اعمال کی مکافات چند جونون مین بدلنے سے ہوتی ہے۔ اور ہر جون مین اس کے کیفر کردار کے مناسب بدن بنایا جاتا ہے اس بات کی ہم تائید کرتے ہین۔

(۱۵۱) چراغ روشن کرنا آفتاب کو یاد کرتا ہے جس کے ہان آفتاب چھپ گیا ہو۔ اگر چراغ نہ جلائے تو کیا کرے۔

(۱۵۲) دھوان ناخلقی اور نور سے دور ہونے کے سبب سے سیاہ ہوتا ہے۔

(۱۵۳) جب مرنے کا وقت قریب آتا ہے تو آدمی کچھ غوطہ مین جاتا ہے۔ اور پھر کچھ غشی جاتی ہوتی ہے۔ اس مین یہ اشارہ ہے کہ خدا کی قدرت مین جان کا لینا دینا ہے۔

(۱۵۴) آواز کا دیدبان کان ہے۔ جب گانے والا بہرا ہوا وہ بے سُرا ہوا۔

(۱۵۵) اس سبب سے کہ دونون ابتدا شعور و پیرانہ سالی مین آدمی وزدی کر سکتا ہے وہ زنا سے بدتر ہے مگر اس سبب سے کہ زنا مین آدمی اپنے تئین اور دوسرے کو بھی گناہگار بناتا ہے تو یہ سخت تر ہے۔

(۱۵۶) معدہ کو جانورون کا گورستان بنانا سزاوار نہین۔

(۱۵۷) بے گناہ کی جان کا شکار کرنا اسکی خیر سگالی اور خدا کی رحمت سے ملانا ہے۔

(۱۵۸) جان کا شکار کرنا اُسی کو سزاوار ہے جو جان دے سکے۔ جو کوئی خرد کے موافق یہ کام کرتا ہے تو وہ بھی خدا ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

(۱۵۹) باوجود بیٹی کے ہونے کے جو عمزاد کو میراث پہونچتی ہے وہ کسی طرح سزاوار نہین۔ مگر اس حال مین کہ مُردہ کو پدر سے میراث ملی ہو تو گنجایش ہے۔

(۱۶۰) شہر اُسی کو کہتے ہین کہ اُسمین طرح طرح کے پیشہ ور رہتے ہون یا اسقدر آدمی اسمین بستے ہون کہ رات کو معتدل آواز اُس سے باہر نہ سُنائی دیتی ہو۔

(۱۶۱) دریا وہ ہے کہ جو سب سال جاری رہے۔

(۱۶۲) ملک آپس مین کیا دریا سے یا کوہ سے یا بیابان سے یا زبان سے جدا ہوا کرتے ہین۔

(۱۶۳) سردسیر ملکون مین جیسے کابل و کشمیر ہین بندوق کچھ موٹی بنانی چاہیئے تاکہ خشکی و سردی پھٹ نہ جائے۔

(۱۶۴) ہوا مین اعتدال کا ہونا عوام مین یہ مشہور ہے کہ چراغ اس مین بجھ جائے مگر وہ کشتی و کے لحاظ سے کچھ اور ہے۔

(۱۶۵) تعبیر بھی تفاول کی قسم مین سے ہے اس لیئے خواب کو دانائے نیک سگال کے آگے بیان کرے وہ فال نیک موںہ سے نکالے۔

(۱۶۶) بلاغت یہ ہے کہ سُننے والے کے اندازہ کے موافق بات کہی جائے اور بہت سے معانی تھوڑی

سی عبارت مین اس طرح ادا ہون کہ بے تکلف سمجھ مین آئین اور فصاحت یہ ہے کہ زبان کج مج نہ ہو۔

(۱۶۶) مرزبان مصر اور حسین منصور کا مقولہ یہ ہے کہ خود بینی اور خدا نگری جدا جدا ہین۔

(۱۶۷) استقامت احوال کا نام کرامت ہے۔

(۱۶۸) ایک دانش ورسے کرگس کی درازی عمر اور باز کی کوتاہ زندگی کا سبب پوچھا گیا تو اسنے جواب دیا کہ پہلا کسی کو ستاتا نہین اور دوسرا شکار کرتا ہے۔

(۱۶۹) جب باز کو جسکی خورش سوائے جانور کے نہین ہے یہ کم زندگی بادافراہ ہو تو آدمی کا حال کیا ہوگا کہ جس کے لئے باوجودیکہ بہت سے کھانے کی چیزین موجود ہین مگر اس کو گوشت کھائے بغیر صبر نہین آتا۔

(۱۷۰) جاندار کم آزار کے حلال ہونے مین اور آزار زندہ کے حرام ہونے مین سرایت کا اندیشہ کیا گیا ہے۔

(۱۷۱) ہم نشینی سے زبان آموزی پیدا ہوتی ہے ورنہ زبان بستگی رہتی ہے۔

(۱۷۲) کسی کے لیئے خدا سے دعائے بد مانگنی قبول نہین ہوتی اسی سبب سے مین ایک شخص کے لیئے دعائے بد مانگتا تھا وہ چھوڑدی۔

(۱۷۳) جب سے مین شورہ کو استعمال کرتا ہون تو پانی مین بھی حق نمک ظاہر ہوا ہے۔

(۱۷۴) آدمی گوشت کھانے کا خوگر ایسا ہوگیا ہے کہ اگر اس کو تکلیف نہ ہوتی تو اپنا گوشت کھاتا۔

(۱۷۵) کاش میرا جسم ایسا تنومند ہوتا کہ اس سے گوشت خوارون کا کام چل جاتا اور کسی اور جاندار کو شکار نہ کرنا پاتا ان کے کھانے کے واسطے مین جتنا گوشت جدا کرتا تو اس کی جگہہ وہ اور پیدا ہوجاتا۔

(۱۷۶) کاش ہاتھی کا گوشت حلال ہوتا کہ وہ اکیلا بہت سے جانورون کا بدل ہوتا۔

(۱۷۷) اگر لوگون پر بغیر گوشت کھانے کے زندگی دشوار نہوتی تو مین ان کو گوشت کھانے سے

منع کردیتا اورمین خود جواس کو بالکل نہین چھوڑتا اس کا سبب یہی ہے کہ مجھے دیکھ کر اور لوگ خواہی نخواہی اُسے چھوڑ دینگے جس کے سبب سے وہ غمگین ہونگے۔

(۱۷۸) ابتدائے شعور سے جب مین نے کسی جانور کو خورش کے لیئے بکھیراتو اس مین دلخواہ مزہ نہ پایا جان پروری کیطرف رہنمونی ہوئی اورمین نے جاندار کے کھانے سے دست کشی کی۔

(۱۷۹) ہرسال اپنے ماہ ولادت مین آدمی گوشت نہ کھایئن تاکہ سپاس الٰہی ادا ہوا ورسال بخیروخوبی گذرے۔

(۱۸۰) قصاب وماہی گیراورمثل ان کے جوجان شکاری کا پیشہ رکھتے ہین ان کے مکان اورآدمیون کے مکان سے جدا ہون اورجوان سے ملے اس سے تاوان لیاجائے۔

(۱۸۱) جب ایک سوداگر کا وقت آخر آیا اوراسکے مال پر اسکے چار بیٹون نے جھگڑنے کا ارادہ کیا تواس نے سب کو نصیحت کی اور کہاکہ مین نے دوربینی سے تمھارے لیئے برابر حصے کرکے مکان کے چارون کونون مین دبادیئے ہین۔ جب مین مرجاؤن توہرایک اپنا حصہ لے لے۔ جب اسکی وصیت پرعمل ہواتو ایک کو زر ملا اور دوسرے کو غلہ۔ باقی دو کو کاغذ اوراستخوان۔ کم فہمی سے ان مین شورش ہوئی۔ ہندوستان کی فرمانروا سالیاہن نے کہاکہ استخوان کا اشارہ مویشی کیطرف اورکاغذ کا اشارہ قرض کی طرف ہے جواورون پر لیناہے۔ جب ان کا حساب ہواتو سب کو برابر حصہ پہونچا۔

(۱۸۲) حسن صباح بہت آدمیون کے ساتھ دریانوردی کرتا تھا۔ ناگاہ طوفان کا آشوب اٹھا۔ اورآدمی سراسیمہ ہوئے وہ شگفتہ اورخندان تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا تواس نے سب کے بچنے کا مژدہ سُنایا۔ جب کنارے پراُترے توسب اسکی غیب دانی کے معتقد ہوئے تحقیق یہ ہے کہ اس سبب سے وہ آشفتہ نہ ہواکہ وہ جانتا تھاکہ خدا کی خواہش مین تغیر نہین ہوتا اورزرہائی کی نوید اس سبب سے سُنائی کہ وہ جانتا تھاکہ اگرسب سیلاب فنا مین بھی بہے توکوئی میرا دھن نہین بگڑے گا۔ اوراگر ایسا نہواتوسادہ لوح میری نیایش گرمی کرینگے۔

(۱۸۳) مجھ سے علی کہتا تھا کہ مین نے بلبہ مین ایک آدمی دیکھا جس کے اوپر کے دھڑ دو تھے اور اُن مین سر و آنکھین اور ہاتھ جدا جدا تھے اور نیچے کا دھڑ ایک تھا یہ آدمی کہ خدا اور زرگری کرتا تھا۔

(۱۸۴) جس سال مین کہ بیرم خان حجاز کو گیا ہے سکندرہ کے قریب ایک ہرنی کو چیتہ نے پکڑا۔ زندہ بچہ اُسکے پیٹ سے نکلا۔ مین خود ہرنی کا گوشت ہڈیون سے جدا کرکے چیتہ کو کھلاتا تھا ایک پیکان نکلا بقینی چھوٹی عمر مین اسکے یہ پیکان لگا تھا خدا نے اسکی حفاظت کی کہ اس سے کچھ گزند اس کو نہ پہونچا۔ اور تنومندی اور بچہ جننے سے باز نہ رکھا۔

(۱۸۵) چوہا بیضہ کو بغل مین لے کر پیٹھ کے بل سوجاتا ہے اور اور چوہے اس کی دُم پکڑ کر سوراخ مین لے جاتے ہین۔ اور چوہا اپنی دم کو بل دے کر شیشہ مین لے جاتا ہے اور اس سے خشخاش وغیرہ چیزون کو نکال لیتا ہے اور اسی طرح چوہا عجیب عجیب کام کرتا ہے۔

(۱۸۶) بھیڑیا اگر منھ کھول کر حملہ کرتا ہے تو شکار کو پکڑ لیتا ہے اور نہین تو پھر اس کا مونھ نہین کھلتا اور جب وہ پکڑا جاتا ہے تو پھر آواز نہین کرتا۔

(۱۸۷) سنگ و منگ مین یون تمیز ہوسکتی ہے کہ پہلا پانی مین گل جاتا ہے اور دوسرا نہین گلتا۔

(۱۸۸) شکارگاہ مین خانگی اور دشتی ہرنون مین کشتی ہوئی اُنھون نے چابک دستی کرکے صحرائی کو پکڑ لیا تو مین نے یہ مصرع پڑھا۔

کس ندیدم کہ آہو بدویدن گیرد

آہو فارسی مین عیب کو کہتے ہین وہ تگاپو اور کوشش سے ہاتھ نہین آتا۔

(۱۹۰) چھوٹی عمر مین کدخدا کرنے سے خدا ناخوش ہوتا ہے اس کام سے جو اصل مقصود ہے وہ بہت دور ہوتا ہے اور اسکی گزند نزدیک۔ جس آئین مین کہ عورت کا دوسرا نکاح کرنا

جائز نہین اس سے بڑی دشواریان ہوتی ہین۔

(۱۹۱) بیگانون مین زناشوئی پسندیدہ ہوتی ہے اس لئے کہ بیگانگی خویشی ہوجاتی ہے اور خویشون مین جتنی دوری زیادہ ہو اتنی ہی آزرم نزدیکتر ہوتی ہے اور یہ لکھا ہے کہ آدم کے زمانہ مین ہر شکم سے ایک دختر و ایک پسر پیدا ہوتے تھے اور ایک کا بیٹا دوسرے کی بیٹی بیاہا جاتا تھا اس سے بھی اوپر کی بات مین کچھ آگاہی ہوتی ہے۔

(۱۹۲) احمدی کیش مین جو دختر عم سے اور اُس کی بہن سے خویشی جائز رکھی گئی ہے وہ اسکا ابتدائی زمانہ آدم کی مانند تھا۔

(۱۹۳) خواہش طبیعت پر عورت سے نزدیکی کرنا بہت ناسزا ہے اسمین حکمت یہ ہے کہ سرچشمۂ ہستی اسکے گلے مین اٹک نہ جائے۔

(۱۹۴) جیساکہ چھوٹی عمر کی عورت سے نزدیکی کرنا خدا کو ناراض کرتا ہے ایسے ہی بڑھیا سے جس کی جننے کی عمر نہ رہی ہو یہ اکثر پچپن سالہ کے بعد ہوتا ہے۔

(۱۹۵) حاملہ عورت کے ساتھ نزدیکی سے خدا خوش نہین ہوتا نطفہ ناچیز ہوجاتا ہے اور بان نیست ہوجاتی ہے۔ بار آور کو بھی گزند پہونچتی ہے۔

(۱۹۶) ایام سرخی مین عورت سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔ اس مین بعض ناخوشیان ہوتی ہین۔

(۱۹۷) ایک زوجہ سے زیادہ زوجہ کرنی اپنے خون مین تگاپو کرنی ہے اگر وہ بانجھ ہو یا بیٹیا جنے تو البتہ اسکی گنجایش ہے۔

(۱۹۸) اگر مجھے یہ علم پہلے سے ہوتا تو مین اپنی قلمرو مین سے کسی کو حرم سرا مین نہ لاتا اس لئے کہ رعیت فرزند کا حکم رکھتی ہے۔

(۱۹۹) ہندوستان مین عورتون نے اپنی جان بے بہا کو کم قیمت کر رکھا ہے۔

(۲۰۰) ہندوستان مین عورتون کے ستی ہونے کی رسم قدیم سے چلی آتی ہے وہ مردہ شوہر کے

ساتھ جل کر گشادہ پیشانی سے جان دے دیتی ہے اور اپنے شوہر کی رستگاری کا سبب جانتی ہے۔ مردون کی ہمت پر افسوس ہے کہ وہ عورتون کی دستاویز سے اپنی رہائی ڈھونڈھتے ہین۔

(۲۰۱) فرمان روائی بہت بڑی نعمت ہے اسی کے کارکردین ہر کار کی شائستگی ہے پادشاہون کو سپاس گذاری دادگری اور قدردانی اور اورون کو انکی فرمان پذیری اور نیایش گری ضرور ہے۔

(۲۰۲) فرمان دہون کا دیکھنا خدا کی پرستش ہے۔ اہل زمانہ اسکو ظل اللہ کہتے ہین۔ اور صاحب سایہ کو سایہ بتلاتا ہے اس لیئے بادشاہ کا دیدار خدا کی یاد کا سرمایہ ہے۔

(۲۰۳) جہانبانی بڑی عنایت ہے اس کا فائدہ بہت آدمیون کو پہونچتا ہے اور راستونکی نیکیان انھین کو پہونچتی ہین۔

(۲۰۴) جو کام بندے کر سکتے ہین وہ پادشاہ کو نہین کرنے چاہیئین اس لیئے پادشاہ اورونکی خطاؤن کا چارہ کرتا ہے اسکی لغزش کو کون درست کرے گا۔

(۲۰۵) پایہ شناسی کا نام پادشاہی ہے کہ اسکے اندازے کے موافق تلطف و قہر پر آمادہ ہو۔

(۲۰۶) پایہ شناسی ہی پیرایہ سعادت پژوہی و دستمایۂ کامروائی ہے۔

(۲۰۷) یہ جو لوگ کہتے ہین کہ پادشاہون کے قدم سے ایمنی اور آسودگی ہوتی ہے۔ سچ ہے جب جماد اور رستنی خاصیتین رکھتی ہین تو برگزیدہ آدم کیون نہ رکھے۔ خاص کردہ شخص جس کا کردار اہل جہان کی پاسبانی ہے

(۲۰۸) کارفرمائی اور فرمان پذیری بیم و امید ناگزیر ہین جنسے ہنگامہ صورت آراستہ ہوتا ہے اور خلوت گاہ معنے فروغ پاتی ہے۔ لیکن زبردست گرانبار خشم سے سبک سر نہ ہوکر ہر ایک کے اندازہ اور مقام کو خرد سے تخمینہ کرے۔

(۲۰۹) جو بیم اور امید کے درمیان راہ چلتا ہے اسکی دین و دنیا آباد ہوتے ہین اسکے

فروگذاشت سے گزند پہونچتی ہے۔

(۲۱۰) بیکاری تمام برائیون کا سر ہے۔ سعادت پژوہ کا کام یہ ہے کہ کوئی ہنر سیکھے اور اسکے کارکرد مین مشغول ہوا اور داروغون کو ناگزیر ہے کہ دیدبانی مین سو نہ جائین۔

(۲۱۱) دادگر کا خشم اسکے لطف کی مثل جہان آبادی کا سرمایہ ہے۔

(۲۱۲) کسی شخص کو ستم کرنا روا نہین ہے خاص کر بادشاہ کو کہ وہ پاسبان جہان ہے۔

(۲۱۳) فرمانذہون کی پرستش دادگری اور جہان آرائی مین ہے اور دارستونکی عبادت جان و تن کی گذارش مین ہے ساری شورش اس سبب سے برپا ہوتی ہے کہ آدمی اپنی ناگزیر کو چھوڑ کے اورون کی کارکرد مین مشغول ہوتے ہین۔

(۲۱۴) بادشاہ کو چار چیزون سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ زیادہ شکار کرنے سے۔ ہمیشہ کھیلنے سے۔ رات دن مست رہنے سے۔ عورتون کے ساتھ سخت آمیزش سے۔

(۲۱۵) اگرچہ شکار مین ملکی تدابیر بھی بہت ہین لیکن مقدم یہ ہے کہ جان شکری ایک ہنجار کے ساتھ ہو۔

(۲۱۶) سب کا جھوٹ بولنا بُرا ہوتا ہے اور بادشاہ کا اور زیادہ تر بُرا ہوتا ہے۔ اس گروہ کو سایۂ خدا کہتے ہین۔ اور سایہ ہمیشہ سیدھا ہوتا ہے۔

(۲۱۷) داروغون کو دیدبانی کرنی چاہیئے کہ کوئی شخص اپنی خواہش سے اپنے پیشہ کو نہ چھوڑے۔

(۲۱۸) ایران کے بادشاہ طہماسپ ایک مصرعہ بھول گیا مشعلچی نے وہ پڑھ دیا۔ بادشاہ نے اُس کی کچھ بالش کی اور فرمایا کہ جب شاگرد پیشہ علم جانین گے تو بہت سے کامون کی کارروائی نہین ہوگی۔

(۲۱۹) بادشاہ اپنے نزدیکون سے خندہ و بازی کا خوگر نہو۔

(۲۲۰) بادشاہ کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ ملک گیری کا قصد کرتا رہے۔ نہین اسکے ہمسایہ اُسپر غالب ہوجائینگے۔

(۲۲۱) سپاہ کو لڑائی کے کام مین مشغول رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کم ورزشی سے تن آسان نہو

(۲۲۲) پادشاہ کو چاہیئے کہ آدمیون کے مال وجان و ناموس و دین کی نگہبانی مین مبالغہ کرے۔ آز و خشم کے گمراہون کو جب نصیحت رہنمون نہو تو مالش کرنی چاہیئے۔

(۲۲۳) جو شخص پادشاہ کو شائستگی کے ساتھ یاد نہین کرتا تو اسکی نکوہش ہوتی ہے۔

(۲۲۴) پادشاہونکی باتین دُر کا حکم رکھتی ہین ہر کان آویزہ کا سزاوار نہین ہوتا۔

نصائح اکبری

پادشاہ کی عادت تھی کہ شائستہ خیر سگالون کو منتخب کرتا تھا اور زیردستون کی تیارداری خاص کر جو بزرگ نژاد شائستہ کاری کے پیرایہ سے آراستہ ہوتے یہ اسکی خوی ستودہ تھی کہ خویش و بیگانہ کو کسوٹی پر کستا۔ نیک مردون کو برتر کرتا اور نیک نیتی کے ساتھ ہمسایہ کے مرزبانون کو غور سے دیکھتا۔ اگر وہ خلق کے غمخوار ہوتے تو انکی دادگری اور آبادی زندگی مین کوئی گزند نہ پہونچاتا اور انکی یاوری پر دل نہاد ہوتا۔ ورنہ لالچ گری کے سبب سے ان کے سزا دینے سے باز نہ رہتا۔ مگر اول ان کو نصیحت کرتا اور بیم و امید کی داستان سُناتا۔ جب دکن کے سردارون نے ناہنجاری اختیار کی تو پندگزاری کے لئے کارآگہون کو ان پاس بھیجا اور شاہزادہ سلطان مراد کو یہ نصیحتین کر کے روانہ کیا۔ اول رضائے الٰہی کی جستجو مین اندیشہ کو آباد کرے تاکہ اعمال نیک سرزد ہون پھر بیرونی نمایش کرے اور وقت اور اندازہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ہر عضو سے ایک پسندیدہ کام لے۔ بہت باتین کرنے سے اور ہنسنے سے باز رہے۔ رات دن کے تہائی حصے سے زیادہ نہ سوئے۔ اور ملک کی سپاہ و آبادی مین اور راہ کی ایمنی مین اور سرتابون کے فرمان پذیر بنانے مین اور دزد و رہزنون کے پائمال کرنے مین کوشش کرے۔ اس پیرایش بیرونی کے بعد افزونش وردنی کرے۔ خواہش و خشم کو اپنی فرمان

ہین رکھے کہ خدانے اس ہڈیون کے کاخ کے یہی دو پاسبان مقرر کیئے ہین۔ اول سے جو درخور ہووہ حاصل کرنے اور دوم سے جو ناسزا ہو اُس سے پرہیز کرے۔ آدمی اپنے خود کو ایسا سُلا دیتا ہے کہ جس سے یہ دونون عنان گسست ہوجاتے ہین اور پیرایۂ زندگی مردگی کا سامان ہوجاتا ہے۔ شائست کی شناسائی کو نہ چھوڑے اور کارفرمائی کی نیرو کو شائستگی سے تنومندی دے۔ ان روحان باتون مین اعتدال کی طرف رغبت کرے اور کمی اور فزونی سے کہ سرمایۂ نکوہیدگی ہے دور رہے۔ اس زمانہ مین تقلید و دوروئی کے بازار کو رونق ہورہی ہے اس مین انصاف اور ہوشمندی کو کام مین لائے۔ گوشہ نشین تارک الدنیا کی پرستش اور ہے اور دنیا کے دل بستون کی نیایش اور ہے اگرچہ دونون کو اندیشہ کی آبادی ضرور ہے لیکن اول کو آگہی اور دوم کو غفلت سزاوار ہے۔ ہریک کار کے پایہ کو دریافت کرے اور نا ملائم کے دیکھنے سے اپنی جگہہ پر قائم رہے۔ مہر و کین و بیم و امید کو اندازہ اور مقام سے نہ گذرانے دے۔ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اُن پر فقط چین پیشانی وہ کام کرتی ہے جو دوسرے پر شمشیر و خنجر کرتے ہین۔ اختلاف مذہب کے سبب سے کارسازی سے باز نہ رہے اور عوض لینے مین شورش نہ برپا کرے۔ رازگوئی کی انجمن کو کاردانون سے آراستہ کرے اگر کوئی عذر کرے تو قبول کرے۔ اپنی رائے پر غرہ نہو اور سوائے دوربین خیرسگال کے جو خود لرزان نہو مشورہ کے لائق نہ جانے خوشخوئی کو اپنی عادت بنائے۔ اور دستگیری کو ناکامی کے روز پر موقوف نہ رکھے اور اسکی فزونی سے اپنی شکوہ کو شکستہ نہ کرے۔ پیمان کے پاس کو سب فائدون پر ترجیح دے۔ اسی طرح زندگی بسر کرے کہ گروہا گروہ بیگانے آدمیون کے خاصکر سوداگرون کے دل اس سے آزردہ نہون اس سے نیکنامی کا آوازہ بلند ہوتا ہے اور آدمی سے اسکی قوت کے موافق خدمت کی امید رکھے۔ شناسائی مین چرب زبانی پر فریفتہ نہ ہو۔ ان چار چیزون مین سے ہر ایک سے دوستداری پیدا ہوتی ہے۔ اول دنیا کا فائدہ اگرچہ گمان مین آتا ہے لیکن وہ دیر مین ہاتھ آتا ہے اور

اور جلد ہاتھہ سے جاتا ہے۔ دوم دینی بہرہ جو اول سے برعکس ہے۔ سوم نیک ذاتی۔
وہ جان کے ساتھہ لگی رہتی ہے۔ اسکی پابندگی اور ناپائداری اپنے ساتھہ ہے۔ چہارم
اخلاص۔ یہ چارون باتین اپنے عقیدت گزینون مین غور سے دیکھنی چاہیئے اور شناسائی
کے اندازہ کے موافق کارکردگی کی بنیاد رکھنی چاہیئے آگہی ناموں کی آموزش مین کوشش
کرے اور دانش کو کردار مین لائے۔ جو خورسند گوشہ نشین اور برہنہ ژولیدہ مو ہین انکے
دل کو ہاتھہ مین لائے اور خدا کے جلال کے جو ربودہ ہین انکے دیکھنے مین دلبری نہ کرے
سپاہ کی غمگساری مین ہمت لگائے اور ان کا ماہوار وقت پر دے اور ہر شخص سے اسکے
موافق ستور وخیمہ طلب کرے۔ نیکو خدمت کا پایہ بڑھاوے اور قدیمی نوکرون کو نظرانداز
نہ کرے اور کشاورزون کی آبادی سے غافل نہ ہو راستی منش وآگاہ دل کو ہر شغل پر معین
کرے جو بغیر اپنی بزرگی کے اظہار کرنے کے اور ستایش کے آرزو کے کامون کو شائستگی سے
انجام دین اور اپنی دید بانی بھی ان سے باز نہ رکھے حق سگالون کا مرتبہ بڑھاوے اور
باطل پیچون کو نصیحت ومالش سے پیرایش دے۔ داوری مین سوگندہ گواہ پربس نہ کرے
طرح طرح کی پرسش کرے اور پیشانی کے نامہ کو پڑھکر اپنا یاور بنائے کوئی تازہ رسم
ایسی نہ قائم کرے جس کا فائدہ تھوڑا اور نقصان بہت ہو۔ ملک کی سرحدون کو آزمودہ کار
جوان مردون کے سپرد کرے اور راہ کے ایمنی کے فکر مین ایک لحہ صبر نہ کرے۔ عافیت کے
وقت مین ناکامی کے زمانہ کو یاد کرتا رہے اور ہر چیز کا چارہ تیار رکھے اور شائستہ کار ہمنشین
منتخب کرے کسی کی راست گوئی سے برہم اور دل گرفتہ نہو اور اپنی طبیعت کو اپنے اختیار
مین رکھے اور شورش طبیعت سے بچتا رہے۔

جہان قوم کی قوت واستعداد کسی خاص شے کے ہاتھہ مین ہوتی ہے وہان آخر کو آزادی
باقی نہین رہتی۔ چنانچہ راجستان کا یہی حال ہوا کہ وہان کے راجاؤن مین سے ایک جماعت
دہلی کے بادشاہون کو اپنا حاکم اعلے ماننے لگی اور اپنے تیئن ان کو حوالہ کیا کہ اس کا اقتدار

شہنشاہ اکبر کی رکاب کے منصبداران بڑون کے ساٹھا اور چھوٹون کے مناصب

اور اختیار قائم رہے اُس نے براے نام اپنی ریاستین مسلمان بادشاہون کو تفویض کین۔ بادشاہون نے پھر اس کو واپس دے دین اور اسکو اسناد لکھدین کچھ عرصہ کے بعد ان اسناد کی تجدید ہوتی رہتی تھی۔ اور اسناد کے ساتھ راجاؤن کو خلعت ہاتھی۔ گھوڑا۔ اسلحہ وجواہر بھی دیئے جاتے تھے اور ان کے موروثی خطابون پر اور القابون کا اضافہ ہوتا تھا اور جدید منصب ملتے تھے۔ اور علم شاہی و نقارہ اور امارات شاہی عطا ہوتے تھے۔ یہ راجہ سوائے اطاعت شاہنشاہی کے معمولی نذرانہ اور پیشکش دیتے تھے خصوصًا نوروز کو اور اس کا عہد وپیمان کرتے تھے کہ جب پادشاہ ہم کو طلب فرمائے گا ہم مع تعداد معینہ تابعین کے حاضر ہون گے ہمایون بادشاہ کی چند راجاؤن نے ملازمت اختیار کی تھی مگر ان کی اعانت و امداد پر اعتماد نہ تھا اس کے دانشمند عالی دماغ فرزند شہنشاہ اکبر ہی کا یہ حصہ تھا کہ اس نے اپنی سلطنت کی زینت اور اپنے تخت کا پایہ رجپوتون کو بنایا۔ اس نے اپنی سلطنت کا اس خوش اسلوبی سے انتظام کرکے مستحکم کیا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہین کرسکتا تھا۔ جو ملک اسنے اپنی قوت سے فتح کیا اُسکو اپنی نیک سیرتی اور خوش انتظامی سے برقرار رکھا وہ خوب جانتا تھا کہ اگر مین اپنی حکومت کو دکھا کر رجپوتون کو ہمیشہ دباؤن گا تو وہ اثرپذیر نہین ہوگی بلکہ خطرناک ہوگی اس لئے ان کو خود سلطنت کے کامون مین ایسا دخیل کردیا کہ وہ اس کی حفاظت و اعانت مین خود بدل مستعد و ساعی ہوگئے۔

اس نے یہ عزم مصمم کرلیا تھا کہ جو چنگیز و تیمور و بابر کی رگون مین اوغز خان کے خون کی نہرین جاری ہوئی تھین ان کو رجپوتون کے خاص خون سے مخلوط کرون کہ جس کے سبب آپس مین وہ موانست پیدا ہو کہ رجپوت میری فرمان برداری پر زیادہ تر جلد بنا ہوجائین بہ نسبت اسکے کہ وہ خالص تاتاری ہوتے۔ ان کے ساتھ رشتہ مندی ہونے رجپوت راجاؤن کے عزیز و اقارب بڑے اعانت و مدد پر مستعد ہون گے جس سے سارے کے سارے رجپوت دوستدار ہوجائین گے۔ یہ خیال اس کا بالکل صحیح نکلا

اس کام کی ابتدا مین جو دشواریان پیش آئین ان کا حال بہ نسبت ان مشکلون کے
غیر معلوم ہے جن کا مقابلہ اسکو آخر مین کرنا پڑا۔

پتھورا کے خاندان مین نہ اکبر کا نہ اسکی اولاد کا کوئی بیاہ ہوا۔ اس خاندان نے کبھی
شاہان دہلی سے اپنی لڑکیون کی شادی کرنے کو نہین پسند کیا۔

دہلی کے قریب امیر (جے پور) تھا اول اس نے شاہان دہلی سے اپنی لڑکیون کے
بیاہنے کا طریقہ اختیار کیا۔ راجہ بھگوان داس نے اپنی لڑکی ہمایون پادشاہ سے
بیاہی۔ پھر اس طریقہ کا رواج اکبر نے ایسا دیا کہ راجاؤن کی لڑکیون سے بڑے
بڑے نامور شہنشاہ اور شہزادے پیدا ہوئے جنکی تفصیل یہ ہے۔ کہ سلطان سلیم جو تخت
نشین ہوکر جہانگیر شہنشاہ دہلی ہوا اور اس کا بیٹا شاہجہان جو باپ کو بہت عزیز تھا
اور بد نصیب بیٹا خسرو اور شہنشاہ اورنگ کا سرکش بیٹا اکبر۔ سلطنت کے
زوال کی حالت مین فرخ سیر نے اجیت سنگہ راجہ مارواڑ کی لڑکی سے شادی کی۔
اس کے بعد اس قسم کا بیاہ اور نہ ہوا گو ہندو امراء کی لڑکیون سے مسلمانون کی یہ رشتہ مندی
مغلون کی سلطنت سے پہلے بھی ہوتی تھی مگر ان ہندو امیرزادیون کو مسلمان ہوکر رہنا
پڑتا تھا۔ مگر مغل پادشاہون سے اس رشتہ مندی کی صورت مین وہ اپنے مذہب پر
قائم رہتی تھین وہ مسلمان نہین ہوتی تھین۔ بلکہ پادشاہون کو کچھ ہندو بنا لیتی
تھین۔ یہ ہندو راجہ پادشاہون کے سسرے ہوکر اپنے خرد سال بھانجون کے حامی
ہوئے تھے اور ان کی سلطنت کی ترقی کے خواہان اور ان کے ساتھ سارے خوف و خطر مین
شریک رہتے تھے۔

سلطان بادشاہوں اور راجپوت راجاؤں کے درمیان بیاہ ہونے کے نتائج

شہنشاہ اکبر نے جو اس رشتہ مندی کا رواج دیا اسپر ارباب الرائے مختلف رائین
رکھتے ہین۔ بعض کہتے ہین کہ اس سے اکبر کو دو فتحین حاصل ہوئین اول یہ کہ ہندو اسکی
نسبت نیک رائے رکھنے لگے۔ دوم راجاؤن کی تلوار اس کی حمایت کرنے لگی۔

اور ان کی برچھیون کی نوکین اس کے تخت کو سہارنے لگین۔ اگر خاندان تیموریہ کے پادشاہ اکبر کے ان اصول پر جمے رہتے تو ان کی سلطنت لازوال ہوجاتی مگر اکبر و جہان گیر و شاہجہان کے اصول کے خلاف اورنگ زیب نے سلطنت کو بگاڑا گو وہ خود اپنی زندگی مین ذہن عالی کی وجہ سے سلطنت وسیع کا انتظام کرتا تھا۔ مگر اس نے ان لوگون کو ناراض کردیا جنھون نے سلطنت کو معراج پر پہونچایا تھا۔ اورنگ زیب کی قوت و سطوت کے قائمقام اسکے قائمقامون کا ضعف و حمق ہوا اور ہندوون سے غیر موانست ہوئی جس سے سلطنت کی خاک اُڑ گئی۔

دوسرے ارباب الرائے کہتے ہین کہ ترکون کی عادت مین داخل تھا کہ جہان وہ فتح کرتے وہان کی عورتون سے رشتہ مندی پیدا کرتے۔ انھون نے یہان بھی اپنی عادت کے موافق یہی کیا مگر اور ملکون مین اس عقد و پیوند سے فائدہ ہوا کہ انکی شکلین خوبصورت ہوگئین۔ اور تہذیب و شائستگی حاصل ہوئی مگر اس ملک مین ترکی خون کے ساتھ ہندی خون کے پیوند پانے سے انکی نسل کی جلادت اور شہامت مین فرق آیا اور وہ جو پادشاہونکی سطوت و شجاعت و عظمت کا رعب داب ہندو راجاؤن کے دلون مین بیٹھا ہوا تھا وہ اس رشتہ مندی کی وجہ سے اُٹھ گیا۔ اس رشتہ مندی سے بھائی بندی اور ہمسری کا دعوے وہ کرنے لگے۔ اور سلطنت کے کامون مین برابر کے مدعی ہوگئے۔ اس لیئے اس رشتہ مندی کے پیوند سے مسلمانون کی سلطنت مین زوال کا بیج بو یا گیا۔ اور آخر کو ہندؤن نے مسلمانون کی سلطنت کو چھین لیا۔

تیسرے ارباب الرائے یہ کہتے ہین کہ ہندوستان مین رجپوتون کی قوم جوان مرد بہادر اور غیر متشدد اور اپنی عزت کے لیئے جان نثار ایسی ہے جیسی کہ دنیا مین اور بہادر قومین ہین وہ مسلمانون کی عملداری سے پہلے آپس مین لڑکر اور کٹ کٹ کر ضعیف ہوگئی تھی۔ پھر ان کی قوت غزنویون اور غوریون کی لڑائیون مین صرف ہوئی پھر افغانون سے انکی

لڑائی رہی۔ مگر اکبر نے اپنی عقل و دانش سے وہ تدبیر کی کہ اس قوم کو بالکل نکما کر دیا۔ اس نے رجپوتون سے رشتہ مندی کر کے اوران کو جاہ و منصب مین بلند مرتبہ بنا کے انکی آدہی قوم کو اپنا دوست و مطیع بنالیا اوراس نصف قوم سے باقی نصف قوم کو جو مطیع نہ ہوئی مار کر تباہ کر دیا۔ غرض یون رجپوتون کا ایسا کام تمام کیا کہ جب مسلمانون کی سلطنت بگڑی اور قزاقون اور غارت گرون نے زور پکڑا تو اول اول رجپوتون نے اپنی ناعاقبت اندیشی کے سبب سے اس سے چشم پوشی کی اور پھر کچھ پوشیدہ پوشیدہ فسادون کو برپا کرتے رہے اور یہ نہ سمجھے .... کہ اس کا اثر ہم پر پڑے گا غرض ان کو اُس انقلاب مین اور اقوام ہنود کی طرح عروج نہ ہوا وہ مطلق العنان اور صاحب اقتدار نہ ہوئے اس طرح اکبر کی دوستی سے جو انکی قومی قوت و ہمت شکستہ ہوئی وہ کبھی کسی دشمن سے بھی نہوئی تھی۔ اسیطرح کی ارباب الرائے رائے زنی کرتے ہین اصل حقیقت تو کھلتی نہین مگر یہ رائین بھی دل بہلانے کے لیئے اچھی ہین

پادشاہ کے شوق کی خبرین

جب پادشاہ لڑکا تھا اور کابل مین رہتا تھا۔ وہان اونٹ سے بڑا کوئی جانور نظر نہ آتا تھا وہ اونٹ پر سوار ہوتا تھا اوران کو لڑاتا تھا جب وہ ہندوستان مین آیا تو ہاتھی دیکھکر اس کا شوق پیدا ہوا۔ یہ جانور صورت و سیرت مین عجیب ہے اگر اس کو کلانی مین پہاڑ سے تشبیہہ دیجئے تو غلط ہے پہاڑ مین حسن صورت ہی نہ رفتار ہے اگر سرعت و تندی مین ہوا سے اُسے نسبت دیجئے تو یہ صحیح نہین ہوا مین عرصۂ نبرد مین ثابت قدمی اور خشم گینی سے لشکر کا درہم برہم کرنا کہان ہے۔ دوربینی و دریافت و فراست مین اگر گھوڑے کی برابر کہا جائے تو بیان واقع نہوگا۔ وہ باخرد۔ درازعمر۔ بدیع منظر عظیم شکل۔ بلند دریافت۔ سوار ربا ہے فوج برہم زن۔ کوہ فگن عجیب جانور ہے کہ اسکی بدمستی و کینہ کشی کے لکھنے کے لیئے ایک

جداکتاب کی ضرورت ہے۔ پادشاہ اس مہیب پیکر بدیع ہیکل کو دیکھ کر اسپر فریفتہ ہوگیا
اسپر چڑہنے کی مشق ایسی بڑھائی کہ مست آدم کش بدخو فیل ربا ہاتھیون پر سوار ہونے لگا
اس بدمست بدخو ہاتھی پر کہ جس نے اپنے فیلبان کو مارا ہو اور کئی خون کیئے ہون اور شہر
مین شورش مچائی ہو اسکے دانتون پر پاٴون رکھہ کر چڑہ جاتا اور ہنستا وکھیلتا بدمست
عربدہ جو ہاتھی سے لڑآتا تھا اوران بدمست ہاتھیون کی لڑائی مین کہ جن کے پاس جاتے
ہوئے بڑے بڑے بہادرون کی جان نکلتی تھی وہ ایک ہاتھی سے دوسرے ہاتھی پر
اچھل جاتا ہاتھی پر نہ گدی ہے نہ جھول ہے فقط کلاوہ مین اسکے پاٴون اور پیٹھہ پر
اسکی جما ہوا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ دہلی مین پادشاہ بدمست ہاتھی مکھنہ پر سوار ہوکر
دوسرے ہاتھی سے لڑاتا تھا۔ مکھنہ ہاتھی نے دوسرے ہاتھی کو بھگادیا اور اسکے پیچھے
بے تحاشا بھاگا وہ ایک گڈھے مین گرا اور ایسی خرکتین کین کہ بھوئی جو اسکی پیٹھہ پر بیٹھا تھا
زمین پر گرا اور پادشاہ بھی اسپر سے گرا مگر پاٴون کلاوہ مین اٹکا رہ گیا۔ لوگون نے کلاوہ
سے پاٴون کو نکالا۔ جب ہاتھی گڈھے سے نکلا تو اسپر پھر وہ سوار ہوگیا۔ سو دفعہ سے زیادہ
پادشاہ نے مست ہاتھیون کو لڑایا ہوگا کبھی پادشاہ درخت یا چھت پر ہو بیٹھتا۔ جب ہاتھی
برابر آتا تو اسپر اچھل کر آن بیٹھتا۔

پادشاہ بڑا محقق تھا اُس نے ایک دفعہ ایک گروہ کو بھیجا کہ گنگا کے سرچشمہ کو تحقیق کرے اُس نے
ایک عجیب تجربہ کیا کہ انسان کی طبعی زبان کیا ہے یعنی اول انسان کونسی زبان بولتا تھا مسلمانون
کو دعوے تھا کہ اول عربی زبان بولی گئی۔ یہودی کہتے ہین کہ عبرانی سب زبانون کی اصل ہے
ہندو اپنی سنسکرت کو سب زبانون کی مان بتاتے ہین۔ اس تحقیقات کے لیئے اس نے
شہر سے باہر بہت دور ایک مکان عالیشان سب ضروریات سے آراستہ کیا اور
گنگ محل اس کا نام رکھا بہت سے لڑکے لڑکیان پیدا ہوتے ہی مان باپون سے لیکر
اس محل مین داخل کین۔ دایون کو دودہ پلانے کا حکم دیا۔ مگر ان کے سامنے بولنے

سے منع کیا۔ غرض ایسا اہتمام کیا کہ ان کے کان مین انسان کی آواز نہ پہونچنے دے۔ جب یہ لڑکے پانچ پانچ سات سات برس کے ہوئے تو ان کو اپنے سامنے بلوایا تو سوائے غا ہین با ہین کے اُن کے منہ سے کوئی لفظ نہین نکلتا تھا ہر زبان کے فضلا مقرر تھے کہ جو لفظ اول انکی زبان سے نکلے اُس کو امتحان کرین کہ کس زبان کا ہے مگر انکی زبان سے کوئی لفظ ہی نہین نکلتا بلکہ وہ اشارون مین باتین کرتے تھے۔ غرض تجربہ مین ناکامی ہوئی۔ ہیرودوڈس ایک قدیمی مورّخ نے لکھا ہے کہ کسی فرعون مصر نے بھی تجربہ کیا تھا مگر اکبر کے تجربہ مین یہ زیادہ خوبی تھی کہ پھر ان بچون کو بولنا سکھایا گیا تو مشکل سے اُنھون نے سیکھا۔

بدآیونی پادشاہ کے اس تجربہ کو بھی بڑی حقارت سے اسطرح لکھا ہے کہ بچون کو گنگی دایون سے چار برس تک دودھ پلایا گیا مگر اسکے بعد ان کو ایک لفظ بولنا نہین آیا۔ ابوالفضل یون لکھتا ہے۔

۹۸۸ھ مین پادشاہ کی محفل مین ہر طرح کے علم کا ذکر ہوتا تھا اس نے فرمایا کہ ہر گروہ کی زبان دانی پیاپے شنوائی سے ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی بات یاد کرتے ہین اگر ابتدا پیدایش سے وہ اسطرح پلین کہ آدمی کی گفت گو ان کے کان مین نہ جائے تو ضرور ان مین بولنے کی قوت نہوگی اگر ان مین سے کوئی بولے تو اس کو ایزدی گفتار ہونے کا یقین کرنا چاہیئے مگر بعض سامعین کی پیشانی سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس سے انکار کرتے ہین انکے دل نشینی کے واسطے ایسی سرزمین مین کہ اور مکان کی آواز کوئی وہان نہ پہونچے ایک سرائے آباد کی اور وہان نوزادون کو رکھا راستی منشون کو پاسبانی کے لیئے مقرر کیا کچھ زمانہ تک دائیان ان بچون کو دودھ پلائین۔ مگر اپنی زبان کو بند رکھین۔ عام لوگون نے اس سرائے کا نام گنگ محل رکھا۔ پادشاہ اس عبرت سرا مین خود گیا کوئی آواز اس خاموش خانہ سے برآمد نہوئی اور اس آرامگاہ مین کوئی گفتار نہ سُنی۔ باوجودیکہ اسپر چار سال گذر گئے تھے مگر بچون کو گویائی سے کچھ بہرہ نہ تھا۔ ایسی آوازین نکالتے تھے جیسے گونگے نکالا کرتے ہین۔

حالات اسد بیگ۔ ایک تاریخ مرزا اسد بیگ کی تصنیف سے ہے، اس مین مرزا نے تمباکو کا حال یہ لکھا ہے کہ مجھے بیجاپور مین کچھ تمباکو ہاتھ لگا۔ مین نے ہندوستان مین اسکو پہلے نہین دیکھا تھا۔ مین نے اسکو لیا اور خوبصورت پائپ بنایا۔ اجین سے حقے منگائی جو تین ہاتھ لمبی تھی اور اچھی طرح خشک کیگئی تھی اور اسپر رنگ کرایا اس کے دونون سرون مین جواہر اور زمرد لگائے۔ عقیق یمنی کی مہنال کا دُم بہم پہونچائی اور اس کو نے پر لگایا اور سونے کا آتش افروز بنایا۔ عادل خان نے مجھے ایک پاندان دیا تھا جسپر نہایت عمدہ کام کیا ہوا تھا اس مین مین نے ایسا عمدہ تمباکو بھرا کہ اگر اس کے پتے کو آگ لگائیے تو سارا جلنے لگے۔ ان سب کو مین نے ایک کشتی مین رکھا اور حقے کے رکھنے کے واسطے مین نے ایک چاندی کی نلی بنوائی اور نلی کے اوپر سُرخ مخمل کا غلاف چڑھایا۔ جب بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور تحائف پیش کیئے تو بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ اتنے تھوڑے دنون مین ایسی عمدہ اشیاء کس طرح بہم پہونچا ہین۔ جب کشتی اور حقے اور اسکے سامان پر اسکی آنکھ پڑی تو اُس کو تعجب ہوا اور تمباکو جو چلم مین تھا دیکھکر پوچھا کہ یہ کہان سے تجھے ہاتھ لگا ہے۔ خان زمان نخان نے کہا کہ یہ تمباکو ہے مکہ مدینہ مین اس کا بہت رواج ہے۔ یہ حکیم حضور کے لیئے بطور دوا کے لایا ہے۔ بادشاہ نے اُس کے تیار کرنے کا مجھے حکم دیا مین نے اس کو بھر کر تیار کیا بادشاہ اس کا دم بھرنے کو تھا کہ اس پاس ایک طبیب دوڑا آیا اور اس کو پینے سے منع کیا مگر بادشاہ نے کہا کہ میرے خوش کرنے کے لیئے وہ تھوڑا سا ہی پیئے گا اور اس نے منہال کو منھ مین لے کر دو تین دم کھینچے۔ طبیب نے بیتاب ہوکر کہا کہ مین اب زیادہ پینے کی اجازت نہین دیتا بادشاہ نے منہال منہ سے نکال کر خان زمان کو دی اس نے بھی دو تین دہوئین کے بقے اُڑائے پھر اس نے اپنے حکیم پاس اسکو بھیجا کہ وہ اسکے خواص کی تحقیق کرکے اطلاع دے۔ حکیم نے جواب دیا کہ ہماری کتابون مین کہین اس کا ذکر نہین ہے۔ وہ کوئی نیا ایجاد ہے اور نئے چین کی ہے۔ انگریزی ڈاکٹرون نے تمباکو کی بہت

تعریف لکھی ہے۔ امیر الحکمار نے کہا کہ یہ ایک دوا ایسی ہے کہ جس کا امتحان نہین ہوا اور اطبار نے اس کے باب مین کچھ نہین لکھا ہم کس طرح سے حضور سے اس مجہول شے کے خواص عرض کر سکتے ہین۔ مناسب نہین ہے کہ حضور اس کا استعمال فرمائین۔ مین نے امیر الحکمار سے کہا کہ اہل فرنگ ایسے احمق نہین ہین کہ وہ تمباکو کا حال نہ جانتے ہون اور یونہی پینے لگے ہون۔ ان مین بعض ایسے بافرہنگ ہین کہ کبھی خطا و غلطی نہین کرتے۔ تم کسطرح سے ایک چیز پر بغیر اسکے خواص دریافت کرنے کے اور امتحان کے رائے دے سکتے ہو جس کا اطبا اور سلاطین اور امرار کو اعتبار نہوا ہو اسپر اسکی برائی اور بھلائی تحقیق کرکے حکم لگانا چاہیے۔ حکیم نے جواب دیا کہ ہم کو اہل فرنگ کی تقلید کرنی نہین چاہیئے اور ایک رسم کو جسکو ہمارے عقلار نے حکم نہین دیا بغیر امتحان کے نہین جاری کرنا چاہیئے۔ مین نے جواب دیا کیا عجیب بات آپنے کہی ہے۔ آدم کے وقت سے اس دم تک ہر رسم کسی نہ کسی زمانہ مین نئی تھی وہ بتدریج ایجاد ہوتی گئی۔ جب کوئی نئی چیز داخل ہوتی ہے اور دنیا مین مشہور ہوتی ہے تو ہر ایک آدمی اس کو اختیار کرتا ہے۔ دانشمندون اور حکیمون کو چاہیے کسی چیز کے برے بھلے خواصون کی تحقیق کرکے اسکی تشخیص کرین۔ اچھے خواص مدتون مین تحقیق ہوتے ہین۔ چین کی چار کو دیکھو جو پہلے زمانہ مین لوگون کو نہین معلوم تھی اس زمانہ مین دریافت ہوئی ہے وہ بہت بیماریون کی دوا مین کام آتی ہے۔ جب پادشاہ نے اس مباحثہ اور میرے دلائل کو سنا تو خان زمان سے کہا کہ تونے دیکھا اسد کیا فرزانگی وزیر کی سی باتین کرتا ہے۔ اب حکیم کچھ اور عرض کرنے کو تھا کہ پادشاہ نے اس کو چپکا کرکے مولوی صاحب کو بلایا۔ مولوی نے تمباکو کی بہت تعریف کی مگر حکیم صاحب کو کوئی نہ منوا سکا اس کے عمدہ طبیب ہونے مین شبہ نہ تھا۔

مین بہت سا تمباکو لایا تھا اور بہت سی نیچین۔ مین نے اُن کو امرار مین تقسیم کیا پھر تو اُسکی سب کو چاٹ ایسی لگی کہ مجھ سے تمباکو کے طلبگار ہونے لگے اور تمباکو کا رواج بہت

جلد ہوگیا۔ مگر پادشاہ نے اس کو نہین پیا۔ اس تمباکو کا بیان پرتگیزون کی کتابون سے ایک اور طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نوجوان پرتگیز نے پادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حضور کی مرضی ہو تو مین عجیب وغریب تماشا دکھاؤن۔ پادشاہ نے فرمایا کہ مین ہر عجیب وغریب چیز کے دیکھنے کا مشتاق ہون تو ضرور تماشا دکھا۔ اس نے روشنی منگائی اور چھپ کر تمباکو کو روشن کیا اور پائپ کی چلم پر ہاتھ رکھکر منہ سے دھوان نکالنے لگا پادشاہ نے یہ دیکھکر ناک چڑھا کے کہا کہ یہ کیا تماشا ہے ایسے تماشے تو ہمارے مداری کرتے ہین کہ ناک کے نتھنون سے دھوان کیا شعلے نکالتے ہین اور خوب روپیہ کماتے ہین۔ تو تو اپنے تماشے سے ایک روپیہ مہینہ بھی نہین کما سکتا۔ اسپر پرتگیز نے کہا کہ مین نے تماشا نہین دکھایا۔ بلکہ یہ دھوان کھایا ہے جو خوش ذائقہ ہے اور اس سے انسان کا دل خوش اور صاف ہوتا ہے اس نے ہاتھ اُٹھا کر مٹی کا پائپ اور تمباکو نکال کر دکھایا۔ پادشاہ نے چلم مین ابوالفتح گیلانی کو تمباکو دکھایا عبدالقادر بدایونی نے حکیم سے کہا کہ یہ شیطان نے بہکانے کی تدبیر کی ہے تو ہرگز تمباکو کا امتحان نہ کرنا وہ شیطان کا لایا ہوا ہے۔ جاسوسون اور نوکرون کے ذریعہ سے پادشاہ پاس پہونچا ہے۔ حکیم نے آنکر دیکھا کہ پادشاہ بہت کھانس رہا ہے وہ پائپ کے کئی دم کھینچ چکا تھا اس لیئے کھانستا تھا۔ حکیم نے تمباکو کو سنجیدگی سے آزما کر عرض کیا کہ وہ خوش ذائقہ اور بخش صحت ہے مگر اس کا دھوان پہلے صاف ہونا چاہیئے پانی مین پہلے گذرنا چاہیئے۔ پادشاہ نے اسکی رائے سے اتفاق کیا۔ غرض اسطرح حقہ ایجاد ہوا۔

شہنشاہ اکبر کی عادت تھی کہ وہ بھیس بدل کر رعایا کے ضروری حالات کو دریافت کیا کرتا تھا۔ بازارون مین جاکر نرخ اجناس معلوم کرتا تھا ایک دن وہ اس طرح چلا جاتا تھا کہ ایک شخص نے اُسکو پہچان لیا اور ایک دوسرے آدمی سے کہا کہ یہ اکبر جاتا ہے پادشاہ نے اُسے سُن لیا۔ جب وہ اسکے پاس آیا تو ایسا منہ ٹیڑھا کر لیا کہ اس آدمی نے دیکھکر کہا کہ یہ اکبر نہین ہے کوئی ٹرٹھوا ہے۔

تفتیش حال رعایا

۹۹۱ھ مین پادشاہ نے راجہ جے مل کو گھوڑے کی ڈاک مین بھیجا تھا - تیزروی کی ناہنجاری اور افزونی تابش سے حدود جوسا مین اس کا چراغ زندگی افسردہ ہوا اس کی بیوی راجہ اودے سنگہ لپر رلے مالدیو عرف موٹا راجہ کی بیٹی تھی وہ ستی ہونے پر راضی نہین ہوتی تھی اس کا بیٹا اور چند اور جاہل رجپوت اپنی جہالت کے سبب سے زبردستی اس کو ستی کرنا چاہتے تھے - محل مین پہرون چڑہے پادشاہ کو اس کی خبر ہوئی خدا ترس پادشاہ کو ترس آیا اور سوچا کہ اگر کسی اور امیر کو بھیجتا ہون تو اس کے سینہ مین اپنا دل اور دل مین یہ درد کیونکر ڈال سکتا ہون مبادا وہ تاخیر کرے - اس لیئے وہ اسپ باد پا پر سوار ہو کر اس سرزمین کو روانہ ہوا - لوگون کو اصل حقیقت پر آگہی نہ تھی - پادشاہ کے اس طرح غائب ہونے سے ایک شورش برپا ہوئی اور شوریدہ سرا بیہودہ گویون نے خیال پرستی سے طرح طرح کی روشن داستانین بنائین اخلاص مند فدویون نے ہتھیار بندی کی - لڑائی کا سامان کیا - پادشاہ کے ساتھ اس دوڑا دوڑ مین کشاک کے آدمی بھی نہ پہونچ سکے - چند جان نثار اور کئی خدمتگار رکاب مین رہے جب پادشاہ اس ہنگامہ کے قریب آیا تو جگنناتھ اور رائسال آگے گئے اور آشفتہ رایوں سے گروہون کو گرفتار کر کے حضور کے روبرو لائے - پادشاہ نے کہا کہ ان کی پیشانی سے پشیمانی ظاہر ہوتی ہے - جوش خشم کی حالت مین جان بخشی کی مگر مقید کیا -

پھر تھوڑے زمانہ مین پادشاہ اپنی یہ عدالت سترگ اور رافت والا و شجاعت بزرگ دکھا کر اپنے آرام گاہ مین آیا جس سے ترانہ شادی بلند ہوا -

شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات

اس پادشاہ کے مذہبی خیالات معلوم کرنے کے مخازن میرے پاس یہ ہین - اکبرنامہ آئین اکبری - خافی خان کی منتخب اللباب - توزک جہانگیری - منتخب التاریخ عبدالقادر بدایونی دبستان المذاہب - ایشیاٹک سوسائیٹی کلکتہ کے مختلف جو انگریزی محققین نے لکھے ہین

بادشاہ کے مذہب کا اصل حال ابوالفضل اور عبدالقادر بدایونی کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے جن کو بلوک میں صاحب نے باترتیب لکھا ہے۔ باقی تحریرات انہیں دو اہل علم کی تحریروں پر مبنی ہیں جن پر محقق کی رائے کے گل پھول لگے ہوئے ہیں۔

عبدالقادر بدایونی اکبر کا دشمن تھا اور ابوالفضل کا دوست تھا پس جب کسی شخص کے حال کو لایق دوست اور قابل دشمن دونو لکھیں تو پھر کوئی اس کی برائی بھلائی چھپی نہیں رہتی گو دونو کے بیان میں مبالغہ ہوتا ہے مگر عقل سلیم ان دونوں کی تحریروں میں ثالث بالخیر بن کر اصل حال کا استنباط کر سکتی ہے کہ کیا ہے۔ اول ہم مذہب کے باب جو کچھ منتخب التاریخ میں عبدالقادر نے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں اور پھر ابوالفضل نے جو لکھا ہے وہ تحریر کرتے ہیں۔ دونو کی تحریر سے جو نتائج محققین نے نکالے ہیں ان کو زیر قلم لاتے ہیں اور خطوط وحدانی کے اندر بعض الفاظ یا رمزونکی تشریح کرتے ہیں اور دبستان المذاہب کو بھی زیر نظر رکھتے ہیں۔

شہنشاہ اکبر سے ابوالفضل کی دوسری ملاقات

ان ایام میں آخر ۹۸۲ھ میں شیخ ابوالفضل خلف شیخ مبارک ناگوری بادشاہ کی درگاہ میں دوبارہ آیا (پہلی ملاقات ۹۸۱ھ میں ہو چکی تھی) اب اس کو علامی کہتے ہیں۔ اس نے ایک جہان میں آگ لگا دی۔ اس نے صباحیوں (حسن صباح ایک مذہبی مشہور مکار ہے) کا چراغ روشن کیا یعنی روز روشن میں چراغ جلایا اور بمقتضائے من تخالف نصرت (جو مخالفت کرتا ہے قوت پاتا ہے) اسنے کل امم کی مخالفت پر کمر خوب درست اور چست کی اسکو درگاہ والا میں منشی کی خدمت ملی۔ آیۃ الکرسی جس میں دقایق ونکات قرآنی بہت سے مندرج ہیں اس کی تفسیر پیش کی کہتے ہیں کہ یہ تفسیر اسکے باپ کی تصنیف سے تھی مگر اسنے اسکو نذر دیکر تحسین کی عزت حاصل کی اور تفسیر اکبری (۹۸۳) اسکی تاریخ تصنیف تھی۔ بادشاہ نے اس کو ان ملانوں کی گوشمالی کے لئے خاطر خواہ پایا جو فرعون سے تھے۔ یہ توقع بادشاہ کو نجھ سے نہ تھی۔

ابوالفضل کو جو ان ملانوں سے مخالفت تھی اُس کی وجہ یہ تھی کہ جب اہل بدعت اور اسی قبیل

کے لوگ جیسے کہ میر حبشی اور مثل ان کے تھے گرفتار ہوے تو شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک اور کل علمار نے متفق اللفظ والمعنے ہوکر پادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ مبارک فرقہ مہدویہ مین سے ہے اور ضال ومضل (خود گمراہ اور اورون کو گمراہ کرنے والا) ہے ایک طرح کی پادشاہ کی اجازت اس کے رفع دفع کرنے کے لیے لے کر پادشاہ کے سامنے اسکے حاضر کرنے کے لئے محتسبون کو بھیجا۔ شیخ اپنے دو بیٹون سمیت مخفی ہوگیا تو اسکی مسجد کے منبر کو ان محتسبون نے توڑ ڈالا۔ اس زمانہ مین شیخ سلیم چشتی فتحپوری کا جاہ وجلال اوج پر تھا ان کے پاس اول شیخ التجا لایا کہ وہ پادشاہ سے التماس کرکے اسکی شفاعت کرا دین۔ شیخ سلیم نے بعض اپنے خلیفون کے ہاتھ کچھ روپیہ شیخ مبارک کے پاس بھجوایا اور اس سے کہا کہ تمھارے لئے بہتر یہی ہے کہ اس دیار سے فرار کرو اور گجرات مین چلے جاؤ۔ جب شیخ کو یہان سے ناامیدی ہوئی تو اس نے مرزا عزیز کوکہ کو اپنا متوسل بنایا اس لیئے پادشاہ سے شیخ مبارک کی درویشی اور اُسکی اولاد کی فضیلت کی تعریف کی اور عرض کیا کہ شیخ مرد متوکل ہے اس لیئے کوئی زمین بھی انعام مین نہین لی۔ ایسے فقیر کو رنجیدہ کرنا مین نہین جانتا کہ کس لیئے ہے اس سفارش سے پادشاہ نے شیخ کے ایذا پہونچانے کا خیال بالکل چھوڑا اور تھوڑی مدت مین زمانہ اسکے موافق ہوا۔ شیخ ابوالفضل کو اپنی خدمت کے زور سے اور پادشاہ کی حمایت سے اور زمانہ سازی وبے دیانتی ومزاج شناسی اور غایت درجہ کی خوشامد سے ایسے موقعے ملے کہ اس نے اس جماعت کو جس نے سعایت اور سعی نامشکور کی تھی نہایت بری طرح سے رسوا کیا اس نے فقط انھین تجربہ کار عالمون کا استیصال نہین کیا بلکہ کل ان خدا کے بندون کو خراب کیا جو مشائخ و علماء وعوام صلحاء وضعفاء ویتیم تھے انکی مدد معاش ووظائف کو بند کیا اور حال وقال کی زبان سے یہ کہتا۔

رباعی

یارب بجہانیان دلیلے بفرست	نمرود ان راجو پشہ پیلے بفرست
فرعون وشان دست برآوردستند	موسی وعصا ورود نیلے بفرست

جب اس وضع سے ان علمار کے حال مین خلل پیدا ہوا اور جنھون نے اس کے باپ کو ستایا تھا تو یہ رباعی اکثر وہ پڑھا کرتا تھا۔

رباعی

آتش بدو دست خویش در خرمن خویش	چون خود زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش	اے وائے من دوست من و دامن خویش

جب بحث مین اسکے سامنے کسی مجتہد کا قول پیش کرتے تو وہ کہتا کہ فلان حلوائی۔ فلان کفش دوز فلان چرم گر کا قول میرے لیے حجت نہین ہوسکتا۔ وہ سب مشائخ و علمار کا منکر تھا۔

۹۸۳ھ مین عبادت خانہ کی عمارات تمام ہوئین۔ پادشاہ نے فتحپور سیکری مین ایوان شاہی کے پاس یہ عمارت بنوائی تھی۔ ان تعمیرات کا منشا بیان ہو گا ان چند سالون مین (۹۸۳ سے پہلے) فتوحات عظیمہ و غریبہ پے در پے حاصل ہوئی تھین دائرہ مملکت روز بروز فراخ ہوجاتا تھا مراد کے موافق کام برآتے تھے۔ کوئی مخالف جہان مین باقی نہ تھا۔ اسنے فقرار سے اور حضرت معینیہ کی آستانہ کے مجاورون سے دوستی پیدا کی تھی۔ اکثر اوقات اس کے قال اللہ و قال الرسول مین گذرتے تھے۔ تصوف کے مسائل حکمی و فقہی وغیرہ مین وہ مصروف رہتا تھا اور اکثر راتون کو جاگ کر خدائے عز و جل کے اسمون یا ھو یا ھادی کا ذکر کرتا تھا یہ اس کو القا ہوا تھا کہ ان دو نامون کے ذکر سے معرفت حاصل ہوتی ہے فقرار ان کو ہزارون دفعہ پڑھتے ہین۔ منعم حقیقی کی تعظیم نے اسکے دل مین جگہہ پکڑ لی تھی وہ بعض نعمتون کے شکرانہ کے لیے بہ طریق نیازمندی و دردمندی صبح کو ایک چوڑی سل پر بیٹھتا۔ یہ سل ایک پرانے حجرہ کی تھی جو پادشاہی محلون کے سایہ مین آبادی سے ایک طرف تھا۔ اسپر وہ مراقبہ کرتا اور فیض سحری حاصل کرتا۔ اسنے سُنا تھا کہ سلیمان کررانی (جس کا ذکر بہت کچھ ہوچکا ہے کہ وہ ۹۷۱ھ سے ۹۸۱ھ تک حاکم بنگالہ تھا) کا ذکر سنا تھا کہ وہ سحر کو ڈیڑہ سو مشائخ و علمار نامدار کے ساتھ تہجد کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے اور صبح تک ان کے ساتھ بیٹھکر تفسیر و تذکیر سُنتا ہے

عبادت خانہ و مباحثہ کا آغاز

صبح کی آغاز کے بعد مہمات ملکی اور سپاہی و رعیت کی داد و ستد میں مشغول ہوتا ہے اور تقسیم
اوقات کر کے تضیع اوقات نہیں کرتا مرزا سلیمان جو ایک بادشاہ صوفی مشرب و صاحب حال
تھا اور مرید کرتا تھا اس کے آنے کی بھی خبر بدخشاں سے تھی غرض ایسے بواعث تھے
شیخ عبداللہ نیازی سرہندی نے حجرہ کا نام عبادت خانہ رکھا دیہ شیخ پہلے شیخ الاسلام
چشتی کا مرید تھا) اور پھر فرقہ مہدویہ میں آگیا تھا (اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہی) اس حجرہ
چاروں طرفوں میں ایوان بنائے۔ اور بیچ میں ایک تالاب بنایا جسکا نام انوپ تالاب
رکھا اور اس حجرہ کا نام عبادت خانہ رکھا کہ آخر رفتہ رفتہ وہ عبادت خانہ ہی ہو گیا
ملا شیری نے اس عمارت کے باب میں قصیدہ کہا ہی جسکی ایک بیت یہ ہی ؎

دریں ایام دیدم جمع بااموال فاروقی   عبادتہائے فرعونی عمارتہائے شدادی

بادشاہ ہر نماز جمعہ کے بعد خانقاہ جدید شیخ الاسلام سے آکر اس عبادت خانہ میں ایک مجلس کرتے۔ نہ
سوائے مشائخ وقت و علماء و فضلاء اور چید مخصوص بادشاہوں کے مقربین و ندیموں کے کوئی اور طلب نہ
ہوتا اور اسمیں افادت اور استفادت کی باتیں ہر قسم کی ہوتیں۔

ہر شب جمعہ کو سادات و مشائخ و علماء و امراء کے گروہوں کو بادشاہ بلاتا جب اس جماعت نے اپنی نشست کے
مقام میں اور تقدیم و تاخیر میں بھی بدنفسی و کسائی۔ اور جھگڑے کھڑے کئے تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ امرا جانب
شرقی میں اور سادات جانب مغربی میں اور علماء جانب جنوبی میں اور مشائخ جانب شمالی میں بیٹھیں ان
صفوں میں خود بادشاہ نوبت بہ نوبت پھرتا اور اس جماعت سے باتیں کرتا اور مقاصد کی تحقیق کرتا۔ طرح
طرح کی خوشبوؤں سے مکان کو معطر کرتا۔ بے شمار زر ان اہل استحقاق کو دیتا جو مقربوں
کے ذریعہ سے عبادت خانہ میں چلے آتے تھے۔ فتح گجرات میں اعتماد خاں گجراتی کے کتب خانے
سے جو نفیس کتابیں ہاتھ لگی تھیں وہ ان علماء کو خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کیں اور جو کتابیں
فاضل بچی تھیں وہ امرا کو وجہ اجناس میں کہ جسکو ارناس یعنی زوال دشمن کہتے ہیں دیتا
تھا ایک دن رات کو علماء گردن کی رگیں پھلا پھلا کر اور غل مچا مچا کر باتیں کرنے لگے۔

یہ بات بادشاہ کو ناگوار گذری اسنے عبدالقادر سے کہاکہ اب سے آیندہ جو اس جماعت میں نامعقول بات کہے اس کی مجھے اطلاع دے میں اسکو مجلس سے اٹھادونگا اوس نے آصف خاں سے آہستہ سے کہاکہ اسطرح تو اکثر علماء مجلس سے اٹھائے جاینگے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اسنے کیا کہا تو آصف خاں سے جو اسنے کہا تھا وہ عرض کیا تو بادشاہ خوش ہوا اور اس کا ذکر اپنی مجلس میں اپنے مقربین سے کیا۔

ایک دن حاجی ابراہیم سرہندی نے فتوی دیا کہ سرخ و زعفرانی لباس پہننا مباح ہے اور اسبات کے ثبوت میں ایک حدیث بھی نقل کی۔ اسکو میر عدل نے سنکر مجلس بادشاہی میں اسکو بدبخت ملعون کہکر گالیاں دیں اور عصا لیکر اوسکے مارنے کو چلا اوسنے اپنے تئیں حیلہ کرکے بچایا اب شہنشاہ کو علماء اور مفتیوں سے نفرت ہوگئی وہ کسی آدمی کے قصور غرور وتکبر کو معاف نہیں کیا کرتا اور تمام تکبر کی باتوں میں اسکو علم میں تکبر کرنے سے نہایت نفرت تھی اب اسنے ان علماء عظیم کو ایذا پہنچانے کا قصد کیا اور جب اس کے مقربین کو بادشاہ کی نیت یہ معلوم ہوئی تو پھر علماء پر سب طرح کے الزاموں کا طومار باندھ دیا۔

اسواسطے بادشاہ نے مجلس میں مخدوم الملک مولانا عبداللہ سلطان پوری کو بلایا کہ اسکو ایذا پہنچائے اور اسکے مقابلہ کے لئے حاجی ابراہیم و شیخ ابوالفضل کو اور نئے آدمیونکو بلایا۔ ابوالفضل نیا نیا مجلس میں آیا تھا وہ نئے مذہب و دین کا مجتہد تھا اور مرشد بحق اور داعی مطلق تھا۔ اور مباحثہ میں مخدوم الملک کی ہر بات میں بادشاہ دخل دیتا تھا۔ پھر بعض مقربین بھی بادشاہ کے اشارہ سے اس سے کاوش وکاہش وترادش کے مقام میں آکر اس کی عجیب و غریب نقلیں کرنے لگے۔

خانجہاں نے کہاکہ مخدوم الملک نے فتوی دیاہے کہ اس زمانہ میں حج فرض نہیں ہے بلکہ گناہ ہے جب اسکی وجہ اس سے پوچھی تو اس نے دلیل یہ بیان کی۔ کعبہ کی دو راہیں ہیں ایک عراق دوسری گجرات سے پہلے خشکی کی راہ پر قزلباشوں کی ناسزا باتیں سننی پڑتی ہیں اور دوسری دریا کی

راہ مین غیر ملکون سے قول اور عہد لیا جاتا ہے اور عہدنامہ پر اس عہدنامہ پر حضرت مریم اور حضرت
عیسی علیہ السلام کی تصویر منقش ہوتی ہے۔ وہ بت پرستی کا حکم رکھتی ہے۔ دونون طرح سے
حج ممنوع ہے اور خان جہان نے یہ بھی کہا کہ زکوۃ کے باب مین ایک اور حیلہ مخدوم الملک نے
یہ نکالا ہے کہ آخر سال مین جو خزانہ پاس ہو وہ اپنی منکوحہ کو بخشدے اور پھر اسپر ایک سال
نہ گذرنے پائے کہ اس سے لے لے۔ اہل سنت کے پاس جو سال کے آخر مین بحث ہوتی ہے
اسپر زکوۃ دی جاتی ہے۔ بس اسی طرح نہ میان پر نہ بیوی پر زکوۃ فرض ہوگی اس کے حیلون
کے سامنے بنی موسی کے حیلہ بھی شرمندہ ہوتے تھے۔ اس نے مشائخ و فقراء کے ساتھ
خصوصاً پنجاب کے ائمہ اور اہل استحقاق کے ساتھ خست رزالت۔ خباثت۔ جہالت۔
مکاری۔ دنیاداری۔ ستمگاری کی۔ اور ایسی طرح طرح کی حکایات اسکی اہانت و تخفاف
و مذمت کی تقریر مین آتی تھین جو قیامت کے دن سب کھلینگی۔ جبراً قہراً اس کو مکہ معظمہ بھیجا
جب اس سے پوچھا کہ تجھپر حج فرض ہے تو اُس نے کہا کہ نہین (یعنی مفلس ہون) ان دونون
مین شیخ عبد النبی کا عین جاہ و جلال تھا اور مخدوم الملک کے ہیٹوکا اور زوال کا آغاز تھا۔
بادشاہ شیخ کی تعظیم و احترام کرتا تھا اور کبھی کبھی علم حدیث کے سننے کے لئے اس کے
گھر جاتا اور ایک دو دفعہ انکی جوتیان اسکے پاؤن کے سامنے رکھین تھین۔

انھین مجلسون مین سے ایک مجلس مین بادشاہ نے پوچھا کہ کتنی اصل عورتون سے نکاح
کرنا درست ہی۔ علماء نے جواب دیا کہ چار حرہ عورتون سے زیادہ عقد نکاح باندھنا جائز نہین ہی اسپر
بادشاہ نے فرمایا کہ مین عنفوان جوانی مین اس مسئلہ کا مقید نہین تھا جتنی آزاد و بندہ عورتین چاہین
مین نے جمع کرین اب اسکا علاج کیا ہوسکتا ہے ہر ایک شخص نے کچھ کچھ عرض کیا۔ بادشاہ نے
فرمایا کہ ایک دن مین نے شیخ عبد النبی سے سُنا کہ مجتہدون مین سے ایک نے تو بیویان کُنی
جائز رکھی تھین لوگون نے عرض کیا۔ ابن لیلے مجتہد نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت فانکحوا ماطاب
لکم من النساء مثنی وثلاث وربٰاع کی عبارت سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہ بیویان کرنی

علماء پر ایک صدمہ عظیم کا واقع ہونا

جائز ہین (جس طرح چاہو نکاح کرو - عورتون مین سے دو دو یا تین تین یا چار چار (جس نے نو بیویان کہین اسنے ۲ + ۳ + ۴ = کا حساب لگایا اور جس نے اٹھارہ کہین (۲ + ۲ + ۳ + ۳ + ۴ + ۴) یعنی اٹھارہ کا حساب) مگر یہ روایتین مرحوم ہین عمل کے لایق نہین - پادشاہ نے آدمی بھیجکر شیخ عبد النبی سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ مین نے اختلافات کا بیان کیا تھا کوئی اباحت کا فتوے نہین دیا - یہ بات پادشاہ کو گران معلوم ہوئی اور فرمایا کہ شیخ نے ہماری ساتھ نفاق کی بات کی کہ اُس وقت کچھ اور کہا اور اس وقت کچھ اور کہتا ہے یہ بات اُس کے دل مین بیٹھ گئی - اس مسئلہ مین بہت سے رد و بدل اور روایات متنوعہ کے جمع کرنے کے بعد علمار نے یہ فتویٰ دیا کہ بطریق متعہ کے جسقدر عورتین کہ میسر ہون مباح ہین اور یہ امام مالک کے مذہب مین جائز ہے اور شیعہ اس فرزند کو کہ متعہ سے پیدا ہو بہ نسبت منکوحہ اولاد کے زیادہ عزیز رکھتے ہین برخلاف اہل سنت و جماعت کے اس مسئلہ مین بہت سی اور باتین ہوئین جن کا بیان عبد القادر نے نجات الرشید مین بالاجمال لکھا ہے - موطا امام مالک کی نصیب خان اٹھالایا جس مین امام مالک نے ایک حدیث نقل کی تھی جس سے متعہ کا منع ہونا ثابت ہوتا تھا - ایک رات کو قاضی یعقوب و شیخ ابو الفضل و حاجی ابراہیم اور ایک دو اور علماء حجرۂ انوپ تلاؤ مین پادشاہ کی خدمت مین بلائے ہوئے آنکر بیٹھے شیخ ابو الفضل مشائخ کے معارض مقرر ہوئے جو روایتین کہ متعہ کے باب مین ابو الفضل کے باپ نے جمع کی تھین اسنے پیش کین - اس اثنار مین پادشاہ نے ملا عبد القادر کو بھی بلا کر پوچھا کہ اس باب مین تمہاری رائے کیا ہے اس نے عرض کیا کہ ان ساری روایات مختلفہ و مذاہب گوناگون کا مآل اس ایک بات پر تمام ہوتا ہے کہ امام مالک اور شیعہ کے نزدیک بالاتفاق متعہ مباح ہے اور امام شافعی اور امام اعظم کے نزدیک حرام اگر کوئی قاضی مالکی حکم اسکے اقتضار کا کرے تو امام اعظم کے مذہب مین بالاتفاق متعہ مباح ہوتا ہے اس بات کے سوائے سب قیل و قال و جنگ و جدال ہے - پادشاہ کو یہ بات بہت مستحسن معلوم ہوئی اس باب مین قاضی یعقوب نے چون و چرا کی عبد القادر نے کہا کہ کوئی جو مختلف فیہ ہوتا ہی

وہ قاضی کی قضا سے مجمع علیہ میں فیصل ہو جاتا ہے اس اصول کی مثال سے توضیح کی کہ قاضی یعقوب معقول ہو گیا اور عجز کے ساتھ کہا کہ اب میں کیا کہوں مبارک ہو کہ متعہ مباح ہے۔ بادشاہ نے قاضی حسین عرب مالکی کو اس سررشتہ میں قاضی مقرر کیا اور قاضی یعقوب کو معزول کیا۔ فوراً قاضی حسین نے اپنے مذہب کے موافق متعہ کے جواز کا حکم دیدیا جس سے سارے مذہبوں کے صدر سے لیکر مخدوم الملک و قاضی ملک کے چہرے بگڑ گئے اس سے اب انکی خزاں شروع ہوئی اور خریف کا زمانہ آگیا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد مولانا جلال الدین ملتانی کو کہ مدرس متبحر تھا آگرہ سے طلب کر کے قضاء ممالک پر منصوب کیا اور قاضی یعقوب کو صوبہ گور کا قاضی مقرر کر کے وہاں بھیجدیا جہاں کچھ دنوں بعد وہ گور میں گیا اس دن سے جب تک بادشاہ خود مجتہد ہوا اس باب میں خلاف و اختلاف کا دروازہ بند نہ ہوا ان دنوں میں بادشاہ نے پوچھا کہ اگر لفظ اللہ اکبر کا مہر میں کندہ اور سکہ میں نقش کرائیں تو کیسا ہے۔ اکثر نے کہا کہ خوب ہے حاجی ابراہیم نے اسکے خلاف کہا کہ اس ترکیب میں اور احتمال بھی ہے (اللہ اکبر کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ خدا بڑا ہے دوم یہ کہ اکبر خدا ہے) اگر یہ آیہ ولذکر اللہ نقش فرمائیں تو بہتر ہوگا اس سے وہ احتمال قطع ہو جائیگا۔ یہ بات اسکی بادشاہ کو پسندیدہ نہ ہوئی اور فرمایا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ بندہ کمال عاجزی کے سبب سے خدائی کا دعوی نہیں کرسکتا مقصود ہمارا فقط مناسبت لفظی سے ہے نفس مدعا کو دوسری جانب لیجانا کیا معنے رکھتا ہے (اکبر نے گو خود اس اپنے مدعا کو بیان کر دیا مگر بلوک میں صاحب نے اپنی آئین اکبری کے ترجمہ میں اس پر حاشیہ چڑھا دیا کہ بادشاہ اللہ اکبر اس کو ذو المعنین ہونے کے سبب پسند کرتا تھا۔ وہ مہر شاہی میں سکہ میں کتابوں کی پیشانی پر فرمانوں وغیرہ پر اسکو استعمال کرتا تھا)

حکیم ابوالفتح و حکیم ہمایوں کا بادشاہ کے پاس آنا

۹۸۰ھ میں حکیم ابوالفتح گیلانی اور حکیم ہمایوں و نورالدین تین بھائی آئے۔ حکیم ہمایوں نے اول نام اپنا حکیم ہمایوں قلی بدلا اور پھر حکیم ہمام۔ قراری اس کا تخلص تھا۔ یہ تینوں بھائی گیلان سے آئے۔ بڑے بھائی نے ندیمی کے زور سے بادشاہ کے

پیدا کیا اسکی صریح خوشامد کرکے دین و مذہب کی راہ مین اسکے ساتھ چلا اور آگے چل کر جلدی سے اعلےٰ درجہ کا تقرب حاصل کیا چند مدت کے بعد ملا محمد یزدی ایران سے آیا جس کو یزید بھی کہتے تھے اور ان کے ساتھ مل گیا اس نے شان صحابہ مین برملا مطاعن کرنے شروع اور اصحاب کی نقلین عجیب عجیب بناکر بادشاہ کو چاہا کہ شیعہ بنائے لیکن بیر بر اور شیخ ابوالفضل و حکیم ابوالفتح نے اس سے آگے قدم بڑھایا کہ دین سے اسکو منحرف کردیا۔ وحی و نبوت و اعجاز و کرامت و شرائع سے مطلق انکار کروادیا یہان تک نوبت پہنچائی کہ عبدالقادر انکی رفاقت مین نہ رہ سکا۔

انھین دنون مین قاضی جلال الدین اور اور علمار کو حکم ہوا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھین علمار کے درمیان اس کا بڑا غوغا اُٹھا۔

دیب چند راے مجھولہ نے مسخرہ پن سے یہ کہا کہ اگر خدا کے نزدیک گائے معظم نہین ہوئی قرآن کی اول سورہ بقر کیون ہوتی اسپر سارا دربار ہنسا۔

بادشاہ کے سامنے تاریخ اسلام پڑھی جاتی جس سے روز بروز اس کا اعتقاد اصحاب کے ساتھ فاسد ہوتا جاتا تھا۔ ان اصحاب سے گذر کر بادشاہ نے اور قدم بڑھایا کہ نماز و روزہ اور تمام مسائل جو نبوت سے متعلق تھے اُن کا نام تقلیدت رکھا یعنی غیر معقول اور دین کا مدار عقل پر رکھا نہ نقل پر فرنگیون (پرتگیزون) کی آمد و رفت تھی انکے بعض اعتقادات کو اسنے مان لیا (اس متعصب عیسائی یہ سمجھتے ہین کہ اکبر عیسائی ہوگیا تھا مگر بدایونی نے جو فقرہ یہ لکھا ہے کہ بعضے اعتقادات ایشان را فرا گرفتند اس سے مطلب یہ ہو کہ جو عقائد عیسائیون کی عقل کے مطابق تھے ان کو اُسنے مان لیا وہ ہر مذہب کے اعتقاد کو جو مطابق عقل کے ہوتا مانتا تھا کچھ عیسائیونکی خصوصیت نہ تھی) ؎

ہر خیال کہ عقل شان بندد ۔۔۔ چرخ بر عقل اہل آن خندد

اسی سال مین ایک رات شیخ بدرالدین خلف صدق و سجادہ شیخ اسلام چشتی بلائے گئے وہ

نوکری سے نائب اور نائب مناب باپ کا ہوکر اور توفیق پاکر گوشہ نشین ہوا تھا ریاضت و
مجاہدت و ذکر و فکر و تلاوت مین مشغول رہتا مراتب آداب جو یہان وضع کیے گئے تھے ان کا
وہ پابند نہ ہوا اس لیے اسکی نشست و برخاست و کلام پر ایسی باتین بنائی گئین کہ اس کو
ایذا ہوئی۔

شریف آملی کا پادشاہ کے پاس آنا

شروع ۹۶۴ھ مین جب پادشاہ مالوہ مین دیبال پور مین تھا شریف آملی اس پاس آیا
اس مردود کا حال جلے پانون کے کتے کا سا تھا کہ ایک دیار سے دوسرے دیار مین جاتا اور
ایک مذہب سے دوسرے مذہب مین آتا۔ جدل کے بعد الحاد پر وہ جما۔ کچھ مدت تک
بلخ مین روش متصوفہ مبطل و بے صفا پر چلا۔ مولانا محمد زاہد کی خانقاہ مین درویشون کے
ساتھ مولانا مخدومی اعظم شیخ حسین خوارزمی کا بھتیجا بنا۔ مگر اسکو درویشی کے ساتھ مناسبت ذاتی
نہ تھی اور ہرزہ گوئی اور پریشان باتین بہت کرتا تھا اس سبب سے مولانا نے اپنی خانقاہ سے اس کو
نکال دیا اور اسکی شان مین یہ چند بیتین کہین جن مین سے ایک یہ ہے۔

ہست یک ملحدے شریف بنام ناتمامے بطور خویش تمام

وہ دکن مین سیر کرتا ہوا پہونچا۔ مذہب مین مقید ہونے سے اس کا خبث ظاہر ہوا حکام دکن نے
اس کو مارنا چاہا لیکن اسکو گدھے پر سوار کرکے شہر مین تشہیر کی۔ ہندوستان ایک وسیع ملک
ہے اور یہان میدان اباحت فراخ ہے کسیکو کسی سے کچھ کام نہین ہی جو شخص جس طور کو چاہے اختیار
کرے وہ افتان خیزان مالوہ مین پادشاہ کی منزل گاہ سے پانچ کوس پر اترا جن اہل بالون کو وہ
منہ سے اگلتا وہ بجای نوش کے زہر مار ہوتین اور عام آدمیون کی مجلس مین اسکا ذکر ہوتا عوام
کالانعام نے خصوصاً عراق کے ملحدون نے اسے گھیرا یہ ملحد حقیقت ایمان سے ایسے نکالے گئے تھے
جیسے کہ خمیر سے بال اور بلفظی عبارت الخبیثین سے ہی وہی دجال کی سب سے اول پرستش کرنے والون
مین ہونگے اور اسکے اشارہ سے انھون نے یہ شہرت دی کہ وہ زمانہ عاشر ہزار سال جسمین حضرت
عیسیٰ زمین پر آئینگے اسکا مجدد ہے اس شہرت کی خبر جب پادشاہ کو ہوئی تو اس کو ایک رات کو مجلس

یین بُلایا اور ایک مسجد بین جو کپڑے کی طولانی بنائی گئی تھی اور اس مین پادشاہ پنجگانہ نماز
پڑہتا تھا آپ مین سے خلوت کی باتین کرتا اول دفعہ وہ ایسی صورت ہیات سے آیا کہ دیکھنے
سے ہنسی آتی تھی۔ گردن ٹیڑہی کیئے ہوئے وہ کورنش بجالایا۔ دست بستہ دیر تک
کھڑا رہا۔ اسکی چشم ارزق (کیری آنکھین) تھین جن کو آنحضرت کی دشمنی کی علامت کہتے
ہین۔ کذب وریا و نفاق ٹپک رہا تھا۔ جب پادشاہ نے اُسکے بیٹھنے کا حکم دیا تو وہ سجدہ کرکے
اونٹ کی طرح دوزانو بیٹھا پھر اسے پادشاہ کی دوبدو صحبت خلوت ہوئی اور اُس سے
پادشاہ نے باتین پوچھین۔ سوا مخدوم الملک کے یہان کوئی بھی کھڑا رہ نہ سکتا تھا کبھی
کبھی کہ آواز بلند ہوتی تھی بین علم کا لفظ سنتا تھا وہ بہت خرافات بکتا تھا اور حقیقۃ الحقائق
اور اصل الاصول اس کا نام رکھتا تھا۔ رباعی

قومے نہ زظاہر نہ زباطن آگاہ	آنکہ زجہالت بہ بطالت آگاہ
مستغرق کفر ندو حقیقت گویند	لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تمام اُس کا مدار محمود سخوانی کی روش پر تھا۔ گیلان کے توابع مین سے سخوان ایک گاؤن کا
نام ہے۔ صاحبقران امیر تیمور کے زمانہ مین محمود تھا۔ اُسنے تیرہ رسالے جدا جدا لکھے ہین
جن مین وہ مکر کی باتین لکھی ہین کہ کسی مذہب مین درست وراست نہین سوا زٹیتال کے
جس کا نام علم و لفظ دجال رکھا ہے کچھہ حاصل نہین ہے۔ اس شقی الاشقیا کی تصنیفات کا
خلاصہ کتاب بحر و کوزہ ہے جو فضلات کہ اُسنے اسمین دکھلائے ہین کان کو اُسکے سُننے سے
قے آتی ہے اگر شیطان بھی اسے سُنے تو ہنسی کے مارے لوٹ جائے اس کثیف شریف نے
ایک اور کتاب ترشح ظہور لکھی ہے جسمین سوا مہملات کے کچھہ اور نہین ہے اسمین میر عبدالاول کی
جماعت کی تقلید کی ہے۔ ہر فقرہ نامربوط عام فریب کا عنوان می فرمودند بنایا وہ ایک عجیب کشتگاہ اور
طرفہ منزل اور عریب مضحک ہے باوجود اس جہل کے ضرب المثل کے موافق ان اللہ ملکا یسوق الاہل
الی اہل (اہل اہل سے ملتے ہین) اسکا کام ایسا بنا کہ اسنے زمانہ کے مزاج مین اپنا دخل پیدا کیا اور

امرار ہزاری کے گروہ مین داخل ہوا اور ولایت بنگ مین مذہب حق (مذہب آلٰہی کا) کے اعیان مین سے ہے اور صاحب مراتب چہارگانہ ہے۔ اور اس ملک مین پادشاہ کی نیابت کرکے مریدون و معتقدون کوان مراتب اخلاص پر پہونچاتا ہے ان مراتب کا مذکور عنقریب ہوگا

علماء کی تکفیر و تضلیل

سنہ ۹۸۶ مین زیادہ تر اوقات عبادت خانہ مین علمار و مشائخ کی صحبت مین پادشاہ بسر کرتا خصوصاً جمعہ کے دن ساری رات جاگتا اور تحقیق مسائل دین کے اصول و فروع مین مصروف رہتا علماء نے ایک دوسرے پر اپنی زبان کی تلوار سونتی اور تنافی و تقابل کرنے لگے اور اختلاف مذاہب کی نوبت یہان تک پہونچی کہ ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کرنے لگے۔ عبد النبی کے برخلاف سنی و شیعے و حنفی و شافعی بحث اپنی حد سے گذری اور اصل اصول مین خلل انداز ہونے لگے مخدوم الملک نے رسالہ لکھا اور اسپر یہ تہمت لگائی کہ اسنے خضر خان شروانی کو نبی علیہ السلام کے گالی دینے پر متہم کرکے اور میر حبشی کو رافضی ہونے کی تہمت لگا کے دونونکو ناحق قتل کروادیا اسکے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہین ہے اسواسطے کہ اسکے باپنے اس کو عاق کیا ہے اور خونی بواسیر اس کو ہے۔ شیخ عبد النبی نے پھر اسکی تجہیل و تضلیل کی اور ملانے کچھ اسطرف اور کچھ اسطرف ہوکر دو گروہ سبطی و قبطی بنگئے۔ اہل بدعت بمقتضائے آرائے فاسد اور شبہات باطلہ باطل کو صورت حق مین اور خطا کو صواب کے لباس مین دکھانے لگے پادشاہ ایک نفیس جوہر اور طالب حق مطلق تھا اسکی خود تعلیم اچھی طرح نہین ہوئی تھی اسکے گرد اراذل و وکافر و اہل بدعت و جہالت جمع ہوئے۔ انھون نے اسلام کی صداقت مین پادشاہ کو مشتبہ کردیا۔ حیرت پر حیرت اسپر طاری ہوتی گئی اور جو اس کا اصل مقصود تھا وہ مفقود ہوگیا شرع مبین و دین متین کی مضبوط دیوار شکستہ ہوئی اور پانچ برس بعد اسمین کوئی دین کا اثر باقی نہین رہا قضیہ منعکس ہوگیا۔

حج کا حال

پانچ چھ برس سے یہ برابر دستور تھا کہ اعیان درگاہ مین ایک شخص کو امیر حجاج بناتا اور آدمیون کو اذن عام ہوتا کہ پادشاہی خرچ سے حج کو جائے اور زر نقد و جنس و بیش قیمت نے لاکھون روپیہ

کے مکہ معظمہ مین مستحقین مین تقسیم کیئے جاتے - چنانچہ اُسنے ایک دفعہ خواجہ خاوند محمود کو میر حاج بنا کر ۶ لاکھ روپیہ نقد و جنس حرمین الشریفین کے مستحقون مین تقسیم کرنے کے لیئے اور حرم مین مکان بنانیکی واسطے بھیجے اور خواجہ کی رخصت کے وقت خود مجذ مون کے طریق پر سر و پا برہنہ احرام باندہ کر چند قدم اسکے ساتھ گیا جسپر آدمیون مین ایک غل ہوا اور بہت رقت ہوئی اسی زمانہ مین خبر آئی کہ شاہ طہماسپ اس عالم سے رخصت ہوا - شاہ اسمعیل نامی اسکی جگہہ جانشین ہوا جسکی تاریخ جانشینی مصرعہ اول و دولت و فتح و ظفر ہوئی (د ۴ - ف = ۸۰ ظ = ۹۰۰ کل ۹۸۴) اسنے حکم عام دیا کہ جس کا جی چاہے حج کو جائے اور خرچ راہ خزانہ شاہی سے لے ایک خلق کثیر حج کی سعادت سے فائز ہوئی مگر یہان یہ حال ہو گیا کہ کوئی حج کا نام نہین لے سکتا تھا اور جو اسکے لیے رخصت مانگتا مجرم و واجب القتل ہوتا تھا -

۹۸۵ھ مین خبر آئی کہ شاہ طہماسپ کا بیٹا شاہ اسمعیل کو اسکی بہن پری خانم نے امیرون کے ساتھ سازش کرکے مار ڈالا - میر حیدر معمائی نے اس پادشاہ کی تاریخ جلوس شاہنشاہ روے زمین اور تاریخ وفات شہنشاہ زیر زمین لکھی اور ایران مین ذو ذنابہ (دمدار ستارہ) نکلا اور اس کا اثر وہان ظاہر ہوا کہ عراق مین ہرج مرج عظیم ہوا و تبریز و شروان و ماژندران کو رومیون نے لے لیا - بعد اسکے سلطان محمد خدابندہ ولد شاہ طہماسپ جو دوسری مان سے تھا پادشاہ ہوا اور صحابہ کبار پر جو لعن طعن ہزار برس سے چلے آتے تھے اور بنی امیہ کو نا سزا باتین کہی جاتی تھین اُن کی مدت پوری ہوئی یعنی تبرا موقوف ہوا مگر اس بلاد سے الحاد ہندوستان مین منتقل ہوا ۵

نفاق آمدہ در ہند از بلاد عراق	عراق قافیہ میدان بر گذار نفاق

پادشاہ کے بے دین ہونے کے بواعث بہت سے ہین مگر اس سبب سے کہ قلیل کثیر پر دلالت کرتا ہی اُن کا مختصر بیان تحریر و تقریر مین آتا ہے - ہر دیار کے طرح طرح کے دانا اور ارباب مذاہب و ادیان پادشاہ کے دربار مین آنے شروع ہوے اور پادشاہ کی ہمزبانی سے مخصوص ہوے جن کا شیوہ و پیشہ شب و روز تحقیق و تفتیش کے سوا کچھہ اور نہ تھا اُنھون نے بعد تحقیق و تفتیش کے غوامض

۵ پادشاہ کے بے دین ہونے کے دلائل جو بداؤنی نے بیان کیے

علوم و دقائق حکم و عجائب و غرائب آثار پادشاہ کے رو برو بیان کیئے کہ انکے مجمل و مفصل بیان کو دفاتر مطول بھی ادا نہین کر سکتے۔ پادشاہ نے ہر ایک کی راے کو جمع کیا خصوصاً ان آدمیون کو جو مسلمان نہ تھے ان مین سے جو باتین اس کو اپنی طبیعت کے موافق پسند آئین انکو انتخاب و التقاط کیا۔ جنکو اپنی مرضی کی خواہش کے خلاف دیکھا انسے احتراز و اجتناب کیا۔ لڑکپن سے جوانی تک اور جوانی سے بڑھاپے تک کل مذاہب متنوعہ و مشارب مختلفہ سے پادشاہ کی متنوعہ حالتین ہوئین کتابون مین جو متعارف باتین دیکھی اور پڑھی جاتی ہین انکے سواے پادشاہ کو ایک معرفت جداگانہ جو اسکی ذات کے ساتھ مخصوص تھی حاصل ہوئی تھی اور ایک اعتقاد کی ہیولانی پیکر اسکے مرأۃ ضمیر اور گنجینہ خیال مین مرتسم تھی اور کل رایون سے اسکے دل مین یہ نقش کالحجر ہوا تھا کہ کل ادیان مین عقلا موجود ہین اور ارباب ریاضات و کشف و کرامات کل طوائف انام مین پیدا ہوئے ہین جب حق سب جگہہ دائر ہے تو اس کا انحصار اُس ایک دین و ایک ملت پر کہ نو پیدا ہوا ہو اور ہزار سال بھی اسپر نہ گذرے ہون کیا لازم ہے ایک کا اثبات اور دوسرے کی نفی ترجیح بلا مرجح کیون ہو۔

دسماني سندہ مین ایک فرقہ ہے جو تناسخ کا قائل ہے اور برہمن جو پادشاہ کی خلوت و جلوت مین ادراک ملازمت و دولت صحبت مین سب پر سبقت رکھتے تھے اور کتب فضائل و علوم رسمی و حقیقی و حالات و مقالات و کمالات انسانی مین بجمیع وجوہ باعتبار معتبر کل داناؤن و مرتاضون پر فائق تھے اُنھون نے اپنے دین کے صدق پر اور اورون کے دین کے بطلان پر دلائل عقلیہ و شواہد نقلیہ بیان کین اور نظریات کو بدیہیات کے حکم مین کر دیا اور اس نے پادشاہ مین ایسا اعتقاد راسخ پیدا کیا کہ وہ کسی مشکک کی تشکیک سے زائل نہین ہو سکتا تھا۔ اگر پہاڑ چور چور اور آسمان شق ہو جائین حشر و نشر اور شبہات و نقلیات جن کا ماخذ مشکاۃ نبوۃ تھا سب کو بالاے طاق رکھا ملت بیضا و حنفیہ غرا پر بعض مطاعن جو اہل کلام کی کتابون مین مذکور ہین وہ ہمیشہ حریفون نے اسکے گوش زد کیئے اور اپنی زبان حال و قال سے اپنے مسلک پر سلوک کرنے کی تحریص و ترغیب دی۔

رباعی

	کاندر رخ ہرکس چو گل از باد مخند		مہد او رقیب آن سہی قد راپند	
	برگوشہ ابروزد و سر پیش فگند		از حد چو بشد نصیحت آن شوخ گرہ	

یعنی مذہبی تحقیقات آدمی کو ایسا برباد کرتی ہے جیسا کہ گل کو باد (جو اسکی پتیان گرا دیتی ہے)
پادشاہ نے پرکھوتم برہمن (معبر خرد نامہ یعنی سنگھاسن بتیسی کے مطلب بتلانے والے) کو خلوت
مین بلاکر یہ فرمائش کی کہ تمام اشیا موجودات کے نام وید کے خاص زبان مین اختراع کرے
بعض اوقات اپنے قصر کے قریب جو اسکی خوابگاہ تھی دیبی برہمن کو چارپائی پر بٹھاکر اور کھینچا
دیہ معلق کرنا اس سبب سے شاید تھا کہ خواب مین زنانہ کے سبب وہ بلا نہین سکتا تھا) یا یہ کہ
وہ اور چیزون کے چھونے سے ناپاک نہ ہوجائے) اُس سے اسرار و افسانہ ہندوؤن کے
مذہب کی پوچھتا۔ اور بتون اور آگ و آفتاب کے پوجا کے اور کواکب کے تعظیم کے اور اساطین ہنود
کے احترام کے طریقے پوچھتا۔ اساطین ہنود برہما و مہادیو و بشن و کشن رام و مہامائی ہین۔
جن کا بنی نوع انسان سے ہونا تو موہوم ہے اور نہونا متیقن ہے۔ ان مین سے ہندو اپنے زعم باطل
مین بعض کو الہ بعض کو ملائک مانتے ہین اُس دیار کی رسوم و عادات کا اعتبار سُنکر پادشاہ
اختیار کرتا اور تناسخ کے اعتقاد مین وہ راسخ ہوا اور اُس قول کو وہ صحیح سمجھتا کہ کوئی مذہب نہین
ہے جسمین تناسخ اپنا راسخ قدم نہین رکھتا۔ خوشامدی جو پادشاہ کا کلمہ بھرتے تھے انھون نے
رسالے لکھے جسمین اس مسئلہ تناسخ کو دلائل سے ثابت کیا۔ ہندوؤن کے مذہبی فرقے نامعدود
ہین اور انکی کتابین بے شمار ہین مگر باوجود اسکے وہ اہل کتاب (یہود۔ عیسائی۔ مسلمان) نہین ہین
پادشاہ کو ان کے مذہب کی تحقیقات کا مزہ پڑگیا تھا۔ روز بروز اس خبیث شجر مین ایک نیا پھل لگتا
تھا اور تازہ شگوفہ کھلتا تھا شیخ تاج الدین دہلوی ولد شیخ زکریا اجودھنی جسکو تاج العارفین مین سے
تاج العارفین کہتے تھے۔ وہ شیخ زمان پانی پتی کے رشید شاگردون مین سے تھا۔ یہ شیخ
صاحب شرح لوائح اور بہت سی تصنیفات لائق فائق کا علم تصوف مین تھا اور علم توحید مین

وہ شیخ ابن عربی کا ثانی تھا اسنے نزہت الارواح کی شرح بسوط لکھی ہے کہتے دنون تک راتو
اسی برہمن کی طرح جس کا بیان او پر ہوا اس کو معلق اپنے پاس بلاتا ساری رات اہل تصوف کے
شطحات وترہات سنتا تھا وہ چندان شرعی باتون کا مقید نہ تھا اس نے وحدت الوجود کے مقدمات
کو جو چھوٹے صوفیون کے اعتقاد مین داخل ہین اور آخر کو وہ اباحت والحاد کو پرمنجر ہوتے ہین
پادشاہ کے روبرو بیان کیے اور فرعون لعنة اللہ علیہ کے ایمان کا مسئلہ کہ کتاب فصوص الحکم مین
مذکور ہے (فرعون نے دعوے خدائی کیا تھا اسواسطے وہ ملعون ہے مگر فصوص الحکم مین اور بعض اور
کتابون مین لکھا ہے کہ فرعون نے موت کے وقت توبہ کی اور حضرت موسی پر ایمان لایا اس لیے
وہ دوزخی نہین ہے) بیان کیا اور رجا کو خوف پر ترجیح دی (اسلام کا عقیدہ ہے کہ الایمان
بین الخوف والرجا) ایمان خوف ورجا کے درمیان ہے اس سبب سے یہ گناہ ہے کہ خوف کو رجا پر یا
رجا کو خوف پر ترجیح دین) اور اسی طرح کے مسئلے کہ جنپر آدمی بالطبع زاجر عقلی ومانع شرعی سے
قطع نظر کرکے مائل ہوتے ہین پادشاہ کی خاطر نشان کیے اسلیئے وہ باعث عظیم پادشاہ کے اعتقاد
کے فتور کا احکام شرعی مین ہوا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ کفار کا نار مین ہمیشہ رہنا تحقیق لیکن ان کو دوام
عذاب کا ہونا مشتبہ ونامشخص اور نصوص قرآنی اور حدیث نبوی مین تاویلات کین اور انسان
کامل عبارت خلیفۃ الزمان سے بتلائی اور اسکی تعبیر سے یہ نتیجہ نکالا کہ پادشاہ کی ذات اقدس ہے
اسی طرح کی جو باتین عین واجب تھین انکو عکس کرکے سمجھایا اور اس باب مین بہت خرافات بکا۔
اور پادشاہ کے واسطے سجدہ تجویز کیا اور اس کا نام زمین بوس رکھا اور ادب پادشاہی کی
رعایت کو فرض عین شمار کیا اور اسکے منہ کو کعبہ مرادات اور قبلہ حاجات قرار دیا اور اس باب
مین بعض روایات مجروحہ اور بعض مشایخ ہند کے مریدون کے عمل کو متمسک کیا بعد ازان کہ پادشاہ
عادل ذی شوکت وذی شان انسان کامل کی فرد مطلق قرار پایا تو مشائخ عظام مین سے
بعض نے جیسے کہ شیخ یعقوب کشمیری تھا کہ صاحب تصانیف مشہورہ ومرشد ومقتدا عصر
تھا۔ ایسی ہی باتین بنائین اور عین القضاۃ ہمدانی کی تمہیدات

باتوں کو نقل کیا کہ آنحضرت مظہر اسم الہادی تھے اور شیطان اسم المضل کا مظہر ہے اس دنیا کے کارخانہ میں دونوں مظہروں کا ظہور رہا۔ ان دونوں مظہر کا ہونا ضرور تھا (اسلام میں خدا کو خالق خیر و شر مانتے ہیں اسلیے خدا ہی کو ہادی اور مضل سمجھتے ہیں) اور اسی طرح ملا محمد یزدی بھی معلق بادشاہ پاس پہنچے وہ طعن صریح اور ناسزائے قبیح خلفاء ثلاثہ پر کہتا اور صحابہ کبار و تابعین و تبع تابعین و سلف و خلف صالحین متقدمین و متاخرین کی تکفیر و تفسیق کرتا اور اہل سنت و جماعت کی تحقیر کرتا اور مذہب شیعہ کے سوا سب مذہبوں کو خیال و مضل بتلاتا۔ علماء میں یہ اختلاف تھا کہ اگر ایک فعل کو ایک ملا حرام کہتا تو دوسرا اُس کو حیلہ بناکے حلال کہتا اس سبب سے بھی بادشاہ منکر مذہب ہوا۔ بادشاہ اپنے عہد کے علماء کو بہ اعتبار جاہ و عظمت کے امام غزالی اور امام رازی سے بہتر جانتا تھا۔ جب انکی ان رکاکتوں کو دیکھا تو اس نے سلف پر بھی یہ قیاس کیا اور اس سے منکر ہوا۔

ملک فرنگ کے بھی مرتاض دانا جنکو پادھری اور انکے مجتہد کامل کو پوپ کہتے ہیں بادشاہ پاس آتے تھے۔ یہ پوپ احکام مذہبی کو مصلحت وقت کی رعایت کرکے بدلتے رہتے تھے اور بادشاہ بھی انکی عدول حکمی نہیں کرسکتا تھا وہ بھی انجیل کو لاکر ثالث ثلاثہ کی دلائل گذارش کرنے لگے اور نصرانیت کی حقیقت کو ثابت کرکے ملت عیسوی کو ترویج دیتے تھے شاہزادہ مراد کو حکم ہوا کہ چند کلمے انجیل کے تیمناً پڑھے۔ شیخ ابوالفضل اسکے لیے مترجم مقرر ہوا۔ پہلا فقرہ جو بطور بسم اللہ کے تھا اس کا ترجمہ یہ ہوا مصرعہ اے نام وے ژژو کرسٹو۔ (ژژ جنس اور کرسٹو یعنی عیسیٰ مسیح) یعنی اے وہ کہ نام تیرا مہربان اور بسیار بخش ہے۔ شیخ فیضی نے اسپر دوسرا مصرعہ یہ لگایا مصرعہ سبحانک لاسواک یاہو (ہم تیری تعریف کرتے ہیں تیرے سوا کوئی خدا نہیں ہے) یہ ملاعین عیسائی آنحضرت کو دجال بتاتے اور اسکی صفات کو انکی ذات میں بتاتے جو دجالین سے صندر کھتی تھیں۔ بیربل ملعون نے بادشاہ کی خاطر نشان کیا کہ آفتاب خدا کا مظہر تام ہے۔ غلہ کا پکنا و زراعت و میوہ و سبزہ اسی کی تاثیر سے ہوتے ہیں اور عالم کی روشنی اور اہل عالم کی زندگی

عیسائی پادری

آفتاب پرستی

اسی سے وابستہ ہی پس تعظیم اور عبادت کے لائق وہ ہی۔ نیازش ہیں اسکے طلوع کی جانب منہ کرنا چاہیے نہ اُسکے غروب کی طرف فیضی نے شعر کہا ہی۔

شعر

قسمت نگر کہ در خور ہر جوہری عطاست آئینہ باسکندر وبا اکبر آفتاب

ایسی ہی دلیلوں سے بیربل نے بتلایا کہ آتش و آب سنگ و درخت اور تمام مظاہر کی یہاں تک گائے اور اسکے گوبر کی بھی پرستش کرے اور قشقہ لگائے اور زنار پہنے۔

حکما اور فضلا جو بادشاہ کے مقرب درخدا کے مقہور تھے ایسے دلائل بیان کرتے جس سے اوپر کی باتوں کو تقویت ہوتی وہ کہتے تھے کہ آفتاب نیر اعظم ہی اور تمام عالم کا عطیہ بخش اور بادشاہوں کا مربی ہی اور وہی بادشاہوں کی قدرت کی اصل ہی۔ یہی سبب تھا کہ نوروز جلالی کی تعظیم ہوتی تھی۔ جب سے بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا ہر سال اس روز بادشا جشن کرتا تھا ہر روز بادشاہ لباس اُسی خاص رنگ کا پہنتا تھا جو اُس دن کے ستارہ کا ہوتا تھا۔ ہر ستارہ ایک دن سے منسوب ہوتا ہی۔ ہندوں نے اُسکو تسخیر آفتاب کا عمل سکھایا تھا اسکو بطور وظیفہ کے آدھی رات (یا شام) کو ہر روز طلوع آفتاب کے وقت پڑھتا تھا اسکو یہ بھی یقین تھا کہ گائے کا مارنا گناہ ہی جسکی ہندو تعظیم کرتے ہیں۔ وہ اسکے گوبر کو پاک اور اسکے گوشت کو حرام جانتے ہیں۔ گایوں کی عوض میں آدمیوں کو خوب مارتے تھے۔ حکما اسکی تائید میں کہتے ہیں کہ علم طب نے فیصلہ کر دیا ہی کہ گائے کے گوشت کھانے سے امراض پیدا ہوتے ہیں اور وہ ردی الھضم ہی۔

ملک گجرات کے شہر نوساری سے آتش پرست بھی بادشاہ پاس آئے تھے اُنھوں نے زردشت کے دین کو حق دکھلایا آتش کی تعظیم کو عبادت عظیم بتلایا اور بادشاہ کو اپنی طرف مائل کر کے کیانیوں کی اصطلاحوں وراہ روش سے ایسا واقف کیا کہ بادشاہ نے ابوالفضل کو اسکا مہتمم مقرر کیا کہ شاہان عجم کی طرح پر آتش کدہ میں رات دن آگ روشن کرے کبھی نہ بجھنے پائے۔

آتش پرستی کی رسوم

بادشاہ عنفوان شباب سے حرم میں ہوم کیا کرتا تھا۔ ہوم بھی ایک قسم کی آتش پرستی ہے۔ یہ کام اس کا اس سبب سے ہوتا تھا کہ اسکو اپنی ہندی بیویوں سے محبت بہت تھی پچیسویں ۲۵ سال کے جلوس کے نوروز میں بادشاہ نے آفتاب و آگ کو سجدہ علانیہ کیا اور مقربوں نے شمع و چراغ روشن ہونے کے وقت انکی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا اپنے اوپر لازم جانا جب سورج کنیا میں جاتا تو اسٹمی کو پوجا کے بعد ماتھے پر بادشاہ قشقہ لگا کے دولتخانہ میں آتا اور برہمن راکھی جسمیں جواہرات پرو ئے ہوتے اسکے ہاتھ میں باندھتے اُمرا اپنی حالت کے موافق موتی اور جواہر اس روز پیش کرتے اور بادشاہ کی طرح راکھی باندھتے۔ راکھی باندھنے کا رواج عام ہو گیا تھا (راکھی کے معنی لتہ کو لپیٹ کر ہاتھ میں باندھنے کے ہیں) اسلام کے برخلاف جو حکم کہ اور مذہبوں کے آدمی بیان کرتے اُسکو بادشاہ نص قاطع گنتا۔

اکبر کی مخالفت اسلام

اسلام کے تمام احکام کو نامعقول اور حادث جانتا اور فقہا رعب کو جوانکے واضع تھے بہت مفسد اور اقطاع الطریق سمجھتا اسکے نزدیک اہل اسلام مطعون قرار پائے اور آخر کو وہ ان لوگوں میں سے ہو گیا جنکی نسبت قران میں آیا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے (وہ اپنی پھونک سے خدا کے نور کو بُجھانا چاہتے ہیں مگر خدا اپنے نور کو کامل کریگا گو کافر اس سے کارہ ہوں) بتدریج یہانتک نوبت پہنچی کہ اسکی ضرورت کچھ نہ رہی کہ اگر کوئی اسلام کی بات باطل ٹھہرائی جائے تو اسکی دلیل لائی جائے۔

بادشاہ کا خطبہ پڑھنا

۹۸۷ھ بادشاہ اس کا طالب ہوا کہ ریاست دینی کو اپنی ریاست دنیوی کے ساتھ جمع کرے اسکو دوسرے کی تبعیت سخت تکلیف دیتی تھی اس نے سُنا تھا کہ آنحضرت اور خلفاء راشدین اور بعض سلاطین ذوی الاقتدار مثل امیر تیمور اور مرزا الغ بیگ خاں گورکان وغیرہ بھی خطبہ خود پڑھا کرتے تھے۔ غرہ جمادی الاول ۹۸۷ھ فتح پوری کی جامع مسجد میں کہ محل شاہی کے نزدیک تھی ممبر پر خطبہ پڑھنے بادشاہ بیٹھا اور ایک بارگی اسکے بدن پر لرزہ آیا اور بہت پریشان ہو کر شیخ فیضی کی یہ تین بیتیں اوروں کی مدد

سے آدمی پڑھکر منبر سے نیچے آیا اور حافظ محمد امین خطیب کو حکم فرمایا کہ امامت کرے اور وہ بیتیں یہ ہیں۔

ابیات

خداوندیکہ مارا خسروی داد — دل دانا و بازی قوی داد
بعدل و داد مارا رہنموں کرد — بجز عدل از خیال ما بروں کرد
بود وصفش ز حدِ فہم برتر — تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

بادشاہ کے خطبوں میں نعت کا موقوف ہونا

عقائد اسلام پر طعن اور مسائل فرعیہ شائع ہورہے تھے۔ چند بدبخت ہندو اور ہندو مزاج مسلمان نبوت پر قدح صریح کرتے تھے۔ علماء بیدین اپنی تصنیفات میں خطبہ پر تبرا کرنے لگے اور فقط توحید پر اکتفا کرکے بادشاہ کے القاب لکھنے لگے اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لینے کے برخلاف کذابین (بدایونی کی مراد کذابین سے ابوالفضل اور فیضی تھے) ابوالفضل نے تو آئین اکبری کا خطبہ اس طرح لکھا ہی جس طرح اس نے بیان کیا ہی۔ مگر فیضی پر یہ تہمت رکھی ہی نلدمن میں نعت جسکا جی چاہے پڑھ لے) مجال نہ تھی اور یہ بدنامی عالم کا باعث ہوا۔ ملک میں فتنہ وفساد ہونے لگا مگر باوجود اس کے خواص وعوام میں سے رذیل اور کمینے آدمیوں نے اسکی ارادت کا پٹہ گلے میں ڈالکر اپنا نام مرید رکھا امید وترس سے مرید ہوتے تھے اور کلمہ حق زباں پر جاری ہونا ممکن نہ تھا۔

بادشاہ کا مجتہد ہونا

۹۸۷ھ میں ایک محضر نظر آیا کہ جسپر دستخط ان عالموں کے لیے ہوئے تھے۔ مخدوم الملک وشیخ عبد النبی کہ صدر الصدور تھا و قاضی جلال الدین ملتانی کہ قاضی القضاۃ تھا۔ صدر جہاں مفتی کل وشیخ مبارک کہ علماء زماں میں اعلم تھا اور غازی خاں بدخشی کہ علم معقول میں بےنظیر تھا۔ اس محضر میں امام عادل کو مطلقاً مجتہد پر تفضیل دی گئی تھی اور اسکی ترجیح کی تجویز کو مسئلہ مختلف فیہ میں ضعیف روائتوں سے درست کیا تھا تاکہ کسی کو مجال نہ رہے کہ اس کے احکام سے انکار کرے۔ خواہ شرعی ہوں یا ملکی اور خود ہی اپنے تئیں ملزم کرے مگر محضر بننے

سے

اس بات میں طول بہت ہو گیا۔ بحث یہ تھی کہ اجتہاد و مجتہد کا اطلاق کس پر ہو سکتا ہے اور امام عادل دانائے مصالح ملکی کو کہ بمراتب مجتہد سے بہتر ہوتا ہے یہ منصب حاصل ہے کہ بحسب مصلحت وقت اور اقتضار زمان مسئلہ مختلف فیہ (جس مسئلہ میں اختلاف آرا ہو) کو جاری کرے آخر کو اس تحریر پر جسکا بجنسہ ترجمہ کیا جاتا ہے۔

بعض نے رغبت سے بعض نے کراہت سے مہر کر دی۔ اس مبانی کی تشئید سے اور اس معانی کی تمہید سے مقصود یہ ہے کہ عدالت سلطانی اور تربیت جہانبانی کی برکتوں سے ہندوستان امن امان کا مرکز اور عدل و احسان کا دائرہ بنگیا ہے اس میں طوائف انام کے خواص عوام نے خصوصاً علمار عرفان شعار وفضلار دقائق واثار کے جو ہادیۂ نجات کے ہادی ہیں عرب عجم سے اس دیار میں آنکر اپنا توطن اختیار کیا ہے اور علمار نے کہ جامع فروع واصول اور حاوی معقول ومنقول ہیں اور دین و دیانت وصیانت سے موصوف ہیں اس آیۂ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اطاعت کرو اُنکی جو تم میں اولی الامر (صاحب حکومت ہیں) کے غوامض میں اور اس حدیث صحیح میں ان احب الناس الی اللہ یوم القیامۃ امام عادل من یطیع الامر فقد اطاعنی ومن یعص الامر فقد عصانی (تحقیق خدا قیامت کے دن سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے امام عادل کو اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو کہ اُس سے پھرتا ہے وہ مجھ سے پھرتا ہے) اسی طرح کی اور حدیثوں کے معنی میں تامل کافی کر کے اور شواہد عقلیہ و دلائل نقلیہ سے یہ حکم دیا کہ سلطان عادل کا مرتبہ عند اللہ مجتہد سے زیادہ ہے اور حضرت سلطان الاسلام کہف الانام امیر المومنین ظل اللہ علی العالمین ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابداً نہایت عادل نہایت عاقل اور نہایت عالم باللہ ہے لیسلئے اگر مسائل دین میں مجتہدین کے درمیان اختلاف واقع ہوا اور وہ اپنے ذہن ثاقب فکر صائب سے اختلافات میں سے ایک جانب کو کبھی آدمی کی تسہیل معیشت کے لیے اور کبھی انتظام عالم کی مصلحت کے واسطے اختیار

کر کے اس جانب کا حکم فرمائے تو وہ متفق علیہ ہو جائینگے اور اتباع اسکا عوام برایا اور کافہ رعایا پر لازم اور فرض ہوگا اور ایسی ہی اگر اپنی رائے صواب نما کے بموجب کوئی حکم جو مخالف نص قرانی کا نہ ہو اپنے احکام میں قرار دیں اور اس سے اہل عالم کی ترفیہ ہوتی ہو تو اُسپر عمل کرنا سب آدمیوں پر لازم اور فرض ہی اور اس سے مخالفت کرنی عذاب اخروی اور خسران دنیوی کا سبب ہوگا یہ سچی تحریر حسبتہ اللہ اور حقوق اسلام کے اجراء کے اظہار کے لیے بموجب محضر علماء دین اور فقہاء مجتہدین کے تحریر پایا محررہ شہر رجب ۹۸۷ھ اس محضر کا مسودہ شیخ مبارک کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور دوں نے اسپر کراہت سے تحریر کی تھی مگر شیخ مبارک نے رغبت سے اُسکے نیچے یہ لکھا تھا کہ یہ ایک ایسا امر ہی کہ میں اسکا دل و جان سے خواہاں اور برسوں سے منتظر تھا۔ جب بادشاہ کو یہ فتویٰ ہاتھ لگا تو اجتہاد کی راہ اسکے لیے کھل گئی اور امام کا زیادہ عاقل ہونا متحقق ہو گیا اور کوئی اس کا معارض نہیں رہا اور تحلیل و تحریم یعنی (حلال و حرام ہونا) موقوف ہوئی اور حکم شرع پر امام کی عقل کو ترجیح ہوگئی۔ اسلام کا نام تقلید ہو گیا اور شیخ ابوالفضل کا حال بعینہ حیرتی شاعر سمرقندی کا سا ہو گیا کہ جب ماوراء النہر والوں سے ایذا پائی تو وہ ان سے مخالف ہو کر عراق کی پرانی لومڑیوں میں مل گیا راہ بیراہ چلنے لگا۔ یہ ضرب المثل اسپر صادق آنے لگی آخرت النار علی العار (دوزخ کی آگ کو اختیار کیا اور دنیا کی عار نہ اُٹھائی)

اُسی سال کی ۱۶ رجب کو بادشاہ اجمیر روانہ ہوا اسکے بعد ابتک کہ چودہ سال ہوئے پھر وہاں نہیں گیا۔ ۲۵ شعبان کو وہ اجمیر سے پانچ کوس پر پیدل ہو کر زیارت کے لیے گیا۔ عاقل ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ کیا تعجب کی بات ہی کہ بادشاہ کو خواجہ اجمیری سے تو یہ اعتقاد ہی اور جو اصل الاصول (پیغمبر) ہی اُس سے انکار جسکے گوشہ دامن سے لاکھوں ولی کامل مکمل مثل خواجہ قدس سرہ اُٹھے اور ہر گوشہ میں موجود ہیں

بادشاہ کا اجمیر میں پاپیادہ جانا

قطعہ

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز	بسوخت دیدۂ حیرت کہ این چہ بوالعجبی است
درین چمن گل بے خار کس نہ چیدآرے	چراغ مصطفوی با شرار بولہبی است

جب ۹۸۷ھ میں مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی مکہ کو چلے گئے تو اُس نے خلق کا امتحان کیا خلق قرآن واستحالہ وحی کے توغل میں اور نبوات و امامات (جو باتیں امامت سے تعلق رکھتی ہیں) کی تشکیک میں جن و ملک اور تمام مغیبات (جو چیزیں دکھائی نہیں دیتیں) و معجزات و کرامات کا صریح انکار کیا اس نے ایمان کی متواتر شہادتوں اور قرآن کی صداقت کے ثبوت سے انکار کیا اور اضمحلال بدن کے بعد بقا روح اور اسکے عذاب و ثواب کو بغیر از طریق تناسخ محال کہا اور ان ابیات کو دستاویز بنایا:

مثنوی

از حقیقت بدست کورے چند مصحفے ماند و گورے چند

گو زبانش سخن نمے گوید سر قران کسے نمے جوید

ایضاً مستزاد

عید آمد و کارہا نکو خواہد کرد چوں روے عروس

ساقی مئ ناب در سبو خواہد کرد چوں خون خروس

افسار نماز و پوز بند روزہ یک بار دگر

از گردن ایں خران فرو خواہد کرد افسوس افسوس

یہ قرار پایا کہ علانیہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ۔ مگر اس نے اسمیں دیکھا کہ بڑا خلل پیدا ہوگا۔ اس نے اپنی حرم میں چند آدمیوں کے کہنے پر اکتفا کی۔ لوگوں نے فتنہا است اسکی تاریخ کہی۔ بادشاہ نے قطب الدین خاں و شہباز خاں اور انکے امثال کو دین مبین کی تقلید ترک کرنے کی ترغیب دی۔ مگر اُنھوں نے سختی کے ساتھ انکار کیا۔ قطب الدین خاں نے کہا کہ بادشاہان مغرب جیسے کہ سلطان قسطنطنیہ اور اور بادشاہ ہیں جب یہ حال سنینگے تو کیا کہیں گے سب یہی دین رکھتے ہیں خواہ تقلیدی ہو یا نہ ہو۔ بادشاہ نے از روئے اعراض و تعرض کے فرمایا کہ تو سلطان روم کی طرف سے غائبانہ یہ درشتی کرتا ہی تو نے

قطب الدین خاں و شہباز خاں کو مقابلہ بنیت کے ایمان

کیا کوئی جگہ اپنے لیے وہاں تجویز کی ہے کہ جب وہاں جائیگا تو تجھکو ملجائیگی اور اس سے تیرا اعتبار پیدا ہو جائیگا تو ابھی وہاں چلا جا۔ شہباز خاں نے بھی اس باب میں تیزی وتندی اختیار کی بیربر سگ جہنمی نے بھی دین پر صریح طعن کی تو اس نے اسکو فحش گالی دیکر کہا کہ اے کافر ملعون اب تو بھی ایسی باتیں کہنے لگا تجھ سے تو میں ابھی سمجھ لونگا۔ غرض بڑی بیمزگی ہوئی۔ بادشاہ نے عموماً اور شہباز خاں سے خصوصاً بطور اجمال فرمایا کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ تمھاری بستر پر نجاست بھری جوتی لگانی چاہیے۔

اسی سال میں تمغا و جزیہ جسکی آمدنی کئی کروڑ داموں کی تھی بادشاہ نے موقوف کردیا اور ملک میں اسکے باب میں تاکیدی فرامین بھیجدیئے۔

اس سال میں محمد معصوم خاں فرنخودی جونپور میں حاکم اور ملا محمد یزدی یہاں کا قاضی القضات مقرر ہوا۔ یہ ملا صوبہ جونپور میں آیا اس نے بادشاہ کے خارج کرنے کا اور اُس سے بغاوت کرنے کا فتویٰ دیا تو معصوم خاں کابلی و محمد معصوم خاں فرنخودی و میر معز الملک و نیابیگ خاں و عرب بہادر تلوار بیں سونتکر ہر جگہہ لڑنے کو کھڑے ہوئے (جنکی بڑی بڑی لڑائیوں کا ذکر ہم نے پہلے لکھا ہے) ائمہ کہنے لگے کہ بادشاہ نے ہماری مدد معاش کی زمین میں دخل دیا۔ خدانے اُسکے ملک میں دخل دیا ارحم ترحم۔ جب بادشاہ کو ملا یزدی کے فتوے کی حقیقت معلوم ہوئی تو اُس نے اس کو اور معز الملک کو جونپور سے آگرہ بلایا اور ان کو جمنا میں ایک کشتی میں بٹھا کر ڈبوایا۔ جن ملازموں سے اسکو ذی اخلاصی کا توہم پیدا ہوا اور ان کو نہانخانہ عدم میں بھیجا۔ علمائے لاہوری کو جلاوطن کیا۔ قاضی صدر الدین لاہوری کو جسکی تحقیق مخدوم الملک سے بڑھی ہوئی تھی بھڑوچ کی قضا پر اور ملا عبد الشکور کو جونپور اور ملا محمد معصوم کو بہار میں نامزد کیا شیخ غفور کو مالوہ میں جلاوطن کیا اس صوبہ کی صدارت اس کو دی۔ یہی قیاس اوروں پر کرنا چاہیے کہ ہر ایک کو غریب مقضی المرام بنایا۔ مگر ہاں شیخ معین الدین نبیرہ مولنٰنا معین واعظ شہر کو کہ مقلد محض تھا

فتویٰ تکفیر و بغاوت ملا یزدی کے لکھا اس سے بغاوت

بسبب کبرسن کے بدستور رہنے دیا۔

حاجی ابراہیم سرہندی نے ایک رسالہ جسمیں بزرگان دین کی جھوٹی نقلیں تھیں خوشامد کے مارے پادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اس کا جعل ظاہر ہوگیا۔ حاصل یہ تھا کہ اس پُرانی کیڑے کھائی ہوئی کتاب میں ایک عبارت جعلی شیخ عربی کی طرف سے بخط مجہول لکھی ہوئی تھی کہ صاحب زماں (امام مہدی) بہت سی بیویاں کرینگے اور ڈاڑھی منڈائیں گے۔ اور چند اور صفتیں جو خلیفۃ الزماں (اکبر) میں تھیں انکو لکھا (اس نے پادشاہ کو امام مہدی بنایا) پادشاہ نے اسپر بہت عنایت کی۔ اس لیے یہ ایک حدیث موضوع کی کہ کسی صحابی کا بیٹا ڈاڑھی منڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر سے گذرا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اہل بہشت کی یہی ہیئات ہوگی۔ مگر شاہ فتح اللہ اور شیخ ابوالفضل اور حکیم ابوالفتح سے وہ دلیرانہ گفتگو کرتا تھا۔ اسکو پادشاہ پاس اُنھوں نے ٹھہرنے نہیں دیا قلعہ رنتھنبور میں بھیجا گیا وہاں ۹۹۴ھ میں مرگیا۔

حاجی ابراہیم سرہندی کا ایک جعلی کتاب کا پیش کرنا

اطراف کے علما و مشائخ و مقتدا پاس فرمان بھیجے گئے کہ وہ پادشاہ کی درگاہ میں آئیں کہ خود پادشاہ انکی مدد معاش اوقات کی تحقیق کرے ان سب نے موافق قاعدے کے پادشاہ کی تسلیم و تعظیم کی اور اسکے ساتھ خلوت و جلوت میں صحبت رکھی اور اپنی رائے کے موافق انکے لیے زمین مقرر کی اور جس کسی کو اس نے یہ جانا کہ مرید کرتا ہے یا مجلس سماع یا کسی اور نوع کی قلابی کرتا ہے تو اس کا نام دکانداری رکھا اور انکو قلعوں میں چڑھا دیا یا بنگالہ کی جانب بھیجدیا۔

علما و مشائخ پاس فرمانوں کا جانا

۹۸۸ھ میں پادشاہ پاس علما و مشائخ و صوفی بہت سے ایسے خوشامدی دلالچی آئے کہ جن پر یہ رباعی صادق آتی تھی۔

پادشاہ کا ۹۹۰ مہدی بننا

رباعی

پوشیدہ مرقع اند این خامے چند — بگرفتہ بطامات والف لامے چند
نارفتہ رہے صدق و صفا گامے چند — بدنام کنندۂ نکو نامے چند

انکی حرکات دیکھکر بادشاہ پہلے بزرگوں پر بدگمان ہو گیا۔ اسی سال میں ذیل کمینے جاہل عالم نما نے دلائل باطل کو اتنا بلند کیا کہ یہ کہا کہ صاحب زماں (امام مہدی) ہندو اور مسلمان کے بہتر فرقوں کے خلاف و اختلاف کا دور کرنیوالا ہی وہ بادشاہ ہی محمود سخوانی کے رسالوں سے شریف یزدی نے استشہاد کرکے یہ تصریح کی کہ ۹۰۹ھ میں ایک باطل بردارندہ پیدا ہوگا اسکی تعبیر سے صاحب دین حق مشخص کی ہی۔ جو بحساب جمل نوسو نویں پیدا ہوا ہی خواجہ مولانا شیرازی ملحد جیفرداں مکہ معظمہ سے وہاں کے شرفا کا ایک رسالہ اس باب میں لایا کہ احادیث صحیحہ کے موافق دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہی اب وہ سپری ہوئی اب مہدی موعود کے ظہور کا وقت ہی اور خود بھی ایک رسالہ تصنیف کرکے بادشاہ کے روبرو پیش کیا اور اسی طرح کے خرافات شیعوں نے حضرت علی رضہ سے نقل کیے اور بعض نے یہ رباعی پڑھی جو حکیم ناصر (ناصر خسرو پانچویں صدی کا شاعر ہی وہ شیعہ آزاد خیال تھا اسکے اشعار اکبر کے زمانہ میں بہت پڑھے جاتے تھے) سے یا کسی اور شاعر سے منسوب کی جاتی ہی۔

رباعی

در نہ صد و ہشتاد و نہ از حکم قضا	آیند کواکب از جوانب یک جا
در سال اسد ماہ اسد روز اسد	از پردہ برون خرامد آں شیر خدا

غرض اس سے بادشاہ کو نبوت کا خیال ہوا اور پھر اس سے آگے بڑھکر خدا ہونے پر نوبت پہنچی۔

بادشاہ نے ایکدن مجلس میں اہل مجلس سے پوچھا کہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ عاقل کون ہی اسمیں بادشاہوں کا نام نہ لیا جائے کہ وہ مستثنیٰ ہیں۔ ہر ایک شخص نے اپنے معتقد کا نام لیا۔ حکیم ہمام نے خود اپنے تئیں سب سے زیادہ عاقل تبلایا اور ابوالفضل نے اپنے باپ کو۔ انھیں دنوں میں یہ چہار مراتب اخلاص بادشاہ نے مقرر کیے ترک مال و جان و ناموس و دین۔ جوان چاروں کو بادشاہ پر قربان کرے اسکو چار مرتبہ دئیے جائیں جو ایک کرے اسکو ایک درجہ اور علیٰ ہذا القیاس۔ کل اہل مجلس نے اپنا نام لکھایا کہ ہم بادشاہ کے مرید مخلص ہیں۔

یشیخ قطب الدین جلیسری کو کہ ایک مجذوب خراباتی تھا بادشاہ نے شیخ جمال بختیار کو بھیجکر بلایا فرنگیوں نے سے اسکی بحث کرائی اور ارباب عقل و اجتہاد زماں کو بھی بلا کر حاضر کیا شیخ نے کہا کہ آگ خوب بھڑکتی ہوئی روشن کرو جسکے اندر میں مع اپنے معارض کے داخل ہوں جو کوئی اس آگ سے سلامت نکل آئے وہی حق پر سمجھا جائے۔ آگ روشن ہوئی شیخ نے ایک فرنگی کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور کہا کہ بسم اللہ ہم تم آگ میں چلیں مگر کسی فرنگی کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ شیخ کے ساتھ آگ میں جاتا بادشاہ کو اس فقیر پر رشک ایسا تھا کہ اُس کو مع اور چند فقیروں کے بکھر میں بھجوا دیا جہاں وہ سب مر گئے اسی طرح بہت سے مشائخ اور فقرا کو اور مقاموں میں بھیجدیا اور اکثر کو قندھار بھیجا۔ اور انکی عوض میں گھوڑے منگائے اسی زمانہ میں ایک جماعت تھی کہ مرید کرتے تھے اور الٰہیان مشہور تھی۔ چھوٹے بڑے بیہودہ لغو مہمل باتیں بکتے تھے اسکو گرفتار کرکے بادشاہ کے روبرو لائے۔ جب بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے ان خرافات سے توبہ کی ہے تو اُنھوں کہا کہ توبہ ہماری لونڈی ہے اسی طرح شریعت و دین اسلام اور روزہ کے جدا جدا نام اختراع کرکے رکھے وہ بادشاہ کے حکم سے بھکر و قندھار بھیجے گئے اور سوداگروں سے انکی عوض میں ترکی نژاد بچھیرے گھوڑوں کے لیے گئے۔

بادشاہ نے اپنے زعم میں یہ ٹھیرا لیا تھا کہ آنحضرت کے بعثت کے زمانہ سے ہزار سال گذر گئے یہی مدت اس دین کے بقا کی تھی وہ تمام ہوئی اور اب مخفی دعوے جو اسکے دل میں تھے انکے اظہار کا مانع کوئی نہیں ہے۔ وہ مشائخ علما کہ صلابت و ہیبت رکھتے تھے اور جنکا پاس و ملاحظہ کرنا ضرور تھا انکی بساط بھی خالی ہوگئی تھی اسلیے فراغ خاطر سے احکام و ارکان اسلام کے ابطال کے درپے بادشاہ ہوا اور نئے ضوابط و قواعد مہمل و مختل مقرر کیے اعتقاد کے افساد کو رواج دیا۔ سب سے اوّل یہ حکم دیا کہ سکہ میں تاریخ الف (ہزار) لکھی جائے اور آنحضرتؐ کی وفات سے تاریخ الفی یعنی ہزار سال رحلت (ہجرت) سے لکھائے جائیں نصائح و حکم کے لیے عجیب غریب اختراع ہوتے تھے اس نے جو حکم ابداع کیے انمیں عقل حیران ہوتی ہے۔ انمیں سے ایک یہ تھا کہ بادشاہوں کے

بادشاہ کا مذہب کے باب میں عمل ۹۹۰ھ سنہ

آگے سجدہ کرنا لازمی ہو مگر اس سجدہ کا نام زمین بوس لیا جائے۔ دوسرا شراب اگر بدن کی آسودگی کے لیے بطریق اہل حکمت پی جائے اور کوئی اس سے فتنہ و فساد نہ پیدا ہو تو مباح ہے برخلاف اسکے اگر کوئی شخص شراب پیکر بدمست ہوتا اور اسکے گرد بھیڑ لگتی اور غوغا ہوتا تو اسکو بڑی سیاست دہ کرتا عدالت کی رعایت سے ایک شراب فروشی کی دُکان دربار کے دروازہ پر مقرر کی اور اس دربان کی خاتون کو اس دُکان کا اہتمام سپرد کیا کہ اصل و نسل ہی خمار تھی۔ شراب کا نرخ مقرر کیا تاکہ جو شخص بیماری کے علاج کے لیے شراب خریدے تو اپنا نام اور باپ دادا کا نام مشرف سے لکھا کر دکان پر لیجائے آدمی اس حیلہ سے نام لکھا کر شراب لیجاتے تھے سچ جھوٹ کی کون تحقیق کرتا تھا شراب کی ایک دُکان شرابیوں کے لیے کھولی گئی۔ کہتے ہیں شراب کی ترکیب اجزا میں لحم خنزیر (سور کا گوشت) بھی داخل تھا واللہ اعلم۔ باوجود اس احتیاط کے فتنہ و فساد برپا ہوتے تھے۔ ہر چند ایک جماعت کو نزدیک اس جرم میں عقوبت و ایذا دی جاتی تھی مگر کوئی اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا تھا۔ یہ از قبیل کج دار و مریز تھی اور ممالک محروسہ کی فاحشیں جو بادشاہ کے تخت کے نیچے جمع ہوئیں وہ حد و عد کے حصر سے باہر تھیں انکو شہر سے باہر آباد کیا اور انکی آبادی کا نام شیطان پورہ رکھا اور وہاں بھی محافظ داروغہ اور مشرف مقرر کیے تاکہ جو شخص اس جماعت سے صحبت رکھے یا اپنے گھر بلائے اول اپنا نام اور نسب لکھائے غرض آدمی اس جماعت کے ساتھ جماع کر سکتے تھے بشرطیکہ تمغاچی (سائر کے محصول لینے والے) کو معلوم ہو۔ جبتک داروغہ کو خبر نہ ہو۔ رات کو اہل طرب (ناچنے والی عورت) کو اپنے گھر بلا کر اپنے تصرف میں کسی صورت سے نہیں لا سکتا تھا اور اگر کوئی چاہتا کہ کسی عورت کا ازالہ بکارت کرے اور یہ خواستگار نامی مقربوں سے ہو تو اُسکے واسطے داروغہ یا دشاہ سے اجازت حاصل کرتا اور کسی طرح یہ کام نہ ہوتا مگر جوان تھے وہ اس کام کو اور لباس میں کرتے اور بدمستی اور سفاہت سے خونریزیاں ہوتیں اگر ایک گروہ کا قصاص ہوتا تھا تو دوسرا گروہ اس امر کو فخر کے ساتھ کرنے لگتا تھا۔

بیت

حسن بے پایاں او چندانکہ عاشق میکشد زمرۂ دیگر بہ عشق از غیب سر بر میکنند

چند فواحش جو مشہور تھیں بادشاہ انکو مخفی بلاکر تحقیق کرتا کہ کس نے انکا ازالہ بکارت کیا ہے۔ انکا نام دریافت کرتا اگر وہ امرائے نامدار معتبر ہوتے تو انکی تعذیب و تنبیہ کرتا۔ مدتوں تک مقید رکھتا۔ اس جماعت میں سے ایک بیربر تھا کہ اپنے تئیں مرید با اخلاص گنتا تھا اور مراتب چہارگانہ میں پیش رو تھا (الہیات اور فضائل اربعہ حکمت عدالت۔ شجاعت۔ عفت) سے اپنے تئیں متصف ظاہر کرتا تھا مگر اپنی نبات تک نہیں چھوڑتا تھا۔ اس زمانہ میں اپنی جاگیر کرکورہ میں تھا جب اس کو اپنی بیدہ دری کی خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ میں جوگی ہونے کی اجازت مانگوں۔ مگر بادشاہ نے اسکی طلب کا فرمان بھیجا اور اسکی استمالت کی وہ درگاہ میں آیا۔

گائے کا گوشت حرام تھا اسکا چھونا گناہ تھا۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ بادشاہ خرد سالی سے ہنود دور نود کی صحبت میں رہا تھا ہندو گائے کو قوام عالم کا سبب سمجھتے تھے اسیلئے گئو کی تعظیم بادشاہ کے دلمیں بیٹھ گئی تھی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں کی بیٹیاں بادشاہ کے گھر تھیں انھوں نے بادشاہ کے مزاج میں ایسا تصرف پیدا کیا تھا کہ گائے کا گوشت اور لہسن و پیاز کا کھانا اور ڈاڑھی کا رکھنا (یہ تین چیزیں بوسہ بازی میں خلل ڈالتی ہیں) چھوڑ دیا تھا وہ اس طرح کی چیزوں سے کمال احتراز کرتا تھا۔ اور مجلس میں ہندوؤں کی بدعتوں و رسموں کو اپنے طور پر کرتا تھا۔ تاکہ اس سے ہندوؤں کی دلجوئی اور انکے قبائل کی خاطر کی پیروی ہو۔ ہندو جن چیزوں سے نفرت طبعی رکھتے تھے بادشاہ ان سے پرہیز کرتا تھا۔ بادشاہ ڈاڑھی منڈانے کو اپنے ساتھ نہایت موافقت کرنا سمجھتا تھا اسیلئے اسکا رواج ہوگیا۔ مفاعیل و تفاعیل (ذم ساق بھڑوون) نے ڈاڑھی منڈانے کی وجہ یہ بیان کی کہ ڈاڑھی خصیتین سے پانی پیتی ہے اس وجہ سے کسی خواجہ سرا کی ڈاڑھی نہیں ہوتی۔ ڈاڑھی کے رکھنے میں نہ کچھ ثواب ہے نہ کچھ خطر ہے آجکل کے نادان فقہا ڈاڑھی منڈانے کو عیب جانتے ہیں۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ بات مدعا کے خلاف ہے۔ جھوٹے حیلہ ساز

مفتیوں نے یہ ایک روایت مجہول نقل کی کہ یفعلہ بعض القضات کے یہ معنی بیان کیے کہ عراق کے بعضے قاضیوں نے ڈاڑھی منڈائی تھی۔ حالانکہ اصل میں قضات کی جگہ عصات ہے جسکے معنی گنہگار کے ہیں عصات کی تحریف کر کے قضات بنالیا۔

نصارا کا ناقوس (گھنٹہ) بجانا اور صورت ثالث ثلثہ (صلیب) کا تماشا اور انکے بلبان (مورچنگ) کا بجانا اور تمام لہو و لعب انکے یہاں رو رہونے لگے اسکی تاریخ کفر شائع بشد ہوئی دس بارہ برس کے بعد یہاں تک نوبت آئی کہ اکثر گمراہوں نے جیسے مرزا جانی حاکم ٹھٹھا اور اور مردودوں نے اس مضمون کا خط لکھکر دیا جسکی صورت یہ ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اپنے طوع و رغبت و شوق قلبی سے دین اسلام مجازی و تقلیدی جو میں نے اپنے باپ دادا کا دیکھا تھا اور اُن سے سُنا تھا اسپر اب تبرا بھیجتا ہوں اور اکبر شاہی دین الٰہی کو اختیار کرتا ہوں اور مراتب چہارگانہ اخلاص کہ ترک مال و جان و ناموس و دین ہیں قبول کرتا ہوں یہ خطوط کہ جو لعبت نامہ سے زیادہ تھے مجتہد جدید (ابوالفضل) کو سپرد ہوتے تھے اور وہ انکے اعتماد اور تربیت کا سبب ہوتے تھے۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں و زمین شق ہوجائے اور پہاڑ چورا ہوکر خاک ہوجائیں۔

اسلام کے خلاف سوّر اور کتے نجس نہ رہے حرم و قصر میں وہ پلنے لگے صبح انکی زیارت عبادت سمجھی جاتی تھی ہندوؤں نے جو حلول کے قائل ہیں یہ خاطر نشان کیا کہ سوّر بھی ان دس مظہر الٰہی میں سے ایک ہے جنمیں خدا نے حلول کیا ہے تعالیٰ شانہ عما یقولون۔ خدا تعالیٰ کی بڑی شان ہے مگر وہ نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں یہ جو بعض عرفا سے منقول ہے کہ کہتے ہیں دس صفات حمیدہ ہیں اگر ایک ان میں سے آدمی میں ہو تو ولی ہوتا ہے اس سے بھی اُنھوں نے کتے کی عظمت ثابت کی۔

بعض مقربوں نے کہ جوش طبعی کے سبب سے ملک الشعرائی میں ضرب المثل ہیں (فیضی) ہیں دسترخوان پر کتوں کو ساتھ بٹھاکر کھانا کھلانا شروع کیا۔ بعض مردود ہندی و عراقی شاعروں کی ایک جماعت نے اسکی تبعیت کی وہ کتوں کی زبانوں کو منہ میں لیتے اور اس سے کچھ اکراہ نہ کرتے بلکہ اسپر فخر کرتے۔

غسل جنابت کی فرضیت بھی مطلق ساقط ہوئی اور اُسکی دلیل یہ بیان ہوئی کہ انسان کا خلاصہ نطفہ منی ہو کہ وہی نیکوں، پاکوں کا تخم آفرنیش ہو اس کے کیا معنی ہیں کہ بول و براز کے خروج پر غسل واجب نہ ہو اور اس لطیف کے خروج پر غسل واجب ہو۔ بلکہ مناسب یہ ہی کہ اول غسل کرے اور بعد ازاں جماع کرے ایسے ہی میت کہ جماد کا حکم رکھتی ہو اسکی روح کے واسطے طعام پکانا کوئی حظ نہیں رکھتا بلکہ آدمی جس روز پیدا ہوا ہو اُس دن جشن عالی کریں اور اس کا نام آتش حیات رکھیں۔ ایسے ہی سوّر اور شیر کا گوشت مباح ہو اسمیں شجاعت کی صفت ہوتی ہو۔ وہ آدمی میں سرایت کرتی ہو۔ ایسے ہی چچا ماموں اور قرابت قریبیہ کی بیٹی سے شادی نہ کریں اس سے طرفین میں محبت و رغبت کم ہوتی ہو۔ ایسے ہی بیٹے کا سولہ برس سے پہلے اور لڑکی کا چودہ سال سے پہلے نکاح نا جائز ہو اس سے اولاد ضعیف پیدا ہوتی ہو سونا اور ابریشم پہننا عین فرض ہو۔

پہلے اس سے نماز روزہ و حج بھی ساقط ہو چکے تھے بعض اولاد الزنا جیسے کہ پسر ملا مبارک شاگرد رشید شیخ ابوالفضل نے رسالے اس باب میں لکھے اور انمیں ایک عبادات کا تمسخر اور قدح بدلائل بیان کیا اور وہ بادشاہ کے مقبول ہوئے اور ترقیاں پائیں۔ تاریخ ہجری عربی کو بدل دیا اور اسکی جگہ سال جلوس کی ابتدا تاریخ مقرر ہوئی جو ۹۶۳ تھی اور نام مہینوں کے اہل عجم کی رسم کے موافق مقرر کیے۔ ان تینوں کے نام کتاب نصاب میں لکھے ہیں۔ زردشتیوں کی عیدون کی طرح سال بھر میں چودہ عیدیں مقرر ہوئیں۔ مسلمانوں کی عیدیں بے رونق اور موقوف ہوئیں مگر خطبہ جمعہ ان لوگوں کی خاطر سے برقرار رہا کہ بڈھے فلوک جاہل اسمیں جاتے ہیں برس اور مہینے کا نام سال و ماہ الٰہی ہوا سکوں اور دہروں میں تاریخ الف (سنہ ۱۰۰۰) لکھا گیا جس سے یہ معلوم ہو کہ دین متین محمد صلعم ہزار سال کے بعد ختم ہو گیا اور عربی کا پڑھنا اور جاننا عیب میں داخل ہوا۔ فقہ و تفسیر و حدیث اور انکا پڑھنے والا مردود مطعون ہوا علوم نجوم و حکمت و طب حساب و شعر و تاریخ و افسانہ رائج ہوئے اور انکی تحصیل فرض ہوئی۔ عربی زبان کے مخصوص

حروف مثل ثا و حا و عین و صاد و ضاد و طا تلفظ میں برطرف ہوئے ۔ عبد اللہ کو ابداللہ و احدی کو ابدی اور مثل انکی کہنا افضل سمجھتے تھے اور اس طرح کہنے سے خوش ہوتے تھے اور شاہنامہ فردوسی کی یہ دو بیتیں اہل عرب کی توہین میں اکثر زبان پر لاتے تھے ۔

ابیات

زشیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسید است کار
کہ ملک عجم را کنند آرزو — تفو باد بر چرخ گرداں تفو

جو بیت اشعار تشبیہ آمیز اپنے مشرب کے موافق اساتذہ کے کلام میں سنتے ان کو پسند کرتے ۔ جیسے آنحضرت صلعم کے دو دانتوں کے شہید ہو جانے کے باب میں ہجہ کے اشعار ہیں ۔ علی ہذا القیاس ارکان دین کے ہر رکن میں اور عقائد اسلامیہ کے ہر عقیدہ میں خواہ وہ اصول میں ہو یا فروع میں مثل نبوت و کلام و رویت و تکلیف و تکوین و حشر و نشر میں طرح طرح کے شبہے پیدا کرتے اور اس کو مسخرا پن بناتے (رویت کے معنی دیدار الٰہی کے) جنت میں ہیں سُنی اس مسئلہ کے قائل ہیں اور شیعہ انکار کرتے ہیں اور تکلیف اس آدمی کو مکلف بالشرع کہتے ہیں کہ اول وہ مسلمان ہو دوم وہ عقل صحیح رکھتا ہو سوم وہ بالغ ہو ۔ تکوین کے معنی دو معدوم کے درمیان پیدا ہونا ۔ یہ ہستی معدوم اول اور معدوم ثانی کے درمیان ہے یعنی یہ عالم معدوم ہوگا اکبر اس کا منکر تھا وہ قیامت کا قائل نہ تھا) اگر کوئی ان مسئلوں کے معرض جواب میں آتا تو منع کیا جاتا ۔ معلوم ہے کہ ایسی حالت میں کون مستدل یا مانع ہو سکتا تھا خصوصاً جس وقت کہ مقابل کی جانب توجہ نافذ بالامری اور قاہری ہو مباحثہ میں مواسات ضرور ہے ۔

بیت

آنکس را کہ بقرآن و خبر زو نہ رہی — آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

بہت سے خان و مان ان مباحثوں میں غارت ہوگئے اسکو ہرگز مباحثہ نہیں کہنا چاہیے بلکہ وہ مکابرہ و مشاعبہ تھا۔ بادشاہ کی خوشامد کے مارے دین فروش شکوک متروک کو ہر جگہ سے پیدا کر کے بطور تحفہ کے بادشاہ پاس لاتے تھے لطیف خواجہ کہ ماوراء النہر کے بزرگوں اور بزرگ زادوں میں تھا اس نے شمائل ترمذی میں اس حدیث پر کہ کانہ جید و ثنہ۔ آنحضرت کی گردن مثل بت کے ہی) شبہ کیا کہ پیغمبر کی گردن کو بت کی گردن سے تشبیہ دینے کے کیا معنی ہیں؟ اور ایسی ہی حدیث ناقہ قصوی جو سیر میں مشہور ہی اور قافلہ قریش کا لوٹ مار کرنا ابتداء ہجرت میں اور آنحضرتؐ کا چودہ ازواج کا کرنا اور کسی عورت کا اپنے خاوند کا زوجہ نہ رہنا اگر آنحضرتؐ اسکو اپنا زوجہ بنانا چاہیں اور اسی کی طرح اور باتیں نبا کے مذہب کے ساتھ تمسخر کرتے تھے جنکی تفصیل کے لیے زمانہ دراز چاہیے۔

راتوں کو اپنی مجالس انس میں بادشاہ اپنے مقربین کو حکم دیتا کہ وہ چالیس ابدال کی طرح بیٹھیں اور جو شخص جانتا ہو وہ کہوے اور جو چاہے پوچھے۔ اگر کوئی مسئلہ علمی پوچھتا تو بادشاہ فرماتا کہ یہ ملّانوں سے جا کر پوچھنا جو بات عقل و حکمت سے متعلق ہو وہ ہم سے پوچھ۔ کتب سیر کے پڑھنے کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں باتیں بنائی جاتیں۔ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے عزت میں قضیہ فدک اور جنگ صفین وغیرہ کا ایسا ذکر ہوتا کہ کان انکے سننے سے بہرے ہوں ان کو اپنی زبان پر نہیں لاسکتے۔ شیعہ غالب و سُنّی مغلوب اور اخیار سب جگہ خائف اور اشرار ایمن تھے ہر روز ایک تازہ حکم اور نیا شبہ ایک جدید قدح ظہور میں آتا اور اپنا اثبات اوروں کی نفی میں دیکھتے اور اس نکتہ کو بھول گئے کہ منافی منفی ہوتا ہی اس سبب سے مقبول مردود اور مردود مقبول تھے۔ عام کالانعام کی زبان پر اللہ اکبر کے وظیفہ کے سوا کچھ اور مذکور نہ تھا۔ ملّا شیری نے دس شعر کا قطعہ کہا ہی جس کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

شورش مغز ست اگر در خاطر آرد جاہلے   کز تمایق مہر پیغمبر جدا خواہد شدن

خندہ می آید مرا زیں بیت کز بس طرفگی — نقل بزم منعم و درد گدا خواہد شدن

پادشا امسال دعویٰ نبوت کردہ است — گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

مضمون شراب نوشی

مجالس نوروزی میں اکثر علمار صلحا بلکہ قاضی ومفتی بھی قدح نوشی کرتے تھے۔ آخر مجتہدوں نے خصوصاً ملک الشعرا (فیضی) نے کہا کہ ایں پیالہ را بکوری فقہامی خورم (فقہا اندھے ہیں اُنکے لیے یہ پیالہ پیتا ہوں) حمل کے ۱۹ درجہ پر کہ شرف الشرف اور روز آخرین جشن نوروز ہے اسکی تعظیم اور سب دنوں سے زیادہ کرتے اور اسی دن امرا کو منصب وجاگیر کا اضافہ ہوتا اور اسپ خلعت مناسب مہمانی وپیش کش کے عنایت ہوتا تھا۔

قدم رسول

اس سال میں گلبدن بیگم وسلمہ سلطان بیگم نے حج سے مراجعت کی اور انھیں دنوں میں ابو تراب اعتماد خاں گجراتی سفر حجاز سے آئے اور ایک پتھر بڑا بھاری جسکو ایک قوی ہیکل ہاتھی اُٹھا سکتا ساتھ لائے اسپر ایک نقش پا معلوم تھا۔ ابو تراب کہتا تھا کہ نقش قدم رسول ہے۔ پادشاہ نے چار کوس تک اسکا استقبال کیا اور امرا کو حکم دیا کہ باری باری سے چند قدم اسکو سر پر اُٹھا کر چلیں اس طرح وہ قدم شہر میں پہنچ گیا (ابوالفضل نے لکھا ہے کہ پادشاہ نے اس قدم کو کندھے پر رکھا اور اسکے سبب مسلمانوں کو پادشاہ کے مذہب کی طرف جو وہم پیدا ہوا تھا وہ کم ہو گیا)

اسی سال میں خلوت میں پادشاہ کے روبرو بیربر سے شیخ مبارک ناگوری نے کہا کہ جیسے کہ تمھاری کتابوں میں تحریفات ہوئی ہیں ایسی ہی ہمارے دین میں بھی بہت سی تحریفات ہوئی ہیں اسلیے دونوں اعتماد کے قابل نہیں۔

اسی سال میں بے عفت اور بے عافیت گمراہوں نے پادشاہ سے کہا کہ ہجرت سے مدت ہزار سال کی ختم ہوئی کسواسطے شاہ اسمٰعیل اول کی طرح برہان قاطع (تلوار) کو کام میں نہیں لاتے لیکن آخر کو یہ قرار پایا کہ پادشاہ کا دلی ارادہ مرور زماں میں تدبیر بے شمشیر سے ظہور پائیگا فی الواقع اگر پادشاہ کچھ روپیہ خرچ کرتا تو عوام تو کیا ملکہ خواص بھی اس کے

شیطانی دام میں پھنس جاتے حکیم ناصر خسرو کی یہ رُباعی اکثر پڑھی جاتی ۔

رُباعی

در نهصد و نسعین دو قران می بینم — وز مهدی و دجال نشان می بینم
یا ملک بدل گردد یا گردد دین — سرّیست که پنهان ست عیان می بینم

جب احداث دین کا مشورہ ہوا تو راجہ بھگوانداس نے اُس سے کہا کہ میں خوش ہو کر یہ قبول کرتا ہوں کہ دونوں ہندوؤں اور مسلمانوں کا دین بد ہی مگر انکے سوا اور کونسا تیسرا طائفہ ہی اسکو فرمایئے کہ میں اس دین کو قبول کروں ۔ بادشاہ نے کچھ معقولیت اختیار کر کے راجہ کو اس شدت سے باز رکھا۔ مذہب اسلام کے احکام کا تغیر وقوع و شیوع ہوتا جاتا تھا۔ احداث بدعت ۔ اسکی تاریخ ہوئی ۔

بانگ نماز کا دربار میں موقوف ہونا

انھیں دنوں میں دربار میں جو پانچ وقت اذان اور نماز جماعت کے ساتھ ہوتی تھی موقوف ہوئی ۔ نام احمد و محمد و مصطفےٰ اور مثل انکے باہر کے کافروں کے اور گھر کے اندر اہل حرم کی ہندو دختروں کے خاطر سے بادشاہ کو گراں معلوم ہوئے اور بدلوں میں اس نے اپنے مقربوں میں سے بعض کے نام جو ان ناموں سے موسوم تھے موقوف کر دیئے ۔ مثلاً یار محمد خاں اور محمد خاں کا نام رحمت بولا جاتا اور لکھا جاتا ۔ ان گمراہ اشقیا پر ایسے شریف نام کا اطلاق حیف تھا اور اسکا بدلا جانا ضرور کیا بلکہ واجب تھا اسلیئے کہ سوّر کے گلے میں جواہر کا باندھنا ستم ہی ۔ یہ آگ آگرہ سے اُٹھی جسنے چھوٹے بڑوں کے گھر جلائے ۔ اور آخر کو یہی آگ آتش زنوں کے گور میں گئی خذلہم اللہ ۔

میر فتح اللہ شیرازی

ربیع الاول سنہ ۹۹۰ھ میں میر فتح اللہ شیرازی کہ الٰہیات و ریاضیات و طبیعیات و تمام اقسام علوم عقلی و نقلی و طلسمات و نیرنجات و جر اثقال میں اپنا نظیر اس زمانہ میں نہیں رکھتا حکم کے موافق عادل خاں حاکم دکن کے پاس سے فتحپور میں آیا ۔ اس کو سُنا تھا کہ وہ میر غیاث الدین منصور شیرازی کا شاگرد بواسطہ ہی اور یہ استاد چنداں نماز و عبادت کا معتقد نہ تھا اس سے گمان ہوتا تھا کہ شاگرد بھی ایسا ہی ہوگا ۔ وہ مذہب و دین

بادشاہ کا ہمرو ہوگا مگراس نے باوجود کمال حبّ جاہ و دنیاداری اور امراء پرستی کے اپنے
مذہب میں اپنے تعصب میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی وہ عین دیوانخانہ خاص میں علانیہ
امامیہ طریقہ پرادائے نماز کرتا تھا کسی اور کا مقدور نہ تھا کہ اس طرح نماز پڑھتا اس سبب سے بادشاہ
نے اسکو ارباب تقلید کے زمرہ میں شمار کیا اور اپنے مذہب میں اس سے اغماض کیا۔ اسکے
علم وحکمت وتدبیر کی رعایت کرکے اسکی پرورش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

ایک رات کو بادشاہ نے میر فتح اللہ کی موجودگی میں بیربر سے کہا کہ یہ بات کیونکہ عقل
قبول کرتی ہو کہ ایک شخص ایک لحظہ میں باوجود گرانی جسم کے خوابگاہ سے آسمان پہ جائے
اور نوّے ہزار باتیں خدا سے کرے اور ہنوز اس کا بستر گرم ہو اور وہ الٹا چلا آئے۔ اور ایسے
ہی شق القمر اور اسکی مثل اور باتیں ہیں پھر ایک پاؤں اپنا اُٹھا کر سب کو دکھایا اور یہ فرمایا کہ
جب تک دوسرا پاؤں اپنی جگہ پر نہ ہو نا ممکن ہو کہ کھڑا رہوں یہ احمقانہ حکایتوں کو لوگ
یقین کرتے ہیں۔ بدبخت بیربر اور گمنام بدبخت آمنّا وصدقنا کہتے تھے اور اسکی تائید میں
باتیں بناتے تھے۔ بادشاہ فتح اللہ کی طرف بار بار دیکھتا تھا مگر وہ گردن نیچے ڈالے ہوئے
کچھ نہیں کہتا تھا۔ سراسر گوش بنا ہوا تھا۔

۹۹۱ھ میں تمام ممالک محروسہ میں حکم جاری ہوا کہ اتوار کو جو آفتاب سے مخصوص ہے اور اٹھارہ
روز ماہ آبان میں جو بادشاہ کے میلاد کا مہینہ ہے اور بعض ایام معہودہ میں مطلق جانور ذبح نہ کیے جائیں
یہ حکم ہندوؤں کی خاطر سے دیا تھا جو کوئی ان دنوں میں جانور ذبح کرتا اسکی بڑی سیاست ہوتی
اور اسکا خانمان تاراج ہوتا اور خود بادشاہ تمام سال میں اور ایام متفرقہ کی تقریب میں چھ
مہینے گوشت نہیں کھاتا تھا اور ایسا ارادہ رکھتا تھا کہ گوشت کھانے کو بالکل ترک کر دے
سورج کی پوجا کو دن میں چار دفعہ صبح وشام دوپہر آدھی رات کو اپنے اوپر لازم کیا تھا
اور سورج کے ایک ہزار ایک نام سنسکرت کے دوپہر کو سورج کی طرف متوجہ ہو کر
حضور قلب سے پڑھتا اور دونوں کان پکڑ کر چکّر کھاتا اور کانوں کے اوپر مکے لگاتا اور مثل اسکی

اور حرکتیں کرتا ۔ ماتھے پر تلک لگاتا اور آدھی رات اور سورج نکلنے کے وقت نوبت بجواتا ۔ مساجد و معابد ہندوؤں کے فراشخانے اور جوکی خانے ہوگئے جماعت کا نام جماع اور حی اعلیٰ کا یلایلا رکھا ۔ شہر میں گورستان اوکھیڑنے کا حکم دیا ۔

انہیں دنوں میں شہر سے باہر مسلمان و ہندو فقراء کے کھانا کھلانے کے لیے دو محل تعمیر کرائے ۔ ایک کا نام خیرپورہ اور دوسرے کا نام دھرم پورہ رکھا ۔ شیخ ابوالفضل کے چند آدمی موکل مقرر ہوئے کہ وہ زرِ پادشاہی سے فقراء کو کھانا کھلاتے تھے ۔ جوگیوں کے گروہ کے گروہ آتے تھے اُنکے لیے ایک سرائے آباد کی گئی اُس کا نام جوگی پورہ رکھا گیا ۔ جوگیوں میں بعض کو خلوت میں پادشاہ بلاکر باتیں کرتا تھا ۔ حقایق مختلفہ کے مجہولات و اعتقادات و اشغال و مراقبہ و سلوک و اطوار و جلسات و حرکات و سکنات و خلع بدن و کیمیا و سیمیا و ریمیا ان سے معلوم کرتا کیمیاگری خود سیکھی اور سونا بناکر لوگوں کو دکھایا ۔ شیورات کو جوگیوں کا مجمع عظیم اطراف سے آتا اور پادشاہ اُن جوگیوں میں جو بزرگتر ہوتے اُنکے ساتھ ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوتا ۔ ان جوگیوں نے پادشاہ کو بشارت دی کہ عمر طبعی سے تین چار گنے ...... زیادہ جیئے گا ۔ اسکا پادشاہ کو یقین تھا ۔ ان مقدمات کو اور قرائن سے بھی ایسا منتظم کیا جس سے یہ یقین اسکے دل پر پتھر کی لکیر ہوگیا اور حکماء پیش بیں اسکی تائید کرتے تھے کہ عمروں میں نقصان دور قمر کے سبب سے ہے اور وہ اب ختم ہونیوالا ہے زحل کا دورہ شروع ہوگا اس کے بعد اطوار و ادوار جدید و طول اعمار کے مورث ہونگے ۔ چنانچہ کتب سماوی میں بھی یہ امر مذکور ہے ۔ بعض آدمیوں کی عمر ہزار سال لکھی ہے ۔ اور کتب ہندی میں آدمی کی عمر دس ہزار برس لکھی ہے اور بالفعل کوہ تبت میں ایک طائفہ لامہ ہے اُنکے زہاد و عباد دو سو سال اور اس سے زیادہ جیتے ہیں اس طائفہ کی تقلید کرنے کے لیے پادشاہ معاشرت و اکل و شرب خصوصاً لحم میں تقلیل کرتے اور سر کی چندیا کے بال اُس نے منڈوا ڈالے مگر اسکے گرد بال رکھے ۔ پادشاہ کو ایسا گمان تھا کہ کاملان مکمل کی روح چندیا سے نکلکر باہر جاتی

جوگیوں کی ملاقات اور اور بدعات

ہے اور یہ جسم انسانی کا دسواں منفذ (دروازہ) ہے۔ اور اسوقت بجلی وگرج کی ایک آواز ہوتی ہے یہ دلیل میت کی سعادت کی اور گناہوں سے نجات کی ہے اور مذاہب تناسخ میں یہ علامت حلول روح کی بادشاہ ذی شوکت وصاحب نافذ الامر میں ہے۔

بادشاہ نے اپنے روش (مذہب) کا نام توحید الٰہی رکھا اور جوگیوں کی اصطلاح کے موافق اپنے مریدان خاص کا نام چیلہ رکھا اور ایک ور طائفۂ اراذل کا مکار مردار تھا کہ وہ دولت خانہ کے اندر نہیں جاسکتا تھا وہ اس وقت کہ بادشاہ سدوسی کو سورج کی پوجا کرتا تھا جھروکہ میں آتا اور جبتک بادشاہ کا درشن نہ کر لیتا مسواک وطعام وآب اس پر حرام تھا۔ رات کو ہر صاحب حاجت خواہ ہندو ہو یا مسلمان اور طرح طرح کے طوائف مرد اور عورت صحیح وسقیم کو اس جگہہ بار عام کا حکم ہوتا دو طرفہ کاروبار اور گرمی ہنگامہ اور ازدحام عظیم ہوتا۔ بادشاہ آفتاب کے ایک ہزار ایک نام کی تسبیح پڑھکر پردہ سے باہر آتا اور یہ ساری جماعت اس کو سجدہ کرتی اور مکار اور طرار برہمنوں نے سورج کے ایک ہزار ایک اور نام بادشاہ کے لیے ترتیب دیئے تھے وہ کہتے تھے بطریق حلول جیسے رام اور کرشن اور اور سلاطین ہنود اوتار ہوئے ہیں ایسے ہی یہ خود صاحب عالم بادشاہ اوتار کی صورت میں نمودار ہوا ہے تاکہ وہ اس زمین پر بازی کرے اور خوشامد کے مارے سنسکرت کے اشلوک (شعر) پہلے عالموں کے اس مضمون کا نقل کرتے کہ ہندوستان میں ایک بادشاہ عالمگیر پیدا ہوگا۔ برہمنوں کا احترام اور گائے کی حفاظت اور دنیا کی عدالت سے نگہبانی کریگا اور پرانے کاغذوں میں اپنی خرافات کو لکھکر بادشاہ کو دکھلاتے تھے۔ بادشاہ کو ان سب باتوں کا یقین ہوتا تھا مصرع خوشامد ہر کہ گفتی خوشش آمد۔ ان دنوں میں بادشاہ کے فتح پور کے دیوانخانہ خاص میں حنفیوں کے دہ در دہ اور شیعوں اور شافعیوں کے قلتین کو پانی سے بھروایا اور اسکو تلوایا تو حنفیوں کے دہ دردہ کا پانی باقی دو قلتین سے زیادہ نکلا۔

بادشاہ کا اوتار ہونا

تمیز جھروکہ درشن

بادشاہ نے حکم دیا کہ سُنّی اور شیعہ جدا جدا ہو جائیں۔ ہندوستانی بالکل سنی گری اور عراقی تشیع کے قائل ہوئے۔

بادشاہ پاس ۹۹۲ھ ملاالہ داد امروہوی اور ملا شیری آئے وہ صدارت میاں دواب پنجاب پر مقرر تھے۔ خوشامد کے مارے مُلا شیری نے ایک نظم ہزار شعر جسمیں آفتاب کی تعریف میں ہزار قطعہ تھے پیشکش کی بادشاہ اس سے نہایت خوش ہوا ۹۹۴ھ کے جشن میں بیلان (بیلون) ایک چادر بصورت گنبد اختراع کی ہوئی فرنگیوں کی بھی برپا ہوئی اور بادشاہ کے اخلاص میں اور بہت آدمیوں نے مال وجان و ناموس و دین فدا کیا اور اس قدر ارواح مقدس کا امتحان اس راز میں ہوا کہ انکا حصر نہیں ہو سکتا آدمیوں کا گروہ مرید ہوتا اور مذہب مشرف میں بادشاہ کے ساتھ موافقت کرتا بادشاہ بجائے شجرہ (جو پیر مریدوں کو دیا کرتے ہیں) کے اپنی شبیہ دیتا وہ رسد و دولت میں اخلاص کی علامت ہوتی اور اسکو غلاف میں جو جواہر سے مرصع ہوتا لپیٹ کر سر پر رکھتے ناموں کی پیشانی پر اللہ اکبر لکھے جانے کا حکم ہوا۔ قمار و سود حلال ہوا۔ اور علیٰ ہذالقیاس اور محرمات۔ دو بار میں قمار خانہ بنایا گیا جواریوں کو خزانہ سے روپیہ سودی ملتا اور سود و نستل (جواری) جو اپنے جیت کے مال میں سے کچھ مال مجلس قمار کے حاضرین میں تقسیم کرتا) کفایت میں داخل تھا۔ لڑکی کے نکاح کو چودہ برس کی عمر سے پہلے اور لڑکے کی شادی کو سولہ برس سے پہلے منع کا حکم دیدیا اور قصہ زفاف حضرت صدیقہ سے بالکل منکر ہوئے اور مطاعن کا ذکر تو کیا کیا جائے۔ جو کوئی اسیر نوحہ کرے وہ نوحہ پارہ کی طرح اڑ جائے میں نہیں جانتا کون شخص ایسی باتیں سُن سکتا ہے عموماً تمام رسولوں سے انکار اس سبب سے کیا گیا کہ وہ گنہگار تھے خصوصاً حضرت داؤدؑ اور اوریا کے قصہ سے اور اسی کی مثل جس کسی کو اپنے اعتقاد کے موافق نہ پاتے اس کو مردود و مطرود و ابدی جانتے اور اس کا نام فقیہہ رکھتے۔ اور دشمن شاہی کا دشمن بحکم ؎ انچہ بکارند ہماں بدروند

نمودی ہزار شعر و بادشاہ کا دین اختیار کرنا

وہ خود عالم میں کفر و گمراہی میں مشتہر ہوئے اور انکا مجتہد و مرشد (ابوالفضل) ابوجہل مشہور ہوا۔ ۵ پادشاہ بدو وزیر بدتر + ریاست دینی کے لئے ریاست دنیوی تیغ بنی۔ اور تمام مہمات میں سے ریاست دین کے مٹانے کو اہم جانا اور باقی اور مہمات کو طفیلی ناموس دین کی دکان بگاڑنے کے لیے پادشاہ نے حکم فرمایا کہ نوروز کو جو بازار لگا کرے وہ خاص و عام سے خالی کیا جائے اور بیگمیں اور اہل حرم اور صاحب عفت عورتیں اسمیں تماشہ و سیر کریں وہاں پادشاہ زر بخشی کرتا اور جو باہر سے عورتیں آتیں اُنکو مہمان بناتا اور اسی مجلس میں لڑکے اور لڑکیوں کے ناتے رشتے ٹھیراتا۔ پادشاہ کے مرید لوگ اس خیال سے ہوتے تھے کہ جاہ و منصب پائیں اور اخلاص مند ٹھیریں مگر پادشاہ نے انکے دماغ سے اس خیال کو دفع کیا۔ ہندوؤں کو جو اسکے نزدیک ناگزیر تھے جاہ و منصب دیا۔ نصف لشکر اور نصف ملک ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا۔ ہندوستان میں انکی برابر صاحب شوکت نہ مغل تھے نہ ہندوستانی مسلمان اور سوائے ہندوؤں کے ہر گروہ کی مالش اور کوشش جس طرح پادشاہ چاہتا تھا کرتا تھا انمیں سے غیرت و ناموس و اتفاق بالکل مسلوب ہو گیا تھا۔

اسی سال میں سلطان خواجہ نے کہ وہ خاص الخاص مریدوں میں سے تھا انتقال کیا۔ اور اسکے دفن کرنے کے بعد قبر میں یہ اختراع ہوا کہ سورج کے مقابل ایک جالی لگائی گئی کہ ہر صبح کو سورج کی روشنی جو گناہوں کی پاک کرنے والی ہے اسکے منہ پر پڑے کہتے ہیں کہ اُسکے منہ پر زبانہ آتش بھی لگا دیا تھا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

یوسف زئی سے جو لشکر شاہی کو شکست ہوئی اس میں بیربر مارا گیا تھا۔ پادشاہ کو اُسکی برابر کسی امیر کے مرنے کا غم نہ ہوا وہ افسوس کرتا تھا کہ اُس کا جسم نہ ہاتھ لگا کہ آگ میں جلایا جاتا۔ مگر اپنے دل کو اس طرح تسلی دیتا تھا کہ وہ سب قیود سے آزاد اور مجرد تھا اُسکے لیے نیر اعظم کی تابش پاک کرنے والی کافی ہے۔

۹۹۵ھ میں یہ ضوابط اور احکام جاری ہوئے کہ کوئی شخص ایک عورت سے زیادہ

نکاح نہ کرے مگر اس صورت میں کہ بیوی بانجھ ہو ورنہ خدا کیلئے وزوجہ کیلئے جب عورت کو ایام منقطع ہو جائیں تو وہ شوہر کرنیکی خواہش نہ کرے۔ بیوہ عورتوں کو شوہر کرنے کی ممانعت نہ کی جائے جیسے کہ ہندو کرتے ہیں اور ہندوؤں کی خورد سال لڑکی جس نے شوہر سے تمتع نہ اُٹھایا ہو وہ ستی نہ ہو اگر ہندوؤں کو یہ امر دشوار معلوم ہو تو منع نہ کریں جب آپس میں یدوں کی ملاقات ہو تو ایک اللہ اکبر کہے دوسرا جل جلالہٗ کہے یہ بمنزلہ سلام اور جواب سلام کے ہو۔ راجہ بکرماجیت نے یہ اختراع کیا تھا۔

ہندی مہینے کی ابتدا ۱۳ تاریخ سے ہو مگر بادشاہ نے اسکی ابتداء ۲۸ تاریخ سے مقرر کی اور ہندوؤں کے تیوہار اس تاریخ کے موافق ہوا کریں اگرچہ اس باب میں گجرات و بنگالہ میں ۹۹۰ھ میں فرمان جاری ہوئے تھے مگر اس پر عمل نہیں ہوا۔

ارزال کو حکم ہوا کہ وہ شہر کے اندر عربی نہ پڑھیں کیونکہ اس سے فساد جھگڑے ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کے مقدمات ومعاملات کو برہمن پنڈت فیصلہ کیا کریں مسلمان قاضی نہ فیصلہ کیا کرے اگر حلف کی احتیاج ہو تو منکر کے ہاتھ میں گرم آہن رکھیں اگر ہاتھ جلے تو وہ جھوٹا ہے الا نہیں تو سچا یا جلتے تیل میں اسکا ہاتھ ڈالیں یا وہ پانی میں غوطہ کھائے اگر اتنی دیر میں کہ تیر پھینکا جائے اور کوئی اُسکو اُٹھا لائے۔ وہ پانی سے سر نکالے تو مدعا علیہ کو حق مدعی دلایا جائے۔ مردہ جو دفن کیا جائے تو اُسکا سر مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف رکھے جائیں (مسلمانوں کے قاعدہ کے برعکس ہے) سونے میں بھی یہ روش اختیار کی جائے۔

۹۹۶ھ میں حکم ہوا کہ کل قومیں علوم عربیہ کی تحصیل ترک کریں اور علوم نجوم وحساب وطب وفلسفہ پڑھا کریں اسکی تاریخ کساد فضل ہوئی۔

عاشورہ محرم ۹۹۶ھ کو بادشاہ نے مان سنگھ کو جو بہار و پٹنہ کی حکومت پر مامور ہوا تھا اور خانخانان کو خلوت میں بلایا اور مذہب کے امتحان کے لیے باتیں ہونے لگیں۔ مان سنگھ نے بے تکلف عرض کیا کہ اگر مریدی عبارت جان سپاری سے ہے تو جان کو

حضور کے لیے اس کو ہتیلی پر لیے پھرتا ہوں اُسکے امتحان کی ضرورت کیا ہے اور اگر اس کے سوائے کچھ اور بات دین کے معاملہ میں ہے تو میں ہندو ہوں اگر فرمایئے تو مسلمان ہو جاؤں ان دو مذہبوں کے سوائے کسی اور مذہب کو میں نہیں جانتا کہ کوئی ہے بس اسی پر خیر گزری آگے کچھ اور گفتگو نہیں بڑھی۔

اسی مہینے میں مرزا فولاد بیگ برلاس نے آدھی رات کو ملا احمد رافضی کو جو صحابہ کو گالیاں دیتا تھا کسی بہانہ سے گھر بلا کر خنجر مارا جسکی ایک تاریخ - آن زہی خنجر فولاد - اور دوسری خوف سقری ہوئی جسوقت وہ نزع کی حالت میں تھا تو عبدالقادر نے اُس کا چہرہ سور کا سا دیکھا تھا - نعوذ باللہ من شرور انفسنا - مرزا فولاد کو ہاتھی کے پانوں میں باندھکر شہر لاہور میں جب تک پھرایا کہ وہ شہید ہوا - حکیم الوالفتح کی معرفت اُس سے پوچھا کہ تونے ملا احمد کو مذہب کے تعصب کے سبب سے مارا تو اُس نے جواب دیا کہ اگر مجھے تعصب ہوتا تو اس سے کسی بڑے (ابوالفضل یا خود اکبر) کو مارتا - حکیم نے یہی بات بادشاہ سے عرض کی تو بادشاہ نے کہا کہ یہ بڑا حرام زادہ ہے اس کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے - ورنہ اسکی مردانگی اور اہل حرم کی شفاعت کے سبب سے بادشاہ اسکی جان بخشی کر دیتا - مقتول تین چار روز بعد قاتل سے مرا - غسل کے وقت شیعوں نے اپنے مذہب کے قاعدہ کے موافق میخ اسکی مقعد میں کی اور دریا میں غوطے دیئے اور اور دفن کے بعد اس قبر پر شیخ فیضی و شیخ ابوالفضل نے محافظ مقرر کیئے باوجود اسکے جس سال بادشاہ کشمیر کی سیر کو گیا اسکے جسم کو اہل لاہور نے نکالکر جلایا -

احکام جدید سالی سنہ ۹۹۹

سنہ ۹۹۹ میں یہ امر قرار پایا کہ گائے کا بھینس کا - بھیڑ کا گھوڑے کا اونٹ کا گوشت حرام سمجھا جائے - اگر کوئی ہندنی اپنی خوشی سے ستی ہو تو کوئی مانع نہ ہو مگر کوئی جبر و اکراہ سے ستی نہ ہونے پائے -

بارہ برس سے پہلے کسی لڑکے کا ختنہ نہ ہو اور بعد اسکے لڑکے کو اختیار دیا جائے چاہے وہ کرے یا نہ کرے اگر کوئی شخص قصائی کے ساتھ کھائے تو اُس کا ہاتھ

کا ٹا جائے اور اگر کوئی الجنانہ اسکے ساتھ کھائے تو جس انگلی سے کھایا ہو وہ قطع کیجائے
سنہ میں ریش تراش کے لئے تلاش ہوئی تھی۔

سنہ میں کوتوال کو وہ حکم دئے گئے جو دفتر سوم میں آئین ۵ میں لکھے ہیں اور سوائے اس کے یہ نئے حکم تھے۔

اگر دوشنبہ کو مریدوں میں سے مرجائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو تو کچا اناج اور پکی اینٹ اس کی گردن میں باندہ کر پانی میں ڈبو دیں اور اگر پانی نہ ہو تو جلا دیں۔ یا بطور اہل خطا کے درخت میں باندہ دیں یہ حکم ایک اصول پر مبنی تھا جو پادشاہ نے قرار دیا تھا مگر میں اس کو یہاں نہیں بیان کرتا۔

پسر و دختر عوام الناس جب تک کوتوالی کے چبوترہ پر کوتوال کے گماشتوں کے روبرو نہ گذریں اور دونو کی عمروں کی تحقیق نہ ہو وہ کد خدا نہوں۔

عورت جو خاوند سے عمر میں بارہ برس بڑی ہو اس سے شوہر جماع نہ کرے وہ جوان عورت کہ شہر کے کوچہ و بازار میں پھرتی ہی اور اپنا منہ نہیں ڈھا سکتی ہو یا منہ کھلی پھرتی ہی اور ایسی ہی وہ عورت جو خاوند سے جھگڑا رکھے وہ محلہ فواحش میں بیجی جائے وہاں اسکا جوجی چاہے کرے قحط سالی اور اور مصائب میں ماں باپوں کو اولاد کے بیچنے کا اختیار ہی مگر جب انکو مقدور ہو تو وہ قیمت واپس کرکے اپنی اولاد کے لے سکتے ہیں۔ جس ہندو کے لڑکے کو اس کی نارضامندی سے مسلمان کرلیا ہو۔ اگر وہ چاہے تو پھر اپنے دین آبائی کو اختیار کرے کسی کو مذہب کے سبب سے تکلیف نہ دیجائے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے۔ اگر ہندنی کسی مسلمان پر فریفتہ ہو کر مسلمان کا دین اختیار کرے تو اوسکو جبراً و قہراً پکڑ کر اسکے اہل کو حوالہ کریں۔ اپنے اپنے مذہب کے معبد بنانے کا سب کو اختیار رہے۔ بت خانہ۔ گرجا۔ دخمہ جو بنائے اس کا کوئی مانع نہ ہو یہ دینی احکام ہیں جن کا تھوڑا بیان کیا گیا ہے۔

انہیں دنوں میں اعظم خاں جسے شرفاء مکہ کے ہاتھ سے بہت آزار اٹھائے تھے حج کرکے بادشاہ کی خدمت میں آیا جو برکتیں حج سے حاصل ہوئیں تھیں انکو چھوڑ کر بادشاہی مریدوں کے سلسلہ میں داخل ہوا۔ سجدہ اور تمام لوازم مذہب شاہی بجا لایا اور ڈاڑھی کو بھی رخصت کیا مصاحبت اور ہمزبانی میں سب سے آگے ہوا۔ صوبہ غازی پور و حاجی پور اسکو جاگیر میں ملے اور خدمت غلامی (ابوالفضل) میں احکام مذہب یاد کئے۔

صدر جہاں ۱۰۰۲ھ

محرم ۱۰۰۲ھ میں صدر جہاں مفتی ممالک محروسہ مع اپنے دو بیٹوں کے اپنے حصول مقاصد کے لئے حلقہ ارادت میں آیا اور جیسے کہ مچھلی جال میں شصت (کانٹا جس سے مچھلی پکڑتے ہیں) لیکر گرفتار ہوتی اسطرح اس نے شصت ارادت قبول کی اور ہزاری کا منصب پایا۔ اور عرض کیا کہ ڈاڑھی کیلئے کیا حکم ہوتا ہے اسپر حکم ہوا کہ اُڑا دو اور اس دن ملا نقی شوستری آیا کہ اپنے تئیں اعلم العلماء سمجھتا تھا اور ان دنوں میں بادشاہ کے حکم سے شاہنامہ کو نثر میں لکھا تھا اسمیں جہاں آفتاب کا نام آیا وہاں عظمتہ شانہٗ و عزشانہٗ اور اسی طرح کے الفاظ لکھے شیخ زادہ گوسالہ خاں نثاری اور ملا محمد شاہ آبادی اور صوفی احمد کہ اپنے تئیں غوث الاعظم کے فرزندوں میں بتلاتا تھا مریدوں میں شامل ہوئے اور مراتب چہارگانہ اخلاص کے معتقد ہوئے اور ایک صدی سے پانچ صدی تک منصب پایا اور ڈاڑھی کو موافق قاعدہ کے منڈایا اور بہشت کے غلمان معلوم ہونے لگے۔ موتراش چند تاریخ ہوئی۔ ان نو مذہبوں کا حال ایسا تھا جیسے کہ نو مسلم ہندوں کا نیا نوکر شیر مارے نیا مسلمان اللہ اللہ پکارے ان میں سے جو سرخ کپڑے پہنکر اتراے ہوئے اپنے خویشوں میں جاتے تھے تو وہ کہتے تھے اے مردک یہ کپڑے کل پرانے ہوجائینگے اور مسلمانی تیری گردن میں رہیگی۔ احمد صوفیک جو اپنے تئیں مرید شیخ احمد مصری احمد اللہ کا بلکہ خلیفہ کامل و مکمل شیخ کا کہتا تھا اسکا یہ بیان ہے کہ میں اپنے مرشد وقت کے اشارہ سے دیار ہند میں آیا ہوں میرے مرشد بارہا فرماتے تھے کہ سلطان ہند کو زفت ہوئی ہے تو اسکی دستگیری کرکے تہلکہ سے نجات دیگا مگر یہاں قضیہ اس کے برعکس ہوا۔

ہم نے اب ملا عبدالقادر بدایونی نے جو اپنی تاریخ میں لکھا ہے اسکو ختم کیا ہے اسکے تحریر کے موافق بادشاہ کے مرید اٹھارہ تھے جنمیں ایک ہندو بیربل تھا باقی مسلمان جنکے نام یہ ہیں (۱) ابوالفضل (۲) فیضی اسکا بھائی ملک الشعرا (۳) شیخ مبارک ناگوری اسکا باپ (۴) جعفر بیگ آصف خاں قزوینی شاعر و مورخ (۵) قاسم علیخاں شاعر (۶) عبدالصمد مصور و شاعر شاہی (۷) اعظم خاں کوکہ مکہ سے مراجعت کرکے (۸) ملا شاہ محمد شاہ آبادی مورخ (۹) صوفی احمد (۱۰) صدر جہاں میر صدر اور اسکے دو بیٹے (۱۳) میر شریف آملی بنگال میں بادشاہ کا خلیفہ (۱۴) سلطان خواجہ صدر (۱۵) مرزا جانی حاکم ٹھٹہ (۱۶) نقی شستری (۱۷) شیخ زادہ گوسالہ بنارسی (۱۸) بیربل نمبر (۴) سے (۶) تک کا بیان آئین اکبری میں ہے اور باقی کا بیان بدایونی میں ہے۔ اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے مریدوں میں اہل علم بہت سے تھے۔

اب ہم منتخب التاریخ ملا عبدالقادر بدایونی کو زیادہ تکلیف نہیں دیتے جو کچھ ہم کو شہنشاہ اکبر کے مذہبی خیالات و معاملات میں انتخاب کرنا تھا وہ منتخب کرلیا کوئی بات چھوڑی نہیں اس مضمون کو ملا نے ایسی خوش تربیتی سے لکھا ہے کہ کسی اور تاریخ میں اس طرح نہیں تحریر ہوا اسنے اول سے کہ شہنشاہ کو اسلام کی حقیت میں کیوں شبہات پیدا ہوئے اور کیوں کر انہوں نے بڑھ کر یہ نوبت پہنچائی کہ اکبر کے دل میں اسلام کا نام باقی نہیں رہا اور اسنے بندریج اپنا ہی مذہب قائم کرلیا خوب توضیح سے بیان کیا ہے اب اس تاریخ کے بعد ہم دبستان المذاہب کو جو شہنشاہ اکبر کی وفات سے ستاسی برس بعد تصنیف ہوئی ہے اور اوس میں مذہب الٰہی کی طول طویل داستان لکی ہے ہاتھ میں لیکر مطالعہ کرتے ہیں۔ تعلیم دہم اس نے عقائد الٰہیہ میں لکھی ہے اور وہ چار نظر پر مشتمل ہے نظر اول میں ظہور خلیفہ اللہ اور بعض اس کے معجزات جن کو برہاں کہتے ہیں تحریر ہیں۔ نظر دوم میں ارباب ادیان و مذاہب کے بحثیں جو حضرت خلیفہ اللہ کے روبرو ہوئیں اور براہیں خلیفہ اللہ نظر سوم کواکب کے فضائل میں نظر چہارم دستور العمل

اس کتاب کے مصنف نے اپنا نام نہیں ظاہر کیا اسکا حال کچھ معلوم نہیں کہ کون ہو مگر اسکا رجحان آتش پرستی کیطرف معلوم ہوتا ہو اسنے مذہب الہٰی کے بیان میں بہت کچھ منتخب التاریخ ملا عبد القادر بدایونی سے اور ابوالفضل کی آئین اکبری اور اکبرنامہ سے نقل کیا ہو جو باتیں کچھ زائد اُسنے لکھی ہیں صرف انکو نقل کرتے ہیں۔ باقی بیانوں کے نقل کی ضرورت نہیں سمجھی کہ ہم انکو اصل سے نقل کر چکے ہیں نقل کی نقل سے تحصیل حاصل ہوگی اس سے کیا فائدہ ہوگا۔

نظر اول میں دو معجزے خلیفۃ الحق کی پیدایش کے باب میں وہ بیان کرتا ہے۔ خواجہ مسعود ابن محمود ابن خواجہ مرشد الحق کہ مرتاض صاحب حال تھے اُسنے دبستان المذاہب کے مصنف سے بیان کیا کہ میرا باپ کہتا تھا کہ میں نے بڑے بڑے اولیا سے سُنا تھا کہ صاحب دین و دنیا کا ظہور ہوگا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ صاحب فضل پیدا ہو گیا یا آیندہ پیدا ہوگا میں نے رات کو وہ واقعہ دیکھا تو میں خواب سے بیدار ہو کر دفعۃً اُس زمین میں پہنچا جہاں وہ سعادتمند پیدا ہوا تھا یعنی بتاریخ روز یکشنبہ شہر رجب ۹۴۹؁ھ میں حضرت جلال اکبر فرزند سعادتمند ہمایوں بادشاہ حمیدہ بانو بیگم سے متولد ہوا۔ دوسرا معجزہ یہ ہے کہ مرزا شاہ محمدؐ مخاطب بہ غزنیں خاں خلف شاہ بیگ مخاطب بہ خان دوراں خاں ارغون سے مصنف دبستاں سنے لاہور میں ۱۰۵۳؁ھ میں سُنا کہ نواب عزیز خاں کو مخاطب بہ خان اعظم سے اس نے پوچھا کہ آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی طرح اکبر نے اپنی ماں سے باتیں کیں تو اس نے یہ جواب دیا کہ میری والدہ کہتی تھیں کہ سچ ہے۔

نظر دوم شیعہ سُنی کا مباحثہ لکھا ہے مگر یہ مباحثہ عالمانہ نہیں ہے جو ایک دو باتیں اس میں قابل لحاظ ہیں وہ بدایونی کے بیان میں اوپر آگئی ہیں پھر عیسائی اور مسلمان کا مباحثہ ہے جسمیں کوئی لطف کی بات نہیں پھر اسی مباحثہ میں نصرانی اور یہودی کی تو تو میں میں داخل کردی ہو پھر ایک حکم اور مسلمان و نصرانی و یہودی کا مباحثہ ہے اور آگے دس مذہب کے مباحثے لکھے ہیں۔ حکیم نے جو باتیں کہیں ہیں انہیں سے اکثر ہمنے بدایونی کی

کتابوں سے اوپر نقل کی ہیں چند مضامین جو اوپر نہیں بیان ہوئے وہ یہ ہیں کہ (۱) شہنشاہ اکبر نے ایران روپیہ بھیجکر اردشیر زردشتی عالم کو ہندوستان میں اپنے پاس بلایا (۲) ابوالفضل نے جو آیۃ الکرسی کی تفسیر تالیف کی تھی اسکے برعکس ایک خطبہ دو جزو کا مہابھارت کے اول لکھا۔

(۳) بدایونی نے تو صرف یہ لکھا ہے کہ کوئی ہندنی کسی مسلمان پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہونا چاہے تو اس کو بالجبر پکڑ کر اسکے اہل کو حوالہ کریں۔ دلبستان میں یہ اسپر اور اضافہ کیا کہ اگر کوئی مسلمان عورت ہندو پر فریفتہ ہو اور ہندؤں کا مذہب اختیار کرے تو اوس کو منع کریں اور ہندو نہ ہونے دیں (مگر مسلمان عورت ہندو مذہب کسی طرح نہیں اختیار کرسکتی) (۴) ملا ترسون بدخشی سے کہ مسلمان حنفی مذہب تھا ۱۰۵۳ھ میں مصنف دلبستان نے سُنا کہ ایک روز میں سکندرہ میں کہ مرقد حضرت عرش اشیانی کا ہے زیارت کو گیا اسکے ساتھ اور رفیق تھے جن میں سے ایک نے مقبرہ مطہرہ میں جانے سے انکار کیا اور خلیفۃ الحق کی فضیحت کی یاروں نے کہا کہ اگر حضرت عرش آشیانی کو علم باطنی ہوگا تو ضرور اس منکر کو ضرر پہنچے گا اس وقت اسکی پانوں کی انگلی ایک پتھر کے شگاف میں گھس گئی جس سے وہ ٹوٹ گئی (۵) شاہ سلام اللہ سے ملتان میں صاحب دبستان کی ملاقات ہوئی تھی وہ ایک مرد مجرد و موحد و مرتاض ہے خلقت سے بھاگتا ہے وہ کہتا تھا کہ جلال اکبر سے میری بہت صحبت رہی ہے میں نے مکرر اس کو کہتے ہوئے یہ سُنا کہ جو علم اب مجھے حاصل ہوا اگر پہلے حاصل ہوا ہوتا تو کسی عورت سے جفت نہ ہوتا اسلئے جو عورتیں مجھ سے بڑی ہیں وہ میری ماں اور ہمسال خواہر اور خوردسال دختر اور یہی بات ایک میرے عزیز نے نواب ابوالحسن مخاطب بہ لشکر خاں مشہدی سے نقل کی کہ حضرت جنت آشیانی بھی فرماتے تھے (۶) شاہ اسلام اللہ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت خلیفۃ الحق (اکبر) ارشاد کرتے تھے کہ کاش میرا جسم ایسا بڑا ہوتا کہ اہل جہاں اُسے کھاتے اور جانوروں کو آزار نہ دیتے (۷) اس نامدار پادشاہ کی ایک دوربینی یہ تھی کہ ہر قسم کے آدمی فرنگی و یہودی و

ایرانی و تورانی کو وہ نوکر رکھتا تھا۔ اگر پادشاہ ایک ہی قسم کے گروہ کو نوکر رکھتا وہ فساد کرتے ہیں جیسے کہ ازبکوں اور قزل باشوں نے اپنے سلاطین کو معزول کیا۔ شاہ عباس ایران سلطان خدابندہ صفوی نے اکبر کا اقتدا کرکے گرجیون و اہل جارجیا کو ترتیب فرمایا۔ شہنشاہ اکبر کو میراث کی دولت پر نظر نہ تھی اور نہ وہ حسب و نسب کا لحاظ کرتا تھا جسمیں فرہنگ و آداب کی قابلیت دیکھتا اسکی پرورش کرتا۔ ابوالفضل نے اول دفتر کے آئین ۲۶ و آئین ۲۷ و ۷۷ و ۱۸ میں اور دفتر دوم کے آئین ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵۔ اور دفتر سوم میں آئین ۱ و ۲ و ۵ و ۹ و ۱۰ میں اکبر کے خیالات مذہبی بیان کئے ہیں مگر بعض مضامین اکبر نامہ سے نقل کرتے ہیں جو اُس کے مذہبی خیالات ظاہر کرتے ہیں۔

دعا ۹۸۲ھ

۹۸۲ھ میں بہت دنوں تک بارش نہیں ہوئی۔ کسانوں پر سخت مصیبت آئی قحط کے مارے ایک خلقت نے دہائی مچائی۔ سب نے ایک دل و یک زبان ہو کر بادشاہ سے عرض کیا کہ دادار توانا سے حضور رحمت کے دروازوں کے کھلنے کے لئے دعا فرمائیں۔ اس پر بادشاہ نے ارشاد کیا کہ چاہنا و دعا مانگنا ظاہر پرستوں کی رسم و عادت ہے۔ پروردگار مہربان سب کچھ جانتا ہے اور ہماری خواہش سے پہلے لوح تقدیر پر جو ہونا ہے لکھا ہے۔ بزرگان دین جو دعا مانگتے ہیں اون کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نادان ہوشیار ہو جائیں اور نیازمندی کو جو پیرایۂ عبادت ہے اختیار کریں۔ بندوں کے حق میں خدا کی شفقت الٰہی ہماری طلب کی محتاج نہیں ہے کہ ہم اسکو یاد دلائیں یا تعلیم کریں۔ ع خدا را رہِ رحمت آموختی

اس حال میں بارش ہونے لگی۔

عبادت خانہ

ابوالفضل نے جو عبادت خانہ کا حال اکبر نامہ میں لکھا ہے اسی میں بادشاہ کے مذہبی خیالات کا چربہ اُتارا ہے اسمیں سے اصل مطلب کو اخذ کرکے لکھتے ہیں باقی مضامین کو ترک کرتے ہیں۔ پادشاہ نے رموز حق جوئی اور فرط معدلت پژوہی سے ایک

انجمن اعلیٰ کے لیے ایک نشیمن عالی بنایا۔ بادشاہ کا اندیشۂ والا یہ تھا کہ میرے عہد سلطنت میں ژرف نگاہی اور انصاف طرازی کے سبب سے جو ملک صورت کے کارواں تھے اُن کا ظہور ہو گیا اور بہانہ وری اور سفارش گزینی کا بازار گرم نہیں ہا اسی طرح جو اہل علم و عمل اور اہل باطن ہیں اُن کا امتحان بھی کیا جائے ادیان و ملل کی حقیقت و مذاہب و مشارب کی تشخیص کا ظہور ہو۔ ہر ایک کی دلائل و براہین کی تنقیح ہو اور خالص سونا غلط انداز کھوٹ سے جدا ہو جائے دلوں میں اس کی نیت صافی کی برکت سے ایک نزہت گاہ جداگانہ نے حسن انجام پایا اور حیلہ آرا اور تزویر فروش نہان خانہ میں چھپ گئے اور جہان معنی کی عجب بارگاہ لگائی گئی اور پایہ شناسی بلندی گرا ہوئی۔

۲۰ ر ماہ مہر الٰہی ۹۹۵ کو اس عبادت خانہ میں بزم تعلق میں خلوت تجرد کا چراغ روشن ہوا۔ اور مدرسہ و خانقاہ کے دانش اندوزوں کا نقد عیار گاہ میں آیا درد سے صاف اور مکدر سے خالص جدا ہونا شروع ہوا۔ ظل الٰہی کی فراخی حوصلہ چہرہ آرا ہوئی۔ صوفی حکیم متکلم فقیہہ سنی شیعہ۔ برہمن جستی سیوڑا چارباک نصاریٰ۔ یہود۔ صابی۔ زردشتی اور سب طرح کے آدمی اس مجلس میں آئے اور جنگجو بر خاش کنوں کے خوف بغیر وہ راز کے گنجینہ کشا ہوئے ہر گروہ کے حقیقت بیں انصاف طراز رعونت و خود پرستی سے نکلکر کام کرنے لگے اور ژرف نگاہی اور نا اہل گزینی سے مسند بزرگی سے نشاط جاوید جمع کرنے لگے خود آرا الحاح پیشوں نے بدگوہری اور کم اندیشی سے گلزار پندار میں اپنے تئیں داخل کیا اور اپنا سود زیان میں دیکھا نادان ہمنشینوں کی رہنمائی سے اُن کی رسوائی ہوئی۔ بادشاہ کے سبب سے ہنگام تقلید میں جو تاریک دوست تھے اُن کے لیے شمع تحقیق روشن ہوئی اور مدرسہ و خانقاہ کا دودمان کسوٹی پر چڑھا اور اس سے بہت لوگ غنی ہو گئے۔ بادشاہ دنیا بخش دین آرا کی ایسی شہرت ہوئی کہ طالبوں کو وطن میں رہنا تلخ معلوم ہونے لگا اور اُنہوں نے سفر اختیار کیا اور درگاہ شاہنشاہی میں ہفت اقلیم کے مستعدوں کا موطن اور ملل و نحل کے دانایوں کا مجمع ہو گیا جو جماعت کہ گربزی و حیلہ اندوزی کے وسیلہ سے اہل دانش کے لباس میں آ گئی تھی اس کی قلعی کھل گئی۔

ہیں بعض بے شرم حیلہ اندوز باوجود ظہور حق اور متواتر ملزم ہونے کے زبان درازی اور سینہ زوری اس خیال سے کرتے تھے ۔ جیسے پہلے فرمانروایوں کی بے تمیزی سے مقاصد علمی و مطالب حکمی کی کمتر تشخیص ہوتی تھی اور دانا نما بیدانشوں اور بیمناک دانایوں کے حوالہ ہوتے تھے شاید اس محفل میں بھی ہمارا کام یوں چل جائے مگر اس محقق حق جو بادشاہ کے روبرو شرمسار ہوکر گمنامی کے گوشہ میں بیٹھے اور جو خرد پژوہ دلیل کے بندہ تھے وہ گوشہ نشینی سے نکلکر سربلند ہوئے اور کل دین و مذہب و عقل کا پایہ بلند ہوا اور دانش اندوزوں کا ستارہ چمکا ۔ علمائے متعصب اور فقہائے متقلد کا کام دشوار ہوا ۔ وہ نقل آرائی اور چرب زبانی کے سبب اپنے تئیں حکماء کا سرآمد کہتے تھے ان کا پردہ فاش ہوگیا قلب کا رتبہ رلے کا گھر ہزاروں تہمت و بہتان کا گھر بن گیا ۔ ان کج منشوں شورش انگیزوں نے اس خداپرست بادشاہ کی نسبت لامذہبی کا الزام لگایا مگر بادشاہ باوجود سطوت ظاہری و باطنی کے اس گروہ کے پاداش کا درپے نہوا اپنی زبان اُن پر نفرین کرنے سے اور دل کو اُن سے نفرت کرنے سے باز رکھا اور اپنی خاطر کو اُن سے ملول نہیں کیا ۔

ایک رات کو عبادت خانہ کے اندر انجمن میں حقیقت کی روشنی چمک رہی تھی پادری ردلیف (ردلف) کہ نصاریٰ کے دانشوروں میں فہم و فطرت میں یکتا تھا ۔ اس علمی بزم میں نکتہ طراز تھا ۔ بعض تعصب اندیش نادرست مغالطہ آرائی اور پاسخ گوئی کرتے تھے محفل کی نور افزائی انصاف سے روشن ہوا کہ ان میں سے کوئی شاہراہ دلیل پر نہیں چلتا تھا وہی متقدمین کی مانی ہوئی باتوں کا تانا بانا بنتا تھا اور معیار حقیقت کی کشائش پر کوئی توجہ نہیں کرتا تھا قریب تھا کہ ایک بار پردہ روئے کار سے اُٹھ جائے شرمسار ہوکر اس گفتگو کو چھوڑ کر انجیل کی تحریف کے باب میں گفتگو کرنے لگے اس کے اثبات میں خصم ہوکر خاموش نہ کرسکے پادری نے اپنی آرمیدہ خاطر اور یقین بیدار دل سے کہا کہ حاشا یہ امور فروغ صدق نہیں رکھتے ۔ اگر واقع میں یہ گروہ ہماری کتاب کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے اور قرآن کریم کو کلام

ایزدکی خالص جانتا ہی تو چاہیئے کہ آگ روشن کی جائے ہم اپنی انجیل کو اور علما اپنے قرآن کو ہاتھ میں لیکر اس عیار گاہ راستی میں چلیں ہر یک اپنی رستگاری کو نشان حق جانے۔ سیاہ دلوں نے اس کا جواب متعصبانہ لجاجت کے ساتھ دیا۔ بادشاہ کو علما کی یہ شتر دلی اور بے آزرمگی ناگوار خاطر ہوئی اور اس کی نکتہ آرائی سے علم کی بزم نور آگیں ہوئی بادشاہ ہمیشہ ان باتوں میں دلاویز نکتے اور باتیں کہتا۔ اس نے ایک رات کو یہ بیان کیا۔ زیادہ تر خراب درون ظاہر آرائیوں کی ہمسر بانی سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ صورت آرائی اور حرف مسلمانی بغیر پذیرائی اندرونی کے فائدہ دیتی ہی اس سبب سے بہت سے برہمنوں کو بیم افزائی اور زور آوری سے اپنے بزرگوں کے دین میں لایا تھا مگر اب باطنی حقیقت کھلی تو علم کی روشنی میں یہ نظر آیا کہ آشوب گاہ اختلاف میں پندار کی تیرگی اور خود بینی کی تاریکی تہ پر تہ چڑھی ہوئی ہیں بغیر دلیل کی مشعل کے کوئی قدم نہ رکھنا چاہیے اور وہی روش سودمند ہوتی ہی کہ خرد کی صوابدید سے اختیار کی جائے۔ بادشاہ کے خوف سے کلمہ شہادت منہ سے پڑھنا اور ختنہ کرانا اور سر کو زمین پر رکھنا خداجوئی نہیں ہی ؎

طاعت آن نیست کہ بر خاک نہی پیشانی ۔ صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست

اس بادیہ خطرناک کا اول قدم یہ ہی کہ اپنی ہمت عالی اور فطرت والا سے اپنے نفس سے لڑے جو طرح طرح سے خودآرائی کرتا ہی اور اپنے خواہش و خشم کو بزور علم سلطان خرد کا فرمان پذیر بنائے اور اپنے دل کو ناستودہ خویوں سے خالی کرے ممکن ہی کہ برہان کی روشنی پردہ مغالطہ سے باہر نکال لائے اور حق پرست بنا دے جب سے دینداری کی حقیقت مجھے معلوم ہوئی تو ہم میں اپنے آئین پیشین کی نکوہش کرتا ہوں۔ جہاں کو تند باد بے تمیزی نے گھیر رکھا ہی مختلف مذہبوں کے آئین بیان ہوتے ہیں اور ان کی سنجیدگی بادشاہ کی محفل میں مذکور ہوتی ہی۔ بادشاہ کے نزدیک دورائی عامہ کی کچھ قدر نہیں وہ ہر مذہب میں جو پسندیدہ بات ہی تحسین کرتا ہی اور بارہا اس نے فرمایا ہی کہ آدمی وہ ہی کہ

انصاف کو اپنی راہ طلب کا پیش رو بنائے اور ہر گروہ کی جو بات پسندیدہ خرد ہو اس کو اختیار
کرے شاید اس سے وہ قفل جس کی کنجی گم ہو گئی ہے کھلجائے ۔ اس تقریب میں ہندی
نژادوں کی حقیقت گزینی کی ستائش اس نے اس فصاحت سے بیان کی کہ وہ وفاداری
کے لیے ان چار چیزوں مال و جان و ناموس و دین کو دیدیتے ہیں اور چار چیزوں کے سوا
دنیا میں کچھ اور نہیں ہے۔ اس ملک کی عورتوں کے ستی ہونے کی اس حالت میں بھی کہ اسکا
زمانہ ناکامی سے گذرا ہو روشن بیانی سے گزارش کر کے عبرت افزا ہوا۔

نصاریٰ کے پادریوں سے بادشاہ نے کہا کہ تمہارے دین میں عورت کا احترام داخل ہے
اور سوائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنی روا نہیں ہے اس لیے اگر وفاداری اور جانفشانی
اس گروہ کی عورتوں میں ہوتی تو چنداں تعجب نہ تھا۔ تعجب تو یہ ہے کہ برہمن اپنے مذہب کے
موافق کتنی ایک بیویاں کرتے ہیں اور ان میں بہت سی کم پروائی اور بے باکی اور قدرنشناسی
سے خلوت سرائے میں ناکام رہتے ہیں اور باوجود اس ہیچ زندگانی کے بھی وہ مشعلۂ دوستی
میں گرم اور ہمتائی ہوتی ہیں

بیت

سوزند ہم زعشق سیراب ہمچوں دو فتیلہ خوردہ یک تاب

بادشاہ کو مجتہد بنانا

۲۰۔ شہریور ماہ ۹۸۷ھ کو ایک انجمن کارآگہوں کی جمع ہوئی اور اس میں یہ قرار پایا
کہ بادشاہ امام وقت و مجتہد روزگار ہے پہلے علماء میں جو مختلفات ہیں ان کے باب
میں جو بادشاہ فیصلہ کر دے اس کو تسلیم کرنے میں سب لوگ خوشنودی ایزدی جانیں
ایک محضر اس مضمون کا تیار ہوا۔ مولینا عبداللہ سلطانپوری جس کا خطاب مخدوم الملک
تھا و شیخ عبدالنبی صدر نے کہ شیخ الاسلام تھا و غازی خاں بدخشی و حکیم الملک
اور اور بزرگ دانشمندوں نے اس پر اپنی مہر کی بادشاہ نے سنا تھا کہ ائمہ ہدیٰ اور
خلفائے راشدین منبر پر بیٹھکر خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اس عبادت کو کسی اور کے

پسند نہیں کرتے تھے اس لیے وہ منبر پر چڑھا اور اُس نے وہی اشعار فیضی کے جن کا بیان اوپر کیا ہی پڑہی۔

قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہی کہ ہمیشہ حق جو خدا کے بندوں کی نسبت نادان بیہودہ باتیں بنایا کرتے ہیں اور اپنے خزف ریزوں کو بیش قیمت جواہر جانتے ہیں اور اپنے سنگ سیہ کو شب چراغ روشنائی اور گیتی نمائے خداگانی جانتے ہیں بادشاہ کی نسبت بھی دانا نما نادانوں نے باتیں بنانی شروع کیں۔ ہر طرف ایک شورش ہوئی اور بدگوئی کی انجمنیں جمع ہوئیں۔ کسی طائفہ نے یہ کہا کہ بادشاہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بعض آدمی بادشاہ کی یک جہتی میں ایسے پیش قدم تھے کہ نصیر کے مشرب میں اور حسین منصور کے ذوق میں آنکر بادشاہ کو مظہر حق جانتے تھے۔ بادشاہ کا مذہب صلح کل تھا اس لیے اُس نے ان آشفتہ عقلوں کو سزا نہ دی۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ بادشاہ خدا کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ دین دنیا کے نئے نئے آئین ایجاد کرتا تھا اور پہلے لوگوں کی باتوں پر اعتراض کرتا تھا اور اُنہوں نے بادشاہ کو دیکھا تھا کہ برخلاف آئین کے اُس نے خطبہ پڑھا۔ بادشاہ ان سب باتوں کا تماشا دیکھتا۔ اپنی فراخ حوصلگی سے کچھ اُن کے گزند کے درپے نہوتا اور بار بار یہ کہتا کہ سبحان اللہ ان نادانوں کے دل میں یہ بات کیونکر آتی ہی کہ میں ایک امکانی حدوث آمود درماندہ طبائع الوہیت کا دعویٰ کروں وہ گروہ کہ ہادیان آفاق سے ہوا اور اُس نے اپنے اعجاز کی شگرف کاری دکھا کر نبوت کا اظہار کیا ہو۔ اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا ہو اور کئی دور ہو چکے ہوں کہ اس معنی نے پرورش پائی ہو اور وہ اب بھی افزوں ہوتا جاتا ہو تو میرے دل میں کب یہ خیال آسکتا ہی کہ میں ان میں ہوں۔ صورت پرست ظاہر نگاہوں کو معلوم نہیں یہ خیال کیوں سراسیمہ کرتا ہی۔ ملامت کشی وطنز پروری صافی دلوں کو فروغ دیتی ہی وہ ان تیرہ رایوں کی سرزنش نہیں کرتے ایک طائفہ کو یہ خیال تھا کہ بادشا

دین احمدی کو ناستودہ جانتا ہے اور اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ اپنی فراخ مشربی کے
سبب سے اور عموم مہر افزائی کی جہت سے اور ظل الٰہی ہونے کی وجہ سے گروہا گروہ آدمیوں
سے دوستی رکھتا تھا خصوصاً ہر کیش کے دانش اندیشوں کو اور ہر دین و مذہب کے ریاضت
اندوزوں سے ہمیشہ مطالب دینی و مقاصد حقیقی کے دلیل پوچھتا تھا مگر اُن کی بیدانشی
اور کم پژوہی سے جواب پسندیدہ کافی کبھی نہ پایا خصوصاً اس زمانہ میں کہ نصاریٰ کے فیلسوف
بادشاہ کی محافل میں آئے اور متفقہوں کی دار و گیر اور دانش گزاری کا زمانہ آیا دودمان
آگہی کے بدنام کرنے والے کہ حیلہ سازی سے باوجود علم نہونے کے اپنے تئیں دانشمند جتلاتے
ہیں سورش برپا کرنے لگے اور دادگری کے روز بازار ہونے سے اور تمیز کے ہنگامہ کے گرم
ہونے سے خجلت زدہ ہو کر نادانی کے جیب میں سر چھپانے لگے اور خلوت کدوں میں اپنے
دمسازوں سے کہنے لگے کہ ہم کو دین کا غم کھائے جاتا ہے اور بادشاہ وقت جانبداری
کے سبب سے ہمارے جواب کو نہیں سُنتا غرض بادشاہ پر انہوں نے یہ تہمت جھوٹی
تھوپی اُنہوں نے اس پر کچھ خیال نہیں کیا کہ وہ خاندان نبوت کا احترام اور بزرگ داشت
ایسی کرتا ہے کہ پہلے کسی بادشاہ نے کمتر کی ہوگی - بادشاہ کی توجہ سے بہت سے سادات
سعادت اندوز مراتب عالی اور مناصب والا پر سر بلند ہوئے ہیں اور ہمیشہ اُن کی
آرزوئیں برآتی رہتی ہیں اور بادشاہ نے منع کر دیا ہے کہ اس خاندان میں سے کوئی
اس کے قدموں پر سر نہ رکھے اور اس کے آستانہ پر ناصیہ فرسا نہو - ایک طبقہ نے
اپنی کج بینی اور بد نیتی سے بادشاہ کو کہدیا کہ تشیع سے دل اُس کا آلودہ ہوا ہے اور سادہ
لوح سینوں کو اُنہوں نے بھکا دیا اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ دونوں فریق کے
دلائل اپنی محافل میں سنتا اور ان دلائل میں سے جس کو راجح دیکھتا اُسے قبول کرتا ؎

بیانے کہ باشد بحجت قوی
زنا فرخی باشد ار نشنوی

بادشاہ کے دربار میں ایرانیوں کے اعتبار پانے سے یہ بدگمانی شیعہ ہونے کی اور زیادہ ہوگئی مگر اس کے ساتھ وہ تعصب کے سبب سے یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ تورانیوں نے بھی بزرگی پائی ہے ایک گروہ بادشاہ پر برہمن کیش ہونے کی تہمت رکھتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ اپنے فراخی حوصلہ کے سبب سے دانشمند برہمنوں کو اپنے قریب جگہ دیتا اور طوائف ہنود کا درجہ مصلحت ملکی کے لیے اور افزونی حقیقت کے واسطے بڑھاتا اور تمدن کی شائستگی کے واسطے اُن سے گرم خوئی کر کے عاطفت کرتا۔ ان شبہات کے تین سبب تھے۔ اول بادشاہ کی افزونی شناسائی کی وجہ سے اس کی بارگاہ میں ملل و نحل کے دانشوروں کا مجمع تھا اس وجہ سے کہ ہر راہیں کے ساتھ چند شائستگیاں ہوتی ہیں بادشاہ ان سے بہرہ یاب ہوتا تھا اور انصاف گزینی کی کثرت کے سبب سے وہ کسی طائفہ کے ہجو کرنے سے دوسرے طائفہ کی نکوئی پر پردہ نہیں ڈالنے دیتا تھا۔ دوم بادشاہ کی پیشگاہ میں صلح کل کے ہنگامہ نے رونق پائی تھی اور گروہا گروہ مردم مختلف الحال کامروائی صورت و معنی ہوتے تھے۔ سوم زمانہ کے تباہ سرشت کج گرا فرومایہ بادشاہ خیر سگالی سے تھوڑے عرصہ میں نادانی سے شرمسار ہو کر اپنی بیدانشی کے زمانہ کی چارہ گری کے لیے تگاپو کرنے لگے اور بہت شکنجہ ناکامی میں گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

ہم نے اکبر کا مذہبی خیال کوئی چھوڑا نہیں بلکہ بعض خیالات کو مکرر مختلف پیرایوں میں لکھا ہے اُن کو عبدالقادر بدایونی کی منتخب التاریخ اور ابوالفضل کی تصنیفات سے بالترتیب نقل کیا ہے اور کتابوں سے بھی اخذ کیا ہے۔

اکبر نے ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی اور ملا عبدالقادر کی تاریخ ۱۰۰۴ھ کے حالات پر ختم ہوئی ابوالفضل نے ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی اور اکبر کے مرنے سے پہلے اس کی آئین اکبری اور اکبرنامہ ختم ہوگئے بس اکبر کے مذہبی خیالات کے تغیرات کا ذکر آخر دس برس میں کسی مورخ نے نہیں لکھا۔

شہنشاہ اکبر کے خیالات مذہبی ہمیشہ بدلتے رہتے تھے معلوم نہیں کہ اس آخر دس سال میں اُن میں کیا تغیر و تبدل ہوا۔ جہانگیر کی توزک جہانگیری کا ترجمہ انگریزی زبان میں میجر پرائس صاحب نے کیا ہے۔ ترجمہ میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ شہنشاہ نے سب سے بڑے مولوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور کلمہ پڑھکر جنتی مسلمانوں کی طرح وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مگر اس مضمون کا کوئی فقرہ اس توزک جہانگیری میں موجود نہیں ہے جو سر ڈاکٹر سید احمد خاں بہادر نے ۱۲۸۱ھ میں چھپوایا ہے اکبر ایسا ہر دل عزیز تھا کہ عوام کو اس طرح مرنے کا یقین تھا جو اسلام کہ اُس کے زمانہ میں مروج تھا اُس نے اُس زمانہ میں ترک کیا تھا کہ اُس کی عقل میں قوت اور سلامتی وصحت تھی اگر اُس نے پیرانہ سالی میں پھر اپنے ایام طفلی کی اسلام پر مراجعت کی ہو تو اس میں تعجب نہیں ہے۔ اکثر مصلحان دین کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے اور بعض اوقات وہ صحیح ہوئی ہے کہ جب عقل میں بسبب کہن سالی کے ضعف آجاتا ہے تو وہ پھر اپنی ابتدائی حالت پر عود کرتی ہے اور ایام طفلی میں جو دل پر نقش جمے ہوئے تھے وہ پھر اپنا رنگ چمکا کے تازہ ہو جاتے ہیں اس لیے اکبر کے مرنے کا حال جو اس کے بیٹے جہانگیر نے تحریر کیا ہے غالباً وہ صحیح ہوگا۔ عبدالقادر بدایونی کی تحریر سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ اوّل شہنشاہ اپنے تئیں ان تمام حقوق کا مستحق سمجھتا جو بادشاہ کے خدا کی طرف سے مقرر ہیں بعد ازاں مجتہد بنا پھر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور پھر خدا بنا ہم نے ابوالفضل کی تحریر جو اوپر نقل کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکبر نے نہ کبھی خدا ہونے کا دعوی کیا نہ نبی ہونے کا۔ دونوں باتوں کے باطل ہونے کو خود اکبر کی زبانی بیان کیا ہے۔ وہ مجتہد اس معنی کر اپنے تئیں جانتا تھا کہ مسلمان قرآن شریف کی غلط بیانی شکر غلط کام کرتے ہیں مجکو خدا نے اس کے صحیح معنی سمجھانے کے لیے مقرر کیا ہے۔

بادشاہ کی طبیعت حق جو تھی وہ ہمیشہ حق کی تلاش کے سوالات کیا کرتا تھا۔ مگر کبھی اس کو جواب باصواب نہ ملا کہ وہ حق کو ایسا پاتا کہ اُس کے دل کی تسلی وتشفی ہوتی گو اس کا دماغ دل حق پژوہ ہو مگر وہ ایسا قوی نہ تھا کہ اس کو ہم اُن اعلی درجہ کے

حق پژوہوں میں شمار کریں جنہوں نے دنیا میں اپنی حق یابی سے حق پرستی کا ہزاروں دلوں میں نقش جما دیا۔

سب کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے بادشاہ علمائے متعصب آئین کے فتووں کے موافق مخالفان مذہب اسلام کو ایذا اور ضرر پہنچاتے تھے اور اس کو ہزاروں اجر اور ثواب کا منتج جانتے تھے بیگانوں سے ان جہالت کیشوں کے فتووں سے اخذ و جر زر و اموال و عیال و اطفال اعظم عبادات رب الارباب میں سے شمار ہوتی تھی مگر فی الحقیقت وہ اطاعت نفس و ہوا پرستی تھی اس بادشاہ نے کہ طریقہ معاش و معاد میں عقل خداداد رکھتا تھا صلح کل کا بساط بچھایا اور طوائف انام و طبقات خلائق کو یکساں شمار کیا اور اس نے کہا کہ خالق جہاں آرا نے مختلف المشارب و متنوع المذاہب پر اپنا در فیض کھولا ہے اس کا لطف عام سب پر شامل ہے بس بادشاہ پر کہ ایزد متعال کا سایہ ہے واجب و لازم ہے کہ وہ تخالف و تنازع دینی منظور نظر رکھے اور خدا کے بندوں کو ایک نظر سے دیکھے اور اپنی عنایت کے پرتو کو آفتاب کے نور کی طرح نیک و بد پر یکساں چمکائے اور ہندو مسلمان و گبر و ترسا اور مذہبوں سے صلح کل اختیار کرے اور کسی دین و مذہب میں تعرض نہ کرے۔ وہ اپنے قدیم دستور کے موافق پرستش کریں ؎

در حیرتم کہ دشمنی کفر و دیں چرا ست — از یک چراغ کعبۂ بتخانہ روشن است

ملانوں اور درباریوں نے جو مذہب کا مقابلہ کیا اس میں اکبر ہی غالب آیا مگر اس کا مذہب عوام الناس میں نہ پھیلا چند حکیمانہ طبیعت والوں اور لالچی ملانوں اور خوشامدی درباریوں کے سوا مذہب الٰہی کسی نے نہیں اختیار کیا۔ اکبر نے ان میں نہ اپنے مذہب پھیلانے کی سعی کی اور نہ اس کی اشاعت میں وہ اپنے اختیارات کو کام میں لایا نہ کسی کو مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ یہ مذہب الٰہی اس کا اتنا بھی نہ چلا کہ جیسا کہ کبیر پنتھیوں کا پنتھ چلا یا بعض اور فقیروں کا طریقہ جاری رہا اکبر کے مرتے ہی دین الٰہی بھی

اشاعت مذہب الٰہی

مرگیا۔ اس کے مذہب میں کوئی نئی بات نہ تھی فقط اس کا اصل اصول صلح کل اور توحید الٰہی
تھا اور وہ بقول عرفی یہ چاہتا تھا ؎

جہاں بانیک و بد عرفی بسر کن کز پس مردن
مسلمانت بزمزم شوید و ہندو بسوزاند

افسوس ہی کہ یہ مذہب ہندوستان میں شائع نہوا اگر وہ رواج پاتا تو اہل ہند کے سر پر تہذیب
کا تاج لگ جاتا۔

ابو الفضل نے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کا مباحثہ لکھا ہی وہ اور مسلمان مورخوں اور
خود پرتگیزی مورخوں کے خلاف لکھا ہی۔

گبن ایک مشہور نامور بے نظیر مورخ سلطنت روم کی تنزل کی تاریخ کا گذرا ہی۔ وہ
کچھ عیسائی مذہب کا ادب نہیں کرتا تھا ہمیشہ وہ اسلام کے مقابل میں عیسائی مذہب کی
توہین اس طرح کرتا جس طرح ابو الفضل مذہب اسلام کی توقیر اور مذہبوں کے مقابل
نہیں کرتا۔ اب ہم اکبر کے مذہب کی نسبت جو پرتگیزوں نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہی اور
اکثر اس کی نقل انگریزی تاریخوں میں ہوتی ہی اس کو لکھتے ہیں۔

پرتگیزوں نے جس طرح سے دربار اکبری میں اپنا آنا لکھا ہی اور وہ انگریزی تاریخوں میں نقل ہوتا ہی

اکبر کی سلطنت میں مغلوں کے دربار میں ایک فرنگستانی مشن مذہبی آیا۔ اگرچہ
اکبر خود کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا مگر اس کو دلی شوق تھا کہ وہ دنیا کے انسانوں کے
مختلف مذاہب کی تحقیق کرے اور اُن کی طرز عبادت اور اعتقاد ایمان سے
واقف ہو۔ جب اس نے سُنا کہ زمین کے بعد ایک بعید فاصلہ سے نئی طرح کے آدمی آئے
ہیں اور اُن کا مذہب ہندوستان کے کل مذہبوں سے نرالا ہی تو اس نے اُن کے
بلانے کا اور اُن سے بحث کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ایک خط گوا میں پرتگیزوں کو
لکھا کہ وہ اپنی مشنریوں کو مع اپنی شریعت کے کتابوں وانجیل کے یہاں بھیجدیں یہ اُن کا
اطمینان کر دیا کہ اُن کی بڑی خاطر کی جائے گی۔ اس زمانہ میں مغلوں کے نام سے خوف
کے مارے اہل فرنگ کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ مگر جو خدا پرست اس کام

کے واسطے منتخب کیے گئے۔ اُنہوں نے اس خوف کا کچھ خیال نہ کیا اور بید ہٹرک یہ فیصلہ کیا کہ ایسے کام کے لیے جس میں نتائج اعظم کی امید ہو خوف کے اندیشہ سے انکار کرنا نہیں چاہیئے۔۳۔ دسمبر ۱۵۷۹ء میں اے کوئے کوے وا۔ مون سوریٹ ان ریلوی کو لیس سورت کو روانہ ہوئے۔ جب مشنری سورت میں آئے تو اُن کے ساتھ بادشاہی سوار ساتھ ہوئے اول وہ دریا تاپتی سے اُترے پھر دریا، نربدا سے پھر مانڈہ میں وہ آئے جس کے پندرہ میل میں کھنڈرات دیکھنے سے یہ خیال اُن کو پیدا ہوا کہ دنیا کے بڑے شہروں میں سے یہ ہوگا پھر وہ اجین کے بڑے شہر میں آئے راہ میں انہوں نے بنیوں کے توہمات کو دیکھا کہ نہ وہ کسی جانور کو مارتے ہیں اور نہ کسی زندہ کو مردہ ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے ضعیف اور علیل بھائی بندوں کی تیمارداری میں غفلت کرتے ہیں مگر پرندوں اور حیوانوں کے واسطے انہوں نے بڑے بڑے دارالشفا تیار کیے ہیں ایک پرتگیزی کپتان نے روپیہ مارنے کی یہ ترکیب نکالی کہ وہ بہت سے کتوں کو جمع کر لیتا اور بنیوں سے کہتا کہ اگر اُن کے چھٹانے کے واسطے روپیہ نہ دو گے تو میں انہیں مار ڈالوں گا ہر شہر میں اُنہوں نے مختلف قد و قامت کے چھتریوں کے مینار دیکھے جو عورتوں کے ستی ہونے کی جگہ پر بنائے گئے تھے۔ مشنریوں کی صورت شکل لباس وضع پر کبھی لوگ طنز کرتے تھے اور کبھی بے تحاشا قہقہے لگاتے تھے مگر مغلوں کی حراست کے سبب سے کوئی اُن کو ستا نہیں سکتا تھا۔ بہت سے گنگا کے جاتری اُن کو بالکل بھدرا کیے ہوئے راستے میں ملتے تھے۔ ۱۹ فروری کو یہ مشنری فتحپور سیکری میں جہاں بادشاہ رہتا تھا آئے اُن کا استقبال سواروں اور شتر سواروں اور سانڈنی سواروں نے کیا فوراً وہ شہنشاہ اکبر کے روبرو پیش ہوئے وہ کہتے ہیں اکبر کا رنگ و چہرہ اہل فرنگ کا تھا اس کے بشرہ سے ذہانت و فراست برستی تھی عمر اس کی پچاس برس کی ہوگی اُس نے اُن کی تعظیم و تکریم کی اور اجناس و نقد اُن کو پیش کیا، تو انہوں نے لینے سے انکار کیا جس سے اُس کے دل میں اُن کی طرف نیک خیال پیدا ہوا۔ جب پادریوں نے

حضرت عیسیٰ کی تصویر صلیب پر چڑھی ہوئی پیش کی تو اُس نے اپنا بے تعصب ہونا اس طرح ظاہر کیا
کہ اُس کی تعظیم و تکریم اپنے مذہب اور عیسائیوں کے مذہب کے موافق کی اُس کے آگے سر جھکایا
گھٹنوں کو ٹیکا سجدہ کیا اور جب حضرت مریم کی تصویر جو زر و زیور سے آراستہ تھی پیش کی تو
بادشاہ کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور اُس کو وہ کہنے لگا کہ یہ ملکہ آسمان کی کیا اچھی شبیہہ ہے
پھر بائبل چار زبانوں میں پادریوں نے پیش کی تو بادشاہ نے اُسے چوما اور سر پر رکھا - پھر
بادشاہ نے مشنریوں سے درخواست کی کہ وہ علمائے اسلام سے مباحثہ کریں اس کو انھوں نے
قبول کیا اور وہ اس بات کو بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں کہ اُن کو اپنی دلائل میں کامل
فتحیابی ہوئی مگر اس کے ساتھ بمجبوری اُن کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ اُن کی دلائل نے اُن کے کوردل
مخالفوں پر کوئی اپنا اثر نہیں کیا - شہنشاہ نے ایسی باتیں بنائیں کہ جن سے اُن کو یہ امید نہ ہوئی
کہ وہ عیسائی ہو جائے گا - مدتیں گزر گئیں کہ اُس نے پادریوں کے ساتھ خوش خلقی کا برتاؤ
رکھا مگر اُن کو بہانے بتاتا رہا کبھی عیسائی ہونے پر ثابت قدم نہ رکھا - آخر کو بادشاہ کے
درباریوں میں سے ایک نے ان مشنریوں کو سمجھایا کہ ان کو بادشاہ کے عیسائی ہونے کی
توقع عبث ہے - بادشاہ تو فقط اس سے خوش ہوتا ہے کہ اُس کے دربار میں مختلف خصلت
اور رائے کے آدمی جمع ہوں خاص کر وہ لوگ جو قدیمی اور نرالے ہوں اُس کو ان کے مذہب
اختیار کرنے کا خیال ذرا بھی دل میں نہیں ہے بے شک بہت سے حالات جو اُنھوں نے
بیان کیے ہیں اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شہنشاہ فقط اُن سے اپنا دل بہلاتا تھا گو مسخرا نہ
بناتا ہو - شہنشاہ نے اُن سے کہا کہ مسلمانوں کا بڑا عالم یہ چاہتا ہے کہ وہ ہاتھ میں قرآن لیکر
جلتی بھٹی میں جائے اور اُس سے بغیر گزند اٹھائے اپنے مذہب کی راستی اور بزرگ عمدگی
ثابت کرے آپ کو بھی چاہیئے کہ اس طرح اپنی بائبل کی راستی کا ثبوت دیں یہ پادری جو
خرق عادات و کرامات کے قائل تھے وہ اس سوال سے نہایت متحیر و دق ہوئے پادریوں
نے یہ کہا کہ ہم نے متواتر مجلسوں میں اپنے دلائل کی راستی کو ثابت کیا اس کے بعد ہم اپنے تئیں

لیسے عقل کے خلاف اور مضر امتحان میں ڈالنا نہیں چاہتے پھر ایک دفعہ اور یہی قصہ پیش ہوا اور شہنشاہ نے کہا کہ پہلے مسلمانوں کا ملا آگ میں کودیگا بشرطیکہ اس کے بعد آگ میں ایک پادری اپنے جانے کا وعدہ کرے اور اُس نے یہ بھی اشارہ کیا کہ وہ فقط یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ پادری جو بہادرانہ دعویٰ کرتے ہیں وہ اس طرح اُن کو کیونکر ثابت کرتے ہیں - پادریوں نے بہت سوچ سمجھکر عاقلانہ اپنا عزم مصمم کیا کہ وہ اپنے ایمان و عقائد مذہبی کو اس مشتبہ امتحان میں نہ لائیں - جب شہنشاہ مایوس ہوا کہ یہ تماشا آگ اور انجیل اور قرآن کا دیکھنے میں نہیں آئے گا - اور نیز پادریوں کی باتوں کے سننے کا شوق بھی کم ہوگیا تو اس نے پادریوں سے ملنا بہت کم کردیا کابل اور بنگال کے فسادوں کے سبب سے بھی ان پادریوں کو وہ بالکل بھول گیا پادریوں نے بھی اپنی اقامت کو یہاں بیفائدہ جانا وہ مئی ۱۵۸۳ء میں الٹے گوا کو چلے گئے -

سنہ ۱۵۹۱ء میں بادشاہ نے پھر دوسری دفعہ مشن کی درخواست کی اس مشن پر بھی وہی واقعات گزرے جو پہلے مشن پر گزرے تھے ابتدا میں خوب آؤبھگت ہوئی پھر آخر میں اُس کی پوچھ گچھ نہ ہوئی وہ بہت دنوں یہاں نہیں ٹھیرے چار برس بعد پھر شہنشاہ نے اُن کو خط لکھکر بلایا اور اس میں بہت وعدے کیے اور کلمات شفقت آیات لکھے کہ تیسری دفعہ گورنمنٹ مشن کو بھیجکر میرے مسرور کرنے میں دریغ نہیں کرے گی اس وقت شہنشاہ لاہور میں تھا لاہور جانے میں مشن کو دریاؤں سے کھنبائت جانا اور بڑا مغربی جنگل طے کرنا پڑا کھنبائت کے قریب مشن نے بیس ہزار آدمیوں کو دیکھا کہ وہ گنگا کا اشنان کرنے جاتے ہیں جن کی سنجیدگی اور متین وضع سے پادریوں کے دلوں میں اُن کی نیکی کا خیال پیدا کیا ۲۰۰ لیگ کا سفر خشکی میں طے کرکے وہ ایک دل فزا دریا پر پہنچے اور وہاں سے دس لیگ طے کرکے لاہور میں آئے اس شہر کو وہ دلکشا اور جانفزا بتاتے ہیں دریا میں ایک جزیرہ تھا جس میں وہ شہنشاہ کے روبرو گئے وہاں اُن کا استقبال اچھی طرح ہوا حضرت مریم کی تصویر جو

نہایت خوبی سے آراستہ کی گئی تھی اور پہلی تصویر سے وہ زیادہ خوبصورت تھی بادشاہ کو نذر کی گئی اُس کی بادشاہ نے بہت تعریف کی مشنریوں کو بادشاہ کے عیسائی ہونے کی امید قوی اس سبب سے ہوئی کہ اُنہوں نے دیکھا کہ اس میں مذہب اسلام کی پاسداری ذرا نہیں ہے ۔ جب روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ مسجدوں میں سے روپیہ لوٹ لیتا ہے (یہ محض غلط لکھا ہے اس لیے کہ مسلمانوں کی مسجدوں میں کوئی خزانہ نہیں رہتا) مگر اس کے ساتھ اُن کو یہ مایوسی ہوئی کہ اُنہوں نے بادشاہ کو دیکھا کہ وہ آفتاب پرستی بڑی مشقت سے کرتا ہے اور حماقت سے اپنی ذات میں ایک قسم کی الوہیت جانتا ہے وہ ہر صبح کو جھروکے میں بیٹھتا ہے اور گروہا گروہ آدمی اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں بیماربچوں پر وہ دم کرتا ہے مشنری مشرقی تعظیم سے ناواقف تھے اس لیے انہوں نے غلطی کی کہ اس تعظیم کو عبادت جانا شہنشاہ اس وقت دکن کی مہم پر جاتا تھا وہ اس کے لشکر کے ساتھ کچھ دور گوا کی طرف گئے الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند میں اکبر کے مذہب کا خلاصہ یہ لکھتے ہیں کہ اُس کے مذہب میں خالص توحید تھی ۔ انسان کی ضعیف خلقت کے سبب سے اس نے اس توحید پر چند رسوم ظاہری کے اضافہ کی بھی اجازت دی تھی وہ حامی اس کا تھا کہ ہم پر لازم ہے کہ خدا کی عبادت اُس علم کے موافق کریں جو ہمکو اپنی عقل سے حاصل ہوا ہو عقل سے خدا کی وحدانیت اور رحمت کافی طور سے خوب ثابت ہوتی ہے خدا کی بندگی اور عاقبت کی مسرت کی تلاش اس طرح کرنی چاہیئے کہ آدمی اپنی نفسانی خواہشوں کو مارے اور ایسے کام کرے کہ جس سے انسان کا بھلا ہو اور ہم کو کوئی عقیدہ یا عمل و رسم وہ اختیار کرنی نہیں چاہیئے جو کسی آدمی نے بنائے اور بتائے ہوں کیونکہ اس میں بھی ہماری طرح سہو و غلطی و خطا بھول چوک کی قابلیت ہوتی ہے ۔ اگر یہ امر قطعی ضروری سمجھا جائے کہ ظاہری پرستش کے واسطے ایسی علامتیں اور نشانیاں مقرر کی جائیں جو انسان کے دل کو خدا کی طرف لے جائیں تو اس کے نزدیک یہ علامتیں آفتاب اور ستاروں اور آگ میں موجود تھیں

اکبر کے مذہب میں کوئی مرشد و پیر نہ تھا۔ عام عبادات کا طریقہ کوئی نہ تھا۔ کھانے پینے کی قید کچھ نہ تھی مگر پرہیز کرنا ایسا ضرور تھا کہ جس سے روح کو سربلندی حاصل ہو اس کا دستور تھا کہ آفتاب کو سلام بہت کیا کرتا تھا۔ صبح اور آدھی رات کو عبادت کیا کرتا تھا اور دوپہر کو سورج کی طرف دھیان گیان کرتا تھا۔ بادشاہ یہ عبادت اپنی رعیت کے تعصب کے سبب سے کیا کرتا تھا اس کو خود اس پر کسی اثر کا اعتقاد نہیں تھا ابوالفضل نے جو بارش کے لیے دعا کے باب میں لکھا ہے وہ ہم نے اوپر نقل کیا۔ اکبر حق رسوم کا مقید تھا اور وہ اوروں کو بھی ان کے پابند ہونے کی اجازت دیتا تھا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ ان کو وہ اپنے خیال میں مستحکم جگہ دیتا ہو۔ اکبر بالطبع زاہد عابد تھا۔ باوصف فلسفی اور عقل و حکمت پر چلنے کے وہ بہ نسبت اس مذہب کے جو اس کی عقل نے قائم کیا تھا زیادہ تر ایسے توہمات میں مبتلا تھا جن کو وہ جانتا تھا کہ ان کے سبب سے خدا سے قربت ہوگی۔ اسی وجہ سے پادریوں نے جو حضرت عیسیٰ اور جناب مریم کی تصاویر پیش کیں ان کی پرستش کی۔

امرائے دربار اکبری

اس شہنشاہ کی تاریخ کے ساتھ ضرور ہے کہ ہم ان امراء والا کے گروہ پر شکوہ بلند پایہ ہنرمند شناسا کا ذکر کریں جو اس کے دربار میں جمع ہوئے تھے۔ یہ بیان ایسی ستائش گری نہ ہو جو لوگوں کو گراں معلوم ہو اور یہ بھی نہ ہو کہ ان کی خوبیاں دکھائی جائیں اور برائیاں چھپائی جائیں اگرچہ ان دونوں باتوں کے بیان کرنے پر جرات کرنے کو یہاں کے لوگ شرم و حیا کے خلاف خیال کرتے ہیں مگر میں اس کو ایسا نہیں سمجھتا جو جیسا ہے ویسا بیان کرتا ہوں۔ ہم ان امرا کا بیان بہ ترتیب مناصب اول بیان کرتے ہیں مگر ان کا حال جو پہلے مہمات ملکی میں بیان ہو چکا ہے وہ فروگذاشت اس لیے کیا گیا کہ ایک بات کو مکرر لکھنا تحصیل حاصل ہے۔

دہ ہزاری (۱) شاہزادہ سلیم۔ جو سلطان اکبر کا بیٹا سب سے بڑا تھا اس کی سلطنت کے

بیان میں ہم نے جدا کتاب لکھی ہے۔

ہشت ہزاری

(۲) شاہزادہ سلطان مراد فرزند دوم شہنشاہ اکبر جس کا بیان پہلے اس اقبال نامہ میں لکھا گیا

ہفت ہزاری

(۳) شاہزادہ سلطان دانیال فرزند سوم اس کا حال بھی اقبال نامہ اکبری میں لکھا ہے۔

پنج ہزاری

(۴) سلطان خسرو۔ جو شہنشاہ جہانگیر کا بڑا بیٹا تھا اس کا حال جہانگیر نامہ میں لکھا ہے۔

(۵) میرزا سلیمان بن خان مرزا بن سلطان محمود بن ابوسعید۔ (۶) میرزا ابراہیم پسر مرزا سلیمان ان مرزاؤں کا حال مہمات بدخشان میں اچھی طرح بیان ہوا۔ (۷) شاہرخ پسر ابراہیم۔

شہنشاہ اکبر نے ۱۰۰۳ھ میں مرزا شاہرخ سے اپنی بیٹی شکر النسا بیگم کا نکاح کیا اور اس کو مالوہ کا حاکم مقرر کیا۔ مالوہ اور دکن میں جو جو کام اُس نے کیے وہ اقبالنامہ میں ہم نے بیان کیے ہیں۔ اکبر کے آخر عہد میں اس کو منصب ہفت ہزاری کا عنایت ہوا اور وہ جہانگیر کے عہد میں بھی قائم رہا۔ ۱۰۱۶ھ میں اجین میں اس کا انتقال ہوا اور شہر کے باہر دفن ہوا۔ کابلی بیگم کہ مرزا محمد حکیم کی دختر تھی اور اُس کی زوجہ تھی وہ نعش کو لیکر حجاز روانہ ہوئی کہ مدینہ منورہ میں دفن کرے مگر بدوؤں نے اسے لوٹ لیا نعش کو مکاری کی جماعت کو سپرد کر کے مدینہ بھیجا اور خود بصرہ میں آئی اور وہاں سے شیراز گئی۔ الہ وردی خاں حاکم فارس نے اس کا اعزاز و احترام کیا اور اصفہان بھیجا ۱۰۲۲ھ میں شاہ عباس ماضی وارائے ایران نے اس کا نکاح مرزا سلیمان علی مکحول اپنے چچا سے کر دیا۔ لیکن ان دونو میاں بیوی میں سلوک نہ ہوا۔ جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے کہ اگرچہ دنیا میں کوئی بے حقیقت زیادہ بدخشی سے نہیں ہوتا مگر مرزا شاہرخ بدخشی سے نہیں معلوم ہوتا تیس سال سے ہندوستان میں ہے مگر اصلا ہندی زبان نہیں جانتا۔

اس کی رحلت کے وقت چھ بیٹے اس کے تھے (۱) حسن و حسین دو بیٹے توام تھے خسرو کے ہمراہ حسن بھاگا تھا کہ دوسرے روز جہانگیر نے دستگیر کر کے قید کیا (۲) مرزا سلطان اس کو جہانگیر بہت عزیز رکھتا تھا اس سے اپنی بیٹی بیاہنی چاہتا تھا کہ محل کے لوگون نے عرض کیا کہ اس کے گھر مین بیویان اس کی بہت ہین جب اس سے پوچھا تو اس نے پادشاہ کے قدم کی قسم کھا کے انکار کیا خواجہ سرا اُس کے گھر مین جا کر اس کی بیویون کو لے آئے سبب سے وہ پایۂ اعتبار سے گر گیا غازی پور مین اس کی جاگیر مقرر ہوئی اور وہین مر گیا (۳) مرزا بدیع الزمان معروف مرزا فتحپوری وہ جہانگیر کے عہد مین بخشی دکن ہوا بعد از ان پٹن گجرات مین جاگیر پائی وہ مشت استخوان شرارت اور فتنہ سے بھرا ہوا تھا۔ یہان تک بھائیون کو تنگ کیا کہ اس کو پٹن مین انہون نے قتل کر ڈالا اس کی مان پادشاہ کی حضور مین فریاد لے کر آئی مگر جو خون کے مدعی ہونے کا حق تھا وہ نہ ادا کر سکی۔ اس کے بھائی کچھ دنون محبوس رہے (۴) مرزا مغل کے گھر مین داراب خان کی بیٹی تھی اور بیسواڑہ مین پرگنہ سمکار جاگیر مین رکھا تھا (۵) مرزا محمد زمان بدخشان مین جاگیر رکھتا تھا اوزبکیہ کی شورش مین اس کا روزگار ختم ہوا۔ مدتون تک جعلی محمد زمان اوباشون کی دستاویز شورش تھی (۶) مرزا شجاع کو شاہ جہان کے زمانہ مین بڑا اعزاز حاصل ہوا اور اسے نجابت خان کا لقب اس کو دیا۔ جہانگیر اپنی توزک مین لکھتا ہے کہ مرزا شاہرخ کے چار بیٹے اور تین لڑکیان جو میرے باپ پر ظاہر نہین کئے گئے تھے میرے پاس آئے مین نے لڑکون کو اپنے بندہائے معتبر کے حوالہ کیا اور لڑکیون کو محل کے خدمہ کے سپرد کیا کہ ان کی محافظت مین قیام و اقدام کرین۔

(۸) مرزا مظفر حسین پسر سلطان حسین ولد بہرام مرزا ابن شاہ اسمٰعیل صفوی ۹۶۵ھ مین شاہ طہماسپ صفوی کے تصرف مین قلعہ قندھار آیا اس نے قندھار اور زمین داور و گرم سیر کو آب ہیر مند تک اپنے بھتیجے سلطان حسین مرزا کو دیا۔ بیس برس تک وہ اپنے چچا کے سایۂ عاطفت مین رہا اور ۹۸۴ھ مین شاہ اسمٰعیل ثانی ایران کا پادشاہ ہو گیا تو سلطان حسین کی طرف سے وہ متوہم اور وسوسہ ناک تھا وہ بنی اعمام کے قتل کو مرکوز خاطر رکھتا تھا مگر قوہ سے فعل مین

نہین لایا سلطان حسین کا انتقال ہوا تو وہ ان اپنے رشتہ دارون کی جانستانی کے درپے ہوا سلطان حسین کے پانچ بیٹے تھے ان مین سے محمد حسین مرزا ایران گیا تھا مقتول ہوا۔ باقی چار بھائیون کی جان لینے کے واسطے شاہ قلی سلطان کہ حاکم قندھار مقرر ہوا تھا مامور ہوا اُس نے بداغ بیگ کو ان بے گناہون کی جان لینے کے لئے بھیجا صبح کو اس نے ان کی جان لی ہوتی کہ ناگاہ پادشاہ ایران کے مرنے کی خبر آئی جس نے ان کی جان بچائی جب ایران کا پادشاہ خدابندہ ہوا تو اس نے منظفر حسین مرزا کو جو سب بھائیون مین بڑا تھا قندھار کی حکومت دی اور زمین داور کنارہ ہیلمند تک اس کے دوسرے بھائی رستم مرزا کو تفویض کی اور باقی دو بھائیون ابو سعید مرزا اور سنجر مرزا کو اس کے ساتھ کیا اور حمزہ بیگ ذوالقدر مشہور کور حمزہ کو کہ سلطان حسین کا وکیل تھا ان مرزاؤن کے ساتھ کیا حمزہ بیگ نے ایسا استیلا پایا کہ مرزائیون کی حکومت برائے نام تھی منظفر حسین مرزا نے تنگ ہو کر حمزہ بیگ کا قصد کیا چند دفعہ صلح و جنگ کے بعد منظفر حسین نے وکیل حمزہ بیگ کو محمد بیگ کی اعانت سے مار ڈالا محمد بیگ کو مرزا نے وکالت کا امیدوار کیا تھا اس سبب سے مرزا رستم نے قندھار پر حملہ کرنے کا قصد کیا مگر منظفر حسین مرزا کی کمک اس کے خسر ملک محمود سیدی نے کی اس لئے رستم سے کچھ کام نہو سکا اور زمین داور کو چلا گیا منظفر حسین مرزا متلون مزاج تھا۔ محمد بیگ بھی آزردہ خاطر ہو کر سیستان کو چلا گیا۔ ملک محمود سے لڑ کر شکست پائی بلکہ محمود نے یہ آدمیت کی کہ مرزا کو گھر مین اُتارا اور اس کے سبب سے محمد بیگ نے عذر خواہی کر کے مرزا کو قندھار مین طلب کیا مرزا نے فرصت پا کر محمد بیگ کو مار ڈالا اور خود مستقل حاکم قندھار ہو گیا۔

خراسان کے امرا اوزبکیہ نے خصوص دین محمد سلطان اور باقی سلطان خواہر زادہ عبداللہ خان والی توران سے کہ خراسان کی تسخیر کے لئے مامور تھے انہون نے مکرر قندھار کی حدود مین افواج بھیجی اور مرزا سے آویزشین کین اوزبک کی سپاہ کو شکست ہوئی لیکن اس کے نہیب و غارت سے کبھی امن نہ ہوا۔ اوزبکون کی لڑائیون مین چونکہ اکثر اعیان و عمدہ قزلباش مارے گئے تھے شاہ ایران نے مدد و اعانت کے وعدے کئے مگر

بعد ازان

کبھی ان کو پورا نہ کیا کہ دفعتہً ہندوستان کی فوج کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی تو لوگ سراسیمہ ہوئے۔ رستم مرزا ہندوستان مین گیا تھا اور اس کو صوبۂ ملتان تفویض ہوا تھا اس سے اور بہرا س ہوا اس لئے مرزا نے ہند کا قصد کیا ہرچند عبداللہ خان نے استمالت نامہ لکھا کہ ایرانیون اور تورانیون کی عداوت قدیم سے چلی آتی ہے لیکن اس وقت تم ہم سے کچھ نہ ڈرو اور زمین اپنا ملک موروثی خیتائیون کو نہ دو مرزا نے اس کو آلودی پر محمول کیا اس زمانہ مین مظفر حسین کے باپ کا ایک نوکر قدیمی قرابیگ جو ہندوستان کو بھاگ گیا تھا اور اکبر نے اس کو فراش بیگی مقرر کیا تھا وہ قندھار مین آیا اور دولت خواہی کے پردہ مین اس نے مظفر کی مان اور اس کے بڑے بیٹے کو اس پر راضی کر لیا کہ عنقریب قندھار کا الحاق ہندوستان سے ہو جائے۔

شہنشاہ اکبر نے شاہ بیگ خان ارغون حاکم بنگش کو لکھا کہ ایلغار کر کے قلعہ قندھار پر متصرف ہو اور مرزا کو یہان بھیجدے جب شاہ بیگ قندھار مین داخل ہوا تو مرزا لشکر آراستہ کر کے باہر آیا مگر مرزا اپنی اس حرکت سے پشیمان ہوا اور شاہ بیگ خان کو کہلا بھیجا کہ آپ باہر آ کر میرے مہمان ایک دن ہو جئے مجھے سوا خر مین کچھ باتین کہنی ہین۔ غرض اس کی یہ تھی کہ قلعہ مین چھپ کر عذر خواہی کرے۔ شاہ بیگ ایک مرد کہنہ اور کاردان سپاہی تھا بھلا وہ اس کام کو کہ آسانی سے ہو سکتا تھا کب دشواری مین ڈالتا اس نے یہ عذر کیا کہ نیک ساعت مین داخل ہوا ہون اس لئے باہر آنا مناسب نہین جانتا جو کچھ آپ کو کہنا ہو مراسلات کے ذریعہ سے لکھیئے ناچار سنہ ۱۰۰۳ھ مین مرزا مع چار بیٹون بہرام مرزا۔ مرزا حیدر۔ القاس مرزا۔ طہماس مرزا ہزار قزلباشون کے ساتھ شہنشاہ اکبر کی خدمت مین آیا اس نے فرزند کا خطاب و پنج ہزاری منصب پایا اور اقطاع سنبل کہ قندھار سے کہین بڑی تھی اس کو ملی لیکن زمانہ کے مزاج سے مرزا کم آشنا تھا اور معاملہ نافہم تھا اس نے اپنے کام مین سہل انکاری اور بے پروائی ایسی کی کہ آزمند ستمگرون کو اپنا کام سپرد کیا رعایا بار بار اور کچھ سوداگر دادخواہ ہوئے

مرزا کو تنبیہ کی گئی مگر سود مند نہ ہوئی آخرکار دوری سے ایسا تنگ دل ہوا کہ حجاز کی رخصت مانگی وہ قبول ہوئی پھر کچھ دنون بعد پشیمان ہوا شہنشاہ نے پھر اسکو اقطاع و منصب بحال کردیا پھر سنہ ۲ الٰہی مین مرزا کے آدمیون کے ظلم کی شکایت ہوئی کہ وہ موقوف ہوا اور نقدی اس کی مقرر ہوئی۔ مرزا حجاز روانہ ہوا مگر اول ہی منزل سے واپس چلا آیا شہنشاہ کی ملازمت کی مگر پھر اس نے اس کی خبر کچھ نہ لی پایۂ اعتبار سے وہ ساقط ہوا اور ہر روز زیادہ خفیف ہوتا جاتا تھا مرزا ہندوستان کی کسی چیز سے خوش نہ ہوتا تھا۔ سادہ لوحی سے کبھی ایران کا ارادہ کرتا تھا کبھی حجاز کا۔ روحانی غصہ و رنج کے سبب سے امراض جسمانی مین گرفتار ہوا سنہ مین انتقال کیا جہانگیر سنہ جلوس مین اس کی لڑکی سے شاہزادہ سلطان خرم مخاطب بہ شاہجہان سے نکاح ہوا قندھاری محل وہ مشہور ہوئی سنہ ۱۰۲۰ مین نواب پرہیز بانو بیگم اس سے پیدا ہوئی اس کے بیٹون مین سے بہرام مرزا اور حیدر مرزا اور اسمٰعیل مرزا ہندوستان مین آئے اور حیدر مرزا شاہجہان کے عہد مین بلند مرتبہ پر پہنچا اور سنہ ۱۰۴۱ مین مرگیا اور بہرام مرزا کا بھی درجہ بلند ہوا۔

(۹) مرزا رستم صفوی مظفر حسین قندھاری کا بھائی عمر مین چھوٹا مگر عقل و فہم مین بڑا تھا۔ پہلے لکھ چکے ہین کہ سلطان محمد خدابندہ دارائے ایران نے قندھار مظفر حسین کو اور زمین داور رستم مرزا کو تفویض کی تھی جس مین اس کے بھائی ابوسعید مرزا و سنجر مرزا بھی شریک تھے مگر یہ ملک ایسا حقیر تھا کہ مرزا کی اور اس کے بھائیون کی معاش کو وفا نہین کرتا تھا اس لئے اس نے ملک محمود حاکم سیستان پر حملہ کیا کہ اس کے ملک کو اپنے ملک پر اضافہ کرے اول مظفر حسین نے اس کی مدد کی مگر اس نے آویز و ستیز کے بعد ملک محمود کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس کا طرفدار ہوگیا اس سبب سے دونو بھائیون مین رنجش و کلفت ہوگئی۔ مرزا رستم نے حمزہ بیگ للہ (محافظ) کی اعانت سے قندھار پر مکرر لشکر کشی کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اندنون خراسان پر اوزبک حملہ کر رہے تھے مرزا نے فراہ کو جا کر فتح کیا اور کئی دفعہ اوزبکون سے لڑ کر لوائے مردانگی اور شجاعت بلند کیا پھر اس نے سیستان کی فتح کا

ارادہ کیا اور اس پر یلغار کرکے چڑھ آیا۔ ملک محمود نے بعد تحصن اور لوازم قلعہ داری کے مرزا کی ملاقات کی اور مراسم خدمت بجالایا مگر مرزا کو نہ خردون کے بہکانے سے ایسا عالم مستی مین مغرور ہوا کہ ملک محمود کو محبوس کیا۔ گو اس کے بیٹے جلال الدین نے ایک جماعت کو فراہم کرکے لڑنے کا قصد کیا اس نے مرزا ملک محمود کو مار ڈالا مگر جلال الدین کا مقابلہ نہ کرسکا اس لئے دادر کو بھاگ کر آیا دشمن نے اُس کا تعاقب کیا اور مرزا کو شکست دی پھر خلق کی نظرون مین اس کی وقعت کچھ نہ رہی بڑا بھائی اس کا منتظر فرصت تھا اس نے غلبہ کرکے زمین دادر کھو لے لیا رستم مرزا نے تیزی کرکے قلات کو لے لیا ایک دن وہ شکار کو گیا تھا کہ لوگون نے چاہا کہ قلات قابض ہون۔ مرزا کی مان نے قلعہ داری کی لیکن کسی نمک حرام نے اس ضعیفہ کی طرف بندوق چھوڑی جس سے وہ مرگئی۔ اگرچہ مرزا نے بہت آدمیون سے انتقام لیا اور ان کو مار ڈالا مگر اس نے اوضاع زمانہ کو حسب لخواہ نہ دیکھا تو ۱۰۰۱ھ مین ہندوستان مین وہ مع اپنے بھائی سنجر مرزا اور چار بیٹون مراد۔ شاہرخ۔ حسن۔ ابراہیم کے آیا۔ شہنشاہ اکبر نے اس کو پنجہزاری کا منصب عطا کیا اور اقطاع ملتان اور بلوچستان کے بہتسے پرگنے تفویض کئے جو قندھار سے کہین بڑے تھے بعد ازان علم و نقارہ بھی عنایت ہوا۔ مرزا کے آدمیون نے ملتان مین دادوستد کو اعتدال سے بڑھایا تو ۱۰۰۳ھ مین چتوڑ کی جاگیر اس کے لئے مقرر کی گئی مرزا اس طرف جاتا تھا کہ کسی وجہ سے پادشاہ نے اُسے سرہند سے بلالیا۔ راجہ باسو اور شمالی کوہسار کے زمیندار سرکش ہورہے تھے اس لئے ۱۰۰۴ھ الٰہی مین مرزا کی تیول مین پٹھان مقرر کرکے ان حدود مین بھیجا اور آصف خان کو اس کی یاوری کے لئے ہمراہ کیا مگر ان دونو مین ناسازی ہوئی راجہ باسو نے مئو کو استوار کرکے نخوت فروشی کی پادشاہ نے جگت سنگھ پور راجہ مان سنگھ کو وہان بھیجا اور مرزا کو اپنے پاس بلاکر ۱۰۰۶ھ مین رائے سین اور اس کے حوالی مین جاگیر مقرر کی اور وہان بھیجدیا پھر اس نے مرزا دانیال کے ماتحت دکن مین خدمات کین ۱۰۲۱ھ مین جہانگیر نے اُس کو ٹھٹھہ کا حاکم مقرر کیا مگر اس سببسے کہ اُس نے ارغونیون کے ساتھ بدسلوکی کی وہ معزول

ہوا جہانگیر نے اس کی لڑکی سے شاہزادہ پرویز کا نکاح کیا منصب شش ہزاری عنایت کیا اور
الہ آباد کا صاحب صوبہ بنایا جب شاہجہان نے بنگال اور بہار کو مسخر کیا ہے تو عبد اللہ خان
قصبہ جھوسی مین الہ آباد کے مقابل گنگا کے دوسری طرف لشکر آرا ہوا۔ مرزا قلعہ مین متحصن ہوا
عبد اللہ خان پاس سامان خوب تھا توپ و تفنگ مارتا ہوا دریا سے گذر کر شہر مین آیا۔ ہر چند
رومی خان میر آتش شاہی وعدہ کرتا تھا کہ تھوڑی دیر مین قلعہ مفتوح ہوتا ہی مگر عبد اللہ خان کو
ایسا بیجا اضطراب ہوا کہ وہ جھوسی مین چلا گیا کچھ دن نہ گذرے تھے کہ بادشاہ کی آمد آمد کا
آوازہ بلند ہوا۔ مرزا محنت سے چھوٹا اور آسائش و آرام مین پڑا۔ اکیسوین سال مین بہار کی
صوبہ داری پر تعین ہوا اور شاہجہان کے اول سال جلوس مین حکومت بہار سے معزول ہو کر
بادشاہ کی خدمت مین آیا بوڑھا بہت ہو گیا تھا اور نقرس کا عارضہ تھا اس لئے نوکری کی
تکلیف سے معاف کیا گیا اور ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ اس کا وظیفہ مقرر ہوا۔ فراغت سے آگرہ میں
زندگی بسر کرتا تھا سنہ ۶ جلوس مین شاہزادہ محمد شجاع کی شادی مرزا کی بیٹی سے ہوئی **مصرعہ**
مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد۔ تاریخ ہے۔ آگرہ مین ۷۲ برس کی عمر مین ۱۰۵۱ سنہ مین جہان سے مرزا
رخصت ہوا کہتے ہین کہ جب مرزا مرنے کو ہوا تو آگرہ کے متصدیون نے چاہا کہ ضبط اموال کرین
تو مرزا نے اپنی عمدہ عمدہ لونڈیون کو لباس مردانہ پہنا کر تفنگ ہاتھ مین دی اور آمادہ جنگ ہوا
اور کہا کہ وہ ہمارے ساتھ اور امرا کی طرح سلوک نہین کر سکتے۔ متصدیون نے احتیاطا
بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے سوائے ہاتھیون کے سب اسباب معاف کر دیا۔ مرزا مرد دنیا
تھا۔ زمانہ کے مزاج سے خوب آشنا تھا اپنے بڑے بھائی کی نسبت زیادہ ضابطہ دان تھا۔
شاعر تھا فدائی تخلص تھا یہ رباعی اس کی ہے۔

رباعی

ہر چند دلم بساط ایمانی را	کج باختہ ام نزد خدا دانی را
ابروے نبی قبلۂ خود ساختہ ام	بر طاق نہادہ ام مسلمانی را

(۱۰) بیرام خان خانخانان۔ ترکمان قراقوئیلو ترک کی اعاظم طوائف مین سے بہارلو ایک قبیلہ ہے اور علی شکر بیگ بہارلو تک تین واسطہ سے بیرام خان پہنچتا ہے جب قرا یوسف اور اس کے بیٹون قرا اسکندر و مرزا شاہ جہان کے سلسلہ دولت کا ارتفاع تھا تو عراق عرب و آذربائجان مین ان کی سلطنت تھی اور علی شکر بیگ پاس ولایت ہمدان و دینیور و کردستان اقطاع مین تھی اب تک یہ ولایت قلمرو علی شکر مشہور ہے۔ قراقوئیلون کے استیصال مین پادشاہ اقاقوئیلو مصروف ہوا۔ اور حصار شادمان مین آیا تو سلطان محمود مرزا پاس علی شکر کا بیٹا پیر علی ہندرہ روز مقیم رہا اور پھر فارس کو چلا گیا اور حاکم شیراز سے لڑا اور ہزیمت پائی اور انہین دنون سلطان حسین مرزا کے آدمیون کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ بعد ازان اُس کا بیٹا یار علی بیگ نے شاہ اسمٰعیل صفوی کے عہد مین عراق سے نکل کر بدخشان مین سکونت اختیار کی اور وہان سے امیر خسرو شاہ پاس قندز مین گیا اور بعد اُس کی انقضاء دولت کے اپنے بیٹے سیف علی بیگ کے ساتھ بابر پادشاہ کا ملازم ہوا۔ بدخشان مین سیف علی بیگ کے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام بیرام خان رکھا۔ باپ کے مرنے کے بعد وہ بلخ مین گیا اور یہان تحصیل علم کی اور سولہ[۱۶] برس کی عمر مین جنت آشیانی (ہمایون کی خدمت مین آیا اور روز بروز اس پر عنایت زیادہ ہوتی گئی اور مصاحبت و امارت پر نوبت آئی اُس کا باقی سب حال شگرف نامہ ہمایون اور اقبال نامہ مین مفصل لکھا ہوا ہے۔ باقی یہ حال اور ہے۔

بیرام خان شعر مین بہت درست سلیقہ تھا اور قصائد غزا کہتا تھا استادون کے اشعار مین دخل بجا دیتا تھا ایسے اشعار جمع کئے جن مین دخل دیا تھا اور اس مجموعہ کا نام دخلیہ رکھا بیرام خان جب قندھار مین تھا تو ہمایون نے اس کو یہ رباعی لکھی تھی۔

رباعی

اے آنکہ انیس خاطر محزونی ۔۔۔ چون طبع لطیف خویشتن موزونی
بے یاد تو من نیم زمانے ہرگز ۔۔۔ آیا تو بیاد من محزون چونی

بیرام خان نے یہ جواب لکھا۔

رباعی

ای آنکہ بذات سایۂ بیچونی	از ہرچہ ترا وصف کنم افزونی
چون میدانی کہبے توچون میگذرد	چون می پرسی کہ در فراقم چونی

کہتے ہین کہ ایک رات اس سے بادشاہ مخاطب تھا کہ اس کو غفلت آگئی بادشاہ نے کہا کہ مین تجہہ سے باتین کرتا ہون تو وہ متنبہ ہوکر بولا کہ مین بھی حاضر ہون لیکن مین نے سنا ہے کہ ملازمت سلاطین مین جسم کی اور درویشون کی خدمت مین دل کی اور علمار کے آگے زبان کی پاسبانی کرنی چاہیئے مین اس فکر مین تھا کہ حضرت مین یہ تینون باتین جمع ہین مین کس کس کی نگہبانی کرون بادشاہ اس لطیفہ سے بہت خوش ہوا اور تحسین کی۔ طبقات اکبری مین لکھا ہے کہ بیرام خان کے پچیس ملازم پنجہزاری کے منصب پر پہنچے اور صاحب علم و نقارہ ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمدہ آدمیون کے انتخاب کرنے مین اس کو کیسا ملکہ تھا سچ یہ ہے کہ بیرام خان فضل و کمال و صلاح و تقوی و ہمت و کرم سے آراستہ تھا مدبر و شجاع کاردان قوی دل تھا اس نے خاندان تیمور پر اپنے بڑے بڑے حق ثابت کیئے تھے اس تخلل ایام مین کہ ابھی سلطنت کا انتظام نہین ہوا تھا کہ ہمایون مرگیا اور بادشاہزادہ خورد سال نا تجربہ کار کے پاس پنجاب کے سارا ملک تصرف سے نکل کر افغانون کے پاس تھا اور دعوی سلطنت کے لئے ایک گروہ انا لاغیری کا لوا بلند کرتا تھا اور ہر گوشہ مین کنارہ مین واقعہ طلب مخالفت کا نقارہ بجا رہے تھے اور امرار چغتائیہ کہ ہندوستان کی اقامت کا دل سے ارادہ نہین رکھتے تھے کابل جانے کے لئے مشورہ کرتے تھے مرزا سلیمان نے کابل مین اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا بیرام خان ہی کی جگرداری اور ثبات پائی و حسن تدابیر و فکر صائب سے آخر فتح بجو آمد سلطنت کو استقرار ہوا اکبر بادشاہ نے بھی طرح طرح کی دلجوئی و نوازش کے ساتھ کل مہمات اس کو تفویض کین اور قسمین کھا کر کہا کہ جو کچھ مناسب و صلاح کار ہو

عمل مین لائے اور مداہنت اور کسی کی مراعات منظور نہ رکھے اور کسی کی ملالت سے نہ ڈرے اور یہ مصرع پڑھا ع دوست کو دوست شود ہر دو جہان دشمن باش جب روز بروز اس کا تسلط اقتدار بڑھتا گیا حسد پیشہ ناتوان بینون کے دلون مین خار چبھتا گیا جھوٹی سچی باتین لگا لگا کے پادشاہ کا دل اُس سے پھیر دیا۔ خانخانان بھی اپنے اقتدار اور استقلال مین دوسرے کو چشم اعتبار سے نہ دیکھتا تھا اس کی خویشتن و حب جاہ نے روز بد دکھایا اور مہالک و آفات مین پھنسایا سچ ہے حب الدنیا راس الخطا۔

(۱۱) منعم بیگ خان خانخانان۔ یہ جنت آشیانی کے امرار دولت مین سے تھا اس کے باپ کا نام بیرام بیگ ہے وہ مجہول الحال۔ جب ہمایون پادشاہ کے پاس سے بھاگنے کا اور اکبر کے پاس سے بھی فرار ہونے کا حال اور مہمات ممالک شرقیہ مین اس کا ذکر مفصل بیان کیا گیا۔

(۱۲) تردی بیگ خان ترکستانی۔ وہ ہمایون کے قدیم خدمت گذارون مین تھا۔ ہمایون اور اکبر کی سلطنت مین جو اس نے کام کئے وہ سب بیان ہوئے۔

(۱۳) خان زمان علی قلی۔ اس کے باپ کا نام حیدر سلطان اوزبک شیبانی تھا۔ جام اور قزلباش مین جو لڑائی ہوئی تھی اس مین اس نے امارت کا درجہ پایا تھا جب ہمایون پادشاہ نے عراق سے مراجعت کی ہے تو وہ مع اپنے دو بیٹون علی قلی اور بہادر کے اسکی ملازمت مین آیا تھا قندھار کی تسخیر مین اس نے بہت سے کام کئے تھے۔ جب پادشاہ کابل آیا تو راہ مین اس کے لشکر مین وبا آئی جس مین حیدر سلطان مر گیا علی قلی خان نے کابل مین اور ہندوستان کی فتح مین کارہائے نمایان کئے۔ شگرف نامہ اقبال نامہ مین اس کے کامون کا اور بغاوت کا اور مارے جانے کا حال مفصل لکھا ہے۔

خان زمان امرائے پنجہزاری مین نامور اور صاحب شکوہ تھا ہمت وجود و سپاہ گری و سرداری مین ممتاز تھا اگرچہ وہ اوزبک تھا مگر اس نے ایران مین نشو و نما پایا تھا اور اس کی مان ایرانی تھی اس لئے اس کا مذہب امامیہ تھا اور وہ ذرا تقیہ نہین کرتا تھا طبع اس کی موزون تھی اور سلطان تخلص کہتا تھا۔ زمانیا جہان ایسٹ انڈین ریلوے کا اسٹیشن ہی اس کا آباد کیا ہوا ہے۔

(۱۴) عبد اللہ خان اوزبک۔ یہ ہمایون بادشاہ کے امرا مین سے تھا ہیموں کی شکست کے بعد اس کو شجاعت خان کا خطاب ملا۔ اقبال نامہ مین مالوہ کی مہمات مین اس کا حال لکھا ہے۔

(۱۵) شمس الدین محمد اتگہ خان۔ اس کے باپ کا نام میر محمد غزنوی تھا۔ وہ ایک درویش منش دہقان تھا۔ غزنین مین بیس سال کی عمر مین اس نے خواب دیکھا کہ ماہ اس کی بغل مین آیا جس کی تعبیر صحیح ہوئی کہ دولت عظیم اس کو وہ ہاتھ آئی کہ خاندان کی رفعت ہوئی اول وہ مرزا کامران کا نوکر ہوا۔ وہ قنوج کی لڑائی مین جو شیر شاہ اور ہمایون کے درمیان ہوئی موجود تھا جب ہمایون کو شکست عظیم ہوئی اور وہ ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کے پار گیا۔ دریا کا کنارہ بلند تھا پادشاہ جا نہین سکتا تھا تو ایک سپاہی نے پادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا جب پادشاہ نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام شمس الدین ہے اور مولد میرا غزنین مین ہے اور مرزا کامران کا نوکر ہون جب وہ پادشاہ کی ملازمت مین لاہور پہنچا اور پادشاہ کے ہمراہ ہوا اور خدمت مذکور کے صلہ مین اس کی بیوی کو شہزادہ اکبر کی اتگہ (انا) بنایا اور جی جی اتگہ کا خطاب اس کو دیا جب ہمایون ایران گیا تو شہزادہ اکبر کی خدمت مین شمس الدین رہا اور جب ہمایون کو سلطنت پھر ہاتھ لگی تو اس نے اسکو خطاب اتگہ خان کا دیا جب ہمایون نے شہزادہ اکبر کو جاگیر مین سرکار حصار دی تو شمس الدین کو اس پاس بھیجا۔

جب اکبر تخت نشین ہوا تو اتگہ خان اور امرا کے ساتھ مریم مکانی اور بیگمون کو کابل سے لانے کے لئے مقرر ہوا جب پادشاہ بیرام سے خفا ہوا تو اتگہ خان کو جو اپنی تیول بھیرہ خوشاب مین تھا حکم بھیجا گیا کہ وہ لاہور کو اپنے بڑے بھائی میر محمد خان کو سپرد کر کے اس کے پاس حاضر ہو جب وہ آیا تو بیرام خان کا علم و نقارہ و تومان و توغ اس کو مرحمت ہوا اور پنجاب کی حکومت اس کو تفویض ہوئی اس نے بیرام خان کو جالندھر کے قریب اس سے پہلے کہ اکبر آئے شکست دی اور پادشاہ کی خدمت مین سرہند مین آیا پادشاہ نے اس کو اعظم خانی کا خطاب عطا کیا منعم خان اور شہاب الدین نے ادہم خان کو

اُکسا کر ۱۲ ارمضان ۹۶۹ھ کو اس کے ہاتھ سے اتگہ خان کو قتل کروادیا۔ بادشاہ نے خان کے بیٹون اور بھائیون کی بہت تسلی اور تسکین کی اور اُن کے درجے بڑے بلند کردیئے۔ پنجہزاری سے لیکر صدی تک اُن کو منصب دیئے اس خاندان کا ایک گروہ تھا جس کو اتگہ خیل کہتے تھے اُس کی برابر کسی اور خاندان کے ارکان بلند درجہ نہین ہوئے۔

(۱۶) اتگہ خان کلان میر محمد شمس الدین محمد خان اتگہ کا بڑا بھائی ہے اس نے مرزا کامران اور ہمایون بادشاہ کی بہت عمدہ خدمتین کی ہین اور دَورِ اکبری مین اس نے کارہائے نمایان کئے وہ مدتون تک مملکت پنجاب مین صاحب صوبہ تھا اور اکثر اس صوبہ کے محالات اتگہ خیل ہی کے پاس تھین کابل کے معاملات مین اس کا ذکر اقبال نامہ مین کیا گیا۔

پہلے عقلمندون نے بادشاہی کو باغبانی سے نسبت دی ہے جیسے باغبان باغ کی آرائش کرتا ہے اور درختون کی پیرائش۔ ان کو ایک جگہ سے اکھیڑتا ہے اور دوسری جگہ لگاتا ہے اور ان کا انبوہ ایک جگہ نہین ہونے دیتا بقدر اعتدال ان کو شاداب رکھتا ہے اور بقدر اصلاح ان کے نشو ونما مین کوشش کرتا ہے اور بدسرشت درختون کو جڑ پیڑ سے اکھیڑتا اور نادراست اغصان کو تراشتا ہے اور اشجار عظیمہ کی تفریق کرتا ہے اور بعض کا بعض سے پیوند لگاتا ہے اور میوہ ہائے گوناگون اور گلہائے رنگارنگ سے متمتع کرتا ہے جو علم فلاحت مین مقرر ہین ایسے ہی بادشاہان دوربین اپنے ملازمون کے احوال کی تہذیب وتادیب وسیاست مین مراعات کرکے حکمت کے چراغ کو روشن کرتے ہین جس جگہ ایک جماعت باہم یکدل ویکزبان فراہم ہوتی ہے اور کثرت ہجوم وو فور ازدحام ہوتا ہے تو اول انکے اصلاح احوال کے لئے اور دوم اہل ملک کی رفاہیت کے واسطے اس اجتماع کو متفرق کرتا ہے گو اس کثرت سے کوئی امر ناملائم معلوم ومظنون نہ ہو اس تفرقہ کو سرمایہ جمعیت جانتے ہین اس لئے کہ دنیا بادۂ مرد افگن ہے تنگ مشربون کو وہ بدمست کرتی ہے ان سے ایمن نہین ہونا چاہیئے خصوصًا ایسے وقت مین کہ فتنہ انگیز

وسخن ساز وتبسم کار بہت سے ہوں اس سبب امرا نے اخلاص منش اتگہ خیل کو کہ مدت سے پنجاب مین فراہم ہورہی تھی اوران حدود مین انتظام بخش تھی سنہ ۱۳ الٰہی مین معزول کرکے بادشاہ کے حضور مین بلایا وہ سنہ ۹۷۱ مین دارالخلافہ آگرہ مین آئے بادشاہ نے ان مین سے ہرایک کو جاگیر سیر حاصل عنایت کی سرکار سنبل خان کلان کو مرحمت ہوئی اور حسین قلی خان پنجاب مین مقرر ہوا سنہ ۹۸۱ مین گجرات کے دوبارہ فتح کرنے کے لئے اکبر نے خان جہان کو بطور منقلا کے بھیجا۔ سروہی (اجمیر) مین اس کو ایک راجپوت نے بغیر کسی وجہ کے زخمی کیا مگر وہ پندرہ روز مین اچھا ہوگیا جب گجرات فتح ہوگیا تو وہ مین کہ نہروالہ مشہور ہے مرزبان مقرر ہوا سنہ ۹۸۳ مین اس کی روح نے بدن سے تعلق نہ رکھا بدایونی اس کے علم کی بہت تعریف کرتا ہے۔ خان کلان صاحب کمال تھا ترکی و فارسی مین شعر کہتا تھا اس کا ایک دیوان مرتب ہے جس مین قصائد و غزلین ہین غزنوی تخلص کرتا تھا۔ موسیقی مین بھی مہارت رکھتا تھا کسی وقت اُس کی مجلس فضلا اور شعرا سے خالی نہین ہوتی تھی رنگین سخنون اور دلنشین نغمون سے وہ اہل ذوق کا حلاوت بخش و طرب افزا تھا اس کا شعر ہے۔ ع

	درجوانی حاصل عمرم بنادانی گذشت	انچہ باقی بود آنہم در پشیمانی گذشت	

اس کا بیٹا فاضل خان ہزاری منصب رکھتا تھا جب مرزا کوکہ احمد نگر مین محصور ہوا ہے تو وہ مارا گیا اور اسکا دوسرا بیٹا فرخ خان تھا اس نے سنہ ۴۶ الٰہی مین پانصدی کا منصب پایا

(۱۷) مرزا شرف الدین احراری ولد خواجہ معین۔ یہ مرزا بڑا عالی خاندان ہے اس کا باپ خواجہ معین بیٹا خاوند محمود کا تھا جو پسر دوم خواجہ کلان کا تھا جس کا نام خواجہ خواجگان مشہور ہے اور خواجہ کلان بڑا بیٹا خواجہ نصیر الدین عبد اللہ احرار کا تھا اس سبب سے شرف الدین حسین کو احراری کہتے ہین مرزا کا دادا خاوند محمود ہندوستان مین گیا تھا ہمایون نے اس کی بہت تعظیم وتکریم کی اس نے کابل مین وفات پائی۔

مرزا کا باپ خواجہ معین اپنے باپ کی جہالت مین کاشغر گیا اور عبداللہ خان والی کاشغر کے
ہان اعتبار پیدا کیا اور رود خانہ نشیب کا حاصل اس کو تفویض ہوا وہ علم معاش
خوب جانتا تھا وہ بڑا متموّل ہو گیا مگر اس کی طبیعت مین بخل و امساک غالب تھا۔
خواجہ معین کا نکاح کیجک بیگم دختر علاء الملک ترمذی سے ہوا تھا اور وہ فخر جہان بیگم
صبیہ سلطان ابو سعید مرزا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اس لئے مرزا شرف الدین کی رگو
مین خون تیموری بھی تھا۔ باپ سے مرزا کی بنتی نہ تھی اس لئے وہ اکبری خدمت مین آیا
ماہم انگہ اور ادہم خان کی سعی سے تھوڑی مدت مین مرتبہ امارت اور منصب پنجہزاری
اس کی ترقی ہو گئی اور اجمیر اور ناگور کا تیول دار ہو گیا اپنی شجاعت و کاردانی کی قوۃ سے اس نے
ان اضلاع کے متمردون کو مٹا یا۔ بادشاہ نے ۵ہ اکبری مین اپنی بہن بخشی بانو بیگم کا نکاح
اس سے کیا باقی اور حال اقبال نامہ مین لکھا گیا کہ کیا کیا ناشائستہ حرکتین اس نے کین۔
(۱۸) یوسف محمد خان کوکلتاش۔ یہ خان اعظم انگہ کا بڑا بیٹا ہے اور شہنشاہ اکبر کا کوکہ یا کوکلتاش
ہے اس نے بارہ برس کی عمر مین اپنے باپ کے ساتھ بیرام خان کی خدمت مین لڑائیون مین
کارہائے نمایان کئے تھے اس لئے اس کو خانی کا خطاب ملا جب اس کا باپ ادہم خان کے
ہاتھ سے مارا گیا تو وہ مسلح ہو کر ادہم و ماہم انگہ سے انتقام لینا چاہتا تھا مگر سیاست
شاہی نے اس کی تسلی کر دی باپ کے مرنے کے بعد اس پر اور اس کے بھائی عزیز محمد
کوکلتاش پر بادشاہ نے عنایات خسروانی کی اور بزم و رزم مین اپنا مقرب بنایا علی قلی خان
زمان و بہادر خان و اسکندر خان کی فتنہ پردازی مین بادشاہ نے اسکندر خان کی
سرکوبی کے لئے لکھنو یوسف خان کو بھیجا اس نے بادشاہ کی عنایت سے پنجہزاری کا خطاب
پایا۔ عین نوجوانی مین بادہ پیمائی کی کثرت سے بیمار ہوا ۹۹۳ھ مین فنا ہو گیا۔

انتباہ حکما نے آب انگور بین الانسان کی تقویت مزاج کے لئے مناسب تجربے کر کے فوائد کثیر
دیکھے اور اس کے استعمال کو جائز رکھا ہے لیکن اس کی مقدار اور تقدیر وقت کی ہے

مگر مذہبون مین وہ مزیل جوہر عقل و مورث امراض کثیرہ قرار پائی ہے اس کے پینے کے لئے منع شدید و تہدید بلیغ کی گئی ہے مذہب مصطفوی نے اس کی نہ بہت نہ تھوڑی پینے کی اجازت دی ہے۔

(۱۹) ادہم خان کوکہ۔ یہ چھوٹا بیٹا ماہم انگہ کا ہے اس کی ماں مشہور و معروف تھی مگر باپ اس کا مجہول تھا۔ غالباً وہ بادشاہی نطفہ سے پیدا ہوا تھا۔ ماہم انگہ اکبر کے ساتھ درستی اخلاص مین نسبت قوی رکھتی تھی آسائش گہوارہ سے آرائش تخت تک اس کی ملازمت مین ہمیشہ رہی حرم مین وہ بہت با اعتبار تھی اس کا سب بیان اقبال نامہ مین لکھا ہے

(۲۰) پیر محمد خان شروانی۔ اس کے باپ کا حال کچھ معلوم نہین وہ پنجہزاری امرا مین تھا پہلے وہ ملا تھا۔ قندھار مین وہ بیرام خان کا ملازم ہوا۔ اسی کی بدولت مرتبہ امارت پر پہنچا اور اسی کی جانب سے وکالت پر مقرر ہوا۔

پیر محمد خان نے ایسی ثروت بہم پہنچائی کہ اس کے دسترخوان پر پانسو قاب چینی جاتی تھین تبختر و نخوت کے ساتھ کرم و فضل بھی تھا۔ کئی دفعہ اس نے ہر یک دفعہ مین پانچ پانچ سو گھوڑے انعام مین دیدیئے اس مین غرور سپاہ گری اور تعصب ملائی دونو جمع تھے۔

(۲۱) خان اعظم مرزا عزیز کوکہ۔ یہ چھوٹا بیٹا شمس الدین اتگہ کا ہے وہ شہنشاہ اکبر کا ہم عمر تھا اور اس کے ساتھ کھیلا تھا۔ بادشاہ اس پر بہت عنایت کرتا تھا۔ ماں اس کی جی جی بیگم تھی جس کی خاطرداری بادشاہ اپنی سگی ماں سے بھی زیادہ کرتا تھا یہی سبب تھا کہ مرزا ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ گستاخیان کرتا تھا اور وہ اس پر کچھ خیال نہین کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میرے اور عزیز کے درمیان جوئے شیر ہے جس سے مین گذر نہین سکتا۔ ۳۹ سنہ مین سلطان مراد نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا۔

۳۶ سنہ مین اکبر نے مرزا کوکہ کو اپنے پاس بلایا کئی برس سے وہ اس سے ملا نہ تھا۔ مگر اس کو بادشاہ کی مذہبی بدعتین جیسی کہ بادشاہ کو سجدہ کرنا اور داڑھی منڈانا پسند نہ تھا اس لئے بادشاہ پاس

جانا ناگوار تھا جانے مین حذف کئے یادشاہ کو مذہب کی بابت صاف صاف لکھا کہ عثمان رض و علی رض کی جگہ تو فیضی وابوالفضل کو آپنے مقرر کیا ہے شیخین کی جگہ کس کو مقرر فرمائینگے۔ حاصل یہ ہے کہ آپی جہاز مین بیٹھکر حجاز روانہ ہوا اس نے چھ چھوٹے بیٹے خورم و انور و عبداللہ و عبداللطیف و میر تقی و عبدالغفور اور چھ بیٹیان اور ان کی مائین اور سُو ملازمین ساتھ لئے۔ بادشاہ کو اس کے جانے کا افسوس ہوا اس کے بڑے بیٹون شمسی اور شادمان کو منصب و جاگیر عنایت ہوئے شیخ عبدالقادر بدایونی نے اس کے حج جانے کی یہ تاریخ کہی ؎

بجائے راستان شد خان اعظم	ولے درزعم شاہنشاہ کج رفت
چو پرسیدم بدل تاریخ این سال	بگفتا میرزا کوکہ بحج رفت

کہتے ہین کہ اس نے حرمین مین بہت روپیہ صرف کیا۔ روضہ مبارک کا خرچ پنجاہ سالہ شریف کو حوالہ کیا وہان حجرے خرید کرکے وقف کئے جب اس کو اپنے حال پر بادشاہ کی تازہ عنایتون کا حال معلوم ہوا تو وہ ہندوستان کی طرف آیا اور بندر بلاول مین اُترا شروع ۱۰۰۳؁ مین بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اپنے منصب پر بحال ہوا اور صوبہ بہار کا تیول دار ہوا ۱۰۰۴؁ مین وکالت کا عہدہ ملا اور مہر شاہی عنایت ہوئی اور ۱۰۰۵؁ مین صوبہ ملتان جاگیر مین ملا ۱۰۰۸؁ مین محاصرہ آسیر مین بادشاہ کے ساتھ تھا انہین دنون مین مرزا کی والدہ کا انتقال ہوا جس کے تابوت کو بادشاہ نے اپنے کندھون پر اُٹھایا اور سوگواری مین بھدرا کیا۔ سر و موچھون کے بال منڈائے اگرچہ یہ کوشش کی گئی کہ سوا اس کے فرزندون کے کوئی اور بھدرا نہ کرے مگر بہت آدمیون نے اپنا بھدرا کرایا۔

سلطان خسرو پسر کلان شاہزادہ سلیم نے کہ راجہ مان سنگہ کا ہمشیرزادہ تھا مرزا کی بیٹی سے نکاح کیا۔ یہ سلطنت کے دو رکن رکین دولت خسروی کے ارتفاع مین بڑی کوشش کرتے تھے خصوصًا مرزا کوکہ کو ایسی محبت تھی کہ وہ کہتا تھا کہ مین اس سے خوش ہون کہ میرے ایک کان مین خسرو کی سلطنت کا مژدہ پہنچے اور دوسرے کان سے میری جان نکل جائے جب اکبر بیمار ہو کر مرنے کو

ہوا ہی توان دونو نے خسرو کے پادشاہ بنانے مین سعی کی مگر ناکامیاب رہے ابھی پادشاہ مین رمق جان باقی تھی کہ شیخ فرید بخاری اور امیرون نے جہانگیر کو بلاکر شہنشاہ کردیا۔ مان سنگہ نے آگرہ کے قلعہ سے خسرو کو لیکر بنگالہ چلے جانے کا قصد کیا مرزا عزیز نے بھی اس کے ساتھ ارادہ کیا اور اپنے سلے کنبے کو راجہ پاس بھیجدیا اور خود پادشاہ کی تجہیز و تکفین مین مصروف ہوا خزانہ کا پہنچانا ضرور تھا بار برداری موجود نہ تھی راجہ نے بھی عذر کیا ناچار مرزا تنہا قلعہ مین رہا اور پادشاہ کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوا۔ جب سال اول جہانگیری مین خسرو باپ سے بغاوت کرکے بھاگا تو یہ گمان تھا کہ مرزا کے اغوا اور ہمنوئی سے اس نے یہ حرکت کی اس لیئے مرزا معرض عتاب مین آیا۔

کہتے ہین کہ مرزا کفن پہنکر دربار مین جاتا تھا اور جانتا تھا کہ مین مارا جاؤنگا زبان اس کے اختیار مین نہ تھی بیہودہ بکتا تھا امیر الامرا سے بیدھڑک گفتگو کرتا تھا پادشاہ دربار سے اُٹھا خلوت مین مشورہ کیا۔ امیر الامرا نے کہا کہ اس کے مارنے مین ذرا توقف نہین کرنا چاہیئے مہابت خان نے عرض کیا کہ مین مشورہ مین توکچھ دخل نہین دیتا سپاہی ہون شمشیر میرے پاس ہے اس کی کمر مین مارتا ہون اگر اس کے دوٹکڑے نہ ہون تو میرے ہاتھ کاٹ ڈالیئے جب خان جہان لودی پر نوبت آئی تو اس نے کہا مجھے اس کے طالع پر حیرت ہے کہ جہان حضرت کا نام شہرت رکھتا ہے وہان اس کا نام بھی مشہور ہے بظاہر کوئی حرکت اُس نے ایسی نہین کی کہ وہ واجب القتل ہو اگر وہ مارا جائیگا تو خلق یہ کہیگی کہ بے گناہ مارا گیا اس سے پادشاہ کا غصہ کچھ فرو ہوا کہ سلیمہ بیگم والدہ پادشاہ نے پس پردہ فریاد کی کہ اے حضرت مرزا کوکہ کی شفاعت کے لئے سب بیگمین حاضر ہین اگر آپ تشریف لائین تو بہتر ہے ورنہ ہم سب باہر آتے ہین۔ ناچار پادشاہ محل مین گیا ان کے مبالغہ سے اس کی عفو تقصیر کی اور افیون معتاد مرزا نے نہین کھائی تھی اپنے پاس سے دی اور اس کو اپنے گھر رخصت کیا انہین دنون مین ایک دن خواجہ ابوالحسن ترسی نے مرزا کوکہ کا خط جو اُس نے راجہ علی خان مرزبان خاندیس کو لکھا تھا اور اس مین اکبر کی نسبت ایسے الفاظ

لکھے تھے کہ کوئی نہین لکھتا اور آسیر کی فتح کے بعد راجہ علی خان کے اسباب مین یہ خط خواجہ کے ہاتھ لگا تھا اور برسون سے اُس کے پاس تھا آخر کو اس کا ضبط نہ کرسکا جہانگیر کی نظر سے گذرانا۔ بادشاہ نے خان اعظم کو دیا اس نے بے محابا پڑھنا شروع کیا۔ باریابان حضور نے ہر جانب سے اُس پر لعن طعن کی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اب تک محبت جو میرے باپ کو تیرے ساتھ تھی وہی مانع تھی کہ مین تیرے سر کا بوجھ تیرے کندھون سے ہلکا نہین کرتا مین تجھے جاگیر اور منصب سے معزول کر کے نظر بند کرتا ہون۔ مگر پھر ۳ سنہ جلوس جہانگیری مین گجرات کی صوبہ داری اُس کو دی گئی اس کا بڑا بیٹا جہانگیر قلی ملک کی حراست کے واسطے نائب مقرر ہوا جب مہم دکن مین امرا کی بے التفاتی سے کامیابی نہوئی خان اعظم دس ہزار سوارون کے ساتھ کمک کے لئے بھیجا اس نے برہان پور سے رانا کی مہم مین جانے کی درخواست کی اور کہا کہ اگر اس جنگ مین مارا جاؤنگا تو شہید ہونگا حسب خواہش اس کی مہم کا سارا سامان اس کے سپرد ہوا جب برسر کار ہوا تو عرضداشت بھیجی کہ جب تک بادشاہ خود نہین آئیگا یہ عقدۂ دشوار حل نہ ہوگا اس لئے بادشاہ ۱۰۲۲ سنہ مین اجمیر مین آیا اس کی التماس سے شاہزادہ شاہجہان رانا کی مہم مین مقرر ہوا مگر مدار کار اُس کی صوابدید پر منحصر رہا۔ مگر اس شاہزادہ نے اس کے ساتھ ناپسندیدہ سلوک کئے کیونکہ اس کو خسرو کا طرفدار جانتا تھا مہابت خان بھیجا گیا کہ اس کو اودے پور سے بادشاہ پاس لائے۔

۹ سنہ مین وہ آصف خان کے حوالہ ہوا کہ قلعہ گوالیار مین محبوس رکھے۔ مرزا کی زبانی نقل کرتے ہین کہ آصف خان نے بادشاہ سے عرض کی مرزا میرے مرنے کے لئے دعا مانگتا ہے اور اس دعا کے لئے خلوت و ترک حیوانات و جماع شرط ہے اور یہ سب باتین حبس مین موجود ہین اس لئے حکم ہوا کہ مرزا کے لئے اطعمہ گزیدہ گوشت مرغ و دراج کے لگائے جایا کرین۔

مصرعہ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ مرزا کو بالکل اس دعا کی خبر نہ تھی۔ ایک سال کے بعد وہ زندان سے پھر آزاد ہوا اور اسے نوشتہ کیا گیا حضور مین کوئی حرف

ناپرسیدہ نہ کہے۔ زبان اس کے اختیار مین نہ تھی۔ اس سبب سے جہانگیر نے کہا کہ باپ کا ضامن ہو
اس نے عرض کیا کہ مین باپ کی سب باتون کا ضامن ہو سکتا ہون مگر زبان کا نہین ہو سکتا
جب بادشاہ نے اس کا پنجہزاری منصب بحال کرنا چاہا تو اس نے شاہجہان سے یہ نقل کی
کہ جب عرش آشیانی (اکبر) نے خان اعظم کے منصب مین دو ہزاری کا اضافہ کیا شیخ فرید بخش
و راجہ رام داس کو اُس کے گھر بھیجا کہ مبارکباد دین وہ حمام مین تھا پہر بھر تک یہ امرا اس کے
دروازہ پر بیٹھے رہے بعد ازان وہ دیوانخانہ مین آیا اور اس کو بلایا۔ ان سے مبارکباد
سُنی اور بیٹھے بیٹھے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کو بغیر کسی مدارات کے رخصت کیا۔ یہ بات
مجھے یاد ہے مجھے شرم آتی ہے کہ مرزا کو کہ اپنی بحالی منصب کے لئے کھڑا ہو کر تسلیم کرے
اب بابا تم اس کی نیابت مین آداب بجا لاؤ۔ ۱۰۳۱ھ مین داور بخش پسر خسرو گجرات کی صوبہ داری
نامزد ہوا مرزا کو کہ اس کا اتالیق مقرر ہوا احمد آباد مین ۱۰۳۳ھ کو اجل طبعی اس کو آئی۔ جدت
ذہن و سلامت بیان مین اس کو کمال تھا۔ تاریخ دانی مین مستثنیٰ تھا۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتا تھا
خط نستعلیق خوب لکھتا تھا۔ مدعا نویسی مین ید طولیٰ رکھتا تھا۔ عربی زبان نہین جانتا تھا۔
مصاحبت مین بے نظیر تھا۔ سخنہا رنگین کہتا تھا۔ اس کا قول تھا۔ جب کوئی شخص کوئی بات
کہتا ہے تو مین اس کو سچ جانتا ہون جب وہ اس مین مبالغہ کرتا ہے تو مجھے شبہ ہوتا ہے
اور جب وہ سوگند کھاتا ہے تو اس کو دروغ جانتا ہون۔ اس کے لطائف و ظرائف مین سے
ایک یہ ہے کہ دولتمند آدمی کو چار بیویان کرنی لازم ہین ایک عراقی مصاحبت و ہمزبانی
کے لئے دوم خراسانی سامان خانہ کے واسطے سوم ہندی زناشوئی کے واسطے۔ چہارم
ماوراءالنہری شلاق (تازیانہ زنی) کے لئے کہ اورون کو عبرت ہو۔ مگر خبث و نفاق و درشتگوئی
مین سب پر سبقت لے گیا تھا۔ بہت مغلوب الغضب تھا۔ بادشاہ نے جو مذہب الٰہی بنایا تھا
اس کو لغو و بیہودہ جانتا تھا۔

خان اعظم کی اولاد بہت تھی (۱) سب مین بڑا بیٹا شمسی تھا جس کا حال اوپر بیان ہوا

اُس کو جہانگیر کے عہد مین جہانگیر قلی کا خطاب ملا (۲) مرزا شادمان اسکو شادخان کا خطاب ملا۔
(۳) مرزا خورم۔ اس کو اکبر نے گجرات مین جوگڈھ کا حاکم مقرر کیا تھا جہانگیر نے اُس کو
کامل خان کا خطاب دیا اور وہ شاہزادہ خورم (شاہجہان) کے ساتھ دکن گیا (۴) مرزا عبداللہ
اس کو جہانگیر نے سردار خان کا خطاب دیا وہ اپنے باپ کے ساتھ گوالیار مین مقید ہوا تھا۔
(۵) مرزا انور۔ اس کی شادی زین خان کوکہ کی بیٹی سے ہوئی (۶) ان سب کو منصب
پنجہزاری سے لیکر دوہزاری تک ملے۔

مرزا عزیز کی ایک بہن کی شادی عبدالرحیم خانخانان سے ہوئی۔

(۲۲) بہادر خان شیبانی۔ برادر خورد خان زمان۔ اصل نام اس کا محمد سعید ہے وہ پنجہزاری
امرا مین سے ہے طبیعت موزون رکھتا تھا شعر کہتا تھا۔ باقی حالات اس کے اقبال نامہ مین لکھے گئے
(۲۳) راجہ بہاری مل پسر پرتھی راج کچھواہہ۔ بعض تاریخون مین راجہ بہاڑا مل لکھا ہے
کچھواہہ کی قوم مین دو گروہ ہین۔ ایک راجاوت۔ دوسرا سیکھاوت (شیخاوٹ) یہ راجہ
راجاوت تھا۔ صوبہ اجمیر کے مضافات مین اور مارواڑ کے جنوب مین انبیر اس کے باپ دادا
بوم نشین تھے۔ گو مارواڑ کی برابر انبیر نہ تھا مگر اُس سے سیر حاصل زیادہ تھا۔
بہاری مل ہی رجپوتون مین اول ہے جو اکبر کی خدمت مین آیا ہے۔ اس کا ذکر شگرف نامہ
اور اقبال نامہ مین مذکور ہے۔

اس سرزمین مین سب سے بڑا وہی تھا۔ قصبہ سانگانیر مین راجہ اپنے اکثر رشتہ دارون کے
ساتھ بادشاہ کا بساط بوس ہوا۔ بادشاہ نے اس پر مہربانی کرکے اس کی قدر
و شرافت کو بڑھایا۔ راجہ نے یہ چاہا کہ مین زمینداروں کے زمرہ سے نکل کر درگاہ
بادشاہی کا مخصوص ہون اس لئے بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کی بیٹی سے
وہ بیاہ کرے۔ بادشاہ نے قبول کیا جب بادشاہ نے اجمیر سے مراجعت کی ہی تو
سانبھر مین راجہ نے اپنی بیٹی کا ڈولہ بھجوایا۔ منزل رتن مین راجہ اپنے بیٹے بھگونت داس

اور پوتے کنور مان سنگھ کے پادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ پادشاہ نے ہندوستان کے تمام راجاؤن اور رایون سے راجہ کی اور اس کے فرزندون اور پوتون کی قدر و منزلت بڑھائی اور مراتب بزرگ اور مناصب ارجمند عنایت کئے راجہ کو پنجہزاری کا منصب دیکر وطن کو رخصت کیا اور راجہ بھگوانداس اور کنور مان سنگھ پادشاہ کے ساتھ آگرہ گئے اور بتدریج مدارج اعلیٰ کے سرافراز ہوئے۔ راجہ بہاری مل نے آگرہ مین انتقال کیا۔

کہتے ہین کہ ۹۶۷ھ مین دھولارائے پسر سورانے انبیر کو آباد کیا تھا۔ بہاری مل اس کی اٹھارہ پیڑھی مین تھا۔

(۲۴) خانجہان حسین قلی خان پابیگ پسر ولی بیگ ذوالقدر۔ یہ بیرام خان کا بھانجا ہے اس کا باپ ولی بیگ ذوالقدر تھا کہ بیرام خان کے زمانہ مین سب امرا پر اعتبار مین تفوق و برتری رکھتا تھا خانجہان کے سارے کام اقبال نامہ مین تحریر ہین۔

(۲۵) سعید خان چغتیہ بن یعقوب بیگ بن ابراہیم جابوق۔ مدتون سے اس کے باپ دادا خاندان تیمور کے نامور ملازمون مین چلے آتے ہین اس کا دادا ابراہیم بیگ جابوق امراء ہمایون مین سے تھا جس نے بنگالہ کی یورش مین ناموری حاصل کی جونپور کے قریب اس کے بیٹے یوسف بیگ پر جلال خان (سلیم شاہ) نے حملہ کیا اور مار ڈالا اس کا دوسرا بیٹا یعقوب بیگ جو سعید خان کا باپ تھا ہمایون کے نامور امیرون مین تھا۔ طبقات اکبری مین لکھا ہے کہ ہمایون کے عہد مین جہانگیر قلی بیگ جو حاکم بنگال تھا اس کا بھائی تھا۔

عہد اکبری مین سعید کی ترقی عظیم ہوئی وہ دولت اعتبار و سرداری اور نام آوری مین اپنے باپ دادا سے بڑھ گیا۔ مدتون تک ملتان کا حاکم رہا ۱۲ سنہ الٰہی مین وہ شاہزادہ سلطان دانیال کا اتالیق مقرر ہوا۔ جب پنجاب کے باشندون نے شاہ قلی کی شکایتین متواتر کین وہ اس کی جگہ صوبہ دار پنجاب مین مقرر ہوا پھر راجہ بھگوانداس اُس کی جگہ مقرر ہوا اور اس کو سرکار سنبل تیول ہین کی ۲۰ سنہ الٰہی مین پادشاہ نے

اس کو اپنے پاس بلایا اور منصب سہ ہزاری عنایت کیا پھر وہ حاجی پور مین مرزا کوکہ کی جگہ مقرر ہوا۔ ۳۲ سنہ الٰہی مین جب بنگال مین وزیر خان مرگیا تو سعید خان بنگالہ کا صوبہ دار مقرر ہوا اور اس عہدہ پر وہ سنہ الٰہی تک وہ قائم رہا اس کی ترقی پنجہزاری منصب پر ہوئی پھر مان سنگھ اس کی جگہ مقرر ہوا ۱۰۱۱ھ مین ٹھٹہ مین مرزا غازی نے اپنے باپ جانی بیگ کے مرنے کے بعد خودسری اختیار کی تو بادشاہ جاگیر مین ملتان وبھکر تنخواہ مین دی اس نے یہان کے باغیون کو مطیع کیا۔

جب جہانگیر بادشاہ ہوا تو اس کو پنجاب کی حکومت یہ مچلکہ لیکر دی گئی کہ اگر اس کے خواجہ سرا ظلم کرین تو اس کا سر کاٹ لیا جائے مگر موت نے اس کو اپنے اس عہدہ پر پہنچنے نہین دیا۔ سنہ کے باغ مین دفن کر دیا۔

کہتے ہین اس نے اپنی ساری مہمات کا اختیار چتر بھوج کو حوالہ کیا تھا خود خواجہ سرایون پر شیفتہ تھا بارہ سو خواجہ سرا خوش چہرہ اور مقطع اس نے جمع کئے تھے ان مین سب سے زیادہ برگزیدہ تین تھے وہ چار چار سو خواجہ سرایون کو زیب وزینت دیکر رات کو چوکی دیتے تھے اس کے بھولے پنے کی حکایت لکھی ہے کہ جب وہ ملتان مین آیا تھا اس کے خزانہ مین سونا غیر مسکوک منظروف ہ تھا نوکرون نے عرض کیا کہ بنگالہ کی زمین مین سیلابی تھی اس لئے سونے کا وزن بڑھ گیا تھا۔ اب ملتان مین آفتاب مین کمال حرارت ہے اس وزن دس سیر کم ہوگیا ہے۔ سعید خان نے کہا کہ بہت کم تفاوت ہوا ہم کو اس سے زیادہ کا گمان تھا عہد اکبری مین یہ خیال نہین ہوسکتا کہ اس کے امراء مین جو بتدریج مراتب اعلےٰ پر پہنچے ہون ایسے احمق ہون۔ شاید اس نے اپنی امارت کے سبب سے اغماض کیا ہو اس کے ایک خواجہ سرا یکدل نے آگرہ سے چھ کروہ پر قلعہ اور سرا بنا کر بلال آباد آباد کیا۔ دوسرا خواجہ سرا اُس کا اختیار خان اس کا وکیل تھا۔ تیسرا خواجہ سرا اعتبار خان اسکی جاگیر کا فوجدار تھا۔

(۲۶) شہاب الدین احمد خان۔ وہ سادات نیشاپور سے تھا وہ باہم انگہ سے

خویشی اور اخلاص رکھتا تھا وہ بیرام خان کا بڑا بیری تھا اس کے تباہ کرنے مین وہ بڑا سرگرم تھا۔
جب شہاب الدین احمد دہلی مین حاکم تھا تو اس نے فیروز شاہ کی نہر جو پرگنہ خضر آباد سے سفیدان تک بنی تھی مرمت کرائی اور اس کا نام نہر شہاب رکھا اس نہر کی دوبارہ مرمت شاہ جہان کے حکم سے اس کے سنہ ۲۰ جلوس مین مکرمت خان نے کی اور فیض نہر اس کا نام رکھا گیا اورنگ زیب کے عہد مین پھر وہ اَٹ گئی پھر اُس کی مرمت انگریزون نے کی
(۲۷) راجہ بھگوان داس پسر راجہ بہاری مل کچھواہہ۔ سنہ ۹۸۰ مین گجرات کی تسخیر کے بعد جنگ سرنال مین اس نے اپنی شجاعت سے شہنشاہ اکبر کی جان بچادی تھی راجہ نے سنہ ۲۹ مین اپنی بیٹی کا بیاہ سلطان سلیم سے کیا۔ پادشاہ خود راجہ کے گھر بیٹے کو بیاہنے کو گیا۔ بہو کے چوڈول کو خود اور شہزادہ اُٹھا کر لایا۔ سنہ ۹۹۵ مین سلطان خسرو اس سے پیدا ہوا سنہ ۱۰۰۰ مین پنجہزاری کے منصب پر بلند ہوا۔
وہ راجہ توڈرمل کی ارتھی کے ساتھ گیا تھا جب گھر آیا تو استفراغ کیا حبس بول ہوا پانچ روز مین مرگیا اُس کے اعمال خیر مین سے لاہور کی مسجد جامع کی تعمیر ہے اس مین اکثر آدمی نماز جمعہ پڑھتے ہین۔
(۲۸) قطب الدین خان۔ شمس الدین خان اتگہ کا بھائی ہے۔ پنجاب مین وہ تیولدار تھا یہان اس نے بقاع خیر تعمیر کرائین۔
خاندان تیموریہ مین داقو (گرم کپڑا) سے زیادہ کوئی خلعت گرانمایہ نہین بلگر بیگی کا خطاب اعظم القاب مین سے ہے۔ یہ دونو اس کو مرحمت ہوئے اس خوشی مین اس نے ایک جشن عالی ترتیب دیا جس مین پادشاہ خود گیا اور شاہزادہ سلیم کو اپنے ہاتھون سے اس کے کندھے پر سوار کیا۔
قطب الدین خان کے بیٹے نورنگ خان نے مرزا خانخانان کے ماتحت گجرات مین کام کیا اور مالوہ مین جاگیر پائی اور بعد ازان گجرات مین وہ سنہ ۹۹۹ مین مرگیا۔ طبقات اکبری مین

لکھا ہے کہ نورنگ خان چارہزاری منصب رکھتا تھا ۱۰۰۱ھ مین جوناگڈھ کا حاکم تھا۔
پسر دوم اس کا گوجر خان ہفت صدی تھا اور مرزا اعظم خان کوکہ کے ماتحت کام کرتا تھا اور
گجرات مین تیول رکھتا تھا۔

(۲۹) خانخانان مرزا عبدالرحیم پسر بیرام خان۔ اس کی ماں جمال خان میواتی کی بیٹی تھی۔
جب ملک سندھ سلطنت شاہی مین اس کی کوشش سے شامل ہوا تو ملا شکیبی نے جو خانخانان کا
نوکر تھا فتح سندھ کی بابت ایک مثنوی کہی جس کی ایک بیت نیچے لکھی ہے اس فتح مین حاکم ٹھٹھ
مرزا جانی بیگ آزاد ہوا تھا ؎

	گرفتی و آزاد کردی ز دام		ہمائے کہ بر چرخ کردے خرام	

خانخانان نے شعر کے صلہ مین ہزار اشرفی دین اور مرزا جانی نے بھی ملا کو ایک ہزار اشرفی
انعام دی اور کہا کہ رحمت خدا مرا ہما گفتی اگر شغال میگفتی زبانت کہ می گرفت ؟
خانخانان قابلیت و استعداد مین یکتائے روزگار تھا۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی
(سنسکرت) مین لکھنے پڑھنے کا ملکہ رکھتا تھا۔ شعر خوب سمجھتا تھا اور کہتا تھا تخلص رحیم
کرتا تھا۔ کہتے ہین کہ بہت سی مروج زبانین وہ بول سکتا تھا۔ شجاعت مین وہ ضرب المثل تھا
اس کی عجیب و غریب حکایتین مشہور ہین کہ ایک دن چٹھیون پر دستخط کرتا تھا کہ ایک
پیادہ کی چٹھی مین غلطی سے ہزار ٹنکہ کی جگہ ہزار روپے لکھے گئے دستخط کرکے اس چٹھی کو
بحال رکھا۔ کئی دفعہ شعرا کو زر سرخ ان کے وزن کی برابر تول کر دیا ملا نظیری نے ایک دفعہ
کہا کہ مین نے نہین دیکھا کہ ایک لاکھ روپیہ کا تودہ کتنا بڑا ہوتا ہے۔ خانخانان نے خزانہ سے
ایک لاکھ روپیہ منگا کر اس کا ڈھیر لگایا ملا نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مین نے آج نواب کی
بدولت اس قدر زر کا تودہ دیکھا۔ خانخانان نے یہ روپیہ اُسی کو دیدیا وہ ہمیشہ
علماء و درویشون کو ظاہر و پوشیدہ بہت روپیہ دیتا تھا۔ اور دور دور
سالیانہ بھیجتا تھا۔ ہر فن کے اہل کمال کا اجتماع اس کے زمانہ مین ہوا حاصل یہ کہ وہ

سخاوت و شجاعت و دانش و تدبیر مین سرآمد روزگار تھا لیکن کینہ وری اور دنیا دوستی و زمانہ سازی بہت کیا کرتا تھا اور دشمن کے ساتھ دوستی کے لباس مین دشمنی کرتا تھا بدفعات تیس برس دکن مین رہا جو کوئی شاہزادون اور امیرون مین سے اس کی کمک کو آیا اور اس کے ساتھ سلاطین دکن کا اخلاص اس نے دیکھا تو اس کی نسبت نفاق کے منصوبے کرنے لگا۔ شیخ ابوالفضل نے بھی اس کے حق مین فتوٰی بغاوت دیا عہد جہانگیری مین ملک عنبر کے ساتھ دوستی مین متہم ہوکر بدلا گیا اس کے نوکر محمد معصوم نے یہ کورنکی کی کہ بادشاہ سے عرض کیا کہ مکاتیب ملک عنبر شیخ عبدالسلام لکھنوی ملازم خانخانان پاس ہین۔ مہابت خان نے اس کی پژوہش مین اُس بیچارہ پر ایسی تعذیب کی کہ وہ جان سے گیا مگر افشائے راز مین لب نہ کھولا۔

عہد اکبری مین خانخانان کی خدمات شائستہ مین یہ تین کارنمایان تھے (۱) فتح گجرات (۲) تسخیر سندھ (۳) شکست سہیل خان بیجاپوری۔ مگر جہانگیر کے عہد مین اس نے کوئی بڑا کام نہین کیا اور باوجود درست دانائی اور فہمید پسندیدہ کے ذلتین اٹھائین مگر حب جاہ سے ہاتھ نہین اُٹھایا ہمیشہ دربار کے اخبار کا جویان رہتا تھا۔ ڈاک چوکی مین وہ تین ہزار آدمی ہر روز روزنامچہ لکھ کر بھیجتے تھے۔ عدالت خانہ کچہری و چبوترہ مین یہان تک کہ کوچہ و گلی و بازارون مین جاسوس مقرر تھے کہ جو کچھ افواہ عوام مین سنتے تھے وہ تحریر مین لاتے تھے اور خانخانان پاس بھیجتے تھے وہ شام کو سب کو پڑھ کر آگ مین جلا دیتا تھا۔ باوجودیکہ خانخانان کا باپ امامیہ مذہب رکھتا تھا مگر وہ اپنے تسنن کا اظہار کرتا تھا لوگ اس پر تقیہ کا گمان کرتے تھے۔ مگر اس کے بیٹے متعصب سُنّی تھے۔

خانخانان کے عمدہ ملازمون مین میان فہیم تھا۔ اگرچہ کنیزک زادہ یا وہ غلام مشہور تھا مگر اصل مین وہ ایک راجپوت کا لڑکا تھا اُس کو مثل فرزندون کے خانخانان نے پالا تھا کمال صلاح و تقوٰے رکھتا تھا دم والپسین تک نماز تہجد و چاشت و اشراق قضا نہین کی۔ درویش دوست تھا۔ سپاہ سے برادرانہ ملاقات کرتا تھا۔ لیکن

تندمزاج تھا۔ کوڑے ہمیشہ بجاتا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ شاہجہانی راجہ بکرماجیت داراب خان کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے ایک مسند پر بیٹھے ہیں۔ تو اُس نے داراب سے کہا کہ بیرام خان کے پوتے کی برابر برہمن بیٹھے۔ کاش مرزا ایرج کے عوض تو مرا ہوتا داونوے اُس سے عذرخواہی کی۔ آخر خانخانان کی طبیعت اُس سے منحرف ہو گئی تھی اس نے سرکار بیجاگڈہ کا محاسبہ لیا تو اُس نے خانخانان سے بہت درشتی کی اور حافظ نصر اللہ کہ دیوان صاحب اختیار تھا مُنہ پر طمانچہ مارا اور شہر سے باہر نکال دیا۔ کہتے ہیں کہ آدھی رات کو خانخانان خود اس کو منا کر لے آیا۔ وہ شجاعت و تہور میں غضب تھا جب خانخانان کی قید کی فکر میں مہابت خان ہوا تو اول اُس نے یہ چاہا کہ فہیم کو منصب کی طمع دیکر اور وعدے کرکے فریفتہ کرے مگر وہ راضی نہ ہوا۔ مہابت خان نے اُس سے کہا کہ کب تک اپنی سپاہ گری پر ناز کریگا۔ فہیم نے ہر چند خانخانان سے کہا کہ یہاں غدر و مکر معلوم ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ ذلت وخواری کی نوبت نہ آئے مستعد ہو کر حضور کا عزم کرنا چاہیئے مگر اس نے قبول نہ کیا جب اس کا آقا نظربند ہوا اور مہابت خان نے پہلے بادشاہی آدمی فہیم پاس بھیجے اس نے اپنے بیٹے فیروز خان سے کہا کہ اتنی دیر تک آدمیوں کو روکے رہ کہ میں وضو کرکے سلامتی ایمان کا دوگانہ پڑھوں اس سے فراغت پاکر اپنے مع پسر اور چالیس ملازموں کے جان فدا کی۔

(۳۰) راجہ مان سنگھ۔ یہ راجہ بھگونت داس کچھواہہ کا بیٹا ہے وہ آنبیر میں پیدا ہوا تھا۔ فرنگستانی مورخ اس کو راجہ بھگونت داس کا متبنیٰ بتاتے ہیں لیکن مسلمان مورخوں نے کہیں اس کا ذکر نہیں کیا شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہندو حقیقی بیٹے اور متبنیٰ میں ذرا فرق بھی نہیں کرتے۔ شہنشاہ اکبر کبھی اس کو فرزند کہتا تھا کبھی مرزا راجہ۔ ہندوؤں کے مذہب میں دریائے سندھ سے پار جانا منع ہے جب راجہ کو اس دریا کے پار جانے کا حکم دیا تو یہ ہندی شعر بادشاہ نے لکھ کر بھیجے۔

جس کام میں اٹک ہے سو من اٹک ہوئے گا	سب بھوم ہے گوپال کا جس میں اٹک کیا

سال نہم جہانگیری مین راجہ اجل طبعی سے مرگیا پندرہ سو رانیون مین سے ساٹھ ستی ہوئین اس کے بہت سے بیٹون مین سے فقط ایک بیٹا بھاؤ سنگہ زندہ تھا۔ راجہ نے حکومت بنگالہ مین عجب ثروت و دولت و طرفہ ساز و سامان بہم پہونچایا تھا اُس کے نوکر سہری و سرداری کرتے تھے۔ ایک دفعہ پندرہ پنجہزاری اس کی ماتحتی مین کام کرتے تھے۔ بالا گھاٹ مین غلہ کا قحط ایسا ہوا کہ ایک روپیہ کے آٹے مین بھی آدمی کا پیٹ نہین بھرتا تھا ایک دن اس نے کچہری سے اُٹھکر کہا کہ اگر مین مسلمان ہوتا تو ایک وقت طعام ہزار مسلمانون کے ساتھ کھاتا مگر مین سب کی ریش سفید ہون۔ مجھہ سے سب بھائی برگ تنبول قبول کرین سب سے اول خان جہان لودی نے ہاتھ سر پر رکھ کر کہا کہ مجھے قبول ہے پھر اورون نے بھی قبول کیا۔ راجہ نے یومیہ ایک سو روپیہ پنجہزاری کا اور اس حساب سے اورون کا مقرر کیا۔ ہر رات کو ایک خریطہ مین ہر شخص پاس یہ روپیہ جاتا اس کا نام اس پر لکھا ہوتا۔ لشکر کے سپاہیون کو رسد پہنچنے تک اجناس سستی قیمت پر وہ دیتا تین چار مہینے مین یہ سفر اسی طرح طے ہوا۔ راہ مین مسلمانون کے واسطے حمام و کپڑے کی مسجد بنا کر ایستادہ کرتا۔

(۳۰) محمد قلی خان برلاس۔ یہ نژاد یمق یا نریق سے ہے ہمایون کی خدمت گذاری سے اس نے ترقی پائی اور ملتان اس کو جاگیر مین ملا اکبر کی ابتداے سلطنت مین وہ شمس الدین خان انگہ کے ساتھ امرا کے اہل وعیال کو کابل سے ہندوستان مین لایا اسکی جاگیر ناگور مین منتقل ہوئی کچھہ تھوڑے دنون تک وہ مالوہ مین بھی حاکم رہا اور اس کے کام اپنے مقام پر بیان ہوئے ہین ۹۸۲ھ مین اس نے انتقال کیا۔

(۳۲) ترسون محمد خان۔ شاہ محمد خان سیف الملوک کا خواہرزادہ ہے سیف الملک غرجستان مضاف خراسان کا خود مختار حاکم تھا مگر شاہ طہماسپ نے اس کو اپنا مطیع بنایا ابتدا مین ترسون محمد خان برام خان کا ملازم ہوا۔ اس کی خدمات کا حال اقبال نامہ مین لکھا ہے۔ ۹۹۴ھ مین معصوم خان نے اس کو گرفتار کرکے مار ڈالا۔

(۳۳) قیا خان گنگ۔ (قیا کے معنی ترکی زبان مین زیب کے ہین اور گنگ کے معنے فارسی

زبان مین گنگنے کے ہین) یہ امرار ہمایون مین سے ہے۔ ہمایون کے آخر عہد مین وہ کول جلالی کی حدود مین لوازم خدمت بجالایا تھا وہ بیرام خان کا دوست تھا مگر سب سے اول وہ اُسے چھوڑ کر اکبر سے آن ملا تھا اور وہ ۹۸۹ھ مین مارا گیا۔ اُس کا بیٹا تردی خان منصب یک ہزار پانصدی رکھتا تھا وہ شاہزادہ دانیال کے ساتھ دکن گیا وہان وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہوا مگر ۱۰۱۴ھ مین پھر وہ بحال ہوا اور منصب دو ہزار و پانصدی اور پانچ لاکھ روپیہ انعام ملا۔

امراے چار ہزار و پانصدی

(۴۳) زین خان کوکہ اس کی مان کا نام پیچہ جان تھا اور وہ اکبر شہنشاہ کی ایک انگہ تھی اس کا باپ مقصود علی ایک پاک طینت صدق و دیانت کے ساتھ متصف تھا اور مریم مکانی کا ملازم تھا اور اس کے ہودج کے حوالی سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا اس کے بھائی خواجہ حسن یعنے زین خان کی چچا کی بیٹی سے شاہزادہ سلطان سلیم کا نکاح ہوا جس کے بطن سے ۹۹۷ھ مین پرویز پیدا ہوا۔ مہمات یوسف زئی اور سواد و بجور کی مہمات مین زین خان کی خدمتون کا حال پڑھو۔ زین خان کی بیٹی پر سلطان سلیم عاشق ہوا اور اس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا شاہزادہ کی بیراہی سے بادشاہ راضی نہ تھا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ بیٹے کا عشق بڑھتا گیا جشن ازدواج انعقاد پایا۔ کامروائی کی کثرت کے ساتھ اس کی بادہ پیمائی کی بھی شدت ہوتی گئی جس سے آگرہ مین ۱۰۱۰ھ مین پیمانہ زندگی لبریز ہوا۔ زین خان کو گیتون اور راگ کا بڑا شوق تھا اکثر باجے خوب بجاتا تھا۔ شعر بھی کہتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ بادشاہ کو بلا کر ایسے تکلف سے ضیافت کی کہ سب امیرون کو اس پر رشک تھا۔ طوس کی شالین جو اس وقت بہت کمیاب تھین ان کا چبوترہ ۲۶ گز طول و عرض مین بنایا اور تین حوضون مین سے ایک کو گلاب سے دوم کو زعفران سے سوم کو ارگجہ سے بھرا اور طوائف کو کہ ہزار سے زیادہ تھین ان حوضون مین نہلایا۔ شیر و شکر کی ندیان بہائین۔ صحن مین گلاب کا چھڑکاؤ کر دیا۔ پیشکش مین جواہر و مرصع آلات ہاتھیون کے ساتھ دیئے۔ جیسے قلیج خان گھوڑون کی اور

اور سعید خان خواجہ سرایون کی کثرت مین مشہور تھے ایسے ہی زین خان ہاتھیون کی کثرت مین مشہور تھا۔

(۳۵) مرزا یوسف خان پسر میر احمد رضوی۔ مشہد مقدس کے سادات صحیح النسب سے تھا۔ شہنشاہ اکبر اسے بہت چاہتا تھا ۲ھ مین اس کو دو ہزار پانصدی کا منصب ملا۔ اس کا حال مہمات کشمیر اور دکن مین دیکھو اس کو جالنور مین ۴۶ھ جلوس مین جمادی الاخری مین سفر آخرت پیش آیا اس کی نعش مشہد کو روانہ ہوئی وہ اکثر سلطان پور مین رہا کرتا تھا۔ ہندوستان مین اس نے اپنا گھر اور وطن یہین بنایا تھا اُس کی سپاہ مین اکثر روہیلے تھے جن کو وہ ماہوار تنخواہ دیتا تھا۔

چہار ہزاری منصب دار

(۳۶) مہدی قاسم خان۔ وہ ابتدا مین عسکری فرزند سوم فردوس مکانی کا نوکر تھا۔ اور اس کا کوکہ بھی تھا۔ اس کا بھائی غضنفر تھا اس کا حال ہم نے مرزا عسکری کے احمد آباد کی حکومت مین لکھا ہے جب ہمایون عراق سے واپس آیا ہے تو مہدی قاسم خان اُس سے ملا تھا۔ عہد اکبری کے آغاز مین اس کو منصب چار ہزاری ملا ۹۷۳ھ مین اکبر نے اس کو جونپور کا حاکم مقرر کیا اور عبد المجید آصف خان کو گرفتار کرنے کے لئے اس کو حکم دیا۔ اس کے تعاقب مین گیا مگر پھر اس کے مزاج مین ایسی وحشت پیدا ہوئی کہ وہ بے اجازت شاہی مکہ شریف چلا گیا۔ یہان سے وہ ایران و قندھار مین آیا ۱۳ھ مین بادشاہ کی خدمت مین آیا۔ بادشاہ نے اس کو تیول مین اودھ دیا وہ ۱۰۱ھ مین مرگیا۔ حسین خان ترکیہ اس کا بھائی اور داماد تھا۔ اس نے لاہور مین ایک باغ لگایا جس کا نام باغ مہدی قاسم خان ہے۔

(۳۷) مظفر خان تربتی۔ تربت خراسان کی ایک لوس (قوم) کا نام ہے اس کا پورا نام خواجہ مظفر علی خان تربتی ہے وہ بیرام خان کا دیوان تھا جب شیر محمد دیوانہ نے بیرام خان کے اموال پر قبضہ کرلیا اور اس کے متعلقین کی اہانت کی تو بیرام خان نے اس پاس مظفر خان کو

اس کی استمالت کے لئے دیبال پور سے بھیجا تھا۔ شیر محمد دیوانہ نے اس کو مقید کر کے پادشاہ پاس بھیجدیا۔ اگرچہ بعض اعیان سلطنت نے بدلائل وجوہ اس کے قتل کرنے کی صلاح دی مگر پادشاہ نے اُس کو پرگنہ پرسرور کا عملدار بنایا پھر اسکی حسن کفایت کے سبب سے دیوان بیوتات مقرر کیا جب اس کی کاردانی و بلند استعدادی پادشاہ کے ذہن نشین ہوئی تو اس کو منصب دیوانی اور لقب مظفر خانی عنایت ہوا۔ راجہ توڈرمل اس کا نائب تھا۔ بدایونی لکھتا ہے کہ ان دونوں میں ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا خلقت یہ کہتی تھی کہ راجہ کو مال کا کام مظفر سے اچھا آتا ہے لوگوں نے مظفر خان کی تاریخ اس عہدہ پر مقرر ہونے کی ظالم کہی تھی۔

اس نے ۹۱۳ھ میں قلمرو کی جمع رقمی کو دور کیا۔ بیرام خان کے زمانہ میں آدمیوں کی کثرت اور ولایت کی قلت کے سبب سے جمع کو برائے نام زیادہ کر کے مزید اعتبار کے لئے تنخواہیں دیتے تھے اُس نے اُس کو دفتر سے نکال کر اور قانون گویوں کا اظہار لیکر ممالک محروسہ کی جمع کو تشخیص کر کے پیش کیا اس کا حال آئین دہ سالہ میں مفصل لکھا ہے۔ داغ قانون جاری نہ تھا۔ مظفر خان نے سپاہیوں کی تعداد اور امرا اور پادشاہ کے ملازمین کی تعداد مقرر کی اور سپاہیوں کی تین قسمیں مقرر کیں۔

۹۱۴ھ میں معلوم ہوا کہ قطب پر مظفر عاشق ہوا اس معشوق کو پادشاہ نے زبردستی جدا کیا تو مظفر فقیر ہو گیا۔ پادشاہ نے پھر اس کے معشوق کو اس پاس بھجوا دیا۔

۹۷۹ھ میں وہ پادشاہ کے سامنے چوپڑ کھیل رہا تھا جب بہت سی بازیاں ہارا تو حضور میں نامناسب حرکات کرنے لگا جس کے سبب سے پادشاہ نے پایۂ اعتبار سے اس کو ساقط کر کے رخصت کیا۔ مگر جب پادشاہ سورت کا محاصرہ کر رہا تھا تو وہ پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ پادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا وہ کچھ دنوں مالوہ میں خدمات کرتا رہا کہ ۹۸۱ھ میں وہ وکیل سلطنت مقرر ہوا جملۃ الملک کا خطاب ملا اس کے حسن خدمات کا بیان مہمات مالوہ میں و بنگال و بہار میں بیان ہوا۔ وہ ربیع الاول ۹۸۸ھ میں مارا گیا آگرہ میں اس کی ایک جامع مسجد بنائی ہوئی ہے جو کھنڈر پڑی ہے اور نواب مظفر خان کی

مسجد کہلاتی ہے۔

(۳۸) سیف خان کوکہ۔ یہ زین خان کا بڑا بھائی ہے کہتے ہین کہ اس کی مان کے ہمیشہ لڑکیان پیدا ہوا کرتی تھین۔ کابل مین وہ حاملہ تھی تو اس کے باپ نے کہا تھا کہ اگر اس دفعہ لڑکی جنے گی تو خانہ داری و ملاقات سے موقوف ہوگی وہ غصہ مین آکر مریم مکانی کی خدمت مین گئی اور یہ حال بیان کیا اور اسقاط حمل کی اجازت چاہی اکبر باوجودیکہ چھوٹی عمر کا تھا اس نے کہا کہ میری خاطر سے یہ کام نہ کر خدا تجھکو بیٹا دیگا۔ اس نے اس شہزادہ کے کہنے کو مژدۂ غیبی جانا اپنے ارادہ سے باز رہی اتفاقاً سیف خان پیدا ہوا مان باپ کو بہت خوشی ہوئی اُنہون نے شاہزادہ کا شکریہ ادا کیا۔ اکبر اس کے حال پر بہت عنایت کرتا تھا پادشاہ ہوتے ہی سیف خان کو باوجودیکہ آغاز شباب تھا منصب چار ہزاری دیدیا وہ جوانمرد بڑا تھا سورت کے محاصرہ مین اس کے گولی لگی۔ ایک مہینہ مین اچھا ہوا۔ احمد آباد کی لڑائی مین دو زخم کھا کر پادشاہ کی تلاش مین گیا اور دشمن سے لڑکر ملک بقا کو سدھارا۔ پادشاہ کو ایسے مخلص راسخ قدم کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا جب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ وہ قرضدار مرا ہے تو اس کا سارا قرض اپنے پاس سے چکا دیا اور اُس کے بیٹون شیر افگن خان اور امان اللہ کو اچھے منصب عنایت کئے۔

(۳۹) راجہ تو ڈرمل کھتری۔ وہ لاہور مین پیدا ہوا کہتے ہین کہ ابتدا مین اُس کو شیر شاہ نے تعلیم کیا تھا ۹۷۱ھ مین وہ مظفر خان کے ماتحت مقرر ہوا ۹۷۲ھ مین وہ پادشاہ کے ساتھ خان زمان کے فسادون کے مٹانے مین پادشاہ کے ہمراہ تھا ۹۸۰ھ مین وہ گجرات کی جمع کی تشخیص کے لئے بھیجا گیا جب پٹنہ فتح ہوگیا تو ۹۸۲ھ مین اس کو علم و نقارہ مرحمت ہوا اور منعم خان کے ساتھ بنگال بھیجا گیا ہرچند سرداری و کارفرمائی خانخانان سے تعلق رکھتی تھی لیکن فوج کشی و دلدہی سپاہ مین مردانہ یورشون مین سرتابون اور مخالفون کی تنبیہ مین اصل مین وہی اس مہم کی جان تھا جب داؤد خان کررانی کی جنگ مین خان عالم کشتہ اور خانخانان زخمی ہوا تو راجہ جنگ مین ایسا ثابت قدم رہا کہ جس سے شکست فتح کی

صورت بن گئی۔ جب راجہ پاس خانخانان اور خان عالم کی خبر ناخوش اور ناخواستنی پہنچی تو برآشفتہ ہو کر کہا کہ اگر خان عالم مرا تو کیا غم اور اگر خانخانان چلا گیا تو کیا باک ہے اقبال شاہی ہمارے ساتھ ہے اس ولایت کا بندوبست کر کے حضور مین آیا اور بدستور سابق مقدمات مالی اور ملکی مین دخیل ہوا جب خانخانان بنگال کو گیا راجہ کو اُس کے ہمراہ جانے کا حکم ہوا۔ اس دفعہ بھی اس کی یاوری سے گیا ہوا ملک ہاتھ لگا اور اس نے داؤد کو پکڑ کر عدم خانہ مین بھیجا اور ۹۸۳؁ھ مین چار سو ہاتھی اور غنائم کے ساتھ پادشاہ کی خدمت مین بھیجے۔ سال آئندہ مین وہ وزیر خان کی جگہ دوبارہ گجرات بھیجا گیا جس سے یہان کا کام نہین چلا تھا وہ احمد آباد مین وزیر خان کے ساتھ انتظام کر رہا تھا کہ مظفر حسین نے مہر علی کولابی کے اغواسے سرکشی کی وزیر خان چاہتا تھا کہ قلعہ مین جلے مگر راجہ تو ڈرمل لڑنے پر آمادہ ہوا اور ۲۲؁ مین دھولقہ کے حدود مین احمد آباد سے بارہ کوس پر مظفر کو شکست دیدی۔ وزیر خان کا قریب تھا کہ کام تمام ہوتا اگر راجہ اُسکی کمک کو نہ آتا مظفر اس شکست کے بعد جونا گڈھ کو بھاگ گیا۔

اسی سال مین تو ڈرمل وزیر مقرر ہوا۔ جب پادشاہ اجمیر سے پنجاب کو روانہ ہوا تو راجہ کے وہ بت جن کی ہر روزہ خاص طرح پر پرستش نہین کر لیتا تھا کوئی اور کام نہین کرتا تھا گم ہوگئے راجہ نے اس غم مین خواب آشام کو چھوڑا مگر پادشاہ کی نصیحت سے اس تقلید دوست کی کچھ تسلی نہ ہوئی دار الوزارت کا کام اس کا منافقون نے قرار واقع نہ ہونے دیا۔

۹۹؁ مین تو ڈرمل دیوان شرف کا اشراف یعنی وکیل مقرر ہوا اس نے از سر نو ملکی و مالی معاملات کی بنا رتازہ رکھی اور چند نئے ضابطے بنائے جو فرمان شاہی سے جاری ہوئے۔ اور جو سکّون کے باب مین قوانین بنائے تھے آئین اکبری مین ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے قوانین کا بیان اقبال نامہ مین ہے سب سے بڑی بات اصلاح کی جو تو ڈرمل نے

داخل کی وہ یہ ہے کہ اس نے مال کے حسابون کی زبان اور خط کو بدل دیا پہلے یہ سارے حساب ہندی مین ہندی محرر رکھتے تھے تو ڈرمل نے حکم دیدیا کہ اب سے تمام حسابات فارسی مین لکھے جائین۔ اس سبب سے اس نے ہندوؤن کو فارسی زبان سیکھنے پر مجبور کیا۔ فارسی زبان کے داخل ہونے کا حال بعینہ ایسا ہے جیساکہ برٹش گورنمنٹ مین دفترون مین انگریزی زبان کے داخل ہونے کا۔ فارسی زبان کی تحصیل ہندوؤن کے لئے سرمایۂ دولت بنی پہلے ہندو فارسی نہ پڑھنے کے سبب سے مسلمانون کی طرح اعلےٰ عہدے نہین پاتے تھے اب پانے لگے ہندوؤن کے فارسی پڑھنے کے سبب اُردو زبان پیدا ہو گئی۔

۲۹ھ مین بادشاہ نے راجہ کے گھر جاکر اس کی عزت کو بڑھایا۔ ۳۲ھ مین ایک کھتری نے اپنی ذاتی دشمنی کے سبب رات کو ایک تلوار لگائی اور اپنے ٹکڑے ٹکڑے کرائے۔ جب راجہ بیربر یوسف زئی کی لڑائی مین مارا گیا تو تو ڈرمل کو مان سنگھ کے ساتھ جو سپہ سالار مقرر ہوا تھا جانے کا حکم ہوا تھا۔

۳۴ھ مین جب راجہ کشمیر مین گیا ہے تو لاہور مین اس کو منتظم مقرر کیا جب بادشاہ کابل کو جانے لگا ہے تو راجہ نے بادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ پیری و بیماری نے مجھ پر غلبہ کیا ہے موت قریب آ گئی ہے اگر اجازت ہو تو سب چیزون کو چھوڑ کر گنگا کے کنارہ پر خدا کی یاد مین اپنی باقی زندگی بسر کرون۔ بادشاہ نے اس کو اجازت دیدی لاہور سے وہ ہردوار مین آیا کہ بادشاہ کا منشور واپسی کے لئے آیا اس مین لکھا تھا کہ کوئی ایزدی پرستش زیردستون کی تیمارداری سے بہتر نہین ہے۔ بہتر ہے کہ وہ آدمیون کے کام مین مشغول ہو ناگزیر وہ واپس آیا مگر جلدی سے ۹۹۸ھ کی گیارھوین تاریخ کو زندگی اس کی ختم ہوئی۔ ابوالفضل نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ تیز دستی و درستی خدمت گزینی اور بے طمعی اور مہمات کی مردانگی و بے ہمتون کی ہمت افزائی و معاملہ شناسی و کارطلبی و سربراہی مین وہ ہندوستان مین یگانۂ روزگار تھا مگر کینہ ور اور انتقام کش تھا تھوڑی سی ناملائمی بھی اُس کے دل مین نشوونما پاتی تھی۔ یہ خصلت دوربین خرد گزینون کے نزدیک نہایت

ناپسندیدہ ہے خصوصًا ریاست منڈی مین جب کہ اہل عالم کی مہمات اُسکو سپرد ہون اور بادشاہ
عالم کی وکالت مفوض ہو۔ اگر تعصب دینی اسکے چہرۂ فطرت کا غازہ نہوتا تو اُسکی خصلت مین
چندان نکوہیدگی نہوتی سچ یہ ہے کہ اگر تعصب سازی و تقلید دوستی و کینہ توزی نہ کرتا اور
اپنے کیے پر اصرار نہ کرتا تو صورت مین اس معنے کر بزرگون مین سے ہوتا مگر باوجود ان سب
باتون کے وہ بےطمعی کارشناسی مین کم نظیر کیا بے عدیل تھا۔ بادشاہ فرماتا تھا کہ ٹوڈرمل
امور مالی و ملکی مین تندو ذہن سار رکھتا ہے لیکن استغنا و خودپسندی اُسکی مجھے خوش نہین معلوم
ہوتی۔ ابوالفضل سے اُسکی نبتی نہ تھی۔ ایک دن بادشاہ سے اس نے راجہ کی شکایت کی تو
بادشاہ نے فرمایا کہ نواختہ را نمی توان برانداخت۔

غرض راجہ ٹوڈرمل کی سپہ سالاری مین اور باقی کامون مین کمال کی شہرت اکبر کے
تمام اُمرا مین سبقت لے گئی ہے۔ ابوالفضل و مان سنگھ کی طرح وہ ہندوستان مین مشہور ہے
اسکا بیٹا دھورا منصب ہفت صدی رکھتا تھا۔ سندھ کی مہم مین وہ مارا گیا۔ لوگ کہتے
ہین کہ وہ گھوڑون کے نعل سونے چاندی کے لگواتا تھا۔

ٹوڈرمل کے نام مین ٹ و ڈ و ڑ کتابون مین لکھی جاتی ہے اور پرانی تاریخون مین
اسکا نام تورل مل لکھا جاتا ہے۔ تفریح الامارات مین لکھا ہے کہ ٹوڈرمل کا باپ جب مرا ہے
تو اُسکی بہت کم عمر تھی اور اسکی مان بڑی مفلوک الحال تھی۔ کم عمری مین عقل و شعور کے آثار
نمودار تھے۔ اول اسنے محرری کا ادنے عہدہ قبول کیا اور اس کمتر درجہ سے برتر مرتبہ پر پہنچا۔

راجہ ٹوڈرمل اپنے مذہب مین بڑا کٹا و پکا تھا اسنے جو دفاتر شاہی مین ہندی کی
جگہ فارسی کو رواج دلوایا۔ ظاہرا اپنے قوم کے خلاف معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین یہ کام
اسکا بڑا اپنی قومی خیرخواہی کا تھا۔ ہندوؤن مین اسنے فارسی زبان کے سیکھنے کا رواج دلا کر
انکو اہل قلم کے صیغۂ ملازمت مین مسلمانون کی برابر کردیا وہ ہندی لیکھک سے اب ادنے سے
بڑے بڑے عہدون پر سرفراز ہونے لگے۔

(۴۰) محمد قاسم خان نیشاپوری - وہ اعاظم نیشاپور سے ہے - جب یہان ازبکون نے ہنگامہ شورش برپا کیا تو خان مزبور وطن کو چھوڑکر بیرام خان کی رفاقت مین آیا - اسکند سور کے ساتھ جنگ مین نیک خدمات کین اور جنگ ہیمو مین علی قلی خان زمان کے ساتھ ہراول مین ناموری حاصل کی - اجمیر و ناگور کو فتح کیا - کچھ دنون ملتان مین اور کچھ دنون مالوہ کی حکومت پر سرافراز رہا اور سارنگ پور مین مرگیا -

(۴۱) وزیر خان برادر عبد المجید آصف خان ہراتی - جب ان دونون بھائیون نے خانخانان و بہادر خان سیستانی کی قید سے رہائی پائی تو وہ کڑہ مانک پور مین آئے - مظفر خان کے توسل سے وزیر خان نے اپنا اور اپنے بھائی کا قصور بادشاہ سے معاف کرایا -

جب مرزا کوکہ ناظم گجرات معرض عتاب مین آیا تو وزیر خان گجرات بھیجا گیا اور وہان سپہ سالار مقرر ہوا - پھر ۲۲ سنہ مین ٹوڈرمل نے اس سے کام لے لیا - وزیر خان دربار مین بلایا گیا کوئی کام اسنے یہان اچھا نہین کیا - پھر ۲۵ سنہ مین اودھ مین حاکم مقرر ہوا - پھر مہم بنگال مین وہ کام کرتا رہا - ۳۱ سنہ مین وہ اور محب علی خان دونو بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوے سنہ ۹۹۵ مین وزیر خان نے انتقال کیا - اسکے بیٹے محمد صالح کو شہباز خان بخشی فوج نے باپ کی جگہ مقرر کیا مگر اسنے ایسی سرکشی کی کہ اسکو مقید کرکے بادشاہ پاس بھیجنا پڑا -

(۴۲) قلیج خان اندجانی - اندجان ضلع فرغانہ مین دریا جیحون کے جنوب مین ہے سلاطین چغتائیہ کی خدمت مین اسکے باپ دادا خدمت کرتے چلے آئے ہین - وہ صاحب نسب تھا - اسکا دادا سلطان حسین مرزا کے ہان عمدہ عہدہ رکھتا تھا - سنہ ۷ مین بادشاہ نے قلعہ آہنین بنیاد سورت کو ایک مہینہ سترہ روز مین فتح کیا تھا - اس قلعہ کی حراست و حفاظت قلیج خان کے سپرد ہوئی وہ اسی برس کی عمر مین ۲ رمضان سنہ ۱۰۲۲ مین پشاور مین مرگیا - مرنے کے زمانہ مین وہ منصب شش ہزاری رکھتا تھا اور پانچ ہزار سوار کا افسر تھا - قلیج خان صلاح و تقوی بہت رکھتا تھا - تسنن مین متعصب تھا - درس علوم و افادہ طلاب

مین اشتغال کرتا تھا۔ کہتے ہین کہ لاہور کی صوبہ داری مین وہ ایک پہر مدرسہ کے اندر رفتہ وہ
وحدیث کے درس مین قیام کرتا تھا۔ علوم شرعیہ کی ترویج مین کمال کوشش کرتا تھا۔
طبع موزون رکھتا تھا۔ الفتی تخلص کرتا تھا۔ اسکے دو بیٹے مرزا سیف اللہ خان و مرزا حسین
قلیج اکبر بادشاہ کے عہد مین مناصب مناسب پر ممتاز ہوے قلیج کے ....
معنے ترکی زبان مین شمشیر کے ہین پس قلیج خان ایسا ہی نام ہے جیسے کہ شمشیر خان۔

(۴۳) صادق خان۔ یہ محمد باقر ہروی کا بیٹا ہے جو قرا خان حاکم خراسان کا وزیر تھا
جس نے بادشاہ طہماسپ سے بغاوت کی تھی۔ صادق خان اول ہندوستان مین آیا۔ اور
بیرام خان کا نوکر ہوا۔ رکابداری کی خدمت پائی۔ تھوڑی مدت مین منصب بادشاہی پایا۔
بیرام خان کے بعد وہ امیر ہو گیا۔ بادشاہ کا ہاتھی لعل خان اسکی غفلت سے غرق ہو گیا تھا
اِس لیے عتاب شاہی مین آیا۔ مگر جب چند ہاتھی جرمانہ کے طور پر بادشاہ کی نذر کیے
تو قصور معاف ہوا اور ولایت گڈھہ و ولایت شرق بنگال و ملتان وتیراہ و دکن کی
مہمات مین اُس نے خدمات نمایان کین۔ دکن مین ۱۰۰۸ھ مین وہ شاہزادہ مراد کا اتالیق
مقرر ہوا۔ ۱۰۰۱ھ مین اس نے منصب پنجہزاری پایا۔ ملک دکن مین سپہ سالار مقرر ہوا۔ ۱۰۰۵ھ
مین شاہ پور اسہال کے مرض سے ملک بقا کا مسافر بنا۔ آگرے سے آٹھ کروہ پر دھولپور
مین اسنے وطن بنایا تھا۔ یہان اسنے عالی شان سرا عمارت و مقبرہ بنایا اور اسکے گرد دہات
آباد کیے۔ بڑا بیٹا اسکا زاہد خان ہے جسکا ذکر جدا بیان ہوگا اور بیٹے اسکے دوست محمد و
یار محمد تھے۔ انمین سے کوئی شاہجہان کے عہد مین زندہ نہ تھا۔

(۴۴) راے رائے سنگھ پسر راے کلیان مل۔ کلیان مل بیکانیر کا زمیندار قوم کا راٹھور
رجپوت تھا وہ مالدیو کی چوتھی پیڑھی مین تھا۔ بیرام خان کا دوست تھا۔ ۹۶۵ھ مین
اکبر کی خدمت مین وہ مع اپنے بیٹے راے سنگھ کے اجمیر مین آیا اور اپنی بھتیجی کو بادشاہ سے
بیاہا۔ وہ اپنی چالیس برس کی عمر مین منصب دو ہزاری رکھتا تھا۔ ۹۷۸ھ مین راے سنگھ نے

جودھپور وطن مالدیو مین توقف کرکے گجرات کی راہ روکی کہ باغی ممالک محروسہ مین داخل ہون - ابراہیم حسین کی و محمد حسین مرزا کی و چندر سین پسر راجہ مالدیو کی لڑائیون مین اور رسوانہ کی فتح مین جالور و سروہی و ناڈوت و رکابل و بلوچون کی و ٹھٹہ و رانا کی مہمات مین اچھی اچھی خدمتین کین بعض اوقات بادشاہی عتاب مین آیا - مگر اسکے قصور معاف ہوگئے - اکبر کے عہد مین تو اسکو منصب چار ہزاری ملا - مگر جہانگیر کے عہد مین وہ پنجہزاری ہوا - جب جہانگیر خسرو کے تعاقب مین پنجاب جا رہا تھا تو وہ محل کے ہمراہ مامور ہوا تھا - مگر اثنا راہ مین وہ بے حکم اپنے وطن کو بیکانیر چلا گیا - شریف خان نے اسکا یہ قصور معاف کرایا - سنہ ۲۱ مین وہ عدم آباد کو سدھارا اسکے بیٹون کا حال جہانگیر کی سلطنت مین بیان ہوگا -

منصب دو ہزار و پانصدی

(۵۴) شاہ قلی محرم بہارلو - یہ بیرام خان کا عمدہ نوکر تھا ہیمو کو ہاتھی پر سے پکڑ کر اور ہاتھ پانوٴ باندھ بادشاہ کے روبرو لایا تھا - قبول خان پر عاشق ہوا - اسکا بیان اقبالنامہ مین لکھا گیا - وہ بیرام خان کا آخر وقت تک دوست رہا - بیرام خان کے مرنے کے بعد بہت جلد وہ امیر ہوگیا - پنجاب کا حاکم مقرر ہوا - وہ بادشاہ کا ایسا منظور نظر تھا کہ اُسکو بادشاہ اپنے محل مین لیگیا - شاہ قلی نے اپنے گھر جا کر اپنے تئین مجبوب کیا یعنی فوطے اپنے نکال کر پھینک دیے - جب بادشاہ کو اس پر علم ہوا تو اسکو محرم کا خطاب دیا - سنہ ۹۸۲ مین بادشاہ ایک ہتنی پر سوار ہوتا تھا کہ ایک بدمست ہاتھی اسپر آن چڑھا - جس سے بادشاہ گر کر بیہوش ہوگیا - خبر اُڑ گئی کہ بادشاہ مرگیا اس لیے بہت سے پرگنون مین لوٹ مچ گئی میوات سے ریواڑی تک راجپوتون نے لوٹ لیا - شاہ قلی نے خوب انکی مالش کی سنہ ۱۹۸ مین منصب چہار ہزاری اُسے ملا - پھر منصب پنجہزاری و علم و نقارہ سنہ ۴۲ مین دار الخلافہ آگرہ مین عارضہ سہال مین انتقال کیا - بیماری کی حالت مین سپاہ کو دو سال کی تنخواہ پیشگی دی اور مستحقون کو بہت خیرات دی

نارنول مین اسنے اپنا وطن بنایا تھا وہان عالیشان عمارتین اور بڑے تالاب بنائے اسکے اولاد نہین تھی اِس لیے تمام مال اسکا خزانہ شاہی مین آیا۔

(۴۴) اسماعیل قلی خان برادر خورد خان جہان۔ وہ جالندھر کی لڑائی مین گرفتار ہوا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ بادشاہ کی خدمت مین سرافراز ہوا و مہم بلوچستان مین کامیاب ہوا۔ زابلستان کی حکومت مین افعال ناسزا کا مرتکب ہوا۔ بھکر سے مکہ روانہ ہونیکا حکم ہوا۔ مگر تضرع وزاری کے سبب سے وہ یوسف زئی کی مالش کے لیے متعین ہوا۔ یہان بھی اُسنے کچھ کام نہین کیا۔ پھر وہ ۱۰۳۶ھ مین مالوہ مین جاگیردار مقرر ہوا۔ پھر کالپی اپنی جاگیر مین گیا اور ۱۰۴۲ھ مین اسکو منصب پنجہزاری ملا وہ عیش دوست بڑا تھا۔ کھانے پینے لباس و فرش و ظروف مین بہت تکلف کرتا تھا۔ بارہ سو عورتین اسکے پاس تھین۔ جب دربار مین جاتا تو انکے ازار بندون کو قفل لگا جاتا۔ آخران عورتون نے عاجز ہوکر اسکو زہر دیکر مار ڈالا۔ اسکے تین بیٹے (۱) ابراہیم قلی (۲) سلیم قلی۔ (۳) خلیل قلی تھے۔ اول کو منصب سہ صدی اور باقی دو مین سے ہر ایک کو منصب دوصدی ملا تھا۔

منصب داران سہ ہزاری

(۴۷) مرزا جانی بیگ ارغون حاکم ٹھٹھہ۔ ارغون کا حال تاریخ سندھ مین بیان ہوگا۔ ۱۰۰۰ھ خانخانان نے مرزا جانی بیگ کو شکستین دے کر مطیع کیا۔ ۱۰۰۱ھ وہ بادشاہ پاس آیا۔ منصب سہ ہزاری پایا۔ ملتان کی صوبہ داری کے ساتھ مخصوص ہوا۔ مگر پھر اسکو سندھ ملگیا۔ ۱۰۰۲ھ مین منصب سہ ہزار و پانصدی پایا۔ مرزا فراست و دانائی سے آراستہ تھا اسکے گفتار و کردار سے راستی و درستی اور شناسائی و آہستگی اسکی نشست و برخاست سے نمایان تھی چھوٹی عمر سے شراب پینے کا شوق تھا مگر اس حالت مین کوئی ناہنجار حرکت نہین کرتا۔ کار کرد و گفتگو مین اپنا پاسبان رہتا۔ مگر شراب کے بڑھنے سے بیمار رہوا۔ رعشہ و سرسام مین

گرفتار رہا۔ ۱۰۰۰ھ میں برہان پور میں قلعہ اسیر کی فتح کے بعد فنا ہوا۔
ایک دن بادشاہ کی مجلس مین کہتا تھا کہ آسیر جب قلعہ میرے پاس ہوتا تو سو سال تک اسکو مین نہ دیتا۔ معاندون نے پادشاہ سے کہا۔ بادشاہ کے دل مین غبار اُسکی طرف سے آیا ہی تھا کہ موت آگئی۔ طبیعت اسکی موزون تھی حلیمی تخلص کرتا تھا۔ مرزا جانی بیگ کا بیٹا مرزا غازی بیگ تھا۔ جب ۱۰ ہے تو اسکی عمر ۱۱ سال کی تھی۔ بادشاہ نے اسکو ملک سندھ کا حاکم مقرر کر دیا۔ مگر اسکے پاس سپاہ اتنی جمع ہو گئی تھی کہ اسنے بادشاہ سے بغاوت کی۔ مگر سعید خان بھکر جاکر اسکو دربار مین لایا۔ بادشاہ نے اسکو ملک سندھ دیدیا۔
جہانگیر جب تخت پر بیٹھا ہے تو اسکو سوا سندھ کے ملتان بھی اور ہفت ہزاری منصب ملگیا اور قندھار کی کمک کو بھیجا گیا۔ جسکو حسین خان شاملو حاکم ہرات نے گھیر رکھا تھا اسکو فرزند کا خطاب ملا۔ عباس اسکو اپنی طرف بر چاتا تھا اور کئی دفعہ اسکو خلعت بھیجے تھے۔ وہ ۱۰۱۸ھ میں فجۃً مرگیا۔ اسکے مرنے کی تاریخ لفظ غازی ہے۔ اسکے کچھ اولاد نہ تھی۔ باپ کی طرح وہ بھی شاعر تھا۔ اپنا تخلص وقاری کرتا تھا۔ سب طرح کے ساز بجاتا تھا شاعرون کو بہت انعام دیتا تھا وہ صرف شراب نہین پیتا تھا بلکہ ہر روز ایک باکرہ عورت سے مباشرت کرتا تھا۔ سب جگہ سے یہ باکرہ اسکے لیے جمع کی جاتی تھین۔ ٹھٹہ مین کوئی رنڈی باقی نہ تھی جو اس سے اپنا رشتہ نہ بتائی ہو۔

(۴۸) اسکندر خان اوزبک۔ اوزبک کے سلاطین زادون مین سے تھا اکبر شہنشاہ کی خدمات بجالایا۔ خانی کا خطاب پایا۔ آگرہ کی حکومت ملی۔ ہیمو کے ساتھ مرکر سرہند کو بادشاہ پاس بھاگا۔ پھر وہ پنجاب مین مظفر خان کی کمک کو گیا۔ پھر اودھ کا تیول دار مقرر ہوا خان زمان کی بغاوت مین شریک ہوا۔ پھر توبہ کر کے بادشاہ کے پاس بازگشت کی اور سرکار لکھنؤ کا تیول دار مقرر ہوا جب لکھنؤ مین آیا تو بیمار پڑا اور ۹۸۰ھ مین دنیا سے گیا۔

(۴۹) آصف خان خواجہ عبدالمجید ہروی۔ شیخ ابوبکر تائبادی کے فرزندون مین سے ہے جو

اپنے زمانے کے صاحب کمالون مین سے تھا۔ ۷۸۲ھ مین امیر تیمور ہرات کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا تو ملک غیاث الدین یہان فرمان روا تھا۔ تا ماہ مین جب وہ آیا تو اُسنے شیخ پاس اپنا آدمی بھیجا کہ آپ کس واسطے تیمور سے ملاقات نہین کرتے تو اُسنے کہا کہ مجھے امیر سے کیا کام ہے تو امیر خود شیخ پاس گیا اور اس سے کہا کہ آپنے ملک غیاث الدین کو نصیحت کیون نہین کی تو اُنھون نے جواب دیا کہ مین نے نصیحت کی تھی مگر اُس نے نہین سُنی۔ خدا تعالی نے تمکو اس پر مقرر کردیا۔ اب مین تمکو نصیحت کرتا ہون کہ عدل کرو اگر عدل نہ کروگے تو خدا تم پر کسی دوسرے کو مقرر کرے گا۔ امیر کہتا تھا کہ مجھے ہر قسم کے درویشون کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا سب کے دل مین خود غرضی کو دیکھا مگر شیخ کو اس سے خالی پایا۔

خواجہ عبدالمجید کے بھائی وزیر خان کا ذکر اوپر ہوچکا ہے وہ ہمایون کی سرکار کا دیوان تھا۔ اکبر کے عہد مین وہ دیوان سے سردار ہوا اور جامع سیف و قلم ہوا۔ اسکو آصف خان کا خطاب ملا۔ وہین کی حکومت ملی اور بتدریج صاحب علم و طبل ہوا منصب سہ ہزاری ملا۔ چنار اور رٹھنٹہ اور باندھو اور گڈھ کتنگہ کی مہمات مین جو کام خواجہ نے کیے وہ اقبالنامہ مین مرقوم ہین۔ ۹۷۰ھ مین وہ باغی ہوکر خان زمان کے ساتھ مین گیا پھر اسکے جرائم معاف ہوے ۹۷۵ھ مین وہ رانا اودے سنگھ کی ساتھ لڑائیون مین شائستہ خدمت بجالایا اور جب قلعہ چتور فتح ہوا تو اصف خان کو وہ عنایت ہوا۔ اسکے مرنے کی تاریخ نہ ماثر الامرا مین نہ طبقات مین لکھی ہے۔

(۵۰) مجنون خان قاقشال۔ عہد ہمایون مین وہ نارنول کا تیولدار تھا۔ جہان سے شیر شاہ کے غلام حاجی خان نے اسے نکالدیا۔ عہد اکبری مین وہ کرہ مانک پور کا جاگیردار ہوا خان زمان اور اُسکے بھائی کی بغاوتون مین اسنے کارہاے نمایان کیے۔ کالنجر کو تسخیر کیا گورکھپور کو خلاص کیا۔ گجرات مین کچھ بے عنوانی کی۔ پھر بہار و بنگال کی مہمات مین شایستہ خدمات بجالایا۔ گھوڑا گھاٹ کو فتح کرکے عدم کو سدھارا۔ سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ طبقات اکبری مین لکھا ہے کہ وہ پنج ہزاری منصب رکھتا تھا اور پانچہزار سوار اس کے

نوکر تھے۔ اسکا بیٹا جباری خان چند سال مراسم نوکری اور کارگذاری مین سرگرم رہا۔ جب داغ کا آئین جاری ہوا تو گروہ قاقشالیہ اس سے متوحش ہوے کہ بغاوت کے آثار ظاہر کرنے لگے وہ بھی اس کام مین شریک ہوا۔ مگر پھر اسکو خانجہان کا خطاب ملا۔ پھر اسکو مدت تک زندان مین رہنا پڑا۔ پھر ۹۹۳ھ مین رہا ہوا۔

(۵۱) شجاعت خان عرف مقیم خان عرب۔ یہ تردی بیگ کا بھانجا اور خویش ہے۔ ہمایون بادشاہ نے اسکو مقیم خان کا خطاب دیا تھا وہ ہمایون کی خدمت چھوڑکر مرزا عسکری سے جا ملا تھا۔ پھر اسنے بادشاہ سے قصور معاف کرایا۔ منعم خان کے ساتھ شہنشاہ اکبر کی خدمت مین آیا۔ ۹۶۸ھ مین مالوہ کی یورش مین شایستہ خدمات بجا لایا۔ شجاعت خان کا خطاب پایا۔ ۹۷۵ھ مین بادشاہ اسکے گھر مین مہمان ہوا۔ ایلغار نہ روزہ مین وہ بادشاہ کے ساتھ تھا۔ ایک دفعہ بزم شاہی مین اسنے کچھ کلمات نامناسب منعم خان خانان کی نسبت کہے تھے۔ اسکو سرزنش زبانی ہوئی اور خان خانان پاس بھیجا گیا جس نے اسکا قصور معاف کیا۔ ۹۸۲ھ مین منصب سہ ہزاری اسکو ملا۔ ممالک شرقیہ مین وہ سپہ سالار اور حاکم رہا ۹۸۸ھ مین اسکے نوکرون نے شہید کیا۔ اکبر نے اسکے قاتلون کو سخت سزا دی۔ ایکدفعہ جنگل مین بادشاہ نے اسکی جان بھی بچا دی تھی۔

اسکا ایک بیٹا قویم خان باپ کے ساتھ مارا گیا وہ نوجوان تھا علم موسیقی سے خوب ماہر تھا۔ دوسرا بیٹا مقیم خان تھا اسے منصب ہفت صدی ملا تھا۔

(۵۲) شاہ بداغ خان وہ اویماق کال کی اولاد مین تھا (فراترک کی قوم کے دو فرقے اویماق کہلاتے تھے وہ ہندوستان مین شہسلوری مین مشہور تھے مغلون کے مورخ ایماق لکھتے ہین اور اس سے شہسلور مراد لیتے ہین اس ترکی لفظ کے معنی ہندوستان مین کچھ سے کچھ ہوگئے (بداغ کے معنی ترکی زبان مین شاخ کے ہین۔ کال کے معنی کسی فرقہ کے بانی کے ہین) ہمایون کے عہد مین اپنی خدمات پسندیدہ کے سبب سے امیر ہوگیا اور عہد اکبری مین ہمیشہ دشمنون سے لڑتا تھا۔ اس کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عوض مین پے درپے اُسکے منصب اضافہ ہوتے گئے اور وہ امیر ہو گیا اور منصب ہزاری اسکو مل گیا۔ ۹۸۰ھ مین جب بہادر خان سے لشکر شاہی نے شکست پائی تو یداغ خان نہین بھاگا۔ گھوڑے پر سے گرکر گرفتار ہوا۔ پھر وہ اس قید سے رہا ہوا۔ مالوہ مین اسکو حسن خدمات کے سبب سارنگ پور تیول مین ملا۔ اسنے مانڈو مین انتقال کیا۔ قلعہ مانڈو مین اسنے عمارت مطبوع اور مستحکم بنائی اور نیل کنٹھ اسکا نام رکھا اور اس پر یہ بیت کندہ کرائی ؎

توان کردن تمامی عمر را مصروف آب وگل — کہ شاید یکدمے صاحبدلے اینجا کند منزل

اسکے نیچے میر معصوم بھکری نے جسکا تخلص نامی تھا یہ رباعی کندہ کی۔

رباعی

چندے دیدم شکستہ در گنج گاہ — بر کنگرہ مقبرۂ شروان شاہ
فریاد کنان زروے عبرت گفت — کو آن ہمہ حشمت و کجا آن ہمہ جاہ

عہد جہانگیری مین ان عمارات کو رونق تازہ حاصل ہوئی۔

(۳۲۵) حسین خان ٹکریہ ۔ مہدی قاسم خان کا بھانجا اور داماد ہے اول وہ بیرم خان کا ملازم تھا۔ ماہ صفر سنہ ۹۶۵ھ مین لاہور کی حراست اُسکے سپرد ہوئی کوئی ہندو لمبی ڈاڑھی کا آیا اسکو مسلمان سمجھ کر اُسنے تعظیم دی جب اُسکو معلوم ہوا کہ وہ ہندو ہے تو اُسنے حکم دیا کہ کوئی ہندو اس ہاں جبتک نہ آئے کہ کندھے پر غبار نہ لگائے۔ غبار ایک زرد کپڑا ہوتا ہی امتیاز کے واسطے کندھے پر لگایا کرتے تھے۔ اسکا ہندی ترجمہ ٹکڑی ہے اسلیے اسکے نام کے ساتھ ٹکریہ لگایا جاتا ہے۔ بیرم خان کے ساتھ وہ ورشاہ قلیخان اُسوقت تک ساتھ رہے کہ کوئی عزیز بن مین اسکی ہمراہ نہ رہا تھا۔ جب مہدی قاسم خان گڈھ سے دل برداشتہ ہوکر راہ دکن سے حجاز کو روانہ ہو تو وہ کچھ دور اسکے ساتھ گیا جب قصبہ ستواس پر آیا تو یہان مرزاؤن کا غوغا جمع ہو رہا تھا ناچار وہ قصبۂ مذکور مین مقرب خان کے ساتھ کہ یہان کا تیول دار تھا متحصن ہوا۔ جب مقیم خان بھاگ گیا تو حسین خان باہر نکلکر ابراہیم حسین مرزا سے ملا۔ ہر چند اسنے اسکو رفاقت کے لیے کہا مگر اس نے

قبول نہین کیا۔ سنہ ۱۲ مین وہ پادشاہ پاس آیا قدر دانی کا بازار گرم تھا تہوّر وجلادت و خدمت گزینی اورکار طلبی کی پادشاہ کے دلنشین تھی باوجودیکہ وہ سپاہ گیشرکے کسی انتظام کو اچھی طرح نہین جانتا تھا اِس امید پر کہ وہ اِس سے شناسا ہوجائیگا اسکو منصب سہ ہزاری عنایت ہوا اپنے تیول محال مین دست تعدی دراز کیا اور اندازہ سے پانوُن باہر نکالا۔ سنہ ۱۹ پادشاہ شرقی ولایت مین گیا تو وہ پادشاہ کی خدمت مین نہ آیا۔ پادشاہ نے لوگون سے اسکا سبب پوچھا تو لوگون نے عرض کیا کہ اسکے خشک مزاج پر سودا غالب ہوا ہے اور زیر دستون پر تاخت اور رعایا کو تاراج کرتا ہے۔ پادشاہ نے اسکی جاگیر ضبط کرلی۔ جب پٹنہ فتح کرکے پادشاہ معاودت کرکے آگرہ مین آیا تو اثناء راہ مین پادشاہ پاس آیا۔ پادشاہ نے اُسکو مجرے کی اجازت نہ دی اسنے دنیا کو چھوڑ کر قلندری اختیار کی۔ پادشاہ نے پھر تازہ مہربانی کی کہ اپنی ترکش مین سے ایک تیر دے کر حکم دیا کہ اپنی جاگیر مین جو خالصہ مین داخل ہوگئی تھی جائے اور سرانجام سپاہ کا سامان کرے۔ جب اِس تقریب سے پادشاہ سے رخصت ہوا تو پھر اپنا وہی شیوۂ ناستودہ اختیار کیا اور اس نواح کی غارت و تاراج مین دست جرأت دراز کیا۔ بسنت پور سرکار کمایون کو غارت کرتا ہوا پہنچا۔ یہان سُنا تھا کہ بہت سے دولت اور جواہر اور سونے کی کانین ہین۔ یہان جنگ بے آئین کرکے شکست پائی۔ ہندوُن کی گولی سے زخمی ہوا۔ وہان سے پھر اسکی شورش کے دفع کرنے کے واسطے صادق خان پادشاہ کی طرف سے روانہ ہوچکا تھا۔ اس سبب سے آدمی جو اُس پاس جمع ہوے تھے وہ پراگندہ ہوے ہوا خواہون نے مصلحت تبلائی کہ منعم خانخانان پاس جاکر اسکے وسیلہ سے اپنے جرائم معاف کراؤ مگر اسکو راہ مین قصبہ بارہ کے نزدیک پکڑ لیا حسب الحکم آگرہ مین آیا اپنے گھر مین اُترا آتے ہی زخم جانکاہ سے مرگیا۔ اس کا بیٹا یوسف خان عہد جہانگیری مین امراء کے جرگہ مین داخل ہوا۔

حسین خان عبدالقادر بدایونی کا مربی ومحسن تھا۔ اسنے اپنی تاریخ مین اس طرح ستائش کی ہے کہ وہ سنی مذہب پاک اعتقاد تھا۔ ہمت مین بعدیل وشجاعت مین یگانہ

اور خورد و بزرگ کی تواضع مین یکسان تھا جب وہ لاہور مین تھا تو حضرت ختم المبنئین کی متابعت کے سبب سے رونق تھی اسنے ہزارون مساجد و مقبرون کی از سر نو مرمت کرائی - ایکدن ایک ہندو مسلمان کی صورت بناکے آیا اسپر اسلام کا گمان کرکے قیام کیا تحقیق حال کے بعد انفعال ہوا جس پر وہ حکم جاری کیا جسکا اوپر ذکر ہوا - پھر اُسنے حکم دیا کہ ہندو زین سوار نہون پالان پر بیٹھین کبھی چارپائی پر نہ سوتا نشست و برخاست مین سادات کا پاس کرتا جماعت و تہجد کی نماز کبھی اسکی باختیار فوت نہین ہوئی - باوجود لاکھون اور کروڑون کی جاگیر کے اسکے طویلہ مین ایک گھوڑا تھا کبھی وہ بھی دیدیتا تو سفر و حضر مین جب تک غلام ملازم کوئی اپنا گھوڑا اُسے نہ دیتا وہ پیادہ پا پھرتا - یہ مصرع اُسکے حال پر صادق آتا تھا مصرع خان مفلس غلام با سامان ؛ خزانہ جمع کرنے کی اُسنے قسم کھائی تھی - روز جنگ مین وہ فاتحہ جو پڑھتا اُسکی عبارت یہ تھی - یا شہادت یا فتح - لوگ کہتے کہ فتح مقدم کیجیے - یا فتح - یا شہادت کیجیے - تو وہ کہتا کہ مجھے اپنے مردہ عزیزون کے دیکھنے کا شوق بہت زیادہ ہے بہ نسبت محاذیم باقی ماندہ کے - بارہا اسنے پندرہ ہزار روپیہ سے چالیس ہزار روپیہ تک کی چٹھی سپاہ کو لکھدی - اسنے یہ نذر کی تھی کہ جو غلام اسکے ملک مین آوے وہ اول ہی دن سے آزاد ہو - جب مرا ہے تو ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا قرض دار تھا وہ قرض خواہون کے ساتھ نیک معاملہ ایسا تھا کہ اُنھون نے خوشی سے وصولی دستاویزون کو چاک کرکے قرض معاف کیا اور وارثون سے کچھ دعوی نہین کیا اور سلام و درود اسپر بھیجا - عبدالقادر لکھتا ہے کہ خلاصہ عمر کہ عنفوان جوانی ہے بخلاف اس زوال العمر کے کہ ہنگام رذالت پیری اور سرگردانی ہی مین بے اسکی خدمت مین گذرانی ہے اور اسی کی تقریب التفات سے مستحسن نشو و نما پاتا ہون شہرۂ زمان و انگشت نمائے جہان ہوا ہون اسکے احسان و نعمتون کا شکر نہین ادا کرسکتا -

(سہ ۵) مراد خان پسر امیر خان مغل بیگ ۹ سنہ مین اسنے گدھ کٹنکہ کی مہم مین آصف خان کے ماتحت عمدہ خدمات کین ۱۲ سنہ مین مالوہ اسکو جاگیر ملی اور مرزاؤن سے وہ شہاب الدین احمد خان کے

ماتحت خوب لڑائیان لڑا - مالوہ مین اہین اسکو جاگیر ملی - ۹۷۴ھ مین مرزاؤن نے خاندیس پر حملہ کیا - قلیج خان کی مدد سے اسنے مرزاؤن کو نربدا پار اتار دیا - ۹۸۰ھ مین پٹن کی لڑائی مین مرادخان کی لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا - کوئی کام مردانگی کا اسنے نہین کیا - ۹۸۲ھ مین وہ منعم خان کے ساتھ بنگال کی مہم مین گیا - بنگال کے جنوب مشرق مین اسنے فتح آباد سرکار بوگلا کو فتح کیا اور اڈیسہ مین جلیسر (جیلی سور) مین حاکم مقرر ہوا - ۹۸۳ھ مین منعم خان خانخانان کی وفات کے بعد ٹانڈہ مین آیا اسنے بنگال کی آخر مہمات مین کوئی کارنمایان نہین کیا - اسکا پردہ فاش ہونے کو تھا کہ ۹۸۵ھ مین وہ اجل طبعی سے مر گیا - اسکے مرنے کے بعد فتح آباد کے زمینداروں نے اسکے بیٹون کو دعوت مین بلا کر دغا سے مار ڈالا -

(۵۵) حاجی محمد خان سیستانی - یہ بیرام خان کا عمدہ نوکر تھا وہ ہمیشہ اسکے ساتھ مصاحبت و مشاورت رکھتا تھا - ۹۶۱ھ مین جب ہمایون قندھار گیا ہے حاجی محمد خان کو یہان سے اپنے ساتھ لیگیا - آدمیون کو اسکی طرف سے یہ گمان تھا کہ وہ فتنہ برپا کریگا ہندوستان مین آن کر بیرام خان کی سفارش سے اسکو خانی کا خطاب ملا اور مراتب اعلی پر ترقی ہوئی - اول ہی سال جلوس اکبری مین وہ لاہور کا صوبہ دار مقرر ہوا اسنے ملا عبداللہ مخدوم الملک کو اس سبب سے شکنجہ مین کھینچا کہ پادشاہ سے وہ بداخلاص تھا اور افغانون سے وہ سازش رکھتا تھا - جب بیرام خان حج کو روانہ ہوا تو ایکدن بیرام خان نے اس سے کہا مجھے کسی شخص کی مخالفت سے اسقدر کوفت نہین حاصل ہوئی کہ جسقدر تیری بیوفائی سے تو نے سارے حقوق قدیم کو فراموش کر دیا -

حاجی محمد خان نے جواب دیا کہ تو نے باوجود دعوی اخلاص و رافزونی تربیت ہمایون او رمراحم و اشفاق اکبری کی بغاوت اختیار کی اور تلوار کھینچی - اگر مین نے تیری صحبت کو ترک کیا تو کیا برا کیا - تو بیرام خان شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا

حاجی ہمیشہ پادشاہ کی خدمت مین رہا - معارک ہیجا مین مردانہ کام کرتا رہا سہ ہزاری

منصب پایا - مرزاؤن کی بغاوت دبانے گیا - سرکار مانڈو مین جاگیر پائی - ۲۰ سنہ مین منعم خان کا کمکی ہوکر بنگال گیا اور شہر گور مین جو باپھیلی اسی جوشش فنا مین ۹۸۳ سنہ مین فنا ہوا -

(۵۶) افضل خان خواجہ سلطان علی تربتی - ابتدا مین سرکار ہمایون مین مشرف خزانہ تھا - ۹۵۶ سنہ مین اسکی ترقی مشرف بیوتات کے عہدہ پر ہوئی - ۹۵۷ سنہ مین جب مرزا کامران نے کابل پر تسلط پایا تو اسکو قید کیا اور اس سے جبر و تعدی کرکے نقد و جنس بہت لیا جب ہمایون نے ہندوستان کو معاودت کی تو اسکو میر بخشی بنا دیا - جب ہیمو نے دہلی پر حملہ کیا ہے تو خواجہ تردی بیگ کے ساتھ تھا اور قول کا افسر تھا - لڑائی مین اپنی جگہ نہین ٹھہر سکا اور اشرف خان زین محمد خان کے ساتھ بھاگ گیا - بیرام خان نے تردی بیگ کو ہلاک کیا اور خواجہ اور میر منشی کو نفاق اور زرداری کے سبب سے نظربند کیا - دونو بھاگ کر حج کو چلے گئے - ۹۶۵ سنہ مین اکبر کا آستان بوس ہوا اور مرتبہ امارت اور منصب سہ ہزاری پایا - آگے اسکا حال معلوم نہین -

(۵۷) شاہ بیگ خان ارغون مخاطب بہ خان دوران خان پسر ابراہیم بیگ حربیک - ابتدا مین وہ مرزا محمد حکیم کا نوکر تھا اور پشاور کا حاکم - جب مرزا مر گیا اور اسکے فرزندون کے لینے کے لیے راجہ مان سنگھ گیا ہے تو وہ مرزا کے بیٹون کو لیکر بادشاہ کی خدمت مین آیا - سواد اور بجور مین یوسف زئی کی مالش مین اپنی مردانگی کے سبب سے نام پیدا کیا - خوشاب اسکو اقطاع مین ملا - ٹھٹہ کی فتح مین خان خانان کے ساتھ کارہائے نمایان دکھائے - دو ہزار پانصدی منصب پایا اور ۳۹ سنہ مین قندھار مین حاکم مقرر ہوا - اور اوس کاکر کو جو اس سرزمین مین مدتون سے رہزنی اور رعیت آزاری کر رہے تھے خوب تاخت و تاراج کیا - ۴۲ سنہ مین منصب سہ ہزاری دو پانصدی پایا اول سنہ جہانگیری مین حسین خان شاملو حاکم ہرات نے اکبر کی وفات کے بعد قندھار کا محاصرہ کیا - شاہ بیگ خوب دل قوی اور ہمت درست سے دن کو لڑتا اور رات کو دشمنون کی

آنکھون کے سامنے بزم نشاط آراستہ کرتا - ایکدن حسین خان کا ایلچی قلعہ مین آیا - گو غلہ تمام ہو چکا تھا - مگر جسقدر باقی تھا اُسکے تودے راستہ اور بازار مین لگوا دییے کہ دشمن کو عبرت ہو - کچھ دنون کے بعد شاہ عباس شاہ ایران کا عتاب حسین خان پر ہوا کہ کیون ہمارے حکم بغیر قندھار پر حملہ ہوا - اس لیے وہ بے نیل مقصود قندھار سے چلا گیا - ۱۰۱۶ھ مین حسب الحکم جہانگیر کی خدمت مین قندھار سے کابل مین آیا - منصب پنجہزاری اور خاندران خان کا خطاب پایا - کابل کا صاحب صوبہ اور افغانستان کا منتظم مقرر ہوا - مدتون تک یہان نظم و نسق کرتا رہا - کبرسن سے ایسا کم قوت ہو گیا تھا کہ سوار نہین ہو سکتا تھا - اس لیے بادشاہ نے اُسے بلا کر ٹھٹہ کا صوبہ دار کیا - ۱۰۲۱ھ مین پیری و سال خوردگی سے استعفا دیا - بادشاہ نے پرگنہ خوشاب جو اُسکی قدیمی جاگیر تھی اُسکا حاصل چھہتر ہزار روپیہ بطریق مدخرچ کے مرحمت کیا - کہتے ہین جب وہ ٹھٹہ جاتا تھا تو آصف خان سے رخصت ہونے آیا - اس نے ملا محمد ٹھٹی کی بھائیون کی جو اُسکے مصاحب تھے سفارش کی - شاہ بیگ نے سنا تھا کہ ملا کے بھائی آصف خان کی حمایت کے سبب سے حکام کو خاطر مین نہین لاتے ہین تو اُسے جواب مین کہا کہ اگر یہ بحساب ہون گے تو بہتر ہوگا - ورنہ مین انکی کھال کھچواؤن گا - اُس سے آصف جاہ نہایت ناخوش ہوا اور اُسکے کامون کو ایسا برہمزدہ کیا کہ منصب و جاگیر چھوڑ کر گوشہ نشین ہوا، شاہ بیگ ایک ترک سادہ سپاہی تھا جب اکبر نے اُسکو علم و نقارہ دیا تو اُسنے کہا کہ یہ کس کام آئین گے منصب بڑھایا جاے - جاگیر دی جاے تو مین بادشاہی کام کے واسطے عمدہ سوار بہم پہنچاؤن - جہانگیر سے اسنے ایک دفعہ بر سر دیوان کہا کہ حضرت آپکے باپ کے دنگل مین اتنے جوان کھڑے ہوتے تھے کہ شاہ بیگ انکے آگے پشم کی برابر تھا اور اب جو جوان کھڑے ہین وہ شاہ بیگ کی پشم کی برابر نہین -

۱۰۲۸ھ مین اسنے ایک ہزار سپاہ مغلون کی ایسی آراستہ دکھائی کہ جہانگیر دیکھ کر دنگ رہ گیا - وہ دائم الخمر تھا - بنگ و افیون و کوکنار و شراب کو ملا کر پیتا تھا اُسکا نام چار مغزا

رکھا تھا۔ اِس لیے چار مغز اخور اسکا نام مشہور ہو گیا تھا اسکے بیٹون مین ولی شاہ محمد خان تھا جسکا خطاب غزنین خان تھا۔ صاحب کمال تھا۔ ہزاری کا منصب پایا تھا کہ مر گیا۔ دوم یعقوب بیگ اماد مرزا جعفر آصف خان کا تھا۔ ارزل بد سرشت تھا۔ ترقی نہوئی۔ اسد بیگ منصب سہ صدی رکھتا تھا پچاس گھوڑون کا سردار تھا۔

(۵۸) خان عالم چلمہ بیگ پسر ہمدم کوکہ۔ یہ مرزا کامران کا کوکلتاش تھا۔ ہمایون کا سفرچی تھا۔ ۹۱۰ سنہ مین مرزا کامران کی آنکھون مین میل کھینچی گئی اور وہ حج کو روانہ ہوا تو یہ وفادار اُسکے ساتھ گیا۔ کامران کی وفات کے بعد وہ اکبر کی خدمت مین آیا۔ تھوڑے دنون منصب سے ہزاری اور خطاب خان اعظم پایا۔ حاجی پور کی فتح اور بنگال و اُڑیسہ کی مہم مین کارہائے نمایان کیے اور ۹۸۰ سنہ مین جنگ داؤد افغان مین مارا گیا کہتے ہین کہ وہ اس جنگ سے پہلے کہتا تھا کہ اِس لڑائی مین اپنی جان دونگا۔ دوستون سے توقع ہے کہ وہ میری جانفشانی بادشاہ سے عرض کردینگے۔ طبع موزون بھی شعر کہتا تھا اور ہمدمی تخلص کرتا تھا۔ باپ کے نام کے سبب سے یہ تخلص اسنے اختیار کیا تھا۔

(۵۹) محمد قاسم خان میر بحر چمن آرائے خراسان۔ خاندان تیموریہ کے قدیمی امرا مین دوست مرزا تھا۔ اسکا یہ بھانجا تھا۔ ۹۵۴ سنہ مین جب مرزا کامران کا محاصرہ ہمایون نے کوہ عقابین سے کیا ہے تو قاسم حسین مع اپنے چھوٹے بھائی خواجہ محمد حسین کے قلعہ کے آہنین دروازہ مین سے نکلکر ہمایون کی خدمت مین چلا آیا پھر اکبر کے عہد مین اُسنے بتدریج منصب سہ ہزاری پر ترقی کی اور قلعہ آگرہ کو اُسنے اپنے اہتمام سے آٹھ سال مین سات کروڑ ٹنکے یعنی ۳۵ لاکھ روپیہ مین تعمیر کرایا اور ۹۶۳ سنہ مین آگرہ کا حاکم ہوا۔ پھر ۹۹۵ سنہ مین کشمیر کی تسخیر مین کارہائے نمایان کیے کشمیریون کی شرارت کے سبب سے اُسنے یہان کی حکومت سے استعفا دیا۔ ۳۴ سنہ مین وہ دار الملک کابل کا مرزبان مقرر ہوا اسنے شاہرخ مرزا کے جعلی بیٹے کو اپنے پاس رکھا تھا جس نے اسکی خوابگاہ مین جا کر اُسے مار ڈالا...... اس قاتل کو قاسم خان کے بیٹے

نے ہلاک کیا۔ یہ واقعہ ۳۹ سنہ ۱۰۰۲ کا ہے۔

(۶۰) باقی خان کوکہ۔ اکبر کا کوکہ اور ادہم خان کا بڑا بھائی اور ماہم انگہ کا بیٹا ہے۔ بادشاہ نے خود اسکی شادی کرائی اور اُسمین خود گیا۔ سہ ہزاری منصب عنایت کیا۔ تاریخ شیخ عبدالقادر بدایونی سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۳۰ مین وہ لایت گڈھ کٹنکہ مین جاگیردار تھا اور وہ یہین مرگیا۔

(۶۱) میر معزالملک موسوی مشہدی۔ وہ موسوی مشہدی سیدون مین تھا۔ یعنی حضرت موسی رضا امام ہشتم کی اولاد مین۔ انہین سیدون کا ایک شعبہ جو ایک اور مان سے پیدا ہوا ہے رضوی کہلاتا ہے۔ وہ سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ سنہ ۱ مین بادشاہ جونپور روانہ ہوا ہے تو معزالملک کو بہادر اور اسکندر خان سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا ان سے لڑ نہ سکا اور بھاگا۔

بہادر کے فتح ہونے کے بعد اسکو پرگنہ آرہ جاگیر مین ملا تھا مگر یہان وہ اور اُس کا بھائی دونو باغی ہوگئے۔ اسد خان اسکو پکڑ کر کشتی مین بٹھا کے بادشاہ پاس لایا تھا کہ اٹاوہ کے قریب اسکی کشتی ڈوب گئی اور وہ مرگیا۔

(۶۲) میر علی اکبر۔ یہ چھوٹا بھائی میر معزالملک کا ہے اور عہد اکبری مین اسکو سہ ہزاری کا منصب ملا۔ وہ تقدیم خدمات مین اپنے بڑے بھائی کا شریک تھا اُسنے شہنشاہ اکبر کا مولودنامہ لکھا تھا جسکے صلہ مین ایک پرگنہ بادشاہ نے انعام دیا وہ اپنے بھائی کے ساتھ باغی ہوگیا تھا اِس لیے مقید ہوا۔

(۶۳) شریف خان پسر اتگہ خان۔ شمس الدین محمد خان اتگہ کا چھوٹا بھائی تھا سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ اول پنجاب مین پھر سنہ ۱۳ مین سرکار قنوج مین جاگیر رکھتا تھا۔ تسخیر کوتھلمیر مین بڑی دولتخواہی کی۔

سنہ ۲۵ مین شاہزادہ مراد کا اتالیق مقرر ہوا۔ اسی سال مین مالوہ کا حاکم مقرر ہوا۔ گجرات اور دکن مین شائستہ خدمت بجالایا۔ سنہ ۳۵ مین مالوہ سے بادشاہ کی خدمت مین آیا

اور اپنے وطن مالوف غزنین مین جہان وہ پیدا ہوا تھا قلعہ دار مقرر ہوا۔ شاہ بیگ اسکی جگھہ گیا پھر اس کا حال نہین معلوم۔
اُس کا بیٹا نازر بہادر گجرات مین جاگیر رکھتا تھا۔ پھر وہ مالوہ مین بدلا گیا۔ اسیر اور احمد نگر کی لڑائیون مین خدمات بجا لایا۔ ۱۰۱۲ھ مین تلنگانہ مین لڑائی مین پکڑا گیا۔ ابوالفضل نے اُسے چھڑا لیا۔

منصب داران دو ہزار و پانصدی

(۶۴) ابراہیم خان اوزبک یا شیبانی۔ امرائے ہمایونی مین سے تھا جس سال ہندوستان فتح ہوا ہے وہ شاہ ابوالمعالی کے ساتھ لاہور مین متعین ہوا کہ اگر کوہستان سے نکل کر سکندر سور ملک پر دست انداز ہو تو وہ اس کا تدارک کرے اس کلام کو اس نے احسن وجوہ سے انجام دیا پھر جونپور مین وہ خان زمان کے ساتھ آیا۔ جب خان زمان نے اول دفعہ بغاوت کی ہے تو وہ اسکی معافی قصور کے لیئے ضامن ہوا دوسری دفعہ خان زمان کی بغاوت مین وہ خود شریک ہوا پھر اس کا خان خانان کی وساطت سے قصور معاف ہوا اور وہ خان خانان کے معینون مین مقرر رہا۔ اسکے مرنے کی تاریخ معلوم نہین۔ طبقات اکبری مین اس کا منصب چار ہزاری لکھا ہے اس کا بیٹا اسمٰعیل خان تھا کہ خان زمان نے اسکو سندیلہ جاگیر مین دیا تھا جب بادشاہ کی طرف سے سلطان حسین جلائر کو قصبہ مذکور ملا تو اُس سے وہ لڑا اور شکست پاکر بھاگ گیا۔

(۶۵) خواجہ جلال الدین محمود بجوق (بجوق کے معنی ترکی زبان مین بینی بریدہ کے ہین) جلال الدین مرزا عسکری کا نوکر تھا وہ قندھار اور گرم سیر مین تحصیل مال کے لیئے آیا تھا کہ ہمایون کا گذر ایران جانے کے لیئے اس ضلع مین ہوا اُس نے اپنا تمام نقد و جنس اُسکو نذر کیا۔ ہمایون نے اُسکو میر سامان کا خطاب دیا جب ہمایون ایران سے پھر کر آیا ہے تو اُس نے شاہزادہ اکبر

کے ساتھ غزنین بھیجا کہ وہ اس ولایت مین حکمرانی کرے۔ خواجہ پادشاہ قلی تھا وہ کسی کے ساتھ بے تقریب تواضع کے پیش نہین آتا تھا اور ہزل و مزاح سب سے کرتا تھا اس لئے امرا مین سے کوئی اس کا دوست نہ تھا۔ اکبر کے عہد مین اسکو منصب دوہزار پانصدی مل گیا اور غزنین کو رخصت ہوا۔ بیرام خان اور منعم خان کی عداوت کے سبب سے مقید ہوا آنکھون مین سلائی پھری مگر کچھ بینائی باقی تھی کہ وہان سے بھاگ کر ہندوستان کو بھاگا مگر راہ مین منعم خان نے پکڑوا کے اس کو اور اس کے چھوٹے بھائی مسعود کو مروا دیا۔ منعم خان نے ان بیگناہون کو مار کر بدنامی کا داغ اپنے اوپر لگایا۔

(۶۶) حیدر محمد خان اختہ بیگی۔ ہمایون پادشاہ کے قدیم نوکرون مین تھا ایران اُسکے ساتھ گیا تھا بلخ مین جب گھوڑا اس کا مارا گیا تو اُسنے اپنا گھوڑا دیدیا تھا جب مرزا کامران نے ہمایون کے لشکر پر شب خون مارا ہی تو حیدر نے زخمی ہو کر بھی اپنی جگہہ کو نہ چھوڑا۔ قندھار اور ہندوستان مین پادشاہ کے ساتھ رہا۔ بیانہ اس کو جاگیر مین ملا یہان غازی خان پدر سلطان ابراہیم فرمانروا تھا اسنے اس کو دغا سے مارڈالا پادشاہ اسپر خفا ہوا۔ ہیمو بقال کی لڑائی مین شکست پائی پھر کسی تقریب سے کابل گیا۔ گجرات کی مہم مین شریک ہوا اور دوہزار پانصدی کا منصب پایا جنت آباد گور مین وبا کے زمانہ مین ۹۸۳ھ مین وہ اور اس کا بھائی دونون مرگئے

(۶۷) اعتماد خان گجراتی۔ سلطان محمود والی گجرات کا ایک ہندی غلام تھا۔ سلطان کو اسپر ایسا اعتماد تھا کہ اس نے اپنی حرم کا محرم بنایا اس نے احتیاط کافور کھا کر قطع رجولیت کیا اس سبب سے کہ عقل معاش و متانت و وضع و صلاح ظاہری کی صفات رکھتا تھا وہ گجرات کے امرا کبار مین تھا اور جب اکبر نے گجرات کو فتح کرلیا تو اس کا دولتخواہ بنا پادشاہ نے اس کو منصب دوہزار پانصدی دیا۔ طبقات اکبری مین لکھاہے کہ چار ہزاری منصب دیا ۹۹۵ھ مین اس دنیا سے رخصت ہوا۔

(۶۸) پایندہ خان مغل۔ برادر زادہ حاجی محمد خان کوکی۔ حاجی محمد خان اور اس کے بھائی شاہ محمد کو ہمایون نے قتل کیا تھا۔ حاجی جرأت مین مفرد تھا۔ ہمایون پادشاہ نے بار بار یہ کہا کہ پادشاہون

جلد۹

کے ایسے خدمتگار ہونے چاہیئن ۵ سنہ اکبری مین وہ شہنشاہ کی خدمت مین منعم خان کے ساتھ آیا مالوہ کی فتح مین شریک ہوا ۱۹ سنہ مین بنگالے بھیجا گیا ۲۲ سنہ مین رانا کی تنبیہ کے لئے روانہ ہوا۔ پھر مظفر گجراتی کی لڑائی لڑا ۳۲ سنہ مین گھوڑا گھاٹ جاگیر مین ملا ۱۰۱۷ سنہ مین پیرانہ سالی کی وجہ سے اسکی پنشن ہو گئی تھی ۱۰۲۴ سنہ مین وہ مرگیا۔

(۶۹) جگنناتھ پسر راجہ بہاری مل۔ وہ شرف الدین حسین (۱۷) کے ہاتھ مین بطور اول کے تھا۔ کچھ مدت کے بعد اسنے رہائی پائی اور بعدازان اسپر پادشاہ کے الطاف ہوئے۔ وہ اکثر مان سنگہ کے ساتھ مہمات مین شریک رہا ۲۱ سنہ مین جب رانا پرتاب سنگہ نے پادشاہی سپاہ کا مقابلہ کیا ہے تو اس نے رام داس پسر جے مل کو کہ مخالفون مین نامور تھا اپنے ہاتھ کی ضرب سے مارا تھا ۲۳ سنہ مین پنجاب مین نیول پائی ۲۵ سنہ مین پنجاب مین مرزا حکیم کے حملہ روکنے کے لئے ہراول مقرر ہوا ۲۹ سنہ مین رانا سے وہ لڑا۔ پھر مرزا یوسف خان کے ساتھ کشمیر گیا ۳۴ سنہ مین پادشاہ کی خدمت مین آنکر سلطان مراد کے ساتھ کابل کیطرف گیا۔ ۳۶ سنہ مین شاہزادہ کے ساتھ مالوہ گیا پھر اُسی کے ساتھ دکن کی مہمات مین شریک رہا ۴۳ سنہ مین وہ شاہزادے کی اجازت بغیر پادشاہ کی خدمت مین چلا آیا اس لئے کچھ دنون عتاب شاہی مین رہا جب پادشاہ نے دکن سے مراجعت کی ہے تو رنتنبھور مین وہ پادشاہ سے ملا اپنی جاگیر پر بحال ہوا اور دکن بھیجا گیا۔

سال اول جلوس جہانگیری مین پادشاہزادہ سلطان پرویز کے ہمراہ مہم رانا مین متعین ہوا اور جب پادشاہ نے خسرو کے ہنگامہ کے سبب سے پرویز کو بلا لیا تو وہی کل سپاہ کا سپہ سالار تھا اسی سال مین ضلع ناگور مین دلپت ہنگامہ پرداز ہوا تو وہ اسکے دفع کرنے کے لئے مامور ہوا اسکو جہانگیر مین اس کو پنجہزاری کا منصب اور تین ہزار سوار ملے اور اسکے بیٹے رام چند کو دو ہزاری منصب اور پندرہ سو سوار ملے اور صوبہ دکن کو بھیجا گیا۔

رام چند رکا بیٹا راجہ من روپ تھا۔ جب شاہزادہ شاہجہان نے بغاوت کی ہے تو وہ اسکے

ساتھ رہا اسکی تخت نشینی پر منصب دو ہزاری اور دو ہزار سوار اور علم و اسپ با زین نقرہ و فیل اور پانچہزار روپیہ انعام ملا ۱۰۱۳ میں، راجہ جگ سنگھ کے ساتھ تعلقہ نظام الملک کی تخریب کے لیئے متعین ہوا اور اسی سال میں عدم کا رستہ لیا۔ گوپال سنگھ بیٹا چھوڑا۔

(۱۰) مخصوص خان سعید خان کا چھوٹا بھائی ہے ملتان مین اپنے بھائی کے ساتھ ۱۰۱۳ مین مہم گجرات مین شہباز خان کے ماتحت کام کرتا رہا شاہزادہ مراد کے ساتھ کابل گیا وہان اکبر جب گیا تو اسکی خدمت بھی کرتا رہا اس کے بھائی کا قصور پادشاہ نے معاف کیا شاہزادہ سلیم کی بھی خدمات کرتا رہا وہ جہانگیر کی ابتداے سلطنت مین زندہ تھا۔ تاریخ وفات معلوم نہین اس کا بیٹا مقصود باپ سے برگشتہ تھا اس لیئے پادشاہ نے اسکو منصب، نہین دیا۔

(۱۱) شیخ ابوالفضل۔ شیخ نے جو اپنا حال آئین اکبری مین لکھا ہے پہلے اس سے خلاصہ کے طور پر لکھتے ہین پھر ماثر الامرا اور تاریخ عبدالقادر بدایونی مین اور اور مورخون نے جو اسکی نسبت لکھا ہے اسے بیان کرینگے۔ وہ لکھتا ہے

تہیدستی کے سبب نسب سرا ہونا باپ دادا کی ہڈیون کی تجارت کرنی ہے اور اپنی نادانی کا ظاہر کرنا ہے اور شوریدہ مغزی سے اورون کے ہنر پر نازش کرنی اور اپنے عیبون کا نہ دیکھنا ہے۔ مین اس باب مین کچھ لکھنا نہین چاہتا تھا اس دنیا مین سلسلہ خاندان کا پابند مقصد پر نہین پہنچتا اور آبیاری انتساب صوری نزہتگاہ معنوی مین کام نہین کرتی۔

ابیات

چو نامونان نہ در بند پدر باش		پدر بگذار و فرزند ہنر باش	
چو دود از روشنی نبود نشان مند		چہ حاصل زانکہ آتش راست فرزند	

زمانہ کے محاورہ مین نسب کو تخمہ۔ نژاد۔ ذات اور اسی طرح کے الفاظ سے تعبیر

کرتے ہین اوراسکو عالی وسافل سے پابند کرتے ہین۔ ہشیار داناجانتا ہے کہ عالی خاندان ہونے کے معنے یہ ہین کہ اُسکے اباے معانی مین کوئی ظاہری ثروت مین یا شناسائی حقیقت مین غالب ہوگا۔ نام مین لقب مین حرفہ مین مسکن مین شہرت پائی ہوگی۔ وگرنہ عالم جوانسان کو آدم صفی کی اولاد سمجھتے ہین اور داستان گذارون کی گفت وگو کے سبب سے کوئی اوراحتمال اُنکے ذہین نہاد نہین ہے توخوب ظاہر ہے کہ اس معاملہ مین وہ دوری راہ کے سبب سے بھاگ جاتے ہین اوراس گوہر گرامی کا اعتبار نہین کرتے پس بیداردل کب اس افسانہ سے خواب مین آتا ہے۔ اوراسپر بھروسہ کرکے حقیقت پژوہی سے ہاتھ کو اُٹھاتا ہے۔ پسر نوح کو ایزدشناسی پدر سے کیا فائدہ اورابراہیم خلیل اللہ کو بت پرستی سے کیا زیان۔

بندۂ عشق شو ترک نسب کن جامی   که درین راه فلان بن فلان چیزی نیست

لیکن سرنوشت آسمانی سے صورت پرست رسمیون سے کام پڑا اوراس طائفہ سے آمیزش ہوئی۔ جونسب کو حسب پر ترجیح دیتا ہے اس لیئے کچھ نسب کا حال بیان کرکے ان لوگون کے آگے اپنا مائدہ بچھاتا ہون۔

آبائے کرام کی داستان دراز ہے اسمین کیون وقت اپنا ضائع کرون ان مین بعض لباس ولایت مین ایک گروہ علوم رسمی مین ایک طائفہ عمارت کے جامہ مین ایک جماعت معاملہ گذاری مین اورایک طبقہ تجرد وتنہائی مین بسر کرتا تھا۔ مدت سے ان بزرگون کی وطن گاہ زمین یمن تھی شیخ موسے پنجمین جد کو ابتدائے حال مین خلق سے وحشت ہوگئی گھر بار چھوڑ چھاڑ مسافرت اختیار کی علم وعمل کے ساتھ جہان کی سیر کی نوی صدی مین ریل مین کہ سیوستان دسندھ مین ایک نزہتگاہی عزلت قبول کی خداکیش حقیقت پژوہون کی صحبت ودوستی مین رہا اگرچہ صحرا سے مدینہ مین آیا مگر تجرد سے تعلق مین نہین دوڑا وہ اپنے نقش بوقلمون کے آراستہ کرنے مین مصروف رہا۔ اسکے بیٹے پوتے اُسی کی آئین پر چلتے رہے اور تحصیل علم مین مصروف رہے۔ دسوین صدی کے شروع مین شیخ خضر کے دل مین یہ آرزو آئی کہ بعض اولیاء ہند کی

زیارت کرے اور دیار حجاز مین جائے اور اپنی قوم کو جا کر دیکھے وہ اپنے چند خویشون اور دوستون
کے ساتھ ہند مین آیا اور شہر ناگور مین پہنچا ۔ یحیلے بخاری اچی مخدوم جہانیان کا جانشین تھا
اور ولایت معنوی سے بہرہ رکھتا تھا و شیخ عبد الرزاق قادری بغدادی کہ سید عبد القادر جیلی
کی اولاد مین تھا اور شیخ یوسف سندی جس نے صورت و معنے کی سیر کی تھی اور بہت سے
کمالات حقیقی جمع کیئے تھے اور خلق کی رہنمائی اور ارشاد مین بسر کرتا تھا اور خلقت اُسکی رہ
آورد سے ذخیرے لیتی تھی ان کار آگاہ بزرگون کی گرم خوئی اور دلجوئی کے سبب سے شیخ خضر نے
یہان توطن اختیار کیا۔

شیخ خضر کا بڑا بیٹا ۹۱۱ھ مین شیخ مبارک پیدا ہوا ۔ چار سال کی عمر مین آگہی کے آثار نمایان تھے۔
نو سال کی عمر مین سرمایہ سترگ اس نے حاصل کیا چودہ سال کی عمر مین علوم متداولہ حاصل
کر لیئے۔ ہر علم مین اس کو متن یاد تھے۔ شیخ عطن کی خدمت مین وہ زیادہ رہتا تھا اور اپنے
باطن کی پیاس کو اُس سے بجھاتا تھا ۔ شیخ ترک نژاد تھا ایک سو بیس برس کی عمر مین مرا
سکندر لودی کی سلطنت مین یہان وطن بنایا اور شیخ سالار ناگوری کی خدمت مین علم کا پایہ
والا پایا۔ شیخ نے توران اور ایران مین دانش کو حاصل کیا تھا القصہ شیخ خضر سندھ مین اس اراد
سے گیا کہ وہان سے کچھ اپنے اقربا کو اس دیار مین لے آئے مگر اس سفر مین ہی سفر آخرت پیش آیا
ناگور کی حدود مین بڑا قحط پڑا و بائے عام پھیلی اور مادر و والدہ کے سوائے سب مر گئے۔

شیخ مبارک (پدر ابو الفضل) کا ارادہ ہمیشہ جہان گردی کا اور ہر زمین کے بزرگون کے دیکھنے کا
اور فیض ایزدی کی دریوزہ گری کا دل مین جوش کرتا تھا لیکن کدبانوئے خاندان اجازت نہ دیتی
تھی اور خاطر سعادتمند مین سرکشی نہ تھی اس کشاکش باطنی مین وہ شیخ فیاضی بخاری سے
ملا تو اور دل مین شورش بڑھی پھر خواجہ احرار سے چار مہینے تک سعادت حاصل کی اور
دل کو طرح طرح کے حقائق سے پُر کیا۔

اسی اثناء مین مادر و والدہ کا انتقال ہوا ۔ وہی پدر بزرگوار کی تربیت کرتی تھی مالدیو کا

حادثہ برپا ہوا۔ پدر بزرگوار نے مجردانہ در پار شور کی طرف کوچ کیا۔ قصد یہ تھا کہ اس راہ سے معمورۂ عالم کی سیر کیجیے اور طرح طرح کے آدمیون سے فیض حاصل کیجیے۔ احمد آباد گجرات مین بڑے بڑے عالمون سے ملاقات ہوئی اور ہر فن بزرگ بین اُن سے سند عالی حاصل کی ابن مالک۔ شافعی۔ ابوحنیفہ حنبل اما میہ مین اصولاً و فروعاً طرح طرح کا علم حاصل کیا اور سخت تکاپو کرکے اجتہاد کا درجہ حاصل کیا اگرچہ باپ دادا کا طریقہ ابوحنیفہ کی روش پر تھا لیکن شیخ مبارک تقلید سے کنارہ کرکے دلیل کی بندگی کرتا اور علم ظاہر سے حقائق معنوی پر عبور کرتا اور نزہتگاہ صورت سے ملک حقیقت کا رہنما ہوتا۔ تصوف و اشراق کے اسالیب کو پڑھا اور بہت سی کتابین خاصکر شیخ ابن عربی و شیخ ابن فارض و شیخ صدرالدین قونیوی کا مطالعہ کیا سب سے بڑی نعمت اسکو یہ ملی کہ خطیب ابوالفضل گازرونی کی خدمت سے مشرف ہوا اس نے قدردانی اور آدم شناسی کے سبب سے اس کو فرزند بنایا اسی شہر مین پدر بزرگوار شیخ عمر ٹھٹوی کہ اکابر اولیاء زمانہ مین تھا اور شیخ یوسف سے کہ ہوشیاران سرمست و ربودگان آگاہ دل مین تھا ہمنشین ہوا اسی بزرگ نے شیخ کو سمجھایا کہ سفر دریا کا دروازہ بند ہے دارالخلافہ آگرہ کی طرف جانا چاہیے وہان اگر کار کشائی نہو تو توران و ایران جانا چاہیے حضرت کے اشارہ سے وہ ۶ محرم ۹۵۰؁ھ کو آگرہ مین آیا یہان شیخ علاء الدین مجذوب سے اتفاق صحبت ہوا اُسنے اپنی مستی سے ہوشیاری مین آنکر کہا کہ فرمان ایزدی ایسا ہی کہ اس شہر مین توقف کر۔ گردش کو ترک کر۔ اور بہت سی خوشخبریان سنائین اور خاطر جو سفر پر آمادہ تھی اُس کو آرام دیا۔ دریائے جمن کے کنارہ پر میر رفیع الدین صفوی کے جوار مین وہ فروکش ہوا اور اسی گھرانے مین اس نے اپنا نکاح کیا

جب ۹۵۴؁ھ میں میر کا انتقال ہوا تو والد بزرگوار نے اپنا گوشۂ عافیت اختیار کیا باطن کی شست و شو میں اور ظاہر کی پاکیزگی میں ہمت صرف کی گوناگون علوم کے درس مین مشغول ہوا کسی سے کچھ نہین مانگتا جو کوئی اہل ارادت برسم اخلاص کچھ لاتا تو بقدر ضرورت اس مین سے لے لیتا۔ اور آدمیون سے لینے مین عذر کر دیتا۔ تھوڑے دلون مین اسکی نشستگاہ دانشورونکی پناہ

اور بزرگ وکوچک کی باز گشت ہوگئی لوگون نے حسد سے انجمنین اور دوستی سے خلوتین آراستہ کین اسکو نہ اول سے کچھ اندوہ ہوتا نہ دوسرے سے خوشی۔ شیر خان وسلیم خان (شیر شاہ و سلیم شاہ) اور بزرگون نے چاہا کہ وجوہ سلطانی سے کوئی تیول مناسب مقرر ہو مگر اس ہمت بلند نے انکار کیا اور اس سے اپنی منزلت کو افزائش دی۔

شیخ مبارک کی نہاد مین رہنمائی سرشت ہوئی تھی اپنی مجلس کے آنے والون کو اور راہ گہی ڈہونڈنے والون کو وہ ہدایت کرتا اور بدخویون کی سرزنش کرتا۔ ظاہر پرست خویشتن دوست اس سے رنجیدہ ہوتے اور ناسزا اندیشے کرتے اپنی ہنگامہ آرائی اور معرکہ گیری اور دکانداری اسکے دل کے پاس بھی نہین آئی تحقیق اس لئے نہ وہ حق سرائی مین نہ بدکارون کی نکوہش مین تخفیف کرتا اور پرخاش جویون کی چارہ سگالی پر توجہ کرتا یہی سبب تھا کہ خدا نے اُس کو سعادت گزین فرزند عنایت کیئے اگرچہ وہ اپنی اوقات کو علمی گفتگو مین صرف کرتا افغانون کے زمانہ مین حقیقی دانشمند یہان کمتر تھے۔ مگر جب ہمایون بادشاہ ہندوستان مین آیا تو چند ایرانی و تورانی دانشمندون نے آنکر یہان انجمن دانائی کو رونق دیدی جب شہنشاہ اکبر تخت پر بیٹھا تو اول ہی سال جلوس مین بڑا قحط پڑا اور تفرقہ آدمیون مین ہوا اور آبادی کی ویرانی بنی کچھ گھر ہی باقی رہے اور پھر وبائے عالم نے اور خلقت کا کام تمام کیا۔ اکثر بلاد ہندوستان مین تنگدستی اور جانگزائی نے پاؤن پھیلائے مگر شیخ مبارک نے اپنے گوشۂ عزلت کو نہ چھوڑا۔ جب ابوالفضل پانچوین سال مین تھا اس عمر مین اُسکی وہ لیاقت تھی جس کا یقین کسی کو نہین آئیگا سختی روزگار نے خاندانون کو پراگندہ کیا اور ہزارون کو مار ڈالا مگر شیخ مبارک کے گھر مین سب عورت مرد چھوٹے بڑے بہتر آدمی رہتے تھے انکی فراخ حالی و نشاط درویشی کو دیکھکر لوگ متحیر ہوتے تھے اور شیخ پر کیمیاگر و سحر خوان ہونیکا گمان کرتے تھے کبھی ایک سیر غلہ بہم پہونچتا وہ مٹی کی ہنڈیون مین جوش ہوتا اس کا آب تفسیدہ ان سب آدمیون مین تقسیم ہوتا مگر اسپر بھی رہ زی کا غم اس گھر مین قدم نہ رکھتا اور سوائے خدا کی عبادت کے کوئی اور خیال دلون مین نہ آتا۔ سختی سے اور شادمانی ہوتی اب شیخ مبارک

پر یہ افترا باندھا کہ وہ فرقہ مہدویہ مین ہے اور اس باب مین بہت پریشان داستانین گھڑی گئین
ہند مین ایک گروہ ہے کہ میر سید محمد جونپوری کو مہدی موعود سمجھتے ہین اور اس مین مبالغہ کرتے
ہین سلیم شاہ کے عہد مین شیخ علائی ایک جوان جس کا ظاہر و باطن آراستہ تھا وہ اس ورطہ
مین پڑا۔ وہ شیخ مبارک سے ملنے آیا۔ فتنہ اندوز بہانہ جونے ہرزہ سرائی شروع کی۔
زمانہ کے علمار کہ نادان دانش فروش اور زہر گیاہ نوش نما ہین شیخ علائی کے مارنے پر مستعد
ہوئے اور فتویٰ درست کیے شیخ مبارک نے ان کے ساتھ موافقت نہین کی اور عقل و نقل کو
انکی معاضدت مین نہ پایا۔ ہندوستان کے بادشاہ کے روبرو یہ معرکہ پیش ہوا۔ بادشاہ نے زمانہ
کے علمار کو جمع کیا اور حکم شرعی کا استفسار کیا۔ شیخ مبارک کو بھی اسمین بلایا۔ اس نے سب کے برخلاف
ارشاد کیا۔ اس دن سے لوگون نے شیخ کو مہدویہ ہونے سے متہم کیا۔ پھر اس سبب سے اسپر شیعہ ہونے
کی تہمت لگائی کہ ایک شخص سادات عراق سے آیا تھا وہ زمانہ یگانہ تھا علم کو عمل کے ساتھ مقرون
رکھتا تھا اور گفتگو کو کردار کے ساتھ یکتائی دیتا تھا علما نے ایک دن اکبر سے کہا کہ میر کا
پیش نماز ہونا روا نہین ہے جب اسکی گواہی مردود ہے تو اس کا اقتدا کیسے سزاوار ہو سکتا ہے
حنفی کتابون کی چند روائیتین استشہاد کے لئے پیش کین کہ عراق کے اشراف کی شہادتین
نہین سننی چاہیئین مرزا پر بری بنی مگر شیخ مبارک سے اسکی اخوت تھی اُس نے خوب ان
روایتون کو رد کیا اور ثابت کیا کہ اس عراق سے عجم مراد نہین ہے بلکہ عراق عرب مراد ہے۔
اس وجہ سے شیخ پر شیعہ ہونے کی تہمت تھوپی یہ نہین سمجھے کہ شناسائی اور چیز ہے اور
پذیرائی اور ہے۔

سنہ ۹۷۰ھ مین شیخ مبارک گوشہ انزوا سے باہر آیا اور عجیب مصیبتون مین مبتلا ہوا جنمین سے
نیچے کچھ لکھی جاتی ہین۔ اگرچہ ہمیشہ حسد کے زنبور خانہ مین شورش تھی اور بار سوراخ حقد جوش
مین تھا اور دوستی کا شب چراغ بیفروغ اور زمانہ کے نیکون کا دل بدی سے بستہ اور بیگانگی
کا دروازہ کشادہ تھا لیکن اسوقت مین کہ شیخ مبارک کے پایہ دانش کی بلندی نے بلندی

نے بلندی پائی اور بزرگان زمانہ اس کے شاگرد ہوئے اور اس کے پاس آدمیون کا ہنگامہ
گرم ہوا اور اس نے اپنی آئین کے موافق دوستون اور نیک خواہون کو بُری عادتون اور
خویون سے باز رکھا تو علماء زمانہ و مشائخ روزگار کہ وہ شیخ مبارک کو اپنے عیبون کا آئینہ جانتے
تھے اس کے آزار کے درپے ہوئے۔ ان کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر بادشاہ تک اسکی رسائی
ہوگئی تو ہماری قلعی کھل جائیگی اور کچھ آبرو باقی نہین رہیگی غرض اُنھون نے آپسمین صلاح و
مشورہ کرکے ایک شخص کو جسکو شیخ مبارک نیک جانتا تھا سکھا پڑھا آدھی رات کو بھیجا وہ اس اندھیری
رات مین کانپتا لرزتا بسورتا روتا ہوا شیخ فیضی پاس آیا اور اس نے اُس سے کہا کہ لوگون نے ہجوم
کر رکھا ہے اور بہت سے مدعی پیدا کر رکھے ہین شیخ پر بہت سے بہتان باندھے ہین۔ یہ لوگ
صاحب اقتدار ہین۔ مین یہ حال دیکھ کر آدھی رات کو آیا ہون ایسا نہو کہ دن ہوجائے اور پھر
علاج نہ ہوسکے بہتر یہی ہے کہ کچھ دنون کے لیے شیخ کو بغیر اس کے کہ کسی کو خبر ہو ایک گوشہ
مین لے جائے اور جب تک کہ دوست جمع ہون اس کو کنارہ کرنا چاہیئے۔ فیضی بیتاب ہوکر
باپ پاس گیا اس نے تنوکلانہ صوفیانہ باتین بنائین۔ فیضی کی عقل و ہوش بجا نہ تھے اس نے
کہا کہ معاملہ کی بات اور ہوتی ہے اور داستان تصوف اور ہے اگر اس وقت آپ نہین
جاتے ہین تو مین اپنے تئین مارتا ہون کہ روز ناکامی کو نہ دیکھون جب بیٹے نے یہ سُنائی
تو باپ نے اس کا کہنا مانا ابوالفضل کو بیدار کیا پھر اندھیری رات مین باپ اور دونون بیٹے
گھر سے پیادہ نکلے نہ کوئی رہبر معین تھا نہ رفتار کے لئے پاؤن استوار تھے۔ شیخ صاحب نیرنگی
تقدیر کا تماشا دیکھ رہے تھے بیٹے دونون آپس مین تقریر کرتے تھے جو ایک کہتا تھا دوسرا اس کو
رد کرتا تھا ابوالفضل کہتا تھا کہ گھر چلو باپ اس کے ساتھ اتفاق رائے کرتا تھا مگر فیضی کسی طرح
نہین مانتا تھا آخر کو جب دن ہوا تو شیخ کے دشمنون نے بادشاہ کے سپاہیون کو اُس کے گھر
بھیجا کہ اُس کو لے آئین۔ جب یہ سپاہی گھر آئے اور شیخ کو نہ پایا تو شیخ ابوالبرکات کو پکڑ کر
لے گئے اور شیخ کے بھاگنے کی داستان بنابنوکے بادشاہ سے کہدی بادشاہ نے اُس چھوٹے

لڑکے کو چھوڑ دیا اور گھر پر سے سپاہیون کو بُلالیا اور کہدیا کہ شیخ کہین سیر و تماشے کو گیا ہوگا
ان دشمنون نے شیخ کو گھر سے تو نکالا ہی تھا اب اُس کے درپے ہوئے کہ کسی نہ کسی طرح
سے اُس کو بادشاہ کے روبرو پکڑ کر بلانا چاہیئے بادشاہ کی طرف سے جھوٹی موٹی باتین شیخ
کی نسبت مشہور کردین۔

شیخ اور اُس کے دونون بیٹے مارے مارے پھرے کوئی اُن کو گھر مین جگہہ نہ دیتا تھا غرض
بہت دنون تک مصیبت اُٹھا کر آگرہ مین گئے وہان بادشاہ پاس کچھ ایسے دوست ان کے
جمع ہوگئے تھے کہ شیخ بادشاہ کی خدمت مین گیا اور وہان اسکی تعظیم و تکریم کی گئی اور اس کے
دشمنون کو ذلت ہوئی۔ جب بادشاہ دارالسلطنت مین لاہور مین آیا تو اس نے ۹۹۵ھ مین
شیخ کو یاد فرمایا وہ بادشاہ پاس گیا جب شیخ وہان سے واپس آیا تو اس و بنا سے رخصت ہوا
عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے کہ اس مخالفت اور درشتی کا سبب یہ تھا کہ جب اہل بدعت گرفتار
ہوتے تھے تو اس نے پہلے میر حبشی اور اسکے سوا شیخ عبدالنبی و مخدوم الملک اور سائر علما نے
متفق اللفظ والمعنی ہوکر بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ مبارک مہدی اہل بدعت سے ضال و
مضل ہے یعنی خود گمراہ اور اورون کا گمراہ کرنے والا ہے۔ بادشاہ سے ایک طرح کی اجازت
لے کر اسکے دفع رفع کے درپے ہوئے۔ محتسبون کو شیخ کی حاضری کے لیے بھیجا۔ شیخ اپنے بیٹون
سمیت روپوش ہوگیا تھا ان محتسبون نے اسکی مسجد کا منبر توڑ ڈالا۔ شیخ نے شیخ سلیم چشتی
فتحپوری سے کہ جن کا جاہ و جلال اوج پر تھا التجا کی کہ وہ بادشاہ سے اسکی شفاعت کے لیئے
التماس کرین۔ شیخ نے بعض خلفاء کے ہاتھ کچھ خرچ اس پاس بھجوا دیا اور یہ پیغام دیا کہ تمھارے
لئے بڑی مصلحت یہی ہے کہ گجرات چلے جاؤ۔ جب شیخ یون ناامید ہوا تو مرزا عزیز کوکہ کا متوسل
ہوا۔ اُس نے شیخ مبارک کی ملائی اور درویشی کا اور اسکی اولاد کی فضیلت کا حال بادشاہ
سے عرض کیا اور کہا کہ وہ مرد متوکل ہے کچھ زمین بھی بادشاہی اُسے نہین ملی یہ فقیر کیون
رنجیدہ کیا جاتا ہے۔ بادشاہ اُسکی ایذا سے دست بردار ہوا۔ تھوڑے دنون بعد زمانہ نے کا

موافق آگیا۔

بدایونی اس کا اور حال یہ لکھتا ہے کہ وہ روزگار کے علمار کبار مین سے تھا۔ اصلاح و تقوی و توکل مین ابنائے زمان و خلائق دوران سے ممتاز تھا۔ ابتدائے حال مین ریاضت و مجاہدہ بہت کرتا تھا۔ امر معروف و نہی منکر مین اس طرح بجد تھا کہ اگر اسکی مجلس وعظ مین سونے کی انگوٹھی یا حریر یا سرخ موزہ یا سرخ زرد پاجامہ کوئی پہنکر آتا تو خود کھڑکتا کہ اُس کو اُتار دو اور کوئی ازار ٹخنوں سے نیچے پہنے ہوے ہوتا تو فوراً اُس کے پاجامہ کترنے کا حکم دیتا۔ اگر نغمہ کی آواز گلی مین سنتا تو بھاگ جاتا مگر آخر مین وہ نغمہ مین مشغوف ہوا کہ ایک دم بے استماع صوت و راگ و سرود و سازکے آرام نہ لیتا۔ غرض اطوار مختلف اور اوضاع متلون کا مسالک تھا۔ کچھ مدت تک افغانون کے عہد مین شیخ علائی کی صحبت مین رہا۔ اوائل عہد اکبری مین جماعت نقشبندیہ کو استیلا ہوا تو اُس نے اپنی نسبت سلسلہ کے ساتھ درست کی کچھ دنون مشائخ ہمدانیہ مین داخل رہا۔ جب دربار کو عراقیون نے گھیر اتو ان کے رنگ مین ہوگیا۔ نکلہو الناس علی عقولھم اُس کا شیوہ تھا۔ بہر حال وہ علوم دینیہ کے درس مین اشتمال رکھتا تھا۔ علم شعر و فنون و سائر فضائل خصوصاً علم تصوف کو خوب جانتا تھا وہ اور علماء ہند کی طرح نہ تھا شاطبی دعلم تجوید مین یعنی قرآن کی قرائت مین ایک کتاب ہی) حفظ تھی حفظ اس کو پڑھانا تھا۔ قرآن مجید کو دسون قرأتون مین پڑھ سکتا تھا۔ پادشاہون کے دروازہ پر کبھی نہین جاتا تھا بہت خوش صحبت تھا آخر عمر مین ضعف بصر ہوا۔ مطالعہ سے باز رہا گوشہ نشین ہوا۔ اس نے تفسیر کبیر کی مانند ایک تفسیر لکھی جسکی چار جلدین ضخیم ہین۔ منبع نفائس العیون۔ اس کا نام ہے۔ جب اس نے تفسیر تمام کی تو وہ قصیدہ قرصی تا بیہ کو جسکی سات سو بیتین ہین اور قصیدہ نعت بن زبیر اور اور قصائد کو حفظ ورد کے طور پر پڑھتا تھا۔ ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۰۰۱ کو اس جہان سے رخصت ہوا۔ اس جامعیت کے ساتھ کوئی ملا نظر نہین آیا۔ مگر افسوس ہے جب دنیا و جاہ کی شومی سے لباس فقر مین کوئی جگہہ آشتی دین اسلام کی نہین چھوڑی۔ جامع اوراق یعنی عبد القادر نے عنفوان شباب مین آگرہ مین چند

سال اسکی ملازمت مین رہ کر اُس سے سبق پڑھا ہے اس کا بڑا حمق مجھپر ہے لیکن بعض امور دنیادی اور دینی اور مال وجاہ کی حرص وزمانہ سازی ومکر وفریب اور تغیر مذہب وملت مین غلو اس سے ایسے ظہور مین آئے کہ کوئی حق اس کا مجھپر باقی نہین رہا۔

یہ حال تو ابوالفضل کے بزرگون کا تھا اب وہ اپنا حال لکھتا ہے کہ ۱ محرم ۹۵۸ھ کو مین پیدا ہوا ایک سال سے کچھ عمر بڑی تھی کہ مین پیاری پیاری باتین کرنے لگا پانچ سال مین غیر متعارف آگاہی ہوئی اور سواد حاصل ہوا۔ ساتوین سال مین باپ کے خزانون کا گنجور اور اسکے جواہر معانی کا پاسدار اور اس کے گنج کا مار بنا تعجب یہ ہے کہ مین ہمیشہ علوم مکتسبی سے اور رسوم زمانی سے بھاگتا تھا۔ اکثر اوقات مین کتاب کا مطلب نہین سمجھتا تھا۔ باپ اپنے طور پر ہر فن مین ایک مختصر کتاب تالیف کر کے سکھاتا اور اس سے میرا علم بڑہتا لیکن کوئی علم کی بات دلنشین نہین ہوتی۔ بعض باتین مطلقاً سمجھ مین نہین آتین بعض وقت اشتباہ مجھے آگے نہ چلنے دیتے زبان میری یاوری نہ کرتی کہ مین ان کو کہتا اور حجاب الکنی لاتا یا سخن گذاری کی تومندی نہ رکھتا۔ اس مجلس مین روتا اور اپنے پر نفرین کرتا۔ اس اثنا مین ایک مظاہر کوفی سے علاقہ خاطر پیدا ہوا وہ مجھ مدرسہ مین لے گیا۔ دس سال یہان گذارے تحصیل علم مین رات دن مصروف رہا۔ علم کے شغل مین ایسا مصروف ہوتا کہ دو دو تین تین روز نہین کھاتا تو لوگون کو تعجب ہوتا مین نے ان سے کہا کہ الفت وعادت سے استبعاد اُٹھ جاتا ہے۔ بیمار کی طبیعت مرض کے معارضہ مین ایسی پڑتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچتی ہے تو کسی کو تعجب نہین ہوتا اگر توجہ معنوی سے فراموشی ہو تو کیا تعجب ہے۔ کتب متداولہ پڑہنے اور سُننے سے از ہر ہو گئین۔ کتابون کے پُرانے ورقون سے مطالب دل کے صفحہ پر نئے ہو گئے۔ مین متقدمین پر اعتراض کیا کرتا تو لوگ مجھے لڑکا سمجھ کر کچھ اسپر خیال نہین کرتے تھے جس سے میرا دل جلتا تھا۔

ایک دفعہ حاشیہ خواجہ ابوالقاسم کا مطول میرے پاس لائے۔ مین ملا اور میر پر اعتراض کرتا تھا بعض دوست اس کا مسودہ کرتے جاتے تھے وہ بالکل اس حاشیہ مین نکلے میری

تدریس کا آغاز ہی تھا۔ حاشیہ سفاہانی میری نظر سے گذرا کہ آدھے سے زیادہ دیوک (دیمک) خوردہ تھا۔ طلبہ اسکے استفادہ سے ناامید تھے۔ مین نے کرم خوردہ کاغذ کو جدا کرایا اور اسکی جگہہ سفید کاغذ لگایا اور صبح کو تامل کرکے مبدا، و منتہا کو دریافت کرکے اس کا مسودہ مربوط کیا اور اس کو سفید کاغذ پر لکھایا اس اثناء مین درست کتاب ہاتھ لگی جب مقابلہ کیا گیا تو دو تین جگہہ تغیر بالمرادف اور تین چار جگہہ ایراد بالمقارب ہوا تھا سب کو دیکھکر تعجب ہوا۔

ابوالفضل کا شہنشاہ کی خدمت مین جانا

۹۸۱ھ مین ابوالفضل مبارک حضرت شہنشاہ اکبر کا قدمبوس ہوا اسکی خود پرستی نخوت کا علاج ہوا اس ملاقات کا حال وہ خود اکبرنامہ مین اسطرح لکھتا ہے کہ جب مین پیدا ہوا تو پانچ سال کی عمر مین تمیز رسمی مجھے حاصل ہوئی۔ پدر صوری و معنوی کی نظر تربیت سے فنون حکمی و علوم نقلی مین مجھے اطلاع ہوئی۔ اگرچہ مجھپر دانش کا دروازہ کھلا۔ پیشگاہ حکمت مین داخل ہوا لیکن نامساعدی بخت سے خودبین اور خویشتن آرا ہوا کچھ دنون اپنے ہنگامہ کے رونق دینے مین سرگرم رہا۔ طالبعلمون کے ہجوم سے میری رعونت بڑھی اس گروہ کی بے تمیزی و بےانصافی کی شورش سے تجرد اور اختیار عزلت کا نشہ سر مین چڑھا اگرچہ دن مین درس علوم مین مشغول رہتا لیکن راتون کو صحرا مین جاکر کوئے طلب کے شوریدون سے ملتا۔ ان گنجینہ دار تہیدستون سے دریوزہ ہمت کرتا۔ ظاہر بین دانایون کے اور صورت پرست تقلیدیون کے رواج بازار سے مین متحیر و سراسیمہ ہوتا۔ نہ چپ رہنے کی طاقت تھی نہ حرف زنی کرنے کی قوت تھی اگرچہ پدر بزرگوار کے مقدمات موعظت مجھے وحشت دیوانگی مین نہین لے جاتے تھے لیکن خاطر کی شورش کا علاج مفید نہین ہوتا تھا کبھی دل چاہتا تھا کہ خطہ خطا کے دانایون پاس چلئے کبھی کوہ لبنان کے مرتاضون کی طرف طبیعت میل کرتی تھی۔ کبھی جوگیون کے ساتھ ہمزبانی کا شوق ہوتا تھا کبھی پرتگال کے پادریون کی ہمنفسی کا خیال دامنگیر ہوتا تھا کبھی موبدان فارس کی ہم نشینی اور ژندواوستا

کی رموز دانی خاطر کو بےصبری کرتی تھی۔ میرا دل اپنے دیار کے ارباب صحو اور اصحاب سکر سے شکستہ تھا۔ اگرچہ طلب کی نا ہار باپ کی تعلیم سے شکستہ ہوتی تھی لیکن میرے درد کا دارو نا ہین ہوتا تھا اور اپنی نادانی سے نشاط ظاہری کو مخالف عقبیٰ جانتا تھا اور یہ وضع مجھ کو ہمیشہ بیقرار رکھتی تھی اور ان کی صحبت سے مین دور رہنا چاہتا تھا۔ نصیبہ کی یاوری سے پادشاہ کی انجمن مین میری دانش مکتسبی کی شہرت مذکور ہوئی۔ برادر گرامی اور خیر اندیش دوست اور محبت گزین خویش اور شاگرد سب اسپر ہمزبان ہوئے کہ پادشاہ کی ملازمت سے مین مشرف ہون۔ مجھے اس کا خیال نہ تھا اور خاطر تجرد گزین کو تعلق کا سودا سراسیمہ کرتا تھا اس لیئے کہ میری چشم دوربین بہکی نہ تھی اور سلاسل تقید کے توڑنے مین ہمت مصروف تھی اور نادانون کی طرح ظاہر کو باطن کا نقیض اور قید کو اطلاق سے مغائر شمار کرتا تھا یہانتک کہ خدا مجازی نے پردہ اُٹھا کر حقیقت پر رہنمائی کی اور میرے پندار کو سر سے نکالا۔ ناگزیر اُسکی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم جانا گو میری خاطر معانی کی گنجینہ دار تھی لیکن متاع دنیا سے تہیدست تھی درگاہ والا کی پیشکش کے لیئے مین نے آیۃ الکرسی کی تفسیر لکھی اور جب پادشاہ دارالخلافت مین آیا تو کورنش بجا لایا اور اُس تفسیر کو اپنی تہیدستی کا عذر بنایا۔ پادشاہ نے حسن قبول فرمایا اور خاص نظر سے دیکھا۔ دولت ملازمت سے کہ اکسیر اہلیت ہے میری شورش خاطر کو تسکین دہی پادشاہ کی محبت نے یکبارگی میرے دل کو گھیر لیا پادشاہ دیار شرقی پر یورش کے لیئے چلا۔ گو مین نے اس درگاہ کے بزرگون سے توسل نہین ڈھونڈھا۔ ملازمت سے باز رہا لیکن پادشاہ کے ساتھ رابطہ روحانی میرے دل مین ہمیشہ ناخن زنی کرتا تھا۔

اب تجدید ملازمت کا حال اکبرنامہ مین اس نے یہ خود لکھا ہے کہ ۹۸۲ھ کے شروع مین دارالخلافۂ آگرہ مین سجدہ خدمت سے ناصیہ افروز ہوا۔ دانش رسمی کی رعونت اب تک دماغ مین چلی جاتی تھی باوجود فرط اخلاص وعقیدت کے دیار شرقی کے سفر سے پہلو تہی کی۔ اگرچہ سفر کا سامان موجود نہ تھا لیکن دل خود بینی کا ہست پرست ایسا تھا کہ اس نے

بحث کے وقت مجتہدین کا قول اس سے کہا جاتا تو وہ یہ کہتا کہ یہ سخن فلان حلوائی کا فلان دوز کا فلان چرم گر کا ہے۔ ہمارے لئے حجت مین لاتے ہو۔ تمام مشائخ وعلماء کی نفی کرتا تھا۔ ابوالفضل اور اسکے بھائی ابوالفیض فیضی کا اثر جو اکبر کے اور امراء اور آدمیون مذہب پہ ہوا اس کا مفصل حال ہم نے اکبر کے مذہب کے بیان مین لکھا ہے۔ مہمات دکن مین جو اس نے خدمات شائستہ کین اُس کا اور اُس کے مارے جانے کا حال ہم نے اقبالنامہ مین بیان کیا ہے۔ مآثر الامراء مین لکھا ہے کہ خان اعظم نے اسکے فوت ہونے کی تاریخ یہ کہی ہے۔ تاریخ تیغ اعجاز نبی اللہ سر باغی برید۔ کہتے ہین کہ شیخ نے خواب مین آن کر کہا کہ میری تاریخ فوت بندۂ ابوالفضل ہے۔ شاہ ابوالمعانی قادری کہ مشائخ لاہور مین سے تھے نقل کرتے ہین کہ مجھے ابوالفضل کے کامون سے انکار تھا ایک رات مین نے خواب مین دیکھا کہ مجلس جناب رسالت مآب مین ابوالفضل کو حاضر کیا حضرت نے جبہ مبارک شیخ کے منھہ پر ڈال کر فرمایا کہ یہ مرد حیات چند روزہ مین افعال بدکا مرتکب ہوا تھا مگر یہ مناجات جس کا شعر اول یہ ہے ؎ الٰہی نیکان را بوسیلہ نیکی سرفرازی بخشی ٭ وبدان را بمقتضائے کرم دلنوازی کنی۔ اسکی نجات کا سبب ہوئی۔ شیخ کی تکفیر زبان زد خواص وعوام ہے بعض اسکو ہندو بعض آفتاب پرست بعض دہریہ کہتے ہین۔ غایت درجہ لوگ اس کو الحاد وزندقہ سے نسبت کرتے ہین۔ مگر جو لوگ انصاف دوست ہین وہ اس کو متصوفہ کے مقلدون مین صلح کل و وسعت مشرب اور ادعائے ہمہ اوست وخلع ربقۂ شریعت اور الزام طریقہ اباحت سے منسوب کرتے ہین ؎ بدنام کنندۂ نکونامے چند ٭ صاحب عالم آرائے عباسی نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالفضل نقطوی تھا اور اُس کی دلیل یہ لکھی ہے کہ اس نے میر سید احمد کاشی کو منشور لکھا تھا۔ میر مذکور اس طائفہ کے اکابر مین سے تھا اس نے بہت رسالے علم نقطہ مین لکھے ہین۔

سنہ۱۰۰۲ مین جب ایران مین ملحد کشی ہوئی ہے تو کاشان مین شاہ عباس نے میر کو اپنے

ہاتھ سے قتل کیا ہے۔ علم نقطہ بھی الحاد و زندقہ و اباحت و توسیع مشرب ہے اس مین عالم کو قدیم
مانا ہے حشر و قیامت و اعمال نیک و بد کی سزا جزا سے انکار کیا ہے دنیا کی عزت و ذلت
کو ہی جنت و دوزخ مانا ہے ذخیرۃ الخوانین مین لکھا ہے کہ شیخ ابوالفضل راتون کو
درویشون کے گھرون مین جاتا تھا اور اشرفیان نذر دیتا تھا اور التماس کرتا تھا کہ
اسکی سلامتی ایمان کے لیئے دعا کرین - یہ اس کا تکیہ کلام تھا کہ کیا کرنا چاہیے - وہ
ران پر ہاتھ مارتا اور سرد آہ کھینچتا - کبھی ناسزا لفظ زبان پر نہین لایا - اسکی سرکار
مین نہ نوکرون پر غیر حاضری پر جرمانہ ہوتا نہ کوئی معطل ہوتا جس کو وہ مقرر کرتا اُس کو تا مقدور
تغیر نہ کرتا - اُس کا قول تھا کہ کسی شخص کو نوکر رکھ کر موقوف کرنا خفت عقل پر حمل ہوگا - کہ
نادانستہ کسواسطے ایسے آدمیون کو تربیت کیا - جب آفتاب برج حمل مین آتا تو اپنے
سارے کارخانون کو دیکھتا اور اسکی موجودات لکھکر اپنے پاس رکھتا اور دفاتر کو جلا دیتا
اور کل ملبوسات مستعمل کو سوائے پاجامہ کے جس کو وہ اپنے سامنے جلواتا نوروز کے دن نوکرون
مین تقسیم کر دیتا - اس کو اشتہا عجیب تھی کہتے ہین کہ سوائے آب و ہیمہ کے بائیس سیر وزن مین
کھانا اُس کے لیئے پکتا اُس کا بیٹا شیخ عبدالرحمن سفرہ چی بنکر بیٹھتا اور باورچی خانہ کا مشرف
سلمان کھڑا رہتا جس کھانے مین شیخ دو مرتبہ ہاتھ ڈالتا وہ دوسرے روز بھی پکایا جاتا اگر کوئی
چیز بدمزہ پکتی تو وہ بیٹے کو کھلاتا بیٹا باورچیون کو چشم نمائی کرتا - مگر وہ خود اُس سے کچھ نہ کہتا
مہم دکن مین شیخ جس تورہ اور ضابطہ کو کام مین لاتا تھا اس سے زیادہ تصور مین نہین آسکتا -
چالیس راوٹیون مین شیخ کے لیئے مسند بچھتی اور ہر روز ہزار لنگری طعام خاصہ تمام امراء مین تقسیم
ہوتا اور باہر نہ گزی فرش - برپا کرکے ہر شخص کو جو بھوکا ہو کھچڑی پکی پکائی ملتی تھی - کہتے ہین
کہ جب شیخ وکیل مطلق تھا - ایک روز خانخانان مرزا جانی بیگ حاکم ٹھٹھہ کو ساتھ لے کر
اسکی ملاقات کو گیا - شیخ پلنگ پر دراز لیٹا ہوا اکبرنامہ کو دیکھتا تھا اصلا متوجہ نہوا اسیقدر
کہا کہ آیئے بیٹھیئے - مرزا جانی بیگ کہ سلطنت کا دماغ رکھتا تھا بہت پیچ و تاب مین آیا

خانخاناں پھر دوبارہ منت و سماجت کرکے مرزا کو شیخ کے گھر پر لے گیا تو شیخ نے دروازہ پر آنکر استقبال کیا اور حد سے زیادہ تواضع کی اور مرزا سے کہا کہ مین آپ کا ہم شہر ہون۔ مرزا متحیر ہوکر خانخاناں سے پوچھا کیا وہ نخوت یا یہ فروتنی۔ خانخاناں نے کہا کہ اس روز وہ توزک وکالت نظر کے سامنے رکھتا تھا سا یہ بمثل اصل کام کرتا تھا آج برادرانہ ملاقات ہے قطع نظر تمام چیزون کے شیخ فن انشا طرازی مین طرفہ سحر کاری کرتا تھا باوجودیکہ وہ تکلفات منشیانہ اور تصنیفات مرسلانہ سے عاری ہے مگر اس کے طرز مین اس قسم کی متانت سخن و استخوان بندی کلمات و نسبت مفردات و تراکیب مستحنہ و فقرات بیگانہ موجود ہین کہ کوئی دوسرا اس کا تتبع نہایت مشکل سے کرسکتا ہے اس بیان کی صداقت تاریخ اکبری سے ہوتی ہے اس نے التزام کیا ہے کہ الفاظ فارسی کا استعمال زیادہ کرون۔ اس لیے اُسے کہتے ہین کہ شیخ نے خمسہ نظامی کو نثر مین لکھا ہے۔ اس فن مین اس کا یہ کمال ہے کہ بہت سے مطالب بدیہی البطلان کو بادشاہ کی ستایش کے لیئے ایسی چند تمہیدون کے ساتھ تحریر کرتا ہے کہ بغیر غور کے وہ سمجھ مین نہین آتے اس سے زیادہ کیا اس کی تحریر کی تعریف ہوسکتی ہے کہ عبداللہ خان بادشاہ بخارا نے لکھا کہ جیسا مین ابوالفضل کی قلم سے ڈرتا ہون ایسا اکبر کے تیر سے نہین ڈرتا۔ ہندوستان مین سب جگہہ وہ بڑا منشی مشہور ہے اس کے مکتوبات مدرسون اور مکتبون مین پڑھائے جاتے ہین گو مبتدی کو وہ مشکل معلوم ہوتے ہین مگر وہ فارسی زبان کے کامل نمونے ہین۔ اگر آدمی فارسی زبان سے خوب ماہر ہو اور ابوالفضل کی طرز تحریر کو بھی جانتا ہو تو اس کی تصنیفات پڑھنے مین عجب لطف آتا ہے اسکی انشا ایسی بے نظیر ہے کہ نہ اس کا تتبع ہوسکتا ہے نہ کسی نے کیا ہے۔

ابوالفضل کی کتابون مین مضامین کی پاکیزگی قابل تعریف ہے اس بات کو وہی سمجھتے ہین کہ جو مشرقی علم ادب سے واقف ہین اس کی ساری تصنیفات مین کہین فحش الفاظ نہین۔

عورتون کا ذکر بے حرمتی کے ساتھ نہین فضائل ورذائل کا جہان ذکر ہے وہان انکی تعریف اعلیٰ درجہ کی ہے اور بداخلاقی پر لعنت ملامت کی ہے - بلوک مین صاحب اور رکلیڈون صاحب نے اسکی بڑی تعریف یہ کی ہے کہ وہ سچ کا عاشق ہے اور راے بڑی بلند وعمدہ رکھتا ہے -

گو ابوالفضل پر سب مصنف یہ الزام لگاتے ہین کہ اس نے پادشاہ کو دین اسلام اور پیغمبر سے پھیر دیا مگر وہ اسپر ذرا نہین خیال کرتے ہین کہ اس نے پادشاہ کو بتلایا کہ وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے کی قدر جانے جب سے وہ اکبر کی ملازمت مین آیا تب سے مختلف المذاہب اقوام پر حکومت کرنے کا وہ اصول قائم کیا جو اسلام نے چند ہی اور ملکون مین قائم کیا تھا جس کا نتیجہ مسالمت مذہبی تھا - کین صاحب نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ مشرق اور مغرب مین کوئی مدبر ملکی ابوالفضل سے پہلے ایسا نہین پیدا ہوا جو مسالمت مذہبی کے باب مین رائے اسکی برابر رکھتا ہو - اگر اکبر کو اس قانون مسالمت کی ضرورت خود معلوم ہوئی تھی تو ابوالفضل ہی اسکی تشریح کرنے والا اور قلم سے اسکے لئے لڑنے والا تھا - اگر خان خانان کی تلوارون نے ملک فتح کئے تو ابوالفضل کے قلم نے دلون کو فتح کیا اور اہل ملک کو پادشاہ کی رعیت ہونے پر راضی کیا - اکبر کا اسلام سے پھرنا سب کو فراموش ہوگیا - مگر خاندان مغلیہ مین سے کسی شہنشاہ کا رعایا کا مائی باپ بننا اُسکی برابر یاد نہین - اورنگ زیب نے گو اسلام کی طرف معاودت کی اور اسکے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ لکھا جاتا ہے مگر اسکے ساتھ ہی سلطنت کا زوال مذہبی مسالمت کے ترک کرنے سے شروع ہوگیا -

ابوالفضل کی تصنیفات سے کتب مفصلہ ذیل ہین

(۱) اکبر نامہ مع آئین اکبری - اکبر نامہ کی تین جلدین ہین - آئین اکبری اسکی چوتھی جلد ہے یہ آئین ۴۲ سنہ اکبری مین ختم ہوئی پھر ۴۳ سنہ مین برار کی فتح کے سبب سے اس مین کچھ ترمیم کی

اسمین ۴۶ سال کا حال سلطنت کا لکھا ہے باقی سلطنت کے حالات کا ذمیمہ عنایت اللہ محب علی نے لکھا ہے۔

(۲) مکتوبات علامی جسکو انشاء ابوالفضل بھی کہتے ہین اسمین اور سلاطین اور امراء کے نام نامی اور کتابون پر ریویو اور بعض اور مضامین لکھے ہین اُن کو عبدالصمد بن افضل محمد نے جمع کیا ہے وہ ابوالفضل کا بھانجا اور داماد تھا۔ مدارس کے درس مین یہ انشا جاری ہے اس کے تین دفتر ہین سوانحہ اکبری مین دیباچہ مین امیر حیدر حسین بلگرامی نے لکھا ہے کہ اس کتاب کے چار دفتر ہین مگر دفتر چہارم کمیاب ہے شاید اس نے ابوالفضل کی انشاء کو جسمین اسنے خاص رشتہ دارون کے نام خط لکھے ہین چوتھا دفتر سمجھ لیا ہوگا۔

(۳) عیار دانش جس کا بیان ہم نے عہد اکبری کی تصنیفات کے اندر لکھا ہے۔ ابوالفضل کی تصنیفات سے ان کتابون کے سوا اور کتابین ہین۔ رسالہ مناجات۔ جامع اللغات۔ کشکول تفسیر آیۃ الکرسی اور تفسیر فاتحہ سورہ فتح یہ دونون تفسیرین بادشاہ کی نذر ہین دین سنسکرت کی کتابون کے ترجمہ مین جو اسنے حصہ لیا اس کا بیان عہد اکبری کی تصنیفات کے عنوان مین دیکھو۔ محمد عسکری بلگرامی نے اپنی دار المنشور مین ابوالفضل کے حالات مین یہ لکھا ہے کہ کشمیر کی مسجد پر جو کتابہ ذیل ہے وہ ابوالفضل کی تصنیف سے ہے۔

الٰہی بہر خانہ کہ می نگرم جویائے تواند و بہر زبان کہ می شنوم گویائے تو۔

کفر و اسلام در رہت پویان ٭ وحدہ لاشریک کہ گویان

اگر مسجد است بیاد تو نعرۂ قدوس میزنند ٭ واگر کلیسا ست بشوق تو ناقوس می جنبانند

گہ معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد ٭ یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ

اگر خاصان ترا بہ کفر و اسلام کاری نیست ٭ این ہر دو را در پردۂ اسلام تو باری نہ

کفر کافر را و دین دیندار را ٭ ذرۂ دردے دل عطار را

این خانہ بہ نیت ایتلاف قلوب موحدان ہندوستان خصوصًا معبود پرستان عرصۂ کشمیر تعمیر یافتہ

بفرمان خدیو تخت وافسر		چراغ آفرینش شاہ اکبر	
نظام اعتدال ہفت معدن		کمال انشراح چار عنصر	

ہرکہ نظر صدق بینداختہ این خانہ راخراب سازو باید کہ نخست معبد خود را بینداز دچہ اگر نظر بردل است باہمہ ساختنی واگر چشم برآب وگل است ہمہ برانداختنی۔ **ابیات**

خداوندا چو داد کار دادی		مدار کار بر نیت نہادی	
توئی بر بارگاہ نیت آرا		بہ پیش شاہ داری نیت شاہ	

ابوالفضل نے آئین اکبری مین لکھاہے کہ آج آخر سال ۴۲ الٰہی کاہے پھر میرا دل پیوند توڑنے کا ارادہ رکھتاہے اور باطن مین ایک نئی شورش ہورہی ہے۔ **شعر**

مرغ دل من نغمۂ داؤدنمی داند   آزاد کنندش کہ نہ مرغ قفس است این

مجھے معلوم نہین کہ میرے حال کی نوبت کہان تک پہونچے گی اور میرا کیا انجام ہوگا اور سفر واپسین کس منزل مین پیش آئے گا۔ مگر ابتدائے آفرینش سے اب تک متواتر محبت الٰہی کی حمایت مین رہا ہون امید ہے کہ آرام گاہ جاوید مین جاؤن۔

خدا کی نعمتون کا شمار کرنا ایک طرح کی سپاس گذاری ہے اس لیے اسمین کچھ لکھتا ہون (۱) اول نعمت جو مجھی ملی ہے وہ یہ ہے۔ نژاد بزرگ رکھتا ہون امید ہے کہ میرے باپ دادا کی پاکی کے سبب میرے گناہ کا بھی چارہ ہو اور شورش درد دلی کا ایسا ہی مداوا ہو جیسے کہ وہ درد کا دارو سے آتش کا پانی سے گرم کا سردے عاشق کا دیدار سے ہوتا ہے۔

(۲) سعادت روزگار اور ابنائے زمانہ (۳) طالع مسعود کہ مین ایسے مبارک زمانہ مین پیدا ہوا کہ سلطنت کا پاک سایہ مجھپر پڑا (۴) شریف الطرفین (۵) سلامتی اعضا واعتدال قوی وتناسب اعضا (۶) مان باپون کی امتداد ملازمت کہ درونی وبیرونی آفتون کے لئے حصار اور حوادث انفسی وآفاقی کے واسطے پناہ ہے۔ (۷) بہت صحت اور نوشداروئے تندرستی (۸) منزل شائستہ (۹) روزی سے بے غمی اور

حال سے خرسندی (۱۰) والدین کی رضاجوئی کا شوق روزافزون (۱۱) باپ کی عاطفت جوصلہ ساز گارسے زیادہ اور طرح طرح کی عنایتین مجھے وہ ابوالابائی دودمان کے ساتھ اختصاص دیتا ہے (۱۲) درگاہ ایزدی کی نیازمندی (۱۳) زاویہ نشینان حق گزین کی اور درست عیارخود پژوہون سے دریوزہ گری (۱۴) توفیق بردوام (۱۵) اقسام علوم کی کتابونکی فراہمی بے مذلت خواہش کے ہرکیش کا رازدان ہونا اور دل کا کثرت سے بیزار ہونا (۱۶) باپ کا ہمیشہ علم پر تحریص دینا اور خیالات پریشان مین نہ مصروف ہونے دینا۔ (۱۷) سعادت افزا ہمنشین (۱۸) عشق صوری کا میرے لئے منزلگاہ کمال کا رہبر ہونا گو وہ اور خاندانون کی شورش کا سبب ہوتی ہے (۱۹) پادشاہ کی ملازمت کہ جس سے بیناجنم اور تازہ سعادت حاصل ہوئی (۲۰) رعونت سے نکل کر پادشاہ کی ملازمت مین آنا (۲۱) پادشاہ کی برکت سے صلح کل پر رسائی کہنے سے چپ مین کچھ آنا ہر طائفہ کے نیکون سے آشتی کی۔ بدون کا عذر قبول کرکے ان سے مصالحت کی۔ اللہ تعالی آگہی کی روشنی سے نقش بدی کو دور کرے (۲۲) پادشاہ کے ساتھ ارادت (۲۳) بغیر کسی کی سفارش اور اپنی تگاپو کے پادشاہ کا اعتبار بخشنا (۲۴) دانش آموز سعادت گزین رضاجوے نیکوکار بھائیون کا ہونا اپنے بڑے بھائی کا ذکر کیا کرون اسمین کمالات صوری اور معنوی جمع تھے وہ بغیر میری رضا کے قدم باہر نہین رکھتا تھا۔ اس نے میری دلجوئی مین اپنے تئین وقف کر دیا تھا۔ میری سرکردگی مین وہ پامردی کرتا تھا۔ وہ میری نیک اندیشی کو دست مرد اپنی سمجھتا تھا۔ اپنی تصانیف مین قصیدہ فخریہ مین فرماتا ہے۔

قصیدہ

جائیکہ از بلندی و پستی سخن رود	از آسمان سرآمد واز خاک کمترم
با این چنین پدر کہ نوشتم مکارمش	در فضل مفتخر ز گرامی برادرم
برہان علم و عقل ابوالفضل کز دمش	دارد زمانہ مغز معانی معطرم

صد صالہ ر درمیان من و اوست کمال		در عمر گر از دو سہ سالے فزون ترم	
در چشم باغبان نشود قدر او بلند		گر از درخت گل گزرد شاخ عرعرم	

یہ میرا بھائی ۹۵۴ھ ہجری مین پیدا ہوا تھا۔ دوسرا بھائی شیخ ابوالبرکات کا ہے ۷ ما ہ شوال ۹۶۰ھ
مین پیدا ہوا تھا گو وہ علم مین پایہ والا نہین رکھتا تھا مگر معاملہ دانی و شمشیر آرائی و کار شناسی
مین پیش قدمون مین شمار ہوتا ہے۔ نیک ذاتی و درویش پرستی و خیر سگالی مین ممتاز ہے
تیسرا بھائی شیخ ابوالخیر ہے ۲۲ جمادی الاول ۹۶۷ھ کو پیدا ہوا اسکی خوے ستودہ مین مکارم
اخلاق و شرائف تھے۔ زمانہ کے مزاج کو خوب پہچانتا تھا زبان کو مثل اوراعضا کے قابو مین
رکھتا تھا۔ اکبرنامہ مین لکھا ہے کہ وہ شاہزادہ دانیال کے ساتھ بھیجا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ پادشاہ کا ملازم تھا۔ چوتھا بھائی شیخ ابوالمکارم ۲۳ شوال ۹۷۶ھ کو پیدا ہوا
ابتدائے عمر مین اسکے مزاج مین شورش تھی۔ مگر باپ کی ہدایت سے وہ راہ پر آگیا۔
اور معقول و منقول کو باپ سے پڑھا۔ علم حکمت کو امیر فتح اللہ شیرازی سے سیکھا دل سے
راہ رکھتا ہے امید ہے کہ ساحل مقصود پر پہونچ جائے۔ ان چارون بھائیون اور ابوالفضل
کی مان ایک تھی جس کا انتقال ۹۹۸ھ مین ہوا۔

پانچوان بھائی شیخ ابوتراب ۲۳ ذی الحجہ ۹۸۸ھ کو پیدا ہوا۔ اسکی مان اور تھی وہ دربار مین آتا
اور کسب و کمال مین مشغول رہتا ان کے سوا دو اور بھائی ہین شیخ ابوالحامد جو ۳ رجب ۱۰۰۲ھ
کو اور شیخ ابوراشد جو غرہ جمادی الاول ۱۰۰۲ھ کو پیدا ہوا۔ اگرچہ وہ حرم سے پیدا ہوئے ہین
مگر آثار اصالت ان مین ظاہر ہین۔ ان بیٹون کے پیدا ہونے سے پہلے باپ مرگیا مگر ان کے
نام وہ مرنے سے پہلے رکھ گیا تھا۔ اگرچہ بڑا بھائی مرگیا جس سے ایک عالم کو غم ہوا امید ہے
کہ اور بھائیون کی عمر دراز ہو اور خیرات صوری و معنوی سے سربلند ہون (۲۵) کہ خدائی
عالی خاندان مین جس سے کاشانہ ظاہر کو رونق اور نفس کجگر اکو بہار لگی۔ تین بیویان نقش
جنین سے ایک ہندی۔ دوسری ایرانی تیسری کشمیری تھی (۲۶) گرامی فرزند کا ۱۲ شعبان ۹۷۹ھ

کو پیدا ہونا۔ باپ نے پوتے کا نام عبدالرحمن رکھا۔ اگرچہ ہندوستانی نژاد ہے مگر مشرب یونانی رکھتا ہے۔ علم سیکھتا ہے۔ زمانہ کے سود و زیان سے خوب واقف ہے۔ نیک بختی کے آثار ظاہر ہین۔ پادشاہ نے اپنے کوکون کے ساتھ منتسب کیا ہے۔

(۲۷) پوتے کا پیدا ہونا جو ۳ ذی قعدہ سنہ ۹۹۹ کو پیدا ہوا۔ پادشاہ نے اُس کا نام شوتن رکھا (۲۸) کتب اخلاق کا مطالعہ (۲۹) نفس ناطقہ پر علم ہونا۔ مدتون تک مقدمات بیانی ایمانی کا طلبگار رہا۔ ان روش کے صاحبون سے بہت آمیزش کی دلائل ذاتی و شہودی و اکتسابی و نظری نظر مین آئے مگر شبہ کی راہ نہ بند ہوئی۔ دل کو آرام نہوا۔ عقیدت کی برکت سے یہ عقدہ حل ہوا اور دلنشین ہوا کہ نفس ناطقہ ایک لطیفہ ربانی سوائے بدن کے ہے اس کو خاص تعلق پیکر عنصری سے ہے (۳۰) بزرگان صورت کی شکوہ نے مجھے پارساگوہری کے سبب گفتار حق سے باز نہین رکھا میری دانش و بینش مین وہ راہزن نہین ہوئے مالی وجانی و ناموس کے گزند کے خوف نے میری عزیمت مین تفرقہ نہ ڈالا رفتار آب کردار نے اپنی جوبنائی (۳۱) اعتبارات دنیا کی طرف بے میلی۔ (۳۲) اکبرنامہ کا لکھنا۔ اگرچہ اسمین اکبر کا حال لکھا ہے مگر وہ طرح طرح کے علم کا ایک چشمہ سار ہے اور گردہ دانش کا معدن کار گذار حد منشون کا رہنمون۔ خندہ فروش ہزل سرایون کو اس سے فائدہ۔ خوردون کے واسطے سرمایہ نشاط جوانون کے واسطے اسباب عونت۔ بڈھے روزگارون کے تجربون کو اسمین ایک جگہہ پائین اور زر و سیم کے بخشنے والے آئین مردی کو اُس سے پہچانین گوہر بینائی کے لیے خرم وزن گاہ۔ آزادی کی گیاہ کے لیے پروردہ زمین کارگاہ ہنر کا لجبر۔ صبح سعادت کا روزن۔ گوہر آفرینش کا دریائے ژرف۔ سعادت نہاد۔ ناموس آرا روش اُس سے سیکھتے ہین۔ حق پژدہ دیندار نامہ اعمال کی دیدبانی سے عشرت جمع کرتے ہین ہر متاع کے سوداگر اُس سے سود حاصل کرتے ہین۔ پہلوانی کے میدان کا جان نثار ہمت ناموری کا سبق اُس سے پڑھتے ہین۔ تن گداز نفس آرا نیکوکاری اُس سے حاصل کرتے ہین۔ بختار اخلاص طراز اُس سے ذخائر بے منتہی جمع کرتے ہین نزہتگاہ حقیقت آراجشن گزین

اسکی یاوری سے اپنا مقصد حاصل کرتے ہین۔ **ابیات**

یکے نامۂ ساختم پُر شگفت		کہ ہر دانشے زو توان برگرفت	
چنان گفتم این نامہ نغز را		کہ روشن کند خوانندش مغز را	

ان سخنون کے سبب سے یہ مژدہ دل کے کان مین آتا ہے کہ فاتحہ بالخیر ہوا اور ابدی سعادت یاوری کرے۔ اگر یہ پور مبارک (مبارک کا بیٹا) مورد اضداد اور عبرت نامہ جہانیان ہے اور اسکی مہر وکین کا ہنگامہ شورش کر رہا ہے۔ ایزد پرست حق پژوہ اسکو ابوالاحد کہتے ہین اور دادار بیہمال کا یگانہ بندہ جانتے ہین۔ عرصہ دلاوری کے پہلوان اسکو ابوالہمت کہتے ہین۔ ہستی دشمن کے یکتاؤن مین خیال کرتے ہین۔ خردمند اس کو ابوالفطرت کہتے ہین اور اس دودمان عالی مین منتخب اس کو جانتے ہین۔ دفاتر عوام مین کہ آشوب خانہ بے تمیزی ہے بعض اسکو پرستاری دینے سے نسبت دیتے ہین اور اس گرداب مین ڈوبا ہوا سمجھتے ہین اور بعض اسکو کفر الحاد مین منہمک گمان کرتے ہین اور اسکی نکوہش وسرزنش کے لیئے انجمنین بناتے ہین ؎ صد داستان بوالعجب آید بروئے کار پہیران شوند گر دو سہ حرفے رقم کنم۔ الحمد للہ کہ ان باتون سے اس زمانہ کی شگرف کاری کے تماشے سے باہر نہین جاتا اور برے بھلے کہنے والون کی خیر سگالی نہین چھوڑتا اور زبان ودل کو آفرین ونفرین سے آلودہ نہین کرتا

ابیات

شناسندہ گر ہست شوریدہ مغز		نہ مہرہ شناسد ز دینار نغز	
ہنر تابد از مردم گوہرے		چو نو از مہ وتابش از مشتری	

شیخ مبارک کی چار بیٹیون کا ذکر تاریخ مین آیا ہے (۱) ایک بیٹی اُسکی خداوندخان دکنی سے بیاہی ہوئی تھی جسکو بدایونی رافضی بتلاتا ہے وہ گجرات مین کری کے اندر مرگیا۔

(۲) دوسری بیٹی حسام الدین سے بیاہی گئی۔

(۳) راجہ علی خان حاکم خاندیس سے تیسری بیٹی بیاہی گئی جسکے بیٹے صفدر خان نے

سنہ مین منصب ہزاری پایا۔

(۴۴) اسلام خان سے چوتھی بیٹی لاڈلی خانم بیاہی گئی وہ سنہ۱۰۰۰ مین خاوند سے پانچ برس پہلے مرگئی اسکے مقبرہ کو روضہ لاڈلی بیگم کہتے ہین وہ اکبر کے مقبرہ سکندرخان سے مشرق مین دومیل آگرہ کے قریب ہے۔ سنہ۱۰۰۴ مین وہ تعمیر ختم ہوئی۔ برٹش گورنمنٹ نے ایک ہندو کے ہاتھ اس روضہ کو بیچڈالا جس نے سنگ مرمر کی سب قبرین کھود کھاد بیچڈالین۔ احاطہ کے سوا روضہ کا کوئی اور نشان باقی نہین رہا اور دروازہ پر یہ طغرا لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ نقتی ہذا الروضہ للعالم ربانی و العارف الصمدانی جامع العلوم شیخ مبارک اللہ قدس سرہ قد وقف ببناء بحر العلوم شیخ ابو الفضل سلمہ اللہ تعالیٰ فی ظل دولتہ الملک العادل یطلبہ المجد والاقبال والکرام جلال الدنیا والدین اکبر پادشاہ غازی خلد اللہ تعالیٰ ظلال سلطنتہ باہتمام حضرت ابے البرکات فی سنہ اربع الف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سنہ مین روضہ بنا اسمین فیضی کا انتقال ہوا تھا شیخ مبارک سنہ۱۰۰۱ مین مرا تھا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے مقابل جمنا کے بائین کنارہ پر دونون شیخ مبارک اور فیضی دفن ہوئے جہان وہ اول آباد ہوئے کیونکہ ابو الفضل آئین مین آگرہ کے بیان مین یہ لکھتا ہے کہ دریا کے دوسری طرف حضرت فردوس مکانی (بابر) نے چار باغ لگایا تھا۔ مین اول وہان پیدا ہوا تھا ہمین اسکے باپ اور بھائی کی خوابگاہ بنی ہے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ شیخ مبارک کو روضہ مین لیجا کر دفن کیا ہوگا جو روضہ پر یہ طغرا لکھا گیا۔

ابو الفضل کا بیٹا شیخ عبد الرحمن مشہور ہے۔ سنہ۳۵ اکبری مین وہ بیس برس کا تھا کہ اکبر نے اسکو سعادت یار کوکہ کے بھائی کی بیٹی سے بیاہا اس سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اکبر نے پشوتن رکھا (یہ نام اسفندیار کے بھائی کا تھا جس کا نام شاہنامہ مین اکثر آتا ہے) جب ابو الفضل دکن مین سپہ سالار تھا تو عبد الرحمن باپ کا تیر روئے ترکش تھا جسوقت کوئی کام ایسا ہوتا کہ اسکے کرنے مین اور آدمی تامل کرتے تو وہ کرتا جہان ضرورت ہوتی عبد الرحمن

گو شیخ بھیجا وہ اپنی ہوشیاری اور مردانگی سے اس کام کو انجام دیتا ۱۰۲۶ھ مین ملک عنبر حبشی نے علی مردان خان حاکم تلنگانہ کو لڑکر گرفتار کیا اور اس ولایت پر متصرف ہوا شیخ نے اسکو شیر خواجہ کے ساتھ اس سے لڑنے کو بھیجا عبدالرحمن نے ناندیرا اور گوداوری سے عبور کرکے بالھرا کے قریب ملک عنبر کو شکست دی۔ عبدالرحمن شجاعت وکاروانی مین درست اندیش تھا۔ گو جہانگیر نے اس کے باپ کو قتل کرایا تھا مگر بادشاہ کی طرف سے اس کو غبار خاطر نہ تھا اور اپنی زور خدمت وحسن پرستاری سے افضل خان کا خطاب اور منصب دوہزاری پایا ۳ جہانگیری مین وہ بہار و پٹنہ مین صاحب صوبہ مقرر ہوا اور گورکھ پور کا اسکی جاگیر پر اور اضافہ ہوا اور اس نے سلطان خسرو جعلی جسنے بڑا مفسدہ مچایا تھا زیر کیا۔ اس مہم مین بخشی دیوان نے غفلت کی تھی اسکو بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکے سر اور داڑھی منڈا کر اور چادر اوڑھا کر اور الٹا گدھے پر بٹھا کر ہمارے پاس بھیجدو اور سر راہ شہر و قصبون مین اسکی تشہیر کرو۔ ان ہی دنون مین افضل خان بیمار ہوا بادشاہ کے پاس آنکر ایک مدت تک ایک دنبل کے الم مین بتلا رہا ۱۰۲۹ھ مین دار فنا سے ملک بقا کو گیا۔ اسکے بیٹے پشوتن نے ۱۰ جہانگیری مین منصب ہفت صدی کا پایا۔ اور شاہجہان کی سلطنت کے دسوین سال مین وہ پانچ سو گھوڑون کا سردار مقرر ہوا اور اسی عہدہ پر ۱۰۴۵ھ مین انتقال کیا۔

دوهزاری منصبدار

(۲۷) اسماعیل بیگ دولدی یا اسماعیل خان دولدی۔

دولدئی قوم برلاس کا ایک فرقہ ہے۔ بیگ خان لقب خان کے لقب سے کم درجہ کا ہے اور بیگلر بیگی کا درجہ خان خانان سے کم ہے

اسماعیل بیگ امراے بابری مین سے ہے اور دلاوری اور مدبری مین مسلم وقت تھا۔ قندھار کے محاصرہ مین مرزا عسکری کے پاس سے بھاگ وہ ہمایون بادشاہ کے پاس آیا تھا۔ فتح قندھار کے بعد وہ زمین داور کا حاکم مقرر رہا۔ محاصرہ کابل مین اس نے

سنہ ۹۹۳ میں اس کا کام تمام ہوا اور اس لڑائی میں چالیس آدمی اسکے عزیزوں خویشوں میں ہلاک ہوئے۔

(۷۹) رستم خان پسر رستم ترکستانی۔ اسکی ماں بخیبہ بیگی یا بخیبہ بیگم ماہم انگہ کی دوست تھی وہ محل شاہی میں آمد و رفت رکھتی تھی پادشاہ کے ساتھ وہ کھیلا تھا۔

سنہ ۹ میں رستم خان کے معز الملک نے ساتھ عبد اللہ خان اوزبک کے مقابلہ میں خوب کام کیئے سنہ ۱۷ میں مرزا عزیز کوکہ کے ساتھ پٹن میں خدمات شائستہ بجالایا کر علم اس کو مرحمت ہوا سنہ ۲۲ میں رنتھنبور اس کو تیول میں ملا اور پھر اجمیر کی ایالت ملی سنہ ۲۵ میں پرا و جلا بیھدر اور راجہ بہاری مل کے بھائی کے بیٹے موہن۔ سورداس۔ تلوک سے بغیر اجازت کے پنجاب سے اپنے وطن لونی میں چلے آئے رستم خان سے اُن کو لڑنے کا حکم ہوا اُس نے انکو شکست دی مگر خود زخمی ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوا اکبر پادشاہ نے اسکی ماں سے تسلی کے لیئے کہا کہ وہ تمام عمر میں صرف مجھ سے تین سال جدا رہا اور یہ تجھ سے بہت سالوں تک علحدہ رہا اس لیئے مجھے اس کی مفارقت کا رنج تجھ سے زیادہ ہے۔ مآثر میں لکھا ہے کہ وہ سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔

(۸۰) شہباز خان کنبوہ۔ قوم کنبوہ کی شان میں یہ ایک شعر زبان زد خاص و عام ہے۔ ۵

اگر قحط الرجال افتد ازیں سہ اُنس کم گیری یکے افغان دوم کنبوہ سوم بدذات کشمیری

معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین میں سے کسی بے تمیز شاعر نے یہ شعر کہا ہے اکبر جہانگیر کے عہد تک تو کنبوہ معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔ شہباز خان کا جد ششم حاجی جمال ہے کہ مخدوم بہاء الدین زکریا سے ملتانی کا مرید تھا کہتے ہیں ایک درویش نے مخدوم سے سوال کیا کہ للہ ہر پیغمبر کے نام لینے پر مجھے ایک اشرفی دو۔ مخدوم متفکر ہوا۔ حاجی نے کہا کہ مجھے حوالہ کیجیئے وہ اسے گھر لے گیا اور اُس سے کہا کہ ہر پیغمبر کے نام پر مجھ سے اشرفی لے۔ اُسنے دس بیس پیغمبروں کے نام لیکر اشرفیاں لیں اور کہا کہ اس سے زیادہ نام مجھے یاد نہیں۔ جب مخدوم کو معلوم ہوا تو اسکی حق میں دعا دی کہ تیری قوم کے درمیان کوئی

حقیقت العقل نهوخیانچہ اکثر اس فرقہ کے آدمی ہند مین جدت ذہن مین مشہور ہین۔ شہباز خان ابتدائے حال مین باپ داداکی طرح زہد و درویشی مین بسر کرتا تھا۔ پھر کوتوال ہوگیا۔ اور مقدمات مین ایسی احتیاط کی کہ اکبر شہنشاہ کا منظور نظر ہوا۔ ایک صدی منصب سے دوہزاری منصب پر نوبت پہونچی میر توزک مقرر ہوا اسکی حسن خدمات کا بیان اقبال نامہ مین اپنی جگہہ لکھا ہوا ہی۔ اجمیر مین ۹۹۴ھ مین اس کا انتقال ہوا اسکی قبر حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی قبر کے پاس ہی۔ صلاح و تقوی اوس کا مشہور ہے۔ وہ شریعت کا پاس بہت رکھتا تھا رسم و رواج کے موافق وہ داڑہی نہین کترواتا تھا۔ شراب نہین پیتا تھا۔ تہجد و اشراق و سنت عصر کبھی قضا نہوئی۔ کبھی بے وضو نہ رہتا۔ ہاتھ مین تسبیح رکھتا وظیفہ پڑہتا رہتا عصر و مغرب کے درمیان کسی سے بات نہین کرتا۔ ایک دن عصر کے قریب اکبر پادشاہ فتحپور سیکری کے تالاب پر ہوا کھا رہا تھا اور شہباز خان کا ہاتھ پکڑے ہوئے اوس سے باتین کرتا تھا وہ ہر وقت آفتاب کو دیکھتا تھا حکیم علی سے کچھ فرق پر حکیم ابوالفتح کھڑا تھا اوس سے وہ کہنے لگا کہ اگر آج شہباز خان نماز عصر قضا نہ کرے تو ہم جانینگے کہ واقعی دیندار ہی۔ جب نماز کا وقت تنگ ہوا ناچار پادشاہ سے نماز کے لئے عرض کیا پادشاہ نے فرمایا کہ قضا پڑہ لینا ہم کو اکیلا چھوڑ کر کہان جاوگے بے اختیار شہباز خان ہاتھ چھٹا کر نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد وظیفہ شروع کیا پادشاہ ہر لحہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا کہ اٹھو۔ حکیم ابوالفتح نے کہا کہ اس عزیز کے شغل مین خلل ڈالنا انصاف نہین ہی اور آگے بڑہکر پادشاہ سے عرض کیا کہ حضور کا لطف انتہا کا بیحساب ہے اور یہ آپکے مراحم کا امیدوار ہے پادشاہ نے اوس کو چھوڑ دیا اور دوان کی طرف متوجہ ہوا شیخ ابوالفضل اُسکے باب مین لکھتا ہی کہ ہرگونہ پرستاری مین اور سپاہ کی سربراہی مین کم ہمتا تھا اگر تقلید پرست نہوتا تو فرو ہندگی کا طراز لیتا۔ ہمت و بخشش مین بھی نظیر نہین رکھتا تھا اسکے خرچون کو دیکھکر لوگ متحیر ہوتے تھے اور جانتے تھے کہ سنگ پارس اوس پاس ہے۔ کہتے ہین کہ اس کے دس نوکر ایسے تھے کہ ایک لاکھ روپیہ سالیانہ پاتا تھا۔ جنگ برہم نتر

مین اس پاس نو ہزار سوار تھے۔ ہر شب جمعہ کو حضرت غوث الثقلین کی فاتحہ دے کر سو اشرفیون کی شیرینی تقسیم کیا کرتا تھا۔ کنبوہ کی قوم کو اسقدر روپیہ دیا تھا کہ اس قوم کا کوئی آدمی ہندوستان مین پریشان و بدحال نہ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد بھی پچاس سال تک اشرفیان اور روپے اسکے دفائن و خزائن مین نکلتے رہے تعجب یہی ہے کہ سنہ ۱۱ اکبری تک اس کو دو ہزاری سے زیادہ منصب نہین ملا۔ اس کے بیٹون کی کچھ ترقی نہین ہوئی۔ انعام اللہ اس کا بیٹا بکلانہ کا واقعہ نویس تھا اور اس مین اسکی عمر کٹ گئی اسکا بھائی اکرام اللہ خان سنہ ۱۰۲۰ مین بہت رشد رکھتا تھا۔ شروع سنہ ۱۰۲۱ مین اجل طبعی سے مرگیا۔

(۸۱) درویش محمد اوزبک۔ یہ بیرام خان کا دوست تھا جس کو شیر محمد نے پا بہ زنجیر اکبر پاس بھیجا تھا پادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

(۸۲) شیخ ابراہیم۔ شیخ سلیم فتحپور سیکری کے بڑے بھائی شیخ موسی کا بیٹا اور اس کا داماد تھا وہ مدتون تک شاہزادون کی خدمت مین آگرہ کے اندر سرگرم رہا اور جب اکبر کابل گیا تھا تو آگرہ کا پاسبان اس کو مقرر کیا تھا سنہ ۹۹۹ ۳۶ مین اس نے انتقال کیا۔

(۸۳) عبد المطلب خان پسر شاہ بداغ خان۔ ابتدا مین اوہ مرزا شرف الدین حسین خان کے ساتھ میرٹھا کی تسخیر مین شریک ہوا۔ مہمات عظیم مین خدمات شائستہ بجالایا سنہ ۲۶ مین فتح دوست پسر علی دوست یار بیگی کے قتل کی تہمت مین آن کر کچھ دنون عتاب شاہی مین گرفتار ہوا سنہ ۲۷ مین کالپی مین پادشاہ اسکے گھر گیا سنہ ۳۲ مین جلالہ تاریکی کی لڑائی مین فکر و اوہام کی کثرت سے سودائی ہوکر پادشاہ پاس آیا وقت موعود پر بہشتی سراکو گیا اس کا بیٹا شیرزاد عہد جہانگیری مین منصب پانصدی اور دو سو سوار دن کی افسری پر مامور ہوا۔

(۸۴) اعتبار خان ناظر۔ اس خواجہ سرا کا نام خواجہ عنبر تھا وہ بابر کا مقرب تھا ہمایون پاس عراق کے سفر مین وہ مریم مکانی کو لایا تھا۔ ہمایون کے مرنے کے بعد اکبر نے بھی اسکو

کابل کو اپنی والدہ مریم مکانی کے لانے کے لئے بھیجا تھا سنہ جلوس میں وہ اسے لایا۔ کچھ دنون بعد وہ دہلی کی حکومت پر ممتاز ہوا اور یہین مرگیا۔

(۸۹) راجہ بیر بر برہمن۔ اس راجہ کا نام مہیش داس تھا وہ برہمن اور بھاٹ تھا وہ بے بضاعت کم مایہ تھا پریشان حالی اور خستگی مین گذرانتا تھا۔ لیکن فرہنگ و دانش کا مجموعہ تھا رسائی ادراک اور درستی فہم مین اپنے اقران وامثال پر ممتاز تھا۔ اکبر کی تخت نشینی پر وہ کالپی سے پادشاہ کی خدمت مین آیا اور اپنی لطیفہ گوئی اور سخن سنجی کے سبب مجلس پادشاہی کے ندیمون اور مخصوصون مین داخل ہوا اور بتدریج تمام ارباب قرب و خصوصیت پر سبقت لے گیا۔ پادشاہ اس کو مصاحب دانشور راجہ بیر بر کہکر مخاطب ہوتا تھا۔ ہندی شعر خوب کہتا تھا اس لیئے اس کو خطاب کب رائے (ملک الشعرا) کا ملا۔ نگرکوٹ کا حال اور مہم یوسف زئی مین اس کے مارے جانے کا بیان اقبال نامہ مین درج ہے۔ اگرچہ راجہ کو منصب دو ہزاری تھا مگر مصاحبت و خصوصیت کا پندار اس کو بڑا تھا۔ اس کے مرنے کے غم مین پادشاہ نے دو روز کھانا نہین کھایا اور کیف معتاد پر مائل نہین ہوتا۔ پادشاہ کا کسی کے مرنے پر ایسا برا حال نہین ہوا جیسا کہ اُسکے مرنے پر۔

ابوالفضل نے مرزا عبدالرحیم خانخانان کو جو فرمان لکھا ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادشاہ کے دلمین اُسکی جگہہ عجیب تھی اور ایک ربط خاص تھا اس کے اظہار عقیدت مین یہ عبارت لکھی ہے کہ بعض موانع اگر نہ واقع ہوتے تو مین خود جاکر اُسکی نعش کو اپنی آنکھون سے دیکھتا اور اپنی عطوفت و مہربانی کو جو اس کے ساتھ تھی ظاہر کرتا ۔ ع

کدام دل کہ ازین واقعہ جگر گون نیست   کدام دیدہ ازین واقعہ جگر خون نیست

راجہ بیر بر جود و سخاوت مین زمانہ مین یکتا تھا۔ بخشش و انعام مین شہرۂ آفاق۔ فن موسیقی مین مہارت تمام رکھتا تھا۔ کبت و دوہرے جو اس کے مشہور ہین اور

لطائف ونکات اس کے خلائق کی زبان پر ہین۔ ہر مہینہ مجلس کرتا تھا اس کا بڑا بیٹا
لالہ نام اپنے لایق منصب رکھتا تھا بدخوئی وخودکامی سے خرچ اپنے اندازہ سے زیادہ
رکھتا تھا۔ خواہشین فراخ رکھتا تھا جب آمدنی زیادہ نہ ہوئی تو پادشاہ سے ۴۶ سنہ
اکبری مین اجازت لے کر جوگی ہوگیا۔ بدایونی اس راجہ کی نسبت یہ لکھتا ہے کہ ۹۵۰ سنہ کی
جھوٹی اور پاجیانہ باتون مین سے جو محالات سے بھی ایک قدم بڑھاے ہوے ہین بربر
ملعون کے زندہ ہونے کی خبر ہے باوجودیکہ وہ جہنم کے ساتوین طبقے مین پہونچ چکا تھا اس کا
مجمل بیان یہ ہی کہ جب ہندوؤن نے دیکھا کہ اس ناپاک سے پادشاہ کو میلان خاطر
بہت تھا اور اسکی مفارقت سے اضطراب مین تھا تو ہرروز یہ مشہور کرتے تھے کہ نگرکوٹ
مین کوہستان کے اندر جوگیون اور سناسیون کے ساتھ وہ سیر کرتا پھرتا ہے پادشاہ کو اسکا
یقین تھا اس لئے کہ اس کو علاقہ دنیا سے مجرد جانتا تھا اور اس کو دور نہین جانتا تھا۔
کہ اس نے لباس فقیری اختیار کیا ہو اور واقعہ یوسف زئی کی شرمندگی کے مارے
یہان نہ آتا ہو احمقون نے اس خبر کو سچ جان کر لاہور مین اسکی داستانین بنانی شروع
کین اور ایک شخص نے نگرکوٹ مین جاکر حال تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ یہ فقط باتین ہی
ہین اصل اسکی کچھ نہین۔ بعدازان یہ سنا کہ کالنجر مین جو اس کتنے کی جاگیر تھی وہ چلا گیا
ہے عمال کالنجر نے اس مضمون کی عرضداشت بھیجی کہ ایک حجام نے جو محرم اسرار تھا۔
تیل ملنے کے وقت علامات بدنی کو دیکھ کر بیربر کو پہچانا ہے اور وہ پوشیدہ رہتا ہے
ہندو کروری نے یہ جعل کر رکھا تھا کہ ایک بے گناہ مسافر خون گرفتہ کو چھپا رکھا تھا اور مشہور
کردیا تھا کہ وہ بیربر ہے۔ پادشاہ نے حجام کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کروری حجام
کو بھیج سکا ہی نہین مگر اس مسافر کو اخفاء حال کے لئے مار ڈالا اور پادشاہ کو کہلا بھیجا کہ وہ
بیربر تھا جسکی اجل آگئی اور پادشاہ کی پابوسی کی سعادت نہ پائی پادشاہ نے اسکا دوبارہ
ماتم کیا۔ کروڑی اور اورون کو طلب کرکے کچھ دنون شکنجہ مین رکھا کہ کسواسطے ہم کو پہلے خبر نہ کی

اور بہت سا روپیہ اُس سے ڈنڈ اس بہانہ سے لیا۔

بدایونی اور شہباز خان اور مسلمانون کو راجہ بیربر سے اس سبب سے نفرت پیدا ہوئی تھی کہ انکو یقین تھا کہ اسی راجہ نے پادشاہ کو آفتاب پرست بنایا ہے۔

(۸۶) اخلاص خان اعتبار خواجہ سرا بھی امراء دو ہزاری مین داخل تھا۔

(۸۷) بہار خان محمد اصغر۔ ہمایون کا نوکر تھا دو ہزاری منصب رکھتا تھا ۱۰۰۰ مین مرگیا۔

(۸۸) شاہ فخر الدین پسر میر قاسم۔ وہ موسوی سید مشہد کا تھا وہ ۹۶۱ھ مین ہمایون کے ساتھ ہندوستان مین آیا وہ سب لڑائیون مین شریک ہوا۔ کفایت خان کا خطاب پایا۔ اجین کا حاکم مقرر ہوا پھر پٹن کا حاکم مقرر ہوا ۹۸۲ھ کے شروع مین مرگیا۔

(۸۹) راجہ رام چند رگھیلہ۔ ملک بھٹہ کا زمیندار تھا اور بابر نے جو اپنی واقعات مین ہندوستان کے تین بڑے راجہ بیان کیئے ہین ان مین وہ ایک تھا اسی راجہ کے دربار مین تانسین کلاونت جو فنون نغمہ سرائی مین لاجواب تھا حسن صورت مین نازک خیالی مین کوئی اسکی مثل نہین ہوا۔ راجہ کمال قدردانی کرتا تھا اور اس سے انس رکھتا تھا۔ جب اس کے کمالات کے وصف اکبر شہنشاہ نے سُنے تو ۹۷۰ھ جلالی مین جلال خان قورچی کو راجہ کے پاس بھیجا اور تانسین کو اپنے پاس بُلایا راجہ انکار نہ کرسکا۔ تانسین کو ساز و سامان تجمل ہدیون کے ساتھ روانہ کیا۔ پادشاہ کی خدمت مین جب وہ آیا تو اول ہی روز مین اس کو دو کروڑ دام کہ دو لاکھ روپے رائج الوقت ہوتے ہین پادشاہ نے انعام دیئے تقریبون مین بہت کچھ انعام دیتا رہا۔ باقی حال اس راجہ کا مہم گڈھ اور قلعہ باندھو کی تسخیر مین اقبالنامہ مین پڑھو۔

(۹۰) لشکر خان محمد حسین خراسانی۔ وہ میر بخشی و میر عرض تھا ۹۷۱ھ مین مظفر خان (۳۷) نے اسکو معزول کیا ۹۷۲ھ مین وہ پادشاہ کے دربار مین شراب پی کر آیا۔ پادشاہ نے اُسکو گھوڑے کی دُم سے بندھوا کر قیدخانہ مین بھیجدیا پھر وہ رہا ہوکر منعم خان کے ماتحت مہم بنگال مین پہنچا گیا۔

نگروئی کی لڑائی مین زخمی ہوا اور پھر مرگیا۔ دو ہزار یا ایک ہزار سپاہ اس پاس رہتی تھی

(۹۱) سید احمد بارہ۔ یہ سید محمود کا چھوٹا بھائی تھا گجرات کی مہمات مین اُسنے کارہائے نمایان کیئے ۹۸۵ھ مین وہ مرگیا۔

(۹۲) کاکر علی خان چشتی۔ وہ ہمایون کے ساتھ ہندوستان مین آیا۔ گدہ کٹنگہ اور خیرآباد کی لڑائی مین خدمات شائستہ بجالایا ۹۸۰ھ مین پٹن کی لڑائی مین مارا گیا۔

(۹۳) رائے کلیان مل۔ زمیندار بیکانیر۔ رائے سنگہ کا بیٹا تھا جس کا بیان (۴۴) مین کیا گیا

(۹۴) ظاہر خان میر فراغت پسر میر خورد اتالیق شاہزادہ دانیال۔ وہ امراء ہمایون مین تھا۔ اکبر پادشاہ کا مصاحب تھا۔ اس لیئے اکبر کے ماموں خواجہ معظم دیوانی کے پکڑنے مین بڑی مدد کی تھی۔

(۹۵) شاہ محمد خان قلاتی۔ "قلات" کا تلفظ اہل قلات کلات کرتے ہین۔ بیرام خان کا دوست تھا جس نے قندھار اس کے بالکل سپرد کیا تھا۔ قندھار مالوہ کی مہمات مین اس نے کام کیئے ۔۔۔ مین منصب دو ہزاری پایا ۔۔۔ مین پٹن کی لڑائی مین زخمی ہوا۔

(۹۶) رائے سرجن ہاڈا۔ اکثر اس کو رائے ہاڈا کہتے ہین (ہاڈا چوہانون کے ایک فرقہ کا نام ہے سرکار رنتھنبھور کو ہاڈولی کہتے ہین رائے سرجن پہلے رانا کی خدمت مین تھا اپنے تیئن رنتھنبھور مین محفوظ سمجھکر مغلون سے لڑا تھا۔ مگر جب اس قلعہ کو اکبر نے فتح کر لیا تو اُسنے پادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور خدمات شائستہ مختلف مہمات مین بجالایا ۱۰۰۱ھ مین مرگیا۔

(۹۷) شاہم خان جلائر (جلائر ایک چغتائی قوم کا نام ہے) اس کے باپ کا نام بابا بیگ تھا۔ جس کو ہمایون نے جونپور مین حاکم مقرر کیا تھا۔ شاہم خان نے بنگال اور اڑیسہ کی مہمات اور بعض اور مقامات مین خدمات کین مزاج مین اسکے ظلم تھا

سنہ ایین اسکو دو ہزاری منصب ملا تھا۔

(۹۸) آصف خان (مرزا قوام الدین) جعفر بیگ بدیع الزمان ولد آقائے ملات دوات دار قزوینی کا بیٹا مشہور رہے۔ شاہ طہماسپ شاہ ایران کے زمانہ مین مرزا بدیع الزمان کاشان کا وزیر تھا۔ مرزا جعفر بیگ اپنے باپ دادا کے ساتھ مجلس شاہ مین آمد و رفت رکھتا تھا سنہ ۹۸۵ مین نوجوانی کے عالم مین عراق سے ہند مین وارد ہوا۔ اپنے چچا مرزا غیاث الدین علی آصف خان بخشی کی ہمراہ اکبر پادشاہ کی خدمت مین آیا۔ پادشاہ نے اس کو منصب بیستی داخلی آصف خان عنایت کیا اس کم منصبی پر راضی نہین ہوا دربار کے مجرلے اور آمد و رفت کو ترک کیا۔ یہ استغنا پادشاہ کو ناگوار ہوا۔ مگر پھر پادشاہ سے اس نے رجوع کی اور مہمات عظیم مین شریک ہوا۔ خدمات شائستہ کین۔ گھوڑا گھاٹ مین اپنے اجل طبعی سے مرگیا۔ صد حیف از آصف خان تاریخ ہے۔ وہ صاحب کمال تھا۔ سب فنون مین ایک فنی تھا۔ ہر ہنر کو سمجھتا تھا۔ اسکی فطرت بلند کا شہرہ تھا وہ کہا کرتا تھا جس بات کو مین بدیہہ نہ سمجھون وہ بے معنے ہوگی۔ ایک نگاہ مین تمام سطر پڑھ لیتا تھا فراست و دانائی و کاردانی و اجرائے مہام ملکی و مالی مین اس کو ملکہ تھا۔ ظاہر و باطن آراستہ تھا اسکے شعر و انشار مین کمال متانت ہوتی تھی۔ گل و گلزار باغ و چمن کا شوق بہت تھا نخل و نہال اپنے ہاتھ سے لگاتا تھا اور اپنے ہاتھ سے بیل سے دست کاری کرتا۔ بیویان اسکی بہت تھین اسکے بیماری و اپسین مین ایک سو سہیلیان اسکے گھر سے برآمد ہوئین اسکے بیٹے بیٹا بہت تھیں اسکی بیٹیوں میں کوئی آگے نہیں بڑھا

منصب دو ہزار پانصدی

(۹۹) شیخ فرید مرتضے خان بخاری۔ (۱۰۰) سمانچی خان پور چلمہ بیگ (سمان ترکی زبان مین کاہ کو کہتے ہین۔ سمانچی وہ جو کاہ کی نگہبانی کرے (۱۰۱) تردی خان پسر قیا خان گنگ (۱۰۲) مہر خان انیس الدین ملازم ہمایون (۱۰۳) رائے درگا سی سوہنہ اکبر نامہ مین

اس کا نام رائے درگا چند راوت لکھا ہے۔ پرگنہ رام پور مین جس کو اسلام پور بھی کہتے ہین اور وہ چتور کے پاس ہے اس کے باپ دادا سب رہتے تھے چالیس برس اکبر کی خدمت مین رہا (۱۰۴) مادہوسنگہ پسر راجہ بھگوان داس (۱۰۵) سید قاسم

منصب داران ہزاری دویست و پنجاہی

(۱۰۶) رای سال درباری شیخاوت اسکے باپ کا نام راجہ سوجا پسر رائے مل شیخاوت ہے، حسن خان سور پدر شیر شاہ اول اُس کا نوکر ہوا تھا۔ لکھا ہے کے دو فرقے ہین ایک راجاوت جس مین مرزا راجہ مان سنگہ کا خاندان ہے دوم شیخاوت جس کے راجہ لونکرن و راجہ رائسال اور ان کے اقربا ہین کہتے ہین کہ ان کے اسلاف مین سے کسی کے ہان بیٹا نہین ہوتا تھا۔ ایک درویش کی دعا سے اسکے ہان بیٹا پیدا ہوا اس کا نام شیخ رکھا گیا اس لیئے یہ خاندان شیخاوت سے منسوب ہوا۔ پہلے ہزار دویست و پنجاہ کا منصب ملتا تھا مگر بعد ازان موقوف ہوا اور یہ قرار پایا کہ ہزار سے آگے پانصدی سے کم کسی کا اضافہ نہ ہوا کرے۔

منصب داران ہزاری

(۱۰۷) محب علیخان پسر میر خلیفہ۔ میر خلیفہ سلطنت بابر کا رکن اعظم تھا جس کا حال بابرنامہ مین لکھا ہے (۱۰۸) سلطان خواجہ عبدالعظیم پسر خواجہ خاوند دوست (۱۰۹) خواجہ عبداللہ پسر خواجہ عبداللطیف (۱۱۰) خواجہ جہان امین ہرات (۱۱۱) تاتارخان خراسانی۔ (۱۱۲) حکیم شیخ الدین ابوالفتح پسر ملا عبدالرزاق گیلان۔ عبدالرزاق مدتون گیلان مین صدارت کے عہدہ پر ممتاز رہا ہے سنہ ۹۷۴ شاہ ایران نے اس کو زندان مین بھیجا یہین بند کے شکنجہ مین دم اُس کا نکلگیا۔ حکیم ابوالفتح مع اپنے دو بھائیون حکیم ہمام و حکیم نورالدین کے ہندوستان مین آیا ان بھائیون مین سے ہر یک جودت طبع و جدت فہم و علوم رسمی و کمالات صوری مین ممتاز زمان

تھا سنہ۔ بین پادشاہ کی خدمت بین آے۔ ہر یک اپنی لیاقت کے موافق سرافراز ہوا ابوالفتح شائستہ زیادہ تھا اور مزاج روزگار سے آشنا تھا اس نے جلد ترقی کی سنہ ۹۸۸ھ مین صدارت و امینی صوبہ بنگالہ پر مقرر ہوا اگرچہ منصب مین ہزاری تھا مگر رتبے مین وزارت و وکالت سے بڑھا ہوا تھا وہ اجل طبعی سے دمنتور کے مضافات مین مرگیا حسن ابدال مین دفن ہوا۔ جہان پادشاہ اسکی فاتحہ پڑھنے گیا یہ حکیم دقیقہ شناس ہوشیار مغز بیدار دل عالی فطرت تھا فیضی نے اس کا مرثیہ لکھا۔ کریم الصفات و محسن الزمان تھا شعراے وقت کا ممدوح تھا عرفی نے اکثر قصائد اسکی مدح مین کہے ہین۔ اس کا بھائی حکیم نورالدین قراری تخلص کرتا تھا وہ اکبر کے حکم سے بنگالہ گیا کچھ ترقی نہین کی یہین مرگیا اس کا مقولہ تھا کہ دوسرے شخص پر اظہار ہمت کرنا اظہار طمع ہے۔ بازاری کو ملازم کرنا خود اپنے تئین بدخو کرنا ہی جسپر اعتماد کیجیے وہ معتمد ہے۔ وہ حکیم ابوالفتح کو ہمہ دنیا کہتا۔ حکیم ہمام کو مرد آخرت کہتا اور اپنے تئین دونون سے برکنار سمجھتا۔

(۱۱۳) شیخ جمال پسر محمد بختیار۔ اسکی بہن حرم سراے اکبری کی بہتم تھی اسی کی سفارش سے بھائی کو ہزاری منصب ملا تھا شراب نوشی کے سبب سے پادشاہ نے اسے قید مین کچھ دنون رکھا تھا مگر اس نے اس اپنی بری عادت کو چھوڑا نہین۔

(۱۱۴) جعفر خان پسر قزاق خان (۱۱۵) شاہ فنائی پسر میر نجفی (۱۱۶) اسد اللہ خان تبریزی (۱۱۷) سعادت علی خان بدخشانی (۱۱۸) روپسی بیراگی برادر راجہ بہاری مل (نمبر ۲۳) (۱۱۹) اعتماد خان خواجہ سرا (۱۲۰) باز بہادر پسر سجاول خان سور (۱۲۱) اودے سنگ پسر راے مالدیو۔ اسی راجہ کی بیٹی جگت گسائینی سے جہانگیر کا بیاہ ہوا تھا جس سے شاہزادہ خرم پیدا ہوا (۱۲۲) خواجہ شاہ منصور شیرازی (۱۲۳) قتلق قدم خان اختہ بیگی (ترکی زبان مین قتلق کے معنے مبارک کے ہین) (۱۲۴) علی قلی خان اندار بی قندز کے جنوب مین اندراب ایک شہر ہے اگر کابل سے ایک خط مستقیم شمال کی طرف طالقان تک

کھینچا جاے تو وہ اس کے قریب گذرتا ہے (۱۲۵) عادل خان پسر شاہ محمد قلاتی (۹۵ ۵) ایک دفعہ شکار مین ایک شیر اکبر پر حملہ کرنے آیا کہ عادل خان نے اس کے منہ مین اپنا ایک ہاتھ دے دیا اور دوسرے ہاتھ مین خنجر سے شیر کا منہ زخمی کیا مگر اسکے دونون ہاتھ شیر نے پکڑ لیئے اور آدمیون نے شیر کو مارا عادل خان زخمی ہوا اور اسی سبب سے مرگیا۔

(۱۲۶) خواجہ غیاث الدین علی آصف خان قزوینی (۱۲۷) فرخ حسین خان پسر قاسم حسین خان (۱۲۸) معین الدین احمد خان فرنخودی (فرنخود ایک شہر سمرقند کے پاس ہے) (۱۲۹) محمد قلی توقبائی (چغتائی قوم کا ایک فرقہ توقبائی ہے۔ (۱۳۰) مہر علی خان سلدوز سلدوز چغتائی فرقہ کا نام ہے (۱۳۱) خواجہ ابراہیم بدخشی (۱۳۲) سلیم خان کاکر (۱۳۳) حبیب علی خان (۱۳۴) جگ مل چھوٹا بھائی راجہ بہاری مل (۱۳۵) الغ خان حبشی (الغ خان کے معنے ترکی زبان مین خانخان کے ہین (۱۳۶) مقصود علی خان (۱۳۷) قبول خان

منصبداران صدی

(۱۳۸) کوچک علی خان کولابی (کولاب ایک شہر بدخشان مین ہے طول ۷۰ درجے عرض ۳۸ درجے (۱۳۹) سعادت خان سنبل ہمایون کا غلام (۱۴۰) شیر محمد میر عدل (امروھہ کا سید) (۱۴۱) رضوی خان مرزا میرک رضوی سید مشہد (۱۴۲) مرزا نجات خان برادر سید میرک (۱۴۳) سید ہاشم پسر سید محمود بارہ (۱۴۴) غازی خان بدخشی (اس کا نام قاضی نظام تھا) اسکی تصنیف سے بہت کتابین ہین۔ سجدہ جو اکبر کے دربار مین ہوتا تھا اس کا موجد یہی تھا (ابوالفضل کا بہنوئی تھا (۱۴۵) فرحت خان مہتر سکائی غلام ہمایون (۱۴۶) رومی خان استاد جلبی رومی (۱۴۷) سمانجی خان قورغوچی (۱۴۸) شاہ بیگ خان پسر کوچک علی خان بدخشی (۱۴۹) مرزا حسین خان برادر مرزا نجات خان (۱۵۰) حکیم زنبیل برادر مرزا محمد طبیب سبزواری (۱۵۱) خداوند خان دکنی

(ابوالفضل کا بہنوئی) ایک دن ابوالفضل نے اسکی ضیافت کی اور امراء کو بلایا۔ ہر نوکر کے آگے نو قابین کھانے کی اور ایک لنگری گوسفند بریان اور نان کی رکھی۔ خداوندخان کے آگے بہت سی رکابیاں مرغ و دراج اور طرح طرح کے ساگ و سالن کی چنین تو وہ ناخوش ہوکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ ہمارے سامنے مرغ کا کباب استہزا اور مسخرا بنانے کے لئے رکھا جب پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تواس نے خداوندخان سے کہا کہ یہ چیزین ہندوستان کے معمولی تکلفات مین ہین مگر اس کا دل ابوالفضل سے صاف نہ ہوا اور پھر اُس کے گھر نہ گیا۔ اسی سبب سے ہندوستان مین اہل دکن حماقت و سخافت عقل مین مشہور ہوئے (۱۵۲) میرزادہ علی خان پسر محرم خان (۱۵۳) سعادت مرزا پسر خواجہ خضر خواجہ خان (۱۵۴) شمال خان چیلہ (۱۵۵) شاہ غازی خان سید تبریزی (۱۵۶) فاضل خان پسر خانخانان (۱۵۷) معصوم خان پسر منعم الدین فرنخودی (۱۵۸) تولک خان قوچین (۱۵۹) خواجہ شمس الدین خوافی (خواف ایک ضلع خراسان مین ہے اکثر نقشون مین ہرات کے مغرب مین خاف لکھتے ہین) (۱۶۰) جگت سنگہ پسر کلان راجہ مان سنگہ (۱۶۱) نقیب خان پسر میر عبداللطیف قزوینی (۱۶۲) میر مرتضےٰ سبزواری سید (۱۶۳) شمس پسر خان اعظم مرزا کوکہ (۱۶۴) میر جمال الدین حسین سید انجوئی (۱۶۵) سید راجو بارہ (۱۶۶) میر شریف آملی (۱۶۷) حسین بیگ شیخ عمری (۱۶۸) شیرویہ خان پسر شیر افگن خان (۱۶۹) نظر بے اوزبک (۱۷۰) جلال خان پسر محمد خان بن سلطان آدم گکھر (۱۷۱) مبارک خان پور کمال خان گکھر (۱۷۲) تاش بیگ خان مغل (۱۷۳) شیخ عبداللہ پسر شیخ محمد غوث (۱۷۴) راجہ راج سنگہ ولد راجہ اسکرن کچھوا (۱۷۵) رائے بھوج پسر رائے سرجن۔

منصب داران ہشت صدی

(۱۷۶) شیر خواجہ (۱۷۷) مرزا خرم پسر خان اعظم مرزا کوکہ

منصب داران ہفت صدی

(۱۷۸) قریش سلطان پسر عبدالرشید خان حاکم کاشغر (۱۷۹) قرا بہادر عم زادہ مرزا حیدر پسر مرزا محمود (۱۸۰) مظفر حسین مرزا پسر ابراہیم حسین مرزا (۱۸۱) قتدوق خان اوزبک برادر بیرام خان اوغلان (۱۸۲) سلطان عبداللہ برادر غیر مادری سلطان قریش (۱۸۳) مرزا عبدالرحمن برادر زادہ امیر زا حیدر (۱۸۴) قیاخان پسر صاحب خان (۱۸۵) دربار خان عنایت خان (اللہ) پسر تکلتو خان قصہ خوان (۱۸۶) عبدالرحمن خان پسر موئد خان (۱۸۷) قاسم علیخان (۱۸۸) باز بہادر خان پسر شریف خان (۱۸۹) سید عبداللہ خان پسر میر خواند (۱۹۰) دھارو پسر راجہ توڈرمل (۱۹۱) احمد بیگ کابلی (۱۹۲) حکیم علی گیلانی (۱۹۳) گوجر خان پسر قطب الدین خان اَنگہ (۱۹۴) صدر جہان مفتی (۱۹۵) تختہ بیگ کابلی (۱۹۶) راے پتر داس کھتری (۱۹۷) شیخ عبدالرحیم لکھنوی (۱۹۸) میدنی راے چوہان (۱۹۹) ابوالقاسم نمکین (۲۰۰) وزیر بیگ جمیل (۲۰۱) طاہر یوسف الملوک (۲۰۲) بابو منگلی

منصب داران شش صدی

(۲۰۳) محمد قلی ترکمان (۲۰۴) بختیار بیگ گردشاہ منصور

ابوالفضل نے آئین اکبری مین جس ترتیب سے منصب دارون کے نام اس صدی تک لکھے ہین وہ نقل کیئے۔ اگر ہم سب منصب دارون کا مفصل حال لکھتے تو اقبال نامہ ہم کو دوبارہ نقل کرنا پڑتا اس لیے کہ ان کل منصب دارون کے کارہاے عظیم کا مجموعہ اکبر کی سلطنت کی تاریخ ہے اس لئے ہم نے ان منصب دارون کا فقط نام یا جو حال انکا لکھنا ضروری تھا وہ لکھدیا ہے۔ جنکو ان کا حال مفصل دیکھنا ہو وہ اقبالنامہ کے اوراق گردانی کرکے پڑھ لین ابوالفضل نے جو فہرست منصبدارون کی لکھی ہے اس سے یہ دو بڑی باتین معلوم ہوتی ہین اول یہ ہندوستان کے

ہندوستان کے مسلمان بہت ہی کم منصب دار تھے زیادہ تر ترک وایرانی وافغانی منصب دار تھے دوم ہندو بھی اعلیٰ منصوبون پر ممتاز تھے (۴۱۵) منصب دارون مین ۵۱ ہندو تھے مگر جو منصب دار معزول ہوگئے تھے یا جنھون نے بغاوت کی انکے نام اکثر اس فہرست سے خارج ہین جیسے شاہ ابوالمعالی خواجہ معظم برادر مادر اکبر باباخان قاقشال۔ معصوم خان کابلی۔ عرب بہادر جباری لیکن بعض اور بھی فروگذاشت ہوئے ہین جیسے خضر خواجہ سلطان حسین جلائر۔ کمال خان گکھر۔ میرغوث۔ نورنگ خان پسر قطب الدین خان۔ مرزا قلی۔ راجہ اسکرن انکے سوائے اور بھی فروگذاشت ہوئے اس کا سبب بتانا کہ کیون فروگذاشت ہوئے مشکل ہے غرض اکبر جو فاتح ہند تھا اس نے گو اعلیٰ درجے کے عہدے ترکون اور ایرانیون اور افغانون کو دئیے مگر اسنے ہندوستانی مسلمانون اور ہندوؤن کو بھی انکے دینے مین دریغ نہین کیا۔ راجہ توڈرمل کا درجہ پادشاہ کے بعد تھا مال کے کام کا وہی مختار تھا۔ مان سنگہ۔ بھگوان داس۔ راجہ بیربل جنگی کامون مین ٹرے بااقتدار تھے اول درجہ جو منصب کا پنجہزاری تھا اس مین تیس مین تین ہندو اور چارہزاری منصب مین نو مین دو ہندو سہ ہزاری منصب مین سترہ مین ۸ ہندو تھے غرض تمام اعلیٰ درجے کے عہدہ دارون مین ستاون ہندو تھے علاوہ ان کے ہندوستانی مسلمان بھی تھے اور شاہ جہان کے عہد مین ہندوون کے اعلیٰ عہدہ دارون کی تعداد دوچند ہو گئی تھی

ٹوڈ صاحب اپنی تاریخ راجستان مین لکھتے ہین کہ اکبر کے ۴۱۶ منصبدارون مین ۴۷ رجپوت منصب دار تھے جن کے پاس دوسو سے لیکر دس ہزار تک سپاہ تھی اور کل سپاہ ان پاس ۵۷ ہزار تھی جو کل منصب دارون کی سپاہ پانچ لاکھ سترہ ہزار کا دسوان حصہ تھا ان ۴۷ منصب دارون مین ہزاری سے لیکر پنجہزاری تک منصب رکھتے تھے اور ۳۰ کا دوصدی سے ہزاری تک منصب تھا۔ امبیر (جے پور) ومارواڑ وبیکانیر وبوندی وجیسلمیر وبوندیل کھنڈ وشیخاوت کے راجاؤن کے منصب تھے۔ امبیر کے راجہ کا منصب پنجہزاری تھا۔ بیکانیر کا راجہ رای سنگہ چارہزاری منصب رکھتا تھا چندیری وکرولی ودتیا کے خود مختار راجا اور بڑی بڑی ریاستون اور شیخاوت کے اعلیٰ درجہ کے زمیندار

چار صدی سے لیکر ہفت صدی تک منصب رکھتے تھے ہم اورنگ زیب سلطنت کے آخر مین ہندو مسلمانون کے اعلی عہدون کے پانے پر زیادہ بحث کرینگے۔

بدآیونی نے لکھا ہے کہ صاحب تاریخ نظامی نے امراء اکبری کا ذکر لکھا ہے جنہین سے اکثر متوفی غیر مرحوم ہین اس لیے ان کے بیہودہ حالات کے ذکر سے مین اپنے قلم کو آلودہ نہین کرتا مشایخ عصر و علماء و حکماء کا ذکر اس نے خوب لکھا ہے طبقات اکبری مین بعض اعلی درجہ پر منصب دارون کا ذکر نہایت مختصر لکھا ہے اور اس کے بیان اور ابوالفضل اور ماثرالامراء کے بیانون مین کہین کہین اختلاف ہے۔

دانش اندوزان جاوید دولت

پادشاہ نے اس گروہ کی پانچ قسمین کین ہین۔ اول ان بزرگون کی ہین جو اپنی خوش نصیبی سے اسرار بیرونی و اندرونی کی بینائی رکھتے ہین اور اپنی والا فطرتی سے اور فراوانی حوصلہ سے دونون مین کمال رکھتے اور پادشاہ کے فیض پذیر ہین دوم وہ جو تدبیر مین صورت پر کمتر نظر رکھتے ہین مگر فروغ دل سے فراوان شناسائی رکھتے ہین۔ سوم معقول و منقول دونون پر نظر رکھتے ہین۔ چہارم نقل مین اشتباہ رکھتے برہان کے سوا کسی کو دستاویز نہین گردانتے پنجم تقلید پیشگی و نقل پرستی کی تنگنا سے باہر قدم نہین رکھتے ہر ہر قسم کے اور فرقہ بہت ہین

ظاہر و باطن آشنا

(۱) شیخ مبارک ناگوری جنکا بیان اوپر ابوالفضل کے بیان مین ہو چکا ہے بدایونی نے جو انکی نسبت لکھا ہے وہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۲) شیخ نظام امیٹھے وال۔ امیٹھے ایک قصبہ توابع لکھنؤ سے ہی وہ سلوک و جذب دونون رکھتے تھے۔ ابتداء حال مین عام مکتبہ کے طلبہ مین داخل تھے مگر اپنی فطرت عالی کے سبب سے فنا کی

طرف رجوع تھے ہمیشہ آنکھ ورق پر بستہ اور دل حق کے ساتھ پیوستہ رکھتے تھے تھوڑے دنون
مین پیر سے رخصت ہوئے اور تکمیل پاکر قصبہ امیٹھے مین قناعت کرکے گوشہ گزین ہوئے اور کبھی
اس قصبہ سے سوای چند خدا دوست دوستون کے ملاقات کو نہ جاتے وہ نماز جمعہ سے پیشتر نماز ظہر کی
جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے وہ اپنی کسر نفسی کے سبب سے شاذونادر مرید کسی کو کرتے تھے وہ ملاقات
مین ہر شخص سے مناسب حال اُسکے زبان سے کلمہ نکالتے پھر سوی قرآن وحدیث اور مشایخ کبار
کے سخنون کے اور بات نہ کرتے وہ ہر شخص کو خواہ امیر ہو یا فقیر کچھ نقد یا نمک دیتے تھے وہ نمک کو
کہا کرتے تھے کہ بہتر مرضون کی دواہی جس کسی کو وہ دشنام دیتے تھے تو پھر تحسین کے قابل وہ کام
کرتا جسپر لعنت بھیجتے تھے وہ کار رحمت کرتا سنہ ۹۷۹ھ مین اس دار فنا سے رحلت کی۔

(۲) شیخ نظام الدین نارنولی سلسلہ چشتیہ مین تھے۔ نارنول ہندوستان کا مشہور ہی چالیس برس تک
مسند ارشاد پر استقرار رہا۔ ابتدائے جوانی سے آخر عمر تک دہلی مین حضرت قطب عالم خواجہ قطب الدین
بختیار کی کے عرس مین پیادہ پا جاتے تھے وہ بے تکلفی و بے تعینی سے فقرا اور اغنیا سے برابر نسبت
رکھتے تھے اور سب طرح کے آدمیون کو مرید کرتے تھے وفات انکی سنہ ۹۹۷ھ مین ہوئی واہ نظام انکی
تاریخ وفات ہے۔

(۳) شیخ ادھن جونپوری سلسلہ چشتیہ مین تھے۔ عمر طبعی سے بھی زیادہ عمر پائی اُنکے بیٹے پوتے پرپوتے
بہت سے تھے ان کے سامنے بیٹے ایسے بوڑھے ہوگئے تھے کہ معلوم نہین ہوتا تھا کہ باپ کون ہے
اور بیٹا کون شریعت و طریقت و حقیقت سے جوامع الکلم فرماتے تھے کہ نہ عوام ایسی تقریر کرسکین نہ خواص
سنہ ۹۷۰ھ مین جونپور مین نقاب خفا عالم فنا سے چہرہ پر کھینچی شیخ ادھن تاریخ وفات ہے۔

(۴) میان وجیہہ الدین احمد آبادی نسبت انکی علوی مگر الفحون نے اس کو شہرت نہ دی وہ علما و کبار
اور کارشناس سے تھے۔ صاحب صلاح و تقوے و مجاہدہ۔ جادہ شریعت پر مستقیم۔ گوشہ
قناعت مین مقیم۔ ہمیشہ درس علوم مین اشتغال رکھتے تھے جمیع علوم عقلی و نقلی مین انکی قدرت
اس مرتبہ پر تھی کہ بہت کم کتابین ایسی تھین جن کا وہ درس نہ دیتے تھے۔ غرض انکے انفاس

مستبرکہ سے فیض ہر وقت پہونچتا تھا بہت آدمی ان پاس محنت زدہ و بیمار دعا کے لئے آتے تھے کبھی وہ اہل دنیا کے خانہ پر نہین گئے بہت ہی کم خانہ و مسجد سے باہر قدم رکھا۔ موٹا کپڑا پہنتے جو کچھ فتوح ہوتی اسکو تقسیم کر دیتے ۹۹۸ھ مین اس سرائے وحشت سے چلدیئے شیخ وجیہ الدین بے الف لام کے تاریخ وفات ہے۔

(۵) شیخ رکن الدین۔ ولد رشید شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ہین۔ ارباب ذوق وحال مین سے تھے۔ اہل حشمت وشوکت پاس کبھی نہین جاتے تھے عزلت نشین تھے۔

(۶) شیخ جلال الدین قنوجی۔ مجذوب سالک تھے ملتان انکے باپ دادا کا وطن تھا وہ قنوج مین رہتے تھے کبھی جذب کی حالت کو غلبہ ہوتا تھا۔ چارپائی کی ادوان گلے مین ڈالکر بازار مین پھرتے تھے اور مصیبت افزا اور درد انگیز فریادین مچاتے تھے اور یہ دائین غیر مکرر وقوع مین آتی تھین۔

(۷) شیخ الہداد یہ خیرآباد۔ علمار متبحرین سے تھے۔ ابتدائے احوال مین برسون درس وافادہ علوم ظاہری مین عمر بسر کی پھر طریقۂ صوفیہ پر رجوع کی۔ توکل وتجرید ونثار وایثار اختیار کی۔ اہل دنیا کو ترک کیا کسی کی ضیافت بھی قبول نہین کی۔ شیخ سے محمد حسین خان نے ایک دن پوچھا کہ سالار مسعود کہ عوام ہند مین پرستش کرتے ہین کون تھے فرمایا کہ ایک افغان تھا کہ شہید ہو گیا ۹۹۳ھ مین وفات پائی۔

(۸) شیخ عبدالغفور اعظم پوری۔ خاندان چشتیہ مین مرید تھے۔ کمالات صوری ومعنوی رکھتے تھے۔ ہرچند طالب مناسبت کم رکھتا مگر شیخ اس کو بے اختیار اہل خدمت بناتا علوم دین کا درس دیتا کلام بلاغت فرجام اس کا شورانگیز دلون کو راحت پہونچاتا اور زبان معجز بیان اسکی مشتاق جانونکی مرہم بنتی اسکی حسن صورت وخوبی سیرت کی شہرت الٰہی تھی۔ علم تصوف مین صاحب تصنیف ہین ۹۸۵ھ مین دارالبقا کو رحلت کی اعظم پور مین مدفون ہوئے۔

(۹) شیخ عبدالعزیز دہلوی۔ صاحب مکارم اخلاق تھے۔

(۱۰) مولانا حسام الدین سرخ لاہوری۔ وہ علمار لاہور سے اختلاف رکھتے تھے علوم دین اور

فلسفہ سے ماہر تھے۔

(۱۱) شیخ پنجو۔ ان کو لوگ غلطی سے ببجو کہتے تھے وہ ۹۶۹ھ مین مرگیا۔

(۱۲) مولانا اسمعیل۔ وہ اہل عرب مین سے تھے۔ شیخ حسین کے دوست تھے وہ ہمایون کے مدرسہ دہلی مین درس دیتے تھے وہ بڑے دولت مند تھے اُن کو چورون نے گھر مین داخل ہوکر مار ڈالا۔

(۱۳) مادھو سرستی

(۱۴) مادھو سودھن

(۱۵) مبان اسرم

(۱۶) ہرجی سور

(۱۷) دامرور بھٹ

(۱۸) رام تیرتھ

(۱۹) نرسنگھ

(۲۰) پرمندر

(۲۱) آدات

اہل باطن

(۲۲) شیخ رکن الدین محمود کمانگر (۲۳) امان اللہ (۲۴) خواجہ عبدالشہید۔ خواجہ ناصر بن عبداللہ احرار کے پوتے نہایت بزرگ صاحب کمال تھے۔ ہندوستان مین بادشاہ نے ان کو پرگنہ جمیاری وظیفہ مین دیا۔ خواجہ کے سبب سے دو ہزار فقرا اور مستحقین پرورش پاتے تھے جب مرنے کے دن آئے تو سمرقند چلے گئے اور کہہ گئے کہ مین اپنی ہڈیون کے لئے جاتا ہون سمرقند مین جاکر چھٹے روز رحلت کی۔

(۲۵) شیخ موسی۔ آہن گر تھے۔ کشف و کرامات مین مشہور تھے اکبر کی اوائل سلطنت مین مرگئے لاہور مین مدفون ہوئے۔

(۲۶) بابی بلاس۔

(۲۷) شیخ علاءالدین مجذوب تھے آگرہ مین رہتے تھے صاحب کمال تھے۔

(۲۸) شیخ یوسف ہرکن۔ مجذوب لاہوری کشف و کرامت میں مشہور۔

(۲۹) شیخ برہان ہین زہد و توکل و تقویٰ۔ ارباب عزلت و تجرید و استغناء ہین سے تھے۔ کالپی ہین ایک نہایت تنگ و تاریک حجرہ ہین رہتے تھے پچاس سال تک ترک حیوان کیا اور اکثر شیر و شیرینی پر بسر کرتے تھے آخر عمر ہین پانی پینا چھوڑ دیا تھا طریقہ مہدویہ رکھتے تھے اگرچہ علوم عربیہ نہین پڑھے تھے مگر قرآن کی تفسیر خوب کرتے تھے ۹۶۷ھ ہین انتقال کیا۔ سو برس کی عمر تھی اپنے حجرہ ہین مدفون ہوئے۔

(۳۰) شیخ گبور بابا۔ مجذوب گوالیاری سادات حسینی سے تھے۔ ابتدائے حال ہین سپاہ گری کرتے تھے پھر نوکری کو ترک کرکے سقے بنگئے۔ راتون کو بیوہ عورتون کے گھر ہین پانی پہنچاتے تھے اور خلائق کو بے اجرت پانی پلاتے پھر ایسا جذبہ ہوا کہ سب کاروبار کو چھوڑ دیا اور محاورہ کے موافق باتین نہ کرتے گوالیار کے بازار کے ایک محلہ ہین کہین رہتے تھے مراقبہ ہین سرافگندہ رہتے تھے۔ جو کوئی حاضرین ہین سے سوال لیتا اس کا جواب بطور ہذیان کے دیتے۔ راتونکو ہمیشہ قیام کرتے کبھی روتے کبھی ہنستے ۹۷۲ھ ہین رات کو نعرہ زنان اپنے دروازہ سے گرکر جان بحق تسلیم کی۔ فیضی نے تاریخ اُسکی گبور مجذوب کہی ہے۔

(۳۱) شیخ ابواسحق فرنگ یا مجذوب کالو لاہوری۔ انکے باپ کا نام کالو تھا لاہور کے آدمی انکے معتقد تھے وہ دانشمند متبحر و متوکل و متورع تھے۔ ارباب دنیا کے گھر پر کبھی قدم نہ رکھا اور نہ ان سے کچھ چاہا۔ ہمیشہ درس کہتے۔ صوفی مشرب تھے جمیع علوم کے جامع تھے۔ ہمیشہ حق کے ساتھ مشغول رہتے جب تک ان سے کچھ پوچھو نہین وہ بات نہین کرتے تھے پھر ایک مجذوب کے مرید ہونے سے انکا دل نفسانیت سے پاک ہوگیا علماء رسمی سے زیادہ ممتاز ہوگئے ۹۹۶ھ ہین انتقال کیا عمر سو سال سے زیادہ تھی۔

(۳۲) شیخ داؤد جھٹی وال۔ جھٹی لاہور کے قریب ایک قصبہ ہے ان کے باپ دادا عرب سے آنکر شیث پور ہین ملتان کے اندر آباد ہوئے اور شیخ داؤد یہین پیدا ہوئے مان باپون کے

جلد مرنے سے وہ یتیم ہوگئے ان کے بڑے بھائی رحمت اللہ نے انکی پرورش کی لاہور مین آن کر مولانا اسماعیل آچہ کی خدمت مین ایسی تحصیل علم کی کہ ایک علامی ہوگئے۔ حضرت غوث الاعظم کی روح نے ان مین حلول کیا۔ شیخ ہر سال کئی دفعہ جو کچھ فتوح سے حاصل ہوتا تھا سب کو لٹا دیتے تھے سوائے مٹی کی ہنڈیا اور پرانے بوریہ کے بیوی پاس کچھ نہ چھوڑتی باوجود اس کے حضرت غوث الاعظم کا میلاد بڑی دھوم دھام سے کرتے لاکھ آدمی اسمین جمع ہوتے سب کو خانقاہ کے لنگر سے کھانے کو ملتا وہ صاحب کشف و کرامات تھے ریاضات شاقہ کرتے تھے۔ علوم ظاہری کو ابتدا مین تحصیل کیا پھر متوکل و گوشہ نشین ہوکر اہل دنیا کے گھر کبھی نہ گئے سلیم شاہ نے بلایا تو عذر کیا کہ دعاے غائبانہ کافی ہے دنیا داروں کی صحبت سے بھاگتے تھے۔ الفقر فخری ان کا شعار تھا ہمیشہ ایثار اور طالبون کو ارشاد کرتے ۹۸۲ھ مین بارگاہ وصال مین انتقال کیا۔ شیخ داؤد تاریخ وفات ہے۔

(۳۴) شیخ سلیم چشتی۔ شیخ فرید الدین شکر گنج کی اولاد مین سے ہین اصل انکی دہلی ہے خشکی و تری کی راہ سے دو دفعہ ہندوستان سے حرمین الشریفین طواف کو گئے۔ روم۔ بغداد۔ شام نجف اشرف اور بلاد مغرب کی سیر کی۔ بائیس حج کئے اول مرتبہ چودہ اور دوسری مرتبہ چار مکہ معظمہ مین اور مدینہ طیبہ مین چار سال اقامت کی۔ عرب مین انکا نام شیخ الہند مشہور ہے سلطان سلیم کی پیدایش اور بادشاہ کی عقیدت ان کے ساتھ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ عربی عبارت لکھنے مین بڑی مہارت تھی۔ ایک مکتوب عربی ان کا تاریخ بدایونی مین لکھا ہے ۹۷۹ھ مین انتقال کیا۔ شیخ ہندی تاریخ وفات ہے۔

(۳۵) شیخ محمد غوث گوالیاری سلسلہ نظاریہ مین سے ہین شیخ بایزید بسطامی تک ان کو نسبت ہے۔ ابتدائے حال مین بارہ برس چنار کے دامن کوہ مین اور اسکے نواحی کے اندر ریاضت شاقہ کھینچین۔ اور غارون مین مسکن رکھا اور درخت کے پتون کو غذا بنایا۔ باقی حال اقبال نامہ مین پڑھو۔

انئشی برس کی عمر مین آگرہ مین رحلت کی اور گوالیار مین مدفون ہوئے۔ لفظ من کبھی زبان پر نہین آیا۔ لفظ فقیر سے اپنے تئیں تعبیر کرتے۔ غلہ کے دینے کے وقت یہ کہتے کہ فلان شخص کو اسقدر میم و نون و یدو تاکہ لفظ من زبان پر نہ آئے۔ ایک کروڑ تنکہ مدد معاش تھی۔ تواضع ایسی تھی کہ ہندوؤن کی تعظیم سر وقد دیتے۔ اس سبب سے اہل فقر کچھ ان پر ملامت کرتے۔ مآثر مین لکھا ہے کہ شیخ کی نو لاکھ روپیہ کی جاگیر تھی اور سو ہاتھی ان کی سپاہ مین تھے۔ اکبر ان کا مرید تھا۔

(۳۵) رام بہادر۔ (۳۶) جبد روپ۔ معقول و منقول کے جاننے والے۔

(۳۷) میر فتح اللہ شیرازی۔ سادات شیراز سے تھا۔ اپنے زمانہ مین اعلم العلما تھا۔ مدتون تک فارس کے حکام و اکابر کا مقتدا رہا تھا علوم عقلی حکمت و ہیئت و ہندسہ و نجوم و رمل و حساب و طلسمات و نیرنجات و جر اثقال خوب جانتا تھا ان فنون مین اسکی ایسی استعداد تھی کہ اگر پادشاہ رصد بنوانے پر متوجہ ہوتا تو وہ بنا دیتا۔ علوم عربیہ و حدیث و تفسیر و کلام سے خوب واقف تھا بہت سی اسکی تصانیف ہین جو مستند سمجھی جاتی ہین۔ میر اگرچہ محاسن ہین بغایت خلیق و متواضع نیک خلق تھا۔ مگر نعوذ باللہ جس وقت وہ پڑھاتا تھا تو شاگردون کو فحش گالیان دیتا اس کے سبب سے اسکے شاگرد بہت کم تھے اور کوئی شاگرد رشید لایق بھی نہین ہوا۔ چند سال دکن مین عادل خان پاس رہا وہ اس کا بہت معتقد رہا۔ پھر شہنشاہ اکبر کی خدمت مین آیا۔ عضد الملکی کا خطاب پایا۔ کشمیر مین ۹۹۷ھ مین وفات پائی۔ تخت سلیمان مین مدفون ہوا۔ فرشتہ بود اسکی تاریخ ہے۔ طبقات مین لکھا ہی کہ اسنے ہوا چکی بنائی تھی کہ خود حرکت کرتی تھی آٹا پیستی تھی۔ ایک آئینہ بنایا جو دور اور نزدیک کی اشکال غریبہ دکھاتا تھا۔ ایک چرخ بنایا کہ جس سے بارہ بندوقین سر ہوتی تھین کچھ دنون وہ مہمات جدال و اشغال دیوانی مین مشغول رہا۔ ابوالفضل اور اس حکیم کے درمیان جو مراسلت ہوئی ہے وہ ایک دفتر دانش پڑھنے کے قابل ہے۔

(۳۸) میر مرتضےٰ - امیر سید شریف جرجانی کے بنائر ہین سے ہے اس نے عالم متبحر ابن حجر مکی سے حدیث پڑھی تھی ۹۷۰؁ھ مین وہ ہندوستان مین دکن مین آیا اور دکن سے آگرہ مین گیا اور یہان عطایاے خسروانی سے بہرہ مند ہوا - دہلی مین ۹۷۴؁ھ مین وفات پائی - حضرت امیر خسرو کے مقبرہ مین دفن ہوا - پھر نعش اُسکی مشہد مین بھیجی گئی - علامہ زعالم رفت - تاریخ انتقال ہے - علوم عقلی خوب جانتا تھا ریاضیات و حکمت کا درس دیتا تھا -

(۳۹) مولانا سعید ترکستانی - اس کو سمرقندی بھی کہتے ہین ۹۷۰؁ھ مین ماوراءالنہر سے ہندوستان مین آیا اور مراحم پادشاہانہ سے ممتاز ہوا اپنے زمانہ کے بڑے دانشمندون مین شمار ہوتا - پادشاہ کو اسکی صحبت بہت پسند تھی درویشی وانکسار طبیعت پر غالب تھا خوش طبع تھا تقریر فصیح و ملیح تھی شاگردون پر مشفق و مہربان تھا - ہندوستان سے کابل گیا اور وہان ۹۸۰؁ھ مین رحمت خداوندی کے ہمسایہ مین آیا -

(۴۰) حافظ تاشکندی - جس کو ماوراءالنہر مین حافظ کہتے تھے وہ دانشمند متبحر تھا کل علوم کو خوب جانتا تھا - خصوصاً عربیت مین کامل تھا - علماء ماوراءالنہر اسکی بزرگی مانتے تھے - سپاہی وضع تھا - ہمیشہ ترکونکی طرح ترکش کمر مین باندھکر سوار ہوتا تھا ۹۷۷؁ھ مین ہندوستان مین آیا - پادشاہی ملازمت سے مشرف ہوا - انعامات وافر سے سرفراز ہوکر گجرات کی راہ سے حرمین شریفین کی زیارت کو گیا - پھر روم مین گیا جہان اُسکی عزت ہندوستان سے دہ چند ہوئی - وزارت کے لئے اس سے کہا اُس نے انکار کیا - اپنے وطن کو مراجعت کی اور ملک عدم کی راہ لی -

(۴۱) مولانا شاہ محمد - شاہ محمد ارباب مناصب کی سلک مین داخل تھا شجاعت و شہامت کی صفت سے موصوف تھا کرم و کرامت سے کہ لازمۂ عرب ہے موسوم - حسن ادب و تواضع مین معروف - علوم عربیہ وادبیہ مین مہارت ایسی تھی کہ اُسکو ثانی کسائی کہنا چاہیے اسکی بہت رقعے تاریخ بدایونی مین لکھے ہین -

(۴۲) مولانا علاؤالدین۔ وہ لارستان سے آیا تھا اس لیئے اس کو لاری کہتے ہین وہ مولانا کمال حسین کا بیٹا اور مولانا جلال دوانی شافعی کا شاگرد تھا وہ کچھ مدت تک حضرت شہنشاہی کا استاد بھی رہا۔ دربار مین ایک دفعہ وہ خان اعظم سے آگے کھڑا ہو گیا تو میر توزک سے اُسنے کہا کہ پیچھے ہٹو یہ کہکر کہ کس لیئے احمقون سے آگے ایک عالم نہ کھڑا ہو وہ دربار سے چلا گیا اور پھر کبھی نہین آیا سنبل مین چار ہزار ٹنکہ کی زمین اس کو سبورغال مین ملی تھی یہین وہ مرگیا۔

(۴۳) مولانا شیخ حسین اجمیری۔ مشہور ہے کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی کی اولاد مین سے ہے بعض دشمنون کے مشائخ فتحپوری کی رہنمونی سے جو اپنے ابنار جنس کے استیصال مین مساعی جمیل کرتے تھے یہ ثابت کیا کہ حضرت معین الدین چشتی کی اولاد نہ تھی اس لئے وہ اجمیر کی تولیت سے محروم کیا گیا۔ شیخ کو بڑا مقدور تھا اس صنو مین پادشاہانہ زندگی بسر کرتا تھا اس لیئے پادشاہ نے اس کے اخراج کا حکم مکہ معظمہ کیطرف دیا۔ وہ حج کو گیا اور سفر حجاز سے آن کر پھر پادشاہ کے پاس حاضر ہوا مگر شرائط آداب جو ایجاد ہوئین تھین وہ نہ بجا لایا۔ اس سے پادشاہ نے اُسے بے اخلاص جانا۔ قلعہ بکر مین حبس کا حکم دیا۔ چند سال یہان قید رہا شیخ کے معتقدون کی سفارش سے بکر سے اسکی طلب کا حکم ہوا وہ اور قیدیون کے ساتھ پادشاہ کے روبرو آیا۔

اور قیدیون نے پادشاہ کو سجدہ کر کے خلاصی پائی مگر اس پیر معمر ہفتاد سالہ نے بوضع قدیم تعظیم و تسلیم کی۔ اس لیئے پھر پادشاہ نے اس کو بکر بھیجا وہان تین سو بیگہ وجہ معاش مقرر کردی اس کی مان بڑھیا اجمیر مین تھی بیٹے سے ملنے کے لیئے بیتاب تھی مگر اس سے ملنے کی بھی اجازت نہین دی اور کہدیا کہ وہ اس کو اپنے پاس بلالے ہمیشہ اسکی ریاضت و عبادت مین گذرتی صائم الدھر و قائم اللیل تھا۔

(۴۵) مولانا میر کلان۔ ملا خواجہ کہ خراسان کے مشائخ کبار مین سے تھے ان کا پوتا یہ ہے

شیخ جلال الدین ہروی کا مرید تھا۔ ۹۸۱ھ مین اسی برس کی عمر مین آگرہ مین مرا اور وہین
مدفون ہوا۔ اس خیال سے ساری عمر مجرد رہا کہ مبادا اس کی بیوی اسکی مان کی
اطاعت نہ کرے۔ مان اس کی ایک برس بعد اس کے مرنے سے مری۔ جہانگیر کا
اول استاد وہی تھا۔

(۴۶) غازی خان بدخشی۔ اس کا نام قاضی نظام تھا۔ ملا عصام کا شاگرد تھا عقلی و نقلی
دانش مین یکتاے روزگار تھا شیخ حسین خوارزمی کا مرید تھا۔ طریقۂ صوفیہ صافیہ سے مناسبت
تمام رکھتا تھا اپنے ذہن رسا و فکر بلند سے بدخشان مین درجہ امارت حاصل کیا۔ کابل کے
محاصرہ مین منعم خان اور مرزا سلیمان کی صلح اسنے کرائی۔ ۹۷۱ھ مین پادشاہ کی خدمت
مین جونپور مین آیا ایسی خدمات شائستہ بجالایا کہ ایک ہزاری منصب پایا۔ غازی خان
کا خطاب پایا ۹۹۲ھ مین ستر برس کی عمر مین قصبہ اودھ مین سفر واپسین پیش آیا۔ صاحب
تصانیف معتبر ہے۔ شیخ علامی نے اس کے حال مین لکھا ہے کہ سپاہ گری سے اپنی دانائی
کا چہرہ روشن کیا اور شمشیر سے اپنی قلم کا مرتبہ بڑھایا۔ صوفیان صافی کے علم رسمی مین
فرو رفتگی کے ساتھ نیایش کرتا اور شائستگی کے ساتھ ظاہری آزادی رکھتا۔ ہمیشہ چشم گریان
اور دل تفسیدہ رکھتا ہے کہتے ہین کہ اول جسنے اکبر کے آگے سجدہ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا وہ یہی تھا
ملا عالم کابلی کہ فضلاء وقت سے تھا اس کو ہمیشہ حسرت رہی کہ کاش مین اس امر کا مخترع ہوتا

(۴۷) مولانا صادق حلوائی۔ سمرقندی ہے مکہ سے پادشاہ کی خدمت مین چند سال
ہندوستان مین رہکر کابل گیا اور وہان افادہ سے شغل رکھتا تھا۔ مرزا محمد حکیم کو درس
دیتا تھا۔ پھر سمرقند مین چلا آیا ۱۰۰۱ھ مین زندہ تھا۔

(۴۸) حاجی ابراہیم پادشاہ۔ نقلی کلام سے آگاہ اور عقلی کلام کا شناسا

(۴۹) مولانا پیر محمد۔ نمبر ۲۰ منصب دارون کا دیکھو۔

(۵۰) مولانا عبد الباقی۔ وہ صدر تھا۔

(۵۱) مرزا مفلس اوزبک ۔ ملا احمد جنید کا شاگرد تھا ۔ علوم جدل، و مناظرہ میں مستعد و مستحضر مگر تقریر فصیح نہیں تھی ۔ اثنا درس میں ایسی ادائیں کرتا تھا کہ ہنسی آتی تھی بدقیافہ و کوسہ تھا ۔ صلاح و تقوے رکھتا تھا ۔ ما وراء النہر سے ہند میں آیا ۔ چار سال تک آگرہ کی مسجد خواجہ معین الدین فرنخودی میں درس دیا اور پھر حج کو گیا دہلی ستر برس کی عمر میں رحلت کی

(۵۲) مولانا زادہ لشکر ۔

(۵۳) مولانا محمد ۔ وہ لاہور میں رہتا تھا سنہ ا میں نوے برس کی برس کی عمر تھی بدایونی اس کو مولانا محمد مفتی لکھتا ہے ۔

(۵۴) قاسم بیگ ۔ وہ واحد العین قندھاری ملا تھا علوم عقلی و نقلی کا درس دیتا ۔

(۵۵) مولانا نور الدین ترخان ۔ جامع اقسام علوم حکمت تھا ۔ شاعر تھا مگر آخر عمر میں شعر سے توبہ کی ۔ نوری تخلص تھا ۔ وہ مدت تک دہلی میں مقبرہ ہمایون کا متولی رہا پہلے وہ مرگیا ۔ طبقات میں لکھا ہے کہ ریاضی دان اور نجومی تھا ۔ مآثر میں لکھا ہے کہ وہ خراسان میں جام میں پیدا ہوا اور مشہد میں تعلیم پائی ۔ وہ بابر کے پاس آیا اور پھر ہمایون کا رفیق رہا ۔ اس لئے ان دونوں کو اسطرلاب کا شوق تھا ۔ وہ ہمایون کے ساتھ عراق گیا اور بیس برس تک اسکی خدمت میں رہا ۔ اس کا تخلص نوری تھا ۔ اس کو نوری سفیدون بھی کہتے ہیں ۔ کچھ دنون سفیدون اپنی جاگیر میں رہا تھا ۔ اکبر نے اس کو خطاب خان کا دیا ۔ پھر ترخان کا اور سمانہ میں اس کو مقرر کیا ۔

(۵۶) نراین (۵۷) مادھو بھٹ (۵۸) سری بھٹ (۵۹) بشن ناتھ (۶۰) رام کشن (۶۱) بجھ دھر مصر (۶۲) باسدیو مصر (۶۳) باہن بھٹ (۶۴) بدیا نواس (۶۵) گوری ناتھ (۶۶) گوپی ناتھ (۶۷) کشن پنڈت (۶۸) بھیاچارج

(۶۹) بھاگیرت بھٹاچارج

(۷۰) کاشی ناتھ بھٹاچارج ۔

(۷۱) حکیم مصری طب مین صاحب علم و عمل - علوم نقلی مین ماہر - علوم عربیہ مین مثل دعوات اسماء و علم حروف سے واقف - کشادہ رو و خوش صحبت و مبارک قدم کبھی کبھی مضحک شعر بھی کہتا تھا - سیدھا سادھا بے غرض - بعض معالجات مین مسیحائی کی - برہان پور خاندیس مین عمر پوری ہوئی -

(۷۲) حکیم الملک - اُس کا نام شمس الدین تھا وہ اور اکثر حکیمونکی طرح گیلان سے پادشاہ کی ملازمت کے لیے آیا تھا حکمت و طب مین اپنے وقت کا جالینوس تھا - علوم نقلی و رسمی مین سب سے منتثنیٰ و ممتاز - بندگان خدا کا خیر خواہ - اپنے دین مین راسخ و ثابت قدم - آشنا پرور - ہمیشہ طلبہ کا مرزی ان کو بغیر پڑھائے کھانا نہ کھاتا - مشائخ و علماء کے معرکہ کی ویرانی ہوئی تو حسب الامکان اس نے مخالفان دین سے جدل کی آخر کو اُسے تاب نہوئی - مکہ معظمہ رخصت لے کر چلا گیا اور وہان ۹۸۸ھ مین فوت ہوا -

(۷۳) ملا میر - اس کو طبقات مین ملا میر طبیب ہرانی اور ملا عبد الحق یزدی کا پوتا لکھا ہے

(۷۴) حکیم ابو الفتح گیلانی - نمبر ۱۱۲ منصب دارون کا دیکھو -

(۷۵) حکیم زنبیل بیگ - مرزا محمد طبیب شیرازی کا بھائی ہے - علم مین ممتاز اور پادشاہی مقربون مین سرافراز تھا -

(۷۶) حکیم علی گیلانی - علوم و فنون مین خصوصًا طب و ریاضی مین پوری مہارت تھی اپنے وقت مین اطبائے حاذق مین سے تھا - کمال پریشانی و افلاس مین اپنی ولایت سے ہند مین آیا تھا اکبر کے ملازمون مین داخل ہوا ایک دفعہ پادشاہ کے حکم سے بول مریض و صحیح و گاؤ و خرون کے قارورون کو اس کے روبرو لائے - اس نے سب کو اپنے قیاس سے مطابق واقع کے بتلا دیا اس وقت سے اس کا مرتبہ اور اعتبار زیادہ ہوا -

پادشاہی مصاحبت و قرب کی دولت حاصل ہوئی اور ثروت و مکنت مین اور امراء

کے ساتھ ہمسر و مساوی ہوگیا۔ بیجاپور مین بطور سفیر گیا۔ علی عادل شاہ والی بیجاپور نے اسکا استقبال کیا۔ سامان نفائس تیار کر کے حکیم کو روانہ کیا چاہتا تھا کہ ناگہان ۹۹۸ھ مین وہ مرگیا۔ حکیم علی نے ایک عجیب حوض بنایا تھا۔ کہ اس کے اندر سے ہوکر ایک مکان کے اندر جانے کی راہ جاتی تھی اور تعجب یہ ہی کہ اس راہ سے پانی اس مکان مین نہین جاتا تھا شہنشاہ اکبر خود حوض مین غوطہ مار کے اور تین زینے اُتر کر اس مکان مین گیا جسمین دس بارہ آدمی سماتے تھے فرش خواب و رخت پوشش تھا۔ حاضری طعام موجود۔ چند کتابین طاق پر رکھی ہوئی۔ ایک قطرہ پانی کا اس کے اندر نہ جاتا تھا۔ پادشاہ وہان کچھ دیر ٹھیرا۔ آدمیون کا عجیب حال جب تک رہا کہ وہ باہر آیا ۱۰۱۴ھ تک منصب ہفت صدی پر وہ پہونچا۔ جب پادشاہ اسہال کے مرض مین مبتلا ہوا اس نے علاج کیا اس کا حال پادشاہ کے علالت کے بیان مین پڑھ لو۔

۱۰۱۸ھ مین جہانگیر اس حوض کی سیر کو آیا اور حکیم کو منصب دو ہزاری عنایت کیا اس کے چند روز بعد وہ مرگیا وہ ہر سال چھ ہزار روپیہ کی دوائین اور شربت غریبون کو مفت تقسیم کرتا تھا۔

(۷۷) حکیم حسن۔ اسکی حذاقت کی شہرت تھی مگر علم اس کو بہت نہ تھا صاحب مکارم اخلاق و محامد اوصاف تھا۔

(۷۸) حکیم ارسطو۔

(۷۹) حکیم فتح اللہ۔ کچھ کتب طب اسنے پڑھی تھین اور علم ہیئت سے واقف تھا قانون کی شرح فارسی زبان مین لکھی۔ جہانگیر کی اول سال سلطنت مین منصب ہزاری تین سوا رکھتا تھا۔ پادشاہ نامہ مین لکھا ہے کہ وہ اپنے ملک کو چلا گیا اور خودکشی کی اس کا پوتا فتح اللہ شاہ جہان کا طبیب تھا۔

(۸۰) حکیم مسیح الملک۔ درویش و پاک اعتقاد تھا۔ طبابت مین کامل تھا دکن سے

ہند میں آیا شاہزادہ مراد کے ساتھ گجرات و دکن مین گیا۔ مالوہ مین اجل نے رشتہ امل کو کوتاہ کیا۔

(۸۱) حکیم جلال الدین مظفر اردستانی۔ اردستان ایران مین ایک شہر کاشان و اصفہان کے درمیان واقع ہے۔ کم عمری مین شاہ طہماسپ کا طبیب تھا اور نوجوانی مین وہ ہند مین آیا تو اسکی قدر ہوئی۔ اگرچہ علمیت بہت نہین رکھتا تھا مگر تجربہ اس کا پورا تھا مزاج مین اس کے صلاحیت تھی اور ہاتھ مین شفا۔

(۸۲) حکیم لطیف اللہ گیلانی۔ طب مین اسکی حذاقت مشہور ہے ظلم اس کا خوب تھا

(۸۳) حکیم سیف الملک لنگ۔ اس کو سیف الملوک بھی اس سبب سے کہتے ہیں کہ اسنے کئی اپنے پادشاہی مریضون کو مارا تھا وہ دعاوندکا رہنے والا تھا فضیلت علمی و حکمی کے ساتھ رذیلت شعر و ہجو کو جمع کیا تھا شجاعت تخلص تھا۔ یہ اتفاقات سے ہے جس مریض کے سرپر وہ جاتا پیک اجل اس دردمند کے پاس آتا۔ اس سبب سے ظرفا نے سیف الحکما اس کا نام مشہور کیا تھا۔ چند سال برام خان کے عہد مین ہند مین رہا اور پھر اپنے ملک کو چلا گیا۔

(۸۴) حکیم ہمام۔ حکیم ابوالفتح گیلانی کا بھائی ہے اس کا نام ہمایون تھا جب اکبر شہنشاہ کی خدمت مین آیا تو پاس ادب سے اپنا نام ہمایون قلی رکھا پھر پادشاہ نے حکیم ہمام کے نام سے مشہور کیا۔ خط شناسی و شعر فہمی مین یگانہ تھا طبیعات و طبابت سے بھی آشنا تھا شگفتہ پیشانی پارسا گوہر شیوا زبان۔ ندیم منش تھا۔ اگرچہ منصب شش صدی اور بکاول بیگی کی خدمت رکھتا تھا مگر پادشاہی مصاحبت و قرب مین بلند پایہ تھا ۹۹۳ھ مین وہ عبداللہ خان والی توران پاس بھیجا گیا اور والی توران کو پادشاہ نے لکھا کہ حکیم ہمام مخلص راست گفتار اور مرد درست کردار ہے ابتدائے ملازمت سے بساط قرب کا ملازم رہا ہے اسکی دوری کسی وجہ سے ہم نے نہین تجویز کی برسم رسالت اسکو بھیجتے ہین ہماری ملازمت مین چونکہ اسکی نسبت متحقق ہے اس لئے وہ بلا جائز ونکو بے واسطہ موقف عرض مین پہونچایئگا اگر آپکی مجلس شریف مین یہی اسلوب مرعی ہوگا تو ہم مین اور

تم مین مکالمہ بے واسطہ ہوگا۔ اسکی غلبت مین پادشاہ نے کئی دفعہ فرمایا کہ جب سے حکیم ہمام
گیا ہے کھانے کی لذت جاتی رہی ہے۔ حکیم ابوالفتح سے پادشاہ نے کہا کہ تیری برادری
مین حکیم ہمام کی جدائی سے کسی کا دل ایسا نگران نہوگا جیسا ہمارا دل ہے۔ حکیم ہمام کی مثل
کب پیدا ہوتے ہین سنہ ۳ مین توران سے اس نے معاودت کی۔ ابوالفتح کی موت پر
ایک ماہ گذرا تھا جب وہ پادشاہ پاس آیا تو اسکی تسلی کے لیئے پادشاہ نے کہا کہ تیرا تو ایک
بھائی مرا ہے اور میرے دس بھائی سنہ ۲ھ مین تپ دق مین دو مہینے تک مبتلا رہا۔
پھر پیمانہ عمر لبریز ہوا اس کے دو بیٹے تھے ایک حکیم حاذق دوم خوشحال۔

(۸۵) حکیم عین الملک۔ علم مین رتبہ عالی رکھتا تھا اور صاحب اخلاق حمیدہ تھا۔ مان کیطرف سے
محقق دوانی کے ساتھ اس کو نسبت تھی۔ ابتدا مین وہ پادشاہ کی بزم و رزم مین شریک
ہمصحبت ہوتا سنہ ۹ جلوس مین احمدآباد مین چنگیز خان پاس بھیجا گیا وہ خان مذکور سے پیشکش
لے کر واپس آگرہ مین پادشاہ کی خدمت مین آیا سنہ ۱۷ مین اعتماد خان گجراتی پاس پادشاہ
کا دلاسا نامہ لے کر گیا اور اس کو مع ابوتراب کے پادشاہ کی خدمت مین لایا سنہ ۱۹ مین پادشاہ کے
ساتھ دیار شرقی مین گیا۔ عادل خان حاکم بیجاپوری کی رہنمائی کے لئے دکن مین گیا۔
سنہ ۲۲ مین وہان سے واپس آیا۔ پھر حدود سنبل مین فوجدار ہوا سنہ ۲۶ مین عرب بہادر و
نیابت خان نے اس نواح مین شورش اُٹھائی تو اُس نے قلعہ بریلی کو نہایت مستحکم کیا۔
اپنے حسن تدبیر سے اُس نے نیابت خان کو اپنے پاس بُلا لیا۔ لڑکر مخالفون کو پریشان کیا
اسی سال بنگالہ مین صدارت پر سرافراز ہوا سنہ ۳۱ مین صوبہ آگرہ مین بخشی ہوا پھر وہ خان اعظم کے ہمراہ
دکن گیا۔ خان مذکور نے اسکی جاگیر ہنڈیہ کو بدل دیا تھا اس لیے سنہ ۳۵ مین بے طلب وہ پادشاہ پاس
چلا آیا۔ پادشاہ نے دربار بند کیا۔ بعد دریافت کیفیت کورنش کی پروانگی ہوئی اور اپنے پرگنہ پر
بحال ہوا سنہ ۱۰۰۳ مین عدم آباد مین گیا شعر کہتا تھا۔ دوائی تخلص کرتا تھا۔ منصب پانصدی رکھتا
تھا۔ پرانی بریلی مین مرزائی محلہ مین ایک مسجد جس کا نام مرزائی یا پادشاہی مسجد ہے تعمیر کی اسکے

کتابہ مین ۹۸۷ھ لکھے ہین اس سن مین سنبل کا فوجدار تھا۔

(۸۶) حکیم شفائی۔ اس کا تخلص شفائی تھا وہ اپنے تئین مظفر ابن محمد الحسینی الشفائی کہتا تھا وہ اصفہان مین پیدا ہوا تھا۔ شاہ عباس صفوی کا دوست تھا ۱۰۳۷ھ مین اس کا انتقال ہوا۔ اسکی تصنیف سے ایک مثنوی ہے۔

(۸۷) حکیم نعمت اللہ۔ (۸۸) حکیم دوائی (۸۹) حکیم طالب علی (۹۰) حکیم عبدالرحیم۔ (۹۱) حکیم روح اللہ (۹۲) حکیم فخرالدین علی (۹۳) حکیم اسحاق (۹۴) شیخ حسن (۹۵) شیخ بلیا شیخ حسن طبیب سرہندی کا بیٹا ہے جراحی مین کمال تھا۔ اکبر کو جو زخم شکار مین ہرن نے لگایا تھا اس کا علاج اُسنے خوب کیا تھا۔

(۹۶) مہادیو (۹۷) بھیم ناتھ (۹۸) نارائن (۹۹) سیواجی۔ طبقات مین یہ اور ہندو حکیم لکھے ہین۔ بھیرون۔ جو کابل مین جراح تھا۔ درگامل بڑا کحال تھا درگامل بڑا جراح تھا۔

تقلید پیشہ و نقل پرست

(۱۰۰) میان حاتم سنبلی۔ عالم جامع معقول و منقول تھا۔ خصوصًا کلام و اصول و فقہ و عربیت مین چالیس دفعہ اُسنے مفتاح و مطول با بسم اللہ سے تا تمت تک پڑھائی۔ شیخ عبدالقادر بدایونی کا استاد تھا ۹۶۸ھ مین عالم فانی کو گیا۔ شیخ عبدالحلیم اس کا لایق بیٹا تھا جو ۹۸۹ھ مین پدر بزرگوار سے جاملا باقی اور چند پسر ناخلف وارث تھے۔

چند بناز پرورم مہر بتان سنگدل یاد پدر نمی کنند این پسران ناخلف

(۱۰۱) میان جمال خان۔ دہلی مین مفتی تھا اپنے باپ شیخ نصیر الدین اور اپنے بھائی شیخ لادن کا شاگرد تھا۔ قوم کا کنبوہ تھا۔ اپنے زمانہ مین أعلم العلما تھا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ مین خصوصًا فقہ و کلام و عربیت و تفسیر مین بنظیر تھا مفتاح کی دو شرحون پر محاکمہ لکھا ہے۔ عضدی کو کہ انتہا کی کتاب ہی چالیس مرتبہ اول سے آخر تک پڑھایا ہی۔ ہمیشہ درس کہتا۔ افادہ علوم دینی فرماتا ملوک و سلاطین کے گھر کبھی نہین جاتا

حکام کے نزدیک معزز و محترم اکثر شاگرد اُسکے دانشمند تھے عمر اسکی نوے برس سے بھی کچھ زیادہ تھی ۹۸۴ھ مین دار البقا کو رحلت کی۔

(۱۰۲) شیخ عبد القادر۔ اچھ کا رہنے والا اور مخدوم شیخ حامد قادری کا بیٹا تھا جو چاندپور ضلع ملتان مین بطور امانت کے مدفون ہوا تھا۔ عبد القادر اور شیخ موسیٰ کے درمیان سجادہ نشیخت کی بابت منافشہ رہتا تھا شیخ موسیٰ اکثر اوقات لشکر مین برسون رہا کرتا تھا شیخ نے فتحپور مین ایک شب بادشاہ کو کوکنار کھانے کو منع کیا اس لئے بادشاہ کے ساتھ مصاحبت راست نہ آئی ایک دن وہ دیوانخانہ فتحپور مین جماعت سے فارغ ہوکر نفل پڑھتا تھا بادشاہ نے کہا کہ شیخ نماز نفل اپنے گھر مین پڑھنا۔ اُس نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت یہ ملک نہین ہے کہ اس مین آپکا حکم ہو۔ بادشاہ نے رنجیدہ ہوکر کہا کہ شیخ کیا جاہل ہے۔ جب تو ہم سے ملک نہین چاہتا تو ہماری ملک مین بھی نہ رہو۔ اُسی وقت شیخ باہر آیا۔ مدد معاش چھوڑ کر اور اپنے بھائی کے نزاع کو ترک کر کے اچھ مین چلا آیا۔ شیخ موسیٰ نے باپ کے عظام رمیم کو اچھ مین لاکر دفن کیا اور اتباع شریعت کیا۔ فتوحات اتنی ہوتی تھین کہ کسی اور مدد معاش کی حاجت نہ تھی بعد چند سال کے اُسنے بادشاہی نوکری قبول کی امرائے پانصدی مین داخل ہوا شیخ موسیٰ بادشاہ کے حضور مین نماز کے وقت آتا۔ عین دیوانخانہ خاص و عام مین اذان کہکر نماز پڑھتا اور کوئی اسکو کچھ نہ کہتا۔ ملتان مین اسکو جاگیر ملی۔ شیخ عبد القادر فقر کی عزت وجاہ مین کامیاب ہوئے۔

(۱۰۳) شیخ احمد۔ طبقات مین اسکو شیخ حاجی احمد لاہوری لکھا ہے۔

(۱۰۴) مخدوم الملک۔ یہ خطاب مولانا عبد اللہ سلطان پوری کا ہے وہ کتب عصمت انبیا اور شمائل النبی کا مصنف ہے۔ ہمایون بادشاہ نے اس کو خطاب مخدوم الملک اور شیخ الاسلام کا دیا تھا وہ بڑا متعصب سنی تھا۔ ابو الفضل کو ابتدا سے وہ جانتا تھا کہ یہ بڑا مفسد ہے۔ اکبر کے خیالات کے باب مین اس کا حال پڑھو وہ ۹۹۰ھ مین گجرات مین مکہ معظمہ سے مراجعت کر کے احمد آباد مین فوت ہوا۔ بادشاہ کی عنایت سے اس پاس اتنا روپیہ تھا کہ مرنے کے بعد تین کروڑ زر اسکے خزانہ سے نکلا۔

(۱۰۵) مولانا عبدالسلام۔ طبقات مین لکھا ہی کہ وہ لاہور مین رہتا تھا اور بڑا عالم تھا مرآۃ مین لکھا ہے کہ وہ بڑا فقیہ تھا۔ بیضاوی کی شرح اُس نے لکھی ہے نوے برس سے زیادہ عمر مین شاہجہان کے سال اول جلوس مین لکھا ہے۔

(۱۰۶) قاضی صدرالدین عالم متبحر تھا۔ اہل تصوف و سلوک کا معتقد تھا بہت خوش طبع وخوش صحبت تھا شیخ مخدوم الملک کا مشہور شاگرد تھا۔ وسیع المشرب ایسا تھا کہ عوام اُسپر الحاد کا گمان کرتے تھے اسپر حسن ظن غالب تھا جس کا شیوہ تجرید کا دیکھتا اگرچہ وہ بظاہر بدعتی ہوتا اس پاس اعتقاداً جاتا اور ہاتھ باندھ کر اسکے سامنے کھڑا ہوتا اور اسکی باتون کو حجت جانتا۔ ایک دن ایک بدعتی مجذوب بنکر آیا وہ حسب عادت اسکی تعظیم کے لیئے کھڑا ہوا۔ اس مجذوب مکار نے کہا کہ حضرت خضر میرے ساتھ رہتے ہین۔ قاضی جی نے اُس سے کہا کہ میری ملاقات حضرت خضر سے کرا دیجے اُسنے کہا کہ اسوقت تو مجھے اپنی لڑکی کی کتخدائی کا فکر ہے۔ تنگہ تلاش کرتا ہون بعد فراغ خاطر کے حضرت سے ملاقات کرا دون گا۔ قاضی جی نے اُسے سات سو ٹنکہ دیدیئے وہ چند روز بعد آنکر مولانا کو دریا کے کنارہ پر لے گیا اور ایک بڑے لمبے قد آدمی کو دوسرے کنارہ پر دکھایا۔ اور کہا کہ یہ حضرت خضر ہین ملنے چلو قاضی کوتاہ قد تھا اس نے کہا کہ مجھے تیرنا نہین آتا اُسنے کہا کہ مین نے آپ کو حضرت خضر کو بتلا دیا آپ اگر نہین مل سکتے تو اسمین میرا قصور کیا ہے غرض ایسی ایسی حکایتین جو قابل لکھنے کے نہین بہت مشہور ہین اسی حکایت سے قاضی کی سادہ لوحی کا قیاس ہو سکتا ہی۔

پادشاہ نے بندر بھروچ کا اسے قاضی مقرر کیا یہین مرگیا۔ قابل بیٹا شیخ محمد نام اس کا جانشین ہوا لاہور مین بھی کچھ تھوڑے دنون قاضی صاحب نے قضارت کی تھی۔

(۱۰۷) مولانا سعداللہ پوربی ہے بیانہ مین رہتا تھا۔ اپنے زمانہ مین علم نحو مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا۔ نوعمری سے شیخ محمد غوث کی خدمت مین رہتا تھا پھر دعوات اسماء مین مشغول ہوا۔ بیانہ مین ایک خانقاہ بنائی۔ وہان مدتون تک طالب العلم اور اہل سلوک کی تلقین اور ہدایت کرتا رہا۔

ستر برس تک سوائے دودھ و منس پت و میوون کے افطار نہین کیا بخشش بہت کرتا تھا۔ آخر عمر مین وہ ساکت ہوگیا اور اپنے حجرہ مین تنہا عزلت قبول کی۔ فرزندون تک کو اپنے پاس نہین آنے دیتا تھا سنہ ۹۸۹ مین اس عالم سے خرامان ہوا اور اپنی خانقاہ مین مدفون اسکی نعش پر ایک چڑیا آن پڑی تھی جسے دیکھنے والون کو بڑا التعجب ہوا۔

(۱۰۸) مولانا اسحاق۔ شیخ کالو کا بیٹا ہے۔ لاہور مین رہتا تھا شیخ سعداللہ و شیخ منور اور اور شاگرد اُسکے بڑے نامور ہوئے سو برس سے زیادہ عمر ہو کر سنہ ۹۹۶ مین مرگیا۔

(۱۰۹) میر عبداللطیف قزوینی۔ سادات حسینی سیفی سے علوم عقلی و نقلی سے بہرہ کافی رکہتا تھا جب شاہ طہماسپ صفوی نے اس کو اور اُسکے باپ میر یحیےٰ کو اس سبب سے قید کرنے کا حکم دیا کہ مذہب اُس کا سنت والجماعت تھا۔ باپ تو قید مین پڑ کر مرگیا مگر بیٹا بھاگ گیلان کے پہاڑون مین پڑا پھرا۔ پھر بادشاہ ہند کی خدمت مین آیا اسکے انعام و احسان سے محظوظ ہوا۔ بادشاہ نے دیوان خواجہ حافظ کے چند سبق اُس سے پڑہے ہے۔ ۵ رجب سنہ ۹۸۱ مین فتحپور مین دارالسرور کو انتقال کیا۔ فرزند رشید اس کا مرزا غیاث الدین علی اخوند جس کا لقب نقیب خان تھا علم سیر و تاریخ و اسماء الرجال مین اسکی مثل نہ کوئی عرب مین تھا نہ ہند مین۔ شب و روز بادشاہ کی خدمت مین رہتا۔ اسکو فارسی ہندی تواریخ و قصص و حکایات و افسانے سُناتا وہ بادشاہ کا جزو حیات بن گیا تھا ایک لحظہ جدا نہوتا تھا۔ تھوڑے دنون مین وہ مرگیا۔

(۱۱۰) میر نوراللہ شوستری۔ وہ شوستر سے آیا تھا حکیم ابوالفتح کی سفارش سے اکبر تک اسکی رسائی ہوئی۔ وہ شیعہ تھا سنیون مین تقیہ کرتا تھا امام ابوحنیفہ کی فقہ سے بھی خوب واقف تھا۔ جب لاہور کے قاضی شیخ معین نے پیرانہ سالی کے سبب سے عہدۂ قضا چھوڑا تو اسکی جگہہ وہ لاہور کا قاضی مقرر ہوا اسنے رشوت کا دروازہ بالکل بند کردیا اپنے عہدہ قضا مین سوائے گواہ کی شہادت کے کچھ نہین لیا کسی گستاخی پر جہانگیر نے اُسے قتل کردیا۔

(۱۱۱) مولانا عبدالقادر۔ مدتون تک شہنشاہ اکبر کا استاد رہا۔ بادشاہ نے حج کا حکم اُسکو دیا وہ حج کرکے لاہور

عبادت خانہ مین مشغول ہوا۔

(۱۲۰) قاضی عبدالسمیع۔ وہ میان کالی تھا۔ میان کالے سمرقند اور بخارا کے دو پہاڑون کے درمیان مین ایک مقام ہے۔ بدایونی نے لکھاہے کہ وہ روپیہ لیکر شطرنج کھیلتا تھا شراب پیتا تھا۔ اکبر نے سنہ ۹۹۰ مین قاضی جلال الدین ملتانی کی جگہ قاضی القضاۃ مقرر کردیا۔

(۱۳۰) مولانا قاسم۔ قندھاری واحدالعین تھا علوم عقلی و نقلی کا درس دیتا تھا۔

(۱۴۰) قاضی حسن قزوین کا رہنے والا تھا اور قلعہ آسیر کے محاصرہ مین خدمات شائستہ بجالایا صورت آراستہ رکھتا تھا۔

(۱۱۵) ملا کمال۔ طبقات اکبری مین شیخ کمال کو انور کا رہنے والا خلیفہ و خویش سلیم چشتی کا لکھا ہی

(۱۱۶) شیخ یعقوب مجمع فضائل تھا۔ حاجی تھا شیخ ابن حجر سے حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ مشیخت کے لباس مین سفر بہت کیا تھا اور اکثر عرب و عجم کے مشائخ اعظم سے ملا تھا اور ارشاد و ہدایت کی اجازت حاصل کی تھی۔ ہندوکشمیر مین اسکے بہت مرید تھے صاحب تصانیف تھا۔ آخر عمر مین ایک تفسیر لکھی تھی پادشاہ اسکو بہت عزیز رکھتا تھا۔ شعر مین اس کا ذوق دون مرتبہ تھا مگر اسکے فکر سے کبھی اس کا ذہن خالی نہوتا تھا۔ صرفی تخلص کرتا تھا۔

(۱۱۷) ملا عالم۔ یہ وہی ملاّ ہین جنکو یہ حسرت رہی کہ مین سجدہ اکبری کا موجد کیون نہوا۔ یہ کابل کا رہنے والا تھا خوش طبع و شگفتہ و بے قید تھا۔ سنہ ۹۹۱ مین وفات پائی۔ فواتح الولایت تصنیف کی جس مین حکماء و علماء و شعراء کا احوال لکھا ہے۔

(۱۱۸) شیخ عبدالنبی۔ صدرالصدور تھا وہ شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا بیٹا تھا چند مرتبہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ مین گیا اور وہان علم حدیث پڑھا جب پھر کر آیا تو آبا و اجداد کی روش کے برخلاف سماع و غنا سے منکر تھا۔ محدثین کی روش پر چلتا تھا تقوی و طہارت و عبادت ظاہری سے اشتغال رکھتا جب منصب صدارت پر پہونچا تو مدد معاش و وظائف و اوقاف خلائق کو ایسے دیے کہ پہلے نہین دیئے گئے تھے۔ پادشاہ کو بھی اس سے ایسا اعتقاد

تھا کہ جوتیان اٹھا کر اسکے روبرو رکھی تھین مگر مخدوم الملک اورا ور علمار سے یہ تعظیم و تکریم باقی نہین رہی ایک برہمن کے قتل کرانے پر اپنے عہدہ صدارت سے معزول ہوا سنہ ۹۹۱ مین یا سنہ ۹۹۲ مین اس کا انتقال ہوا وہ اپنے تئین امام ابوحنیفہ کی اولاد مین بتاتا تھا۔

(۱۱۹) شیخ بھیک۔ یہ شیخ کاکوری مین جو لکھنؤ کے قریب ہے رہتا تھا۔ بدایونی اس کو شیخ بھیکن لکھتا ہے وہ اعلم العلمار متورع و متشرع تھا۔ برسون درس و افادہ خلائق مین مصروف رہا۔ حافظ کلام مجید تھا اور سات قراءت مین پڑھتا تھا۔ تصوف کی کوئی بات مجلس مین نہین کہتا خلوت مین محرمان راز اور اہل علم سے کہتا سنہ ۹۸۱ مین انتقال فرمایا۔

(۱۲۰) شیخ ابوالفتح گجراتی۔ میر سید محمود جونپوری کا داماد تھا بسلسلہ مہدویہ کی روش پر راسخ و ثابت قدم باستقلال تھا مکہ معظمہ گیا گجرات مین شیخ گدائی کے ساتھ بہت دوستی رکھتا تھا۔ بیرم خان کے زمانہ مین وہ کسی ضرورت کے سبب سے آگرہ مین آیا تھا۔ تھوڑے دنون مین یہ جلسہ برہم ہو گیا تو وہ گجرات چلا گیا اسکے مرید ہونٹون پر پیش لگاتے تھے ہاتھ مین سنگریزہ رکھ لیتے تھے۔

(۱۲۱) شیخ بہاءالدین مفتی۔ آگرہ مین سکونت تھی عالم و عابد تھا۔

(۱۲۲) قاضی جلال الدین ملتانی۔ اصل مین قلعہ بکر کے توابع کا رہنے والا تھا دانشمند متبحر حق گو و حق پرست تھا۔ ابتدائے حال مین تجارت کرتا تھا۔ اواسط مین درس مین مشغول ہوا۔ چند سال آگرہ مین افادت فرمائی۔ قاضی یعقوب کے معزول ہونے کے بعد وہ عہدہ جلیل القدر قضا پر مامور ہوا۔ دیانت و امانت کی صفات رکھتا تھا مگر بیٹے کی ناخلفی سے وہ دکن بھیجا گیا وہان سے حج کو گیا اور وہین وفات پائی۔

(۱۲۳) شیخ ضیاءالدین یا ضیاءالد۔ پادشاہ نے شیخ کو آگرہ مین طلب کرکے عبادتخانہ مین جگہ دی تھی

(۱۲۴) شیخ عبدالوہاب (۱۲۵) شیخ عمر

(۱۲۶) میر سید محمد میر عدل۔ امروہہ علاقہ سنبھل کے رہنے والا تھا۔ صاحب صلاح و تقوی و ورع تھا۔ پادشاہ کے ملازمون مین داخل ہو کر ایسا اختصاص حاصل کیا کہ میر عدل کے

منصب پر ممتاز ہوا اور اس جلیل القدر منصب میں عدالت و انصاف و صدق و امانت کا طریق اختیار کیا جب تک وہ اس دیار میں رہا دین اسلام میں کسی کو بدعت پیدا کرنے کی قدرت نہ تھی سنہ ۹۸۴ھ میں بکر کی حکومت اس کو تفویض ہوئی یہیں سنہ ۹۸۶ھ میں انتقال کیا۔

(۱۲۷) مولانا جمال۔ طبقات میں لکھا ہے مدرس ملتانی تھا۔ بدایونی لاہور کے ایک محلہ تلہ کا رہنے والا بتاتا ہے۔

(۱۲۸) شیخ احمدی فیاضی امیٹھی وال۔ علمائے کبار میں سے ہے صاحب تقوے و ریاضت و مجاہدہ تھا۔ شیخ نظام الدین امیٹھی وال کا ہمعصر تھا۔ ایسا ضعیف و مسن ہو گیا تھا کہ چل پھر اٹھ بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس حال میں ایک سال میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ کتب درسیہ اس کو ایسی از بر تھیں کہ اگر شاگرد کتاب غلط پڑھتا تو وہ صحیح کر دیتا۔ تفسیر و حدیث و سیر و تاریخ خوب جانتا تھا۔

(۱۲۹) شیخ عبدالغنی بدایونی۔ بداؤن میں جب طالبعلمی کرتا تھا تو حال اس پر غالب ہوتا تھا اور نغمہ سننے سے بیشعور ہو جاتا تھا۔ روزگار کی تلاش میں دہلی میں آیا۔ یہاں کا حاکم تاتار خان تھا۔ جو اہل جاہ کے لباس میں اہل اللہ تھا اس کا ملازم ہوا کتب درسیہ کی تحصیل تمام کی مدتوں درس دیا پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ گوشہ نشین ہوا سنہ ۱۰۰۳ھ میں خانخانان اسکی ملاقات کو گیا جب اس نے نصیحت کے لئے التماس کیا تو فرمایا کہ اتباع سنت محمدی کو اپنے اوپر لازم جان۔ اس کو بعض شہریون نے فرمان بھیجکر دہلی سے لاہور بلایا مگر اس نے عذر کیا۔

(۱۳۰) شیخ عبدالواحد بلگرامی۔ بلگرام قنوج کے توابع میں تھا وہ صاحب فضائل و کمالات و ریاضت و عبادات تھا۔ اخلاق پسندیدہ و صفات رضیہ رکھتا تھا۔ خود ہندی راگ راگنی بناتا۔ اس پر اس کو حال آتا۔ سب کچھ چھوڑ کر نزہت الارواح پر شرح محققانہ لکھی اور اصطلاحات صوفیہ میں چند رسائل لکھے ان میں سے ایک کا نام سنابل ہے اور اور بھی اسکی تصنیفات ہیں۔

(۱۳۱) میران صدر جہان۔ یہ پہانی مین پیدا ہوا تھا۔ یہ ایک قصبہ تو ابع لکھنو یا قنوج سے تھا وہ مرد فاضل و خوش طبع تھا۔ اکبر شہنشاہ کی خدمت سے وہ شیخ عبد الغنی صدر کی وساطت سے مشرف ہوا تھا۔ جب عبد اللہ خان اوزبک والی توران نے پادشاہ اکبر کو لکھا کہ ارسال رسل مین بڑا موانع یہ تھا کہ دین سے آپ کا انحراف زبان خلایق تھا۔ پادشاہ نے ۱۳سنہ میران کو حکیم ہمام کے ساتھ ایلچی گری کے لئے توران روانہ کیا۔ مذہب کے مقدمہ کی بابت یہ صرف دو شعر اپنے نامہ مین لکھے۔

قطعہ

قیل ان الالہ ذو ولد		قیل ان الرسول قد کہنا	
ما نجار اللہ والرسول معًا		من لسان الوری فکیف انا	

۳۴سنہ مین توران سے میران نے معاودت کی اور کابل مین پادشاہ سے ملا۔ ۳۵سنہ مین جشن آبان ماہ مین مجلس بادہ پیمائی مین میر صدر جہان مفتی اور میر عبد الحی میر عدل دونون نے ساغر مے پیا تو پادشاہ نے یہ حافظ کا شعر پڑھا ؎

در دور پادشاہ خطا بخش و جرم پوش — حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

۴۰سنہ تک ہفت صدی پر پہونچا اور خدمت صدارت پر مقرر ہوا بعد ازان ترقی کرکے پایہ امارت اور منصب دو ہزاری پر پہونچا۔ شیخ عبد النبی صدر سے چہل حدیث کا سبق لیتا تھا تو میران بطور خلیفہ کے تھا۔ شاہزادہ سلیم اُس کو بہت دوست رکھتا تھا اُسنے ایک دن اُس سے وعدہ کیا کہ اگر سلطنت کی نوبت میری آئے تو بتاؤ کہ قرض تمہارا ادا کردن یا جو منصب تم چاہو وہ دون۔ میران نے ادائے قرض اپنے ذمہ لیا۔ منصب چارہزاری کی درخواست کی۔ جہانگیر نے پادشاہ ہوکر منصب چارہزاری دیا اور صدارت کو قائم رکھا اور قنوج جاگیر مین دیا وہ محسن نافع الخلق تھا اُسنے جہانگیر کے عہد مین اپنی صدارت مین مدد معاش آدمیون کو دی کہ آصف خان جعفر نے پادشاہ سے عرض کیا کہ عرش آشیانی کے عہد مین جو پچاس سال کے عرصہ مین دیا گیا تھا وہ پانچ

برس کے عرصہ مین اسنے دیا۔ ایکسو بیس برس کی عمر تھی اصلا اسکی عقل و حواس مین
فتور نہ تھا فقط ہڈیان باقی تھین۔ ہمیشہ ضعف سے بستر پر پڑا رہتا تھا جب پادشاہ کے حضور
مین آتا تو حسب جاہ و برتری سے بے استعانت غیر زینہ پر آمد و رفت کرتا۔

نیست گاہ نماز از ضعف قدرت بر قیام   لیک پیش پادشاہ ایستاد تا شب بے عصا

سنہ ۹۲۲ مین ودیعت حیات سپرد کی۔ طبع موزون تھی ابتداء حال مین اشعار کہتا جب اسکو
خدمت افتا ملی تو شریعت غرا کا پاس کرکے پھر شعر کہنا چھوڑ دیا۔ اس کا بڑا بیٹا میر بدر
عالم گوشہ نشین تھا۔ پسر دوم سید نظام مرتضی خان امارت کے درجہ پر پہونچا۔

(۱۳۲) مولانا اسمعیل - ایک وہ ہین جن کا او پر ذکر نمبر ۱۲ مین ہوا - طبقات مین ایک لاہور
کا مفتی اور دوسرا اودہ کا مفتی اسی نام کا لکھا ہے۔

(۱۳۳) ملا عبد القادر - عبد القادری بداؤن مین سنہ ۹۴۷ مین پیدا ہوا۔ اس سبب سے دو برس اکبر سے
پہلے وہ پیدا ہوا اسکے باپ کا نام تھا شیخ ملوک شاہ اور وہ شیخ پنجو سنبلی کا خلیفہ تھا۔ اس نے
سنہ ۹۶۹ مین وفات پائی - عبد القادر یا بداؤنی مین نے جابجا اپنی تاریخ مین لکھا ہے۔
وہ علوم عقلی و نقلی سے واقف تھا اور بڑے بڑے کامل فاضلون و عابدون سے اس نے
ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی تھی وہ علم موسیقی اور تاریخ اور علم ہیئات سے خوب ماہر تھا
خوش آواز بڑا تھا قراءت خوب جانتا تھا اس لیئے وہ پادشاہ کے عبادت خانہ مین امام ہر
چارشنبہ کے لیئے مقرر ہوا تھا۔ جلال خان قورچی کی وساطت سے وہ اول اکبر کی خدمت مین
پہونچا تھا وہ چالیس برس تک شیخ مبارک اور فیضی اور ابوالفضل کے پاس رہا مگر کبھی انمین باطنی
اتحاد نہوا وہ ان کو بدعتی جانتا تھا اور مسلمان نہین سمجھتا تھا اس تعصب مذہبی کے سبب سے ہمیشہ جان
کا دشمن ہی رہا شہنشاہ اکبر کے حکم سے رامائن کا ترجمہ کیا جس کا حال ہم نے تصنیفات عہد اکبری
مین لکھا ہے ۲۴ ہزار اشلوکون کا ترجمہ کیا۔ ایک سو پچاس اشرفی اور دس ہزار تنکہ انعام پائے
مہابھارت کے ایک حصہ کا ترجمہ کیا۔ تاریخ رشیدی کا انتخاب کیا اور بحر الاثمار علم حدیث

ہین اور نجات الرشید ایک اور کتاب تصنیف کی۔ ایک تاریخ منتخب التواریخ تصنیف کی جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہنشاہ اکبر کا سخت دشمن تھا۔ اس مین اکبر کی برائیان بھلائیان بہ نسبت
اکبرنامہ اور طبقات اکبری و مآثر رحیمی کے زیادہ لکھی ہین خاص کر مذہبی خیالات اکبر کے زیادہ
توضیح سے بیان کیئے ہین مشایخ و فضلا و علماء و شعرار کے حالات نہایت دلچسپ لکھے ہین
وہ سنہ ۴ کی ابتدا تک یعنی اکبر کے مرنے سے گیارہ برس سے پہلے تک کی تاریخ ہے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ اس سال مین جہان سے رخصت ہوگیا۔ یہ کتاب مخفی رہی مراۃ العالم مین
لکھا ہے کہ وہ جہانگیر کے عہد مین مشتہر ہوئی۔ جب عبدالقادر کی اولاد نے پادشاہ سے
کہا کہ ہم کو اس کتاب کا علم نہ تھا تو وہ نہایت رنجیدہ ہوا۔ تزک جہانگیری مین اس کتاب کی
بابت کچھ نہین لکھا مگر مآثر رحیمی مین جو یہ شکایت لکھی ہے کہ سوائے طبقات و اکبرنامہ کے
کوئی تاریخ اکبر کے عہد کی موجود نہین ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۰۲۵ تک یہ کتاب
مشتہر نہین ہوئی تھی۔

(۱۳۵) شیخ جوہر

(۱۳۶) شیخ منور وہ لاہور مین پیدا ہوا اسکی قوت حافظہ مشہور تھی۔ نامور عالم تھا اس نے
مشارق الانوار (حدیث) بدیع البیان ارشاد قاضی پر شرحین تصنیف کین۔ جب علماء کا اخراج
دربار شاہی سے ہوا تو وہ گوالیار کے قلعہ مین قید ہوا اور سنہ ۱۰۱۱ مین مرگیا۔ اس کا بیٹا شیخ کبیر
ہے بڑا عالم تھا احمد آباد مین سنہ ۱۰۲۶ مین مرگیا۔

(۱۳۷) قاضی ابراہیم جس کو بدایونی نے حاجی ابراہیم محدث لکھا ہے وہ آگرہ مین زہد و تقوے
و ورع و درس علوم دینی خصوصاً علم حدیث مین بہت توجہ کرتا تھا۔
اسکے شرع و تورع کا تقید آدمیون کے ساتھ اختلاط اور ارتباط کا مانع تھا امر معروف نہی منکر کرتا
تھا حبیب الغضب عبادتخانہ مین آیا تو مراسم تکلفات و آداب ملوک کا مقید نہوا۔ وعظ کہتا او
نصیحت کرتا۔

(۱۳۸) مولانا جمال (۱۳۹) نجے بیین (۱۴۰) بھان چند۔ اب تک تو ہم نے ان مشایخ وعلماء وفضلاء کا نام لکھا جن کا ذکر آئین اکبری مین ابوالفضل نے تحریر کیا ہے مگر اب ہم بعض مشایخ کا ذکر تاریخ بداؤنی اور طبقات اکبری اور اور کتابون سے کرتے ہین۔

شیخ عبدالحق دہلوی۔ اس عہد کے افضل الفضلاء مشہور محدثون مین سے تھے۔ کعبۃ اللہ مین جاکر بعد ادائے حج مدت مدید تک محض تحقیق وصحت احادیث کے لیئے وہان مقیم رہے۔ علوم عقلی ونقلی مین سو کتابین تصنیف کی ہین شرح مشکوٰۃ وتاریخ مدینہ جس مین ائمہ طاہرین اور ظلم وتعدی مخالفین کا ذکر کمال حسن عقیدت سے کیا ہے انکی تصنیفات مین تکمیل الایمان بڑی مشہور کتاب ہے اسمین عقائد اور مشہور تالیفات کا ذکر ہے۔ سو سال سے زیادہ عمر ہوئی۔ جہانگیر کے آخر عہد مین ان کا انتقال ہوا جو علم باعمل کے لیئے تقوے اور صلاح لازم ہین وہ انین تھے۔ دم واپسین تک ادائے فرض وسنن مین کوئی طریقہ فروگذاشت نہین ہوا۔ کعبۃ اللہ سے آن کر اکثر زبان صدق بیان سے فرماتے تھے کہ بیت اللہ مین جاکر تحقیقات احادیث مین جبتک مین نے اوقات صرف نہین کی مجھے معلوم نہوا کہ بہت سی مشہور احادیث وضعی ہین ان کا مقبرہ دہلی مین حضرت خواجہ قطب الدین کی قبر کے پاس ہے۔

(۲) خواجہ باقی باللہ۔ اس عہد مین مقتدائے زمان تھے۔ صفات ذاتی وکسبی وخوارق ان کے مشہور ہین گوشہ نشینی مین اکثر اوقات بسر کرتے تھے مخلوق سے کم ملتے تھے اکثر علوم عقلی ونقلی سے بہرہ تام رکھتے تھے۔ شاہ جہان آباد مین قدم شریف کے متصل جہان آبادی نہ تھی انکی خانقاہ تھی وہین اب آرام کرتے ہین۔

شعرائے عہد اکبری

اس گروہ آفرین طراز ونام آرائے کا ذکر بھی حق گذاری کے لیئے ناگزیر ہے نہانخانہ معنے مین شعراء راہ رکھتے ہین۔ انُ کا ضمیر روشن فیض ایزدی کی تابش گاہ ہے لیکن وہ اپنے گوہر کی بیش قیمتی سے واقف نہین ہوتے اور اس کو سستا بیچڈالتے ہین۔ کمینونکی مدح کرتے ہین اشرافون کی ہجو

وگرنہ صرف الفاظ کا پیوند دینا ہی بڑا تعجب خیز ہے چہ جائیکہ معانی والا کی دریافت ۔ ۵

آنکہ سخن را بہ سخن ضم کند		قطرۂ از خون جگر کم کند	
ہر کہ سخن را بہ سخن باز بست		معجزہ گر نیست کرامات ہست	

تم یہ گمان نہ کرو کہ مین ظاہری پیوند دینے کو کہتا ہون ۔ حق سے باطل دانا سے نادان گوہر سے خرمہرہ ۔ باوجود بہت دوری کے بظاہر نزدیک ہین ۔ پیوند معنوی صورت کی ہم ترازو ہونے کے بغیر نہین پیدا ہوتا اس کا پہچاننا مشکل ہے اور تولنا اس کا اور زیادہ مشکل ہے اس سبب سے بادشاہ شاعر و شاعری کی طرف متوجہ نہین ہوا ۔ خیالی باتونکی تھوڑی سی بھی قدر نہین کرتا تھا نادان جانتے ہین کہ یہ طرز گفتار بادشاہ کو پسند خاطر نہین اس لیئے شاعرون سے دل برداشتہ رہتا تھا باوجود اس حال کے بھی ہزارون قافیہ سنج و نظم آرا ہمیشہ آستانہ پر لگے رہتے ہین اور بہت سے شاعر ایسے ہین جنھون نے دیوان لکھے اور داستان طرازی کی ۔ انہین سے صرف ہم ایک شاعر کا حال اور باقی بعض نامی شاعرون کے نام لکھتے ہین ۔

(۱) شیخ ابو الفیض فیضی ۔ یہ بڑا بیٹا شیخ مبارک ناگوری کا اور بڑا بھائی شیخ ابو الفضل علامی کا ہے اسکے خاندان کا حال ابو الفضل کے بیان مین لکھ چکے ہین وہ ۹۵۴ھ مین پیدا ہوا اپنے جودت ذہن و وقت طبع سے مجمع علوم سے بہرہ وافر حاصل کیا ۔ حکمت و عربیت مین زیادہ توجہ کی ۔ طبابت اختیار کی ۔ مفلس بیمارون کا علاج شروع کیا ۔ فکر معاش سے تنگ حال تھا ۔ ایکدن باپ کے ساتھ شیخ عبد النبی صدر اکبری پاس گیا اور اپنا حال بیان کیا اور سو بیگہ کی مدد معاش کی استدعا کی ۔ شیخ نے تعصب مذہبی کے سبب سے اسکو اور اسکے باپ کو سرزنش کی اور حقارت کے ساتھ مجلس سے نکالدیا ۔ فیضی کو غیرت آئی اور اسنے یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ وقت سے روشناسی اور راہ خوف پیدا کیجئے بعض بار یابون کی وساطت سے بادشاہ کے روبرو شیخ کے فضل و کمال و سخن طرازی و بلاغت گستری کا مذکور ہوا ۱۲ سنہ مین جب بادشاہ چتور کی مہم کو جاتا تھا اسنے شیخ کی طلب کا حکم دیا ۔ ایک طائفہ اہل مدارس کا اس خاندان کا بداندیش تھا اسنے

اس طلب عاطفت کو مطالبہ غیابی کا عنوان بنایا۔ حاکم دارالخلافت کو حکم بھیجا۔ چارشنبہ ۲۰ ربیع الاول کو صبح کو ترکونکی ایک جماعت نے فیضی کے گھر کو گھیر لیا۔ دشمن یہ سمجھے تھے کہ شیخ مبارک اپنے فرزند کو چھپائے گا اور معذرت مین بھیجے گا جس سے اُس کو آرام پہونچے گا اُس وقت گھر مین فیضی نہ تھا قریب تھا کہ دشمنوں کی شورش کی کشمکش شروع ہو کہ اس اثنا مین فیضی آگیا۔ شورش مٹ گئی۔ اب یہان تنگ دستی تھی۔ سفر کا سامان پاس نہ تھا آخر شاگردونکی سعی سے یہ مشکل آسان ہوئی اسکو رخصت کیا سارے گھر کو غم تھا۔ مگر اس سانحۂ غم نما کا انجام نشاط ہوا کہ بادشاہ نے اسپر غریب نوازی کی۔ یہ ایک لطیفہ مشہور ہے معلوم نہین سچ ہے یا جھوٹ کہ جب فیضی بادشاہ کے دربار مین آیا تو وہ چاندی کے کٹھرے سے جس کو نقرۂ پنجرہ کہتے ہین باہر کھڑا تھا کہ اس وقت اسنے یہ قطعہ پڑھا۔

قطعہ

پادشاہا درون پنجرہ ام	از سر لطف خود مرا جادہ
زانکہ من طوطی شکر خایم	جائے طوطی درون پنجرہ بہ

اس قطعہ کو بادشاہ نے بہت پسند کیا اور اسی روز سے بتدریج قربت مصاحبت بڑھتی گئی۔ اسنے شیخ عبدالنبی صدر کے ایسے عیوب بادشاہ کے دلنشین کیے کہ وہ اپنے منصب اور رتبے سے گرا۔ حجاز کو بھیجا گیا جان اور مال خواری و ذلت کے ساتھ دیئے۔ فیضی نے حسن شعر کو اعلے مرتبہ پر پہونچایا تھا ۹۹۳ھ مین ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ ۱۰۰۱ھ مین اسنے ارادہ کیا کہ خمسہ نظامی کی زمین کو جولانگاہ طبع کرے مخزن اسرار کی برابر مرکز ادوار تین ہزار اشعار کی اور خسرو شیرین کے مقابل سلیمان بلقیس اور لیلے مجنون کی بجائے نلدمن ہر ایک چار چار ہزار اشعار کی اور ہفت پیکر کے وزن پر ہفت کشور اور سکندرنامہ کی بحر مین اکبرنامہ ہر ایک پانچ پانچ ہزار اشعار کا لکھے اور تھوڑے دنون مین اس پنج نامہ کی ہر ایک کتاب کی کچھ داستانین لکھین مگر ان کے تمام کرنے پر دل نہاد نہ ہوا۔

کہتا تھا کہ اب نقش ہستی کے مٹنے کا وقت آیا ہے نہ بلند نامی کے پیشطاق کے نگارین کرنے کا۔
پادشاہ نے سنہ ۱۰۰۳ھ مین انکے انجام دینے کی اسپر تقیدکی اور حکم دیا کہ اول نلدمن افسانہ موزون ہو
اُسنے اسی سال مین اسکو ختم کرکے پادشاہ کی نظر کے سامنے گذرانا۔ لیکن مدت سے اس کو تنہائی
پسند تھی خموشی اختیار کی تھی دشوار پسندی کے سبب سے وہ اپنی گرامی کالا کو بازار مین نہ لاتا۔
تارک ہمت پر دست نوازش نہ رکھتا۔ فطرت والا کو شعر کے لیے نیچے نہ اُتارتا۔ اس لیئے
خمسہ ختم نہوا۔ ضیق النفس کی بیماری شروع ہوئی اس حال مین یہ

ابیات

	مرغ وہم از قفس شب آہنگی کرد تا نیم دمے برآ وردم تنگی کرد		دیدی کہ فلک چہ زہرہ نیرنگی کرد آن سینہ کہ عالمے دروے گنجید	

ایام بیماری مین بار بار یہ شعر پڑھتا تھا۔ ؎

	بہ نشود یکے مور لنگ		گر ہمہ عالم بہم آیند تنگ	

۱۰ صفر سنہ ۱۰۰۴ھ مین انتقال کیا۔ فیاض عجم اُسکی تاریخ وفات ہی چالیس برس کے قریب
فیضی تخلص کرتا تھا۔ بعد ازان علامی کے وزن پر فیاضی تخلص کیا۔ نلدمن مین وہ لکھتا ہے۔

ابیات

	فیضی رقم نگین من بود فیاضیم از محیط فیاض		زین پیش کہ سکہ ام سخن بود اکنون کہ شدم بعشق مرتاض	

شیخ کی تالیف سے اکیسو ایک کتابین ہین جو اسکے فضل پر شاہد قوی ہین سواطع الالہام بے نقط
تفسیر لکھی۔ حیدر معمائی نے سورۂ اخلاص سے اسکی تاریخ سنہ ۱۰۰۲ نکالی ہی۔ دس ہزار روپیہ اس کو صلا ملا
موارد الکلم اخلاق مین بھی بے نقط لکھی ہے۔ علماء عصر نے اعتراض کیا کہ ابتک کسی بڑے عالم نے علم
تفسیر مین بے نقط نہین لکھا تو شیخ نے کہا کہ جب کلمہ طیبہ جسپر ایمان موقوف ہے بے نقط ہے اس سے
زیادہ اور دلیل اسکی فضیلت کی کیا ہوسکتی ہے۔ شیخ کی چار ہزار تین سو کتابین صحیح و نفیس ہر کا

شاہی مین داخل ہوئین۔ بادشاہ کے ساتھ مصاحبت شیخ کی علم وکمال کے سبب سے تھی
شاہزادونکی تعلیم کے لیئے اکثر وہ مامور ہوتا تھا۔ حکام دکن پاس ایک دفعہ سفارت مین بھیجا
گیا تھا۔ چارصدی منصب پایا تھا۔

اسنے مال ودولت کی زیادتی کو اپنے نیاز کی افزایش کا وستایہ بنایا اور روزگار کی تنگی
کو پیرایۂ نشاط۔ اس کا گھر خویش و بیگانہ و دوست دشمن کے لئے کھلا رہتا تھا اسکے گھر مین بی
سامان آرام پاتے۔ حکمت ناموں کو غور سے پڑھتا اور دیدہ کی راہ سے دل کو غذا دیتا۔ اکثر
طبابت کرتا اور مفلس بیمارون کا علاج کرتا۔ فنون شعر مین دلآویز سخن اسکی یادگار ہین۔
ابوالفضل نے اسکے مرنے کے دو برس بعد ان اشعار کو جمع کیا ہے کہتے ہین کہ جسوقت فیضی کی
جان بلب ہونے کی خبر بادشاہ کو پہونچی تو وہ اُسی وقت اس پاس آیا اور اس کا سر ہاتھ
سے اُٹھایا اور کئی دفعہ کہا کہ شیخ جی تم کیون نہین بولتے مگر اس وقت زبان مین تاب وتوان
کہان تھی جو وہ کچھ کہتا۔ اسوقت بادشاہ نے زمین پر اپنی پگڑی دے ماری اور رونے پیٹنے
لگا۔ جب ہوش مین آیا تو گھر نہ گیا بلکہ ابوالفضل پاس جو ایک جدا مکان مین تھا آیا اور اس کو
تسلی وتشفی دی۔ شیخ عبدالقادر بدایونی نے جوان دونون بھائیون کا سخت دشمن تھا جلے پھپھولے
پھوڑے ہین اور فیضی کا حال یہ لکھا ہے کہ وہ شعر کے فنون جزئیہ دمعما۔ عروض وقافیہ۔ تاریخ
نعت۔ طب۔ خط انشا مین زمانہ مین اپنا عدیل نہین رکھتا تھا۔ اوائل مین تخلص فیضی کرتا تھا
اور آخر مین اپنے چھوٹے بھائی کے خطاب علامی کے وزن پر تخلص فیاضی رکھا جس سے کہ علو
شان معلوم ہو۔ مگر وہ سازگار نہوا۔ ایک دو مہینے کے بعد دنیا سے سفر کیا اور بہت حسرت ساتھ
لے گیا۔ وہ جدو ہزل کا مخترع۔ اور عجب وکبر وحقد۔ نفاق۔ خباثت دریا وحب جاہ ورعونت کا
مجمع تھا۔ اہل اسلام سے عناد و عداوت رکھنا اصل اصول دین پر طعن کرتا اصحابہ کرام کے
مذہب کی توہین کرتا۔ تابعین وسلف وخلف متقدمین ومتاخرین و مردہ وزندہ مشائخ
کی بے ادبی کرتا۔ علما وصلحا وفضلا کو رات دن ظاہر بُرا بھلا کہتا برخلاف دین جمیع محرمات

کو مباح اور فرائض کو محرم جانتا تھا۔ بے نقط تفسیر بدنامی کے دور کرنے کے لئے عین علالت مستی وجنابت ہین لکھی۔ کتے اسکے ورقون کو پائمال کرتے تھے یہی سبب تھا کہ جب مرنیکا وقت آیا تو وہ کتے کی طرح بھوکتا تھا۔ جب اس کے آخر وقت پادشاہ عیادت کو گیا ہی تواُس پر بھی وہ بھوکا اس بات کو پادشاہ نے خود برسر دیوان بیان کیا۔ اُس کا منہ سوج گیا تھا اور سارے ہونٹ سیاہ تھے۔ پادشاہ نے ابوالفضل سے پوچھا کہ کیا فیضی مسی ملتا تھا جو یہ ہونٹ کالے ہین اُس نے جواب دیا کہ خون کی قے آنے سے یہ سیاہی ہوگئی ہے۔ اسکی تاریخین مرنے کی بھی اُس نے لکھی ہین۔ ؎

سال تاریخ فیضیٔ مردار		شد مقرر بچار مذہب ما	
سال فوتش چہ سگ پرستی مُرد		سال تاریخ خالداً فی النار	

چالیس برس تک شعر کہا مگر درست شعر کہنا نہ آیا۔ استخوان بندی اسکی خوب ہوتی۔ مگر مصالح شعر کا مغز نہوتا۔ وہ سرتاپا بیمزہ ہوتا۔ شطحیات و فخریات و کفریات مین اس کا سلیقہ مشہور تھا۔ لیکن ذوق عشق حقیقت و معرفت و چاشنی روحانی قبول خاطر نہین رکھتا تھا وہ اپنی تصنیفات کو لکھا کر مفت لوگون کو دیتا تھا مگر کوئی نہین لیتا تھا۔ جب وہ دکن مین تھا اور مین نے اُسکو دامن کوہ کشمیر سے خط پادشاہ کی بے التفاتی اور کورنش بند ہونے کا حال لکھا تو اُسنے میری سفارش مین پادشاہ کو یہ خط لکھا کہ وہ اکبرنامہ مین لکھا ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ملا عبد القادر اہلیت تمام رکھتا ہے اور علوم رسمی جو ہندوستان کے ملا پڑھتے ہین وہ جانتا ہے میرے باپ سے کسب و فضیلت کی ہے اور ۲۰ برس سے مین اسکو جانتا ہون۔ فضیلت علمی کے سوائے طبع نظمی و سلیقہ انشا عربی و فارسی رکھتا ہے اور کچھ نجوم ہندی و حساب بھی جانتا ہے نغمۂ ولایت و ہندی و شطرنج مین بھی وقوف رکھتا ہے۔ باوجود ان تمام فضائل کے بے طمعی و قناعت و کم تردد رکھتا ہے راستی و درستی و ادب اسمین ہین اکثر رسوم تقلید کو ترک ہے۔ درگاہ پادشاہی سے اخلاص و عقیدت رکھتا ہے جب کو تھل میر کو لشکر متعین ہوا ہے تو وہ التماس

کرکے جان ہتھیاری کے لئے گیا اور وہان تردد کرکے زخمی ہوا اور حضور نے اس کا انعام دیا۔
اول مرتبہ اس کو جلال خان قورچی خدمت اقدس مین لایا اور عرض کیا کہ مین نے ایک
امام حضرت کے لئے پیدا کیا ہے کہ جس سے حضور بہت خوش ہونگے۔ میر فتح اللہ نے بھی اس کا
حال عرض کیا تھا اور اسکی آخری خدمت سے بھی وہ مطلع ہے لیکن مشہور ہے ع جوی طالع زخرواری
ہنر بہ۔ مین خود اسکے قصور معاف کرنے کے لئے نہین آسکتا اس لئے عرض رسا ہون کہ اسکی
خطا معاف ہو۔ اب عبد القادر خود لکھتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فیضی کی جانب سے اسقدر اخلاص
پھر اسکی یہ مذمت کرنا کس مذہب مین جائز ہے تو یہ مین کہونگا کہ تمام حقوق سے حق دین و حفظ
عہد برتر ہے۔ آج ہم فیضی کی اس فیاضی اور آشنا پروری پر تحسین کرتے ہین اور بداونی کی
خباثت پر نفرین۔ اور نامور شاعرون کے نام یہ ہین۔ خواجہ حسین ثنائی مشہدی۔ عرفی
شیرازی۔ میلی ہروی۔ نظیری نیشاپوری۔ عرفی شیرازی کے ان دو شعرون سے جو نیچے
لکھے ہین بعض آدمی یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ ان دونون بھائیون فیضی و ابو الفضل سے ناراض تھا۔

یوسف نفس مرا ز آسیب اخوان دور دار	کاین حسودان مروت سوز با این بیگناہ
ما فریب غول ہمزاد ند در راہ سلوک	با فساد گرگ انبار ند در نزدیک چاہ

لارڈ ٹنی سن انگلستان کا ملک الشعرا رہا ہے اُسنے خواب کے طور پر نظم لکھی اس کا ترجمہ لکھتے ہین۔

خواب ٹنی سن

اکبر اور ابو الفضل۔ محل فتحپور سیکری کے سامنے۔

وقت شب

اکبر کے مورخ نے پوچھا اے قومون کے نور آج شب کو کس بات نے تجھکو پریشان کر رکھا ہے۔ اکبر
نے ستارون کیطرف دیکھ کر ابو الفضل کی طرف سر پھیرا اور کہا۔ مینے ایک خواب دیکھا ہے
ممکن ہے کہ وہ غلط ہو لیکن مین نے اپنا دل خدا کی طرف رجوع کیا اور خواب کے خلاف دعا
کرتا رہا۔ دعا کرنی اور دعا کے موافق عمل کرنا۔ یہ دونون باتین اللہ کی عبادت ہین لیکن وہ

دعائین جن کے بعد ان کے مطابق اعمال ظاہر نہین ہوتے انکی مثال اُن خوبصورت ماؤن کی سی ہوتی ہے جو مردہ بچے جننے مین خود مرجاتی ہین مین نے خدا کے سامنے اقرار کیا ہو کہ اس عظیم الشان سلطنت مین جسکو شمشیر نے کہ انسان کو مغلوب کرتی ہے تاکہ امن پر قبضہ ہو فتح کر کے مجھکو دیا ہے مین راستی اور انصاف سے ہمیشہ کام کرون خواجہ مجھ کو کیسے ہی خواب نظر آیا کرین اللہ میرا راہ نما ہو ہمیشہ۔

اے میرے شریف دوست اور اے میرے خیر طلب مشیر میرے پہلو مین آکر بیٹھ۔ جب تک ہم اور تم ایک ہین مین اس تنہا شخص کیطرح نہین ہوتا جو بادشاہ کے باغ مین جاتا ہے اور ادھر اودھر پھر کر ہر خوشنما پودے سے خوبصورت پھول چنتا ہے تاکہ اُن سے ایک تاج سجائے جو بادشاہی کے لیئے صرف ہو بلکہ وقت مناسب پر اس جنگ و جدال کی سرزمین ہند مین ہر مسلمان برہمن اور بدھ مسیحی اور آتش پرست کے لیئے ہو۔

تیسرے بھائی نے اللہ کی تعریف مین کیا خوب کہا ہے ”اے خدا تیری شان نے عقل کو حیرت مین ڈال رکھا ہے۔ حکمت کی راہون نے جو تیرے کمال کا رستہ بتلاتی ہین ریگ بیابان کے ذرون کو اندھا کر دیا ہے۔ ہم تیرے ابجد عشق کا الف تک نہین پڑھ سکتے۔ اللہ اپنے تیئن جانتا ہے۔ انسان نہ اپنی اور نہ اللہ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے کیونکہ ہر ملت و مذہب کے فرقہ کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ یہی دعوی رکھتا ہے کہ ہین ہی صرف اس طریقت پر ہون جو کامل ہے باقی جسقدر رہین سب تباہی کے مستحق ہین۔ کیا گلاب کنول سے کہیگا کہ تو کوئی پھول نہین ہے کیا کھجور سرو سے دعوی کریگی کہ مین ہی صرف حسن رکھتی ہون۔ کیا آم خربزہ کو ٹھکرا کر یہ کہے گا کہ صرف میرا ہی وہ پھل ہے جسکو انسان کے لئے اللہ نے بنایا ہی دیکھو اللہ کی زندہ نبض اس عالم کے ہر جزو مین کس طرح تڑپ رہی ہے اگر آسمان کا ہر ایک ستارہ یہ دعوے کرے کہ بس مین ہی فلک پر ایک انجم ہون تو افلاک پردہ آسمانی موسیقی پیدا ہو جس کو یونانی فلسفی (فیثاغورث) نے کبھی خواب مین بھی نہ سُنا ہوگا۔

سب مین نور ہے اور نور تھوڑا یا بہت چھانون کے ساتھ عبادت کے انسانی طریقون مین
ظاہر ہے مگر ہمارے علماء دین جو سبز مسندون پر بیٹھ کر ناریون کی اداؤن پر غور وفکر
فرماتے ہین وہ سب وحشی جانورون کی مانند ہین جو ابھی قفس مین بند کئے گئے ہین جسقدر
قفس تنگ ہے اُسی قدر اُن کا غصہ اور پیچ وتاب زیادہ ہے یہ لوگ بڑے گستاخ نظرون سے
میرے مقابلہ پر آتے ہین - یہ کچھ تعجب کی بات نہین ہے مین آخر وہ ہی ہون جس نے
کہدیا ہے کہ کتا تک پاک ہے - لحم خنزیر تک چکھ سکتے ہین اور شراب پی سکتے" ہین
وہ یہ بھی بخوبی جانتے ہین کہ جب کبھی ہمارے آزاد قصر مین جہان حکمت کی باتین اور مذہب
کے مسائل آزادی کے ساتھ بیان ہوتے ہین انھون نے معمولی شرعی قیل وقال کی ہے
تو مین نے اُنکی باتون مین ایسی ہی موجون کی آواز سنی جو تنگ پانی مین جوش کھاتی
تھین لیکن یہ آواز وہ صورت عظیم نہ تھی جو حقیقی بہنے سمندر کی ہوتی ہے - کسی قوم کو اپنے قدیم
مذہب کے احاطہ سے خارج کرکے زبردستی اپنے ملت کے حدود مین محصور کرنا عقل اور شان
سلطانی کے خلاف ہے میرے عہد سلطنت کی نورانی صبح (یعنی ابتدائی زمانہ سلطنت
کا) پر اس شرمناک بادل کی سرخی ظاہر ہین تھی جب کہ مین نے (نیا مذہب جاری کرنا
چاہا تھا -

مین لوگون کی جات اور مذہب کے جھگڑون سے متنفر ہون لیکن مین لوگون کو اُنکی مرضی کے موافق
عبادت کرنے دیتا ہون - اور کسیطرح کا محصول غیر مذہب والون سے حاصل نہین کرتا مین ہر مذہب
اور قوم والون مین بہادر اور شجاع آدمی مشورت اور دوستی کے لئے انتخاب کرتا ہون اور کافر
کے لفظ سے نفرت کرتا ہون - قرآن اور شمشیر کے نام سے مجھ مین لغزش آجاتی ہے (ہچکچاتا ہون)
(مسیحی وصلیب کے الفاظ پر سہم جاتا ہون) لیکن مسیحون کی پاک کتاب بتاتی ہے کہ اللہ
عشق ہے اور جب کہ گوا کے پادری نے اپنے پیغمبر ابن مریم کا قول نقل کیا کہ اے بچو ایک
دوسرے کو پیار کرو - اور اچھا چاہو ان کا بھی جو تم پر ظلم کرتے ہین" مین نے یہ سنکر خیال کیا

کہ اس قول مین ایک بادل کو ہٹا کر وہ نورانی شعلع پیدا ہوئی ہے جو آفتاب اسلام سے بھی نہین نکلتی۔

تجھکو یاد ہوگا کہ غصہ وغضب سے کس طرح اس بوسیدہ مذہب (غالبًا اسلام سے مطلب ہے) کے در و دیوار ہل گئے تھے جب اس پیشین گو پادری نے اپنا آقا مسیح کو پاکی اور انصاف کا سورج کہا۔ یعنی اللہ اس روے زمین پر آیا اور اپنے بندون کو سچائی اور انصاف کی عنان سے پکڑا (مذہبی تعصب نے یہ اشعار شاعر سے کہلائے ہین۔)

یہ تو کیا کہتا ہے؟ کیا قدیم ایران مین اللہ کو عشق کا آفتاب اور عشق کو راستی کی کمند نہین کہا گیا کیا یہ قدیم ایران کی آواز تھی۔ نہین بلکہ مین جانتا ہون کہ ضعیف شیخ ابو سعید کا قول تھا شیخ پر عورتین چلاتی تھین کہ یہ ملحد و کافر ہے اور اسکے سر پر چھتون سے غلاظت پھینکی تھی یہ شیخ وہ تھا کہ جو راز آلہی کو گاتا تھا اور جس نے خدا کے عشق مین اپنے آپ کو محو کر دیا تھا۔

اللہ آفتاب ہے جو دنیا مین اسوقت تک دھندلا نظر آتا ہے جبتک زمین پر صبح فانی کی عبادات آفتاب نصف النہار کی چمک مین محو نہ ہوجائین یہ وقت وہ ہوگا جب کہ ایک مذہب دوسری مذہب کے خلاف غلط شہادت نہ دے گا۔

بلکہ نور کی تیزی مین اپنی حدود کو پہچانے اور اپنے سے گذر کر سچائی کی محبت اور محبت کی سچائی مین ازل تک ہمیشہ آسانی سے متحرک رہے گا۔

آفتاب۔ آفتاب۔ لوگ مجھ زردشتی پر ملامت کرتے ہین۔ آفتاب ہماری زمین کو گرما کر اناج اور پھل دیتا ہے۔ ہمارے کھیتون پر تبسم کرتا ہے۔

اسمین چاہے تیری کھیتی ہو یا میری۔ شیعہ اور سنی دونون کے خون کو حرارت بخشتا ہے اس لئے آفتاب کو ابدی و ازلی نشان مانو۔ جو سلاطین اپنی کل رعایا سے ایک سی محبت اور ایک سا قانون سب کے لئے رکھتے ہین اس بنار پر کیونکر آفتاب کی عظمت نہ کرین اپنے اچھے افعال سے انسان کے حق مین ایسے سلاطین نور ہوتے ہین۔

لیکن یہ تو ہماری حضوری سے ایک شخص کے چہرے پر چمکتے نہ پایا تھا کہ کل صبح ہمارے پاس وہ آیا دونوں آنکھوں میں غصے سے نار جہنم مشتعل تھی وہ آتے ہی چلا یا کہ تو آسمان سے نیا قرآن ہمارے لیئے لایا ہے۔ کیا تو پیغمبر ہے۔ تو معجزہ دکھا سکتا ہے اس کا وحشیانہ غصہ چاھتا تھا کہ مجھکو اُٹھا کر کہین پھینک دے لیکن وہ کامیاب نہوا۔ معجزہ۔ کیسا معجزہ معجزہ نہ مین دکھا سکتا ہون نہ وہ۔ اور نہ کوئی اور۔ مین صرف اتنا کر سکتا ہون کہ حیات انسانی کو تاریک حجرہ مین عقل کی مشعل دکھلا دون اور متحیر ہو کر کائنات عالم کے معجزہ کو دیکھون اُسکی عظمت کے خیال مین محو ہو جاؤن۔ جس نے یہ سب کچھ بنایا اور بناتا ہے جو ہے اور جو وہ نہین ہے جس کو مین دیکھ رہا ہون۔ باقی سب ظاہری صورتین ہین اور خفیف رسوم جو مختلف قومون کے ساتھ اپنا رنگ جدا جدا دکھاتی ہین۔

لیکن اے دوست تو جانتا ہے کہ یہ ظاہری صورتین .... بھی میرے نزدیک ضروری ہین۔ صرف اتنا لازم ہے کہ وہ شخص جو احتیاط اور مہربانی کے ساتھ خلق خدا پر حکومت کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ ان ظاہرا صورتون کو ایسے سانچے مین ڈھالے جو سب کے لیئے موزون ہو جاوین۔

یہ ظاہرا صورتین کیا ہین۔ خوبصورت لباس ہین۔ کہین سادے کہین قیمتی چست یا ڈھیلی جو ادھر اودھر اُڑتے پھرتے ہین۔ ان مین جو حرارت ہے وہ دل کی حرارت ہے۔ ان مین جو حرکت ہے وہ ہاتھ پیرون کی حرکت ہے جب پُرانے ہو جاوین تو انکی جگہ نئے بدلے جا سکتے ہین یہ صورتین فطرت کے بازار مین روحانی کہلائی جاتی ہین۔ یہ انسان مین خدا کے ہونے کی خاموش ابجد ہین جو بول اُٹھتی ہین۔ یہ علم ہین جو اس قوت کا نشان دیتے ہین جو نظر نہین آتی لیکن دور سے سب پر حاکم اور قادر ہے۔

یہ صورتین وہ ریشمین رسن ہین جو بہشت سے لٹکائی گئی ہین تاکہ اس وقت جب حکمت کے طریقے ناکام رہین تو مخلوق کو زمین کی غلاظت مین لوٹنے سے بچاوے۔

سب سے زیادہ یہ ہونا چاہیے کہ جب رعایا اپنے آقا کو دیکھے جسنے اسکے لیئے ان صورتون کو پیدا کیا ہے تو ان کی پابند ہو اور آقا کی مطیع تاکہ اس کنارہ پر بھی ایک حد تک ایسی طرح کی زندگی بسر ہو سکے جو پل کے اُترنے کے بعد زندگی ہونے والی ہے اور اپنے مین اور اپنے سے باہر اس ذات نا متناہی کی خدمت ہو سکے جو سب کچھ ہے اور سب سے برتر ہے جو نہ بدلنے والی ذات واحد اور نہ ہمیشہ تغیر مین رہنی والی کثرت ہے جسکی حمد مین کلیسہ کا گھنٹہ۔ مسجد سے اذان۔ صنم پرستون سے راز الٰہی کی ٹوٹی پھوٹی آوازین بلند ہو کر ایک دھن مین خدا کی عبادت کا راگ گاتی ہین مغرب کی طرف۔ اس آہستہ ڈوب ہونے والے ستارہ کے نیچے مسیحی ایک روحانی سردار رکھتے ہین اور اے ابوالفضل مین بھی تیری صلاح اور مدد سے اپنے اسلام کا ایسا ہی سردار ہون۔ نکہ شان سلطانی کا سراب اس وقت تک پورا نظر نہین آ سکتا۔ جب تک اتنی قوت نہو کہ اپنی بیشمار رعایا کو متحد کر کے ایک کر دون۔ ظلم و جور کے شیر کو شکار کرون اور ملت الٰہی کو مذاہب مختلفہ کی طوفانی سطح پر تیل کی طرح ڈالکر اُن مین سکون پیدا کرون۔ طوفان نے جو موج اور موج مین غار ڈال دیئے ہین اُن کو پُر کرون اپنے بچون کو راستی کے دودھ پر پرورش کرون۔ قدیم عداوتون کو کیمیا کے زور سے عشق کا کندن بنا کر سکہ رائج کر دون۔ اور اُن مذہب پیشہ لوگون کے قاتل سم کو جو افعی کی طرح پھن اُٹھاتے ہین کچل کر نیست و نابود کر دون۔ ایک اللہ ہو۔ ایک خلیفہ۔ لیکن بعض اوقات شبہ پیدا ہوتا ہے۔ خوف دامن گیر ہوتا ہے۔ اور کل دوپہر کے وقت تو خواب ہی دیکھا تھا۔ تجھکو معلوم ہوگا کہ میرا دل اپنے فرزند سلیم کی محبت کے لیئے کیسا عمیق چاہ ہے اور وہ ہی میرا وارث ہے مگر یہ میرا خواب کیسا وحشتناک ہے مین دیکھتا ہون کہ سلیم تیری طرف بُری نظرون سے دیکھتا ہے گویا تو وہ ہے جس نے مجھکو صلاح اور مشورہ دینے مین شرک اور لامذہبی کی شراب پلا دی ہے۔

مین نے یہ خواب دیکھا کہ ایک پتھر رکھکر مین نے ایک مقدس معبد تعمیر کیا ہے جو نہ بتخانہ ہے نہ مسجد نہ کلیسہ۔

یہ عمارت بلند اور سادہ تھی اور اسکے دروازے آسمان کی نسیم کے لیئے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ راستی۔ امن۔ محبت۔ انصاف۔ اس گھر مین آکر بس گئے تھے۔ ہم اور تم اس قصر عالیشان کو کھڑے دیکھتے اور خوش ہورہے تھے کہ دفعتہً سننے کی آواز آئی جیسے کوئی کسی کو چھیڑتا ہے اور یہ الفاظ سُنائی دیئے "نیا قرآن" اس کے بعد دفعتہً تسلیم کا نام سُنا اور فوراً مجھکو دیکھا کہ میرے سامنے مرکر گرا سیاہ پروانئے عزرائیل نے مجھ کو بھی مغلوب کیا۔ لیکن چونکہ موت کے بعد سماعت و بصارت ہے مین نے اپنے فرزند اور ان کو جو اُسکے پیرو تھے دیکھا کہ میری تعمیر کے ایک ایک پتھر کو علٰحدہ کرکے اس کو کھنڈر کردیا ہے اور اس کھنڈر سے لاکھون مظلومون کی چیخون اور کوسنون کی آوازین اس طرح بلند ہوئی ہین جیساکہ پہلے کبھی حال تھا مین اُس حالت کو دیکھ کر آہین بھرتا تھا کہ مغرب کی سمت سے ایک اجنبی قوم آئی اور اُس نے میرے قصر کے ایک ایک پتھر کو پھر جمع کیا اور راستی۔ امن۔ محبت۔ انصاف پھر اُس مین آئے اور آباد ہوگئے۔

میدانون مین ستی کی آگ پھر نہ نظر آئی اور نہ کم سن بیوی اور بیوہ کی پُردرد آہین سُنائی دین۔ سب تعریف اللہ کی ہے جسکے ہاتھ سے اُس نے چاہا میرے مقصد کو پورا وایا۔ لو اب نوبت کی آواز آنے لگی ہے محل مین سب جاگ اُٹھے اور صبح نے رات کی سیاہ پلکون کو روز بیدار کے گلابی رخسارون سے اُٹھادیا۔ آؤ سورج کی تعریف گائین وہ گارہے ہین اب ہم کو بھی چلنا چاہیئے

سورج کی تعریف

پھر تو آسمان پر چمکتا ہوا بڑھا۔ پھر تجھ کو مین نے چمکتا ہوا دیکھا۔ ہر صبح تیری پیدائش کا دن ہے۔ انسان کی آنکھ اور دل کو تو خوش کر رہا ہے۔ ہر صبح ہم تجھکو یہان آکر سلام کرتے ہین اور تیرے سامنے بہت جھکتے ہین۔ تو مثل خدا کی ہے۔ تو نہ بدلنے والا بدلنے والے افلاک پر ہے۔

تو نے پرچھائین کا پیدا کرنے والا اور تو ہی پرچھائین کا مٹانے والا ہے ملکون ملکون اپنی روشنی کو تیرون کی طرح بھیجتا ہے۔

یہان تیرے دربار کے لاکھون شاعر پادشاہ پکار کر تیرے استقبال کو کھڑے ہین
اور چمن و صحرا کے راگون مین تیری تعریف گانے بیٹھے ہین پرند گاتے
ہین پھول کھلتے ہین آدمی اس گنبدِ نیلگون کے سایہ مین
جھکتے ہین اسکی عبادت مین جو ازلی و ابدی ہے
اور جو اس شعلۂ نور مین موجود ہے
جس سے وقت کو اندازہ
کرتی ہین

احوال دوازدہ صوبہ

بابر کے عہد سے ہندوستان کے انتظام و بندوبست نے ایک نئی صورت پیدا کی اور شیر شاہ نے سلطنت کے تو بالکل صحیح اصول قائم کیے اُس نے ساری قومون اور فرقون کو انتظام سلطنت مین شریک کر لیا۔ یہ بیج جو اُس نے بویا تھا وہ اکبر کی آبیاری سے بڑا بارور درخت ہوا۔ اکبر نے اپنی ابتدائے سلطنت مین شیر شاہ کے تمام ضوابط و سرشتے و صیغے بدستور قائم رکھے۔ شیر شاہ و سلیم شاہ کی قابلیتون اور لیاقتون کا شہنشاہ اکبر ایسا قائل تھا کہ اُن کو ملائک السلاطین کہتا تھا۔ گو شیر شاہ نے ہمایون اُس کے باپ کو ہندوستان سے شکستین دیکر نکالا تھا۔ ابو الفضل نے جو سلطنت کے آئین وضوابط بیان کیے تھے اُس کا بیان ہم لکھ چکے ہین۔ اب دوازدہ صوبہ کا حال جو اُس نے لکھا ہے وہ نہایت مختصر بیان کرتے ہین اور اسپر کچھ اضافہ اور اُن کا نقشہ جو انگریزی تاریخون کے ساتھ چھاپا جاتا ہے اُس کو بھی اپنے نقشون کی جلد مین چھاپتے ہین۔

اکبر کی سلطنت کے بعض صوبے یورپ کی سلطنت کے برابر وسعت رکھتے تھے۔

سنہ ۴۰ الٰہی مین شہنشاہ اکبر کی قلمرو مین ۲۷۳۷ قصبے اور ۱۰۵ سرکارین تھین۔ جب جمع دہ سالہ مقرر ہوئی ہے تو ان صوبون کی جمع ۳ ارب ۶۲ کروڑ ۷۹ لاکھ ۵۵ ہزار ۲ سو چھبیس دام تھے یعنی ۹ کروڑ ۷ لاکھ ۴۳ ہزار ۸ سو اکیاسی روپے اور ۱۲ ہزار برگ تنبول تھے۔

پادشاہ نے اپنے ملک کو بارہ حصون مین تقسیم کیا اور ہر حصہ کا نام صوبہ رکھا اور اس کو کسی ملک یا شہر کے نام سے موسوم کیا۔ ان صوبون کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) الہ آباد (۲) آگرہ (۳) اودہ (۴) اجمیر (۵) احمد آباد (۶) بہار (۷) بنگالہ (۸) دہلی (۹) کابل (۱۰) لاہور (۱۱) ملتان (۱۲) مالوہ۔

جب دکن مین برار و خاندیس و احمد نگر فتح ہو گئے تو یہ تین صوبے اور بڑھ کر پندرہ صوبے ہو گئے۔ ہم ان صوبون کا بیان مشرق سے جو پایین ہندہے شروع کرتے ہین۔ اور

زابلستان پر جو بالاے ہند ہے ختم کرتے ہین۔
درازی بندر چاٹگانون سے گڈھی تک چارسو کوس اور پہنا شمالی کوہ سے سرکار مداران تک دوسو کوس۔

صوبۂ بنگالہ (۱)

جب اس صوبہ پر ملک اڈلیسہ کا اضافہ ہوا تو اس صوبہ کا طول ۴۳ کوس اور عرض ۳۲۲ کوس بڑھ گیا اسکے مشرق مین دریا رشور شمال وجنوب مین کوہ مغرب مین بہار مشرق مین ایک ولایت بھائی ہے اسُ کو بھی اس ملک مین شمار کرتے ہین۔ اس ولایت کے پہلو مین راجہ آشام کا ملک ہے۔ اسکی فروشکوہ کی بڑی باتین بنائی جاتی ہین۔ جب راجہ مرتا ہے تو اُسکے خاص مرد و زن کشادہ پیشانی سے زندہ درگور ہوجاتے ہین۔ اس سے پایان تبت پیوستہ اور اُسکے چپ مین ختا جسے مہا چین مین جاتے ہین جسکو ماچین کہتے ہین دار الملک خان بالغ سے دریاے شور تک چالیس منزل مین ایک نہر کاٹی ہے اُسکے کنارہ پتھر و چونہ سے بنائے ہین۔ مشرق وجنوب کے درمیان ایک فراخ ملک ہے جس کا نام ارخنگ ہے۔ بندر چاٹگانون اسمین ہی یہان کے آدمیون کا مذہب ہندو مسلمانون کے مذہب سے نرالا ہے۔ اُنکے ہان سگی مان کے سوا رسب سے ازدواج جائز جانتے ہین اسکے قریب پیگو ہے جس کو چین کہتے ہین۔ پرُانی کتابون مین اسُ کو دار الملک چین لکھا ہے۔

فلزات کے کانون پر نگہ یتزہ کی قومون مین لڑائی رہتی ہے۔
بنگالہ کا اصلی نام بنگ ہے۔ پہلے فرمانداہون نے سارے ملک مین بیس گز چوڑی اور دس گز اونچی خیابانین بنائی تھین اور اُن کو آل کہتے تھے۔ بنگ اور آل ملکر بنگالہ زبان زد خلائق ہوا ہر مقام مین دریا و نکی افراط ہے۔ پائین گنگا مین یہ صوبہ واقع ہے۔ یہان کے آدمی سوائ دہوتی کے کچھ اور لباس نہین پہنتے۔ عورتون پر اُنکے کامون کا مدار ہے نرسل وبانس کے مکانات بناتے ہین جنمین سے بعض پانچ پانچ ہزار روپے کی لاگت کے ہوتے ہین وہ بہت دیر پا ہوتے ہین آمد و شد کشتی پر ہوتی ہے خاصکر بارش مین لڑائی و بار برداری اور تیز روی کے لیئے طرح طرح کی

کشتیان بناتے ہین - قلعہ گیری کے لیئے ایسی کشتیان تیار کرتے ہین کہ جب ساحل پر جا ہیئن تو وہ ایسی بلند ہوجا یئن کہ قلعہ پر آسانی سے غالب آ یئن -

اس دیار مین خواجہ سرا تین طرح کے ہوتے ہین (۱) صندلی (۲) بادامی (۳) کافوری اول کے تینون عضو کو جڑ سے کاٹ دیتے ہین اُن کو اطلسی بھی کہتے ہین - دوسرے مین آلت فعلی ہوتا ہے - سوم خصیتین کو بچپنے سے مل مل کر نابود کر دیتے ہین یا نکال لیتے ہین - کہتے ہین کہ آدمی کے سوائے جس جاندار کو خصی کیجئے اُسکی سرکشی کم ہوجاتی ہے مگر اس سے مردم زاد کی سرکشی بڑھ جاتی ہے -

جنت آباد ایک پُرانا شہر ہے کئی دفعہ دارالملک رہ چکا ہی اُس کا نام لکھنوتی زبان زد خلائق ہے بعض اُسکو گور بھی کہتے ہین جنت آشیانی ہمایون نے لکھنوتی کا نام یہ جنت آباد رکھا تھا -

چاٹگانون ایک بڑا شہر سمندر کے کنارہ پر ہے وہ ایک عمدہ بندر ہے جہان فرنگی اور تاجر آتے جاتے ہین - ستاگانو اور ہگلی دو اور بندر ہین جنمین آدہ کوس کا فاصلہ ہے دونون فرنگیون کے پاس ہین اڑیسہ ایک جدا ملک ہی وہ بنگالہ مین داخل ہے اسمین ایک سو نو پختہ قلعے ہین اسمین ایک عورت کئی کئی خاوند کرتی ہے تاڑ پر لوہے کے قلم کو ہاتھ مین لیکر لکھتے ہین - کٹک مین ایک سنگین قلعہ ہے اور اس ملک مین جگن ناتھ کا بڑا مندر ہے

اس صوبہ بنگال مین ۲۴ سرکارین ہین ۷۸۷ محال جمع ۵۹ کرڑور ۸۴ لاکھ ۵۹ ہزار ۳ سو انیس دام سب نقد ہے - ۳ ہزار ۳ سو تیس سوار - آٹھ لاکھ ایک ہزار ایک سو پچاس پیادے ۱۱۷۰ ہاتھی ۴ ہزار دو سو ساٹھ توپ چار ہزار چار کشتی -

گدھی سے رہتاس تک ۱۲۰ کوس تک لمبا اور ترہت سے شمالی کوہسار تک سو کوس چوڑا مشرق مین بنگالہ مغرب مین الہ آباد و اودہ - شمال و جنوب مین کوہ بزرگ دریا بہت سے ہین سرکار بہار مین موضع راج نگر مین سنگ مرمر کی کان ہے اس سنگ مرمر کے زیور بناتے ہین - یہان گیا کا معبد ہے اُس کو برہما سے منسوب کرتے ہین - منگیر مین دریائے

گنگ سے کوہ تک ایک سنگین دیوار کھچی ہوئی ہے اس کو سرحد بنگالہ کہتے ہین - ترہت مدتون سے دار العلم ہے رہتاس کوہ پر ایک قلعہ ہے - پٹنہ بڑا شہر ہے بنگال اور بہار دونون مل کر ملک فرانس کی برابر ہین اس صوبہ مین ۷ سرکار ۱۹۹ پرگنے جمع ۲۲ کرُوڑ ۱۹ لاکھ ۱۹ ہزار ۴ سو ۴ دام ضبطی ۸ ۲۳ زمین پیمودہ ۲۴ لاکھ ۴۴ ہزار ایک سو بیس بیگہ ہی ۷ اکرُوڑ ۲۶ لاکھ ۱۸ ہزار ۷ سو چہتر دام نقد ہے اور اس مین سے ۴ کرُوڑ ۲ ۹ لاکھ ۷ ۳ ہزار ۶ سو ۳ ½ دام سیورغال - بومی ۱۱ ہزار ۴ سو پندرہ سوار اور ۴ لاکھ ۹۴ ہزار ۳ سو پچاس پیادے اور سوکشتی ان دونون صوبون کی مال گذاری ڈیڑہ کرُوڑ روپیہ انگریزی تخمینہ ہے -

طول مین سنجھولی جون پور سے جنوبی کوہ تک ۱۶۰ کوس - عرض مین گذر چوسا سے گھاٹم پور تک ۱۲۲۰ کوس - مشرق مین بہار - شمال مین اودہ - جنوب مین باندھہ - غرب مین آگرہ - الہ آباد کا پہلا نام پیاگ (پریاگ) ہے اکبر شہنشاہ نے اس کا نام الہاباد یا الہاباس رکھا ہے اس مین قلعہ بنایا ہے اور عمدہ عمدہ محل اسمین تعمیر کیئے ہین - پریاگ کو ہندو معابد کا بادشاہ سمجھتے ہین - اُسکے قریب گنگا - جمنا سرستی آپسمین ملتی ہین سرستی الوپ ہوگئی ہے - ان تینون دریاؤن کے ملاپ کو تربینی کہتے ہین - بنارس اصل مین بارانسی ہے ایک بڑا شہر ہے - برنا اور اسی ندیون کے درمیان پڑا ہی کتابون مین اسکو کاسی لکھا ہے کمان کی شکل کا شہر ہے جسکی زہ گنگا ہے یہان ایک بت خانہ ہندوؤن کا کعبہ ہے - جہان جاتری آنکر پرکہا کرتے ہین - مدتون سے یہ شہر ہندوؤن کا دار العلم ہے اور دور دور سے تحصیل علم کے لیے یہان طلبا آتے ہین اور جان وتن کی گذارش کرتے ہین -

جونپور بڑا شہر ہے - کالنجر بڑا قلعہ ہی - کاری بھیرون جسکے اٹھارہ ہاتھ ہین کالنجر کی دیہی ہے -

اس صوبہ مین ۱۰ سرکار ۱۷۷ پرگنے جمع ۲۰ کرُوڑ ۴۲ لاکھ ۲۷ ہزار ۸ سو ۱۹ دام اور ۱۲ لاکھ پان اُسکے اندر ۱۳ اضبطی زمین پیمودہ ۳۹ لاکھ ۶۸ ہزار ۱۸ بیگہہ ۳ بسوہ اس کا زرجمع

(۱۰) صوبہ الہ آباد

۲۰ کرڑوڑ ۴ لاکھ ۱۷ ہزار ۲ سو چوبیس دام اور ۴۶ پرگنے نقدی جنگلی مال گذاری ۹۴ لاکھ ۵۶ ہزار ۵ سو ۹۵ دام ان مین سے ایک کرڑوڑ ۱۱ لاکھ ۶۵ ہزار ۴ سو سترہ دام سیورغال بومی ۱۱ ہزار ۳ سو ۵۷ سوار۔ ۲ لاکھ ۷۳ ہزار ۸ سو سترہ پیادے۔ ۳۲۳ ہاتھی۔

سرکار گورکھہ پور سے قنوج تک لمبا ۱۳۵ کوس شمالی کوہ سے سدہ پور صوبہ الہ آباد تک چوڑا ۱۱۵ کوس۔ مشرق مین بہار شمال مین کوہ۔ جنوب مین مانک پور۔ غرب مین قنوج۔

اودہ (اجودھیا) ہند کے بڑے شہرون مین سے ہے طول بلد ۱۱۸° ۶' عرض بلد ۲۷° ۲۲' کسی بڑے پُرانے زمانہ مین ۱۴۸ کوس طول مین اور ۳۶ کروہ عرض مین یہ شہر آباد تھا۔ وہ پُرانے معابد مین سے ہے اب تک شہر کے گرد خاک چھانتے ہین اور سونا پاتے ہین۔ یہ شہر راجہ رام چندر کی راجدھانی ہے۔ اسکے پاس دو قبرین چھ چھ سات سات گز کی لمبی ہین جنکو عوام الناس حضرت شیث وحضرت ایوب کی خوابگاہ جانتے ہین فیض آباد کا شہر اسکے پاس ہے بہڑائچ بڑا شہر دریاے سرد کے کنارہ پر ہے۔ سالار مسعود اور رجب سالار کی قبرین ہین۔ مسلمانون کو اُن سے بہت اعتقاد ہے۔ موضع دوکون مین دارالضرب ہے۔

نیمکھار ایک بڑا قلعہ ہے۔ لکھنو دریا گومتی کے کنارہ پر بڑا شہر ہے۔ کھیری ایک قصبہ سیئی ندی کے کنارہ پر ہے وہان کے آدمی کشتی مین سوار ہوکر نیزہ سے مچھلی کا شکار کرتے ہین۔ بلگرام ایک قصبہ خوش ہوا ہے یہان کے اکثر آدمی خوش فہم وسرود سرا ہوتے ہین ایک کنوان ہے اگر چالیس روز اُس کا پانی کوئی آدمی پیئے تو شناسائی وحسن منظر مین زیادہ ہوجاتا ہے

اس صوبہ مین ۵ سرکار ۱۳۸ پرگنے زمین پیمودہ ایک کرڑوڑ ایک لاکھ ۱۷ ہزار ایکسو اسی بگیھہ جمع ۲۰ کرڑوڑ ۱۷ لاکھ ۵۸ ہزار ایک سو ۲۷ دام اس مین سے ۵۰۸ لاکھ ۲۱ ہزار چھہ سو اٹھاون دام سیورغال۔ بومی ۷ ہزار ۶ سو ۴ سوار۔ ایک لاکھ ۶۸ ہزار دو سو پچاس پیادے ۵۹ ہاتھی انگریز مورخ لکھتے ہین کہ دونون صوبون الہ آباد اودھ مین اکثر صوبہ دار ایک ہی رہا کرتا تھا ان دونون کا رقبہ مل کر آئرلینڈ سے بڑا ہوگا مالگذاری اُنکی ایک کرڑوڑ ۳۴ لاکھ

سے کچھ زیادہ ہے ۔ طول مین گھاٹم پور الهاباس سے پلول دہلی تک ۱۷۵ کوس عرض مین قنوج سے چندیری مالوہ تک مشرقی حد گھاٹم پور شمالی دریاے گنگ جنوبی چندیری غربی پلول آگرہ بڑا شہر ہے پانچ کوس تک اسکے درمیان دریا بہتا ہے۔ اکبر بادشاہ نے سنگ سرخ سے ایک قلعہ بنوایا ہے پانچسو سے زیادہ اس مین کوشک بنگالہ و گجرات کی وضع کے بنوائے ہین پہلے آگرہ ایک گائون تھا۔ سکندر لودہی نے اسکو پاے تخت بنایا پھر اکبر نے اُس کو اور رونق دی اُسکے نام پر اس شہر کا نام اکبرآباد مشہور ہوا۔

فتح پور ایک گائون بیانہ کا تھا جس کو سیکری کہتے تھے وہ دارالخلافہ سے بارہ کوس پر ہے شہنشاہ اکبر نے اُس کو ایک عمدہ شہر بنادیا۔ سنگین قلعہ بنایا۔ اُسکے دروازون پر دو سنگین ہاتھی بنوائے۔

بیانہ پہلے ایک بڑا شہر تھا اس مین قلعہ تھا بہت سے محل اور تہ خانہ بنے اب تک اسمین سے آلات جنگ کھود کر نکالتے ہین صوبہ آگرہ کو صوبہ بیانہ بھی کہنے لگے ہین۔

متھرا۔ جمنا کے کنارے ایک شہر ہے۔ اسمین بڑے بڑے بتخانہ اور پرستش کدے ہین۔

کالپی۔ ایک بڑا شہر ہے اسمین بزرگونکی قبرین بہت ہین۔

قنوج پہلے زمانہ مین ہندوستان کا دارالملک تھا۔

گوالیار۔ نامور قلعون مین سے ہی۔ دروازے پر سنگین فیل تعجب دلاتے ہین۔ پہلے فرمان ہونکی بڑی بڑی عمارتین موجود ہین۔ لوہے کی کان ہی۔ جادہ نفس خبناگرا ور دلربا خوبرو پیدا ہوتے ہین

الور بھی ایک شہر ہے وہان تانبا بہت نکلتا ہے

اس صوبہ مین ۱۳ سرکارین ۲۰۳ پرگنے۔ زمین پیمودہ ۲ کروڑ ۸ ۷ لاکھ ۶۲ ہزار ایکسو نواسی بیگھہ ۱۸ بسوہ۔ جمع ۵۴ کروڑ ۶۲ لاکھ ۵۰ ہزار ۳ سو ۴ دام۔ اسمین سے ایک کروڑ ۲۱ لاکھ ۵ ہزار ۷ سو ۳ ½ دام سیورغال بومی پچاس ہزار ۶ سو اکیاسی سوار ۵ لاکھ ۷۷ ہزار ۵ سو ۷۰ پیادے ۲۲۱ ہاتھی۔

(۴) صوبہ مالوہ

طول مین پایان گدہ سے بانسواڑہ تک ۲۴۵ کوس عرض مین چندیری سے ندربار تک ۲۳۰ کوس مشرقی حد باندھو شمالی اور جنوبی بگلانہ مغربی گجرات۔ اجمیر کوہ جنوبی اسکی آب وہوا کا اعتدال اور زمین کا پیداوار مشہور ہے ضرب المثل ہے کہ مالوہ مین کوئی بھوکا نہین رہتا ہر قدم پر آب و نان موجود ہے۔

اجین ایک بزرگ شہر ساحل سپرا پر ہے۔ ہندون کی بڑی پرستشگاہ ہے۔

گدہ ایک ملک جداگانہ پر درخت ہے۔ چندیری پرانا شہر ہے اس مین سنگین قلعہ ہے۔ اس مین چودہ ہزار سنگین بڑے مکان اور تین سو چوراسی بڑے چوڑے چکلے بازار اور بارہ ہزار مسجدین ہین۔

منڈو ایک بڑا شہر ہے اسکے قلعہ کا دور بارہ کردہ ہے۔ اس دیار مین سنگ پارس نکلتا ہے جسکی کہانیان عجیب و غریب مشہور ہین۔

قصبہ دھار راجہ بھوج کی تخت گاہ تھی۔

اس صوبہ مین ۱۲ سرکار ۳۰۱ پرگنے۔ زمین پیمودہ ۲ ہم لاکھ ۹۹ ہزار ۳ سو ۱۱ بیگہ و ۶ بسوہ جمع ۴ ۲ کروڑ ۶ لاکھ ۹۵ ہزار ۲ ۵ دام اسمین سے ۱۱ لاکھ ۵۰ ہزار ۴ سو ۳ ۳ دام سیورغال ہے بومی ۲۹ ہزار ۶ سو ۶۸ سوار۔ ۴ لاکھ ۷۰ ہزار ۳ سو ۶۱ پیادے ۹۰ ہاتھی۔ اس صوبہ کا رقبہ بھی صوبہ اودہ کے رقبہ کی برابر ہے۔

(۶) صوبہ دواندیس (خاندیس)

اس آباد سرزمین کو خاندیس کہتے ہین جب قلعہ آسیر فتح ہوا اور شہزادہ دانیال کو یہ ملک شہنشاہ اکبر نے عنایت کیا تو شہزادہ کے نام پر اس صوبہ کا نام داندیس رکھا طول مین لور گاؤن سے جو ہندیہ سے پیوستہ ہے للنگ تک جو ولایت احمدنگر سے متصل ہے ۷۵ کوس عرض مین جامود و برار سے پیوستہ ہے پال تک کہ مالوہ سے ملا ہوا ہے ۵۰ کوس کہین کہین ۵۳ کوس مشرقی حد برار شمالی مالوہ جنوبی گالنہ مغربی مالوہ کے کوہ جنوبی رود بار بہت ہین آسیر۔ ایک بہت اونچے پہاڑ پر قلعہ ہے اسکے گرد اور تین قلعے ہین جو استواری اور بلندی

ہین کمتر نظیر رکھتے ہین اُسکے پیچھے ایک بڑا شہر آباد ہے۔

برہان پور ایک بڑا شہر تاپتی کے کنارہ پر ہے۔

اس صوبہ مین ۳۲ پرگنے کشت وکار سے بہت کم خالی ہین اسکے بہت سے دہات شہرون کی مانند ہین کشادرزفرمان پزیر دکارگذار بومی کولی وبھیل وگونڈیہ لوگ شیرکو فرمان پذیر کر لیتے ہین

اسکی جمع ایک کروڑ ۲۶ لاکھہ ۴۷ ہزار ۴۴ ٹنکہ براری ہے۔ جب آسیر فتح ہو گیا تو جمع ڈیوڑہی ہو گئی۔ براری ہر ٹنکہ مین ۲۴ دام اعتبار کرتے ہین اس لیئے (۴۵ کروڑ ۲۵ لاکھہ ۴۹ ہزار ۲ سو ۳۲ دام اکبری) جمع ہوئی۔ انگریزی تاریخون مین ایک کروڑ تیرہ لاکھہ روپیہ کے قریب لکھی جاتی ہے۔

اصل نام اس کا وردائٹ ہے ورداندی ہے ٹٹ کنارہ کو کہتے ہین طول مین بٹالہ سے بیراگڈہ تک دہ سو کوس۔ عرض مین بیدر سے ہنڈیہ تک ۱۸۰ کوس مشرق مین بیراگڈہ پیوستہ بستہ۔ شمال مین ہنڈیہ۔ جنوب مین تلنگانہ مغرب مین پہلڑآباد۔ یہ ملک دو جنوبی کوہ کے درمیان ہے جنمین سے ایک کو بندہ کہتے ہین۔ گاویل۔ نرنالہ۔ میل گدہ اسپر ہین دوسرے کو سنہیا کہتے ہین ماہور و رام گدہ اسپر ہین۔ آب و ہوا۔ زراعت نہایت عمدہ اس مین بہت سی ندیاں ہین۔ سب مین اچھی ندی گنگ گوتمی ہے اُس کو گوداوری بھی کہتے ہین۔ ہندوستان کی گنگا کو مہادیو سے نسبت دیتے ہین اور اُس کو گوتم سے اُسکے عجیب افسانے بیان ہوتے ہین اسکی بڑی پرستش ہوتی ہے کوہ سیہا سے ٹرینک کے نزدیک سے وہ نکلتی ہے۔ احمدنگر کی ولایت مین گذرتی ہوئی برار مین آتی ہے اور تلنگانہ مین جاتی ہے جب مشتری اسد مین آتا ہے تو آدمی دور دور سے پرستش کے لیئے آتے ہین۔ نالی اور تپتی کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ دنول گانون کے نزدیک سے پورنا ندی نکلتی ہے۔ اس ملک مین چودہری کو دیس مکہہ کہتے ہین۔ اور قانون گو دیس پانڈیہ مقدم کو پٹیل و پٹواری کو کل کرنی ایلچ پور۔ ایک بڑا شہر ہے

وہ پائے تخت ہے وہان بنفشہ کا پھول بڑا خوشبودار ہوتا ہے بھوپن چنپہ اُس کو کہتے ہین
زمین سے ملا ہوا پیدا ہوتا ہے اُس سے سات کوس پر گاویل ایک بزرگ قلعہ ہی جسکی نظیر
کم تر ملتی ہے اس مین ایک چشمہ ہے جس مین ہتھیارون کو آب دیتے ہین۔
پنار۔ ایک سنگین قلعہ ہے ایک پشتہ پر اُسکے تین طرف دوندیان ہین۔
کھیرلہ۔ زمین پر سنگین حصار ہے اُسکے درمیان ایک کوہچہ ہے اُسکی پرستش ہوتی ہے اُسکے
چار کوس پر ایک چاہ ہے۔ جس جانور کی ہڈیان اُسمین ڈالین پتھر ہوجاتی ہین وہ خرمہرہ کی مانند
ہوتی ہین مگر چھوٹی۔ اسکے مشرق مین ایک زمیندار ہے چاتوا نام ہے پاس ۲ ہزار سوار
۵۰ ہزار پیادون سو سے زیادہ ہاتھیون کا خدیو ہے۔ اسی کی مانند ایک زمیندار داد ھی
رادھی ہے۔ سو سوار و پنج ہزار پیادے اُسکے زیر حکم ہین۔ شمال مین ناہر راؤ زمیندار ہے
دوسو سوار ۵ ہزار پیادے اس پاس رہتے ہین۔ پہلے اس کے پاس ایک زمیندار
ہتھیار راؤ تھا۔ اب اُس کی زمین کے اور مالک ہوگئے ہین۔ سب زمیندار قوم کے گونڈ ہین
اُنکی زمین مین فیل صحرائی بہت پیدا ہوتا ہے۔ ہمیشہ وہ حاکم مالوہ کے مطیع تھے پہلے
مرزبان گڈہ کے اور اب سرکار ہنڈیہ کے۔
نرنالہ۔ پہاڑ پر ایک بڑا قلعہ ہے۔ بہت عمارتین اس مین بنی ہوئی ہین اسکے پاس بجار اؤ
زمیندار رہتا ہے دو سو سوار اور پانچ ہزار پیادے اس پاس رہتے ہین دوسرا زمیندار
ڈونگر خان ہے۔ ۵۰ سوار اور ۳ ہزار پیادے اس پاس رہتے ہین۔ یہ دونون الوس گونڈ سے ہین
بالا پور کے نزدیک دوندیان ہین اُسکے گرداگرد خوشرنگ پتھر طرح طرح کے ہوتے ہین۔
لوگ اُن کو تراش کر اپنے پاس رکھتے ہین اس سے چھ کوس پر شاہزادہ سلطان مراد نے
اپنا بنگاہ بنایا تھا۔ شاہ پور اس کا نام رکھا تھا جو ایک عمدہ شہر ہوگیا۔
سبل گڈہ کے نزدیک ایک چشمہ ہے کہ چوب اور اُسکے سوا جو چیز اس مین ڈالو وہ پتھر ہوجاتی ہے
کلم قدیمی عمدہ شہرون مین سے ہے گاؤمیش عمدہ ہوتی ہے اُسکے پاس ایک زمین ہی جسکا نام

ب جیو ہے وہ الوس گونڈ سے ہے چاندانام سے زبان زد خلائق ہے ہزار سوار چالیس ہزار پیادے اُس پاس ہین۔

ہیراگڈہ مین الماس کی کان ہے اسمین تصویردار پارچا اور اور پارچہ بھی خوب بُنا جاتا ہے۔

بت جیوا سپر قابض تھا تھوڑا عرصہ گذرا کہ وہ اس سے چھن گیا۔ فیل صحرائی بہت ہوتے ہین باسم کے پاس بومیان رہتے ہین اُن کو ٹھکران کہتے ہین ایک لاکھ سوار پانچہزار پیادے ان پاس ہین ان مین زیادہ نخوت فروش وتمردگزین آدمی ہوتے ہین۔ ایک اور زمیندار ہے جسکو بنجارہ کہتے ہین سوسوار اور دو ہزار پیادے اس پاس رہتے ہین۔ آج کل ایک عورت سرداری کرتی ہے دونون قوم کے رجپوت ہین۔

ماہور پہاڑ پر ایک عمدہ قلعہ ہے اُس کے پاس ایک بت خانہ ہی دُرگا سے منسوب ہے اس ملک مین اسکو بجگڈتھا کہتے ہین۔ گاؤمیش خوب ہوتا ہے آدہ من یا اس سے زیادہ دودہ دیتا ہے بومی یہان کا اندرجیو راجپوت ہے سوسوار ہزار پیادے اس پاس رہتے ہین اور اسکو رانا کہتے ہین۔

مانک درگ پہاڑ پر ایک عمدہ قلعہ ہے اُسکے گرد ایک بڑا جنگل ہی۔ چاندا کے نزدیک ہے۔ ابھی وہ عملداری مین نہین آیا۔

سرکار پاتھری مین جینتور ایک قصبہ ہی ہمیشہ جواہر و نفائس کی خرید و فروخت وہان ہوتی ہے۔

تلنگانہ قطب الملک کے ملک سے متعلق تھا کچھ دنون سے مرزبان برار نے لے لیا ہی اپندور و نرمل مین فولاد وغیرہ کی کانین ہین بنگین آوندہاے گزین تراشتے ہین گاؤ بہت عمدہ ہوتی ہے تعجب یہ ہے کہ یہان خروس ایسا ہوتا ہے کہ اُسکی ہڈیان اور خون سیاہ فام ہوتے ہین چنپا نیری ایک بومی دیس مکھ ہے اسکے فضائل عمدہ ہین۔

رانگر (رامگر) مضبوط قلعہ پہاڑ پر ہی اور اُسکے گرد بہت جنگل ہی صحرائی فیل بہت۔ ابھی وہان عمل شاہی نہین ہوا کنار مہکر کا ٹپہ ہی اسکی بڑی پرستش ہوتی ہی برہمن اُسکو بشن گیا کہتے ہین۔ گیا تین جگہہ ہین جہان ہُن

باپ دادا کو نجات ہوتی ہے۔ ایک پہاڑ مین گیا ہی وہ برمہا سے منسوب ہے ایک اور گیا جسکو
رودر سے منسوب کرتے ہین وہ بیجاپور کے پاس ہے اور یہ ایک حوض ہے چشمہ دار بہت گہرا
لمبان چوڑان مین ایک کوس اسکے گرد اونچا پہاڑ ہے آب شور اسمین ہوتا ہے اگر اُسکے
اندر کنارہ پر کھودین تو شیرین پانی نکلتا ہے آبگینہ وصابون وشورہ کا مایہ اُس سے خوب
حاصل ہوتا ہے بہت محصول اس سے حاصل ہوتا ہے کوہ کے اوپر چشمہ ہے اُس کا دہن گاؤ کی
شکل کا ہے اور تیسری گیا ایک چشمہ کوہ پر ہے اس کا دہنہ گائے کی شکل کا ہے۔ بندر بہت ہوتے
ہین۔ پٹیالہ ایک استوار قلعہ پہاڑ پر ہے۔ پتال نگری اُسکے مضافات سے ہے ۲۴
تہخانے کہ کوہ مین تراشے ہین ہر ایک بت نہایت نادر ہے۔

اس صوبہ مین تیرہ سرکار ۲۴۲ پرگنے ہین مدت سے یہان بندوبست ہوا ہے اس دیار
کا ٹنکہ دہلی کے ۸ ٹنکہ کی برابر ہوتا ہے اصل مین جمع ساڑھے تین کرڑوڑ ٹنکہ تھی جسکے ۵۶ کروڑ
دام ہوتے ہین۔ کچھ دکھنیون نے بڑھاکر ۳ کروڑ ۷۵ لاکھ ۲۵ ہزار ۳ سو ۵۰ ٹنکہ کردیے ہین۔
سلطان مراد کے زمانہ مین ۲۶ لاکھ ۷۳ ہزار ۴ سو ۴۵ ٹنکہ برارِی کا اضافہ ہوا تھا یہ سب
۶۰ کروڑ ۶ لاکھ ۳ ہزار ۲ سو ۷۲ دام دہلی کے ہوئے ان مین سے ۸ پرگنے سرکار کے حکم سے
داخل چاندا کے ہین جسکی جمع مقرر نہین ہوئی اور سرکار کھیرلہ سے ۲۲ پرگنے جاتوا اور بعض
اور زمیندار رکھتے ہین۔

صوبہ گجرات

طول مین برہان پور سے جگت تک ۳۰۲ کوس عرض مین جالور سے بندر دمن تک ۲۶۰ کوس۔
اور اندر سے بندر کھمبایت تک ۷۰ کوس مشرق مین خاندیس شمال مین جالور د۔ جنوب مین بندر
دمن وکھمبایت۔ مغرب مین جگت کہ ساحل دریائے شور پر ہے اور کوہ جنوبی عمدہ رود بار۔ شور دریا۔
سابرمتی۔ ماترک۔ مہندری۔ نربدہ۔ تپتی۔ سرستی دو چشمے ہین جنکو جمنا وگنگا کہتے ہین۔ ہوا
اعتدال کے نزدیک پیمایش کم ہوتی ہے بیشتر نسقی ہے بندوبست بہلا ہی رہتا ہی۔ کھیتی اور غ

(۹) صوبہ گجرات

کے گرد زقوم لگاتے ہین جس سے ایک عمدہ حصار بنجاتا ہے۔ اس سبب سے یہ ملک بڑا دشوار گذار ہوجاتا ہے۔ بعض آدمی پیش بینی سے چوڑی چوڑی بنیادین رکھتے ہین اور ان پر دیوارین جن مین کاواک ہوتے ہین بناتے ہین اور ان مین مخفی راہین رکھتے ہین۔ سوار اکثر بہلی پر ہوتے ہین بیشمار نقاش وخاتم بند ادر پیشہ ور رہتے ہین۔ صدف کا کام ایسا بناتے ہین کہ خوشخط معلوم ہوتا ہی قلمدان وصندوقچے بناتے ہین۔ روم وفرنگ وایران کے طرح طرح کے قماش کی تقلید کرتی ہین۔ شمشیر وجمدھر وکھپوہ وتیر وکمان خوب بناتے ہین جواہر کی خرید وفروخت ہوتی ہے روم وعراق اور اور مقامون سے نقرہ آتا ہے۔

پہلے اس کا پای تخت پٹن تھا۔ پھر کچھ دنون چانپانیر ہوا اور اب احمد آباد ہے۔ یہ ایک بڑا شہر ہی نہایت عمدہ طرح سے آباد ہوا ہے۔ سابر۔ متی کے کنارہ پر ہے۔ عرض بلد ۲۳ ۲ خوش ہوائی مین اور ساتون اقلیم کا اسباب موجود رکھنے مین اپنا جواب کم رکھتا ہے اس مین دو قلعے ہین اسکے باہر ۳۶۰ معمورہ ایک خاص نمط پر ہین ہر ایک کا نام پورہ ہے ہر ایک پورہ مین جو شہر کے لئے ضروری چیزین ہوتی ہین موجود ہین۔ اب ۸۴ پورے آباد ہین انمین ہزار سنگین مسجدین ہین اور ہر مسجد مین دو منارہ اور نادر کتابے۔ رسول آباد کے پورہ مین شاہ عالم بخاری کا مزار ہی احمد آباد سے تین کوس پر ایک قصبہ بتوہ ہے قطب عالم پدر شاہ عالم اور بزرگونکی خوابگاہ ہی اور اُسکے پاس نہایت عمدہ باغ ہین ایک ہاتھ کی برابر پارچہ قطب عالم کی درگاہ مین ہی جس کا کچھ حصہ چوب وکچھ سنگ کچھ حصہ آہن ہی عجیب عجیب داستانین اُسکے باب مین گھڑی جاتی ہین تین کوس پر ایک موضع سرکھج ہے اسمین شیخ احمد کھٹو کی قبر ہے سلطان احمد کی جسکے نام پر احمد آباد بسایا گیا ہے اور بہت سے سلاطین کی یہان قبرین ہین نیل یہان کا عمدہ ہوتا ہے روم جاتا ہے۔ بارہ کوس پر محمود آباد ایک شہر ہے سلطان محمود نے اسے آباد کیا تھا۔ چار کوس مربع مین دلنشین کاخ بنائے ہین اسکے گرد ایک دیوار کچی ہے اور ہر آدہ کوس پر ایک باغ وسرمنزل بنایا ہے آہو اور طرح طرح کے شکاران مین چھوڑے جاتے ہین۔

ایدر مین ایک بہین کا رہنے والا مرزبان ہے نراین داس اس کا نام ہے بہت ریاضت گر ہے
اول غلہ گاے کو کھلاتا ہے اور اُس کے گو بر مین سے جو دانے نکلتے ہین ان کو چن کر اپنی غذا
کرتا ہے۔ اور برہمن کو بڑا مقدس سمجھتا ہے اُس کو الوس راٹھور مین بزرگ سمجھتے ہین پانچسو
سوار اور دس ہزار پیادے اُس پاس ہین بندر گھوگہ و کنبھایت اس سرکار مین ہی۔ کنبھایت
بہت بڑا بندرگاہ ہے طرح طرح کے سوداگر اور بہت سی عمارتین اور اسباب اسمین ہین
گھوگہ سے جہاز روانہ ہوتا ہے اور وہین آتا ہے بجرے و کشتیان جن کا نام تادری ہے کنبھایت
مین لاتے ہین۔

جھالاوارہ قدیم زمانہ مین ایک ملک جدا تھا۔ اسمین بارہ سو دیہات آباد تھے۔ طول مین ۷
کوس عرض مین ۴۰ کوس تھا۔ ۱۰ ہزار سوار اور اسی قدر پیادے اسمین رہتے تھے اب اسمین دو ہزار
سوار اور ۳ ہزار پیادے رہتے ہین۔ اس کا حاکم حاکم گجرات کا ماتحت رہتا ہے اسکے چار حصون
مین زیادہ تر الوس جھالہ رہتے ہین اب اس کو سرکار احمد آباد کا ایک پرگنہ شمار کرتے ہین
پٹن مین دو قلعے ہین ایک سنگین دوسرا خشتی طول بلد ۱۷ا ۱۰ دعرض بلد ۲۳ ۳۰۔

سدہ پور ایک قصبہ ہے سرستی کے کنارہ پر بڑا معبد ہے۔

بڑنگر قدیمی بڑا شہر ہے تین سو بتخانے اسمین ہین ہر ایک بتخانہ کے پاس ایک کولاب ہے
اور بہت برہمن اسمین بستے ہین۔

چانپانیر نہایت عمدہ قلعہ بہت اونچے پہاڑ پر ہے ڈھائی کوس تک دشوار گذار ہے۔ کئی
جگہ دروازے لگائے ہین اور ایک جگہ ۶۰ گز کاٹ کر تختہ بند کیا ہی وقت پر اُس کو کام مین لاتے ہین

سورت۔ نامور بنادر مین سے ہے اُسکے قریب دریا ر تپتی گذرتی ہے۔ سات کوس پر دریائے
شور سے ملتی ہے۔

راندیر اُسطرف دریا کے ایک بندر اُسکے توابع مین سے ہے پہلے زمانہ مین ایک بڑا شہر تھا بندر
کھنڈوی۔ بلسار بھی اسکے مضافات مین سے ہین۔ زردشتی کیش آدمیون نے فارس سے آن کر

یہان اپنا گھر بنایا ہی زندوپاژند پڑھتے ہین اور دخمی بناتے ہین پادشاہ کے صلح کل ہونے کے سبب سے ہر طائفہ کامیاب ہوتا ہے پادشاہی کارپردازون کی اور سرحد کے سپہ سالارونکی بے پروائی سے اس سرکار کا بہت حصہ ابھی سے اہل فرنگ کے ہاتھ مین ہے جیسے کہ دمن۔

سنجان وتارا پور وماہم اور بہت سے اور شہر اور بندر اہل فرنگ کے پاس ہین بھروچ مین ایک عمدہ قلعہ ہی آب نربدہ اسی کے کنارے سے جاکر شور دریا مین ملتا ہی اسکو بڑے بندرون مین شمار کرتے ہین بندر کاوی۔ گندھار۔ بھابھوت۔ بھنکورا اسکے توابع مین سے ہین اسکے نزدیک قصبہ ہانسوت ایک شکارگاہ ہے۔

سرکار سورٹھ ایک ملک جداگانہ تھا ۵۰ ہزار سوار وایک لاکھ پیادے اسمین رہتے تھے قوم گہلوت اسمین بزرگی رکھتی تھی۔ طول مین بندر گھوگہ سے بندر آرامرای تک ۱۲۵ کوس اور عرض مین سردھا سے بندر دیو تک ۷۲ کوس شرق مین احمدآباد شمال مین ولایت کچھ جنوب وغرب مین دریا شور ہوا اسکی سازگار۔ میوہ گل فراوان۔ اس صوبہ مین ۹ سرکار ۱۹۸ پرگنے انکے درمیان تیرہ بندر ہین جمع ۴۳ کروڑ ۶۸ لاکھ ۲۲ ہزار تین سو ایک دام وایک لاکھ ۶۲ ہزار ۲۸۸ ۳/۴ محمودی حاصل بنادر زمین پیمودہ سوا سورٹھ کے جو نقدی ہے ایک کروڑ ۶۹ لاکھ ۳۶ ہزار ۳ سو ستر بیگہ ۲ بسوہ۔ اسمین سے ۴ لاکھ ۲۰ ہزار ۲ سو چوہتر دام سیورغال بومی ۱۲ ہزار ۴ سو ۴ سوار اکسٹھ ہزار ایکسو پیادے۔

طول مین موضع بھکر ومضافات انبیر سے بیکانیر وجیسلمیر تک ۱۶۸ کوس عرض مین نہایت سرکار اجمیر سے بانسواڑہ تک ۱۵۰ کوس شرق مین دارالخلافہ۔ شمال مین قصبات دہلی جنوب مین گجرات مغرب مین دیبالپور۔ ملتان۔ زمین ریگستانی۔ پانی دور جاکر نکلتا ہے کشت وکار کا مدار بارش پر زمستان اعتدال کے نزدیک تابستان بہت گرم۔ ربیع کم ہوتی ہے۔ جواری اور لہڈرہ موٹھ بہت ساتوان۔ آٹھوان حصہ غلہ کا دیوان کو دیتے ہین اور نقد کم۔ عوام الناس پھونس بانس کے جھونپڑون مین خرگاہ کیطرح رہتے ہین اسمین کوہ جنوبی اور دشوار گذار جا ہین۔ یہ صوبہ میواڑ ومارواڑ وہاڈوتی سے بنا ہی۔ صوبہ اجمیر کو یہ سمجھو کہ وہ راجپوتانہ کے ساتھ مشترک حدود رکھتا ہے اس صوبہ مین سات

سرکار ۷ و ۱۹۷ پرگنے - زمین پیمودہ دو کروڑ ۱۴ لاکھ ۳۵ ہزار ۹ سو ۴۱ بیگہ ۷ بسوہ جمع نقدی ۲۸ کروڑ ۸۴ لاکھ ایکہزار ۵ سو پچپن دام اسمین سے ۲۳ لاکھ ۲۶ ہزار ۳ سو ۳۶ دام سیورغال بومی ۸۶ ہزار ۵ سو سوار ۳ لاکھ ۴۷ ہزار پیادے راجپوت۔

صوبہ دہلی

اقلیم سوم سے طول مین پلول سے لودہیانہ تک جو ساحل دریاے ستلج پر واقع ہے ۱۶۵ کوس اور عرض مین سرکار ریواڑی سے کوہ کمایون تک ۱۴۰ کوس اور حصار سے خضر آباد تک ۱۳۰ کوس مشرق مین دارالخلافہ آگرہ مشرق وشمال کے درمیان خیرآباد صوبہ اودہ۔ شمالی کوہستان سے پیوستہ جنوب مین صوبہ آگرہ واجمیر۔ غرب مین لدھیانہ۔ اسکے عمدہ دریا گنگ وجمن ہین ان دونون دریاؤن کا آغاز اسی صوبہ مین ہوتا ہے۔ گھگھر اور بہت سی ندیان ہین بیشتر کوہ شمالی سے وہ نکلتی ہین آب وہوا اعتدال کے نزدیک زمین بہت سیلاب بعض جگہ زراعت سہ فصلہ ہوتی ہے ایرانی وتورانی وہندی میوے اور طرح طرح کی پھول بہت۔ سنگ وخشت کی عمارات عالی حشم کی فروغ افزا اور دل کی عشرت افروز ساتون ولایتون کا اسباب یہان ایسا موجود رہتا ہے کہ کہین اور کمتر رہتا ہوگا۔

دہلی بہت پرانے شہرون مین سے ہے اول اسکا نام اندرپت تھا طول بلد ۱۱۴ و ۳۸ عرض بلد ۲۸ و ۱۵ اسکو جو اقلیم دوم سے بعض کہتے ہین وہ غلطی کرتے ہین اسکے عرض بلد کو دیکھین کوہ جنوبی (اراولی) کا آغاز پہلے سے ہوتا۔ پہلے سلطان قطب الدین اور سلطان شمس الدین قلعہ پتھورا مین رہتے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے اس قلعہ کو گورستان سمجھا۔ دوسرا قلعہ بنایا۔ عمارت دل کشا بنائی جو گنہگار اسمین جاتا رہائی پاتا۔ معزالدین کیقباد نے جون دریا کے کنارہ پر ایک شہر آباد کیا اس کا نام کیلوکھری رکھا قران السعدین مین اس شہر وقصر کی تعریف حضرت امیر خسرو نے لکھی ہے۔ اب وہان جنت آشیانی کی خوابگاہ ہے یعنی ہمایون کا مقبرہ ہے اور ایک عالیشان عمارت نئی بنگئی ہے سلطان علاء الدین نے ایک اور شہر کی بنیاد رکھی اور اپنا قلعہ بنایا اُس کا نام سیری رکھا تغلق آباد تغلق شاہ کی یادگار ہے اُسکے بیٹے سلطان محمد نے ایک شہر اور بنایا اور بلند ایوان بنائے اور ہزار ستون سنگ

رخام کے لگائے اور منازل دلکش بنائیں سلطان فیروز نے اپنے نام سے ایک شہر فیروز آباد آباد کیا
اور دریا جون کو کاٹ کر شہر کے قریب لایا فیروز آباد سے تین کوس پر ایک اور کوشک بنایا اور جہان نما
اُس کا نام رکھا تین بڑی نقبین بنائیں کہ ان مین اہل حرم کے ساتھ سوار ہو کر جاتا۔ وہ ایک دریا کی طرف
۵ جریب۔ دوسری جہان نما کی طرف دو کوس۔ تیسری دہلی قدیم کیطرف پانچ کوس۔ جنت آشیانی
(ہمایون) نے قلعہ اندرپت کی تعمیر کرا کے دین پناہ نام رکھا۔ شیر شاہ نے دہلی علائی کو ویران کر کے
ایک جدا شہر شیر گڈھ آراستہ کیا۔ اکثر اس شہر کے آثار شیلواز باقی کرتے ہین اور بڑے بڑے اندر
پڑھاتے ہین لیکن اب پچھلی دہلی سب سے زیادہ ویران ہے اور اُس مین گورستان آباد ہین۔ خواجہ
قطب الدین اوشی و شیخ نظام الدین اولیا۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی و ملک یار پیران۔
شیخ صلاح و ملک کبیر اولیا۔ مولانا محمد۔ حاجی عبدالوہاب۔ شیخ عبداللہ قریشی و شیخ شمس ترک
بیابانی۔ و شیخ شمس اوتاد و امیر خسرو اور بہت سے ایزد شناس۔ حق پرست اس سرزمین مین
خواب واپسین مین آرام کرتے ہین۔ سلطان شہاب الدین غوری۔ سلطان شمس الدین۔ سلطان
ناصر الدین غازی و سلطان غیاث الدین۔ و سلطان سکندر لودی کی خوابگاہین یہین ہین
بہت سے زندہ آدمیون نے خواب گاہ واپسین کے لیئے دلگداز جائین اور باغ بنائے ہین
طبیعت پژوہون کو سرمایہ شادخواب عشرت و خرد بندون کے لیئے داروے بیداری۔

کوہ اسلام آباد مین ایک چشمہ بہت گہرا ہے اس مین ہمیشہ گرم پانی جوش کرتا ہے اُس کو
پربھاس کنڈ کہتے ہین اُس کو ہندی بڑی عبادت گاہ جانتے ہین۔ بسوامتر رکھیسر نے پہاڑ
کے تیس بیگہ کو گہرا کھود کر ایک عبادت گاہ بنائی تھی آج کے دن وہ پہلی طرح سے اپنی
داستان کہتی ہے۔

بداؤن ایک بڑا شہر ہے بہت اولیا کی قبرین اُس مین ہین۔

اس صوبہ کے کوہ شمالی کے نزدیک حصہ کو کوہ کمایون کہتے ہین۔ کان طلا۔ نقرہ۔ کرم
پیلہ و آہن مس۔ زرنیخ و تنکار کی اسپین ہین آہوے مشکین و گاو قسطاس۔ کرم پیلہ و باز و

شاہین۔ بہ اور شکاری جانور و عسل و اسپ گوٹ بہت وہان ہوتے ہین سرکار سنبل مین بہت شکار ہوتا ہے کرگدن (گینڈا) بھی ہوتا ہے۔

ہانسی ایک بڑا شہر ہے شیخ فرید شکر گنج کے خلیفہ شیخ جمال کی خوابگاہ ہے قصبہ سہنہ کے قریب ایک کولاب پہاڑ پر ہے کہ ہمیشہ اُسمین گرم پانی جوش کرتا ہی کان کو گرد کی نیرنگی دکھاتا ہی۔ حصار سلطان فیروز کا بسایا آباد کیا ہوا ہے۔ جمنا سے نہر کاٹ کر اُسکے اندر لایا۔ کسی الٰہی پرستار نے اُسکو فرماندہی کی نوید دی تھی۔ اُسکی خواہش سے یہ نہر بنائی۔ تعجب یہ ہے کہ قصبہ سرسا کے پاس ایک کولاب مین یہ نہر داخل ہوکر ناپدید ہوگئی۔ اس حوض کو بھدرا کہتے ہین۔ اس زمین مین رود بار کم اور آب چاہ بہت دور نکلتا ہے۔

سہرند۔ نامور شہرون مین سے ہے حافظ رخنہ کا باغ دیکھنے والون کی نشاط افزائی کرتا ہے۔

تھانیسر بزرگ معبد ہی دریاے سرستی اُسکے پاس گذرتی ہے۔ ہندوؤن کو اُسکی طرف پرستش کا بہت میل ہے۔ اُسکے نزدیک کولاب ہے کرکھیت اُسی کا نام ہے دور دور سے آدمی نہان اشنان کے لئے یہان آتے ہین مہابھارت کی لڑائی یہین ہوئی ہے۔

اس صوبہ مین ۸ سرکار ۲۳۲ پرگنے ہین زمین پیمودہ دو کروڑ ۸۵ لاکھ ۴۶ ہزار ۸ سو ۱۶ بیگہ ۱۶ بسوہ۔ جمع ۶۰ کروڑ ۱۶ لاکھ ۱۵ ہزار ۵۵ دام اس مین سے۔ ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ ۷۵ ہزار ۷ سو ۳۹ دام سیورغال۔ بومی ۳۱ ہزار سوار چار سو ۹۰ سوار ۲ لاکھ ۴۲ ہزار ۳ سو دس پیادے

طول مین آب ستلج سے دریاے سندھ تک ۸۰ کوس عرض مین بھلنبر سے چوکھنڈی مضافات سنگرہ تک ۸۶ کوس مشرق مین سرہند۔ شمال مین کشمیر۔ جنوب مین بیکانیر۔ اجمیر۔ مغرب مین ملتان۔ چھہ عمدہ دریا اس مین ہین اور سب کوہ شمالی سے نکلتے ہین ستلج جس کا پرانا نام شتندر ہے اس کا سرچشمہ کوہ کا ھلور ہی۔ اس دریا کے کنارہ پر روپڑ۔ ماچھیواڑہ لودھیانہ ہین۔ گذربوہ پر بیاہ اس سے ملتا ہے۔ بیاہ کا پہلا نام بیاشا ہے اس کا آغاز بیاہ کنڈ سے ہوتا ہے۔ جو کوہ کلو کے نزدیک ہے سلطان پور اس دریا کے نزدیک ہے

(۱۰۱) صوبہ لاہور

راوی اس کا پرانا نام ایراوتی ہے۔ کوہ بھدرال سے نکلتی ہے۔ دارالملک لاہور اسی پر ہی
چناب اس کا پہلا نام چندر بھاگا ہے۔ کوہ کھتوار کے اوپر دو خوشگوار چشمے نکلتے ہین ایک کو
چندر دوسرے کو بھاگا کہتے ہین اور کھتوار کے نزدیک وہ مل کر اس دریا کے نام سے
مشہور ہین۔ بہلول پور سودھرہ و ہزارہ مین وہ گذرتا ہے۔ بہت (جہلم) پہلے لوگ اسکو
بدستا کہتے تھے اس کا آغاز ایک حوض سے ہوتا ہے جو کشمیر مین پرگنہ ویر مین ہے۔
وہ سری نگر دارالملک کشمیر کے درمیان گذر کر ہندوستان مین آتا ہے۔
بھیرہ اسکے کنارہ پر ہے۔ سندہ کا آغاز کشمیر و کاشغر کے درمیان بتلاتے ہین بعض
ختا مین حدود سواد و اٹک بنارس و چوپارہ سے بلوچستان مین گذرتا ہے۔ شہنشاہ اکبر
نے ستلج و بیاہ کے دوآب کا نام بتیہ جالندھر رکھا۔ بیاہ و راوی کے درمیان کا نام باری
دوابہ راوی و چناب کا نام رچنا اور چناب و بہت (جہلم) کے درمیان کا نام جھٹ
رکھا۔ بہت و سندہ کے درمیان کا نام سندساگر۔ ستلج سے بیاہ تک ۵۰ کوس کا۔ بیاہ سے
راوی تک ۱۷ کوس کا۔ راوی سے چناب تک ۴۴ کوس کا اور راوی سے بہت تک ۲۰ کوس کا
اور اسے سندہ تک ۶۸ کوس کا فاصلہ ہے۔ یہ ملک آباد ہے آب و ہوا اسکی بہت سازگار
زراعت مین اپنی نظیر کمتر رکھتا ہے اکثر حصہ اس کا کنوئن کے پانی سے سرسبز ہوتا ہی اگرچہ ایران
و توران کا سا جاڑہ نہین پڑتا۔ لیکن ہندوستان کے اور مقامات سے زیادہ سخت ہوتا ہے
بادشاہ کی توجہ سے توران و ایران ہندوستان کا عمدہ اسباب موجود رہتا ہی بعض جا ریگ
شوی کرنے سے طلا و نقرہ و مس و روی و جست و برنج و شیشہ نکلتا ہے یہان ہنرمند نادر کار
طرح طرح کے ہوتے ہین۔ لاہور دوآبہ باری مین ایک بڑا شہر ہے بزرگی اور انبوہی مردم
اسکی مثل کمتر ہین پرانی تاریخون مین لہاوور لکھا ہے طول بلد ۹ ۱۰۹ - ۲۲ عرض بلد ۱ ۳۱ ۵۰
شہنشاہ اکبر نے یہان قلعہ وارک خشت پختہ بنایا ہے۔ چونکہ کچھ دنون وہ اس کا پایہ تخت
رہا اسی سبب عالیشان کاخ بنائے گئے اور دلکشا باغون سے شاداب کیا گیا۔ ہر طرح کے

آدمی یہان آباد ہوے اور طرح طرح کے نادر کام انھون نے یہان کیئے۔ انھونکی بزرگی بین
اندازہ سے زیادہ گذر گیا۔ نگرکوٹ پہاڑ پر ایک شہر ہے اس کے قلعہ کو کانگڑہ کہتے ہین وہ بڑے
اونچے پہاڑ پر ہے۔ شہر کے نزدیک مہامائی کی زیارت گاہ ہے جس کو ہندو نمودار ایزدی جانتے
ہین۔ دور دور سے زیارت کو آتے ہین اور اپنی مرادین پاتے ہین تعجب یہ ہے کہ اپنی خواہش
روائی کے لیئے زبان کاٹتے ہین بعض کی چند ساعت مین اور بعض کی ایک دو روز مین زبان
درست ہوجاتی ہے۔ اگرچہ حکمت پیشہ لوگ زبان کو روئیندہ جانتے ہین لیکن اسطرح جلد ہی سے
اس کا بڑھ جانا تعجب خیز ہے اس کو افسانون مین ہمخوابہ مہادیو کا ہندو کہتے ہین اور اس
گروہ کے دانا اسکی قدرت کو اس نام کے سبب سے جانتے ہین اس کا حال یون بیان کرتے
ہین کہ اس نے اپنے ناملایم کام دیکھکر اپنے تیئن ہلاک کیا اور اسکی پیکر چار جگہہ جاکر پڑی
سر اور بعض اعضا شمالی کوہ کشمیر مین کامراج کیطرف اس کا نام ساردھا ہے۔ کچھ
اعضا بیجاپور دکن کے قریب اس کو تلجا بھوانی کہتے ہین۔ کچھ مشرق مین کامروکے نزدیک
گرے اس کو کامجھا کہتے ہین اور جو اپنی جگہہ پر رہے اس کو جالندھری کہتے ہین اور اس زمین
کو اس کا مدار سمجھتے ہین اسکے نزدیک کی جگہہ مشعل کی مانند شعلے نکلتے ہین اور بعض مثل
لوکے اٹھتے ہین۔ آدمی انکی زیارت کو جاتے ہین اور شعلہ پر طرح طرح کی چیزین چڑھاتے
ہین اور اس نے بخشتگی کی امید رکھتے ہین انکے اوپر گنبد بنایا ہے وہان ایک عجیب ہنگامہ
رہتا ہے۔ تحقیق یہان معدن کو گروہی عامہ اسکو خارق عادات جانتے ہین سندساگر کے
وسط مین شمس آباد کے نزدیک ایک ریاضتکدہ بالناتھ جوگی کا ہے اسکو تلہ بالناتھ کہتے ہین۔
ہندوستان کے اہل ریاضت اس کو بزرگ سمجھتے ہین اور اس کی زیارت کو جاتے ہین
خاص کر جوگی۔

اس نواح مین نمک سنگ بھی ہوتا ہے اس کا پہاڑ طول مین ۲۰ کوس ہے اس سے
نمک تراش کر جدا کرتے ہین اور بعض اٹھا کر لاتے ہین اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے تین حصے

اُسکے کھودنے والون کو دیتے ہین اور ایک حصہ اُسکے لانے والون کی مزدوری ہوتی ہے۔ سوداگر آدھے دام سے لے کر دو دام تک فی من خریدتے ہین اور دور دور لے جاتے ہین اور زمیندار اور ہر مرد پیچھے دس دام لیتا ہے اور سوداگر ۱۷ من پیچھے ایک روپیہ دیوان کو دیتے ہین اور بہت سے ہنرمند اس نمک کے طبق و سرپوش و رکابی و چراغدان بناتے ہین۔

اس صوبہ مین پانچ دوآبہ اور ۲۳ پرگنے ہین۔ زمین پیمودہ ایک کروڑ ۱۶ لاکھ ۵۵ ہزار ۶ سو ۴۳ بیگھہ ۳ بسوہ جمع ۵۵ کروڑ ۹۴ لاکھ ۸۸ ہزار ۴ سو ۲۳ دام اُس کے اندر ۹۸ لاکھ ۶۵ ہزار ۵ سو ۴ ۹ دام سیورغال بومی ۵۴ ہزار ۴ سو۔ اسوار و ۴ لاکھ ۲۶ ہزار ۸۶ پیادے

اس سے پہلے کہ اس صوبہ مین ٹھٹھہ کا اضافہ ہو طول فیروزپور سے سیوستان تک ۴۰۳ کوس عرض مین خط پور سے جیسلمیر تک ۱۰۸ کوس۔ پیچھے طول کچھ و مکران تک ۶۶۰ کوس شرق مین سرکار سہرند پیوستہ ہے شمال مین دریائے شور جنوب مین صوبہ اجمیر مغرب مین کچھ و مکران۔ ملتان۔ ہندوستان کے پرانے شہرون مین سے طول مین ۱۰۷ ۳۵ عرض بلد ۲۹ ۵۲ اس مین خشتین قلعہ اور بلند منار سے شہر کا حسن زیادہ ہوگیا ہے شیخ بہاءالدین زکریا کی اور بہت اولیا کی خوابگاہ ہے۔

بھکر ایک عمدہ قلعہ ہے اُس کو پرانی کتابون مین منصورہ لکھتے ہین۔ چھیون دریا ملکر اُسکے نیچے سے گزرتے ہین۔

سیوی و بھکر کے درمیان ایک بڑا دشت ہے گرمیون مین تین مہینے اسمین لو چلتی ہے دریاءِ سند چند سال مین جنوب سے شمال کو بہنے لگتا ہے اور اُس سے بہت دیہات بہ جاتے ہین اس لیے وہان مکان خس اور نے اور لکڑی کے بناتے ہین۔

اس صوبہ مین ۳ سرکار ۸۸ پرگنے ہین۔ سب ضبطی۔ زمین پیمودہ ۳۲ لاکھ ۷۳ ہزار ۹ سو ۲۳ بیگھہ ۴ بسوہ جمع ۱۵ کروڑ ۱۴ لاکھ ۳ ہزار ۶ سو ۱۹ دام اس مین سے ۳ لاکھ ۵۹ ہزار ۹ سو ۴۴ دام سیورغال ہے بومی ۱۸ ہزار ۷ سو ۸۵ سوار و ایک لاکھ ۶۵ ہزار

(۱۴ صوبہ ملتان)

۶ سو ۰ ۵ پیادے ۔

کشمیر۔ پگلی ۔ ببنر۔ سواد۔ بجور۔ قندھار۔ زابلستان جس کا پای تخت پہلے غزنہ تھا اور اب کابل ہی اس صوبہ مین یہ سرکارین ہین ہر ایک کا حال لکھا جاتا ہے۔

طول مین قنبز دیر سے کشن گنگ تک ۔ ۱۲۰ کردہ ۔ عرض مین دس کوس سے ۲۵ کوس تک شرق مین پریستان و دریاے چناب شرق جنوب مین بانہال و کوہ جمو شرق شمال مین بہت کلان مغرب مین پگلی و دریاے کشن گنگ ۔ مغرب جنوب مین ولایت گکھر ۔ مغرب شمال مین بہت مُردچارون طرف شمالی کوہ ۔ ہندوستان سے ۲۶ راہین کشمیر کو جاتی ہین لیکن راہ بھنبھر و پگلی سب سے زیادہ عمدہ راہ ہے اس مین زیادہ تر سوار جا سکتے ہین ۔ بھنبھر کی راہ بہت نزدیک ہے اور اُس کے کئی شعبے ہین اُن مین تین عمدہ د ا) ھستی دتر پہلے اسی راہ سے لشکرون کی آمد و رفت تھی ۔ دوم پیر پنجال شہنشاہ اکبر تین دفعہ اسی راہ سے کشمیر کی سیر کو آیا ۔ اگر اس کوہسار پر گاؤ و گھوڑے کو حلال کرین تو اُسی وقت ابر و باد کا جوش رہتا ہے برف و بارینہ برستا ہی سوم تنگ تلہ ۔

کشمیر ایک دلکشا ملک ہے اگر اُسکو ایک باغ ہمیشہ بہار مع ایک قلعہ آسمانی کے کہین تو بجا ہی اگر اسکو سبک روحون کا عشرتکدہ اور گوشہ نشینون کا خلوت کدہ کہین تو سزاوار ہے ۔ پانی خوشگوار ۔ آبشار سا معہ افروز ہوا ساز گار ۔ توران و ایران کی طرح برف و باران ۔ ہندوستان کی برسات مین وہان بھی مینہ برستا ہے زمین آبی خشک جنگل روح افزا ۔ بنفشہ گل سرخ ۔ نرگس کے جنگل کے جنگل خود رو پھولون کی گنتی نہین ہو سکتی ۔ بہار و خزان دونون بہت نادر تمام مکان چوبین چو منزلہ اور اُس سے زیادہ منزل کے مکان بناتے ہین ۔ دیوار بندی کی رسم نہین ۔ چھت کے اوپر لالہ بوتے ہین بہار مین اسکی عجب نمایش ہوتی ہے ۔ آشیانہ پایئن مین جانور و اسباب رکھتے ہین دوسرے آشیانہ مین آرام کرتے ہین اور تیسرے اور چوتھے آشیانے مین کچھ رخت خانہ رکھتے ہین ۔ لکڑی کی افراط اور زلزلے بھی بہت آتے ہین اس لئے سنگین و خشتی مکان نہین بناتے

عمر گزرا لے. تحتانے بنے ہوئے ہین انھین دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر ان زلزلون ہین قائم رہے
آج کل وہ سب خراب پڑے ہین پشمینہ کا کام طرح طرح کا ہوتا ہے خاص کر شال کا۔ ساتون لاکھون
مین شال یہان سے ارمغان کے طور پر جاتی ہے یہان سب سے بدتر وزبون تر چیز یہان کے آدمی
ہین تعجب یہ ہے کہ باوجود آدمیون کے زیادتی اور سرمایہ زندگی کے کمی کے دزدی و دریوزہ
گری بہت کم ہے سوا شاہ آلو و شاہ توت کے بہت میوے ہوتے ہین۔ خربوزہ و سیب و شفتالو
اور زردآلو بہت خوب ہوتے ہین۔ انگور اگرچہ بہت ہوتا ہے لیکن اچھا نہین ہوتا اور زیادہ تر
وہ درخت توت پر پھل دیتا ہے لوگ کم کھاتے ہین اُسکے پتے کرم پیلہ کے کام آتے ہین۔
گلگٹ و تبت سے بیج لاکے بوتے ہین تو وہ زیادہ اچھا پھل دیتا ہے زیادہ تر خورش برنج
و شراب ماہی اور طرح طرح کی سبزی ہے۔ سبزی تو خشک کرکے رکھ چھوڑتے ہین۔
برنج پختہ کو رات کو باسی رکھکر کھاتے ہین۔ شالی بہت ہوتی ہے مگر اچھی میسر نہین ہوتی۔
گندم چھوٹا و سیاہ فام و کم ہوتا ہے اور کمتر کھاتے ہین۔ نخود و جو تو بالکل ناپدید ہے۔
گدھے کی برابر گوسفند ہوتی ہے اُسکو ھنڈو کہتے ہین بہت نازک و خوش مزہ و گوارا ہوتی ہے
آدمیونکی زیادہ تر پوشش پشمین ہوتی ہے ایک جامہ کو برسون تک یہان پہنتے ہین۔ گھوڑا
چھوٹا زور آور گریوہ گذار بہت ہوتا ہے فیل و شیر نہین ہوتا۔ گاو سیاہ رنگ بدسنجی ہوتی ہے
مگر دودھ و روغن بہت عمدہ ہوتا ہے۔ بڑے شہر مین جتنے ہنر پیشہ ہوتے ہین وہ یہان
ہین۔ بازار کی رسم کمتر ہے اپنے گھرون مین خرید و فروخت کا ہنگامہ گرم ہوتا ہے بچھو اور اور جانور
جان آزار شہر مین نہین ہوتے۔ ایک پہاڑ مہادیو ہے جہان تک اُسکی چوٹی دیکھی جائے
کہین سانپ نظر نہین آتا۔ کبک و پشش و پشہ و مگس بہت۔ بندوقونکی کثرت کے سبب سے
عندلیب نہین دکھائی دیتی اُسکو ایک زہ کا بناتے ہین۔ کشتیون مین سوار ہوکر کولابون کی
سیر کرتے ہین۔ شکاری جانور ہوا مین مرغابی کو شکار کرکے کشتیون مین لاتے ہین اور کبھی
پانی مین اترتے ہین پانوؤن کے نیچے سے اُس کو دبا کر اُسپر بیٹھ جاتے ہین تو بہت تعجب ہوتا ہے

گوزن و کبک کا بھی شکار ہوتا ہے۔ پلنگ کا بھی شکار کرتے ہین بارشی کا مدار بستی پر ہے آدمی بھاری بھاری بوجھ پیٹھ پر لاد کر گریوہ نوردی کرتے ہین۔ ملاح اور درودگر کی دکان خوب گرم رہتی ہے۔ برہمن کی قوم بہت ہے۔

اگرچہ اہل ملک کی زبان خاص ہے لیکن علمی کتابین اُنکی سنسکرت مین ہین اُن کا خط بھی جداگانہ ہے۔ اسمین کتابت کرتے ہین اور توز ایک درخت کا پوست ہوتا ہے کہ تھوڑی سی کاریگری سے اُسکے ورق ورق ہوجاتے ہین اُسپر لکھتے ہین اور وہ برسون رہتے ہین۔ پُرانی کتابین اسپر لکھی ہوئی ہین سیاہی ایسی بناتے ہین کہ شست وشو سے نہین مٹتی۔ اگرچہ قدیم زمانہ مین یہان سنسکرت کے علم کا رواج تھا لیکن اب طرح طرح کے علم اور دانائے روزگار یہان موجود ہین۔ ہند کی مانند طبابت واختر شناسی ہے۔ چاردیوار تقلید کے رہنے والے یہان بہت سے سنی اور کچھ امامی ونوربخشی ہین اُن مین ہمیشہ دشمنی کے سبب سے لڑائیان رہتی ہین۔ زیادہ تر یہان ایرانی وتورانی آدمی ہین۔ خنیاگر بہت ہین لیکن ایک آہنگ مین گاتے ہین اور اُنکی ہر ایک تال سے ہر ایک کے جگر پر ناخن لگاتے ہین۔ اس ملک مین سب سے زیادہ شائستہ برہمن ہین اگر تقلید گزینی وعادت پرستی سے اُنکو رہائی نہین ہوئی مگر خدا تعالے کی عبادت مین دلبستگی کے ساتھ مشغول ہوتے ہین اور اپنے مخالف مذہب پر طعن وطنز نہین کرتے نہ زبان سے سوال کرتے ہین نہ تگاپوے مین پانون رکھتے ہین میوہ دار درخت لگاتے ہین ....

یہی اُن کا سرمایہ روزی ہے گوشت نہین کھاتے عورت نہین کرتے دو ہزار آدمی اس گروہ کے ہونگے توبچہ اس ملک مین ۱۶ ماشہ کا ہوتا ہے ہر ماشہ مین ۶ سرخ مہر طلا کا وزن ۱۶ دانی اور ہر دانی مین ۶ سرخ دہلی کے متعارف مہرون سے چار سرخ اسمین زیادہ ہوتے ہین۔ ساسنو ایک چاندی کا سکہ ۹ ماشے کا ہے۔ پنجوہوس کا سکہ ہوتا ہے دام کے چوتھائی حصہ کے برابر اُنکو کسیرہ کہتے ہین اسے آدھی بارہ کانی ہوتی ہے۔ چوتھائی حصہ اس کا شکری ہوتا ہے۔ ۴ کسیرہ کو راہت کہتے ہین۔ ۴۰ کسیرہ کو ساسنو۔ ڈیڑھ ساسنو کو سکہ وسو ساسنو کو ایک شہنشاہی شمار کے

موافق وہ ایک ہزار دام ہوتے ہین۔ ساری ولایت کو ہندی حکیم پرستش گاہ جانتے ہین۔ انہین ۴۵ خاص مہادیو کے نام شمار کرتے ہین ۶۴ بشن کے نام ۳ برہما کے نام ۲۲ درگا کے نام سات سو جگہ سانپ کی پیکر بنائی ہے اور اُس کو پوجتے ہین اور اُسکی عجیب عجیب داستانین کہتے ہین سری نگر دار السلطنت ہے طول مین چار فرسنگ ہی دریاے بہت دیار و لچھمہ کل اُسکے اندر گزرتے ہین۔ پچھلا دریا خشک ہوجاتا ہے دوسرے مین پانی اتنا کم ہوجاتا ہے کہ کشتی نہین چل سکتی۔ مدت سے یہ شہر آبادہی اور بہت کاریگرون کا گھر ہے۔ شال نہایت عمدہ بنتے ہین۔ پشم سے سقلات بہت اعلم بناتے ہین۔ درمہ و پٹوا ور شمینہ تیار کرتے ہین لیکن یہ پشمینہ تبت کا عمدہ ہوتا ہے۔ میر سید علی ہمدانی چند روز اس شہر مین آیا اُسکی خانقاہ یادگار ہے شرق مین ایک کوہچہ ہے جس کا نام کوہ سلیمان مشہور ہے۔ شہر سے ملے ہوئے دو بڑے کولاب ہین سارے سال پُر آب رہتے ہین۔ تعجب یہ ہے کہ باوجود لطافت و گوارائی آب کے مدتہاے دراز سے گندہ نہین ہوتے۔ تحقیق یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مین اگراو گتا ہے۔ ساری زمین نسقی علحدہ بخش ہے۔ ضبط زمین و زر و سیم کی داد و ستد کی رسم نہین ہے۔ سائر جہات مین سے ایک جزو نقد ینہ ہے۔ نقد و جنس کا حساب خروار شالی سے کرتے ہین۔ اگرچہ مدت سے تو وہ کا نام لیا جاتا ہے لیکن دو حصون سے زیادہ اُٹھاتے ہین بادشاہ کی دادگری کے سبب سے ادھا باز یافت ہوتا ہے قاضی کے قرار کے موافق ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار ۵۰ خروار ۱۱ ترک جمع تھی۔ ہر خروار مین ۳ من ۸ سیر اکبر شاہی ایک وزن پل ہے جو دو دام کی برابر وزن رکھتا ہے اُسکا آدھا و چوتھائی بھی کام مین آتا ہے، ½ ادھے پل کو سیر کہتے ہین اور دو سیر کو نیم من اور چار سیر کو ایک ترک اور ۱۶ ترک کو ایک خروار اور اکبر شاہی ۸ سیر کا ایک ترک ہوتا ہے قاضی نے چند سالون کا نرخ جمع کرکے اوسط نکالا۔ تو خروار کی قیمت ۲۹ دام ہوئی اور خروار نقدی ۱۳ ۱/۸ دام آیئن پیشین کے موافق برقرار رکھی۔ پس جمع مبلغ ۷ کروڑ ۶ ۴ لاکھ ۷۰ ہزار ۴ سوا ۱۱ دام ہوئے اسکے اندر ۹ لاکھ ۱ ہزار ۶ سو ۴۳ خروار اور ۸ ترک جسکے نقدینہ حساب کے موافق ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ۲۲ ہزار

حاشیہ

ایک سو۳۸ دام ہوے اور آصف خان نے یہ جمع مقرر کی ۳۰ لاکھ ۹۷ ہزار ۴ سو ۳۴ خروار
منجملہ اُسکے ۱۰ لاکھ ۱۱ ہزار ۳ سو ۳۰ ا/۳ خروار نقدی۔ بادشاہ نے زرباج تمغا معاف کردیا اس
سبب سے ۶۷ ہزار ۸ سو ۴۲ ا/۴ خروار کی کمی ہوئی۔ یا یہ کہو کہ ۸ لاکھ ۹۸ ہزار ۴ سو دام گھٹ گئے
آسودگی کشاورز کے لئے ۵ دام خروار کی قیمت مین گھٹا دیئے۔ اگرچہ خروار مین جمع آصف خان
کی ۱۶ ہزار ۳ سو ۴۹ خروار ۱۰ ترک جمع قاضی علی سے زیادہ ہے لیکن بہ سبب بخشش کے
حساب نقا بین ۸ لاکھ ۶۰ ہزار ۴۳ ا/۲ دام کی کمی ہوئی اسی سبب سے اُس نے خروار نقدی
پرکہ کم بہا ہے بہت خیال رکھا جو جمع قاضی علی نے دفترخانہ کو سپرد کی اسمین ۴۸ پرگنے تھے
اور آصف خان کے نسخہ مین ۳۸ پرگنے تھے اصل مین بھی ۳۸ پرگنے تھے قاضی علی نے
پرگنون کی تقسیم کچھ اور طرح سے مواضع کو ادھر ادھر کرکے کی تھی۔
پہلے لوگون نے ملک کے دو حصے کئے تھے مشرقی حصے کو مراج کہتے تھے اور مغربی کو
کامراج اب کہ کشمیر سے بہت سی سپاہ نکل آئی ہے اس کا یہ حال ہے کہ ۴ ہزار ۸ سو ۹۲
سوار و ۹۲ ہزار ۴ سو پیادے۔

طول مین ۳۵ کروہ عرض مین ۲۵ کروہ مشرق مین کشمیر۔ شمال مین کتور۔ جنوب مین بنگاہ
الوس گکھر۔ بمغرب مین اٹک۔ بنارس۔ اسکے کوہستان مین ہمیشہ برف برستی ہے دشت گاد
مین کبھی کبھی۔ گرما سے سرما زیادہ ہوتا ہے۔ برسات ہندوستان کی سی ہوتی ہے۔ تین
دریا کشن گنگ، بہت، سندہ اسمین بہتے ہین۔ زبان یہان کی نہ کشمیر کی نہ ہندوستان
کی نہ زابلستانی کی مانند ہے۔

اس سرکار مین تین ولایت ہین۔ بنیر۔ سواد بجور اول طول مین ۱۶ کروہ عرض مین
۱۲ مشرق مین پکلی۔ شمال مین کتور و کاشغر۔ جنوب مین اٹک بنارس۔ مغرب مین سواد
ہندوستان سے دوراہ جاتی ہین۔ گریوہ شیرخانی و کوتل بلندرے۔ اگرچہ دونون دشوار
گذار ہین۔ مگر اول سخت تر ہے۔ دوم طول مین ۴۰ کروہ عرض مین ۵ سے ۱۵ کروہ مشرق

مین بنیر۔ شمال مین کنتور کاشغر جنوب مین بگرام مغرب مین نجور بہت سے درے ہین۔ دیمہ و منور
کے نزدیک کہ کاشغر سے ملتا ہے قصبہ منکنور حاکم نشین ہے۔ ہند سے دو راہین جاتی ہین گزیدہ
ملکند یچ شیرخانہ۔ گرمی سردی بہت نہین ہوتی برف برستا ہے لیکن دشت مین تین چار روز
سے زیادہ نہین کہسار مین تمام سال زمستان۔ ہندوستان کی بارش کے موسم مین وہان
بہار ہوتی ہے۔ ریزش ابر ہوتی ہے۔ بہار و خزان دونون عجیب۔ ہندوستان و
توران کے پھول دونون ہوتے ہین۔ بنفشہ و نرگس کے جنگل کے جنگل خودرو۔ طرح طرح
کے میوے خودرو۔ باز جرّہ شاہین گزیدہ ہوتے ہین۔ لوہے کی کان یہان ہے۔ سوم
طول مین ۲۵ کروہ۔ عرض مین ۵ سے ۱۰ کروہ۔ شرق مین سواد۔ شمال مین کتور کاشغر
جنوب مین بلگرام۔ مغرب مین گینیر۔ نورکل۔ کابل سے زیادہ درے اسمین ہین۔
کبہ ایک پرانا قلعہ استوار ہے اور اُس کو حاکم نشین کہتے ہین۔ امیر علی ہمدانی نے یہین
انتقال کیا۔ وصیت کے موافق ختلان مین اسکی لاش گئی۔ اسکی ہوا سواد کی سی ہے لیکن
سردی گرمی کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ تین راہون سے زیادہ راہین ہین۔ ایک ہندوستان
سے جاتی ہے اس کو راہ دوش کول کہتے ہین اور دو کابل سے جاتی ہین ایک کو سمج اور
دوسری کو کبر ور نورکل کہتے ہین۔ زیادہ آسان راہ دوش کول ہے۔ اسکے ایک متصل دشت
ہے کوہ و دریاے کابل و سندہ کے درمیان طول مین ۳۰ کروہ عرض ۲۰ سے ۲۵ کروہ۔
اس سرکار مین کوہ و دشت ہین یوسف زئی کی بنگاہ ہے شہنشاہ اکبر کے عہد مین
اس ملک کے بدگوہر کچھ مارے گئے کچھ اسیر ہوئے کچھ تابع ہوئے۔
ایک ولایت ہے جنوب و مشرق مین کابل سب مین افغان رہتے ہین زیادہ قوم شرانی
کررانی

طول ت۔ بنجارہ سے غور و غرجستان تک ۳۰ کروہ عرض مین سندہ سے فرہ تک
۲۶ ...ن مین ستند۔ شمال مین غور و غرجستان۔ جنوب مین سیوی مغرب مین فرہ

مشرق و شمال کے درمیان کابل وغزنین شہر مین برف کم برستا ہی مگر کہسار مین ہمیشہ برستا ہی ۸ ادبنار کو تومان کہتے ہین - ہر تومان ۰۰ ۸ درم کا ہوتا ہے خراسان کا تومان ۳۰ روپیہ کا تومان عراق کا ۴۰ روپیہ کا - پیشتر جنوب کا خروار سے حساب کرتے ہین - اس مین ۴۰ من قندھار کے اور دس من ہندوستان کے ہوتے ہین -

قندھار دار الملک ہی - طول بلد ۴۰ ۱۰۷ عرض ۳۳ وہ ۲ - دو قلعے ہین سخت گرم سرما کم لیکن دی و بہمن مین یخ وادلون سے بھر جاتے ہین - تین چار سال کے بعد برف کی ریزش ہوتی ہے - گل و میوہ بہت - گیہون بہت سفید دور دور تک ارمغان مین جاتا ہی پانچ کوس پر ایک پہاڑ ہے اُس کو اژدر کوہ کہتے ہین - ایک غار اُس مین غار جمشید مشہور ہے - چراغ روشن کرکے اُسمین جاتے ہین دم ایسا گھٹتا ہے کہ اس کا اندازہ نہین کرسکتے - قلات سے ۸ کردہ پر ایک بڑا پہاڑ ہے اُسکی کمر مین ایک غار ہے اُس کو غار شاہ کہتے ہین - گندم وجو کو سفید بری کہتے ہین اور ۶۰ گز جریب سے ناپتے ہین لیکن ۲۰ گز کی جریب کو مجازی اعتبار کرتے ہین - ہر ایک ۴۴ ۲ ۱/۲ انگشت مجموع ۴۵ گز قندھاری خالصہ مین دس خروار سے دو دیوان صیغہ مال و جہات کو دیتے ہین اور کشت وکارسات طرح کی ہوتی ہے - دفتر مین اعلے کا نشان عین کرتے ہین اور ہر جریب کا حاصل ۳ خروار وہان کے ۴۲ من لیتے ہین اعلے واوسط کا نشان عین وطا کرتے ہین ۲ ۱/۲ خروار بیس من لیتے ہین اور اوسط کا نشان طا کرتے ہین جریب مین ۲ خروار سولہ من لیتے ہین اوسط اوئے کا طا دوال نشان کرتے ہین جریب مین ۱ ۱/۲ خروار ضبط کرتے ہین بارہ من لیتے ہین ادنے کو دال سے نشان کرتے ہین جریب مین ایک خروار خیال کرتے ہین اور ۸ من لیتے ہین ادنا وادنائے ادنا کا دال اور دالین نشان کرتے ہین جریب مین بیس من گمان کرتے ہین چھ من لیتے ہین ادنائے ادنی کا دالین نشان کرتے ہین جریب مین ۸ سر تصور کرکے ۴ من لیتے ہین اگر برزگر کو نیروے ضبط نہین ہوتی تو وہ پر عمل کرتے ہین دو حصے [illegible] رعیت کو اور سیوم تین حصے کرتے ہین ایک حصہ سرکار دیوان مین دو حصونکو اخراجات لشکر استصوابی [illegible] تے ہین

طول مین اٹک بنارس سے کہ ساحل سندہ پر ہے ہندوکوہ تک ۱۵۰ کروہ۔ عرض مین قرابلغ [illegible] سے
پچھان سر تک سوکروہ مغرب مین ہندوستان بغرب شمال مین کوہ غور اُسکے درمیان شمالی اندراب بدخشان و
ہندوکوہ درمیانہ جنوب مین قرمل ونغر۔ آب و ہوا کی تعریف نہین ہوسکتی اگرچہ جاڑا اعتدال سے باہر ہوتا
مگر گز نہین پہونچاتا۔ گرم سیر وسرد سیر ایسا کہ ایک ہی دن مین ایک عالم سے دوسرے عالم مین پہونچاتا ہے
باوجود اس بیلاق وقشلاغ کا نشان معمورہ مین کم ہے۔ دشت وکوہ مین بریش برف ہوتی ہے۔ دشت
[illegible] برج قوس مین آتا ہے اور کوہ مین جب آفتاب برج میزان مین آتا ہے۔ موسم گرما مین بھی میوے
طرح طرح کے مگر خربزہ بہت اچھا نہین ہوتا۔ زراعت بھی زیادہ نہین ٹرہتی ہر چہار طرف پہاڑ بلند بلند ہین
کہ وہان غنیم کا جلد جلد آنا دشوار ہے۔ کابل وبدخشان وبلخ کے درمیان ہندوکوہ واسطہ ہی۔ [illegible]
جنمین سے تورانی آمدوشد کرتے ہین۔ ہندوستان سے پانچ راہین (۱) کرپہ دوکوتل طے کرنے کے بعد
جلال آباد آتا ہے (۲) راہ خیبر یہ راہ ایسی تنگی ہے کہ عرابہ جاتا ہے (۳) ہنگش (۴) راہ نغز (۵) راہ قرمل
اس ملک مین [illegible] بولی بولتا ہے گیارہ زبانین مروج ہین (۱) [illegible] (۲) مغولی (۳) فارسی
(۴) ہندی (۵) افغانی (۶) پشاوری (۷) پراچی (۸) گبری (۹) ترکی (۱۰) المغانی (۱۱) عربی
پہلے عقلمند کابل وقندھار کو ہندوستان کا دروازہ کہتے ہین۔ ایک سے توران کو جاتے ہین اور دوسرے
سے ایران کو۔ ان دو فراخنائے کی نگہبانی سے ہندوستان بیگانون سے امن رہ سکتا ہے اس دیار مین
سمرقند وبخارا کی طرح پرگنہ متضمن بہچادت قریات پر ہوتا ہے اس کو تومان کہتے ہین۔
[illegible] اقلیم سوم سے ہی زابل عبارت اس سے ہی وہ سلطان محمود وسلطان شہاب الدین اور بادشاہون کا
پائے تخت تھا۔ پہلے اس ولایت کو زابلستان کہتے تھے کچھ قندھار کا حصہ بھی اسمین شامل کرتے تھے۔
حکیم سنائی اور بہت سے اولیا کی خوابگاہ ہے ایک ندی شمال سے جنوب کو جاتی ہے زراعت اس سے
سرسبز ہوتی ہے [illegible]ان بہت محنت کرتے ہین ہر سال نئی خاک لاتے ہین تاکہ زراعت وہ آراضی کابل سے
زیادہ پھل دیتی ہے۔ روبین یہان بہت ہوتا ہے۔ ہندوستان مین یہان سے جاتا ہے فقط

جلد ہفتم - ظفرنامہ شاہجہاں جس میں شاہجہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہو قیمت ... ۱۲آر

جلد ہشتم - بادشاہ نامہ عالمگیری شہنشاہ عالمگیر کا حال اول سے آخر تک درج ہو قیمت ... عہ۱۲آر

جلد نہم و دہم - زوال سلطنت تیموریہ - عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خاتمہ مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور اُن کا کیا حال ہو ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچایا نقصان دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور اس کی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم و دہم عہ کُل تاریخ کی قیمت (عہ) ہوئی، مگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ ہو کچھ اور حصوں پر موقوف نہیں ہو اگر علیحدہ کوئی خریدے گا تو بہ تفصیل بالا اُس کے ہاتھ بیچے جائیں گے یکمشت دس حصوں کے خریدار کو اُن کی قیمت

بلا جلد (عہ) علاوہ محصول -

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مرحوم

یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہو (حصہ اول) میں بطور تمہید ۱۸۷۳ء تک لکھا ہو کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیوں کر نکالا اور اپنی فرمانروائی کا سلسلہ کس طرح جمایا

(دوسرے حصے) میں ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں -

(تیسرے حصے) میں ۱۸۴۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریہ نے وفات پائی حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بالتفصیل بیان کیا ہو دہلی کا بیان مؤلف نے اپنی چشم دید لکھا ہو -

(حصہ چہارم) میں اُن محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہو جو انگلستان کے اور ملکوں سے، یورپ، ایشیا، افریقہ سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال، جنگ سوڈان اور مصر ہیں -

(پانچویں حصے) کا نام آئین قیصری ہو اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں -

ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہو - ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیوں کر منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں ہندوستان کے لئے قوانین کیوں کر مدوّن ہوئے عدالتیں کیوں کر مقرر ہوئیں بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیوں کر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت ہر پنج حصہ بلا جلد عہ

ملنے کا پتہ: آنریری منیجر بک ڈپو مدرسۃ العلوم علی گڑھ

بسم خدا

انسٹی ٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمڈن کالج کی ملک ہونے کی وجہ حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہی) لوہے اور پتھر دونوں قسم کے [illegible] میں اردو، انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہی۔ اہل ذوق ضرور کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہی۔

مطبع کو اس کے قدیم واہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد ملی ہوئی ہیں ان کی نقل بذریعہ [illegible] روانہ کی جا سکتی ہی۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہی جو کالج کا [illegible] اخبار ہی اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا [illegible] کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ مبلغ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت۔

اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہی۔

ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ:-

منیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ کالج